تفسیر نعیمی

مفتی
صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی

ناشر
نعیمی کتب خانہ
مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پنجتن پاک

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آلہ

• حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ • حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ • حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ • حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آلہ

• حضرت جبرائیل علیہ السلام • حضرت میکائیل علیہ السلام • حضرت اسرافیل علیہ السلام • حضرت عزرائیل علیہ السلام

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آلہ

• حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ • حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا • حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ • حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

Marfat.com

اشرف التفاسیر

تفسیر نعیمی

پارہ سولہواں

مفسر

صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی

خلف الرشید

شیخ التفسیر مفتی اعظم مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

نعیمی کتب خانہ

مفتی احمد یار خان روڈ ۔ چوک پاکستان ۔ گجرات

Marfat.com

نام کتاب ——— اشرف التفاسیر تفسیر نعیمی پارہ سولہواں

نام مصنف ——— صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان۔ ابن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان بدایونی (یوسف زئی)

نام ناشر ——— نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان مفتی احمد یار خان روڈ لاہور پاکستان

نام پریس ———

پہلی بار طبع ——— تاریخ ۱۹۹۷ء ۱۱/۱

تعداد ——— ۱۱۰۰ (گیارہ سو)

کل صفحات ——— ۱۰۳۳

تصحیح ونظرثانی کنندگان ——— ۱ مصنف ۲ صاحبزادہ محمد سید القادری ۳ مولانا نذیر احمد صاحب مغل راجوروی۔ باغ باوا گجرات سیلز مینجر نعیمی کتب خانہ گجرات

کتابت ——— سیف اللہ شاہد خوشخنویس آف کیلیا نوالہ

قیمت کتاب فی عدد ———

بائنڈر ———

marfat.com

Marfat.com

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ

خضر نے کہا، کیا میں نے تم کو پہلے ہی نہیں کہدیا تھا کہ بے شک تم ہرگز میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں

کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ

صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا

رکھ سکو گے ، فرمایا موسیٰ نے ، اگر اب کچھ میں نے تم سے پوچھا اس سوال کے بعد تو تم

ٹھہر سکینگے ، کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر میرے

فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

لئے کو اپنے ساتھ نہ رکھنا کہ پورا ہو چکا میری طرف سے عذر ،

ساتھ نہ رہنا بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ۔

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ

پھر دونوں آگے چلے ، یہاں تک کہ جب دونوں آئے ایک گاؤں والوں کے پاس ، دونوں نے مسافر کھانا

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان دہقانوں سے کھانا مانگا انہوں نے

اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا

طلب فرمایا اس بستی والوں سے تو ان سب لوگوں نے بیک زبان انکار کر دیا ان دونوں کو مہمان بنانے سے پھر اس گاؤں میں ان دونوں نے

انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے گاؤں میں ایک دیوار

جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ

ایک پرانی دیوار پائی جو گرنے کے قریب تھی تو اسکو حضرت خضر نے درست کر کے سیدھا بنا دیا ۔ فرمایا موسیٰ نے

پائی کہ گرا چاہتی [illegible] موسیٰ نے کہا تم چاہتے

marfat.com
Marfat.com

شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴿۷۷﴾

اگر تم چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے

تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے

تعلقات اِن آیتِ کریمہ کا پچھلی آیتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السّلام کے درمیان علمِ طریقت کے سیکھنے سکھانے پر معاہدے کی پابندی کا ذکر تھا اب اِن آیات میں علمِ طریقت کے مشکل ہونے اور شریعت والوں کے نہ سیکھنے کی وجہ بیان ہو رہی ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں شریعتِ موسوی کے کچھ بیانات اشارۃً ہوئے تھے جس کا بنا پر وہ خضر علیہ السّلام پر اُن کے انوکھے کام کی وجہ سے اعتراض فرماتے رہے اب اِن آیات میں موسیٰ علیہ السّلام کے آخری بار معذرت فرمانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کی شریعت اور قانونی سوالات کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں خضر علیہ السّلام کے ایک انتہائی ہمدردانہ اور اخلاقی فطرتی کام کا ذکر ہو رہا ہے جس پر موسیٰ علیہ السّلام نے ذرا نرمی سے اعتراض بھی فرمایا اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۔ قَالَ فعل ماضی مطلق قولٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل ہُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ ہے جس کا مرجع خضر علیہ السّلام ہیں۔ یعنی کہا خضر نے۔ اَ۔ ہمزہ استفہامیہ (سوالیہ) اَقُلْ۔ دراصل اقول تھا لم حرفِ نفی نے اسکو جزم دیا تو آخری حرف لام کلمہ ساکن ہوا۔ اور واؤ بوجہ ساکن ہو نیکے گر گئی کیونکہ قانونِ نحو میں دو ساکن ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ لَّكَ۔ لام جارّہ مفعولیت کا، كَ ضمیر مجرور متصل۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ اَلَمْ اَقُلْ کا جملہ فعلیہ استفہامیہ ہو کر قول ہوا اِنَّكَ۔ اِنَّ حرفِ تشبیہ، كَ ضمیر اس کا اسم ہے اسی لیے منصوب ہے۔ لَنْ تَسْتَطِيْعَ، فعل نفی تاکید۔ بِاَنْ مستقبل۔ اس میں اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع حضرت موسیٰ، مَعِيَ، مَعَ اسم، ترجمہ ہے ساتھ۔ یٓ ضمیر متکلم اس کا مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ، باعتبارِ مثبت ہے۔ صَبْرًا۔ اسم جامد، بحالت نصب مفعول بہ ہے۔ لَنْ تَسْتَطِيْعَ سب سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ ملکر بحر مقولہ ہوا قَالَ کا۔ وہ سب ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ہو گیا، قَالَ، یعنی موسیٰ نے جواباً فرمایا، اس میں ہُوَ ضمیر پوشیدہ فاعل ہے یہ فعل فاعل ملکر قول ہو گیا۔ اِنْ، حرفِ شرط۔ سَاَلْتُكَ واحد متکلم کا صیغہ سَاَلَ، مہموز العین سے بنا ہے، ترجمہ ہے اگر پوچھوں میں، كَ، ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے، عَنْ حرفِ جر، ترجمہ ہے بارے میں شَيْءٍ، اسم نکرہ غیر معینہ کسی چیز کے بارے میں، بَعْدَ اسم مؤنث، ظرفِ زمانی ہے، مضاف ہے، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع (مراد) سوال ہے باقی ترجمہ ہے بعد نرمی فرمانے کے اس سوال سے۔ ضمیر مضاف الیہ مجرور ہے، فَ جزائیہ، خیال

marfat.com
Marfat.com

رہے کہ ان شرطیہ کے بعد جزا میں چار موقعوں پر ف جزائیہ جزا سے پہلے لانی واجب ہے ۱ جب جزا کے جملے میں قد اور فعل ماضی ہو جیسے قَدْ یَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ وغیرہ ۲ جب کہ جزا جملہ اسمیہ ہو ۳ جب کہ جزا کے جملے میں مضارع منفی بلن یا بلم ہو جیسے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۴ جب کہ جزا جملہ انشائیہ ہو (درس اقسام میں سے کوئی بھی) جیسے یہ ہی آیت فَلَا تُطِعْنِیْ ایک موقعہ یہ ہے کہ جزا میں ف لانا ممنوع ہے، اور ایک موقعہ یہ ہے جزا میں ف لانا جائز ہے یعنی لاؤ یا نہ لاؤ اگر جزا کا جملہ صرف ماضی مطلق ہو قد کے بغیر تو ف جزائیہ ممنوع ہوتا ہے۔ اور جائز تب جب کہ جزا کے جملے میں فعل مضارع مثبت یا منفی بلا ہو تو گویا کہ ف جزائیہ کی چھ حالتیں ہیں، کبھی ف جزائیہ کی جگہ اِذَا بھی آجاتا ہے۔ لَا تُطِعْ، فعل نہی واحد حاضر ہے طَعٌ سے مشتق ہے اس میں تین قسمیں ہیں ۱ لَا تُطِعْنِیْ باب مفاعلۃ یعنی مجھ کر اپنے ساتھ نہ رکھنا ۲ فَلَا تُطِعْنِیْ، باب تفعل یعنی میرے ساتھ نہ رہنا ۳ فَلَا تُطِعْنِیْ مجھ کو ساتھ نہ رہنے دینا۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ اسی دوسری قرأت پر ہے اور ہمارا پہلی قرأت پر فَنِ وقایہ یٔ متکلم منصوب مفعول پر ہے یہ فعل نہی اپنے فاعل اور مفعول پر سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا ملکر معلول ہوا اگلا جملہ اس کی علت ہوئی قَدْ بَلَغْتَ فعل ماضی قریب، اَنْتَ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مِنْ حرف جرّ، لَدُنِّیْ، یہ میں لفظ ہیں لا لدن ۲ نون وقایہ ۳ یٔ ضمیر واحد متکلم، لفظ لدن کے ملفظ میں دو قول ہیں۔ ۱ مشہور قرأت لَدُنْ ہے ۲ لَدُنْ۔ لَدُنِ۔ لَدُنْ۔ لَدُنْ۔ لَدِی۔ لَدُ۔ لَدِا۔ لَدَا فقط۔ یہ اس کا مؤنث نقلی ہے۔ لَدَانِ لَدُنْ یہ جمع مذکر ہے۔ اس سے پہلے اکثر من جانبہ آتا ہے اور یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے۔ عامل نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں نے اس کو عامل کہا ہے اور ذوالرمہ کے ایک شعر سے دعوی کیا ہے۔ یہ کہ لَدُنْ غُدْوَةً فرمایا گیا۔ حالانکہ صحیح لَدُنْ غُدْوَةٍ ہے جس طرح لَدُنْ کے پڑھنے کے دو طریقے ہیں اسی طرح اس کے ترجمے اور معانی بھی چار طرح ہیں ۱ وقت ۲ قرب ۳ طرف سے۔ یہاں یہی معنی ہیں تک پاس یہ اسم غیر متمکن ہے۔ یٔ متکلم کا مضاف الیہ اور مرکب اضافی لَدُنِّیْ ظرف مکانی ہے قَدْ بَلَغْتَ کا۔ عُذْرًا۔ اسم مفرد جامد بمعنی معذرت، مشہور قرأت میں عُذْرٌ بضمتین ذال ہے اور ایک قرأت میں بضمتہ دال عُذُرٌ آیا ہے۔ اس کا معنی ہے معافی مانگنا یعنی اپنی فعلی وغیرہ کو ختم کرانا۔ نجاست اور ہر پلیدگی اور بیکار چیز کو عُذْرٌ کہدیا جاتا ہے بچے کی بڑھی ہوئی ختنے والی کھال کو بھی عُذْرٌ کہتے ہیں (امام راغب مفردات القرآن) بمعانی فتحہ ہے مفعول ہے قَدْ بَلَغْتَ کا۔ یہ پورا جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے لَا تُطِعْنِیْ کی یعنی تم مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھنا کیونکہ میری طرف سے عذر پورا پہنچ گیا۔ یہ علت و معلول ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط و جزا جملہ شرطیہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قَالَ اپنے مقولے سے ملکر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ف تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ۔ اِنْطَلَقَا۔ باب افعال ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ تثنیہ۔ طَلَقٌ سے بنا ہے بمعنی چلنا۔ هُمَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ حتی حرف عطف لغویا حرف جر یعنی غایت کے معنی میں ہے اِذَا ظرف زمان ہے اور اس کا مجرور اَتَیَا

marfat.com
Marfat.com

کا پورا جملہ ہے۔ حرف حتیٰ اِلیٰ کی طرح انتہاءِ غایت کے لیے آتا ہے مگر ان صورتوں میں مختلف ہوتا ہے۔ (۱) حتیٰ صرف اسم ظاہر پر آتا ہے حتیٰ تُ وغیرہ نہیں ہوتا۔ (۲) اپنے سے پہلے کلام کے ختم ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ (۳) ابتداءِ غایت اس سے پہلے نہیں ہوتا، مثلاً صِرْتُ اِلَیْہِ حَتّٰی مَالِہٖ نہیں ہوتا۔ اس کے معنی بعض تین طرح ہیں۔ (۱) یہاں تک (۲) جب تک (۳) تاکہ (اِذَا ظَرْفِیَہ اَتَیَا فعل ماضی مطلق تثنیہ باب ضَرَبَ اَتٰی یَ سے بنا ہے۔ معنی آنا۔ اس کا مرجع بھی دونوں نبی علیہما السلام ہیں۔ اَھْل مضاف اسم مفرد اس کی جمع ہے اَھَالِی قَرْیَۃٍ اسم مفرد مؤنث لفظی۔ بمعنی بستی (گاؤں) یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے اَتَیَا کا اس بے بحالتِ نصب ہے، یہ سب فعل فاعل اور مفعول فیہ سے اور بابد جملہ اس کا ظرف ہے اِسْتَطْعَمَا فعل ماضی مطلق تثنیہ باب استفعال طَعْمٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے تو ان دونوں نے کھانا طلب فرمایا یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ظرف ہوا اَتَیَا کا اور معطوف علیہ ہوا ما بعد جملے کا کہ عاطفہ اَبَوْا۔ فعل ماضی جمع مذکر باب ضَرَبَ۔ اَبٰی یَ سے مشتق ہے بمعنی انکار کرنا، منفی ہوتا ہے اَنْ حرف ناصبہ یُضَیِّفُوْ فعل مضارع معروف جمع مذکر باب تفعیل ضَیْفٌ سے بنا ہے بمعنی مہمان بنانا مہمان نوازی کرنا، ہُمْ ضمیر اھلیں پر شیدہ اس کا فاعل مراد بستی والے وہ قریبی لوگ ھُمَا ضمیر بارز (ظاہر) منصوب متفصل مفعول بہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مفعول آہے اَبَوْا کا وہ سب ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے اِسْتَطْعَمَا کے جملے پر یہ دونوں ملکر ظرف ہوا۔ اِذَا اَتَیَا جملے کا ظرف ہوا۔ اَتَیَا فعل سب معمولات سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر ظرف ہوا۔ اِنْطَلَقَا کا۔ یہ سب ملکر جملہ فعلیہ خبریہ بہ مکمل۔ ف۔ تعقیبیہ یعنی ثمہ یعنی پھر وَجَدَا فعل ماضی مطلق معروف مثبت تثنیہ بمعنی دونوں نے پایا۔ وَجْدٌ سے مشتق ہے فی حرف جر ھَا ضمیر مؤنث مجرور دونوں متعلق ہوئے وَجَدَا کے، جِدَارًا اسم مفرد موصوف یا ذوالحال ہے۔ اگلا جملہ اس کی صفت یعنی ایسی دیوار جو گرنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ یُرِیْدُ باب افعال مضارع معروف واحد مذکر اَنْ ناصبہ یَنْقَضَّ مضارع معروف باب انفعال اس کا مصدر ہے اِنْقِضَاضٌ۔ قَضٌّ (قَضْضٌ) مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے ترجمہ ہے یہ کہ ٹوٹ جائے اس لفظ میں بعض مختلف قول ہیں۔ یُرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ۔ یہی جمہور و مشہور ہے یُنْقَضَّ لِیُنْقَضَّ یُنْقَاضُ۔ ف تعلیلیہ یعنی وجہ بیان کرنے والی اَقَامَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق معروف اس کا مصدر ہے اِقَامَۃٌ اور اِقْوَامٌ بمعنی کھڑا کرنا، سیدھا۔ قوی و مضبوط کرنا ھُ ضمیر ہو شیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع خضر علیہ السلام، ہٗ ضمیر متصل مفعول بہ ہے مراد ہے دیوار۔ یہ فعل فاعل مفعول سب ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا کہ معطوف ہوا یُرِیْدُ فعل کا یہ فعل اپنے مفعول اور معطوف سے ملکر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو کر صفت ہوئی جِدَارًا کی موصوف صفت ملکر مفعول بہ ہوا وَجَدَا کا۔ یہ سب ملکر جملہ فعلیہ ہو گیا قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا۔ قَالَ فعل ماضی واحد مذکر غائب فاعل ھُوَ ضمیر ہو شیدہ اس کا مرجع خضر علیہ السلام ہیں لَوْ حرف شرط شِئْتَ۔ باب سمع کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر اس میں پوشیدہ ضمیر اَنْتَ کا مرجع خضر علیہ السلام ہیں شَیْءٌ سے مشتق ہے بمعنی چاہنا۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی اگلا

marfat.com
Marfat.com

جملہ جزا مگر ف جزا ئیہ لانا منع ہے کیونکہ جزا میں ماضی بغیر قد ہے لَتَّخَذْتَ لام گے بمعنی تو اِتَّخَذْتَ باب افتعال کا ماضی مطلق حاضر اس میں اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل عَلَيْهِ عَلٰی حرف جر ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے۔ دیوار بنانا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَتَّخَذْتَ فعل کا۔ اَجْرًا اسم مفرد جامد مفعول بہ ہے لَتَّخَذْتَ کا سب ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا۔ قول مقولہ ملکر جملہ فعلیہ توبیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا جب خضر نے اُس بچے کو قتل کر دیا جس کا نام تفسیر میں شمعون بیان کیا جاتا ہے اور جس پر حضرت موسیٰ علیہما السلام نے پہلے اعتراض سے زیادہ سخت لہجے میں اعتراض کیا تب حضرت خضر نے بھی ذرا سخت لہجہ میں جواباً فرمایا۔ میں نے تو خاص تم کو پہلے ہی دو مرتبہ کہدیا ہے کہ تم میرے ساتھ نہیں چل سکتے اور تم اہل شریعت میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سفر میں صرف تین باتیں دیکھیں جس پر آپ نے تینوں مرتبہ اعتراض یا سوال و احتجاج فرمایا پہلے کشتی کا توڑنا پھر بچے کو قتل کرنا پھر دیوار درست کرنا۔ لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے صرف اس دوسرے قتل غلام کے اعتراض پر جواب دینے میں ذرا سخت لہجہ اختیار فرمایا اور اَقُلْ لَّكَ میں لَكَ کی زیادتی فرمائی دو وجہ سے ایک یہ کہ پہلے اعتراض میں نسیان ہو سکتا ہے مگر یہ دوسرا اعتراض جانتے بوجھتے کیا گیا ہے دوم یہ کہ پہلے اعتراض میں صرف سوال تھا مگر یہاں دوسرے واقعے میں شرعی سرزنش بھی ہے اور یہ حضرت موسیٰ کا حق تھا۔ مگر حضرت خضر چونکہ خود اپنے وقت کے نبی تھے وہ اس حق کے مکلف نہ تھے جواب میں لَكَ فرما کر اس بے سختی کی کہ اے موسیٰ اپنے حق کو اپنی امت تک محدود رکھئے ہم اہل باطن علیحدہ شریعت والے ہیں آپ کے پاس وہ قانون نہیں جس کے ہم پابند اور عامل ہیں۔ یہ تھے بعض مفسرین کے اقوال مگر میرے نزدیک یہ بات درست نہیں اس لیے کہ اس طرح کی سخت کلامی اخلاق نبوت سے بعید ہے بلکہ یہاں لَكَ فرمانا نقط تاکید کے لیے ہے۔ اس لیے یہ بات سمجھتے ہوئے قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ فرما حضرت موسیٰ نے بس ایک دفعہ اور درگزر کر و اگر اب کسی بات پر سوال کروں تو پھر مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھنا اور تم میری طرف سے عذر کر پہنچ گئے یعنی پھر تمہارا مجھ کو چھوڑ دینا بے مروتی یا وعدہ خلافی نہ گنی جائیگی اور تمہاری معذرت اور علیحدگی اختیار کرنے کا عذر ہر اعتبار سے درست ہوگا۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ اِسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۔ اس عذر و معذرت کے بعد پھر یہ تمام صاحبان آگے روانہ ہوئے مگر گفتگو اس کلام کی تشنگی کا صحیح علاج استعمال ہوا ہے مگر احادیث و تفسیر سے یہ تین حضرات

marfat.com
Marfat.com

ہی ساتھ ساتھ ہیں ۱ حضرت یوشع (موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی) ۲ حضرت موسیٰ ۳ حضرت خضر علیہم السلام لیکن چونکہ مقصود اور ہم کلام صرف یہ دونوں ہی ہیں اس لیے کلام پاک میں دونوں کے تذکرے کے لیے ہر جگہ صیغہ تثنیہ ارشاد ہوا۔ اور یہ سب ایک بستی میں تشریف لائے اس بستی کے متعلق پانچ قول ہیں ۱ یہ بستی ایلیہ ہے۔ اور یہی صحیح ہے ۲ یہ انطاکیہ ہے ۳ برقہ ہے ۴ علاقہ روم کا کوئی گاؤں ۵ علاقہ آذربیجان کا کوئی گاؤں، اس وقت وہاں کے لوگ بہت کنجوس اور مغرور قسم کے تھے۔ ان صاحبان نے دوپہر کا کھانا طلب کیا جو حق مسافری بنتا تھا اور اُس وقت اس محفل میں ایک جگہ کسی خاص مقصد کے لیے تقریباً سب ہی لوگ جمع تھے اور کھانے کا وقت بھی تھا مگر سب نے اس مہمان نوازی سے انکار کر دیا محض کنجوسی کی بنا پر (تفسیر فتح القدیر وغیرہ) تب یہ آگے بستی میں چل پڑے۔ تفسیر مظہری اور صاوی میں ہے کہ مردوں کا انکار سن کر ایک عورت نے ان سب کو کھانا کھلایا تب خضر علیہ السلام نے وہاں کی عورتوں کو خیر و برکت کی دعا دی اور اُن مردوں پر لعنت فرمائی۔ لیکن یہ قول غلط ہے دو وجہ سے ۱ یہ کہ اخلاق نبوت سے بعید ہے کہ اپنی ذاتی غرض فوائد کی بات پر کسی کو لعنت کریں دوم اس لیے کہ اگلا کلام بتا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ نے کھانا نہ کھلانے کی وجہ سے تعمیر دیوار کی اُجرت کا سوال کیا۔ اگر کسی نے بھی بستی میں سے کھانا کھلایا ہوتا تو اُجرت لینے کا سوال نہ ہوتا اور پھر وہ عورت بھی تو کسی اُس بستی والے مرد کی بیوی تھی یہ کھانا بھی مرد کا ہی تھا۔ بستی میں چلتے جا رہے تھے کہ ایک ویرانے میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کا ارادہ رکھتی تھی یعنی گرنے کے قریب تھی یہاں لفظ یُرِیْدُ مجازاً ہے ورنہ ارادہ گرنا دل کا کام ہے اور دیواروں کا دل نہیں ہوتا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس دیوار کی اونچائی سو گز تھی اور لمبائی پانچ سو گز۔ (گز سے مراد شرعی گز یعنی ڈیڑھ فٹ) خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو درست کر دیا۔ اس درستگی کے طریقے میں تین قول ہیں ۱ یہ کہ آپ نے سیدھا زمین تک دیوار کو گرا دیا اتنے ہی حصے کو جو جھکا ہوا تھا یا ساری دیوار کو از سر نو گرا دیا مگر بنیادوں کو نہ اکھیڑا اور تینوں صاحبان نے مٹی گارے سے دیوار بنا دی یہ دونوں گارا دیتے رہے اور حضرت خضر بناتے بناؤ کرتے رہے اور چونکہ اصل تعمیر معمار کی ہی ہوتی ہے اس لیے صیغہ واحد ارشاد ہوا ۲ یہ کہ دیوار گرائی نہیں بلکہ لکڑیوں بانسوں کی مضبوطی سے ٹیکیں لگا دیں اور یہ کام صرف خضر علیہ السلام نے اکیلے ہی کیا کسی سے مدد نہ لی اسی لیے صیغہ واحد ارشاد ہوا ۳ تیسرا قول ہے کہ حضرت خضر نے اپنا ہاتھ لگا کر معجزے سے درست کر دی مگر یہ قول درست نہیں اس لیے کہ حضرت موسیٰ اس محنت پر اجرت لینے کا سوال کر رہے ہیں حالانکہ معجزے پر اُجرت مانگنا حرام ہے۔ اسی طرح بغیر محنت کام پر اجرت مانگنا بھی ناجائز ہے۔ جب یہ حضرات کافی محنت مشقت سے دیوار تعمیر یا درست کر چکے تو حضرت موسیٰ نے تیسرا اور آخری اعتراض پیش کر دیا کہ اگر تم چاہتے تو اس محنت پر ان گاؤں والے کنجوس لوگوں سے اُجرت مانگ سکتے تھے تاکہ وہ اجرت کھانے کا بدل بن جاتا۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے تین کاموں پر تین اعتراض کیے پر اعتراض پر ان کو غیب سے ندا آتی تھی ۔ اکثر تو ڈرنے کا اعتراض فرمایا ندا آئی کہ چپ میں تمہارا صندوق بھی نہیں ڈوبا

marfat.com
Marfat.com

تھا حالانکہ اس میں زیادہ سوراخ تھے وہ کس نے بچایا خضر؟ بچے کے قتل کے اعتراض پر ندا آئی کہ تم نے جوانی میں قبطی کو کیوں مارا تھا؟ دیوار کی اجرت کے سوال پر ندا آئی کہ تم نے جب کنوئیں کا بھاری پتھر اٹھا کر بکریوں کو پانی پلایا تھا تو کیا اُجرت مانگی تھی؟ واللہ ورسولہ اعلم۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ ایک نبی اپنی نبوت کے زمانے میں بھی دوسرے نبی کی اتباع کر سکتے ہیں خواہ تابع نبی صاحب شریعت بلکہ صاحب کتاب ہو یا بغیر شریعت پہلی مثال جیسے حضرت موسیٰ نے چند ساعتیں حضرت خضر کی اتباع کی دوسری مثال جیسے ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کی اور بہت سے انبیاء نے سلیمان علیہ السلام کی یا حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ کی علیہم السلام جب زمانۂ نبوت میں دوسرے نبی کی اتباع جائز ہے اگرچہ تابع نبی منبوع نبی سے درجوں بلند مرتبہ ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے درجوں بلند فضیلت والے تھے تو نبوت کی منسوخی کے بعد اور اپنے افضل نبی کی اتباع تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی یہ فائدہ اس سارے واقعے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ اگر دو شخص کوئی معاہدہ کریں اور ایک اسمیں پابندی نہ کر سکے تو دوسرے کا وعدہ ختم کر دینا وعدہ خلافی نہ ہوگی یہ فائدہ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ اپنا حق وصول کرنا خواہ کسی شکل اور کسی طریقے سے ہو جائز اور ضروری ہے لیکن طریقت اور تصوف میں حق چھوڑ دینا زیادہ افضل ہے یہ فائدہ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ دینی استاد پر اپنے شاگرد کا ادب کرنا ناجائز ہے اسی طرح پیر کو مرید کا ادب کرنا اور خاوند کو بیوی کا ادب کرنا منع ہے اگرچہ شاگرد اور مرید وغیرہ خاندانی اعتبار سے اپنے استاد و پیر یا خاوند سے درجہ میں بلند مرتبہ ہی ہو بلکہ شاگرد وغیرہ کو اپنے خاندانی کا اظہار مرتبہ استاد کے سامنے کرنا ہی منع ہے، ہاں البتہ شاگرد اور مرید وغیرہ کو واجب ہے کہ اپنے استاد اور مرشد کا ہر حالت میں شان و مرتبے کے باوجود ادب اور خدمت کریں یہ مسئلہ حضرت خضر کے لَنْ تَسْتَطِیْعَ فرما کر کلام میں سختی پیدا کرنے اور حضرت موسیٰ کا فَلَا تُصَاحِبْنِیْ فرما کر معذرت کرنے سے مستنبط ہوا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ مرسل ہونے کی وجہ سے کئی درجوں بلند و افضل ہیں علیہما السلام۔ دوسرا مسئلہ۔ جن چیزوں کا رب تعالیٰ اپنے بندوں کو کرنے کا شریعت وغیرہ میں حکم عطا فرمائے ان کے کرنے پر کسی مسلمان کو اجرت مانگنی ناجائز ہے لہٰذا نماز پڑھنے تلاوت کرنے اور سننے پر قاری نمازی کو اُجرت مانگنی منع ہے یہ مسئلہ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ کے سوال اور اگلے جواب سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ غیر مسلموں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی حرام چیز نہ ڈالی ہو اور غیر مسلموں پر بھی مہمان نوازی واجب ہے یہ اخلاقی واجبات میں سے ہے یہ مسئلہ اِسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا سے مستنبط ہوا اس لیے کہ وہ بستی دیہ کیونکہ [illegible] تھے نہ اُن کی کوئی اُمت تھی

marfat.com
Marfat.com

اور حضرت موسیٰ کو وہ پہچانتے ہی نہ تھے اگر پہچانتے تو یقیناً ادب کرتے اور تشریف آوری کو اعزاز سمجھتے جب کہ اس دور میں تمام جہان کے بے شریعت صرف موسیٰ علیہ السلام کی تھی بلکہ اگر کسی بھی نبی کی امت ہوتے تو اتنے کنجوس نہ ہوتے یہ کنجوسی اُن کے کفر کی نشانی ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ **پہلا اعتراض۔** بھیک مانگنا تو ہر شریعت میں حرام رہا ہے تو پھر ان دونوں بزرگوں نے بستی والوں سے کھانے کی بھیک کیوں مانگی آج تمام بھکاری یہی کھانا ہی مانگتے ہیں۔ **جواب۔** یہ بھیک نہ تھی بلکہ حق مسافرت تھا جو طلب کرنا جائز تھا اور بستی والوں پر دنیا حق بنتا تھا۔ اور یہ طلب ضرورۃً تھی نہ کہ محض عادۃً یا تفریحاً۔ مگر روایتی گداگروں کی طلب بلاضرورۃ محض عادۃً ہوتی ہے۔ **دوسرا اعتراض** یہاں دو دفعہ اَھْل کیوں فرمایا گیا۔ ۱۔ اَھْلَ قَرْیَۃٍ ۲۔ اِسْتَطْعَمَا اَھْلَھَا اور دوسری مرتبہ اِسْتَطْعَمَاھُمَا کہنا کافی تھا جواب دو وجہ سے۔ پہلی یہ کہ ضمیر منفصل ہے جو ہمیشہ عامل سے جڑ کر آتی ہے۔ اس کا عامل اَھْل ہے اس لیے اَھْل کہنا ضروری ہے اگر اَھْل نہ کہا جاتا تو اس کا عامل اِسْتَطْعَمَا فعل ماضی تثنیہ بن جاتا اور اس میں الف تثنیہ ہے جو اتصالِ کامل سے مانع ہے نیز ضمیر کا مرجع قریہ ہے نہ کہ اَھْل قریہ حالانکہ کھانے کی طلب قریہ سے نہیں تھی بلکہ اھل قریہ سے تھی جو حقیقۃً صرف مرد ہوتے ہیں۔ اگر ضمیر کہا جاتا تو مجازاً عورتیں اور بچے بھی شامل ہو جاتے حالانکہ ان سے طلب نہ کیا گیا تھا۔ دوم یہ کہ اَھْلَھَا کہنے میں تاکید بھی ہے۔ **تیسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا یُرِیْدَ اَنْ یَّنْقَضَّ یعنی دیوار ارادہ کرتی ہے گرنے کا۔ حالانکہ ارادہ کرنا عقل والوں کا کام ہے دیوار اہل عقل میں سے نہیں ہے تو یہ لفظ کیوں ارشاد ہوا۔ **جواب۔** مشابہۃِ عُقَلَاء کی وجہ سے مجازاً فرمایا گیا اس لیے کہ آدمی بھی جب بیٹھنے یا گرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے جھکتا ہے اسی طرح دیوار بھی پرانی تھی جھکی ہوئی گرنے کے قریب تھی اس جھکاؤ کو ارادہ سے تعبیر کیا گیا اور محاورہ ہر زبان میں ایسا بول دیا جاتا ہے اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

یُرِیْدُ الرُّمْحُ صَدْرَ اَبِیْ بَرَاءٍ وَیَعْدِلُ عَنْ دِمَاءِ بَنِیْ عُقَیْلٍ

یعنی ارادہ کرتا ہے نیزہ۔ حالانکہ نیزہ غیر ذوی العقول ہے۔ **چوتھا اعتراض۔** یہاں خضر علیہ السلام نے پہلے اعتراض کے جواب میں اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ ۔ فرمایا۔ لیکن دوسرے اعتراض کے جواب میں اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ (۴) فرمایا یہاں لَکَ کیوں زیادہ کیا۔ **جواب۔** اس کا جواب مختصراً تفسیر عالما نہ میں دیا گیا کہ یہ فقط تاکید کے لیے ہے یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ یہ سختی کلام سابقہ وعدہ اور اس کی اہمیت بتانے کے لیے ہے۔ اور یہ بتانا مقصود ہے کہ ہمراہی مجھ پر شاق گزر رہی ہے کسی وقت بھی ختم ہو سکتی ہے گویا کہ آگاہی ماتقدم ہے۔ **پانچواں اعتراض۔** آپ نے لکھا ہے کہ دیوار سب نے مل کر درست کی اس طرح کہ حضرت خضر اینٹیں لگاتے رہے دوسرے ساتھی مٹی گارا لاتے رہے لیکن دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ صرف حضرت خضر نے اپنے ہاتھ لگا کر درست کر دی اور آیت

marfat.com
Marfat.com

پاک میں واحد کا صیغہ تَاقَامَہ بھی یہ ہی بتا رہا ہے اور شریعتیں معجزے پر اجرت مانگنی حرام ہے تو پھر حضرت موسیٰ نے لَوْ شِئْتَ کہہ کر خلافِ شریعت بات کیوں کی جواب۔ اس کا جواب جو ہم نے تفسیر عالمانہ میں دیا ہے تب تو اعتراض ہی نہیں پڑتا لیکن اگر مفسرین کے معجزے والی بات کو ہی لیا جائے تب بھی کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ مہمانی سے انکار کے بعد اب یہ معاوضہ لینا فقط اجرت نہ تھا بلکہ حقِ مہمانی وصول کرنا تھا جس کی صورت اجرت کی شکل میں ہوتی یہ ظاہراً اگرچہ اُجرت ہوتی مگر باطناً وحقیقتاً اپنے حق کی وصولی ہوتا۔ لہٰذا لَوْ شِئْتَ کہنا شعاً درست تھا واللہ ورسولہ اعلم۔

از آیت ۷۵ تا آیت ۷۷

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا. قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهٗ فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا شرب صوفیانہ جسدِ عنصری کہ عقلِ قدسی خضرِ راہ ہے اور قلبِ مسعود گویا موسیٰ رہبر ہے اس عالمِ ناسوت دنیاء دوں میں عقلِ مقدس و متقی ہی سچائی کی رہنماء صادق ہے مگر قلبِ مسعود مرید بنیا و بصیر ہے اس کو راہ جوئی و تلاشِ منزل کے لیے سوالات کرتے پڑتے ہیں لیکن وادیِ معرفت خاموشی کا متقاضی کہ فرمایا آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ سَمَتَ نَجَا جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ اسی لیے دن رات ہر وادیِ آبدان کا عقلِ خضر فرما رہا ہے بار بار قلبِ طالبِ راہ اور ملتجیِ منزل کو کہ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ۔ کیا پہلے ہی تجھ کو میں نے آگاہی و خبرداری نہ دیدی تھی کہ چونکہ تیری جبلّت و فطرت منزل آشکار کی متلاشی ہے مگر میری راہ ہر افکار کی خاموشی ہے اس لیے تو میری ہمراہی کو جبریت سے برداشت کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ قلبِ مسعود نے قولِ من تعی کی اس خبرداری سے باخبر ہو کر فرمایا کہ وادیِ سلوک کے آداب کی اب خلاف ورزی نہ ہوگی اگر اب کبھی سوالِ ظاہری کا صدور ہوا تو محبت معرفت نہ بخشنا اور افتراقِ منازل کی معذوری و مجبوری تجھ کو پہنچی عقل و قلب کا یہ افتراق اس لیے ہے کہ علمِ قلب کتاب و سنت ہے۔ مشربِ قلب میں جو علم کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو اس سے استفادہ نہ کرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ قلبِ مومن رہبر ماضی و حال ہے اس کی نگاہ ماضی کی درستی اور حال کی تندرستی کی نگہ میں لگی رہتی ہے اور یہ دونوں چیزیں قرآن و سنت سے میسر ہیں اگر کوئی شخص ان منبعِ فیوض و حسنہ و برکات کے سمجھنے میں مددگار و معاون نہ ہو سکے تو وہ کتنا ہی بڑا فاضل ہو سالکینِ معرفت کے مذہب میں برائی و ذلت کا مجموعہ ہے۔ ایسے لوگوں میں باطن کی کوئی فضیلت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی حرکتیں دنیا و آخرت میں ذلیل کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔ قلبِ [illegible] طورِ موسیٰ کے مقامِ بلند پر پہنچ کر بھی علم کی تلاش میں عاجزی کے قدم چلتا رہتا ہے اور عذر خواہی کی عادت بتاتا ہے اولیاء اللہ کے نزدیک قلبی علم تین قسم کے ہیں (۱) مذہب کا علم [illegible] (۲) [illegible] (۳) [illegible] علم فرع اتباع ہے اور نعیما علم

marfat.com
Marfat.com

ثمر مراد ہے ان علوم میں اخلاص ہے اور ان ہی کے ذریعے سفر وحضر قبر وحشر کی آفات سے حفاظت ملتی ہے۔ ان ہی علوم میں طریقت خضری وشریعت موسوی کا ساتھ نبھاؤ ہے۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اِنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۔ پس چلے وہ دونوں عقل وقلب سفر تخیل سے یہاں تک کہ آئے وہ دونوں بستی جسم میں حواس انسانیت کے اہل قویٰ کے پاس اعمال انکار کی غذاء روحانیت کی طلب فرمائی کیونکہ بعضا انسانیہ پر قلب وعقل کا حاکم ہے کہ یہ اعضاء ظاہری اپنے اعمال صالحہ سے قلب وعقل کو نورانی غذا میں کھلائیں اور قوت دیں مگر نفس امارہ کے پیروکار نے عقل سلیم کے اس مطالبہ کا ہمیشہ انکار ہی کیا لیکن عقل متور قلب مسعود کے تعاون کے ساتھ نفس اپنے عطف وکرم سے مخازن اسرار کی دیوار تعجب کو تعمیر کرتا ہی رہتا ہے جو دیوار حائل ہے نفس ناطقہ اور خبرات عالم کے درمیان اور ضعف اعمال کی بنا پر جسد عنصری کو بنیاد سے وادی فنا میں گرنے کا ارادہ رکھتی ہو تو عقل بدنی نورانیت قلب کے تعاون کے ساتھ علاقاً عود بقا میں تقویت اعمال جسدی کی صلاحیت کے ساتھ حواس کے گلے سے شریعت کی آبیاری سے درستی فرمائی تب شریعت نے فرمایا لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا اے عقل مقدس تجھ کو چاہیئے تھا کہ ان اعضاء بدینہ سے ثواب جزیل کی اُجرت ریاضت شدیدہ حاصل کر لیتا تاکہ انوار قدس کے کھانے کشف احوال کے دسترخوان پر میسر آتے۔ یہی غذا میں علم ملکوتی ہیں اور علم کا طلب کرنا فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ صحیح فرمایا گیا ہے میں کہ کثافت کو ختم کرنے کے لیے اعمال دین اور اعمال کے لیے علم دین اور علم دین کے لیے صحبت صالحہ اور صحبت صالحہ کے لیے شریعت والوں کو اہل طریقت کی بیعت اور اہل طریقت کو اہل شریعت کی شاگردی لازمی ہے اسے بندۂ مومن اعمال میں اخلاص پیدا کر کیونکہ اخلاص سے عزیمت پیدا ہوتا ہے اور عزیمت کی سرنگونی سے پھل لگتا ہے اور یہی مقصد حیات ہے جیسا کہ پارہ ۳۰ سورۃ بینہ میں ارشاد ہے وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ۔ بندوں کو فقط اخلاص فِي الدِّين کا ہی حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ پُر خلوص عبادت کریں حدیث پاک میں جس علم کے سیکھنے کو فرض فرمایا گیا ہے وہ علم دین ہے اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان دنیا وآخرت کے مقام قرب وتعلقات کا پتہ لگتا ہے۔ دوہی علم ہیں اور دو ہی عمل را علم دین ۲ علم دنیا اور اعمال دین اکمل حلال ہے اعمال دنیا اکمل مشکوک ہے۔ (از تفسیر نیشاپوری مع زیادت)

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ

خضر نے کہا آپ کا یہ سوال فراق ہے میرے اور آپ کے درمیان ابھی عنقریب میں آپکو بتاتا ہوں

کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے۔ اب میں آپ کو ان باتوں کا بھید بتاؤں گا

marfat.com
Marfat.com

بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا

ان کاموں کی وجہ نہیں طاقت رکھی آپ نے جس پر صبر کی تو سنو ، لیکن

جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا ، وہ جو

السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي

کشتی پس تھی وہ چند مسکینوں کے لیے صرف مزدوری کرتے تھے

کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام

الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ

دریائی آمدورفت میں تو میں نے چاہا خراب کر دوں اس کو اس لیے کہ تھا اُن سے آگے

کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے

مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ

ایک بادشاہ جو ہر مضبوط کشتی کو چھین لیتا ہے ۔ اور لیکن وہ لڑکا

ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا اور وہ جو لڑکا تھا

فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا

اس کا بیان یہ ہے کہ اس کے ماں باپ مومن تھے تو ہم نے اندیشہ کیا کہ یہ آج کا بچہ کل انکو مبتلا کر دے گا

اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا

گمراہی اور کفر میں ۔ اس لیے ہم نے خیال کیا کہ بدلہ دے ان دونوں کو ان کا رب

سرکشی اور کفر میں ۔ اس لیے ہم نے خیال کیا کہ بدلہ دے ان دونوں کو ان کا رب

marfat.com
Marfat.com

خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

اس سے بھی پیارا پاکیزگی خوب صورتی میں اور نرم دلی میں زیادہ قریب
اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے

تعلقات اِن آیتِ کریمہ کا پچھلی آیتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں مذکور ہوا کہ حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السلام کو اعتراضات سے روکا اور حضرت موسیٰ نے کہا کہ اگر اب کوئی سوال یا اعتراض کیا تو تم مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام نے پھر سوال کر دیا تو اب اِن آیت میں خضر علیہ السلام کا علیحدگی اختیار کرنے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے وہ سوالات مذکور ہوئے جو آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کے افعال پر کئے اب ان آیت میں خضر علیہ السلام کے جوابات ذکر ہو رہے ہیں۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت خضر کا یہ فرمان ذکر ہوا تھا کہ اے موسیٰ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے کیونکہ تم صاحب شریعت ظاہری ہو۔ اب اِن آیت میں طریقت باطنی کو ظاہر کیا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا. اَمَّا السَّفِيْنَةُ
اَنَّتْ مَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ. قَالَ فعل ماضی با فاعل پر مشتمل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر نون۔ هٰذَا مرکب ہے۔ ها ذا۔ ها حرف تنبیہ ہے یہ ہر اسم اشارہ کے اوّل میں آتا ہے کلام کی طرف مخاطب کو توجہ کرانے کے لیے اس سے کلام میں سختی و مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ حرف تاکید سے بھی کلام میں سختی پیدا ہوتی ہے اور حرف تنبیہ سے بھی مگر تاکید سے کلام میں وہ آتا ہے جب کہ تنبیہ سے بات سننے والی کی توجہ میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ ذَا اسم اشارہ واحد مذکر ہے اس کے تثنیہ اور جمع۔ مذکر و مؤنث مفتوح و مجرور ہر طرح کے صیغے ہوتے ہیں مثلاً۔ ذَا۔ ذَانِ۔ ذَيْنِ۔ تَا۔ تَانِ۔ تَيْنِ۔ اُولَائِكَ ذٰلِكَ تِلْكَ هٰذَانِ قریب و بعید و متوسط سب کے لیے آجاتا ہے۔ هٰذَا کا مشار الیہ حضرت موسیٰ کا یہ مزدوری لینے کا نیا سوال کرنا ہے۔ یعنی اے موسیٰ اب یہ تمہارا سوال میرے تمہارے درمیان جدائی کا سبب ہے۔ بعض نے کہا ہمارا مشار الیہ وقت ہے۔ فِرَاقُ مصدر ہے بروزن فعال، قتال وغیرہ۔ بحالتِ رفع خبر ہے هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ یہ مرکب لفظی مضاف الیہ ہے فراق مضاف کا۔ بَيْنِ اسم ظرف ہے۔ یہاں ظرف مکانی ہمیشہ مضاف ہو کر آتا ہے اس کا مضاف الیہ غیر بھی ہوتا ہے اور اسم ظاہر بھی۔ هٰذَا مبتدا اپنی خبر فراقی دا لم سے مل کر جملہ خبریہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقول مل کر جملہ قولیہ ہو کر کلمل ہوگیا۔ سَ حرف تقریب اُنَبِّئُ۔ باب تفعیل کا

marfat.com
Marfat.com

کا مضارع مثبت معروف واحد متکلم ہے بَنَا سے بنا ہے بمعنی خبر دینا بتانا یہاں مراد ہے غیبی خبر دینا۔ ایک قرأت سَاُنَبِّئُكَ ہے اور سِیْنَ تاکید کے لیے ہے کہ تقریب کے لیے یعنی اللہ ضرور خبر دوں گا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر بحالت نصب مفعول بہ ہے مرجع موسیٰ علیہ السلام۔ بِ حرف جر زائدہ ہے تَاْوِیْل۔ اسم مصدر باب تفعیل اَوَّلَ سے بنا ہے۔ بمعنی اصلیت، اصل وَجْہ مرجع، طبیعت بات (فٹ ہونا) مضاف ہے۔ مَا موصولہ لَمْ تَسْتَطِعْ فعل مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق در اصل تھا تَسْتَطِیْعُ جحد کی وجہ سے آخر ساکن ہوا تو ساکن گر گئی باب استفعال اس کا اصل مصدر اِسْتِطَاعَۃٌ ہے تعلیل ہو کر اِسْتِطَاعَۃٌ ہوا طَوْعٌ سے بنا ہے بمعنی طاقت رکھنا اَنْتَ۔ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل عَلَیْہِ جار مجرور متعلق ہے ہٗ ضمیر کا موضع کا ہے۔ یعنی وہ تمام کام جن پر آپ نے اعتراض کیا صَبْرًا اسم مفرد جامد بمعنی نہ کرنا، روکنا یہاں مراد ہے اعتراض نہ کرنا۔ بحالت نصب مفعول بہ لَمْ تَسْتَطِعْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مضاف الیہ۔ دونوں مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اُنَبِّئُكَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا اَمَّا حرف استدراک تفصیل کے لیے، یہ لفظ چار طرح مستعمل ہے را لیکن کی مثل استدراک کے لیے تب دو جملوں کے درمیان آتا ہے ر۲ شرط کے لیے تب دو جملوں کے شروع میں آتا ہے پہلے کو شرط بناتا ہے۔ ر۳ تاکید کے لیے تب حصر پیدا کرتا ہے ر۴ تفصیل کے لیے جیسے یہاں اَلسَّفِیْنَۃُ الف لام عہد خارجی سفینہ اسم مفرد جامد بمعنی کشتی مرفوع مبتدا ہے۔ فَ۔ بیانیہ کَانَتْ فعل تامہ ہٖ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع سفینہ۔ لام جارہ نفع کا لیکن امام شافعی کے نزدیک ملکیت کا مَسٰکِیْنَ اسم جمع مذکر سالم مجرور اس کا واحد مِسْکِیْنٌ۔ خیال رہے کہ دنیا میں انسان پانچ قسم کے ہیں غنی۔ مالدار، فقیر مسکین، محتاج اس کی تفصیل تفسیر علماء میں کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مولیٰ علی شیر خدا کی قرأت میں ہے مَتَاکِیْنَ جمع ہے مِسْکَاکٌ کی بمعنی مَلَّاحِیْنَ وَمَلَّاحٌ مساکین موصوف اگلا جملہ اس کی صفت یَعْمَلُوْنَ باب سَمِعَ کا مضارع معروف جمع مذکر اس کا فاعل پوشیدہ ہٖ ضمیر ھُمْ، اس کا مرجع مَسٰکِیْنَ۔ فِی جارہ ظرفیہ مکانیہ الْبَحْرِ الف لام استغراقی یا جنسی بحر اسم مفرد جامد بمعنی دریا سمندر۔ یہ جار مجرور متعلق ہے یَعْمَلُوْنَ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ہوئی۔ مَسٰکِیْنَ اپنی صفت سے مل کر مجرور اور متعلق ہے کَانَتْ کا۔ یہ جملہ فعلیہ تامہ خبریہ ہو کر خبر ہے مبتدا اَلسَّفِیْنَۃُ کی وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا وَکَانَ وَرَآءَھُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا۔ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰہُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْھِقَھُمَا طُغْیَانًا وَّکُفْرًا۔ فَ۔ بیانیہ اَرَدْتُّ۔ باب افعال کا ماضی مطلق واحد متکلم انا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل۔ اَنْ حرف ناصبہ اَعِیْبَ۔ باب افعال کا مضارع واحد متکلم مثبت معروف۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع سفینہ مفعول بہ فعل ناقص اور فعل ناقص مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہوا

marfat.com
Marfat.com

اَرَدْتُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا وَاؤ سر جملہ کَانَ فعل تامّہ وَرَاعٍ اسم مصدر ہے بروزنِ قُضَاءٌ عَشَاءٌ۔ فَعَالٌ۔ وَرَعٌ سے بنا ہے۔ وَرَعٌ ہمیشہ باب فتح میں گردان ہوتا ہے وَرَاعٌ مصدر مزید فیہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے کبھی فاعل کی طرف تب معنی ہوتا ہے چھپا ہوا۔ اور کبھی مضاف ہوتا ہے مفعول کی طرف تب معنی ہوتا ہے چھپنے والا اس کے آٹھ معنی ہیں را آڑ ۲ آگے ہونا ۳ پیچھے ہونا ۴ حدِ فاصل اور حد بندی کرنا ۵ پس پشت ڈالنا ۶ علاوہ اور سوا ہونا ۷ بعد میں آنا ۸ چھپنا یہاں مراد ہے آگے ہم ضمیر جمع کا مرجع وہی مسکین یہ مرکب اضافی ظرفِ مکان ہے کَانَ کا مَلِكٌ۔ اسم مفرد جامد موصوف ہے یعنی بادشاہ یَاْخُذُ باب نصر کا مضارع واحد مذکر اس کا فاعل مَلِكٌ کی ضمیر ھُوَ پوشیدہ ہے۔ کُلَّ سَفِيْنَةٍ۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے غَصْبًا اسم مصدر یعنی چھیننا، قبضہ کر لینا، بحالتِ نصب ہے یا مفعول لہٗ ہے یعنی لیتا ہے غضب کرنے کے لیے یا مفعول مطلق ہے یَاْخُذُ ہم معنی فعل کا۔ یعنی چھین لیتا ہے چھیننا، یا خُذْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ہوئی مَلِكٌ کی یہ مرکب تو صیفی کَانَ تامّہ کا فاعل ہوا۔ کَانَ اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا۔ واؤ سر جملہ الغلام الف لام عہد خارجی خیال رہے کہ الف لام عہد خارجی وہ ہوتا ہے جس کے موحول کا متکلم و مخاطب دونوں کو پتہ ہو اور الف لام عہد ذہنی وہ ہے جس کا پتہ صرف متکلم کو ہے الف لام کی کل نو قسمیں ہیں۔ را زائدہ ۲ غیر زائدہ ۳ اسمی، ۴ حرفی ۵ تخصیص ۶ جنسی ۷ استغراقی، ۸ عہدِ ذہنی ۹ عہدِ خارجی۔ غلام بروزنِ فَعَالٌ یعنی لڑکا، بیٹا۔ قریب بلوغ کو یا شیر خواری سے سمجھداری تک بیٹے کو کہا جاتا ہے اس کی جمع تین طرح ہے را غِلْمَانٌ ۲ اَغْلِمَةٌ ۳ غِلْمَةٌ۔ غُلْمٌ سے مشتق ہے صفتِ مشبہ ہے لغوی ترجمہ روشنی والا۔ خوب صورت حسین۔ بحالتِ رفع مبتدا ہے۔ فَ تفسیریہ بیانیہ كَانَ فعل ناقصہ اَبَوَا۔ اسم تثنیہ دراصل تھا اَبَوَانِ، مراد، باپ اور ماں (پرورش کرنے والے) مضاف کی وجہ سے نون آخری گر گئی ہٗ ضمیر واحد مجرور مضاف الیہ ہے۔ ہٗ کا مرجع غلام۔ یہ مرکب اضافی اسم ہے كَانَ ناقصہ کا۔ مومنین۔ اسم تثنیہ مومن کا منصوب ہے خبر ہے كَانَ کی وہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ فَ عاطفہ سببیہ تو جہی (تفریعی) خَشِيْنَا باب سمع کا ماضی مطلق جمع متکلم، ترجمہ ہے اس وجہ سے اندیشہ کیا ہم نے مراد صرف خضر علیہ السلام ہیں۔ خَشِيَ ناقص یائی سے بنا ہے۔ یعنی۔ اندیشہ کرنا۔ ڈرنا رعب میں آجانا عاجز ہونا یہاں پہلے معنی ہیں۔ اَنْ حرفِ ناصبہ يُرْهِقَ باب افعال کا مضارع واحد مذکر رَهَقٌ سے مشتق ہے یعنی اثر ڈال دینا۔ مجبور کر دینا مبتلا کر دینا، اور غلا دینا پھنسا دینا، بے راہ کر دینا، یہاں سب معنی بن سکتے ہیں، اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر ہُوَ ہے جس کا مرجع غلام ہے طُغْيَانًا۔ اسم مبالغہ بروزنِ فُعْلَانٌ عُثْمَانٌ طُغْيَانٌ سے مشتق ہے اسی سے ہے طاغی (فرعون کا آسمانی لقب) یعنی سرکشی، نافرمانی، معطوف علیہ ہے وَاؤ عاطفہ كُفْرًا اسم مفرد یعنی شرک بت پرستی انبیاء اولیاء کی گستاخی خلاف ورزی معطوف ہے۔ دونوں عطف مل کر۔ مفعول فیہ ہے يُرْهِقَ کا سب مل کر جملہ

marfat.com
Marfat.com

فعلیہ ہو کر مفعول ہے بہ خَشِيْنَا کا یہ سب مل کر جملہ خبریہ ہو کر معطوف، گاں کا جملہ معطوف علیہ دونوں مل کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو گیا۔ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔ ف تعقیبیہ اَبْدَلَ فعل ماضی معلوم جمع متکلم فاعل خفر ہیں اَن ناصبہ يُبْدِلَ۔ باب افعال کا مضارع مثبت مصدر ہے اِبْدَال وَ بَدَلٌ سے جانا ہے معنی بدلے میں دنیا ایک قرأت میں يُبَدِّلَ۔ ہے باب تفعیل ہے هُمَا ضمیر تثنیہ مرجع والدین منصوب ہے، کیونکہ مفعول ہے رب مضاف هُمَا مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے يُبَدِّلَ کا خَيْرًا اسم حاصل مصدر مِنْهُ۔ جار مجرور متعلق ہے خیراً مصدر کا۔ یہ دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر تمیز، زکوٰۃ، اسم حاصل مصدر یعنی پاکیزگی تمیز ہے خیراً کی واؤ عاطفہ اَقْرَبَ اسم تفضیل هُوَ اس کا فاعل مرجع ہے خَيْرًا یا مرجع ذہنی یعنی بدلہ رُحْمًا اسم حاصل مصدر ایک قرأت میں رَحِمًا فتحہ سے ہے۔ مفعول تمیز ہے اَقْرَبَ تمیز تمیز سے مل کر معطوف ہوا خَيْرًا تمیز تمیز معطوف علیہ دونوں مل کر مفعول یہ دوم ہوا يُبْدِلَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول یہ ہے اَرَدْنَا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا۔ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ۔ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا۔ تیسری مرتبہ وعدہ بھول کر اعتراض کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا یعنی یہ وقت اب میرے تمہارے درمیان فراق اور جدائی کا ہے علیہ اتہما اعتراض جدائی کا سبب ہے یا تمہارا ارادہ قول لَا تُصٰحِبْنِيْ کے حسب وعدہ فراق وجدائی کا سبب ہے۔ ایک قول میں ہے کہ جب خضر علیہ السلام جانے لگے تو حضرت موسیٰ نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا کہ مجھ کو ان میرے سوالات کا جواب اور اپنے ان عجیب کاموں کی وجہ تو بتاتے جاؤ تب حضرت خضر نے سَاُنَبِّئُكَ فرمایا مگر یہ درست نہیں سیاق کلام سے ثابت ہے کہ خود ہی بتانا شروع کر دیا حدیث پاک میں ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ہم پر اور موسیٰ علیہ السلام پر اگر تھوڑا صبر کر جاتے تو اور بہت سے عجیب کام دیکھتے یہاں سین حالیہ استقبال کے لیے یعنی ابھی بتاتا ہوں اُن تمام افعال کا مقصد جنہوں نے تم کو حیران و پریشان کر دیا، تاویل، تحویل، تحریف توثیت۔ تغییر، تبدیل، سب کا معنی ہے ایک چیز سے ہٹ کر دوسری طرف جانا رجوع کرنا مگر فرق یہ ہے کہ دوسرے والے لفظ یا فعل کا ایک عام فہم معنی چھوڑ کر دوسرے خاص معنی لینا یہ تاویل ہے ۲ ایک چیز کو ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا تحویل ہے ۳ صحیح مراد کو چھوڑ کر غلط معنی کرنا تحریف ہے ۴ ایک چیز کا مرتبہ اور شان دوسری چیز کر دے دینا اور چیز کو اپنی جگہ سے نہ ہٹانا۔ جیسے توفی قبل کو بیت المقدس سے ہٹا کر فعلہ ہونے کی شان کعبہ کو دیدی گئی ۵ کسی چیز کے حالات و صفات ختم کر کے وجود ہٹا کر دوسری

marfat.com
Marfat.com

چیز اس جگہ رکھ دیتا تبدیل ہے۔ اے موسیٰ چونکہ تم نے افعال کے ظاہری کیفیت کو دیکھا بالمنی حقیقتی راز کو نہ جانا لہٰذا صبر نہ کر سکے تجھ کو بالمنی علم اور حکم دیا گیا ہے اس لیے مجھ کو ان سب افعال کی حکمتِ الٰہیہ معلوم ہے جو میں اب تم کو بھی بتاتا ہوں۔ پہلا کام کشتی کا توڑنا تھا جس کا میں نے ایک تختہ اکھیڑ دیا تھا۔ ایک قول ہے کہ صرف سوراخ کیا تھا مگر یہ غلط ہے کیونکہ تختہ اکھیڑنا آسان ہے لیکن سوراخ کرنا مشکل ہے۔ تم کو تو اس کام پر افسوس ہوا کہ غریب کشتی والے نے بغیر کرایہ سفر کرایا مگر مسئلہ یہ دیا کہ بے چاروں کی کشتی توڑ دی جو اب ڈوب بھی سکتی ہے مگر میں نے اس لیے کیا کہ وہ کشتی نہایت ہی غریب لوگوں کی تھی جن کو مسکین کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ مال و دولت کے لحاظ سے بندوں کی چار قسمیں ہیں ۱ غنی ۲ محتاج ۳ فقیر ۴ مسکین۔ غنی وہ ہے جو صاحبِ نصاب اور اس سے بھی زیادہ دولت مند بہ محتاج وہ ہے جس کے پاس وہ چیز نہ ہو جس کی اس کو ضرورت ہو اور نہ وہ لے سکے۔ محتاج کی چار قسمیں ہیں ۱ محتاج حقیقی دائمی جو واقعتاً غریب قلاش ہو ۲ محتاج عارضی جو اپنے وطن میں مالدار ہو مگر سفر میں غریب ہو گیا ۳ محتاج کلی جو اپنی تمام ضروریاتِ زندگی پوری مہیا نہ کر سکے ۴ محتاج جزئی جو اپنی بعض ضروریات سفر یا حضر میں پوری نہ کر سکے۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس بقدرِ ضرورت کچھ بھی نہ ہو نہ مال نہ گھر نہ پوری خوراک و لباس۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس صرف اپنی حاجات و ضروریات کا مال ہو۔ زائد بالکل نہ ہو۔ یہ کشتی والے بھی مسکین تھے کیونکہ ان کے پاس نہ کشتی اپنی تھی نہ ایک سامانی گھر میں گزر اوقات کے لیے روزانہ کی معمولی سفری آمدنی یہ دس بھائی تھے ان میں پانچ اپاہج یعنی معذور تھے سب سے بڑا نابینا (اندھا) تھا دو سرا گونگا، باقی تین صرف چھوٹا لولا پیروں سے معذور۔ پانچواں دیوانہ پاگل۔ اور چوتھا پانچ بھائی باری باری کشتی پر کام کرتے تھے وہ بھی پوری طرح صحت مند نہ تھے ایک مجذوم کوڑھی (اور انھوں سے معذور) ایک کانا تھا ایک آنکھ سے معذور اور ایک لنگڑا تھا اور خارش زدہ۔ اور سب سے چھوٹا دائمی نزلہ بخار والا یہ روزانہ دریاءِ فارس میں مسافر برداری کرتے تھے جو روم و فارس کے درمیان بہتا ہے کبھی کسی طرف کبھی کسی طرف آج جس طرف کو جا رہے تھے وہاں ایک ظالم اور کافر بادشاہ کا قلعہ تھا جو اپنی فوج کے لیے یا شکار و سیر و تفریح کے لیے لوگوں کی کشتیاں جو مضبوط اور خوب مرمت ہوتیں چھین لیا کرتا تھا اس کے کارندے دریا پر کھڑے رہتے تھے۔ یہ کشتی بھی اگرچہ پرانی تھی مگر مضبوط اور بھلی حالت میں تھی اس لیے حضرت خضر نے فرمایا کہ میں نے اس کو تختہ اکھاڑ کر عیب دار کر دیا۔ اور میرا ارادہ اس سے یہی تھا کہ ظالم کافر چھین نہ لے اس لیے کہ ان کے وَرَاءَ (یعنی ان کے اگلے سفر میں وہ بادشاہ تھا جو ہر کارآمد کشتی کو غصب کر کے لے لیتا تھا۔ یہ ملکِ غسان کا کافر بادشاہ تھا اس کا نام جیور تھا یا جلیدن بن کرکیا سولہ بن جلید ازدی یا احد بن یَدُدْ یا منولہ بن جندی ازدی تھا تفاسیر میں یہ پانچ اقوال ملتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ کشتی والوں کو مسکین اس لیے بھی کہا گیا کہ وہ بادشاہ کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے یا اس لیے کہ وہ بیمار اور کمزور تھے ایک قول میں وراء کا معنی [illegible] یعنی جب وہ لوٹ کر دوسرے راستے گھر کی طرف

marfat.com
Marfat.com

خالی کشتی لاتے تب وہ بادشاہ غصب کرتا مسافر برداشت کرتا بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت خضر نے تختہ اکھیڑا تو کشتی والوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ میں نے اس لیے تختہ اکھیڑا تھا تم گھر جا کر درست کر لینا۔ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی پتہ لگ جاتا اور اب یہ حکمت اور وجہ بتانے کی ضرورت نہ تھی۔ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ..... اور لیکن وہ لڑکا عربی اصطلاح میں غلام اس بیٹے کو کہتے ہیں جو بہت لاڈلا ہو۔ یہی اصطلاح قرآن مجید میں کئی جگہ استعمال فرمائی گئی ہے اردو زبان میں منتوں مرادوں والے سگے نصبی بیٹے کو لاڈلا کہا جاتا ہے یہ بیٹا بھی اکلوتا اور بہت منتوں دعاؤں والا تھا اس لیے اُس کو غلام فرمایا گیا اسی لیے حضرت عیسیٰ کو بھی غُلٰمًا زَكِيًّا فرمایا گیا فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ اس اکلوتے بیٹے کے دونوں ماں باپ مومن تھے۔ یہاں لفظ تھے بلحاظ حکایت سنانے کے ہے یعنی جس لڑکے کو ہم نے فلاں بستی میں قتل کیا اس کے والدین دین ابراہیم کے مومن تھے یا باعتبار وجود مکانی کے لفظ تھے (کان) فرمایا یعنی وہ اَبَوٰهُ جو اُس بستی میں تھے۔ ورنہ حقیقتاً وہ ماں باپ ابھی اُس وقت زندہ مومن موجود تھے اور جب یہ بیٹا پیدا ہوا تھا تو دونوں نے بہت خوشی منائی تھی ایک قول میں ہے کہ اس کا والد اپنی قوم کا سردار اور علاقہ کا رئیس تھا یہ بیٹا اکلوتا ہونے کی وجہ سے بہت ہی پیارا اُس کا نام شمعون یا میسور تھا والدہ کا نام زبیر اور والدہ کا نام شہدی تھا شمعون عبرانی میں اس کا ترجمہ ہے محبت کا چراغ یا پسندیدہ، میسور کا معنی ہے دو دلوں کو جوڑنے والا۔ اس انتہائی لاڈ پیار کی وجہ سے فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ہم نے خطرہ محسوس کر لیا کہ یہ اگر زندہ چھوڑا گیا تو بڑا ہو کر اپنے جبلی فطرتی (پیدائشی تقدیر ازلی کے) فتنۂ کفر و شرک سے ان دونوں والدین کو مجبور کر کے یا گستاخانہ دباؤ ڈال کر یا اپنی روزمرہ کی صحبت بد کے زیر اثر ورغلا کے گمراہی سرکشی اور کفر میں۔ طغیان اور کفر میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے یعنی بعض طغیان کفر ہیں بعض نہیں اسی طرح بعض کفر طغیان ہیں بعض نہیں فَخَشِيْنَآ کا یہ پورا قول حضرت خضر کا ہے اسی طرح الکلام فَاَرَدْنَآ (الخ) بھی حضرت خضر کا قول ہے بعض نے کہا یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اور خَشِيْنَا کا معنی عَلِمْنَا (ہم نے جانا) اور اَرَدْنَا ہم نے ارادہ کر لیا۔ مگر یہ تفسیر غلط ہے کیونکہ خَشِيْنَا کا ترجمہ کسی لغت میں عَلِمْنَا نہیں ہے۔ اور اَرَدْنَا کے بعد والی عبارت بھی اس قول کی نفی کرتی ہے خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو بذریعہ وحی خفی اجازت تھی کہ جس کافر کو چاہیں جس عمر کا بھی ہو قتل کر دیں۔ اسی اجازت کو انہوں نے استعمال کرنے کی حکمت بتائی چونکہ یہ منتقبل کی کیفیت نہایت خطرناک تھی کہ ان دونوں کے کافر ہونے کی وجہ سے دیگر ماتحت عملہ اور قوم بھی کافر ہو کر مرتی تو ہتھے سے اکھڑ کر اس اکیلے کو ہی ختم کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے یقین کی حد تک ہم [illegible] بچے کے بدلے میں کہیں زیادہ

marfat.com
Marfat.com

اچھا صاف ستھرا پاکیزہ خوب مورت اور نرم دل رحیم اس سے زیادہ لاڈ لا پیارا قریب تر بچہ عطا فرما دے گا۔ روایتوں میں ہے کہ اَرَدْنَا فرمانا یقین کے معنی میں ہے اور اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی جس کی شادی ایک نبی علیہ السلام سے ہوئی اور پھر اُس کی اولاد میں ایک نبی یا بارہ انبیاء یا ستر انبیا پیدا ہوئے جن سے لاکھوں انسانوں کو ایمان نصیب ہوا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ (از تفاسیر صاوی۔ فتح القدیر، خازن، بیضاوی۔ نسفی ابن عباس۔ ظلال القرآن)

فائدے اِن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ ہر اُستاد کو شاگردوں سے واسطہ پڑتا ہے اس میں استاذہ اور مشائخ روحانیہ کو یہ سبق دیا جارہا ہے کہ شاگرد کی پہلی ہی کسی غلطی پر سرزنش اور صحبت سے دور نہ کرنا چاہیئے یہی حکم مرید کا ہے بلکہ استاد کو بھی برداشت کا مادہ چاہیئے یہ فائدہ یہ اعتراضوں کے بعد هٰذَا فِرَاقُ۔ کہنے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ جو کام ظاہراً اچھا نہ ہو اگرچہ باطناً اچھا ہو اس کو بھی رب تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیئے۔ یعنی یہ نہ کہنا چاہیئے کہ یہ برا کام اللہ نے کیا حالانکہ ہر کام کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اسی کے حکم و ارادے سے بندے کے عمل ہوتے ہیں یہ فائدہ اَرَدْتُ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ کشتی توڑنا ظاہراً برا تھا اس لیے اپنی طرف نسبت کیا نہ کہ رب کی طرف۔ تیسرا فائدہ درستی اور فائدے کے لیے کسی کی چیز میں انہیں اُس کی اجازت خرابی یا تبدیلی کرنا یا ایسا نقصان کر دینا شرعاً منع نہیں ہے جس خرابی کے ذریعے بڑے بڑے نقصان سے بچ جائے۔ یہ فائدہ کشتی توڑنے سے حاصل ہوا کہ چھوٹے تختے کے نقصان کے ذریعے بڑے نقصان یعنی پوری کشتی کے غصب سے بچا لیا۔

احکام القرآن اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ کسی کی چیز چھیننا حرام ہے اگرچہ چھیننے والا اپنے ہی ملک کا بادشاہ ہو۔ اس لیے اس غصب شدہ چیز کا بیچنا خریدنا حرام ہو بھی مالی جرمانہ لینا بھی حرام ہے۔ ایسے ظالم بادشاہ اور حکام سے اپنا مال بچانا ہر حیلے سے جائز ہے یہ مسئلہ وَرَاءَهُمْ مَّلِكٌ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ باطنی کفر یا کسی ظلم کے اندیشے پر کسی کو قتل کرنا یا سزا دینا شریعت اسلامیہ میں حرام ہے۔ اگر کوئی پیر تقرر لیا کرے گا تو اُس سے قصاص لیا جائے گا۔ اُس زمانے میں بھی یہ چیز صرف خضر علیہ السلام کی فقط اسی وقت خصوصیت تھی اب خضر علیہ السلام بھی ایسا نہیں کر سکتے یہ مسئلہ فَاَرَدْتُ کے جمع متکلم فرمانے سے مستنبط ہوا تیسرا مسئلہ۔ فقہ حنفی میں مسکین وہ ہے جو کسی بھی چیز کا مالک نہ ہو امام اعظم کی بہت سی دلیلوں کے علاوہ یہ آیت بھی دلیل ہے ان کا استنباط يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ کے جملے کو مساکین کی صفت بنانے کی وجہ سے ہے اور لِمَسٰكِيْنَ کا لام جارہ نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا اگر ملکیت کا ہوتا جیسا کہ امام شافعی نے استدلال میں فرمائے ہیں تو يَعْمَلُوْنَ کے جملے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اَرَدْتُ کا معنی ہے کہ وہ کشتی اُن مسکینوں کے لیے تھی

marfat.com
Marfat.com

جو صرف دریا میں مزدوری کرتے تھے (اس کشتی کے ذریعے) امام شافعی کے نزدیک مسکین وہ ہے جس کے پاس ضرورت کے مطابق مال ہو، زائد نہ ہو وہ بھی اسی آیت سے دلیل لیتے ہیں لام کو ملکیت کا بنا کر مگر ان کی دلیل کمزور ہے اگلے جملے کی وجہ سے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ حضرت خضر نے پہلے اور دوسرے اعتراض پر هٰذَا فِرَاقُ (الخ) نہ فرمایا تیسرے اعتراض پر علیحدگی کر لی اس کی کیا وجہ۔ جواب مفسرین نے دو جواب دئے ہیں ایک یہ کہ دوسرے اعتراض پر معذرت کرتے ہوئے حضرت موسیٰ نے خود ہی فَلَا تُصٰحِبْنِیْ کہہ کر علیحدہ کر دینے کا ذکر فرما دیا تھا اس لیئے تیسرے اعتراض پر هٰذَا فِرَاقُ کہہ دیا گیا۔ یہ جواب درست ہے دوسرا جواب یہ کہ پہلے دو اعتراض صرف شرعی گرفت کی نوعیت کے تھے اس لیے هٰذَا فِرَاقُ نہ کہہ سکے تاکہ شرعی توہین نہ ہو۔ مگر یہ تیسرا اعتراض صرف ذاتی منفعت و فائدے کے لیے تھا یعنی تعمیر دیوار کی مزدوری سے اُجرت اور اُجرت سے زادِ سفر کھانا پینا وغیرہ جس میں ان سب کا فائدہ تھا۔ اس لیے فرمایا هٰذَا فِرَاقُ دوسرا اعتراض۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ہر بچہ اللہ کے دین پر پیدا ہوتا ہے پھر کفر کی سمجھ سے کافر ہوتا ہے مگر اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ بچہ جس کو حضرت خضر نے قتل کیا کافر تھا تفاسیر میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ اس کے گزشت پر کافر ہونا لکھا تھا۔ لہٰذا حدیث و قرآن میں تعارض ہو گیا جواب اس کے بھی دو جواب ہیں اوّلاً یہ کہ خَشِيْنَا کا لفظ آئندہ کا حکم بتا رہا ہے کہ تقدیر الٰہی میں اُس کے کافر ہونے اور والدین کو کافر بنانے کا یقینی خدشہ تھا اگر زندہ چھوڑا جائے گا تو ایسا ضرور ہوگا۔ دوم یہ کہ اس بچے کا بچپن میں کافر ہونا اس کی خصوصیت تھی اور حدیث پاک میں عمومیت کا ذکر ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا ۔ بعد میں فرمایا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ حالانکہ کشتی توڑنے کا سبب یہ ظالم بادشاہ تھا سبب کا ذکر پہلے کرنا چاہیئے تھا جواب کشتی توڑنے کے دو سبب ہیں چونکہ توڑنا مفید اور رحم دلی تھی اس لیے یہ توڑنا ان کی مسکینی کی وجہ سے بھی تھا اور بادشاہ کے غصب کی وجہ سے بھی اور بڑا سبب اُن کی غریبی مسکینی تھا اس لیے اس کا پہلے ذکر کیا تاکہ پتہ لگے کہ مسکینت بڑا سبب ہے اور ان لوگوں کی مسکینیت کی وجہ سے ہی حضرت خضر کو ادھر کشتی میں بھیجا گیا تھا ورنہ امیروں کی کشتیاں تو بادشاہ روزانہ پکڑتا تھا جیسا کہ يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ کی ماضی استمراری سے ظاہر ہے۔

تفسیر صوفیانہ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۔ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا یہی وہ مقام باطن و حال ظاہر ہے جہاں پہنچ کر عقلِ سلیم قلبِ مسعود کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے [illegible] کہ یہ منزل صاحبِ دل کی ہے عقل کو برداشت

marfat.com
Marfat.com

نہیں قلب کو صبر نہیں عقل کو تحمل نہیں قلبِ مسعود کو استطاعت نہیں باوجود قلب وعقل کے اختلاف کثیر کے یہ صحبتِ سعادت کا ہی ثمرہ ہے کہ ظاہر کو بھی لذتِ وصلِ باطن حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ساتھ نبھانے کی خاطر راز ہائے پنہاں سے خبرداری مل جاتی ہے بس قلبِ ظاہر کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو بتا دیا جائے کہ اس بحرِ ظلماتِ دنیا میں عمل کے غریب نیکیوں کے مساکین کی حیاتِ جسدی کی کشتی ہے ان کی زندگی اسی بحر کی لہروں میں گزر جاتی ہے عالمِ ربوبیت کی خشکی پر ان کو کبھی سیر وسلوک میسر نہیں ہوتا۔ ان کے اعمالِ صالحہ کے مسافروں بے خلوص کی کشتی پر کبھی کسی نے اِلَّا اللّٰہ کی ضرب نہ لگائی ان کی کشتی عبادات میں تفاخر وغرور نام ونمود ریا وتکبر کی سجاوٹ ہوتی ہے فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا پس میں نے چاہا کہ عشقِ حقیقی کی تڑپ وپھڑک سے اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگا کر اخلاصِ باطنی کا تختہ اکھیڑ دوں تاکہ بے ثباتی سفینۂ دنیوی کا پرزہ وضعف آشکارہ ہو جائے کیونکہ یہی عجز وخلوص ظاہر بینوں کی نگاہ بے عقل میں عیب ہے۔ اور اس دنیاءِ ظاہر میں ہر کشتیِ اعمال کے پیچھے خلستوں کا بادشاہ ابلیس لعین وشیطان رجیم لگا ہوا ہے جس عمل وعبادت میں عجز وانکسار انہماک توجہ اور خشوع خضوعِ نفس عبودی کی تذلیل وتکسیر اور عشقِ الٰہی محبتِ مصطفائی کی توڑ پھوڑ نہیں ہوتی اس نام ونمود کی ظاہری سجاوٹ والی کشتیِ عبادات واعمال کو شیطانِ قابو کر لیتا ہے وہ کشتی منزلِ رحمانی تک نہیں پہنچ پاتی درمیان سے ہی چھین لی جاتی ہے۔ ہر ساحلِ ناسوتی پر شیطان کے چیلے مختلف لباسوں میں تاک رہے ہیں اسی لیے ہر مومن کی سفینۂ اعمال کو کسی مرشدِ خضر کی ضرورت ہے جو حال ومراقبے کے ہتھوڑے سے کشتیِ فخر ورِیا کو توڑ مروڑ کر کفر نگاہِ ابلیسی میں ناکارہ اور بیکار کر دے۔ خوش قسمت ہیں وہ مسافرانِ دنیا جن کی کشتیِ اعمال کو کسی مرشدِ خضر اور پیرِ کامل کے ہاتھ مل گئے اعمالِ صالحہ ہی بندے کی روحانی کمائی اور غذاءِ ایمانی ہے اس کے لیے علمِ باطن حاصل کرنا اَشَدُّ الاَشد ضروری ہے۔ کیونکہ اس علم سے بندے کو یقین وایمان کی دولت حاصل ہوتی ہے اور یہ علم نیک بندوں اور علماءِ ربانی کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔ لیکن اسی سفرِ جسدی میں روح وبدن کا وہ غلام نفسانیت اس کے دونوں مُربی جو عالمِ ارواح سے فطرتِ اوّلین کے مومن تھے۔ ہم عقلیاتِ سلیم نے اندیشہ کیا کہ نفسانیتِ رزیلہ روح وبدن کو کفر آثار اور گمراہی افکار میں مبتلا کر دے گا پس ارادہ کیا ہم نے کہ اس ناکارہ ضمیر اور بیہودہ شعور خواہشات کے غلام کو جو ابھی بچہ اور بھولا بھالا خوب صورت سپولیہ ہے فنا کر دیا جائے راہِ معرفت پر چلنے والے مریدوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کا مرشدِ کامل درسِ سلوک سے پہلے اسی غلام ابلیس کو فنا کرے پھر دعاءِ ارادہ اور سرمایا عقیدہ بارگاہِ قدس میں گزرتی کہ مولیٰ تعالیٰ اس روحی وبدنی مرید باصفا کو اس نفسِ اَمّارہ سے اچھا ایک نفسِ مطمئنہ عطا فرما جو غسلِ انوار سے پاکیزگی والا بھی ہو اور بدن وروح کے لیے زیادہ مقرّب اور ہدایت کے رحم وعجت والا بھی کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

حیاتِ دنیوی میں ہر روح جسم نفس کے تابع ہوتا ہے۔ کافر نفس امارہ کے اور مومن نفس مطمئنہ کے جس کا نفس امارہ فنا ہو جاتا ہے تب اس کو نفس مطمئنہ عطا کیا جاتا ہے۔ موضحا فرماتے ہیں کہ حیاتِ دنیوی میں ہر قسم کے نفس کی دس خواہشات ہوتی ہیں اور ان ہی خواہشات پر ہر اچھا برا نفس روح و بدن کو چلنے پر مجبور کرتا ہے ۱ خریدنا ۲ بیچنا ۳ کھانا ۴ پینا ۵ رہنا ۶ پہنا ۷ کمانا ۸ جمع کرنا ۹ نکاح کرنا ۱۰ طلاق دینا۔ ان ہی خواہشات میں حلت انہی میں حرمت ہے یہی ثمراتِ بہشت ہیں یہی ثمراتِ جہنم ہیں۔ یہی خواہشات جب نفس امارہ کے حکم سے پوری کی جائیں تو یُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ہیں۔ اور جب نفس امارہ کو حلال کر کے نفس مطمئنہ کی خواہش سے ادا کی جائیں تو یہی خواہشات اَقْرَبَ رُحْمًا ہیں۔ اس تفریق کو معلوم کرنے کے لیے بندۂ مومن کو چار علوم کی ضرورت ہے علم شریعت ۲ علم طریقت ۳ علم توحید ۴ علم رسالت۔ ان علوم کے حصول کے لیے غور و فکر اتباع۔ ہدایت، استدلال، نقل عقل کی چٹائیاں بچھائی پڑتی ہیں۔ ان علوم میں سب سے پہلے فرائض و واجبات نوافل و سنن کا علم ضروری ہے کیونکہ تمام حیاتِ روحانی کی بنیاد اسی پر قائم و دائم ہے۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى

اور لیکن وہ دیوار تو ہے وہ دو یتیم بچوں کی جو

رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی

الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا

اسی بستی میں ہے اور ہے اس دیوار کے نیچے اُن دونوں کا دفینہ اور تھا والد مرحوم ان دونوں کا

تھی اور اُس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ

صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَ

نیک آدمی لہٰذا ارادہ فرمایا آپ کے رب نے اس بات کا کہ دونوں اپنی سمجھداری کی عمر کو پہنچیں اور

نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا

marfat.com
Marfat.com

يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا

اپنے دفینے کو نکال لیں۔ یہ ہم کو بھیجنے کا ارادہ فرمانا رحمت کرتے ہوئے ہے آپ کے رب کی طرف سے اور نہیں

خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے

فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ

کیا میں نے یہ سب سفر اپنی مرضی سے یہ مقصود تھا، ان کاموں کا

اپنے حکم سے نہ کیا یہ بھید ہے اُن باتوں کا

عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ۭ ع

جس پر آپ کچھ صبر نہ کر سکے۔ اور اے محبوب آپ سے پوچھتے ہیں وہ لوگ ذوالقرنین کے بارے میں

جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ اور تم سے ذوالقرنین کو پوچھتے ہیں

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ

فرما دیجئے عنقریب تلاوت کروں گا تمہارے سامنے اس قرآن سے کچھ ان کا ذکر بیشک حکومت دی ہم نے

تم فرماؤ میں تمہیں اس کا مذکور پڑھ کر سناتا ہوں بے شک ہم نے اسے

فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾

اُس کو تمام زمین میں اور دیئے ہم نے اس کو ہر طرح کے اسباب

زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾

تو چلے وہ اُن کے ذریعے

تو وہ ایک سامان کے پیچھے ہوا

marfat.com
Marfat.com

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق**۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ سوالوں کا جواب پچھلی آیت میں ذکر ہوا اور اب باقی سوالات کا جواب اِن آیت میں دیا جا رہا ہے **دوسرا تعلق**۔ یہودیوں اور مشرکین مکہ نے آپس میں مشورہ کر کے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کئے تھے پہلے دو سوالوں کا جواب دیا گیا تھا اب اِن آیت میں اُن کے تیسرے سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ حضرت ذوالقرنین کون تھے اور کتنا سفر فرمایا۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے اعتراضات کا جواب حضرت خضر نے دیا کہ یہ یہ کام اس لیے کئے اب اِن آیت میں اُن کاموں پر جو اصل اعتراض تھا کہ تم نے شریعت کے خلاف یہ کام کیوں کئے خواہ باطن میں کچھ بھی راز ہوتا۔ اس کا جواب دیا کہ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ میں نے کوئی بھی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ رب تعالیٰ مجھ کو بذریعہ وحی طریقت حکم فرماتا جاتا تھا اور میں کرتا جاتا تھا اس وحی کا آپ کو پتہ نہ چلا کیونکہ وہ باطنی علم سے تھی۔ یہی علم تم مجھ سے سیکھنے آئے تھے۔

تفسیر نحوی وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۔ واؤ سر جملہ اَمَّا اِستدراکیہ بیان تفصیل کے لیے اَلْجِدَارُ الف لام، عہد ذہنی یعنی وہی دیوار جس کے مفت بنانے کا آپ نے مجھ پر اعتراض کیا ہے۔ بحالت رفع مبتدا ہے فَ زائدہ كَانَ فعل ناقصہ هُوَ پوشیدہ اس کا اسم یا كَانَ تامہ ہے اور یہ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع جِدَارُ ہے لام جارہ بلکیت کا غُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ ۔ موصوف صفت دونوں تثنیہ مجرور متعلق اول ہے فِي الْمَدِيْنَةِ جار مجرور متعلق دوم ہے كَانَ کا ۔ اَلْمَدِیْنَة میں الف لام عہد ذہنی یعنی وہی شہر جس کے اہل نے ہم کو کھانا نہیں دیا تھا فَكَانَ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ایک قول میں واؤ حالیہ ہے اور اگلا جملہ فعلیہ اس کا حال ہے یا كَانَ کے فاعل کا حال ہے۔ كَانَ فعل تامہ تَحْتَهٗ مرکب اضافی ظرف مکان ہے كَانَ ۔ كَنْزٌ اسم مفرد مذکر جامد بمعنی دفینہ دولت ہو یا سامان) جو خود دفن کیا جائے دبایا جائے۔ موصوف ہے اس کی جمع كُنُوْزٌ اور اَكْنَازٌ ہے لَهُمَا لام جارہ هُمَا ضمیر تثنیہ مرجع غُلٰمَيْنِ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے مَمْلُوْكٌ پوشیدہ اسم مفعول کے۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے۔ موصوف صفت ملکر فاعل ہے وَكَانَ تَحْتَهٗ ۔ سب مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ كَانَ ناقصہ اَبُوْهُمَا یعنی اُن دونوں کا پرورش کرنے والا باپ (والد) یہ مرکب اضافی اسم ہے كَانَ کا صَالِحًا اسم فاعل بحالت نصب ہے خبر ہے كَانَ کی۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف، پہلا جملہ فَكَانَ اپنے دونوں معطوفوں سے ملکر خبر ہے جِدَارُ مبتدا کی وہ خبر یہ اسمیہ ہو کر مکمل فَكَانَ پر اَرَادَ باب افعال

marfat.com
Marfat.com

کا ماضی مطلق واحد مذکر رَبَّكَ یعنی تیرے رب نے یہ مرکب اضافی اَرَادَ کا فاعل ہے۔ اَنْ ناصبہ تَبْلُغَا باب نَصَرَ کا مضارع تثنیہ در اصل تھا یَبْلُغَا ۔ اَن کے نصب نے آخر سے نون تثنیہ اعرابی گرادی۔ بَلَغَ سے بنا ہے بمعنی پہنچنا هُمَا ضمیر مرفوع منفصل تثنیہ مذکر غائب اس کا فاعل مرجع ہے عُلَامَيْنِ۔ اَشُدَّ اسم جمع مذکر مکسر ہے اس کا واحد شِدَّةٌ ہے جیسے کہ نِعْمَةٌ واحد اس کی جمع مکسر اَنْعُمٌ ہے یہ قول سیبویہ نحوی کا ہے اس میں چند قول دیگر ہیں ۲ یہ جمع مکسر ہے شَدٌّ کی ۳ یہ شِدَّةٌ کی جمع جیسے ذِئْبٌ کی جمع اَذْؤُبٌ ۴ یہ لفظ جمع ہی نہیں نہ لفظاً یعنی کسی جمع کے ہم وزن یا ہم شکل نہیں نہ معناً جمع ہے۔ بلکہ واحد ہے۔ اس کی بناوٹ میں پانچ قول ہیں ۱ یہ اَشَدُّ ہے ۲ اَشَدَّانِ ہے ۳ شَدَّ ہے ۴ شِدَّ ہے ۵ اَشَدَّتٌ ہے۔ اس کا ترجمہ ہے ہر طرح قلبی ذہنی عقلی جسمی عمری پختگی قوت سمجھداری۔ اس کی مدت میں چھ قول ہیں ۱ امام اعظم نے فرمایا پچیس سال کی عمر میں یہ پختگی آتی ہے ۲ بلوغت سے یہ پختگی آجاتی ہے ۳ اٹھارہ سالہ عمر سے ۴ پینتیس سالہ عمر سے ۵ چالیس سالہ زندگی سے ۶ باسٹھ سالہ عمر سے پختگی و سمجھداری آتی ہے۔ مگر یہاں ان چھ اقوال میں امام اعظم کا قول درست ہے۔ یہ اَشُدَّ مضاف ہے هُمَا اس کا مضاف الیہ۔ دونوں مفعول یہ ہیں يَبْلُغَا کے وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ يَسْتَخْرِجَا باب استفعال کا مضارع تثنیہ اصل میں يَسْتَخْرِجَانِ تھا۔ نون اعرابی اُن کے نصب سے گر گئی، مصدر ہے اِسْتِخْرَاجٌ۔ خَرَجَ سے بنا ہے۔ اب ترجمہ ہوا تکلف و استقبال نے متقدری بنایا۔ كَنْزَهُمَا مرکب اضافی مفعول یہ ہے، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، دونوں عطف مل کر مفعول بہ اَرَادَ کا رَحْمَةً اسم مصدر ہے مِنْ جارہ ابتدائیہ بمعنی طرف سے رَبِّكَ اب اسم مفرد جامد نام صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا بمعنی مربی پالنے والا کاف ضمیر واحد مذکر مرجع موسیٰ علیہ السلام یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے رَحْمَةً مصدر کا۔ وہ سب مل کر شبہ جملہ ہو کر مفعول لہ ہوا اَرَادَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا فَكَانَ کا جملہ اپنے سب معطوفوں سے مل کر خبر ہوئی اَلْجَدَارُ مبتدا کی وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ۔ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۔ واؤ سر جملہ۔ یعنی جملوں کو علیحدہ کرنے والی خیال رہے کہ عربی میں واؤ کی درستیں ہیں ۱ واؤ سر جملہ عبارت کو علیحدہ کرنے والی دو مختلف اور مکمل جملوں کے درمیان میں آتی ہے ۲ واؤ عاطفہ، دو مفرد یا دو جملوں کے بیچ میں آتی ہے اور متحد کرتی ہے ۳ واؤ تفسیریہ دو جملوں کے درمیان آتی ہے اور یعنی کا معنی دے کر سابقہ کو مفسر اور مابعد کو مفسر بناتی ہے ۴ واؤ زائدہ یہ صرف حسن کلام کے لیے آتی ہے ۵ واؤ قسمیہ یہ حرف جر ہے اور صرف لفظ اللہ کے ساتھ آتی ہے۔ جیسے وَاللّٰهِ اللہ کی قسم۔ ۶ واؤ حالیہ بمعنی حالانکہ ۷ واؤ وصلیہ بمعنی اگرچہ یہ ہمیشہ ان شرطیہ لغویہ باختصہ کے ساتھ آتی ہے ۸ واؤ بمعنی [illegible] ۹ واؤ بمعنی [illegible] ۱۰ واؤ تذکرہ زیادہ داشت کے لیے)

Marfat.com

یہ ہمیشہ صیغۂ واحد مذکر کے آخر میں ہوتی ہے جب کہ اس صیغے کو لمبا کرنا مقصود ہو مَا فَعَلْتُ فعل ماضی مطلق منفی واحد متکلم، ہٗ ضمیر واحد مذکر جنسی یعنی یہ سب کام یا یہ پورا سفر عَنْ جَارِہٖ بمعنی مِن ابتدائیہ یعنی اپنی طرف سے اَمْرِیْ مرکب اضافی مجرور، جار مجرور متعلق ہے مَا فَعَلْتُہٗ کا سب مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید اس کا مشار الیہ پچھلا تفصیلی کلام، بحالتِ رفع ہے مبتدا ہے تَاْوِیْلُ مضاف مَا اسم موصول لَمْ تَسْطِعْ فعل مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق۔ دراصل ہے تَسْتَطِیْعُ۔ پہلی تُ واحد مذکر حاضر کی ہے اَنْتَ ضمیر کی شانی دوسری تُ بابِ استفعال کی اس تُ کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا لَمْ تَسْطِعْ ہو گیا، اس کا مصدر ہے استطعۃٌ دراصل تھا استطواعٌ واؤ کو حذف کیا ثقل دور کرنے کے لیے اس کے بدلے میں آخر میں تاءِ مصدریہ لائی گئی۔ بمعنی طاقت رکھنا علیہ جار مجرور متعلق ہے صَبْرًا مفعول بہ ہے لَمْ تَسْطِعْ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ۝ فَاَتْبَعَ۔ وَاؤ سر جملہ یَسْئَلُوْنَكَ باب فَتَحَ کا مضارع معروف جمع مذکر غائب۔ سَئَلٌ ہمزہ العین سے مشتق ہے بمعنی پوچھنے ہیں زمانہ حال ہے اَن حرف مصدر بمعنی ہارے میں ذِی۔ اسماءِ ستہ مکبرہ میں سے ایک ہے بمعنی والا بحالتِ کسرہ ہے اس لیے ذِی یاءِ علامت کے ساتھ آیا، بحالتِ فتحہ ذَا اور بحالتِ ضمہ ذُو ہوتا ہے۔ اَلْقَرْنَیْنِ۔ الف لام عہد خارجی قَرْنَیْنِ تثنیہ ہے اس کا واحد قَرْنٌ ہے اس کے پانچ معنی ہیں ۱ قرن کا معنی زمانہ ۲ علاقہ ۳ سمت ۴ سینگ ۵ سلطنت یہاں کیا مراد ہے اس کی تفصیل تفسیر عالمانہ میں ہو گی اِنْشَاءَ اللّٰہ تعالیٰ ذِی مضاف القرنین مضاف الیہ مجرور ہو کر متعلق ہے یَسْئَلُوْنَ فعل اپنے پر شبہ ہم ضمیر فاعل جس کا مرجع کفارِ مکہ۔ یا یہود علاقہ اور اک ضمیر مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اَنْتَ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل۔ دونوں مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا س حرف تقریب بمعنی عنقریب اَتْلُوْ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت واحد متکلم تِلَاوَتٌ سے مشتق ہے بمعنی تلاوت کرنا عَلٰی حرف جر بمعنی عِنْدَ یعنی تمہارے پاس یا بمعنی لام ہے یعنی تمہارے لیے یہ جار مجرور متعلق اوّل ہے اَتْلُوْ کا مِنْهُ میں بعضیت کا ہٗ ضمیر کا مرجع قرآن مجید۔ ذِكْرًا مفعول بہ ہے۔ اَتْلُوْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستقبلہ ہو کر مقولہ ہوا قُلْ کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ اِنَّا حرف مشبہ اور نا ضمیر جمع متکلم اس کا اسم مَكَّنَّا باب تفعیل کا جمع متکلم ماضی مطلق مَكَّنٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے تَمْكِیْنٌ۔ بمعنی قدرت دینا۔ طاقت و حکومت دینا سکان بنانا۔ ٹھکانا دینا۔ لَہٗ جار مجرور متعلق اوّل ہے فِی الْاَرْضِ متعلق دوم، ہٗ کا مرجع ذوالقرنین ہے۔ مَكَّنَّا۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر اِنَّ۔ اِنَّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اٰتَیْنَا ماضی مطلق جمع متکلم باب ضَرَبَ اٰتٌ سے مشتق ہے بمعنی دینا، ہٗ ضمیر کا مرجع ذوالقرنین مفعول بہ ہے مِنْ جارّہ

marfat.com
Marfat.com

بعضیت کا شَیْءٌ مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور۔ جار مجرور متعلق سَبَبًا۔ اسم مفرد بمعنی ذریعہ، علم، قدرت آلات، سامان اٰتَیْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ فَ تفریعیہ۔ اَتْبَعَ باب افعال سے تب ہمزہ قطعی ہے اِتَّبَعَ ہوتو باب تفعیل سے ہمزہ وصلی ہے۔ ماضی مطلق تبع سے مشتق ہے بمعنی پیچھے چلنا اس کا فاعل ہُوَ پوشیدہ ضمیر مرجع ذوالقرنین سَبَبًا۔ بحالت نصب مفعول بہ۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ اور اے موسیٰ (علیہ السلام) لیکن وہ شہر اور آخری کام دیوار بلا معاوضہ درست کرنا تو وہ دو یتیم بچوں کی تھی۔ تفاسیر میں ان کے نام اصرم اور صریم لکھے ہیں اسی شہر میں یعنی وہ بستی جو حقیقتاً آبادی کے اعتبار سے قریہ دیہاتوں) ہے مگر نیک لوگوں کی نسبت کی بنا پر مدینہ کہا گیا یہ دیوار بستی سے کچھ باہر تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کی میراث والد کا ترکہ دبنے کی شکل میں تھوڑا خزانہ تھا حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ وہ سونے چاندی کی چھوٹی تختیاں تھیں۔ تفاسیر میں ہے کہ ان میں سے کئی تختیوں پر ایک طرف کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور دوسری بسم اللہ شریف اور یہ عبارت تھی عربی میں۔ تقدیر پر ایمان ہے پھر غمگین ہوتا ہے دنیا میں موت کو حق مانتا ہے پھر بھی ہنستا ہے۔ رازق پر ایمان ہے پھر بھی پریشان ہے۔ حساب قیامت پر یقین ہے پھر بھی غافل ہے۔ کتب فقہ میں کنز وہ ہے جس پر زکوٰۃ نہ دی گئی ہو اگرچہ وہ دفینہ نہ ہو بینک یا گھر میں رکھا ہو۔ جس کی زکوٰۃ دی جاتی ہو اگرچہ وہ مدفون ہو کنز نہیں ہے۔ مطلقاً کنز بغیر اضافت سے مراد مال و دولت ہوتا ہے اضافت کرکے ہر چیز کو کنز کہہ سکتے ہیں مثلاً کنز العلم کنز العقل۔ کنز الدقائق وغیرہ آتا دور سے حضرت خضر کو بھیجنا اور ساتھ ہی تعاون کے بیٹے حضرت موسیٰ اور ان کا ساتھی علیہم السلام کا آنا اور بچوں کی دیوار درست کرنا فقط اس لیے تھا کہ کَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔ ان دونوں کا والد نیک متقی تھا امانت دار عبادت گزار تھا شریعت میں صالح وہ ہے جو تین حقوق پورے کرے ۱؎ حقوق اللہ ۲؎ حقوق العباد ۳؎ حقوق النفس۔ اس والد کا نام کاشح تھا والدہ کا نام دینا تھا یہ قریہ انطاکیہ تھا۔ تو اے حضرت موسیٰ آپ کے رب رحیم نے ارادہ فرمایا کہ یہ دونوں بچے اپنی پختہ اور مضبوط سمجھداری والی عمر کو پہنچیں تو دونوں اپنا یہ خزانہ نکال لیں شریعت میں لڑکے کی پکی عمر اٹھارہ سال فقہ حنفی میں پچیس سال ہے یہاں یہی مراد ہے یہ ہمارا آنا دیوار مرمت کرنا سب کچھ آپ کے رب کریم کی خاص رحمت اور ارادۂ خیر ہے۔ ورنہ اگر یہ دیوار گر جاتی تو یہ باشندوں کے اندر سے خزانہ ظاہر ہو جاتا اور لوگ خاص کر اسی بستی کے وہ کمینے کنجوس لوگ لوٹ کر لے جاتے اور ان یتیموں کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا آج تک تو بجز میرے یا چند قریبوں کے کسی کو خبر تک نہیں کہ یہاں خزانہ دفن ہے۔ تَعَلَّمْتُهٗ عَنْ اَمِيْرٍ

marfat.com
Marfat.com

ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا اور یہ جو کچھ بھی اس سفر میں نے کیا اور تم نے دیکھا یہ اپنے ارادے اور مرضی سے نہیں کیا۔ بلکہ یہ سب وحی الٰہی اور مشیت خداوندی کے ماتحت کیا ہم سب انبیاء ظاہری شریعت والے ہوں یا باطنی طریقت والے سب ہی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت چلتے ہیں۔ میرا یہ سب بیان ان کاموں کی وجہ حکمت الٰہی بتانا تھا جس پر تم صبر کرنے کی طاقت نہ رکھ سکے اور یہ بتانا بھی کوئی ضروری نہ تھا مگر تمہاری جلد بازی کہ نہیں تک تم نے دیکھا اور مقصد جان لیا اب آگے کیا ہوگا اور میرا یہ سفر کہاں ختم ہوگا اس کو نہ کوئی دیکھنے والا ہوگا نہ جاننے والا۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۔ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ۔ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۔ اور اے محبوب یہ کفار مکہ یہودیوں کے کہنے پر آپ کے علم نبوت کا امتحان لیتے ہوئے اور یہ جاننے کے لیے کہ یہ قرآن مجید غیبی علوم کا خزانہ اور کلام الٰہی ہے یا نہیں آپ سے یہ تین سوال کرتے ہیں ذی القرنین کے بارے میں خیال رہے کہ مختلف وقتوں میں مختلف لوگوں نے تقریباً بیس سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے کئے جن کا جواب قرآن مجید میں دیا گیا اُن میں سے آٹھ سوال تو صحابہ کرام کے ہیں جو مسائل کے لیے دریافت کئے گئے جیسے کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ وغیرہ اور تین سوال یہودیوں کے سکھائے ہوئے مشرکین مکہ کے روح کے بارے ۲ اصحاب کہف کے بارے ۳ اور یہ تیسرا آخری ذوالقرنین کے بارے میں تو اے محبوب نبی فرما دیجئے عنقریب بہت جلدی میں تمہارے سامنے پوری وضاحت سے اس کے بارے میں ذکر سناؤں گا۔ حضرت ذوالقرنین کے بارے تفاسیر اور تواریخ میں بہت ہی مختلف اقوال ملتے ہیں۔ ہم سب سے پہلے وہ صحیح قول نقل کرتے ہیں جو احادیث اور مولیٰ علیؓ سے ثابت ہے یہ کہ حضرت ذوالقرنین کا نام سکندر تھا انہوں نے اپنے ہی نام پر وسط زمین بابل کے قرب سکندریہ شہر آباد فرمایا جو پایۂ تخت (دارالخلافہ) تھا ابراہیم علیہ السلام کے صحابی مومن ولی اللہ تھے سام بن نوح کی اولاد میں سے تھے حبشی النسل تھے والدین کے ایک ہی ولد تھے کوئی بہن بھائی نہ تھا حضرت خضر کے خالہ زاد بھائی تھے جب انکو بادشاہت ملی تو پہلے وزیر اعظم خضر علیہ السلام ہی تھے جو کچھ عرصہ رہے۔ آپ کی ولادت روم میں ہوئی اور وفات بیت المقدس میں اور مزار قریبی گاؤں زدر میں ہے آپ کی عمر ایک ہزار چھ سو سال ہوئی ہے تین سو سال قبل مسیح آپ کی وفات ہے روم کے باشندے تھے ساری دنیا کے جنات اور انسانوں کے بادشاہ بنائے گئے آپ کے زمانۂ شہنشاہی میں روئے زمین پر انسانوں کی چار قومیں آباد تھیں ۱ جنوب میں قوم حاویل ۲ شمال میں یاجوج ماجوج ۳ مغرب میں قوم تادیل ۴ مشرق میں قوم نامک آباد تھی۔ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ بے شک ہم نے ہی اُس ذوالقرنین کو زمین میں طاقت بادشاہی عطا کی اس طرح ساری زبانیں اُس کو سکھا دیں اور امور سلطنت کے تمام اسباب سامان ضروریات مقصود ان کو عطا کر دیں اور [illegible] آلات [illegible] ہی انکو دیں تو اُن ہی اسباب

marfat.com
Marfat.com

وذرائع کے پیچھے چل کر وہ دنیا کے ملکوں پر ملک فتح کرتے چلے گئے۔ شجونسب اس طرح ہے سکندر فیلقوس یونانی بن رہین بن یونان بن یافث بن سام بن نوح خیال رہے کہ دنیا میں اب تک چار بادشاہ ایسے ہوئے جن کی بادشاہت تمام زمین پر ہوئی جن میں دو کافر و مومن تھے ۱ نمرود یہ صرف انسانوں پر بادشاہ تھا ۲ حضرت سلیمان علیہ السلام یہ تمام زمین کی تمام مخلوق کے بادشاہ تھے یہاں تک کہ ہواؤں بادلوں فرشتوں جنوں اور کیڑے مکوڑوں کے بھی ۳ بخت نصر کافر بادشاہ ساری زمین علاقے اور انسانوں پر بادشاہ تھا بنی اسرائیل کا سخت دشمن اس نے فلسطین پر حملہ کر کے تمام اسرائیلیوں کو قیدی بنالیا حیکل سلیمانی اور بیت المقدس توڑ دیا ان کی قید میں اس وقت کے نبی حبی اسرائیل بھی تھے انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک مینڈھا دو سینگوں والا بادشاہ بنایا جائے گا تب یہ قید ختم ہوگی کچھ زمانوں کے بعد حضرت ذوالقرنین کو بادشاہت ملی انہوں نے بخت نصر کو ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو آزاد کیا بیت المقدس اور ہیکل دوبارہ تعمیر ہوئے۔ بنی اسرائیل کے تمام علاقے ان کو واپس دے گئے اس لیے آج بھی یہود نصاریٰ ان کی بہت عزت کرتے ہیں ان کے سر کے اوپر دو جگہ کچھ اُبھار نے جو چھوٹے چھوٹے سینگ معلوم ہوتے تھے راسی لیے ان کا لقب ذوالقرنین مشہور ہو گیا۔ موجودہ بائبل میں ان کا نام خورس ہے یہودیوں کی تالمود میں ان کا نام سائرس ہے۔ اور تاریخ میں خسرو بھی آیا ہے سکندر یہ ایرانی علاقے ہے اس لیے ان کو ایرانی فرمانروا کہا گیا ہے ان کی حکومت کا آغاز ۵۵۰ سال قبل مسیح ہے۔ ان کی سلطنت مشرق میں ایشیائے کوچک شام و فلسطین۔ مغرب میں۔ بلخ بخارا خوارزم وغیرہ شمال میں سندھ ترکستان کیشیا، قفقاز مصر لیبیا، جنوب چین میں سد سکندری تک پھیلی ہوئی تھی۔ واللہ ورسولہ اعلم حضرت ذوالقرنین کے بارے مفسرین سے مختلف اقوال ۱ یہ نبی تھے ۲ فرشتہ تھے ان کا نام خضرؑ تھا ۳ صدیس تھا ۴ ایک رومی نسل کا جوان تھا ۵ ان کا نام عبد اللہ بن ضحاک تھا ۶ ان کا نام مصعب بن عبد اللہ بن کہلان بن سبا تھا ذوالقرنین لقب کی وجہ ۱ قرن کے معنی علاقہ۔ یہ مغرب و مشرق دونوں علاقوں کے بادشاہ تھے ۲ یہ دو چوٹیوں بالوں کی رکھتے تھے ۳ خاندانی اعتبار سے دونوں والدین کی طرف سے اعلیٰ شان والے تھے یعنی نجیب الطرفین ۴ جنات اور انسانوں کے بادشاہ تھے ۵ اندھیرے اور اجالے میں یکساں دیکھ سکتے تھے ۶ پارس و روم کے بادشاہ تھے اور اس وقت تمام دنیا میں یہ ہی دو بڑے علاقے تھے ۷ پارس و ترک کے بادشاہ تھے ۸ ان کے تاج میں دو سینگ تھے ۹ ان کو ظاہری اور باطنی دو علم دیے گئے تھے۔ مگر یہ اقوال تحقیقی نہیں تواریخ میں ایک اور بھی ذوالقرنین سکندر گزرا ہے جس کو سکندر اعظم کہا جاتا ہے یہ کافر تھا اس کا نام ابو کریب الحمیری مقدونی بن الاخنی تھا یہ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں تھا ارسطاطالیس حکیم کا شاگرد اور اسی کے کفریہ دین پر کافر تھا یہ بھی چھوٹا سا بادشاہ تھا اس کا وزیر فیلسوف تھا۔ دقیانوس میں اس کا دار الخلافہ تھا اس لیے قوم حمیر اس کو ذوالقرنین کہتی تھی۔

marfat.com
Marfat.com

فائدے ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ بڑوں کا تقویٰ عبادت اور نیز گی اولاد کے کام آتی ہے یہ فائدہ اَبُوْھُمَا صَالِحًا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ باغ فدک حضرت فاطمہ کی میراث نہیں تھی ورنہ رب تعالیٰ اس کی بھی حفاظت فرماتا کہ یہاں تو فاطمہ زہرہ خود بھی صالحہ بلکہ صالحین کی سردار ہیں اور والد کی تو شان ہی اعلیٰ وارفع ہے یہ فائدہ اَبُوْھُمَا صَالِحًا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ بزرگوں کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب ایک عام صالح آدمی کی اولاد کا یہ اہتمام فرمایا گیا تو سادات تو فخر مرسلین کی آل ہیں۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ غلام اللہ یا غلام رب نام رکھنا گناہ ہے کیونکہ غلام عربی لغت میں بیٹے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح کسی نبی ولی یا عالم کو اللہ کا لاڈلا کہنا منع ہے کیونکہ اُردو میں لاڈلا پیارے بیٹے کو کہتے ہیں یہ مسئلہ غلامین کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ یتیم بچہ صرف نابالغی تک کی عمر کو کہتے ہیں بالغ ہو کر یتیمی کا لقب ختم ہو جاتا ہے یہ مسئلہ اَنْ یَّبْلُغَا اَشُدَّھُمَا فرمانے سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ یتیم کے مال میں کسی قسم کا تصرف کرنا اور اپنے فائدے کے لیے خرچ کرنا حرام ہے یہاں تک کہ اُس پر زکوٰۃ بھی فرض نہیں۔ کوئی بھی سرپرست اس میں سے زکوٰۃ نہیں نکال سکتا ہاں البتہ فطرانہ ادا کیا جائے گا کیونکہ فطرانہ راس یعنی افراد پر ہوتا ہے اور زکوٰۃ نصاب پر یہ مسئلہ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا (دفن) سے مستنبط ہوا کہ ان دونوں بیٹوں کی دولت کو اُن کے والد نے اپنے مرنے سے پہلے وقف کر کے دیوار میں دفن کر دی جب تک والد زندہ رہا اُس نے اس پیسے زکوٰۃ نہ دی کہ اُس کی ملکیت سے نکل کر نابالغ بچوں کی ملکیت میں چلی گئی تھی اور نابالغ کے مال پر زکوٰۃ کسی شریعت میں فرض نہیں ہوئی اور والد کی وفات کے بعد بھی کئی سال تک اُس کی زکوٰۃ نہ دی کیونکہ یتیم تھے ورنہ دفینے پر بھی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے صرف معدن پر زکوٰۃ نہیں جب تک کے قبضے میں نہ آجائے یہ مسئلہ كَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا سے مستنبط ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے کے باوجود صالح تھا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اَبُوْھُمَا سے مراد سگا والد ہے نہ کہ دسواں یا آٹھواں سانوں دادا جیسا کہ بعض مفسرین نے غلط لکھ ڈالا۔ اس لیے کہ دادا کا مال کَنْزٌ لَّهُمَا کیسے ہو سکتا ہے درمیان والے وارث کیوں محروم رکھے گئے نیز اَبُوْ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو پرورش کرے تو آٹھواں یا دسواں دادا اُن یتیموں کی پرورش کیسے کر سکتا ہے پرورش تو والد یا نانا ہی کر سکتا ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض اِن آیت میں جس خضر کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ کوئی انسان نہ تھا بلکہ فرشتہ تھا کیونکہ کشتی توڑنا اور بے گناہ بچے کو قتل کرنا ہر شریعت میں حرام ہے کوئی انسان اگرچہ نبی ہو [illegible] خلاف کام کرنا گناہ ہے اور قرآن

marfat.com
Marfat.com

قرآن مجید میں ان کو عبد کہنا یا حدیث میں ان کو رجل کہنا انسان ہونے کا ثبوت نہیں کیونکہ فرشتے بھی عبد ہیں اور جنات کو بھی رجل کہا جا سکتا ہے اور بشری شکل میں ہونے کی وجہ سے بھی رجل کہا جا سکتا ہے۔ یہ کام جو یہاں خضر نے کئے وہ تکوینی امور ہیں جو مشیت کے تحت ہوتے ہیں نہ کہ شریعت کے حالانکہ تمام انبیاء اولیا شریعت کے پابند ہوتے ہیں مشیت کے تحت صرف فرشتے ہی ہوتے ہیں جیسے کسی کو بیمار کسی کو تندرست یا برباد یا تباہ کرنا مارنا وغیرہ لہٰذا فکر قرآنی تدبر ایمانی سے اس پے چیدگی کا حل یہی ہے کہ خضر کو فرشتہ مانا جائے جن مفسرین نے خضر کو انسان اور نبی ولی کہا ہے وہ سب غلط ہے (مودودی صاحب) جواب یہ کیسا عجیب تفکر و تدبر ہے جو اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا کے ایک جھٹکے سے پاش پاش ہو گیا ایسے تدبر قرآنی پر صاحب تدبر اور اُس کے حواریوں کو تو فخر ہو سکتا ہے مگر ذرا سی عقل رکھنے والا تو حیران ہو گا کہ ان معترض صاحب کو اس پورے واقع میں خضر علیہ السلام کے عظیم الشان نبی اور آدمی ہونے کا ذرا ثبوت نہ ملا حالانکہ قرآن مجید صاف فرما رہا ہے خضر علیہ السلام کو بھوک لگی اور دونوں نے مسافرانہ حق کا کھانا طلب فرمایا کیا فرشتوں کو بھی بھوک لگتی ہے اور وہ بھی کھانا طلب کرتے اور کھاتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسی لغو سوچیں اُسی بدعقیدگی کی پیداوار ہیں جو نبی کو اپنے جیسا مجبور انسان سمجھنے والے ظالموں گستاخوں کی ہیں یہ باتیں صرف اس لیے کی جاتی ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بااختیار و بامشیت نہ سمجھا جائے لیکن حقیقی ایمان یہ ہے کہ انبیاء کرام فرشتوں سے بھی زیادہ مدبرات امر اور تکوینی امور مشیت الٰہیہ کے تحت انجام دینے والے ہوتا ہے شریعت تو امت کے لیے ضابطہ حیات ہوتا ہے۔ انبیاء کرام کے ذاتی اور اتفاقی افعال کو بھی تو شریعت کا اکثر حصہ بنا دیا جاتا ہے۔ جس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ نبی کا کوئی بھی کام غلط اور گناہ نہیں ہوتا اگرچہ ظاہر اً شریعت کے خلاف ہو کیا موسیٰ علیہ السلام نے ایک غیر مجرم قبطی کو قتل نہیں کر دیا مگر رب نے ان کو گناہگار نہ فرمایا نہ گرفت کی وغیرہ وغیرہ دوسرا اعتراض۔ ان آیت میں حضرت خضر نے خود اپنے ہاتھ سے تین کام کئے مگر پہلے کا ذکر افراد واحد متکلم سے کیا دوسرے کا اَرَدْنَآ جمع متکلم سے کیا تیسرے کا ذکر اَرَادَ رَبُّكَ فرما کر کیا یعنی واحد مذکر غائب اس کی کیا وجہ۔ جواب۔ اس طرح بیان کرنا بارگاہ الٰہیہ کا ادب کرنے اور سکھانے کے لیے ہے کہ پہلے کام یعنی کشتی توڑنے میں ہر طرح برائی ہی تھی اس لیے فقط اپنی طرف نسبت کی۔ دوسرے کام یعنی بچہ کا قتل اس میں دو پہلو تھے قتل اور نعم البدل۔ پہلا بُرا تھا اور دوسرا اچھا تھا لہٰذا جمع متکلم بول کر اپنا بھی اور اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر کر دیا تیسرا کام دیوار ہر اعتبار سے اچھا تھا اس لیے صرف رب کا ذکر فرمایا۔ ہر مسلمان کو اسی طرح ادب کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تیسرا اعتراض اس کی کیا وجہ ہے کہ دیوار والی بستی کو پہلے قریہ کہا گیا پھر مدینہ کہا گیا حالانکہ قریہ اور مدینہ میں آبادی کے اعتبار سے بڑا فرق ہوتا ہے جواب آبادی کا فرق ہوتا ہے شان و شوکت وعزت کا بھی اس لیے پہلے قریہ

marfat.com
Marfat.com

فرمایا گیا اُس کی آبادی کے اعتبار سے اور پھر مدینہ فرمایا گیا اُس نیک بندے کی وجہ سے عزت افزائی کے لیے اسی دلیل قرآنی سے آج بھی نیک بندوں کی وجہ سے اجمیر شریف بغداد شریف وغیرہ کہا جاتا ہے چوتھا اعتراض۔ آیت ۹۷ میں لَمْ تَسْتَطِعْ ۔ ہے افتعال کی تا موجود ہے مگر آیت ۸۲ میں لَمْ تَسْطِعْ ۔ ہے تَ محذوف ہے اس کی کیا وجہ۔ جواب تخفۃ کے نزدیک جب مضعون ایک ہو اور کسی علامتی حرف کا قرینہ بھی پہلے موجود ہو تو تخفیف کے لیے علامت گرانا درست ہے یہاں یہی بات ہے کہ لَمْ تَسْطِعْ میں تا افتعال کا قرینہ اس لَمْ تَسْتَطِعْ کی تَ ہے اس لیے پر گرادی گئی باب کو سمجھنے کے لیے سین پہلی تَ کو اس تَ کا قرینہ بنایا گیا

تفسیر صوفیانہ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۚ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۔

اس مملکت جسمانیہ میں جب تک نفس شیطانیہ قائم رہتا ہے اُس وقت تک نفس مُلہمہ مثل یتیم بیکس و بے بس لاغر و کمزور رہتے ہیں خزانۂ اعمالِ صالحہ تک ان کی پہنچ نہیں ہوتی ہیں دونفس وادی جسدی کے دو غلام ہیں یتیمین نابالغ ہیں۔ دیوارِ کرم کا پردہ ہی اُن کی ہر امانت، کمالات و قوت کو وقتِ معین تک چھپائے ہوئے ہے جس کی تجدید و تعمیر کے لیے مجددِ عقل کو احکامِ اسرار عطا ہوتے رہتے ہیں۔ اسی دیوارِ کرم کے پردے میں انوار۔ اسرار آثار کی تہوں کے نیچے کمالاتِ نظریہ و عملیہ کا خزانہ چھپا ہے۔ عقلِ مفارقہ مجوزان دونوں نفسہائے قدسیہ کا مربی ہے اپنے افعال کمال و اعمال جمال کی نوری و راثتیں اسوقت تک کے لیے پردہ راز میں چھپا کر رکھیں جب تک یہ نفوسِ قدسیہ معرفت الٰہیہ کے حصول کے لائق ہو جائے۔ علماء شریعت کے مذہب میں بچہ ۲۵ سال کا ہو جائے تو بلوغت کا اشد ہے۔ لیکن صوفیا کے مشرب میں بلوغت شدیدہ یہ ہے کہ اس کا نفس مُلہمہ الہامات ربانی و وصول وحصول کر کے نفسِ مطمئنہ ہو کر عطا کر سکے اور نفسِ مطمئنہ کی قوت اُس کا راغب الی اللہ ہونا ہی ہے فَاَرَادَ رَبُّكَ ۔ اے موسیٰ قلب تیرے رب غفور نے ارادہ فرمایا کہ اس بیابانِ وحشت اور جنگلاتِ حرص و ہوس میں نفوسِ مقدسہ کا یہ خزانۂ کمالات و علیات شیطان و ذریۂ شیطان کے ہاتھوں سے بچا رہے اور نعمتِ انسانی کے یہ دو یتیم نفس اپنی بلوغتِ منزلِ قرب تک پہنچ جائیں تب خزانۂ کمالات کو دیوارِ عبادت و ریاضت سے نکالیں۔ اُس وقت بھی رب تعالیٰ کی رحمت ہی ہوتی ہے تب کچھ ہاتھ آتا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کو اس دنیائے دون میں شیخ کامل و مکمل راہ کی تربیت نصیب ہوئی اور جس کی دیوارِ عبادت و ریاضت کو خشوع و خضوع کے ارشاد و شفقت مروت انفی و مودت اور خاطر و مدارات کا دستِ محبت مل گیا۔ ہر مرشد کامل کا یہی آوازہ ہے کہ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ یہ تعمیر مرید اور تجدید مراتب [illegible] ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

marfat.com
Marfat.com

یہ تھے وہ مفہوماتِ ازلیہ جن کو قلبِ مسعود سمجھ کر نہیں پاتا اس لیے عقلِ سلیم قلبِ جذباتی کو فراقِ بینی و بینک کا پیغام تقدیرِ ازلی سناتی ہے۔ اور یہ فراقِ عقل و قلب اس لیے بھی ضروری ہے کہ قلبِ شاکر کو خلوت و تنہائی سے تذکیۂ قلبی کا موقعہ نصیب ہو۔ شعر ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل لیکن کبھی کبھی اُسے تنہا بھی چھوڑ دے

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا۔ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَ آتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا۔ فَأَتْبَعَ سَبَبًا۔ اس دنیا میں جو انسان بھی آتا ہے وہ اپنی قوتِ علمی کے لحاظ سے یتیم و بے کس بے بس ہوتا ہے اور رب تعالیٰ کی طرف اُس کے لیے کمالِ مکنون اور کنزِ مدفون پہلے ہی ودیعت ہیں جس کے حصول کا مکمل طریقہ تربیت شریعت اور ارشادِ طریقت ہے جب بندہ ان خزانوں کو اپنے خلافتِ ارضی کے لائق بن جاتا ہے تو اُس کو عالمِ ارواح اور عالمِ اشباح کا ذوالقرنین اور کامل انسان بنا دیا جاتا ہے اور مخلوقاتِ ارض و سما ہی اس کا احترام کرتی ہے۔ اے قلبِ متور تجھ سے اسی ذوالقرنین کے بارے سوال ہوتا ہے تو اہام عرشی کا اعلان فرما کہ عنقریب صبحِ دعوت کا آفتاب انوار تو طلوع ہونے والا ہے اُس کو زمین کی دولت پانے والے بندۂ کامل کا پورا احوال آشکارا کر دوں گا یہ وہی قوتِ قدسیہ ہے جس کو قدرت بخشی ہم خالقِ کائنات نے زمین اسباب اور ملکیت وسائل و وسائط میں تو کامل فی نفسہٖ اور مکمل بغیرہ کر دیا ہم نے اُس کو فَأَتْبَعَ سَبَبًا تو اسی توفیقِ ربانی سے اسبابِ وصول کے ذریعے عبادت کے قدموں اور ریاضت کے لشکروں کے ساتھ چلنے لگا۔ کیونکہ منزلِ معرفت کی طرف چلنے کے لیے اعمالِ کاملہ علمِ قرآن و حدیث کے ہتھیار اور فرائض و واجبات کے وسائل لازمہ جذباتِ عشق کے اسباب ضروری ہیں جب بندے کو یہ سب کچھ مل جائے تو وہی اپنے وقت کا سکندر ہے۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم ہر مسلم پر فرض ہے اس سے مراد دنیوی صفت و حرفت نہیں نہ معلوماتِ فلکیات و اراضیاتِ مادی ہیں یہ تو بیابانِ دنیوی میں اُلجھاؤ کے جھاڑ جھنکاڑ ہیں ان کو علم کہنا مجازاً ہے اصل علم معلوماتِ اسلامیہ ہے کہ فتوحاتِ باطنی اسی پر موقوف ہیں اس کے بغیر ایک قدم کی بھی ہمت نہیں ہو سکتی۔ خلافتِ ارض کی سلطنت و قانون کے لیے احکامِ شرعیہ مذہبی ضروریاتِ ملکی پابندی مشرب کی حد بندی ہر مرید پر واجب ہے۔ اس سلطنت کا لشکر جرار اعمالِ صالحہ ہیں کیونکہ ان سے ہی ثوابِ اُخروی کا مالِ غنیمت ملتا ہے اور دشمن خونخوار کی یلغار اعمالِ خبیثہ ہیں کیونکہ ان سے ہی عذابِ جہنم ہے بندۂ مخلص کو ایسے دوست و دشمن کی پہچان ضروری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ

یہاں تک کہ جس وقت پہنچے وہ ذوالقرنین سورج کے مغربی علاقے میں محسوس کیا کہ وہ سورج

یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں

فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا

سیاہ دلدلی چشمے میں نیچے جا رہا ہے اور ذوالقرنین نے پایا اس چشمے کے پاس ایک قوم کو ہم نے فرمایا اے

ڈوبتا پایا اور وہاں ایک قوم ملی ہم نے فرمایا اے

الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ

ذوالقرنین یا ان کافروں کو سخت مارے گا تو اور یا ان میں دین کی

ذوالقرنین یا تو انہیں سزا دے یا ان کے ساتھ بھلائی

فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ

بھلائی جاری فرما، کہا ذوالقرنین نے (قوم سے) جو بھی ظلم کمائے گا تو کچھ ڈھیل کے بعد ہم اس کو سزا ضرور دینگے

اختیار کرے۔ عرض کی وہ جس نے ظلم کیا تو ہم عنقریب سزا دیں گے

ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَاَمَّا

پھر (آخرت میں) وہ کافر اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اُخروی سخت عذاب اُس کو دے گا اور لیکن

پھر اپنے رب کی طرف پھیرا جائے گا وہ اسے بُری مار مارے گا اور

مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨالْحُسْنٰى ۚ

جو مومن بن گیا اور اچھے عمل کئے تو اُس کے لیے اچھی جزا ہے

جو ایمان لایا اور کیا بھلائی ہے

marfat.com
Marfat.com

وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ

اور (دنیا میں بھی) ہم اس کو اپنے آسان قانون بتائیں گے پھر اس کے بعد آگے چل پڑے وہ سامان اور عنقریب ہم اسے آسان کام کہیں گے۔ پھر ایک سامان کے

سَبَبًا ﴿۸۹﴾

(لاؤ لشکر) کے ساتھ

پیچھے چلا

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں یہود و مشرکین کے تیسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سلطنت اور حکومت کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت میں حضرت ذوالقرنین کی سلطنت کی وسعت اور آپ کے اپنے دورے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں دو یتیم بچوں کی دیوار درست کرنے کے لیے دو جنی تشریف لائے اور رب تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھیجا۔ اب ان آیت میں ایک سرکش قوم پر دیوار بنانے کا تذکرہ ہے کہ ایک ولی اللہ بادشاہ کو دیوار سد سکندری بنانے کے لیے بھیجا گیا۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ خضر علیہ السلام نے بتایا کہ میں نے یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئے ہیں اب ان آیت میں خود رب تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے کہ ہم نے فرمایا اے ذوالقرنین الخ۔

تفسیر نحوی حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۭ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۔ حَتّٰٓى ابتدائیہ اِذَا حرف شرط۔ اگلے دونوں جملے اس کی شرط و جزا ہیں۔ لیکن ایک قول میں اِذَا ظرف زمانی ہے۔ اس لیے کہ جب بات یقینی ہو اور خبر یہ ہو تو اِذَا ظرفیت کے لیے آتا ہے نہ کہ شرطیت کے لیے۔ اب اگلا کلام شرط و جزا نہیں بَلَغَ۔ فعل ماضی مطلق۔ بَلَغَ سے بنا ہے بمعنی پہنچنا اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر ھُوَ جس کا مرجع ذوالقرنین مَغْرِبَ۔ اسم ظرف واحد مذکر مضاف ہے غَرَبَ سے مشتق ہے بمعنی غروب ہونا چھپنا۔ اَلشَّمْسِ اسم مفرد مؤنث لفظی مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف ہو گیا بَلَغَ کا اور وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَجَدَ فعل ماضی مطلق ھَا ضمیر مفعول بہ مراد سورج ہے تَغْرُبُ فعل مضارع حال ھِيَ ضمیر اس کا فاعل مرجع شمس ہے فِيْ جارّہ ظرفیہ عَيْنٍ اسم

marfat.com
Marfat.com

مفرد جامد لغوی اصلی معنی آنکھ ہے۔ استعارۃً پانی کے چشمے کو اس لیے عین کہا جاتا ہے کہ آنکھوں کی طرح اس میں سے پانی نکلتا ہے سورج کو عین کہا گیا اس لیے کہ وہ گول آنکھ کی ہم شکل اور شفاف ہے چاند اگرچہ گول ہے مگر شفاف نہیں تاروں میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ یہاں مراد ہے کیچڑ جو گہرے پانی سے نکالی گئی ہو اس کا بہتا ہوا گاڑھا چشمہ۔ موصوف ہے حَمِئَۃٍ اسم مفرد جامد یعنی کالی مٹی کیچڑ (گاڑھا) دلدل۔ ایک قرأت میں ہے حامیۃ یعنی گرم چشمہ۔ ایک قول میں یہ جامد نہیں بلکہ صفت مشتقہ ہے بروزن فَعِلَۃٍ حَمِئَۃٍ، یہ مرکب توصیفی مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہے تَغْرُبُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مفعول فیہ ہوا۔ اس کا ترجمہ اس طرح ہے کہ پایا سورج کو اس حالت میں کہ غروب ہو رہا ہے دلدلی چشمے میں وَجَدَ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سببیہ جملہ۔ رَجَدَ فعل با فاعل عِنْدَ اسم ظرف ہے اس میں حرف حرف قرب و نزدیک ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ قُرب بارہ قسم کا ہے ۱ قُرب مکانی ۲ قُرب زمانی ۳ قُرب حِسی ۴ قُرب معنوی ۵ قُرب ملکیت ۶ قُرب جسمانی ۷ قُرب روحانی ۸ قُرب تقرب مرتبہ ۹ قُرب اعتقادی ۱۰ قرب ذاتی ۱۱ قُرب صفاتی ۱۲ قُرب علمی عِنْدَ کی آٹھ خصوصیات ہیں ۱ یہ ہمیشہ مضاف ہوکر آتا ہے ۲ اس اسم کی تصغیر نہیں ہوتی ۳ یہ ظرفیت کو لازم ہے ۴ بغیر حرف جر بھی ہوتا ہے ۵ اس پر کبھی کبھی صرف من حرف جر آسکتا ہے اُس وقت بحالت جر ہوتا ہے بغیر جارہ ہو تو منصوب ہوتا ہے ۶ اس کا حرف ایک ہی وزن و شکل ہے یعنی عِنْدَ۔ بعض نے کہا یہ عَنْدَ اور عُنْدَ زبر اور پیش سے بھی آجاتا ہے وہ غلط ہے ۷ اس کی ظرفیت مبہم ہوتی ہے ۸ ہر قسم کا اسم اس کا مضاف الیہ بن جاتا ہے ظاہر بھی ضمیر بھی مبنی بھی معرب بھی حاضر غیر حاضر مفرد متصل مضاف الیہ ہے اس کا مرجع مغرب الشمس ہے۔ یہ مرکب ظرف مکانی ہے وَجَدَ کا۔ قَوْمًا مفعول بہ۔ لفظ قوم اسم مُسَمّٰی جامد ہے لفظاً واحد معناً جمع ہے۔ وَجَدَ فعل ماضی سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قُلْنَا۔ فعل ماضی مطلق فاعل نا ضمیر جمع متکلم۔ دونوں مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قولوں ہوا یا حرف ندا قائم مقام اُدْعُ کے ذَا القَرْنَیْن۔ ذَا۔ اسم مکبرہ مضاف قَرْنَیْن اسم تثنیہ مضاف الیہ، یہ مرکب اضافی منادیٰ ہے یا کا اگلی عبارت حُسْنًا تک اس کا بیان ہے ۱ حرف عطف لغو تین ۳ باتوں کے لیے آتا ہے ۱ کبھی شک پیدا کرنے کے لیے ۲ کبھی ابہام و پوشیدگی کے لیے ۳ کبھی تفصیل بیان کرنے کے لیے ۴ کبھی اباحت و جواز بیان کرنے کے لیے ۵ کبھی اختیار دینے کے لیے یہاں اسی معنی میں ہے۔ اباحت کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ اَن حرف ناصبہ تَفْعِیْل۔ فعل مضارع باب تفعیل سے واحد مذکر حاضر اَنت اس میں پوشیدہ ضمیر مرجع ذوالقرنین۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَاؤ عطف زائدہ اِمَّا حرف عطف اختیار یہ پہلے اِمَّا کی وجہ سے دوبارہ آیا۔ اَنْ تَتَّخِذَ باب افتعال کا مضارع واحد مذکر حاضر اِتِّخَاذٌ مصدر ہے اَخَذٌ سے بنا ہے یعنی بنانا، لینا، پکڑنا، اختیار کرنا۔ یہاں یہ ہی معنی مناسب ہیں فِیْھِمْ فی جارّہ ھم ضمیر مجرور کا [illegible] دونوں متعلق ہے تَتَّخِذَ کا

marfat.com
Marfat.com

حُسْنًا اسم مفرد جامد بحالتِ نصب مفعول بہ ہے یعنی بھلائی اچھائی۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ معطوف علیہ اور معطوف مل کر بیان ہو اندکا۔ ندا اپنے منادی اور بیان سے مل کر مقولہ ہوا قول مقول مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۔ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۔

قَالَ فعل هُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ذوالقرنین یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اَمَّا حرف شرط مَنْ اسم موصول مذکر ذوی العقول کے لیے مراد ہے انسان لوگ ظَلَمَ۔ فعل ماضی مطلق ظُلْمٌ سے مشتق ہے یعنی نقصان کرنا فساد مچانا، ستانا ہلاک کرنا۔ هُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع مراد وہی قوم والے لوگ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا موصول صلہ مل کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ سَوْفَ حرف تقریب ہے یہ فعل مضارع کے شروع میں آتا ہے اس کا معنیٰ ہے عنقریب جلدی اب ابھی آخر کار۔ مضارع کو مستقبل کے لیے خاص کر دیتا ہے اور حال کے معنی ختم کر دیتا ہے مگر دنیا میں حرف تقریب صرف دو ہیں ۱۔ سَوْفَ ۲۔ سِیْنَ۔ مگر ان میں یہ طرح فرق ہے ۱۔ سَوْفَ میں زمانے مستقبل کی وسعت زیادہ ہوتی ہے س میں کم ہوتی ہے ۲۔ سَوْفَ پر لام نہیں آجاتا ہے س پر نہیں آسکتا۔ جیسے کہ وَلَسَوْفَ ۳۔ سَوْفَ اکثر اور اصلیت کے اعتبار سے وعید کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر س اکثر اور اصلیت کے اعتبار سے وعدے کے لیے لیکن کبھی کبھی اس کا الٹ بھی ہوتا ہے۔ نُعَذِّبُ باب تفعیل کا مضارع جمع متکلم، مگر اس کا فاعل واحد متکلم یعنی ذوالقرنین ہے صرف عظمتِ کلامی کے لیے جمع متکلم بولا گیا ہٗ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے یہ سب فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف تراخی کے لیے یعنی بعد میں يُرَدُّ فعل مضارع مجہول باب نصر۔ رَدٌّ سے مشتق ہے یعنی لوٹنا مجہول کا ترجمہ ہے لوٹایا جانا اِلٰی حرف جر انتہائیہ رَبِّهٖ مرکب اضافی۔ یہ جار مجرور متعلق ہے يُرَدُّ کا جملہ فعلیہ ہو کر شرط فَ جزائیہ يُعَذِّبُ مضارع واحد مذکر غائب هُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع رَبُّهٗ ہٗ ضمیر مفعول بہ عَذَابًا اسم مصدر موصوف نُّكْرًا اسم تفضیل مؤنث یا اسم صفت مشبہ مبالغے کے لیے یعنی سخت ناپسندیدہ یا سخت مضبوط کرتا بحالت نصب صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول مطلق ہے يُعَذِّبُ فعل اپنے سب معمولات سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی يُرَدُّ کی وہ شرط و جزا جملہ شرطیہ ہو کر معطوف، ثُمَّ تکلمہ کا وہ سب مل کر ہو کر معطوف علیہ۔ وَاَوْ عاطفہ جمع کے لیے اَمَّا حرف استدراک شرط کے لیے مَنْ موصولہ اٰمَنَ فعل ماضی مطلق۔ یعنی مومن بنا ایمان لایا۔ اس میں هُوَ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے مَنْ۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَاَوْ عاطفہ عَمِلَ فعل با فاعل صَالِحًا اسم فاعل واحد مذکر۔ یعنی نیک اچھے۔ منصوب مفعول ہے عَمِلَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اٰمَنَ کا۔ دونوں مل کر صلہ ہوا مَنْ کا موصول صلہ مل کر شرط ثانی ہوئی فَ جزائیہ لَهٗ۔ لام جارّ ہٗ ضمیر مجرور متصل متعلق ہے یہ اسم فاعل کا جَزَآءً اسم مفرد یعنی بدلہ ثواب

marfat.com
Marfat.com

نون وقایہ۔ یعنی اعراب کو بچانے والی نون اس نون نے جَزَاءُ کی تنوین کو بچایا اور لام سے بھی جوڑ دیا اگر یہ نہ ہوتی تو تنوین ختم ہو جاتی یا پھر لام سے علیحدگی رہتی اور یہ بھی منع ہے اَلْحُسْنٰی۔ الف لام ذِحُسْنٰی اسم تفضیل مؤنث۔ اس کی مذکر ہے اَحْسَنُ۔ حُسْنٌ سے مشتق معنی بہت اچھی جزا۔ یہ دونوں موصوف صفت ہیں، اور اسم ہیں پرشیدہ اِنَّ حرف مشبہ کا حاصل پرشیدہ اپنے مستتر ھُوَ فاعل متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم سے اِنَّ پرشیدہ کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ۔ وَاوُ عاطفہ۔ سَ حرف تقریب نَقُوْلُ فعل مضارع جمع متکلم فاعل نَحْنُ پرشیدہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ لَہٗ جار مجرور متعلق ہے نَقُوْلُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا مِنْ اَمْرِنَا۔ یہ بھی نَقُوْل کا متعلق دوم ہے۔ یُسْرًا۔ اسم مفرد جامد۔ ترجمہ ہے آسان کام یہ مقولہ ہے۔ دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو کر معطوف ہوا فَلَہٗ کے جملہ پر۔ دونوں عطف مل کر جزا۔ مَنْ اَمَنَ کی شرط و جزا مل کر معطوف ہے مَنْ کلمہ پر وہ دونوں مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ قولیہ خبریہ ہو گیا۔ ثُمَّ حرف عطف ہے تراخی کے لیے آتا ہے۔ تراخی چھ قسم کی ہے ۱ زمانی یہاں یہی مراد ہے ۲ مکانی ۳ ذاتی ۴ صفاتی ۵ رُتبی (درجے کے اعتبار سے) ۶ وضعی۔ یہاں ثُمَّ بمعنی فَ تعقیبیہ ہے اور علیحدہ کلام میں ہے مگر ایک قول میں عاطفہ اور اگلے جملے کا عطف ہے سابقہ جملے حَتّٰی اِذَا بَلَغَ پر اَتْبَعَ۔ فعل ماضی مطلق باب افعال ھُوَ پرشیدہ اس کا فاعل سَبَبًا۔ اسم مفرد جامد مفعول فیہ۔ یعنی اسباب میں یا مفعول مطلق ہے یعنی اَسباب کے ساتھ اَتْبَعَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۔ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۔

تفسیر عالمانہ یہاں سے سکندر ذوالقرنین کی مہم فتوحات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جس کے نشانات آج تک موجود رہ کر قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے پر ایک عظیم ثبوت ہے کہ ایک نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو علاقۂ عرب سے باہر نہیں نکلتے جن کے ہاتھوں میں توریت و زبور انجیل یا کوئی اور تاریخ کی کتاب نہیں ہے جن کے پاس مورخین عالم کی تحقیقی مجلسیں صحبتیں تو درکنار شناسائی تک نہیں وہ ہستی فی البدیہہ آج سے صدیوں پہلے ایک ایسے بادشاہ کی مختصر الفاظ میں ایسی سچی مضبوط اور مکمل سوانح زندگی پیش فرماتا ہے کہ جس سے اُس بادشاہ کی کامل شخصیت اور زندگی کا ہر پہلو نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ بچپن لڑکپن جوانی پڑھاپے۔ تہذیب و اخلاق خدا ترسی۔ قربِ الٰہی دین و ایمان رحم دلی رعایہ پروری۔ قلبی غنا۔ یا علی کا مقابلہ اور فتوحاتِ عالم طریقۂ کار کر دی دنیا کے غرض اور خداداد طاقت نیز عبادت و ریاضت حیاتِ ظاہری کے تمام کیفیاتی پہلو اس انداز سے اجاگر ہوتے ہیں کہ کسی کو انکار کی مجال نہیں رہتی اور ماننا پڑتا ہے کہ مَاهٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ۔ یہ انسانی کلام نہیں۔ سکندر کا ذکر تاریخوں میں بھی ہے مگر اتنے اختلاف کے [illegible] شخصیت گمنام ہو کر رہ گئی ہے قرآن مجید

marfat.com
Marfat.com

نے یہ تاریخ ساز بیان صرف تقریباً سولہ آیتوں میں ذکر فرمایا یہ قرآن کریم کا ہی اعجاز و بلاغت و فصاحت ہے ان آیت میں ذوالقرنین کی فقط ان ہی تین فتوحات کا ذکر ہے جس کے نشانات آج تک موجود ہیں جن کو سیاحان عالم نے بغور خود دیکھا اور حقانیت قرآن پر ایمان لانا پڑا اور یہی مقصود بھی ہے ورنہ قرآن مجید کسی بھی واقع کو محض افسانہ اور قصہ گوئی کے لیے بیان نہیں فرماتا۔ ان سولہ عدد آیات میں سکندر ذوالقرنین کی زندگی کا خلاصہ آٹھ پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے پہلے فرمایا گیا یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ۔ لفظ ذوالقرنین وہ متفق علیہ لقب ہے جو یہود و نصاریٰ کی کتب مذہبی کے علاوہ صدیوں پرانی تاریخوں میں بھی منقول ہوتا چلا آرہا ہے اور اسی لقب سے اس عالمگیر بادشاہ کی شخصیت کا تعین ہوتا ہے یہ تعین ذاتی نام کے ذکر کرنے سے نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ذاتی نام میں اختلاف ہے اہل فارس نے اس کو سکندر کہا اہل یونان نے فورس، عبرانیوں نے سائرس اور اہل عرب نے خسرو کہا اس اختلاف کی بنا پر نام لینے سے تعین ذات متاثر تھے اس لیے نام کو چھوڑ کر لقب مذکور کو اختیار کیا اسی لقب سے یہود و نصاریٰ کو انسیت اور الفت تھی کیونکہ سکندر کی سلطنت اور ظہور سے پہلے جس لفظ کے ذریعے پیشگوئی کی جاتی رہی وہ ذوالقرنین لقب ہی تھا چنانچہ توریت کے مطابق پہلی پیشگوئی جس میں بخت نصر کی بنیاد عروج و تباہ کاری و زوال ستر سال بنی اسرائیل کی قید بیت المقدس کی بربادی زوال سسن کر بنی اسرائیل کی قید بیت المقدس کی بربادی پر ذوالقرنین کا ظہور بنی اسرائیل کی آزادی و بامزت آبادکاری صیحل و بیت المقدس دوبارہ تعمیر کا ذکر تھا ایک اسرائیل بزرگ یسعیاہ نے ایک سو ساٹھ سال قبل ظہور بیان کر دی تھی، دوسری پیش گوئی ذوالقرنین کے متعلق اور اس کی بارشاہت عدل و انصاف نیکی رحم دلی تقویٰ طہارت کا ذکر ظہور سکندر سے ساٹھ سال پہلے ایک اور بزرگ یرمیاہ نے بشارت دی کہ ذوالقرنین ہی بنی اسرائیل کا نجات دہندہ ہے یہ بزرگ خود بھی اس وقت بخت نصر کے قیدی تھے انہیں بشارت خواب میں ایک اسرائیل بزرگ دانیال کو ملی یہ بخت نصر کے بعد اسی کی سلطنت کے وزیروں میں شامل ہو گئے تھے اور سکندر کی بابل فتح کے وقت بابل میں ہی تھے انہوں نے ہی سکندر ذوالقرنین کو اس کے متعلق یسعیاہ اور یرمیاہ کی پیشگوئیوں کے متعلق بتایا جس پر ذوالقرنین بہت حیران اور خوش ہوئے ان تینوں بزرگوں کو توریت میں نبی کہا گیا ہے وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ ان ہی بشارتوں کی وجہ سے آج تک یہود و نصاریٰ ذوالقرنین کا بہت احترام کرتے ہیں لیکن چونکہ تاریخی اختلافات کی بنا پر شخصیت بھی مختلف فیہ ہو گئی تھی مشرکین مکہ کے ذریعے یہود مدینہ نے لقب بول کر سوال کیا جس کو قرآن مجید نے ایسے شاندار طریقے سے واضح کیا اب کوئی دوسرا سکندر نامی اصلیت کو گمنام نہ کر سکے اس لیے کہ جو نشانیاں سکندر کی قرآن نے بیان کیں وہ کسی دیگر سکندر میں نہیں پائی جاتیں انسائیکلو پیڈیا اور تاریخ کی دیگر کتب میں چار سکندروں کا ذکر ملتا ہے اور مفسرین نے اپنے زعموں کے مطابق مختلف سکندروں کو اس قرآنی ذوالقرنین سے منسوب کیا ہے راہی اہل فارس کے محمد سکندر ۲ یعقوب بن قرین بن صمال ۳ قبیلہ

marfat.com
Marfat.com

نحم کا سکندر منذر بن اَمَرُ القیس حِمیَری یہ بھی بادشاہ تھا ۱۲ سکندر بن فیلقوس۔ قرآن مجید نے ذوالقرنین سکندر کی دوسری نشانی بتاتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الْاَرْضِ۔ یعنی ذوالقرنین کی حیران کُن شخصیت اور پوری زمین کی سلطنت کسی درس گاہی بیرونی یا خاندانی شاہی تربیت کا نتیجہ نہ تھی بلکہ سب کچھ تربیت و ذہانت فطانت فنون شہنشاہی آداب لشکر کشی تہذیب و تمدن قوت و جبروت حوصلہ مندی اَخلاق و آداب سب قدرت الٰہی کا عظیم شاہکار تھا کہ وہ بچہ جس کے پیدا ہوتے ہی اس کا اپنا سگا نانا اِسٹیاگس کسی نجومی کی بدخبری کی بنا پر اس کا جانی دشمن بن جاتا ہے اور گڈریا اُس کو چھپا کر اپنے دور پہاڑی جنگلی علاقہ میں پرورش کرتا ہے اور اٹھارہ سال تک چرواہوں کی جاہلانہ غیر مہذب زندگی گزارتا ہے مگر جب اس کو اپنی خاندانی سلطنت کا پتہ لگتا ہے تو عقاب کی طرح جھپٹتا ہے اور آناً فاناً اپنی خداداد صلاحیت اُن کے بھروسے پر پورے ایران پر قابض ہو جاتا ہے اور اردگرد کے چھوٹے چھوٹے سلاطین اُس کے سامنے گردنیں جھکاتے چلے جاتے ہیں یہی ہے اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ کا ظہور سکندر نے اپنے دورِ حکومت میں چھوٹی موٹی تمام جنگیں تقریباً ایک سو اسّی لڑیں جن میں پہلی جنگ دفاعی تھی جو ایشیاء کوچک (یونان، البانیا) کے عظیم سلطان کروئس کے حملے سے شروع ہوئی اور چند دن میں تمام ایشیا کو فتح کر لیا اب وہی کروئس جو شہنشاہِ عظیم کہلاتا تھا قیدی بنا کھڑا ہے۔ جس کو بعد میں معاف کر کے جان بخشی کر دی جاتی ہے اس کے بعد سے فتوحات کا دور شروع ہو جاتا ہے مگر بخت نصر کے بعد چنگیز اور ہلاکو خان کی جنگوں کی طرح ظالمانہ قاہرانہ خون ریزیوں اور تباہ کاریوں اور مار دھاڑ والی جنگیں نہیں جن کا مقصد فتوحات یا ملک گیری نہیں ہوتا بلکہ محض بربادی ہی ہوتا ہے ایسی سلطنتوں کا نشان بھی جلدی ہی مٹ جاتا ہے بلکہ ذوالقرنین کی فتوحات کا مقصد دنیا میں امن عدل و ایمان تقویٰ قائم کرنا مظلوموں یا مالوں کی دادرسی کرنا تھا یہی وجہ تھی کہ بارہ سال کی فتوحات میں پوری سرزمین کو مسخر کر لیا۔ تیسری نشانی۔ قرآن مجید میں ان ہی فتوحات کی تین اطراف عالم کی لشکر کشی کا ذکر ہوتا ہے اس طرح کہ سکندر ذوالقرنین پہلے فتوحات کرتا ہوا مغرب کی طرف لشکر کشی کرتے ہیں حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ۔ یہاں تک کہ جب زمین خشک اور آبادی کے آخری کنارے تک پہنچ گئے جس کے آگے دل دل یعنی برف پانی یا مٹی پانی کی کیچڑ کا علاقہ تھا وہاں بوقت مغرب قیام ہوا سورج کو چھپتے دیکھا کہ حد نگاہ تک پھیلے ہوئے دل دل میں سورج چھپ رہا ہے یہ صرف نظر کا احساس تھا ورنہ سورج ڈوبتا نہیں ہے سورج زمین سے ایک سو ستاسٹھ گنا بڑا ہے۔ اور یہ احساس ہر نظر کو ہوتا ہے شمالی پہاڑوں پر جا کر لگتا ہے پہاڑوں میں ریگستان میں کھڑے ہو تو ربت میں ڈوبتا محسوس ہوتا ہے سمندر کے کنارے کھڑے ہو تو سمندر میں حالانکہ سورج مدار زمین سے کروڑوں میل دور وَرَاءُ الافق ہے حَمِئَۃٍ کا معنی چشمہ یا علاقہ ہے حَمِئَۃٍ کی مراد دلدل یا گرم پانی ہے وَوَجَدَ عِنْدَھَا قَوْمًا۔ وہاں ایک شہر تھا جس کے بارہ ہزار دروازے تھے اُس میں [illegible] جن جانوروں کا لباس صرف جنگلی جانوروں

marfat.com
Marfat.com

کی کھالیں تھیں وہ بھی آدھے بدن پر تہبند کی شکل میں۔ اور خوراک سمندری مچھلی تھی۔ قومِ ثمود کے افراد میں سے تھے اس شہر کا نام حِرَّ نُجیا تھا اس دل دلی علاقہ کے پاس نرم زمین میں یہ شہر آباد تھا۔ بعض نے کہا عِیْنَ حَامِیَۃ کا تعلق مَغْرِبَ الشَّمْسِ سے ہے مگر یہ غلط ہے وہ تو بہت دور تھا مَغْرِبَ الشَّمْسِ یعنی سورج ڈوبنے کا ذکر تو اُس کے پجاریوں کو سنانے کے لیے فرمایا گیا کہ ان کا یہ معبود ڈوب رہا تھا۔ قُلْنَا۔ ہم نے ذوالقرنین سے فرمایا۔ یا بذریعہ الہام یا بذریعہ اُس وقت کے نبی کے جو ساتھ ہی ہوں گے غالباً دانیال ہی ہوں۔ یا القاءِ قلبی ضمیر کی آواز کے ذریعہ یا بذریعہ وحی نبوی اگر وہ نبی ہوں تو۔ اے ذوالقرنین تم بااختیار بادشاہ اور صلاحیتِ خداداد والے ہو اپنی شریعت کے مطابق اِس کافر قوم سے جو چاہو سلوک کرو یہ تمہاری رعایہ ہے یا ان کو کفر کی وجہ سے سختی کرو کوئی لو رعایت نرمی نہ کرو یا ان سے دین و ایمان کے کام لینے اور یہ علاقہ ان کے سپرد کرنے کے لیے ان کو اچھا مومن نیک تربیت یافتہ بنا دو تاکہ یہ جنگلی علاقہ بھی نورِ ایمانی سے جگمگا جائے اور ان کی کوتاہیوں جہالت کی سرکشیوں سے درگزر فرماؤ۔ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۔ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨ الْحُسْنٰی وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ۔

حضرت ذوالقرنین نے یہ پیغام الٰہی سن کر اپنے لشکر کو خطاب فرمایا کہ اس قوم کو ایمان کی تبلیغ کرو جو شخص اپنے کفر و انکار پر ہی ضد کرے ہماری تبلیغ نہ مانے تو ہم اسی دنیا میں ابھی اس کو ایسی سزا دیں گے جو بندہ بنا دے یا قتل کر دیں گے پھر وہ کفر پر مرنے کی وجہ سے اپنے رب تعالیٰ کی طرف اُس بدتر حیسی کی حالت میں لوٹے گا کہ رب تعالیٰ اس کو ذلت آمیز سخت دائمی عذاب دے گا۔ اس بات سے بھی ان کفار کو آگاہ کر دو تاکہ کسی قسم کی بھول یا غفلت میں نہ رہیں ہاں البتہ جو ہمارے کہنے لگ کر ایمان لے آئے اور ہمارے بتائے ہوئے نیک پاک شریعت کے مطابق عمل کیے تو دنیا اور آخرت میں بہترین شاندار دائمی خوشیوں والی جزا اُس کو ملے گی اور عنقریب ہم اُس کو اپنی شریعت پاک کے نہایت آسان پاکیزہ کام بتائیں گے جو اُن کی دنیا کے ساتھ دین بھی سنوارتے چلے جائیں گے۔ ان تمام تبلیغی کام ہدایات اور حسنِ سلوک سے فارغ ہو کر اور اس طرف کی تمام فتوحات حاصل کر کے ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۔ پھر دنیا کے دوسرے کنارے کی طرف مع لشکر اور ساز و سامان چل پڑے۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکمل نائب کا انعامِ قدرت کا علیہ عظیم خوشی بخشی ہے یہ عزت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو تو عطا ہوتی ہی ہے مگر اُن کے صدقہ میں بعض اولیاء اللہ کو بھی اس خصوصیت سے نوازا جاتا ہے ان میں سے ذوالقرنین تھے اسی تربیت الٰہیہ کا نتیجہ تھا کہ ایک بادیہ نشین اور جنگل کا پروردہ نوجوان آناً فاناً سروسامانی کے باوجود فتوحات کی وسعت بحکم الٰہی حکومت اور اخلاق حسنہ کی فضیلت جیسی لاکھوں طاقتیں کے کر پورے جہان

marfat.com
Marfat.com

پر سلطان معظم بن جاتا ہے۔ دوسرا فائدہ کسی بزرگ ولی اللہ کو صاحب اختیار یا آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل کہنا شرک نہیں بلکہ یہ عقیدہ عین ایمان ہے مختار کا معنی یہ ہے کہ اختیار دیا ہوا۔ اور یہ بہرحال کسی بندے کی ہی صفت ہو سکتی ہے یہ فائدہ (اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ (الخ) میں اِمَّا حرف عطف اختیاری اور صیغہ واحد مذکر حاضر اور قُلْنَا فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ کفار کی دنیوی سزائیں قتل وغارت یا اُن پر آسمانی عذاب اُخروی عذاب کا بدلہ یا کمی کا باعث نہیں ہے۔ آخرت کا مکمل اور دائمی عذاب ایک علیحدہ چیز ہے ہاں البتہ گناہگار مسلمان کی دنیوی سزا حد یا تعزیر کی صورت میں اُس کی اُخروی سزا کا بدلہ بن جاتا ہے۔ یہ فائدہ ثُمَّ یُرَدُّ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا لہٰذا اُن فادیانیوں کا قول باطل ہے۔

احکام القرآن

اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دین اور شریعت بندوں کے لیے ہر دور ہر علاقہ میں انتہائی آسان ہے لہٰذا اسلام یا شریعت کے کسی مسئلے وقانون کو سخت کہنا گناہ عظیم ہے اور اسی طرح اپنی طرف سے نئی آسانیاں پیدا کرنا بدویانی اور گمراہی ہے یہ مسئلہ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا۔ کہنے سے مستنبط ہوا دوسرا مسئلہ۔ مزدور کو اُس کے کام کی اُجرت کام سے بہتر اور جلدی ادا کرنی چاہیے اور اگر کچھ طے شدہ سے مزید دی جائے تو یہ اَخلاق حسنہ ہے یہ مسئلہ جَزَآءَ الْحُسْنٰی اور اَمْرِنَا یُسْرًا۔ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا تیسرا مسئلہ شریعت کا قانون یہ ہے کہ جب لشکر اسلام کسی غیر مسلم قوم پر فتح پائے تو اُس کی اسلامی اصلاح کو مقدم رکھے ایک دم قتل وغارت نہ شروع کرے اگرچہ بعض موقعوں پر اس کی بھی اجازت ہے مگر ایک دم قتال فتوحات اسلامیہ کے مقصد کے خلاف ہے یہ مسئلہ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ۔ کے پورے کلام سے مستنبط ہوا۔ ہاں البتہ باغی، فسادی سرکش اور مرتدین یا آزمودہ کفار کو مہلت اصلاح دینی منع ہے کیونکہ نقصان دہ ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا سورج کو چشمہ کے دَلدَل میں ڈوبتا محسوس کیا حالانکہ وہاں سمندر تھا جو پانی کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے جب کہ چشمہ یعنی عَیْن سب سے چھوٹا ذخیرہ ہوتا ہے یہاں عین فرمانا کیونکر مناسب ہوا۔ جواب۔ لفظ عین مشترک ہے یہاں معنی ہے علاقہ اور دلدلی علاقہ سمندر کے مقابل واقعی بہت ہی چھوٹا ہے اس لیے اُس نسبت سے عین فرمانا بالکل درست ہے یعنی سمندر کا ایک حصّہ۔ دوسرا اعتراض اِس آیت میں دو جگہ فرمایا گیا۔ وَجَدَ، وَجَدَهَا تَغْرُبُ، وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا۔ وَجَدَ۔ کا معنی کسی چیز کو موجود پا لینا۔ اور یہ معنی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے حالانکہ دوسرا وَجَدَ تو درست ہے لیکن پہلا وَجَدَہٗ یعنی سورج کا کیچڑ میں ڈوبنا بقول حقیقت اور سائنسی تجربہ [illegible] کروں میل دور ہونے کے علاوہ

marfat.com
Marfat.com

زمین سے ایک سو ستر ہاتھ یا ایک سو پچاس یا ایک سو بیس گز بڑا بھی ہے بڑی چیز چھوٹی میں کیسے ڈوب سکتی ہے اور سورج ڈوبتا ہی نہیں کیا قرآن کو یہ بھی پتہ نہیں تھا۔ (آریہ صفحہ ۹) جواب یہ اعتراض انتہائی کم علمی کی بنا پر ہے۔ خیال رہے کہ وجدانی افعال قلوب میں سے ہے جو صرف قلبی حقیقت پر دلالت کرتا ہے قلبی حقیقت تین قسم کی ہوتی ہے ۱ حقیقت بصری ۲ حقیقت واقعی ۳ حقیقت ظنیہ پہلے وجدیہ میں حقیقت بصری کا ذکر ہے جس کو ہم محسوس کرنا کہتے ہیں یعنی صرف آنکھ کا دیکھنا اور یہ کیفیت تا قیامت ہر انسان کے ساتھ قائم ہے اسی رویتِ بصری پر تمام علمِ فلکیات کا دارومدار ہے اسی سے چاند سورج کی رفتاری وگرہاں و قیقے طول وعرض کی منزلیں گھنٹے اور گول نقشے بنائے جاتے ہیں بلکہ یہاں وجدفرما کر تو سائنسدانوں اور ماہرین فلکیات کے لیے راہ ہموار کیا گیا ہے ورنہ خود صمد و آریہ وغیرہ بھلانے تو پرانی مذہبی کتب میں اسی مفہوم کی تھال جیسے سورج کی ظاہری بصری شکل کی بنا پر سورج کو نہ جانے کس کس انداز کا دیوتا بنا دیا قدر اپنی کتابوں کی خبر لو۔ تیسرا اعتراض جن لوگوں نے حضرت ذوالقرنین کو نبی نہیں مانا وہ غلطی پر ہیں کیونکہ یہاں فرمایا گیا قُلْنَا یعنی رب تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا وحی ہوتا ہے اور وحی صرف انبیاء علیہم السلام پر آتی ہے جواب قُلْنَا یا قَالَ کی وجہ سے کسی کو نبی کہنا بہت کمزور دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول بلکہ لفظ وحی بھی کسی شخص کے لیے استعمال کرنا نبوت سے خاص نہیں (دیکھو اللہ بلکہ شہد کی مکھی اور ابلیس کے لیے بھی لفظ قول استعمال ہوا ہے یہاں قُلْنَا سے مراد یا تو الہام یا اس وقت کے کسی ہم رای نبی علیہ السلام کے ذریعے یہ پیغام دینا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

تفسیر صوفیانہ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ۔

یہاں تک کہ جب بندۂ سالک خداداد قوتوں سے عالمِ علیٰ کے کناروں تک پہنچتا ہے جو روحِ انسانی کا مغربِ شمس ہے وہاں روح کو انکارِ باطل کے دلدلِ بدمزاج میں ڈوبتا محسوس کرتا ہے جو گناہوں کی کیچڑ ہے اور اسی دلدلِ فنا کے پچاس عالمِ اجساد میں قوائے بدنیہ نفوس امّارہ اور طبیعت ناسوتیہ کی قوم کو موجود پایا یا تب اپنے مخلص متفکر بندۂ عشق سے ہمنے فرمایا کہ اے لاہوت وناسوت کے فاتح سلطان یا اسی قوم میں سوتیہ غفلت ارضی کے نفوس سے ہیبت کو مجاہدۂ خلوت کی تلوار اور عبادتِ شرعیہ کی چھری و ریاضتِ شاقہ کے خنجر سے قتل کا عذاب دیدے یا رفق ومدارات کے آغوش کی صحبتِ صالح وحسنِ تدبیر کی تربیت عطا کردے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ انسان میں یہ تین خصلتیں ہوتی چاہئیں پہلی یہ کہ جب مدِّ مقابل حریف ناحق شگوار بات کرے تو ناراض نہ ہو نہ ناراضگی کی کیفیت ظاہر کرے بلکہ طبیعتِ حسن سے خوش ہونا چاہیئے۔ دوم یہ کہ موجودہ حریف جب غلط بات کرے رنجیدہ ہونا چاہیئے کیونکہ رب تعالیٰ نے اس کو استعدادِ ہدایت اور شکر کرامت واسبابِ امامت کی بادشاہت اسی لیے عطا فرمائی ہے کہ وہ بیہودوں کی اصلاح کرے۔ سوم کہ اپنے نفس کو ہر حالت میں مخالف کے خلاف کسی بھی جہالت سے

marfat.com
Marfat.com

بچانا چاہئے ورنہ اللہ تعالیٰ کے عطیۂ نعمت و قوت کا غلط استعمال اور ناشکری ہوگی۔ چار بندوں کو چار چیزیں چار مقاصد کے لیے دی گئیں ہیں وا اُحمر کو دولت غریب پروری کے لیے ۲ بادشاہوں کو سلطنت رعایہ پروری کے لیے ۳ علماء کو علم کا نور ظلمتِ جہالت کو دور کرنے کے لیے ۴ اور لیا صوفیا کو خزانۂ معرفت قربِ الٰہی کی منزل تک پہنچانے کے لیے یہ چاروں اپنے اپنے مقام پر سکندر تا سوتی اور ذوالقرنین نا ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک کے اسباب ولایت و دراثت جداگانہ جب تک فَاَتْبَعَ سَبَبًا۔ پر عملِ خلوص ہوتا رہے گا زمین پر امن و امان قائم رہے گا ورنہ فَسَادٌ فِی الْاَرْضِ کا طوفان اٹھتا رہے گا۔ بزرگوں نے فرمایا کہ اُس وقت تک جہان میں امن قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ چار قسم کے حُسنًا عالم شہود اور زمین مخلوق میں قائم نہ ہوں ۱ جُہلا کی نادانیوں جہالتوں کو معاف کرنے کا رواج قائم کرو ۲ اپنے آپ کو جہالت کے ارتکاب اور انتقام لینے سے بچاؤ ۳ اپنی چیزیں ضرورت مندلوگوں پر خرچ کرو ۴ عوام کے احسانات لینے سے بچو۔ بلکہ مایوس ہو جاؤ۔ اگر بندوں میں یہ خصائلِ حمیدہ پیدا ہو جائیں تو جہاں میں سلامتی و حفاظت کی شاہی ہو۔ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا۔ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ الْحُسْنٰى وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔

سکندر بدنی نے عرض کیا کہ جس نفس نے اپنی خاصیات اور خواہشات کو اپنے مقصدِ حیات کے خلاف استعمال کیا اور غیر موضوع جگہ میں برتنے کا ارادہ کیا اُس ظالم نفس کو اس کی ہواؤ ہوس سے دوری قبر و قہر کا سزاءِ عذاب دیں گے اُس سزا اور اُس کی درازیِ تا قیامت سے نجات نہ پا سکے گا پھر اپنے ربِّ قہار کے حضور پیش کیا جائے گا تو وہ فراق و تنہائی کا ایسا سخت عذاب دے گا کہ ساری خواہشات مٹا کر فنا ہو جائیں گی یہی دوری اور قطع تعلق کا عذابِ جہنم ہے۔ لیکن جس نفس باطن نے ضمیرِ سکندری کی آوازِ حیات کو تسلیم کیا اور حواسِ صالحہ کئے تو اُس کے لیے سبیۂ ظاہر میں وصلِ انوار اور وصولِ اسرار کی اچھی و سچی جزاء انعام ہے اور ایسے نفوسِ مطیع کو مجاہدہ عبادات و مناجات خواہشات کے بعد تخفیفِ عمل اور استراحتِ ابدی کا امر بشر کا پیغام سنائیں گے۔ ملکتِ صمد و رب کے علاقہ ظلمات میں یہ احکام روحانی نفاذ فرما کر پھر وہ مرشد باطنی اسباب ازلی تقدیری کے ساتھ چلا جسم انسانی کے اندرونی علاقہ باطنی میں قرباب روحانی کی اور نفوذ جذب پکڑ دھکڑ اس لیے ہے تاکہ بندے کا ظاہر و باطن ایک ہی سلطانِ عشق کے ماتحت ہو کر مناسبت آوارہ مزاجی ختم ہو جائے۔ جس شخص کو یہ تربیت نصیب نہیں ہوتی وہ ذات ناقابل میں ہی مرجاتا ہے۔ ورنہ بندہ ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی کرتا ہے۔ ذکر الٰہی کے وظیفے بھی پڑھتا ہے لیکن فہم کسی صفتِ الٰہی سے متصف نہیں ہوتا۔ انسان کی فضیلت علم سے ہے اور اعمال کی قدر و قیمت خلوصِ تربیت کی حیثیت سے لگائی جاتی ہے علماءِ آخرت کو سراحتِ کاملہ سکینہ سے نوازا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اعلم بالصواب۔

(از تفسیر شاہی و مضامین)

marfat.com
Marfat.com

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ

پھر جب وہ پہنچ گئے سورج کے مشرقی علاقے میں پایا اس سورج کو طلوع ہوتا ہوا

یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر

عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾

ایسی قوم کے اوپر کہ نہیں بنایا ہم نے ان لوگوں کے لیے اس سورج کے مقابل کوئی پردہ

نکلتا پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہ رکھی

كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ

ذوالقرنین کا سب کام اسی طرح ہوتا رہا اور ہم نے علم کے گھیرے میں لے لیا ہے اس کی تمام باتوں کو پھر

بات یہی ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے ۔ پھر

اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ

وہ آگے چل پڑے اسباب کے ساتھ پھر وہ پہنچ گئے دو طرف پہاڑوں کے درمیان تو اس دو طرفہ پہاڑی

ایک سامان کے پیچھے چلا یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے نیچے پہنچا

مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

درے کے قریب ہی پایا ایک ایسی قوم کو جو عقلی باتیں سمجھنے کے قریب بھی نہ تھے ۔

اُن سے اُدھر کچھ ایسے لوگ پائے کہ کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ

ان کے کچھ لوگ بولے اے ذوالقرنین بے شک یاجوج و ماجوج

انہوں نے کہا اے ذوالقرنین بے شک یاجوج و ماجوج

marfat.com
Marfat.com

مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا

لوگ فساد پھیلانے والے ہیں اس علاقے میں تو کیا ہم لوگ کچھ چندہ کر کے آپ کو خرچہ دیں
زمین میں فساد مچاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر کر دیں

عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

اس مقصد کے لیے کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی سخت آڑ بنا دیں
اس پر کے آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنا دیں

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق کفار کی طرف سے یہی سوال تھا کہ وہ کونسا شخص ہے جس نے مشرق اور مغرب میں سفر کیا یعنی اس کی سلطنت ساری روئے زمین پر ہوئی وہ مشرق و مغرب کا حکمران تھا، یہاں اس تیسرے سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے پچھلی آیت میں علاقہ مغرب کی طرف سفر کا ذکر ہوا اب ان آیت میں علاقہ مشرق کی طرف سفر کا ذکر ہے دوسرا تعلق پچھلی آیت میں نیک و بد دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا کہ جو بد ہیں ان کا برا انجام اور سزا و عذاب اور جو نیک ہیں ان کے لیے ہر جگہ آسانیاں سہولتیں ہیں، اب ان آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ برے لوگوں کو کس طرح دیوار کے پیچھے قید کرنے کے منصوبے سے سزا کی تجویز بنائی گئی تھی تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں مفسدین اور اہل شر کا صرف تذکرہ ہوا ہے اب ان آیت میں اس وقت کی اس فسادی قوم کا نام بتایا گیا کہ وہ یاجوج و ماجوج تھے، شان نزول، مشرکین مکہ نے یہود مدینہ سے پوچھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طریقہ سے سوال کیا کہ وہ کونسا نبی ہے جس کا ذکر توریت میں صرف ایک بار آیا ہو۔ چونکہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے اس لیے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ تم تمام بتاؤ مشرکین نے کہا وہ ذوالقرنین ہیں آپ اس کے حالات بتائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وحی آنے کی تو بتاؤں گا۔ تھوڑی دیر بعد سورۃ کہف آیت نازل ہوئی از آیت ۸۳ تا ۹۸، کفار مکہ اتنے دور دراز کے قدیمی حالات سن کر حیران ہوئے اور دل میں جان گئے کہ یہ واقعی رب تعالیٰ کا کلام ہے۔

تفسیر نحوی حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۙ كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۔

حرف حتّٰی ابتدائیہ معنی تک ہیں اذا ظرف زمان بلغ فعل ماضی مطلع مضاف الشمس مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ وجد فعل ماضی ہا ضمیر مفعول بہ جس کا

marfat.com
Marfat.com

مرجع ذوالقرنین۔ مُطلَع اسم ظرف واحد مذکر باب فتح مَطلَعٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے جڑھنا طلوع ہونا مضاف ہے الشمس الف لام عہد خارجی شمس اسم مفرد جامد اس کی جمع ہے شموس یہ مؤنث لفظی ہے اس کی تصغیر شُمَیسۃٌ ہے ترجمہ ہے سورج مطلع الشمس مرکب اضافی ظرف مکانی ہے بَلَغَ کا مراد ہے مشرقی علاقہ۔ یہ سب ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا۔ وَجَدَ باب ضرب کا ماضی مطلق اس کا فاعل ذُوالقرنین کی پر شیدہ ضمیر ھُوَ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع الشمس ہے منصوب ہے کیونکہ مفعول یہ ہے وَجَدَ کا۔ اور ذوالحال ہے اگلی عبارت کا تَطْلُعُ باب نَصَرَ مضارع معروف۔ یعنی حال اس کا فاعل ھِیَ ضمیر مؤنث غائب قَوْمٌ علی جارہ فوقیت کا۔ قوم موصوف اگلی عبارت صفت لَمْ نَجْعَلْ فعل مضارع نفی جحد بلَمْ بمعنی ماضی مطلق نَحْنُ ضمیر جمع متکلم پوشیدہ مرجع اللہ اللہ تعالیٰ لَھُمْ جار مجرور متعلق ہے لَمْ نَجْعَلْ کا اس میں ھُمْ کا مرجع قوم ہے وہ معنی جمع ہے اس لیے ھُمْ کی ضمیر جمع ہے مِنْ حرف جر زائدہ دُوْنِ اسم مفرد جامد اس کے اُلٹھ معنی نہیں ہے ۱۲ علاوہ ۱۲ مقابل ۱۲ سوائے ۱۲ بغیر ۱۲ قریب ۱۲ حفاظت ۱۲ گھٹیا ۱۲ حد سے بڑھنا تجاوز کرنا، یہاں مراد ہے مقابل (سامنے) نحات کے اس کے تلفظ میں چار قول ہیں ۱۲ یہ دَنُوَّ سے مقلوب ہے ۱۲ یہ اصلیت پر ہی جامد ہے ۱۲ یہ ظرفیت کے لیے مستعمل ہے فوق کے مخالف یعنی نیچے کے معنی میں ہے ۱۲ نیز یہ معرب ہے مبنی نہیں ہے اس لیے اس پر تینوں اعراب آجاتے ہیں دُوْنَ۔ دُوْنُ۔ دُوْنَ۔ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ ہر اسم ہو سکتا ہے۔ ظاہر بھی ضمیر بھی معرف باللام بھی نکرہ بھی مبنی بھی معرب بھی۔ ھَا ضمیر اس کا مضاف الیہ مرجع ہے الشمس، سِتْرًا اسم مفرد جامد۔ یعنی یہاں یہ لفظ حامل مصدر ہے۔ اس کے مصدر سے تمام مشتقات صادر ہوتے یہ باب نَصَرَ میں گردان ہوتا ہے۔ بحالت نصب ہے مفعول یہ ہے لَمْ نَجْعَلْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی قَوْمٌ کی موصوف صفت ملکر مجرور اور جار مجرور مل کر متعلق ہے تَطْلُعُ کا وہ جملہ فعلیہ حالیہ خبریہ ہو کر حال ہوا ھا ضمیر کا۔ وَجَدَ اپنے فاعل اور ھَا مفعول یہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی اس جزا میں قَ لانا ممنوع ہے کیونکہ وَجَدَ فعل ماضی بغیر قد ہے۔ یہ شرط و جزا مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔ ایک قول میں یہ شرط و جزا نہیں لیکن جو کہتے ہیں یہ شرط و جزا نہیں وہ کہتے ہیں چونکہ تطلع میں اسی طرح شک ہے جس طرح تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ کے سابقہ جملہ میں اور جہاں شک ہو وہاں شرطیت ہوتی ہے۔ اور جنہوں نے اس کو شرط و جزا نہیں مانا وہ اِذَا حسب سابق ظرفیہ مانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہاں تو قطعاً کسی قسم کا شک نہیں۔ لیکن پہلے جملے مغرب الشمس میں شرط و جزا دالا شک نہیں وہ اگر مگر والا دونوں میں شک ہوتا ہے۔ جب کہ اس جملے میں آنکھ کے دھوکے کا شک ہے۔ بہرکیف ظرفیت کا قول زیادہ مضبوط ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ کَذٰلِکَ۔ اسم اشارہ بعیدی واحد مذکر کے لیے یہ چار حرفوں کا مجموعہ ہے ۱۲ کاف حرف تشبیہ ۱۲ ذَا اسم اشارہ ۱۲ لِ حرف بعیدی ۱۲ کاف ضمیر مخاطبہ اب یہ سب جڑ کر ایک اسم اشارہ کہلائے لیکن چار حرفوں کا معنی اس میں شامل ہے یعنی اے مخاطب ۱۲ وَقَدْ اَحَطْنَا۔ ترجمہ اُلٹا ہوگا۔ اب استعمال صرف چار

marfat.com
Marfat.com

صیغوں کے لیے ہوتا ہے ۱ واحد مذکر کے لیے کَذٰلِكَ ۲ واحد مؤنث کے لیے کَذٰلِكِ ۳ جمع مذکر کے لیے کَذٰلِكُمْ ۴ جمع مؤنث کے لیے کَذٰلِكُنَّ یہ الفاظ مبہمات میں سے ہے اسی لیے معنی ہے یہاں اس کی نحوی ترکیب میں چھ قول ہیں اول یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ دراصل ہے۔ وَاَمْرُهٗ كَذٰلِكَ ۔ یعنی ذوالقرنین کا پورا قانون اسی طرح ہے۔ دوم یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ذوالقرنین نے پایا سورج کو قوم پر اس طرح پایا۔ یا طلوع ہوا اس طرح طلوع ہونا سوم۔ یہ صفت ہے جُمْلَہ کے مفعول مطلق جعلاً مصدر کی یعنی نہ بنایا ہم نے سورج کو آڑ بنانا اس طرح چہارم یہ صفت ہے سِتْرًا۔ یعنی آڑ اس طرح۔ دالیں آڑ) پہلی ترکیب میں كَذٰلِكَ مرفوع ہے باقی ان تین ترکیبوں میں منصوب ہے پنجم یہ كَذٰلِكَ صفت ہے قَوْمًا کی۔ ترجمہ ہے کہ علاقۂ مغرب میں ایسی ہی کافر قوم پائی جس طرح کہ علاقۂ مطلع الشمس میں۔ اسی ترکیب میں یہ خبر ور ششم، یہ بَلَغَ کا جار مجرور بیان ہے۔ یعنی پہنچے اسی طرح جس طرح پہلے پہنچے مگر پہلی ترکیب زیادہ درست ہے۔ وَقَدْ اَحَطْنَا ۔ واؤ سر جملہ قَدْ اَحَطْنَا ۔ باب افعال کا ماضی قریب جمع متکلم۔ اس کا مصدر ہے اِحَاطَةٌ مادہ ہے حَيْطٌ یعنی گھیرنا یہ دراصل تھا اَحَيَطْنَا ۔ مصدر ہے اِحْيَاطٌ ی پر فتحہ ثقیل ہوا ماقبل حرف صحیح کے سکون کی وجہ سے، فتحہ منتقل کیا گیا مَا قَبْلَ کی طرف اب دو ساکن جمع ہوتے ا ی ۱ ط ۔ ی کو گرا دیا۔ یہی تقابل اس کے مصدر میں ہوئی ہے۔ جار مجرور موصول لَدَيْهِ مرکب اضافی صلہ سے سب مل کر متعلق ہے قَدْ اَحَطْنَا ۔ کا خُبْرًا۔ اسم حاصل مصدر مفعول فیہ ہے قَدْ اَحَطْنَا۔ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہے ثُمَّ یعنی تعقیبیہ ابتدائیہ، عاطفہ نہیں ہے اَتْبَعَ فعل سَبَبًا اس کا مفعول مَعَهٗ سب ملکر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۔ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۔

حَتّٰى۔ حرف عطف مگر ابتدائیہ ثُمَّ کے معنی میں اِذَا ظرفیہ زمانیہ بَلَغَ فعل ماضی فاعل ھُوَ پوشیدہ مرجع ذوالقرنین بَيْنَ اسم ظرف مکانی السَّدَّيْنِ، الف لام عہدی، سَدَّيْنِ، اسم تثنیہ اس کا واحد ہے سَدٌّ، بمعنی روک، ستر اور سَدٌّ میں یہ فرق ہے کہ ستر آنکھ کے لیے پردہ سَدٌّ پورے جسم کے لیے پردہ ۲ ستر کپڑے کی آڑ سَدٌّ کسی ٹھوس چیز دیوار۔ پہاڑ وغیرہ کی آڑ ۳ ستر عارضی آڑ سَدٌّ مستقل آڑ ۴ ستر موسمی آڑ سَدٌّ دائمی آڑ ۵ ستر غیر ضروری آڑ سَدٌّ ضروری آڑ ۶ ستر پردہ سَدٌّ حد بندی یہاں دونوں لفظوں سے پہلے معنی مراد ہیں تثنیہ کا معنی ہے دو رکاوٹیں دائیں بائیں بیچ میں خلا دروازہ وغیرہ یہ مرکب ظرف ہے۔ بَلَغَ کا وَجَدَ فعل ماضی فاعل ھُوَ پوشیدہ مرجع ذوالقرنین مِنْ جارہ تبعیضیہ یعنی کچھ تھوڑی یا بیانیہ ہے دُوْنِ اسم مفرد جامد۔ یہاں معنی ہے قریب ھِمَا ضمیر تثنیہ کا اعراب کسرہ مرجع سدین ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہے جار مجرور سے مل کر متعلق ہے وَجَدَ کا قَوْمًا [illegible] فعل مضارع منفی معروف جمع مذکر غائب

marfat.com
Marfat.com

کوڈے مشتق ہے یہ افعال مقاربہ سے ہے افعال مقاربہ یہ کل چھ عدد ہیں اور معناً ان کی تین قسمیں ہیں ۱ ابتدا کی قربت اس کے لیے صرف ایک فعل عسیٰ آتا ہے ۲ ابتدا اور اخذ کے معنی میں اس کے لیے صرف طفق۔ جعل۔ کرب آتے ہیں ۳ حصول کے لیے۔ ایک فعل کاد ہے او شک حصول اور امید دونوں معنی میں مشترک ہے۔ کاد فعل متصرف ہے اس کے تمام مشتقات اسمی و فعلی ہوتے ہیں، قرآن مجید کی مختلف چوبیس ۲۴ آیت میں کاد کے صیغے آئے ہیں ثم اس میں پوشیدہ اس کا فاعل اگلا جملہ اس فعل مقاربہ کے بعد ہمیشہ مضارع ان کے بغیر ہوتا ہے۔ یَفْقَهُوْنَ۔ فعل مضارع ثم پوشیدہ فاعل مرجع قوم ہے عربی میں سمجھنے کے لیے تین لفظ مرادف ہیں ۱ فہم ۲ دَرِیَ ۳ فَقِہَ مگر تینوں میں فرق یہ ہے کہ لغت اور زبان کو جاننا فہم ہے لیکن عقل اور سمجھ داری سے جاننا فقہ، اور اپنی سوچ و فکر سے جان لینا دَرِیَ ہے قَوْلًا۔ اسم مصدر حال مفعول یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مقاربہ کی وہ فعل اپنے فاعل اور خبر سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے قوم کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے وَحَدَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر بیان سے اذ ابلغ کا سبب ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا قالوا فعل فاعل ملکر جملہ قول ہوا یا حرف ندا ذَا قَرْنَیْنِ اس منادیٰ اگلا پورا کلام اس کا بیان ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے یاجوج اسم مفرد جنسی واؤ عاطفہ یاجوج اسم مفرد معنوی یہ دونوں لفظ غیر منصرف ہیں علم و عجمی ہونے کی وجہ سے یہ دو قوموں کے قومی نام ہیں یاجوج و ماجوج کا تفصیلی بیان تفسیر عالمانہ میں ہوگا۔ انشاء اللہ یہ دونوں لفظ با ہمزہ بھی پڑھے گئے ہیں جیسے سے یعنی یأجوج مأجوج یہ دونوں علف اسم ہے اِنَّ کا مُفْسِدُوْنَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر ہم ضمیر پوشیدہ فاعل ہے جس کا مرجع یاجوج ماجوج فِی الْاَرْضِ یعنی زمین یہ جار مجرور متعلق ہے مُفْسِدُوْنَ کا یہ سب ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ عاطفہ صَلْ حرف استفہام (سوالیہ) تَجْعَلُ۔ باب فتح کا مضارع معروف جمع متکلم فاعل وہ قوم والے ہیں جَعْلٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا کرنا، اداکرنا، لَکَ۔ لام جارّہ۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرادہ ہے دُو القرنین۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تَجْعَلُ کا خَرْجًا۔ اسم مفرد جامد بمعنی خرچہ مال و دولت اخراجات اسی سے ہے خراج بمعنی ٹیکس، خرچ اور خراج میں دو طرح فرق ہے ۱ جو خوشی سے دیا جائے وہ خرج ہے جس کا دینا واجب ہو وہ خراج ہے ۲ خرچ افراد پر ہوتا ہے خراج زمین جیداد پر ہے ۳ خرچ صنگامی برقت ضرورت چند معمول یہ علی جارّہ اَنْ حرف ناصبہ تَجْعَلَ۔ فعل مضارع واحد مذکر حاضر بَیْنَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ یعنی ہمارے درمیان یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ بَیْنَهُمْ یعنی ان کے درمیان یہ مرکب اضافی معطوف ہوا دونوں مل کر تَجْعَلَ کا ظرف مکانی ہوا سَدًّا۔ اسم مفرد جامد منصوب یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور ہوا علیٰ سے۔ جار مجرور متعلق دوم ہے تَجْعَلَ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا یہ دونوں عطف مل کر بیان ہوا حرف ندا کا نِدا اپنے منادی اور بیان سے مل کر مقولہ ہوا قَالُوْا کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ | حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ

marfat.com
Marfat.com

مِنْ دُوْنِهِمَا سِتْرًا۔ كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔

یہاں تک کی آیات میں چار باتیں ذکر ہوئیں ۱ ذوالقرنین نے ہی یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے سدِ سکندری تعمیر فرمائی جو ابھی تک مکمل قائم ہے بعض مفسرین نے اسی کو دیوارِ چین سمجھا ہے مگر یہ دیوارِ چین نہیں دیوار چین اس کے کئی سو سال بعد ۲۱۴ سال قبل مسیح چین کے بادشاہ ہوانگ ٹی نے اپنے باغی قبیلوں کے حملوں کو روکنے کے لیے پندرہ سو میل لمبی بنوائی مگر ٹوٹ پھوٹ چکی ہے وہ پتھروں سے بنائی گئی تھی اب کچھ کھنڈرات اُس کے ملتے ہیں یورپ کے بددیانت مؤرخین نے اسلام دشمنی میں قرآن مجید کی بیان کردہ سدِ سکندری کا ذکر تک نہیں کیا اور اپنے سکندرِ اعظم کی طرف اسی دیوار چین کو منسوب کرتے ہوئے اسی کو سدِ سکندری کہا ہے یہ ان کا مذہبی تعصب اور تاریخ سے خیانت ہے لیکن یہ ایک بھی نشاندہی ہے اگر کوئی طرح طرح کی خرافات بنائیں اور اُسکی بُجھارتا بھرے تو اس کا کوئی علاج نہیں ۲ وہ ایک سچا نیک اور عادل بادشاہ تھا اور ادوارِ عالم کے شہنشاہی ظلم و ستم تشدد و تباہ کاری سے نفرت کرنے والا تھا اُس کے دورِ حکومت میں اچھے پیچھے لوگوں کے لیے سکون و راحت تھی ان کو کوئی دُرخطرہ نہیں تھا لیکن بدمعاش بدخصلت کمینہ ظالم اور تخریب کار لوگوں کے لیے اس کا قانون قہر تھا ۳ وہ خود بھی عابد زاہد نیک متقی خدا پرست آخرت پر ایمان والا تھا غیر مسلم مؤرخین نے قرآن پاک کے اس بیان کردہ واقع کی مخالفت میں کئی قسم کے سکندر بنا ڈالے مگر نیکی و امن و محبت کے یہ نشانات وہ اپنے سکندروں میں ثابت نہ کر سکے ان سکندروں کی بادشاہی زندگی ظلم و ستم کفر و شرک قتل و غارت تباہ کاری اور بدمعاشیوں سے بھری پڑی ہے یہی وجہ ہے کہ ان ظالم بادشاہوں کی کسی فتوحات کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے کیونکہ ظالم شخص کبھی تعمیری کام نہیں کر سکتا ۴ وہ دیگر بادشاہوں کی طرح نفس پرست لالچی حریص دولت کا لوٹ کھسوٹ کرنے والا بھی نہ تھا۔ جیسا کہ عَلٰٓى اَنْ نَّجْعَلَ بَيْنَنَا (۱) کی آیت سے اُس کے خصائل حمیدہ کی نشاندہی کی جا رہی ہے جس کے متعلق حقیقی ثبوت جاننے کے لیے امتحاناً یہودیوں نے بالواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کیونکہ جس شخصیت میں نیکی کے یہ خصائل جمع ہوں وہ ہی انبیاء علیہم السلام کی بشارتوں اور کتب الٰہیہ کے تذکروں میں آسکتا ہے اور ایسی عادات پاکیزہ کا حامل قوموں کا نجات دھندہ ہو سکتا ہے۔ اسی سکندر کی یہ خصوصی شان ہے کہ اس کی پوری حدود و سلطنت میں کبھی کسی طرف سے بغاوت نہیں ہوئی بلکہ بعض فتوحات میں عوام شہروں کو پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ اُن کے شہر پر حملہ ہوا ہے اور حکومت بدل چکی ہے یہی اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ۔ کی تربیت خداوندی کی شان ہے جب ذوالقرنین اپنی مغربی فتوحات سے فارغ ہوئے تو اپنے دارالسلطنت ہمدان سے ہو کر دوسری مہم کے لیے مشرق کی جانب چلے حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ (۲) یہاں تک کہ طلوع آفتاب کی سرحد زمینی تک پہنچ گئے وہاں بھی ایک قوم ملی یہ ایران کا انتہائی مشرقی علاقہ ہے جہاں سے کہ اس کی سوا بارہ سو سالہ مہماتی علاقوں

marfat.com
Marfat.com

ہیں سینکڑوں قوموں اور لوگوں سے واسطہ پڑا ہوگا مگر قرآن کریم نے صرف چار اہم قوموں کا ذکر فرمایا کیونکہ ان ہی کے نشانات کچھ نہ کچھ قیامت موجود ہیں جو صداقت قرآنی پر دال ہیں ۱ معزلی قوم یاجوج ماجوج ۲ مشرقی خانہ بدوش رنجی قبیلوں کی قوم ان کے نام بلغ۔ مکران۔ گدرتیا۔ سندھو ریتیا۔ ۳ تیسری قوم شمالی میں قوم ترک اور تاتار روم یافث بن نوح کی اولاد سے ان کا نام رکھا سیین۔ کوہ غل شاکرل شی یہ وہیں ریگستان میں رہنے والی نہ گھر نہ لباس انسانی ریگستانی غاروں میں رہنے والے بحر خزر کے قریب بجز سکندر کے کوئی ان کی زبان نہ جان سکا سکندر ذوالقرنین کو رب تعالیٰ نے تمام قوموں کی زبانیں پہلے ہی اپنی مکتنا کا لدوالی ترتیب میں سکھا دیں یہ خداداد قوت و کرامت تھی ۴ یہیں پہاڑوں کے پیچھے یا جوج ماجوج قوم تھی یہ بھی یافث بن نوح کی اولاد ہے ان سے ملاقات نہیں ہوئی پہلی تین قوموں معزلی مشرقی شمالی سے ملاقات ہوئی۔ مشرقی قوم کے پاس پہنچ کر سکندر نے دیکھا کہ یہاں سورج سے کوئی آڑ نہیں نہ سایہ نہ درخت نہ گھر نہ خیمہ نہ پورا لباس جنگلی لوگ نرم ریتلی کمزور ناقابل عمارت زمین بلوں میں چھپکر گزارہ کرنے والے آفتاب کی بلندی کے وقت چھپ جاتے ڈھلنے پر نکلتے اور شکار سے خوراک و لباس حاصل کرتے۔ کذالک۔ ذوالقرنین کا سلوک و معاملہ ان کے ساتھ ویسا ہی ہوا جیسا مغربی قوم کے ساتھ مذکور ہوا۔ یا تمام واقعات و کیفیات اس جگہ کی ایسی ہی ہیں بے شک جا کر دیکھ لو۔ وَقَدْ اَحَطْنَا۔ اور سکندر کی تمام لشکری قوت و صلاحیت تو ہماری نگاہ میں تھی ہی یعنی اس کی عظیم دولت لشکر قوت سیاست حکمت علم و عقل کو رب تعالیٰ کے سوا کوئی عام انسان نہیں جان سکتا ان دونوں مغربی اور مشرقی سمتوں کی تمام فتوحات کے بعد ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔ پھر جانب شمال سفر فرمایا۔ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۔ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۔ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۔

یہاں تک کہ اپنے دار الخلافہ علاقہ ایران کے شہر ہمدان سے جانب شمال دو ایسے پہاڑی سلسلے کے پاس راستے کا نام علاقہ فتح کرتے ہوئے پہنچے یہاں ایک طرف آرمینیہ کا پہاڑ ہے دوسری طرف آذربیجان، ان کے درمیان بہت دراز کھلا راستہ ہے جس کے پار جنگلات اور بے آباد گنجان علاقہ ہے اس راستے کو دونوں پہاڑوں میں تقسیم کیا تو سدین کہا گیا ان دونوں پہاڑوں کے پاس ایک بہت بڑی قوم کو آباد پایا۔ وہ قوم سکندر اور ان کے لشکر کی زبان نہ جانتی تھی لیکن سکندر ان کی زبان جانتے تھے یا مطلب یہ ہے کہ وہ عقل اور سمجھ داری نہیں رکھتی تھی انہوں نے اپنی زبان میں اس زبردست ساز و سامان والے لشکر والے بادشاہ کو اپنا مشکل کشا سمجھ کر التجا کی کہ اے ذوالقرنین بے شک پہاڑوں کے اس پار سے ایک بہت زبردست قد آور وحشی قوم یاجوج اور ماجوج اپنے بڑے گروہ اور افراد کے ساتھ ہماری اس سرزمین میں آکر لوٹ مار قتل و غارت کا فساد مچا دیتے ہیں۔ تو کیا آپ ہم پر یہ مہربانی کر سکتے ہیں کہ اس پہاڑی درّے

marfat.com
Marfat.com

کو جو اُن کے اور ہمارے درمیان ہے ایک مکمل اور مضبوط سد یعنی رکاوٹ والی دیوار بنا دیں تاکہ کبھی بھی اُن لوگوں کو اس طرف آنے کا قطعاً کوئی راستہ نہ ملے اور اس کے لیے جو کچھ ساز و سامان اینٹ پتھر اور ہمارا ذاتی سامان مال و دولت جو بھی جس شکل میں ہے وہ ہم سب کچھ آپ کو دے دیں گے اس مظلوم قوم کا نام اور پس گزرا۔ ظالم قوم کا نام یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی اولاد سے پانچ قومیں پیدا ہوئیں ۱ ترک اس کو اس لیے کہا گیا کہ یہ پہلے یاجوج ماجوج کے ساتھ ہی رہائشی تھے پھر رہائش ترک کر کے مہذب دنیا میں آگئے ۲ بربر ۳ صقالیہ ۴ یاجوج ۵ ماجوج یاجوج بہت دراز قد اور ماجوج عام اُس وقت کے انسانی قد کے برابر ان کے متعلق اور بہت سی افسانوی باتیں مشہور ہیں کہ ان کے کان بہت بڑے ایک کو گدھ بلا دوسرے کو لحاف بنا کر سو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ مگر یہ سب لغو بات ہیں یہ لوگ موسم بہار میں اس طرف نکلتے تھے اور سامان کے علاوہ جو ہاتھ لگتا انسان و حیوان وغیرہ کو بھی اُٹھا کر لے جاتے تھے یا جوج ماجوج یافث کے دو بیٹوں کا نام ہے۔ طوفان نوحی کے بعد تمام دنیا میں تا قیامت نوع علیہ السلام کے تین بیٹوں کی اولاد ہے ۱ سام کی اولاد عرب و عجم۔ روم ۲ حام بن نوح کی اولاد۔ حبشہ۔ زنج۔ نوبہ ۳ یافث بن نوح کی اولاد ترک۔ بربر۔ صقالیہ۔ یاجوج۔ ماجوج۔ پوری دنیا میں کل چالیس ہزار قومیں ہوئی ہیں۔ ان کی عددی تقسیم اس طرح ہے کہ ۳۹ ہزار قوموں کی تعداد ایک طرف اور ان تمام کے برابر یاجوج ماجوج کی تعداد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ ان میں کوئی مرتا ہے نہ جنگ و قتال نہ چوری ڈکیتی نہ گھر بلو مار کٹائی بعض نے فرمایا کہ ہر ایک شخص کے ایک ہزار اولاد ہو جاتی ہے تو والد کو موت آتی ہے۔ ماجوج کا قد ساٹھ ہاشت یعنی میں فٹ دس گز کے برابر ہے اور یاجوج کا اس سے دگنا یعنی بیس گز۔ ان کی مردم شماری تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ محققین نے پوری زمین کو اس طرح تقسیم کیا ہے کہ سمندر اور زمین کے تین سو حصے ان میں خشکی کے ایک سو اسی حصے ان میں سے پینتالیس ۱۸۰/۴۵ یعنی ۱/۴ کا چوتھائی ربع مسکون ہے مہذب انسانوں کی رہائشی دنیا۔ دس حصے پر دلدلی علاقہ تیس حصوں پر پہاڑ تیس حصوں پر ریگستان و جنگلات پندرہ حصوں پر آتش فشانی علاقہ یقیناً پچاس حصوں پر یاجوج ماجوج ہیں کل ایک سو اسی پوری زمین کا چکر بیدل انسان کا پانچ سو سال فاصلہ ہے۔ قرآن مجید میں صرف دو جگہ یاجوج ماجوج کا ذکر آیا ہے ایک یہاں ان کی حرکتوں یدتہذیبوں اور سد سکندری کے ذریعے ان کو تا قیامت ان کے اپنے علاقہ میں نظر بند کرنے کا تذکرہ ہوا۔ دوسری جگہ سورۂ انبیاء آیت ۹۶ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ اُس آیت میں اس قوم کے قریب قیامت کھلنے باہر نکلنے اور کثرت تعداد کا ذکر ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ قانون نافذ کرنے والے حکام کو شرعاً جائز [illegible] کے لیے بے شکل جیل یا شکل

marfat.com
Marfat.com

گھریلو نظر بند کر دے تاکہ فساد بند ہو یہ فائدہ بَيْنَهُمْ سَدًّا (الخ) کی پوری آیت کے ارشاد سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ دنیوی ساز و سامان کے ساتھ علم و عقل کی دولت بھی بہت ضروری اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت عظیم ہے یہ فائدہ بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا۔ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا اس علم و حکمت کا نام سچی سیاست ہے۔ تیسرا فائدہ بادشاہ اور حاکم یا سپہ سالار پر واجب اسلامی ہے کہ وہ اپنے مفتوحہ علاقہ کو رعایہ کے لیے پُرامن بنائے اور ظاہری ظلم و فساد کے سدباب کے لیے وہ حاکم وغیرہ ہر طرح کے اخراجات کے لیے شرعاً با اختیار ہے۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوئے ہیں پہلا مسئلہ۔ سرمایہ دار اور دولت مند رعایہ پر واجب ہے کہ وہ ملکی سلامتی کے لیے اپنی دولت و سرمائے سے بادشاہِ وقت کا ہاتھ بٹائیں اور ہر طرح مالی تعاون کریں یہ مسئلہ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ اگرچہ کسی مفتوحہ علاقہ سے بادشاہِ اسلام کو کوئی مالی منفعت یا حصول نہ ہو پھر بھی اپنے شاہی خزانے سے اس علاقہ میں خرچ کرنا بادشاہ پر واجب ہے ورنہ فوج کر کے قبضے میں لینا ناجائز ہوگا۔ دین اسلام نے صرف مال غنیمت لوٹنے کی ہی اجازت نہیں دی خرچ کرنا بھی واجب قرار دیا ہے یہ مسئلہ عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا۔ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ کام دیتی ہوئی دنیوی ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ظاہری مال و دولت اسباب و سامان اپنے ساتھ رکھے اور بوقت ضرورت علم و حکمت و سیاست کے ساتھ اس کو منصہ شہود میں خرچ اور استعمال کرے کسی قسم کی کنجوسی و تنگ نظری نہ دکھائے یہ مسئلہ بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا۔ کے بیان سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض، یہاں شانِ نزول میں ہے کہ جب کفار مکہ نے ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا کہ وہ کونسا نبی ہے جو توریت میں ایک ہی وقعہ مذکور ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اُن سے پوچھا کہ اس کا نام بتاؤ کفار مکہ نے کہا کہ اُس کا نام ذوالقرنین ہے تب نبی کریم نے فرمایا کہ اس کے حالات وحی کے آنے سے بتاؤں گا جب وحی آئی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مذکورہ فی القرآن حالات بتائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم غیب نہیں جانتے اگر غیب جانتے ہوتے تو کفارِ مکہ سے ذوالقرنین کا نام کیوں پوچھتے اور اُن کے حالات بتانے میں وحی کا انتظار کیوں فرماتے (دیوبندی وہابی) **جواب**، ان تمام باتوں سے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ اوّلاً اس لیے کہ کفارِ مکہ نے ذوالقرنین کا نام نہیں پوچھا تھا بلکہ صرف حالات اور سفری فتوحات کا سوال تھا اور سوال کے الفاظ اس طرح تھے کہ اُس نبی کے حالات بتائیے جس کا ذکر توریت میں فقط ایک ہی جگہ آیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ وہ عند اللہ نبی نہیں تھے لیکن یہودی اور عیسائی اپنے غلط عقیدے سے اُن کو نبی کہتے تھے اس لیے [illegible] بتاؤ جس کو تم اپنے

marfat.com
Marfat.com

مومنوں سے نبی کہہ رہے ہو تو کون ہے۔ نبی کریم نے ان ہی سے پوچھا اگر یہ نہ پوچھتے اور وحی کی آنے میں اتنی تاخیر بات صاف نہ ہوتی دوم اس لیے کہ کفار مکہ اور یہودی عیسائی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی بھی منکر تھے۔ اس لیے یہ حالات خود نہ بتائے بذریعہ قرآن مجید بتائے تاکہ دونوں کی حقانیت ثابت ہو جائے اور وہ واقعات بتائے جو توریت میں بھی نہ تھے لیکن وہاں آج بھی نشانات موجود ہیں جن کا ذکر فرمایا گیا چونکہ سوال نبوی علم غیب کے متعلق نہ تھا اس لیے نبی کریم نے اپنی معلومات سے کچھ جواب نہ دیا۔ اور اگر علم غیب کا ہی امتحان مقصود تھا تو ان کے لیے تو یہ آیت غیب کا ہی درجہ رکھتی تھیں۔ کیونکہ ہمیشہ کل کو تو کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا کہ حضرت ذوالقرنین نے اتنا دراز سفر فرمایا کہ مطلع شمس تک پہنچ گئے جس سے ثابت کیا جا رہا ہے کہ مطلع الشمس یعنی طلوع آفتاب بہت دور ہے حالانکہ سب مانتے ہیں کہ زمین گول ہے اور گول ہونے کی وجہ سے زمین کا ہر ایک مطلع الشمس ہے اس لیے ہر شہر ہر ملک ہر جگہ ہر علاقے کا مطلع الشمس علیحدہ ہے وقت کے اعتبار سے بھی اور جگہ کے اعتبار سے بھی یہی اعتراض مغرب الشمس پر بھی پڑتا ہے جواب دراصل مغرب اور مشرق علاقہ کی سرحد کا نام ہے، یہاں خشک زمین کی حد بندی کا ذکر ہے یعنی وہ مطلع اور مغرب جہاں زمین بری ورہائشی کا آخری کنارہ ہے جس کے آگے پھر کوئی خشک مطلع نہیں ہے۔ تیسرا اعتراض، پہلے فرمایا کہ یہ تیری قوم کچھ سمجھتی ہی نہ تھی پھر ساتھ فرمایا گیا قَالُوا۔ یعنی وہ سب ذوالقرنین اور قوم کے لوگ آپس میں بات چیت کرنے لگے نیز ان لوگوں نے اس بادشاہ کا نام کیسے جان لیا۔ جواب اس کے تین طرح جواب دئے گئے اولاً یہ کہ مترجم کے ذریعہ بات ہوئی دوم یہ کہ اشاروں سے بات ہوئی۔ سوم یہ کہ حضرت ذوالقرنین ان کی بات سمجھتے تھے اس لیے ان کی ہی زبان میں گفتگو ہوئی اور نام بھی خود آپ نے بتایا بعض نے کہا کہ لَا یَفْقَهُوْنَ سے مراد زبان دانی نہیں بلکہ انکی بے عقلی اور جہالت ہے

تفسیر صوفیانہ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۔

یہاں تک کہ جب قوت سرحدی، عالم ارواح سیرانی کے کنارۂ انتہا تک پہنچتا ہے جہاں نفس انسانیت کا مطلع شمس ناطقہ ہے وہ شمس نفس ناطقہ اعضاء باطنی کی ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہے جو علائق جسمانیہ اور عوائق حسیہ سے مجرد اور خالی ہیں نہ شریعت کے پردے نہ طریقت کی چار دیواری ویسے ہی آوارۂ دنا کارہ ہے عمل و باء پر نیکی و بد اپنے بندۂ ارشاد و ھدایت کی قوتوں ہمتوں حرکتوں کے تمام حال و احوال کیفیات و مصمرات سے فقط ہم ہی واقف و خبر رکھنے والے ہیں اس لیے کہ ہم ہی یہ تمام سعادتیں بخشنے والے ہیں جو مومنوں کے قلوب پر نازل ہو کر ان کو سکون بخشنے والا اور اطمینانی قوت پہنچانے والا ہوتا ہے۔ یہ عالم خفی کے تمام انتظام و اہتمام اس لیے ہوتے ہیں تاکہ ان مسافران راہ طلب کے موجودہ ایمان میں اضافہ ہو۔ اور یہی ایمان اپنے اس وصف خاص کے مطابق دیگر تمام قسم کے [illegible] اور [illegible] صادق اپنے محبوب و مطلوب

marfat.com
Marfat.com

کی ہر ہر بات کو تسلیم کرتے ہیں لذت اور سکون محسوس کرتا ہے بلکہ خلوص کرتا ہے کہ محبوب تک کسی بھی نوعیت کی توجہ فرمائی اسی طرح دعوتِ حق تعالیٰ کو مومنِ صادق دکاملِ بدل وجان قبول وتسلیم کرتا ہے وہ مجاہدہ عبادت اور مراقبۂ معنفت کو غذاء لذیذ سمجھتا ہے لیکن دوسروں کے لیے یہ ہی دعوتِ حق زحمت وکلفت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ان کے پاس کوئی پروۂ حمیت اور حجابِ غیرت نہیں ہوتا۔ جب رب تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ اُس کی سرکشی کی بنا پر برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر عملِ صالحہ کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور وہ بے پردہ وادیٔ مطلق میں بھٹکتا پھرتا ہے لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا میں ایسے ہی بدنصیبوں کا ذکر ہے یہی لوگ ہیں جن کے لیے سُستیوں کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اور عمرِ حیات برباد ہوتی رہتی ہے ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا۔ بدن انسانی کی ان سُستیوں غفلتوں کو فتوحاتِ غالبہ کے بعد مرشدِ کامل کاوستِ ہدایت اپنے اُن ہی اسباب نظر وفکر رشد وہدایت کے ساتھ سفرِ احیا فرماتا ہے، یہاں تک کہ وادیٔ ظلم وستم کفر وشرک کے دو درّوں کے درمیان جہاں جہالت وحرمت جائز وناجائز نیک وبد کے درمیان کوئی تفریق تمیز نہیں، خناس وضمیرِ جہالت کے درمیان راہ رسم کے فراخ راستے کھلے ہیں۔ ضمیر لاشعور کے متاعِ عمل کو لوٹنے کے لیے خناس لعین کے ظلم غارت گری قائم اور جاری رہیں عالم تعیش اور وادیٔ تمدن کو حصار جرائم کے اُس علاقۂ وارداتِ قوامِ بدن کی گہری کھائیوں میں اور وجہ جسمانیہ کے قیام ہیں۔ مرکزِ معاد کی اصلاح ونظام کے لیے مرشد منزلِ فطرت کا مقام وقیام ہوتا ہے۔ وہاں جہلِ بسیط کی مظلوم نفسانیت انکارِ پریشان کی قوم پائی جاتی ہے۔ جو اپنی بے حسی میں مبتلا وملوث نہیں جب انسان کے جسم میں شک کی بیماریاں سرایت کر جاتی ہیں تو اس کو کسی بھی عمل سے فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ شک کے چور شبہات کے ڈاکو اندیشوں کے لٹیرے اُس کے سارے اعمالِ محنت لوٹ کر وادیٔ سَدَّین میں لے جاتے ہیں۔ لیکن اگر آدمی کا شک اُس کے نیک اعمال کو ضائع کر سکتا ہے تو یقینِ ایمانی کا سکندر اُس کے گناہوں کو بھی بیکار کر سکتا ہے ہر بندہ اپنے یقین کے مطابق ہی عمل کرے ترقوی ومفید ہوتا ہے۔ اور کوئی بندہ عمل وفعل کرتے والا اُس وقت تک عمل میں کوتاہی ولغزش نہیں کرتا جب تک کہ اُس کے یقین میں فتور نہ آجائے یقین ہی علم وعمل کا فرکِ حقیقی ہے اس لیے یقین علم سے افضل ہے کیونکہ یہ عمل کا ذریعہ ہے اور جو ذریعۂ عمل ہے وہی خدا تعالیٰ کی بندگی کا ذریعہ بنے گا اور جو معبودیت کا سبب ہوگا وہ ربوبیت الٰہیہ کے حقوق بھی بجالائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے بحوالۂ حدیثِ مقدس فرمایا کہ جو بندہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ بارگاہِ صمدیت میں اس کی قدر کتنی ہے وہ یہ غور کرتا رہے کہ اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اُس کی شریعت طریقت احکام وقوانین فرائض وواجبات کی قدر کتنی ہے۔ اس دنیاء خیر وشر میں جب تفکراتِ اعداءِ باطنیہ وظاہریہ سے بندے گھیرا جاتے ہیں تو تلاشِ اطمینان کے لیے دارین ذوالقعدین بارگاہ میں انوارِ قرب کے تموجے عرض کرتے ہیں۔ قَالُوْا

marfat.com
Marfat.com

یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا ۔ اَلْقَاسِ مُلْہِمَہ کی مظلوم عبادت و مجبور ریاضت قوم ہاتھی نے کہا اے قوتِ الٰہیہ کے دو خزانوں والے حاکم یا اختیار بے شک یاجوج اماتہ اور ماجوج امیلیسہ یا جوج قولی اور ماجوج طبیعت یا جوج خواہشات ماجوج لذات ۔ یا جوج حرص اور ماجوج ہوس ہماری زمین بشری میں فسادِ مخالفت مچانے والے ہیں ہر کام خلافِ فطرت کرتے ہیں اور خواصِ حسیانیہ کو مقصدِ خلقت کے مخالف استعمال کرتے ہیں تو کیا ہم اَلْقَاسِ مُطْمئنہ وَ اَلْقَاسِ مُلْہِمَہ زکی وجود اور بذلِ موجود کا تمام مال و دولت تیرے حضور پیش کر دیں اور اپنے اَعمالِ خیر کو تیرے لیے خرچ بنا دیں تاکہ تو اپنے دستِ استطاعت سے ہمارے خیر اور اُن کے شر کے درمیان سدِّ جبر و قہر کی دیوار بقاء اور پردۂ بقا بنا دے تاکہ اَلْقَاسِ خباثت کا غرور ٹوٹ جائے اور تکبر شیطانی ختم ہو جائے ۔ جب انسان یہ سمجھنے لگے کہ وہ تمام دوسروں سے بڑا ہے تو یہ غرورِ شیطانی ہوتا ہے یہ غلط سوچ ہی اُس کے لیے بابِ فساد ہے اِس راہ سے وہ فسادِ فی الأرض کے لیے نکلتا ہے اور یہ عملی اظہارِ تکبر ذلت ہے اور جب ارادۂ فساد کیا تو عملاً تکبر کیا ہر سینۂ بشری میں تکبر و غرور کے یاجوج ماجوج کا بسیرا ہے اور آمادگیٔ گناہ فسادِ فی الأرض ہے قوتِ عقلی سکندر ہاتھی ہے ۔ فرمانِ نبوی ہے کہ اگر ممکن ہو تو صبح شام اس طرح زندگی گزارو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف کوئی کھوٹ نہ ہو ۔ اگر چہ وہ غیر مسلم یا تمہارا ذاتی دشمن ہی ہو ۔ (از تفسیر نیشاپوری مع زیادت)

قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ

فرمایا جو سلطنت مجھ کو دی ہے اس روئے زمین میں میرے رب نے وہی اچھی کافی ہے پس تم فقط مجھے

کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا ہے بہتر ہے ۔ تو میری مدد

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِیْ

تعاون کرو اپنی جسمانی قوت سے تاکہ بنا دوں میں تمہارے اور ان کے بیچ دوہری تہری آڑ ۔ اُٹھا لاؤ

طاقت سے کرو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنا دوں میرے پاس

marfat.com
Marfat.com

زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ

تم میرے پاس لوہے کی سلیں یہاں تک کہ جب ذوالقرنین نے اوپر تک چن دیا برابر دونوں دروں کے درمیان لوہے کے تختے لاؤ یہاں تک کہ وہ جب دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں سے برابر کر دی

قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ

فرمایا پھونکیاں چلاؤ، پھر جب سب کے تعاون سے بنا دیا اس دیوار کو مثل آگ کے تو فرمایا کہ لاؤ دو مجھ کو کہ کہا دھونکو یہاں تک کہ جب اسے آگ کر دیا کہا لاؤ

اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ

انڈیلوں میں اس پر پگھلا تانبہ پھر ان پاجوج و ماجوج نے کبھی طاقت نہ پائی کہ اس بند پر غلبہ کرتے اس پر گلا ہوا تانبہ انڈیل دوں۔ تو یاجوج و ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ

اوپر چڑھنے اور نہ ہمت پائی اس میں سوراخ کرنے کی، فرمایا انہوں نے یہ سب کچھ رحمت ہے میرے نہ اس میں سوراخ کر سکے۔ کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے

رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ

رب تعالیٰ کی طرف سے تو جب آئے گا میرے رب کا آخری وعدہ خود رب ہی بنا دے گا اس بند کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اسے پاش پاش کر دے گا۔ اور میرے

وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾

گا میرے رب کریم کا وعدہ سچا۔

رب کا وعدہ سچا ہے

marfat.com
Marfat.com

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت ذوالقرنین کی اس گفتگو کا ذکر ہوا جو دیوار بنانے کے پہلے وہیں علاقہ مغرب کے شرفاء نے اپنے حال زار اور مظلومیت بیان کرتے ہوئے کچھ مال کی پیشکش اور فریاد کی اَب اِن آیت میں حضرت ذوالقرنین کی جوابی گفتگو کا ذکر ہے کہ آپ نے مالی پیشکش کو منع کرتے ہوئے جسمانی وجانی قوت کا تعاون طلب فرمایا۔ اور فرمایا کہ مالی اعتبار سے مجھ کو میرے رب نے بہت قوت وقدرت عطا فرمائی ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے ایک رکاوٹ بنانے کا ذکر ہوا۔ اَب اِن آیت میں اُس کو بنانے کا طریقہ اور اُس کی بناوٹ اور سامان کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جس سے اُس سدِّ سکندری کی مضبوطی اور حضرت سکندر ذوالقرنین کی خداداد ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں قوم یاجوج وماجوج کے ظلم وسرکشی کا تذکرہ ہوا اَب ان آیت میں اُن کے بے بس قیدی ہو جانے کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا۔ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا۔

قَالَ فعل اس کا فاعل ھُو ضمیر ذوالقرنین جس کا مرجع مراد ذوالقرنین ہیں۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ مَا اسم موصول ترجمہ وہ جو کچھ مَكَّنَنِيْ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب نون وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم منصوب متصل۔ دراصل مَكَّنَنِيْ رَبِّيْ تھا۔ دونوں کو مُدغم یعنی جوڑ کر مشدد کر دیا مَكَّنَ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تَمْكِيْنٌ یعنی مکان دینا جگہ دینا۔ قدرت، طاقت اختیار، سلطنت دینا۔ دولت دینا، یہاں مراد ہے سلطنت ومال ودولت۔ ی ضمیر ظاہر مفعول بہ۔ رَبِّيْ۔ حرفِ جر ظرفیہ یا بمعنی علیٰ فوقیت، ہٖ ضمیر واحد غائب کا مرجع علاقہ سلطنت کی زمین۔ رَبِّيْ مرکب اضافی بمعنی میرے رب نے فاعل ہے مَكَّنَ کا مَكَّنَ اپنے فاعل مفعول فیہ متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مبتدا خَيْرٌ اسم مفرد جامد بمعنی کافی ہے۔ اچھا ہے۔ بہتر ہے۔ یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ۔ فَاَعِيْنُوْنِيْ۔ ف عاطفہ تعقیبیہ بمعنی بس۔ فقط اَعِيْنُوْنِيْ۔ باب افعال کا امر حاضر جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِعَانَةٌ۔ اِعْيَانٌ عَيْنٌ۔ یاعَوْنٌ سے بنا ہے بمعنی مدد کرنا تعاون کرنا۔ عربی میں مدد اور تعاون کے لیے چار الفاظ ہیں عَوْنٌ غَوْثٌ۔ نَصْرٌ۔ مَدٌّ۔ مگر فرق یہ ہے ضرورت مند کو دینا غوثٌ ہے بلا ضرورت اپنے اور دوسروں کے فائدے کے لیے کسی کی مدد عَوْنٌ ہے جس کو اُردو میں ہاتھ بٹانا کہتے ہیں اس میں مدد لینے والے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا یہاں یہی مقصد ہے، ضرورت کے وقت ضرورت پوری کرنا نصرت ہے اور لفظ مدد شامل ہے ہر قسم کی امداد کو۔ نون وقایہ۔ ی ضمیر مفعول بہ۔ بِ جارہ سببیہ قُوَّةٍ اسم مفرد جامد بمعنی جسمانی قوت [illegible] اپنے فاعل پر شدہ کم ضمہ

marfat.com
Marfat.com

اور مفعول ہم تعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر سبب ہوا۔ اَجْعَلُ۔ باب فتح کا مضارع واحد متکلم مجزوم ہے کیونکہ یہاں لام کے پر مشتمل ہے در اصل ہے لِاَجْعَلُ۔ ترجمہ تاکہ بنا دوں میں۔ بَیْنَ اسم ظرف مکانی مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ بَیْنَهُمْ مرکب اضافی معطوف۔ دونوں ملکر ظرف مکانی ہوا اَجْعَلُ کا رَدْمًا اسم مفرد جامد یعنی موٹی تہہ در تہہ، دوہری تہری چوہری سخت مضبوط آڑ عربی میں کسی جگہ کھدبندی کرنے کے لیے چھ الفاظ مستعمل ہیں مگر ان میں فرق ہیں، ۱ متن۔ صرف بکریا بند باندھ دینا، متن ہے، جس سے اصل اور فرع میں فرق ہو جائے ۲ حرف دیکھنے میں رکاوٹ کرنا کتر ہے ۳ چاروں طرف دیوار بنا کر مکمل قید اور آڑ کرنا حصن ہے ۴ کپڑے کی دیوار بنانا حجاب ہے ۵ مضبوط دیوار بنانا سدّ ہے ۶ اور خوب موٹی دوہری ناقابل شکست دیوار بنانا رَدْم ہے۔ گہرے بادل اور کپڑے پر کپڑا سیکر دوہرا چار تہیں بنا کر موٹا کرنے کو عربی میں مردم کہتے ہیں بہت موٹے شخص کو اسی سے مترادم کہا جاتا ہے۔ گریا کہ ٹوٹل سدّ کر دینا کہا گیا حالت نصب ہے بمعنی مفعول یہ اَجْعَلُ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مسبب اور بیان ہوا بِفُتُوْحِ کا مسبب اور سبب مل کر معطوف علیہ لِاَنْكَى کا دونوں ملکر مقول ہو قول مقدر جملہ قولیہ ہو گیا اَتْلُوْا۔ باب افعال کا امر حاضر جمع مذکر غائب ہے۔ سنا دینا اس کا مصدر ہے۔ یعنی لانا۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ترجمہ میرے لیے لاؤ، یا میرے پاس لاؤ یا اَتْلُوْا کا معنی ہے دو تم یعنی مجھ کو دو پہلے معنی میں متکلم نہیں مفعول لہٗ ہے دوسرے معنی میں مفعول معہ یا ظرف مکانی بمعنے میں مفعول ہم زُبَرَ۔ جمع ہے زُبْرَةٌ کا، اسم جمع مکسر زُبْرَةٌ کا ترجمہ ہے جمع کرنا ہاتھ سے کتاب لکھنا، حروف جمع کرنا، زبور کو زبور بھی اس لیے کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کی کتاب اپنی حفظ سے وحی الٰہی کو اپنے قلم سے لکھا نہاں، زمین پر یہ پہلی آسمانی کتاب ہے جو دست نبوت سے لکھی گئی۔ زُبَرَ بروزن عُرَفَ مضاف ہے الحدید الف لام جنسی حَدِیْدًا اسم مفرد جامد بمعنی لوہا مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے اَنْفُخُوْا کا۔ اَنْفُخُوْا فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ حَتّٰی یہاں عبارت کو مختصر فرمایا گیا۔ یعنی قوم نے لوہے کی بڑی بڑی سلیں اکٹھی کیں اور آپ نے بنائی اور نوائی شروع کی حَتّٰی اِذَا سَاوٰی، حتّٰی عاطفہ ابتدائیہ اِذَا ظرفیہ زمانیہ سَاوٰی باب مُفَاعَلَةٌ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب، سَوْیٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے مُسَاوَاةٌ جو در اصل مُسَاوَیَةٌ تھا ی کو الف سے بدلا گیا۔ یعنی برابر کرنا، برابر ہونا۔ یہ مصدر لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ اگر یہاں متعدی ہے تو ذوالقرنین یعنی ہمنوں نے وہ دیوار برابر کر دی اگر یہاں یہ فعل لازم ہے تو فاعل سدّ اور رَدْم ہے۔ بَیْنَ اسم ظرف یہاں مکانی ہے مضاف ہے الصَّدَفَیْنِ۔ الف لام عہد ذہنی صَدَفَیْنِ اسم تثنیہ۔ اس کے تلفظ میں چھ قول ہیں یہ صُدُفَیْنِ ہے ۲ صَدَفَیْنِ یہ بھی مشہور قرأت ہے ۳ صُدْفَیْنِ ۴ صَدَفَیْنِ ۵ صُدُفَیْنِ صَدَفَیْنِ۔ اس کا واحد صدف اور جمع اَصْدَاف ترجمہ ہے دو طرف پہاڑوں کے دونوں اوپر کے کناروں تک کا درمیانی خلا یہ مضاف الیہ ہے [illegible] جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا

marfat.com
Marfat.com

اُنْفُخُوْا۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر جمع مذکر۔ نفخ سے مشتق ہے یعنی پھونکیں مارنا، ہوا دینا، یہاں مراد ہے دھونکنا آگ تیز کرنے والی دھونکنیوں اور مشکیزوں سے۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مظروف دیان ظرف ہوا سارا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۔ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۔ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۔ حَتّٰٓى یعنی ثُمَّ اِذَا طرفیہ جَعَلَ فعل بمعنی بنا دیا کر دیا۔ ضمار کے شکل۔ ہٗ ضمیر کا مرجع رَدْمًا۔ جَعَلَ ماضی مطلق یہاں متعدی بدو مفعول ہے ہٗ اس کا پہلا مفعول بہ نَارًا اسم مفرد جامد دوسرا مفعول بہ اگلی عبارت اس کا مظروف اور بیان ظرف قَالَ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا فاعل ذوالقرنین یعنی ذوالقرنین نے فرمایا۔ اٰتُوْ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر اس کے مادۂ اشتقاق میں دو قول ہیں ۱ یہ اَتٰی سے بنا ہے یعنی آؤ تم یہ لازم ہے (مدد و تعاون ہاتھ بٹانے کے لیے) ۲ اِتٌ سے بنا ہے یعنی لاؤ تم یہ متعدی ہے، یہاں ایک قِطْرًا پوشیدہ ہے اور تنازع فعلین کی صورت ہے بصریوں کی دلیل بنتی ہے کہ دوسرے فعل اُفْرِغْ کو عمل دیا اور اٰتُوْ کے پہلے ایک پوشیدہ مفعول مانا گیا۔ اور موجودہ قِطْرًا اس کا تمیز بن گیا نون وقایہ۔ یٔ ضمیر متکلم واحد مفعول لہٗ اگر اٰتُوْ بمعنی دینا کہا جائے تو یہ مفعول بہ ہے یعنی دو تم مجھ کو دوسرے معنی زیادہ درست ہیں یہ جملہ فعلیہ ہو کر مسبب ہوا اُفْرِغْ۔ فعل مضارع واحد متکلم مجزوم ہے کیونکہ یہاں لام کے جازم پوشیدہ یعنی تاکہ انڈیلوں میں فَرْغٌ مادہ بمعنی لوٹنا، انڈیلنا، اوندھانا، عَلَيْهِ اس پر۔ مراد ہے زُبَرُ الْحَدِيْد کی۔ تی ہوئی سدّ اور دم دیوار۔ قِطْرًا اسم مفرد جامد، ترجمہ ہے پگھلائی ہوئی دھات، مراد پگھلا تانبہ، ٹھنڈے تانبے کو نحاس کہتے ہیں ۲ بعض نے کہا یہاں اس دھات سے مراد پیتل ہے ۳ ایک قول میں رانگ ہے ۴ ایک قول میں رساص (سیسہ) مراد ہے، مگر پہلا قول درست ہے۔ دنیا میں کل کتنی دھاتیں ہیں اس کی تفصیل تفسیر عالما نہ میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ قِطْرًا مفعول بہ ہے اُفْرِغْ کا۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مسبب ہوا، سبب مسبب مل کر مقولہ ہوا قول مقولہ مظروف ہوا۔ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَ کا سبب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَ بیانیہ مَا اسْطَاعُوْا باب استفعال کا ماضی مطلق جمع غائب ہُمْ اس میں پوشیدہ ضمیر کا مرجع یاجوج ماجوج۔ دراصل ہے اِسْتَطَاعُوْا اور طاء مخرج میں اس لیے تخفیف کے لیے تَ کو حذف کر دیا گیا یہ حذف جائز ہے ضروری نہیں اسی لیے آگے اسْتَطَاعُوْا میں حذف نہ کیا گیا۔ اَنْ ناصبہ يَظْهَرُوْ فعل مضارع منصوب دراصل يَظْهَرُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے آخری نون اعرابی گر گئی ظَهَرَ سے مشتق ہے بمعنی ظاہر ہونا۔ غالب آنا۔ ضمیر بارز ذظاہر) کا مرجع دیوار ردم مفعول تا ہے يَظْهَرُوْا کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہے مَا اسْطَاعُوْا کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ مَا اسْتَطَاعُوْا۔ یہ بھی سابقہ صیغہ کی شکل باب استفعال کا ہی فعل ہے یہاں نَقْبًا جس سے حذف کا جواز ثابت ہوا لغا جار مجرور

marfat.com
Marfat.com

متعلق ہے۔ نَفْخٌ۔ اسم مفرد بمعنی سوراخ یا مصدر متعدی ہے یعنی سوراخ کرنا، مفعول یہ ہے یہ سب فعل فاعل متعلق مفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ قَالَ، جملہ فعلیہ ہوکر قَوْلُ ہوا۔ هٰذَا اسم اشارہ قریبی، رَحْمَةٌ، مبتدا من جارۃ غایت کے لیے بمعنی اطراف سے رَبِّیْ میرے رب یہ مرکب اضافی مجرور یہ جار مجرور متعلق ہے ثابت اسم فاعل پوشیدہ کا، وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوکر مشار الیہ اشارہ وشار الیہ مل کر مقول قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ خبریہ ہوگیا تنقیحیہ۔ اِذَا شرطیہ ظرف زمانی۔ جَاءَ فعل ماضی لازم، وَعْدُ مضاف رَبِّ، مضاف، ی متکلم، مضاف الیہ یہ دُبل مرکب اضافی فاعل ہے جاءَ کا یہ جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہوئی۔ جَعَلَ فعل ماضی مگر خبر ہونے کی وجہ سے بمعنی مستقبل ہے ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ مرجع رَبِّیْ ہے، ھُ ضمیر مفعول بہ مرجع رَدْمًا۔ دَکَّاءَ اسم مصدر منصوب مفعول بہ دوم ہے۔ دَکٌّ (دَکَکَ) مضاعف ثلاثی بمعنی ٹکڑے ہونا، کرنا، یہاں مصدر بمعنی مدکوک ہے یعنی ٹکڑے اور ریزہ کیا ہوا جَعَلَ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ۔ عاطفہ۔ کَانَ فعل ناقصہ بمعنی مستقبل وَعْدُ رَبِّیْ یہ دُبل مرکب اضافی اسم ہے حَقًّا۔ اسم مفرد جامد بمعنی سچا۔ خبر ہے کَانَ کی یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر معطوف سب عطف مل کر جزاء شرط وجزا مل کر جملہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ۔ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ۔ قَالَ انْفُخُوْا۔

حضرت سکندر ذوالقرنین کی تقریباً بارہ سالہ اس فتوحاتی سفر میں جب اس آخری سفری منزل پر پہنچے تو یہاں کی خانہ بدوش جنگلی قوم نے ذوالقرنین سے ان کا لشکر جرار دیکھ کر کہا تھا کہ ہمیں اس قوم یاجوج ماجوج کی غارت گری سے بچایئے یہ فریاد اس سے پہلے تھی کہ اس سے پہلے کوئی بادشاہ یہاں تک پہنچا ہی نہ تھا۔ اگر پہنچا تھا تو اس کا لشکر اتنا بڑا نہ ہوگا جو یاجوج ماجوج پر غالب پا سکتا یہ پہلا موقعہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خاص بندے کو لشکر کثیر جس کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی غالباً اسی کام کے لیے بھیجا تھا کہ قیامت تک کے لیے اس حیوانی درندہ صفت قوم کو انہی کے رہائشی جنگلاتی علاقہ میں پہاڑوں کے بیچ قید کر دیں۔ اگرچہ الٰہی منصوبہ یہی تھا مگر ذریعہ اس مظلوم قوم کی اپنی فریاد بن گیا اور انہوں نے مالی یا جسمانی تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی لیکن وہ مالی تعاون کس طرح کر سکتے تھے یا ان کے پاس اتنے بڑے کام کے لیے کیا مال تھا اس کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا غالباً وہ موسمی قدرتی پیداوار اور اینٹ پتھر مٹی گارا یا جانوروں کی چربی وغیرہ دینے کا ہی ارادہ رکھتے ہوں کیونکہ ایک جنگلی بے سروسامان اُجڈ بے عقل قوم کے پاس اس کے سوا کیا ہو گا جب کہ ہر سال بچا لے لوٹے بھی جاتے تھے مگر ذوالقرنین نے اس کی تفصیل پوچھے اور جانے بغیر قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ۔ فرمایا کہ آپ کے کسی مالی تعاون کی ہمیں ضرورت نہیں اس لیے کہ جو قدرت طاقت عقل وحکمت دولت لشکر اور وسائل واسباب وغیرہ اس تمام کام وعمل کے ہمارے

marfat.com
Marfat.com

میں مجھ کو میرے رب تعالیٰ نے اپنے پاس سے دی ہے وہ دنیا بھر سے کہیں اچھی
اور بہتر ہے بس تم اگر تعاون کرنا ہی چاہتے ہو اور کام میں شریک ہونا ہی چاہتے ہو تو اپنی جسمانی قوت اور مفید مشوروں
بھاگ دوڑ کی ضرورتی کارکردگی اور میرے حکم کی پابندی سے کرو میں یقیناً تمہارے اور اُن کے درمیان ایک
بہت ہی بلند و بالا در از و عریض مضبوط و قوی ٹھوس آڑ بنا دوں گا۔ انہوں نے درخواست کی تھی کہ سَدّ یعنی کسی
بھی قسم کی دیوار بنا دی جائے لیکن چونکہ سکندر اُس ظالم قوم کو دور سے دیکھ کر اس کی وحشت و بربریت و جسمانی
قوت کو جان چکے تھے اس لیے فرمایا کہ سَدّ نہیں بلکہ رَدْمًا بناؤں گا تاکہ قیامت تک اُن سے نہ ٹوٹ سکے بس تم لوگ ایسا
کرو کہ ہمارے ساتھ جو لوہے کی موٹی چادریں ہیں وہ ہمارے سپاہیوں کے ساتھ مل کر اٹھا اٹھا کر یہاں زُبر سے کے
پاس لا ڈالو۔ پھر جب کام شروع ہوا تو بہت چوڑی اور گہری نیچے پانی سے تک نہ میں بنیاد کھودی گئی اور
تمام لوگوں سے اردگرد کے جنگلات میں سے پتھر اور لکڑی منگائی گئی اور نیچے سے اس طرح بنیاد بھرنے ہوئے آئے
کہ درمیان میں لوہے کی چادریں کہیں کہیں پتھروں کا چناؤ کیا گیا اور آس پاس دو طرفہ لکڑیاں بھری گئیں جب زمین
کی سطح تک یہ بھراؤ ہو گیا تو قَالَ انْفُخُوْا۔ فرمایا ان دو طرفہ لکڑیوں پر آگ پھونکو تاکہ سب لکڑیاں جل کر لوہے
اور پتھر کو شل آگ بنا دیں اور ایک جان دیوار بن جائے حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا۔ جب لکڑیاں جل گئیں اور ان کی
تیز آنچ سے لوہا سرخ اور نرم شل آگ ہو گیا تو قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا۔ فرمایا کہ دیکھو وہ جو تانبہ پگھلایا
جا رہا ہے وہ اُٹھا کر ادھر دیوار کے پاس لے آؤ جس کو میں اپنے حساب سے مزدوروں کے ذریعے ڈالوں گا اس
رہے کی دیوار پر۔ وہ تانبہ بہہ بہہ کر اس لوہے کی دیوار کے رگ رگ اور ہر اونچے نیچے سوراخ میں گھس کر
سپاٹ پلاستر ہو گیا۔ اس دیوار کا مثل لوہا پتھر تانبہ سلور مٹی لکڑی کا یہاں تک کہ یہ اسی طرز پر یکساں تقریباً
دو سو نوّے فٹ بلند دیوار بنا دی گئی جس کی موٹائی پچاس گز اور لمبائی ایک کوس یعنی تین میل خیال رہے کہ دنیا
میں قدرتی دھاتیں جو پہاڑوں سے نکلتی ہیں وہ کل آٹھ عدد ہیں ۱ سونا ۲ چاندی ۳ لوہا ۴ تانبہ ۵ رانگ
۶ سلور ۷ سکہ ۸ گلٹ اور ان کو ملا کر مصنوعی دھاتیں آٹھ قسم کی بنائی جاتی ہیں ۱ راجت ۲ پیتل ۳
اولڈ گولڈ ۴ البو منیم ۵ تام چینی ۶ پلاٹینیم ۷ پارہ مصنوعی ۸ دیگی لوہا اس طرح کل سولہ قسم کی دھاتیں
دنیا میں مستعمل ہیں۔ اس وقت سکندر کی عمر ۲۵ سال تھی یا ایک ہزار ۲۵ سال فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا
اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ
وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۔ اور جب یہ دیوار مکمل تیار ہوئی تو اس کی
شان و کیفیت ایسی تھی کہ بلندی میں وہ لوگ قد آور و زور آور ہونے کے باوجود اس کو پھلانگ نہ سکتے
تھے پاٹ اور موٹائی تھی اس لیے اس پر چڑھ کر بھی اس میں سوراخ نہیں کر سکتے تھے سَدّ

marfat.com
Marfat.com

سکندری کی یہ شان و حال دیکھ کر رب تعالیٰ کا شکریہ اور تبلیغ دین فرماتے ہوئے فرمایا اے لوگوں یہ سب کچھ میرے رب تعالیٰ کی رحمت و کرم ہے کہ اتنی شاندار حفاظت کرنے والی دیوار بن گئی اور یہ تاقیامت رہیگی پھر ایک وقت آئے گا جب میرے رب کا وعدۂ آخرت ہوگا تو اس میں دیوار کی کچھ حیثیت نہ ہوگی اور توڑ پھوڑ کر رکھ دی جائے گی اور ازل سے ابد تک میرے رب کا ہر وعدہ سچا ہے پورا ہو کر رہے گا۔ یہ دیوار بحر اسود کے قریب علاقہ قفقاز میں ہے اس کا نام سدِّ سکندری ۲ دربند ۳ سدِّ ذوالقرنین ۴ باب الابواب اس پر پگھلا تانبہ یا پگھلا لوہا یا رانگ ڈالا گیا تھا۔ یاجوج ماجوج کے بائیس ۲۲ قبیلے تھے ایک قبیلہ دیوار بناتے وقت لشکر سکندری سے ڈر کر نکل بھاگا ان کا نام ترک رکھا گیا یہی آج کل ترک لوگ ترکستانی ہیں اس وقت اکیس قبیلے نہ دیوار میں ان میں بعض لوگ نہایت ہیبت ناک چہرے بڑے قد دانت داڑھیں درندوں کی طرح کان بہت بڑے بڑے جانوروں کی طرح برسر عام وطی کرتے لباس کچھ نہیں عورت مرد برابر تعداد ہے اس وقت اسّی ہزار تھے اب کروڑوں ہیں جب ایک جوڑے کے ہزار بچے پیدا ہو جاتے ہیں تو والدین مر جاتے ہیں پورے جسم پر بچھے نما بال ان میں صنف کوئی نہیں جانتا۔ بقول ایک روایت جب سے دیوار بنی ہے باری باری لوگ اس کو صبح سے شام تک چاٹتے ہیں جس سے وہ گھستی جاتی ہے شام کو تھک کر بیٹھ جاتے ہیں کل پھر چاٹیں گے صبح کو وہ قدرتی پھر اتنی موٹی ہو جاتی ہے تاقیامت ایسا ہوتا رہے گا جب فیصلہ الٰہیہ کے مطابق کھلنے کا وقت آئے گا تو کہیں گے انشاء اللہ باقی کل چاٹیں گے۔ انشاء اللہ کی وجہ سے وہ پھر موٹی نہ ہوگی اور تھوڑی محنت کے بعد دیوار گھس کر ٹوٹ جائے گی اور سب نکل آئیں گے جس کا سورۂ انبیاء میں ذکر ہے۔ ذوالقرنین کی کرامت تھی کہ دیوار بناتے وقت آگ پھونکنے والوں کو تپش نہ لگتی تھی وہ اطمینان سے کام کرتے تھے۔ سکندر ذوالقرنین نے کل تہتر حکومتیں فتح کیں جن میں اٹھائیس ۲۸ بڑی سلطنتیں تھیں۔ پہلی بادشاہت چھوٹا سا شہر انشان جس کا رئیس سکندر کو بنایا گیا پھر فتوحات میں ۲ علاقہ منگولیا ۳ ڈربوبدی ۴ آریا ۵ صندوا ۶ بحیرۂ عرب ۷ علاقہ عرب ۸ ہاری ۹ فارس ۱۰ سرمیری ۱۱ علاقہ شوری ۱۲ بحر اسود ۱۳ کاکیشیا ۱۴ استیمین ۱۵ قبائل علاقہ ۱۶ سلاڈ ۱۷ اسکندری ۱۸ بُرٹن ۱۹ وندل ۲۰ ھلمانی ۲۱ متی ۲۲ لیڈیا ۲۳ علاقہ شام ۲۴ عبران ۲۵ مصر ۲۶ لیبیا ۲۷ بحر احمر ۲۸ اطالی ۲۹ خزانا ۳۰ گال ۳۱ میڈیا ۳۲ مغربی ایشیا ۳۳ افریقہ ۳۴ داریاں ۳۵ بافتر ۳۶ خراسان ۳۷ میشیا ۳۸ سارڈیس ۳۹ انڈیا دریاء سندھ تک ۴۰ ارا گوسیا ۴۱ مکران ۴۲ سقد ۴۳ مگدیانا ۴۴ بحیرہ ۴۵ ہیجون ۴۶ اور یاں ۴۷ پارتھیا ۴۸ کاسپین (چین) ۴۹ دربند ۵۰ باکو ۵۱ خلیج فارس ۵۲ ہمدان (ایران کا دارالخلافہ) ۵۳ واجد اشور ۵۴ بابلونیا ۵۵ بابل ۵۶ آرمینیا ۵۷ مکیشیا ۵۸ دمشق ۵۹ قبرس ۶۰ یروشلم ۶۱ بحر متوسط ۶۲ علاقہ نیل ۶۳ لیبیا ۶۴ مارکس ۶۵ کریٹ ۶۶ بحر الجبل ۶۷ شاروطین ۶۸ برینیا

marfat.com
Marfat.com

ر۱ مقدونیا ر۲ یونان ر۳ پہاڑ۔ اُس وقت دنیا میں بس یہی بستیاں تھیں ذوالقرنین کے سولہ سو ننانوے ۱۶۹۹ سال عمر میں مندرجہ ذیل اَدیان اور مذاہب تھے۔ ۱ دین ابراہیمی یہی سکندر ذوالقرنین کا دین تھا یہی اللہ کا سچا دین تھا ۲ مجوس اس کے تین فرقہ تھے ۳ ایک مشہور فرقہ زردشتی تھا اس کا اُوتار (پیغمبر) زُردشت تھا اس نے اپنی مذہبی کتاب کا نام اُوستار کھا تھا کہتے ہیں کہ بارہ ہزار بیلوں کی پختہ (مدبوغہ) کھالوں پر آب زر سے لکھی ہوئی تھی اِن کے معبود کا نام اَہور موزدہ تھا جو آگ میں سمایا تھا جلوہ گر تھا ۴ دوسرا فرقہ مہرگوش ان کا معبود بھگوان دشت سپند تھا ۵ آریہ قدیم اِن کے تین معبود تھے ۱ سورج ۲ آگ ۳ دھرتی یعنی زمین اور اُس کی مٹی اسی لیے زمین کی مٹی پتھر لکڑی اور دھات کی مورتیں بناتے تھے اُن ہی میں سے آج کل کے ھندو ہیں ۶ آریہ مذہب اِن کے معبود مناظر قدرت بہکشاں وغیرہ ۷ مورگس۔ ان کے دو معبود ۱ سورج آسمانی معبود ۲ آگ زمینی معبود یہ دونوں بہن بھائی ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی مِنْ کُلِّ شَرٍّ نَفْسِیْ۔ سکندر ذوالقرنین کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا یکتبا دا آٹھ سال تک تخت نشین ہوا اس کی عمر میں وفات کے بعد اُس کا چچازاد بھائی سکندر کا بھتیجہ دارا ابن گشتاسپ تخت نشین ہوا یہ سب مومن ہوئے ہیں۔ سکندر کی خصوصیات میں سے یہ بھی تھا کہ اُس کے پورے دورِ سلطنت میں کسی مفتوحہ علاقہ میں بغاوت نہیں ہوئی تاریخوں میں ہے کہ چار شہنشاہوں کی مفتوحہ سلطنتوں میں اُن کی زندگی میں بغاوت کبھی نہیں ہوئی ۱ سلیمان علیہ السلام ۲ سکندر ذوالقرنین ۳ فاروق اعظم ۴ محمود غزنوی۔ اِس کی وجہ غالباً رعایہ کے ساتھ ان کا حُسن سلوک فیاضی انصاف پسندی وغیرہ تھا۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ** غیر اللہ سے مدد مانگنی جائز ہے شرک یا کفر نہیں یہ فائدہ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ۔ فرمان سے حاصل ہوا۔ دیوبندی وہابی لوگ اس کو شرک کہتے ہیں۔ بلکہ کفار وغیرہ سے یہ وہابی بھی مدد مانگنا جائز کہتے ہیں صرف انبیاء کرام اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کو شرک کہتے ہیں یہ ہی انکو شیطان کا سجھایا ہوا ہے **دوسرا فائدہ** بعض اولیاء اللہ کو بھی علم غیب عطائی حاصل ہوتا ہے یہ فائدہ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا جس سے ثابت ہوا کہ حضرت ذوالقرنین کو قیامت تک اس دیوار کے حال کا اپنے خداداد علم غیب سے پتہ تھا کہ یہ پہلے نہیں ٹوٹ سکتی **تیسرا فائدہ** ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا مفید ہے مومن تو مومن کافر کو بھی اللہ تعالیٰ اور ایمانی و اسلامی طریقوں پر عمل کرنا مفید ہو جاتا ہے یہ فائدہ تفسیر علمائے میں یاجوج وماجوج سے متعلق اُس روایت مشہورہ سے حاصل ہوا جس میں اُن کے روزانہ دیوار کھودنے یا چاٹنے کا ذکر ہے کہ جب وہ آخر زمانے میں کہیں شام کو انشاءاللہ کہہ کر کام چھوڑیں گے تو پھر ان کی دن بھر کی محنت ضائع نہ جائیگی حالانکہ وہ کافر ہیں۔

احکام القرآن الف آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں اگرچہ قرآن و حدیث کو سمجھنے

marfat.com
Marfat.com

علم اور تفقہ حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن بغیر سمجھے بھی نماز اور تلاوت ادا کرنا واجب ولازم ہے اور بے سمجھے کے بھی فائدہ وثواب ملے گا جو بدبخت لوگ مسلمانوں کو عربی نہ جاننے کی وجہ صرف اس بے تلاوت کرنے سے منع کرتے ہیں کہ بے سمجھے تلاوت یا نماز بے فائدہ ہے وہ لوگ گمراہ اور غلط ہیں یہ مسئلہ بھی یا جوج کے انشاءاللہ کہنے سے مستنبط ہوا کہ وہ بھی بلا جانے سمجھے انشاءاللہ کہیں گے جس کا فائدہ حاصل کریں گے دوسرا مسئلہ کفار سے دینی کاموں میں مدد لینا جائز ہے بغیر اجرت رضاکارانہ طور پر لہٰذا جو کفار اپنے شوق سے مسلمانوں کے دینی کاموں میں مثلاً تعمیر مساجد مدارس یا محافل اسلامیہ کی زیب وزینت کرنے میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں وہ جائز ہے بشرطیکہ مقاماتِ مقدسہ کے تقدس و پاکیزگی کا خیال رکھا جائے اور کسی تخریب کاری کا اندیشہ نہ ہو یہ مسئلہ فَاَعِیْنُوْنِیْ کے فرمان سے مستنبط ہوا کیونکہ وہ قوم بھی کافر تھی تیسرا مسئلہ۔ کام دینی ہو یا دنیوی مسلمان کو ہر وقت خدمتِ دین کی نیت سے کرنا چاہیئے اور ہر محفل واجتماعِ عوام کو تبلیغ دین کا ذریعہ بنانا چاہئے اور اس کو فرض یا واجب لازم سمجھ کر کرنا چاہیئے یہ مسئلہ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ۔ کے تبلیغی الفاظ سے مستنبط ہوا کہ اپنی تمام عقلی فکری علمی فنی محنت ومزدوری اور تعمیری کام کو رب تعالیٰ کی رحمت فرما کر کفار قوم میں دین حنیف کی تبلیغ فرمائی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ جب سکندر کے پاس اس دیوار کی تعمیر کا تمام ساز وسامان اور لشکر کثیر میں ہر طرح کے کاریگر موجود تھے تو پھر وہاں کی کم عقل گنوار جاہل اور کفار کو اس کارِ خیر میں کیوں شامل کیا گیا دیوار بنانا قانون الٰہیہ کے مطابق تھا لہٰذا اس میں کافر لوگوں کو شامل کرنا جائز نہ تھا جواب اس میں بہت سی حکمتیں تھیں ۱ یہ دیوار تقریباً تین ماہ تک بنتی رہی اس عرصہ میں ان کفار کو صحبتِ ذوالقرنین سے دین وایمان اور عقل وعلم کا فائدہ پہنچانا طریقہ عبادات سکھانا تہذیب اور ایمان بخشنا۔ ۲ ان کی رضاکارانہ پیش کش کو پذیرائی بخش کر دلجوئی کرنا ۳ اس تعمیری کاموں میں مشغول کر کے اتنا عرصہ اپنے قریب رکھنا ۴ اس علاقہ کے تمام جنگلاتی راستوں سے وہی زیادہ واقف تھے لکڑی وغیرہ سامان اکٹھا کرنے میں وہی زیادہ ماہر تھے ۵ اور ان پر احسان کے ساتھ ساتھ مومن باعمل بنانا مقصود تھا۔ دوسرا اعتراض جب اُس قوم نے خرچ دینے کا کہا تب تو منع کر دیا گیا اور فقط مزدوری میں شامل ہونے کو کہا مگر پھر ساتھ ہی کہدیا کہ لوہے کے ٹکڑے لاؤ لوہا بھی تو قیمتی مال ہے پھر مالی تعاون کیوں مانگا جواب۔ اَلْتُوْنِیْ کا معنی صرف اٹھانا اور اٹھا کر لانا لانا ہے یہ لوہا ان کا مال نہ تھا بلکہ یہ سکندر کا اپنا مال تھا جو کہیں سے اٹھائے لا رہے تھے اور ایسے سامان ہر لشکر کے ساتھ ہوتے ہیں اصلحہ سازی کے لیے وغیرہ وغیرہ۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فعل مَا اسْطَاعُوْا میں افتعال کی تاء کو ہم مخرج ہونے کی وجہ سے طاء دیا گیا۔ مگر دوسرے وَمَا اسْتَطَاعُوْا میں اِسا نہ

marfat.com
Marfat.com

کیا گیا اس کی کیا وجہ جواب۔ پہلے فعل میں صرف اپنی جسمی طاقت کا اظہار ہے جو کم ہے اس لیے مخفف فعل کافی تھا دوسرے فعل میں تین طاقتوں کا اظہار ہے ۱ جسمانی ۲ عقلی ۳ ان دونوں کا مقابلہ دیوار کی طاقت سے۔ اس لیے یہاں صیغہ فعل بھی مکمل اور مضبوط چاہیئے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر صوفیانہ

قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۔ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۔ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۔ فرمایا مرد خدا نے جو کچھ قوت و کرامت مجھ کو میرے خالق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس اصلاح عالم جسمانی کے بارے میں وہ ہی دولت رشد و ہدایت خیر ابدی ازلی ہے۔ ہاں اے مریدان غالب ناموتی تم سب اپنے اپنے عزائم صادقہ اور قوت بصیرہ کو اس صراط مستقیم میں صرف کر کے میرے ساتھ تعاون پر و اتقوی قائم رکھو اور میرے پاس اپنے قلوب حدید کو ملکات راسخہ و حیثیات ثابتہ سے کر آور کیونکہ مرید باصفا کے لیے تین قسم کی مضبوط ہمتیں ضروری ہیں ۱ قلب اور دل لوہے کی طرح پاہمت ہو کر باطل کے مقابل سخت اور حق کی پیش عشق کے سامنے نرم ہو ۲ ملکہ راسخ ہو یعنی منزل شوق چلنے کا شاندار طریقہ و تجربہ ہو ۳ حیثیات ثابتہ ہو یعنی کیفیت اور مستقل مزاجی ہمیشہ ایک جیسی پائیدار رہے۔ تب ہی مرشد کامل سے تعاون رہبری کر سکتا ہے ورنہ وہ قوت ارادی ہے جو خیر و شر مکر و فن، حیلہ و تن کے درمیان ایسی مضبوط حد فاصل ہے جس سے ہزاروں بار یا جوج باطل یا جوج شر بر بھی ٹکرائیں تو بھی مرشد کامل کی یہ آہنی پردہ دشمن مرید سے ہٹا نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ حفاظت مخلصین کی دیوار تصور شیخ جب اوقات حیات کے تمام لمحات دھرنا پر برابر محیط ہو جاتی ہے اور بیاد ظلمۃ باب فکر یات خبیثہ کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتا ہے تو مرشد کامل کا دوسرا سبق پیشوائی شروع ہوتا ہے قَالَ انْفُخُوْا فرماتا ہے کہ اے مریدان معاونین ورد و ذکر اوراد و وظائف عشق الٰہی کے انفاس جارہ اور تپش جلال محبت کی پھونکیں مارتے رہو۔ یہاں تک کہ جب حرارۃ ذکر اللہ اور اطاعۃ فکر اللہ سے تمام اعضاء باطنی شعلۂ عشق سے مشتعل تار ہو جائیں اور نار عشق ان تمام کو بھی اپنی مثل بنا لے یہاں سے مرشد و رہبر کا تیسرا سبق شروع ہوتا ہے قَالَ اٰتُوْنِيْٓ فرماتا ہے اب لاؤ میرے حضور میں جو ہر محبت صادقہ کا پگھلا تانبہ خلوص اور کیمیاء اخلاص میں خود مریدان باصفا کے قلب و جگر پر انڈیلوں تاکہ سوئیدار قلوب کی گہرائی کے گوشے گوشے میں وہ نار قطران داخل و نافذ ہو جائے اس طرح کہ پھر تا قیامت کی کید شیطانی اور مکر ابلیسی کا دخول ذہن مومن میں نہ ہو سکے اور کوئی وسوسہ خناسی اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کی دیوار متین و بنیان رصین کو کمی عمیق کر کے مَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ

marfat.com
Marfat.com

وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۝ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۔ تو اثر اراپا جوجی وماجوجی نہ طاقت پا سکتے ہیں کہ دیوار سکندر بالمنی پر چڑھ سکیں علمیہ یا نفیضہ پا سکیں نہ یہ قوت وہمت رکھتے ہیں کہ اس میں اہمال خاصت سے نقب زنی کر سکیں اس فتح وکامیابی پر بھی مرشد وہادی کا یہ ہی درس آگاہی ہوتا ہے کہ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ حَقًّا ۔ اَجَا دِحْقی کے یہ تمام انتظام وانصرام میرے رب کریم خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ ۔ کی طرف سے بخشش وعطا ہے اب یہ حفاظت ملکی تا قیامت قائم ہے پھر جب صبح وصور آخری وجود تا موتی بر ظاہر ہوگا جو ازلی تقدیری وعدہ ربی ہے تو اسی جدار جسد دوم کو امر کن سے فنا کے حصوں میں شامل کر دے گا اور میرے رب غفار کا وعدہ اَبَدًا حق ہے فرمایا آقا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سیلاب شیطنیت کو روکنے کے لیے سب سے بڑی دیوار عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ہے جس نے اپنے اوپر سنت مطہرات کو زندہ کیا اس نے دین اسلام کو ظاہر وباطن میں زندہ کیا اور جس نے دین کو زندہ کیا وہ کل قیامت میں سرکار غوثیہ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا غلامان شہنشاہ بغداد کی صفوں میں شامل ہوگا ۔ اصل اسرار نے فرمایا کہ ظاہر ارضی کا سکندر ذوالقرنین گل زمین جسمانیت کا فاتح ومالک ہوا لیکن عالم روحانیت کا ذوالقرنین لاثانی شہنشاہ بغداد عبدالقادر جیلانی کہ نقشبندیت کا خلوت گاہ مَغْرِبَ الشَّمْسِ اور چشتیت کا عالم جلوت کا مَطْلَعَ الشَّمْسِ اور سہروردیت کا مقام بعید بین السدین ان ہی کی فتوحات روحانی ومملوکات عرفانی وملفوظات ایمانی ہیں ۔ یہ وہ سب سے بڑی عزت ودولت اور فضیلت وثروت ہے جو آقائے قلب وعقل روح وبدن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد کامل شخص غائث کو عطا فرمائی جس کا اسم ظاہری مُحْيِ الدِّيْن ہے اور لقب باطنی ماحی سنت ہے صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ ہر قالب بشری کے چار ہی کنارے ہیں ۱؎ مقام ولایت سکندری یہ قلب شاہی ہے ۲؎ مَغْرِبَ الشَّمْسِ یہ فنائے نفس امارہ کا مقبرہ ہے ۳؎ مَطْلَعَ الشَّمْسِ یہ بستی عقل سلیم کا علاقہ ہے ۴؎ بَيْنَ السَّدَّيْنِ جسدی یہ سد سکندری مرشد صغیر باطنی کی دیوار حرم کا کوہسار حدود شریعت اور پابندی طریقت کا مقام اسرار ہے یہیں پر مرید صادق کو اَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۔ اور اَتُوْنِيْ اُفْرِغْ ۔ کے تین اسباق پڑھائے جاتے ہیں ۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ۔ (از تفسیر نعیمی اوری مع زیادت)

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ

اور گویا چھوڑ دیا ہم نے ان یاجوج ماجوج کے بعض کو بعض میں کہ اس دن موج در موج بھیڑ کرتے نکلیں گے اور پھر پھونکا جائیگا

اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ایک گروہ دوسرے پر ریلا آوے گا اور صور

marfat.com
Marfat.com

فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ

صور میں پھر جمع کریں گے ہم ان انسانوں کو ایک دم جمع اور سامنے پیش کریں گے ہم اس دن

پھونکا جائے گا تو ہم سب کو اٹھا کر لائیں گے اور ہم اس دن جہنم

يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ

جہنم ان کافروں کے لیے پیش کرنا جن کی آنکھیں

کافروں کے سامنے لائیں گے وہ جن کی آنکھوں پر

فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

میرے ذکر قرآن سے موٹے پردوں میں چھپی تھیں اور نہیں ہمت کرتے تھے وہ

میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور حق بات سن نہ سکتے

سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا ع ۱۱ ۹ ۲

سننے کی بھی، تو کیا کفار نے یہ سمجھ کر لیا ہے کہ میری مخلوق کو

تھے۔ تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا

عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

میرے مقابلے کے لیے اپنا مددگار بنا لیں گے بے شک ہم نے تو جہنم کو تیار کر رکھا ہے

حمایتی بنا لیں گے بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کو جہنم

لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ

تمام کافروں کے لیے ہمیشہ کا مہمان خانہ آپ فرمائیے کیا ہم تم کو بتا نہ دیں اعمال میں بہت ہی نقصان والوں

تیار کر رکھی ہے تم فرمائیے کیا [illegible] بڑھ کر ناقص عمل

marfat.com
Marfat.com

اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾

کے بارے میں

کن کے بیں

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں یاجوج وماجوج کو دیوار کے پیچھے قید کر دینے کا ذکر ہے اور فرمایا گیا کہ اپنے زور و قوت سے نکل نہیں سکتے اب اِن آیت میں قرب قیامت اُن کے نکالے جانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اس دیوار کی مضبوطی کا ذکر اور پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس دیوار کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں اِن کے انجام اور باہر نکلنے کی وجہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کا نکلنا میدان محشر کی حاضری کی بنا پر ہے۔

تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ایک بہت مضبوط اور جابر ظالم طاقتور قوم یاجوج وماجوج کا ذکر اور اُن کی مجبوری بے بسی بیکسی کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں ذکر فرمایا گیا کہ اے کافرو تم اللہ تعالیٰ کے مقابل اُس کے بندوں کو اس کی مخلوق کو مدد گار بناتے ہو جب اِن کے طاقتوروں کی یہ بے بسی ہے تو دوسروں کی کیا ہمت۔

تفسیر نحوی وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا۔ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۔ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا۔ واؤ سببیہ جملہ ترکنا فعل ماضی مطلق جمع متکلم ہے مستقبل کیونکہ آئندہ کی خبر تو یقینی بتانے کے لیے فعل ماضی کا استعمال ہو جاتا ہے۔ نا ضمیر جمع متکلم اس کا فاعل ہے مراد اللہ تعالیٰ ہے بعض اسم مفرد جامد بمعنی کچھ کل کے مقابل جز آدھے کو بھی بعض کہا جاتا ہے اور آدھے سے کم کو بھی آدھے سے زیادہ کو بعض نہیں کہا جاتا۔ لہٰذا لاکھوں تک بھی بعض کی تعداد ہو سکتی ہے جب کہ کُل اُس سے دگنا ہو، مضاف ہے ھُم مضاف الیہ اس کا مرجع یاجوج ماجوج یہ مرکب اضافی مفعول بہ یوم مضاف بمعنی دن اِذ اسم ظرف زمانی مبنی مضاف الیہ ترجمہ ہے اس دن یہ مرکب اضافی موصوف ہے یَمُوْجُ فعل مضارع باب نَصَرَ مَوْجٌ مصدر ہے بمعنی لہریں اُٹھنا، مضطرب اور پریشان ہونا پریشان کرنا، سمندر کے پانی کا زور دار اُٹھنا دریا کی موجیں، ہوا کے کثرت اور تیزی سے دوڑنا، ھُو ضمیر اس میں پراگندہ جس کا مرجع بَعْضَهُمْ ہے فی بَعْضٍ جار مجرور متعلق ہے یَمُوْجُ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے یَوْمَئِذٍ کی مرکب توصیفی ظرف ہوا نَتْرُكُنَا کا، سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ عاطفہ، نُفِخَ، ماضی مطلق مجہول باب نَصَرَ، نَفْخٌ مصدر سے مشتق ہے بمعنی پھونک پھونکنا پھونک مارنا بجانا فی حرف جار الصُّوْرِ [illegible] مصدر، بمعنی مکھو کھلا کیا ہوا

marfat.com
Marfat.com

سینگ یا وھات کی بنی ہوئی پھونکنی، جس میں پھونکنے سے ناقوس جیسی باریک چیخ یا ناقوس جیسی موٹی بھدی چنگھاڑ کی شکل آواز نکلتی ہے جیسے پہلے زمانے میں جنگی بگل یا قوسِ رحلت کی آواز یا آج کل خطرے کا الارم یہاں مراد قیامت کا وہ نفخہ ہے جو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ اس بگل کی بناوٹ کی حقیقت رب تعالیٰ بہتر جانتا ہے مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کو صرف سینگ اور قرن فرمایا گیا ہے۔ ایک قرنت میں صُوَر ہے مُوْرَۃٌ یعنی انسانی جسم کی جمع مگر یہ غلط ہے کیونکہ ایک آیت میں نُفِخَ فِیْہِ ۔ بھی واحد کی ضمیر سے ارشاد ہوا ہے جس سے صور کا واحد ہونا ثابت ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے نُفِخَ کا یہ سبب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ ف تعقیبیہ، جُمِعْنَا ، فعل ماضی مطلق جمع متکلم ناضمیر اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ باب فتح جمعٌ سے مشتق ہے متعدی ہے ترجمہ ہے جمع کرنا ہم ضمیر جمع غائب کا مرجع تمام انسان یا صرف یاجوج ماجوج جُمْنا۔ اسم مصدر مفعول مطلق ہے۔ جَمْنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ، عَرَضْنَا ، فعل ماضی مطلق جمع متکلم عَرْضٌ سے مشتق ہے بمعنی پیش کرنا جَہَنَّمَ اسم مفرد معرب جامد۔ یعنی عجمی لفظ کو عربی بنایا گیا، مفعول بہ ہے یَوْمَئِذٍ مرکب اضافی ظرف ہے لِلْکٰفِرِیْنَ۔ کافروں کے لیے یہ جار مجرور متعلق ہے عَرَضْنَا کا عَرْضًا، اسم مصدر مفعول مطلق ہے۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر کَانَتْ فعل ماضہ، اَعْیُنُہُمْ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے عَیْنٌ بمعنی آنکھ ھُمْ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ اس کا مرجع کٰفِرِیْنَ یہ مرکب اضافی فاعل ہے کَانَتْ کا فِیْ جارّہ ظرفیہ مکانی کے لیے غِطَآءٍ اسم مفرد جامد بمعنی موٹے کپڑے کا پردہ یا گھی وھات کا ڈھکن۔ یہاں مراد ہے جہالت اور غفلت۔ یہ جار مجرور متعلق اوّل ہے عَنْ حرف جر زوال ذِکْرِیْ مرکب اضافی یعنی میرے ذکر سے یہ جار مجرور متعلق دوم ہے

کَانَتْ فعل اپنے فاعل دونوں متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہو کر جملہ ہوا موصول صلہ مل کر صفت ہے کافرین کی وہ موصوف صفت مل کر متعلق ہے عَرَضْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ بیانیہ تب یہ اگلا جملہ علیحدہ مکمل ہے بعض نے کہا واؤ عاطفہ اور عطف ہے کَانَتْ پر کَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ فعل ماضی استمراری منفی جمع مذکر غائب حکم پر شبیہ ضمیر اس کا فاعل مرجع کافرین ہے سَمْعًا، اسم مصدر، مفعول بہ ہے۔ یہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَہَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا ۔ قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۔ اَ ۔ ہمزہ سوال انکاری وجہ ڈانٹ (توبیخ) کے لیے

marfat.com
Marfat.com

کفار نے اس بے عقلی میں کفر کیا گمان کر بیٹھے، حَسِبَ، فعل ماضی مطلق باب شاذ کا پہلا حُسْبٌ سے مشتق ہے معنی گمان وخیال اور وہم کرنا، دو مقابل مخالف چیزوں میں سے ایک کو صحیح سمجھنا حُسْبٌ ہے اور جب دونوں چیزوں پر ایک برابر خیال ہو تو ظَنٌّ ہے یہاں حُسْبٌ بمعنی ظن ہے یہ فعل اَفعالِ قلوب میں سے ایک ہے اَفعالِ قلوب کل سات ہیں ۱ عِلْمٌ ۲ ظَنٌّ ۳ خِلْ ۴ رَاٰی ۵ وَجَدٌ ۶ زَعْمٌ ۷ حَسِبٌ یہ فعل ہمیشہ دو اسموں یا دو جملوں سے پہلے آتا ہے اور وہ دونوں اس کے مفعول بہ ہوتے ہیں ان کی چار خصوصیات ہیں ۱ یہ کہ اس کے دونوں مفعول ظاہراً یا مستعملاً باقی رہتے ہیں ۲ اگر یہ اَفعال درمیانِ کلام یا آخر میں آجائیں تو عملاً لغو ہونا بھی جائز ہے ۳ اگر ان کے بعد سوال یا حرفِ نفی (مستقی کلام) یا لام ابتدا آجائے تو ان کا عمل متعلق ہوتا ہے ۴ کبھی ان کا فاعل و مفعول ایک ہی شخص ہوتا ہے مثلاً میں نے یا تو نے یا اس نے اپنے بارے میں خیال کیا عقل اور دل کے کاموں کو اَفعالِ قلوب کہتے ہیں خواہ غلط ہو یا صحیح یہاں اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا حَسِبَ کا فاعل ہے اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْ یہ مفعول بہ اوّل ہے، اور اَوْلِیَاءَ، یہ مفعول بہ دوم اصلاً معنی یہ ہے کہ گمان کیسا کافروں نے میرے بندوں کو اپنا مددگار، اگرچہ ظاہری ترکیب میں اَوْلِیَاءَ یَتَّخِذُوْا کا مفعول دوم ہے

بابِ افتعال مضارع معروف اَخْذٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ دراصل اِئْتِخَاذٌ تھا اِئْتِخَاذٌ ہوا پھر اس کو اِتِّخَاذٌ بنایا گیا، اس کا لغوی ترجمہ ہے بنانا، پکڑنا، لینا، مگر یہاں مراد حاصل کرنا۔ یعنی کیا کفار سمجھتے ہیں کہ ان کی دوستی یا مدد حاصل کر لیں گے۔ حَسِبَ فعل اپنے فاعل اور مفعول ظاہری و باطنی سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا لفظ دُوْن پانچ معنی میں مشترک ہے ۱ مقابل ۲ سوا ۳ حفاظت ۴ بغیر ۵ بدلہ، یہاں پہلے معنی میں ہے اس لحاظ سے مِنْ دُوْنِ بھی چند قسم کا ہو گیا اَنَا اِن حرف مشبہ بالفعل ضمیر جمع متکلم اس کا اسم منصوب متصل، اَعْتَدْنَا بابِ افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم، اس کا مصدر ہے اِعْتَادٌ۔ عَتَدٌ۔ سے بنا ہے بمعنی تیار کرنا ہر حالت میں متعدی ہوتا ہے (مصدر بھی مادہ بھی) جَهَنَّمَ۔ اس کا مفعول بہ اوّل ہے۔ لِلْكٰفِرِيْنَ یعنی کافروں کے لیے۔ لام نفع کا، یہ جار مجرور متعلق ہے۔ نُزُلًا۔ اسم مبالغہ مفرد ہے ظرفِ مکانی کے لیے بمعنی مہمان خانہ مفعول بہ دوم ہے اَعْتَدْنَا کا ایک قول میں یہ جمع ہے نَزِیْل کی بمعنی مہمان، تب لام لِلْكٰفِرِيْنَ کا مفعولیت کا ہو گا۔ اور ترجمہ ہو گا ہم نے بنایا جہنم کے لیے کافروں کو مہمان، مگر پہلا قول درست ہے، ایک قرأت میں نُزُلًا ہے۔ اسی سے ہے تَنْزِيْلٌ۔ نَازِلٌ۔ مُنْزِلُوْنَ۔ اَنْزَلْنَا۔ اپنے فاعل دونوں مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر ہوئی اِنَّ کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا قُلْ۔ فعل امر حاضر واحد مذکر، یا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قَوْلٌ ہوا اَصْلُ حرفِ استفہام ہے۔ حروفِ سوالیہ چار ہیں ۱ اَصْلُ ۲ اَمْ متصلہ ۳ اَوْ (ہمزہ) ۴ کَمْ استفہامیہ۔ یہ کبھی کبھی خبر بھی ہوتا ہے تب اس کا ترجمہ ہوتا ہے بے شک نَدْ کے مثل اس میں سوال صرف موجد اور ثبوت کی تصدیق کا ہوتا ہے انکاری یا تصوری

marfat.com
Marfat.com

وغیرہ سوال نہیں ہوتا حل ہمیشہ فعل مضارع پر آتا ہے بمعنی مستقبل مگر کبھی ماضی پر بھی آجاتا ہے نَبَّئَ۔ باب تفعیل کا مضارع جمع متکلم نُنَبِّئُ یا نَبَّأَ سے مشتق ہے بمعنی غیبی خبر دینا۔ کُم ضمیر جمع حاضر مرجع ہے کا فرین ب حرف جارہ بمعنی فی ظرفیہ، ترجمہ ہے بارے میں۔ الف لام استغراقی بمعنی تمام اَخْسَرِیْنَ۔ اسم تفضیلی جمع مذکر بحالت کسرہ خُسْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گھاٹے والے یہ جار مجرور متعلق ہے نُنَبِّئُ کا۔ اَعْمَالاً۔ اسم جمع مکسر۔ اس کا واحد ہے عَمَل۔ یعنی ہاتھ پیر و دیگر اعضاء جسمانی کے اُخروی کام۔ بحالت نصب ہے تمییز ہے اَخْسَرِیْنَ کی تمیز تمیز مل کر مجرور ہو کر متعلق ہے نُنَبِّئُ کا فعل اپنے پرشیدہ فاعل کُم و مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمکانہ

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ۝ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ۝ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا۔ ان آیت کی مراد میں مفسرین کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ تَرَکْنَا بَعْضَهُمْ سے یاجوج ماجوج مراد ہیں اور معنی ہے کہ قریب قیامت جب یہ دیوار ٹوٹے گی تو یاجوج وماجوج اس بھیڑ بھاڑ سے بھاگتے دوڑتے وحشیانہ انداز میں نکلیں گے اور اپنی بے انتہا کثرت کی بنا پر سمندر کے بے انتہا پانی کی طرح ٹھاٹھیں مارتی ہوئی موجوں کے مشابہ ایک دوسرے پر چڑھتے چلے آئیں گے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ یہ قوم سیلاب کی طرح ہر ٹیلے اور درخت مکان و کان کھیت کھلیان در و دیوار جمادات و حیوانات و انسانات کو روندتے توڑتے پھوڑتے کھاتے چباتے صاف کرتے مٹاتے ساری زمین پر پھیلتے ہی چلے جائیں گے گویا کہ اُس دن روئے زمین پر اُن کی تخریبی حکومت قائم ہوگی جو چالیس دن تک رہے گی ان کے مقابل نہ کوئی آسکے گا نہ کوئی بچ سکے گا۔ زمین پر کوئی اونچی نیچی جگہ مکان تعمیرات وغیرہ کا نام و نشان بھی نہ رہے گا چٹیل میدان کی طرح ہموار ہو جائے گی غالباً محشر قائم کرنے کے لیے قدرت کے انتظامات ہوں گے اور راسخ وحشی قوم سے بلا اُجرت یہ کام لیا جائے گا تمام دریاؤں نہروں تالابوں کا پانی پی کر ختم کر جائیں گے۔ یہاں تک کہ سمندر بھی ان کے پینے سے باقدرت الٰہی سے ختم ہو جائے گا۔ یہ واقعہ دجال کے قتل کے بعد ہوگا۔ دجال کے تمام ماننے والے کفار کو یہ یاجوج وماجوج ہی کھا جائیں گے۔ اس طرح بہت سی ظاہری باطنی غلاظتوں سے زمین پاک ہو جائیگی رہا یاجوج وماجوج کا سد سکندری سے باہر نکلنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے چنانچہ ابوداؤد شریف جلد دوم میں باب امارات قیامت کے اندر نو نشانیاں قیامت کی بڑی نشانیوں میں مذکور ہیں ۱ دجال کا آنا ۲ امام مہدی کا پیدا ہونا ۳ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ۴ دابۃ الارض کا ظاہر ہونا ۵ دھنست ناک زمینے آنا ۶ جگہ جگہ سے زمین دھنسنا ۷ سد سکندری ٹوٹنا ۸ یاجوج ماجوج کا نکل آنا یاجوج ماجوج صرف تین شہروں میں نہ جاسکیں گے ۹ [illegible] کی مسجد میں پرشیدہ بیٹھا یا عبادت

marfat.com
Marfat.com

ہیں مشغول ہوگا۔ دجال ان چار جگہ نہ جا سکے گا۔ ۹ زمین کے اندر وہ خزانے نکلنا، ہمارے زمانے کے کچھ اردو مفسرین و مصنفین نے لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج سے مراد چنگیز اور ہلاکو خان کے لشکر ہیں اور وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ (الخ) سے مراد تاتاری حملے ہیں یہ سب غلط اور اوٹ پٹانگ باتیں ہیں اور ایسی بیہودہ باتیں لکھنا تفسیر نہیں بلکہ قرآن مجید کی تحریف اور گستاخی ہے۔ اس لیے کہ جب تک دیوار سکندر قائم وہ نکل نہیں سکتے اور دیوار تو ابھی بھی قائم ہے۔ جو تسلیم ہے تو پھر نکلنا کیسے ہوا اور پھر جب اب تک تاتاریوں کے روپ میں یا یاجوج ماجوج ہر جگہ دندناتے پھر رہے ہیں تو دیوار بنانے کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ پھر کیف اس طرح کے مفسرین ہر دور میں ہوتے ہی رہتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ تَرَكْنَا (الخ) سے مراد ہے کہ سدِ سکندری کی تعمیر و تکمیل کے وقت ہم نے تمام قوم یاجوج ماجوج کو اُن کے اپنے کوہستانی رہائشی علاقے دیوار کے اُس پار چھوڑ دیا۔ کہ اب وہ تا قیامت اپنے ہی علاقے میں دندناتے پھریں گے نہ دوسری طرف آسکیں گے نہ ہی وہ ظلم ڈھا سکیں گے ان کو کوئی دیکھ سکے گا اور یہ غیبی خبر اب تک بالکل درست ثابت ہو رہی ہے کہ اتنی سائنسی ترقی کے باوجود اتنی بڑی قوم کا پتہ آج تک کوئی نہ لگا سکا نہ جہاز نہ راکٹ ان پر اُڑان کر سکا۔ پہلی تفسیری بات آیات کے سیاق کے بنا پر ہے اور درست بھی ہے۔ یہ دوسرا تفسیری قول تَرَكْنَا کو فعل ماضی فرمانے کے ظاہری اعتبار پر کیا گیا۔ تیسرا قول جو ان آیت کے سیاق اور اگلی روش ذکر قیامت اور نفخ صور کی مماثلت میں یہ کہا گیا کہ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ (الخ) سے مراد ہے قیامت کے دوسرے صور پھونکنے کے وقت تمام انسان، جنات، بنی دوزخی اچھے بُرے چھوٹے بڑے مردوں کا زندہ ہو کر میدان محشر کی طرف بھاگنا دوڑنا نکھوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا یہ بھی سمندر کی بیکراں موجوں کی طرح عجیب صیبت ناک نظارہ ہوگا وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اس تفسیر کے مطابق نَفَخَ سے دوسرا صور مراد ہے کیونکہ اس کے پھنکنے پر تمام لوگ زندہ ہو کر قبروں سے نکل پڑیں گے۔ اس کے بعد میدانِ محشر کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے کہ جن کافر لوگوں نے دنیا میں اپنی آنکھوں کو ضد فساد کفر شرک گستاخی نبوت کے پردوں میں پیٹ لیا ہے کہ ان کی آنکھیں چاروں طرف سے موٹے پردوں میں ہیں اور یہ دشمن و مخالف ان خود ساختہ پردوں کو ہٹانے کی کوشش بھی نہیں کرتے ہم قیامت میں اُن کی انہی آنکھوں پر بصارت کی تیز دوربین لگا دیں گے اور جہنم کو سامنے بالمقابل کر دیں گے کہ چونکہ تمہاری آنکھوں نے حیاتِ دنیوی میں حقانیت آیات رو حانیت اور شانِ نبوت کو نہ دیکھا تھا لہٰذا اب اپنے دائمی ٹھکانے جہنم کو خوب دیکھ لو دنیا میں حق سے تو تم نے آنکھیں بند کیے تھیں (مگر اب نہ بند کر سکو گے۔) یہ دیدار صرف کفار کو ہوگا مومن جہنم کو نہیں دیکھ سکیں گے یہ دیکھنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آنکھوں پر دوربین لگانے والا اُن دور کی چیزوں کو بھی بالکل قریب دیکھ لیتا ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آتیں یہ مطلب نہیں کہ دوزخ کو اٹھا کر میدان محشر میں لایا جائے گا دوزخ اپنے مقام پر ہی رہیگی صرف

marfat.com
Marfat.com

آڑ ہٹ جائے گی اور کفار کی نگاہیں مثل دوربین تیز ہو جائیں گی عُرْضًا کے تین معنی ہوئے میدانِ محشر میں سے ہی جہنم کو دیکھ لیں گے اسی مشاہدہ کو مجازاً عُرْضًا یعنی پیش کرنا فرمایا گیا یا عُرْضًا کا معنی ہے عطا کرنا جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کو اپنا مکان پیش کیا یہ کلام داخلے کے بعد کا ہے یعنی جہنم میں داخل کرنا وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ کُلٍّ سے مراد قرآن مجید چونکہ قرآن کریم میں دو چیزیں آنکھوں سے دیکھنا اور کانوں سے سننا۔ مگر کفار دونوں میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کرتے خود تو اس پیسے نہیں دیکھتے کہ اُن کی آنکھیں پردے میں ہیں اور کسی کی سنتے بھی نہیں اگر کوئی دوسرا بھی اُن کو سنانے سمجھانے کی کوشش کرے کتنی ہی محبت شفقت کا زور لگا کر بولے اور اللہ رسول کے احکام فرمان وکلام سنانے کی کوشش و تبلیغ کرے مگر توجہ نہیں دیتے اس لیے کہ وَکَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا وہ سننے کی طاقت وقوت ہی نہیں رکھتے بہرے نہیں ہیں بہرہ تو پھر کچھ چیخ دھاڑ سن لیتا ہے مگر ان کے پاس تو کان ہی نہیں ہیں وہ آلہ ہی نہیں جس سے سننے کی کچھ ہی طاقت آجائے اور یہ اِن کی اپنی حرکت ہے کہ انہوں نے حق سننے والی آنکھوں کو پھوڑا اور کانوں کو توڑا اسی کے بدلے میں آج میدانِ محشر میں جہنم کو دیکھنے اور اُس کی بھڑکتی آوازوں کو سننے کے لیے آنکھوں پر بصارت اور کانوں میں سماعت بھر دی گئی کہ دوزخ کو قریب سمجھ کر دیکھیں بھی اور اُس کی بھڑکیلی آوازیں سنیں بھی اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۔

ترکیا یہ اندھے بہرے کفار یہ یقینی بھروسہ کر بیٹھے ہیں کہ میرے ہی مقرب بندوں کو یا کسی مخلوق کو میرے مقابل مددگار بنالیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے نیک اور پاکیزہ بندوں سے جھوٹی اور ناجائز محبت کر کے اُمید اور آس لگا بیٹھیں کہ ہمارے کفر وشرک کے باوجود یہ مقربین مددگار بن جائیں جیسا کہ ہندوؤں نے حضرت موسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام سے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ سے شیعوں نے حضرت علی سے فرقہ غوثیہ نے غوث پاک سے جھوٹی محبت بنا کر یہ بھروسہ کر لیا کہ یہ بزرگ ہمارے سارے کفر مٹا کر اللہ کے عذاب سے بچالیں گے۔ یہود نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو شیعوں نے مولیٰ علی کو رب کہا فرقہ غوثیہ نے غوث پاک کو سارے انبیا علیہم السلام سے افضل کہا۔ اس جھوٹی اور کفریہ محبت سے سمجھا کہ یہ ہم کو اللہ سے چھڑا لیں گے اس کی تردید فرمائی جارہی ہے اَفَحَسِبَ میں سوال انکاری ہے یعنی ایسا گمان غلط نہ کرنا چاہئے۔ یا یہ سوالی خبری ہے۔ کہ اگر یہ اولیا بفرض محال بن بھی جائیں تب بھی مفید نہ ہوگا نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ عِبَادِیْ سے مراد انبیاء اور ملائکہ ہیں اور یہ اک بازپرستیاں تو کافروں کے ولی مددگار بن سکتے ہی نہیں۔ یا مراد ہے [illegible] صلیب کا حسن وغیرہ یعنی یہ

marfat.com
Marfat.com

لوگ اگرچہ دنیا میں نوادلیا بن جاتے ہیں مگر آخرت میں مدد نہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے عام مخلوق کو بھی عباد فرمایا چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ۔ یہاں حیوانات نباتات جمادات سب مراد ہیں اگر انہیں معبود بنانا، یا مقابلے کا مددگار بنانا یا شفیع بنانا یعنی کسی قسم کا بھی ولی ہو اللہ کے مقابل معبود نہیں ہو سکتا اور کفار کا کسی ہستی پر یا غیر اللہ پر بھروسہ کر کے کفر و شرک کرتے رہنا سراسر نقصان دہ ہے اس لیے کہ اِنَّا اَعْتَدْنَا نے شک ہم نے ہر قسم کے کافروں کے لیے جہنم کو بہت بڑا دائمی رہائشی ٹھکانہ ہمہان خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ کلام استہزائی ہے اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے کہ کفار کو خوش خبری سنا دو عذاب الیم کی اور کہیں ارشاد ہے کہ اے کافر تو عذاب جہنم چکھتا رہ کیونکہ تو عزیز و کریم جو ہوا۔ وغیرہ وغیرہ فرما دیجئے اے محبوب کریم ان مشرکین مکہ سے جو بیہودیوں سے پوچھ کر امتحان کی غرض سے حضرت خضر اور ذوالقرنین کی واقعاتی و فتوحاتی خبریں پوچھتے ہیں کہ یہ سچی خبریں تو تم نے سن لیں کیا تم کو ان بدنصیب اور بدبخت سرکشی اندھے بہرے اور گستاخ لوگوں کی بھی خبر نہ بتا دیں جو دنیا میں اعمال کے اعتبار بہت ہی گھاٹے والے ہیں جن کی آنکھیں صداقت مصطفیٰ کے موٹے پردوں میں اور گستاخی نبوت کی ڈاٹ کانوں میں ہے، مولیٰ علی شیر خدا نے فرمایا آخر زمانہ میں ایسی خارجی رافضی ہیں جو اسلام اب پاردی کا لبادہ اوڑھے ہوں گے اور ساحر و جادوگر ہیں۔ حضرت مقاتل نے فرمایا کہ دنیا پرست ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ یہ سب ہی اقوال درست ہیں کیونکہ ان سب کے تمام دینی و دنیوی اعمال اور مشقتیں محنتیں چلے و ریاضے، فاقہ کشی و بھوکی دنیوی زندگی ہی کرتے رہے آخرت میں سب برباد اور خسارا کارہ ہوگا، گویا عمل دنیا میں شمارہ آخرت میں اَیْضاً باللہ تعالیٰ۔ (از تفسیر مظہری، فتح العزیز، ظلال القرآن، معانی، خازن مدارک صاوی)

فائدے ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ قیامت میں دوزخ مومنوں کی نگاہوں سے چھپی رہے گی میدان محشر میں صرف کافروں کو نظر آئیں گی ثابت ہوا کہ برا نظارہ بھی عذاب کی ایک ہلکی جھلک ہے جس سے مومن محفوظ رہیں گے یہ فائدہ عرضنا کے بعد للکفرین کی تخصیص سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ جن کے دلوں میں اللہ کے نبیوں اور ولیوں کی گستاخی اور بے ادبی بسی ہوئی ہے وہ بدنصیب اللہ کے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چیزوں، قرآن و حدیث اور مناظر قدرت آیات الٰہیہ کو نہ دیکھ اور سن سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں یہ فائدہ فی عنظاہ کی پوری آیت سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء مقربین ہر وقت ہر طرح امداد فرماتے رہتے ہیں لہٰذا اہل ایمان کو ان سے ان کی حیات دنیوی اور حیات برزخی میں مزارات پر جا کر مدد مانگی جائز ہے مومنین کو تو دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچتا ہی ہے دنیوی فائدہ غیر مسلم کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ ہاں غیر مسلموں کافروں کو اُخروی فائدہ نہیں ملتا۔ یہ فائدہ عبادی کے بعد مِنْ دُوْنِیْ فرمانے سے حاصل ہوا۔ جنے ثابت کر دیا کہ اولیاء

Marfat.com

دو قسم کے ہیں اور اَولیا بنانے والے بھی دو قسم کے ہیں۔ اَولیاء اللّٰہ اَولیاء مِنْ دُوْنِ اللّٰہ۔ ھٰذا ایمان اولیاء اللّٰہ کا دامن پکڑتے ہیں کفار مِنْ دُوْنِ اللّٰہ۔ کا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ مسلمانوں پر دیگر فرائض اور واجبات کے علاوہ یہ چیز بھی لازم اور ضروری ہے کہ اپنی دنیوی زندگی میں اچھی اور پاکیزہ چیزیں دیکھنے اور سننے کی عادت ڈالیں فلموں تماشوں اور بری کتابوں بدعقیدہ تحریروں سے اپنی آنکھ کان کو بچائے رکھیں۔ جو لوگ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر گندی کتابیں پڑھنے کا شوق کرتے ہیں خطرہ ہے کہ بروزِ قیامت اُن کو بصیرتِ جہنم کا عذاب نہ پہنچے یہ مسئلہ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ کے نفسیاتی اُخروی عذاب کے ذکر سے مستنبط ہوا اسی لیے کفار کی صحبت سے بچنے کا حکم ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ شریعتِ اسلامیہ میں سب سے بڑا جرم ذکر اللہ سے غفلت ہے۔ کیونکہ اس غفلت کو کفار کی نشانی بتایا گیا لہٰذا ہر مسلمان کو ایسی غفلتوں سے بچنا چاہئے قیامت میں بھی سب سے بڑا عیب اور لائقِ سزا جرم شمار کیا جائے گا یہ مسئلہ فِیْ غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِیْ کو کفار کی طرف منسوب کرنے اور مسلمانوں کو قرآن مجید کے ذریعے سنانے کی اشارۃ النص سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ دنیوی کاموں میں مشغول ہو کر آخرت کو بھول جانا شریعت کے احکام میں سب سے بڑا حرام اور نقصان دہ ہے جو غافل مسلمان دین کے فرائض وعبادات کے وقت بھی دنیا کے دھندوں کاروبار اور تجارتوں میں اُلجھا رہے اور نمازوں عیدوں اور اوقاتِ جمعہ کی پرواہ نہ کرے اُس کی سب کمائی حرام ہے یہ مسئلہ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ نُزُلًا۔ نعوذ اور تفسیری اقوال سے نُزُلًا کا معنیٰ ہے مہمان خانہ۔ اور مہمان خانہ دوستوں کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اور چند دن کے لیے عارضی طور پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی مہمان خانہ اپنی عمارت کے اعتبار سے دائمی بنا بھی دیا جائے تب بھی اس میں آنے والے مہمان ہی ہوتے ہیں اور مہمان بذاتِ خود بھی عارضی آتا ہے نہ کہ دائمی اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ جہنم کفار کے لیے عارضی ٹھکانہ ہے نہ کہ دائمی (مرزائی قادیانی) جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی تو یہ ہے کہ تمہارے اعتراض اور وضاحت کے مطابق تو پھر جنت اور جنت کی رہائش بھی چند روزہ عارضی ہو کیونکہ اگلی آیت میں جنت فردوس کو بھی نُزُلًا فرمایا گیا ہے تو تم جو جواب وہاں دو گے وہی ہم یہاں دے سکتے ہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہ کلام استہزائی ہے جیسا کہ تفسیر عالمانہ میں بیان کیا گیا۔ یعنی کفار کو مزید شرمندگی اور حقارت کا عذاب دینے کے لیے طعن اور چٹکی کے الفاظ بولے گئے جس کی مزید تفصیل اور بھی بیان کی گئی لہٰذا حقیقتاً نُزُلًا نہیں۔ ایک جواب یہ بھی ہو

marfat.com
Marfat.com

سکتا ہے کہ نُزُلًا سے مراد ہے ملکیت نہ ہونا یعنی جہنم کی رہائش دائمی جیل کی طرح ہوگی نہ کہ ملکیتی علاقہ کی طرح کفار اپنے اپنے جہنمی علاقہ کے مالک نہ ہوں گے۔ دوسرا اعتراض نبی ولی خوث قطب پیر فقیر اور ان کے تعویذ دھاگے کچھ فائدہ نہیں دے سکتے جو بھی ان کی مدد یا دستگیری کی اُمید لگائیں گے وہ مشرک ہے اللہ نے قرآن میں یہاں صاف فرما دیا۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (الخ) اس لیے شیعوں کا عقیدہ غلط اور شرکیہ ہے کہ نبی ولی مدد کرتے ہیں (دیوبندی) **جواب** رعیب! حمقانہ اعتراض ہے کہ استمدادِ اولیاء اللہ کا اس پوری آیت میں ذکر تک نہیں خود ہی مراد لے کر خود ہی اعتراض کرتا ہے یہاں ذکر ہے ولی بنانے کا اور وہ بھی مِنْ دُوْنِیْ ولی نہ کہ وَلِی اللہ یعنی فرمایا یہ جا رہا ہے کہ انبیاء اولیاء علیہم السلام کفار کے ولی نہیں بن سکتے نہ مدد کرتے ہیں ہاں البتہ مومنوں کے ولی بھی بنتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ یعنی جہنم صرف کفار کے لیے بنائی گئی ہے۔ تو پھر مجرم فاسق مسلمان کہاں جہنم میں جائیں گے **جواب** اَعْتَدْنَا کا معنی ہے رہائش کے لیے تیار کرنا۔ رہائش صرف کفار کے لیے ہے مسلمان گناہگار تو صرف دُھلنے کے لیے جائے گا۔ جیسے کہ حرّاف کی بھٹی میں کوئلہ ایندھن بھی گیا مگر مستقل رہنے جلنے ختم ہونے کے لیے اور سونا بھی گیا صاف ہونے کے لیے۔

تفسیر صوفیانہ

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا نِ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا۔ اور جب ابتلاء آزمائش کی ساعاتِ قیامت آئیں گی تو ہم بیابانِ جسدی میں خواہشاتِ حرص وہوس کے قیدیوں کو نفس وشیطان کے میدان میں چھوڑ دیں گے تب اُس دن شیطانیت ابلیس عروج پر ہوگی طوفانِ بے تمیزی سیلابِ بے مزاجی کی موجیں اٹھیں گی اور ایک دوسرے کی فنا کا باعث بن جائیں گے بعض کی بعض میں قبض و بسط کی موت ہوگی۔ یہی دنیا اور اہلِ دنیا کا انجام ہے۔ اس عالمِ ناسوت میں دنیاءِ فانی کو صرف دنیا داروں کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ موجِ درموجِ دنیاءِ ذلیل کے پیچھے بھاگتے ہیں کسی حرام وحلال جائز وناجائز کی تمیز و پرواہ نہیں کرتے اہلِ طریقت کی اصطلاح میں یہی یاجوج مأجوج لعین ہیں کینہ اور نفاق ان کی خصائل رذیلہ ہیں کیونکہ کینہ اور منافقت دنیا کی محبت اور جاہ ومطلب پرستی کا نتیجہ ہے دنیا کو ارثاً دِ نبوت میں اس لیے حصہ فرمایا گیا ہے کہ دنیا پرست کو اپنے مقدس رشتے بھی یاد نہیں رہتے۔ اور جب حُبِّ دنیا کے فنافی الدنیا لوگوں پر عذابِ تہر وسزا و جبر کا طُور آخریں پھونکا جائے گا تب گوشِ عظمت وہوش رحلت بیدار ہوگا۔ پھر جمع فرمالیں گے ہم ان بھٹکے مزاج اور بکھری خواہشات اور ابلیسی اَرزُوؤں کو۔ اور جہنم فراق وعذابِ افتراق پر اُس روزِ حسرت میں ایسے ہی کفرانِ نعمت کرنے والے کو پیش کریں گے جن کی چشم عبرت

marfat.com
Marfat.com

لذاتِ دنیوی تمنّاءِ عشروی کے عطاءِ ظلمت ہیں اندھی و بے بصیرت ہو چکی تھیں ۔ رہبرانِ شریعت اور مرشدانِ حقیقتِ باطنی اور پیغاماتِ روشن ضمیری کے آوازِ لاہوتی کے باوجود میرے ذکر سے آنکھیں موڑ چکے تھے ۔ غفلت کے موٹے پردوں میں اندھے بن چکے تھے اور انجامِ آخری کے سننے سے کانوں کی ہمت و طاقت زر کھتے تھے ۔ ایسے بدنصیب کافرانِ مطلق غفلت کے پردوں میں جکڑے ہوؤں کا یہی انجام ہوتا ہے ۔ حُبِّ دنیا زہرِ قاتل ہے حُبِّ دنیا کے چار سور ہیں را ہوس ۲ لالچ ۳ کینہ ۴ غصہ ۔ جب کسی کے دل سے دنیا کی محبت اور عزت کی طلب جاہ پرستی کی طمع نکل جاتی ہے تو وہ ساعاتِ دنیا کے کسی بھی علاقہ لمحات میں ہو مغرب الشمس کی شام ہو یا مطلع الشمس کی صبح بَيْنَ السَّدَّيْنِ کی دوپہر ہو یا خلوتِ قلبِ سکندر کی آدھی رات کسی وقت بھی اُس مردِ متورّع کے دل میں کسی کے خلاف کینہ غصہ و انتقام کا جذبہ باقی نہیں رہتا مگر یہ مقامِ قدسی صرف محبتِ الٰہیہ سے حاصل ہوتا ہے اور محبتِ الٰہی صرف استقامۃ و اتباعِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے اسی لیے تمام عبادتوں میں ان دونوں نعمتوں کو شامل کرنا مومن کا فرضِ عظیم ہے پہلے اتباعِ آقاءِ کائناتِ صلی اللہ علیہ وسلم پھر محبتِ الٰہی اور پھر عبادات کی ریاضتِ فرضیہ نفلیہ واجبیہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا خزانہ اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ملتا ہے ۔ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۔ عجائباتِ عالم میں سب سے عجیب تر شخصیتِ انسانی ہے کہ دنیا پروری کے اعتبار سے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ عقلِ کثیر کا مالک ہے آسمان و زمین کے قلابے ملا دے لیکن یہی انسان اپنی وجہ خلقت اور سببِ پیدائش کے بھولنے میں ظَلُوْمٌ جَهُوْلٌ اور اَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ہے ۔ اپنی بدعقلی کثیر کی بنا پر دشمن کو دوست اور کانٹوں کو پھول سمجھ جاتا ہے کبھی تو اتنا چالاک بنتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نبوّت کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور کبھی اتنا احمق و بیوقوف کہ مٹی پتھر کو خداؤں کا الٰہ بنا لیتا ہے اپنے ہاتھوں کی تراشِ خراش اور گوندھی مٹی کی مورتی کو ہی بھگوان اور اوتار کے بناؤٹی نام دے لیتا ہے کبھی ان ہی مورتیوں کو اللہ کا پیارا اور ولی سمجھ لیتا ہے اور کبھی محبوبانِ مقربینِ اولیاءُ اللہ کو اپنے کفر و شرک فسق و فجور لہو و لعب، عیش و طرب کا حامی سمجھ بیٹھتا ہے ایسے ہی بدنصیب ازل کے مردودین کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ کیا کفارِ باطن مشرکینِ حق نے اپنے ذہنِ شریر و بخیل خبیث میں یہ آس لگا رکھی ہے کہ میرے ہی محبوب بندوں کو میرے مقابل میری رضا و حکم اور ارادے کے بغیر اپنا دوست بنا لیں گے کبھی کسی اہلِ عقل شریف النفس نے کسی بھی گندے منہ دے بدبودار غلیظ و خبیث العین نجاست ظاہری میں لتھڑے ہوؤں کو دوست بنایا تو دکھا [illegible] بھگو دیا ہے ایسے ہی کفر کی غلیظ

marfat.com
Marfat.com

نجاست لگے بدبودار سڑاند کے بھبھو کے پھوٹے ہوؤں کو کوئی اپنے قرب خاص میں جگہ دینے کو تیار نہیں ہو سکتا۔ ایسے نجس لوگوں کے لیے بس وہی قہر مذلت ہے جو راتاً اَعْتَدْنَا تا پے شک ہم نے ہی تیار فرمائی ہے جہنم رسوائی و ذلت کفرانِ نعمت کرنے والوں کے لیے قبض و بسط و بھیس دائمی و خلود ابدی مہمان خانہ۔ اے محبوب ازلی قلبِ منور فرما دے کہ کیا تم جیسے مُخْبِرِ عَنِ النَّفْسِ۔ کو ہم آج اسی دنیا پر فریب میں خبر نہ سنا دیں کہ کون لوگ اعمال کے سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ ہمارے پیاروں کی دوستی کو اگر چاہتے ہو اور محبوبِ بندگانِ الٰہی کی ولایت و حمایت کے اگر طلب گار ہو تو اس دنیاء تا سوتی میں فقط وہی رزقِ صراط کا طریقہ وذریعہ حاصل و اختیار کرو جو ہمارے رسول تم کو عطا فرمائیں اور اُن تمام اشیاء سے دور ہٹ جاؤ جس سے ہمارے ازلی ابدی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم کو روکیں اگرچہ تمہاری عقل فتور میں وہ اشیاء کتنی ہی اچھی سفید لگتی ہوں اسے دنیاء رذیل کے عیاشو ہمارے محبوب بندوں کی دوستی حاصل کرنے کے لیے تم کو خود پہلے عبادتی بننا پڑے گا۔ جو صرف غلامیِ رسالت پناہِ عالم میں ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ (از تفسیر ابن عربی مع زیادت)

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ

وہ اخسرین وہ لوگ ہیں کہ سچی راہ سے ہٹ گئی جن کی عملی محنت کرنی دنیوی زندگی میں حالانکہ وہ یہی گمان کرتے رہے

اُن کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہو گئی اور وہ اس خیال میں ہیں

اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

کہ بے شک وہ اُخروی مفید اور اچھے کام کر رہے ہیں۔ وہی ہیں یہ لوگ کفر کیا جنہوں نے

کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں

بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ

اپنے رب کی آیتوں کا اور اس کے سامنے حاضر ہونے کا اسی وجہ سے ضائع ہو گئے ان کے تمام اُخروی اعمال تو ہرگز قائم

اور اس کا ملنا نہ مانا تو اُس کا کیا دھرا سب اکارت ہے تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول

marfat.com
Marfat.com

لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ

کریں گے ہم ان کے لیے قیامت کے دن کچھ بھی اہمیت کی وہی ان کا صحیح بدلہ جہنم ہے

نہ قائم کریں گے یہ ان کا بدلہ ہے جہنم اس پر

بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ

اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے میری آیتوں اور میرے انبیاء کو بیکار فضول ہاں بے شک

کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی بے شک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ

وہ لوگ جو مومن بن گئے اور نیک کام کئے ہیں ان کے لیے فردوس کی جنتیں

جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے فردوس کے باغ

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾

مہمان خانہ ہیں

ان کی مہمانی ہے

تعلقات اِن آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں نقصان اور گھاٹے والے اعمال کا ذکر ہوا اب اِن آیت میں اُن لوگوں کی نشاندہی کی جاری ہے جن کے اعمال خسارے والے ہیں۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ہم لوگوں کو جمع کریں گے اور جہنم میں پیش کریں گے اب اِن آیت میں اسی کی وجہ بیان کی جارہی ہے گویا کہ پچھلی آیت میں مجرموں کی سزا کا ذکر ہوا اور اب اس کی وجہ کا تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں دنیا کے انسانوں کے دو فرقوں میں سے ایک بدکردار فرقے اور اُس کی سزا کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں انسانوں کے دوسرے گروہ یعنی نیک کردار [illegible]

marfat.com
Marfat.com

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ بحالت رفع اس سے پہلے ھُمْ ضمیر جمع پر شبیدہ ہے مبتداء ہے یہ اگلی عبارت اس کی خبر ہے۔ ضَلَّ۔ فعل ماضی مطلق واحد غائب مذکر مُضَلَّلٌ سے مشتق ہے بمعنی سیدھی راہ سے ہٹنا، سَعْیُ اسم مفرد مصدر بمعنی کوشش۔ ارادہ۔ محنت۔ مزدوری، دوڑ دھوپ سے کمائی کرنا ایک قول ہیں یہ جامد ہے بمعنی کوشش وغیرہ مضاف ہے ھُمْ مضاف الیہ کا مرجع الَّذِیْنَ اس ھُمْ کی وجہ سے ہی پہلا ھُمْ مبتدا پر شبیدہ رکھا گیا کیونکہ یہ ضمیر اس کے قائم مقام ظاہر موجود تھی سَعْیُهُمْ مرکب اضافی فاعل ضَلَّ کا فی حرف جَرّ اَلْحَیٰوةِ موصوف الدُّنْیَا۔ صفت ترجمہ ہے دنیوی زندگی۔ یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے سَعْیُ مصدر کا مصدر مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر فاعل ہے ضَلَّ کا ضَلَّ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ذوالحال ہوا۔ واؤ حالیہ۔ ھُمْ مبتدا یَحْسَبُوْنَ باب حَسِبَ کا مضارع معروف جمع مذکر غائب ھُمْ پر شبیدہ ضمیر اس کا فاعل اَلَّذِیْنَ۔ اَنَّ حرف شبیہ ھُمْ ضمیر اس کا اسم یُحْسِنُوْنَ باب افعال کا مضارع معروف جمع غائب اس کا مصدر ہے اِحْسَانٌ یعنی اچھے کام کرنا حُسْنٌ سے بنا ہے ھُمْ ضمیر فاعل ہے صُنْعًا۔ باب فتح کا اسم مبالغہ۔ ترجمہ ہے بہت اچھی کارکردگی۔ عقل کے کام مفید کام۔ یہاں صرف کام اور کاری گری مراد ہے کیونکہ اچھائی کا معنی یُحْسِنُوْنَ میں آگیا ہے۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ ہے یُحْسِنُوْنَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ، ہو کر خبر ہے اَنَّ کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے یُحْسِنُوْنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا ھُمْ کی، وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے فعل کے جملہ کا۔ ذوالحال حال ملکر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر خبر ہے پر شبیدہ مبتدا ھُمْ ضمیر کی وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا اُولٰٓئِكَ وہ سب لوگ یہ اسم اشارہ بعید کے لیے مستعمل ہے اس میں دو لفظ جڑے گئے ہیں را اُولٰٓ را ئِكَ ضمیر واحد حاضر ہے مگر لغو بے معنی اس کا مقصد مخاطب کو مشار الیہ کے متعلق بتانا ہے اور مخاطب یعنی جس کے لیے اشارہ کیا جارہا ہے وہ چونکہ ہر حال حاضر ہوتا ہے اس لیے ئِكَ خطاب کی ضمیر لائی جاتی ہے ضمیر واحد حاضر جیسے یہاں اور کبھی۔ جمع مذکر حاضر جیسے اُولٰٓئِكُمْ ہے ترجمہ دونوں کا ایک جیسا ہوتا ہے یعنی وہ سب۔ اگر بغیر ضمیر حاضر ہو تو قریبی اشار الیہ کے لیے ہوتا ہے مثلاً اُولٰٓئِ (یہ سب) یہاں اُولٰٓئِكَ مرفوع مبتدا ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول كَفَرُوْا۔ فعل ماضی مطلق جمع غائب ھُمْ پر شبیدہ اس کا فاعل بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ۔ یہ ڈبل مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ لِقَآئِهٖ اسم جامد مصدر بمعنی ملاقات نفی ہے بنا ہے ترجمہ ہے ملنا، قریب

marfat.com
Marfat.com

ہونا، ملاقات کرنا، ضمیر واحد غائب کا مرجع رَبِّہِمْ۔ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف ہے بِاٰیٰتِ کا۔ یہ سب جار مجرور ہو کر متعلق ہے کَفَرُوا کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا، موصول صلہ مل کر سبب ہوا۔ ف تعلیلیہ (سببیہ) حَبِطَتْ فعل ماضی مطلق واحد مؤنث غائب جنس سے بنا ہے فعل یعنی مٹنا فتار یاد ہونا ضائع ہونا زیادہ کھا جانے سے جانور کا پیٹ پھول جانا یا پھٹنا لازم ہے باب سَمِعَ سے ہے اَعْمَالُھُمْ۔ اِس کا فاعل سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ۔ لَا نُقِیْمُ باب اِفعال کا مضارع مستقبل منفی بِلَا جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ ھُمْ جار مجرور ترجمہ ہے اُن کفار کے لیے یہ متعلق ہے لَا نُقِیْمُ کا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یعنی قیامت کے دن یہ مرکب اضافی ظرف زمانی ہے لَا نُقِیْمُ کا۔ وَزْنًا۔ اس کا مفعول یہ ہے، اسم مفرد جامد عامل مصدر یعنی، تولنا جانچنا عزت کرنا۔ قابل توجہ ہونا۔ یہاں سب معنی مراد ہیں۔ لَا نُقِیْمُ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا حَبِطَتْ کا وہ سب مل کر سبب ہوا کَفَرُوْا کے جملے کا وہ سبب مسبب مل کر صلہ ہوا موصول صلہ خبر مبتداء۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ مکملہ ہوا۔ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ بعید مشار الیہ کے لیے آتا ہے۔ یہ دو لفظ ہیں ذَا اور لَكَ ضمیر مخاطب واحد۔ یہاں خطاب کی ضمیر لانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس حاضر شخص کے لیے اشارہ کیا جا رہا ہے اور جس کو مشار الیہ کے متعلق بتایا جا رہا ہے اُس کا تذکرہ تصوری ہو جائے۔ اس میں حاضر کی تمام ضمیریں آجاتی ہیں مثلاً۔ ذٰلِكَ۔ ذٰلِكُمَا۔ ذٰلِكُمْ۔ ذٰلِكِ۔ ذٰلِكُنَّ۔ پھر حاضر کے لیے کوئی دوسری ضمیر یا ظاہر اسم اس کے ساتھ اس طرح نہیں جڑ سکتا۔ ترجمہ سب کا ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی وہ بحالت رفع خبر ہے پوشیدہ مبتدا کی دراصل تھا۔ اَلْاَمْرُ ذٰلِكَ۔ یعنی فیصلہ وہ ہے کہ اُن کی جزا۔ ایک قول میں یہ خود مبتدا ہے جَزَآؤُهُمْ اُس کا مشار الیہ جَهَنَّمُ عطف بیان ہے جَزَآؤُهُمْ کا عطف بیان تابع کی پانچ قسموں سے ایک قسم ہے۔ بعض نحات نے عطف بیان کو تسلیم ہی نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ عطف بیان درحقیقت بدل ہے۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ عطف بیان اور بدل کل میں دو طرح فرق ہے اولاً یہ کہ بدل اپنے ذکر میں بذات خود مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان مقصود نہیں ہوتا بلکہ اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے دوم یہ کہ بدل میں تابع و متبوع دونوں مشہور و معلوم ہوتے ہیں مگر عطف بیان میں متبوع مشہور نہیں ہوتا تابع اس کا تعارف کراتا ہے۔ یہاں لفظ جہنم بدل الاشتمال بھی ہو سکتا ہے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے جَزَآؤُهُمْ مبتدا جَهَنَّمُ۔ عطف بیان تابع دونوں مشار الیہ ذٰلِكَ اسم اشارہ اپنے مشار الیہ سے مل کر مبتدا ہوا بِ جارہ عوضی یعنی بدلہ دراصل تھا جَازَاهُمْ بِمَا۔ یا بِبَدَلِ مَا۔ یا اسم موصول کفَرُوْا۔ فعل ماضی مطلق باعتبار جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَاتَّخَذُوْٓا ب اَخَذَ سے بنا ہے یعنی بنانا

marfat.com
Marfat.com

کرنا۔ قلبی اور عقلی فعل کے لیے ہوتا ہے ہاتھوں سے بنانے کے لیے جُعِلَ اور صُنِعَ "عمل" و "فعل" کے مصدر مستعمل ہیں۔ حکم پوشیدہ ضمیر فاعل ہے آیت جمع ہے آیۃ کی بمعنی نشانی کلام الٰہی۔ اور معجزات نبوت۔ دین باری تعالیٰ یا خود انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات کی ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ رُسُل۔ جمع مکسر ہے رسول کی مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ واحد متکلم مضاف الیہ ترجمہ ہے میرے رسول یہ مرکب اضافی معطوف دونوں مل کر مفعول بہ اوّل ہوا۔ ھُزُوًا۔ اسم مصدر بمعنی اسم مفعول۔ یعنی مذاق بنایئے ہوئے مذاق سمجھے ہوئے بیکار ناقابل توجہ۔ جس کی بات کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ بحالت فتحہ مفعول بہ دوم ہے اتَّخَذْتُمْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا کَفَرُوْا کا۔ دونوں مل کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا۔ دونوں موصول صلہ مجرور بجار مجرور متعلق ہے حَاصِلُ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ وہ اپنے باطنی فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ہے ذَالِكَ مبتدا کی یہی وہ دونوں مبتدا و خبر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ۔ حرف مشبہ۔ اَلَّذِيْنَ موصول۔ اٰمَنُوْا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ عَمِلُوا فعل با فاعل اَلصّٰلِحٰتِ۔ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد صَالِحَۃٌ ہے بمعنی نیک عمل اچھے کام۔ معرف باللام بحالت فتحہ مفعول بہ ہے۔ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف۔ دونوں مل کر صلہ موصول صلہ مل کر اسم اِنَّ۔ كَانَتْ فعل ناقصہ لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے کَانَتْ کا جَنّٰتُ۔ جمع مکسر جَنَّۃٌ کی مراد ہے اللہ تعالیٰ کی آسمانی جنت۔ اَلْفِرْدَوْسِ۔ الف لام عہد ذہنی یا خارجی دو قول ہیں۔ فِرْدَوْس اسم مفرد جامد۔ یہ عربی لفظ ہے اور جنت اخروی کا لقب ہے اس کے دیگر مشتقات بھی عرب میں مستعمل ہیں۔ ۱ مَفْرُوْسٌ چوڑائی والا ۲ فَرْدُوْسَۃٌ۔ کشادہ۔ فریق ۳ فَرْدَسٌ زمین پر پٹخنا۔ یہ رباعی مصدر ہے اس کے تلفظ میں بعض نے کہا یہ فارسی لفظ ہے۔ بعض نے کہا یہ قبطی لغت کا لفظ ہے مگر یہ غلط ہے۔ اس کی حقیقت میں بھی چند قول ہیں ۱ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کیوں جنت کا یہ لقب رکھا گیا دنیا کے کسی باغ کو فردوس نہیں کہا جا سکتا ۲ بعض نے کہا چھوٹی نہر جس میں ہر طرح کا میوہ اگا ہو ۳ پھیلے ہوئے سایہ دار درختوں کا باغ ۴ انگور کی گھنی بیلیں ۵ آسمانی جنت کا اونچا طبقہ۔ اور یہی معنی روایت سے ثابت ہیں۔ کسی نے کہا یہ سریانی لفظ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ عربی ہے اس کی جمع ہے فَرَادِیْس بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی كَانَتْ کا اسم ہے، نزلًا۔ اسم مفرد جامد یعنی ہمیشہ کا مہمان خانہ بحالت نصب ہے خبر ہے كَانَتْ کی۔ كَانَتْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسم و خبر کے جملوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ وہ بدقسمت لوگ جن کی دنیوی زندگی کے تمام اچھے

marfat.com
Marfat.com

بُرے رات دن صبح و شام عقل و دماغ کے سارے کام دنیا میں ہی ان کی تمام آرزوں خواہشوں کے ساتھ فنا ہو گئے اور اس سے بھی زیادہ نقصان دہ خسارہ یہ ہے ان کو احساس زیاں بھی جانا رہا کہ ہزار سمجھانے بجھانے سنانے منانے آگاہ کرنے کے باوجود وہ بد بخت موت تک یہی سمجھتے گمان کرتے رہیں گے کہ ہم بہت عقل والے ہیں ہمارے سب کام مفید اور شاندار ہیں ہم اچھے کام ہی کر رہے ہیں ہم کو سمجھانے روکنے منع کرنے والے غلط ہیں۔ اس کم عقلی کو عقل جہالت کو علم غلطی کو درست نقصان کو فائدہ اور تباہی بربادی کو منافع آخر کیوں اور کس وجہ سے سمجھ لیا کن لوگوں کے دماغ اس طرح اُلٹ پڑے فکر و تدبر والے تو ایسا نہیں کر سکتے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی تمام آیتوں مشاہدوں مناظر قدرت کلام الٰہی کے احکام و فرامین زبان نبوت کے اشاروں آگاہیوں خبرداریوں کو جانتے بوجھتے انکار کیا۔ یہاں تک کہ اپنے انجام کی آخرت اور بارگاہ عظمت کی حاضری حشر نشر قیامت قبر عذاب ثواب جنت دوزخ حساب و کتاب سب کے ہی منکر ہو بیٹھے یہی لوگ ہیں جنہوں نے اعتقاداً یا عملاً کفر کیا لہٰذا ان کے تمام اعمال کردار افعال انکار محنت مشقت ریاضت دنیا میں ہی برباد برباد ہو گئے۔ اس کا نقصان و نتیجہ یہ ہو گا کہ قیامت کے دن ہم اُن کو کوئی وزن مرتبہ اور اہمیت ہی نہ دیں گے اس طرح کہ کفار کے عمل تو تولے ہی نہ جائیں گے۔ منافقین کے اعمال اُن کے منہ پر مار دئے جائیں گے فاسقین کے عمل بالکل ہلکے ہوں گے۔ ظالمین کے اعمال مطلوبین میں تقسیم کر دئے جائیں گے۔ ریاکاروں کے عمل کوئی عزت نہ پائیں گے۔ باطلین کے عمل کو ذلت ملے گی۔ مغرورین کے اعمال کو ٹھوکروں میں پھینکا جائے گا مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ کے بارے میں صحابہ کرام کے مختلف اقوال ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خاسرین قیامت سات قسم کے ہیں ۱ دنیا پرست جن کی ساری زندگی تجارت عمارت محلات و مکانات میں گزرتی ہے نہ اللہ رسول قرآن و حدیث شریعت و طریقت کا دھیان آیا نہ مرنے اور قبر و حشر کا خیال آیا ۲ ریاکار جنہوں نے اچھے کام فلاحی ضروریات تعمیر میں بھی تو صرف دنیا کے رکھ دکھاؤ اور نام و نمود کے لیے ۳ گستاخ انبیاء و اولیاء و صحابہ جنہوں نے ظاہر بڑی بڑی دینی خدمات انجام دیں مدارس و مکاتب بنا ڈالے تصانیف و تشاریح بھی لکھیں مگر عداوت نبوت نے سب کچھ تباہ کر ڈالا ۴ باطل دینوں کے عوام جنہوں نے اپنے رہنماؤں اور ابلیس شیطان کے وسوسوں و رغلاہٹوں کے زیر اثر اپنے خود ساختہ دینوں کی معنوی رسومات کی عمر بھر پابندی کی اور سمجھتے رہے کہ ہم بہت نیکیاں کر رہے ہیں ۵ باطل دینوں کے مذہبی لیڈر۔ راہب۔ پنڈت۔ سادھو کا بھیس۔ پوپ پادری جو تارک الدنیا ہو کر لباس خوراک اور شہری آبادی کی رہائش چھوڑ کر جنگلوں میں وحشیانہ جانوروں جیسی زندگی گزارتے ہیں اور یہ تمام خلاف فطرت زندگی تج کر بھی [illegible] ۶ [illegible] مشقتوں میں پڑے

marfat.com
Marfat.com

پڑے دنیا سے چلے جاتے ہیں ر ۱ دنیا بھر کے غیر مسلم جو خالصتاً انسانی ہمدردی اور خدا ترسی میں انسانوں حیوانوں کی ہمدردانہ خدمت و پرورش کرتے مگر ایمان و اسلام نہ ہونے کی وجہ سے اُن کو اُن کے ان اچھے کاموں کا صلہ دنیا میں ہی عزت دولت شہرت ثروت ناموری کی شکل میں دے دیا جاتا ہے مگر آخرت میں یہ سب عمل بیکار گھاس پھوس وہاں کوئی قدر و قیمت نہیں وہاں کی قدر و منزلت کے لیے تو ایمان و اسلام شرط ہے کیونکہ یہی حیاتِ ابدی کی جڑ ہے یہ عالیشان عمارتیں کالج سکول یونیورسٹیاں گلیاں سڑکیں۔ ریلیں پل خوانے میں عمریں خرچ کرنا اُخروی نیکی نہیں بن سکتی ر ۲ اہلِ عداوت وہ لوگ جو بلا وجہ بغیر منفعت محض ضد ہٹ دھرمی حسد بُغض عناد میں حق اور اہلِ حق کی مخالفت اور اندازِ بیانی میں دن رات ہر طرح کی محنت مشقت کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اسلام کی دشمنی میں ہمیشہ کفار و مشرکین کا ہی ساتھ دیا جیسا کہ پاکستان کے وقت دیوبندی احراری مولویوں نے گاندھی اور ہندوؤں کا ساتھ دیا قائداعظم اور مسلمانوں کی مخالف اور دل میں سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اچھے کام میں لگے ہیں۔ والعیاذ باللہ پانچ قسم کے لوگ میدانِ محشر میں ہوں گے ر ۳ جن کے اعمال کا وزن ہوگا یہ لوگ نیکی اور بدی والے مومن ہوں گے ر ۴ جن کی کوئی نیکی بدی نہ ہوگی ان کے اعمال کا بھی وزن نہ ہوگا ر ۵ جن کی نیکی زیادہ برائی کم وزن ہوگا ر ۶ برائی زیادہ نیکی کم وزن ہوگا ر ۷ نیکی برباد بالکل ہلکی پھلکی مثل دھنکی روئی کے وزن کیا جائے گا۔ یہ لوگ یہودی ہیں جن کا کفر تکذیبِ نبوت اور عیسائی ہیں جن کا کفر تکذیبِ جنت اور جنت کی نعمتیں۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ جو دنیا کو دین اور آخرت پر مقدم رکھے وہ بھی منکرینِ قیامت میں سے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ بعض لوگ تہامہ پہاڑی کے برابر عمل لائیں گے لیکن وزن کچھ نہ ہوگا۔ (نعوذ باللہ) غرضکہ مسلم اور غیر مسلم لوگوں میں سے ہزارہا قسم کے وہ لوگ ہوں گے جو بروزِ قیامت فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا کا آوازہ سنیں گے اور اپنے ایسے ہی دنیوی اعمال کا عذاب بھگتیں گے کوئی چند روزہ عارضی اور کوئی دائمی۔ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا وہ جہنم اور اس کا عذاب اسی قسم کے منکرین قیامت اور بے عمل بدکردار لوگوں کی جزا اور پورا پورا بدلہ ہے اُس دائمی ذلت و رسوائی اور جہنمی زندگی کی وجہ یہ ہے کہ وہ کھلم کھلا کافر بنے ہوئے اور میری آیتوں کو اور میرے انبیاء و مرسلین کو مذاق بنایا کلامِ الٰہی کا انکار شریعت طریقت اور قانونِ اسلامی کو ناپسند کرتے ہوئے نافذ و جاری کرنے کی طرف توجہ نہ دی نہ اپنے معاشرہ پر نہ خاندان نہ ملک پر نہ آل اولاد پر نہ خود اپنے آپ پر اور انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی مذاق بازی بے ادبی کرتے رہے صلی اللہ کہتے ہے عام انسان سمجھتے رہے جو رحم و کرم کے پیکر عدل و

marfat.com
Marfat.com

والانصاف کے نمونۂ الٰہیہ عقل کل علم تمام مرکز تجلیات گہوارۂ عملیات ہیں جن کا عمل شریعت الٰہی جن کا فرمان آئین خداوندی جن کی پُرنور ذات انسانیت کائنات کے لیے اُسوۂ حسنہ جن کے اخلاق قدرت کا شاہکار، ایسے محبوبوں کے گستاخوں منکروں کی سزا کے لیے جہنم ہی سزاوار ہے۔ لیکن بے شک وہ لوگ جو ہمارے ان محبوب انبیاء و مرسلین کے ہر فرمان ہر ادا ہر عمل ہر طریقے پر دل و جان سے ایمان لائے اور ہر وقت ہر جگہ آیات انبیاء احادیث نبویہ کے مطابق اچھے اور ستھرے پاکیزہ نورانی عمل کیے اُن خوش قسمت پیارے بندوں باادب باکردار لوگوں کے لیے فردوس کے باغات ہیں جو عزت افزائی قدردانی خاطر و مدارات محبت و الفت میں شان و شوکت میں قدرت الٰہی کا عظیم دائمی ابدی ہر ہر آن میں مہمان خانہ ہے اور یہ لوگ ہمیشہ کے لیے خوش خرم شاداں و فرحاں مرتبہ و شان میں مہمان ہیں۔ قرآن مجید میں دو جگہ جنت فردوس ارشاد فرمایا گیا ہے ایک یہاں اور دوسری جگہ سورۂ مومنون کی آیت ۱۱ میں۔ احادیث میں بھی فردوس کی بہت شان بیان فرمائی گئی ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو کہ یا اللہ مجھ کو جنت فردوس عطا فرما۔ ایک قول ہے کہ فردوس پوری جنت کا ایک مفاقی نام یہ عبرانی کا لفظ ہے یا عجمی یا سریانی یا فارسی مختلف لغوی ترجمہ ہے پھلوں سے بھرا ہوا باغ اس کی جمع ہے فَرَادِیس، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ عربی لفظ ہے۔ تقریباً ہر زبان میں جنت کے مختلف نام ہیں چنانچہ فارسی میں بہشت بریں اردو میں جنت عبرانی میں پورودیہ ایرانی میں پیری دائزہ سریانی میں فردیسو یونانی میں پارہ دائسوس لاطینی (رومی) میں پارہ ڈائس سنسکرت (ہندی) میں پردیشا انگریزی میں پیراڈائز (کلدانی (موجودہ عربی) زبان میں پردیسا ارمنی زبان میں پردیز سب کا معنی ہے چار دیواری میں چھپا ہوا باغ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ فردوس پوری جنت کا نام نہیں بلکہ ایک طبقے کا نام ہے جنت کے کل آٹھ طبقے ہیں ۱ جنت فردوس ۲ جنت مادی ۳ جنت عدن ۴ جنت نعیم ۵ جنت علیین ۶ جنت دارالسلام ۷ جنت صدق ۸ جنت خلد۔ ان تمام میں فردوس سب سے اعلیٰ و بالا ہے۔ جنت فردوس کی خصوصیات پہلی خصوصیت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فردوس کو اپنے دست اقدس سے بنایا۔ باقی جنتیں ملائکہ نے بنائیں سنوارین پہنتی شریف میں حضرت انس اور عبداللہ بن حارث بن نوفل سے مروی ہے کہ تین چیزیں رب تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے بنائیں ۱ جنت فردوس ۲ حضرت آدم ۳ توریت کی تکمیلی (فردوس کی دوسری خصوصیت) یہ جنت سب سے اونچی ہے اور درمیان جنت ہے اس کے اوپر عرش ہے۔ یعنی زمین جنت کے حساب سے درمیان میں سے اوپر ہے تیسری خصوصیت تمام جنت کی چاروں نہریں یہیں سے جاری ہوتی ہیں چوتھی خاصیت فردوس [illegible] سے بنے ہوئے ہیں موتی کے برتن

marfat.com
Marfat.com

تیسرے میں چاندی کے زیور چوتھے میں چاندی کے برتن پانچویں خاصیت جنت فردوس میں چار قسم کے بندے نہیں جا سکتے ۱ مشرک خفی وجلی اگرچہ مرنے سے پہلے تائب ہو جائے ۲ شرابی کسی قسم کا نشہ کرنے والا ۳ حرامی ۴ دیوث (بے غیرت) چھٹی خاصیت حضرت آدم کو اسی جنت میں رکھا گیا تھا۔ ساتویں خاصیت انبیاء کرام اسی میں قیام فرما ہوں گے آٹھویں خاصیت یہ جلال کبریائی سے بنائی گئی۔ نویں خاصیت اس میں ایک نور رضا کا چوبارہ ہے جس کا نام مقام محمود ہے اسی میں وسیلہ کا تخت ہے یہ رہائش گاہ محبوب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک قول کے مطابق جنت فردوس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے وہ خدام ہوں گے جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہے خیال رہے کہ جنت کا سب سے نیچا طبقہ جو پل صراط سے گزر کر جانا ہے اس کا نام دار الخلد ہے اور سب سے اونچا فردوس ہے اور مقام علیین میں بازار زیارت ہے یہاں کبھی کبھی رب تعالیٰ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا کرے گا۔ فرمان حدیث کے مطابق پوری جنت کے ایک سو حصے ہیں ہر ایک کا فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلے کے برابر ہے۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بری صحبت اور باطل فرقوں سے بچے کہ یہ ایمان و اعمال کے لیے زہر قاتل ہے یہ فائدہ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا کی تفسیر سے حاصل ہوا باطل فرقوں کی صحبت اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔ اسلام میں سب سے پہلا فرقہ خوارج کا پھر روافض کا یہ دونوں منافقوں سے پیدا ہوئے پھر ان دونوں سے شیعہ معتزلہ وہابی دیوبندی قدریہ مرجیہ فرقے بنتے ہے دوسرا فائدہ۔ اگرچہ ہر بد کار بھی نقصان اور گھاٹے میں ہوگا مگر وہ نیکو کار جو اپنی عبادت ریاضت دکھلاوے اور دنیوی نمرے بازی کے لیے کرے وہ زیادہ خسارے والا ہے اس کو زیادہ حسرت ہوگی اللہ بچائے۔ یہ فائدہ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فرمانے سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ۔ گستاخی نبوت سب سے بڑا کفر ہے کیونکہ گستاخوں کو اَخْسَرِيْنَ کا خطاب ملا جو سب سے بدتر انجام ہے یہ فائدہ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ عبادت و ریاضت صرف وہی قابل قبول اور مفید ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے فرمودات اور عمل قولی طریقوں کے مطابق ہو یہی شریعت و طریقت ہے۔ اس طریقے کو چھوڑ کر خواہ کتنی ہی محنت مشقت فاقہ کشی اور خاک و صول گھاس پھونس بھانک کر یا کوؤں میں لٹک کر اور جنگلوں میں حیوانی دنیا گزار کر کی جائے سب فضول بلکہ مسلمانوں کے لیے ایسی جوگیانہ راہبانہ سادھوانہ ریاضتیں کرنا ہی حرام ہے یہ مسئلہ صُنْعًا اور يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا سے مستنبط ہوا دوسرا مسئلہ قرآن مجید میں تقریباً تمام جگہ ایمان کے ساتھ اعمال اور صالحہ کی قید لگائی گئی ہے جس سے یہ بات ثابت اور مستنبط ہوتی ہے کہ نہ ہر ایمان اللہ تعالیٰ کو قبول ہے نہ ہر عمل بلکہ وہی ایمان پسندیدہ

marfat.com
Marfat.com

ہے جو اعمال سے بھرا پُرا ہو اور اعمال بھی وہ پیارے ہیں جو صالحہ ہوں اور اچھے اعمال صالحہ صرف وہ ہیں جو انبیاء کرام علیہم السّلام کے فرمان اور حکم کے مطابق ہوں۔ یعنی کام بندے کا ہو اور نقشہ مصطفیٰ کا ہو اس لیے ہر کام کرتے وقت خواہ دینوی کام ہو یا دینی ہر مسلمان کو اپنے نبی آقاءِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھنا چاہیئے یہاں تک کہ نماز قیام رکوع سجود میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال واجب ہے اس خیال کے بغیر کوئی عبادت مکمل کوئی عمل صالحہ ہی نہ بنے گا۔ نماز درست ہی نبی کریم رؤف و رحیم کے خیال سے ہوتی ہے گویا کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی ہو خیال احمدِ مجتبیٰ کا ہو صلی اللہ علیہ وسلم ؎

سجدہ کرتا ہے تو یوں کر کہ ہو سجدے میں جھکا ۔۔۔ سر خدا کے سامنے دل مصطفیٰ کے سامنے

خیال مصطفیٰ کی نوعیت یہ ہو کہ یہ فلاں کام روزہ نماز رکوع سجدہ حقوق العباد اس پڑوسی سے حسن سلوک رحم انصاف صدقات خیرات وغیرہ میں اس لیے کر رہا ہوں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور اس طرح ادا فرماتے تھے اس خیال مصطفیٰ کے دو فائدے ہیں یہ کہ عمل میں باقاعدگی اور تسلسل پایا جائے گا دوم یہ کہ ادا صحیح طریقے سے ہوگا۔ عمل کو صالح اور دنیا کو دین بنانے کا فقط یہی ایک طریقہ ہے تیسرا مسئلہ خیال رہے کہ غیر مسلموں کے عمل دو چیزوں سے برباد ہوتے ہیں آیتِ کلام الٰہیہ اور بقاءِ ربانی کے انکار سے لیکن مسلمانوں کے اعمال برباد اور تباہ ہو جاتے ہیں آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و احترام کا خیال نہ رکھنے سے یہ مسئلہ یہاں کفار کے لیے فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ اور وہاں مسلمانوں کے لیے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض کفار کی نیکیاں برباد کیوں ہو جاتی ہیں حالانکہ محنت مشقت اور خلوص میں بعض دفعہ وہ مسلمانوں سے بڑھ جاتے ہیں۔ جواب قرآن مجید میں اکثر جگہ انسانی دینوی زندگی کی کھیت کھلیان اور درختوں سے مثال دے گئی ہے یعنی جڑ ثابت ہے تنے پھل پھول۔ اور بتایا گیا ہے کہ جڑ کے بغیر کسی بھی درخت کا کوئی پھل پھول ثابت و قائم نہیں رہ سکتا گویا کہ شجرِ انسانی کی جڑ ایمان ہے اور اعمال و افعال پھل پھول ہیں۔ کفار کی جڑ یعنی ایمان ہی موجود نہیں اس لیے اُس کے تمام عمل خواہ کتنی ہی محنت مشقت اور پُرخلوص ہوں میدانِ محشر تک قائم نہیں رہ سکتے دنیا میں ہی تھوڑا بہت نفع دے کر یہاں دنیا کے ساتھ فنا ہو جاتے ہیں یہ تو ایمان ہی ہے جو مومن کے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی تا ابد قائم رکھتا ہے اس لیے کہ ایمان مومن سے رشتہ جوڑتا ہے اور کفر یہ رشتہ توڑتا ہے جڑ سے کٹی ہوئی شاخ کو کوئی زمین یا کوئی کھاد ہرا نہیں کر سکتی۔ دوسرا اعتراض یہاں فَلَا نُقِيْمُ کی تفسیر میں بتایا گیا کہ جو گی راہب سادھو وغیرہ کی جاتی ہے کہ وہ [illegible] کر عبادت فاقہ کشی کرتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

ہیں لگنا۔ کہا آٹا۔ گھاس پھونس کھا کر گزارہ کرنا اور عبادت میں مشغول رہنا وغیرہ حالانکہ یہ عبادتیں تو بعض اولیاء اللہ نے اپنی زندگی میں کیں مثلاً خواجہ اجمیری۔ صابر کلیر شریف۔ سلطان باہو وغیرہ جیسا کہ ان کی سوانحات میں لکھا ہے جب یہ عبادت عنداللہ ناجائز ہیں تو ان اولیاء اللہ نے کیوں کیں۔ **جواب** سوائے چند مجددین اولیاء اللہ کے کسی بھی ولی اللہ سے اس قسم کی عبادت ریاضت ثابت نہیں وہ بھی صرف حالتِ جذب میں۔ ایسی باتیں بعض مصنفین کی جھوٹی بناوٹی ہیں۔ اسلام کی تو اپنی دن رات کی ایسی عبادتیں ہیں کہ کوئی مسلمان ان کو چھوڑ کر جنگل میں جا کر ترک دنیا نہیں کر سکتا۔ بھلا کوئی ولی اللہ ایسا کس طرح کر سکتا ہے۔ تمام اولیاء اللہ تو مسجدوں مکانوں بڑھوں اور گوشوں میں عبادتیں کر کے ولایت کبریٰ کے مقام کو حاصل کیا ہے۔ اور ان کی بھوک بھی فاقہ کشی نہیں بلکہ روزہ ہے تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ (الخ) یعنی کفار کے اعمال کے لیے قیامت میں ترازو نہ ہوگی مگر دوسری آیت میں فرمایا گیا۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (الخ) یعنی جس کے عمل قیامت میں ہلکے ہو گئے ہلکا بھاری ہونا ترازو سے پتہ چلتا ہے اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ان کے لیے ترازو ہوگی جواب اس کے چند جواب ہیں اول درست جواب یہ ہے کہ یہاں آیت میں صرف کفار کا ذکر ہے چونکہ اُن کی نیکی کوئی نہیں ہوگی گناہ ہی گناہ اس لیے تولنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس دوسری آیت میں صرف مسلمانوں کا اور مومنوں کا ذکر ہے اُن کے اعمال کو تولا جائے گا تو گناہگار کے ہلکے ہو جائیں گے۔

تفسیر صوفیانہ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ اس وادیٔ فنا کے سب سے بڑے نقصانِ روحانیت والے وہی محروم ازلی اور بدنصیب ابدی ہیں جنہیں کسی مرشد برحق پیر کامل پیر مشفق کا دستِ دستگیر ہاتھ نہ لگا وہ اس جنگلاتِ دشت میں منزلِ تقرب کو اپنی ہی فکر تقرب تحمیل مبرد سے طے کرنے کی سعی بیکار کرتے رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں برباد ہوگئی جن کی تمام کوشش عمل و اقدام راہی دنیوی جھاڑ جھنکاڑ میں تباہ ہو گئے اُن کے سارے اچھے برے اعمال اور راہی حیاتِ ادنیٰ لمحاتِ دنیا اوقاتِ کثیفہ میں سب کچھ ہلاک ہوگیا۔ حالانکہ وہ سب پیروانِ نفسِ خبیث اپنے اعمالِ باطنیہ روحانیہ سترپوشی پر یہی گمان کرتے رہے کہ اُن کے اعمالِ عبادت ریاضت صوم و صلوٰۃ صدقہ و خیرات خشت عمل بہت شان تھا عمل بہت شان تھا عزتِ سخاوانی ہے۔ اس لیے کہ ابلیس لعین اور نفسِ تہین نے ان کے کردارِ خبیث مستغاث خبیث کو بھی اُنکی نظرِ حماقت میں درست اور شاندار بنا یا سمجھایا تھا ان کی نمازیں ریا۔ نیازیں دغا۔ دعائیں خطا۔ سجدے شکر ریاضت و مجاہدہ اخلاص [illegible] تسبیح عیارانہ تصورات غدارانہ

marfat.com
Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یہی وہ کافران مجبور و مردود ہیں جنہوں نے اپنے غفور و کریم رؤف و رحیم رب تعالیٰ کے محبوب صاحب اسرار محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینۂ انور کے انوار آیات و معجزات برکات و اقوال متبرکات کا بھی انکار کیا اور مکاشفۂ قرب ذات کی لقاء و حاضری کے بھی منکر تکفیری ہوئے صرف اسی گستاخی و کفر و انکار و شرک خفی کی بنا پر ان کے تمام محنت و ہمت کے اعمال خیر ریا و نمود کی بھڑکتی آگ میں خاکستر ہو گئے تو محشر انکار اور قیامت اسرار کے یوم ابتداء و ساعت تعانقی میں حساب عاشقاں عذاب نافلاں کی میزان عرفت میں ان اعمال رذیل کا کوئی بھی وزن ہم قائم نہ فرمائیں گے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح عالم اجسام میں آئینہ ہمیں ظاہر بدنی ہے کہ سامنے کی تمام اچھائیوں برائیوں کو ظاہر کر کے اپنے دیکھنے والے کو اسی کے احوال بتا کر اسی کے ہاتھ سے درستگی کراتا ہے اور زبان کیفیت سے سب اچھائی برائی بتا دیتا ہے اگر آئینہ نہ دیکھا جائے تو کوئی بھی نہ بدصورتی و برائی دور کر سکے نہ خوب صورت و اچھائی اپنا سکے بلکہ آئینہ کے بغیر محافل دنیا میں رسوائی و ذلت ہی کا اندیشہ گندے اور بدنما چہرے اور گندگی میل کے دھبوں والے کی نہ کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے نہ اس کے اقوال و افعال کی اسی طرح دنیائے باطن میں اپنے اعمال کو قیمتی اور خوب صورت قابل تکریم وزن دار بنا سکنے کے لیے مرشد کامل کی رہنمائی و ہدایت ارشادات اشد ضروری ہیں کوئی بندہ کتنا ہی پڑھا لکھا عقل مند ہو اپنے اچھے برے اعمال کو نہیں پہچان سکتا۔ رہبر مخلص و کامل کے بغیر اعمال برباد اور ابلیس کا شکار بنتے ہیں۔ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۔ جو مردود ان ازلی اس صراط مستقیم کو اختیار نہیں کرتے اور بیعت مرشد کی دستگیری سے دور رہتے ہیں ابلیس اس کا راہ مار دیتا ہے وہ اپنے اعمال خراب پر حسن ظن کے گمان میں ممنون و مغرور پھرتا ہے ایسے بدمستوں کی سزاء بدلہ جہنم افراتی و اضطراب ہی ہے اسی وجہ سے حقیقت قلب و عقل کے وعظ دل پذیر کے باوجود انہوں نے کفران امانہ ہی کیا۔ راہ تخریب ہی اختیار کیا اور میری آیت باطن اور نشانات نصرت کا بھی مذاق روگردانی بنایا اور میرے رسولان مبشقان کی بھی گستاخیاں بے ادبیاں کرتے رہے اس لیے اب ابلیس وہ ہمیشہ کی جہنم خوری و مردودی ہیں اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کی چار نشانیاں ۱ دل میں سختی اور اکثر پیدا ہو جاتی ہے ۲ خیر کی توفیق نہیں ملتی ۳ اگر کوئی اچھا کام کرے بھی تو اس میں نجاست ریا پلیدی نام و نمود ڈال دیتا ہے جس سے اس کا سب کیا دھرا اکارت غارت ہو جاتا ہے ۴ صرف یہیں تک رہتا بلکہ اللہ رسول کا مخلص عام مذاق اڑاتا ہے فریب کھاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۔ بے شک وہ خوش بخت اور خوشخبری عرفانی والے جو ایمان اُلست مصدقہ کے مطابق اعمال نور انیہ کرتے

marfat.com
Marfat.com

رہے اور توفیقِ معرفت کے دروازے جن پر کھولے گئے اُن ہی کے لیے منزلِ قرب کی جنت فردوسِ رضائے الٰہی ہیں۔ جو بندہ مرشدِ عقل سلیم کے ذریعے سنتِ نبوی پر فہم و شعور سے عمل پیرا ہوا اور اپنے آفاتِ مرتی سے نفوسِ امارہ کی شرارتوں سے بچنے اور پناہ لینے کا طلب گار رہو یہ اصل مومن کی تعریف ہے مرشدِ کامل کی ہی یہ پہلی تعلیم ہے کہ آستانۂ نبوی سے ہمیشہ دنیا و آخرت مانگتے رہو اور بوسیدۂ محبوب کائنات بارگاہ ربوبیت سے یہ دعا مانگتے رہو کہ اے مولیٰ تعالیٰ تو مجھے ایک لحہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر بلکہ میری اسی طرح حفاظت فرما جس طرح چھوٹے کمزور نادان بچے کی حفاظت کی جاتی ہے یہی مقامِ بندگی اور مقامِ عجز ہے یہ راہِ عرفانی کا پہلا فن ہے۔ یہاں جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب تعالیٰ کو پہچان لیا اور مومن باصفا کی پہچان یہ ہے کہ اس کی زندگی مثلِ شجرات ہوتی ہے۔ اس کا قیام مثلِ درختانِ ثمرات اس کا چلنا پھرنا لمحاتِ حیاتِ آثار گزاراظ مثلِ باغات اس کا چلنا مثلِ باد بہار اس کی رہبری ستاروں کی مثل اُس کی روشنی آفتابِ عالمتاب کی مثل اُس کی منزلیں قمر شب بیدار کی مثل کہ یہ سب مخلوق چاند سورج ستارے درخت ہوا میں فضائیں اپنے لیے کچھ نہیں کرتیں ان کے سب فیوضات و ثمرات دوسروں کے لیے ہوتے ہیں۔ درختوں کے پھل پھولوں کی خوشبو دریاؤں کی لہریں ہواؤں کے جھونکے اور سب چمک دمک روشنی دیگر مخلوقات کے لیے ہوتی ہے یہ اپنی نعمتوں سے خود کچھ نہیں لیتے۔ ان کی پرورش ان کا پروردگار خود فرماتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ (اقوال غوث پاک و خواجہ اجمیری)

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ

ہمیشہ ہی رہیں گے وہ مومن اُن جنتوں میں کبھی نہ پسند کریں گے وہ اُن اپنی اپنی جنتوں سے منتقل ہونا فرمائے اگر

وہ ہمیشہ ان ہی میں رہیں گے اُن سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔ تم فرما دو اگر

كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ

بن جائے پورا سمندر کا پانی سیاہی میرے رب کی معلومات لکھنے کے لیے البتہ ختم ہو جائے سب سمندر

سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے

marfat.com
Marfat.com

اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

اس سے پہلے کہ مکمل لکھے جائیں میرے رب کی معلومات اگرچہ ہم پیدا کر دیں اسی کے برابر اور ویسا ہی
رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ

فرما دیجئے فقط میں ہی ایسا بشر ہوں جو تم سب کی مثل ہوں وحی کی جاتی ہے میری ہی طرف کہ فقط تمہارا معبود
تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ

ایک معبود ہی ہے تو جو شخص آرزو کرتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو وہ ضرور
ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیئے کہ

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع

نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو
نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق یہ پچھلی آیت میں اہل ایمان کے اعمال صالحہ کی جزا یعنی جنت کا داخلہ مذکور ہوا۔ ان آیت میں جنت میں رہنے کی مدت بیان فرمائی گئی یعنی ہمیشہ ہمیشہ۔ دوسرا تعلق یہ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کفار میری آیتوں کو اور میرے رسولوں کو کمزور سمجھتے ہوئے ان کا مذاق بناتے ہیں۔ اب ان آیت میں باری تعالیٰ کے کلمات و آیت کی شان بتائی جا رہی ہے کہ اس کے کلمات کو سات سمندروں کی سیاہی سے بھی پورے لکھے نہیں جا سکتے اور اس کے رسولوں کی شان یہ ہے کہ اس کے ایک پیارے رسول بھی تمام کائنات انسانیت کے تمام بشروں کی مثل ہیں [illegible] کی صفات [illegible] رسول مکرم میں موجود ہیں

marfat.com
Marfat.com

بھلا ایسے شان والے رسولوں کا مذاق بنانا کب مناسب لگتا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کمزور شخص کسی پہلوان کا یا نابینا اندھا کسی آنکھوں والے کا یا جاہل گنوار کسی خوب صورت پڑھے لکھے عالم کا مذاق کرے۔

شانِ نزول جیسا کہ ہم نے اس سورۃ کی ابتدا میں عرض کر دیا ہے کہ یہ سورت مکمل طور پر پوری ایک دم نازل ہوئی تھی اس لیے اس کا شانِ نزول اور نزول بھی صرف ایک ہی دفعہ ہے علیحدہ علیحدہ آیت کا شانِ نزول یا نزول نہیں ہے مگر چونکہ امام جلال الدین سیوطی اور ان کے تتبع میں جناب حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین شاہ صاحب محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی حاشیہ تفسیر میں اس سورت کی چند آیت کا شانِ نزول بیان فرمایا ہے اس لیے ہم آخر میں وہ تمام آیت بیان کرتے ہیں جن کے شانِ نزول امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب لُبابُ النقول فی اسباب النزول میں علیحدہ علیحدہ بیان فرمائے ہیں جب کہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے ابتدا میں یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ سورۃ ایک دم نازل ہوئی۔ چنانچہ ص۱۸۳ پر حاشیہ تفسیر ابن عباس پر لکھا ہے ثُمَّ جَاءَ جِبْرِیْلُ مِنَ اللّٰہِ بِسُوْرَۃِ اَصْحَابِ الْکَھْفِ (۱۲) ترجمہ جب انشاء اللہ نہ کہنے کی وجہ سے پندرہ دن وحی بند رہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج و غم ہوا تو اللہ کی طرف سے جبریل پوری سورۃ کہف لے کر نازل ہوئے۔ اور تمام مفسرین و محققین کے نزدیک یہ ہی درست ہے لیکن آگے چل کر امام سیوطی چھ آیت ۱۰۳ آیت ۲۲ آیت ۲۳ آیت ۲۸ آیت ۱۰۱ آیت ۱۰۵ کا علیحدہ علیحدہ شانِ نزول بیان فرماتے ہیں اور صدر الافاضل نے صرف آیت ۲۵ و ۱۰۹ کا علیحدہ شانِ نزول بیان فرمایا۔ چونکہ اس جگہ ہم آیت ۱۰۹ اور ۱۱۰ آخری آیتوں کی تفسیر میں ہیں اس لیے یہاں صرف ان ہی دو آیتوں کا شانِ نزول نقل کریں گے باقی چار آیتوں کا مذکورہ شانِ نزول اس سورۃ کے اختتام پر درج کر دیں گے اور بجائے انکار کر دینے کے ہم دونوں تضادی قولوں میں اتفاق و مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے انشاء اللہ امام سیوطی ص۱۸۱ پر لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عیینہ بن حصن بارگاہِ نبوت میں آیا تو دیکھا کہ حضرت سلمان فارسی غریب فقیر بھی حالت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہیں تو بڑے غرور سے کہتا ہے کہ جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو ان غریبوں اور گھٹیا لوگوں کو نکالا کرو اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی پھر قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ (۱۴) یعنی اللہ کی حکمتوں تدبیروں کی کچھ انتہا نہیں ہے وہ جانتا ہے کون بارگاہ کے لائق ہے کون نالائق یہاں امیری غریبی کا فرق نہیں ہے۔ اُس کا ہی علم زیادہ ہے ایک دفعہ جب یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ والی آیت نازل ہوئی تو یہود نے کہا ہمارا علم بہت زیادہ ہے کیونکہ ہمارے پاس توریت ہے تب یہ آیت ۱۰۹ نازل ہوئی تفسیر صاوی نے اس طرح فرمایا کہ یہودیوں نے اعتراض کیا کہ تمہارے پیغمبر کہتے ہیں وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا تم لوگوں کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے حالانکہ ہم کو [illegible] کو خیر کثیر ملا اور یہ بھی کہتے

marfat.com
Marfat.com

کہتے ہیں توریت میں حکمت ہے اور یہ باتیں تضاد و بیانی ہے تب یہ آیت لَوْ كَانَ الْبَحْرُ نازل ہوئی، کہ انسان کا علم اللہ کے مقابل قلیل سے قلیل ہے یہ مکہ مکرمہ ہی میں نازل ہوئی اور امام سیوطی فرماتے ہیں کہ آیت ۱۰۱ کا شانِ نزول اس طرح ہے کہ ایک شخص نومسلم صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنا اُخروی ٹھکانہ اور رہائشی وطن دیکھوں تو یہ آخری آیت کریمہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ (۱۶) نازل ہوئی۔

تفسیر نحوی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا خَالِدِيْنَ یہ باب نَصَرَ کا اسم فاعل جمع مذکر خُلُوْدٌ سے مشتق ہے معنی ہے ہمیشہ رہنے والے بحالتِ فتحہ ہے یا اس لیے کہ حال ہے پوشیدہ ھُمْ ضمیر ذوالحال کا، در اصل ہے ھُمْ خَالِدِيْنَ، یا یہ کہ اَلْوَاوُ پوشیدہ کی خبر ہے اور یہی درست ہے فِيْهَا جار مجرور تر جمہ ہے اس جنت میں متعلق ہے خٰلِدِيْنَ کا۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر ذوالحال اُلی عبارت لَا يَبْغُوْنَ کا جملہ حال ہے پھر خبر ہے کانوا پوشیدہ کی وہ اپنے اسم ضمیر ھُمْ اور اس خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا لَا يَبْغُوْنَ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع نفی بِلَا۔ بَغْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ نہیں پسند کریں گے وہ مومن اگر یہ بَغْيٌ سے مشتق ہے تو معنی ہے پسند کرنا۔ بغاوت کرنا حد سے بڑھنا۔ اور مراد ہے کہ وہ مومن لوگ جنت سے نکلنا۔ یا بغاوت کرنا یا اس کی حدوں سے نہ نکلنا چاہیں گے عَنْ حرف جر زوالی یعنی دوری کرنے کے لیے ھَا سے مراد جنت یہ جار مجرور متعلق ہے لَا يَبْغُوْنَ کا حِوَلًا۔ اسم مصدر بروزنِ عِوَجٌ۔ یعنی پھرنا، منتقل ہونا جگہ بدلنا، مفعول بہ ہے لَا يَبْغُوْنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا خَالِدِيْنَ کا وہ اس حال سے جڑ کر جملہ اسمیہ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۔ قُلْ فعل امر قَوْلٌ سے مشتق ہے۔ اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل دونوں مل کر جملہ ہو کر قول ہوا۔ لَوْ حرف شرط ہے دو جملوں پر آتا ہے وہ دونوں جملے ماضی سے تعلق رکھتے ہیں۔ دونوں آپس میں یا سبب اور مسبب ہوتے ہیں یا شرط و جزا۔ اس طرح کہ پہلا جملہ سبب یا شرط ہوتا ہے اور دوسرا جملہ بزمانۂ ماضی پہلے پر متعلق ہوتا ہے کہ اگر وہ ہوتا تو یہ ہوتا اس میں زمانہ حال یا مستقبل نہیں آسکتا حرف لَوْ سے دونوں جملوں میں تین چیزیں ثابت کی جاتی ہیں ۱ امتناع۔ یعنی شرط و جزا کا نہ ہونا ۲ تعلیق۔ کہ دوسرے کا ہونا پہلے کے ہونے سے ہوتا ہے ۳ مساوات یعنی دونوں جملوں کی برابری مثلاً اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہو جاتا۔ یا اگر ایسا ہوتا تو بھی ایسا نہ ہوتا۔ لَوْ سے جزا کے تین درجے حاصل ہوتے ہیں ایک یہ کہ کبھی جزا کا شرط پر انحصار ہوتا ہے دوم کبھی جزا کی قوت ثابت کی جاتی ہے اگر ایسا ہوتا تب بھی یہ نہ ہوتا۔ مثلاً اگر شیر بھی آجاتا تب بھی زید نہ ڈرتا۔ سوم کبھی جزا کی اُلوہیت ثابت کی جاتی ہے۔ یہاں اسی مقصد کے لیے ارشاد ہوا کہ اگر سمندر سیاہی بن جائے اور کبھی ختم نہ ہو [illegible] کہ انتہا کا پتہ نہ لگتا تو اب جب

marfat.com
Marfat.com

کہ نہیں لکھتے گئے بدرجہ اولیٰ انتہا کا پتہ نہیں لگ سکتا، نُوْنِ چھ قسمیں ہیں ۱ نُوْنِ شرطیہ ۲ نُوْنِ وصلیہ، یہاں پہلے واؤ وصلیہ آنا ضروری ہے ۳ یعنی آن نافیہ مگر یہ نُوْنِ نصب نہیں دیتا۔ اس کو نُوْنِ تمنائی کہتے ہیں یعنی کاش ۴ نُوْنِ عرض اور آمادگی کے معنی میں۔ اگر تو ایسا کرتا تو اچھا ہوتا ۵ نُوْنِ تقلیلیہ، یعنی خواہ کچھ بھی ہو ۶ نُوْنِ امتناعیہ۔ اس کے بعد لانافیہ ہوتا ہے مثلاً لَوْلَا کَانَ۔ کَانَ فعل ناقص اَلْخَیْرُ الف لام جنسی پُر، یعنی تمام سمندر۔ اسم ہے گاں کا مِدَاداً اسم مصدر بروزنِ فِعَالٌ مَدَّ سے بنا ہے یعنی زیادہ ہونا، معاون بننا ۲ کتابت کی سیاہی ۳ چراغ کا تیل ۴ ایک شی کے بعد دوسری شی کا آنا اسی سے ہے مَدَدٌ مدد کرنا، چونکہ سیاہی اور دوات لکھنے میں معاون و مددگار ہیں اس لیے اُس کو مِدَاداً کہا گیا بِکَلِمَاتِ رَبِّیْ۔ یہ ڈبل مرکب اضافی مجرور ہوا۔ جار مجرور مل کر متعلق ہے مِدَاداً کا۔ یہ شبہ جملہ ہو کر خبر ہے کَانَ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام سببیہ جزائیہ نَفِدَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق واحد غائب نَفَدٌ سے مشتق ہے یعنی ختم ہو جانا۔ اَلْبَحْرُ اس کا فاعل ہے، قَبْلَ اسم ظرف زمانی مضاف ہے۔ اَنْ ناصبہ تَنْفَدَ باب سَمِعَ کا مضارع واحد مؤنث، کَلِمَاتُ مضاف رَبِّیْ، یعنی میرے رب کے کلمے۔ یہ ڈبل مرکب اضافی فاعل ہے تَنْفَدَ کا یہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ قَبْلَ کا۔ دونوں مل کر ظرف ہے نَفِدَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط و جزا مل کر علت ہوئی وَلَوْ۔ وصلیہ جملے کی۔ جِئْنَا فعل ماضی مطلق جمع متکلم مرجع ہی کریم یا اللہ تعالیٰ۔ یعنی اللہ فرماتا ہے وَلَوْ جِئْنَا ہم لے آئیں۔ بِمِثْلِہٖ متعلق ہے جِئْنَا کا اور مَدَدًا اسم مفرد جامد بمعنی سیاہی۔ مفعول بہ ہے جِئْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلول ہوا۔ علت و معلول مل کر قول ہوا قل کا۔ دونوں مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہو گیا۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ۔ قُلْ فعل ماضی فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا، اِنَّمَا۔ اِنَّ حرف مشبہ ما کافہ اس نے اِنَّ کے عمل کو غور کے حصر پیدا کیا ترجمہ ہو گیا بس، فقط، اَنَّ کے ساتھ بھی ما کافہ آجائے تو یہی کچھ ہوتا ہے۔ اِنَّمَا اَنَّمَا دونوں کا ترجمہ ہے صرف فقط۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ بَشَرٌ اسم مفرد جامد بمعنی کھلی ظاہر کھال بغیر بال کے بجز انسان کسی کی کھال بغیر بالوں کے نہیں ہوتی بعض کے بھی پہلے سارے جسم پر بال ہوتے ہیں اس لیے صرف انسان ہی بشر ہے۔ بشریت صفت ہے نہ کہ ذات، انسانیت اور آدمیت ذات ہے۔ بحالت رفع موصوف ہے ضمیر متکلم تم سب کی مثل۔ یہ مرکب اضافی صفت ہے بَشَرٌ کی دونوں مل کر خبر ہے۔ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر پہلا مقولہ ہوا۔ یُوْحٰی۔ باب افعال کا مضارع مجہول۔ اِلَیَّ، ترجمہ میری طرف۔ جار مجرور متعلق ہے۔ اَنَّمَا اسم حصر بمعنی صرف فقط اِلٰہُکُمْ مضاف کاف ضمیر مخاطب جمع مذکر حاضر مضاف الیہ اِلٰہٌ موصوف وَاحِدٌ صفت یہ

marfat.com
Marfat.com

یہ مرکب توصیفی خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر نائب فاعل یوحیٰ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ عاطفہ تعقیبیہ مَنْ اسم موصول شرطیہ، کَانَ فعل ناقصہ زائدہ محض تاکید کرنے کے لیے۔ یَرْجُوْا باب نصر کا مضارع مثبت معروف۔ لِقَاءَ، اسم مصدر مضاف ہے رَبِّ مضاف ہ ضمیر نفسی یعنی اپنے مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول مضاف الیہ لِقَاءَ۔ یہ مصدر مضاف اپنے مفعول مضاف الیہ سے مل کر شرطیہ جملہ ہو کر مفعول بہ ہے یَرْجُوْا کا وہ اپنے پرشیدہ فاعل اور ظاہر مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی فَ جزائیہ لْیَعْمَلْ فعل امر غائب واحد مذکر باب فَتَحَ عَمَلًا موصوف مَا لَحَتْ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے لْیَعْمَلْ کا جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ لَا یُشْرِکْ فعل نہی واحد مذکر غائب باب افعال سے ہے بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ۔ ڈبل مرکب اضافی مجرور جار مجرور متعلق ہے لَا یُشْرِکْ کا۔ اَحَدًا، اسم نکرہ عمومی یعنی کسی کو مفعول بہ ہے لَا یُشْرِکْ کا، سب مل کر معطوف ہوا فَلْیَعْمَلْ کا دونوں عطف مل کر جزا ہوئی کَانَ یَرْجُوْا کی شرط و جزا مل کر صلہ ہوا مَنْ کا موصول صلہ مل کر معطوف ہے یُوْحٰی کا دونوں مل کر مقولہ دوم قُلْ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ اے منکر و مغرور و کافرو قوم جن عزیز مسکین مومن مسلمانوں سے نفرت کرتے ہو ان کی آن شان عزت خوبصورتی لباس زیب و زینت کل جنت میں دیکھنا کہ وہ جنت فردوس اتنی دل پسند جگہ ہے کہ اہل جنت باوجود اس خوشخبری سنائے جانے کے کہ وہ ہمیشہ اَبَدُ الْاٰبَاد تک اسی میں رہیں گے پھر بھی ایک لمحہ ایک منٹ کے لیے بھی جنت سے باہر کہیں اور جانے کی خواہش نہیں کریں گے نہ آس پاس کے برزخی اعرافی دوزخی بڑوں سے ملنے ملانے کی نہ سیر سیاحت یا سفر کی نہ جنت ہی کے اندر ایک طبقے سے دوسرے طبقے میں گھر بار رہائش بدلنے کی۔ اس کی تین وجہ۔ اول یہ کہ خلود اور ہمیشگی چار قسم کی ہے ۱ خلود علاقاتی یعنی جنت کے اندر ۲ خلود رہائش یعنی جتنی رہائش گاہ ۳ خلود طبقاتی یعنی جنت کے جس طبقے کا جتنی ہوگا اسی میں رہے گا ۴ خلود مرتبہ یعنی جس مرتبے کا جتنی ہوگا سدا اسی مرتبے کا رہے گا اس لیے لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔ بھی خلود ہی کی تاکید ہے ان چاروں چیزوں میں کبھی تبدیلی نہ ہوگی ویسے ملنے ملانے کے لیے جنت میں ایک دوسرے کے گھر علاقہ اور طبقہ کے اندر سیر سیاحت ہونا اور آنا جانا سلام و تامیل ملاقات لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔ کے منافی نہیں۔ دوم وجہ یہ کہ ہر جنت اتنی خوب صورت اور آرام [illegible] کا دل چاہے گا نہ طبقہ اور

marfat.com
Marfat.com

گھر بدلنے کا ارادہ کرے گا کیونکہ ہر چیز ہر ضرورت خواہش قلبی کے مطابق اس کے اپنے ہی گھر میں ہر وقت موجود ہوگی سوم یہ کہ سیاحت سیادت سفارت اور تغیر تبدل، تقل مکانی۔ طلب غیر رشک۔ حسد یہ تمام جہات دنیوی میں انسانی جبلی کمزوریوں میں سے ہیں جنت میں جس طرح کہ انسان کی دیگر تمام جسمانی نفسی طبعی قلبی روحی کمزوریاں ختم کر دی جائیں گی اسی طرح یہ کمزوریاں بھی ختم کر دی جائیں گی، دنیوی زندگی میں ہر انسان تقریباً عمر کے ہر سمجھ بوجھ والے حصے میں چھ طرح کی تبدیلیوں کی خواہش کرتا ہے اور یہ خواہش تین وجہ سے ہوتی ہے ۱ ضرورۃً جب کہ ایک جگہ یا ایک موجودہ حالات میں ضروریات زندگی پوری نہ ہوتی ہوں ۲ خص طبیعت کے ملال اور عیاشی کی بنا پر ۳ رشک یا حسد کی بنا پر، چونکہ جنت میں یہ تینوں وجوہ نہ ہوں گی اس لیے لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ موجودہ حالات بدل جائیں ۲ تبدیلی مکان ۳ تبدیلی مشاغل ۴ نئی چیزیں دیکھیں ۵ تغیر اتفاقات زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں ۶ تغیر لباس ۷ تغیر انتظامات ہر انسان ایک دوسرے سے دنیا میں بازی لے جانا چاہتا ہے۔ اسی خواہش یا رشک وحسد کی بنا پر دنیا کی بھاگ دوڑ اور چہل پہل ہے مگر یہ جائز ناجائز خواہشات جنت میں نہ ہوں گی لہٰذا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا فرمانے میں تین چیزوں کا شاندار تعارف کرایا گیا۔ جنت کی شان کا۔ جنتیوں کی شان کا ۳ ہمیشگی رائش کا دنیا وآخرت کی ان مختلف کیفیات میں کیا راز ہے کیا حکمتیں وقدرتیں ہیں یہ اللہ کے کلمات ہیں ان کی حقیقت کو کوئی مخلوق نہیں پا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات غیر متناہی ہیں اے پیارے محبوب قل، ان کائنات مخلوق کے سامنے فرما دیجئے کہ کلمات الٰہیہ یعنی اللہ تعالیٰ کے تخلیقی شاہکار۔ انبیاء کرام علیہم السلام وغیرہ سب سے بڑے کلمات انہی کے اجسام مقدسہ ہیں ۲ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں ۳ حکمتیں ۴ صفات ازلی قدیمی ۵ علم ۶ معلومات باری تعالیٰ ۷ کلام الٰہی ان کو سمجھنا تو درکنار اگر کبھی کوئی نقطہ لکھنے اور ضبط تحریر و مجموعۂ کتاب بنانے کا ہی ارادہ کرے تو آشکارا ہو جائے کہ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا۔ اگر یہ موجودہ دنیا کا پورا کا پورا نائب بھرا ہوا سمندر اپنے سات سمندری حصوں اور کروڑوں قسموں کے پانیوں کے ساتھ پورا کا پورا سیاہی بن جائے میرے رب تعالیٰ کے کلمات لکھنے کے لیے اور لکھنے والے لکھنا شروع کر دیں تو البتہ یقیناً پورا سمندر ختم ہو جائے۔ پہلے اس گمان سے کہ کلمات ختم ہوں یعنی کلمات کے ختم ہو جانے اور سب لکھے جانے کا انسانی خیال وگمان صحیح نہ ہو اور سب سیاہی لکھتے لکھتے ختم ہو جائے اگرچہ ہم سب لکھنے والے یعنی انبیاء اولیاء ملائکہ جنات مل کر اس پورے سمندر کے برابر اور سیاہی جمع کر لیں کہیں نہ کہیں سے اٹھی کر لیں یا اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں وہ دوسری پورے سمندر کی پانی کے برابر سیاہی بھی ختم ہو جائے گی مگر رب تعالیٰ کے کلمات ومعلومات کتابت سے پھر بھی ختم نہیں ہو

marfat.com
Marfat.com

لکھتے کتابت مکمل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اجسام و اقلام اور سیاہی سب متناہی ہیں اور کلمات غیر متناہی بے انتہاء تو متناہی چیز غیر متناہی کو بھلا کسی طرح ختم کر سکتی ہے امام مجاہد نے فرمایا کہ آیت کا منشا یہ ہے کہ سمندر سیاہی ہو تمام نباتات قلم ہوں اور تمام مخلوق یعنی انسان جنات اور فرشتے کاتب بن جائیں تب بھی رب تعالیٰ کے کلمے ختم نہ ہوں گے خیال رہے کہ ہر وہ چیز جو جسم اور بدن ہو کثیف یا لطیف وہ متناہی ہوتی ہے اگرچہ اُس کی انتہاء اجسام کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ مِدَادًا کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اور یہ کلام قُلْ کا مقولہ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔ کائنات عقل کے لیے لَوْ كَانَ الْبَحْرُ (الخ) کا کلام الٰہی حیران کن ہے جس کا نتیجہ عقل سلیم کے لیے تو عجز سے تسلیم کرنا ہے لیکن عقل خبیث کے لیے انکار ہے منکرین الہیین کے ثبوت کے لیے ساتھ ہی برہان ربانی کی شلیت کا تذکرہ اس شان سے فرمایا جا رہا ہے کہ مفسرین اس کی تفسیر کرتے ہوئے ورطۂ حیرت میں پریشان پھر رہے ہیں فرمایا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ رب تعالیٰ کے کروڑوں بے انتہا کلمات میں سے یہ چھ کلمات بھی ایسی معجزانہ شان والے ہیں کہ چودہ سو سال سے آج تک اہل علم اس کی تشریح و معانی بیان کرتے چلے آ رہے ہیں مگر کوئی بھی تسلی بخش تکمیل کا دعویٰ نہ کر سکا۔ اس کلام کا ایک کلمہ لفظ شل ہی اپنے معانی میں اتنا وسیع ہے کہ شلیت کی کروڑوں قسمیں ہیں اور ہر جگہ علیحدہ نوعیت ابھی تک یہ تعین نہیں کیا جا سکا کہ یہاں مِّثْلُكُمْ کا حقیقی مقصد کیا ہے۔ نیز حیرانی اسبات کی ہے یہ آیت نہ توریت میں تھی نہ زبور و انجیل میں نہ صحف آدم و نوح ہیں نہ صحف ابراہیم و موسیٰ میں علیہم السلام یہ جملہ نہ آدم علیہ السلام سے اہلوایا گیا نہ نوح و یعقوب یوسف، داؤد و سلیمان سے علیہم السلام، قرآن مجید میں یہ آیت کریمہ دو جگہ مذکور ہوئی اور بالکل اسی طرح آن شان و کلمات سے ایک یہاں سورۃ کہف کی آخری آیت میں اور دوم سورۃ حٰمٓ سجدہ (فصلت) کی آیت ۶ میں۔ لفظ شل اور اس کے مشتقات قرآن مجید میں تقریباً ایک سو انہتر آیات میں آئے ہیں اور صرف لفظ شل تقریباً ایک سو آٹھ جگہ مذکور ہیں اور ہر جگہ علیحدہ نوعیت کا معنیٰ اور قرآن کریم میں بھی یہ کلمات کسی اور شخصیت کے لیے نہیں فرمائے گئے کسی اور انسان نبی ولی عالم کو جگہ نہ فرمایا گیا کہ قُل فرمایا گیا تو کس نبی کو جس کی بے شلیت قرآن کریم کی آیت آیت سے ظاہر فرمائی گئی جس کا شل انسانوں اور زمین والوں میں تو درکنار ملاء اعلیٰ کے انبیاء مرسلین میں کوئی نہیں جس کی بے شلیت قدم قدم سے ظاہر ہو چکے پاس عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔ کا کلمۂ علوم الٰہیہ کی امانتیں جن کے سینے میں غیوب عالمین کے خزانے [illegible] جبرئیل سے آگے کروڑ ہیں

marfat.com
Marfat.com

مخلوق سے برتر جس کے درپان ملائکہ جس کے غلام شمس و قمر جس کے حکم پر بادل برسیں شیاطین لرزیں جس کے دیدار کو مرسلین ترسیں۔ ایسے بے مثل کو فرمایا گیا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اہلِ علم و عقل کو آخر حیرانی کیوں نہ ہوتی۔ یہ حیرانی ہی تو ہے کہ کسی نے اس کی تفسیر میں کچھ کہا کسی نے کچھ، کسی نے کہا یہ خبر ہے کسی نے کہا یہ اظہارِ عجز ہے کسی نے کہا یہ بندگی میں شامل ہونا مراد ہے کسی نے کہا یہ اس لیے فرمایا گیا تاکہ یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معبود نہ بنالیں سنیوں نے ڈر کے مارے اس آیت کو ہاتھ نہ لگایا کہ کہیں کوئی گستاخی کی بات نہ نکل جائے اور گستاخ فرقہ نے اس آیتِ پاک سے ناجائز سہارے لے کر خوب اچھل کود مچائی اور جتنی خبیث روحوں نے طرح طرح کی گستاخیاں بنا ڈالیں اور خود کو نبی علیہ السلام کے برابر سمجھ لیا اور بڑے بھائی یا گاؤں کے چوہدری سے زیادہ اہمیت نہ دی اور دلیل میں یہی متقدمین و متاخرین کی عقلی تفاسیر کو پیش کیا اور واقعتاً بغیر سوچے سمجھے بزرگوں کی اسی اُلٹی تفسیروں سے آخر ایسے ہی گستاخ فرقوں نے جنم لینا تھا، لیکن اگر تدبر و تفکر اور احادیث مبارکہ کی روشنی سے اس آیت پاک کو دیکھا جائے تو اظہر من الشمس ہوتا ہے کہ یہ آیت بھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم نعمت و شان بیان فرما رہی ہے۔ اور ثابت ہو رہا ہے کہ یہ آیت نہ تو خبر ہے نہ اظہارِ عجز ہے نہ انکسار ہے بلکہ ایک عظیم دعویٰ اور ایک کائناتی چیلنج ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قرآن مجید اسی محبوب کو جبرئیل و میکائیل کی صفوں سے بھی اونچا ارفع بلند حیثیت و تخصیص کا مقام بیان فرمائے اور پھر وہی قرآن مجید اسی محبوب بے مثل کو آناً فاناً ایک عام آدمی کی صف میں لا کھڑا کرے اور ایسی بات بیان فرمائے جس کا ثبوت بجز اس آیت کے کسی اور آیت و حدیث سے نہ مبتر ہوا۔ اس لیے میری عقل میں اس آیت کی تفسیر اس طرح ہے قُلْ۔ اے محبوب وحبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ عام ساری کائناتِ انسانیت و آدمیت کو فرما دے سنا دے بلا جھجک فرما کیونکہ یہ اعلان ہم کرا رہے ہیں ہمارے فرمانے سے فرما دے، اِنَّمَآ اَنَا۔ اللہ کی پوری مخلوق میں فقط میں ہی وہ بشر ہوں جو تم سب کی مثل ہوں اور تم سب کی تمام صفتیں عزتیں عظمتیں شانیں قوتیں طاقتیں یا قتیں فضیلتیں جو جو نعمتیں رب تعالیٰ نے تا قیامت تم لوگوں میں تقسیم فرمائیں یا جو عطا فرمائیں گے خواہ ذہبی صفات ہوں یا کسبی فطری جبلی ہوں یا اپنی محنت سے حاصل کردہ لیاقتیں ڈگریاں ہنر و صنعت و حرفت ہوں وہ سب رب تعالیٰ نے مجھ کو ازل میں ہی عطا فرما دیں اس لیے فقط یہ دعویٰ میں ہی کر سکتا ہوں کہ میں ہر صفت ہر قوت طاقت لغت زبان دانی علم فیوض میں تم سب کی مثل ہوں یہ دعویٰ یہ چیلنج نہ کوئی اولین میں کر سکا نہ آخرین میں نہ تم آپس میں۔ دنیا میں کوئی انسان کتنی ہی عقل و لیاقت اور محنت والا ہو وہ اتنی محنت شقت اور لگن سے دس بارہ صفات اور سندات سے زیادہ حاصل

marfat.com
Marfat.com

نہیں کرسکتا اور دس بارہ زبانیں جاننے والا بھی پورے ایک جلسے کو یا ایک شہر کو بھی جواب نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی سو دو سو صفتوں والا یہ مُتکلّم کا دعویٰ کر بھی دے تو کوئی دوسرا آدمی کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو فلاں ہنر آتا ہے تجھ کو وہ نہیں آتا۔ مُتکلّم کہنے والے کو خاموش ہونا پڑے گا۔ یہ تو صرف آقائے کائنات کی ہی ذات مقدّسہ ہے جن سے رب تعالیٰ نے یہ دعویٰ کروایا اور آج تک کوئی بھی مغرب مشرق شمال و جنوب بلکہ فرش و عرش لوح و قلم میں کوئی گردن نہیں اُٹھا سکا اس آیت میں اگرچہ چیلنج سب عرشیوں فرشیوں ملکہ جنّات کو سنایا جا رہا ہے مگر بشرٌ کہہ کر اس چیز کا اظہار مقصود ہے انسانوں کو ہی زیادہ صفات اور لیاقتیں ملتی ہیں وہ ہی زیادہ مغرور اور متکبر بھی بنا پھرتا ہے اس لیے خاص اُس کی صفتِ بشریت کا ذکر کیا گیا۔ دوسری مخلوق کے پاس نہ ڈگریاں اور سندیں ہیں نہ سکول و کالج یونیورسٹیاں اور فیکٹریاں ہنر سازیاں ہیں نہ غرور و تکبر ہے۔ اس آیت پاک میں پانچ لفظ قابلِ غور ہیں ۱ قُلْ۔ یہ فعل امر ہے اس میں حکم پایا جاتا ہے۔ حکم کرنے کے دو ہی مقصد ہوتے ہیں یا انکار کرنے کی صورت میں حکم دیا جاتا ہے جھکنے کی صورت میں۔ اگر یہاں عاجزی و انکساری مراد ہوتی تو وہ تو پہلے ہی ہر ہر بات قول و فعل سے ظاہر ہو رہی ہے مزید امر کی ضرورت نہ تھی کردارِ نبوت سے اظہارِ عجز و بندگی بشریت میں نہ انکار ہے نہ جھجک پس ثابت ہوا کہ یہ امر اظہارِ عجز کے لیے نہیں بلکہ شانِ مصطفیٰ اور نعتِ عظیم بیان کرنے کے لیے ہے یعنی اے محبوب تم یہ دعویٰ کرو کیونکہ ہم نے تم کو اس دعوے کے لائق پہلے ہی بنا دیا ہے اپنی قدرت سے ساری صفاتِ کمالیہ تمہاری ذاتِ یکتا و بے مثل میں بھر دی ہیں، قرآنِ کریم میں لفظِ قُل تقریباً تین سو تینتیس آیات میں وارد ہوا ہے اور ہر جگہ ہی کسی نہ کسی طریقے پر نعتِ محبوب کا بیان ہے صلی اللہ علیہ وسلم صرف سمجھنے کے لیے عقلِ سلیم چاہیے ۲ اِنَّمَا آنَا، فقط میں ہی۔ یہ لفظِ حصر ہے جس نے بتایا کہ کائنات میں صرف ایک میری ہی ذات رب تعالیٰ نے ایسی بنائی جو یہ ہر ایک کی مثلیت کا دعویٰ کرسکتی ہے ۳ بَشَرٌ۔ بشریت صفت ہے نہ کہ ذات، اس نے اس بات کا اشارہ فرمایا کہ مثلیت صفات میں ہے نہ کہ ذات میں صفات ہی سے درجہ مرتبہ شرافت لیاقت عزت عظمت قوت طاقت ہنر فضیلت حرفت فصاحت بلاغت حاصل ہوتی ہیں۔ نبوت، ولایت، خلافت وزارت امارت بادشاہت طبابت مہارت علمیت، عقلیت یہ تمام صفتوں کے ہی نام ہیں یہ سب صفات بشر کی صفت والی مخلوق کو عطا ہوئیں کسی کو ایک دو کسی کو دس بیس۔ لیکن کائنات کی تمام صفاتِ کمالیہ کا مجموعہ محمد مصطفیٰ کو بنایا گیا صلی اللہ علیہ وسلم ۴ مِثْلُكُمْ۔ لفظ مثل کے معنی ہیں برابری۔ یعنی اے کائنات کے سابقہ موجودہ، آئندہ تا قیامت انسانو صرف میں ہی ہر صفت میں تمہاری مثل ہوں۔ ہر صفت میں تمہارے برابر ہوں تم جو کمال [illegible] یا کرو گے یا جو قدرتی کمال

marfat.com
Marfat.com

تم کو مل جائے وہ تمام کمالات میرے پاس ہیں تم ایک دو کمال میں کسی ایک دو کی ہی مثل ہو سکتے ہو بھی مکمل مثلیت سے نہیں مگر میں تم سب کی مثل بدرجۂ اتم ہوں ہاں البتہ تم کوئی بھی نبی ولی صدیق و فاروق، فصیح و بلیغ عالم و فقیہ دنیا کا بڑے سے بڑا بھی میری مثل نہیں ہو سکتا۔ یہ آیت سن کر خدشہ تھا کہ شاید کوئی ابوجہلی نسل کا نادان بے عقل جاہل خود کو نبی اکرم کے برابر سمجھے۔ اس لیے علوم و صال کی حدیث میں اس خدشہ زبانی کو پہلے ہی بند فرما دیا گیا چنانچہ بخاری جلد اول کتاب العلوم باب الوصال صـ۲۶۴ پر ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ وَ اَیُّكُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِیْ ۔ (الخ) ترجمہ روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے منع فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملے ہوئے (بغیر افطار و سحری) روزے رکھنے سے ایک مسلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو رکھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے۔ اس آیت اور حدیث کو جوڑنے سے ثابت ہوا کہ نبی کریم سب کی مثل ہیں لیکن کوئی دوسرا نبی کریم کی مثل نہیں ہو سکتا کسی بھی چیز صفت یا ذات میں اس لیے میرے ظاہر ظہور ہونے کے باوجود تم میری حقیقت کو نہ سمجھ سکتے ہو نہ بیان کر سکتے ہو اور نہ میری صفات کمالیہ کو احاطۂ تحریر میں لا سکتے ہو۔ میری ذات و صفات کمالات الٰہیہ کے مَا تَقَدُّمْ ہونے کی برہان ربانی ہے یعنی قُلْ لَّوْ كَانَ (الخ) دعویٰ ہے اور قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اس کی دلیل ہے جب تم میری صفات کا احاطہ نہیں کر سکتے تو سمجھ لو کہ کمالات الٰہی کی کیا شان ہوگی۔ ۵ فرمایا گیا۔ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ یہ بڑی کا جملہ بھی اَنَّمَا کے حصر کے تحت ہے یعنی یہ وحی بھی صرف میری طرف ہوئی ہے کہ فقط تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پوری کائنات عالم میں کہیں بھی کوئی دوسرا معبود موجود نہیں نہ تم کو کہیں نظر آیا کیونکہ میں نے ہی کائنات کا تمام گوشہ گوشہ دیکھا ہے یہ حصر من قسم کا ہو سکتا ہے یا حصر اولیت۔ بعض سب سے پہلے مجھ کو ہی وحی ہوئی تھی کہ معبود ایک ہی ہے۔ اس اولیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت حدیث پاک میں بھی ہے اور قرآن مجید میں حدیث میں فرمایا گیا۔ كُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ اور قرآن کریم میں ہے قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو ساری مخلوق اس کی عابد ہوتی مگر میں اُن سب سے پہلے عابد ہوتا ۱۲ یا یہ حصر زمانی ہے کہ اب اس زمانے میں صرف مجھ کو ہی وحی آتی ہے اب میری بات ہی وحی الٰہی ہے اب کبھی کوئی اور نبی نہ ہوگا نہ ہے ۱۲ یا یہ حصر تخصیصی ہے کہ میری وحی دیگر انبیاء علیہم السلام کی وحی سے اس لیے خاص ہے کہ صرف میرے ہی تمام جگہ کا مشاہدہ کرایا گیا اور

marfat.com
Marfat.com

میں نے بنظر خود اللہ کے سوا کسی اور معبود کا نام نشان بھی نہ دیکھا۔ لہٰذا جو شخص یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ تمنا اور آرزو کرتا ہے یا اپنی کوتاہیوں کمزوریوں لغزشوں کی وجہ سے بارگاہِ رب تعالیٰ میں حاضری اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے ڈرتا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ اپنی اس دنیا چند روزہ زندگی میں سُستی غفلت کسل مندی کو چھوڑ کر ہر وقت اچھے نیک صالح اور صحیح عمل کرے اور اپنے رب کریم کے لیے خالص کرے کسی غیر کو اُس کی عبادت میں کسی بھی طرح شریک نہ کرے، نہ شرکِ اکبر یعنی بت پرستی سے نہ شرکِ اصغر یعنی لوگوں کو دکھلاوے ریا سے سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کی خوشنودی کی تمنا نہ کرے۔ انسان چار قسم کے ہیں ۱ اکثر طبیعت بد دماغ جو کسی کو بھی نہیں مانتے اس قسم کے لوگ دہریہ کافر بن جاتے ہیں ۲ اوندھی عقل اور غلط سوچ اندیشہ والے لوگ ہر سخت رغبت دار اور انوکھی ہیبت ناک چیز کے سامنے جھک جانے والے ایسے لوگ مشرک بن جاتے ہیں جیسے بت پرست اور یہود و نصاریٰ کہ انہوں جھوٹے معبود اور اللہ کے بیٹے بیٹیاں بنا ڈالے ۳ عقل سلیم اور قلب ایمان والے انہوں نے ہی لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۱۔ پر پورا عمل کیا ۴ ظاہر پرست نام نمود والے دنیا کی تعریف کے مفتی نعرے بازیہ دنیا پرست مسلمانوں کا حال ہے ہر عمل ریا کاری کے لیے کر کے شرکِ اصغر میں مبتلا ہو جائے اس آیت میں ان کو بھی سمجھانا مقصود ہے۔ لَا یُشْرِكْ کے تین معنی کئے گئے ہیں اوّل لَا بت پرستی نہ کر دوم ریا کاری اور دکھلاوہ نہ کر سوم غیر اللہ سے اعمال کی جزا یا سزا مت طلب کر نہ اپنے لیے نہ کسی کے لیے یَرْجُوْا کے تین معنی کئے گئے ہیں ۱ امید کرنا ۲ خواہش کرنا ۳ خوف کرنا۔ ایک دفعہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے جذب بن زہیر غامری صحابی نے عرض کیا یا رسول میں نیک عمل تو اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہوں لیکن دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں کو میرے اس اچھے عمل کا پتہ لگ جائے یا اگر وہ دیکھ لیں تو دل میں خوشی ہوتی ہے اور کوئی اچھائی کرے تو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ تب آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ شرکِ اصغر ہے ان خیالات سے بھی بچو اور نفرت کرو۔

فائدے اس آیتِ کریمہ سے چند فائدے اور سبق حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو انعام کے طور پر مختلف صفات کمالیہ سے نوازا ہے کسی کو ایک کمی کو چند وغیرہ کوئی بھی آدمی صفتِ کمالیہ سے خالی نہیں خواہ وہی صفت ہو یا کسی ان ہی صفات سے صفاتی نام بن جاتا ہے یہ صفت نہ ملائکہ کو عطا ہوئی نہ جنات کو نہ کسی حیوانات کو صرف انسانوں میں تقسیم ہوئیں تو جس کو جتنی صفتیں عطا ہوئیں اتنے ہی اس کے صفاتی نام ہوں گے وہی صفات ملا کر کسی بھی آدمی کو دس بیس یا چالیس پچاس سے زیادہ صفاتِ کمالیہ حاصل نہیں ہو سکتیں یہ عالم قاضی مفتی محدث مفسر ولی غوث قطب ڈاکٹر طبیب فلسفی منطقی بادشاہ وزیر امیر ہونا سب صفاتی نام ہی تو ہیں جس [illegible] ہوں گے [illegible] ہوں گے۔ بڑے سے بڑا

marfat.com
Marfat.com

انسان بھی اپنی زندگی میں صرف چند ہی صفاتی نام حاصل کر سکتا ہے یہ تو پیارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصی شان ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو ہزاروں صفاتی نام عطا فرمائے۔ تنا سے نام پاک تو دنیا میں ہی ظاہر فرمائے ہزار ہا نام وہ ہیں جو آسمان و زمین میں مشہور و معروف ہیں جن سے ہم علم قلیل والے ابھی لاعلم ہیں۔ یہ فائدہ اَنَا بَشَرٌ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ باری تعالیٰ کے کروڑہا اسماء پاک بھی اُس کی صفات کے مظہر ہیں۔ دوسرا فائدہ۔ آقائے کائنات نبی کریم بشر بھی ہیں تو بھی آپ کی بشریت بھی بے مثل ہے اور نوریت بھی نہ کوئی دوسرا بشر آپ کی مثل ہو سکتا ہے نہ کوئی نورانی فرشتہ آپ کی مثل ہو سکتا ہے مگر آپ صفاتِ ملکوتی میں تمام کی مثل ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو تمام ملکوتی نورانی اور بشری صفاتِ کمالیہ عطا فرما دی ہیں، چونکہ آپ مظہر ذات و صفاتِ الٰہیہ ہیں اس لیے آپ کو بشریت و نوریت دونوں چیزیں عطا کی گئیں شیشہ کو آئینہ بنانا ہو تو اُس کے ایک طرف مسالہ لگا دیا جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حق کا آئینہ بنایا گیا تو آپ کو بھی صفتِ بشری کا جسم کثیف والا مسالہ عطا کیا گیا یہ فائدہ بھی اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور صوم وصال کی ممانعت والی حدیث مِثْلِیْ سے حاصل ہوا۔ کوئی انسان فرشتہ جن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہو سکتا۔ تیسرا فائدہ، قیامت میں اللہ تعالیٰ کا کلام تو سب ہی انسان سے ہوگا اور سب سُن بھی سکیں گے مگر دیدار صرف نیک اور متقی مومن مسلمان کو ہوگا۔ یہ فائدہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا (۲) سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء کرام علیہم السلام کا علم سب سے زیادہ ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام میں آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب سے زیادہ مگر یہ تمام علوم رب تعالیٰ کے ایک علم کے مقابل کوئی نسبت نہیں رکھتے ایک قطرے سے بھی مشابہت دینا جائز نہیں، کیونکہ سب علوم متناہی کیسی کسی انتہا پر ختم ہونے والے مگر رب تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں اور غیر متناہی کو متناہی سے کوئی مشابہت دینا بھی ناجائز ہے ہر جسم حادث متناہی ہوتا ہے، اللہ کی صفات جسمیت سے پاک ہیں دوسرا مسئلہ۔ انبیاء کرام کو بشر کہنا اور کہکر لکھنا یا پکارنا حرام ہے اور اپنے جیسا عام بشر سمجھنا کفر ہے اور اپنے آپ کو نبی علیہ السلام جیسا اور کسی صفت میں برابر سمجھنا اشد کفر ہے کیونکہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے انبیاء کرام کی بشریت بھی بے مثل ہے۔ خاص کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات یہ مسئلہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی ہماری تفسیر سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ، ریاکاری، اور غرور و تکبر دکھلاوا نام و نمود کے لیے کوئی دینی و دنیوی عمل کرنا حرام اور شرک اصغر ہے یہ مسئلہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ (۳) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ کلمات الٰہیہ کسی کے ختم ہونے سے پہلے ختم نہیں ہوں گے

marfat.com
Marfat.com

مگر بعد میں ختم ہوں جائیں گے لفظ قبل ہر محاورے میں بعد کی نفی پر دلالت کرتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ دن رات سے پہلے کبھی نہیں آسکتا یعنی بعد میں آتا ہے۔ اسی طرح یہاں ثابت ہو رہا ہے، اگر یہ بات ہے تو پھر کلمات ربی بھی متناہی ہوئے، جواب۔ اس کے تین جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ اس آیت کی وضاحت سورۃ لقمان کی آیت ۲۷ نے بیان فرمادی وہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (الخ) ترجمہ۔ اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور ان کی پورا سمندر سیاہی بن جائیں اس کے بعد دوسرے سات سمندر بھی سیاہی بن جائیں پھر بھی اللہ کے کلمے ختم نہیں ہو سکتے۔ اس آیت سے اعتراض ختم ہو گیا جواب دوم یہ ہے کہ یہاں قبل معنی غیر ہے (صاوی) اور لفظ غیر نفی کے بیے آتا ہے یعنی نہیں ختم ہوں گے (تفسیر صاوی) جواب سوم یہ ہے کہ محاورۃ لفظ قبل نفی کے بیے آتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ زید نے آنا تھا مگر اس سے پہلے بکر آگیا اور زید نہیں آیا۔ اس آیت میں قبل نفی کے بیے ہے اور اس طرح بولنا عام محاورہ ہے اور مراد نفی ہی ہوتی ہے۔ اس بیے اعتراض غلط ہے دوسرا اعتراض۔ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ (الخ) کی تفسیر اور شان نزول سے ثابت کہ مخلوق اور خاص کر انسانوں کا علم بہت تھوڑا ہے اور آیت روح میں وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو علم بہت تھوڑا ملا ہے مگر مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا۔ کے ارشاد باری سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں کو علم کثیر ملا ہے (یہودی عیسائی آریہ) جواب۔ اس اعتراض کی وضاحت پوری تفسیر عالمانہ میں بیان کر دی گئی ہے یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ علم اور خیر میں بہت فرق ہے ان میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے یعنی ہر علم تو خیر ہے مگر ہر خیر علم نہیں۔ اس بیے کثرت علم کی نفی بھی درست ہے اور کثرت خیر کا ثبوت وایجاب بھی درست ہے علم اور چیز ہے خیر اور چیز ہے۔ تیسرا اعتراض آپ نے اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی جو تفسیر بیان کی ہے وہ اس سے پہلے نہ کہیں سنی نہ پڑھی نہ کسی مفسر محدث عالم نے بیان فرمایا لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ تفسیر بالرائے ہے اور تفسیر بالرائے قرآن حدیث پاک گناہ ہے کیا کہ ابوداؤد شریف جلد دوم کتاب العلم ص۱۵۰ پر ہے اگر رائے سے تفسیر صحیح بھی ہو تب بھی غلطی اور خطا ہے۔ جواب یہ تفسیر بالرائے نہیں ہے۔ تفسیر بالرائے وہ ہوتی ہے جو آیت قرآن کی روش اور منشاء سیاق وسباق کے بھی خلاف ہو روایت درایت نیز اور متواتر و مشہور احادیث کے مخالف ہو۔ لیکن ہماری تفسیر لغت اور دیگر آیت کے عین مطابق ہے نیز ہم نے احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف جلد اول کتاب الصوم باب الوصال فی الصوم ص۲۶۳ پر ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَیُّكُمْ مِّثْلِیْ (الخ)

marfat.com
Marfat.com

اس حدیث میں اَنَا حُکْمُہٗ مِثْلِیْ۔ ارشاد ہوا۔ یعنی تم میں سے میری مثل کوئی نہیں ہے۔ یہ فرمان ہماری تفسیر کی تائید فرما رہا ہے نیز اس آیت کی وہ تفسیریں جو سابقہ مفسرین نے فرمائیں وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر سے مختلف اور کسی بھی مفسر نے اپنے قول کی تائید میں کوئی دلیل نہ لکھی۔ ہم نے تو تبصیر دلائل مندرجہ فی التفسیر عالمانہ کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ پیش کر دی نیز یہ تفسیر بہت سے علماء کے مجلسوں میں میں نے خود دورانِ تقریر بیان کی تو کسی نے بھی تنقید یا اعتراض نہ کیا بلکہ پسند فرمائی۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالْقَوَابِ اس سورہ کہف کی چار آیت کا شانِ نزول اگرچہ یہ سورہ یکدم نازل ہوئی تھی اس لیے اس کا ایک ہی شانِ نزول ہے لیکن چونکہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چھ آیتوں کا شانِ نزول علیحدہ بیان کیا ہے اس لیے ہم بھی یہاں اُس کا تذکرہ اور مطابقت بیان کئے دیتے ہیں آیت ۹ ر ۱۰ اور ر ۱۱ کا شانِ نزول ابھی چند سطور پہلے بیان کر دیا گیا۔ آیت ر ۲۲، ر ۲۳ و ر ۲۴ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی آئندہ بات میں انشاء اللہ کہنا بھول گئے تب یہ دو آیتیں نازل ہوئی از وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ تا۔ مِنْ ھٰذَا رُشْدًا شانِ نزول آیت ر ۲۶ تا ر ۲۷۔ از۔ قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ۔ تا۔ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (۲۷) نجران کے عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ کو ہم سمجھتے مانتے مگر وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ کون سی مدت ہے اُن کے جواب میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ آیت ر ۲۸ کا شانِ نزول کفارِ مکہ نے مطالبہ کیا تھا کہ جب ہم آیا کریں۔ تو آپ اپنے پاس سے غریب مسلمانوں کو اٹھا دیا کریں۔ ان کے مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے یہ آیت نازل ہوئی از۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ تا۔ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا یہ تھا۔ امام سیوطی کا دوسرا قول جو جمہور علماء کے خلاف ہے ہم مطابقت اس طرح کرتے ہیں کہ سورۃ تو سب کی سب ایک دم نازل ہوئی لیکن جب کبھی کسی بھی کافر نے کوئی اسی قسم کا اعتراض کیا جیسے پہلے کفار مشرکین، یا یہودی عیسائی لوگوں نے کیا تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ کہف کی یہ ہی آیت موقع بموقع سنا دیں اور صحابہ نے احادیث کے ضمن میں اِن کو روایت کر دیا جس کو امام سیوطی وغیرہ بزرگوں نے علیحدہ شانِ نزول سمجھ لیا۔ اور اپنی کتابوں میں لکھ دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام سوالات و اعتراضات مختلف موقعوں پر پہلے ہوتے رہے آخر میں ایک دم یہ سورۃ نازل فرما کر سب کا جواب دیا گیا اور ہر جواب مختلف آیت میں مذکور ہوا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا ۝ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا۔

وہ مریدانِ باصفا عاشقانِ باوفا مکاشفاتِ لقا کے باغاتِ فردوسِ روحانیت و جنستانِ محبت میں ہمیشہ رہنے والے دنیا و ما فیہ کے ہزارہا مناظرِ حسین بھی دیکھیں تب بھی وہ ان مراقباتِ خلوت سے علیحدہ ہونا نہ چاہیں گے عالمِ اجسام کے دلفریب نظارے ان کی نظروں کو کسی طرح طے سکتے ہیں انہوں نے ایک جلوۂ محبوب کا نظارہ کر

marfat.com
Marfat.com

یا دنیا کی زیب و زینت جاہ و حشم تاج و تخت۔ کرسی سلطنت تو چیز ہی کیا ہے درویشان راہ الٰہی تو نظارۂ کلمات الٰہیہ سے بہرہ مند ہونے کی تمنا و آرزو میں کرسی نو خلک کی طرف بھی آنکھ پھیر کر نہیں دیکھتے۔ اے محبوب حق کُلَّمَا مِنْ کَلِمَاتِ اللہ مرشد عالمیان اپنے زبان چشمۂ علم و حکمت سے ان مشتاقان قرب مسجد زبان لبد مجنونان اسرار بے خبران دنیا و لذات دنیا سے فرما دے کہ اے کلمات الٰہیہ کے مشاہدات کا شوق حقانی رکھنے والو کلمات الٰہیہ بحر بیکراں ہے اس کی ابتدا تو ہے مگر انتہا کوئی نہیں ایک کلمۂ الف کے نظارے میں ہی ستر ہزار عالم پر صدیاں بیت جاتی ہیں دوسرے کلمۂ لام تک تو عمریں فنا ہو جاتی ہیں اگر کائنات عالم کا پورا سمندر اپنے تمام ساتوں حصوں کے ساتھ سیاہی بن جائے کلمات اسرار و انوار عالم اظہار میں لکھنے بیان کرنے کے لیے بحار ناسوتی و ملکوتی و جبروتی خرچ ہو کر ختم ہو جائیں مگر رب تعالیٰ کے کلمات اسرار کی انتہا نہ ہو سکے اگرچہ کائنات کی ہم ساری مخلوق اسی بحار سبعہ کی مثل اور بھی کہیں سے آئی ہی سیاہی حاصل کر لیں اہل کشف کے سات سمندر یہ ہیں ۱ بحر ناسوت ۲ بحر لاھوت ۳ بحر ملکوت ۴ بحر جبروت ۵ بحر عملیات ۶ بحر فکریات و جذبات ۷ بحر ظلمات، یہ سب قالب بشری کے عالم اور عالم مخفیہ ستر یہ میں موجزن ہیں بحر عملیات میں مومن کا چہرہ بشاش و تر و تازہ رہتا ہے مگر دل بحر جذبات و فکریات میں غمگین و افسردہ صوفیاء معرفت کے نزدیک حقوق بھی کلمات الٰہیہ میں سے ہیں مقام مغفرت کی جنت اعلیٰ اس کو ملتی ہے جو تمام اور ہر قسم کے حقوق ادا کرے کیونکہ یہی اعمال صالحہ ہیں۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق عمومی ہیں ۱ سلام کا جواب ۲ چھینک کا جواب بشرطیکہ چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے ۳ بیمار پرسی کرنا ۴ جنازہ پڑھنا ۵ ہدیہ و دعوت دینا و قبول کرنا۔ مومن اور اہل ایمان کی تین نشانیاں ہیں ۱ صبر و استقامت یہ دونوں ایمان کے ساتھ ایسے جڑے ہوئے ہیں جیسے جسم کے ساتھ سر اور سر کے ساتھ دھڑ ۲ سادگی ۳ پرہیزگی کی حفاظت و عزت یہ امانت اُخروی ہیں جس کی دیانت نقاء کلمات ربانی کا ذریعہ اور خیانت خروی و مردودی کا سبب۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔ اے قلب و جگر عقل و شعور کائنات مخلوق کے ابدی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تیری ہی شان بلند کے لائق ہے کہ جگر رب تعالیٰ تمام عالم بشریت میں اعلان عظیم بذریعہ کتاب دائمی قرآن قدیم فرما دے کہ فقط میں ہی ہوں جو تمام صفات بشریت ہیں تم سب عالم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کی مثل ہوں قیامت تک جس بشر کو بھی ظاہری یا باطنی دیکھی کسی خفی و جلی جسدی روحی خلوت مراقبہ تجلوت مظاہرہ کی صفت مشاہدہ عطا ہو گی وہ تمام صفات حالیہ کمالات نامہ مجھ کو میرے رب قدیم نے پہلے ہی عالم ازل میں عطا فرما دیں ہیں لیکن آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بشریت بھی ایسے مثل ہے کہ تمام انبیاء آ[illegible] ہی کافی دوافی ہے مگر

marfat.com
Marfat.com

بشریت مصطفیٰ کو سمجھنے کے لیے مقاماتِ ثلثہ سے گزرنا پڑتا ہے ۱ مقام علم ۲ مقام انکشاف ۳ مقام شہود و مشاہدہ بقولِ امام بوصیری۔

وَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ - وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

معرفتِ کبریائی اور معرفتِ مصطفائی دونوں کے لیے یہ تینوں مقامات حاصل کرنے پڑتے ہیں صوفیا فرماتے ہیں کہ معرفتِ کبریائی کے یہ تینوں مقام نبی کریم کو حاصل ہیں اور معرفتِ مصطفاء جو آئینۂ جمالِ کبریائی ہے اس کے یہ تینوں مقام معرفت انبیاء علیہم السلام کو حاصل، اور معرفتِ نبوت کے ہر نبی کے صحابہ علیہم الرضوان کو پھر وسیلہ در وسیلہ اولیاء کو

اور اب تا قیامت معرفت محمدیہ کو ہی وحی القاء باطنی الہام ظاہری کی جاتی ہے کہ تم تمام عالمین ظاہر و باہر اسرار و اخفی کا معبود فقط ایک ہی معبود ہے میں نے ساری کائنات موجود و معلوم معراجِ اسرار کا کونہ کونہ گوشہ گوشہ دیکھا چشمِ جسمانی و روحانی سے مشاہدہ کیا مجھ کو کوئی بھی کہیں بھی دوسرا معبود نظر نہ آیا پس جو مومن اللہ تعالیٰ کا تجلیاتِ جمال سے ایسا قرب نورانی اور وصل روحانی چاہتا ہے کہ مثلِ قاب قوسین اَوْ اَدْنٰی ہو جائے تو فنا ء نفسِ امارہ اور ازالہ خصائلِ ذمیمہ و طبیعت رذیلہ کو ختم کر کے اعمالِ صالحہ شروع کرے کیونکہ زوالِ نفسِ امارہ کو یکلخت بعد عملِ صالح ہی

منافیِ نفسِ امارہ کے بعد ہی اچھا صالح اور قابلِ قبول بنتا ہے اور بقاءِ عمل کے لیے سب سے اہم و ضروری کام یہ ہے کہ کسی بھی موقعہ پر اللہ کی عبادت میں کسی قسم کا شرک نہ کرے یعنی تیرے قلب میں کسی کا تعلق علمی یا محبوبی یا تحسینی غیر اللہ کو دکھلاوے کا نہ ہو کیونکہ تعلقِ قلبی ذکرِ قلبی ہے اور اصل عبادت ذکر ہی ہے اور تعلقِ محبوبی تقاضہ کرتا ہے عبادت بے ریاکاری کیونکہ مومن کا محبوب صرف اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ غیر اللہ صوفیاء کے نزدیک عاجزی اور تذلیلِ نفس کا نام ہی عبادت ہے مردِ مقبول مسعود نفسانیت کو ہمیشہ ذلیل رکھتا ہے اور لَا مقصود اِلَّا اللّٰہ کا مدعا یہ ہے کہ بارگاہِ محبوب میں عجز کا میل ہو۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ سے علمِ غیر اللہ جدا نہیں ہوتا اس لیے کہ جب قلب مقامِ فنا کے درجہ میں آجاتا ہے تو عملِ علم نہیں رہتا بلکہ مہبطِ تجلیاتِ رحمٰن بن جاتا ہے مگر مادۂ بشریتی کی بنا پر غیر اللہ سے حکمتِ الٰہیہ کے بموجب صرف متعلقِ خفیفہ رہتا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب

سورۂ کہف شریف کے عملیات، وظائف اور تعویذ اور کچھ آیات کی تلاوت کے فوائد

سورۂ کہف کے بارہ رکوعوں کا مختصر تفسیری بیان تو ہم نے اس سورۃ کے شروع میں پارہ پندرہ میں لکھ دیا ہے۔ یہاں اس سورت کے چند عملیات درج کئے جاتے ہیں ۱ حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ فرمایا آقاء کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس شخص سورۃ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کر لیں اور روزانہ کسی مقررہ وقت پر ان کو نیت تلاوتِ قرآن مجید پڑھے [illegible] محفوظ رہے گا مسلم ابو داؤد اور نسائی نے روایت

marfat.com
Marfat.com

فرمایا ۱۲ ترمذی شریف میں ہے کہ جس نے ابتدائی تین آیتیں یاد کرلیں اور روزانہ تلاوت کیں تو وہ بھی فتنۂ دجال سے بچا رہے گا یہ حدیث پاک حسن صحیح ہے ۱۲ مسند احمد مسلم شریف، نسائی ابو درداء سے ہی روایت ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں یاد کر کے ہمیشہ تلاوت کر لیا کرے وہ بھی دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ امام بغوی نے اپنی تفسیر میں روایت فرمایا کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے فرمایا انہوں نے کہ فرمایا آقا، دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سورۂ کہف کی اوّل آخر سے دس دس آیتیں روزانہ تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو سر سے پیر تک نور کی چادر میں ڈھانپے گا یا تو دنیا میں ہی یا قیامت میں ۱۲ اور اسی کتاب میں ہے کہ جو شخص روزانہ یک بار پوری سورۃ کہف تلاوت کرے تو اس کے لیے زمین سے آسمان تک نور ہوگا، اس کو ابن سنی نے بھی روایت کیا ہے اپنے رات دن کے اعمال والی کتاب میں ۱۲ مسند احمد میں روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص رات کو سوتے وقت اپنے بستر کے پاس یا بستر میں بیٹھ کر باوضو ایک بار روزانہ سورہ کہف تلاوت کرے تو اس کو جو تک اتنا نور ملے گا جو اس کے بستر سے مکہ مکرمہ تک پھیلا ہوگا۔ اور ملائکہ اس کے جاگنے تک اس پر رحمت کی دعائیں کرتے رہیں گے۔ اور اگر اس کا بستر مکہ مکرمہ میں ہوگا تو نور مکہ شریف سے ساتویں پر آسمان فرشتوں کی مسجد بیت المعمور تک پھیلا ہوگا۔ اس حدیث پاک کو ابن مردویہ نے بھی اپنی مسند میں روایت فرمایا۔ ۱۲ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب دعوات کبیر میں اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابو سعیدؓ سے روایت فرمایا کہ آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اس کو تلاوت کرے گا تو اگلے جمعہ تک اس کے لیے اس کو ایک نور دیا جائے گا۔ ۱۲ امام بیہقی نے روایت فرمایا اپنی کتاب شعب الایمان میں کہ جس مسلمان نے (مرد یا عورت نے) جمعہ کے دن باوضو پوری سورۂ کہف تلاوت کی تو اس کو اتنا نور دیا جائے گا جو اس کے پاس سے بیت عتیق یعنی خانہ کعبہ تک پھیلا ہوگا۔ ۱۲ حضرت برا بن عازب نے روایت فرمایا کہ ایک صحابی نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ آج فجر سے میں سورۂ کہف تلاوت کر رہا تھا کہ باہر آنگن میں میرے گھوڑے نے چھینا اور اچھلنا شروع کر دیا میں گھبرا کر باہر نکلا تو کچھ بھی نہ تھا اور گھوڑا بھی پرسکون ہو گیا میں نے اندر آ کر جب پھر تلاوت شروع کی تو پھر اسی طرح گھوڑے نے شور مچایا میں پھر باہر نکلا تو ادھر ادھر زمین پر کچھ نظر نہیں آیا میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو نور کی طرح ایک روشنی اوپر کو جا رہی تھی آقاء ۱۲ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ فرشتوں کی سکینہ جماعت تھی جو سورۃ کہف کی تلاوت کی وجہ سے تمہارے لیے نور کی چادر بنے کر آئی تھی جس کو دیکھ کر تمہارا گھوڑا ڈر گیا (از تفسیر مظہری)

نوٹ: جس شخص نے کسی خاص سخت مجبوری میں قرضہ لیا ہو اور غربت کی وجہ سے ادا نہ کر سکتا ہو قرض خواہوں کا خوف اور دھڑکا لگا رہتا ہو اداے قرض کی کوئی صورت نہ آتی [illegible] پڑھنے کے فوراً بعد باوضو تین

marfat.com
Marfat.com

مرتبہ سورۃ کہف صحیح تلفظ سے تلاوت کرے آہستہ یا تھوڑی آواز سے شور وغل سے دور ہو کر دورانِ تلاوت بات نہ کرے عصر کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے تلاوت ختم ہونی ضروری ہے، بعدہٗ اپنے قرضے کے لیے دعا مانگے انشاء اللہ چند جمعہ اس طرح وظیفہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ادائے قرض کے غیبی اسباب مہیا فرما دے گا۔ ۱۲ جو شخص بعد نمازِ فجر طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے ایک مرتبہ ہمیشہ پڑھا کرے تو طاعون برص، جذام کی اور دیوانگی کی بلاؤں مصیبتوں سے رب تعالیٰ اس کو محفوظ فرمائے گا اور کشادگی رزق، دشمن کی زبان بندی، اور گناہ معاف عبادات الٰہیہ میں لذت میسر ہوگی ۱۲ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا ایمان سلامت رہے تا قیامت اور شرکِ اکبر و شرکِ اصغر۔ یعنی ریا غرور تکبیر نام نمود سے اس کا دل دماغ بچا رہے تو اس کو چاہیئے کہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قسم کے شرک اور ہر قسم کی ریاکاری سے بچائے گا اور اس کا کوئی دینی دنیوی عمل بیکار یا برباد نہ ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِخَیْرٍ۔ اگر کسی عامل کامل متقی صحیح عقیدہ اہل سنت بزرگ سے اس کا تعویذ ہو کر پاس یا گھر یا دکان میں رکھے تو ہر چیز آل اولاد سامان ہر قسم کی مصیبت سے بچا رہے گا اور کثرت خیر و برکت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ چور ڈاکو دشمن سے محفوظ رہے گا۔ خیال رہے ہر وظیفہ کے اول آخر گیارہ دفعہ درود شریف ضرور پڑھا جائے درود شریف کے بغیر کوئی وظیفہ کامیاب نہیں ہوتا سورۃ کہف کے عدد ۱۵۵۱، ۵۰۵ ہیں اور یا نچوں خانے میں ایک عدد بڑھایا جائے گا۔

۱۲۶۳۸۶	۱۲۶۳۷۴	۱۲۶۳۷۶	۱۲۶۳۸۱
۱۲۶۳۸۷	۱۲۶۳۸۰	۱۲۶۳۸۶	۱۲۶۳۷۳
۱۲۶۳۷۷	۱۲۶۳۷۸	۱۲۶۳۷۲	۱۲۶۳۸۴
۱۲۶۳۸۳	۱۲۶۳۸۵	۱۲۶۳۸۲	۱۲۶۳۷۹

یہ مسئلہ ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر وعا اور ہر وظیفے کے اول اور آخر درود شریف ضرور پڑھنا چاہیئے اور اس کی تعداد میں عاملین بزرگوں کا اختلاف ہے کم از کم ایک بار یا تین بار یا پانچ بار یا گیارہ مرتبہ۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ نماز والا اور درود ابراہیمی صرف نماز میں پڑھ سکتے ہیں نماز کے علاوہ پڑھنا گناہ اور ناجائز ہے اس لیے کہ اس میں سلام نہیں ہے حالانکہ بحکم قرآنی سلام پڑھنا بھی درود شریف کے ساتھ اسی طرح واجب ہے جس طرح درود شریف وہ درود ناقص ہے جس میں سلام نہ ہو۔ درود ابراہیمی نماز میں اس لیے جائز ہے کہ تشہد میں سلام پڑھ لیا گیا وہاں آیتِ صلوٰۃ پر مکمل عمل ہو گیا۔ وہابی دیوبندی حضرات چونکہ سلام کے منکر اور دشمن ہیں اس لیے وہ درود ابراہیمی پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض جاہل پیر اپنی حماقت سے درود ابراہیمی پڑھنے کا حکم لگاتے ہیں مگر قرآن مجید کی آیت پر غور نہیں کرتے۔ ہر وظیفہ کے لیے سب سے مکمل اور مختصر درود شریف خضری ہے وہ پڑھا جائے درود شریف کے بارے میں ہماری کتاب الدین یسر نعیمیہ کا مطالعہ فرماؤ۔

marfat.com
Marfat.com

سورۃ کہف کی آیت ۱۰۹ تا ۱۱۰

تفسیر صوفیانہ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس خوش نصیب مومن مسلمان کو رب تعالیٰ اپنی عبادت تلاوت کی لذت میں مشغول فرما دیتا ہے اور عشق الٰہی محبت مصطفائی کے انوار کی بہاریں ہر ساعت سے اُس کے سینہ و قلب پر نازل ہوتی رہتی ہیں اُس کے لیے حیاتِ دنیوی میں ہی مقام فردوس کی لذتِ روحانی حاصل ہو جاتی اگر زہر قسم کی دنیا میں بھی اپنی خوش نمائیاں لے کر آجائیں تب بھی یہ مومنین صالحین لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۔ ان چیلوں مرغولوں عیاشوں کلبوں بردنشت نہیں کریں گے اس کی وجہ یہ کہ ہر لحہ تقلب جبروتی کو موت سرمدی کا حکم ملتا ہے کہ کائناتِ دہر میں اعلان فرما دے کہ اگر عالم ناسوت کا بحر بیکراں سیاہی بن جائے اپنے رب کے اسرار معرفت اور علوم مغیبات و افکار باطنی کے لکھنے کے لیے تو سب سمندر ختم اور خشک ہو جائے گا لیکن میرے علوم باطنی مکمل نہ ہو سکیں گے اگرچہ اتنی ہی سیاہی اور مہیا کر لی جائے وہ علم مخلوق جو رب تعالیٰ نے بندوں کو عطا فرمایا اُس کی چار قسمیں ہیں ۱ علم لدنی روحانی ۲ علم لدنی نفسانی ۳ علم وہبی ۴ علم کسبی اگر ظواہر عالم کا علم بغیر تصور بغیر تصدیق بغیر نظر کسب بلا بداہت و نظریات کے حاصل ہو جائے تو وہ علم لدنی ہے اگر یہ علم بذریعہ وحی ملے تو علم نبوت ہے اگر بذریعہ الہامات مکاشفات مجاہدات و ریاضت سے ملا تو علم ولایت ہے یہ دونوں علم زمین و آسمان پر محیط ہیں اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ان کی جڑیں تحت الثرا میں اور شاخیں آسمانوں تک اگر یہی لدنی باطنی علم صرف زمین تک محدود رہا تو سفلی ظلماتی نفسانی علم یعنی جادو ہے اگر بندے کی محنت مشقت سے کچھ حاصل ہوا تو وہ علم کسبی ظاہری ہے جیسے دنیوی علوم پڑھنا لکھنا معلوماتِ تصوری تصدیقی بدیہی نظری حرفت و صنعت ہنر فن ۔ علم وہبی جو بغیر محنت مشقت کے خود بخود حاصل ہو جائیں جیسے فطری رجحانی پیدائشی علوم اور محسوسات بھوک پیاس سردی گرمی لذت تکلیف، رونا ہنسنا اور معلوماتِ چرند پرند حیوانات حشرات یہ اگرچہ کروڑوں کی تعداد بے شمار میں ہیں مگر محدود و متناہی ہیں علوم ربانی سے ان کو کچھ نسبت نہیں مخلوق کے تمام کلمات و علوم و معلومات کو فنا و اختتام ہے اے قلب متمنی و محبوب قبل فرما دے کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ بے شک میں ہی وہ ظاہر مظہور برہان ربانی دلیل رحمانی ہوں جو تم سب کی مثل ہوں اللہ تعالیٰ نے جو ظاہری، باطنی کشفی صدری قلبی کشفی غیبی علوم و معلومات صفات و کمالات تمام عالم بشریت میں تقسیم کر کے عطا فرمائے ان تمام کا خزانہ میرے قلب و دماغ میں جمع فرما دیا تم میں سے کون ہے جو یہ دعویٰ برحانی کر سکے اور کون تم میں سے میرے برابر یا میری مثل ہو سکتا ہے اے عالم ناسوت کے انسانو تم تو آپس میں یہ دعوے نہیں کر سکتے تم بجز چند صفات کے کسی چیز کے حامل نہیں مگر میں رب تعالیٰ کا وہ بندہ ہوں کہ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کہ کائناتِ عالم میں اب صرف مجھ کو ہی وحی الٰہی کا شرف عطا فرمایا گیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ عالمین کے مکان و لا

marfat.com
Marfat.com

مکان میں تم سب کا معبود فقط ایک ہی معبود ہے اس کے علاوہ کہیں کوئی کسی جگہ دوسرا معبود نہیں دیکھا۔ اب جسنے توحید کا درس لینا سمجھنا ہے وہ فقط میرے پاس میرے آستانے اور میرے دامن میں آئے میرے ہی پاس تم سب کائنات والوں کو سمجھانے پڑھانے کے لیے تم سب انسان حیوان جنات جمادات نباتات چرند پرند درند وحشرات کے علوم ومعلومات ہیں اور میں ہی تم سب کی بولیاں زبانیں لغتیں جانتا ہوں۔ جسنے رب تعالیٰ کا پتہ پوچھنا ہو تو میں ہی بتا سکتا ہوں اور جس کو دیدار الٰہی کا شوق حیات دنیوی میں ہو وہ میری ذات آئینہ حق نما کو دیکھ لے کیونکہ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔ پس جو بندۂ عاشق اپنے رب سے ملنے زیارت کرنے قریب ہونے مقرب بارگاہ ہونے کی تمنا کرتا ہے تو اُس کو چاہیے کہ عالم ذوق وشوق میں گوشۂ خلوت وجلوت میں حالت عسرت ویسرت میں طریقت احمدی شریعت محمدی کے مطابق اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت ریاضت مراقبے مجاہدے میں کسی بھی نام، غذر، ریا وغرور کے بت کو شریک نہ بنائے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا میں اٹھارہ قسم کے علوم مشہور ہیں ر ۱ علم سحر ر ۲ علم طلسم یہ کفار کے علوم ہیں ر ۳ علم بازیگری ر ۴ علم شعبدہ بازی یہ فساق کے علوم ہیں ر ۵ علم نجوم ر ۶ علم رمل یہ فلاسفہ کے علوم ہیں ر ۷ علم کیمیا ر ۸ علم کیمیا یہ چکما کے علوم ہیں ر ۹ علم سیمیا ر ۱۰ علم جفر یہ عُلما کے علم ہیں ر ۱۱ علم جوتش ر ۱۲ علم چینا ژم یہ عوام کے علوم ہیں ر ۱۳ علم حساب ر ۱۴ علم رقبات یہ تاجروں کے علوم ہیں ر ۱۵ علم کرامات ر ۱۶ علم عبادات یہ اولیاء اللہ کے علوم ہیں ر ۱۷ علم معجزات ر ۱۸ علم ارصاحات۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم ہیں نیز نبوت تمام علوم سے آشنا ہوتی ہے چونکہ قرب الٰہی کے لیے اعمال صالحہ اور اعمال صالحہ کے لیے ایمان اور ایمان کے لیے اسلام اور اسلام کے لیے دامن مصطفیٰ اور دامن مصطفیٰ کے لیے عشق وادب مصطفیٰ واحترام آل واصحاب اللہ ضروری ہے اس لیے اہل طریقت نے اعمال نیک وبد کی اس طرح تقسیم فرما دی تاکہ راہ سلوک کے سالکین کے لیے راہ منزل آسان ہو جائے ر ۱ سب سے اعلیٰ عمل ایمان واسلام لانا ہے ر ۲ سب سے بدتر عمل شرک اکبر واصغر ہے ر ۳ اچھا عمل مخلوق خدا کو آرام وہدایت دینا ر ۴ بُرا عمل مخلوق خدا کی ایذا رسانی ہے ر ۵ بہترین عمل مومن ومسلمان کو سلام کرنا کہ اس سے رنجشیں دور ہوتی ہیں ر ۶ بدترین عمل دنیوی تمناؤں میں پھنسنا ہے کیونکہ یہ بیوقوفوں کی نشانی ہے ر ۷ سب سے زیادہ مفید عمل لقاء رب تعالیٰ کی تمنا ہے ر ۸ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے پیٹ کا خیال رکھے سب سے خطرناک برتن پیٹ ہے کیونکہ ظاہری بدن سے حرام چیز اتاری اور صاف کی جا سکتی ہے مگر پیٹ میں پہنچی ہوئی نکالی نہیں جا سکتی ر ۹ سب سے زیادہ پلید زہر حرام چیزیں ہیں ر ۱۰ سب سے زیادہ پاکیزہ تریاق حلال چیزیں ر ۱۱ گناہ جہنم کی آگ ہے ر ۱۲ راہ سلوک کے سفر کے لیے چار چیزیں ضروری ہے ر ۱ راست گفتاری ر ۲ [illegible] ر ۳ اچھے اخلاق ر ۴ حلال غذا ر ۱۳ ہر گناہ وخطا کی جڑ محبت

marfat.com
Marfat.com

دنیا ہے ۱۲ بیمانہ روی ہر کام میں مفید ہے کبھی مفلس نہ ہو گے آدمی کے تین ساتھی ہیں۔ مال آل اعمال۔ پہلا موت تک ساتھی، دوسرا قبر تک ساتھی، تیسرا قیامت تک ساتھی۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ انسانوں کو دنیوی زندگی قرب الٰہی کے حصول کے لیے ملی ہے یہی مومن کا مقصود و مطلوب ہے مگر نادان لوگوں دنیوی قرابتوں میں زندگی برباد کر دیتے ہیں قرب کی بارہ قسمیں ہیں ۱ قرب مکانی مثلاً گھر کے قریب ۲ قرب زمانی مثلاً شام کے قریب ۳ قرب جنسی مثلاً زید پاس ہے ۴ قرب معنوی مثلاً علم میرے پاس ہے ۵ قرب ملکیتی مثلاً میرے پاس خزانہ ہے ۶ قرب جسمانی مثلاً دولت میری جیب میں ہے ۷ قرب روحانی مثلاً پیر کامل پاس ہوتا ہے ۸ قرب اعتقادی مثلاً اسلام ہمارے پاس ہے ۹ قرب ذاتی مثلاً زید و دود میرے پاس ۱۰ قرب ظاہری مثلاً اس کے پاس حسن ہے ۱۱ قرب صفاتی مثلاً زید کے پاس عدل و انصاف ہے ۱۲ قرب حکمی مثلاً میرے نزدیک وہ افضل ہے بکر سے ۱۳ قرب رتبی درتبہ وشان، مثلاً اولیاء اللہ کے قریب اور مقرب بارگاہ ہوتے ہیں۔ اسی قرب کا ذکر فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ (الخ) میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔ جو مومن اللہ تعالیٰ سے ایسا وصل روحانی و قرب نورانی چاہتا ہے کہ مثل قاب قوسین او ادنیٰ ہو جائے تو نفس امارہ اور ازالۂ خصائل رذیلہ و طبیعت رذیلہ جیسے اعمال صالحہ شروع کر دے کیونکہ رذائل نفس اعمال صالحہ کو بیکار دیتا ہے ہر عمل فنائے نفس کے بعد ہی اچھا صالح اور قابل قبول بنتا ہے اور سب سے اہم و ضروری کام بقائے عمل کے لیے یہ ہے کہ کسی بھی موقعہ پر اپنے اعمال اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی قسم کا جلی خفی اکبر اصغر شرک نہ کرے یعنی تیرے قلب مزکی کا تعلق علمی یا محبوبی یا تحسینی و آفرینی اور دکھلاوے نام و نمود و ریاکاری کا نہ ہو یعنی اے راہ سلوک کے مسافر اعمال تیرا زاد سفر ہے تجھ کو کسی کی شاباش یا شکریئے اور خوشنودی کی طرف مطلقاً قطعاً توجہ نہ ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ تعلق عملی و علمی قلب کا ذکر ہے اور اصل عبادت ذکر ہی ہے اور محبت قلبی تقاضہ کرتی ہے عبادت کا مومن کا محبوب صرف اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ غیر اللہ اور اولیا صوفیا کے نزدیک انتہائی عاجزی اور نفس امارہ کو جھکانے ذلیل کرنے کا نام ہی عبادت ہے مرد مقبول و مسعود نفس و نفسانیت کو ہمیشہ ذلیل رکھتا ہے اور اپنے محبوب و مطلوب و مقصود کی بارگاہ میں کامل عجز و انکسار کرتا ہے۔ نیز یہ کہنا ناواقفی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے غیر اللہ کا علمی تعلق ختم وجد انہیں ہو جاتا۔ اس لیے کہ جب قلب مقام فنا کے درجہ میں آجاتا ہے تو قلب محل علم نہیں رہتا بلکہ محیط تجلیات رحمٰن بن جاتا ہے مگر مادۂ تکلیفی بشری کی بنا پر غیر اللہ سے صرف متعلق رہتا ہے وہ بھی حکمت الٰہیہ کے تقاضہ کے بموجب۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔ (از تفسیر مظہری)

marfat.com
Marfat.com

ایاتھا ۹۸	۱۹ سورۃ مریم مکیۃ ع نزول ۴۴	رکوعاتھا ۶

سورۃ مریم مکی ہے اس میں ۹۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا

سے نام اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا

كٓهٰيٰعٓصٓ ① ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ② صلح

ان سب حروف مقطعات کا معنی رسول اللہ جانتے ہیں۔ یہ تلاوت شدہ آیت ذکر ہے آپ کے رب کی اس رحمت کا جو عطا فرمائی اپنے محبوب بندے زکریا

یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اُس نے اپنے بندے زکریا پر کی

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ③ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ

کو جب کہ مناجات کی اُسنے بے شک میں ایسا ہوں کہ ضعیف ہو گئیں

جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔ عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور

الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ

ہڈیاں مجھ میں اور چمک گیا سر بڑھاپے کے ساتھ، اور آج تک کبھی بھی نہ ہوا

ہو گئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھو کا پھوٹا اور اے میرے رب میں تجھے پکار

بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ

میں تجھ سے دعا مانگنے میں ناکام اے میرے رب اور بے شک میں فکرمند ہوں وارثوں کے بارے میں

کہ کبھی نامراد نہ رہا اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے

marfat.com
Marfat.com

مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ

اپنے بعد اور میری بیوی ناقابلِ اولاد ہے پس عطا فرما مجھ کو

اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝۵ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ

اپنے قرب خاص سے جانشین ایسا جو میرا وارث ہو اور تمام نسل

دے ڈال جو میرا کام اُٹھائے۔ وہ میرا جانشین ہو اور اولادِ یعقوب

یَعْقُوْبَ ۫ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۝۶

یعقوب کا نگہبان ہو اور بنا لینا اس کو اے میرے رب اپنا مقبولِ بارگاہ بھی

کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر

تعلقات اس سورۃ مریم کا پچھلی سورۃ کہف سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی سورۃ کہف میں چند واقعات عجیبہ بیان ہوئے تھے جیسے اصحاب کہف کا واقعہ اور کچھ لوگوں کی حقیقی کہانیوں وغیرہ اس سورۃ مریم میں واقعاتِ عجیبہ بیان فرمائے جا رہے ہیں جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا واقعۂ ولادت کہ ایک کی پیدائش دعاءِ نبوت کے معجزے اور دوسری پیدائش قدرت الٰہیہ کے اظہار سے ہوئی۔ دوسرا تعلق پچھلی سورت کہف میں اصحاب کہف کا ذکر ہوا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت تھے اب اس سورۃ مریم میں ولادت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اور شانِ مسیح کا تذکرہ یعنی امتی کی شان بیان کرنے کے بعد اُن کے نبی کی شانِ عظمت بیان فرمائی گئی۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی سورۃ کہف میں حضرت اصحاب کہف کی زندگی کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ اتنے سو سال بعد زندہ ہوئے اس سورۃ مریم میں حیاتِ مسیح کا تذکرہ ہے چوتھا تعلق۔ پچھلی سورۃ کہف میں ایک عالم طریقت کے نبی حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ اب اس سورۃ میں دوسرے نبی طریقت کا ذکر فرمایا گیا یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ گویا کہ یہ سورت پچھلی سورۃ کا تتمہ ہے وہاں اجمالی نشانیاں تفصیل ہے۔

تفسیر نحوی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ كٓهٰیٰعٓصٓ ۔ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِیَّا ۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ۔ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۔ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۫ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۔

marfat.com
Marfat.com

سُوْرَةُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كٓهٰيٰعٓصٓ ۔ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۔ لفظ سورۃ اسم مفرد مؤنث ہے سُوْر سے بنا ہے یعنی گھیرنے والی شرعی اور اصطلاحی قانون و رواج میں ہر وہ عبارت جو کئی مضمون کو اپنے گھیرے میں چاروں طرف سے پوری طرح مکمل سمیٹ لے اس کو سورۃ کہا جاتا ہے۔ ترکیب نحوی سے یہ مضاف ہے۔ اور لفظ مریم اب اس سورت کا نام ہے اور چونکہ نام کا کسی بھی زبان میں ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے یہاں ہر زبان میں مریم ہی لکھا جائے گا۔ ہمارے ایک دوست نے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن مجید کنز الایمان کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے سورۃ بقرہ کو لکھا (انگریزی میں) سورۃ الکاؤ یہ ان کی نادانی و ناسمجھی ہے میں نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ اگر اسی طرح آپ ناموں کا لغوی و لفظی ترجمہ کریں گے تو پھر دیگر سورتوں میں کیا کرو گے۔ کہیں عبرانی لفظ ہے کہیں سریانی وغیرہ۔ مثلاً سورۃ ابراہیم سورۃ بنی اسرائیل، یوسف، یونس وغیرہ اُس ترجمے میں اور بھی بہت سی غلطیاں ہیں جس پر علما نے گرفت فرمائی تھی سچ فرمایا علماء کرام نے کہ زبان دانی سے علم آنا ضروری نہیں یہاں یہ لفظ مریم ترکیب میں مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مبتدا۔ مکیۃ، اسم مفرد جامد مؤنث لفظ ہیں را مکۃ "رَ" کی نسبت کی "آ" تاء تانیث سورۃ مؤنث کی وجہ سے۔ مکۃ ایک شہر کا نام ہے یا ایک علاقے کا نام اس تَ کو ی سے بدلا اور یا نسبت میں ادغام کر دیا مکیۃ ہو گیا۔ بحالت رفع خبر ہے، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو گیا آیٰتُ اسم۔ جمع مکسر "آیَۃ" واحد مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع سورۃ۔ مضاف الیہ مرکب اضافی مبتدا ثَمَانِیَۃُ معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ ترسٹھ۔ معطوف دونوں مل کر خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ واؤ سر جملہ کو دُعا تھا۔ مرکب اضافی مبتدا۔ ترجمہ ہے اُس سورۃ کے کُل رکوع، سِتَّۃٌ، اسم عددی مفرد یہ خبر ہے۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مکمل۔ یہ تینوں علیحدہ جملے مکمل ہیں۔ بِ جارّہ اسم یعنی عَلَمْ (نا) مضاف اللہ موصوف الرحمٰن، الف لام اسمی یعنی الَّذِیْ، رحمٰن صفت اول الرحیم، صفت دوم۔ اسم مشتق صفت مشبہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ، اسم مضاف کا دونوں مل کر مجرور جار مجرور متعلق ہے یا پرشیدہ اَشْرَعُ کا ترجمہ ہے میں شروع کرتا ہوں یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہے یا پرشیدہ مصدر ابتداءً کاتب یہ شبہ جملہ ہے۔ یا پرشیدہ ثابتٌ اسم فاعل کا تب یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کا عامل ہر سہ میں سے ایک پرشیدہ اسی لیے ہے کہ اس کا قرینہ (نشانی) بِ جارّہ موجود ہے اس لیے کہ

کھیٰعٓصٓ۔ یہ پانچ حروف ہیں ان کو مقطعات یعنی ٹکڑے۔ کہتے ہیں۔ یہ پانچ حروف پانچ عبارتوں کے مخفف و ابتدائی لفظ ہیں ان کا ترجمہ اور اصل عبارت صرف نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی بتایا گیا ہے۔ مخلوق میں اور کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اپنے ذہن سے ان کا ترجمہ کرنا چاہئے۔ بعض مفسروں نے ترجمے کئے ہیں وہ غلط اور افتراعی ہیں جو سراسر گناہ ہے بعض دہابی جہلا کہتے ہیں کہ رسول پاک بھی اس کا معنیٰ مفہوم نہیں جانتے مگر یہ ان کی گستاخانہ غلطی ہے اور قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ کے خلاف ہے۔ مثلاً اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ اللہ رحمٰن نے

marfat.com
Marfat.com

اپنے بھی کو قرآن سکھایا۔ اور یہ حروف بھی گرتلق ہے۔ ذِکْرُ رحمتِ رَبِّکَ ، ذِکْرُ اسم حاصل مصدر۔ اس اگلے پورے جملے کی ترکیب نحوی میں مفسرین نحویوں کے پانچ قول ہیں۔ مگر اُن میں آسان واضح اور زیادہ ترجیح و درستی والی ترکیب مندرجہ ذیل ہے۔ ذِکْرُ مضاف رحمتِ مضاف الیہ مضاف رَبِّکَ مرکب اضافی مضاف الیہ یہ سب اضافت مل کر موصوف ہے عَبْدَہٗ۔ اسم مفرد مصدر یعنی اسم فاعل عَابِدٌ اس کی جمع عِبَادٌ ہے عبد پانچ قسم کا ہے ۱ عبد نفوی اشتقاقی یعنی عبادت کرنے والے یعنی عابد اسی کی جمع ہے عِبَادٌ ۲ عبد فعلی یعنی خادم خدمت کرنے والا۔ اس معنی میں عبد الٰہی کہا جاتا ہے۔ پہلے معنی کے اعتبار سے عبد اللہ کہا جاتا ہے اُس معنی کے اعتبار عبد الرحمٰن کہنا منع ہے یہاں عبد پہلے ہی معنی میں ہے ۳ عبد شرعی۔ یعنی غلام و لونڈی جس کی خرید و فروخت جائز ہو اس کو عبد مالی و عبد مملوک بھی کہا جاتا ہے اس کی جمع عَبِیْدٌ ہے جب عَبْدٌ کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو مراد ہوتا ہے مخلوق اور جب انسانوں کی طرف ہو تو مراد ہوتا ہے مملوک (غلام و لونڈی) پہلے دوسرے معنی میں لفظ عبد مذکر مؤنث دونوں کے لیے ہے مگر تیسرے معنی میں لفظ عبد صرف مذکر یعنی غلام کے لیے اور مؤنث کے لیے جاریۃٌ و اَمَۃٌ ہے ۴ عبد اصطلاحی یعنی عاجز مسکین حقیر ۵ عبد ایجادی یعنی مخلوق اس اعتبار سے ہر حیوانات نباتات جمادات زمین پہاڑ شجر حجر چاند سورج سب عبد ہیں اس معنی میں صرف اللہ تعالیٰ کی ہی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید میں مختلف جگہ ان سب معنی میں عبد کا ذکر ہوا ہے یہاں یعنی عابد زاہد متقی مخلص ہے ترکیب میں مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ اس کا مرجع رَبّ یعنی رَبّ کا بندہ یہ مرکب اضافی مُجَدَّل منہ زَکَرِیَّا اسم مفرد جامد نام ہے ایک نبی علیہ السّلام کا بدلِ اکل ہے۔ دونوں مل کر مقول یہ ہے فعل پوشیدہ اُعْطَا کا ترجمہ ہے ایسی رحمت جو عطا فرمائی اپنے بندے ذکریا کو فعل با فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ہے رَحْمَتُ کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ذکر کا یہ مرکب اضافی خبر ہے پوشیدہ مبتدا ہٰذَا مَتْلُوٌّ کی۔ ہٰذَا اسم اشارہ مَتْلُوٌّ اسم مفعول یعنی تلاوت کیا ہوا۔ ہُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا نائب فاعل اس کا مرجع ھٰذَا ہے۔ مَتْلُوٌّ جملہ اسمیہ ہو کر مشارالیہ دونوں مل کر مبتدا اور پھر دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ایک قول میں یہاں پوشیدہ مبتدا ھٰذَا قُرْآنٌ ہے ایک میں ہٰذا سورۃٌ ہے ایک میں بَیَانٌ ہے ایک میں ہٰذا آیتٌ ہے ایک میں ھٰذا اَخْبَارٌ ہے مگر ترجیح ھٰذا مَتْلُوٌّ کو ہے کیونکہ وہ سب کو عام شامل ہے اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ۔ اس کی ترکیب میں پانچ قول ہیں ۱ یہ سب عبادت ظرف ہے رَحْمَۃِ کا ۲ یہ ظرف ہے ذِکْرُ کا ۳ یہ بدل اشتمال ہے زَکَرِیَّا کا ۴ یہاں اُذْکُر پوشیدہ ہے اور ظرف ہے اُس کا ۵ ہمارا ترجمہ پہلی ترکیب سے ہے ۶ یہ ظرف ہے اَعْطٰی پوشیدہ کا۔ اعطی حضرت کا ترجمہ اس ترکیب سے ہے اِذْ اسم ظرف نَادٰی فعل ماضی مطلق باب مُفَاعَلَۃٌ اس کا مصدر ہے مُنَاوَیَۃٌ نِدَیٌ یا نِدَاءٌ سے مشتق ہے یعنی پکارنا ہمیشہ متعدی ہوتا ہے ھُوَ ضمیر واحد مذکر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل رَبَّہٗ اپنے رب کو یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے نِدَاءً۔ اسم [illegible] فَعِیْلًا خَفِیًّا سے مشتق ہے

marfat.com
Marfat.com

بمعنی اچھا، اچھا تنہا ہونا، آہستہ بولنا یہاں سب معنی درست ہیں صفت ہے نِدَاءً کی یہ مرکب توصیفی مفعول مطلق ہے نَادٰی کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ظرف زمانی ہوا اُذْکُرْ پوشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا۔

قَالَ فعل ماضی مطلق اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر غائب ہُوَ ہے جس کا مرجع زَکَرِیَّا قَوْلٌ سے مشتق ہے بمعنی عرض کیا بیان ہے نِدَاء کا یہ نعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قَوْل ہوا۔ رَبِّ، دراصل ہے یَا رَبِّیْ اے میرے رب تخفیف کے لیے حرفِ ندا اور یاءِ متکلم کو حذف کیا۔ ب کا کسرہ دونوں کا قرینہ ہو گیا۔ یا پوشیدہ ندا۔ رَبّ معنوی مرکب اضافی منادیٰ الٰہی ساری عبارت عطف در عطف ہو کر ندا کا بیان۔ اِنَّ حرفِ مشبہ عاملہ یاءِ متکلم ضمیر اسم اِنَّ۔ وَهَنَ باب سَمِعَ کا ماضی وَهْنٌ مثال واوی سے مشتق ہے بمعنی اندر ونی اور قدرتی کمزوری کے لیے مستعمل ہے اَلْعَظْمُ مفرد اسم مفرد بمعنی ہڈی واحد جنسی ہے ترجمہ ہے تمام ہڈیاں۔ اس کی جمع ہے عِظَام۔ فاعل ہے وَهَنَ کا مِنِّیْ زائدہ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے وَهَنَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ اِشْتَعَلَ۔ باب افتعال کا ماضی مطلق۔ اس کا مصدر ہے اِشْتِعَالٌ شُعْلٌ سے نماہے بمعنی آگ لگنا شعلے بھڑکنا۔ کسی کا آگ کو لہ ہونا بھڑکنا ہونا۔ اسی معنی میں بڑھاپے کے سفید بالوں کو رأس مشعولہ یا مُشْتَعِلَہ کہتے ہیں۔ اَلرَّاْسُ اس کا فاعل شَیْبًا۔ اسم مفرد جامد بمعنی بڑھاپا۔ مفعول معہ یا مفعول تمیز یعنی بڑھاپے کے ساتھ۔ یا بڑھاپے میں یا یہ حال ہے یا تمیز ہے۔ یعنی بڑھاپا ہو کر یا از روئے بڑھاپے کے۔ اِشْتَعَلَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَمْ اَکُنْ فعل ناقصہ مضارع نفی جحد بلم واحد متکلم بِدُعَائِكَ ب حرف جر بمعنی فی ظرفیہ دُعَاء اسم مصدر مضاف بمعنی دعا مانگنا كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرجع رَبّ ہے مفعول مضاف الیہ بمعنی تجھ سے یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے لَمْ اَکُنْ کا رَبِّ۔ دراصل ہے یَا رَبِّیْ یا مُنادیٰ مضاف یاءِ متکلم رَبِّ مضاف کی متکلم واحد مضاف الیہ مرکب اضافی منادیٰ یہ جملہ بیچ میں آیا مگر ترکیبًا اول ہے شَقِیًّا، اسم صفت مشبہ بروزن فَعِیْل۔ بمعنی اسم مفعول ترجمہ ہے رد کیا ہوا۔ نامراد لوٹایا ہوا۔ خبر ہے فعل ناقصہ لَمْ اَکُنْ کی۔ اور پوشیدہ ضمیر واحد متکلم اَنَا اسم ہے یہ فعل ناقصہ اپنے اسم خبر اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ خبریہ ہو کر بیان ہوا یا رَبِّ کا، یا اپنے منادیٰ اور بیان سے مل کر معطوف ہوا وَاشْتَعَلَ پر وہ دونوں عطف معطوف ہوئے وَهَنَ پر وہ عطف مل کر خبرِ اِنَّ وہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِنَّ حرف مشبہ یاءِ متکلم اس کا اسم خِفْتُ فعل ماضی مطلق واحد متکلم باب سَمِعَ سے خَوْفٌ سے مشتق ہے بمعنی ڈر مند ہونا اندیشہ ہونا اَصلاً خَوِفْتُ تھا بروزن سَمِعْتُ اَلْمَوَالِیَ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے مولًا بمعنی والی وارث۔ دوست، مددگار۔ قریبی رشتے دار، میراث کے حقدار جانشین یہاں آخری معنی مراد ہیں۔ مفعول بہ [illegible] ہے وَرَآءِیْ اسم مفرد جامد مصدر

marfat.com
Marfat.com

یعنی ظرفِ زمان ترجمہ میرے بعد اپنے بعد۔ مضاف ہے یاء متکلم مضاف الیہ مرکب اضافی جارمجرور متعلق ہے خفتُ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ کانتْ فعل ناقصہ واحد مؤنث غائب اِمرأتی یہ مرکب اضافی ہے یعنی میری بیوی، اِمرأۃ اسم مفرد مؤنث جامد اس کا تثنیہ اِمرأتان۔ اس کی جمع اِمرأتٌ۔ اس کا مذکر امرؤ۔ یہ مرکب اضافی اسم ہے کانتْ کا۔ عاقراً۔ اسم مفرد مشتق مذکر۔ اسم فاعل یعنی اسم مفعول یعنی عَقَرَ کی ہوئی، عَقَرَ سے مشتق تین بابوں میں گردان ہو جاتا ہے ۱ باب ضرب ۲ سمع ۳ کرم، ایک قول میں عاقر اسم فاعل یعنی حاصل مصدر اضافتِ معنوی سے ترجمہ ہے عقر والی۔ یہ لفظ مذکر ہے مگر صرف مؤنث کے لیے مستعمل ہے کیونکہ مرد عقر نہیں ہو سکتا خیال رہے کہ ہر وہ حالت یا صفت جو مرد کو نہ ہو سکے صرف عورت کو ہو تو اس کا مذکر صیغہ بھی عورت کے لیے ہی استعمال ہو گا، مثلاً حائضٌ حائلٌ طالقٌ عاقرٌ نافرٌ وغیرہ۔ اس کا مؤنث عاقرۃٌ بھی مستعمل ہے۔ عَقَرَ کا معنی خشک ہونا، کاٹنا، زخمی کرنا، بانجھ ہونا، یہاں آخری معنی مراد ہیں، بحالتِ فتحہ ہے خبر ہے کانتْ کی یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہوا خفتُ پر دونوں عطف مل کر خبر ہے اِنّ کی اِنّی اسم خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے پہلے اِنّی پر دونوں مل کر معطوف علیہ ہے۔ فَہَبْ۔ فاء عاطفہ تعقیبیہ ہَبْ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ وَھَبٌ سے مشتق ہے باب فتح سے بمعنی بخشش کرنا دینا، بلا معاوضہ عطا کرنا، اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر اَنْتَ ہے اس کا مرجع رب تعالیٰ۔ لِیْ مجھ کو یہ جارمجرور متعلق اوّل ہے۔ مِنْ لَّدُنْكَ۔ یہ تین لفظ ہیں ۱ مِن حرفِ جر ابتدائیہ بمعنی سے ۲ لَدُنْ اسم مفرد جامد بمعنی پاس ۳ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر بمعنی اپنے۔ یہ مرکب اضافی جارمجرور متعلق دوم ہے ہَبْ کا۔ وَلِیًّا اسم مفرد صفت بمعنی مشبہ وارثٌ، دوستٌ، مددگار، محافظ، نگہبانٌ، حاکم سائسٌ، حامیٌ، بیٹا، یہاں اسی آخری معنی میں ہے۔ صفت مشبہ جو وزنِ فَعِیْلٌ ہے۔ اس کا مصدر ہے وَلَایَۃٌ، ترکیب نحوی میں موصوف ہے اگلی عبارت صفت ہے۔ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ۔ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۔ یَرِثُ، باب ضَرَبَ کا فعل مضارع معروف واحد غائب وَرِثٌ سے مشتق اس کا مصدر میمی میراثٌ ہے اس کا اصل مصدر وِرَاثَۃٌ ہے لغوی ترجمہ ہے قائم مقام ہونا شرعی ترجمہ ہے کسی کی موت کے بعد اس کی جائداد کا مالک ہونا اصطلاحی ترجمہ ہے مالک و مختار وقابض ہونا، نون وقایہ۔ ی ضمیر متکلم اس کا مفعول بہ یَرِثُ کا فاعل پوشیدہ ھُوَ ضمیر اس کا مرجع وَلِیًّا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ یَرِثُ فعل با فاعل مِن زائدہ یا تبعیضیہ آل اسم مفرد جامد اس کی جمع ہے اَھَالٍ یا اَھَالِی یا اَوَالٍ۔ یہ در اصل اَھْلٌ یا اَوْلٌ اَعَلَّ تھا مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے اس لیے کہ اس کی تصغیر اُھَیْل ہوتی ہے۔ یہ لفظ واحد ہے معنًا جمیع کہ سب اولاد اور متبعین کو شامل ہے۔ جیسے لفظ قوم ترجمہ ہے۔ نسل ذریت۔ اولاد۔ فرزند ارغاندان مضاف ہے۔ یَعْقُوْبَ۔ اسم مفرد [illegible] لفظ ہے عَقَبٌ سے بنا

marfat.com
Marfat.com

ہے مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ غیر منصرف ہونا یقینی ہے جیسا کہ بمجالِ کسرہ فتحہ کی موجودگی سے دلیل ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے بِرَبِّ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اِنِّیْ خَفِیَّ پر۔ دونوں پھر معطوف علیہ ہوئے واؤ عاطفہ اِجْعَلْ باب فتح کا امر حاضر ہُ مفعول یہ ضمیر کا مرجع وَلِیًّا۔ رَبِّ یا رَبِّی تھا یہ نِدا منادی مل کر فاعل ہے اِجْعَلْ کا، یا اَنْتَ ضمیر مرکب شدہ فاعل کا عطف بیان ہے۔ رَضِیًّا اسم صفت مشبّہ بروزنِ فَعِیلًا قَبِیلًا وَلِیًّا۔ رَضِیَ سے مشتق ہے بمعنی اسم مفعول۔ یعنی مرضی کے مطابق مقبول پسندیدہ مفعول ہے اِجْعَلْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، سب عطف مل کر صفت ہے وَلِیًّا کی یہ مرکب توصیفی مفعول یہ ہے صَیحَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے رَبِّ اِنِّی پر سب عطف مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ قولیہ خبریہ ہو گیا۔

کٓهٰیٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا۔

تفسیر عالمانہ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ۔ كٓ ہٰ یٰ عٓ صٓ یہ حروف مقطعات ہیں ان کی مراد اور معنی مقصد مخلوق میں آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حروف میں کوئی خاص علوم سکھائے ہو سکتا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی خاص صحابی یا کسی ولی اللہ کو ان علوم مخفیہ خصوصیہ کی تعلیم فرمائی ہو مگر یقیناً کچھ نہیں کہا جا سکتا حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام حروف مقطعات کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ یہ حروف بھی مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں عِلْم میں پورا قرآن مجید بھی شامل ہے۔ گستاخ فرقہ بلا دلیل کہتا پھرتا ہے کہ ان کا معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں آتا۔ لیکن یہ بات جھوٹ ہے قرآن مجید کے خلاف حروف مقطعات مختلف سورتوں کے اول میں کل چودہ جگہ ہیں سابقہ مفسرین نے اپنے اپنے ذہن سے ان حروف کے معنی بنائے ہیں اور تقریباً چالیس پچاس اقوال تو کھٹیص کے بارے میں ہی مذکور ہیں وہ ان کی اپنی ذاتی اختراع ہے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اے حبیب آپ کے رب کارحمتوں قدرتوں اور جبران کن تخلیق والا تذکرہ جو اس کے بندے نے کیا کو پیش کیا اس کے بعد جب کہ زکریا نے نہایت خفیہ جگہ مخفی الفاظ میں اپنے رب تعالیٰ سے دعائیہ ندا عرض کی اس دعاء مناجات کو لوگوں سے چھپاتے رہے رب تعالیٰ کو مناتے رہے تاکہ خلوص میں ریا نہ بھی جائے اور بڑھاپے کی اس دعا سے شرمندگی بھی نہ ہو عرض کیا کہ بے شک میں اپنی کمزوری کو سمجھتا ہوں کہ میری تمام ہڈیاں تک بوڑھی کمزور خشک ہو چکی ہیں۔ کھال گوشت پٹھے تو خود ہی لاغر ہوں گے مکمل بڑھاپے کی نشاندہی تو میرا سر اور سر کے بال دے رہے ہیں کہ پورے سر میں بڑھاپا پھوٹا پڑا ہے اور آگ کے شعلوں کی شکل میں مدھیلتا جا رہا ہے مگر میرے رحیم کریم رب میں نے احساس

marfat.com
Marfat.com

گیا ہے اور میری پوری زندگی کا مشاہدہ ہے کہ میں تجھ سے دعائیں مانگ کر کبھی ناکام نہ رہا بلکہ ہر ہر دعا تو نے قبول فرمائی اور مجھ کو اُس سے بڑھ کر بھیک وخیرات عطا فرمائی جو میں نے تجھ سے مانگی۔ حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے صاحب شریعت نبی رسول تھے آپ کی کتاب توریت ہی تھی مگر شریعت علیحدہ تھی جس میں چند احکام توریت سے مختلف تھے مثلاً نماز اور عبادت کا طریقہ وغیرہ آپ ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہوتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے زکریا ابن آذن یا اون یا احیاہ ابن مسلم ابن صدون آپ کی ولدیت میں تین قول ہیں اسلامی تاریخ میں ابن آذن ہے۔ بائبل میں اون اور اسرائیلیات میں احیاہ ہے مطابقت اس طرح ہے آذن صحیح لفظ ہے اون اُس کا بگڑا لفظ ہے اور احیاہ لقب ہے۔ پورا شجرہ نسب پارہ سوم سورۃ آل عمران آیت ۳۷ میں ملاحظہ کریں حضرت زکریا کا ذکر قرآن مجید میں سات جگہ آیا ہے ۱ سورۃ آل عمران آیت ۳۷ ۲ سورۃ انعام آیت ۸۵ ۳ اس جگہ آیت ۲ رکوع ۲ ۴ سورۃ انبیاء میں آیت ۸۹ یعنی پانچ آیتوں میں سات بار اسم مبارک مذکور ہے تقریباً ستر ۷۰ انبیاء کرام علیہم السلام آپ کی خاندانی سلسلے اور لڑی میں ہوئے۔ آپ حضرت مریم کے خالو تھے یہ علاقہ فلسطین کا تھا۔ یہاں ہی بیت المقدس ہے اس وقت فلسطین بارہ صوبوں میں تقسیم تھا اور تمام صوبوں پر حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کی اولاد جو بارہ قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی اِن بارہ صوبوں پر علیحدہ علیحدہ بادشاہ تھے اس طرح فلسطین اُس وقت بارہ سلطنتوں کا نام تھا، لیکن پورے فلسطین کا مذہبی ادارہ الگ تھا۔ یہ ادارہ قبیلہ بنی لاوی بن یعقوب کے سپرد تھا۔ بنی لاوی قبیلے کے چار بیٹوں کی نسل چار شعبوں میں تقسیم تھی۔ تین شعبے پورے ملک کی تمام عبادت گاہوں (کنیسوں) اور مکتبوں کے انتظام اور دیگر مذہبی ڈیوٹیوں ذمہ داریوں پر مقرر تھے جن میں امامت خطابت، درس، تدریس کے علاوہ دینی تبلیغ بھی شامل تھی۔ لیکن مذہبی اداروں مقام بیت المقدس کا تمام انتظام دیکھ بھال زیب وزینت چراغاں اور خوشبو جلانا۔ یہ سب کام صرف شعبہ قبیلہ بنی ہارون کے سپرد تھا۔ ان کے علاوہ کسی بھی موقعہ پر بیت المقدس کے اندر کسی بھی قبیلے کا کوئی فرد نہیں جا سکتا تھا دیگر تین شعبوں کے افراد بھی صحن بیت المقدس کے صحن بالخصوص اور زائرین مسافرین وعابدین راہبین کی رہائش کا ہوں کی دیکھ بھال صفائی وانتظامات کرتے تھے ہر شعبے کا ایک سردار ہوتا تھا جس کی ذمہ داری اپنے عملے کے ساتھ پانچ قسم کی تھی ۱ مہمانداری ۲ یوم سبت کی عبادت کا انتظام ۳ اور سالانہ عیدوں پر قربانی کرانا ۴ پہاڑوں پر جا کر قدرتی آگ سے جلانے کے لیے رکھنا ۵ اور بیت المقدس کی چوکیداری کرنا تھی۔ بنی لاوی کے چار شعبوں میں سب سے معزز ومحترم شعبہ بنی ہارون تھا اس کے افراد چوبیس خاندانوں میں تقسیم تھے جن میں سے ایک خاندان کا نام ابیاہ تھا اس کے سردار حضرت زکریا تھے بیت المقدس کی خدمت کے لیے ان چوبیس خاندانوں کی پندرہ پندرہ [illegible] ہفتے کے بعد باری بدلتی

marfat.com
Marfat.com

تھی ہر سردار اپنی باری پر اپنے گیارہ خاندانی راہبوں اور ترکروں کے ساتھ بیت المقدس میں عبادت اور چراغاں وخوشبو جلانے کا انتظام کرتا تھا۔ جس کا خرچہ تمام بارہ سلطنتیں ادا کرتی تھیں خاندانِ اکیاہ کے سردار حضرت زکریا علیہ السلام ہی اپنے عملے کے ساتھ اپنی باری پر بیت المقدس میں تشریف لاتے تھے قانون یہ تھا کہ ہر سردار کا بیٹا ہی اس کا جانشین اس سرداری میں ہوتا تھا۔ اگر سردار لاولد ہوتا تو جس کو سردار متقی اور لائق سمجھتا اپنا جانشین بنا سکتا تھا۔ اس وقت پورے بنی اسرائیل کے نبی زکریا علیہ السلام ہی تھے مگر بہت تھوڑے آپ پر ایمان لائے اور اکثریت مزندین اور فاسقین فاجرین کی تھی بیت المقدس کی سرداری کے لیے پوری دینی تعلیم طریقہ تبلیغ وعبادت ضروری شرط تھی جس کے لیے جانشین کو پہلے تیار سے کیا جاتا تھا۔ مگر حضرت زکریا علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی نہ بیٹی نہ بیٹا اور نہ اپنے خاندان میں کوئی ایسا نیک پاک متقی شخص نظر آتا تھا جس کو اس جانشینی کے لیے نامزد اور تیار کیا جا سکتا تھا۔ تب آپ نے یہ خفیہ دعا مانگی اور بارگاہِ ربوبیت میں عرض کیا۔ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا۔ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۔ اور یہ دعا خفیہ اس لیے ہے کہ مجھ کو اپنے فوت ہونے کے بعد اپنے رشتے داروں کی طرف سے اندیشہ ہے کہ وہ یہ دینی کام اور تقوے طہارت شریعت کی تعلیم کی طرف راغب نہ ہوں گے نہ ابھی تک ایسا کوئی فرد تمام قبیلے میں نظر آتا ہے جو میری جانشینی کا اہل ہو اور اس کو ان دینی خدمات کے لیے تیار کیا جا سکے یہ کام باعتبار فرمانبرداری کے تو بطریقہ احسن اولاد ہی نبھا سکتی ہے بیٹا ہی سچا جانشین اور کہنے پر چل کر مقام اہلیت واستحقاق حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اولاد کی اب اس لیے امید نہیں کہ میری بیوی شروع کی بانجھ ناقابل اولاد ہے یہ دعا خفیہ یا اس لیے مانگی گئی تاکہ کوئی دوسرا نہ سنے اور بڑھاپے میں اولاد کی دعا پر مذاق بازی نہ مشہور ہو جائے یا اس لیے کہ دعا عبادت ہے اور عبادتِ نفلی کو پوشیدہ رکھنا بہتر تاکہ ریا اور دکھلاوے کا اندیشہ نہ رہے۔ تو اے میرے رب کریم اپنے ہی پاس سے کہیں سے بھی رشتے داروں میں سے بے بالکوں میں سے قرابت داروں میں اخراجِ قبیلہ میں سے ایسا ولی جانشین عطا فرما جو میرا بھی وارث ہو میری اس بیت المقدس کی سرداری کا مستحق میری شریعت کا حامل معلم مبلغ ہو۔ اور حضرت یعقوب کی آل کا دینی علمی فکری شرعی ایمانی عرفانی امانتوں کو سنبھالنے کی طاقت رکھنے والا کتاب توریت اور صحفِ موسیٰ کو جاری وناقذ کرنے والا۔ اور اے میرے رحیم وکریم پروردگار اس میرے جانشین کو مستحق وراثتِ نبوت کر ایسا بنانا کہ دنیا وآخرت میں ہر جگہ پسندیدہ ہو۔ ولیًا کے بارے میں مفسرین کے چار قول ہیں صحیح قول یہ ہے کہ یہ دعا اولاد کے لیے مانگی تھی اور ولیًا سے مراد بیٹا ہے [illegible] کے اندر حضرت مریم کے

marfat.com
Marfat.com

پاس کھڑے ہو کر رات کے وقت حضرت مریم کی کفالت کے زمانے میں اپنے ڈیوٹی والے دنوں میں مانگی محراب مریم میں کھڑے ہو کر حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھل دیکھ کر۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران آیت ۳۷ میں بیان ہے حضرت زکریا کی زوجہ پاک کا نام ایشیع بنت فاقود۔ انگریزی میں الیشبع کو ایلزبتھ کہا گیا ہے یہ بھی اسی قبیلے بنی لاوی سے تھیں مگر خاندان جدا تھا یہ مریم کی والدہ حنۃ بنت ناقوذ بن سیل کی سگی بہن تھیں اور مریم کی سگی خالہ اس دعا کے وقت حضرت زکریا کی عمر ایک سو بیس[۱۲۰] سال تھی اور بیوی صاحبہ کی عمر اٹھانوے[۹۸] سال تھی۔ ندائً خفیۃً ہیں پانچ قول ہیں ۱ دعا اس لیے خفیہ مانگی کہ ہر دعا خفیہ اور آہستہ مانگنی افضل اور مستحب ہے ۲ بڑھاپے میں اولاد کی دعا مانگنے سے شرم آئی اس لیے لوگوں سے چھپایا ۳ ریا سے بچنے کے لیے ۴ چونکہ دعا اولاد کے لیے تھی اور اولاد دنیوی چیز ہے دنیا کی چیز آہستہ مانگنی چاہیئے دینی چیز کی دعا زور سے ۵ اتفاقاً خفیہ ہو گئی کیونکہ مریم کے پھل دیکھ کر مانگی وہ جگہ خلوت کی تھی آل یعقوب سے مراد تمام بنی اسرائیل ہیں گزشتہ موجودہ آئندہ۔ بعض نے کہا مراد یعقوب بن ماثان یعنی عمران بن ماثان کے بھائی آل دینی تعلق والوں کو بھی کہا جاتا ہے اور دنیوی رشتے والوں کو بھی یہاں دونوں قسم کے مراد ہیں۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ۔ آداب دعا یہ ہے کہ رب کی بارگاہ میں اٹھا کر پہلے اپنی محتاجی کمزوری کا اظہار ہو پھر حمد باری تعالیٰ پھر سابقہ نعمتوں کرم نوازیوں کا تذکرہ پھر دعا یہ الفاظ اور کسی کا وسیلہ تو لا یا اشارۃً ضرور کرنا چاہیئے۔ یہ فائدہ حضرت زکریا علیہ السلام کی طرز دعا اور مقام دعا اور رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ کے سابقہ آیت میں اشارے سے حاصل ہوا کہ آپ نے اپنی دعا میں بے موسمی جنتی پھلوں اور اس جگہ کو اپنی بے موسمی اولاد کے لیے اشارۃً وسیلہ بنایا۔ دوسرا فائدہ نیک بیٹا اللہ کی رحمت ہے اسی طرح برا بیٹا اللہ تعالیٰ کا عذاب اس لیے ہمیشہ اولاد کے نیک ہونے اور نیک ملنے کی دعا مانگنی چاہیئے۔ خاص کر بیٹا۔ یہ فائدہ ذِکْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ اور وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۔ فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں بیٹے کو رحمت فرمایا گیا۔ تیسرا فائدہ۔ انبیاء کرام کی ہر دعا قبول ہوتی ہے یہ فائدہ لَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ (۴) سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ ہم تو اپنی کم عقلی سے غلط دعائیں بھی مانگ لیتے ہیں جو قبول ہونے کے قابل نہیں ہوتیں اور رد ہو جاتی ہیں اگر کوئی نیک متقی پیارا مسلمان ولی اللہ کوئی غلط دعا مانگے تو دنیا میں قبول نہیں ہوتی مگر از راہ کرم اس کا بدلہ آخرت میں دیا جائے گا۔ لیکن انبیا علیہم السلام کبھی غلط دعا مانگ سکتے ہی نہیں۔ وہ جس طرح ہر گناہ و ہر غلطی خدا بخشش سے معصوم ہوتے ہیں اسی طرح غلط دعا سے بھی معصوم و محفوظ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی ہر دعا قابل قبول ہونے کی وجہ سے یقیناً لازماً رب تعالیٰ اپنے کرم سے قبول فرما لیتا ہے۔ یہ فائدہ بھی لَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ سے حاصل ہوا

marfat.com
Marfat.com

احکام القرآن اس آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ اولاد میں صرف بیٹے کی دعا مانگنا جائز ہے جب کہ بیٹی سے نفرت کی بنا پر نہ ہو بلکہ دینی خدمات کے لیے اپنا جانشین بنانا مقصود ہو تو دعا مانگنا کارِ ثواب ہے یہ سنتِ انبیا ہے اگر بیٹی سے نفرت کی بنا پر ہو تو بیٹے کی دعا حرام ہے۔ اور کفار کا طریقہ ہے جیسا کہ دیگر آیت سے ثابت ہے۔ یہ مسئلہ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا (۱۹) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ بیٹے کو اپنا جانشین بنانا جائز ہے خواہ دینی یا دنیوی روحانی یا جسمانی شریعت کے علم کا یا طریقت کی پیری مریدی کا جب کہ بیٹے میں استحقاق اور صلاحیت نظر آتی ہو اور جانشین۔ ولی عہد یا خلیفہ بناتے وقت کچھ شرعی عیب نظر نہ آتا ہو۔ یہ مسئلہ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شخص کی حقیقی برائی بیان کرنا جائز ہے غیبت نہیں۔ اسی طرح بغیر نام لیے کسی کی برائی کو ظاہر کرنا بھی غیبت نہیں لہٰذا جائز ہے یہ مسئلہ خُفْتُ الْمَوَالِيَ کی تفسیری وضاحت سے مستنبط ہوا کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی بدکاریوں کا ذکر کر کے اپنے جانشین کی دعا عرض کی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض یہ کہنا غلط ہے کہ انبیاء کرام کا بعد وفات کوئی دنیوی مال جائیداد کا وارث نہیں ہو سکتا بلکہ اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے انبیاء کرام کا ذاتی مال بھی میراث بن جاتی ہے اور اسی طرح اولاد میں تقسیم ہوتی ہے جس طرح دیگر لوگوں کا مال دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کی دعا کر کس شان سے ذکر فرمایا کہ انہوں دعا عرض کی فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ۔ مجھ کو ولی وارث عطا فرما جو میرا وارث بنے میراث اور وراثت کے حقیقی لغوی معنی مالی وولایت ہے مجازاً جو چاہو معنی کر لو۔ اور بلا وجہ حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا غلط ہے لہٰذا اس آیت کی دلیل سے ثابت ہوا کہ باغ فدک جو نبی کریم کی ذاتی ملکیت تھا بعد وفات شریف فاطمہ زہرا کو ملنا چاہیئے تھا نہ دینے والے ظلماً نے ظلم کیا۔ (شیعہ لوگ) جواب۔ وراثت و میراث کا حقیقی معنی مال و دولت نہیں بلکہ مستحق ہونا ہے عقل اگر اپنی کمزور ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں درنہ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کے کسی لفظ سے بھی مالی میراث مراد نہیں ہوتی بلکہ صاف صاف ظاہر ہے کہ نہ مالی میراث مراد ہے نہ علمی بلکہ یہاں جانشین ولی عہدی سرداری کی اہلیت خدمت بیت المقدس کی استحقاقی میراث مراد ہے یعنی اے رب مجھ کو ایسا بیٹا دے جو سرداری قوم خدمت دین و شریعت تبلیغ نورات میں میرے بعد میری ذمہ داریوں کا منصب سنبھال سکے علمی میراث ہوتی ہی نہیں کیونکہ میراث بغیر محنت ملتی ہے جب کہ علم خود اپنی محنت سے حاصل کرنا پڑتا ہے اسی طرح نبوت بھی میراث نہیں بن سکتی۔ یہاں مالی میراث تین وجہ سے مراد نہیں ہو سکتی (۱) حضرت زکریا کے [illegible] ہوتا تھا کچھ بچتا ہی نہ

marfat.com
Marfat.com

تھا مکان بھی اپنا نہ تھا بیت المقدس کے مشرقی حجروں میں رہائش رکھتے تھے ۱۲ اگر مالی میراث ہوتی تو یہ کہنا بیکار تھا کیونکہ اولاد خود بخود ہی وارث سوال بن جاتی ہے اولاد کی دعا ہی کافی تھی ۱۳ مالی میراث صرف والد کا مال بنتا ہے اس کے لیے اگر وضاحت ہی مقصود تھی تو یَرِثُنِیْ کہنا کافی تھا وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ فرمانا غلط اور بیکار تھا کیونکہ دادا پڑدادا اور پورے آلِ یعقوب کے مال پر ایک شخص کیسے قابض ہو سکتا ہے۔ رہا باغِ فدک کا مسئلہ تو اگر بقول شیعہ مذہب وہ میراث تھا تو اس کی حقدار پہلے ازواج مطہرات بنتی ہیں پھر فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا نِدَاءً خَفِیًّا۔ لفظ ندا کا معنی ہے زور سے پکارنا چیخنا چلانا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپنے زور سے دعا مانگی اور خفیًا سے ثابت ہوتا ہے کہ آپنے بہت آہستہ دعا مانگی یہ تضاد کیوں ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب دیے گئے ۱ یہاں نِدَاء بمعنی دعا ہے نہ کہ بلند آوازی ۲ خُفیًا کا معنی آہستہ آواز نہیں بلکہ مقامِ خلوت تنہائی پوشیدگی ہے یعنی دعا تو بلند آواز سے تھی مگر خفیہ جگہ میں تھی۔ نمبر ۱ اعتراض یہاں کہا گیا وَھَنَ الْعَظْمُ میری ہڈیاں بوڑھی ہو گئی ہیں چاہیے تھا کہ وَھَنَ الْجِسْمُ کہتے کیونکہ بوڑھا تو سارا جسم ہوتا ہے جواب جسم تو بیماری سے کمزور ہو جاتا ہے مگر بڑھاپے ہڈیوں کو کمزور کرتا ہے ہڈیوں کی وجہ سے باقی جسم کمزور ہوتا ہے۔ تو چونکہ بڑھاپے کی اصل نشاندہی ہڈیوں سے ہوتی ہے اس لیے وَھَنَ الْعَظْمُ کہنا بالکل درست ہے اور اعتراض غلط ہے۔

تفسیر صوفیانہ

کٓهٰیٰعٓصٓ۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا

یہ حروفِ مقطعات رازہائے پنہانی ہیں طالب و مطلوب محب و محبوب رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ و رحمۃ لِّلْعٰلَمِیْنَ کے کائنات اور دلیل بُرھانی ہیں اس بات کی کہ محبوبِ ربِ قدیم کا علم تمام مخلوقِ فرشی ارضی و سماوی شرقی و غربی شمالی و جنوبی بری و بحری آبی و ناری نوری و خاکی سے زیادہ ہے اور تفسیر ہیں عَلِّمْكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کی کہ ان حروف میں وہ علوم پوشیدہ ہیں جن کو بجز محمد مصطفیٰ عالِمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ میں کوئی نہیں جانتا اور یہ ہی حروف تشریح ہیں لَتَحْفَظَنَّ عَلَمَ اقْرَئْ کی۔ اے قلبِ منور یہ تمام کلام ازلی ابدی و قدیمی تیرے پروردگار کی وہ رحمتِ خصوصی ہے جس نے پرورش و تربیت فرمائی ربوبیتِ کمال سے اپنے عبدِ خاص زکریا اسرار روحِ ایمان کی عالمِ انوار میں۔ لطائف تفسیر نیساپوری) پس یاد فرما اور تذکرہ و چرچہ کر دے عبدہٗ زکریا کا (از ابن عربی) جب محرابِ صدرِ مومن میں انوارِ اشجار کے ثمراتِ ابرار دیکھا کہ میرا سرار سے نداءِ خفیہ دعاءِ حقیہ عرض کی کہ اے میرے ظاہر و باطن خفی و جلی کے ربِ قدیر میری عظماءِ روحانیت کے مضبوط ارادے کمزور و ضعیف ہو گئے اور صفاتِ بشریہ کے نظام کمزور ہو کر پھل چکا ہے اور

marfat.com
Marfat.com

اے میرے ربّ محبوب مولیٰ شہباء ظلّات میں کبھی بھی خلوتِ دعوت کی کسی بھی دعا میں شقاوتِ نفس وضمیر میں نہ پڑا نہ کبھی نامرادی کی مایوسی ہوئی۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں کُل اٹھائیس ۲۸ جگہ لفظِ عبد مذکور ہوا ہے۔ جن میں صرف لفظ عبد تیرہ آیات میں ہے ان میں سے پانچ آیت میں مختلف انبیا علیہم السّلام کو عبد فرمایا گیا۔ اور لفظ عبدُ اللہ تین آیت میں انبیاء علیہم السّلام کے لیے ہی ارشاد ہوا اوّل سورۃ نساء آیت ۱۷۲ دوم مریم آیت ۳۰ سوم سورۃ جن آیت ۱۹۔ نساء میں عبد اللہ ہے۔ اور مختلف میں عَبْدَنَا پانچ جگہ ارشاد ہوا یہ بھی صرف انبیاء علیہم السّلام کے لیے۔ اور قرآن مجید میں سات جگہ عَبْدُہٗ فرمایا گیا۔ اوّل سورۃ ۱۷ اسرٰی آیت ۱ دوم سورۃ ۱۸ کہف آیت ۱ سوم مریم یہی جگہ، یہاں عَبْدُہٗ حضرت زکریا علیہ السّلام کو فرمایا گیا۔ چہارم سورۃ فرقان ۲۵ آیت ۱ پنجم سورۃ ۳۹ زمر آیت ۳۶ ششم سورۃ ۵۳ نجم آیت ۱۰ ہفتم سورہ ۵۷ الحدید آیت ۹۔ ان باقی چھ آیات میں عَبْدُہٗ سے آقا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السّلام کو عبد بھی فرمایا گیا۔ عبدُ اللہ بھی عَبْدُ اللہ بھی اور عَبْدُنَا بھی عَبْدُہٗ بھی یہ بھی ثابت ہوا کہ عام مومنین فقط عبد ہیں خاص مومنین فقط عابد ہیں خاص مومنین عبدُ اللہ ہیں اور خاص الخاص عبدنا ہیں مگر اخص الخاص یعنی انبیاء علیہم السّلام عبد بھی ہیں عبد اللہ بھی عَبْدُنَا بھی اور عبدہٗ بھی۔ علامہ اقبال صاحب نے اپنی ایک چودہ مصرعی نظم میں عبد اور عبدہ کا فرق بیان کیا ہے وہ ان کی اپنی رائے ہے قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ بلکہ اس نظم کے پہلے شعر میں بھی اضطراب ہے۔ عبد دیگر عبدہ چیزے دگر لیکن دوسرا مصرعہ بعض کہتے ہیں۔ ایں سراپا انتظار اُو منتظر اور کچھ کہتے ہیں۔ ما سراپا انتظار اُو منتظر۔ مگر یہ علمی لغوی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ یہاں لفظ عبد کے لیے ماضمیر جمع متکلم نہیں آسکتی۔ ایں سراپا انتظار درست ہے اور ان اشعار کا معنی وتشریح یہ کی جاتی ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام فقط عبد ہیں اس لیے وہ طور پر انتظار کیا کرتے تھے محمد مصطفیٰ عبدہٗ ہیں اس لیے معراج میں ان کا انتظار کیا گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اقبال صاحب کا اگر یہی منشا ہے تو غلط ہے اور آیتِ قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَائِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا۔ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا۔ اور بے شک مجھ روحِ حیات کو خوف ہے کہ کہیں صفاتِ نفسانیہ اعضاءِ بدنیہ پر غالب نہ آجائیں میری خلوتِ مکاشفات کے بعد اور میری خلوتِ علمیہ صحیحہ زوجۂ جسدی ضعفِ عمل سے بانجھ وناکارہ ہے اس میں عملِ صالحہ کی ودیعت رکھنے کی توفیقِ خیر نصیب نہیں اے پروردگارِ ظاہر وباطن عطا فرما دے اپنے ہی قربِ خاص وکرمِ عام سے ایک والیِ اجسام اور منتظمِ ابدانِ قلبِ مذکّیٰ جو وارثِ انوار لائقِ اسرار الہامات میں آمانتِ نبوت کا امین رضیّا ہو بہ روحِ حیات ہمہ بے بھی اور الہامات عاقبت کے خزانۂ اعمال

marfat.com
Marfat.com

کے لیے اے رب کائنات بنا دے اُس ہمارے قلبِ مسئول و مطلوب کو علمِ لدنی کا معدن کیونکہ یہی قلب روح منور اور جسم مطہر کا مولود عطیہ ربانیہ ہے اور عبارت منتف ہے صفت روحِ ذات اور بعقوب روحانیات کی تمام صفاتِ اہلیہ کا اور اسی قلب مولود و مسعود و مسئول کو اپنی صفاتِ ربوبیت کا تجلی گاہ و وطنیت کا رضیا یعنی راضی برضا اور راغب الی اللہ بنا دے۔ ہر مومن صادق کی روحِ حیات ہی انتہاءِ خفیہ حفاظتِ اعضاءِ بدنیہ کے لیے بارگاہِ قدس میں عرض کرتی رہتی ہے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

(از تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری)

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ

ہم نے پکارا اے زکریا بے شک ہم خوش خبری دیتے ہیں تم کو ایک بیٹے کی اُس کا نام یحییٰ ہوگا۔ نہیں

اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے اِس کے پہلے

نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

رکھا ہم نے اس یحییٰ لفظ کا پہلے کوئی نام۔ عرض کیا اے میرے رب کیسے

ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا۔ عرض کی اے میرے رب میرے

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ

ہوگا میرے لیے بیٹا حالانکہ ہے میری بیوی ناقابلِ اولاد اور خود ہیں

لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں

بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ

پہنچ گیا ہوں بڑی عمر ہونے کی وجہ سے بہت بڑھاپے کو۔ فرمایا فیصلہ اسی طرح ہے فرمایا

بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا۔ فرمایا ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا

marfat.com
Marfat.com

رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ

تمہارے رب نے یہ کام میرے لیے انتہائی آسان ہے اور تم کو بھی تو اس یحییٰ سے پہلے پیدا کر دیا ہے

وہ مجھے آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا

وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝۹

حالانکہ تم بھی کچھ نہ تھے

جب تو کچھ بھی نہ تھا

تعلقات ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت زکریا علیہ السلام پر اللہ کی رحمت فرمانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں اس رحمت کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے کہ وہ رحمت آپ کا فرزند ارجمند حضرت یحییٰ علیہ السلام تھے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں اس دعا کی قبولیت کا ذکر ہے تیسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت زکریا کی فرمودہ اپنی اور اپنی زوجہ محترمہ کی ان کمزوریوں کا ذکر کیا گیا جو اولاد پیدا ہونے سے مانع ہوتی ہیں یعنی خاوند کا بوڑھا ہونا اور بیوی کا بانجھ ہونا۔ اب ان آیت میں ذکر ہے کہ ان کمزوریوں کے باوجود جب بیٹے کی خوش خبری ملی تو حضرت زکریا نے تعجب کرتے ہوئے اپنی انہیں کمزوریوں کو ذکر عرض کیا اور قبولیت دعا کی کیفیت معلوم کی۔

تفسیر نحوی يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۔

یا، حرف ندا قائم مقام اُدعُوا یا اس کے مشتق دیگر صیغے مثلاً نَدَعُوْا یا دَعَوْتُ دَعَوْنَا۔ ماضی مضارع معروف ہر دو کے صرف متکلم کے صیغے آ سکتے ہیں ذکریا۔ بحالت فتح غیر منصرف ہے کیونکہ عجمی العلم ہے اس لیے تنوین سے مانع ہے منادیٰ ہے اِنَّا، وَدَ لفظ میں را ان حرف شبیہ و نا ضمیر جمع متکلم اسم اِنَّ نُبَشِّرُ، باب تفعیل کا فعل مضارع۔ جمع متکلم پوشیدہ ضمیر نحن کا مرجع رب تعالیٰ ہے اس کا مصدر ہے تَبْشِيْرٌ۔ بُشْرٰے سے مشتق ہے یعنی خوش خبری دینا۔ ك ضمیر مفعول بہ ب حرف جر غلام۔ اسم مفرد جامد بمعنی لڑکا۔ بیٹا، یہ مذکر ہے اس کی مؤنث غُلَامَةٌ ہے مگر مستعمل نہیں اس بنا پر بعض نے کہا کہ اس کی مؤنث

marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہی نہیں۔ غُلَامٌ موصوف اِسْمٌ مضاف اِلٰہ یہ مرکب اضافی مبتدا۔ یَحْیٰی موصوف اِسم مفرد جامد نام ہے ایک نبی اللہ علیہ السّلام کا۔ اَصْلاً یہ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب بمعنی مستقبل ترجمہ ہے زندہ رہے گا۔ باب سَمِعَ سے ہے مگر یہ نام رکھا گیا اس لیے مشتق نہ رہا جامد ہوگیا ایک قول میں عجمی اعلم ہے کیونکہ عرب میں اس طرح مضارع کے صیغے سے نام نہیں رکھے جاتے مگر صحیح یہ ہے کہ عربی میں بہت سے اس طرح کے نام فعل مضارع سے رکھے گئے ہیں مثلاً یَعْمُرُ۔ یَعِیْشُ بلکہ نام تو پورا جملہ بھی رکھا جا سکتا ہے جیسے ایک شہر کا نام حضرموت اور کتاب کا نام جاء الحق وزھق الباطل ہے اور یَعُوْثُ بن مزرع تو بہت بڑا شاعر حافظ نحوی کے بھانجے کا بیٹا ہوا ہے۔ یہ یحییٰ نام بھی آئندہ زندگی کی بشارت کے طور پر ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ۔ فعل نفی جحد لَمْ مستقبل اَلَہ۔ یہ جار مجرور متعلق اوّل ہے۔ ترجمہ ہے اُس کو ضمیر تمیز کا مرجع لفظ یحییٰ سَمِیًّا اسم مفرد صفت مشبہ بروزن شَبِیْهٌ، سَمُوَ یَسْمُوُ سے مشتق ہے بمعنی مضبوط نام یعنی اسم باسمی نام جمع صفات یہ تمیز ہے کہ یہ فیز تمیز مل کر مجرور ہوا من جارہ ابتدائیہ یعنی پہلے زمانوں سے ہی قَبْلُ اسم ظرف زمانی ضمہ پر مبنی ہے کیونکہ اُس کا مضاف محذوف مسنوی ہے دراصل تھا مِنْ قَبْلِهٖ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے لَمْ نَجْعَلْ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ہے لفظ یحییٰ کی یہ موصوف صفت مل کر خبر ہے استقبالی ہے مبتدا اُسمٌ کی یہ جملہ اسمیہ خبریہ صفت ہے غُلَمٌ کی وہ مرکب توصیفی متعلق ہے بُشِّرَ فعل کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی یہ جملہ اسمیہ ہو کر بیان ہے یا ندائیہ کا۔ ندا منادیٰ اور بیان مل کر مفعول بہ ہوا فعل پوشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا قَالَ فعل ماضی مطلق اپنے پوشیدہ ضمیر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا رَبِّ اصل میں یَا رَبِّیْ ہے۔ یَا ندائیہ رَبِّ منادیٰ۔ اَنّٰی اسم ظرف ہے اس کا استعمال چار طرح ہوتا ہے ۱ ظرف مکانی یعنی ظرف خبر یہ مکانیہ ۲ ظرف استفہامیہ مکانیہ ۳ ظرف زمانیہ خبریہ ۴ ظرف زمانیہ استفہامیہ، پہلی صورت میں بمعنی جہاں جس جگہ اُس جگہ۔ دوسری میں بمعنی کہاں سے کس جگہ سے تفسیری صورت میں آپ اِس وقت، چوتھی میں بمعنی کب۔ کس وقت کس طرح۔ لفظ اَنّٰی یہاں ظرف مکانیہ استفہامیہ کے لیے ہے۔ کَیْفَ یا مِنْ اَیْنَ کے ہم معنی۔ یہ ظرف مقدم ہے یَکُوْنُ فعل ناقص کا۔ نَا۔ لام جارہ ملکیت کا ترجمہ ہے۔ میرا یا میرے لیے یا ملتکلم ذوالحال۔ وَکَانَتِ واؤ حالیہ۔ کَانَتْ فعل ناقصہ واحد مؤنث اِمْرَاَتِیْ اسم مفرد مؤنث جامد۔ اس کا مذکر ہے اِمْرَءٌ۔ یَ متکلم۔ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی اسم ہے کَانَتْ کا عَاقِرًا اسم مفرد لفظاً مذکر معنیً مؤنث خبر ہے۔ کَانَتْ کی دونوں سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ قَدْ بَلَغْتُ۔ فعل ماضی قریب معروف واحد متکلم مِنَ الْکِبَرِ جار مجرور متعلق ہے عِتِیًّا۔ اسم حاصل مصدر جامد بمعنی سخت بوڑھاپا جس میں ہڈیوں کی مینگ بھی خشک ہو جاتی ہے۔ بڑھاپا۔ سٹھیا جانا۔ دراصل تھا عُتُوْ دوسرے رنج کو کسرہ بنایا تا [illegible] اعراب ایک قریبی جگہ جمع

marfat.com
Marfat.com

ہو سکتے خواہ ساکن (جزم) ہوں یا زیر زبر پیش ہوں۔ پھر مجموعہ تاکید کے لیے عین کو بھی کسرہ دیا۔ عِتِیًّا ہو گیا ترجمہ ہے۔ اکڑ بازی، سرکشی، بولو قرطاس یہاں یہ آخری معنی ہے جب یہ عاتٍ کی جمع عِتِیًّا ہو تو پہلے معنی ہوتے ہیں۔ یہاں ترکیب میں مفعول بہ ہے قَدْ بَلَغْتُ مِنِّیْ فعل اپنے فاعل متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا کاف پر دونوں مل کر حال ہے لِیْ کا یہ دونوں مل کر مجرور متعلق ہے غُلٰمٌ فاعل ہے یَکُوْنُ فعل اپنے فاعل ظرف اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر بیان ہوا رَبِّ کا، ندا منادی اور بیان مل کر مقولہ ہوا قول کا قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا۔

قَالَ فعل باقاعدہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اس قَالَ کا فاعل ہُوَ ضمیر کا مرجع رب تعالیٰ ہے ترجمہ ہے رب تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ خبر ہے مبتدا محذوف اَلْاَمْرُ کی یعنی فیصلہ اسی طرح ہے۔ یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہو کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ ایک قول میں اس قال کا فاعل مبشر فرشتہ ہے اور یا ذکریا کا منادی بشرہ کا فاعل بھی فرشتہ ہے مگر یہ قول کمزور ہے، اس قول کی صورت میں كَذٰلِكَ مقولہ اول ہے اور اگلی تمام عبارت مقولہ دوم مگر ہماری ترکیب میں دونوں قول علیحدہ چلے ہیں۔ قَالَ باقاعدہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہے رَبُّكَ کی ضمیر کا مرجع زکریا یہ مرکب اضافی اس قَالَ کا فاعل ہے۔ هُوَ ضمیر مرفوع منفصل واحد مذکر اس کا مرجع ہے اَلْاَمْرُ پر مشیرہ یا اشارت غلام کی تکمیل هُوَ مبتدا اَلَيَّ یعنی مجھ پر میرے لیے هَيِّنٌ اسم صفت مشبہ بروزن فَيْعِلٌ هَوْنٌ سے مشتق ہے باب نَصَرَ سے ہے یعنی نہایت آسان معمولا کام عَلَيَّ علی حرف جر فوقیت یعنی مجھ پر یا علی یعنی لام جارہ یعنی میرے لیے جار مجرور اس کا متعلق، یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ مقرر، واؤ عاطفہ تقریری یعنی ثابت کرتے اور دلیل بنانے کے لیے یہ واؤ اپنے دوسرے ما بعد جملے سے ماقبل جملے کو ثابت کرتی ہے۔ قَدْ حَلَقْتُ فعل ماضی قریب معروف واحد متکلم اس کا فاعل اَنَا ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ک ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع زکریا۔ ذوالحال ہے۔ وَلَمْ تَكُ واؤ حالیہ لَمْ تَكُ فعل ناقصہ نفی جحد لم واحد مذکر حاضر اس کی تعلیل نحوی اس طرح کہ یہ تھا تَكُوْنُ لَمْ جازمہ نے جزم دے کر نون کو ساکن کیا تو واؤ ساکنہ گر گئی۔ لَمْ تَكُنْ ہو گیا۔ کثرت استعمال کی وجہ سے نون بھی تخفیف کے لیے گرا دیا گیا۔ باب نَصَرَ سے مہموز ہے۔ اس میں اَنْت پوشیدہ اس کا اسم ہے شَيْئًا اسم مفرد نکرہ بمعنی کچھ۔ خبر ہے۔ فعل ناقصہ اپنے اسم خبر سے مل کر معطوف مقرر ہوا دونوں مل کر مقولہ ہوا قَالَ ثانی کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔

marfat.com
Marfat.com

اس کے دعا کے فوراً بعد وحیٔ الٰہی آئی بذریعہ ملائکہ اور جبرئیل علیہ السلام جیسا کہ آل عمران کی آیت ۳۹ میں بیان کیا گیا۔ اے زکریا یہ آواز فرشتے کی تھی مگر پیغام رب تعالیٰ کا تھا۔ ہم نے مفسرین کے دو مختلف قول کی مطابقت کر دی۔ اور یہی قول درست ہے۔ بے شک ہم تم کو خوشخبری دیتے ہیں ایسے بیٹے کی جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس لفظ یحییٰ کو ہم نے اس لڑکے سے پہلے کسی بھی شخص کا نام نہیں بنایا۔ ایک قول میں کہ اس کی ضمیر کا مرجع علم ہے اور سمیًا کا معنیٰ ہے مثل۔ برابر یعنی اس لڑکے کی مثل کوئی افضل انسان اس سے پہلے نہیں بنایا۔ بعض نے کہا کہ سمیًا کا معنیٰ ہے مثل ولادت یعنی اس سے پہلے یا تجھ عورت سے محض قدرت الٰہی کے کرشمہ سے بغیر نطفہ مرد خاوند کی صحبت سے کہ نہ والدہ کا نطفہ ہو بوجہ بانجھ ہونے کے نہ والد کا نطفہ ہو بوجہ سخت بوڑھا ہونے کے یہ ولادت قدرت کا بے مثل کرشمہ ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ دوسرا اس لیے غلط ہے کہ حضرت ابراہیم موسیٰ داؤد علیہم السلام حضرت یحییٰ سے افضل ہیں کیونکہ وہ خلیل ہیں اور موسیٰ و داؤد صاحب کتاب مرسل ہیں حضرت یحییٰ صاحب شریعت رسول ہیں یا فقط نبی اور مرسل کا درجہ رسول و نبی سے زیادہ ہوتا ہے۔ تفسیر اقول جمہور علماء کا ہے یہاں حضرت یحییٰ کی دو فضیلتیں بیان ہوئیں ۱ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود نام رکھا والدین کے سپرد نہ کیا یہ آپ کی خصوصیت ہے ۲ نام کسی اور کو نہ پہلے ملا نہ بعد میں یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نام کسی دوسرے آدمی کا نہ رکھا۔ یحییٰ کا معنیٰ زندہ رہنے والا یا زندہ ہونے والا یا زندہ کرنے والا تینوں اعتبار سے حضرت یحییٰ اہم ہیں ہی اولاً اس لیے کہ آپ ابدی زندہ ہیں اور شہادت میں قتل کے بعد بھی آپ لوگوں کو دیکھتے اور حرام کاموں کا مسئلہ بتاتے رہے کئی سو سال تک آپ کا خون رستا رہا یہاں تک کہ ایک نبی علیہ السلام نے کچھ فرمایا تو بند ہوا دوم اس لیے کہ آپ کے بے حکم مادر زندہ کیا گیا۔ سوم اس لیے کہ آپنے دلوں کو زندگی بخشی۔ حضرت یحییٰ کی ولادت کی اس بشارت کے تیرہ سال بعد ہوئی (تفسیر صاوی) ایک قول میں انیس ۱۹ سال بعد ہوئی۔ اس کا پورا بیان تفسیر نعیمی پارہ سوم سورۃ آل عمران میں ملاحظہ کیجئے۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت زکریا اتنے مسرور ہوئے کہ جذبات کو قابو نہ رکھ سکے یہ آواز بھی حکم الٰہی کا ایک طریقہ ہے اور اسی جذبے میں شاداں و فرحاں ہو کر عرض کرتے ہیں اے میرے رحیم کریم رب جلیل کس نوعیت سے ہوگا میرے لیے بیٹا۔ اور تو جانتا ہی ہے کہ میری بیوی شروع جوانی سے ہی بانجھ یعنی سوکھے رحم والی ہے۔ خیال رہے کہ علم طب کے مطابق عورت کے رحم میں بلوغت کے وقت چکنائی پیدا ہوتا ہے اسی میں نطفہ پرورش پاتا ہے وہ پانی دو رنگ اور دو قسم کا ہوتا ہے۔ مختلف جسمانی اعتبار سے پانی اپنی مقدار میں مختلف ہوتا ہے اوسطاً پانی تقریباً ایک سیر ہوتا ہے۔ اگر عورت کی جسمانیت و رحم کے اعتبار سے پانی تھوڑا ہو تو نطفہ بھی نہیں ٹھہرتا مگر اس کا علاج ممکن ہے۔ اگر شہوت [illegible] ہو۔ اسی کو عقر و عاقر اور بانجھ

marfat.com
Marfat.com

کہتے ہیں۔ اگر بیماری یا لیکوریا وغیرہ سے پانی کم ہو جائے تو علاج ممکن ہے ختم ہو جائے تو علاج ناممکن ہوتا ہے۔ ان بیوی صاحبہ کا نام الشیخ (رایلۃ تھا) تھا۔ اس کمزوری کا ذکر کرنے کے بعد اپنی حالت بیان فرمائی۔ کہ اے میرے رب مولیٰ کریم اور میں بھی تو عمر رسیدہ بڑی عمر ہونے کی وجہ سے ہڈیوں کی مینگ۔ چربی سوکھنے کے بڑھاپے تک پہنچ گیا ہوں ان حالات میں تیری اسمٰ عظیم اور مہربان قدرت کا کس طرح ظہور ہوگا۔ کیا مجھ کو جوانی والی قوت سے نوازا جائے گا اور میری بیوی کو مکمل صحت مند قابل اولاد عورت بنا دیا جائے گا۔ یا کچھ اور کرشمہ ہوگا تو تو ہزار قدرتوں والا ہے اپنی اس قدرت کاملہ میرے لیے اظہار فرما دے تاکہ خوشی کے ساتھ ساتھ اطمینان قلبی مجھ کو نصیب ہو جائے اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ ۔ میں مفسرین کے چار قول ہیں ۱ یہ سوال اطمینان قلبی کے لیے تھا۔ ۲ طریقہ ولادت معلوم کرنے کے لیے تھا کیونکہ اتنی عمر میں بانجھ بیوی سے اولاد ہونا فطرۃ الٰہیہ کے خلاف اور خرق عادت تھا۔ ۳ مزید خوشی حاصل ہونے کے لیے تھا۔ ۴ رب تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرنے کے لیے تھا۔ قَالَ کَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْـًٔا ۔ رب تعالیٰ نے جواب فرمایا۔ بذریعے وحی خفی یا بذریعہ فرشتہ۔ یہ کلام جلی یا تکلم بالمشافہ نہ تھا۔ تکلم بالمشافہ موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے اسی لیے اُن کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے۔ اور وحی قدسی یعنی ظاہر بلا واسطہ جبرئیل یا فرشتہ یہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اسی لیے لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ کی علوت و کیفیت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے فرمایا۔ اے زکریا ولادت اسی طرح ان ہی حالات میں ہوگی تم بوڑھے ہی رہو گے تمہاری بیوی بانجھ ہی رہیگی رحم سوکھا ہی رہے گا۔ بغیر والدین کے نطفے کے۔ ایک قول میں ہے کہ پہلا قَالَ جبرئیل علیہ السلام کا قول ہے دوسرے قَالَ کا فاعل رَبُّكَ ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ تمہارے رب نے جواب فرمایا ہے هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۔ ایسی پیدائش بھی میرے لیے آسان ہے کچھ مشکل نہیں۔ یہ تو صرف ایک جسم کی پیدائش ہے کہ رحم مادر میں فقط گوشت پوست کا ایک مجسمہ بنانا ہے دوسری تمام جاندار اور غیر جاندار مخلوق کو چھوڑو صرف اپنی طرف ہی غور کرو کہ بے شک میں نے تمہاری روح کو ازل میں اس سے پہلے اُس وقت پیدا کر دیا تھا جب تم کسی لحاظ سے کچھ بھی نہ تھے۔ نہ عالم ارواح میں تمہاری روح تھی۔ بلکہ ایک وہ وقت تھا کہ عالم ارواح ہی نہ تھا نہ تمہارے جسم کے عناصر اربعہ تھے تمہاری روح، تمہارے عناصر اربعہ پھر تمہارا نطفہ پھر مضغہ، علقہ، لحماً، عظماً، وہ خلقتیں اس سے زیادہ تعجب خیز تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک، صغیر کبیر، حقیر، جلیل۔ انشاً اور اعادہ سب یکساں ہیں یہ سب کی سب طرح خلقتیں اُس کے لیے ممکن نہایت ہی آسان ہیں ذرہ بھر مشکل نہیں۔ جب اوّل انشا میں تم کو پیدا کر دیا تو یہ اعادہ ہے اس میں کیوں متعجب و حیران ہو۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ کی خلقتیں دو طرح سے ظہور وجود میں آتی

marfat.com
Marfat.com

ہیں ۱؎ فطرت و عادت اور قانونِ الٰہیہ ازلیہ کے مطابق ۲؎ خلافِ فطرت و عادت محض کرشمۂ قدرت سے، فطرت و قانون کا ظہور تو تمام مخلوق پر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ مگر شاہکارِ قدرت اور محیر العقول کرشمۂ خلاقیت صرف احیاءِ انبیاء و کرام علیہم السلام پر ہی ظاہر ہوئے۔ رب تعالیٰ نے اپنی صفاتِ قوت و قدرت کو ظاہر فرمانے کے لیے ابتدا تا انتہا جسامِ انبیاء کو ہی منتخب فرمایا۔ گویا کہ وجودِ انبیا ہی مظہر و مستغرقِ صفاتِ الٰہیہ ہے۔ مثلاً۔ قانون تو یہ ہے کہ ہر نر و مادہ روح مخلوق جاندار اشیاء والدین کے نطفے اور ماں کے رحم سے مخلوق و مولود ہو، مگر اللہ رب العزت کی قدرت اور قوت یہ ہے۔ بغیر والدین کے واسطہ کے جس طرح چاہے پیدا فرما دے۔ حضرت آدم کو ظاہر و مٹی سے گوندھ کر پتلا بنا کر سکھا کر روح ڈال کر پہلی انسانی مخلوق بنایا۔ یہ قدرت جسم نبی پر ظاہر ہوئی۔ سینۂ آدم علیہ السلام میں دو طرفہ چھبیس پسلیاں بنائی گئیں تھیں۔ پھر ان کی ہی ایک پسلی دائیں جانب سے نکال کر حضرت حوا کو بنا دیا گیا۔ پچیس پسلیاں باقی رہ گئیں وہی اب سب انسانوں میں چلی آتی ہیں۔ حضرت آدم کی ولادت میں نہ والدین کا نطفہ تھا نہ رحم والدہ حضرت حوا کی ولادت میں نہ نطفہ نہ رحم مادر نہ مٹی کا پتلا۔ پس ایک نبی کی پسلی کو جاندار مخلوق بنا دیا اور حضرت حوا کی روح کو اُس پسلی میں ڈال دیا۔ تو وجودِ عورت کا ظہورِ اولین ہو گیا ۳؎ قانون تو یہ ہے کہ فاعل بیوی کا ملاپ ہو نطفہ سے مخلوق، بچہ یا بچی بنے۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس قدرت سے پیدا فرما دیا کہ خود والد کو تعجب ہو رہا ہے کہ محبت ہوئی مگر نہ والد کا نطفہ نہ والدہ کا صرف رحم کا مسکن بنا دیا گیا۔ اس قدرتِ عظیم متجزیہ کا ظہور بھی جسم نبوت پر ہوتا ہے۔ ۴؎ قانون تو یہ ہے کہ فاعل بیوی ہوں تب بچہ مرد ہو گا مگر قدرت یہ ہے کہ فاعل دوسرے سے ہی نہ ہو، صرف والدہ کے نطفے سے ہی عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر دیا جائے۔ اس قدرتِ الٰہیہ کا ظہور بھی جسم نبوت پر ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی متعدد قدرتیں معجزات کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ ہیں ان کے لیے اجسامِ انبیاء علیہم السلام کو ہی چنا گیا۔ کیا شانِ عظمت ہے وجودِ انبیاء علیہم السلام کی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا اور بشارت فداوندی کا پورا بیان قرآن مجید میں دو جگہ بیان فرمایا گیا کچھ یہاں سورۃ مریم کی ابتدائی پندرہ آیت میں اور پھر اس کے بعد سورۃ آلِ عمران مدنیہ کی چار آیت ۳۸ تا ۴۱۔ رب تعالیٰ نے اس دعا اور بشارت کی دو نوعیتیں سمجھانے کے لیے اس کو دو جگہ بیان فرمایا۔ پورا قرآنی بیان اس طرح ہے کہ حضرت مریم اپنے خالو حضرت زکریا نبی علیہ السلام کی پرورش کے ساتویں یا آٹھویں سال اپنے مخصوص حجرہ بیت المقدس کے محراب میں بیٹھی تھیں اور آپ کے پاس حسب روز مرہ جنت کے غیبی پھل رکھے ہوئے تھے کہ زکریا علیہ السلام تشریف لائے اور بے موسمے تازہ پھل دیکھ کر فرمایا۔ اے مریم اَنّٰی لَکِ ھٰذَا تمہارے پاس یہ پھل اتنے شاندار تازہ تازہ [illegible] اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے

marfat.com
Marfat.com

ہیں تب اس مقام اور بے موسمے جنتی پھلوں کی نسبت اور وسیلے سے آپ نے اپنے لیے بے موسمی اولاد کی دعا مانگی لیکن چونکہ انبیاء علیہم السّلام کی ہر خواہش دینی کاموں کے لیے ہوتی ہے اس لیے آپ نے اولاد بھی دنیا و دنیا داروں کی طرح دنیوی اغراض کے لیے نہ مانگی بلکہ دعا عرض کرتے میں ایسے الفاظ عرض کیے جس سے تین چیزیں متعین ہوگئیں۔ عرض کیا اے میرے رب عطا فرما۔ هَبْ لِیْ۔ یعنی بلا مشقت و بلا معاوضہ بخشش فرما مجھ کو اولاد پاک ستھری نعمت مند خوب صورت متقی نیک عابد زاہد خاص اپنے پاس سے جو وَلِیًّا یعنی میرا جانشین بننے کے لائق لڑکا ہو مگر لڑکی ہو اور نالائق فضول لڑکا ہو اور مجھے بے موسم پھلوں کی طرح بے موسمی اولاد عطا فرما کیونکہ اس میں اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اور میری بیوی اپنے بانجھ پن کی وجہ سے بے موسمی ہو چکے ہیں بے شک تو ہی تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔ خاص کر میں تو کبھی بھی اس سے پہلے کسی بھی دعا کی خبر لیت میں تیری بارگاہ سے ناکام نہ ہوا یہ وَلِیًّا ایسا ہو جو میرا بھی سچا اور مستحق جانشین بن سکے اور پوری آل یعقوب علیہ السّلام کا جانشین بن سکے۔ اتنی دعا عرض کرنے کے بعد آپ وہیں محراب مریم میں ہی اپنی نفلی نماز ادا کر کے تسبیح تہلیل اور وظائف میں مشغول ہو گئے ابھی فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رب تعالیٰ کے فرشتے جبرئیل علیہ السّلام کے ساتھ جلوس بشارت مناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا پیغام بشارت لے آئے اور خدمت نبویہ عالیہ میں مدعا عرض کی کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی تم کو یحییٰ بیٹے کی بشارت عطا فرماتا ہے یہ وحی اسی کا قول مبارک ہے ہم تو صرف وحی لانے اور سنانے والے ہیں، سورۃ آل عمران میں یحییٰ علیہ السّلام کو آل زکریا ثابت کیا گیا ہے اور یہاں جانشین اور ولی وارث ثابت کیا گیا۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ انبیاء کرام اور ان کے پورے اجسام و ابدان اور وجود سب خاص رب تعالیٰ کے لیے ہوتے ہیں۔ ان کا ہر فعل صرف رب کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا کھانا پینا سونا جاگنا شادی بیاہ بھی رب تعالیٰ نے اُن کو خاص اپنے لیے پیدا فرمایا ہے اُن پر دی اپنی تمام قدرتوں کا اظہار فرماتا ہے۔ اُن کی خلقت خاص اپنے دستِ کرم سے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔ میں نے اُن کو اپنی دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ تمام انبیاء کرام کے نام بھی خود رب تعالیٰ ہی وضع فرماتا ہے والدین نہیں و کہتے یہ فائدہ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا کے ارشاد پاک اور قَالَ کَذٰلِكَ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی مخلوق زمینی و آسمانی فرشتہ غلمان انبیاء کرام علیہم السّلام سے افضل نہیں۔ جبرئیل و میکائیل جیسے سردار ان ملائکہ بھی اُن کے خدام ہیں۔ اور اُمت کے اُولیا نقوب و قطب اُن کے در و ازۂ اقدس کے گدا ہیں۔ دوسرا فائدہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی یہ بھی ایک خصوصی شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کام بطریق احسن اور جواب عرض و معروض کے عاجزانہ طریقے

marfat.com
Marfat.com

پروردگار تعالیٰ سے استفسار کر لیتے ہیں کہ یہ کیسے ہے اور کیسے ہو سکتا ہے یا کیونکر ہوگا۔ مولیٰ تعالیٰ اس استفساری سوال و جواب پر ناراضگی نہیں فرماتا بلکہ محبت سے تسلی بخش جواب عطا فرماتا ہے یہ فائدہ قَالَ رَبُّكِ اَتِّیْ یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ ۔ اور قَالَ كَذٰلِكِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ یہ اعزازی جرأت کسی اور شخص کو حاصل نہیں یہاں تک کہ کوئی فرشتہ بھی یہ جرأت نہیں دکھا سکتا۔ یہ عظیم دلیل ہے محبوبیت کی۔ **مہم افائدہ**۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے کام رب تعالیٰ کے ہی کام ہیں اسی لیے اولیاء اللہ کے کام میں عظمت و قوت اور مقبولیت و منظوریت ہوتی ہے اور مولیٰ کریم اپنے بندوں کے کام کو بھی اپنی طرف منسوب فرمالیتا ہے۔ یہ فائدہ اِنَّا نُبَشِّرُكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھو۔ خوش خبری فرشتوں نے دی تھی۔ جیسا کہ آل عمران کی آیت ۳۵ میں ہے فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ مگر رب تعالیٰ نے فرمایا۔ بے شک ہم نے خوش خبری سنائی۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ اپنے مُرَبّی یا ڈاکٹر طبیب معالج کو اپنی اور اپنی بیوی کی خفیہ بیماری۔ اور اندرونی شرمگاہ کی بیماری بتانی اور ظاہر کرنی جائز ہے جب کہ بغرض علاج ایسا کیا جائے یا علاج کا مشورہ و طریقہ پوچھنا مقصود ہو نہ یہ غیبت ہے نہ پردہ دری نہ عیب جوئی نہ گناہ اور عام مسلمانوں کے تجرباتی فوائد نافعہ کے لیے ڈاکٹر طبیب کو بھی جائز ہے کہ اُس بیماری کے کامیاب علاج اور دوا کو دیگر مریض لوگوں کو بتانے کے لیے اُس مجرب مریض کو بھی مشہور کر سکتا ہے کہ فلاں بیمار شخص پر اس دوا اور علاج کا تجربہ کامیاب رہا ہے۔ یہ مشہوری شرعاً گناہ نہیں۔ نہ ہی ڈاکٹر طبیب و معالج دینوی یا اُخروی پکڑ میں آسکتا ہے اگرچہ وہ خفیہ شرمناک بیماری عورت میں ہو یا مرد میں۔ لیکن اس کے علاوہ کسی اور شخص کو نہ اپنی شرمناک بیماری خواہ مخواہ بلاوجہ بتانا جائز نہ کسی کو کسی کی بیماری مشہور کرنا جائز۔ بلاوجہ کوئی شخص کسی دوسرے کی ایسی بیماری کو اگر ظاہر اور مشہور کرے جس سے اُس بیمار کی ذات و رسوائی اور معاشرے میں سب کی بے عزتی ہو تو یہ گناہ بھی ہے اور قابل تعزیر جرم بھی۔ یہ مسئلہ حضرت زکریا کا دُعا مَرْقِیْ عَاقِرًا عرض کرنے اور رب تعالیٰ کا اس کو بند لیے قرآن مجید تا قیامت عالم میں مشہور کرتے اور ہمیں سنانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ مسلمان والدین کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے بچوں کے اچھے، الفاظ اور بابرکت اور بہترین معنیٰ والے نام رکھیں اور ولادت کے بعد فوراً رکھیں بلکہ اگر کسی طرح یقین سے پتہ لگ جائے کہ پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی تو ولادت سے پہلے ہی نام رکھنا جائز بلکہ بہتر ہے اسی لیے کہ بفرمانِ حدیث پاک نام کا انسان والے کی شخصیت اور آئندہ زندگی کے کردار پر پڑتا ہے بلکہ بعض مبارک شخصوں یا بزرگ کی نسبت کی وجہ سے بچے کی زندگی دراز اور صحت والی ہو جاتی ہے۔ اسی لیے غلط الفاظ اور غلط معانی یا غلط اور برے لوگوں کے نام [illegible] شروع اور گناہ ہیں۔ قیاء کا ثنات

marfat.com
Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بُرے ناموں کو تبدیل فرما دیتے تھے۔ کیونکہ بُرے اور شریر ناموں کا اثر بھی نام والے کی شخصیت پر پڑتا ہے۔ جیسا کہ بارہا کا تجربہ و مشاہدہ ہے۔ یہ مسئلہ اِسْمُہٗ یَحْیٰی (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا کہ مولیٰ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کا نام بذات خود تجویز فرما کر ان کو اسم بامسمّٰی بنا دیا۔ اور اس نام پاک کی شان وعظمت و فضیلت ظاہر فرمائی۔ کہ فرمایا گیا۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۔ لفظ یحییٰ ہیبت پُروقار باعظمت اور شاندار معنیٰ والا نام ہے۔ اسی طرح تمام انبیاءِ کرام کے نام اپنی اپنی لغت کے اعتبار سے بہت ہی باعظمت و فضیلت کے معنیٰ والے نام ہیں بلکہ اسم بامسمّٰی ہیں مسلمانوں کو قرآن مجید احادیث مبارکہ۔ صحابہ کرام اولیاءُ اللہ کے ناموں کی مثل نام رکھنا چاہیئے۔ نمرود شداد ہامان فرعون۔ یزید شمر پرویز اور کفار کے معاشرے میں مشہور نام نہیں رکھنے چاہئیں۔ مثلاً۔ بھگوان داس یا نارائن سنگھ وغیرہ نام رکھنا حرام ہیں۔ اسی طرح وہ نام رکھنا بھی ناجائز ہے جس کے معنیٰ سے جھوٹ کذب بیانی یا نفرت وحماقت ظاہر ہوتی ہو۔ مثلاً خالد نام رکھنا جائز ہے مگر خالد بن ولید نام رکھنا ناجائز ہے۔ اور ایسے ہی جلیمہ نام رکھنا جائز ہے مگر جلیمہ سعدیہ یا صرف سعدیہ نام رکھنا ناجائز ہے۔ کیونکہ بن ولید نام نہیں یہ ولدیت ہے۔ ایسے ہی سعدیہ نام نہیں بلکہ قبیلے اور قوم کی نسبت ہے ایسے لفظوں کو نام بنا لینا جھوٹ بھی ہے حماقت بھی ہے غیرتی اور گناہ بھی کہ اسی خالد کا والد مثلاً زید ہے مگر یہ اپنا باپ ولید کو کہہ رہا ہے یا دوسرے پکارنے بلانے والے اس کو ولید کا بیٹا کہہ کر پکار رہے ہیں۔ نام رکھنے کا پورا شرعی بیان ہمارے فتاوی العطایا دوم میں اور اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کی کتاب ملفوظات اور احکام شریعت وفتاوی رضویہ میں دیکھئے۔ تبصرہ مسئلہ۔ شخصیت اور شی یعنی چیز روح مع الجسد کا نام ہے۔ فقط روح کو یا فقط جسم کو نہ کوئی نام دیا جا سکتا ہے نہ اس کو شخصیت کہا جا سکتا ہے۔ نفس عربی لغت میں۔ اَنْتَ اَنْتُمْ اَنْتُمَا۔ کَ کُمْ۔ کُمَا۔ فارسی میں مَا مَن۔ تو شما او را دو ہیں تو۔ تم آپ۔ جناب وغیرہ ضمیری الفاظ روح مع الجسد ہی کو کہا جاتا ہے اور اسی کو زندہ کا نام دیا جاتا ہے۔ فقط رُوح نہ تُو ہے نہ تُم نہ مَا وَ مَن نہ آپ جناب۔ یہ مسئلہ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۔ سے مستنبط ہوا کہ دیکھو رب تعالیٰ نے حضرت زکریا کی ولادت کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ اِس سے پہلے تم کوئی چیز بھی نہ تھے۔ حضرت زکریا کو یحییٰ علیہ السّلام کی ولادت پر ہی تعجب اور حیران کی ہوئی اور اسی کے بارے میں استفساری سوال عرض کیا تھا۔ اسی کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے لَمْ تَكُ شَيْئًا ۔ فرمایا۔ نیز ولادت میں روح مع الجسد کی پیدائش ہوتی ہے۔ ورنہ حضرت زکریا و یحییٰ کی روح اور تمام روحیں نوکروڑوں سال پہلے ایک دم سب کلمۂ کُن فیکُون سے پیدا فرما دی گئیں تھیں وہاں نہ کوئی باپ نہ کوئی بیٹا۔ نہ کوئی مِنْ قَبْلُ نہ کوئی مِنْ بَعْدُ۔ لہٰذا مرزائیوں قادیانیوں اور مرزا غلام قادیانی کا یہ کہنا کہ وَمَا فَعَلْتُهٗ اَنَا۔ میں عیسیٰ علیہ السّلام کی صرف روح کو اٹھانا مراد ہے اور یہ کہ معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السّلام فوت ہو گئے ہیں اور آپ کی

marfat.com
Marfat.com

روح کو آسمان پر اُٹھایا گیا ہے نہ کہ جسم کو غلط ہے جہالت ہے۔ رافعک میں لفظ غیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پورے زندہ مراد ہیں قادیانیوں کا کفریہ اور شیطانیہ عقیدہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ حضرت زکریا نے بشارت سنا کر اپنے بیٹے کی ولادت پر حیرانی اور تعجب سے سوال عرض کیا تو رب تعالیٰ نے اس کے جواب میں خود زکریا علیہ السلام کی ولادت کا ذکر فرمایا حالانکہ حضرت زکریا کی ولادت کوئی تعجب خیز نہ تھی اسی طرح کی ولادتیں مطابق عادت و قانون دن رات ہزاروں لاکھوں ہوتی رہتی ہیں۔ چاہیئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا۔ اور بتایا جاتا کہ تم کو بغیر نطفہ کے پیدائش پر تعجب ہو رہا ہے ہم نے تو تم سے پہلے بالکل ہی ابتداءِ انسانیت میں آدم کو بغیر والدین اور بغیر رحم مادر کے پیدا فرما دیا۔ وہ پیدائش اس پیدائش یحییٰ سے کہیں زیادہ تعجب خیز تھی جب وہ ہمارے لیے مشکل نہیں تو یہ کیوں مشکل ہو گی یہ بھی ضعیف۔ مگر یہاں زکریا علیہ السلام کی ولادت کا ذکر فرمایا گیا الٰہی کیا وجہ۔ **جواب**۔ چونکہ سوال میں ولادت کا ذکر تھا اس لیے جواب میں بھی ولادتِ زکریا علیہ السلام کا ذکر کیا گیا۔ اصل مقصود سمجھانا یہ تھا کہ لَمْ تَكُ شَيْئًا۔ یعنی نیست سے ہست کرنا عدم سے وجود میں لانا لہٰذا کسی بھی پہلی انسانی ولادت کا ذکر کر دیا جاتا تب بھی نیست و ہست کا مسئلہ حل ہو جاتا لیکن خود حضرت زکریا کا ذکر کرنا جلدی سمجھ آنے کے لیے فرمایا گیا۔ اس لیے کہ اپنی واردات جلدی سمجھ آتی ہیں۔ حضرت آدم کا ذکر اس لیے نہ فرمایا کہ وہاں ولادت نہیں ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے پہلے تو خود بیٹے کی ولادت کی دعا مانگی کیونکہ دعا میں ذُرِّيَّةً۔ طَيِّبَةً۔ اور وَلِيًّا۔ جیسے الفاظ ہیں لفظ۔ ذُرِّيَّةً اگرچہ ہر قسم کی اولاد کو شامل تو ہے لڑکی ہو یا لڑکا۔ مگر وَلِيًّا کے لفظ نے لڑکے کو خاص کر دیا کیونکہ لڑکی وَلِيًّا۔ یعنی جانشین نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بیٹے کی دعا مانگنے کے بعد جب بشارت ملتی ہے تو خود ہی حیرانی سے انکاری سوال بھی کر دیتے ہیں کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی کیا وجہ؟ **جواب**۔ ہم نے تفسیر میں اس کی وضاحت کر دی ہے کہ یہ سوال نہ انکاری تھا نہ تعجب اور حیرانی کا۔ بلکہ خوشی کے جذبات سے سرشار ہو کر طریقہ و ولادت اور نوعیت و کیفیت کا سوال تھا کہ کس طرح ولادت ہو گی قانونی عادت کے مطابق والدین کے نطفہ سے اور یہ کہ صرف نطفہ پیدا کر دیا جائے گا یا کہ میرا بڑھاپا اور بیوی کا بانجھ پن (عقر) ختم کر کے یا دونوں کو جوان کر کے یا اس طرح قدرت الٰہیہ کے کرشمہ سے یہ سوالِ انکاری نہیں کیونکہ قدرت الٰہیہ پر سوالِ انکاری کفر ہے اور کفر تو درکنار انبیاء کرام سے تو معمولی خطا بھی ناممکن و محال ہے کیونکہ وہ ہستیاں معصوم ہوتی ہیں۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں ارشاد فرمایا گیا کہ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔ مفسرین اسلام نے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی فرمائی ہے کہ نہیں بنایا ہم نے اس یحییٰ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے [illegible] نہ تو بہت سے ان سے پہلے

marfat.com
Marfat.com

گزرے بلکہ ان سے بھی افضل انبیاء کرام پہلے ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم، موسیٰ، اور داؤد علیہم السلام ان سے افضل تھے۔ تو پھر ان کو سمیّاً یعنی بے مثل کیوں فرمایا گیا۔؟ جواب۔ سابقین مفسرین تو اپنی عادت کے مطابق ہر سچا جھوٹا۔ درست۔ اور غلط قول نقل کرتے چلے جاتے ہیں نقل کر دینے سے یہ ضروری نہیں کہ صاحب تفسیر کے نزدیک یہ قول درست بھی ہو۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ تفسیر غلط ہے

اقوال بالکل غلط ہیں پھر بھی نقل کر دیتے ہیں یہی حال ہمارے شارحین کا ہے مگر فقہاء اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ سچے جھوٹے اور صحیح۔ غلط کی نشاندہی کرتے جائیں ہماری یہ تفسیر چونکہ فقیہانہ طرز و طریقے پر ہے اس لیے ہم نے اپنی تفسیر میں اس قول کی تردید کی ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ سمیّاً کا صحیح معنی ہے نام۔ یعنی لفظ یحییٰ پہلے کسی کا نام نہ رکھا گیا۔ یہی تمام جمہور علما کا قول ہے۔ لیکن اگر سمیّاً کا معنی بے مثل و بے نظیر ہی کیا جائے تب اعتراض کا جواب اس طرح ہے کہ یہاں بے مثل سے افضلیت مراد نہیں۔ بلکہ مقصود مراد یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام میں بعض خصوصی صفات رب تعالیٰ نے ایسی پیدا فرمائیں تھیں جو ان کے علاوہ ان سے پہلے کسی انسان میں نہیں ہوئی نہ کسی نبی علیہ السلام میں نہ کسی امتی میں۔ مثلاً خصوصی اور بے مثل ولادت۔ اور زاہدانہ زندگی، شرم، دنیا کی دنیاداری گھر بار سے قطعاً علیحدگی۔ دنیا کی ہر چیز سے بے رغبتی، ہر وقت تبلیغ سیّداً و حصوراً۔ ہونا۔ پھر نبوّاً نابا یعنی میں ہی نبوت کی تبلیغ کا حکم مل جانا اور تین وقتوں میں سلامتی کا اللہ کی طرف سے تذکرہ فرمایا جانا۔ اور ضان ہونا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو پہلے کسی اور شخص کو بھی نہ ملیں مگر ان خصوصیات سے افضلیت لازم نہیں واللہ ورسولہ اعلم۔

آیت ۷ تا ۱۱ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ یَحْیٰی ۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۔

تفسیر صوفیانہ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا ۔

اے روح حیات جسمیہ۔ بے شک ہم فلک اعلیٰ سے تجھ کو بشارت قبولیت التجا سے تھفۂ انوار عطا فرماتے ہیں ایک قلب مطیع کا جس کا اسم ذاتی حیات ایمانی و عرفانی کا یحییٰ ہے جس کو رب کریم نے اپنے نور سے زندگی بخشی اور مقام قرب کی جلا بخشی اور اس کو آغوش معرفت میں زندہ کیا ایسی حیات خصوصیہ عالم جسدیہ میں اس سے پہلے کسی کو نہ ملی نہ عقول عشر کو نہ نفوس افلاکیہ کو نہ حواس خمسہ کو نہ دنیا و جو اجسام ہیں نہ عالم ملکہ میں جسد عنصری میں قلب عارفین ہی وہ مقبول مبارک ہے جو بلا واسطہ فیض الوہیت قبول کرتا ہے اور یہی یحییٰ بدنی آمانۃ اسرار کو اٹھانے والا ہے حدیث قدسی میں ہے کہ میری امانت لاھوتی لامکانی کو صرف میرے بندۂ عارف کا قلب مطیع ہی اٹھانے کی گنجائش رکھتا ہے اور ایسے ہی قلب مومن میں تجلیات رب سما جاتی ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلٰکِنْ یَّسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ ۔ اُسی ہی عقل و فکر نے رب تعالیٰ

Marfat.com

کو پہچانا جس نے اپنے قول و فعل تصور اور ارادے میں سنتِ نبوی کو حاکم اجسام بنایا ایسا ہی قلب و عقل نفس و ضمیر کے دھانِ باطنی سے حکمت کی باتیں نکلتی ہیں۔ اور ایسا ہی دل حیاتِ ابدی کا کنجی و قفلی ہوتا ہے اور جس نے اپنے نفس اور قول و فعل میں خواہشاتِ ذلیلہ دنیویہ کو مسلط کیا اُس نے بدعتِ سیئہ کا ارتکاب کیا۔ ان ہی بدعاتِ سیئہ سے روحِ حیات کو خفیۃ الوالیہ کا خدشہ و اندیشہ ہوتا ہے اُس جسم پر عذابِ الٰہی جلدی آتا ہے جو ظلم کرتا دیکھے اور ظالم کو نہ روکے بہت بڑا جہادِ روحانی و جسمانی یہ ہے کہ ظالم بادشاہ اور جابر حاکم کے سامنے بھی حق و انصاف عدل و سچائی کی بات کہدی جائے۔ کہ یہ مظلوم کا حق ہے مظلوم کی بددعاؤں سے ہر عضو باطن و ظاہر اور افرادِ انسانی کو بچنا چاہیئے کیونکہ یہ بارگاہِ صمدیت تک بہت جلدی جاتی ہے اگرچہ ندائے خفیہ ہو۔ مغفرت اور رحمت و برکت کے خزانوں کی بشارتیں کشادہ روئی اور شیریں زبانی سے ملتی ہیں۔ زیادہ بلا وجہ تیوری کھا کھا کر تجارتِ دنیا اور مالِ فانیہ تو بڑھایا جا سکتا ہے مگر رحمت و برکت کی کمائی گھٹ جاتی ہے اور اسرارِ الٰہیہ کی بشارتیں بند ہو جاتی ہیں درسگاہِ صمدانی کی بشارۃ عظمیٰ کو سن کر روحِ حیات کی قوتِ تازگی خوشنودیِ ایمانی سے لبریز ہو کر تسکین و قرار کے لیے زکریا باطنی عرض سوالی کرتا ہے کہ خلفشارِ جسمانی کے اس یلغارِ ضعیفی میں قلبِ منور کی عطا کس طرح ہوگی میری قوتِ بدنیہ بانجھ ہے اور میں روحِ حیات تعلقِ حجاب کا طولِ ترمانی کے سبب انفاسِ عمرِ طویل سے گزرنے کی وجہ سے خشک مزاجی کے ضعفِ عناصر کی دہلیز شیبۃ کبر باطن پر ہوں جہاں افتراقِ روح و جسم کا تقرب یقینی کا ظہور عیناً ہوتا ہے۔ ان عناصرِ عمل کی کمزوریوں میں قوتِ قلبی کا ظہورِ ولادت کس طرح ہو۔ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۔ عاطفِ غیبی سے جواب یہی آتا ہے کہ سب کچھ عالمِ امر سے اسی طرح ہوتا چلا آرہا ہے اور ہوتا چلا جائے گا محبوبانِ بارگاہ کے ہر سوال کا احترام کیا جاتا ہے جواب تسکین عطا فرمایا جاتا ہے اے سائلِ روحِ حیات تیرے رب نے تیرے سوالِ ناز کا جواب کریمانہ عطا فرمایا کہ یہ خلقتِ قلب اور اُس کے اوصافِ حمیدہ و قوتِ لازوال اور وُسعتِ باکمال کا پیدا کرنا مجھ پر نہایت ہی آسان ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ بے شک میں نے ان تمام اشیاء نفس و نفوس تکدر و سرور خیر و شرور عقلِ غیور سے پہلے تجھ کو پیدا فرمایا حالانکہ تو کچھ بھی نہ تھی تیرا مادہ نہ مصدر نہ منبع نہ مخزن نہ معدن نہ اصل نہ فرع نہ تو تیرے لیے دعائے التجاء نہ تیری طلب نہ خواہش نہ کسی کو تیری آس نہ اُمید نہ تیرا نام نہ نشان ترکی اعتبار سے کچھ بھی تو نہ تھی میں ہی تجھ کو بنانے والا میں ہی پیار کرنے والا میں نے مساوی مخلوق کو کُن فَیَکُوْنُ سے بنایا مگر تجھ کو خَلَقْتُ بِیَدَیَّ کا اعزاز و اختصاص بخشا اسی لیے تو نے اَمْرِ رَبّی کا لقبِ قُربِ جمال پایا خلوصِ اطمینان تصوف ۔ فقہ [illegible] پر [illegible] قلبی تیرے تو مولود قلبِ

marfat.com
Marfat.com

مرکی کے خزانے ہیں جو تبری وراثتِ اجداد ہے۔ شریعت ان خزانوں کی چابی ہے اور طریقت ان کا مخزن و معدن ہے علم اُس قلب کی تابلیتِ ولایت ہے اِسی علمِ معرفت کے ذریعے قلب منور روحِ حیات کا سچا اور ابدی جانشین بنتا ہے علمِ کلامِ الٰہی قلب کی حیاتِ طویل ہے۔ اجسام و اعضاء کی زندگی روح کے موجود اور تعلق بدنی سے ہے مگر قلب روح کے بغیر بھی یحییٰ و اسرار ہے روح کی تخریج و تفریق بدن کی موت ہے ان کی نہیں بہت سے مردہ دل لوگ روح و بدن کے باوجود مردہ ہیں مگر زندہ دل لوگ تخریجِ روح کے باوجود بھی بل اُحیاءٌ ہیں۔ (از تفسیر معانی و بیان)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً ؕ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ

عرض کیا اے میرے رب سمجھا دے مجھ کو کوئی علامت فرمایا کہ تمہاری علامت یہ ہوگی کہ تم کلام

عرض کی اے میرے رب مجھے کوئی نشانی دیدے۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین

النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ

لوگوں سے نہ کرسکے گے مسلسل تین راتیں حالانکہ کامل تندرست ہوگے۔ پھر کبھی وہ نکلے اپنی امت کے سامنے

رات دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہوکر تو اپنی قوم

مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً

تو اشارہ کیا ان کی طرف کہ تم لوگ خود ہی اپنی عبادت ادا کرو فجر والی بھی

برمسجد سے باہر آیا تو انہیں اشارے سے کہا کہ صبح و شام

وَّعَشِیًّا ﴿۱۱﴾ یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَیْنٰهُ

اور مغرب والی۔ اے یحییٰ پکڑے رہو اسی کتاب کو قلبی قوت سے اور دی ہم نے انکو

تسبیح کرتے رہو۔ اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی

marfat.com
Marfat.com

الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَ

ایک شریعت شیر خوارگی میں ہی اور دی ہم نے عقل کامل اپنے قرب خاص سے اور پاکیزگی اور

میں نبوت دی۔ اور اپنی طرف مہربانی اور ستھرائی اور کمال

كَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا

تھے وہ ابتدا سے متقی اور فرمانبردار اپنے والدین کے اور نہ تھے وہ تنگ مزاج نہ تھے

ڈر والا تھا اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا۔ زبردست

عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ

گنا ہگار ۔ اور ہر شان کی سلامتی و بقا ہے ان پر اُن کی ولادت کے وقت سے اور وفات کے وقت سے

نافرمان نہ تھا اور سلامتی ہے اُس پر جسدن پیدا ہوا اور جسدن مرے گا

وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ ع

اور قیامت کے ابدی زندگی کے تمام وقت میں

اور جس دن زندہ اُٹھایا جائے گا

تعلقات ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت کریمہ میں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے اولاد ملنے پر حیرت کا اظہار عرض کیا تھا جس کا جواب رب تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو تم کو پیدا کر دیا۔ لہٰذا تمہاری بڑھاپے اور بانجھ پن میں اولاد پیدا کرنا کیا مشکل ہے اب ان آیت میں حضرت زکریا کا فقط اطمینان قلبی کے لیے پیدائش فرزند کے دن کی علامت معلوم کرنے کا ذکر ہے دوسرا تعلق پچھلی آیت میں اولاد جسمی نعمت ملنے کا تذکرہ ہوا۔ اب ان آیت میں نعمت ملنے پر شکریہ اور تسبیح و تہلیل اور ذکر الٰہی کرنے کا ذکر ہے کیونکہ نعمت کی شان ہے تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت زکریا سے گفتگو کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں اُن کو ملنے والے فرزند ارجمند کی جوانی اور ان کو بچپن میں ملنے والی نعمت [illegible] حضرت یحییٰ سے رب تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

کی گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۔ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۔ قال ۔ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا رَبِّ ۔ یا حرف ندا ہے رَبِّ مرکب اضافی منادیٰ ہے اِجْعَلْ ۔ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر جَعْلٌ سے بنا ہے۔ یہاں اس کے معنی ہیں۔ بتانا ۔ دینا ۔ سمجھانا۔ یہ مصدر بہت معنی میں مشترک ہے ۔ کبھی لازم کبھی متعدی بیک مفعول ۔ کبھی بدو مفعول۔ یہاں بدو مفعول ہے۔ لِیْ جار مجرور اس کے پہلے مفعول کی جگہ۔ اٰیَۃً ۔ اسم مفرد مؤنث ۔ بمعنی نشانی ۔ علامت یہ دوسرا مفعول ہے۔ اِجْعَلْ دونوں مفعولوں اور فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔ قَالَ فعل بافاعل جملہ فعلیہ قول آیتُ ۔ مضاف لٹ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مبتدا ۔ اَلَّا ۔ دراصل ہے اَنْ لَّا تُكَلِّمَ ۔ اَنْ حرف مشارع کو نصب دینے والا لَا تُكَلِّمَ ۔ باب تفعیل کا فعل مضارع معروف منفی بلا واحد مذکر حاضر اَنْتَ اس میں ضمیر اس کا مرجع ذکر یا ہے فاعل ذوالحال سے النَّاسَ ۔ الف لام جنسی ہے یعنی جنس انسان ۔ یا استغراقی ہے یعنی تمام انسان ۔ مفعول بہ ثَلٰثَ ۔ اسم مفرد عددی جامد ۔ ممیز مضاف لَیَالٍ ۔ اسم جمع مکسر ۔ اس کا واحد لَیْلٌ ہے بمعنی رات یہاں مراد ہے رات دن ۔ یعنی اتنا وقت اتنا مسلسل زمانہ یہ تمیز مضاف الیہ ۔ دونوں مل کر ظرف زمانی ہوا لَا تُكَلِّمَ کا سَوِیًّا ۔ اسم صفت مشبہ مبالغہ یعنی زیادتی بیان کرنے کے لیے بروزن فَعِیْلٌ ۔ اس کی جمع مکسر ہے اَسْوِیَاءُ ۔ بمعنی برابر ۔ سَوِیٌّ سے مشتق ہے ۔ ہر وہ چیز جس میں کسی قسم کی کمی زیادتی ۔ کمیت ۔ کیفیت میں اعتدال ہو نہ افراط ہو نہ تفریط ۔ ہر اعتبار سے درستی ہو ۔ یہاں مراد ہے صحت مندی تندرستی ۔ یہ حال ہے لَا تُكَلِّمَ کے فاعل اَنْتَ پر شدید کا ۔ یہ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر مبتدا ۔ دونوں جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ ہوا قَالَ کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہوگیا ۔ فَ تعقیبیہ خَرَجَ فعل ماضی مطلق واحد غائب باب نَصَرَ ھُوَ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل عَلٰی قَوْمِہٖ ۔ مرکب اضافی جار مجرور متعلق اوّل ہے مِنَ حرف جر ابتدائیہ یا بمعنی فی یعنی میں سے یا بمعنی اِلٰی یعنی طرف سے ۔ الف لام عہد خارجی یعنی وہ محراب جس کا سب کو پتہ ہے ۔ مِحْرَابِ اسم آلہ بروزن مِفْعَالٌ ۔ بمعنی اسم ظرف ۔ مَحِیْبٌ کی جگہ ۔ حَرْبٌ سے مشتق ہے ۔ لفظ حرب تین معنی میں مشترک ہے ۱ آرام سکون پانا ۲ آگے ہونا ۳ جنگ کرنا چنانچہ اور بالا خانے کو عربی میں محراب پہلے معنی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ انسان سب سے علیحدہ ہوکر سکون میں چلا جاتا ہے خصوصی عبادت و ورد وظیفہ میں ۔ نہ وہ ایسی ہی خلوت گاہ میں آرام سے کرتا ہے ۔ یہاں یہ ہی مراد ہے اسی کی جمع مکسر ہے محاریب ۔ مسجد کی اگلی [illegible] کی جگہ کو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مسجد میں سب سے

marfat.com
Marfat.com

آگے ہے یا اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہاں شیطان سے نفسیاتی غائبانہ جنگ ہوتی ہے۔ قلعوں اور محلوں کو محاریب فرمایا گیا اس اعتبار سے کہ وہاں دشمن سے جنگیں ہوتی ہیں۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے خرج کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَ تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ یعنی پھر اشارۃً کہا اَوْحٰی۔ باب اِفعال ماضی مطلق واحد غائب اس کا فاعل ذکریا ہیں ھُوَ پوشیدہ کا مرجع اِلَی حرف جر ہم ضمیر بارز (ظاہر) کا مرجع قوم ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اَوْحٰی کا۔ اَنْ تفسیر یہ سَبِّحُوْا۔ باب تفعیل کا فعل امر حاضر جمع مذکر تَسْبِیْحٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تسبیح۔ یعنی سُبْحَانَ اللہ پڑھنا۔ یا مطلقاً اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا یا عبادت کرنا بُکْرَۃٌ۔ باب نَصَرَ کا صفت مشبہ بروزن فَعْلَۃٌ قُبْلَۃٌ فَضْلَۃٌ یعنی ابتدائی وقت یا ابتدائی عبادت یا ابتدائی حالت یہاں مراد ہے بہت صبح مویرے۔ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ عَشِیًّا اسم مشتق صفت مشبہ۔ بروزن فعیلاً وَ لَیًّا وغیرہ۔ یعنی شام۔ رات۔ اس کا لغوی ترجمہ ہے۔ جھکنا۔ اُترنا۔ آسانی ہونا۔ سورج کے ڈھلنے سے رات کے آخری حصے تک عَشِیًّا اسی معنی میں کہتے ہیں رات کے کھانے کو عَشَا اسی معنی میں کہا جاتا ہے وہ سب کاموں سے فارغ ہو کر آسانی سے کھایا جاتا ہے یہاں مراد ہے نمازِ مغرب کا وقت معطوف ہے۔ بُکْرَۃً وَعَشِیًّا دونوں مل کر ظرف ہوا سَبِّحُوْا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مقول ہوا اَوْحٰی کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَکٰوۃً وَ کَانَ تَقِیًّا وَّ بَرًّا بِوَالِدَیْهِ وَ لَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۔ یا حرف ندا قائم مقام دَعٰی فعل۔ یعنی پکارا اللہ نے یَحْیٰی اسم مفرد معرفہ یہ منادیٰ اگلی عبارت بیانِ ندا ہے۔ خُذِ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ اَنْتَ پوشیدہ ضمیر ترجمہ ہے تو تھام لے۔ پکڑ لے۔ لے لے۔ اَلْکِتٰبَ۔ الف لام عہد خارجی کِتٰبَ اسم مفرد جامد بمعنی مکتوب یعنی لکھی ہوئی تحریر یا۔ لکھی جانے کے قابل، معاہدہ کیا ہوا۔ فرض کیا ہوا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے مفعول یہ ہے بِقُوَّۃٍ اسم مفرد جامد بمعنی ہمت۔ قَوِیَ سے ہے دسوں معنی میں مشترک ہے۔ طاقت ہمت۔ غلبہ پانا۔ خالی ہونا۔ رُک جانا۔ مضبوط ہونا۔ قدرت ہونا۔ کوشش کرنا۔ قابلیت۔ استعداد ہونا۔ اس کا صفت مشبہ ہے قَوِیٌّ۔ اس کی جمع ہے اَقْوِیَاءُ تثنیہ ہے قَوِیَّیْنِ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے خُذْ فعل امر کے۔ سب مل کر جملہ ہو کر بیان ہوا ندا۔ منادیٰ اور بیان مل کر مقول یہ ہوا اُوْحِیَ فعل ماضی پوشیدہ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مکالمہ بعض نحات۔ جملہ فعلیہ نہیں بناتے بلکہ یا کو اپنے منادای اور بیان سے ملا کر جملہ مذیّیہ کر کے مکمل کر دیتے ہیں۔ مگر ہماری ترکیب عام مروج ہے۔ واؤ سر جملہ فعلیہ اٰتَیْنَا فعل ماضی مطلق۔ جمع متکلم فاعل اللہ تعالیٰ یعنی ہم نے دیا۔ ہٗ ضمیر واحد غائب مفعول یہ اوّل صَبِیًّا اسم مفرد مشتق صفت مشبہ بروزن فعیلا قَوِیَ سے مشتق ہے۔ تحلیل نحوی اس کی [illegible] کوئی سے بدل کر دیا دغام

marfat.com
Marfat.com

کر دیا گیا صَبِیًّا ہو گیا۔ اس کا مؤنث صَبِیَّۃٌ یا صَبِیَّۃٌ ہے اس کی جمع مذکر مکسر صِبْیَانٌ ہے اور جمع مؤنث صِبْیَاتٌ ہے ترجمہ ہے بچپن۔ بچہ بچی۔ ولادت سے بلوغت تک زمانۂ بچپن ہے۔ مگر صحیح قول میں ولادت سے دُھائی سال تک جو حرمتِ رضاعت کا زمانہ ہے وہ صَبُوَّۃٌ یعنی بچپنہ ہے۔ ایک قول میں دودھ کی شیر خوارگی و رضاعت کی مدت دو سالہ زمانے کو صَبِیًّا کہا جاتا ہے۔ مگر پہلا حرمت والا قول درست ہے۔ یہ مفعول فیہ ہے اَلْحُکْمَ اسم مفرد جامد معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عطف۔ حِنْکٌ کے لیے حَنَانًا۔ اسم مفرد حاصل مصدر۔ باب ضَرَبَ میں گردان ہوتی ہے۔ یعنی شفقتِ قلبی۔ نرم دلی شوقِ عبادت عقل و شعور۔ رحم دلی یہاں سب معنی مناسب ہیں۔ مِنْ لَدُنَّا۔ مِن حرف جر لَدُنَّا مضاف ناقص الیہ۔ یہ مرکب اضافی مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق ہے اٰتَیْنَا کا۔ واؤ عاطفہ زَکٰوۃً اسم حاصل مصدر زَکٰوٌ سے بنا ہے یعنی پاکیزگی۔ قدرتی فراوانی و کثرت و برکت یہاں پہلے معنی ہیں معطوف ہے حَنَانًا پر۔ اَلْحُکْمَ اپنے دونوں معطوف سے مل کر مفعول بہ دوم ہوا۔ اٰتَیْنَا کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ کمتی ہوا۔ واؤ سر جملہ کَانَ ناقصہ تَقِیًّا صفت مشبہ بروزن فَعِیلٌ یعنی متقی معطوف علیہ واؤ عاطفہ بَرًّا۔ اسم مفرد مصدر۔ یعنی اسم فاعل بَارٌّ۔ اس کا مصدر مادہ اصلاً بَرَرَ مضاعف ثلاثی ہے رَکَارَ میں ہم مخرج و ہم جنس ہونے کی وجہ سے اِدغام کیا گیا۔ اس کا ایک تلفظ بِرٌّ بَرٌّ کے کسر سے بھی ہے یعنی فرمانبرداری اطاعت عَنْ اور عقوق یعنی نافرمانی کی ضد یہاں بَرًّا کا ترجمہ فرمانبرداری خدمت گزاری کر کے خوش رکھنے والا۔ یہ معطوف ہے تَقِیًّا پر دونوں مل کر خبر ہے کَانَ کی بِوَالِدَیْہِ۔ ب جارہ متعدی یعنی مفعول بہ بنانے والا۔ وَالِدَیْ۔ اسم تثنیہ مذکر۔ دراصل والدین تھا یعنی والد اور والدہ، ہ ضمیر کا مرجع یحییٰ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے کَانَ اپنے پرشیدہ ضمیر ھُوَ۔ اسم اور خبر و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ خبریہ ہو گیا وَلَمْ یَکُنْ جملہ لَمْ یَکُنْ فعل مضارع منقبل معروف نفی جحد لَمْ یعنی ماضی ناقصہ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم۔ جَبَّارًا اسم مُبالغہ بروزن فَعَّالٌ جَبَّرَ سے مشتق ہے یعنی سخت طبیعت خبر۔ ہے عَصِیًّا۔ اسم صفت مشبہ یعنی فاسق فاجر گنا ہگار خبر دوم ہے۔ لَمْ یَکُنْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مکمل واؤ سر جملہ (استیناف ابتداءِ کلام کے لیے) سَلَامٌ۔ اسم فاعل کا یَوْمَ اسم مفرد جامد عامل مصدر یعنی سلامتی۔ حفاظت۔ بقاء (فنا سے دور) یہاں تینوں معنی ہیں سَلَّمَ مادہ ہے بروزن فَعَالٌ تَفَعَّلَ سے کتابت وغیرہ مبتدا ہے۔ علیہ جار مجرور متعلق ہے حَاصِلٌ پوشیدہ اسم فاعل کا یَوْمَ اسم مفرد جامد ظرف زمانی کے لیے یعنی وقت مضاف ہے وُلِدَ فعل ماضی بافاعل غائب جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ یَوْمَ۔ اسم یعنی وقت مضاف ہے یَمُوْتُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ یَوْمَ اسم مفرد ظرفیہ یعنی وقت یُبْعَثُ فعل مضارع مجہول ان تینوں فعلوں میں فاعل [illegible] کا جو مجہول ہے۔ بَعْثٌ سے مشتق ہے یعنی

marfat.com
Marfat.com

اٹھایا جاتا حَیًّا اسم مفرد حاصل مصدر یعنی اسم فاعل یا یہ خود صفت مُنْعِم بروزن فَعِیل۔ در اصل حَیِیٌّ تھا یعنی زندگی والا ترجمہ ہے زندہ ہو کر یہ حال ہے یُبْعَثُ کے پوشیدہ فاعل کا یُبْعَثُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ۔ یَوْمَ کا یہ مرکب اضافی معطوف ہوا سب عطف مل کر حاصل کا ظرف ہوا۔ حاصل اپنے پوشیدہ ہُو ضمیر جس کا مرجع سَلَامٌ ہے۔ اور اپنے متعلق وظرف سے مل کر خبر ہے مبتدا کی سلام مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ مکمل ہوا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۔

تفسیر عالمانہ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا جواب سُن لیا۔ تو خوشی سے سرشار ہو کر عرض کیا کہ اے میرے محسن و منعم رب کریم میں چاہتا ہوں کہ بیٹا ہو تا کہ اُس نعمت کا شکر یہ تیری بارگاہ قدس میں ظہور ملاقات کے وقت سے ہی شروع کر دوں لہٰذا اپنے کرم سے مجھ کو یہ بھی ارشاد فرما دے کہ فرزند کے قیام حمل کی نشانی کیا ہو گی۔ ویسے تو حمل کا پتہ تین ماہ بعد لگتا ہے مگر اے میرے رب میرے لیے کوئی پہلے ہی نشانی بنا دے جس سے اُس وقت اور اُس لمحہ اُس دن کا پتہ لگ جائے جس دن حمل ٹھہرے اور میں اُس کے شکر انے کی عبادت میں مشغول ہو جاؤں۔ یہ حضرت زکریا کا انتہائی انکسار ہے۔ ورنہ انبیاء کرام کا ہر لمحہ ہر سانس ہی عبادت الٰہیہ سے معمور مشغول ہوتی ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا ہر ذاتی عمل ہی عبادت ہے اگرچہ ہنگامی حاجاتی اتفاقی عمل ہو اسی لیے کبھی کوئی اُمتی خواہ کسی بھی نبی کا ہو کسی نبی سے اعمال میں کبھی بھی بڑھ نہیں سکتا۔ کتنا گستاخ و گمراہ ہے وہ شخص جس نے اپنی کفریہ کتاب میں لکھ ڈالا کہ کبھی کوئی اُمتی اعمال میں اپنے نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ اُس دشمن ایمان کو یہ پتہ نہیں کہ یہ ناممکن و محال ہے رب تعالیٰ نے اس عرض و معروض پر آپ ارشاد فرمایا تمہارے لیے نشانی یہ ہو گی کہ تم مسلسل تین رات تک کسی سے بات نہ کر سکو گے۔ دنیوی بات تمہارے منہ سے "ا" حرف نکلے گی اللہ تعالیٰ کا ذکر تسبیح تہلیل و رد و وظائف توراۃ کی تلاوت عبادت نفلی و فرض۔ اور ہر وقت کی نماز وغیرہ سب کچھ اپنی زبان سے ادا کرتے رہو گے صرف لوگوں سے مخاطب و متکلم نہ ہو سکو گے نہ پڑھا سکو گے نہ بتا سکو گے نہ دینی احکام حسب دستور روزمرہ سکھا سکو گے نہ دنیوی بات سمجھا سکو گے نہ گھر والوں سے نہ باہر والوں سے۔ ہاں البتہ خود سب کی سن بھی سکو گے اور سمجھ بھی سکو گے یعنی گونگے بہرے نہ ہو گے۔ سوِیًّا کا معنی ہیں دو قول ہیں (۱) مسلسل بغیر فاصلہ اور اس کا تعلق راتوں (لَیَالٍ) سے ہے اور یہی صحیح قول ہے (۲) تندرست صحت مند۔ گونگے نہ ہو گے نہ زبان کی لکنت ہو گی اور نہ ہی بہرہ پن۔ اس دعا۔ بشارت۔ عرض و معروض سوال و جواب کے بعد [illegible] بشارت کے وقت حضرت

marfat.com
Marfat.com

مریم کی عمر تقریباً چھ سال تھی اور ظہور حمل کے وقت انیس سال تھی وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم تیرہ سال گزرنے کے بعد جب ایک دن آپ عبادت کے لیے اپنے اہل خانہ کو آگاہ فرمانے لگے تو بات نہ ہوسکی اچانک آپ کو وہ علامات بشارت یاد آگئی۔ آپ بہت ہی خوش ہوئے باہر اپنے منتظر نمازیوں کے پاس آئے تب بھی آپ بات نہ کرسکے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحی عبادت کا پیغام نبایا یا اشارہ سے یا زمین پر لکھ کر اور یہ ہی درست ہے کیونکہ سورۃ آل عمران میں رمزاً فرما کر اس کی وضاحت کر دی گئی یا چھڑے و کاغذ پر لکھ کر ان لوگوں کو فرمایا کہ آج تم اکیلے ہی سبحان اپنی تسبیح کرو تمہارا مراد ہے یا ذکر اذکار و وظیفہ یا تلاوت کلام پاک۔ اپنے اپنے وقتوں میں یوقت فجر عشیاً سے مراد یا مغرب ہے یا عشا۔ بعض نے عصر سے عشا تک کا ابتدائی وقت مراد لیا ہے۔ حضرت زکریا اس سے پہلے صبح شام کی عبادت باہر مسجد میں آکر لوگوں کو کراتے تھے۔ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً ۔ وَکَانَ تَقِیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَیْہِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ۔ وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ۔

اس علامت کے ظاہر ہونے کے پورے نو ماہ بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوتی ہے آپ کی ولادت سکندر ذوالقرنین کے حملۂ بابل کے تین سو تیس سال بعد اور ولادت مسیح علیہ السلام سے چھ ماہ پہلے ہوئی (تغیر طبری) اور ابھی آپ پانچ سال کے نابالغ ہی تھے ایک قول یہ ہے کہ پندرہ سال کے بالغ ہوئے ہی تھے کہ آپ کو تبلیغ نبوت کی اجازت مل گئی اس طرح ان کے بھانجے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی پندرہ سال کی عمر میں اعلان نبوت اور تبلیغ احکام کی اجازت مل گئی تھی یہ ان کی خصوصیات میں سے ہے اسی خصوصیت کا ذکر یہاں ہو رہا ہے کہ اے یحییٰ خُذِ الْکِتٰبَ۔ کتاب یعنی توریت کو یا توریت و زبور دونوں کو یا مراد ہے شریعت اور خُذْ سے مراد ہے اس کتاب کی تلاوت اور عملی زندگی اور اپنی مبعوث الیہ موجودہ اُمّت بنی اسرائیل کی ہدایت میں اپنے والد بزرگ حضرت زکریا علیہ السلام کی جانشینی۔ یہاں رب تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کی گیارہ صفات مبارکہ ذکر فرمائیں تو صفات مثبتہ یعنی ہونے والیں اور دو صفت نہ ہونے والیں (سالبہ)، ہم نے ان کو بالکل بچپن میں ہی اعلان نبوت کی اجازت دے دی یعنی بلوغت سے پہلے ہی اور انہوں نے عملاً قولاً تبلیغاً اور علم توریت و زبور کی تدریس و تفہیم لوگوں میں شروع فرما دی اس وقت آپ کی عمر شریف مختلف اقوال سے دو یا تین یا پانچ سال کی تھی زیادہ درست قول پانچ سال کا ہے کیونکہ صبیاً یہاں تک کی عمر کو ہی عموماً کہا جاتا ہے ۔ حَنَانًا شفقت محبت نرم دلی والا یا علمی۔ عملی و مالی برکتوں والا خیال رہے کہ برکت مالی ہمیشہ ہی اچھی ہوتی ہے اس لیے کہ رحمت و رافت ہے اور وہ اچھی ہی ہوتی ہے مگر کثرت مالی اکثر نقصان دہ برکت مالی کی علامت کثرت مال کی [illegible] کرنا ہر قسم کی پاکیزگی و طہارت

marfat.com
Marfat.com

کوشش مل ہے ظاہری باطنی رومی قلبی مالی دینی دنیوی (ع ۱) متقی یعنی اللہ کی اطاعت کا ملہ اس کی صحبت دیدبہ خشیت میں رہنا (ع ۱) بَرًّا بِوَالِدَیْہِ وَالِدَین کے سامنے عاجزی وانکساری سے خدمت گزاری کرنا ہمہ تن خدمت میں مشغول رہ کر خدمت گزاری کرنا۔ پورا۔ پورا خیال ہر ضرورت کا ہر وقت رکھنا (ع ۱) جَبَّارًا یعنی سخت مزاج نہ ہونا (ع ۱) کبھی نافرمانی نہ کرنے والا (ع ۱) ولادت کے وقت شیطانی شرارت سے سلامتی ملی کہ جس طرح ہر بچہ ولادت کے وقت روتا ہے وہ ابلیس یا کسی ابلیسی شیطان کی شرارت کی وجہ سے ہوتا ہے حدیث پاک میں ہے کہ شیطان بچہ کو انگلیاں مارتا ہے اس لیے ولادت کے وقت ہر بچہ روتا ہے مگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں بلکہ کسی شیطن کی ہمت ہی نہیں پڑتی وہاں تک آنے کی انبیاء کرام کی تو اپنی قوت کا عالم یہ ہے کہ اگر وہ بوقت ولادت یا کسی وقت ابلیس اور اس کی ذریت کو غضب کی نگاہ سے دیکھ بھی لیں تو وہ سب جل کر خاک ہو جائیں (ع ۹) بوقت وفات ہر قسم کی سلامتی (ع ۱) میدانِ محشر میں ہر طرح کی سلامتی نہ اپنی فکر نہ کسی اور کی (ع ۱) ان سب صفات کو رب تعالیٰ کا خود ذکر فرمانا یہ وہ خصوصیت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حاصل نہیں کیونکہ یہ صفات حضرت عیسیٰ کی قرآن کریم میں مذکور ہیں مگر انہوں نے اپنی زبان پاک سے خود ادا فرمائیں۔ انسان پر تین دن ہی سخت رکھے گئے (ع ۱) ولادت کا دن (ع ۲) وفات کا دن (ع ۳) محشر کا دن مگر انبیاء کرام پر یہ تینوں دن بھی سلامتی کے دن ہوتے ہیں اس لیے خصوصیت سے ان تین دنوں کا ذکر کیا گیا تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ جو مسلمان بچہ پانچ چھ سال کی عمر میں پورا قرآن مجید ناظرہ پڑھ لے اس کو بھی اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا کا انعام ملتا ہے۔ روایت میں ہے کہ خُذِ الْکِتٰبَ کا معنیٰ ہے۔ قوتِ قلبی جسدی اور مستقل مزاجی اور کوشش سے کاربند رہنا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام تقریباً پچیس سال حیات رہے اور بہت اچھے طریقے سے اپنے والد پاک کے جانشین ثابت ہوئے دن رات خدمتِ بیت المقدس کی ذمہ داری نبھائی اور تبلیغ رسالت ادا فرمائی یہاں تک کہ نہ گھر بنایا نہ شادی کی نہ کوئی کاروبار کیا چالیس سال چھ ماہ کی عمر پاکر شہادت کی وفات پائی خیال رہے کہ دنیا میں صرف یہودی قوم ہی وہ بدبخت قوم ہے جس نے انبیاء کرام کو قتل کیا۔ کل چار سو انبیاء کرام یا چار سو ستر انبیاء کرام یا صرف ستر انبیاء علیہم السلام شہید کیے گئے جن میں پانچ کا نام مشہور ہوا (ع ۱) یوشا (ع ۲) لیعیا (ع ۳) شعیب علیہ السلام (ع ۴) زکریا (ع ۵) یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا مگر رب تعالیٰ نے ان کو آسمان پر بلا لیا۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دفعہ شہید کرنے کا منصوبہ بنایا مگر ناکام رہے ایک دفعہ یہودیوں کے مشورے سے کفار مکہ نے ہجرت کی رات اور دوسری دفعہ یہود مدینہ نے دعوت میں بلا کر دھوکہ سے قتل کرنا چاہا مگر نبی پاک کو اپنی غیبی قوت سے بچا [illegible] لڑھکانا چاہا آپ کے

marfat.com
Marfat.com

قتل کا واقعہ اس طرح ہے کہ ہیرودیس یہودی اسرائیلی بادشاہ اپنی سگی بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا تھا اگرچہ یہ بھابھی بھی اس پر لاپلچ میں آکر راضی تھی اور یہ بیوہ عورت اپنے خاوند کی موت کے بعد فاحشہ و کافرہ بھی ہو چکی تھی لیکن شریعت توریت اور شریعت زکریا و یحییٰ میں یہ نکاح قطعاً حرام تھا حضرت یحییٰ سختی سے منع فرماتے تھے۔ بیوہ بھابھی نے مشورہ دیا کہ اُن کو قتل کرا دیا جائے ہیرودیس نے جوشِ عشق میں ایک آدمی کو مقرر کر دیا کہ جب رات کو آپ بیت المقدس میں اپنی عبادت میں مشغول ہوں تو خفیہ انداز سے ان کو قتل کر دینا اور سر کاٹ کر میرے پاس لے آنا۔ چند دن بعد اس ظالم کافر نے آپ کو رات میں بحالتِ سجدہ شہید کر دیا اور سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس لایا۔ بادشاہ نے وہ سر اپنی فاحشہ بھابھی کے پاس بھیج دیا۔ اس بیوہ جس کا نام نفرہ تھا اپنے بالاخانے سے اُتر کر خوشی خوشی نیچے آرہی تھی کہ سیڑھیوں سے پاؤں پھسلا جس سے دماغ پھٹا اور وہیں مرگئی اور قدرت خداوندی سے زمین میں دھنستی چلی گئی اور آپ کا سر مبارک بھی ساتھ ہی دھنس گیا۔ اس کی بیٹی یعنی ہیرودیس کی سگی بھتیجی فخرہ نامی کو آسی یا نوّے دن بعد جنگل میں جاتے ہوئے کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا وہ اُس کے زہر سے تیسرے دن مرگئی ہیرودیس پر بخت نصر بادشاہ نے حملہ کر کے شکست دی اور قیدی بنا کر ساتھ لے گیا۔ روزانہ اس کو اپنے غلاموں کے ذریعے کوڑے لگواتا تھا اور ذلیل کرنے کے لیے لونڈیوں سے سر پر جوتے لگواتا۔ بھوکا رکھتا جب وہ روتا بلبلاتا تب تھوڑا کھانا پانی دیتا۔ اسی حالت میں نہایت ذلت آمیز زخمی پیپ اور پھوڑوں کی حالت میں وہ کپڑے نہ پہن سکتا تھا۔ ننگا ایک کمرے میں پڑا رہتا۔ ایک سال بعد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا۔ خود کہتا تھا کہ میری اور میرے خاندان کی یہ ذلت آمیز تباہی بربادی قتلِ یحییٰ کی وجہ سے ہے۔ بخت نصر نے ایک دن میں ستر ہزار قتل کروائے بیت المقدس میں توڑ پھوڑ کی آگ لگوائی اور بقیہ تمام بنی اسرائیلی حکومتوں کو برباد کیا اور سب کو قیدی بنا لیا۔ لیکن حضرت یحییٰ کے گلے سے خون بند نہ ہوتا تھا اور بنی اسرائیل جانتے تھے کہ جب تک خون بند نہ ہوگا بنی اسرائیل کو اسی طرح قتل کیا جاتا رہے گا چنانچہ اُس دور کے ایک ولی اللہ جو آپ کی اُمت کے ہی ولی تھے حضرت ارمیاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے لوگوں نے عرض کیا اتنا عرصہ ہو گیا ہے بدنِ یحییٰ سے خون بند نہیں ہوتا اور جب تک خون بند نہ ہو دفن نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی بخت نصر کے حملے قتلِ عام بند ہو سکتا ہے (دمشق دفلسطین) تمام فتح ہو چکا تھا ظلم کا بازار گرم تھا بنی اسرائیل کی تمام بدمعاشیاں فنا ہو چکی تھیں تب حضرت ارمیاہ نے جسمِ مبارک کے پاس عرض اور التجا کی کہ اے خون اب بند ہو جا بہت قتلِ عام و ذلت ہو چکی ہے۔ آخر خون بند ہوا اللہ والوں نے تقریباً پچیس سال پہلے ولادتِ مسیح

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام کے دنوں میں حضرت زکریا کو ان کی تبلیغ دین ایمان اور شریعت کی پابندیوں سے تنگ آکر ایک بری تہمت لگا کر آپ کو شہید کیا تھا۔
وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ عبادت الٰہیہ اور اطاعت انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بڑی نیکی والدین کی خدمت ہے جو انبیاء کرام پر بھی فرض ہے یہ فائدہ رَبِّ بِوَالِدَیَّ فرمانے سے حاصل ہوا اس نیکی کا ذکر قرآن مجید کی بہت سی آیت میں ہوا ہے۔ دوسرا فائدہ۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر ادا ہر حالت ہر طریقہ دین کی شریعت اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے یہاں تک کہ ان کی اپنی بات اور اشارہ بھی وحی اور کلام الٰہی ہے۔ یہ فائدہ فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ فرمانے سے حاصل ہوا کہ حضرت زکریا نے عبادت کرنے کا اشارہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اشارہ کو وحی کا لقب عطا فرمایا۔ اب سوچو کہ جس کا محض اشارہ بھی بے مثل ہو وہ خود کیوں نہ بے مثل ہوگا۔ تیسرا فائدہ۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو کبھی کوئی ایسی بیماری نہیں لگ سکتی جو ان کی تبلیغ میں رکاوٹ بنے۔ یہ فائدہ سَوِیًّا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جب۔ اس کا معنی تندرست وصحت مند کیا جائے

احکام القرآن ان آیت پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ انبیاء کرام صرف رب تعالیٰ کے شاگرد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان ہستیوں کو عالم باطنی میں اپنے قرب خاص سے تمام کائنات کے علوم سے درس عطا فرما دیتا ہے یہ تمام علوم کے جاننے والے بن کر دنیا میں تشریف لاتے ہیں ان کو کسی سے کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان کے متعلق یہ کہنا کہ فلاں علم نہیں آتا یا جبریل سے کچھ سیکھا یہ گناہ ہے ایسا عقیدہ رکھنا گمراہی ہے یہ مسئلہ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا اور حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ تمام انبیاء کرام کو پیدائشی طور پر ولادت کے وقت بلکہ حکم مادر میں ہی نبوت مل جاتی ہے اور یہی علیہم السلام کو اسی وقت بچپن سے ہی پتہ ہوتا ہے کہ میں نبی ہوں اور اپنے علم نبوت سے وہ زمین وآسمان کی ہر چیز کو جانتے پہچانتے ہیں۔ ہر ہر فرشتے کو پہچانتے ہیں جو ایسا عقیدہ نہ رکھے وہ بدترین گمراہ ہے یہ مسئلہ خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ سے مستنبط ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو ان کی چھوٹی سی تین یا پانچ سالہ عمر میں خُذِ الْکِتٰبَ فرمایا۔ پوری توریت زبور اور شریعت طریقت کے جاری کرنے تبلیغ کرنے کی اجازت فرما دی نہ اس وقت پڑھایا اور نہ کسی سے پڑھنے کا حکم دیا۔ نہ حضرت زکریا نے پڑھانے کی طرف توجہ فرمائی۔ تیسرا مسئلہ صفات تین قسم کی ہیں ۱ بعض وہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اچھی صفت ہیں مگر بندوں کیلئے بری ۲ بعض بندوں کے لیے اچھی ہیں رب تعالیٰ کے لیے بری ۳ بعض وہ صفات ہیں جو دونوں [illegible] ہوتا ہے۔ ایسی صفات بندوں

marfat.com
Marfat.com

کے لیے بھی ماننا جائز ہے یہ مسئلہ وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا سے مستنبط ہوا کہ دیکھو۔ جبّار ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک بہت اچھی صفت ہے اور یہ لفظ جبّار رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں شامل ہے۔ مگر یہاں حضرت یحییٰ کا جبّار نہ ہونا اُن کی اچھائی ہے۔ لہٰذا بندے کا جبّار ہونا اُس کا عیب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شاندار صفت اس لیے بندے کو جبّار کہنا گناہ ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض کیا وجہ ہے کہ یہاں ثَلٰثَ لیالٍ فرمایا گیا اور آلِ عمران آیت ۴۱ میں ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فرمایا گیا حالانکہ ایک ہی واقعہ ہے۔ جواب دونوں جگہ بالکل درست ہے اور دونوں سے مراد زمانہ ہے جس کا مجموعہ وقتی دن رات ہوتا ہے۔ اور چونکہ ترتیب رفتار میں رات پہلے ہوتی ہے دن بعد میں اس لیے رات کا ذکر پہلی سورت مریم میں کیا گیا کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور باعتبار ترتیب نزول مکی سورتیں پہلے اُتریں۔ اور دن کا ذکر بعد والی مدنی سورۃ آلِ عمران میں ہوا۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ یہ تو بول سکنے کی سہ روزہ علامت بشارت اندر باہر اپنے پرائے ہر ایک سے تھی اس لیے لَیالٍ فرما کر گھر کے لوگ مراد لیے گئے کیونکہ ہر شخص عموماً رات میں گھر ہی پر رہتا ہے۔ اور وہاں آلِ عمران میں اَيَّامٍ سے باہر کے لوگ مراد لیے گئے اور گویا وہ افراد سے انسان کو پہلے واسطہ پڑتا ہے باہر والوں سے بعد میں اس لیے لَیالٍ پہلی سورۃ میں مذکور ہوا اور اَيَّام بعد والی سورۃ میں۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں یحییٰ علیہ السلام کے لیے وَسَلَامٌ عَلَيْهِ میں سَلَامٌ نکرہ فرمایا گیا۔ مگر اس کے آگے آیت ۳۳ میں عیسیٰ عَلَيْهِ السَّلام کے لیے وَالسَّلَامُ عَلَيَّ۔ السَّلَامُ معرفہ ارشاد ہوا جواب قانونِ نحو کے مطابق نکرہ میں قلت یعنی مقدار اور تعیین ہوتی ہے مگر معرفہ میں کثرت ہوتی ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں بھی سلامتی ہے کہ کفار ان کو قتل نہ کر سکیں گے بلکہ آسمان پر اٹھا لیا جائے گا اور آخرت میں بھی ان کو سلامتی ہے یعنی ظاہری عقلی بھی سلامتی اور باطنی بھی سلامتی یہ ہے سلامتی کی کثرت لیکن حضرت یحییٰ کو دنیوی سلامتی جس کو انسانی عقل سلامتی سمجھتی ہے وہ حاصل نہیں کیونکہ ظالم کافر ان کو شہید کر دیں گے بدیں وجہ یہاں سَلَامٌ نکرہ ہے اور وہاں اَلسَّلَامُ معرفہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفعت کے آسمان پر اٹھائے جانے سے چھ ماہ پہلے ہوئی۔ تیسرا اعتراض رب تعالیٰ نے فرمایا وَسَلَامٌ عَلَيْهِ یعنی اُن پر سلامتی ہے تو پھر قتل کیوں کئے گئے۔ یہ تو سلامتی کے خلاف ہے جواب اس کے تین جواب دیئے گئے ہیں۔ پہلا جواب یہ کہ قتل ہو کر شہید ہونا بھی سلامتی ہے۔ رب تعالیٰ نے صرف شہداء کے لیے فرمایا بَلْ اَحْيَاءٌ۔ شہادت ابدی دائمی زندگی کا نام ہے اور سب سے بہتر زندگی ہے صحابہ کرام اور حقیقت کو جاننے والے تو شہادت ہی کی تمنا کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہری عقل والا شہادت

marfat.com
Marfat.com

کو غیر سلامتی سمجھ لیتے ہیں اس لیے اس قسم کے اعتراض کر دیتے ہیں دوسرا جواب اگر ظاہراً ہی دیکھا جائے تو سلامتی سے مراد ہے اُخروی اور دینی و ایمانی کی سلامتی اور عملاً و قولاً مقصدِ حیات کو پا لینا یہ کامیابی حقیقی سلامتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میدانِ کربلا میں یزید اور یزیدیت کو فنا اور برباد ہی ملی مگر امام حسینؓ اور حسینیت کو ابدی دائمی سلامتی ملی۔ تیسرا جواب یہ کہ وَسَلَامٌ کو یَوْمَ وُلِدَ سے متعلق کر دیا گیا۔ یعنی پوری دنیوی زندگی کی ہر مصیبت بیماری پریشانی سے سلامتی مراد نہیں بلکہ صرف بوقتِ ولادت شیطان وغیرہ کے حملوں سے سلامتی۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب چوتھا اعتراض اگر سلامتی سے مراد اُخروی میدانِ محشر کی سلامتی ہے تو یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ روایتوں میں آتا ہے کہ ہر نبی بھی میدانِ محشر میں پریشان اور حیران اور گھبرائے ہوں گے۔ انبیاء علیہم السّلام بھی نفسی نفسی کہیں گے۔ تو پھر سلامتی کیسی سلامتی اور اطمینان کیسے ملا ان میں یحییٰ علیہ السّلام بھی شامل ہوں گے کیونکہ روایات میں کسی کی کوئی تخصیص یا استثنا نہیں ہے۔ جواب یہ نفسی نفسی کسی اندیشے یا خطرے اور بے اطمینانی کی وجہ سے نہ ہوگی نہ ہی میدانِ محشر کی کسی تکلیف کی وجہ سے بلکہ ہیبتِ الٰہی کے رعب والی گھبراہٹ اور یہ گھبراہٹ اصل سلامتی کے منافی نہیں۔ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ نفسی نفسی گھبراہٹ کے لیے نہ ہوگی بلکہ جب لوگ ان سے شفاعت طلب کریں گے تو فرمائیں گے کہ آج ہم شفیع نہیں ہیں شفیع المذنبین کوئی اور ہی ہے۔ آج ہم صرف اپنے ہی حال میں ہیں یا اپنے ہی لیے ہیں اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ۔ اور یہ جواب نہایت اطمینان سے ہوگا نہ کہ کسی گھبراہٹ سے پانچواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ زکریا علیہ السّلام نے اپنے بیٹے کی دعا مانگی جو ان کی وفات کے بعد ان کا جانشین اور وارث ہو اور یہ دعا قبول ہوئی مگر روایتوں اور تاریخوں میں ہے کہ یحییٰ علیہ السّلام اپنے والد زکریا علیہ السّلام کی زندگی میں ہی شہید کر دیے گئے تو پھر دعا قبول کب ہوئی اور بیٹا جانشین اور وارث کب بن سکا جواب یہ روایت اور تاریخ غلط ہے حضرت زکریا علیہ السّلام کی شہادت اور وفات بہت پہلے ہے آپ کی شہادت وقتل ولادتِ عیسیٰ علیہ السّلام کے چند دن بعد ہوئی اُس وقت یحییٰ علیہ السّلام کی عمر چھ ماہ اور چند دن کی تھی۔ لیکن یحییٰ علیہ السّلام کی شہادت اور وفات حضرت مسیح کے رفعتِ آسمانی سے صرف چھ ماہ پہلے تقریباً پینتیس سال بعد اس وقت یحییٰ علیہ السلام کی عمر شریف تقریباً تینتیس سال کچھ ماہ تھی چھٹا اعتراض۔ علمِ نحو کا قانون یہ ہے کہ جب ظرف مستقر ہو یعنی کسی حاصل شدہ یا ٹھہری ہوئی موجودگی کا ہو تو وہاں کوئی فعل یا اسم فاعل پوشیدہ ضرور ماننا پڑتا ہے نحات بصری کہتے ہیں کہ فعل مستقر یا اَحْصَلَ پوشیدہ ہوگا۔ اور کوفہ کے نحوی کہتے ہیں کہ اسم فاعل حَاصِلٌ یا مُسْتَقِرٌ پوشیدہ ہوگا اور اس قسم کے ظرف کے لیے زمانہ یا ماضی ہونا ضروری ہے حال یا استقبال نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہونا چاہیے کہ کس میں ماضی کسی میں حال

marfat.com
Marfat.com

وغیرہ ہو۔ ایسا بھی نہیں ہوسکتا بلکہ ایک وقت میں سب ظروف کا ایک زمانہ مقرر و معین ہوگا۔ یَوْمَ وُلِدَ۔ یَوْمَ یَمُوْتُ۔ یَوْمَ یُبْعَثُ۔ یہ تینوں ظرف حاصل اور مستقر ہیں کیونکہ اتنی بھی حاصل اس کا وقت بھی ثابت ہے یہ تینوں عطفاً ایک ہیں مگر اُن کے زمانے ایک نہیں ہو سکتے اس لیے کہ یوم وُلِدَ میں حال نہیں ہوسکتا اور یَوْمَ یَمُوْتُ اور یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۔ میں ماضی نہیں ہوسکتا۔ تو یا تو نحوی قاعدہ غلط ہے یا اس عبارت میں کوئی ردّ و بدل ہے جواب محققین نحوی کہتے ہیں کہ تمام ظروف میں عامل معنوی ہوتا ہے جس کو اصطلاح میں حاصل مصدر کہا جاتا ہے اور حاصل مصدر میں کوئی زمانہ نہیں ہوتا نہ زمانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی حُصُوْل یا حاصل سے ثابت ہوا حصول اور اِسْتَقَرَّ یَسْتَقِرُّ سے ثابت ہوا اِسْتِقْرَارٌ۔ لہٰذا یہاں یَوْم ظرف ہے۔ اس کا عامل اُسْتُقِرَّ مُسْتَقِرٌّ۔ یا حُصُوْل وحاصل نہ ہوگا ان کا مَحْصُوْل وَمَاثَبَتَ جو ایک معنوی اور باطنی پوشیدہ چیز ہے وہ عامل ہوگا وہ حصولٌ و اِستقرارٌ ہے یہ مصدر ہے اور مصدر کو کسی زمانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ زید گھر میں ہے یعنی زید کا وجود گھر میں حاصل ہے۔ لیکن کب سے ہے کب تک ہے اس کا کوئی تذکرہ نہیں اور نہ ہی ظرفیت کے ثبوت کے لیے زمانے کی ضرورت۔ اسی طرح یہاں ہے کہ سلامتی قائم ہے کوئی زمانہ آئے جائے رہے گزرے۔ اور اگر ان بھی یا جائے کہ یہاں حُصُوْل یا حاصل وغیرہ پوشیدہ ہے تو بھی جب ظرف اُس کے قائم مقام و معین ہو گیا تو زمانے کی قید ختم ہو کر خود بخود سلامتی عام ہوگئی۔ یہی ظرفیت کا فائدہ ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَۃً قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ مِنَ الْمِحْرَابِ۔ فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا ۔ روحِ حیات عرض کرتی ہے اے میرے مربّی و خالق بدنِ مومن میں ظہورِ قلبِ بیدار کی نشانیاں کیا ہیں رحمان فرمائے ظاہر و باطن کو کیسے معلوم ہو کہ اِس جسم ناسوتی میں قلب لاہوتی جلوہ گر ہونے والا ہے ہاتفِ غیبی نے جواباً فرمایا کہ اے سائلِ محبوب تیرے لیے نشانی تین راتوں کی خاموشی ہے پہلی رات لیلِ خلوت جب بندہ راہِ معرفت پر پہلا قدم رکھتا ہے اور سب ماسوا اللہ سے صدٹ کر مراقبات کی تنہائی میں گم ہو جاتا ہے اِسی کو لیلِ جمادیات کہتے ہیں دوم لیلِ ہجرت جب بندہ مسافرِ راہ سلوک بن جاتا ہے ماسوا اللہ سے دور بہت دور وادیِ حیرت کے اندھیروں میں اپنے پرایوں سے بیگانہ ہو جاتا ہے اسی کو لیلِ حیوانیات کہتے ہیں۔ سوم لیلِ غفلت۔ جب بندہ منزلِ عشق کے قریب پہنچ کر اپنے تن بدن سے بھی غافل و بیخبر ہو جاتا ہے اسی کو لیلِ روحانیت کہتے ہیں ان ثلاثِ لیالی کے سکوتِ پیا اور مُتواتر مُسلسل درد و نفوذ سے سالکِ معرفت کو تین مقام اور مرتبے حاصل ہوتے ہیں اور بندۂ مطلوب حق اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی سے کلام کرسکتا ہے نہ کسی طرف التفاتِ روحانی پہلا مرتبہ مرید دوسرا

marfat.com
Marfat.com

جاہد، سیر اغافل سالک کا یہ مقربین غافلین خوش نصیبی کی نشانی ہے کہ قربِ الٰہی کا سب سے بلند مقام ہے۔ اہلِ شریعت کے نزدیک غفلت عادتِ مذموم ہے مگر اہلِ طریقت کے نزدیک صفتِ محبوب ہے۔ روحِ حیات بیل اوّل مجلی ہی حجابِ خواہشات وطبیعیات سے نکل کر قومِ صفاتِ انانیت وطالبات قلبیت کو صوتِ ربانی کی آواز سنتی ہے اور رموزِ عقلیہ کے اشارے فراق ہے کہ اسے مریدین اعضاءِ ظاہر وحواس اپنے خالق ومالک کے قرب کی مسجدِ صدری میں صبح ازل سے عشاءِ ابد تک ہر پاسِ انفاس میں غیر اللہ سے صرف کر متوجہ الی اللہ ہو کر تسبیح جلال وجمال کا ورد کرو کیونکہ تمہارے قلوب کے منور ومعطر ہونے کی نشانیاں ظاہر ہوگئیں۔ پھر جب قلب عارفین پر خزانۂ اسرار کا نزول مکمل ہو جاتا ہے اور کتابِ عشق کا علیہ خسروانہ اس کو حاصل ہو جاتا ہے تب احکامِ معرفت کا ورودِ مسعود ہوتا ہے کہ۔ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوةً وَکَانَ تَقِیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا - وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۔ یہاں عارفِ کامل کے زندہ دل کی دس صلاحیتوں کا اشارہ ملتا ہے اسے یحییٰ قلب تو تم رحمانیہ وطاقتِ نبیضانیہ کے ذریعہ فیضِ الٰہی کی وہ کتاب مضبوطی سے پکڑ لے جو ازلِ دہر میں تیرے لیے لکھی گئی تھی اس پکڑنے میں قوتِ جسدیہ کو شامل نہ کرنا کیونکہ وہ پیدائشی ضعیف ہے ہم نے قلبِ مومن کو ابتداءِ اہمیۃ میں تلقینِ الٰہی کی عطا فرمادی جس وقت ظلماتِ بطنی میں نسلِ خاکی پیدا کی گئی تھی اس وقت ہی اس قلب پر نور برسایا گیا تھا اور ہم نے قربِ جمال سے سعادتِ فکر ونظر تدبر وتخیل تصور وتصدیق کی عطا کی تھی اور ارادوں کی پاکیزگی اور ماسوا اللہ سے بے رغبتی کا تقویٰ عطا فرمادیا تھا اور یہ قلبِ مومن اپنے والدین روحِ حیات اور والدۂ قالبِ ناسوتی سے حسنِ سلوک کرنے والا ہے اس طرح کہ فیضِ الٰہی کا حصہ روح اور قالب پہنچانے والا قلب ہی ہے۔ اس لیے کہ روحِ حیات اپنی لطافتِ محضہ کی وجہ سے حاصل نہیں کر سکتی جیسے صاف بے غبار ہوا اپنی لطافت کی وجہ سے روشنی کو قبول نہیں کر سکتی مگر قلب میں دو شان ہیں ما لطافت روکثافت، لطافت کی وجہ سے قلبِ مومن فیض کو وصول کر لیتا ہے اور کثافت کی وجہ سے امانتِ روح کو روک رکھتا ہے اس لیے قلب ہی محلِ فیضِ الٰہی ہے۔ اور قلبِ عارف کی برتر والدہ یہ ہے کہ شریعت وطریقت کی توفیق ملنے پر قالب اپنے قلب کو احکامِ الٰہیہ کے موافق استعمال کر لیتا ہے قلبِ مومن نفسِ امارہ کی طرف نہ جبار وظلوم ہے نہ عصیاً وفسق وفجور ہے اس لیے سلامتی ہے اس پر عالمِ وجود میں آنے کے وقت فوری مراد ہے۔ اور سلامتی ہے اس کو زمانۂ خرافات میں استعمالِ معاصی کی موت سے توبہ و قبول کی کامیابی کے ذریعے اور سلامتی ہے اس کو [illegible] مقام میں جگا یا الٰہیا

marfat.com
Marfat.com

بلایا جائے گا۔ (از تفسیر نیشاپوری)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا

اور تذکرہ فرماؤ اس سورۃ میں مریم یعنی اُس کے اس واقعے کا کہ جب تنہا ہوگئی تھی اپنے گھر والوں سے

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے

مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ قف

تھوڑی دور علیحدہ۔ مشرقی حصے میں پھر لگا لیا تھا اُس نے اپنے ان گھر والوں کے مقابل پردہ

پورب کی طرف ایک جگہ الگ گئی۔ تو اُن سے اُدھر ایک پردہ کر لیا

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

پھر ہم نے بھیجا اس مریم کی طرف اپنا محبوب فرشتہ تو اُس فرشتے نے اُس مریم کی وجہ سے اپنی صورت بنالی ایک مکمل بشر جیسی

تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اُس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾

کہا مریم نے بے شک میں پناہ پکڑتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے

بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تجھے خدا کا ڈر ہے

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ صلے لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا

روح نے کہا میں تو فقط کا رندہ ہوں تیرے رب کا تاکہ میں عطا کروں تجھ کو

بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا

marfat.com
Marfat.com

زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ

پاکیزہ بیٹا ۔ مریم نے کہا کہاں سے ہوگا میرا بیٹا حالانکہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھ کو کسی

دول ۔ بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ

بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

مرد نے اور نہ ہوں میں بغاوت کرنیوالی

نہ لگایا نہ میں بدکار ہوں

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں ایک تعجب خیز ولادت کا ذکر ہوا۔ اَب اِن آیت میں اُس سے بھی زیادہ تعجب خیز ایک اور ولادتِ فرزند کا ذکر ہے تاکہ معلوم ہو کر رب تعالیٰ کی قدرت کے لیے عجیب سے عجیب چیز بھی مشکل نہیں۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں دعاؤں سے فرزند مانگنے کا ذکر تھا اَب اِن آیت میں بغیر دعا اور بغیر ضرورت کے فرزند ہونے کا ذکر ہو رہا ہے تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ایک صاحب شریعت نبی حضرت یحییٰ کا تذکرہ ہوا اَب اِن آیت میں اُن سے پہلے ہم زمانہ صاحبِ کتاب نبی مرسل حضرت عیسیٰ کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان دونوں کے حالات زندگی تقریباً ایک جیسے ہیں۔

تفسیر نحوی وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۔ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔ واؤ مُبتدا۔ اُذْکُرْ۔ بابِ نَصَرَ کا فعل امر حاضر واحد مذکر ذکرٌ سے مشتق ہے بمعنی یاد کرنا یاد رکھنا ذکر کرنا۔ یہاں تینوں معنی مناسب ہیں فی جار مجرور متعلق ہے اُذْکُرْ کا۔ الکتٰب۔ الف لام عہدی کتاب سے مراد یا قرآن مجید ہے یا یہ سورۃ مریم۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اُذْکُرْ کا۔ مَرْیَمَ۔ اسم مفرد جامد غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے سریانی زبان کا لفظ ہے اس کا ترجمہ خدمت گزار۔ یا خلوت پسند یا ترجمہ ہے پاکیزہ یا پاک دامن۔ مختلف اقوال ہیں۔ قرآن مجید کی مختلف آیت میں تقریباً چونتیس دفعہ یہ لفظ مذکور ہے مفعول بہ ہے۔ اِذْ اسم ظرف۔ اگلی عبارت سے مل کر یا بدل اشتمال ہے مریم کا یا اضافتِ بیانیہ ہے ذکر پر شہدہ مفعول بہ ہو [illegible] اس کا مصدر ہے اِنْتِبَاذٌ

marfat.com
Marfat.com

نَبَذٌ سے مشتق ہے بمعنی تنہائی اور خلوت میں علیحدہ ہونا جدا ہونا یہی ضمیر واحد مؤنث غائب اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے اس کا مرجع مریم ہے مِنْ اَھْلِھَا اپنے گھر والوں سے یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے اِنْتَبَذَتْ کا مگانًا اسم ظرف لمکان نُصِرَ کرُمَ تامہ سے مشتق ہے موصوف ہے ترقیاً اسم ظرف مکانی مصدر سے حال مصدر جامد ہے یعنی مشرقی جانب سورج طلوع ہونے کی سمت صفت ہے یہ مرکب توصیفی ظرف ہے اِنْتَبَذَتْ کا سب ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا ف عاطفہ اِتَّخَذَتْ باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مؤنث غائب اُحْذٌ سے مشتق ہے باب کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ دو حرف تھا اِتَّخَاذٌ دو حرف تقیل ہوئیں دوسری کو ی بنایا اِسْتِجَابٌ ہو گیا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے ی کو ت بنایا اور اِدغام کر دیا۔ بمعنی بنانا ترجمہ ہے اُس نے بنایا۔ پوشیدہ فاعل ضمیر کا مرجع وہی مریم ہے۔ مِنْ دُوْنِھِمْ مِنْ جارہ بمعنی عَنْ ذوالیہ۔ یعنی اُن سے دور علیحدہ دُوْنٌ اسم مفرد معرب بمعنی علیحدہ علاوہ ھِمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع اہل ہے یہ اہل لفظاً واحد ہے معناً جمع ہے معنی کے لحاظ سے ضمیر جمع آئی۔ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے اِتَّخَذَتْ کا حِجَابًا۔ اسم مفرد معرب نکرہ۔ صفت مشبہ بروزن فِعَالٌ۔ حَجْبٌ سے مشتق ہے یا یہ خود مصدر ہے بروزن کِتَابًا قتالًا تب یہاں حاصل مصدر ہے بمعنی مضبوط یا موٹا پردہ ایک قول میں چادروں کا پردہ تھا جیسے اعتکاف کی جگہ کہ نہ کوئی اس کے پار دیکھ سکے نہ بآسانی ہٹایا جا سکے۔ مقبول یہ ہے اِتَّخَذَتْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ تعقیبہ خیال رہے کہ عربی زبان میں فَ تین قسم کی ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیات میں تقریباً تئیس سو پچاس دفعہ ارشاد ہوئی ہے۔ ۱ فَ حرف عطف ۲ فَ حرف جزائیہ ۳ فَ عاطفہ یہ فَ سات مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہے ۱ کبھی ترتیب کے لیے ۲ یہ فَ عاطفہ کبھی سببیت کے لیے کبھی ۳ زائدہ یعنی بغیر عطفت کے لیے ۴ کبھی استیناف یعنی کلام کی ابتداء کے لیے ۵ کبھی سابقہ عبارت کا جواب بنانے کے لیے ۶ کبھی علت غائی بنانے کے لیے ۷ کبھی تعقیب یعنی بعد میں ہونے کے لیے جیسے حرف ثُمَّ یہاں اسی معنی میں ہے۔ اَرْسَلْنَا۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِرْسَالٌ۔ بمعنی بھیجنا ہے متعدی ہے رُسُلٌ سے بنا ہے۔ اس کا فاعل متکلم اللہ تعالیٰ ہے۔ اِلَیْھَا۔ اِلٰی حرف غایت مکانی کے لیے ھَا ضمیر کا مرجع مریم۔ رُوْحَنَا یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے اَرْسَلْنَا فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ بیانیہ (تفصیلیہ) یا سببیہ۔ تمثل باب تفعّل کا ماضی مطلق اس کا مصدر ہے تَمَثُّلٌ مِثْلٌ سے بنا ہے۔ بمعنی مشابہ ہونا۔ ہم شکل اور ہم شباہت باہم وصف ہونا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے یعنی ظاہری مشابہت پوری طرح۔ باب تفعّل یہاں لازم ہے یعنی وہ مشابہ ہو گیا۔ یا یہ متعدی بالام ہے۔ لَھَا۔ اُس کے لیے۔ لام حرف جر تعلیلیہ سببیہ یا بمعنی مع یعنی اُس کے پاس ھَا ضمیر [illegible] ہے بَشَرًا۔ اسم مفرد معرب نکرہ صفت مشبہ

marfat.com
Marfat.com

بمعنی درست۔ برابر۔ مکمل یہاں بمعنی مکمل ہے یعنی ہر طرح جسم قد کاٹھ۔ خوب صورتی۔ جوانی۔ تندرستی میں مکمل مرد ظاہری گوشت پوست کے ساتھ یہ صفت ہے۔ مرکب توصیفی حکماً و معنی مفعول فیہ ہے یعنی بشری مشابہت میں مثل فعل یہ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اَرْسَلْنَا کے جملے پر وہ سب عطف ہوا اِتَّخَذَتْ کے جملے پر وہ سب عطف ہوا اِنْتَبَذَتْ پر۔ سب عطف مل کر بیان ہے اُذْکُرْ کا بانوٹ ہے۔ زیادہ درست یہ ہے کہ بدل اشتمال ہے مریم کا اور لفظ مریم بدل مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مفعول یہ ہے۔ اُذْکُرْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا۔ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا۔ قَالَتْ۔ فعل ہی ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل دونوں مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنْ حرف مشبہ بالفعل (عمل میں فعل کی طرح رفع نصب دینے والا) ی ضمیر اس کا اسم۔ اَعُوْذُ۔ فعل مضارع حال واحد متکلم مؤنث باب نَصَرَ عَوْذٌ سے مشتق ہے۔ اَنَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ عَوْذٌ مصدر تین معنی میں مشترک ہے ۱ پناہ مانگنا ۲ التجا کرنا ۳ قرب اور متعلق ہونا یہاں پہلے معنی میں ب جارہ اِسْتِعَانَت کی خیال رہے کہ حرف ب عربی میں چودہ قسم کی ہے۔ اور ہر طرح اس کا معنی علیحدہ ہے۔ ۱ ب اِسْتِعَانَت یعنی مدد مانگنے کے لیے بمعنی سے یہاں اسی معنی میں ہے یا بمعنی ساتھ۔ ۲ ب اِلْصَاق حقیقی یعنی ملانے کے لیے ترجمہ ہے کا ۳ اِلْصَاق مجازی ترجمہ ہے پاس ۴ تعدیہ بمعنی کر ۵ ببیت کی بمعنی وجہ سے ۶ مصاحبت کی بمعنی ساتھ ۷ ظرفیہ بمعنی میں ۸ موافقت کی بمعنی پر ۹ مجاوزت کی بمعنی ساتھ ۱۰ بعضیت بمعنی کچھ ۱۱ انتہائیہ بمعنی تک ۱۲ عوضی بمعنی بدلے ۱۳ تاکید یہ بمعنی ضرور ۱۴ زائدہ یہ بہت جگہ آجاتی یہاں تک کہ فاعل اور مفعول اور مبتدا پر بھی عمل کر دیتی ہے مگر فائدہ نہیں ہوتا۔ اَلرَّحْمٰن اسم مفرد معرف۔ یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنْكَ۔ یہ جار مجرور متعلق دوم اَعُوْذُ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء مقدم ہے۔ اِنْ حرف شرط كُنْتَ۔ فعل ناقصہ ماضی مطلق واحد مذکر حاضر اَنْتَ اس میں پوشیدہ اس کا اسم مرجع رُوْحًا یا بَشَرًا تَقِيًّا۔ اسم صفت مشبہ مبالغے کے لیے یعنی بہت نیک متقی۔ (اللہ رحمٰن سے ڈرنے والا) یہ خبر ہے۔ كُنْتَ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو کر شرط مؤخر ہے شرط و جزا مل کر خبر اِنْ اِنْ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقول ہوا قَوْل مقول جملہ قولیہ ہو گیا قَالَ۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول۔ یہاں فاعل ضمیر پوشیدہ کا مرجع لڑکا ہے۔ اِنَّمَا۔ یہ دو لفظ جڑ کر ایک اسم حصری بنا ہے۔ ۱ اِنْ حرف مشبہ ۲ مَا اسم کافہ۔ اس مَا کافہ نے اِنْ کو عمل سے روک دیا۔ اَنَا ضمیر پوشیدہ واحد متکلم مرفوع منفصل

marfat.com
Marfat.com

مبتدا ہے۔ رَسُوْل اسم صفت مشبہ مبالغے کے لیے بروزنِ فَعُوْل۔ یعنی مُرْسَل اسم مفعول۔ ترجمہ ہے بھیجا ہوا یعنی قاصد پیغام رسان۔ کارندہ۔ یہاں میرے معنی میں ہے۔ کیونکہ اس وقت یہ رسول کوئی پیغام نہ لائے تھے بلکہ کچھ کام کرنے آئے تھے۔ یہ اسم مفعول عامل مضاف رَبِّكِ۔ مرکب اضافی فاعل مضاف الیہ۔ لام حرفِ کے تعلیلیہ۔ اَھَبَ۔ باب فتح کا مضارع معروف واحد متکلم۔ وَھْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ بخش دینا۔ عطا کرنا۔ بلا عوض کچھ دینے کو وھب کہتے ہیں۔ دراصل اُوْھِبُ تھا یُوْھَبُ کی ہم وزنی تناسب کی بنا پر وَاؤ کو خوف کر دیا گیا۔ لام گئے سے آخر کو نصب آیا۔ اَنَا ضمیر پرشیدہ اس کا فاعل۔ لام جارہ تعدیہ کا۔ ترجمہ ہے تجھ کو یہ جار مجرور متعلق ہے۔ غُلٰمًا زکیا موصوف صفت مفعول ہو ہے لِاَھَبَ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر علتِ ہوئی رَسُوْل کی رَسُوْل مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ اور علت سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبرِ مبتدا دونوں مبتدا خبر مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَتْ۔ ترجمہ ہے اُس نے کہا۔ مراد ہے مریم۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَنّٰی۔ اسم ظرف مکانی بمعنی کَیْفَ۔ ترجمہ ہے کہاں سے۔ کس طرح۔ کیسے یہ ظرف مقدم ہے۔ یَکُوْنُ فعل مضارع مستقبل تامہ۔ لِیْ۔ جار مجرور۔ ترجمہ ہے میرے لیے یا مجھ کو۔ میرا متعلق ہے۔ غُلٰمٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی وَلَدٌ بیٹا۔ واؤ حالیہ لَمْ یَمْسَسْنِیْ فعل مضارع نفی جملہ بلم بمعنی ماضی۔ باب سَمِعَ مَسٌّ سے مشتق ہے بمعنی ہاتھ سے یا پورے جسم سے جسم کو چھونا مراد ہے صحبت وطی کرنا۔ نون وقایہ۔ یْ ضمیر واحد متکلم مفعول بہ بَشَرٌ اسم مفرد مراد ہے مَرد۔ یا خاوند فاعل ہے لَمْ یَمْسَسْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ لَمْ اَکُ فعل مضارع منفی مجد بلم ناقصہ اس کا اسم پرشیدہ ضمیر۔ بَغِیًّا۔ اسم صفت مشبہ مؤنث بروزنِ فَعِیْلًا۔ بَغْیٌ سے مشتق ہے بمعنی بدنیت مکر شی بدکاری کرنے والی ایک قول میں بَغُوْیًا بروزنِ فَعُوْلًا سے تعلیل ہو کر بَغِیًّا ہوا خبر ہے۔ لَمْ اَکُ اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہے لَمْ یَمْسَسْنِیْ پر دونوں مل کر حال ہے لِیْ کی یا ہ متکلم کا۔ یَکُوْنُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔

اور اے محبوب کریم اس کتاب قرآن مجید میں خصوصی طور پر مریم کا ذکر کر دنا کہ حضرت مریم کے متعلق جو خرافات یہودیوں نے اور ان سے سن کر عیسائیوں نے اپنی حماقت سے ان گستاخیوں کو سچ سمجھ کر تسلیم و تصدیق کر لیا ہے [illegible] بننے والے یہ عیسائی۔ یہ

marfat.com
Marfat.com

گستاخیاں اُس وقت سے شروع ہوئیں جب مریم اپنے سب اہلِ خانہ متعلقین سے علیحدہ ہو کر جانبِ مشرق ایک گوشۂ تنہائی میں بالکل اکیلی جا بیٹھی تھیں اس علیحدگی کی وجہ میں مفسرین کے چھ قول ہیں ۱ عبادتِ الٰہیہ کے لیے ۲ غسلِ طہارت کرنے کے لیے حیض کے بعد اور ہمیشہ آپ اُسی جگہ غسل فرماتی تھیں ۳ یا صرف تنہائی کی پیدائشی عادت کی بنا پر ۴ روشنی اور دھوپ لینے کے لیے یہ صبح اشراق کا وقت تھا سردی کا موسم تھا اور چڑھتے سورج کی روشنی و دھوپ اسی جانب تھی ۵ یا اس لیے مریم ادھر آئیں کہ بیت المقدس کی یہ جانب بنی اسرائیل کے نزدیک مبارک خیال کی جاتی تھی مگر یہ غلط ہے بلکہ حضرتِ مریم کے اکثر ادھر آنے کی وجہ سے عیسائیوں میں یہ مشرقی جانب متبرک ہے اسی وجہ دنیا کے اکثر گرجے اور چرچ (عیسائیوں کے عبادت خانے ایسے بنائے جاتے ہیں کہ پادری جب تقریر اور ان کی اصل عبادت ہے) کرنے کھڑا ہو تو اُس کا منہ مشرق کی طرف ہوتا ہے ۶ مریم شروع بچپن سے خلوت و تنہائی پسند تھیں اسی لیے ادھر تنہائی کی وجہ سے آگئیں اور یہ آنا کوئی حسبِ عادت معمول نہ تھا بلکہ اسی دن خصوصیت سے ادھر آئیں اور اکثر وہ بیت المقدس کے بالاخانہ والے اُسی محراب میں رہتی تھیں جو اُن کے پیدا ہونے کے دن بیت المقدس کی کفالت و تربیت میں آنے کے بعد خصوصی طور پر اُن کے لیے ہی بنایا گیا تھا۔ بجز اُن کے کفیل مربی حضرت زکریا کے کسی کو اُس میں جانے کی اجازت نہ مرد کو نہ عورت کو نہ دایہ کو نہ والدہ کو بلوغت تک آپ نیچے نہ اتریں نہ۔ بعد بلوغت صرف ایامِ حیض میں محراب سے نکل کر اپنے خالو زکریا علیہ السلام کے گھر چلی جاتیں اور بعد فراغت اُسی جانبِ شرقی غسل خانے میں غسلِ طہارت کے بعد پھر خالہ سے اجازت لے کر اپنے اسی محراب میں آجاتیں اور مہینہ بھر نیچے نہ اُترتیں۔ اہل سے مراد یہی خالہ اور زکریا ہیں جب وہ آج غسل خانے میں گئیں تو حسبِ معمول آپنے پردہ کھینچ لیا اور اپنے اہلِ خانہ سے مکمل پردے میں ہو گئیں تب ہم نے ان کی اُسی خلوت گاہی مقامِ غسل میں غسل کے فوراً بعد جب وہ کپڑے پہن کر نکلنے والی تھیں ان کی طرف اُن کے دروازہ کے راستے اپنے روح الامین یعنی جبرئیل فرشتے کو ایک مکمل جوان بشری شکل انسانی لباس میں اُن کی طرف بھیجا۔ اس جبرئیل آمد سے بعض لوگوں نے دھوکا کھایا اور حضرتِ مریم کو نبی کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے عورت نبی ہو سکتی ہی نہیں۔ یہ عقیدہ حدیث قرآن کے سراسر خلاف ہونے کی وجہ سے کفر ہے۔ اُن احمق لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جبرئیل چونکہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس آتے ہیں اس لیے مریم بھی نبی ہیں (معاذ اللہ) اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بشری اور عموماً کی خصوصی شکل میں آنا نبوت [illegible] ہے نیز جبرئیل علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

کفار کے پاس عذاب لے کر بھی آتے رہے اور طالوت بادشاہ کے لشکر میں تابوت سکینہ لیکر بھی آئے اور پھر یہ ثابت بھی کہیں نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام صرف انبیاء علیہم السلام کے پاس ہی آتے ہیں کسی اور کے پاس نہیں آتے۔ بہرکیف یہ باطل عقیدہ ہے اس کی کچھ مزید وضاحت ہم انشاء اللہ ابھی آگے عنوانات میں بیان کریں گے۔ رُوْحَنَا میں بھی دو قول ہیں ۱ یہ کہ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں احادیث میں ان کو رُوْحُ وَ رُوْحُ الْاَمِیْن کا لقب دیا گیا ہے کیونکہ وحی الٰہی روح یعنی زندگی ہے اور یہ اُس کے امانت دار ہیں یہی قول مدلل اور صحیح ہے ۲ یہ کہ رُوْحَنَا سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اُس وقت شکم مریم میں امانت رکھی جانی تھی یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا جسم و روح دونوں بیک وقت۔ حضرت عیسیٰ کا لقب ہے روح اللہ مگر یہ قول "مثل بشر" کے خلاف ہے کیونکہ حضرت مسیح مثل بشر نہیں حقیقی بشر ہیں۔ حضرت مریم کی خصوصیات سات ہیں۔ پہلی یہ کہ ان کا نام تقریباً چونتیس دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے ان کے سوا کسی عورت کا نام قرآن مجید میں نہیں آیا۔ خود ان کا تذکرہ گیارہ جگہ۔ لفظ عیسیٰ ابن مریم سولہ جگہ۔ لفظ مسیح ابن مریم پانچ آیات میں۔ لفظ ابن مریم دو آیات میں۔ قرآن مجید کی سورۃ التحریم کی آیت ۱۲ میں ان کو مریم بنت عمران کہا گیا ہے عمران پورے بنی اسرائیل کے اُس وقت سردار تھے۔ حضرت مریم یتیم پیدا ہوئی تھیں۔ ۳ حضرت مریم نے پوری زندگی دنیا کی غذا نہیں کھائی نہ والدہ کا دودھ پیا۔ پیدا ہوتے ہی اُن کی والدہ نے ان کو بیت المقدس چڑھاوا چڑھا کر وقف کر دیا اور کچھ بحث تمحیث کے بعد اُن کے خالو اللہ کے نبی حضرت زکریا کی کفالت میں دیدی گئیں آپ نے اسی وقت ان کو ایک محراب نما کمرے میں منتقل کر دیا۔ تیسری خصوصیت یہ کہ پہلے دن سے آپ کے پاس جنتی غذا آتی رہیں جو حضرت زکریا اُن کو شیر خوارگی اور نابالغی تک کھلاتے پلاتے رہے۔ بلند بلوغت جنتی پھل بھی آتے تھے۔ چوتھی خصوصیت آپ پیدائشی کے پانچویں سال بالغ ہو گئیں تھیں۔ پانچویں یہ کہ آپ بہت جلدی اپنے مکمل قد میں پہنچ گئیں آپ چھینے میں سال کے برابر اور ہفتہ میں مہینے کے برابر بڑھتی تھیں چھٹی یہ کہ آپ ساری کفالتی عمر ولادت مسیح علیہ السلام تک بیت المقدس کی حدود سے کبھی باہر نہ نکلیں۔ جبرئیل علیہ السلام کے آنے کے وقت تک اپنی عمر کے تیرھویں سال میں یا انیسویں سال میں تھیں۔ ساتویں خصوصیت یہ کہ آپ پیدائشی ولی ہیں بعض بزرگوں نے آپ کو اُس دور کا قطب عالمین کہا ہے اس خصوصیت کی کوئی عورت نہیں ہوئی۔ ان کا مزید ذکر تفسیر نعیمی پارہ سوم میں مطالعہ کیجئے۔ قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا۔ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت مریم اطمینان سے وہاں سے نکلنے والی تھیں کہ ایک جوان اجنبی مرد کو سامنے دیکھ کر گھبرا گئیں بے مثل پردہ نشین تھیں کبھی کسی بھی شخص کو دیکھا نہ تھا اس لیے پریشانی و گھبراہٹ میں عرض کرتی ہیں کہ میں اُس رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگر تو متقی اور اللہ سے خوف و خشیت رکھنے والا ہے جو رحم والا بھی ہے مہربان بھی اس لیے تو فوراً چلا جا۔ جواباً بَشَّرَ اَنْبُوتًا نے فرمایا اے مریم تم پریشان مت ہو میں کوئی آدمی نہیں۔ میں تو اللہ کے پاس سے اُسی کے حکم سے قاصد بن کر آیا ہوں صرف اس لیے کہ تم کو میں ایک ذی عزت و عظیم بچہ عطا کروں جو دین و دنیا کے اعتبار سے پاکیزہ بیٹا ثابت ہوگا۔ مریم مزید حیران ہو کر پوچھتی ہیں کہ میرا بیٹا کس طرح ہوگا نہ تو مجھ کو کسی خاوند نے چھوا ہے نہ میں بدکار ہوں نہ گھر بار سے باغیہ ہوں۔ تقیاً میں تین قول ہیں راتقی ۲ تقیاً ایک نیک آدمی کا نام تھا بیت المقدس کے خدمت گاروں میں سے تھا۔ آپ کو اسی کا شبہ ہوا اس لیے شرطیہ جملہ فرمایا۔ یعنی اِن کُنتَ ۳ اُس علاقے میں تقیاً ایک بدمعاش آدمی کا نام جس کو آپ نے کبھی دیکھا نہ تھا صرف اِس کا اس قسم کا ذکر سنا تھا۔ مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ بیت المقدس کی حدود میں اور خاص کر حضرت زکریا سردارِ علاقہ کے گھر میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت جبرئیل کا لِاَھَبَ کہہ کر اپنی نسبت کرنا یا اس لیے تھا کہ سبب و ذریعہ یہ بنے تھے یا اس لیے کہ انہوں نے پھونک مار کر دم کرنا تھا۔ یا اس لیے کہ رب تعالیٰ نے اسی طرح کہنے کا حکم فرمایا تھا ایک قرأت میں لِیَھَبَ ہے اور نسبت رب تعالیٰ کی طرف کہ وہ رب تم کو بیٹا دے گا میں صرف رسول و پیغام رسان ہوں۔ مگر پہلی قرأت و قول درست ہے۔ غلام سمجھ دار بچہ کو کہتے ہیں جو اگرچہ چھوٹا ہو مگر سمجھ دار ہو۔ یا سمجھ داری کی عمر کو پہنچا ہوا ہو جب کسی کی درازی عمر کا یقین ہو تو اُس کو ولادت سے پہلے بھی اور بوقتِ ولادت بھی غلاماً کہہ سکتے ہیں زَکِیًّا۔ زَکِیٌّ کے تین معنیٰ کئے گئے۔ ۱ پاک ستھرا خوب صورت ۲ عالم علمِ ظاہری و باطنی ۳ نبی مکرم لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ کا معنیٰ شادی نکاح اور خاوند سے جماع صحبت وغیرہ۔ اور لَمْ اَکُ بَغِیًّا سے مراد ہے حرام و ناجائز وطی۔ اَنّٰی یَکُوْنُ۔ سوال انکاری نہیں بلکہ سوالِ تعجب و سوالِ توجیہ ہے۔ حضرت مریم ایام حیض زکریا علیہ السلام کے گھر جو حدود بیت المقدس میں ہی تھا اپنی خالہ ایشاع کے گھر منتقل ہو جاتی تھیں ولادتِ مسیح سے پہلے آپ کو صرف دو دفعہ حیض آیا اور یہ ہی دوسری بار جس کا غسل کر کے فارغ ہوئی تھیں۔ رُوح کے معنیٰ فرحت والا جی ہیں۔ زندگی دینے والا۔ زندگی۔ اور وحی بھی یا وحی لانا بھی۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ بزرگوں کا تذکرہ کرنا اُن کے حالات [illegible] اچھی اور مفید بات ہے

marfat.com
Marfat.com

لہٰذا محفل عید میلاد النبی گیارھویں شریف اور عرس اولیاء اللہ کی محفلیں بہت بابرکت ہیں اُن بزرگوں کے نیک اور پاکیزہ حالاتِ زندگی سن کر مسلمانوں کو اپنی اسلامی تاریخ سے واقفیت کے علاوہ عملی زندگی سنبھالنے کا موقعہ ملتا ہے اپنے بزرگوں سے غافل مسلمان توبہ عمل اور بدکردار ہو جاتے ہیں یہ فائدہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ فرمانے سے حاصل ہوا اس طرح کتاب احکام قرآن مجید میں بہت جگہ مذکور ہیں یہاں رب تعالیٰ نے اپنی ایک بے مثل ولیہ کاملہ کے ذکر کی محفل منعقد کرنے کا اشارۃً حکم فرمایا۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ کے کام بندہ اپنی طرف نسبت کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو نعمتیں بانٹنے کا اختیار عطا فرماتا ہے اور وہ مقرب بندہ اپنی مرضی و اختیار خداداد سے جسے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمت بخش سکتا ہے یہ فائدہ لِاَهَبَ لَكِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت کا مسلک اولیاء اللہ کی بارے میں عطا و اختیار کا عقیدہ اس آیت کے مطابق ہے اور حق ہے دیوبندی وہابی عقیدہ غلط ہے۔ تیسرا فائدہ۔ جو خصوصی فضائل اور عظمتیں رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں ان کا اظہار کرنا یا اپنی عزت بچانے کے لیے یا پاک دامنی کا اظہار کرنے کے لیے اپنی تعریف اور شان بیان کرنا درست ہے یہ تکبر یا مغروریت نہیں نہ گناہ ہے اسی طرح اپنی قومیت کا اظہار کرنا بھی جائز ہے جب کہ صرف تعارف مقصود ہو نہ کہ بڑائی یہ فائدہ اُمُّ بُنَيَّةَ سے حاصل ہوا کہ حضرت مریم نے اپنی پاک دامنی بیان فرمائی جس سے ان کی شانِ ارفع معلوم ہو گئی۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ بندے پر کتنی بھی مصیبت پڑے ہر حال میں رب تعالیٰ کی یاد اور اسی کی پناہ پکڑنی چاہیے۔ دیکھو حضرت مریم پر بشری شکل میں جبریل کے آنے سے سخت مصیبت فکر گھبراہٹ ہوئی چاہیئں تو شور مچا کر گھر والوں کو بلا لیتیں مگر پہلے اپنے رب تعالیٰ کو یاد فرمایا اسی کی پناہ پکڑی یہ مسئلہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ عورت پر اسلام میں پردہ فرض ہے مگر صرف بالغ اجنبی یعنی غیر محرم انسان سے فرشتوں۔ جنوں۔ جانوروں سے پردہ فرض نہیں۔ یہ مسئلہ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا سے مستنبط ہوا۔ جب شکل انسانی میں جبریل ظاہر ہوئے اس وقت حضرت مریم نہا کر کپڑے پہن چکی تھیں تیسرا مسئلہ۔ بوقت ضرورت عورت بالغہ اجنبی مرد سے ضروری بات چیت کر سکتی ہے مگر بلا ضرورت غیر مردوں کو اپنی آواز سنانا بھی حرام ہے۔ یہ مسئلہ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ اس وقت تک حضرت مریمؑ نے ان کو پہچانا نہیں تھا۔

اعتراضات یہاں سے اعتراض کرنے والے اعتراض روایتوں میں آتا ہے کہ ملائکہ

marfat.com
Marfat.com

چار جگہ نہیں جاتے ۱ جہاں کتا ہو ۲ جہاں فوٹو تصویر ہو ۳ جہاں بدبو ہو ۴ جہاں ننگا بدن مرد یا عورت ہو تو یہاں جبریل علیہ السلام کیوں آ گئے حالانکہ حضرت مریم غسل کر رہی تھیں اور غسل ننگے بدن ہی ہوتا ہے۔ جواب۔ اس کے تین جواب دئے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ وہاں غسل کے لیے نہ گئیں تھیں بلکہ عبادت کے لیے گئی تھیں دوم یہ کہ غسل کے لیے گئی تھیں مگر ابھی غسل شروع نہ کیا پہنچی ہی تھیں بالباس تھیں سوم یہ کہ غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہن چکی تھیں باہر نکلنے ہی والی تھیں۔ یہ جواب صحیح و قوی ہے دوسرا اعتراض۔ ڈرنا اور اللہ کی پناہ تو فاسق و فاجر سے مانگی جاتی ہے۔ نیک لوگوں سے پناہ مانگنا تو درست نہیں تو پھر یہاں تَقِیًّا کہہ کر پناہ کی دعا کیوں کی گئی۔ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا کی بجائے اِنْ کُنْتَ فَاجِرًا۔ کہنا چاہئے تھا جواب۔ یہ ٹھیک ہے کہ پناہ کی دعا فاسق و فاجر سے بچنے کے لیے مانگی جاتی ہے۔ لیکن یہ دعا نہیں بلکہ سامنے موجود شخص سے ملتجیا نہ انداز میں سوال ہے اور اس کے نیک و بدارادے کا اندازہ کرنا ہے اور پتہ لگانا ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے بد ہے یا نیک جان کر آیا ہے یا بھولے سے اور چونکہ ایسی التجاؤں کا اثر ان ہی لوگوں پر ہوتا ہے جو دل کے نیک یعنی متقی ہوں اگرچہ اس وقت عارضی بدی کا ارادہ ہو۔ ایسی التجاؤں اور اللہ کے خوف دلانے سے دل کا متقی باز آ جاتا ہے۔ اس لیے اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا۔ کہنا بالکل درست ہے۔ تیسرا اعتراض حضرت مریم کی ساری پریشانی اور خوف فقط جبریل علیہ السلام کے کلام بشارت کرتے ہی ختم ہو گئی کہ اب اطمینان سے باتیں شروع کر دیں جواب یا اس لیے ختم ہو گئی کہ رب تعالیٰ کا رسول ہے اب عزت و آبرو کو کوئی خطرہ نہیں رہا اور اسی کی پریشانی و خوف تھا۔ اس لیے بھی پریشانی جاتی رہی کہ پہلے زکریا علیہ السلام کے لیے بشارت کا ذکر سن چکی تھیں یا الہام الٰہی کی وجہ سے اطمینان ملا یا یہ عیسیٰ علیہ السلام کا ارہاصی معجزہ تھا جو قبل ولادت ظہور میں آیا۔ واللہ اعلم۔

تفسیر صوفیانہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۔ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔

پوری کتاب ازل میں صرف مریم روشن ضمیری کا نام مکتوب ہے عالم اجسام کے پورے علاقے میں فقط یہی قیوم نظام اعلیٰ ہے اسی کی یاد منانے چرچہ کرنے اور ذکر سنانے کا حکم ربانی ہے سلطان قلب کی بادشاہی میں یہی قطب عالم ہے روشن ضمیری مومن کا سرمایہ خسروی اور عارف کامل کا تمغۂ محنت ہے اے شہنشاہ ابدان قلب منور اس نعمت کا تذکرہ کتاب سینہ میں۔ بیان فرما جب یہ مریم ضمیر روشن اپنے اہل یعنی تعلق دنیا و لوازمات حواس و تعلیات سے دور منفرد ہوتی ہے اور انوار الٰہی کے مشرق اور فیضان ربانی کے طلوع [illegible] عبادت و ریاضت سے ہٹ کر حجاب

marfat.com
Marfat.com

خلوت بنا لیتی ہے کیونکہ زندہ ضمیر کی روشنی عزت کے اندھیروں میں ہی چمکتی ہوئی ہے اس رازِ سلطنتِ سرمدی کو صرف روحِ حیات ہی جانتی ہے تب ہم ضمیر اصل معرفت کی طرف الہامِ ربانی کی وحی روح اور خاطرِ رحمانی کا روحُ الامین بھیجتے ہیں اُس رُوحنا کو حروفِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا لباسِ وحدت پہنایا اور بشریتِ مثلیہ کی چادر اور انسانیتِ سَوِیًّا کا کمبل اُڑھا کر مشرقِ انوارِ خلوت گاہِ اسرارِ ضمیرِ روشن کے پاس نزولِ اجلال فرمایا۔ قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا۔ قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا۔

ضمیرِ روشن نے اجنبی قالب کو خلوتِ وحدت میں تخیلِ غیر اور تسلسلِ فکر و تشکل و جہی میں دیکھا تو قَالَتْ۔ فرمایا میں اپنے رحمٰنِ قدیم کی پناہ مانگتی ہوں تجھ اجنبی افکار سے کہ کہیں تو مجھ فکر ذاتِ طاہرہ و تصوراتِ پاکیزہ کو اپنے مرئیِ ابدی ازلی کی یاد سے ہٹا کر غیر اللہ میں مشغول نہ کر دے۔ میری خلوتِ مراقبہ اور انتباہِ فنائی تو فقط اپنے رحمٰنِ ابدی کے لیے ہے تیرا آنا اِس خلوتِ ذکرِ الٰہی کو خلوتِ اَغیار بنانا مجھے ناگوار اور ناپسند ہے۔ قَالَ اَجنبیِ تشکّل اور غیریتِ سَوِیًّا نے فرمایا کہ واردات احوالِ سالکین کا قاصدِ ربّانی اور تیرے ربِّ کریم ہی کا پیغامِ بشارت لانے والا ہوں تاکہ میں تجھ کو نفسِ مطمئنّہ قدسیہ کا غلامِ مذکّی عطا کروں وہ نفسِ مقدسہ جو خلعتِ انسانیت کی تلویثِ مادیہ سے پاک اور منزّہ ہو۔ قَالَتْ اس مکالمۂ مخفیہ میں ضمیرِ روشن کی صوتِ باطنی نے سوالاً فرمایا اے میرے ربِّ جلال کے قاصدِ الہامات میرے بطنِ طائفِ نفسِ مطمئنہ مقدسہ کی نزولِ ولادت کس طرح ہو سکتی ہے۔ مجھ کو عالمِ شعور میں کسی امتزاجِ بشریت نے مساس و دخول نہ کیا نہ میرے اوقاتِ لطائف کو کسی ہوا و ہام باطل نے چھوا نہ ہیں نے عالمِ روحِ مجرّد سے نکلنے کی بغاوتِ لاشعوری کا ارتکاب کیا۔ نفسِ مولود کے وُرُود و نزول کے تو اس باطنِ وادیِ اعمال میں کسی بھی عملِ مسعود یا نامسعود کے آنے کے بس یہی دو طریقے ہیں۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ از آدم علیہ السلام تا آمنہ مسلمہ ہر اُمتِ نبی علیہ السلام میں ایک قطب الاقطاب اور غوث الاغواث ہوتا رہا ہے اُمتِ آدم علیہ السلام کے قطب الاقطاب۔ حضرت ہابیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمتِ سلیمان علیہ السلام کے آصف بن برخیا اور اُمتِ زکریا علیہ السلام کا قطب الاقطاب حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا گیا۔ اُمتِ مسلمہ کا قطب الاقطاب پہلے دور میں حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، پھر سید الاولیاء آخرین سید عبد القادر شہنشاہِ بغداد تا قیامت قطب الاقطاب اور غوث الاغواث ہیں۔ سید الاولیا شروع زمانوں سے ہمیشہ ہر اُمت میں چار ہوئے ان ہی چار میں ایک سید السیادت ہوتا ہے اُمتِ مسلمہ [illegible] غوث صمدانی ہی سید السیادت ہیں

marfat.com
Marfat.com

دوم خواجہ سید معین الدین چشتی یہ بھی سید الاولیا ہیں سوم خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی یہ بھی سید الاولیا ہیں چہارم خواجہ شہاب الدین سہروردی یہ بھی سید الاولیا تاجی ست ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مسافرانِ معرفت کے لیے بھی چار ہی عرفانی منزلوں کے چار لباس ریاقت ہوتے ہیں پہلا لباسِ زہد دوم لباسِ فقر سوم لباسِ درویشی چہارم اور آخری منزلِ قرب کا لباسِ تصوف۔ فقیری یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کی پرواہ نہ کرے مفلسی کے وقت مطمئن ہو مال ہو تو سخاوت کرے۔ زاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی کوئی حاجت پیش نہ کرے اور نہ کسی کا مالک نہ اس کا کوئی مالکِ دنیوی ہو۔ حاجت پیش نہ کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اُس کو فرائض بندگی کی مشغولیت سے فرصتِ دعا ہی نہ ملے اپنے رب رحیم پر پورا بھروسہ کرتا ہے اس لیے وہ سوال کرتا ہے نہ اُس کی ضرورت سمجھتا ہے۔ اور درویشی عارف کا اونچا مقام ہے، اپنے آپ کو رضاءِ مولیٰ پر فنا کرنے کا نام درویشی ہے۔ تصوف یہ ہے کہ بندہ اللہ کے ساتھ بغیر کسی حاجت کے رہے تصوف حقائق کو اختیار کرنے اور لوگوں کی چیزوں سے مایوس ہونے کے ہم معنیٰ ہے۔ تصوف فکر زہد جداگانہ چیزیں ہیں لیکن تصوف ان تمام پر ہر معنیٰ میں حاوی ہے اور اس میں معرفت کے تمام اجزاء موجود ہیں مگر تصوف میں زہد فقر درویشی کے علاوہ بھی بہت سے کٹھن مقامات ہیں لہٰذا زاہد فقیر پیر درویش بننے کے باوجود بھی بہت سے عارفینِ صوفیا کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ حالاتِ مسیح اور بیاناتِ مریم وتذکرۂ کتاب میں عارفینِ ابتدا کو یہی اسباقِ تصوف پڑھائے جا رہے ہیں۔ (از تفسیر نیشاپوری مع زیادت)

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۖ وَّلِنَجْعَلَهٗٓ

بولا وہ کارندہ (رسول) فیصلہ اسی طرح ہو چکا ہے کہ فرمایا تیرے رب نے یہ کام مجھ پر نہایت آسان ہے اور البتہ بنائیں گے ہم اس کو

کہا بولا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾

اپنی نشانی تمام انسانوں کے لیے اور رحمت اپنی اور ہو چکی ہے یہ تقدیر فیصلہ کی ہوئی۔

نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ٹھہر چکا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا

فوراً ہی حاملہ ہو گئی اس بچے سے اس وقت علیحدہ چلی گئی وہ مریم اس حمل کے ساتھ کچھ دور جگہ پھر لے گیا اس کو

اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا پھر اُسے لیے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی پھر اُسے

الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ

درد زہ ایک پرانی کھجور کے تنے کی طرف۔ بولی وہ مریم ہائے کاش میں مر گئی ہوتی

جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا بولی ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے

قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ

اس وقت سے پہلے کبھی کی اور ہو چکی ہوتی میں مدتوں کی بھولی ہوئی تب پکارا اس کو فرشتے نے اسکی

مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی تو اُسے اُس کے تلے سے پکارا

تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ

ڈھلان کی جانب سے کہ غم نہ کر نکالی ہے تیرے رب نے تیرے قدموں کے نیچے

کہ غم نہ کھا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک

سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

ایک نہر۔

نہر بہا دی ہے۔

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت مریم کو بیٹے کی پیدائش کی خبر سنائی گئی تھی جس پر آپ نے رنج غم فکر پریشانی اور تعجب کا اظہار کیا تھا اس آیت میں حضرت مریم کے قابل حاملہ ہونے اور وقت ولادت

marfat.com
Marfat.com

بھی فی الفور قریب آئے پر جو پریشانی پیدا ہوئی اس کو تسلی آمیز طریقے سے دور کرنے کا ذکر ہے دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت مریم کا گھر کے ہی ایک حصے میں پردہ کرنے کا ذکر تھا۔ اب اِن آیت میں حضرت جی کا گھر سے نکل کر باہر کچھ دور جنگل میں آنے کا تذکرہ ہے۔ اور انتہائی پریشانی اور اس دنیا سے پہلے ہی کبھی فنا ہو جانے کے خواہش کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت جبرئیل کی اُن باتوں کا ذکر ہوا جو انہوں نے حضرت مریم سے کہیں تھیں۔ اِن آیت میں اُن باتوں کا ذکر ہے جو خود رب تعالیٰ نے حضرت مریم سے بذریعہ الہام فرمائیں تھیں۔

تفسیر نحوی قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۔ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۔

قَالَ فعل اس کا فاعل پرشیدہ ضمیر ھُوَ اس کا مرجع رُوْحًا ہے یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا كَذٰلِكِ، اسم اشارہ واحد مؤنث کے لیے۔ یہ چار لفظ ہیں ر کاف تشبیہی ر۲ ذا، اسم اشارہ ر۳ لام جانہ زائدہ علامتی ر۴ كِ ضمیر واحد مؤنث حاضر۔ یہ سب مل کر مستقل اسم اشارہ بعیدی ہے یہاں لفظ امر پرشیدہ ہے دراصل تھا اَمْرُ كَذَا الْكِ امر مضاف كَذَا الْكِ مضاف دونوں مقولہ اوّل ہے قَالَ رَبُّكِ مرکب اضافی ترجمہ ہے تیرے رب نے۔ كِ ضمیر کا مرجع مریم رَبُّكِ فاعل ہے قَالَ اپنے اس ظاہر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر منفصل کا مرجع وہ بیٹا ہونا یعنی یہ کام عَلَيَّ بمعنی مجھ پر میرے لیے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے هَيِّنٌ اسم صفت مشبہ هَوْنٌ سے مشتق دراصل هَوِيْنٌ تھا بروزن کریم واؤ کو ی بنایا۔ اور دونوں ی میں اِدغام کر دیا۔ ترجمہ ہے بہت ہی آسان۔ هَيِّنٌ اپنے متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لام کَیْ بمعنی تاکہ اس لیے نَجْعَلَ، فعل ناقص، مفعول بہ اوّل۔ نَجْعَلَ فعل متعدی بدو مفعول ہے۔ اٰيَةً۔ اسم مفرد جامد بمعنی نشانِ قدرت معجزہ۔ دلیل قدرت۔ معطوف علیہ ہے لِلنَّاسِ ترجمہ ہے لوگوں کے لیے یہ جار و مجرور متعلق اوّل ہے۔ واؤ عاطفہ رَحْمَةً۔ اسم مفرد جامد بمعنی شفقت۔ ترس مہربانی محبت نفع۔ فائدہ یہاں ہر معنی مناسب ہے یہ معطوف ہے اٰيَةً پر دونوں مل کر مفعول بہ ہوا۔ مِنَّا۔ دراصل ہے مِنْ نَا۔ بمعنی اپنی طرف سے یہ جار مجرور متعلق دوم ہے، نَجْعَلَ کا۔ نَجْعَلَ اور مِنَّا دونوں جگہ ضمیر جمع متکلم کا مرجع رب تعالیٰ ہے۔ نَجْعَلَ سب سے مل کر جملہ ہو کر معطوف، ہوا هُوَ عَلَيَّ کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قَالَ رَبُّكِ اپنے مقولے سے مل کر مقولہ دوم ہوا پہلے قَالَ کا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا واؤ عاطفہ۔ یہاں مفسرین [illegible] یعنی فرشتے نے کہا کہ فیصلہ

marfat.com
Marfat.com

رہائی ہو چکا ہے۔ دوم یہ کہ یہ فرمان رب تعالیٰ کا ہے۔ پہلی صورت میں یہ جملہ عطف ہوگا گذالک پر اور مقولہ ہوگا پہلے قَالَ کا دوسری صورت میں یہ عطف ہوگا هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ پر اور مقولہ ہوگا دوسرے قَالَ پر اعلیٰحضرت کے ترجمے سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ قول فرشتے کا ہے کَانَ فعل ناقصہ هُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم مرجع ہے غلام کی عطاء اَمْرٌ موصوف مَقْضِيًّا۔ باب ضَرَبَ کا اسم مفعول واحد مذکر قَضٰی سے مشتق ہے یعنی فیصلہ ہو جانا۔ اگر عمل سے پہلے ہو تو مراد ہوتا ہے قولی فیصلہ اور اگر عمل کے بعد فیصلے کا ذکر کیا جائے تو مراد ہوتا ہے عملی فیصلہ یہاں قولی فیصلہ مراد ہے یعنی تقدیر لکھی جا چکی ہے۔ یہ صفت ہے۔ موصوف صفت مل کر خبر ہے کَانَ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر عطف ہے گذالک پر دونوں مل کر مقولہ اَوّل ہوا قول کا سب قول تقولے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَ اتسیا فیہ (ابتدائیہ) حَمَلَتْ فعل ماضی مطلق واحد مؤنث غائب ہٗ پوشیدہ ضمیر کا مرجع مریم یہ ضمیر فاعل ہے باب ضرب سے لازم ہے ترجمہ ہے حاملہ ہو گئی۔ ایک قول میں متعدی بیک مفعول ہے ترجمہ ہے حمل لے لیا۔ حمل اٹھا لیا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پہلے قول میں مجرور متصل ہے مِنْ جارہ پوشیدہ سے اصل میں تھا مِنْهُ ترجمہ ہے حاملہ ہو گئی اس سے دوسرے قول میں یہ ضمیر منصوب متصل ہے ترجمہ ہے حمل لے لیا اس کا، ہٗ کا مرجع دونوں قول میں غلام ہے فَانْتَبَذَتْ بِهٖ تب۔ تو۔ اس وقت یہ اگلا جملہ ظرف زمانی ہے اِنْتَبَذَتْ باب افتعال کا ماضی مؤنث ب جارّہ بمعنی مع یعنی ساتھ ہٖ ضمیر کا مرجع حمل، ترجمہ ہے اس حمل کے ساتھ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ مَكَانًا۔ اسم ظرف واحد مذکر بمعنی جگہ موصوف ہے قَصِيًّا۔ اسم صفت مشبہ بروزن فعیل۔ قَصِيٌّ سے مشتق بمعنی الگ ہونا علیحدہ ہونا دور ہونا کنارہ پر ہونا۔ یہاں معنی ہے اور دور گھر یہ بستی کے کنارے پر۔ یہ صفت ہے مکانا کی موصوف صفت مفعول فیہ ہوا۔ اِنْتَبَذَتْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ظرف زمانی ہوا حَمَلَتْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا تقدیم و تاخیر بعینہٖ پھر اَجَاءَ باب افعال کا ماضی مطلق واحد مذکر اس کا مصدر تفعیل سے اِجِیَاءٌ ہے اور بعد تعلیل نحوی اَجَاءَۃٌ بمعنی لانا۔ آنے پر مجبور کر دینا متعدی ہے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع مریم مفعول بہ ہے اس لیے منصوب متصل ہے اَلْمَخَاضُ اسم مصدر مزید فیہ جامد حاصل مصدر بروزن فَعَالٌ مَخَضَ سے رحم میں درد ہونا جو بچے کی پیدائش کے وقت ہوتا ہے (دردِ زہ) یہ فاعل ہے اَجَاءَ کا اِلٰی حرف جر انتہاء غایت کے لیے جِذْعِ اسم مفرد جامد بمعنی درخت تنا (یعنی جڑ کے ساتھ والی مرکزی شاخ جس میں نیچے جڑ لگی ہوتی ہے اور اوپر شاخیں پتے پھل وغیرہ) اس کی جمع جُذُوْعٌ ہے مضاف

marfat.com
Marfat.com

ہے اَلنَّخْلَۃِ۔ الف لام عہد خارجی یا ذہنی۔ نَخْلَۃ اسم مفرد جامد مؤنث لفظی یعنی کھجور یا اس میں تَ وحدت کی ہے تب یہ مذکر ہے یہ مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے اَجَاءَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا قَالَتْ۔ فعل ماضی مؤنث غائبہ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل جس کا مرجع مریم یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ یَا حرف ندا اَلَیْتَ حرف مشبہ۔ اسم کو فتح دیتا ہے خبر کو ضمہ۔ یہ اصل ہے اس لیے اس کا وزن یعنی تمام حرکات و سکنات باقی رکھنا ضروری ہیں۔ اسی بنا پر اس کو یا متکلم ضمیر سے متصل کرنے کے لیے نون وقایہ لانا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو کَنَّنِیْ پڑھا جائے اور یہ منوع ہے کی ضمیر منصوب ہے کیونکہ اسم ہے مِتُّ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مَیْتٌ سے مشتق ہے بروزن بِعْتُ عربی لغت میں یہ واحد مصدر مادہ ہے جو اجوف واوی بھی اور اجوف یائی بھی یعنی مَوْتٌ سے مِتُّ یَمُوْتُ اور مَیْتٌ سے مِتُّ یَمِیْتُ۔ پہلا باب نَصَرَ سے ہے۔ ترجمہ دونوں کا ہے مَرتا۔ اِس کا فاعل اَنَا ضمیر واحد متکلم مؤنث قَبْلَ اسم ظرف زمانی مضاف ہے ہٰذَا اسم اشارہ قریبی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے مِتُّ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر اگلے کلام کا معطوف علیہ وَاؤ حرف عطف کُنْتُ۔ فعل ماضی مطلق ناقصہ واحد متکلم مؤنث اس کا پوشیدہ ضمیر ہے۔ نَسْیًا۔ اسم مصدر حاصل مصدر بھولنے کے لائق ناقابل یا دنا قابل ذکر یہ تابع تاکیدی میں مؤکد ہے۔ مَنْسِیًّا اسم مفعول باب سَمِعَ سے ہے نَسْیٌ اس کا مصدر مجرد ہے یعنی بھلایا جانا۔ ترجمہ بھولی ہوئی اسی سے ہے نَسْوَۃٌ یعنی عورت کیونکہ عورتیں بھی بھلکڑ زیادہ ہوتی ہیں اسی لیے ان کی ایک گواہی دو عورتوں سے مکمل ہوتی ہے یہ تاکید ہے دونوں کا معنی ہے مدتوں کی بھولی ہوئی۔ یہ دونوں منصوب اور تابع خبر ہے کُنْتُ فعل ناقصہ کی یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہے مِتُّ کے جملے پر دونوں مل کر خبر ہے لَیْتَ کی اس لیے ان جملوں کا اِعراب محلاً نصب ہے۔ لیتَ اپنے اسم خبر سے مل منادیٰ ہوا۔ یا ندائیہ اپنے منادیٰ سے مل کر مقولہ ہوا قامت کا وہ جملہ تو لیہ ہو گیا خیال رہے کہ اگر حرف ندا سے پہلے کوئی فعل موجود ہو جس سے حرف ندا کو ملایا جا سکے تو پھر پوشیدہ اُدْعُوْا یا نَدْعُوْا کا جملہ فعلیہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے تَ تعقیبیہ ابتدائیہ۔ نَادٰی فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب باب مُفَاعَلَۃٌ اس کا مصدر تفعیل نحوی سے پہلے مُنَادَیَۃٌ تفعیل کے بعد مُنَادَۃٌ مِنْ سے بنا ہے بمعنی پکارنا۔ بلانا اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر ھُوَ ہے جس کا مرجع رُوْحًا ہے۔ ھَا ضمیر مفعول ہے مِنْ حرف جر ابتداء غائیہ کے لیے بمعنی طرف سے تَحْتِ اَسْماء ظروف میں سے ایک ہے وہ کل آٹھ ہیں ۱ قَبْلُ ۲ بَعْدُ ۳ فَوْقُ ۴ تَحْتُ ۵ یَمِیْنٌ ۶ یَسَارٌ ۷ خَلْفُ ۸ اَمَامُ۔ اگر ان کا مضاف الیہ ظاہر ہو تو یہ معرب ہیں [illegible] ضمیر مجرور مضاف الیہ

marfat.com
Marfat.com

اِن دونوں ھا ضمیر کا مرجع مریمؑ ہے۔ یہ مرکبِ اضافی مجرور ہوا اور جار مجرور متعلق ہے نَادٰی کا۔ اَلَّا۔ دراصل اَنْ لا ہے۔ اَنْ مخففہ ہے اَنَّ تھا اس کا ترجمہ ہوتا ہے شان یہ ہے کہ۔ یعنی یہ نہ ہونا چاہئے اگر بعد میں جملہ مثبتہ ہو تو معنی ہوتا ہے ایسا ہونا چاہیئے۔ لَا تَحْزَنِیْ۔ باب فتح کا فعل نہی واحد مؤنث حاضر حُزْنٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے غم نہ کر۔ لَا تَحْزَنِیْ کا فاعل اُنْتِ ضمیر مستتر شیدہ اس کا مرجع ہے مریم یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلول ہوا۔ قَدْ جَعَلَ فعل ماضی قریب واحد مذکر رَبُّکِ مرکبِ اضافی فاعل ہے تَحْتَکِ مرکبِ اضافی ترجمہ ہے تیرے نیچے یا تیرے ماتحت تیرے قبضے میں تیرے اختیار میں یہ ظرف مکانی ہے سَرِیًّا۔ اسم صفت مشبہ ہے واحد ہے اس کی جمع اَسْرِیَۃٌ بھی ہے اور سَرْیٌ بھی۔ یہ سَرْیٌ سے مشتق ہے بمعنی تیز چلنا۔ مراد ہے چھوٹی نہر جو بڑی نہر سے نکل کر باغ نیچے میں آتی ہے۔ مفعول یہ ہے جَعَلَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر علتِ ہوئی لَا تَحْزَنِیْ۔ معلول علت مل کر بیان ہوا نَادٰی کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا سَرِیًّا میں ایک قول ہے کہ یہ سَرْوٌ سے مشتق ہے یعنی بلند شان والا۔ اور مراد حضرت عیسیٰ ہیں۔ ترجمہ ہے کہ تیرے ماتحت ایک رفیع الشان بیٹا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر عالمانہ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا۔

فرمایا اس بشر سوّیا نے یہ سب کچھ یعنی حمل وضع حمل اور بیٹا پیدا ہونا۔ اسی طرح بغیر کسی ظاہری قانونی فطری اسباب کے خود بخود اور ابھی ہی سب کچھ ہو گا۔ کیونکہ تیرے رب تعالیٰ نے جس نے مجھ کو بشری شکل بنا کر بھیجا ہے یہ فرمایا ہے یہ کام میرے لیے بہت ہی آسان ہے اے مریم تجھ کو اس میں حیرانی کی ضرورت نہیں رب تعالیٰ کی قدرتیں تو اس سے بھی زیادہ وسیع و عظیم ہیں۔ تو میری کیفیت اور کمزوری کو نہ دیکھ رب تعالیٰ کی قدرت پر نظر کر۔ اس ولادتِ معجزانہ میں رب تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں ہیں جن میں سے ایک یہ کہ اس پیدا ہونے والے مولود مسعود کی ذات موجودہ اور آئندہ تمام انسانوں کے لیے قدرت کی ایک عظیم نشانی ہے خالق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم اس مخلوق و مولود کو آیت تا قیامت بنائیں گے۔ ان عقلیات والے موجودہ لوگوں کے لیے جو اپنے علم و کسب صنعت و حرفت کاریگری تجربہ کاری پر مغرور بنے پھرتے ہیں اور اپنے اسباب و علل پر ہی رب تعالیٰ کی تخلیق کو قیاس کرتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ جس طرح ہم انسان باوجود علم کثیر صنعت مزید حرفت وغیرہ کے باوجود اسباب کے محتاج ہیں اسی طرح معاذ اللہ رب تعالیٰ خالق کائنات بھی اسباب کا تابع و محتاج ہے۔ یہ مولود ان تمام بدعقیدگیوں کو باطل کرنے والا ہے۔ اور اس مولود مبارک کی پوری زندگی چلتا پھرنا بات کرنا کام پھر رفعت و نزول

marfat.com
Marfat.com

حیاتِ ثلاثہ پہلی زمینی دوسری آسمانی پھر تیسری زمینی پھر شادی بیاہ وفات اور تدفین وغیرہ سب کچھ بعد والے انسانوں کے لیے قدرتِ الٰہی کی عظیم حیران کن آیۃ للناس ہے۔ اور اس کا وجود جہان کے لیے رحمت ہے خاص ہماری طرف سے اور اسے مریم گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ فیصلہ تو ازلِ قدیم میں ہو چکا ہے انبیاء بنی اسرائیل کے پہلے نبی یوسف علیہ السلام اور آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام۔ مسیح علیہ السلام کا آنا الٰہی مناسبات طرح سے ہے ۱ پشتِ آدم علیہ السلام سے جب ذریتِ آدم نکالی گئی اور حضرت آدم نے اپنی ساری ذریت دیکھ لی تو پھر سب داخل کر دی گئی مگر حضرت عیسیٰ کو دوبارہ داخل نہ کیا گیا ۲ آپ کی صحبت و ہمراہی اور آپ کا جسم بھی ہدایت تھی جو چند منٹ عقیدت سے بیٹھتا مومن بن جاتا ۳ آپ کے چار نام ذاتی ہیں جو اللہ کی طرف عطا ہوئے۔ عیسیٰ۔ مسیح۔ کلمۃ اللہ۔ روح اللہ ۴ آپ کی کنیت والدہ کی طرف منسوب ہے یعنی ابن مریم۔ کائنات انسانیت میں صرف آپ ہی ہیں جن کی یہ خصوصیت مِنَ اللہ تعالیٰ ہے ۵ رب تعالیٰ نے آپ کو چار صفات سے مزین فرمایا اَوْلٰی وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ اِلَی اللہِ سوم مہد اور کہولت میں کلام کرنا چہارم صالح یعنی زمینی آسمانی عابد زاہد۔ ۶ اُمتِ سابقین کے خاتم الرُّسل اور اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الاولیاء۔ آپ کی جسمانیت میں نہ تلفظ کی سہولت نہ عناصرِ اربعہ کی۔ آپ کا جسم مقدس صرف لفظ کُن سے ہے اور ظاہر و باطن صرف روح ہے۔ آگ پانی مٹی ہوا کچھ نہیں ۷ آپ ہی صرف مہاجرِ آسمانی ہیں جن کو اپنے قومی دشمنوں کی وجہ سے آسمان کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ اس لیے اے مریم بے شک اصلاً نسلاً تو یہ تیرا اور صرف تیرا بیٹا ہے مگر حقیقتاً یہ آیۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا ہے فَحَمَلَتْهُ پس اتنی مختصر گفتگو کے بعد حضرت جبرئیل نے کچھ پڑھ کر یا بغیر پڑھے ہی پھونک ماری آپ کے چہرے پر وہ منہ کے راستے سینے سے ہوتی ہوئی پیٹ اور رحم میں پہنچی اور اسی وقت محسوس ہو گیا کہ حمل کا بوجھ ہو گیا جبرائیل غائب ہو گئے۔ اور آپ سمجھ گئیں کہ یہ سب کچھ ابھی ہی ہونا ہے۔ اب آپ کچھ سمجھ نہ پا رہی تھیں کہ کیا کروں اسی پریشانی میں بجائے گھر کے افراد کے پاس آنے کے باہر جنگل بیابان کی طرف نکل گئیں۔ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا اس حمل کے ساتھ ہی آپ ہی تقریباً آٹھ دس میل چلتی چلی گئیں اور اپنے ننھیال مقامِ ناصرہ کے پاس اسی گاؤں کے کنارے پر بیت اللحم تھا۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئیں تن تنہا نہ کوئی آنی نہ موالی نہ مددگار نہ پُرسانِ حال مریم کے والد کا نام عمران بن ماتان تھا یہ حضرت زکریا کے ہم زلف تھے اور بہت بڑے ولی اللہ تھے والدہ کا نام حنہ تھا۔ خود مریم بھی پڑھاپے کی منتوں مرادوں والی اولاد ہیں اور عورتوں میں صرف مریم نے شیر خوار اگ[illegible] والی [illegible] المقدس میں چھوڑ گئیں بعض

marfat.com
Marfat.com

نے کہا مریم ایک میل دور جنگل میں نکل گئیں ایک پہاڑی کے دامن میں چھپ کر بیٹھ گئیں۔ بعض نے کہا کہ بیت المقدس کے ایک خادم عابد زاہد کے ساتھ گئیں جس کا نام یوسف نجار تھا اور منگیتر تھا مریم کا مگر یہ سب کذبیات و اسرائیلیات ہے۔ حضرت مریم کو دم جبرئیل کے تھوڑی دیر بعد ہی دردِ زہ شروع ہو گیا تھا۔ اسی لیے ارشاد ہے۔ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ۔ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۔ قدرتِ الٰہیہ کا یہ ظہور اتنی جلدی ہوا کہ چند ساعت کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ بعد دردِ زہ ہی لے آیا اس پاک دامن کنواری پاک مریم کو دور ایک صحرائی خشک کھجور کے بے برگ و ثمر ٹنڈ منڈ تنے تک حضرت مریم نے چار و ناچار سے گھبرا کر اپنے آپ سے کہا۔ ہائے کاش میں اس وقت کے آنے سے پہلے مر گئی ہوتی اور آج کے دن تک بھولی بسری ہو چکی ہوتی ایک وجہ یہ کہ گھر سے بغیر بتائے اتنی دور چلی آئی شاید گھر والے پریشانی میں ہوں ڈھونڈتے پھرتے ہوں یہ ایک بدنامی دوم یہ کہ بچے کی پیدائش جب کہ نہ شادی نہ نکاح یہ دوسری بدنامی بلکہ سخت ترین ذلت سوم یہ کہ ایسے حالات میں کوئی خدمت گار یا مشورہ تسلی دینے والا بھی پاس نہیں۔ نہ اس شدتِ تکلیف میں ملنے دبانے والی دوادارو کرنے والی دل جوئی و غمگساری کرنے والی دائی وغیرہ بھی نہیں چہارم یہ کہ شدتِ تکلیف جو عورت کی برداشت سے باہر ہو جاتی ہے بلکہ چیخیں نکلتی ہیں یہ آواز جس کا دبانا مشکل ہوتا جا رہا تھا اگر نہ دبا سکی تو صحرائی گونج کہاں تک پہنچ سکتی ہے اور کتنے رہ گزر جمع ہو سکتے ہیں اس خیال سے ہی لرزہ طاری تھا۔ اور تکلیف دگنی محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے زبانِ اقدس سے یہ الفاظ لازمی امر تھا۔ تب ندا کی اس نخلہ کے نیچے نہر کے کنارے سے اے مریم غمگین نہ ہو ایسے حالات کے تمام سامان تیرے پروردگار نے مہیا فرما دیئے ہیں صرف تیری خاطر وہ نہر جو زمانوں سے خشک پڑی تھی بغیر کسی ظاہری اسباب (بادل وغیرہ) کے جاری فرما دی جو تیرے قدموں و نگاہوں کے نیچے ڈھلان میں جاری ہو گئی ہے یہ ایک نہر ہی تیری بہت سی پریشانیوں کا مداوا ہے ۱ لہلہاتی ٹھنڈی ہوا ہیں ۲ میٹھا ٹھنڈا قدرتِ الٰہی کا غذائیت سے بھرپور پانی ۳ آنکھوں کی تازگی ۴ جسم کی قوت ۵ ذہنی خیالات کا پھیرنا، کیونکہ نعمت کا وجود اور حقیقی تصور بھی بہت بڑا غمگسار ہوتا ہے۔ سَرِیًّا میں تین قول ہیں ۱ رواں دواں خوب صورت صاف پانی کی نہر ۲ آنے والا بچہ مراد ہے کہ بہت عظمت والا شان و شوکت و شہرت والا ہے ۳ تُحْتَكِ یعنی تیری گود میں تیرے پیے۔ ۴ سَرِیًّا یعنی سخاوت والا ہر حال میں مفید خیال رہے کہ قرآن مجید

marfat.com
Marfat.com

میں انسان کی ولادت و پیدائش چھ قسم کی مذکور ہے ۱ بغیر خاوند بیوی جیسے حضرت آدم کی پیدائش ۲ بڑھاپے کی وجہ سے جب نطفہ بھی خشک ہو جاتا ہے جیسے حضرت اسحاق کی ولادت ۳ خاوند بیوی کی صحبت اور نطفے کے بغیر جیسے حضرت عیسیٰ کی ولادت ۴ بغیر والد بغیر والدہ صرف مرد کی ہڈی کو انسان بنا دیا گیا جیسے حضرت حوا کی پیدائش کہ جسم آدم علیہ السلام سے ایک لمبی پسلی کی مع گوشت ہڈی نکالی اور اس کو حوا بنا دیا ۵ بغیر والد صرف والدہ کے نطفے سے جیسے حضرت عیسیٰ کی ولادت ۶ خاوند بیوی کے ملاپ اور نطفے سے مدتِ معینہ میں جیسے عام انسانوں کی پیدائش اور ولادت اَمرٌ مَقْضِیًّا یعنی اٹل فیصلہ مدتِ حمل میں چار قول ہیں ۱ حمل۔ ولادت اسی دن تین گھنٹے کے اندر اندر سب کچھ ہوا ۲ چھ ماہ بعد ولادت ہوئی ۳ آٹھ ماہ بعد ہوئی ۴ نو ماہ بعد ہوئی مگر پہلا قول درست ہے اس وقت حضرت مریمؑ کی عمر تیرہ سال تھی یہی قول صحیح ہے ۲ دس سال تھی ۳ سولہ سال تھی، یا یقینی کہنے کی وجہ نہ حمل کی بشارت نہ درد نہ تنہائی بلکہ صرف قوم کی طرف سے بدنامی و ذلت کا خوف تھا۔ قدرتِ الٰہی کی اس نشانی یعنی ولادتِ مسیح کو سمجھنے کے لیے رب تعالیٰ نے ابتدا ہی سے نشانات قائم فرمانے شروع کر دئے تھے پہلا یہ کہ مریم کو بچپن سے ہی بہت سے لوگوں کی نگہبانی کے اندر بیت المقدس میں رکھا گیا وہ بھی بالائی منزل میں تنہا۔ بجز بوڑھے خالو حضرت زکریا کے کوئی بھی دیکھ نہ سکتا تھا کسی سے بھی شناسائی نہ تھی نہ بے پردگی ۲ انتہائی بوڑھے خالو پر شک کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا جو خود لاولد تھے سوم یہ کہ چھ ماہ قبل بوڑھے اور بانجھ خاوند بیوی (زکریا اور ان کی حاجرہ بیوی) کے رحم سے بغیر صحبت و نطفہ ایک قدرتی بیٹے کی ولادت کا مشہور کیا جانا اُس کی علامتیں تین دن رات کی خاموشی وغیرہ کا تمام قوم کو پتہ بتایا جانا اور شہرت دیا جانا، چہارم یہ کہ مریم کو حیض آنا اور اُس کا مشہور کیا جانا کہ اُن دنوں مریم اپنے حجرے سے نکل کر دوسرے گھر میں ایامِ حیض گزارتی تھیں اور حیض حمل کی نفی کرتا ہے۔ پنجم یہ کہ اب اس دفعہ چند دن حیض گزار کر ایک دم صحت مند بچے کو لے آنا کسی بدکاری کا شائبہ تک نہیں ہونے دیتا ششم یہ کہ کبھی کی خشک نہر بغیر برساتی موسم بغیر بارش بغیر قریبی دریا بغیر سمندر ایک دم سے پُر جاری ہو جانا اور پھر کئی عرصہ جاری رہنا ہزارہ گز کا دیکھ کر اس قدرتی نہر پر تعجب و حیرانگی کرنا۔ ہفتم یہ کہ ایک پرانا خشک مردہ شجر کھجور کا ایک دم سے زندہ ہرا بھرا بے موسم کھجوروں سے لد جانا اور ہر شخص کا اس کو دیکھنا تعجب ہونا قدرت کے یہ سارے کرشمے ولادتِ مسیح کے قدرتی کرشمے کو سمجھانے کے [illegible] لوگوں نے ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

کو آیۃً لِّلنَّاس سمجھنے سے انکار کر دیا۔ اور اس قسم کی ایسی خبائثیں ہر دور میں ہر نبی علیہ السّلام کے ساتھ کسی نہ کسی طرز پر ہوتی رہی ہیں۔

فائدے اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ ثابت ہوا کہ بزرگوں سے دم کرانا اچھی بات ہے اور بزرگوں کو دم کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت رحمت برکت اور شفا ہے یہ حضرت جبرئیل کے پھونک مارنے کے ذریعے حمل ٹھہر جانے سے حاصل ہوا گویا کہ پھونک بھی مظہر قدرتِ الٰہیہ ہے۔ دوسرا فائدہ حضرت مسیح علیہ السّلام بشر بھی ہیں اور روح اللہ بھی اور دونوں میں کامل ہیں یہ فائدہ آیۃً لِّلنَّاس فرمانے سے حاصل ہوا بلکہ آپ کی پوری حیات اور حیات کی ہر ہر ادا آیاتِ الٰہی ہے یہاں تک کہ آپ کی سانس بھی تمیرا فائدہ ہر فرع میں اصل کا اثر آجاتا ہے جبرئیل کی پھونک کا اثر تھا کہ آپ کی جسمانیت بن گئی اور آپ کی پھونک کا اثر یہ تھا کہ مردہ زندہ اور بے جان میں جان پڑ جاتی تھی اسی لیے جبرئیل کا نام روح الامین تو آپ کا نام روح اللہ ہوا۔

احکام القرآن اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں یہ پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی تقدیر پیدا فرمائی ایک تقدیر مبرم دوسری تقدیر معلق تقدیر معلق دعا و التجا سے بدل جاتی ہے یہ مسئلہ۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ سے مستنبط ہوا۔ لہٰذا بہارِ شریعت نے جلد اول صہ پر اور ان کی دیکھا دیکھی بعض جہلا نے جو یہ لکھا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کو فرماتے ہیں۔ میں قضاءِ مبرم کو رد کر دیتا ہوں۔ اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہے اِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَمَا اَبْرَمَ بے شک دعا قضاءِ مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ یہ بات قطعاً درست نہیں حضور غوث پاک علیہ الرضوان کا فرمان ان لفظوں میں کہیں ثابت نہیں۔ صحیح مسئلہ اس طرح ہے کہ صرف قضاءِ معلق ٹل سکتی ہے اور وہ بھی بندہ نہیں ٹال سکتا ٹالتا رب تعالیٰ ہی ہے بندہ فقط دعا اور التجا کرتا ہے بہارِ شریعت کی یہ بات تو قصیدہ غوثیہ شریف کے بھی خلاف ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّيْ فَوْقَ مَيِّتٍ لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰى تَعَالٰى

ترجمہ: اگر میں اپنا بھید مردے پر ڈالوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کھڑا ہو جائے یعنی میری قدرت سے نہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ کر کے کھڑا کرنے والا میں نہیں۔ اگلی حدیث مبارکہ میں بھی تقدیر ٹلنے کا ذکر دعا سے ہے۔ اور بَعْدَمَا اَبْرَمَ کا تعلق دعا سے ہے نہ کہ قضاء سے ہے بہارِ شریعت کا زجہ بھی غلط ہے کہ [illegible] اور پاکیزہ اوقات [illegible]

marfat.com
Marfat.com

مقصدِ حدیثِ مبارکہ یہ ہے کہ جب دعا انتہائی پاکیزہ اور محکم ہو جائے تو رب تعالیٰ تقدیر معلق کو ٹال دیتا ہے اور پاکیزہ و عارف ولی کامل کی ہوتی ہے اور محکم و عارف مظلوم کی ہوتی ہے اس حدیث پاک کے الفاظ کُنْدُ مانا رہے ہیں کہ اُبرم کا تعلق دعا سے ہے نہ کہ قضا سے کیونکہ قضا کا مفہوم یا متعلق ہونا بندر تیج نہیں ہوتا بلکہ ایک دم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے پیے۔ بَعْدَمَا یا قَبْلَ مَا کا استعمال عبث ہے وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ غرض پاک کی شانِ ارفع کے لائق نہیں کہ تقدیر مبرم اور رب تعالیٰ کے امرِ مقضیاً کے بارے یہ فرمائیں کہ اللہ کے اٹل فیصلے کو میں رد کر دیتا ہوں (معاذ اللہ تعالیٰ) رہا یہ کہ صاحب بہارِ شریعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایسی مصنوعی بات فرما کر پھر مُبرم کی تقسیم کرنا کہ فرشتوں کے نزدیک مُبرم ہو یا حقیقی ہو۔ یہ تقسیم بھی کہیں ثابت نہیں اس لیے یہی کہنا صحیح ہے کہ بہارِ شریعت کی یہ بات سرے سے غلط ہے اور پھر وہ حضور غرض پاک جو قصیدہ غوثیہ لکھتے ہوئے اتنے محتاط ہیں کہ بار بار اپنی انا کو رب تعالیٰ کی قدرت و قوت اور سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدومِ بہجت کے وسیلۂ عظمیٰ کی طرف پھیر رہے ہیں حالانکہ اس قصیدۂ پاک کے لکھنے کا حکم اُن کو ربِ جلیل کی طرف سے تقریباً سات مرتبہ اِلْہَامًا وَمَنَامًا ہوا تھا تب آپ نے لکھنے کی ہمت پائی تھی پھر علاوہ ایسا بے باک جملہ کس طرح فرما سکتے ہیں بندہ اپنی مرضی سے تو تقدیر معلق بھی نہیں ٹال سکتا ہاں رب تعالیٰ خود ہی اپنے محبوب بندوں کی نازنینانہ دعاؤں سے تقدیر معلق کو ٹال دیتا ہے۔ یہ اُس کا کرم اور بندوں کی محبوبیت ہے ہر ایک کی دعا کی یہ شان نہیں۔

دوسرا مسئلہ قانونِ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق عورت پر صرف انسانی مردوں سے پردہ واجب ہے فرشتوں جنات یا دیگر مذکر حیوانات سے پردہ واجب نہیں یہ مسئلہ فَنَادَتْہُ (الخ) اور پہلی گذشتہ آیت فَتَمَثَّلَ لَہَا بَشَرًا سَوِیًّا۔ سے مستنبط ہوا۔ یعنی فرشتہ اگرچہ شکلِ انسانی میں ہو تب بھی پردہ ضروری نہیں۔ یہی فقہ حنفی کا مسلک ہے۔ جنات کا حکم بھی یہی ہے دیکھو حیوانات مذکر بھی اور ننگے بھی پھرتے رہتے ہیں مگر کسی مسلمان عورت پر پردہ لازم نہیں ہوتا۔ ان سب کا حکم ایک ہے۔ **نعیمی مسئلہ**۔ زمانۂ ماضیہ کی خواہش موت کرنا جائز ہے مگر حال یا مستقبل کی دعاءِ موت منع اور ناجائز ہے یہ مسئلہ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض جب رب تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریم کو پتہ لگ گیا تھا کہ یہ آنے والا مولود بچہ اللہ تعالیٰ کی بشارت ہے اور قدرتِ الٰہیہ کا اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ اور رَحْمَۃً مِّنَّا سے تو پھر حضرت مریم کو اتنی گھبراہٹ اور پریشانی کیوں تھی اور گھر کو چھوڑ کر کیوں گئیں گرتے پڑتے نکل کر اپنی خالہ ہی کے پاس

marfat.com
Marfat.com

آجانیں تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا۔ قوم کے پاس آنے کا موقعہ ہی نہ آتا نہ اس طرح کے طعنے اور زچگی کی تکلیف اٹھانا پڑتی۔ **جواب** اگرچہ یہ بشارت مل چکی تھی اور آپ منشاءِ الٰہیہ کو جان چکی تھیں مگر یہ پتہ نہیں تھا کہ ابھی سب کچھ ہو جائے گا۔ سنبھلنے مشورہ کرنے کا موقعہ ہی ملے گا۔ ایسا سخت خطرناک واقعہ زندگی میں پہلا موقعہ ناتجربہ کاری۔ جس کی ساری زندگی تنہائی و خلوت میں گزری جس نے کبھی کسی غیر عورت کی شکل بھی نہ دیکھی ہو۔ کبھی خالہ سے کھل کر بات نہ کی ہو۔ عورت کے پاس عصمت وعفت ہی کا تو سرمایہ ہوتا ہے وہ بھی بے گناہی میں اٹھتا نظر آئے تو آخر اتنی جلد بازی میں کیا کرے گی اس وقت جو مریم پر گزر رہی ہوگی وہ ایک پاک دامن خلوت نشین باعفت عورت ہی سمجھ سکتی ہے۔ آپ کو گھبراہٹ میں کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں وہ تو خالہ سے بات کرتے بھی خوف زدہ تھیں کہ معلوم خالہ کیا اثر لیں کیا نہیں نیز وہ خالو کو اس میں ملوث نہ کرنا چاہتی تھیں کہ آج نہیں تو کل یہ بات کھلے گی تو قوم کے سامنے خالو کیا جواب دیں گے اگرچہ وہ بچے کی طرف سے تو مطمئن تھیں مگر قوم کے رویے سے پریشان تھیں اس لیے دور نکل کھڑی ہوئیں اور چلتی ہی چلی گئیں لیکن پریشانی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ **دوسرا اعتراض**۔ موت کی تمنا گناہ ہے تو پھر حضرت مریم نے یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا کیوں کہا۔ **جواب** موت کے لیے دعا کرنا گناہ ہے اور دعا زمانہ حال کے لیے ہوتی یا مستقبل کے لیے۔ حضرت مریم کا یہ قول زمانۂ ماضی کے لیے تھا اور تمنا تھی نہ کہ دعا اور ان حالات میں اپنی موت کی خواہش و تمنا بالکل جائز ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض غلط ہے۔ **تیسرا اعتراض** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس طرح پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی کہ ایک عورت باعفت وعصمت کو بے پردہ کر کے ساری قوم کے سامنے بدنام اور رسوا کر دیا گیا۔ کیا اپنی قدرت طاقت وقوت کے اظہار کے لیے کسی نیک بی بی کو بدنام کرنا مناسب ہے یہ بھی کوئی انصاف ہے (نیچری منکرینِ معجزات اور قدرتی ولادتِ مسیح کے منکر لوگ) **جواب**۔ اوّلاً تو یہ دشمن نشین رکھنا چاہیئے کہ تمام انبیاء اولیاء علیہم السلام اور ہم تم سب مخلوق بلا شرکتِ غیرے فقط اللہ تعالیٰ کی ہی مملوک و مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے استعمال کرے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے دوم یہ کہ ولادتِ مسیح اور اس کے لیے حضرت مریم کا انتخاب غیبی بے شمار حکمتوں کے علاوہ ظاہراً بھی بہت حکمتیں ہیں ایک یہ کہ زمانۂ عیسوی کے لوگ بنی اسرائیل یہودی اپنی فنکار صنعت کاری شعبدہ بازی اور علمِ طب میں بہت ماہر اور کاری گر تھے۔ جالی نوس۔ ارسطو اور فلاطون الٰہی درجہ کے طبیب گزرے ہیں اور اُن کو اپنی اس علمی قابلیت پر بہت ناز تھا اور ایسے تیاف تھے کہ چہرے کو دیکھ کر پیٹ کی کھائی ہوئی خوراک کا کئی دفعہ صحیح اندازہ لگا لیتے تھے یعنی غذا و خوراک کا وہ حصہ جو کھانے کے فوراً بعد جس سے نشوونما پاتا ہے اُس کو اپنے قیافہ سے

marfat.com
Marfat.com

معلوم کر لیتے تھے ان کو اپنے فن پر غرور و تکبر اس حد تک بڑھا ہوا تھا سمجھتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر کوئی نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے منکر تھے اور علانیہ کہتے کہ ہم اتنے بڑے تنکار ہو کر بھی اسباب کے محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اسباب کے سہارے پر تخلیق فرماتا ہے مثلاً بادل برسے گا تو رب تعالیٰ کھیت وغیرہ اگا سکتا ہے بیٹا پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ پودا لگاتا ہے۔ خاوند بیوی کا ملاپ ہوتا ہے تب ہی رب تعالیٰ بچہ پیدا کر سکتا ہے۔ ان اسباب کے بغیر تخلیق ناممکن۔ ان کفریات میں بنی اسرائیل مبتلا ہو چکے تھے ان تمام بدعقیدگیوں اور کفریات کو توڑنے کے لیے کنواری پاک مریم کے بطنِ مقدس معصوم وعفت سے آناً فاناً چند لمحات میں ایک انسان کامل کو بشکلِ مسیح علیہ السلام تخلیق فرما دیا۔ اور اس شاہکارِ قدرت کو سمجھنے کے لیے رب کریم نے دو اور قدرتیں ظاہر فرمائیں ۱۔ نہر کی عیسیٰ پانی سے روانگی ۲۔ پرانے کھائے ہوئے تنے کا درخت بنا شاخیں پتے پھول پھل لگنا اور دراز عرصہ تک باقی رہنا کہ سب دیکھیں۔

تفسیر صوفیانہ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا۔ ارواحِ ربانیہ نے فرمایا فطرتِ اللہ نے اسی طرح کا فیصلۂ قدیمہ فرما دیا ہے کہ رب قدیم وعلیم پر یہ وارداتِ خفیہ کا فیصلہ آسان ہے اور فرمانِ بشارت انسانانِ ناسوت کے لیے نشانِ عبرت ہے اور مردانِ لاہوت کے لیے رحمتِ ابدی ہے اور ہو چکا ہے عالمِ جبروت سے تقدیرِ مُبرَم کا اَمرِ ربّی۔ تو فوراً قلبِ معصومہ قوتِ قربِ جمال سے بھرپور ہو گیا۔ اور اس قربِ جمال کے لقا و بقا کی وجہ سے کنارہ کش ہوا بیابانِ انفاس میں قلبِ صوفی محفلِ تنہائی میں مثلِ مریم زُہد ہے اس کا نفوسِ سرا پا آداب کا مجموعہ ہے۔ اس میں ہر وقت کے لیے ایک ادب ہے اور حالات کی پریشانیاں تفکراتِ غم واندوہ کا مجموعہ ہے ہر حال کا ایک مقام ہے اور ہر مقام کا ایک علیحدہ ادب ہے یہ آدابِ خلوت ازلی حادث سے مقرر ہیں عارفین فرماتے ہیں کہ خلوتِ مریم کے چار مقامِ عرفانی ہیں پہلا مقام محرابِ رحمِ والدۂ روح دوسرا مقام حجرۂ بیت تربیت مریا بو روح تیسرا مقام مکانِ تذکیہ وطہارتِ شرقیہ کہ یہاں قلبِ مومن تذکیہ وطہارت حاصل کر کے اہل اَزوارِ الٰہیہ کے لائق بنتا ہے چوتھا مقام۔ مکانِ قصیّا۔ جو اتیاذِ اَعمالِ صالحہ کی تکمیل کے لیے ہے یہاں عبدیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور عبدیت ہی کمالِ انسانیت ہے لہٰذا جس نے اوقات کے آداب کی پابندی کی وہ انسانوں کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اور جس نے آداب کو ضائع کر دیا وہ مقامِ قرب سے دور ہٹایا گیا اور قبولیت کی توقع میں ناکام رہا۔ یہ اعمال و افکار تدبیر و ترتیب آداب ہی آیۃً لِّلنَّاسِ ہیں۔ ظاہر ہے کہ [illegible] مقدس ہے کہ جس کے

marfat.com
Marfat.com

میں خشوع خضوع وعجز وانکساری نرمی وگرمی یعنی جمالی وجلالی کی گرمی آنکھ کی پیش ہو۔ اُس کے اعضاء جوارح پر بھی اسی کا اثر ہوگا۔ تو گویا باطن رحمۃ بینا اور ظاہر انسانیت آیۃ للناس ہے۔ انسانیت کا دوسرا نام تصوف تیسرا نام تفکر۔ چوتھا نام تدبر ہے۔ پانچواں نام تحمل۔ تصوف مکارم اخلاق تصوف اخلاق اعلیٰ کو اختیار کرنا۔ پست اور گھٹیا عادات وخصائل سے بچنا پرہیز کرنا ہے۔ عارف کی تین کیفیات ہیں جن کو وارداتِ ظاہری کہا جاتا ہے۔ فقر زہد۔ تصوف۔ تصوف کا درجہ بلند تر ہے۔ صوفی کا وجود قائم باللہ ہو جاتا ہے اپنے کو فنائیت حصولِ بقائیت ہے۔ جو منزلِ بقا پر پہنچ گیا وہ باقی باللہ بن گیا جس نے یہ قدم اٹھایا وہ اپنے کو کھو چکا۔ پھر اُسے کسی بھی چیز کی خواہش وطلب تنگ نہیں کرتی اور نہ کسی چیز کی حاجت وضرورت اور اُس کی نایابی اسے پریشان کرتی ہے۔ اس کو خلوت وتنہائی، صیام وسکانت انتباہ واختلاع اُنس بخشتا ہے۔ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ مریم حقیقت کو آبادیِ خلق اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ منازلِ شریعت مدارجِ طریقت کو عبور کر کے مقصودِ اصلیہ تک پہنچنے میں محتاج ہے مکانِ نفسیاً کا۔ ان منازلِ مدارج وصفا کو پانے طے کرنے کے لیے قلب مومن میں دردِ الفت شدتِ کلفت پیدا کرائی جاتی ہے اسی لیے مرشد کامل کو گریبانِ طالبِ صادق میں عشقِ الٰہی روحِ ایمانی کا چونکا مارنی پڑتی ہے یہ پھونک سینۂ عشاق سے رحم مخفیہ پر دوائی میں دردِ جستجو پیدا کر دیتا ہے۔ وہی دردِ قلبی مریدِ صادق پیکرِ وفا کو کہاں کہاں لیے پھرتا ہے جستجوئے حبیب، یہاں تک کہ کلمۂ طیبہ کے جذعِ النخلہ کے سایۂ عاطفت میں لے آتا جس کی اصل مدفرع ارضِ نفسانی میں قدیم وکہنہ ہو چکی ہے۔ کلمۂ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو ہر مومن کے بیانِ اصلی میں فطرتِ ازلی سے قَالُوْا بَلٰى کے آبِ تسنیم سے جلوہ گر رہتا ہے مگر موسمِ نفسانی کی خزاں سے اپنے پتے لذتِ قربِ جمالی کے پھل پھول کی عطا بند کر دیتا ہے۔ روحِ اعمالِ قلب افکار اپنے دردِ شدتِ غمِ فراق سے تڑپ کر پکار اُٹھتی ہے کہ ہائے کاش اس صدمۂ جدائی سے پہلے فنائی موت سے مرجاتی۔ اور مقامِ لاصوت فنا واذکار کے بیابان میں نسیاً منسیاً ہو جاتی مرید کی طلب اور مراد کی بے اتفاقی مت قبل ھذا کے نعرۂ غمگینی پر مجبور کر دیتی ہے شدتِ فراق سے مریم قلب پکارتا ہے کہ جسمانیت کی لذتوں کے حصول اور لذاتِ حقیقیہ کی محرومی سے آغوشِ فنا میں نسیاً منسیاً ہو جاتی کیونکہ شہرتِ دُنیوی آفت ہے۔ اور منسیاً بے خودی راحت ہے۔ جب طالبِ شوق بیابانِ محرومی میں اس طرح تڑپتا پھڑکتا ہے تب آواتِ قویہ کے تصرف سے زبانِ حال میں تجلی الا اللہ کی اصل حالت کے تحت مرشد کامل اکمل کی روحانی فرماتا ہے۔ کہ نہ گھبرا دیکھ اپنے

marfat.com
Marfat.com

نیچے سینۂ انوار کی طرف تیرے خالق جسد مُرلی اَبْدِیت قدیر نے تیرے تصرفات علمیہ کے ماتحت دو دل رکھ دیئے علوم معرفت کی پھر کو نوازیں تیرا سینہ انوار اور قبر انکار جاری فرما دی ہے یہی صوفیا کا راستہ ہے تصوف کی اصلیت یہ ہے کہ اس کو مولیٰ تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تصوف خودی کی فنا کا نام ہے۔ جب تک بندہ خودی میں ہے وہ اپنے ارادوں کے جال میں جکڑا رہتا ہے اور خودی کی بلندی کا شوق وسوسۂ ابلیس ہے۔ صوفی اور ابلیس آپ سے کے مخالف دشمن ہیں جب تک بندہ اپنے وقت کے مطابق راضی کام نہیں کرتا ابلیس برابر پیچھا کرتا ہے لیکن جب خودی کا فنا ہو گیا اور تصوف کا دشمن ہو گیا تب اس پر ابلیس غلبہ پا لیتا ہے ویسا ہی ہوا کہ خودی کی موت ہے اور خودی کی موت ہی بقا باللہ ہے اس لیے کہ تصوف کی ابتدا علم ہے اس کا وسط درمیان عمل ہے اور اس کا آخری انجام بخشش الٰہی ہے غرضکہ تصوف تکلفات کو چھوڑ دینے اور ذاتی صفاتی روحانی قربانی کا دوسرا نام ہے۔ کذا درت فیضہ کی پرورد سلطان کہ گوید۔ واللہ اعلم

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ

اور جھنجھوڑ تو اپنی طرف کھجور کے اس تنے کو ہلائیں گی تجھ پر

اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی

رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا

پکی تازہ کھجوریں ﴿۲۵﴾ پھر تو کھا اپنا اور پانی پی اپنا اور آنکھ کی ٹھنڈک پا لے۔ پھر اگر

کھجوریں گرتی ہیں تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔ پھر اگر تو

تَرَيْنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ

تو دیکھے لوگوں میں سے کسی واقف کو تو اشارۃً کہدینا کہ بے شک میں نے اللہ رحمٰن کے لیے

کسی آدمی کو نہ دیکھے تو کہہ دینا میں نے رحمٰن کا روزہ مانا

marfat.com

Marfat.com

لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ

منت مانی ہے ایک چپ کے روزے کی لہٰذا ہرگز بات نہ کروں گی میں آج کی ملاقاتی سے بھر لائی ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔ تو اسے

بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ

وہ اس بچہ کو اپنی برادری میں اٹھائے ہوئے تھی اُس کو۔ بول پڑے سب اے مریم تو تو بہت سخت

گوہر میں لے اپنی قوم کے پاس آئی۔ بولے اے مریم تو نے

شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ

کام کرالائی۔ اے ہارون کی بہن تیرا والد تو برے کام کرنے والا نہ تھا

بہت بری بات کی۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا

سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۚ ﴿۲۸﴾

اور نہ تھی تیری والدہ ہی بدکاری کی خواہش کرنیوالی

اور نہ تیری ماں بدکار

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت مریم کے حاملہ ہونے کا ذکر ہوا اب ان آیت میں حمل کی ولادت کا ذکر ہے دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت مریم کے ایک خشک کھجور کے درخت کے پاس آنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں قدرتِ الٰہیہ اور کرامتِ مریم سے اس درخت کے سرسبز ہونے کا ذکر ہے تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت مریم کے اناً فاناً حاملہ اور پھل دار و سرسبز ہونے کی قدرتِ الٰہی کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں مدتوں کے خشک ٹنڈ منڈ درخت کے آناً فاناً سرسبز و پھل دار ہونے کا تذکرہ ہے۔

تفسیر نحوی وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۔ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ

marfat.com
Marfat.com

لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۔ واؤ سرِ جملہ۔ حُزِی فعل امر حاضر واحد مؤنث باب۔ نَصَرَ حَزْنٌ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے دراصل تھا اُحْزُزِی۔ دو حرف ایک جنس کے جمع ہوئے تو پہلی زَ کو دوسری میں ادغام (مشدد) کر دیا اور اس کا ضمّہ ماقبل فَ کلمہ ہو کو دیدیا۔ ہمزہ چونکہ صرف ساکن حرف سے پہلے آسکتی ہے جب فَ کلمہ ساکن نہ رہا مفہوم متحرک ہو گیا تو امر کی ہمزہ وصلی گر گئی۔ حُزِی ہو گیا۔ حَزْزٌ کا معنی ہے جلنا جلانا جھونا جھنجھوڑنا۔ ہانڈی سالن کا آگ پر جوش مارتے ابلتے ہوئے کھد بد آنا۔ یہ لازم بھی متعدی بھی ہانڈی کے اُبلنے کی جلنے کی آواز کو حزیزہ کہتے ہیں قرآن میں حال دانے کو حزیزہ کہا جاتا ہے۔ اس میں ضمیر اَنْتِ پوشیدہ ہے مرجع ہے مریم۔ ترجمہ ہے جھنجھوڑ تو۔ جھلا تو۔ اپنی طرف بَ تعدیہ کی زائدہ ہے جِذْعِ اسم مفرد جامد اس کی جمع جُذُوْعٌ ہے بمعنی درخت کا تنا بغیر پتوں اور شاخوں کے یہ تب ہی ہوتا ہے کہ یا تو کوئی شخص سارے پتے جھاڑ دے یا درخت بہت زیادہ بوڑھا یا سخت پرانا ہو جائے یہاں تک کہ اندر سے کھوکھلا ہو جائے تب وہ جِذْعٌ بنتا ہے ہر درخت کے ایسے تنے کو جِذْعٌ کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے۔ اَلنَّخْلَةِ اسم معرف۔ یہاں الف لام نون میں مدغم ہو گیا۔ ترجمہ ہے وہ قریبی کھجور کا تنا تُنْدُ مُنْدُ۔ خیال رہے ادغام ہمیشہ حروفِ صحیحہ میں ہوتا ہے اور عموماً میں ادغام و تشدید۔ دو قسم کا ہے ۱ ادغامِ ہم جنسی۔ یہ تمام حروف میں ہو جاتا ہے جیسے اَتَاْ۔ بتَاْ۔ اَبَاْ۔ اَمَاْ وغیرہ ۲ ادغامِ لامیہ یعنی معرفہ کا لام مابعد میں مدغم ہو کر غائب ہو جائے۔ وہ کل تیرہ حروف ہیں۔ تَ، ثَ۔ دَ، ذَ، رَ، زَ۔ سَ، شَ۔ صَ، ضَ، طَ، ظَ۔ نَ۔ اَلنَّخْلَةِ۔ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے حُزِّی کا تُسْقِطْ باب مُفَاعَلَةٌ کا مضارع مستقبل واحد مؤنث غائب سَقْطٌ سے بنا ہے بمعنی اوپر سے نیچے گرنا۔ ہی ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع نَخْلَةِ۔ ایک قول میں مرجع جِذْعِ مگر یہ غلط ہے عَلَيْكِ واو اور اکا بھی اور قاف نا بھی علیٰ جارہ بمعنی عِنْدَ یعنی تیرے پاس یہ جار مجرور متعلق ہے تُسْقِطْ کا۔ رُطَبًا۔ اسم مفرد نکرہ۔ اس کی جمع ہے۔ اَرْطَابٌ اور رِطَابٌ۔ صفت مشبہ بروزن فُعْلٌ کُسْرٌ، رطب سے مشتق اسی سے رطوبت بمعنی تری۔ گیلا ہونا۔ شیرہ آجانا۔ اب یہ نام ہے مکمل پکی کھجور کا یہ موصوف ہے جَنِيًّا۔ صفت مشبہ بروزن فَعِيْلٌ جَنْيٌ سے مشتق ہے بمعنی تازہ۔ صفت ہے یہ مرکب توصیفی حال ہے تُسْقِطْ کے فاعل کا۔ تُسْقِطْ فعل اپنے فاعل اور حال و متعلق سے مل کر سبب اور عطف بیان ہوا حُزِّی کا۔ اسی لیے تُسْقِطْ مضارع مجزوم ہے کیونکہ حُزِّی امر مجزوم کا عطفی اور سببی تابع ہے یعنی گویا شرط و جزا ہیں۔ حُزِّی سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَ تعقیبیہ بمعنی تب۔ تو۔ پھر اب کُلِی فعل امر حاضر مؤنث۔ اَكُلِی [illegible] مشتق [illegible] اور اصل تھا اُوْكُلِی بروزن

marfat.com
Marfat.com

اُنْظُرْ فِی۔ باب نَصَرَ۔ اس کی تعلیل دو قسم کی ہے ۱ قانونی قیاسی۔ وہ یہ کہ پہلی ہمزہ اَمَرَ کی دوسری اصلی حذف کی ہے اس کو واؤ سے بدلا۔ اُوْنُظِیْ ہو گیا۔ مگر یہ تعلیل متروک ہے ۲ اوّل کی دونوں ہمزہ ثقیل تھیں لہٰذا خلافِ قیاس دونوں کو حذف کر دیا۔ نُظِیْ ہو گیا یہ فعل باافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِشْرَبِیْ۔ باب ضَرَبَ کا۔ امر حاضر مؤنث فعل باافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ قَرِّیْ۔ باب تفعیل کا امر حاضر معروف ان تینوں افعال امر را کی وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ۔ کا فاعل اَنْتِ ضمیر پوشیدہ ہے جس کا مرجع مریم ہے۔ در اصل قَرِرِیْ تھا بروزنِ عَمِرِیْ۔ قَرِرْتُ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تَقْرِیْرٌ۔ یعنی سکون پانا یا لینا۔ خنکی پانا یعنی ٹھنڈک پانا مثبوت پانا۔ ثابت کرنا۔ یہاں پہلے معنی ہیں ہے عَیْنًا اسم مفرد جنس یعنی عام آنکھ ایک یا دو جنسی یا قلبی۔ مفعول ہے قَرِّیْ کا فعل فاعل مفعول ہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر جملہ فعلیہ عاطفہ ہو کر کُلِیْ ہوا۔ تَ تحقیقیہ یعنی پھر۔ اِمَّا یہ دو لفظوں کا مرکب ہے ۱ اِن شرطیہ یعنی اگر ۲ مَا موصولہ زائدہ۔ اب یہ سب ایک لفظ ہے ترجمہ ہے اگر یا ترجمہ دونوں کا ہے۔ اگر اُس وقت۔ تَرَیِنَّ۔ باب نصر کا فعل مضارع واحد مؤنث حاضر بانون ثقیلہ بلا لام تاکید کیونکہ یہ شرطیہ جملہ ہے رُؤیَۃٌ مہموز العین و ناقص بائی ہے۔ یعنی دیکھنا۔ یہاں مراد ہے ملاقات کرنا دُمدُ بصیر ہونا) تَرَیِنَّ ہو گیا تھا۔ آخر میں نون ثقیلہ لگا تو دو ساکن جمع ہوئے دوسری یاء اصلیہ گر گئی۔ مَن جازّہ تبعیضیہ الف لام جنسی یعنی کسی بشر۔ بشر یعنی انسان یہ جار مجرور متعلق ہے اَحَدًا۔ اسم مفرد عددی یعنی ایک یا یعنی کسی نکرہ غیر معین ہے مقلول یا ہے تَرَیِنَّ فعل باافاعل اپنے متعلق و مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا جزائیہ قولی فعل امر حاضر معروف واحد مؤنث حاضر اَنْتِ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل فعل باافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنِّیْ حرف مشبہ بفعل ی ضمیر واحد متکلم اس کا اسم نَذَرْتُ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق واحد متکلم۔ لِلرَّحْمٰنِ لام حرف جر ملکیت کا یعنی لیے یہ جار مجرور متعلق ہے صَوْمًا اسم مفرد نکرہ یعنی روزہ محول یہ ہے۔ نَذَرْتُ فعل باافاعل اپنے متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا اَنْ حرف عطف لَنْ اُکَلِّمَ۔ فعل مضارع نفی تاکید بلن واحد متکلم مؤنث اس کا مصدر ہے تَکْلِیْمٌ۔ یعنی بات کرنا۔ اَلْیَوْمَ۔ اسم مفرد ظرف زمانی یعنی آج یہ ظرف ہے اِنْسِیًّا۔ اسم مفرد نکرہ یہ تین لفظ ہیں ۱ اِنس یعنی محبت اور واقفیت پہچان ۲ ی نسبت کی یعنی والا ۳ آخر میں الف تنکیری۔ سب کا ترجمہ ہے واقف جان پہچان والا۔ یہ مفعول بہ ہے لَنْ اُکَلِّمَ فعل باافاعل اپنے ظرف و مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر عطف ہوا اَنْذَرْتُ پر دونوں مل کر خبر اِنَّ۔ وہ اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جزا ہوا اِمَّا تَرَیِنَّ کی شرط و جزا سے مرکب ہو گیا فَاَتَتْ بِہٖ قَوْمَهَا

marfat.com
Marfat.com

جملہ کانت ایسیہ لقد جئت شیئا فریا یا اخت ھرون ما کان ابوک امرا سوء وما کانت امک بغیا۔
ف استیناف یہ ابتداء کلام کے لیے۔ اَتَتْ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مؤنث غائبہ آتی سے مشتق ہے یعنی آنا لانا یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ بِ جارہ مصاحبت کا یعنی ساتھ اس کے۔ یا مفعولیت کا یعنی اس کو یہ جار مجرور متعلق ہے۔ ہٖ ضمیر جار کا مرجع بچہ یعنی حضرت عیسیٰ قوم اسم مفرد جنس معنا جمع ہے حا ضمیر کا مرجع مریم ترجمہ ہے اپنی قوم یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے اَتَتْ کا فاعل حی ضمیر پوشیدہ خود الحال محل باب ضَرَبَ کا مضارع بمعنی ماضی استمراری دراصل ہے کَانَتْ مُحِلُّ ہٗ ضمیر کا مرجع بچہ وہی علیہ السلام۔ مفعول بہ۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا دوالحال حال مل کر فاعل ہے اَتَتْ کا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ قَالُوْا۔ فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب مع ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مراد ہے قوم والے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ قول ہوا۔ یا حرف ندا موصوف منادیٰ لام سے یعنی البتہ بے شک قَدْ حرف فعل ماضی قریب واحد مؤنث حاضر اَتَتْ پوشیدہ ضمیر مخاطبہ اس کا فاعل جِئْتَ سے مشتق اسم کا مصدر بھی جَیْءٌ ہے کبھی لازم ہوتا ہے کبھی متعدی جیسا صورت میں ترجمہ ہے آنا دوسری میں لانا۔ یہاں متعدی بمعانی جیسا فعل کے معنی میں بھی ہوتا ہے اصل حضرت نے یہی ترجمہ فرمایا شَیْئًا موصوف فَرِیًّا اسم صفت مشبہ مبالغہ یعنی بہت سخت شدید عجیب افسوس ناک یہاں آخری معنی نہیں ہے۔ فَرِیٌّ یا فَرْیٌ یا فَرْیٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ کمال کھینچنا۔ حیرانی میں پھرنے وغیرہ کی کھال کھینچ جاتی ہے اس لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اچھے کام کے لیے استعمال ہوتا ہے اور برے کام کے لیے جس یہاں برا کام مراد ہے صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول مطلق ہے قد جئت کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر منادیٰ کا بیان۔ یٰۤ اُخْتَ ہٰرُوْنَ۔ یٰۤ حرف ندا اُخْتَ اسم مفرد جامد مؤنث، بمعنی ہمشیرہ ہٰرُوْنَ۔ اسم مفرد غیر منصرف کیونکہ عجمی اور علم ہے۔ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی منادیٰ ہے مَا کَانَ۔ فعل ناقصہ منفی واحد مذکر غائب بمعنی ماضی بعید اَبُوْ۔ اسماء ستہ میں سے ایک اسم مکبرہ اَبُوْنِ ترجمہ ہے میرا باپ یہ مرکب اضافی اسم ہے مَا کَانَ کا۔ اِمْرَأَ یعنی مرد اس کی مؤنث ہے اِمْرَأَۃٌ جمع نِسْوَۃٌ عورت کا واحد اسم ہے جس کا اعراب بیک وقت حرکت وحرف دونوں سے ہوتا ہے مثلاً بحالت نصب زید بھی اور الف بھی بحالت رفع بھی اور واؤ بھی وغیرہ وغیرہ سَوْءٍ جنس اسم مفرد جامد عامل مصدر بمعنی برائی کرنے والا یہ مرکب اضافی خبر ہے۔ مَا کَانَ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ منفیہ ہو کر معطوف علیہ۔ وَاؤ عاطفہ مَا کَانَتْ۔ فعل ناقصہ منفی واحد مؤنث غائب اُمُّ بمعنی تیری ماں یہ اسم

marfat.com
Marfat.com

حد سے بڑھنا۔ بڑھنے والا خواہ اس بڑھنے کو صحیح سمجھتا ہو یا غلط۔ اس کو بغاوت کہتے ہیں یہاں مراد ہے بدکاری۔ یا بدکاری کی خواہش۔ یہ خبر ہے۔ مَا کَانَتْ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ منفیہ ہو کر معطوف ہوا مَا کَانَ پر دونوں مل کر بیانِ ندا ہوا۔ یَا اُخْتَ کا ندا اپنے منادٰی اور بیان سے مل کر جملہ ندائیہ ہو کر مقولۂ دوم ہوا۔ فَاَوْحٰی کا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا اور مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ وَهُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا فَاِمَّا تَرِیْنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا

اور اسے ذرا سا ہلا جھنجھوڑ اس کھجور کے ڈنڈ کو جس پر اس وقت بجز خشکی خستگی پرانی کھائی ہوئی لکڑی کے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے ایک تنا کھڑا ہے جو عمر رسیدہ ہے اپنی طرف جھاڑ۔ بعض نے کہا کہ ھُزِّیْ کا معنی ہے ہاتھ لگا مگر یہ غلط ہے کہ ہاتھ لگانے میں اِلَیْكِ نہ ہوتا۔ یہ ندائیہ کلام جبرئیل علیہ السلام کا تھا جو آپ نے مِنْ تَحْتِهَا۔ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نیچی سطح نہر کے کنارے ظاہر ہو کر فرمایا ایک قول ہے کہ حضرت عیسیٰ نے پیٹ کے اندر سے بات کی یہ غلط ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بچپن میں صرف ایک دفعہ ہی قوم کے سامنے کلام فرمایا نہ پہلے نہ بعد۔ یہ حضرت مریم کے ہاتھ کی کرامت کہ لگتے ہی وہ تناز زندہ درخت بنا اس میں شاخیں لگیں پتے پھوٹے کلیاں پھول پھل بن کر تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا۔ اسی وقت تازہ مکمل پختہ اور بہترین میٹھی کھجوریں ایک گچھے کی شکل میں ٹوٹ کر ایک قریبی پتھر پر یا آپ کی جھولی میں گر پڑیں۔ دردِ زہ کی حالت میں عورت کو چلنا اور معمولی محنت کرنا زچگی کے لیے بہت مفید ہوتا ہے اس لیے اس حالت میں یہ دونوں کام آپ سے کرائے گئے چھ یا آٹھ یا نو میل کا سفر اور کچھ دیر آرام سے بیٹھنے کے بعد حُزنی کا تھوڑا سا حاصل اے مریم اب ان کھجوروں کو کھاؤ جس سے سارے دن کی بھوک بھی ختم ہو گی اور اس کی غذائیت سے قوت آئے گی اور نہر کا ٹھنڈا عمدہ پانی بھی پیو۔ روایت ہے کہ آپ نے گیارہ کھجوریں کھائیں اور پانچ گھونٹ خود نیچے چند قدم جا کر پانی پیا تو جن لوگوں نے حُزنا کا ترجمہ مغنیہ شخصیت کیا اور مراد عیسیٰ علیہ السلام لیا وہ لوگ فَاِمَّا تَرِیْنَّ کا پانی کہاں سے لائیں گے یہ معنی متعین نہ ہے اس کھانے پینے کی برکت و رحمت و قوتِ غذائیہ سے قَرِّیْ عَیْنًا اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر اس طرح کہ دردِ زہ سے سکون یا برداشت کی قوت دل میں قدرتی فرحت و خوشی اور نومولود بچہ کے تصور سے اندرونی مشفقانہ مامتانہ لذت محبت خوشی کے آنسو بھی ٹھنڈے ہوتے ہیں جب کہ غم کے آنسو گرم دن اتوار کا تھا بعد زوالِ آفتاب اس دن سے ٹھیک بتیس سال بعد جمعہ کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بوقتِ عصر آسمان پر اٹھایا

marfat.com
Marfat.com

گیا۔ توریت اور انجیل کی آمد میں تقریباً سترہ سو سال کا فاصلۂ زمانی ہے اس مقام سے تین میل پر بیت اللحم کا علاقہ ہے جو بیت المقدس سے تقریباً دس یا بارہ میل ہے حضرت مسیح صورتاً و جسماً کامل بشر و انسان ہیں سیرتاً و باطناً کامل فرشتہ ہیں حیاتِ عیسوی تین حصوں میں منقسم ہے (۱) پہلی زمین کی یہ بعد ولادت والدہ کی موجودگی کی زندگی شیر خوارگی سے جوانی تک دوسری آسمانی تقریباً ڈیڑھ ہزار سالہ زندگی پھر واپسی پر زمین کی تقریباً تیس سالہ زندگی اس طرح آپ کی زمینی ساٹھ سالہ زندگی ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پہلی زمینی زندگی میں توریت و انجیل کے عامل عامل مبلغ تھے بعد کی زندگی میں قرآن مجید احادیث پاک کے عالم، عامل و مبلغ ہوں گے۔ بیت المقدس کے شہر کو اس وقت ایلیا کہتے تھے اب اس کا نام یروشلم ہے اس جگہ سے چھ یا آٹھ میل دور مریم بنت عمران اپنے خالو زکریا کے گھر سے چلیں راستے میں کوئی شخص نہ ملا ویران راستہ تھا۔ ایک روایت ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج یہاں کچھ دیر قیام فرمایا اور دو نفل ادا فرمائے فَمَا تَرَیْنَ۔ پھر اے مریم جب تم اس بچہ کو گود میں لے کر گھر واپس چلو گی تو راستے میں اگر کسی شخص کو دیکھو جو تم سے اس بچہ کے بارے میں سوال کرے تو تم اشارے سے کہہ دینا کہ آج میں اپنے اللہ رحمٰن و رحیم کے لیے روزے کی منت پوری کر رہی ہوں اس لیے میں آج کوئی انسانی کلام نہیں کر سکتی اور یہ روزہ تمہارا الٰہی سے شروع ہو جانا چاہیے حضرت مریم جب واپس چلیں تو صبح سحر کا وقت تھا اس شریعت میں ہر روزہ کھانے پینے کی ممانعت کے ساتھ ساتھ خاموشی کا ہوتا تھا روزے دار نہ کھا سکتا نہ پی سکتا تھا اور نہ انسانی آپس کی بات کلام کر سکتا صرف ذکر اللہ تلاوت وغیرہ کر سکتا تھا۔ پہلی شریعتوں میں چار قسم کے منتی روزے ہوتے تھے (۱) صوم طعام یہ شرعی فرض سالانہ روزہ تھا کہ صبح سے شام تک کھانا پینا صحبت بند (۲) خاموشی کا روزہ یہ نفلی عبادت کی شکل تھا کہ جب چاہا رکھ لیا مگر صبح سے شام تک ہی ہوتا تھا (۳) صوم سفر یا سیر اس میں صبح سے شام تک خلوت و اعتکاف میں بیٹھنا پڑتا تھا جیسے آج کل مسجدوں کا اعتکاف اب ہماری اسلامی شریعت میں صرف کھانے پینے صحبت کا روزہ جائز ہے خواہ فرض خواہ واجبی نفلی، حضرت مریم نے صرف کلام کا روزہ رکھا تھا اور صرف کہنے کے وقت کا نہیں بلکہ صبح سے شروع کر دیا تھا فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ اِمْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ۔ قیام حمل سے تین چار گھنٹے بعد ولادت باسعادت ہوئی تب ایک آدھی شب قیام کے بعد واپس لوٹیں اور اپنے بچہ شیر خوار کو لیئے اپنے گھر کی طرف چلیں ادھر ابلیس نے شیخ مجدی کا روپ بھر کر سب قوم بڑے جوان

marfat.com
Marfat.com

عورت مرد دنگ و غصے میں صبح تڑکے تکل کھڑے ہوئے اور حضرت مریم کو گود کے بچے کو دیکھتے ہی شور مچا دیا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا ۔ اے مریم تو نے بہت ہی افسوسناک کام کیا تو نے اپنے مدح خوانوں اور تیری پاکدامنی کے گن گانے والوں کو غم میں مبتلا کر دیا تو نے عجیب و ذلیل حرکت کی جس نے پوری قوم کو ذلیل کر دیا ۔ اے مریم تو تو ھٰرون علیہ السلام کے باعزت قبیلے کی فرد ہے ۔ اور تیرا اپنا سگا بھائی ہارون بھی عابد و زاہد ولی اللہ مشہور ہے کم از کم اس کی ہی لاج رکھتی بعض نے کہا اس علاقہ میں ایک بہت ہی پلید شیطان صفت بدمعاش آدمی ھٰرون نامی تھا یہ نسبت اس کی طرف بطور گالی بولا گیا جیسے کہا جاتا ہے اور چور کی بچی ۔ شیطان کی خالہ یعنی او ھٰرون جیسے بدمعاش شخص کی بہن مگر یہ غلط ہے پہلا اور دوسرا قول درست ہے ۔ ارے تیرا باپ عمران تو برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں حنہ بدکارہ تھی ان دونوں کی پاکدامنی اور عزت و عفت کی لوگ قسمیں کھاتے ہیں کیا تجھ میں اُن کا ذرا بھی اثر نہ آیا غرضکہ پورے مجمع میں ہزار ہا قسم کی گالی گلوچ طعن اور شنیع ہو رہی ہے ایک بدبخت عورت نے مارنے کے لیے پتھر اٹھایا اس کا ہاتھ سوکھ گیا اور گر کر تڑپنے لگی ایک بابا جی نے لکڑی سے مارنے کی کوشش کی تو اُس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہیں ہلاک ہوا ان باتوں کو دیکھ دیکھ کر بھی بدنصیب قوم کو ہوش نہ آیا حالانکہ یہ لوگ کہیں زیادہ بدمعاش و بدکار و بدطینت اور کافر و ظالم تھے لیکن آج سب سے بڑی عزت کا لبادہ سنبھالے اجمع ہوئے یہ سب کام ان ہی ایک دن رات میں ہوا بعض نے کہا ہے کہ چالیس دن بعد آیام نفاس گزار کر آپ بچے کو لے کر قوم کے پاس آئیں مگر یہ غلط ہے تین وجہ سے پہلی یہ کہ آپ کو نفاس آیا ہی نہیں نفاس آتا ہے نطفے کی ولادت سے یہاں تو نطفہ ہے ہی نہیں دوم یہ کہ اتنے عرصہ بیابان جنگل میں گزارنا مشکل ہوتا ہے جب کہ تنہائی بھی ہو ۔ سوم یہ کہ پھر تو قوم میں مریم کی تلاش شروع ہو جاتی کہ اچانک کہاں غائب ہو گئی گھر والے بھی پریشان ہو جاتے ۔ ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال فاکوا باہر والے لوگوں نے کہا یہ ہی قول درست ہے دوم یہ سب طعنے گھر والوں نے دئے یہ غلط قول ہے اس لیے کہ گھر میں دو ہی فرد تھے خالو زکریا جی تھے اور ہر حال سے باخبر تھے دوسری آپ کی خالہ میثا ان پر خود بشارتِ الٰہی کا دور گزر چکا ہے اس لیے وہ بھی اس قدرتِ الٰہی سے واقف ہیں ۔ اُختُ ھٰرون میں پانچ قول ایک یہ کہ ھٰرون علیہ السلام مراد ہیں اور اُخت سے مراد قبیلے کا فرد دوم یہ کہ مریم کا سگا بھائی ھٰرون تھا بہت نیک ولی اللہ مگر یہ غلط ہے کیونکہ مریم اکلوتی اولاد تھی سوم یہ کہ اُس زمانے میں ایک بہت نیک مرد ھٰرون نامی تھا مریم کی ساری اب تک کی زندگی انہی

marfat.com
Marfat.com

کی طرح عبادت میں گزری تھی اور اس نسبت سے ان کو اخت ھرون کا لقب ملا ہوا تھا تفاسیر میں یہ کہ جس دن یہ ھرون فوت ہوا تو اس کے جنازے میں چالیس ہزار اولیاء اللہ بنی اسرائیل تھے چہارم۔ یہ کہ اس زمانے میں ایک بدکار آدمی تھا جس کا نام ہارون تھا وہ بدمعاشی بے غیرتی میں مشہور تھا مگر پہلا قول درست لگتا ہے واللہ اعلم اس چوتھے قول میں یا اُختَ ھرون کا فقرہ بطور طعنہ یا گالی بولا گیا۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ۔ فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اُختَ ہٰذا کے وقت حضرت عیسیٰ کی عمر ایک دن کی تھی۔ بعض نے کہا چالیس دن مگر یہ غلط ہے پہلا قول درست ہے۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ عُلَمَا فضلا عُقَلا شُرَفا کو یہ مناسب نہیں کہ کسی بات یا کسی شرعی قانونی بات میں جُھلا حُمقا سُفہا بُطلا لوگوں سے بحث مباحثہ مناظرہ یا مکالمہ کریں بیہودہ لوگوں سے کسی بھی مسئلے میں نہ اُلجھنا چاہیے کیونکہ اس میں توہین علما کے علاوہ توہین علم بھی ہے یہ فائدہ قرآن وحدیث کی دیگر آیات وروایات کے علاوہ فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ (الآیۃ) سے بھی حاصل ہوا کہ قوم کے بیہودہ بدطینت لوگوں کی گفتگو کا جواب دینے سے حضرت مریم کو منع فرما دیا گیا اور اُس کے لیے خاموشی کا روزہ رکھوا دیا گیا۔ دوسرا فائدہ خاموشی تکلم سے بہتر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ صَمَتَ نَجٰی۔ جو چُپ رہا وہ نجات پا گیا یہاں تک کہ خاموشی کا ذکر اللہ بھی ذکر اللہ کا قطعی سے درجوں بہتر ہے۔ اولیاء اللہ کی زبان اصطلاحی میں خاموشی کے ذکر اللہ کو پاس انفاس کہتے ہیں یہ خواص و محبوبین کا ذکر ہے اسی سے قلب کو جلا ملتی ہے یہ فائدہ بھی اِنِّیْ نَذَرْتُ صَوْمًا اور فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا سے حاصل ہوا۔ خاص کر دنیوی گفتگو اور فضول مناظروں سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ تیسرا فائدہ انسان کو چاہیے کہ کسی چیز کو برا کہنے اور طعنہ دینے مطعون کرنے سے پہلے اُس کی تحقیق و تفتیش اور چھان بین کر لینی چاہیے اور بات اور کام کی حقانیت و بطلان کی تہہ تک پہنچنا چاہیے اور اُس کے ثبوت و شہادات پر غور و تدبر کر لینا چاہیے پھر زبان کھولنا چاہیے۔ بغیر تحقیق و تفتیش کسی چیز کو برا کہنا تہمت ہے اور اسلام میں تہمت لگانے کی سخت سزا ہے۔ یہ فائدہ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا (الآیۃ) کے ارشادِ ربانی سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ان بدبخت لوگوں کی برائی فرمائی کیونکہ ان بے عقلوں نے اتنی کثیر علامات صداقت و پاک دامنی دیکھ کر بھی مریم کی پاک دامنی اور عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی تسلیم نہ کی خیال رہے کہ حضرت مریم [illegible] حضرت [illegible] کی از ابتدا تا ایندم

marfat.com
Marfat.com

چھ نشانیاں قوم کے خواص و عوام کے سامنے ظاہر ہوئیں۔ مگر بدبختوں نے توجہ نہ دی۔ ۱۲ مریم کی پاکیزہ خلوت کی پوری زندگی ایسے حجرے میں جہاں کسی کا سایہ تک نہ پڑے۔ بجز خالو حضرت زکریا اور وہ کبر سنی سخت ترین بوڑھے ۱۳ حیض آنا اور ایام حیض گزارنے کے لیے قریبی خالہ کے گھر جب سابق منتقل ہونا حیض مانع حمل ہے علامت ہے حمل نہ ہونے کی ۱۴ صدیوں کی خشک نہر کا بغیر موسم جاری و ساری ہونا قدرتی طور پر نشانی ہے قدرتی حمل کی ۱۵ عرصہ سے کھجور کے سوکھے مردہ جزع کا آناً فاناً زندہ ہو کر ہرا بھرا شاخوں پتوں والا ہو کر پھلوں سے لد کر پکی کھجوریں پھینکنا۔ درخت میں قدرت کے تین کام ہوئے اول ہرا ہوا دوم بھرا ہوا موسم پھل پیدا ہوئے۔ یہی تین قدرتیں مریم کے ساتھ ہوئیں اولاً حمل ہوا دوم مکمل ہوا موسم ولادت ہوئی ۱۶ ایک عورت نے پتھر مارتے کی کوشش کی تو وہ خود تڑپ کر مر گئی ۱۷ ایک بوڑھے نے لاٹھی مارنے کی کوشش کی تو وہ خود پڑھ کی ہڈی توڑ وا بیٹھا۔ پہلی چار نشانیاں خواص اور راہ گزروں نے آتے جاتے دیکھیں یہ دو نشانیاں سب موجودہ لوگوں نے دیکھیں عام خواص سب ہی یہاں موجود تھے مگر قدرت الٰہی کو کوئی نہ سمجھ سکا جان بوجھ کر اندھے بن گئے۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ افضل اور بڑے بزرگ کے ہوتے ہوئے چھوٹی شخصیت اور فضول کو کسی سے بات کلام یا جوابات دینا جائز نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقام و مرتبے میں حضرت مریم سے اعلیٰ اکمل و افضل تھے اور آپ کا کلام حضرت مریم کے کلام سے بہتر و مضبوط و مدلل تھا۔ اس لیے حضرت مریم کو کلام و جواب سے روک دیا گیا یہ مسئلہ اِنِّیْ نَذَرْتُ۔ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ جس طرح رب تعالیٰ نے ان آیت میں اُن تمام لوگوں کو بدترین گمراہ اور بے دین قرار دیا جن لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بدکارہ کہا اور حضرت عیسیٰ کو غلط اولاد سمجھا۔ باوجود اتنے معجزے و قدرتیں دیکھنے کے اسی طرح فی زمانہ وہ لوگ بھی بدترین گمراہ اور بے دین ہیں جو مسلمان ہونے کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو قدرتی اور آیۃ للناس نہیں مانتے بلکہ نامعلوم شخص کو حضرت مریم کا خاوند اور عیسیٰ علیہ السلام کا والد کہتے پھرتے ہیں اور کسی نے عیسائیوں کی دیکھا دیکھی یوسف نجار کو مریم کا خاوند اور عیسیٰ کا والد کہنا شروع کر دیا۔ جب کہ خود عیسائی بھی یوسف نجار کو مریم کا صرف منگتر کہتے ہیں خاوند وہ بھی نہیں مانتے اور نہ والد ہی مسیح کی ولادت کے قائل ہر کیف یہ سب باتیں وعقیدے باطل و گمراہ ہیں تیسرا مسئلہ ہمارے بعض مفسرین نے حضرت مریم کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی نبوت میں اختلاف ہے اور اس بنا پر کہتے ہیں کہ مریم کو مریم علیہ السلام کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ جن کی نبوت میں اختلاف ہو اس کو

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام کہنا جائز ہے اور اس اعتقادی نبوت کی تہمت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر کرتے ہیں مگر یہ سب غلط ہے نہ حضرت مریم معاذ اللہ نبی ہیں نہ آپ کی نبوت میں کسی کا اختلاف۔ اور یہ قاعدہ بھی غلط ہے کہ جس کی نبوت میں اختلاف ہو اس کو علیہ السلام کہنا جائز بلکہ صحیح شرعی بغیر اعتقادی مسئلہ یہ ہے کہ لفظ علیہ السلام کا دعائیہ لقب صرف معصومین کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور دیگر شخص ولی صحابی تابعی تبع تابعی یا امام اور کسی اہل بیت منشا اصل اہل بیت ازواج مطہرات امہات المومنین اور فرع اہل بیت فاطمۃ الزہرا، امام حسن، حسین مولی علی مشکل کشا یا کسی بعد والے ائمہ دوازدہ میں سے۔ علیہ السلام یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ یہ شیعہ رافضیوں کی مذہبی نشانی ہے لہٰذا اہل سنت خواص وعوام کو بچنا چاہیئے اور جو اہل سنت بن کر کسی اہل بیت کو علیہ السلام کہتا ہے یا لکھتا ہے وہ بدترین گمراہ ہے یا سپردہ شیعہ رافضی ہے اور دھوکے بازی کرتا ہے۔ یہاں ایسے شرعی اُلقابات میں لغت کام نہیں دیتا یہاں اصطلاح پر قانون نافذ ہوتا ہے۔ دیکھو لفظاً مصطفیٰ قرآن مجید میں آدم۔ نوح۔ ابراہیم علیہ السلام اور آل عمران سب کے لیے ارشاد ہوا مگر اسی فعل کا اسم مفعول مصطفیٰ صرف آقائے کائنات صلی اللہ علیہ السلام کا اسم صفاتی ہے کسی اور کو مصطفیٰ نام دینا اُس آیت قرآنی کی بنا پر جائز نہیں۔ اسی طرح لفظ رسول اصطلاحی لفظ جل جلالہ اگرچہ ترجمہ لغوی کے اعتبار سے ہر ایک کے لیے درست مگر اصطلاحی قانون کے لحاظ سے انبیاء کرام کے لیے نبی رسول مخلص کسی اور کو جائز نہیں جل جلالہ اللہ تعالیٰ سے خاص کسی اور کو جائز نہیں قرآن مجید میں ہے هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ سب کے لیے ہے مگر صلی اللہ علیہ وسلم بجز آقائے کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لیے رواجاً مستعمل نہیں تو اسی سے بڑی اصطلاح تو لفظ مرحوم کی مشہور ہے لفظاً اگرچہ اس کا ترجمہ رحم کیا ہوا ہے لغۃً ہر شخص رحمت کا طالب مگر کسی زندہ کو مرحوم کہہ کر تو دیکھو اسی طرح السلام علیکم سب کے لیے مگر علیہ السلام مخصوص ہے انبیاء و ملائکہ کے لیے نیز علیہ السلام کا ثبوت نہ قرآن پاک میں نہ احادیث میں اور سب کے لیے قرآن مجید میں تقریباً پانچ آیات میں رضی اللہ عنہ ارشاد ہوا ہے۔ اس لیے حضرت مریم سے لے کر امام حسن و حسین تک سب کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہا جائے۔ علیہم السلام کہنا جائز ہے یہ مسئلہ حضرت مریم کے آل عمران ہونے اور حضرت مریم کو بات کرنے سے روک کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کلام کروانے کی وجہ سے مستنبط ہوا کہ اگر مریم بھی بقول شخصے نبی ہوتیں تو آپ کا کلام بھی کلام مسیح کی طرح ہوتا اور آپ کو چپ کا روزہ نہ رکھوایا جاتا۔ واللہ اعلم۔

اعتراضات یہاں حضرت مریم کے کنواری ہونے کا طعنہ دیا گیا حضرت مریم نے کہا۔ اِنِّیْ

marfat.com
Marfat.com

نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ (۲۶) یہ کہنا بھی تو کلام انسانی ہے اور انسانوں سے بات کرنا ہے تو یا تو روزہ اسی وقت ٹوٹ گیا اور یا پھر شروع سے درست ہی نہ ہوا اور دونوں صورتوں میں آپ کلام سے مانع کوئی چیز نہ رہی جواب یہ اعتراض قطعاً کبھی کسی بنا پر ہے اور جن لوگوں نے ادھر ادھر سے کچھ جواب دئے وہ بھی سب غلط ہیں کسی نے جواب دیا کہ یہاں مجازی کلام مراد ہے یعنی اشاروں سے جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کا اَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا یعنی ہاتھ کے اشارے کے معنی میں ہے ایسے ہی یہاں بھی قُوْلِیْ کا معنی اشارہ کرنا کسی نے جواب دیا کہ یہ کلام اصطلاحی نہیں بلکہ کلام آگاہی مراد ہے یعنی کسی بھی طریقے سے اپنے روزے کی اطلاع وخبر کر دینا کسی نے جواب دیا کہ روزۂ خاموشی اس بتانے کے بعد شروع ہوا اور یہ کلام انشاء روزہ ہے نہ کہ درمیان نذر۔ اور انسیاً سے مراد صرف انسانوں سے بات چیت کرنا ہے۔ ذکر الٰہی یا فرشتوں سے گفتگو اس میں شامل نہیں نہ اس سے روزہ ٹوٹے یہ چند جواب دئے گئے مگر سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ حضرت مریم نے کوئی کلام کیا ہی نہیں نہ فرشتے سے نہ قوم سے یہ قولی فرمانا تو حضرت مریم کو مشورہ دیا جا رہا ہے کہ تم ایسا کہہ دینا کسی انداز اور کس طریقے سے کہنا تو وہ قوم کے پاس پہنچ کر خود ہی اختیار فرمایا کہ بولنے اور بتانے کی کچھ ضرورت ہی پیش نہ آئی جیسا کہ اگلی آیت فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ کا جملہ بتا رہا ہے اگر معترض فَاَشَارَتْ پر غور کر لیتا تو اعتراض کی نوبت ہی نہ آتی۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ تذکرہ میں سَرِیًّا یعنی پانی کا ذکر پہلے اور جُنِیًّ۔ یعنی کھجور کا ذکر بعد میں اور استعمال کرتے وقت کھجور یعنی کھجور کھانے کا ذکر پہلے اور کَلِیْ وَاشْرَبِیْ۔ یعنی پانی پینے کا ذکر بعد میں۔ جواب چند وجوہ سے۔ ایک وجہ یہ کہ طبعی اور نفسیاتی قوانین کے مطابق پریشانی اور غم و اندوہ میں بھوک کی چیز کا ذکر سکون بخشتا ہے یہ گویا فنی و نفسیاتی علاج ہوا مگر عرف و رواج میں کھانا پہلے کھایا جاتا ہے پانی بعد میں کھانے کو نگلنے مخلوط اور نرم کرنے کے لیے پیتے۔ دوسری وجہ یہ کہ بحالت بھوک مرتبہ اور وقت کھجور کھانا پہلے بہت ضروری ہے اور کھجور کو گلول بنا کر حلق سے نیچے اتارنے کے لیے پانی فوراً بعد میں نہایت ضروری۔ سوم وجہ یہ کہ دیگر اشیاء جانے میں پانی پہلے ہوتا ہے مگر عند الحاجت وقت پانی بعد میں ہوتا ہے اس لیے تذکرے میں پانی کا ذکر پہلے کھاتے وقت کھجور کا تذکرہ پہلے، یہ دونوں سَرِیًّا اور جُنِیًّا معجزہ ذکریا تھا یا کرامت مریم یا دونوں علیہم السلام۔ کھانے پینے سے قوت قلبی ہے اور قلبی قوت سے قوت نظر اس لیے بعد میں قَرِّیْ عَیْنًا فرمایا گیا۔ آج کل پاکستان میں پیٹ کے اور گیس کے علاج کے لیے ایک اشتہار بڑے زور شور سے چھپتا ہے کہ کھانے کے بعد پانی پینے سے بہتر ہضم ہوتا ہے

marfat.com
Marfat.com

شریف کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے اور قرآن حکیم کا بھی واللہ اعلم یہ دونوں حوالے صحیح ہیں یا نہیں اور اس طرح مریض کو فائدہ ہوتا ہے یا نہیں مگر قرآن کریم کی اس آیت اور دیگر تمام آیات کے خلاف ہے رب تعالیٰ نے ہر جگہ کھجور پہلے ہی فرمایا ہے۔ اور حدیث آج تک میری نظر سے نہیں گزری نہ اشتہار میں ہی نشاندہی کی گئی۔

تیسرا اعتراض۔ حضرت مریم کو کھجور کا کھانا کیوں کھلایا گیا۔ کچھ اور کھلا دیا جاتا یا غیبی دسترخوان یا سلویٰ نازل ہو جاتا یا کوئی جنگلی پھل حضرت جبرئیل لے آتے یا جس طرح مشہور ہے کہ آپ کے پاس جنت کے بے موسمے پھل آتے تھے آج کیوں نہ آئے **جواب** تیرہ وجہ سے ایک یہ کہ کھجور کا درخت بنی اسرائیل کے نزدیک متبرک ہے دوم یہ کھجور انار انگور کو حضرت آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ سوم یہ کہ تمام پھل جنت میں بھی ہیں چہارم یہ کہ کھجور کے درخت پر ہی موسیٰ علیہ السلام کو نور الٰہی نظر آیا تھا بقول یہود پنجم یہ کہ ہر آسمانی کتاب میں کھجور کے شجرہ طیبہ کی تشریف دشتا کی گئی ہے ششم یہ کہ اسی درخت کو صابر و شاکر مومن مسلمان درخت کہا گیا ہے، تمام پھلوں اور غذاؤں سے زیادہ اس میں قوۃ غذائیت ہے بلکہ جن تین قسم کی غذائیت کی جسم انسانی کو ضرورت ہے وہ سب مناسب مقدار اس میں موجود ہوتی ہیں ہفتم یہ کہ یہ پھل بھی ہے فروٹ بھی مٹھائی بھی خوراک بھی سالن بھی ہشتم یہ کہ مسافرین مجاہدین کا عرصہ تک نہ خراب ہونے والا بہترین لقمہ کھانا کھجور ہی ہے نہم یہ کہ کھجور کی ہر چیز قابل استعمال اور بہت سی بیماریوں میں دوا مثلاً کھجور کی جڑ پیٹ کی گٹھلی کا بورا بطور منجن استعمال ہوتا ہے اس کی گٹھلی شوگر کے مرض کے لیے مفید اس کی گٹھلی جانوران شیر کی خوراک بنا کر زیادہ مکمن بنایا جاتا ہے دہم یہ کہ کھجور کی تقریباً چار سو اقسام ہیں اور لغت عربی میں بلحاظ عمر اس کے تیرہ نام ہیں ۱ نخل ۲ بلح ۳ بسر ۴ طلع ۵ رطب ۶ تمر ۷ جمار ۸ شث ۹ حشف ۱۰ ذوالی ۱۱ الفنو ۱۲ العریض ۱۳ الزہو۔ یازدہم یہ کہ کھجور گرم علاقوں اور گرم موسم میں پیدا ہوتی ہے یہ وہی درخت ہے جس کے متعلق روایت میں فرمایا گیا کہ اس کو آگ میں سر اور پیر قدم پانی میں ہیں۔ یعنی پھول پھل تپتی دھوپ میں اور جڑیں نہایت پانی کی تہہ تک ہیں اس میں زیادہ ہوتے ہیں اور ہواؤں کے ذریعہ نطفہ منتقل ہوتا ہے چھوٹے درخت کی صورت میں۔ دوازدہم یہ کہ اس کی فضیلت میں تقریباً نوے احادیث مبارکہ ارشاد ہوئیں اور قرآن مجید کی تین آیتوں میں اس کا ذکر خیر ہے۔ سیزدہم یہ کہ جتنی اقسام سے تقریباً چالیس مرضوں میں مفید اور چالیس تکالیف میں شفا ہے ۱ دروزہ (زچگی کا درد) کے بے بہت مفید ۲ دردِ قولنج کے لیے ۳ ہر قسم کی چوٹ ۴ سہولت ولادت ۵ زچگی کی کمزوری کے لیے ۶ ضعف بدن کے لیے ۷ خون کی زیادتی و مقاربتی ۸ اس کا نبیذ ہر قسم کی گرمی و یبوسی بیماری کا علاج ۹ جسمی توانائی و قوت کے لیے ۱۰ اجسامی غلظت بول کے لیے ۱۱ قے ۱۲ منہ کے زخموں کے لیے

marfat.com
Marfat.com

۱۲ مسوڑھوں کی سوزش کے لیے ۱۳ افاقہ اور روزے کی کمزوری کے لیے ۱۴ اہل زود ہضم نوری اثر کے لیے ۱۵ اسہال روکتی ہے ۱۶ پیٹ کے کیڑے مارتی ہے ۱۷ ظاہری زخموں پر مرہم ۱۸ انفاس میں مفید ۱۹ برزخان کے لیے ۲۰ پتے کو درست کرتی ہے تیزابیت دور کرتی ہے ۲۱ جگر کے لیے ۲۲ حمل کو درست وخوب صورت تندرست بنانے کے لیے تادمت حمل دانہ کھائے ۲۳ درخت کھجور کے ترتیب نمبر بنانے سے مسلمان بیت کو راحت وتخفیف عذاب ۲۴ مردی کمزوری کے لیے ۲۵ صفرا کے لیے ۲۶ پیٹ کے گیس کے لیے ۲۷ اس کا گوند کے مشابہ شیرہ کام ہم بہترین ۲۸ اندرونی خشکی کو دور کرتی ہے ۲۹ کھجور سے پندرہ دوائیاں اور پندرہ مٹھائیاں بنتی ہیں ۳۰ اس کی چھال عورتوں کے دانتوں کے لیے مفید ہے ۳۱ اس کا شیرہ آنتوں گردوں پیشاب کی نالیوں کے لیے مفید ہے ۳۲ سنہ کی بدبو دبغل گند) کو دور کرتی ہے ۳۳ غذائیت سے بھرپور ہے ۳۴ مخرج بلغم ۳۵ پیشاب آور ۳۶ تپ دق کے لیے مفید ۳۷ دل کے درد کے لیے مفید ہے ۳۸ مسلسل استعمال سے آنکھوں کے موتیا کے لیے مفید ہے ۳۹ دمہ کے لیے اور پرانی قبض کے لیے مفید ہے مارچ اپریل میں پھول لگتے ہیں اگست ستمبر میں پھل پک کر تیار ہوتا ہے مگر یہ تاسردی کے موسم میں پھلدار ہوتا ہے جس سے بڑی وجہ یہ کہ اس کو مریم کی کرامت بنانا تھا تاکہ دیکھنے والے مدبر ذی عقل ولادت مسیح پر دلیل بنائیں۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

تفسیر صوفیانہ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا۔ اے قلب عارف پاس انفاس سے کلمہ طیبہ کے بضع نخلہ کو مداومۃ ذکر خفی وجلی کے ذریعے جھنجھوڑ ریاضات ومکاشفات کے رطبًا جنیًا تجھ پر وارد ونازل ہوں گے تب دستر خوان غیبیہ کے اقسام اپنی غذا اور روحانی اور قوت ایمانی وقوت لامکانی کو حاصل کر اور نہر معرفت سے کوثر جمال وشربت نوال کا سرور ابدی حاصل کر تاکہ اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ کے ارشاد والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار جمال سے اپنی نظرت بصیرت کی آنکھیں ٹھنڈی کر کے پھر جب اس شفقت ومکون کی حالت سرمدی میں کسی سوانح بشری طبیعت بشری کو دیکھے تو اس کی طرف ہرگز توجہ عقلی ودماغی نہ پھرانا بلکہ طریقہ فکری کے کلمات سے بتا دینا کہ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (اس دنیا اور لذات دنیا سے میرا ابدی روزہ فراق ہے تو صوم رحمٰن کی وجہ سے کسی دنیوی ناسوتی قول میں شغولیت نہیں ہو سکتی فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۚ تلک عفت اپنے وارات خفیہ کو

marfat.com
Marfat.com

اعمالِ جلیّہ کی آغوشِ قطعات میں ہے کہ جمالِ عقلیات و نفسیات اور مُنکرینِ اُخوالِ اصلِ کمال قوم شرمسار کے پاس لایا تو اصل شر نے شور و طرب مچایا کہ اے طُرونِ مطمئنہ کی ہمیشہ زُہد و تقویٰ تیرا قالب مفارق تو ایسا نہ تھا تیری روح ایسی مُتسدد فی الابدانِ نہ تھی اے تلبسِ بے قیمت تو نے عالمِ طبیعت کے خلاف کسی نفسِ امارہ سے اُنس مجلسی قائم کیا کہ ان اعمالِ مطہرہ کو تجسم دیدیا۔ نکر و شوق اور مستی ذوق۔ زُہد و درویشی۔ فقیری و تصوف۔ عارف کی یہ چھ نشانیاں ہیں۔ جن کی اصلیت اور حقیقت کو اغیار قوم نہیں سمجھ پاتے اسی بنا پر مخزنِ عفت معدنِ عصمت پروردۂ فطرت کو اپنے خصائلِ رذیلہ کی چشم نابینا سے دیکھتے اور ملعنۂ شر و فساد کے اقوالِ خباثت سے دامِ ابلیت بچھانا و لگانا چاہتے ہیں۔ ایسے حالات میں مریدِ خلوص کے لیے صومِ ذکرِ خفی ہی مفید ہے اسی سے شفاءِ باطن ہے۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ

تب اشارہ کیا اُس نے اس بچے کی طرف قوم والے بولے ارے ہم کیسے بات کر سکتے ہیں اس سے جو

اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اُس سے جو

فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِيَ

جھولے میں ہے بچہ ابھی بچے نے فرمایا بے شک میں اللہ کا خاص بندہ ہوں اُس نے مجھ کو دی ہے

پالنے میں ہے بچہ ابھی۔ بچے نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے

الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا

اپنی ایک کتاب اور بنایا مجھ کو نبی اور بنایا اُس نے مجھ کو ہمیشہ کا برکتوں والا جہاں کہیں بھی

کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ اور اُس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں

كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ

رہوں میں اور تاکید فرمائی اُس نے مجھ کو عبادت اور خیرات کرنے کی جب تک میں

ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی [illegible] میں جب تک

marfat.com
Marfat.com

حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا

زندہ رہوں اور تلقین فرمائی اچھے برتاؤ کی اپنی والدہ سے اور نہ بنایا مجھ کو اسنے سخت طبیعت والا

جبروں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست و

شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ

بدبخت نہ کیا۔ اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں

وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

دوبارہ قیامت میں زندہ ہو کر اٹھنے تک۔

اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں حضرت مریم کا لوگوں سے دور تنہائی میں ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں حضرت مریم کا اپنے گھر کے پاس لوگوں کے قریب آنے کا ذکر ہو رہا ہے۔

دوسرا تعلق پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریم کا بے وقوف لوگوں سے بچنے کا ایک طریقہ شرعیہ بتایا گیا تھا۔ اب اس طریقے کو استعمال کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ حضرت مریم پر لوگوں نے بچہ دیکھ کر کیا طعنہ بازی کی معاذ اللہ حضرت مریم کو تہمت بدکاری لگائی۔ اب ان آیت میں اسی بچے کی زبانی اصل حقیقت حال کی وضاحت اور حضرت مریم کی پاک دامنی کا شاندار بیان ہو رہا۔

تفسیر نحوی فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا. قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۔ ن ترتیب ہے طرف زمانی بعنی اشارت۔ باب افعال کا ماضی مطلق واحد مؤنث اس کا مصدر ہے اِشَارَةٌ۔ اشارۃ سے بنا ہے یعنی ہاتھ کر کسی کی طرف اشارہ کی دو قسمیں ہیں

marfat.com
Marfat.com

ع۱ اشارہ ظاہری یعنی زبان سے کہنا، یہ چیز وہ ع۲ اشارہ معنوی یعنی ہاتھ آنکھ یا کسی بھی عضو سے کسی کو کچھ بتانا خواہ مخفر ہو جیسے متکلم کا زبان سے بولنا لفظ اشارہ کر دینا یہی مراد ہے یا گونگے انسان کا پوری بات سمجھانا۔ اَشَارَتْ کا فاعل ھِیَ ضمیر پوشیدہ ہے اُس کا مرجع مریم ہے اِلَیْہِ۔ جار مجرور یعنی اُس بچے کی طرف مراد ہیں عیسیٰ علیہ السلام یہ فعل فاعل اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہو کر محلاً مقولِ ہوا۔ قَالُوْا۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب یا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ کَیْفَ۔ کیف کے بارے میں علماءِ نحات کے بہت اختلافی اقوال ہیں ع۱ کَیْفَ حرف ہے فاءِ عطف کے معنیٰ میں مگر یہ غلط ہے حضرت حکیم الامت والدِ محترم بدایونی اس کی تردید فرماتے تھے ع۲ کیف اسم مبہم غیر متمکن مبنی ہے۔ اصلاً ع۳ یہ ظرف ہے کبھی زمانی کبھی مکانی ع۴ یہ زمانی مکانی ظرف نہیں ہوتا بلکہ جار مجرور کی طرح صرف مجازی ظرف ہے ع۵ کَیْفَ دو قسم کا ہے ایک کَیْفَ شرطیہ دوم سوالیہ، شرطیہ کے لیے چار پابندیاں ہیں اوّل ع۱ یہ کہ کَیْفَ ابتدا میں ہو اور اس کے شرط و جزا دونوں فعل ہوں دوسری پابندی کوئی فعل مجزوم نہ ہو تیسری پابندی دونوں فعل لفظاً اور معناً ایک طرح کے ہوں مثلاً کَیْفَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وغیرہ ع۲ اگر کَیْفَ درمیان میں آجائے تو یہ پابندیاں نہیں ہوتیں ع۱ کَیْفَ سوالیہ چار قسم کا ہوتا ہے ایک سوالِ حقیقی کے لیے دوم سوالِ تعجب کے لیے سوم سوالِ تنبیہ کے لیے یعنی کسی کو خبردار کرنے کے لیے چہارم توبیخ یعنی جھڑکنے کے لیے چہارم علماءِ نحو کے نزدیک کَیْفَ کے درجے بھی مختلف ہیں ع۱ کبھی مبتدا کی خبر کے درجہ میں مثلاً۔ کَیْفَ اَنْتَ ع۲ کبھی کَانَ فعل ناقصہ کی خبر کے درجہ میں ع۳ کبھی متعدی کے مفعولِ دوم۔ ع۴ کبھی مفعولِ سوم کے درجہ میں ع۵ کبھی فعل کے مفعول مطلق کے درجہ میں ع۶ کبھی حال کے درجہ میں ع۷ کبھی صرف حالت کو بیان کرنے کے لیے اس وقت یہ کَیْفَ۔ سوالیہ ہو گا نہ شرطیہ اور اس کا ترجمہ ہو گا جس طرح۔ یا جیسے بھی مثلاً اُنْظُرْ اِلَیْہِ کَیْفَ یَکُوْنُ۔ کَیْفَ یہ دو خبر ترجمہ میں اس کو دیکھتا ہوں جیسے بھی وہ ہو یا جیسے بھی پھرے۔ کَیْفَ سوالیہ کا ترجمہ ہے کس طرح یا کیسے اور شرطیہ کا ترجمہ ہوتا ہے جیسے یہاں کَیْفَ سوالیہ حالیہ تعجب کے لیے ہے۔ خبر مقدم ہے تکلم باب تفعیل کا فعل مضارع جمع متکلم حقیقی اس کا فاعل نحن ضمیر جمع متکلم پوشیدہ مرجع ہے قوم۔ مَنْ اسم موصولہ واحد مذکر بحالت نصب کیونکہ مفعول ہے تکلم کا۔ کَانَ۔ فعل ناقصہ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ذوالحال ہے فِیْ ظرفیت مکانیہ کے لیے۔ الف لام عہدی یا صبی مَھْدِ۔ اسم مفرد جامد حاصل مصدر مَھْدٌ کا لغوی ترجمہ ہے پھیلانا۔ راضع کرنا۔ ابتدائی دنا صحی کام کو کہیں اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ اگلے سارے کام اس میں وضاحت کر دی جاتی ہے۔ بستر کر

marfat.com
Marfat.com

نہلا دُھلا کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی پھیلا ہوتا ہے ماں کی گود اور پنگھوڑے وغیرہ کو بچے کے آرام دہ حفاظتی بستر کی وجہ سے قنداُ کہا جاتا ہے یہاں مراد ہے ماں کی گود۔ یہ جار مجرور متعلق ہے صَبِیًّا۔ اسم صفت مشبہ بروزنِ فعیل، صَبُوٌ یا صَبِیٌّ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے نادان ہونا۔ چمٹنا چسکی بھرنا۔ مراد ہے والدہ کا شیر خوار بچہ۔ پیدائش سے ڈھائی سال تک کا بچہ صَبِیًّا ہوتا ہے بعض نے کہا بلوغت تک صَبِیًّا ہے۔ اس کا مؤنث ہے صَبِیَّۃٌ۔ بحالت نصب ہے کیونکہ حال ہے کَانَ تامہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مفعول ہو۔ نُکَلِّمُ۔ جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا۔ کَیْفَ اُس کی خبر دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ مکمل ہوا۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ۔ قَالَ فعل ہا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر نزول ہوا۔ فاعلِ هُوَ کا مرجع، صَبِیًّا ہے اِنَّ حرفِ مشبہ کی ضمیر واحد متکلم اسم ہے اِنَّ کا خیال رہے کہ اِنْ کَانَ لَقَلَّ لٰکِنَّ میں نون مشدد کا فتحہ ضروری نہیں ہے اس لیے کبھی نون وقایہ آجاتا ہے جیسے اِنَّنِیْ اِنَّنِیْ کَاَنَّنِیْ لٰکِنَّنِیْ لَعَلَّنِیْ اور کبھی نہیں آتا جیسے اِنِّیْ۔ اَنِّیْ کَاَنِّیْ۔ لٰکِنِّیْ۔ لَعَلِّیْ۔ مگر کَیْتَ کا فتحہ لازمی ہے اس لیے جب اس کو یاءِ متکلم سے ملایا جاتا ہے تو نون وقایہ ضروری آتا ہے۔ جیسے کَیْتَنِیْ، یہاں کَیْتِیْ جائز نہیں۔ عَبْدُ اللّٰہِ یہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ آتَانِیَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب متعدی بدو مفعول ہے۔ اَلٰی سے مشتق ہے بمعنی دینا۔ نون وقایہ کی متکلم منصوب ہے کیونکہ مفعول ہا اوّل ہے۔ اَلْکِتَابَ۔ الف لام عہدی ذہنی۔ کِتَابٌ صفت مشبہ بمعنی مکتوب لکھی ہوئی، مراد ہے اللہ کا کلام۔ جو لوحِ محفوظ پر لکھا ہے اس کا نام انجیل ہے۔ یہ مفعول بہ دوم ہے۔ اٰتَانِیَ فعل فاعل اور دونوں مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَاؤ عاطفہ جَعَلَنِیْ فعل ماضی مطلق جَعْلٌ سے مشتق ہے بمعنی بنانا۔ بدلنا پھیرنا۔ گھڑ لینا۔ پیدا کرنا پہلے تین معنوں میں متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اور آخری معنی پیدا کرنا میں متعدی بیک مفعول نیز پہلے معنی میں صفت غیر خصوصی ہے ہر شخص بنا سکتا ہے۔ لیکن پیدا کرنا کے معنی میں یہ صفت خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کی نون وقایہ ی متکلم مفعولِ اوّل نَبِیًّا۔ اسم مفرد صفت مشبہ نکرہ معین ترجمہ ہے خبر دینے خبر رکھنے خبر جاننے والا مراد ہے علمِ غیب کی خبر اس سے ریڈیو اخبار یا حکمہ موسمیات یا نجومیوں کو نہیں کہا جاسکتا بِنُوْ بھموز اللام سے ہے یہ مفعول بہ دوم ہے جَعَلَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ دوسرا جَعَلَ بھی اپنے فاعل دونوں مفعولوں اور اَیْنَمَا کُنْتُ کے ظرف مکانی سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ مُبَارَکٌ۔ باب مُفَاعَلَۃٌ کا اسم مفعول واحد مذکر ہے بَرَکٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی قدرتی مفید اور نہ ختم ہونے والا فائدہ۔ اَیْنَمَا۔ اسم ظرف مکانی۔ دو لفظ ہیں اَیْنَ شرطیہ۔ مَا موصول ہے دونوں

marfat.com
Marfat.com

مل کر اسم مرفوع ہو گئے ترجمہ ہے جہاں کہیں۔ کُنتُ فعل ناقہ۔ واؤ عاطفہ۔ اَوصٰی۔ باب افعال کا۔ ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ۔ وَصّٰی سے مشتق ہے تضعیف مفروق ہے۔ وَصّٰی کا لغوی معنی ہے اُٹل بات کرنا۔ تاکید کرنا حرف آخر فیصلہ۔ ابلاغ کلام جس کو بدلا نہ جائے۔ مرتے وقت کی خواہش اور حکم کو وصیت اسی لیے کہتے ہیں کہ جو مرنے والا مرجاتا ہے اور وہ بات یا خواہش ٹالی اور بدلی نہیں جا سکتی۔ نون وقایہ یاءِ متکلم اس کا مفعول بہ بِالصَّلٰوۃِ نماز سے مراد مطلقاً عبادت ہے جو بھی اُس دین میں تھی۔ زکوٰۃ۔ اسم مفرد جامد معنی مالی صدقات یہ عطف مجرور متعلق ہے۔ مَادُمتُ۔ فعل ناقصہ واحد متکلم اَنَا ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا اسم حَیًّا۔ اسم مفرد جامد بمعنی پوری ضروری قوتوں کے ساتھ موجود ہونا۔ موجود رہنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور بندے کی عطائی یہاں عطائی صفت مراد ہے جب تک کسی میں اس کی تمام قوتیں موجود رہیں تو وہ زندہ کہلاتا ہے۔ خواہ انسان ہو حیوان ہو درخت ہو۔ زمین ہو۔ کافر ہو یا مومن اور قوتیں ختم ہو جائیں تو مردہ کہلاتا ہے۔ حَیًّا خبر ہے مَادُمتُ کی۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر ظرف زمانی ہوا اَوصٰی کا یہ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اگلی عبارت پر۔ وَبَرًّا بِوَالِدَتِی وَلَمْ یَجْعَلْنِی جَبَّارًا شَقِیًّا۔ واؤ عاطفہ بَرًّا۔ اسم مبالغہ ترجمہ ہے وسیع قلبی اور کھلے دل سے بہت اور ہمیشہ فائدہ پہنچانے والا۔ بِرٌّ (زِیْرٌ) سے مشتق ہے کھلی زمین کو اسی وسعت کی وجہ سے بَرٌّ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں ہے بِرِّ اعظم بِرِّ صغیر۔ بِرِّ جاڑہ تعدیہ کی بحثی ساتھ کَوالِدَتِی ترجمہ ہے اپنی والدہ سے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے بَرًّا کا۔ یہ اسم مبالغہ اپنے پوشیدہ اَنَا ضمیر متکلم فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَمْ یَجْعَلْنِی۔ فعل نفی مجد بِلَمْ بمعنی ماضی با فاعل کی مفعول بہ اوّل جَبَّارًا مفعول بہ دوم شَقِیًّا مفعول بہ سوم۔ یہ سب فعل فاعل اور تینوں مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ اَلَّتِی اَلْکِتٰبِ سے لے کر شَقِیًّا تک سب عطف مل کر صفت ہوئی عَبْدُ اللہ کی وہ مرکب توصیفی اِنِّی کی خبر۔ اِنِّی اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ۔ قول مقولہ جملہ قولیہ ہو کر مکمل خیال رہے کہ جَبَّارًا بر وزن فَعَّالًا جَوَّادًا بھی صفت مشبہ جَبْرٌ سے مشتق ہے بمعنی کسی کو کسی کام کے لیے جائز یا ناجائز دباؤ ڈالنا اگر جائز دباؤ ڈالا جائے تو اس کو جابر کہتے ہیں اور اگر کوئی بندہ کسی پر ناجائز دباؤ ڈالے تو وہ جبار رہے۔ اسی وجہ سے مخلوق کو جبار کہنا یا جبار ہونا غلط اور برا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے جیسے کہ تکبر خصوصی صفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی دباؤ بندوں پر ناجائز نہیں ہوتا۔ شَقِیًّا بھی صفت مشبہ ہے بروزن فَعِیْلًا شَقْیٌ سے بنا ہے بمعنی بدبخت تنگ، سخت دل، سرکش۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ [illegible] وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔

marfat.com
Marfat.com

واؤ سر جملہ الف لام تخصیصی۔ یعنی خصوصی سلامتی۔ سلمٰ اسم مصدر جامد حاصل مصدر۔ ترجمہ ہے ہر ظاہری باطنی آفت و برائی سے محفوظ۔ ہمہ وقت قابل تعریف علیٰ جار مجرور متعلق ہے پر شیدہ اسم فاعل ثابتٌ یا قائمٌ یا حاصلٌ کے۔ یَوْمَ۔ اسم ظرف زمانی مرا رہے وقت۔ مضاف ہے۔ وُلِدْتُ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مجہول واحد متکلم یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ یَوْمَ کا یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ یَوْمَ مضاف۔ اَمُوْتُ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق معروف واحد متکلم۔ نعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ یَوْمَ کا۔ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ یَوْمَ مضاف۔ اُبْعَثُ۔ باب افعال کا فعل مضارع مجہول واحد متکلم۔ اس میں پر شیدہ ضمیر واحد متکلم اَنَا ذوالحال ہے حَیًّا۔ اسم مفرد نکرہ صفت مشبہ یعنی زندہ ہو کر یا زندہ کر کے حال ہے اَنَا پر شیدہ کا ذوالحال حال مل کر فاعل ہوا۔ اُبْعَثُ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف ہے سب عطف مل کر ظرف ہے حاصلٌ پر شیدہ کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا اَلسَّلَامُ کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ مکمل ہوا۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ

تفسیر عالمانہ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۔ حضرت مریم سیدھی گھر کی طرف تشریف لا رہی تھیں ابھی گھر والوں کو کچھ پتہ نہ تھا کہ مریم نے کل کا دن اور آج کی رات کہاں گزاری وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ مریم اپنے اسی گھر کے غلہ خانے میں ہے لیکن ابلیس نے قوم کے شریر لوگوں کو خبر کر دی لوگ دروازہ شہر بیت المقدس کے شرقی دروازے کے قریب جمع تھے مریم منہ سر لپیٹے باپردہ اسی جگہ آئیں تاکہ گھر چلی جائیں مگر قوم نے یہیں پر اُن سے سوالات اور طعنے بازیاں شروع کر دیں آپ نے باتیں سن کر اس طرح اشارہ کیا جس سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ مریم نے چپ کا روزہ رکھا ہوا اور کہنا یہ چاہ رہی ہیں کہ میں تو بول نہیں سکتی بہتر ہے روزہ تم اسی سے پوچھو کہ یہ کون ہے کہاں سے آیا ہے قوم نے اس کی اشارت الیہ کو مذاق کرنا سمجھا۔ کہ مریم ہم سے مذاق کر رہی ہے اس لیے وہ اور غضب ناک ہوئے کہ ایک تو یہ بے فیریتی اور دوسرا یہ مذاق بازی۔ حالانکہ یہ بھی اس خبیث قوم کا اندھا پن تھا اگر ذرا الٰہی تدبر و سمجھ داری سے کام لیتے تو حضرت مریم کا تفکر و پریشان چہرہ دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیتے کہ یہ فَاَشَارَتْ مذاق سے نہیں۔ لیکن بحالت غضب وغصہ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ سب نے شور بہبود برپا کر دیا کہ ہم اس شیر خوار دودھ پیتے بچے سے کیسے بات کریں جو ابھی چند گھنٹوں کا ماں کی گود میں پڑا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس وقت منہ چھپائے دودھ پی رہے

marfat.com
Marfat.com

تھے۔ روایتوں میں آتا ہے حضرت عیسیٰ اُس وقت حُسنِ قدرت سے چمکتے ہے تھے چہرہ سرخ سفید آنکھیں دمکتی پیشانی چمکتی جسمِ اطہر سے حُسنِ اطہر کے حُسن کی شعاعیں نکل رہی تھیں ویسے تو ہر بچہ ہی بوقتِ ولادت خوب صورت ہوتا ہے مگر مسیح علیہ السّلام کی اس وقت کی خوب صورتی بے مثل تھی اور یقیناً یہ حسن بھی معجزہ ہی خاص تھا۔ خیال رہے کہ نومولود بچہ کے بلوغت تک بے لحاظ عمر چھ نام ہوتے ہیں ۱ حمل ۲ صبی ۳ غلام ۴ طفل ۵ نابالغ ۶ مُراہق ۷ اس کے بعد بلحاظ عمر پانچ نام ہیں بالغ ۸ شاب ۹ شیخ ۱۰ اکہول ۱۱ شیب کُل گیارہ نام۔ اس وقت عیسیٰ علیہ السّلام باعتبار عمر صبی تھے اس لیے فی المَھدِ صبیًا۔ کہا یہ سب باتیں سن کر ایک دم حضرت عیسیٰ نے دودھ پینا چھوڑ کر اپنا خوب صورت بھولا بھالا پیارا چہرہ باہر نکالا اور اپنی شہادت کی انگلی اٹھا کر قوم کو خطاب فرمایا۔ اے میری والدہ پر عیب جوئی لطعہ بازی زبان درازی کرنے والو۔ اِنِّی عَبدُاللہ۔ میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی سچا صادق بندہ ہوں اور معمولی عام بندہ نہیں بلکہ مجھ کو اُس نے بہت بڑی اپنی کتاب عطا فرمائی ہے جو اُس وقت میرے سینۂ فیض گنجینہ میں ہے۔ اور مجھ کو میرے اللہ نے انسانیت کا سب سے اونچا اور رفیع مقام نبوت پر فائز کر کے مجھ کو نبی بنایا ہے۔ اور ہر مقام ہر زمانے میں میرے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو برکتوں رحمتوں عزتوں عظمتوں بلندیوں مرتبوں اور فائدوں ترقیوں والا بنایا ہے۔ اور حکم ارشاد فرمایا ہے مجھ کو میرے اللہ کریم نے کہ ابھی سے تا قیامت دنیوی (زمینی) یا آسمانی) نمازِ عبادت نیاز سدا قائم کروں یہ تمام عقلِ کامل شکمِ مادر میں عطا کر دی گئی توریت کی فہم اور انجیل کی حفظ عطا ہوئی اور یہ بھی حکم ربانی کیا کہ میں ہمہ وقت بدنی مالی سِرّی خفی ظاہری باطنی ہر قسم کی زکوٰۃ خیرات صدقہ وطہارت پاکیزگی جاری رکھوں اور اپنی اُمت کو تبلیغ کرتا گناہوں کفروں شرکوں سے بچاتا رہوں توریت و انجیل سکھاتا رہوں مفسرین فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السّلام کی چار زندگیاں ہیں جن میں چار کتابیں آپ کو پڑھائیں گئیں۔ ۱ شکمِ مادر میں انجیل حفظ کرائی گئی ۲ بعد ولادت توریت سکھائی گئی ۳ زمانۂ جیاتِ آسمانی میں قرآن مجید سکھایا گیا ۴ بعد نزول درس گاہِ رسالت سے احادیث سمجھائی گئیں۔ حضرت مسیح کی یہ تمام گفتگو اگرچہ اپنے متعلق ہے مگر پاک دامنی والدہ محترمہ عفیفہ طاہرہ کی بیان ہو رہی ہے کہ ایسا بچہ بدکاری سے نہیں ہو سکتا مُبارکًا کے تین معنی ۱ ہر خیر میں زیادتی والا ۲ اعلیٰ مرتبہ والا ۳ ہر برائی سے روکا ہوا۔ ۴ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والا ۵ معلمِ خیر و فضل برکت ۶ برکت یعنی بقاءِ خیر ۷ عطا میں کثرت ۸ شی قلیل میں نفع کثیر ۹ عظمت و کرم ۱۰ اصلاحی خوشی خیریت کا سبب اس کا مقابل منحوس ہے ۱۱ [illegible] ۱۲ معلمِ خیر جعلنی نبیًا کا معنی

marfat.com
Marfat.com

ابھی ابھی نبی بنایا یا شکم مادر میں یا عالم ازل میں یا لوح محفوظ پر دیکھ کر فرمایا کہ میں مستقبل قریب میں نبی بنایا جاؤں گا جعل یجعل کے معنی میں ہے آتیا گذشتہ یعنی جلد ہر بھی میں تو جہ کروں۔ مسیح علیہ السلام سے زمین پر انسانوں نے فائدہ حاصل کیا اور بعد نزول کریں گے آسمانوں پر فرشتوں کو فائدہ ہوا صلوٰۃ سے مراد نماز۔ ذکر اللہ ہر قسم کی عبادت بدنی اور تلاوت کلام اللہ کو۔ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی۔ صدقہ وخیرات ہر وقت ہر چیز میں۔ یہاں تک کہ اپنی روٹی وسالن میں تھوڑی بہت خیرات مَادُمْتُ حَیًّا۔ تینوں زندگیاں مراد ہیں۔ پہلی زمینی پھر آسمانی پھر بعد نزول۔ وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ اور میرے رب تعالیٰ نے مجھ کو یہ بھی وصیت یعنی تاکیدی اٰل حکم فرمایا ہے کہ اپنی والدہ مکرمہ کا فرمان بزار خدمت گزار ہر وقت ہر حال میں خوش رکھنے والا۔ برًّا یعنی ہر طرح سے نیکی اور نیک سلوک کرنے والا بنے رہوں۔ اور مجھ کو میرے اللہ نے جبار نہ بنایا یعنی نہ زبردستی کرنے والا نہ جنگجو نہ لڑا کا نہ قتل کرنے والا۔ نہ متکبر نہ ظالم نہ تنگ دل نہ سخت طبیعت نہ اکھل کھرا۔ اور مجھ کو شقی بھی نہ بنایا۔ یعنی اکڑ باز بے مجز کجوس سخت دل گنا ہگار۔ آوارہ اور بزرگوں کا نافرمان۔ گناہوں پر فخر کرنے والا اور کسی بھی بری خصلت والا نہ بنایا۔ احادیث پاک میں ارشاد مقدس ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہایت سخی اور نرم دل تھے ہمہ وقت عاجز مسکین بنے رہتے خود فرمایا کرتے تھے اے غریبو حاجت مندو مجھ سے مانگا کرو آپ میں جباریت کی کوئی نشانی نہ تھی عجز وانکسار پسند تھے زمین پر بیٹھ جایا کرتے حالانکہ بہت قوی صحت مند چوڑے چکلے گٹھیلے جسم والے تھے غریبوں کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے سبزیاں اور پتے کھا کر گزارہ فرمایتے تھے ہر چیز بانٹ دیا کرتے تھے گھر تک نہ بنایا۔ لکڑیاں چیر کر بیچا کرتے تھے اگر کوئی دشمن یا ظالم آپ کی لکڑیاں اٹھا کر بھاگ جاتا تو باوجود طاقت کے نہ پیچھا کرتے نہ چیختے۔ بلکہ معاف کر دیتے۔ آپ پر جہاد فرض نہ ہوا نہ کسی کو کبھی قتل کیا نہ کرایا بلکہ ساری عمر کسی کو جھڑکا تک نہیں۔ روایتوں میں ہے کہ ایک دفعہ چند یہودی ایک بے گناہ لونڈی کو پکڑ کر لے آئے اور عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس نے بدکاری کی ہے اس کو سنگسار فرمایئے آپ کو اس کی بے گناہی کا کسی طرح علم ہو گیا آپ نے فرمایا کہ تم میں جو شخص پاک باز ہے اور اس نے کبھی بدکاری نہ کی ہو وہ اس کو پہلا پتھر مارے۔ یہ سن کر سب شرمندہ ہو کر بھاگ گئے اور اس بے گناہ کی جان بچ گئی یہ ہے جبار نہ ہونے کی شان کہ نہ ظلم کیا نہ کرنے دیا۔ والسلام علیٰ۔ اے میری قوم والو مجھ کو میرے پروردگار عالم کی طرف سے ابدی دائمی سلامتی ہے ہر وقت ہر قسم کی سلامتی جس دن میں پیدا ہوا ہوں میرے چلے اور میرے پاس ہر طرح کی سلامتی

marfat.com
Marfat.com

آگئی ہے۔ ابلیس سے بچاؤ کی سلامتی گناہوں خطاؤں لغزشوں سے عصمت کی سلامتی دشمنوں سے حفاظت کی سلامتی جان و عزت آبرو کی سلامتی ناگہانی آفتوں بیماریوں مصیبتوں ابتلاؤں سے سلامتی اور جس دن میں اپنی دنیوی زندگی ہزاروں سال کی پوری کرکے وفات پاؤں گا تب قبر کی تکالیف سے سلامتی اور پھر جب زندہ کرکے قیامت میں اٹھایا جاؤں گا تو حشر و نشر کی تمام پریشانیوں اور نفسا نفسی سے امن و سلامتی۔ اور صرف میری ہی نہیں جو بھی کبھی بھی میرے دامن سے لگ کر تابع فرمان ہو کر مومن متقی بن گیا۔ اس کو بھی سلامتی ہے دینی ایمانی اور دنیوی اور دشمنوں نافرمانوں کو سلامتی نہیں بلکہ قہر الٰہی کی ذلت و رسوائی روایت ہے کہ جب قوم پھر کر کے حضرت مریم سے سوالات کر رہی تھی اور حضرت مریم بوجہ روزہ خاموشی چپ تھیں اس وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے انہوں نے خدمت عیسیٰ علیہ السلام میں عرض کیا یا سیدی کلمہ اے میرے سردار بولو۔ تب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ گفتگو فرمائی اور اتنی بلند آواز سے فرمائی کہ سب قریبی لوگوں نے سن لی یہ شیر خوارگی اور گود کے گہوارے کا کلام ہے پھر آپ نے تین سال تک حسب فطرت کوئی کلام نہ کیا نہ اس سے پہلے کوئی کلام والدہ سے کیا تھا۔ اس کلام کے بعد اکثریت مطمئن و مسرور ہو کر چلی گئی مگر یونانی یہودی سرکاری لوگوں کا ٹولہ چلا تو گیا مگر مطمئن نہ ہوا بلکہ مخالفانہ معاملہ بدستور ہی رکھا۔ اور یہی لوگ بعد میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہی بنے رہے اور دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہی ہوئے۔ (از تفسیر مظہری صاوی نیشاپوری مدارک خازن۔ فتح القدیر وغیرہ)

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بوقت ولادت ہی نبی بنا دیئے جاتے ہیں اور ہونی کو شکم مادر ہی میں اپنی نبوت کا علم ہوتا ہے یہ فائدہ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا کے صیغہ ماضی فرمانے سے حاصل ہوا لیکن ہمارے نبی آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو عالم ازل حادث سے ہی نبی بنا دیئے گئے ہیں چنانچہ حضرت آپنے ہی ارشاد فرمایا کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ رواہ طبقات ابونعیم فی الحلیہ وطبرانی۔ نیز ذریت آدم ہونے کے لیے حسب فطرت ولادت ہونا ضروری نہیں۔ خرق عادت تحت قدرت خلاف قانون ولادت سے بھی ابن آدم ہی میں شمار ہوگا۔ دیکھو حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ خلاف عادت پیدا ہوئے مگر پھر بھی ذریت آدم ہیں اسی طرح ہمارے آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ فرمانے کے باوجود پھر بھی ذریت آدم ہیں اس کے پورے دلائل با وضاحت ہمارے العطایا جلد دوم میں دیکھئے۔ دوسرا فائدہ انبیاء کرام علیہم السلام کو تمام علوم غیبیہ و خفیہ اور معلومات کائنات حاصل ہوتی ہیں۔ یہ فائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پوری گفتگو سے حاصل [illegible] گو چھوٹی عمر کی گفتگو تھی مگر تمام انبیاء کرام کی

marfat.com
Marfat.com

شانِ علیت کا اظہار ہو گیا۔ اس لیے کہ یہ صفات حضرت مسیح کی خصوصیات نہیں ہیں تمام انبیاء علیہم السلام ان ہی پاکیزہ صفات و قوتِ شان و خزانۂ علمی سے موصوف ہوتے ہیں۔ تیسرا فائدہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی ولادت قبلِ ولادت موت و حیات قبر و حشر کے تمام حالات اور اپنے انجام سے مکمل باخبر ہوتے ہیں یہ فائدہ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا اور یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ فرمانے سے حاصل ہوا نیز قرآن مجید میں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم و فضل شان و قوت کا تذکرہ دراصل نعت محبوب محمد مصطفیٰ بیان فرمانا ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب شان و قوت اور معلومات کی یہ حالت ہے تو سردارِ انبیاء و امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ عالیہ و قوتِ سلطانیہ کی کیا شان ہوگی۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ اپنے فضائل بیان کرنے شرعاً جائز ہیں جب کہ فخریہ نہ ہوں بلکہ بسلسلۂ تعارف و تبلیغ اور اظہارِ شکر نعمت ہو یہ مسئلہ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا کے پورے کلام مسیح علیہ السلام سے مستنبط ہوا اسی نوعیت میں علماء و مشائخ کو اپنا تعارف کرانا جائز ہے جب کہ یہ نیت ہو کہ لوگ شریعت کے سچے مسائل پوچھیں اور ہدایت حاصل کریں شیطانی پھندوں سے بچ جائیں جھوٹے گمراہ پیروں مولویوں سے بچ جائیں۔ خیال رہے کہ فی زمانہ جو پیر یا مولوی تصویر فوٹو وغیرہ کی عیاشیوں بت پرستیوں کے جواز اور علماء مبتلا و ملوث ہے وہی ابلیس کا بندہ ہے فوٹو تصویر اور سجدہ تعظیمی ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موجودہ پیروں مولویوں کو اس گمراہی اور صراطِ جہنم سے بچائے۔ دوسرا مسئلہ۔ والدین کی خدمت بہت بڑا فریضہ ہے جو انبیاء کرام پر بھی لازم ہے۔ یہ مسئلہ وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ (الخ) سے مستنبط ہوا نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے۔ کیونکہ یہاں صرف والدہ سے حسنِ سلوک و خدمت گزاری کا ذکر ہوا جب کہ حضرت یحییٰ کو وَبَرًّا بِوَالِدَیْہِ کا حکم ہوا یعنی والد اور والدہ دونوں کو۔ تیسرا مسئلہ۔ نبوت اور رسالت میں فرق ہے نبی پر ایمان فرض ہے اطاعت فرض نہیں لیکن رسالت پر ایمان بھی فرض اطاعت بھی فرض ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام سب مسلمانوں کے نبی ہیں مگر رسول نہیں مسلمانوں کے رسول صرف آقائے کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی لیے کلمہ طیبہ میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پڑھا جاتا ہے۔ مُحَمَّدٌ نَبِیُّ اللّٰہِ نہیں پڑھا جاتا نیز آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ابتداء کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا (الخ) وہاں رَسُوْلًا نہیں فرمایا۔ یہ مسئلہ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا فرمانے سے مستنبط ہوا کہ آپ نے نبیاً فرمایا رسولاً نہ فرمایا آپ کو رسالت تیس سال بعد ملی مگر نبوت شکم مادر میں ہی عطا ہوئی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبوت کا تعلق رب تعالیٰ سے بندے کا ہے اور رسالت کا تعلق رسول کا امت سے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

marfat.com
Marfat.com

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ

اعتراضات یہ دونوں حکم تشریعی و تکلیفی ہیں تو بچپن میں کیوں فرض کئے گئے اور یہ وصیت یعنی اُمّل رخصت حکم ابھی شیر خوارگی سے کیوں فرمایا گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نابالغ بچے۔ مجنون اور مجذوب پر کچھ فرض اور واجب نہیں ہوتا وہ کسی شرعی حکم کے مکلف نہیں ہوتے۔ نیز یہاں زکوٰۃ دینے کا بھی تاکیدی حکم ہے حالانکہ انبیاء کرام علیہم السّلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی تو یہ دونوں حکم بعد طفلی کیوں دیئے گئے۔ جواب چونکہ عیسٰی علیہ السلام نے اپنی نبوت کا ذکر فرمایا تھا اور کتاب کا ذکر بھی کیا تھا جس سے بات واضح ہوتا تھا کہ آپ نئی شریعت نیا قانون لے کر تشریف لائے ہیں۔ اس لیے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپنے نئی شریعت انجیل کے قوانین وعبادت میں سے چیدہ اور اہم مسائل کی فہرست ارشاد فرما دی جن کا نفاذ اپنے اپنے وقتوں پر ہونا تھا اور حسب حیثیت شخصیات پر گویا کہ یہ ایک نئے قوانین الٰہیہ کی مختصر اور عوام متبعین کے لیے وضاحتی و تعارفی فہرست تھی یہ صرف حضرت عیسٰی کے لیے نہ تھی اور نہ ہی اُس کلام کے وقت اس کا وجوب لازم نہ ادائیگی فرض تھی۔ رسالت کی اجازت کے وقت اِن احکام کا نفوذ ہونا ہے اھالیانِ نماز پر نماز۔ اھالیانِ زکوٰۃ پر زکوٰۃ جس کی صرف والدہ ہے اُس پر صرف والدہ کی فرماں برداری جس کے والدین اس پر دونوں کی۔ جہاد یت کی نفی فرما کر اشارہ کر دیا کہ مجھ کر میری شریعت میں جہاد فرض نہ ہوگا۔ اور جب شریعت کے نبی پر جہاد نہیں تو امت پر بھی نہیں۔ اس لیے کسی کو کسی پر جبر و ظلم کی اجازت نہ ہوگی رشقیاً کی نفی کر کے بدبختی و نحوست کی نفی فرما دی کہ میری اتباع کرنے والے نہ بدبخت ہو سکتے ہیں نہ منحوس دشمن اگرچہ الزام لگاتے پھریں۔ یہ جواب سب سے بہتر اور مضبوط ہے اب کوئی کسی قسم کا اعتراض باقی نہ رہا۔ اس کی مثال ایسی ہی سمجھو جیسے کوئی صبح کے وقت کہے کہ تمام بالغ عاقل مسلمانوں پر ظہر عصر وغیرہ نمازیں فرض ہیں اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ ابھی نہیں بلکہ اپنے اپنے وقت پر۔ بعض مفسرین نے یہ جواب دیا کہ نماز سے مراد ذکر اللہ تسبیح وظائف وغیرہ اور زکوٰۃ سے مراد طہارت ہے یہ بھی ٹھیک ہے مگر پہلا جواب زیادہ بہتر کہ یہ کلام صرف اطلاع ہے۔ ابھی کسی پر کچھ فرض نہیں حضرت عیسٰی پر زکوٰۃ تا عمر نہیں دو وجہ سے ایک یہ کہ نبی پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں کیونکہ ان کا تمام مال ہی وقف ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ عیسٰی علیہ السلام کے پاس کبھی مال جمع ہی نہ ہوا۔ نیز اُمت کے غریبوں پر بھی زکوٰۃ نہیں دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

یہاں فرمایا گیا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ مَعرفہ کے ساتھ اور یحییٰ علیہ السّلام کے تذکرہ میں فرمایا گیا وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ نکرہ کر کے۔ جواب: اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی سلامتی مشابہ اور مثل ہے پہلی سلامتی کے لہٰذا الف لام عہد خارجی لگایا گیا۔ یعنی مجھ پر اُس طرح کی سلامتی ہے جس طرح یحییٰ علیہ السّلام کی بعض نے جواب یہ دیا کہ پہلی سلامتی عمومی ہے جس کا تعلق دینی امور سے ہے دنیوی سلامتی ضروری نہیں اس لیے نکرہ ارشاد ہوا اور یہاں الف لام جنسی ہے یعنی ہر قسم کی خصوصی طور پر سلامتی۔ جان مال عزت و آبرو۔ ابلیس۔ انسان۔ جنات اور نباتات جمادات حیوانات کے شر سے قبر و حشر کی گھبراہٹ و ملائکۂ عذاب اور عتاب سے۔ اسی لیے آپ کو آسمان پر اٹھا کر انسانی شر سے سلامتی عطا ہوئی مگر یحییٰ علیہ السّلام کو یہ سلامتی نہ ملی اور شہید کر دیئے گئے۔

تیسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنے لیے فرمایا۔ کہ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔ اور پہلے یحییٰ علیہ السّلام کے لیے فرمایا گیا کہ لَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا۔ جَبَّارًا دونوں جگہ لیکن وہاں عَصِیًّا یہاں شَقِیًّا یہ فرق کیوں۔؟ جواب اس کی وجہ یہ کہ لفظ عَصِیًّا اور لفظ شَقِیًّا میں تین طرح فرق ہے ایک یہ کہ عَصِیًّا کا معنی نافرمان گناہگار اور شَقِیًّا کا معنی بدبخت اور نامراد ناکام (منحوس) حضرت یحییٰ کے لیے جب دعا مانگی تو زکریا علیہ السّلام نے عرض کیا تھا وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا۔ اے اللہ اس کو رضی یعنی مقبول بارگاہ اور پسندیدہ بنانا۔ اور پسندیدہ و مقبول بننا نیک اعمالِ اختیاری سے ہوتا ہے بندے کے اپنے اختیار میں ہے پسندیدہ بننا اور عَصِیًّا بننا بھی بندے کے اپنے اختیار میں ہے لہٰذا وہاں یحییٰ علیہ السلام کے لیے عَصِیًّا زکریا کی دعا کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ وہ دعا قبول ہو گئی ہے اور یحییٰ ساری عمر رَضِیًّا ہی بنیں گے ایک آن کے لیے عَصِیًّا نہ ہوں گے اور حضرت عیسیٰ کی غیر اختیاری صفت کا ذکر کیا گیا کیونکہ بدبخت یا خوش بخت ہونا بندے کے اختیار میں نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے دوم یہ کہ عَصِیًّا کا تعلق صرف دنیا کی زمینی زندگی سے ہے جس میں نابالغی اور سخت بڑھاپے کی مدت نیز بیمار کی مدت شامل نہیں۔ مگر شَقِیًّا میں تمام زندگی خواہ کہیں ہو زمین پر یا آسمان پر شامل شَقِیًّا سے آسمانی زندگی کا اشارہ ملتا ہے۔ زکریا علیہ السّلام نے اپنے لیے شَقِیًّا کی نفی فرمائی وہاں رب تعالیٰ کے انعام و کرم کا ہی ذکر ہے جس میں بندے کے اختیار کو دخل نہیں ہوتا عَصِیًّا کی نفی سے رَضِیًّا کا ثبوت مقصود تھا اس لیے وہاں عَصِیًّا فرمایا گیا۔ اور یہاں نبوت کے لیے اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات کا ذکر مقصود تھا اس لیے شَقِیًّا فرمایا۔ رَضِیًّا وہ جو عَصِیًّا نہ ہو اور نَبِیًّا وہ جو شَقِیًّا نہ ہو سوم یہ کہ عَصِیًّا عمل ہے شَقِیًّا عادت چونکہ عیسیٰ علیہ السّلام کے پہلے کوئی دعا نہیں اس لیے شَقِیًّا ہی

marfat.com
Marfat.com

درست تھا۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں ارشاد ہے۔ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قوم نے کہا ہم کیسے بات کریں اُس سے جو جھولے کا بچہ ہے یا جھولے میں ہی بچہ ہے۔ جھولے میں ہی بچہ ہوتا ہے گود یا جھولے میں بڑا آدمی تو نہیں ہو سکتا۔ اور جو جھولے میں بچہ ہوگا وہ جھولے سے باہر نکالا جائے تب بھی بچہ ہوگا تو یہ فقرہ نحوی قواعد سے کان ناقصہ کی خبر نہیں بن سکتا تو پھر یہاں کان ناقصہ کیوں مستعمل ہوا؟ جواب یہاں کان ناقصہ نہیں ہے نہ یہ لفظ صَبِیًّا اس کی خبر ہے جیسا کہ ہم نے تفسیر نحوی میں اس کی مکمل وضاحت کر دی۔ بلکہ ہماری تشریح میں یہ کان تامہ ہے اور لفظ صَبِیًّا کَانَ کے فاعل کا حال ہے اور ترجمہ اس طرح ہے کہ ہم اس سے بات کیسے کریں جو بچپن کی حالت میں ہے۔ یعنی صبی شخصیت نہیں بلکہ صبی حالت ہے بات کرنا شخصیت سے ہے اور شخصیت اس حالت میں ہے کہ نہ بول سکتی ہے نہ جواب دے سکتی ہے نہ ہماری بات سمجھ سکتی ہے جیسا کہ ہر آدمی اس حالت میں ہوتا ہے۔ اور تکلم کا معنیٰ ہے اپنی بات سمجھانا اور بات کا جواب لینا۔ اب اس ترکیب سے کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ امام محمد بن رازی نے اپنی کتاب مسائل الرازی میں یہ جواب دیا کہ کان زائدہ ہے یا بمعنیٰ وقع یا وجد۔ اور صَبِیًّا مُنْ موصولہ کا حال ہے اصل عبارت اس طرح تھی كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ فِي الْمَهْدِ فِي حَالِ صَبَاوَتِهٖ یا مَنْ وَقَعَ فِي الْمَهْدِ۔ یا مَنْ وَجَدَ فِي الْمَهْدِ۔ لیکن پہلا جواب درست ہے بلا ضرورت تقدیری عبارت بنانا صحیح نہیں۔

تفسیر صوفیانہ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ۔ قلبِ معصوم نے قالبِ جسمی میں وسواسِ نفسانی سے بچنے کے لیے عقلِ سلیم کی طرف اشارہ کر دیا کہ میرے عمل و حمل فعل نقل کا مدار یہی ہے۔ اہل اشارات بولے کہ عہد سِرّی میں جو ابھی نفخِ روح کا طفلِ صَبِیًّا ہے ہمارے ساتھ اُس کی کچھ حقیقت و قوت نہیں وہ ضمیرِ انسانی مثل صَبِیٌّ ہے ہم اُس سے اسرارِ خودی کی گفتگو یا باطنی نہیں کر سکتے ضمیرِ ابدان نے فرمایا بے شک میں ہی عالمِ اجسام میں خلوت و جلوت کا عبدِ لاحوتی ہوں نہ اَنَا اللّٰہ نہ نَفْسُ اللّٰہ نہ رُوْحُ اللّٰہی۔ مریمِ قلب کا فرزندِ مطیع۔ کتابِ اسرار مجھ کو ہی عطا ہوئی۔ مخبرِ کائنات واقفِ غیبیات مجھ کو ہی بنایا گیا منبعِ برکات بھی مجھ کو ہی بنا دیا گیا ہے زمینِ عفت آسمانِ فطرت میں جہاں کہیں بھی رہا شمسِ مجلسی علاقۂ ناسوتی میں اختیار کروں میں امرِ تاکیدی ہے میرے بے اعمالِ عبودیت کی نماز کا طلوع نہ ہو تب تک کہ کائناتِ جسمانی میں صفائی کی نفسِ آخری تک

marfat.com
Marfat.com

کہ زمین اعمالِ صالحہ سے جسم انسانی کو معطر و مزین کرتا رہوں۔ اور افکارِ ایمانی کی شیرینی کلامی کی تقسیم عوارض و جوارح سے کرتا رہوں۔ اور ہر دم اطاعتِ قلب کرتا رہوں۔ مسیح ضمیر کی حیات برزخی کی پہچان یہ ہے کہ بندہ انسانوں سے الگ ہو کر مع اللہ تعالیٰ سے کونے لگا بیٹھا ہو اور اس کی نظر میں سونا مٹی، اعلیٰ و ادنیٰ برابر ہو یہی ہیں اِنی عبداللہ کا نعرہ مستانہ لگانے والے جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ تجارت نہ خرید و فروخت غافل کر سکے نہ دنیا کی دولت چمک دمک مائل کر سکے وہ مولیٰ تعالیٰ سے ایسے وابستہ ہوتے ہیں کہ اس کے علاوہ کسی سے کوئی تعلق ہی نہیں رہتا۔ اِنی عبداللہ کہنا آسان نہیں۔ مقصدِ ذات کو بدلنا پڑتا ہے تمام رشتوں کو توڑنا اور اللہ سے جوڑنا پڑتا ہے یہ نقب وحدتِ ذات سے ہے اور اس کا مقصد خالق تعالیٰ اور مالک تعالیٰ کی ذات ہے جب بندہ حقیقی معنی میں اس بے نیاز ذات کو اصل مقصد بنا لیتا ہے تو کلمۂ مِنْ کَلِمَاتِ اللہِ ہو جاتا ہے اور یہی نفیسات کی عمدہ صلوٰۃ و زکوٰۃ ہے پھر بندے کو دنیا کے جھگڑوں اس کی دولت عزت اولاد کھانے پینے اور دوسری لذتوں بلکہ گھر بار عمدہ لباس پہننے کا کچھ شوق نہیں ہوتا۔ وہ گوشۂ خلوت میں بھی اَنِیْسًا گنت ہوتے ہیں۔ منازلِ روحانیت کا سفر ان کی خوشی سے ان کی خوشی در بدر قریہ قریہ شہر بہ شہر پھرتے ہیں نہیں بلکہ کوچۂ محبوب و مطلوب کے اَنِیْسًا گنت کی رہائشِ اَبدی ہے۔ تاکہ دائمی قربتِ الٰہی کی مسافت کم کر سکیں۔ وَلَمْ اَکُنْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا۔ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ مرید صادق منزلِ عبدیت پر خلوصِ شوق سے ارادۂ پیہم کا قدم رکھتا ہے تو ہر قدم پر اس کو معبودِ قدیم کی طرف سے ایک انعام عطا فرمایا جاتا ہے۔ پہلے قدم پر عبدیت کا سہرہ لگایا جاتا ہے دوسرے قدم پر کتابِ معرفت کا عطیۂ تبسم تیسرے قدم پر مرشد و ھادی بنایا جاتا ہے۔ چوتھے قدم پر اعلانِ ہدایت۔ ہدایتِ مرشدین تین قسم کی ہے ۱ خبر رکھنا۔ کہ مرید کے ہر حال کی مکمل خبر ہو۔ ۲ مرید کو ہر حال و واردات کی خبر دے سکے۔ ۳ بارگاہِ ربوبیت سے خبر حاصل کر سکے۔ یہ تینوں قوتیں سب سے زیادہ بلکہ مکمل طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہوتی ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام کے ھَادِیْ مِنَ اللہِ آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضور آقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ھادی خود رب تعالیٰ۔ اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام ھادی اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کی تربیت سے ہدایت کی یہ تینوں قوتیں اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہیں اسی طرف اشارہ ہے غوث اعظم کے اس شعر پاک کا۔

لِکُلِّ وَلِیٍّ مَّوْقِفٌ وَّاَنَا وَقَدَمِیْ عَلٰی عُنُقِ الرَّبَّانِیِّ الْکَمَالِیِّ

marfat.com
Marfat.com

یہی معنی ہے ترجمۂ مجدد بریلوی علیہ الرضوان کا جی خبر دہ مخصوص دیے مثل ہے جس سے کوئی انسان رمک واقف نہیں ہو پاتا۔ اس لیے کسی بھی دنیوی مخبر کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔ اولیاء اللہ کی خبریں ومعلومات تربیت گاہِ نبوت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس لیے ان سے بھی کوئی دنیوی خبر رسال واقف نہیں۔

پانچویں قدم پر خیر و برکت کا انعام ابدی رائی چھٹے قدم پر صلوٰۃ عشق کا تحفہ جو مومن کی معراج قرب ہے۔

ساتویں قدم پر تزکیۂ نفس کا اصل قبولیت و زینت۔ آٹھویں قدم پر۔ اطاعت مرشد کا تحفہ نویں قدم پر۔ نجاستِ نفس کے جبر و غرور کے فنا کی بشارت دسویں قدم پر شہادت عمل اور محویت بندی کا خاتمہ گیارھویں قدم پر نشانِ منزل کی سلامتی کا سرمایہ ابدی دائمی۔ سلامتی کی تین قسمیں پہلی سلامتی سحر معرفت و طریقت کے راہ گزر کی۔ دوسری سلامتی رحلتِ فنا سے حصولِ بقا کی جب بندہ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا کا جام مسرت شوقِ لقا میں پیتا ہے۔ تیسری سلامتی۔ بقاء وجود اور وصل الی المطلوب کی منزل بارگاہ تک بعثت و تمکنت کا مرتبہ یہ گیارہ قدم ہیں جو مرید کو مراد اور مہدی کو ھادی اور عیسیٰ و منیر کو حیاتِ جمال سے مراتب سموائی عطا فرما دیتے ہیں جس سے ظاہر میں فنا کی نظر آتا ہے باطن میں نورِ کاملا عجز میں جنگل بادیہ اور وادیوں کی زمین پر نشین ہوتا ہے مگر شاں علوی میں نور کے پہاڑوں قرب کے آسمانوں پر جلوہ افروز خیمہ زن ہوتا ہے صرف کو زکوٰۃ بدنی کی وصیت و تاکید فرمائی جاتی ہے تاکہ وہ ہر وقت اور ہمیشہ تزکیۂ نفس اور اعمال صالحہ کا صدقہ وخیرات کرتا رہے اور اپنے باطن کو نفسانی آلائشوں سے صاف کر کے اپنے اوقاتِ حیاتِ چند روزہ کو کدورتوں سے خالی کر کے برکاتِ الٰہیہ کے لیے جگہ بنائے اور اپنے مربی کے حضور فرمانبرداری کا ہر نیاز خم کئے رہے اور مرید کی یہ پرزام بوالدتی ہی اس کی باطنی کدورتوں کو مٹا دیتی ہے۔ بندے کے لیے جباریت و شقاوت و عداوت وہ ویک ہے جو چمنِ اعمال و گلشنِ افکار کے ہر تصورِ شجرِ بہار کو چاٹ کر فنا کر دیتی ہے۔

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ

(وہ عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ (جس نے کہی یہ) سچی بات ایسی کہ جس میں (کافر لوگ)

یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں

marfat.com
Marfat.com

يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ

شش و پنج میں پڑے ہوئے ہیں، نہیں ہے کچھ حاجت اللہ کو اس کی کہ کچھ بیٹے بنائے، پاکیزگی ہے اُس کو

شک کرتے ہیں۔ اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے پاک ہے اس کو جب کسی کام کا حکم

اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾

(ہر کمزوری سے) جب بھی اُس نے ارادہ فرمایا کسی بھی چیز کا تو فقط اتنا فرمایا ہے کہ ہو جا۔ تو فوراً وہ ہو جاتی ہے

فرماتا ہے تو بولوں ہی کہ اُس سے فرماتا ہے ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ

اور بے شک میرا اور تمہارا رب فقط اللہ ہی ہے تو اُس کی عبادت کرو کہ یہ ہی

اور عیسیٰ نے کہا بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اُس کی بندگی کرو یہ راہ

مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ

سیدھا راستہ ہے۔ پس علیحدہ عقیدے بنا بیٹھے بہت سے فرقے اپنے درمیان

سیدھی ہے پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾

پس ہلاکت ہے (ان میں سے) ان لوگوں کے لیے جو منکر ہوئے بڑے سخت دن کی موجودگی کے۔

تو خرابی ہے کافروں کے لیے ایک بڑے دن کی حاضری سے

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں حضرت مریم کے فرزند ارجمند کا ذکر ہوا۔ اور فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا سے تذکرہ شروع ہوا۔ اب ان آیت میں اس بچہ کا پورا تعارف کراتے ہوئے مجھے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ بچہ حضرت عیسیٰ

marfat.com
Marfat.com

ابن مریم تھا دوسرا تعلق سابقہ آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے اپنے زبانی تعارفی الفاظ کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیات میں باری تعالیٰ کی طرف سے ان الفاظ کی تصدیق فرمائی جا رہی ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت عیسٰی کے تعارفی الفاظ میں اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ کا فرمان موجود تھا کہ حضرت یسوع مسیح اپنی عبدیت کا اعتراف اور تعارف بیان فرما رہے ہیں جس سے ثابت کے شریکِ عقیدے کی تردید مقصود ہے۔ اب اِن آیات میں باری تعالیٰ کا فرمان مذکور ہوا کہ اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سب اس کے بندے ہیں اور بندے اولاد نہیں بن سکتے۔

تفسیر نحوی ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۔ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ غُلَامًا زَكِيًّا ہے۔ چونکہ یہ عبارۃً بھی بعید ہے اور زَمَانًا بھی مکاناً مراتباً بھی اس لیے ذٰلِكَ بعیدی اسم اشارہ فرمایا گیا یہ مبتدا۔ عِيْسَى اسم مفرد جامد۔ اسم مقصورہ کی شکل ہے مگر مقصورہ نہیں اس لیے کہ مقصورہ اسماء معرفی مؤنث الفاظ ہیں لیکن موسیٰ عیسیٰ یہ عجمی اور عَلَم ہے غیر منصرف ہے عبرانی یا سُریانی زبان کا ہے اس کی تینوں حالتیں زبر زیر پیش تقدیری ہوتی ہے۔ اصلاً اِیْشُوْعُ تھا یعنی سردار۔ پردہ پوشش۔ نرم دل۔ برکتوں والا پھر اہلِ عرب نے اس کی تعریب (یعنی عربی بنانا) کر کے اسے عیسیٰ کہنا شروع کیا۔ اسی طرح اِیْشُوْعُ سے یَشُوْعُ ہوا پھر یسوع کہا گیا۔ ترجمہ سب کا ایک ہی ہے یعنی اِیْشُوْعُ۔ یَشُوْعُ۔ یسوع۔ عیسیٰ یعنی مبارک وغیرہ۔ ایک قول میں ایشا تھا پھر عیسیٰ مُعَرَّب ہوا۔ ایک قول میں یہ عربی لفظ ہے یعنی بروزنِ فَعْلٰی یا بروزنِ فِعْلٰی ہے عَیْسٌ سے مشتق ہے یعنی سرخ سفید ہونا بعض نے کہا یہ عَیْسٌ سے مشتق ہے عیسیٰ میں پہلی ی مزید فیہ ہے اور آخری ماڈے کی اصل ہے جس کو الف سے بدلا گیا۔ اور جب اس میں یاء نسبت لگائی جاتی ہے تو یہ الف واؤ سے بدل جاتا ہے جیسے عیسیٰ سے عیسوی موسیٰ سے موسوی۔ اسی طرح ہر اسم مقصورہ میں یہی قانون ہے مثلاً دنیا سے دنیوی۔ بعض کاتب یا مصنفین دنیاوی لکھ دیتے ہیں۔ وہ غلط ہے۔ حضرت عیسٰی۔ یسوع۔ مسیح کے حالات واقعات خصائل فضائل۔ مراتب وغیرہ شباہت تفسیر عالمانہ میں بیان ہوگا۔ اِنشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ لفظ عیسیٰ مُبدل منہ۔ ابْنُ مضاف مریم مضاف الیہ۔ بدل اکمل ہوا عیسیٰ کا دونوں مل کر خبرِ مبتدا۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ قَوْلَ۔ اسم مفرد حاصل مصدر جامد۔ یعنی بات۔ بحالتِ نصب ہے یا اس لیے کہ پرشیدہ فعل مدح نعم کا مفعول بہ ہے یا حال ہے لفظ عیسیٰ کا اور قول یعنی کلمۃ اللہ ہے

marfat.com
Marfat.com

یا مصدر مفعول مطلق ہے پوشیدہ فعل اَقُوْلُ کا۔ یا یہ مصدر تاکیدی ہے پہلے جملے قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ کا الف لام عہدی یا جنسی حق سے مراد اللہ تعالیٰ تب یہ اضافتِ اصلیہ ہے یا حق سے مراد سچائی ہے تب یہ اضافتِ توصیفیہ ہے۔ لیکن آسان اور درست ترکیب یہ ہے کہ قَالَ پوشیدہ کا یہ مرکب اضافی اگلی عبارتِ صفت سے مل کر اس کا مفعول ہو رہا ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول مذکر فِیْہِ جار مجرور ضمیر سے مراد ہے قَوْلَ الْحَقِّ متعلق مقدم ہے یَمْتَرُوْنَ کا باب افتعال کا فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب مَرْیٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے جانور کا پستان سہلانا یعنی پَس٘کانا۔ اصلاحی ترجمہ ہے گہرا اور سخت شک یعنی مخمسہ اور شش و پنج و تردد میں پڑ جانا در اصل تھا یَمْتَرِیُوْنَ کی پر ضمہ ثقیل تھا الہٰذا ی گر گئی اور ضمہ ما قبل کو دیدیا گیا اس کا مصدر ہے امتِراءً ناقص یائی ہے ی ہمزہ سے بدلی گئی خیال رہے کہ شَکّ۔ رَیْب۔ وَہْم اور مَرْیٌ میں یہ فرق ہے کہ ظاہر و ہم شک ہے باطن وہم رَیب ہے اور بناوٹی وہم ظن (گمان) ہے اور ظاہری باطن بناوٹی عقیدتاً وہم مَرْیٌ ہے یَمْتَرُوْنَ اپنے فاعل پوشیدہ ھُمْ ضمیر اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ موصول صلہ صفت ہے قول کی وہ مرکب توصیفی قَالَ پوشیدہ کا مفعول یہ سب مل کر جملہ قولیہ فعلیہ ہو گیا۔ مَا کَانَ فعل ناقص منفیہ ماضی مطلق واحد مذکر یہاں لفظِ حاجتٌ یا لفظ شَیْءٌ پوشیدہ ہے جو اس کا اسم ہے در اصل تھا۔ مَا کَانَ صَحِیْحٌ یا مَا کَانَ حَاجَۃٌ لِلّٰہِ لام جارہ جواز یہ۔ جار مجرور متعلق ہے مَا کَانَ کا۔ اَنْ حرفِ ناصبہ یَتَّخِذَ۔ باب افتعال کا فعل مضارع۔ اس کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ اَخْذٌ سے بنا ہے بمعنی بنانا لینا۔ اختیار کرنا۔ ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع اللہ تعالیٰ۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ وَلَدٌ اسم مفرد جامد بمعنی اولاد۔ یہ جار مجرور متعلق ہے یَتَّخِذَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر ہے مَا کَانَ کی وہ اپنے اسم خبر متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا سُبْحٰنَ۔ اسم مصدر ہے بروزنِ فُعْلَانٌ غُفْرَانٌ۔ سَبَّحَ سے بنا ہے اس کے باقی مشتقات باب تفعیل سے آتے ہیں۔ آخر کا الف نون زائدتان ہے۔ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ اسم ظاہر واحد بھی آتا جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ اسم موصول واحد مذکر بھی جیسے سُبْحَانَ الَّذِیْ اور واحد مذکر حاضر یا غائب کی ضمیر بھی جیسے سُبْحَانَکَ یا سُبْحَانَہٗ۔ یہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ کیونکہ مفعول مطلق ہوتا ہے پوشیدہ فعل اُسَبِّحُ یا نُسَبِّحُ یا یُسَبِّحُ کا در اصل اس کی پوری عبارت اس طرح ہے اُسَبِّحُ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ اس کا ترجمہ ہے پاکیزگی بیان کرنا۔ چونکہ اس کا فعل ہمیشہ پوشیدہ رہتا ہے اس لیے یہ حاصل مصدر کے معنی میں ہوتا ہے ترجمہ ہے اس اللہ کی پاکیزگی ہے ہر عیب سے یہ

marfat.com
Marfat.com

مضاف ہے ہٗ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ یہ مرکب اضافی اپنے پوشیدہ فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ اِذَا اسم ظرف زمانی شرطیہ قضیٰ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق قَضٰی کے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا ارادہ کرنا ہفت اقسام میں سے ناقص یائی ہے۔ ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے اَمْرًا۔ اسم مفرد جامد بمعنی چیز کام مفعول بہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی فَ جزائیہ اِنَّمَا حرف حصر یَقُوْلُ۔ فعل با فاعل لَہٗ۔ بمعنی اُس کو ضمیر کا مرجع اَمْرًا ہے یہ جار مجرور متعلق ہے یقول کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ کُنْ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر تامہ۔ کَ ضمیر واحد حاضر اس میں پوشیدہ فاعل۔ جملہ ہو کر سبب ہوا۔ فَ۔ سببیہ۔ یَکُوْن۔ فعل مضارع حال۔ ھُوَ پوشیدہ کا مرجع اَمْرًا ہے اس کا فاعل ہے۔ فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مسبب ہوا دونوں مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر جزا شرط و جزا جملہ شرطیہ ہو گیا وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِہِمْ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْھَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ واؤ استینافیہ یہاں فعل قُل پوشیدہ ہے اِنَّ حرف تحقیق اللہ اسم کا اسم ہے اس لیے اِس پر فتحہ ہے رَبِّیْ۔ بمعنی میرا رب۔ وَاؤ عاطفہ ہے۔ رَبُّکُمْ۔ بمعنی تمہارا رب۔ یہ دونوں مرکب اضافی معطوف علیہ معطوف ہو کر خبر اِنَّ ہے اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر سبب ہوا۔ فَ سببیہ۔ اُعْبُدُوْا۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر جمع مذکر۔ ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع تمام کفار یا تمام انسان (اُمّتِ دعوت) ہٗ ضمیر واحد کا مرجع اللہ مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر سبب۔ سبب مُسبب مل کر فعل پوشیدہ کا مقولہ ہو کر جملہ قولیہ انشائیہ ہو گیا۔ ھٰذَا۔ اسم اشارہ قریبی مشار الیہ کے لیے مراد ہے عبادت الٰہیہ یہ مبتدا ہے صِرَاطٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی کھلا سیدھا آسان راستہ۔ دراصل تھا سَرِطٌ۔ س کو ص سے بدلا تاکہ قرب مخرج کی مطابقت ہو جائے۔ ترجمہ ہے نگلنا اسی معنی میں حلق اور نرخرے کو سَرِیْط یا صَرِیْط کہا جاتا ہے راستہ اپنے اندر مسافر و سیاح و سیارہ کو نگل لیتا ہے یہ موصوف مُسْتَقِیْمٌ باب استفعال کا اسم فاعل واحد مذکر۔ استقامۃٌ سے مشتق ہے بمعنی باقی اور قائم رہنے والا۔ مراد ہے مضبوط اور پختہ سنگلاخ، جس کو جنگل کے نباتات جھاڑ جھنکاڑ خودرو پودے فنا نہ کر سکیں۔ مراد شریعت اسلام یہ صفت ہے۔ موصوف صفت مل کر خبر مبتدا جملہ اسمیہ ہو گیا۔ فَ استینافیہ (ابتدائیہ) اختلف باب افتعال کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب مثبت۔ [illegible] بمعنی منہ موڑنا۔ چہرہ پھیرنا

marfat.com
Marfat.com

مراد ہے نظریہ و عقیدہ بدلنا اَلْاَحْزَابُ۔ الف لام عہدی خارجی یا استغراقی اَحْزَاب جمع ہے حِزْبٌ کی بمعنی فرقہ یہ فاعل ظاہر ہے اِخْتَلَفَ کا۔ مِنْ حرف جر زائدہ یا تبعیضیہ بَیْنِ اسم ظرف مکانی معرب بتمکن ہے مضاف ہے ہم ضمیر جمع غائب متصل مضاف الیہ یہ مرکب مجرور متعلق اِخْتَلَفَ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ فَ زائدہ وَیْلٌ۔ اسم مفرد گیارہ معنی میں مشترک ہے مصیبت ہلاکت، افسوس، سختی، جھڑک، عذاب، حسرت، ندامت۔ ذلت، تباہی، جہنم کا ایک حصہ۔ اس کا مؤنث لفظی ہے وَیْلَۃٌ۔ جب یہ کسی اسم ظاہر یا ضمیر حاضر و غائب کی طرف مضاف ہو تو ہمیشہ منصوب ہوتا ہے اگر یا متکلم کی طرف مضاف ہو تو مکسور ہوتا ہے اگر مضاف نہ ہو تو معرب متمکن (ہر طرح کا اعراب) آجاتا ہے لیکن اس کا مؤنث مفرد ہو یا مضاف اسم معرب متمکن ہی ہوتا ہے۔ یہاں وَیْلٌ مبتدا ہے۔ لِلَّذِیْنَ۔ جار مجرور۔ کَفَرُوْا۔ باب نَصَرَ کا ماضی جمع غائب کُفْرٌ سے مشتق ہے بمعنی حق سچ کا انکار کرنا۔ مِنْ جازہ زائدہ مَشْهَدِ۔ باب سَمِعَ کا اسم ظرف مکانی۔ شَهْدٌ سے مشتق ہے بمعنی حاضر ہونا۔ شہد کے معنی حاضر ہونے کی جگہ مراد ہے میدانِ محشر مضاف ہے یَوْمِ۔ اسم مفرد جامد بمعنی دن۔ موصوف ہے عَظِیْمٍ اسم صفت مشبہ مبالغہ۔ یعنی بہت ہی بڑا۔ انتہائی سخت دن عَظْمٌ سے مشتق ہے۔ عَظْمٌ کو عربی میں عَظْمٌ کہتے ہیں سختی کی وجہ سے یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ اور مرکب اضافی مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے کَفَرُوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا۔ موصول صلہ مجرور ہوا جار مجرور متعلق ہے وَاجِبٌ یا لَازِمٌ پر شبیہ اسم فاعل مذکر کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے وَیْلٌ مبتدا کی ہے دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ۔ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ وہ نومولود بچہ اور غلاماً زکیا جس نے والدہ کی گود میں ایسی عالمانہ فاضلانہ فصیحانہ اپنے تعارف اور اپنی والدہ کی پاک دامنی کی دلیل میں تقریر فرمائی عیسیٰ ابن مریم ہے سب سے پہلے آئندہ کے بے اپنے بارے میں ظاہر ہونے والے کفریات و شرکیات کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ میں اللہ تعالیٰ کی سچی بندگی عبادت کرنے والا بندہ ہوں اے میری عقیدت والو مجھ کو ابن اللہ نہ سمجھ لینا شریعت کی اصطلاح میں بندے چھ قسم کے ہیں صالح مطیع۔ سجد۔ شقی۔ رَضِیًّا۔ حَبِیًّا۔ صالح وہ جو شوق و ذوق خشیت و محبت لگن و فکر سے بلا تکلف و کسل

marfat.com
Marfat.com

خوشی خوشی عبادت کرے اور ہر طرح سے سچی صحیح قابلِ قبول عبادت کرے۔ مطیع وہ جو کسل مندی سستی سہونت سے یا جبر و قہر پکڑ دھکڑ ڈانٹ ڈپٹ سے عبادت کرے سعید وہ جو ازل سے خوش نصیب اچھی تقدیر والا ہو بابرکت ہو بلکہ اس کے نام سے برکتیں حاصل کی جاتی ہوں۔ شقی وہ جو بد قسمت اور منحوس ہو کہ جہاں ہو بے برکتی اور نحوست پھیل جائے۔ رضی وہ بندہ جس کا ہر کام رب تعالیٰ کی پسند کے لیے ہو کسی غیر اللہ کی پسند ارادے میں شامل نہ ہو عصیاً وہ جو سمجھتے جانتے ہر کام رب تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا کرے۔ اور یہ عقل نو مولود صرف ابن مریم ہے شرعاً۔ قانوناً۔ عقلاً۔ رسماً۔ رواجاً۔ اصطلاحاً جب کوئی بچہ دنیا میں پیدا ہونا ہے تو تعلق داری کے اعتبار سے والدین میں تقسیم ہوتا ہے اور تعلق داری آٹھ قسم کی ہے ۱ اہل بیت ہونا ۲ آل ہونا ۳ اولاد ہونا ۴ عیال ہونا ۵ ذریت ہونا ۶ عترت ہونا ۷ نسل ہونا ۸ اصلیت والا ہونا۔ اہل بیت اصولاً صرف بیوی کو کہا جاتا ہے قرآن مجید میں صرف بیوی یا ایک آیت میں والدہ کو اہل بیت کہا گیا ہے بالتبع اور لغوی لحاظ سے اولاد کو گھر میں رہنے والے زیرِ تربیت افراد کو بھی ارشادِ حدیث پاک کی وجہ سے اہل بیت کہدیا گیا ہے۔ آل ہر فرماں بردار کو کہا جاتا ہے چونکہ اولاد سب سے زیادہ ہمہ وقتی فرماں بردار ہوتی ہے اس لیے اصطلاحاً اولاد کو بھی آل کہہ دیا جاتا ہے اس اعتبار سے آل عام ہے بیٹے کی اولاد یعنی پوتا پوتی کو اور بیٹی کی اولاد یعنی نواسا نواسی کو بھی۔ اولاد صرف اپنی نطفے والی اولاد کو یعنی سگے بیٹوں بیٹیوں کو کہتے ہیں پوتا پوتی نواسہ نواسی اولاد نہیں۔ عیال۔ ہر وہ شخص جس کی پرورش کی جاتی ہو۔ تو زیرِ پرورش تمام افراد پرورش کرنے والے کی عیال ہیں۔ خواہ قریب ہو یا بعید ہوں چھوٹی عمر کے ہوں یا اپنے سے بڑی عمر کے اپنے ہوں یا غیر ہوں تمام فروعی خاندان تا قیامت ذریت ہے خواہ بیٹے سے چلے یا بیٹی سے۔ عترت صرف بیٹے کی پوری نسل کو کہتے ہیں لیکن آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کو اپنی عترت فرمایا یہ صرف خصوصیت ہے۔ نسل والد کی طرف سے چلتی پوری ذریت کے لیے اور اصل والدہ کی طرف سے چلتی پیچھے تمام احکام عام انسانوں کے ہیں مگر کائناتِ انسانیت میں صرف عیسیٰ علیہ السلام کی ہی وہ خصوصی قدرتی معجزاتی شخصیت ہے جن کے یہ سارے تعلق آل اولاد عترت، ذریت۔ اصل بیت، عیال اصل۔ نسل سب کچھ حضرت مریم سے ہی وابستہ ہے یہ بات بالکل خصوصی ہے رب تعالیٰ نے یہی فرمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ ابن اللہ

marfat.com
Marfat.com

ہیں نہ ابن اللہ جل۔ صرف ابن مریم ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جس میں عیسائی شک میں پڑ گئے بلکہ عیار دشمن یہودیوں کی طرف سے عیسیٰ کی رفعت آسمانی کے تقریباً تیس سال بعد پولوس یہودی بناؤٹی منافق عیسائی کی جانب سے شک میں ڈالا گیا۔ اور عیسائی لوگ آج تک اس مکاری کے جال میں پھنسے چلے آرہے ہیں اور اپنا دین وایمان برباد کئے ہوئے ہیں۔ یہودی خفیہ منصوبے کے تحت پولوس یہودی نے جھوٹا عیسائی بن کر سات طرح سے عیسائیوں کو گمراہ اور بے دین کیا اولاً الٰہیت کا عقیدہ بنایا۔ دوم شریعت موسوی کو لعنت قرار دے کر دینی توہین اور احکام وعبادات سے خطا یا۔ سوم کفارے کا مسئلہ منگھڑت کہا۔ چہارم تمام حرام چیزیں حلال کر کے عیسائیوں کو کھلا میں اس غلط عیسائیت کو تمام دنیا میں پھیلانے کا ڈھونگ رچایا۔ ششم۔ صلیب کا جھوٹا مسئلہ ایجاد کیا۔ ہفتم قتل مسیح کا جھوٹ باندھا اور عیسائیوں کو دور غلایا۔ سب سے بڑا کفر ابن اللہ کہنے کا ہے کیونکہ مَا كَانَ لِلّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کو قطعاً حاجت وضرورت نہیں ہے کہ اپنی اولاد بیٹا یا بیٹی بنائے یہ عقیدہ تو مزید شرک اعظم ہے کیونکہ اولاد باپ کی شریک بلکہ وارث ہوتی ہے تعجب ہے۔ وہ جل شانہٗ تو ہر کمزوری سے پاک ومنزہ ہے اولاد تو والد کی ضعیفی ہوتی ہے اسی کمزوری کے وقت کے بے حصول کی تمنا ہوتی ہے اولاد تو بے بسی بے کسی محتاجی کی نشانی ہے۔ لیکن رب تعالیٰ جل مجدہٗ تو کسی چیز کے حصول میں نہ مجبور نہ منتظر نہ محتاج نہ مستعین۔ بلکہ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا اس کی شان اعلیٰ تو یہ ہے کہ جب کسی امر کا فیصلہ کر لیا تو بس اتنا ہی ہوتا ہے کہ فرماتا ہے اے فلاں ارادے ہو جا تو لمحہ دیر نہیں ہوتی وہ ارادہ عالم وجود میں ظاہر ہو جاتا ہے وہ ارادہ خواہ ذرۂ ناچیز کا ہو یا آسمان زمین جیسی بڑی اشیاء کا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ اور اے دنیا بھر کے یہود ونصاریٰ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہ کسی کا والد ہے نہ کسی کا ولد نہ کسی کا باپ ہے نہ اس کا کوئی بیٹا نہ کسی کا خاوند نہ کوئی اس کی بیوی بلکہ ازل سے وہ میرا رب ہے اور ابد تک نہارا بھی رب ہے اور سچی حقیقی ربوبیت اسی کے لائق کیونکہ تمام کائنات ارضی وسماوی کی ساری مخلوق کے تمام رزق ضروریات۔ اسباب اور وسائط ہر وقت ہر آن ہر لمحہ اور پوری مخلوق جمادات نباتات حیوانات حشرات بحریہ۔ برّیہ۔ جنات وملائکہ کا سب علم کہ کون کس وقت کہاں ہے کس حال میں ہے اور کس کو کس وقت کیا ضرورت وحاجت ہے ان کا کلی وجزئی علم وخبر صرف رب جل وعلیٰ ہی کو ہے اور جس کی قدرت کاملہ کی یہ شان ہو وہی

marfat.com
Marfat.com

رَبُّ العالمین ہے اور ربوبیت ہی سببِ عبادت ہے جو رب نہیں ہو سکتا وہ معبود بھی نہیں ہو سکتا۔ ربوبیت کی یہ شان صرف اللہ ہی کے پاس ہے لہٰذا وہ ہی عبادتِ مخلوق کا سچا مستحق اس کے علاوہ کوئی بھی نبی ولی فرشتہ علیہم السلام یا پیر فقیر عالم انسان جنات یا کوئی بھی دیوی دیوتا گرو چیلا یا کوئی بھی بت مورتی شجر حجر چاند سورج گائے بیل بکری بندر ذرہ بھر ایک لمحہ کے لیے بھی کسی قسم کی بھی عبادت یا سجدہ کے لائق و مستحق نہیں اور جب رب تعالیٰ ہی معبودیت کے لائق و سزاوار ہیں۔ فَاعْبُدْهُ اُسی کی عبادت میں جُٹ جاؤ اور ہر ہر کام کو اُس اللہ خالق مالک معبود کی رضا میں عبادت بنا لو۔ اور یقینِ قلب و عقل سے سمجھ لو کہ بس یہ ہی صراطِ مستقیم ہے بارگاہِ قدس تک لے جانے والا یہی سچا سیدھا راستہ ہے۔ یہ کلام آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یہاں قول پر شنیدہ اور خطاب موجودہ اور تا قیامت تمام یہود و نصاریٰ کو ہے۔ ایک قول میں یہ کلام عیسیٰ علیہ السلام کا اُسی پچھنے کا ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ نے جوانی میں کلامِ تبلیغی فرمایا۔ مگر پہلا قول درست ہے اتنے سمجھانے بتانے سنانے پڑھانے کے باوجود فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ عیسائیوں کے بہت سے آپس میں مذہبی دینی عقائدی فرقے بنتے ہی چلے گئے۔ تفسیری عبارتوں کی تحقیق و تفتیش کے مطابق ویسے تو چھوٹے موٹے بہت سے فرقے عیسائیوں میں ہوتے اور ہوتے رہے مگر چار بڑے فرقے بنیادی مرکزی اب تک چلے آرہے ہیں۔ نصاریٰ جس کا انگریزی نام کیتھولک ہے۔ ان کا مذہب ہے مسیح ابن اللہ ہے (معاذ اللہ) دوسرا فرقہ یعقوبیہ ان کا مذہب ہے کہ مسیح اللہ اور الٰہ ہے اور آسمان سے بھیس بدل کر زمین پر آیا (معاذ اللہ) تیسرا فرقہ نسطوریہ۔ ان کا مذہب ہے کہ آسمانوں زمینوں میں تین معبود ہیں ایک باپ دوم بیٹا سوم روح القدس (معاذ اللہ) ان تینوں فرقوں میں صلیب اور کفارہ کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ چوتھا فرقہ۔ ملکانیہ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اور نبی و رسول ہیں۔ ابن اللہ اور کفارہ کا عقیدہ غلط ہے۔ یہ حضرت مسیح کی سچی تعلیم پر ہیں ان کا کفر نزولِ قرآن مجید اور بعثتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلامیات کا انکار کرنے کی وجہ سے ہے۔ پہلے تینوں فرقے اس فرقے کے سخت دشمن ہیں پانچواں ٹولہ یہودیوں کا جنہوں نے اپنے کانوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وہ بچپن کی تقریر سنی مگر پھر بھی اُس وقت سے آج تک کسی طرز پر بھی عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانا۔ بلکہ جانتے سمجھتے ہوئے کسی نے کہا یہ زکریا کا بیٹا ہے اور بادشاہی حکومت سے جھوٹی شکایت الزام تراشی تہمت بازی کر کے [illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام کو لکڑیاں چنتے

marfat.com
Marfat.com

ہوئے جنگل میں گھیر لیا جب آپ نے اس ہتھیار بند حملہ آور کا سبب پوچھا تو بڑی بے غیرتی اور ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ تو نے مریم سے بدفعلی کی ہے اور یہ تو مولود تیرا بیٹا ہے۔ آپ نے ہزار طرح اپنی صفائی اپنی عمر اپنی ضعیفی کمزوری بتائی جس کو وہ خود بھی سب سمجھتے تھے مگر چونکہ شیطانیت و حکومت کا رعب سوار تھا اس لیے کسی دلیل کو نہ مانا تب آپ بھاگ کر ایک قریبی درخت کی کھوہ میں چھپ گئے قدرت الٰہی سے درخت بند ہو گیا۔ تب ابلیس نے مشورہ دیا کہ اس درخت کو آرے سے چیر دو اس طرح حضرت زکریا درخت کے ساتھ ہی چیر دئے گئے اور آپ نے شہادت پائی بعض اقوال میں ہے کہ درخت چیرنے کے بعد دیکھا گیا کہ جسم زکریا غائب تھا یعنی ہو سکتا ہے کہ زندہ ہی جسم مع روح غائب ہو گیا ہو یا بعد شہادت واللہ اعلم بالصواب۔ بعض یہودیوں نے یوسف نجار جو بیت المقدس ہی کا ہمہ وقت حاضر عابد و زاہد تھا ولی اللہ سے مریم کو تہمت لگائی اور کہا کہ یہ مولود یوسف کا بیٹا ہے (معاذ اللہ) بعد کی زندگی میں یہودی یونانی تمام عمر حضرت مسیح کو ستاتے ہی رہے کسی نے آپ کو جادوگر کہا کسی نے کاذب۔ اور صرف انکار مسیح و کتاب انجیل ہی نہیں بلکہ شریعت توریت۔ ایمان عبادت بلکہ قیامت حشر محشر کے بھی منکر ہو گئے اور جنت و دوزخ کے نقشے اور ملکیت و استحقاق کے خود مرضی کے قائم کیے فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ الخ لہٰذا اس قسم کے تمام کافروں کے لیے جہنم کا علاقہ وَيْل یعنی وادی ہلاکت اتنا سخت صیبت ناک علاقہ کہ جس سے خود جہنم بھی پناہ مانگتی ہے۔ یہ علاقہ جہنم ان کفار کے لیے ہے ظاہر ظہور کھلے لفظوں میں یوم عظیم کی حاضری اور اس روز قیامت کے حساب کتاب سزا و جزا کا انکار و کفر کیا۔ یعنی یوم حاضری بارگاہ الٰہی اور مشاہدۂ اعمال و جزا اور زیارت انبیاء و ملئکہ کا انکار کیا بڑے دن کے مشاہدے کا جو بڑا ہے حقیقتاً بھی درازی میں بھی صیبت میں بھی۔ اور اس دن حاضری اور خبروں کی پیشی ہے اعضائی گواہی ہے۔ تفسیر ظلال القرآن میں ہے رفعت مسیح علیہ السلام کے وقت دو ہزار ایک سو ستر عیسائی سردار اور مذہبی لیڈر وہاں تھے ان میں مذہبی جھگڑا اور اختلاف یہودی شرارت سے ڈالا گیا اور چار فرقے ہو گئے ہر فرقے میں اس وقت تقریباً چار سو افراد تھے باقی سب سے علیحدہ رہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے کچھ فضائل خصائل اور حلیہ شریف

قرآن مجید، حدیث پاک اور واقعہ معراج شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ پاک کچھ اس طرح ہے کہ بچپن سے ہی بہت خوب صورت اور وجیہ یعنی نورگانہ حسن والے

marfat.com
Marfat.com

نہایت کم گو نرم دل منکسر محبت کرنے والے لمبا قد چوڑا سینہ سینے اور کلائیوں پر ہلکے بال گھٹا ہوا جسم نہایت باہمت طاقت ور آپ نے ساری عمر سر پر زلفیں رکھیں داڑھی مبارک چار انگل گھنی اور چوڑی۔ حدیثِ معراج میں ارشادِ اقدس ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سرخ سفید رنگت والے۔ ایسے لگتے تھے جیسے ابھی نہا کر آئے ہیں۔ قرآن مجید نے فرمایا۔ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی دنیا اور آخرت میں وجاہت کی شان والے۔ وجاہت سے مراد چہرے کی بشاشت تروتازگی آپ کی وجاہت میں رعب اور مرعوبیت نہ تھی بلکہ بزرگانہ شان تھی و یسے تمام انبیاء کرام ہی نہایت خوب صورت اور ہمہ صفت عظمت موصوف ہوتے ہیں مگر بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی کچھ خصوصی حیثیت ہوتی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کشافت ملا یعنی چمک اور روشنی والا حسن کہ اندھیرے کمرے میں اندھیرا نہ رہتا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ملاحت ملا یعنی آپ کا رنگ اور ناک نقشے کی بناوٹ حسین وجمیل تھی۔ باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو حسنِ ظاہر عطا ہوا ہمارے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنِ ملاحت یعنی ظاہری باطنی حسن بعض حسن کا اپنا ایک رعب ہوتا ہے کہ دیکھنے والا جھلک تابناک سے ششدر و مرعوب ہو جائے اس کو حسن ملاحت کہتے ہیں۔ حسنِ ظاہر ہیں دیکھنے والے کا دل چاہتا ہے کہ دیکھتے رہیں مگر حسنِ ملاحت میں دیکھنے کی تاب نہیں رہتی خود بخود نگاہیں نیچی ہو جاتی ہیں اسی کو اردو میں حسنِ نمکین کہتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت دولت قدرت زمین پر اجسامِ انبیاء علیہم السلام کے وسیلے و ذریعہ ہی سے بشکلِ معجزہ اِرصاص تمغات سوغات وتحائف نازل ہوتی اسی طرح ہر قسم کا حسن بھی بارگاہِ رب العزت سے ابدانِ انبیاء علیہم السلام ہی کے واسطہ و وسیلہ سے زمین پر نازل ہوا پھر انبیاء مرسلین سے دیگر ذریتِ انسانی کو بحسبِ تقدیرِ ازلی حصہ ملتا رہا ہے۔ زمین پر آٹھ قسم کے حسن نازل ہوئے جو انبیا اپنے اجسام پر لے کر آئے (۱) حسنِ کثیف (چمک والا) (۲) حسنِ مداحت ناک نقشہ کی خوب صورت والا (۳) حسنِ جمال (۴) حسنِ جلال (۵) حسنِ ظاہر (۶) حسنِ باطن (۷) حسنِ صباغت۔ (۸) رنگ کی خوب صورتی) (۸) حسنِ ملاحت یہ حسن تمام حسنوں کا جامع ہوتا ہے یہ ہی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا اِس حسن سے بندہ مجسمۂ حسن بن جاتا ہے۔ کہ کبھی اِس حسن سے سوزنِ گمشدہ مل جاتی ہے اور کبھی دو ماہ کی مسافت تک کائناتِ مخلوق کو مرعوب کر دیتا ہے اور کبھی حضرت جابر و حضرت ابوہریرہ قمر آسمانی و قمر مدنی کا تقابل کرتے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم اس حسن کو حسنِ

marfat.com
Marfat.com

اوّل بھی کہا گیا ہے یہ حسن کائنات میں بجز آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نہ ملا۔ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تیئیس صفات بیان فرمائیں اور مختلف احادیث و روایات میں تقریباً بیس عادات و خصائل بیان ہوئے۔ ۱ عابد ۲ زاہد ۳ تارک الدنیا ۴ ہمہ وقت دینی و دنیوی سنی ۵ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا ۶ وَجِیْهًا فِی الْاٰخِرَةِ ۷ نازی ۸ مُرکی طبیب طاہر ۹ نبی ۱۰ مرسل یعنی صاحب کتاب ۱۱ رسول یعنی نئی شریعت والے ۱۲ چنار نہیں تھے۔ ۱۳ شقی نہ تھے ۱۴ والدہ کے فرماں بردار ۱۵ ولادت سے رفعتِ آسمانی تک سلامتی والے ۱۶ بعد نزول وفات تک سلامتی والے ۱۷ قبر سے حشر تک پھر حشر سے ابدالآباد تک سلامتی والے ۱۸ عیسیٰ ابن مریم ہونے والے ۱۹ غیب کی خبریں مکمل چھپی باتیں بتانے والے ۲۰ مردے زندہ کرنے والے ۲۱ مٹی کے پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر جان ڈالنے والے ۲۲ اندھوں کوڑھیوں، بیماروں کو ہاتھ پھیر کر اچھا کرنے والے اسی وجہ سے آپ کا لقب مسیح ہے ۲۳ بچپن میں کلام کرنے والے۔ احادیثِ پاک میں یہ ارشاد پاک فرمائے گئے ۲۴ بچپن و جوانی میں نہایت حسین و جمیل ۲۵ عاجزی مسکینی والے ۲۶ مہمان نواز ۲۷ گھونگھریالوں والے ۲۸ صائم الدہر۔ یعنی ہمیشہ روزے دار ۲۹ ساگ پتے کھا کر گزارہ کر لینے والے ۳۰ کسی پر ظلم نہ کرنے والے ۳۱ دشمن کو معاف کرنے والے ۳۲ آپ کو جہاد فرض نہ ہوا ۳۳ کبھی کسی کو نہ جھڑکا ۳۴ مظلوم کی مدد فرمانے والے ۳۵ اکثر مسکراتے رہتے ۳۶ صابر و شاکر ۳۷ زمین پر ہی قیام فرماتے ۳۸ جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو صلیب کو توڑیں گے اور اس جھوٹ کو دنیا سے ختم فرمائیں گے ۳۹ خنزیر کو روئے زمین سے ختم فرما دیں گے ۴۰ دجال کو قتل کریں گے ۴۱ رفعتِ آسمانی سے پہلے آپ کی پھونک اور سانس شفا بخش تھی لیکن جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو آپ کی پھونک اور سانس ہلاکت خیز ہو گی کہ جہاں تک آپ کی سانس جائیں گی کافر اور یہود و نصاریٰ مرتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ دنیا سے سب ناپید ہو جائیں گے ۴۲ جب پہلے آئے تو بنی اسرائیل کے آخری نبی بن کر تشریف لائے۔ ۴۳ آپ جب آئیں گے تو اُمتِ مصطفیٰ کے آخری ولی بن کر تشریف لائیں گے

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ دنیوی زندگی میں سب سے زیادہ خطرناک زہر قاتل صحت بدار عالم دشمن ہے کہ یہ دین

marfat.com
Marfat.com

دنیا تباہ کر دیتے ہیں اُن سے بچنا ہر مسلمان کو ضروری یہ عبرت آمیز فائدہ۔ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (ا خ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو عیسائی امت جو عیسیٰ علیہ السلام کے سچے اور مضبوط پیروکار و اُمتی تھے ایک مکار یہودی کے کہنے و رغلانے میں آکر اُس کو دوست سمجھ بیٹھے اور اپنی دین دنیا تباہ آخرت برباد کر ڈالی اور حضرت عیسیٰ کی اتنی فصیح بلیغ ظاہر ظہور حقیقی یقینی باتیں سننے کے باوجود ہمت بد کے اثر سے شک میں مبتلا ہو گئے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ کو بھلا کر ابنُ اللہ بنا بیٹھے اور مردود ازلی ابدی ہو گئے دوسرا فائدہ۔ عیسیٰ علیہ السلام رَحْمَةً لِّلنَّاسِ ہیں۔ لیکن آقاءِ کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ، ہیں عالمین میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کے لیے بھی رحمت ہیں اور یہ رحمت ہی کا ظہور ہے کہ آج دنیا کے سامنے حدیث و قرآن کے ذریعے جناب عیسیٰ و محترمہ پاک مریم کی جو سچی تصویر سیرت و سوانح کا جو سچا نقشہ اسلام نے پیش کیا وہ نہ خود عیسائی پیش کر سکے نہ کوئی محقق و مورخ اور یہودی تو پھر ہیں ہی ازل کے دشمن۔ بائبل کو پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ والدہ کے نافرمان گستاخ و بے ادب تھے بَرًّا بِوَالِدَتِیْ اور یہ مندرجہ بالا چالیس پچاس صفات پاکیزہ بجز اسلام کسی نے بھی ظاہر نہ فرمائیں۔ بائبل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بزدل ڈرپوک قاتلوں دشمنوں سے ڈرتے چھپتے پھرتے۔ ایلی ایلی لما شبقتنی کی فریاد یں کرتے اور قتل سے بچنے کی دعائیں کرتے پھرتے تھے۔ مگر قرآن کریم نے فرمایا وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وہ انتہائی دلیر بہادر نڈر اور طاقت و قوت والے جنے پن میں دشمن کی پرواہ نہ کی وہ جوانی کی قوت میں کب ڈرتا ہے۔ بائبل کہتی ہے کہ مسیح کو خود ڈر کے مارے خوف زدہ ہو کر اپنی صلیب خود اٹھا کر قتل گاہ تک آنا پڑا اور کانٹوں کا تاج پہنایا گیا اور مارتے ہوئے قربان گاہ تک لایا گیا۔ اور اس بزدلی کا نام بیوقوفوں بدبختوں نے کفارے کا نام رکھا مگر اسلام کہتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔ حضرت مسیح کو نہ کوئی قتل کر سکے نہ سولی دے سکا اور ساری عمر انھوں نے کبھی کسی کے آگے گردن نہ جھکائی بلکہ عَلَی الْاِعْلَان جابر ظالم حکام سلاطین کے سامنے کلمۂ حق بلند کرتے رہے یہ فائدہ اَللّٰہُ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ کی ایک تفسیر اور قرآن مجید کی دیگر آیات سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد پیدا ہوئے جو اس بات میں شک کرے عیسائی ہو یا یہودی یا کوئی مسلمان کہلانے والا سب مردود ہیں اور مرتد کافر یہ فائدہ ابنِ مریم فرمانے سے حاصل ہوا

marfat.com
Marfat.com

احکام القرآن اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ اگرچہ ہر حق بات میں کسی قسم کا وہم اور شک کرنا گناہ عظیم و ایمان کی کمزوری بلکہ بربادی ہے مگر خاص کر جس کے بارے میں حقانیت کے دلائل روز روشن کی طرح واضح اور صاف ہوں ان کے متعلق کسی کے ورغلانے سے شک میں آجانا تو بہت بڑا جرم اور گناہ ہے یہ مسئلہ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ زمانۂ اسلام سے پہلے ہر عیسائی کافر نہ تھا بلکہ چار فرقوں میں ایک فرقہ مومن تھا لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا میں تمام عیسائی مراد نہیں صرف وہ عیسائی داخل عتاب ہیں جنہوں نے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ کا انکار کیا۔ اسی لیے یہاں لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (الخ) کی دراز عبارت ارشاد ہوئی اگر ہر عیسائی داخل و شامل عتاب ہوتا تو اتنا ہی کہنا کافی تھا فَوَیْلٌ لِّلنَّصَارٰی تیسرا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب یا رب کریم کہنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے کہ لفظ رب کی شرعی اصطلاحی جامع مانع تعریف کے اعتبار سے بجز خالق تعالیٰ کوئی کسی کا رب ہو سکتا ہی نہیں۔ لہٰذا رافضیوں کا۔ مولیٰ علی شیر خدا کو۔ رب کہنا۔ یا علی رب کا نعرہ لگانا اور لغوی معنی مراد لینا کہ رب بمعنی مربی ہے یہ سب باتیں غلط جھوٹ اور جہالت ہیں۔ اور کفر کے قریب گناہ ہے یہ مسئلہ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ۔ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو کُن فرماتا ہے اور چیز ہو جاتی ہے یعنی لمحہ بھی دیر نہیں لگتی۔ یعنی آسمان زمین عرش و فرش اللہ تعالیٰ نے لمحہ سے بھی پہلے بنا دیئے۔ مگر آیت و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ چھ دن میں آسمانوں کو بنایا گیا۔ یہ تضاد اور تعارض کیوں؟ جواب وہاں قانون کا ذکر ہے۔ یہاں قدرت کا۔ یعنی قانون یہ ہے کہ ہر چیز آہستہ آہستہ بنائی اور اُگائی جائے۔ لیکن قدرت و قوت آنِ واحد میں سب کچھ کر سکتی ہے لہٰذا آیت میں نہ تضاد ہے نہ تعارض نوعیتِ مختلفہ کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کُنْ فَیَکُوْنُ اور کُنْ فعل امر خطاب ہے خطاب کے لیے مخاطب ضروری ہے تو یہاں اگر مخاطب معدوم ہے اور یقیناً معدوم ہے تو خطاب عبث اور بیکار ہوا۔ اور اگر مخاطب موجود ہے تو خطاب یعنی کُنْ۔ تحصیلِ حاصل اور یہ بھی غلط ہے۔ جواب یہ اعتراض اُن لوگوں پر پڑتا ہے جنہوں کُنْ کو کلامِ معنوی مانا ہے اور کلام لفظی مانا تب بھی غلط اس لیے کہ کُنْ صفت ہے اور اللہ کی ہر صفت قدیم ہے جب کہ کلام لفظی طرح لفظاً و معناً حادث ہوتا ہے

marfat.com
Marfat.com

اور اگر کلامِ نفسی کہا جائے تب بھی غلط کیونکہ کلامِ نفسی میں ظہور سے حروف کا صدور لازم اور حروف حادث یہ ہی معتزلہ کا مذہب تھا۔ اہل سنت کے نزدیک۔ لفظِ کُنْ کلام نہیں نہ لفظی نہ نفسی نہ معنوی بلکہ نفاذِ قدرت ہے یعنی رب تعالیٰ جب اپنی قدرت کسی چیز پر نافذ فرماتا ہے تو وہ ایک دم ہو جاتی ہے بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ کُنْ سے مراد صفتِ تکوینی ہے جو صفتِ قدرت پر زائد ہے کیونکہ رب تعالیٰ اس جہان کے علاوہ دیگر بے شمار جہانوں پر قادر ہے ان لوگوں نے قادر و مقدور کے تعلق کا نام تکوین رکھا ہے مگر پہلا جواب درست ہے۔ تیسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لیکن سورۂ زخرف آیت ۶۵ میں فرمایا گیا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا حالانکہ واقعہ ایک ہے۔ جواب۔ تفسیر فتح القدیر اور نیشاپوری نے یہ جواب دیا کہ کفر زیادہ ظاہر ہے ظلم سے یہاں عیسائیوں کا کفر مراد ہے یعنی ابن اللہ کہنا اور وہاں یہود یوں کی گستاخی مسیح کا ظلم مراد ہے جو اس کفر سے کمتر اور ہلکا ہے نیز یہاں واقعۂ مسیح ذرا تفصیل سے ہے وہاں اجمالاً و مختصراً اس لیے ظلم کا ذکر کیا گیا جو کفر سے مختصر ہے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ظلم سے مراد بھی کفر ہے مگر ظلم مخصوص کفر ہے اور کفر ہر قسم کی نافرمانی الٰہی پر عام اس لیے یہاں پہلے عام اور ہر قسم کے کفر کا ذکر کر دیا گیا اور بعد میں وہاں صرف مخصوص کفر کا ذکر ہوا۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾

تفسیر صوفیانہ

یہ مسیح قالب جو مربوبِ قلب ہے اسی کی صورتِ صداقت حق ہے مگر اہلِ نفس امارہ ایسے دامغ گلمات ابلیسیہ میں بھی ہزار قسم کے شکوک شبہات ڈال کر باطل کا راستہ ہموار کرتے ہیں جب کبھی نفسانی حرکات و صفات نمودار ہوتی ہیں تو شانِ الٰہیہ کو بھلانے والا بندۂ بے ریا کیفیاتِ قلب سے اُس کو بھانپ لیتا ہے۔ اور تب وہ رب تعالیٰ کی طرف راہِ فرار اختیار کرتا ہے۔ اور افلاکِ بسیط میں چرچہ کرتا ہے کہ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ سُبْحَانَهُ وتعالیٰ کو کسی شی کی حاجت نہیں۔ والدیت و ولدیت سے پاک و منزہ اُس کے حضور میں ورد و وظیفے چلے مراقبے۔ تسبیح و تہلیل کرنے والے کروڑوں افراد و انساب جن و انس پیر و مرید صوفی و صافی، اشراف و اخیار تمام ارضی و سماوی مخلوق ہر آن سجدہ ریز ہیں وہ اُن عظیم قوتوں قدرتوں طاقتوں والا ہے کہ اِذَا قَضَىٰ أَمْرًا۔ جب کسی امرِ حقہ و ملکی اعلیٰ و اسفل اقرب و ابعد کا ارادہ فرماتا ہے تو اپنی قدرتِ صفاتی کاملہ کُن سے جاری [illegible] صفت قدرت عالم امکان

marfat.com
Marfat.com

ہیں ظاہر ہو جاتی ہے نسبت سے مست۔ معدوم سے موجود فنا سے بقا کے لبا دے میں اور تصفیہ قلب کے ذریعہ اُس کی دلجمعی ہوتی ہے روح و روحانیات سے لگاؤ ہوتا ہے۔ نفسانی حرکات سے اُس کے دل کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ کدورتوں کے بازاروں سے نفرت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ صرف اللہ تعالیٰ سے اپنا قلبی تعلق قائم کرتا ہے جو اُس کے قلب کو اُس کے نفس پر حاوی و غالب رکھتا ہے۔ کُنْ صفت ہے فَیَکُوْنُ موصوف ہے کُنْ واحد ہے فَیَکُوْنُ کثرت ہے کُنْ صادر ہے فَیَکُوْنُ مصدر ہے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِھِمْ۔ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْھَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ اے بے شک اے مسافرانِ راہِ سلوک صراطِ مستقیم صرف یہ ہے کہ تم ایک اللہ کی ہی عبدیت میں قدم ہمت رکھو اُس کی پرستش صرف اس کی ذات کے لیے کرو۔ جیسا کہ خود رب کریم کا ارشاد ہے۔ کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ اے مریدانِ راہِ صفا اللہ تعالیٰ کے لیے مضبوط بن جاؤ اپنے جسموں اور روحوں کے ساتھ پورا انصاف کا معاملہ و مشاہدہ کرو اس طرح کہ نفس کی تذلیل اور قلب و روح کی تزئین کرو۔ یہی صوفیانہ اخلاق ہے۔ حقیقی عبادت یہی ہے لہٰذا اُسی خالق تعالیٰ معبود کائنات کی عبادت کرو جو ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ ربوبیت ظاہری و باطنی اَزلی اَبدی سرّی و خفی اسی کے لائق ہے۔ عوام اجسام سے خواص ارواح سے خاص الخواص پاس انفاس سے اُسی مولیٰ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ احادیث میں ہے کہ دو فرشتے کاتبینِ اعمال ہیں اور چار پیش فرشتے ذکر کی محفلیں ڈھونڈتے ہیں بندوں کو چاہیئے کہ ذکرِ الٰہی میں متحد ہو جائیں پچھلی قومیں اسی لیے تباہ برباد ہوئیں کہ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِھِمْ۔ انہوں نے اپنی نیتوں اور قلبی ارادوں میں اختلافاتِ کثیرہ کر کے اپنی خلوت و جلوت تباہ کر ڈالی کسی کا ذکر و عبادت حصولِ بہشت کے لیے کسی کی عبادت و زہد خواہشاتِ دنیوی کے لیے کسی کی عبادت ریا و نمود کے لیے۔ پس بربادی ہے اُن لوگوں کے اعمال کو جنہوں نے سب محنت اغراضِ دنیوی کے لیے کی اور قربِ معرفت حاصل ہونے والے مشاہدۂ جمال کے دن کو نہ مانا۔ اور اللہ کی عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کی صوفیاءِ کرام کی اصطلاح میں قالبِ انسانی میں گیارہ تمثیلیں ہیں ر ۱ زکریا ہے مراد روح ر ۲ زوجۂ زکریا ہے قالب ر ۳ یحییٰ ہے ذکر اللہ ر ۴ مریم ہے قلب مومن ر ۵ غلاماً ہے واردات تجلیات ر ۶ بشراً سویّا ہے مرشد کامل ر ۷ جذعِ النخلہ ہے غذاءِ روحانی ر ۸ سَرِیّاً ہے علومِ معرفت ایمانی ر ۹ کتاب سے اسرارِ لامکانی ر ۱۰ قوم سے ارادۂ نفسانی ر ۱۱ سلامتی سے مراد بقاءِ عبادِ دائمی ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

marfat.com
Marfat.com

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ

کیسا ہوگا سننا ان کا اور کیسا ہوگا دیکھنا ان کا جس دن آئیں گے وہ سب ہماری بارگاہ میں لیکن آج تو ظالم

کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے مگر آج ظالم

الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ

ظاہر ظہور گمراہی میں مشغول ہیں۔ اور اے پیارے محبوب ڈرایئے ان کو پشیمانی کے دن سے

کھلی گمراہی میں ہیں اور انھیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا

اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾

جب فیصلہ کر دیا جائے گا انجام کا وہ سب ظالم اسی غفلت کے حال میں رہیں گے اور وہ کبھی ایمان نہ لائینگے

جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ نہیں مانتے

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا

بے شک ہم ہی قبضہ و اختیار رکھتے ہیں تمام زمین کے اور ان تمام لوگوں کے جو اس پر موجود ہیں اور ہماری طرف ہی

بے شک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے اور وہ

يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۭ اِنَّهٗ ع ۵ ۲۸ ۵

سب لوگ لوٹائے جائیں گے۔ اور تذکرہ فرمایئے اس کتاب میں ابراہیم کا بے شک وہ

ہماری ہی طرف پھر ینگے۔ اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو۔ بے شک وہ

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ

تھے سراپا سچائی (اللہ کی) خبریں بتانے والا یاد کیجئے اس وقت کو جب فرمایا تھا اس نے اپنے باپ (آزر) کو

صدیق تھا (نبی) غیب کی خبریں بتاتا، جب اپنے باپ سے بولا اے میرے باپ کیوں

marfat.com
Marfat.com

تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿۴۲﴾

پوجتے ہو تم ان پتھروں کو جو نہ سن سکے اور نہ دیکھ سکے اور نہ بچا سکے تم کو کسی چیز سے
ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں اشارۃً کفار کے چند کفریہ عقیدوں کا ذکر ہوا کہ خدا تعالیٰ کے لیے اولاد بناتے پھرتے ہیں اور دین کے معاملات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ اب اِن آیت میں اُن ظالم کافروں کے لیے ظلم کا انجام بیان فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ یعنی قیامت کی حاضری کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں اُس روزِ قیامت سے ڈرانے کا تذکرہ ہے تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت مسیح کا ذکر تھا جن کو ان کی بعد والی قوم نے ابن اللہ کہہ کر شرکِ عظیم کیا۔ اب اِن آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے جن کی قوم نے نمرود کو معبود بنا کر شرک کیا۔

تفسیر نحوی اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اَسْمِعْ

افعال تعجب میں سے ایک فعل ہے افعل تعجب کے صرف دو صیغے ہوتے ہیں اُن کی گردان نہیں ہوتی ۱۔ مَا اَفْعَلَ ۲۔ اَفْعِلْ بِهٖ یہ دونوں فعل ۱۔ اَسْمِعْ اور ۲۔ اَبْصِرْ دوسرے صیغے کے وزن پر ہیں ان کی بناوٹ اور اشتقاق اسم تفضیل کی مثل ہے یعنی ثلاثی مجرد کے مصدروں سے خود ان مصدروں کو مذکورہ بالا صیغوں کے وزن پر لایا جاتا ہے مثلاً اَحْسِنْ مصدر سے مَا اَحْسَنَ اور اَحْسِنْ وغیرہ۔ لیکن ثلاثی مزید فیہ کے مصدر کو بذاتِ خود لا کر اُس سے شدت کے مصدر کو ان وزنوں پر پہلے لگایا جاتا ہے مثلاً مَا اَشَدَّ اِسْتِغْرَاجًا اور اَشْدِدْ بِاِسْتِغْرَاجٍ وغیرہ پہلے صیغے مَا اَفْعَلَ کی ترکیب اس طرح ہوتی ہے کہ مَا موالیہ ھُوَ پر شیدہ ضمیر اس کا فاعل اور اس کے بعد ایک ظاہر اسم یا ضمیر واحد غائب بارز اس کا مفعول بہ مثلاً۔ مَا اَفْعَلَهٗ یا مَا اَفْعَلَ تمیدًا۔ اور دوسرے صیغے اَفْعِلْ کی ترکیب اس طرح ہوتی ہے فعل کے بعد حرف جر ب ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اس کا مجرور اسم ظاہر یا واحد ضمیر یا جمع غائب یا حاضر کی ضمیر ہوتی

Marfat.com
Marfat.com

ہے اور یہ جار مجرور اس کے متعلق ہوتے ہیں اور یہ صیغہ مصدری معنی میں ہوتا ہے اس لیے اس کا فاعل نہیں ہوتا۔ نیز دونوں صیغوں میں اکثر سوا یہ تعجب ہوتا ہے لیکن تعجب خبر یہ بھی ہوتا ہے پہلی صورت میں ترجمہ ہے مثلاً کا اَحْسِنْ زَیْدًا کس چیز نے اچھائی دی زید کو اور اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کتنی اچھائی ملی زید کو یا کتنا اچھا ہونا ہے زید کا۔ دوسری صورت میں ترجمہ کیا اچھا ہے زید اور اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کیا خوب حسن ہے زید کا۔ یہاں تعجب سوائے اس کے کہ خبر۔ بعض نے فرمایا یہ خبر یہ تعجب دلانے کے لیے ہے اور قیامت کے دن کے فرمانِ الٰہی کا ذکر ہو رہا ہے یا ملائکہ یا انبیا یا مومنین کی گفتگو کا بیان ہے کہ قیامت کے دن کہیں گے کہ دیکھو آج کیسے دیکھ رہے ہیں اپنی اس حالت کو دنیا میں مانتے ہی نہ تھے۔ نیز دونوں صیغوں کے معمولوں میں تقدم و تاخر یا کسی چیز کا فاصلہ جائز نہیں ہے۔ اَسْمِعْ سَمْعٌ سے مشتق ہے بہم۔ جار مجرور متعلق ہے دونوں مل کر معطوف علیہ وَاؤ عاطفہ اَبْصِرْ بَصْرٌ سے بنا ہے۔ اس کا متعلق بہم پوشیدہ ہے پہلے بہم کے قرینے سے اس کا پوشیدہ رکھنا تخصیص کے لیے جائز ہے۔ یَوْمَ مضاف یَاْتُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف مستقبل جمع مذکر غائب اَتٰی مَہْمُوْزُ لَفًا اور ناقص یائی سے بنا ہے لازم ہے بمعنی آنا۔ اصل میں تھا یَاْتِیُوْنَ۔ ی ثقیل تھی گر گئی اس کا ماقبل پر آگیا۔ ھُمْ پوشیدہ اس کا فاعل نا ضمیر جمع متکلم اس کا مفعول بہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ یوم کا مرکب اضافی معطوف علیہ لکن حرف عطف اِستدراک کے لیے یہاں جملے کا جملے پر عطف ہے لکن دو قسم کا ہوتا ہے ا حرف تشبیہ مثقلہ سے مخففہ کیا ہوا۔ ب حرف عطف اپنے اور اصل سے مخففہ) یہاں یہی ہے اس کی نون کا کسرہ اگلے لفظ سے ملانے کی وجہ سے ہے۔ اَلظّٰلِمُوْنَ۔ الف لام استغراقی یعنی تمام تا قیامت ظالم۔ ظالمون اسم فاعل جمع مذکر ھُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل یہ جملہ اسمیہ ہو کر مبتداء اَلْیَوْمَ۔ اسم ظرف زمانی۔ ظرف ہے پوشیدہ اسم مفعول مَشْغُوْلُوْنَ جمع مذکر کا۔ فِیْ جارّ ظرفیۃ مکانی کے لیے ضلال موصوف مُبِیْنٍ اسم فاعل واحد مذکر باب افعال سے یہ صفت ہے موصوف صفت مجرور متعلق ہے مَشْغُوْلُوْنَ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا یا لُوْنَا کا دونوں مل کر مضاف الیہ یَوْمَ کا یہ مرکب اضافی ظرف ہوا اَفعال تعجب کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ وَاؤ سَہْر جملہ اَنْذِرْ۔ باب افعال کا فعل امر حاضر معروف اس کا مصدر ہے اِنْذَارٌ نَذَرٌ سے [illegible] ڈرانا۔ ھُمْ ضمیر جمع

marfat.com
Marfat.com

غائب کا مرجع ظالمون ہے۔ یَوْمَ مضاف اَلْحَسْرَۃِ۔ الف لام عہد ذہنی حسرت اسم مفرد جامد بمعنی پچھتاوا۔ پشیمانی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے۔ اور مفعول بہ اول ہُمْ ضمیر ہے اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ۔ اِذْ اسم ظرف ہے یہاں زمانِ مستقبل کے لیے۔ قُضِیَ ماضی مطلق مجہول باب ضَرَبَ سے ہے یہ ماضی بمعنیٰ مستقبل ہے۔ اِذْ کی وجہ سے، حقیقۃً یقینیہ کے لیے ماضی فرمایا گیا۔ گویا ایسا ہو ہی گیا۔ اَلْاَمْرُ۔ اسم مفرد معرفہ بمعنی خصوصی فیصلہ انجام یہ نائب فاعل ذوالحال ہے واؤ حالیہ ہُمْ ضمیر مبتدائی جارّہ ظرف مکانی کے لیے غَفْلَۃٍ اسم مفرد جامد حاصل مصدر غَفَلٌ سے بنا ہے بمعنی کسی چیز کا ذہن سے اتر جانا۔ یعنی علم ہو یا بتایا گیا ہو مگر ذہنی کمزوری یا ناتجربہ کاری یا لاپرواہی۔ یا نادانی یا بے خبری کی وجہ سے ذہن سے بات اتر جائے۔ بعض جہلا نے غفلت کا معنیٰ بے علمی کیا ہے وہ غلط ہے۔ بے علمی تو جہالت کو کہا جاتا ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول مَوْجُوْدُوْنَ کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا خبر مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ہُمْ ضمیر مبتدا لَا یُؤْمِنُوْنَ فعل مضارع منفی بِلَا۔ ہُمْ پوشیدہ اس کا فاعل۔ جملہ فعلیہ خبر مبتدا۔ دونوں مل کر معطوف سب عطف مل کر حال ہو اَلْاَمْرُ کا۔ ذوالحال حال مل کر نائب فاعل قُضِیَ کا سب جملہ فعلیہ ظرف ہوا اَنْذِرْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا یَا تَخْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ۔ اِنَّا۔ دراصل اِنَّ نَا ہے اِنَّ حرف مشبہ نَا ضمیر جمع متکلم متصل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم منفصل تاکید حصر کے لیے ترجمہ ہے۔ بے شک ہم ہی یہ دونوں ضمیر تاکید و مؤکد مؤکد مل کر اسم ہے اِنَّ کا۔ نَرِثُ۔ ثلاثی مجرد شاذ کا پہلا باب ضَرَبَ کا فعل مضارع جمع متکلم۔ وَرْثٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے۔ بلا عوض کسی استحقاقی کی وجہ سے کسی چیز کا مالک ہونا استحقاقی چار قسم کا ہے ۱ قرابت داری کا حق میت پر ۲ عقل کی ذہانت کا حق عُلَمَاؤ لیاصوفیاء پر ۳ سیاسی ملکی حق سلاطین پر ۴ خالق تعالیٰ کا حق مخلوق پر۔ ہر وراثت اپنے اپنے مقام کے اعتبار سے ہے یہاں مراد حقیقی دائمی ازلی وراثت ہے نَرِثُ کا فاعل ضمیر پوشیدہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اَلْاَرْضَ۔ الف لام جنسی یا استغراقی اَرض بمعنی زمین معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَنْ اسم موصول عَلَیْهَا۔ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ اسم مفعول واحد مذکر کا مَوْجُوْدٌ اپنے متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ معطوف ہوا۔ دونوں مل کر مفعول بہ ہے نَرِثُ کا۔ یہ تمام جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِلَیْنَا ترجمہ ہے۔ ہماری طرف جار مجرور متعلق مقدر سے اس مقدم یعنی پہلے ہونے سے حصر

marfat.com
Marfat.com

کا فائدہ حاصل ہوا۔ یَرْجِعُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع جمع مذکر غائب رَجْعٌ سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا۔ حُم پر شنیدہ کا مرجع سُنّ ہے فاعل ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا سب عطف مل کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ مکمل ہوا۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا۔ واؤ۔ سر جملہ۔ بعض نے فرمایا یہ عاطفہ ہے اور عطف ہے سابقہ فعل اُنْذِرْ پر اُذْکُرْ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر۔ اَنْتَ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے مرجع آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باب نَصَرَ سے ہے ذِکْرٌ سے مشتق ہے یعنی تذکرہ کرنا۔ بتانا۔ فِي الْكِتٰبِ۔ جار مجرور۔ کتاب سے مراد قرآن مجید۔ ابراہیم اسم مفرد غیر منصرف، مفعول بہ اول ہے فی الکتاب متعلق ہے اُذْکُرْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ اِنَّ حرف مشبہ ۂ ضمیر کا مرجع اِبْرَاہِیْم اسم ہے اِنَّ کا کَانَ۔ فعل ماضی ناقصہ ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا اسم۔ صِدِّیْقًا۔ بروزن فِعِّیْلًا اسم مبالغہ ہے یعنی سراپا سچائی۔ اتنا سچا کہ جو کہے وہی ہو جائے۔ صِدْقٌ سے مشتق ہے بمعنی سچ برائی خبر اول ہے کَانَ کی نَبِیًّا اسم مفرد صفت مشبہ بروزن فعیل اسم صفاتی ہے تمام رُسُلِ کرام علیہم السلام اس کی جمع ہے انبیاء۔ نَبَأٌ سے مشتق خلاصی مجرد مطرد کے پانچویں باب سے ہے۔ ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ کی باتوں کی خبر دینے والا۔ یہ خبر دوم ہے کَانَ کی کَانَ جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنی اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ اِذْ۔ اسم ظرف زمانی۔ اس سے پہلے اُذْکُرْ پوشیدہ ہے یہ تمام عبارت جملہ قولیہ اس کا ظرف ہے۔ قَالَ۔ فعل ماضی ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ابراہیم لام حرف تعدیہ جارہ اَبِیْ۔ اسم مکسورہ بحالت کسرہ بمعنی مُرَبِّی (رشتے دار پرورش کرنے والے) عمومی زبان میں ہر مربی مرد کو اَبٌ اور ہر مربیہ عورت کو اُمٌّ کہہ دیا جاتا ہے وَالِدٌ اور اَبٌ۔ والدہ اور اُمٌّ میں عام خاص مِنْ وجہ کی نسبت ہے یعنی ہر والد اَبٌ ہوتا ہے لیکن ہر اَبٌ والد نہیں ہوتا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے قَالَ کا۔ یہ جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا۔ یَا حرف ندا۔ اَبَتِ اس کی اصلیت میں دو قول ہیں (۱) یہ دراصل یَا اَبَتَ تھا۔ بمعنی اے باپ تَ مکسورہ آخر میں ندا کی وجہ سے زائد کی (۲) دراصل تھا یَا اَبِیْ۔ بمعنی اے میرے باپ یاءِ متکلم گرا کر اس کے عوض تَ لگائی اور تَ کو کسرہ دیا تاکہ یَ کا نشان قائم رہے۔ اور یہ بھی درست ہے یہ منادیٰ ہے۔ لِمَ۔ یہ مرکب لفظ ہے لام تعلیلیہ اور مَا استفہامیہ سے۔ تخفیف کے لیے مَا کا اَ گرا دیا گیا ہے [illegible] سوال انکاری کے لیے

marfat.com
Marfat.com

یعنی ایسا نہ کرو۔ تَعْبُدُ۔ باب نصر مضارع معروف واحد مذکر حاضر حال۔ اَنْتَ پر شنیدہ اس کا فاعل ہے۔ مَا اسم موصول بحالت فتحہ کیونکہ مفعول یہ ہے ماقبل فعل کا۔ لَا یَسْمَعُ۔ مضارع حال منفی اس فاعل ھُوَ پر شنیدہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا یُبْصِرُ۔ فعل ھُوَ پر شنیدہ فاعل یہ بھی جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا یُغْنِیْ۔ باب افعال کا مضارع حال منفی بلا۔ غَنٰی سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِغْنَاءٌ بمعنی بے پرواہ بے محتاج بنا دینا۔ یا بمعنی محفوظ کر دینا بچانا ہٹانا یہاں سب معنی درست ہیں۔ عَنْ حرف جر زوالی یعنی دور کرنا۔ ضمیر حاضر کا مرجع اَبَتِ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَا یُغْنِیْ۔ شَیْئًا اسم مفرد نکرہ۔ مفعول بہ لَا یُغْنِیْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر معطوف۔ سب مل کر عطف صلہ ہوا مَا کا۔ موصول صلہ مل کر مفعول یہ ہوا تَعْبُدُ کا وہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر بیان ہوا اذکر کا۔ حرف ندا اپنے منادیٰ اور بیان سے مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر ظرف ہوا اُذْکُرْ پر شنیدہ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔

تفسیر عالمانہ

اے پیارے محبوب آج یہ کفار و بدکار۔ اپنی قوت طاقت دولت حکومت کے غرور میں اپنا سب انجام بھولے بیٹھے ہیں جو شیطان ان کو سنا دے بس وہی سنتے مانتے ہیں اور جو دنیوی روشنیوں کی چکا چوند جھلک ان کو دکھاؤ بس وہی دیکھتے ہیں۔ سننا تو وہ ہوگا جب اپنی سزاء دائمی کا اعلان قیامت سنیں گے اور دیکھنا بھی ہوگا جب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے ویل کو دیکھیں گے آج کیا دیکھنا آج کیا سننا دنیا کی تو ہر چیز ہی پلک جھپکتے لمحہ گننے کی ہے اس دن کیا سننا اور کیا دیکھنا ہوگا جب وہ سب کے سب ہمارے پاس پکڑے جکڑے گرتے پڑتے آئیں گے مگر آج کتنا ہی ڈراؤ سمجھاؤ دامن اسلام میں بلاؤ کبھی نہ مانیں ظالم اپنی گمراہی میں ہی مست پھریں گے۔ گمراہی کو ہی درست راہ اور دشمن کو ہی دوست سمجھتے رہیں گے۔ اور اے محبوب آپ پھر بھی ان کو حسرت و مایوسی کے دن سے ڈراتے ہی رہو کہ اے بدبختو انجام کا فیصلہ تو کر دیا گیا ہے۔ تقدیر تو مبرم ہو چکی ہے کسی کے ٹالے سے نہ ٹلے گی نہ کسی دعا سے نہ التجا سے نہ فریاد سے۔ قیامت والے آخری حسرت کے دن تو سنایا جائے گا تبایا جائے گا کہ کفر پر مرنے والے کے لیے یہ عذاب الیم و ویل جہنم کا فیصلہ کیا گیا تھا چونکہ آج وہ ابلیس کے پھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہر طرح کے عیش و آرام

marfat.com
Marfat.com

میں ہیں اس لیے غفلت کی تہوں میں دبے ہیں آخرت کی سختی اور آپ کی نصیحتوں کو کبھی بھی نہ مانیں گے نہ مومن بننے کی دائمی شان وعزت حاصل کریں گے۔ تمام مفسرین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اَنْذِرْھُمْ میں تمام انسان تاقیامت مراد ہیں کافر غافل گناہگار فاسق فاجر سب ہی قسم کے انسان کو ڈرانے خوف دلانے کا حکم فرمایا جا رہا ہے اور اگرچہ اَنْذِرْ امر واحد کا صیغہ جس سے مراد آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی خطاب مگر بالتبع خطاب میں تمام علما ومشائخ شامل کہ اپنے اپنے حلقے کو یَوْمَ الْحَسْرَۃِ سے ڈراؤ یوم الحسرت سے مراد کثرت کے نزدیک قیامت کا دن ہے اور یہی قولِ جمہور درست ہے اس لیے کہ اصل حسرت اور مایوسی اُسی آخری وقت آخری دن ہوگی۔ کفار کو حسرت ہوگی کہ کاش ہم ایمان لے آتے اس حسرت اور افسوس میں اُن کے کلیجے پھٹ جائیں گے۔ فاسقین غافلین کو بھی حسرت ہوگی کہ کاش ہم ہمہ وقت اللہ کی عبادت میں وقت گزارتے ایسے رحیم کریم اپنے خالق مالک رازق کی ذرہ بھر نافرمانی نہ کرتے اور ذرہ بھر گناہ کے قریب نہ جاتے یہ غفلتیں، سستیاں، لمبی نیندیں اُس دن بہت پریشان کریں گی رُلائیں گی اور حسرت وافسوس کے پسینے بہائیں گی عابدین کو حسرت ہوگی کہ کاش ہم اور زیادہ عبادت کر لیتے۔ یہ دنیا کی قیمتی سانسیں پھر کب ملنا ہیں ایک سانس بھی ضائع نہ کرتے۔ قیامت کے دن کے انیس نام ۱ یَوْمُ الْحَسْرَۃِ ۲ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ ۳ یَوْمُ السَّاعَۃِ ۴ یَوْمُ الْحِسَابِ ۵ یَوْمُ الْحَشْرِ ۶ یَوْمُ الْجَزَاءِ ۷ یَوْمُ الْفُرْقَانِ ۸ یَوْمُ الْمِیْزَانِ ۹ یَوْمُ الْفِرَاقِ ۱۰ یَوْمُ الدِّیْنِ ۱۱ یَوْمُ الْفِرَارِ ۱۲ یَوْمُ الْفَزَعِ ۱۳ یَوْمُ الْجَزَعِ ۱۴ یَوْمُ الْعَظِیْمِ ۱۵ یَوْمُ الْمَشْھَدِ ۱۶ یَوْمُ الْغَرْطِ ۱۷ یَوْمُ الْمَوْعُوْدِ ۱۸ یَوْمُ الْقَارِعَۃِ ۱۹ یَوْمُ الْحَاقَّۃِ بعض نے فرمایا کہ جنت میں اونچے مقام لینے کی حسرت ہوگی۔ مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ جنت مقامِ سُرور ہے اور حسرت باعثِ کُلفت ودل تنگی جنت میں دل تنگی نہ ہوگی ہر جنتی کو اتنا آرام وراحت ہوگا کہ کسی مقام کے بدلنے کا تصور بھی نہ آئے گا جیسا کہ پچھلی آیت کہف میں گزرا۔ بعض لوگوں نے کہا یَوْمُ الْحَسْرَۃِ سے مراد فتوحاتِ اسلامیہ کا زمانہ ہے مگر یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اوّلاً تو دنیوی فتوحات کوئی صداقت کی دلیل نہیں دوم یہ کہ فتوحات کے نقشے بدلتے رہتے ہیں بدر واحد کے علاوہ بعد کی تاریخیں کتنے مختلف رنگ دکھاتی چلی آرہی ہیں کبھی کفر کا غلبہ تو کبھی مسلمانوں کا۔ سوم یہ کہ شکست سے حسرت نہیں ہوتی بلکہ یا تو نرم دلی پیدا ہو جاتی ہے [illegible] کی تیاری جنگ اور

marfat.com
Marfat.com

اگر کسی موقعہ پر تخت و تاج چھوڑتے وقت حسرت ہو بھی تو وہ صرف بادشاہ اور اُس کے خاندان یا اہلِ دربار اُمَرا اُوزراکو رعایا کو اس حسرت سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ اور پھر یہ حسرت نوانہوں کے ہاتھ سے بھی ہو سکتی ہے۔ اِس وقتی خصوصی نا پائیدار سلطنت کے لیے نا پائیدار حسرت سے ڈرانے کے لیے اللہ تعالیٰ کو اَنْذِرْھُمْ فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور یہ حسرت تو کئی دفعہ کفار کے ہاتھوں مسلمان بادشاہوں کو بھی کرنی پڑی اِن تاریخی شکست و ریخت اُکھیڑ پچھیڑ سے کون ناواقف ہے لہٰذا ایسی تفسیریں کرنا حماقت و جہالت و مضحکہ خیزی ہے وَاِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْھَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ اِس بات میں کوئی شک تردد امتراء اور ریب نہیں ہے کہ بیشک ہم ہی خالق مالک رازق ہونے کی حیثیت سے صرف اور صرف اِس پوری کائناتِ ارضی کے ازلی ابدی قدیمی وارث اور بالاستحقاق بلا عوض مالک و متصرف ہیں۔ جسے چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں جس سے چاہیں چھین لیں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں اور صرف روئے زمین ہی نہیں بلکہ وہ تمام جمادات نباتات حیوانات۔ جنّات۔ انسانات جو اِس زمین پر بسے ہوئے ہیں اُن کے بھی ہم ہی وارث مربّی و نگہبان ہیں۔ اُن کے ہر ہر حال و ضرورت سے خبردار ہیں۔ اور یہ سب نافرمان منکر و کفار جن و انس کل یوم حسرت ہماری طرف ہی قبروں سے اُٹھ اُٹھ کر لوٹائے جائیں گے۔ یہ سب ہماری ہی بارگاہ سے نیست سے ہست معدوم سے موجود ہو کر ہماری عبادت کرنے کے لیے زمین پر بھیجے اور بکھیرے گئے تھے۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ اے جیّد علم و حکمت کی زبان والے محبوب اپنی کتاب قرآن و حدیث میں ہمارے مملکوت و ملک کے خلیل ابراہیم کا ساری مخلوقِ انسانیت کے سامنے چرچہ فرمائیے اُن کی شان و کمال صفات و حالات۔ تعلیم و تربیت۔ شریعت و ملت سب کے سامنے تذکرہ کیجئے تاکہ یہود و نصاریٰ کی اُن عیاریوں مکاریوں کا پردہ چاک ہو جائے جو انہوں نے توریت و انجیل کی آیتوں میں تغیر و تبدل کر کے ابراہیم کی سچی توحید پکی عقیدت اور مضبوط کردار مربوط اعمال بہترین خصائل چمکدار فضائل پر کذب و افترا کے پردے ڈال رکھے ہیں خاص کر ان سرداران مکہ اور عرب دنیا کے سامنے جن پر اُنکا بڑا نسلاً۔ اُنکا باپ نسلاً۔ قرابتاً دیناً ملّتاً۔ عقلاً۔ نقلاً ہر طرح ابراہیم علیہ السّلام کی اتباع اور پیروی فرماں برداری واجب و لازم ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السّلام ہی آبُوالعرب اور تمام عربیوں کے جدِ اعلیٰ ہیں نسل عدنی کی بنیاد رکھنے والے اسماعیل علیہ السّلام کے والد محترم ہیں۔ اے عربیو اِس وجہ سے بھی

marfat.com
Marfat.com

تم کو بُت پرستی چھوڑنی لازم ہے کیونکہ تمہارے جدِ اعلیٰ ابراہیم بُت ساز و بُت پرست نہ تھے۔ اور اِن کی ملّت کی وجہ سے ان سے تعلق کا دعویٰ کرتے ہو تب بھی تم کو بُت پرستی چھوڑنی واجب ولازم اے اہل عرب اگر تم خاندانیت ابراہیم پر فخر کرتے ہو تو مذہبی دینی تعلق اور حسبی نسبی دینوی تعلق غرضکہ ہر تعلق اغلباً فطرتاً تم کو اتباعِ ابراہیم علیہ السّلام پر مجبور کرتا ہے۔ ہمارے ابراہیم جامع صفاتِ کمالیہ تھے ہمہ صفت موصوف تھے۔ وہ صادق بھی تھے صدیق بھی نبی بھی تھے رسول بھی۔ صدیق اور نبی میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر نبی صدیق ہوتا ہے مگر ہر صدیق نبی نہیں ہوتا صدیق کی چھ نشانیاں ر ا بہت زیادہ سچ بولنے والا ر ۲ ہمیشہ سچ بولنے والا ر ۳ سچائی اُس کے ساتھ لازم اور اس کا نشان و علامت بن جائے ر ۴ سراپا سچ بن جائے ر ۵ اپنے قول فعل عقیدے سے حق کی تصدیق کرنے والا ر ۶ ایسا سچا اور مقبولِ بارگاہ کہ جیسا اُس کے منہ سے نکل جائے تو رب تعالیٰ اپنے کرم سے اُس کی لاج رکھ لے اور ویسا ہی ہو جائے۔ رب تعالیٰ نے چار گروہ کو انعامِ خصوصیہ سے نوازا ر ا انبیاءِ کرام علیہم السلام ر ۲ صدّیقین ر ۳ شہداءِ عظام ر ۴ صالحین۔ اسی طرح ولایت اور صدّیقیت میں نسبت عام خاص مطلق کی ہے یعنی ہر صدیق ولی اللہ ہے مگر ہر ولی اللہ صدیق نہیں ہوتا۔ نبوت کے بعد صدّیقیت کا درجہ ہے پھر شہداء پھر صلحا کا۔ نسبتیں چار قسم کی ہوتی ہیں ر ا نسبت تساوی ر ۲ تباین ر ۳ عام خاص من وجہ ر ۴ عام خاص مطلق۔ (تفسیر فتح القدیر و معانی الفرقان) لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا اے مشاہدِ عالم حبیب دو جہان ان تمام اصل عرب اولاد ابراہیم کو اپنا وہ مشاہدہ بھی یاد کراؤ جب فرمایا تھا ابراہیم نے اپنے پرورش گاہ بھرے گھر میں اپنے مُربّی آذر سے کہ اے میرے مُربّی۔ تو کیوں پوجتا پرستش کرتا ہے ان اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے بتوں مورتیوں کو جو نہ کچھ سُن سکتے ہیں اور نہ کچھ دیکھ سکتے۔ اور نہ تجھ کو کسی بھی چیز سے بچا سکے یا تجھ کو کچھ بھی غنی کر سکے۔ نہ تیرے کسی معرف میں آئے نہ خود ہی تیرے ہاتھ سے بچ سکے جو آتی اُس کو رکھے پھینکے یا توڑے پھوڑے۔ کیا ایسی ناقص کمزور بے بس چیز معبود ہو سکتی ہے۔ معبود تو وہ ہو سکتا ہے جس میں یہ سولہ صفاتِ قویہ ہوں ر ا خالقیت ر ۲ رازقیت ر ۳ زندہ کر سکنا ر ۴ مردہ کر سکنا ر ۵ مقتدر ہونا ر ۶ معاقب یعنی نافرمان کو عذاب دے سکنا ر ۷ مثیب ہونا ر ۸ اِستغنا ر ۹ اِغنا۔ یعنی غنی کر بھی سکے ر ۱۰ صمدیت ر ۱۱ مالکیت ازلیہ ر ۱۲ عالمیت۔ تمام عالمین کے ذرّے ذرّے کو جانتا

marfat.com
Marfat.com

پہچانا ۱۲ تمام اسباب کا مالک ہونا ۱۳ اور غنیا ہونا ۱۴ انیت سے ہست معدوم کو موجود کرسکنا ۱۵ غالب ہونا۔ انسان کی الوہیت کے بارے کتنی سخت حماقت ہے اور خود ساختہ انتخاب کتنا غلط اور بیہودہ اور احمقانہ ہے۔ کتنا کرم ہے رب کریم کا کہ اُس نے اپنے دین وعبادت کے کام بندوں کے سپرد نہ فرمائے اور اُس کے لیے اپنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا کسی کو صفی کسی کو خلیل کسی کو ذبیح کسی کو نجی کسی کو کلیم کسی کو مسیح اور کسی کو حبیب اللہ بنا کر وغیرہ وغیرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وعلیہم اجمعین وسلم علیہم۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ بدقسمت انسان وہ ہے جو حق بات نہ سمجھ سکے اور گمراہی میں پڑا رہے دیکھو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک روزہ عمر کے کہنے میں اتنے فصیحانہ طریقے سے وعظ فرمایا جس میں سب سے پہلے اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ فرمایا۔ اتنی ہی عمر کا یہ کلام بجز معجزہ نہیں ہوسکتا چاہیئے تو یہ تھا کہ سب سننے والے اس کو قدرت الٰہی کا کلام سمجھ کر اس پر سچا پکا ایمان لے آتے مگر جن کی قسمت میں بدنصیبی تھی ایسے معجزانہ کلام کو سن کر بھی گمراہی رہے اور جن کو عقیدت ومحبت بھی آئی تو وہ بھی مشرکانہ کہ حضرت مسیح کو اللہ یا اِبْنُ اللّٰہ کہنا شروع کر دیا یہ سب کچھ نفس امارہ اور صحبت بد کا اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو صحبت بد سے بچائے آمین یہ فائدہ لِیَکُوْنَ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ یہ بھی رب تعالیٰ کا کرم ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کے ذریعے اپنے تمام بندوں کو دنیا وآخرت قبر وحشر کی ہر چیز پر واقعہ سے مکمل طور پر آگاہ اور خبردار فرما دیا ہے تاکہ بچنے والے بچنے کی کوشش اور فکر کریں اور ضد کرنے والوں کو کوئی عذر باقی نہ رہے یہاں تک احادیث مبارکہ میں خبر دیدی گئی ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے اور میدان حشر اٹھا لیا جائے گا تب کچھ عرصہ کے بعد ایک جگہ موت کو دنبہ کی شکل میں لایا جائے گا۔ اور سب جنتی۔ جہنمی لوگوں کو اپنے اپنے میدان میں جمع کر کے وہ دنبہ دکھایا جائے گا اور اعلان ہوگا کہ یہ ہے موت۔ پھر اس کو بھی سب کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آج کے بعد اب کسی کو موت نہ آئے گی بس جو جہان ہے وہ وہیں پر اَیْدًا اَبَدًا تک رہے گا۔ یہ عبرت ناک فائدہ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیا عجیب وہ وقت ہوگا۔ اللہ اکبر تیسرا فائدہ رب تعالیٰ نے اپنے چار قسم کے بندوں کو دنیا وآخرت کے انعامات ومراعات ودرجات اور

marfat.com
Marfat.com

ذکر خیر سے نوازا ہے جن میں تین کا حصول تو مشکل یا ناممکن ہے مثلاً نبوت کا حصول ناممکن صدیقیت کا مقام بھی بڑی ہے۔ شہادت پانے کا مقام دشوار و مشکل ہے لیکن عام بندوں کو صالحین کا مقام حاصل کرنا آسان ترین اور اختیار میں ہے صرف قلبی لگن اور محنت کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کو اپنی دنیوی زندگی میں اس حصول کی کوشش کرنی چاہیئے اللہ سب کو توفیق عطا فرمائے یہ فائدہ صدیقاً نبیاً۔ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام دنیا کے تمام مراحل زندگی کے ہر لمحہ ہر آن صادق۔ اصدق بلکہ صدیق ہیں جو سچائی اور حقانیت کا سب سے اونچا اور بلند ترین مقام ہے۔ جو بدبخت شیطان نما انسان کسی نبی کو یا ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹ بولنے کی تہمت لگائے وہ بدترین گمراہ ہے ایسے ہی وہ شخص بدترین گستاخ و مردود ہے جو یہ کہے کہ انبیاء کرام جھوٹ بول سکتے ہیں مگر اپنی مرضی سے بولتے نہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء علیہم السلام تمام گناہ صغیرہ کبیرہ کے علاوہ جھوٹ سے بھی معصوم ہیں اور کذب انبیاء محال ہے ہر مسلمان کا فرض اولین ہے ایمان صحیح کے لیے یہ ہی عقیدہ لازم ہے پس جو شخص ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں تین جھوٹ بولے (۱) بیوی کو بہن کہا (۲) بتوں کو خود توڑ کر کہا کہ بڑے نے یہ کام کیا (۳) تندرست ہونے کے باوجود کہا اِنِّی سَقِیْم میں بیمار ہوں ایسا شخص جاہل اور بے علم ہے یہ اقوال جھوٹ نہ تھے بلکہ توریہ تھے اس کی تفصیل اور وضاحت اُن ہی آیات کی تفسیر میں دیکھی جائے۔ یہ مسئلہ یہاں۔ صِدِّیْقاً فرمانے سے مستنبط ہوا۔ انبیاء کرام کے لیے تو امکان کذب بھی ناجائز ہے اعلیٰحضرت مجدد بریلوی فرماتے ہیں کہ جب کذب ممکن تو صدق ضروری نہیں رہا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۲۷۶ مسئلہ امکان کذب کا رد) دوسرا مسئلہ تبلیغ کئے جانا ہر عالم کا فرض ہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ یہ مسئلہ وَاَنْذِرْھُمْ کے بعد وَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ دینی احکام کی تبلیغ میں کسی بھی شخصیت کی رورعایت جائز نہیں بلکہ ہر غلط کار انسان کو سمجھانا عالم کا فرض ہے خواہ وہ غلط کار انسان دینی بزرگ ہو یا دنیوی امیر وزیر ہو یا بادشاہ و حاکم یہ مسئلہ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ کی پوری آیت سے مستنبط ہوا۔ کہ دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے حق تبلیغ میں اپنے مربی چچا آزر کی بزرگی کا خیال نہ کیا نہ یہ خوف کیا کہ چچا مجھے [illegible] گا گھر سے نکال دے گا نہ یہ عار سمجھا کہ میرا امیر بزرگ ہے مجھے

marfat.com
Marfat.com

بچپن اور یتیمی سے پرورش کرنے والا ہے۔ اس سے وہ علما اور مشائخ عبرت پکڑیں جو اپنی انجمن یا مریدوں کے ڈر یا روعایت سے دینی مسائل چھپا لیتے ہیں یا توڑ موڑ کر دیتے ہیں۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ۔ یہ دونوں فعل تعجب کے صیغے ہیں، رب تعالیٰ کے کلام میں یہ تعجب کیوں اللہ تعالیٰ تو تعجب فرمانے سے پاک ہے اس لیے کہ تعجب بے خبر کو ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ ماضی حال مستقبل سب سے باخبر ہے ہر ایک کے عمل و ثمر کو جانتا ہے بھلا اُس کو تعجب کیونکر ہو سکتا ہے۔ جواب اس بات کی وضاحت تفسیر نحوی میں کر دی گئی ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ یہاں تعجب کرنا مراد نہیں بلکہ تعجب دلانا مراد ہے۔ کفار کو تو عبرت و غیرت دلانے کے لیے اور مسلمانوں و اہل ایمان کو حالاتِ آخروی کی آگاہی و علمی معلومات و تبلیغ احکام کے لیے یہ جواب تفسیر فتح القدیر نے دیا ہے بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ افعال تعجب نہیں ہیں بلکہ صیغہ امر ہیں ترجمہ ہے سنو اُن کی اور دیکھو کفار کو از تفسیر مظہری بعض نے فرمایا کہ یہ صیغے تو فعل تعجب کے ہی ہیں مگر مقصود تعجب دلانا نہیں بلکہ تہدید اور جھڑک ہے اور عرب میں اس طرح جھڑک دینا مشہور ہے بعض نے جواب دیا کہ یہ تعجب کرنا یا دلانا مراد نہیں بلکہ کفار جب میدانِ محشر کی ہولناکی اور اپنی بے بسی و ضلالی کی خبریں سنیں دیکھیں سنیں گے تو خوف و ڈر کی بنا پر تعجب و حسرت آمیز گفتگو کرتے ہوں گے یہاں اُس تعجب کی حکایت کی جا رہی ہے۔ تعجب کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو کسی بڑائی کی وجہ سے بڑا سمجھ لینا، محاورۃً صرف بڑا سمجھنے کو تعجب کہا گیا اس کا کوئی سبب یا تو سرے سے ہی نہ ہو یا ہو مگر پوشیدہ ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ دوسرا اعتراض لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا ۔ یعنی یہ لکڑی پتھر وغیرہ جن کے تم نے بُت تراش لیے ہیں تم کو کچھ فائدے نہیں پہنچا سکتے حالانکہ لکڑی پتھر تو بہت کارآمد چیز ہے اِس سے بہت فائدے پہنچتے ہیں یہ چیزیں بہت مفید ہیں اور ان کے ذریعے لوگ بہت زیادہ غنی مالدار ہو جاتے ہیں تو یہاں غنا کی نفی کیوں کی گئی۔ جواب۔ معترض نے محض اپنا اعتراض بنانے کے لیے آیت کا مطلب و منشا غلط کر دیا۔ اگر صحیح معنیٰ دیکھا جائے تو کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ صحیح معنیٰ یہ ہے کہ لکڑی پتھر سے جب یہ دو کوڑی کے بُت تراش لیے تو اب یہ بحیثیت معبود بنائے جانے کے کیا فائدہ دے سکتے ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ جو ذمہ داری سچے معبود کی ہوتی ہے وہ یہ بت ذرہ بھر ادا نہیں کر سکتے آیت میں اُس لکڑی و پتھر کی معبودیت کا ذکر ہے نہ کہ اُن کی مالیت و جسمیت کا معترض نے اُن کی مالیت کے اعتبار سے اعتراض کیا ہے نیز مالیت کے لحاظ سے بھی جتنا پتھر یا جتنی لکڑی بُت میں لگتی ہے وہ بھی کوئی حیثیت

marfat.com
Marfat.com

نہیں رکھتی۔ پھر یہاں آیت پاک میں۔ لَا یُغْنِیْ باب اِفعال سے ہے یعنی وہ مورتی اور بُت اپنے ارادے واختیار سے کسی کو غنی۔ اور محفوظ نہیں کر سکتے کسی آفت سے بچا نہیں سکتے۔ رہا یہ کہ لکڑی پتھر سے نفع حاصل ہو جاتا وہ نفع بندہ اپنی تدبیر سے خود حاصل کر لیتا ہے بلکہ یہ نفع تو لکڑی پتھر کو توڑ پھوڑ کر جلا کر فنا کر کے ذلیل کر کے حاصل کیا جاتا ہے خود لکڑی پتھر کی رضا کا قطعاً اس میں دخل نہیں ہوتا۔ جب کہ آیت میں رضا و ارادے سے نفع دینے کا ذکر ہے تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ۔ اے نبی کتاب میں ابراہیم کا ذکر بھی کرو۔ یہ اور اس طرح کا حکم اُس وقت دیا جاتا ہے جب کوئی ذکر نہ کرنا چاہتا ہو یا بھول جائے ذکر چھوڑ جانے کا اندیشہ ہو یا ذکر کرنا اور چھوڑنا اُس کے اختیار میں ہو۔ جیسے کسی خط یا کتاب لکھنے والے سے کہا جاتا ہے کہ اس خط یا کتاب میں میرا بھی ذکر کر دینا یا فلاں کا بھی تذکرہ کر دینا۔ حالانکہ قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں نہ کم کرنے کا نہ کسی ذکر کو بڑھانے کا تو پھر یہ اس طرح حکم کیوں دیا گیا۔ جواب یہ امر صرف آئندہ شخصیت اور اُس کے تذکرے کی اہمیت بیان کرنے کے لیے تاکیدی طور پر فرمایا گیا اور اس طرح عام محاورہ و رواج ہے یہ زیادتی کرنا نہیں ہے۔ اور پھر یہ امر صرف نبی کریم آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ تا قیامت ہر تلاوت کرنے والے کے لیے ہے۔ چوتھا اعتراض اکثر مفسرین اہلِ سنت حضرت ابراہیم کے باپ آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہتے ہیں کہ چچا تھے اور باپ تارخ تھے مگر دیوبندی وہابی حضرات کہتے ہیں کہ آزر باپ ہی تھے چچا نہ تھے۔ عربی لغت میں چچا کو عم کہتے ہیں اور باپ کو اَب کہتے ہیں۔ اگر یہاں چچا مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ لفظ عم ہی ارشاد فرماتا۔ قرآن مجید میں یہ تذکرہ چند بار ہوا ہے کہ ازکم وضاحت کے لیے کہیں تو عم کہا جاتا۔ ہر جگہ باپ ہی فرمایا گیا۔ اور مفسرین اس کا ترجمہ بھی باپ ہی کرتے ہیں کہیں انھوں نے بھی چچا نہیں کیا صرف تفسیروں میں چچا لکھا ہے اور تعجب ہے کہ جن مفسرین نے آزر سے مراد چچا لیا ہے وہ بھی ترجمہ کرتے وقت باپ ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ۔ جواب۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ عربی لغت میں چچا کو عم اور سگے نسلے والے باپ کو والد کہتے ہیں تو جس طرح آزر کے لیے عم کا لفظ ارشاد کہیں بھی نہ ہوا اسی طرح لفظ والد بھی ارشاد نہ ہوا پس جن لوگوں نے آزر کو والد کہدیا ہے اُن کے پاس والد ہونے کی کوئی دلیل نہیں وہ والد ہونے کی طرح ثابت کریں گے۔ جواب تحقیقی یہ

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مرحوم کا نام حضرت تارخ ہے جو مومن تھے اور ایمان پر ہی فوت ہوئے۔ آزر چچا تھا جو کافر تھا اور کفر پر ہی فوت ہوا۔ لیکن اُس کو قرآن مجید میں عم نہ کہنا آب کہنا اس لیے ہے کہ قرآن مجید ایک مختصر لفظ قرابت بول کر پوری تعلق داری سمجھانا چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے سارے مشرکین میں سب سے پہلے اُس کو تبلیغ کیوں فرمائی اور ابراہیم اُس کے گھر میں کیوں رہتے تھے۔ خیال رہے کہ لفظ اَبٌ مشترک ہے چند معنی ہیں ۱ اس کا معنی ناظم اعلیٰ ۲ منتظم اکلاموں ۳ مالک ۴ منسوب الاشی اور مربّی۔ یہاں آزر کو اب اس لیے کہا گیا کہ ابراہیم یتیم ہو گئے تھے تو آپ کے چچا نے اپنے گھر میں ہی جوانی تک انکو پرورش کیا چچا کا رشتہ بھی تھا اور پرورش کرنے والے مُربّی بھی تھے اس لیے دونوں معنی کو ظاہر کرنے کے لیے اس کو اَبٌ کہا گیا۔ اُردو میں چونکہ اس کا ترجمہ باپ ہی کیا جاتا ہے اس لیے مترجمین نے قلتِ لفظی سے مجبور ہو کر باپ کیا ہے لفظ اَبٌ جامع ہے بہت سے معنی کا اس لیے دونوں معنی کیلئے اَبٌ کہا گیا اگر عم کہا جاتا تو مربّی ہونے کا پتہ نہ چلتا اگر مربّی کہا جاتا تو عم ہونے کے رشتے کا پتہ نہ چلتا اس کی دلیل یہ کہ مسلم شریف کتاب الایمان جلد اوّل ص۱۱۲ اور ابوداؤد جلد دوم ص۲۹۳ کتاب السنۃ میں ہے کہ مولیٰ علی شیرِ خدا نے اپنے والد ابوطالب کی وفات کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ تیرے باپ کہاں ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ بے شک میرا مُربّی اور تیرا مربّی نار میں ہے حدیثِ پاک میں اِنَّ رَجُلًا ہے شارحین فرماتے ہیں رَجُلًا سے مراد مولیٰ علی ہیں۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دل جوئی کے لیے اپنا بھی ذکر فرما دیا۔ اور چونکہ سوال صرف ایک شخص ابوطالب کے بارے میں ہے اس لیے جواب میں اِنَّ اَبِیْ اور اَبَاکَ دونوں لفظوں سے مراد ابوطالب ہی ہیں کہ اے علی تمہارے والد اور مربّی اور میرے چچا اور مربّی۔ یعنی پرورش عذاب کفر کو ختم نہیں کر سکتی بالکل یہی نوعیت آزر کی ہے۔ (از شرح ابوداؤد فتح الودود) اُبی کی نسبت بتا رہی ہے کہ ابوطالب چچا اور مربّی تھے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام تو عبد اللہ رضؓ مشہور ہے مگر اَبٌ ابوطالب کو کہا جا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح آزر کا معاملہ ہے اس کے اور بھی دلائل ہیں مثلاً یہاں تو ہر جگہ اَبٌ فرمایا گیا مگر مغفرت والی دعا میں ابی نہ فرمایا وہاں وَلِوَالِدَیَّ ارشاد ہوا۔ نیز شایت ہوا کہ اَبٌ اور وَالِدٌ میں فرق ہے اسی طرح اَبٌ کی جمع آباء آجاتی ہے مگر والد کی جمع نہیں آتی۔ وغیرہ وغیرہ واللہ اعلم

marfat.com
Marfat.com

تفسیر صوفیانہ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔

یہ جہانِ دنیوی بحرِ ظلمات ہے یہاں ہر جگہ اہلِ حق کے لیے رکاوٹیں اور مخالفتیں کھڑی کی جاتی ہیں مگر سلامتی دائمی انہیں کے لیے ہے ظاہری یا باطنی جبھی روئے عمل علی اُن ہی اہلِ حق کی آواز کو سلامتی ہے اُن کی ہی شانِ وَرَفَعْنَا کو بلندیوں تک سلامتی ہے آج عالمِ ناسوت میں بندگانِ نفس و ابلیس نہ حق بات سننا چاہتے ہیں نہ اہلِ حق کی شانِ عظمت دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ یہاں تو باطل اپنا شور دکھا کر وقتی غلبہ حاصل کر لیتا ہے مگر وہ صرف باطل کا شور ہی ہوتا ہے لیکن زور و قوت ہر مقام پر حق کا ہی ہوتا ہے بحمدہٖ تعالیٰ اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ طاغوتی طاقتیں ذلت کی بستی میں چلی جاتی ہیں اور اُن کو اُن ہی رذیل و خبیث آنکھوں سے آوازِ حق اور شانِ رفعت سننی اور دیکھنی پڑتی ہے کیسا وہ سننا ہے جب حسرت کے قلوب عبرت کے قالب میں پھٹ پڑیں اور ندامت کی آنکھیں پھوڑ لگائیں اور جبر و قہر سے دھکلا تے پکڑ اتے بارگاہِ جلال میں ہمارے حضور حاضر ہوں گے۔ مگر آج سیٹھی نیند میں ضلالِ بین کے کھلے بستروں میں دُبکے پڑے ہیں یہی نیند ہی تو اُن کا اپنی جانوں پر ظلم ہے اور اے محبوب ازلی ابدی اِن قسمت کے نامرادوں کو اُس دن اُس وقت اُس ہولناک ساعت سے ڈرایئے جب منعم حقیقی جلّ مجدہٗ کی طرف سے امرِ قدری کا فیصلہ پورا کر دیا جائے گا۔ بندگانِ مخلصین طالبانِ صادقین کو اُن کے عمل و مجاہدات زہد و ریاضات فکر و مراقبات کے ثواب و انعام میں مکاشفات و مشاہدات کے تحفے اور تمغے۔ خیر و صدقہ یا تقسیم فرمائے جائیں گے وہ محرومین و معطلین کے لیے پاس و حسرت عبرت و عسرت کا یوم عظیم ہوگا۔ اور اب اپنی خرمستی میں غافل و مدہوش مخمور و مغرور ہیں۔ اسی لیے کبھی ایمان نہ لائیں گے آج کے وقت یاد کریں گے پچھتائیں گے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ۔ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۔ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا ۔ صوتِ صمدی جو مومن کے گوشِ سماعت میں الہامِ عرشی سے ہر وقت گونجتی رہتی ہے کہ بے شک ہم ہی مالکِ حقیقی ذاتی ازلی ابدی قدیمی ہیں ارضِ قالب اور اُن تمام قوتوں صفتوں خصلتوں کے جو اُس قالب پر ودیعت ہیں ہماری ہی طرف سے علماءِ خبر دار ہیں اور ہم ہماری ہی طرف ان سب کو لوٹنا ہے۔ لہٰذا نہ کسی شخص

marfat.com
Marfat.com

کو ان طاقتوں پر مغرور ہونا چاہیے نہ غافل نہ ناجائز کام لینا چاہیے۔ بلکہ شکر الٰہی کی محفلیں قائم کرنا چاہئیں۔ روایت میں ہے کہ شکر کی محفلوں کو تمام مخلوق پسند کرتی ہے یہاں تک کہ چرند پرند شجر حجر بھی ان ذکر و شکر کی آوازوں سے اپنی لذت فرحت حاصل کرتے ہیں اور ملائکہ عرشی و فرشی انکو ڈھونڈتے رہتے ہیں جب کہیں پا لیتے ہیں تو نور کے گھیرے میں اس تمام اہل محفل کو ذکر الٰہی تک لیے رہتے ہیں جب محفل ختم ہوتی ہے تو رب کے حضور بارگاہ میں ان لوگوں کی سفارش بخشش کے لیے حاضر ہوتے ہیں رب تعالیٰ جو خود بہتر کا داناء راز ہے فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے زمین پر کیا دیکھا عرض کرتے ہیں مولیٰ تعالیٰ ہم نے تیری حمد تسبیح تہلیل ذکر و شکر کی محفلیں دیکھیں ارشاد ہوتا ہے وہ کیوں میرا ذکر کرتے ہیں عرض کرتے ہیں مولیٰ صرف تیری رضا کی خاطر ارشاد ہوتا ہے تم گواہ رہو ان سب کو میں نے بخش دیا۔

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي

اے میرے مربی (پرورش کرنے والے) آگئے ہیں مجھ کو کچھ وہ علم جو تجھ کو نہیں آتے لہٰذا تو میری پیروی کر

أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ

میں ہدایت دوں گا تجھ کو صحیح راستے کی۔ اے میرے مربی نہ عبادت کر تو ابلیس کی

إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي

بے شک ابلیس اللہ تعالیٰ کا سخت نافرمان ہے۔ اے میرے مربی بیشک میں

میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن

بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ میں

marfat.com
Marfat.com

اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

اندیشہ کرتا ہوں کہ پڑے تجھ کو اُخروی سخت سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ

تو اس سبب سے لگ جائے تو ابلیس کے ساتھ۔ اس نے کہا کیا نفرت کرنیوالا ہے تو
تو تو شیطان کا رفیق ہو جائے۔ بولا کیا تو میرے خداؤں سے

عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ

میرے معبودوں سے اے ابراہیم۔ البتہ اگر تو نے یہ نفرت ختم نہ کی تو یقیناً ضرور میں پتھروں سے ہلاک کرڈالوں گا تجھے
منہ پھیرتا ہے۔ اے ابراہیم بیشک تو اگر باز نہ آیا تو میں تجھے پتھراؤ کروں گا

وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾

اور بس تو دور ہو جا مجھ سے بہت زمانوں تک۔
اور مجھ سے زمانہ دراز تک بے علاقہ ہو جا۔

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم الٰہی ہوا کہ آپ اپنی قوم کو قیامت کے حساب کتاب وعذاب وعتاب سے ڈراؤ۔ اب اِن آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے بھی اپنے مربّی چچا کو روزِ قیامت سے ڈرایا تھا۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر فرمایا گیا کہ زمین اور زمین کی ہر چیز و ہر شخص کا والی وارث مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اُس کی طرف ہر شخص نے لوٹنا ہے۔ اب اِن آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ کفار نے اپنا والی وارث شیطان کو سمجھا ہوا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیتوں سے حضرت ابراہیم کی وہ تبلیغی گفتگو شروع تھی جو آپ نے [illegible] اِن آیت میں چچا کی بھی تھوڑی

marfat.com
Marfat.com

سی گفتگو کا ذکر ہے جو جواباً اس نے کی۔

تفسیر نحوی یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا یَاۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا یاحرف ندا، قائم مقام ہے فعل پوشیدہ اُدْعُوا۔ واحد متکلم مضارع حال معروف کا، ترجمہ ہے میں بلاتا ہوں اے میرے باپ۔ (مرثی) اَبَتِ مرکب اضافی مُنادیٰ ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ کی ضمیر واحد متکلم اِنَّ کا اسم ہے قَدْ جَآءَ۔ ماضی قریب واحد مذکر غائب لازم ہے جَیْءٌ سے مشتق ہے باب ضَرَبَ۔ نون وقایہ عربی میں نُ قسم کی نون ہوتی ہے ۱ نون اعرابی ۲ نون جمع ۳ نون تثنیہ ۴ نون زائدہ ۵ نون تنوین ۶ نون ثقیلہ ۷ نون خفیفہ ۸ نون وقایہ ۹ نون عوضی۔ مثلاً ۱ یَضْرِبَانِ یَضْرِبُوْنَ ۲ یَضْرِبْنَ ۳ اَذِیْدَانِ رَجُلَانِ ۴ عُثْمَانُ عُمْرَانُ ۵ غُلَامٌ ۶ لَیُنْصَرُنَّ ۷ لَیُنْصَرُنْ ۸ چیسے یہاں جَآءَنِیْ ۹ خَیْرٌ اِمْتَنَّ کی ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے یا مفعول معہٗ مِنْ حرف بعضیت کا۔ اَلْعِلْمِ۔ اسم مفرد معرف الف لام عہد ذہنی ہے۔ موصوف ہے۔ مَا اسم موصول بحالت جر کیونکہ صفت تابع ہے مَا قبل کا۔ لَمْ یَاْتِ۔ فعل مضارع نفی جحد بلم یعنی ماضی مطلق بحالت جزم ہے دراصل تھا یَاْتِیُ اَلِفْ سے مشتق ہے باب ضَرَبَ سے ہے لَمْ نے جزم دیا اس لیے آخر کی یْ گر گئی ترجمہ ہے نہیں آیا كَ ضمیر مفعول یہ ہے اس کا مرجع ہے اَبَتِ۔ اَمْ یَاْتِ۔ اپنے پوشیدہ ھُوَ ضمیر فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا۔ موصول صلہ مل کر صفت ہوئی عِلْم کی مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے جَآءَ کا یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خَبَرِ اِنَّ۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر عطفی سبب ہوا فَ سببیہ عاطفہ اِتَّبِعْ۔ باب افتعال کا امر حاضر معروف واحد مذکر اِتِّبَاعٌ سے بنا ہے بمعنی پیچھے چلنا نقش قدم پر آنا۔ ہر قسم کا حکم ماننا اس کا مصدر ہے اِتِّبَاعٌ۔ تَ کاٹ میں اِدغام کیا گیا ہم مخرج کی وجہ سے نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اس کا مفعول بہ ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر عطفی مسبب ہوا دونوں مل کر بیان اوّل ہوا اِنَّ کا اَهْدِ۔ فعل مضارع مستقبل واحد متکلم ھَدْیٌ سے مشتق ہے باب ضَرَبَ بمعنی ہدایت دینا راہ دکھانا۔ دراصل تھا اَهْدِیُ ی تخفیف کے لیے حذف ہوئی یہ فعل متعدی بدو مفعول ہے پہلا مفعول یہ كَ ضمیر ہے جس کا مرجع اَبَتِ ہے دوسرا مفعول یہ صِرَاطًا سَوِیًّا۔ مرکب توصیفی مجرور جامد بمعنی راستہ موصوف ہے سَوِیًّا۔ صفت مشبہ بروزن فَعِیْلًا سَوِیٌّ سے مشتق ہے بمعنی برابر ہونا۔ ہر قسم کی کمی اور زیادتی سے پاک ہونا مراد ہے اللہ کا راستہ شریعت اور دین طریقہ۔ جملہ فعلیہ ہو کر بیان دوم

marfat.com
Marfat.com

ہوا ندا کا حرف ندا اپنے دونوں بیانوں اور منادیٰ سے مل کر مفعول بہ ہوا اُدعُوا پوشیدہ فعل کا اور وہ جملہ فعلیہ ہو گیا۔ یٰاَبَتِ۔ حرف ندا اور منادیٰ۔ لَا تَعبُدِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر اَنتَ اس میں پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع اَبَتِ لَا تَعبُدْ تھا۔ اگلے کلام سے جُڑنے کی وجہ سے کسرہ ہوا۔ الف لام عہد خارجی مراد ہے ابلیس شَیطَانَ۔ مفعول بہ ہے لَا تَعبُدْ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر بیانِ اوّل ہوا ندا کا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الشیطٰن اس کا اسم کَانَ فعل ناقصہ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے جس کا مرجع شیطٰن ہے۔ لِلرَّحمٰنِ جار مجرور متعلق مقدم ہے عَصِیًّا صفت مشبہ کا۔ بروزنِ فَعِیلًا۔ وَلِیًّا قَوِیًّا۔ عَصِیًّا عَصٰی سے مشتق ہے بمعنی نافرمانی کرنے والا۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے کَانَ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ جملہ اسمیہ ہو کر مکمل ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا یہ اِنَّ کا تاکید ہے یا تعلیل ہے اپنے سابقہ جملے لَا تَعبُدِ کی مگر یہ درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو سابقہ عبارت مؤکد یا معلول ہوتی اور یہ جملہ اِنَّ کو بیچ میں لے آتا۔ پھر وہ اِنَّ نہ رہتا اَنَّ ہو جاتا۔ اِنَّ کی ابتدائیت ختم ہو جاتی۔ یٰاَبَتِ۔ حرف ندا اور منادیٰ۔ اِنِّی حرف مشبہ اور یٰ متکلم اس کا اسم، اَخَافُ باب سَمِعَ کا فعل مضارع حال واحد متکلم خوفٌ سے مشتق ہے بمعنی اندیشہ کرنا، تشویش ناک ہونا، فکر مند ہونا، ڈرنا علم ہونا۔ یعنی میں جانتا ہوں جیسے واقعۂ خضر میں خَشِینَا بمعنی عَلِمْنَا ہے یہاں ہر معنی مناسب ہے اس میں اَنَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے اس کا مرجع ابراہیم ہے۔ اَنْ ناصبہ مَسَّ۔ باب نَصَرَ کا مضارع واحد غائب مَسٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنی چھو جانا لگ جانا۔ پہنچنا۔ کَ ضمیر اس کا مفعول بہ عَذَابٌ اسم مفرد جامد۔ یہ باب تفعیل کا حاصل مصدر ہے۔ دراصل ہے عَذْبٌ بروزنِ فَعَالٌ اس کا مصدر ہے تَعْذِیْبٌ عَذْبٌ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ میٹھا اور لذت دار ہونا جب یہ باب تفعیل میں آیا تو سلب کے معنی پیدا ہوئے باب تفعیل کی چھ خصوصیات ہیں ۱ متعدی ہونا ۲ کبھی مبالغہ ہونا ۳ کبھی نسبت کے لیے ہوتا ہے ۴ کبھی دعا کے لیے ۵ کبھی یہ ابتداءِ فعل کے لیے ہوتا ہے ۶ اور کبھی سلب اور ختم کرنے کے لیے۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ یعنی زندگی کی لذت اور مٹھاس ختم کرنے والی سزا۔ گدلے پانی کو ماءِ تعذیب یا ماءِ عَذَاب کہتے ہیں اصطلاح میں اُخروی یا آسمانی سزا کو عذاب کہتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے یہ فاعل ہے یَمَسَّ کا مِنَ الرَّحمٰنِ۔ یعنی اللہ رحمٰن کی طرف سے یہ جار مجرور متعلق ہے یَمَسَّ کا۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر سبب ہوا [illegible] ناقصہ واحد مذکر حاضر

marfat.com
Marfat.com

اَنْتَ پوشیدہ اس کا اسم اس کا مرجع اَبَتَ ہے تَکُوْنَ منصوب یَسِیْرٌ پر عطف کی وجہ سے اور وہ منصوب ہے اَنَ ناصبہ کی وجہ سے۔ لِلشَّیْطٰنِ۔ جار مجرور متعلق مقدم ہے وَلِیًّا بمعنی دوست ساتھی صفت مشبہ بروزن فَعِیْلًا کا۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے تَکُوْنَ کی یہ جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو کر معطوف مسبب ہوا۔ یَمَسَّ کا دونوں مل کر مفعول بہ ہوا اَخَافُ کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر بیان ہوا اِذْ کا۔ یہ ندا منادیٰ اور بیان مل کر اُدْعُوْا پوشیدہ کا مفعول بہ ہوا۔ پھر سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یَا اِبْرٰهِیْمُ۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا قَالَ سَلٰمٌ سے مشتق ہے ماضی مطلق فعل باقاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَ۔ ہمزہ سوالیہ انکاریہ یہ سوال نفرت و تعجب کا ہے رَاغِبٌ باب سَمِعَ کا اسم فاعل واحد مذکر۔ رَغْبٌ سے بنا ہے۔ بمعنی پسند کرنا۔ خواہش کرنا۔ و لچسپی لینا جب اس کے بعد عَنْ زوالیہ حرف جر آجائے تو اصل معنی کا زوال یعنی ختمہ ہوتا ہے۔ یہاں چونکہ عَنْ جارۃ زوالیہ ہے اس لیے ترجمہ ہوا بے رغبتی۔ ناپسندیدگی۔ نفرت۔ بیزاری منہ پھیرنا اَنْتَ اس کا فاعل اور مرجع ابراہیم ہے عَنْ جارۃ فعل کے معنی کی نفی اور زائل کرنے کے لیے اٰلِهَتِیْ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے اِلٰهٌ بمعنی معبود عَنْ اٰلِهَتِیْ کا ترجمہ ہوا میرے معبودوں سے یہ جار مجرور متعلق ہے راغِبٌ کا وہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر بیان مقدم ہوا۔ یا حرف ندا اِبْرٰهِیْمُ۔ اسم مفرد غیر منصرف عجمی علم ہے چونکہ یہ مضاف نہیں ہے اس لیے ضمہ آیا۔ اگر منادیٰ مضاف ہو تو فتحہ آتا ہے جیسے یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وغیرہ کہنا۔ حرف ندا اپنے منادیٰ اور بیان مقدم سے مل کر مقولۂ اوّل ہوا مقولۂ دوم اگلی عبارت ہے۔ لَامِ کے حرف زائدہ ہے کوئی عمل یا ترجمہ نہیں کرتا صرف شرط کی سختی ظاہر کرتے کے لیے ہے اِنْ حرف شرط لَمْ تَنْتَهِ باب افتعال کا مضارع واحد مذکر حاضر نفی جحد بِلَمْ بمعنی ماضی لیکن اِنْ شرطیہ نے اس میں مستقبل کے معنی پیدا کر دیئے یعنی آئندہ اگر ایسا ہوا۔ اس کا مصدر ہے اِنْتِهَاءٌ مَنْهٌ سے بنا ہے بمعنی باز رہنا منع ہونا۔ رُکنا جانا۔ اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط لَاَرْجُمَنَّكَ۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ واحد متکلم رَجْمٌ سے مشتق ہے بمعنی پتھروں سے ہلاک کرنا اَنَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے اَبَتَ جو قَالَ کا فاعل ہے۔ كَ ضمیر واحد حاضر اس کا مفعول بہ مرجع ہے ابراہیم یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مقولۂ دوم ہوا۔ واؤ۔ زائدہ اُهْجُرْنِیْ۔ باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف اَنْتَ پوشیدہ مرجع

marfat.com
Marfat.com

ابراہیم لن وقایہ کی ضمیر مفعول ہے۔ یُلیّنا۔ باب تفعیل کا صفت مشبہ بروزن فعیل۔ اس کا مادہ مصدر ملیٌ ہے لغوی ترجمہ ہے بھرنا۔ اب اگر حرفوں سے بھرا ہو تو اس کو املاءٌ کہتے ہیں اگر بیابانی ریت سے بھرا ہو تو ملاۃٌ ہے۔ آدمیوں سے بھرا ملأٌ ہے اس کا تثنیہ ہے ملوان بمعنی دن رات اس کی جمع ملاوین درختوں سے بھرے جنگل کو ملا کہتے ہیں اور دن رات ہفتے ماہ وسال سے بھرے ہوئی مدت کو یُلیّنا کہتے ہیں۔ اسم بمالقے سے مراد ہے بہت ہی دراز مدت یہ ظرف ہے اُھجُرْ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ مسموم ہوا قال اپنے تینوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا۔

اے میرے مربی بے شک میں ہی وہ قوت و طاقت علم و فکر والا ہوں جس کے پاس اللہ تعالیٰ خالق کائنات کی طرف ایسا عظیم علم کا حصہ آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا اور جس کی تجھ کو خبر تک نہیں نہ تجھ کو کسی سے مل سکتا ہے کیونکہ وہ غیبی علم اس وقت روئے زمین پر کسی کے پاس نہیں۔ خیال رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں صرف ابراہیم علیہ السلام اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ ولادت کے وقت سے تبلیغ نبوت تک روئے زمین پر کوئی نبی کسی قوم میں نہ تھا تمام دنیا نبوت سے خالی تھی مگر قرآن یہ ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو تا قیامت کوئی نبی نہ ہوگا لیکن ابراہیم علیہ السلام کے اظہار نبوت کے بعد دیگر انبیا علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے۔ دوسری تخصیص یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ بیس یا پچیس سال کی عمر میں شروع ہو گئی اس خصوصیت میں عیسیٰ علیہ السلام شریک ہیں۔ اس تبلیغ کے وقت آپ کی عمر شریف تقریباً بیس سال تھی یا پچیس سال جب آپ نے اپنے چچا مربی آزر سے فرمایا کہ اے چچا میری اتباع کر۔ میں تجھ کو بتاتا ہوں گا سیدھا۔ سچا مضبوط و محفوظ سلامتی والا راستہ۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مربی کی عمر اور بزرگی بڑپن کا احترام قائم رکھتے ہوئے اطاعت کرنے کا ذکر نہ فرمایا بلکہ فرمایا فاتبعنی۔ اطاعت کرانے میں اپنی بڑائی کا اظہار ہو سکتا ہے اتباع میں یہ بات نہیں یعنی یہ نہ فرمایا کہ جو میں کہوں وہ تم کرو بلکہ فرمایا کہ اے چچا جو میں کروں وہ تم بھی کرو اور وہ بھی میری شخصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے اُس عطائی علم کی وجہ سے جو رب تعالیٰ نے مجھ کو دیا ہے۔ اُس علم نبوت کی بنا پر میں کہتا ہوں کہ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ۔ ابلیس کو معبود نہ سمجھ لے نہ اس طرح کہ ہر شیطانی بات کو اچھا سمجھ کر اس پر عمل کرے۔ نہ کفار [illegible] سمجھ کر اس کو معبود بنائے ہوئے

marfat.com
Marfat.com

ہیں نہ اُن کنار کی طرح جو شیطان کی تصوراتی شکل کی مورتیں بنا کر پوجتے ہیں اور برا بھی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس کے شر سے بچنے کے لیے ہم اُس کی پوجا کرتے ہیں۔ آج بھی ہندوؤں میں ایک فرقہ ایسا ہے۔ کوئی بھی طریقہ ہو سب کفر ہے کیونکہ۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا بے شک ابلیس اصل شیطان رحم وکرم فرمانے والے ہر معصیت ومعصیت سے بچانے والے اللہ خالق ومالک کا سراسر نافرمان ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے اس تبلیغی کلام میں چھ چیزیں واضح فرمائیں اَوَّلاً یہ کہ چچا کے دشمن ہیں اپنے عمر رسیدہ اور بڑپن کی وجہ سے عقل وعلم کی زیادتی کا وہم وگھمنڈ تھا جس کو مِنَ الْعِلْمِ فرما کر ختم کیا گیا دوم۔ یہ کہ چچا اگرچہ سخت ترین وبدترین کافر تھا مگر ابراہیم علیہ السّلام نے عزت واحترام کو قائم رکھا یہ ہی اَخلاقِ نبوت ہے اپنے کو عالم اور چچا کو جاہل نہ کہا اگرچہ حقیقت یہی تھی۔ بلکہ علم ملنے اور نہ ملنے کا باادب کلام فرمایا۔ ثالثاً اَھْدِکَ فرما کر ہدایت کی نسبت اپنی طرف کی اللہ کی طرف نہ کی کیونکہ آزر بھی اور ہر کافر بھی اللہ کی ہدایت کے منکر نہیں بلکہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بتوں کی پوجا اللہ ہی کی طرف سے ہدایت ہے فرمایا کہ وہ ہدایت ہی نہیں جس پر تم ہو ہدایت وہ ہوگی جو میں بتاؤں گا جس پر میں چلاؤں گا۔ ہدایت تین قسم کی ہوتی ہے ۱ ہدایتِ شریعت وقرآن ۲ ہدایتِ انبیاء علیہم السّلام ۳ ہدایتِ باری تعالیٰ۔ پہلی ہدایت انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے اگر وہ نہ ملے تو نہ قرآن وکتاب سے ہدایت ملے نہ رب تعالیٰ اس کو ہدایت عطا فرمائے۔ قرآن وکتاب وشریعت کی ہدایت راستہ دکھانا ہے انبیاء علیہم السّلام کی ہدایت راستے پر چلانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت منزل تک پہنچانا ہے۔ قرآنِ مجید کی ہدایت کا نام اَعمال ہے انبیاء علیہم السّلام کی ہدایت کا نام عقیدہ اور رب کریم کی ہدایت کا نام توفیق ملنا ہے چہارم یہ کہ یا اَبَتِ اضافت کے ساتھ فرماتے ہیں تین خوبیاں ہیں ۱ ادب ہے ۲ وضاحت ہے ۳ عذاب اور اُس کی نوعیت یا مکمل بیان ہے دوسری بار یا اَبَتِ فرمانا علت ہے پہلی نصیحت کی۔ یہ ہے فصاحتِ کلام اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ ۵ عَصِیًّا۔ فرما کر حق تعالیٰ کا اظہار فرمایا۔ اور شیطان کا انسانی دشمن ہونا حق العبد ہے۔ اللہ کے حق کو مقدم رکھا اہمیت بتانے کے لیے ششم للرحمٰن سے صفتِ رحمت کا اظہار ہے جو مصدرِ کل خیر ہے۔ ابلیس نہ فرمایا کیونکہ یہ ذاتی نام شیطان صفاتی نام ہے جو مظہرِ کل شر ہے۔ ہفتم یہ کہ یہ نصیحت اپنے دشمن وعقل وسمجھ سے نہیں بلکہ مِنَ الْعِلْمِ اُس علمِ عطائی سے ہے جو تم کو نہ ملا لہٰذا اپنی کم علمی وکم عقلی پر دلیل نہ بنانا

marfat.com
Marfat.com

اور اپنی دراز عمری کے ترازو میں نہ تولنا۔ یَا اَبَتِ۔ اے میرے مُربّی میرے پیارے چچا مجھے پچپن دس سالگی یا پانچ سالگی یا شیر خوارگی سے پرورش کرنے والے میری اس تمام نصیحت کا باعث کوئی اپنی بڑائی ظاہر کرنا نہیں بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا۔ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۔ بے شک میں فکرمندوں اور خطرہ محسوس کر رہا ہوں کہ تیری اس مذہبی بدعقیدگی شرک و کفر کی گمراہی کی وجہ سے کہیں تجھ کو رحمٰن و رحیم کے پاس سے سزاءِ عذابِ ابدی دائمی لگ جائے جو دنیا میں لعنت قبر میں ذلت حشر میں دُرکار و نامراد اور جہنم میں پھٹکار کا باعث ہو میں یقین سے نہیں بتاتا مگر میرے اسی علمِ غیبی سے مجھ کو ایسے کفر و بُت پرستی کا انجام معلوم ہے۔ اور اگر یہی تیرا انجام ہوا۔ تو پھر یاد رکھے کہ تو شیطان کی مثل شیطان کا ساتھی معاون اور اُسی کے دوستوں میں سے ہو جائے گا کیونکہ یہ سب شرکیات و کفریات شیطان کی ولایت و دوستی اور اُسی کی اتباع ہے اُسی کی خوشی سے ہے اور صرف دنیوی مختصر زندگی تک ہی نہیں بلکہ جہنم کی ابدی زندگی تک اسی کے ساتھ رہنا ہوگا اور یہ بھی سمجھ لے کہ ابلیس کی دوستی بنانا کوئی معمولی جرم نہیں اس کی اتباع و دوستی تو بہت بڑے عذاب اور ذلت و مصیبت کا سبب ہے اس لیے کہ ولایتِ شیطان رضاءِ رحمٰن کے مقابل ہے۔ جنت میں رضوانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنَ النَّعِیْمِ سے اور جہنم میں ولایتِ شیطان اعظم مِنَ الْعَذَابِ ہے اے چچا تیرے یہ سب کام۔ تصویریں بنانا لکڑی پتھر کپڑے چمڑے لوہے پیتل سونے چاندی اور کاغذوں دیواروں پر جانداروں یا دیوتاؤں پھلے بزرگوں کی شکلیں تراشنا اور پھر اُن کو لگانا سجانا اچھے بھلے کمرے کو مندر اور بُت خانہ بنا دینا۔ اور پھر حماقت سے اپنی ہی تراش خراش کو خود ہی پوجنا شروع کر دینا یہ سب کچھ ہی کفر شرک ہے اور کفر و شرک بھی اور کفر و شرک اتنا بڑا ظلم و جرم ہے کہ وہ اللہ سچا معبود رحمٰن و رحیم ہونے کے باوجود شرک و کفر کبھی معاف نہ فرمائے گا۔ اے پیارے چچا یہ بُت صرف لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ کے بے نفع ہی نہیں۔ بلکہ اِنِّیْٓ اَخَافُ اگر تو کفر پر رہا کفر پر مرا تو یہ بُت بہت نقصان دہ بھی ہیں ابدی پچھتاوا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اِن آیت میں چار دفعہ یَا اَبَتِ۔ فرمایا۔ یہ بتانے کے لیے کہ یہ وعظ و نصیحت۔ علمی قابلیت۔ یا استادی شاگردی یا اعلیٰ و ادنیٰ ہونا جتانے کے لیے نہیں بلکہ سمجھانے کے لیے تھا کہ میں تمہارا تم میرے رفیقِ سفر ہو۔ اتنی مؤدبانہ ناصحانہ

marfat.com
Marfat.com

بلیغانہ تبلیغ کا بجائے اثر ہونے کے کفریہ غرور و حماقت سامنے آگئی اور بجائے انتہائی غضب ناک لہجے غصیلے انداز میں قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ۔ کہا ارے کیا تو نفرت سے منہ پھیرتا ہے میرے معبودوں سے اے ابراہیم۔ ارے تو کل کا بچہ تجھ کو میں نے پالا جب کہ تیرے والد نے نمرودی نجومیوں کی خبر پر نمرود سے ڈر کر تجھ کو میری گود میں لا ڈالا تھا میں نے تم کو صحراؤں میں پھرایا غاروں میں چھپایا تیرے لیے غاروں میں حفاظت کے سارے سامان مہیا کئے راتوں کو چھپا چھپا کر تیری والدہ سے تجھ کو دودھ پلوایا پانچ سال تک کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی کہ تو میرا بیٹا ہے یا میرے بڑے بھائی تارخ کا میں نے تجھ کو اپنا دست و بازو اور بڑھاپے کا سہارا سمجھا تو پانچ سال کا یتیم ہو گیا تھا مگر میں نے تجھے اور تیری والدہ کو کبھی محسوس نہ ہونے دیا نہ تیرا بوجھ پرورش اس پر ڈالا نہ پانچ سالا خرچہ تیرے والد سے مانگا اپنی اولاد سے بڑھ کر تجھ کو آرام و آسائش اور پیار دیا میں نے تو تجھ سے یہ امید باندھی تھی کہ میں اب ستر سالہ بوڑھا ہو چکا ہوں تو اب پچیس سالہ جوان ہے تو میرے یہ سارے کام یہ بتوں کی فیکٹری یہ کارخانہ یہ دکان اور میری خاندانی سرداری قومی ذمے داری سنبھالے گا۔ مگر ہائے افسوس ہائے غضب تو کس رستہ پر چل پڑا دیکھ میں تجھے سمجھاتا ہوں اگر ان باتوں نصیحتوں تقریروں نفرت بتاں سے باز نہ آیا اور میرے دین پر نہ لگا تو تجھے بد دعاؤں سے برا بھلا کہنے اور گالیوں کے علاوہ پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دوں گا یا یہ گھر محلہ شہر بلکہ ملک چھوڑنے پر مجبور کر دوں گا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تو خود ہی میرے گھر سے دور میری نگاہوں سے اوجھل ہو جا اور اپنے آپ کو مجھ سے اور میری مار و خوفزدہ سے بچا لے۔ تجھے گھر کے عیش و آرام میں میری اور ان بتوں کی قدر نہ ہوئی اب تھوڑے دنوں میں ہی تجھے پتہ چل جائے گا میری شفقت کیسی تھی جب بھوکوں مرے گا سردی ٹھٹھرے گا۔ پھر اگر ہوش ٹھکانے آگئی تو واپس آجانا کچھ دنوں باہر کی تکلیفیں دیکھ لے اگر پھر بھی یہ باتیں دماغ سے نہ نکلیں تو پھر ہمیشہ کے لیے مجھے دور و فور رہنا۔ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کتنا سخت رویہ تھا ایسے پیارے بھولے بھالے بے ضرر باادب حلیم نیف بھتیجے کے ساتھ کہ بار بار یَا اَبَتِ۔ کے جواب میں ایک بار بھی یَا بُنَیَّ (اے میرے بچے) نہ کہا۔ اگر سگے والد زندہ ہوتے تو کم از کم ایسی بات پر گھر سے نہ نکالتے۔ بیٹا کتنا ہی ناراض کرے مگر والد کا دل نرم ہوتا ہے۔ اگر نکال بھی دیتے تو پھر رقت بھرے

marfat.com
Marfat.com

دل کے ساتھ خود ہی ڈھونڈتے تلاش کرتے پھرتے ملتا تو پچکارتے پچکارتے واپس لے آتے سمجھاتے بجھاتے۔ اپنی راہ پر لانے کی کوشش کرتے مگر نگاہوں کی جدائی برداشت نہ کرتے والدین کی اس کیفیت کا ہزار بار تجربہ ہے۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ دنیوی اعتبار سے عقل وعلم تجربہ عمر کی زیادتی سے ہوتا ہے مگر تمام انبیاء عظام اور بعض اولیاء کرام کا علم وعقل عمر کی زیادتی سے نہیں بلکہ عالم غیب سے عطیہ ہوتی ہے جو علم وعقل انبیاء کرام علیہم السلام کو بچپن میں ہی مل جاتا ہے وہ دنیا جہان آسمانوں زمین میں کسی بھی ہستی کو کسی بھی عمر میں نہیں مل سکتا نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نہ غوثوں قطبوں ولیوں کو عام آدمی کی تو حیثیت ہی کچھ نہیں یہ فائدہ قَدْ جَاءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ (۴۳) سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ جہنم میں کفار کی سزا کا نام عذاب ہے اور فاسق مسلمان واہل ایمان کی سزا کا نام عتاب ہے۔ عتاب کی معافی کے لیے حسب نسب کام آجاتا ہے مگر اللہ کے عذاب سے کسی کو کسی کی رشتے داری نہیں بچا سکتی بلکہ کافر سے مومن کی رشتے داری وحسب نسب دنیا میں ہی ختم ہو جاتا ہے اگرچہ نبی کی قرابت ہو علیہم السلام کافر رشتے دار اہل نبی نہیں رہتا یہ فائدہ اِنِّيْ اَخَافُ (۴۵) سے حاصل ہوا اسی لیے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر سید زادہ بدعقیدہ ہو جائے تو وہ سید نہیں رہتا۔ جو حدیث پاک میں آتا ہے کہ كُلُّ حَسَبٍ وَّنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا حَسَبِيْ وَنَسَبِيْ یعنی آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب ونسب اپنے سادات سے قیامت میں بھی منقطع نہ ہوگا اس حدیث پاک کا معنیٰ یہ ہے کہ جو سید قبر تک اپنا حسب نسب سلامت لیگیا وہ قیامت میں بھی منقطع نہ ہوگا لیکن جو دنیا میں رشتہ توڑ بیٹھا تو اس کا یہاں ذکر نہیں تیسرا فائدہ۔ اللہ کی دوستی کو بقا ہے شیطان کی دوستی کو فنا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی دوستی حاصل کرنا چاہیئے یہی عقل مندی ہے۔ یہ فائدہ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ فرمانے کے بعد يَا اَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ شیطان کی دوستی کفار وبدعقیدہ کو حاصل ہوتی ہے۔ مومن اگرچہ گناہگار ہو شیطان کا ولی نہیں بنتا۔ کفر وایمان کا یہ فرق واضح ہے کہ کفر میں قساوت۔ کثافت۔ ظلمت۔ نجاست۔ تکذیب۔ تعصب اور فساد ہے۔ ایمان میں۔ لطافت۔ حلاوت۔ شرافت۔ طہارت۔ صداقت تحریم وتہذیب ہے۔

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ علم والے

marfat.com
Marfat.com

کی اتباع لازم اور واجب ہے۔ بشرطیکہ علم اصلی و یقینی ہو۔ علم اصلی و یقینی صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس ہی ہوتا ہے اسی لیے بحکم الٰہی شرعاً صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کی اتباع جائز و لازم ہے غیر نبی کی اتباع جائز نہیں۔ عالم ولی اور بزرگوں کی دینی یا دنیوی فرماں برداری کا نام اطاعت ہے نہ کہ اتباع اور یہ اطاعت بھی تب جائز ہے جب کہ وہ پیر مولوی وغیرہ خود متبع فرمان نبوت ہوں۔ اگر کوئی پیر یا مولوی یا کوئی دینی رہنما ذرہ بھر اتباع نبوت سے ہٹ گیا تو اس کی اطاعت جائز نہ رہے گی۔ یہ مسئلہ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَهْدِكَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ تبلیغ کی میں نے چند چیزیں علماء کو ملحوظ اور محفوظ خاطر رکھنی چاہئیں ۱ یہ کہ جس چیز کی تبلیغ کرنی ہے اس کا پورا علم بھی ہو اور عمل بھی بے عمل مبلغ کی تبلیغ کا اثر نہیں ہوتا اور جاہل کی تبلیغ کا نقصان ہوتا ہے ۲ اچھے اخلاق نرم گفتار سے تبلیغ کرنی چاہیئے ۳ تبلیغ کرتے وقت اُن کے بزرگوں کی مثالیں اور زندگی کے اچھے واقعات سنانے جائز بلکہ ضروری ہیں جن کو تبلیغ کی جا رہی ہو۔ یہ سب احکام وقواعد۔ یَا اَبَتِ۔ اور فَاتَّبِعْنِیْ اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ کفار مکہ کو سنانے سے مستنبط ہوا۔ یَا اَبَتِ سے اچھے اخلاق نرم گفتار کا ثبوت ہے جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ میں بتایا کہ تبلیغ سے پہلے علم ضروری۔ فَاتَّبِعْنِیْ سے اپنے عمل کا اظہار ہے کیونکہ اتباع کا معنی ہے نقش قدم پر چلنا۔ نقش قدم تو تب ہی پڑیں گے جب کہ چلانے والا خود بھی آگے آگے چلتا ہوگا یہ واقعہ بطور دلائل کفار مکہ کو سنایا جا رہا ہے کہ اگر تم قرابت سے نہیں مانتے تو اُن دلائل سے مانو جو تمہارے جدِ اعلیٰ تمہارے بزرگ حضرت ابراہیم نے اپنے چچا آزر کو بتائے سمجھائے۔ تیسرا مسئلہ جاندار کی تصویر فوٹو اور شکل بنانا ہر طرح ہر دور میں ہر شریعت میں حرام رہی خواہ بنانے کا طریقہ اپنے اپنے دور میں کسی بھی طرح بنتا اور بگڑتا رہا۔ خواہ کپڑے کاغذ دیوار پر مصوری کر کے یا کیمرہ۔ وڈیو کے بٹن دبا کر پتھر کو تراش کر یا پتھر پیس کر پوڈر مٹی پلاسٹر بنا کر ڈھال کر یا کچ کر کسی بزرگ کا فوٹو ہو یا عام جانور۔ یا انسان یا بے نام گڑیا گڈا ہو اگر پوجا پاٹ کی نیت سے بنایا یا بیچا تو کفر و شرک ہے اگر اپنے کاروبار یا عیاشی یا تبلیغی بہانے بازی کے بنایا تو فسق ہے۔ اور جس طرح حرام دوائی میں شفا نہیں ہو سکتی اسی طرح حرام ذرائع سے تبلیغ اسلام نہیں ہوتی یہ مسئلہ لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ اور لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ لَا یَمَسُّ میں بتایا گیا کہ فوٹوؤں تصویروں سے کسی قسم کا کوئی ظاہری باطنی دینی دنیوی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا۔ ان کی تراش خراش

marfat.com
Marfat.com

بناوٹ کھنچاوٹ سب حرام اور ان کے ذریعے تبلیغ بھی شیطان کی عبادت ہے دیکھو آزر تین کام کرتا تھا ر بُت بناتے ر پیچھے ر پوجا پاٹ۔ ان تینوں کو لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ میں شامل کیا۔ یہی شیطان جس نے آزر کو خراب کیا۔ آج ہمارے مولویوں پیروں کو خراب کر رہا ہے جھوٹے وسوسوں سے ورغلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مسلمانوں کو اس قیامت کے دور میں بچانے والا ہدایت دینے والا ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ کیوں فرمایا گیا۔ شیطان کی عبادت تو کوئی بھی کافر نہیں کرتا۔ بلکہ ہر شخص شیطان کو برا ہی کہتا ہے جواب۔ شیطان کی طرف عبادت کی نسبت چھ وجہ سے ہے اوّلاً اس لیے کہ ہر زمانے میں ہر شخص مومن و کافر شیطان کو بُرا قابلِ نفرت ہی سمجھتا رہا ہے۔ تو بتوں کی عبادت کو شیطانی عبادت کہہ کر حقیقتِ حال کے ساتھ ساتھ نفرت و عار و شرم دلائی جا رہی کہ شیطان کو برا بھی کہتے سمجھتے ہو اور کام پھر بھی شیطان کی مرضی کے کرتے ہو۔ دوم اس لیے کہ بتوں کی عبادت ابلیس شیطان کی خوشی اور رضا کا باعث ہے وہ یہ ہی چاہتا ہے تو گویا یہ پوجا منہ طرف بُت کے واسطے شیطان کے ہوگئی۔ سوم یہ کہ یہ عبادت پوجا پاٹ تو بتوں کی ہی ہے مگر اطاعت شیطان کی ہے۔ اور جس اطاعت سے شرک ظاہر ہو وہ اطاعت بھی مثلِ شرک ہے۔ اور شرک کسی قسم کا بھی ہو اُس کا دوسرا نام عبادتِ غیر اللہ ہے جو سراسر ہمہ وقت کفر ہے۔ فرمایا یہ گیا کہ یہ اعتقادی شرک بھی ہے نہ کہ فقط عملی۔ خیال رہے کہ کفر شرک اصلاً اعتقاد ہی کا نام ہے اعتقاد کے ساتھ عمل تو فقط اظہارِ کفر و شرک ہے اگر اعتقاد نہ ہو فقط شرکیہ باتیں اور کام ہوں تو وہ کفر شرک نہ بنیں گے۔ یہی فرق ہے زُوم کفر اور التزام کفر میں۔ چہارم یہ کہ بتوں کی عبادت شیطان ہی کے وسوسوں سے ہوتی ہے اس لیے گویا اُسی کی عبادت ہے پنجم یہ کہ عبادت بمعنی اطاعت ہے ششم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آج تک بُت پرستوں میں ایسا گروہ بھی ہوتا رہا ہے جو شیطان کی مورتی کو پوجتے ہیں۔ اور ابلیس کی تخیلاتی بہت ڈراؤنی شکل کا بُت بنا کر اس کی پوجا کرتے ہیں اور اس کو برائیوں کا خالق بدیوں کا دیوتا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر شیطان کی پوجا نہ کی گئی تو وہ زمین پر قہر قحط طوفان اور بیماریوں وباؤں کی شرارتیں پھیلا دے گا۔ بعض کفار کو سورج کے ڈوبتے اور نکلتے وقت سورج کا بُت بنا کر پوجتے دیکھا گیا ہے وہ شیطان

marfat.com
Marfat.com

ہی کو سجدہ کرتے ہیں مسلمانوں کو اسی لیے اُس وقت سجدہ و سجدے والی نماز منع ہے کہ وہ شیطان کے خروج کا وقت ہے۔ دوسرا اعتراض۔ انبیاء کو غیب کا علم نہیں ہوتا دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا اِنِّیْ اَخَافُ۔ مجھے ڈر ہے اندیشہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے باپ کے کفر پر مرنے کا علم نہ تھا۔ اسی لیے آپ نے باپ کو تبلیغ بھی فرمائی۔ اگر کفر پر موت ہونے کا علم و یقین ہوتا تو کیوں تبلیغ فرماتے۔ (وہابی شیعہ مرزائی) جواب اَخَافُ کا معنیٰ ہم نے تفسیر میں ایک قول کے حوالے سے بتا دیا کہ بمعنیٰ اَعْلَمُ ہے یعنی جانتا ہوں۔ جیسا کہ سورۃ کہف میں خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ فَخَشِیْنَا۔ ہم نے جانا۔ اسی طرح یہاں ہے اس قول کی بنا پر اعتراض تو بالکل ختم ہو گیا۔ رہا تبلیغ فرمانا تو اس کے لیے ایمان لانا انبیاء عظام علیہم السلام کی ذمہ داری نہیں کوئی ایمان لائے یا نہ لائے تبلیغ کرتے ہی رہنا ہے۔ اگرچہ کفر پر مرنے والا ہو دیکھو ابھی پچھلی آیت ۳۹ میں فرمایا گیا کہ وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اے نبی محمد مصطفیٰ آپ ان کفار کو یوم حسرۃ سے ڈراتے ہی رہیے۔ آگے ارشاد ہے۔ وَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ حالانکہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تفسیر خازن نے فرمایا کہ یہ تبلیغ تین مقصود سے تھی رِضَا حَقِّ اُلُوْہَۃ و تربیت (پرورش) ادا کرنے کے لیے ۲ اپنی ذمہ داری (ڈیوٹی) پوری کرنے کے لیے ۳ پہلی تبلیغ گھر والوں سے شروع کرنے کے لیے اور آپ کے اس گھر میں ان دنوں صرف آپ کا چچا ہی تھا۔ یا اَبَتِ کہہ کر اظہار شدت محبت و رغبت کیا تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ پھر فرمایا گیا فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا۔ اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ جب تجھ کو عذاب پہنچ جائے تب تو شیطان کا دوست بن جائے۔ فَ تعقیبیہ تو یہی بتا رہی ہے۔ حالانکہ شیطان کی دوستی کی وجہ سے عذاب آتا ہے تو دوستی سبب عذاب ہوئی اور سبب پہلے ہوتا ہے مُسَبَّب بعد میں اس لیے یہاں فَ تعقیبیہ بھی درست نہیں فَ سببیہ بھی درست نہیں کیونکہ فَ سببیہ مسبب سے پہلے ہوتی ہے تو لیّا ہونا سبب ہے نہ کہ مسبب جواب یہاں تو لیّا کا معنیٰ دوست نہیں بلکہ ساتھی ہے۔ اور ساتھی ہونا واقعی بعد میں ہے۔ کیونکہ عذاب کا فیصلہ میدان محشر میں پھر جہنم میں داخلہ اور یہیں سے عذاب شروع اور دھکیلتے ہانکتے شیطان کے ساتھ پہنچا دیا جانا ہوگا۔ اور سب سے سخت عذاب الیم یہیں پر ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر صوفیانہ | یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ

marfat.com
Marfat.com

صِرَاطًا سَوِيًّا ۔ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ۔

ابراہیم قلب نے طبیعتِ نفس سے کہا اے مُرادِ خواہشاتِ دنیوی بے شک خالقِ اسرار جل مجدہ کی بارگاہِ اقدس سے ایک عظیم علم لدنی مجھ کو عطا ہوا ہے جو تجھ کو نہیں ملا بے شک قلبِ مومن فیضِ الٰہی کا محلِ خاص ہے نفسِ امّارہ اپنی کثافتِ ناسوتی کی وجہ سے ان فیوضاتِ انوار کو نہیں پا سکتا نفسِ امّارہ کو ہدایتِ معرفت دینے کے لیے اور نفسِ مطمئنہ بنانے کے لیے متبع قلب بنانا چاہیئے۔ اے نفس اتباع کر قلبِ مسعود کی تا کہ سالکِ راہِ معرفت کو صراطِ سَوِیًّا کی ہدایت مل سکے۔ اے مرادِ خواہشاتِ اصنامِ دنیوی کے پیچھے لگ کر ابلیسِ باطنی کی عبادت نہ کر بے شک ابلیسِ باطن خالقِ اسرار کا مخالف ہے۔ بندے کے لیے سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ پہلے اپنے ساتھی کو دیکھے کہ کیسا ہے کیونکہ ساتھی ہی جنت ہے ساتھی ہی جہنم ہے۔ شداد نمرود آزر فرعون ہامان اور سامری قارون ویزید سب بُرے ساتھیوں کی پیداوار ہے۔ نیک لوگوں سے محبت رکھنے والا اور ہم نشینِ صراطِ سَوِیًّا کی ہدایت پانے میں بدنصیب اور نامراد نہیں ہوتا نہ رہ سکتا ہے۔ خالق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اخلاص میرا بھید ہے اور قلبِ مومن میرا خلیل ہے۔ بھید ایک وسیع سے وسیع تر علم ہے جس کو اپنے محبوبوں کے قلب میں امانت رکھا ہوا ہے قلب چاہتا ہے کہ میں نعمتِ معرفت کی تقسیم کروں مگر نفسِ امّارہ اپنی دنائت وخباثت کی وجہ سے اس نعمتِ عظمیٰ کا طالب نہیں بنتا نہ پسند کرتا ہے مگر قلب بار بار پکارتا ہے عذابِ اخروی سے ڈراتا ہے کہ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا عوام کے نزدیک عذابِ جسمانی سخت تر اذیت ہے مگر خواص کے نزدیک عذابِ روحانی شدید تر ہے عوام کے نزدیک جنت سے محرومی عذابِ عظیم ہے مگر خواص کے نزدیک قربِ بارگاہ سے محرومی عذابِ الیم ہے اسی لیے قلبِ منوّر التجا کرتا ہے کہ اے قلبِ جسمانیہ میں خواہشات کے مرادی مجھ کو تیرے متعلق اندیشہ وفکر ہے کہ تجھ کو قربِ جمال سے دُور کر دیا جائے اور اسرارِ باطنی کے انعام فرمانے والے رب تعالیٰ رحمٰن ورحیم کی طرف عذابِ فراق پہنچے تب پھر تجھ کو بلانے بچانے منزلِ سلوک تک پہنچانے والا کوئی نہ ہوگا اور تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تعمیرِ مذلت میں ابلیسِ باطنی کا ساتھی بنا دیا جائے گا۔ اندر کا آزر مغرور ویا کار ہے خناس نمرود کی خوشی اور دکھلاوے کے لیے قلبِ مزکی کا دشمن بن جاتا ہے قلبِ مخلص کی نصیحتوں کو چھوڑ کر اس کو اپنا

marfat.com
Marfat.com

بدخواہ سمجھتا ہے باطل کی یہی بدنیتیاں شروع سے چلی آرہی ہیں۔ مخلص وریاکار میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مخلص کے لیے لوگوں کی تعریف اور برائی یکساں ہے مخلص نیکی کرکے اُسے بھول جاتا ہے راہِ معرفت کے مخلصین کو آخرت میں اعمالِ صالحہ کے ثواب کی بھی خواہش نہیں ہوتی اخلاص کی تین قسمیں ہیں ۱ خلوصِ قلب ۲ خلوصِ عقل ۳ خلوصِ فکر خلوصِ قلبی خاص الخاص کا عقلی خواص کا اور خلوصِ فکری عوام کا۔ خلوصِ قلب یہ ہے کہ حالات مخالف ہزارہا بیماریاں دشواریاں ہوں مگر بندہ نام ونمود کے بغیر دروازۂ عبادت سے نہ ہٹے۔ نفس ونفسانیت کو بیغاماتِ الٰہی سنجاتا عذاب سے ڈراتا ہے علماء کی تبلیغ لسان صدق وعلم سے ہے صوفیا کی تبلیغ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ سے ہے اپنے اندر کے آزر بت تراش پر کڑی نظر رکھنا ہے۔ نیکیوں کو بھولنا گناہوں کو یاد رکھنا ہے حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر غور وفکر اور ورد میں رکھنا چاہیئے

اے کریم از ما جفا از تو وفا ۔ اے رحیم از ما خطا از تو عطا

خلوصِ عقل یہ ہے کہ بدعتوں سے بچائے سب سے بڑی بدعت گستاخی ہے جو شیطانِ رجیم سے سرزد ہوتی چلی آرہی ہے خلوصِ فکری یہ ہے کہ بندہ کبھی بھی اپنے آپ کو مخلص ہی نہ سمجھے جب انسان اپنے خلوص کو دیکھنے لگتا ہے تو اخلاص میں خلا پیدا ہو جاتا ہے اس عادت بد سے وہ بندہ مخلص نہیں رہتا بلکہ ریاکاری کا متکلص بن جاتا ہے۔ سچا خلوص یہی ہے کہ یار کے لیے اغیار سے ہجرت کر جائے۔ اغیارِ باطل ہی چاہتے ہیں۔ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ابراہیم قلب کی ان صداؤں کو آزر نفس نہیں سمجھتا اور خلوصِ قلب کو حقارتِ طبعی سے حکم دیتا ہے اے ناصح قلب تو میری خواہشات ناسوتیہ سے نفرت کرتا ہے۔ نفسِ امارہ کو شیطنِ ابلیس نے راہِ گمراہی اور دینِ باطل پر چلایا۔ اور اُس کے بداعمال بُری خواہشات کو اُس کی کور چشمی میں مزین کیا اور صوفیا کے مقابل قلندری فرقہ بنایا ہر بُرے کام کو خوش دلی کا نام دیا بُری محفلوں برے ہم نشینوں کو اچھا سمجھا ترکِ ناپسندیدہ عادات کو اختیار کیا اور اس بدی کو ملامتِ غیر کا نام دے کر قتلِ نفس ٹھہرایا پھر اس کو بُرا اور بروں کو اچھا سمجھا خواہشاتِ دنیوی کے تنوں کی خانہ سازی کی اور اس ابدی زندگی حیات سے بچانے والے ناصحین کو دور بٹھایا اگر تو اپنی نصیحتوں سے باز نہ آیا تو بد عملیوں حرام خوریوں کے پتھروں سے تجھ کو مردہ وفگار کردوں گا اور قالبِ انسانی میں قلب کی موت سارے جسم کی ہلاکت ہے۔ اس دنیائے دوں میں ہر ایک کو فنا ہے ۔ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہی فنا ہونے والی ہے دور ہٹ جا میری راہِ سلامت سے اور بے توجہ ہو جا مجھ سے ہمیشہ کے لیے اور

marfat.com
Marfat.com

ترکِ وراثتِ اعمال سے ہجرت کرلے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ نفسِ امّارہ قابض ہونا چاہتا ہے میراثِ جسمانی پر پندرہ قوتوں کا نام میراثِ جسمانی ہے۔ ۱ قوتِ ماسکہ ۲ قوتِ حاسّہ ۳ قوتِ لامسہ ۴ قوتِ ذائقہ ۵ قوتِ شامّہ ۶ قوتِ باصرہ ۷ قوتِ سامعہ ۸ قوتِ نفسانی ۹ قوتِ ادراک ۱۰ قوتِ فہم ۱۱ قوتِ تخیل ۱۲ قوتِ حفظ ۱۳ قوتِ عقلیہ ۱۴ قوتِ قلبیہ ۱۵ قوتِ قدسیہ یہ قوتیں چل ہیں ان کی زمین جسم ہے انسانی انکا بیج روحِ انسانی ہے مگر مرشدِ کامل نفس و نفسیات سے قلب کو دور کر دیتا ہے لیکن ہجرتِ ابدی نہیں کرتے دیتا۔ کیونکہ قلب کی ہجرت قالب کی ویرانی ہے۔ قالب وہی مبارک ہے جہاں قلب کی حکمرانی ہو۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

بولے ابراہیم آخری سلام ہے تجھ پر عنقریب میں تو تیرے لیے بخشش ہی مانگ سکتا ہوں اپنے رب سے بیشک وہ

کہا بس تجھے سلام ہے قریب ہے کہ میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک وہ

بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

رب ہے مجھ پر بہت محبت فرمانیوالا اور علیحدہ ہو رہا ہوں میں تم سب لوگوں اور ان سب چیزوں سے جنکو تم پوجتے ہو

مجھ پر مہربان ہے۔ اور میں ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو اللہ کے سوا

اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ

اللہ کے مقابل اور میں تو اپنے رب کو ہی پوجتا رہوں گا یقین کے قریب ہوں کہ

پوجتے ہو۔ اور اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی

رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

نہیں ہوں گا میں کبھی بھی اپنے رب کی عبادت کی وجہ سے بدبخت پھر جب دور چلے گئے وہ ان لوگوں اور انکے

بندگی سے بدبخت نہ ہوں۔ پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے

marfat.com
Marfat.com

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ

بتوں سے جن کو پوجتے تھے تو ہم نے عطا فرمایا ان کو اسحٰق پھر یعقوب
کنارہ کر گیا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے

وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا

اور ان سب کو بنا لیا تھا ہم نے بہت فرمانبر، اور ہبہ کر دیں ہم نے ان کو اپنی کچھ رحمتیں
اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

اور جاری کر دیا ہم نے اُن کے لیے تا قیامت بھلائی کا اعلیٰ تذکرہ
اور اُن کے لیے سچی بلند ناموری رکھی۔

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام کے پرورش کرنے والے چچا کی گفتگو اور جھڑک اور گستاخی کرنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں حضرت ابراہیم کا تحمل آمیز با اخلاق جواب کا ذکر فرمایا جا رہا ہے دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں بت پرست باپ یعنی مزلی کا تعلق بتوں اور شیطان سے بیان کیا گیا۔ اب ان آیت میں اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا فرما کر ابراہیم علیہ السلام کا تعلق رب تعالیٰ سے بیان فرمایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم کے حقیقی چچا اور مزلی کے چھوٹ جانے کا ذکر ہوا کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو نکال دیا اور ہر قسم کے تعلق و رشتہ داری سے منہ موڑ لیا جس کا فطری طور پر حضرت خلیل اللہ کو غم ہوا۔ اب ان آیت میں ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے پوتے ملنے اور عطا فرمانے کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان اصل کے رشتوں کے ٹوٹنے چھوٹنے کے غم و افسوس کو مٹانے کے لیے ہم نے اپنے خلیل کو ایسی نسل کے رشتے [illegible] دنیا پر چھا جانے

marfat.com
Marfat.com

والے ہوئے۔

تفسیر نحوی

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۔

قَالَ فعل ماضی اس میں ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع ہے اِبْرٰھِیْم جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اگلی تمام عبارت شَقِیًّا تک مختلف ترتیب وار اس کے مقولے ہیں۔ سَلَامٌ۔ مبتدا اسم نکرہ ہے دراصل تھا سلامی یعنی میرا سلام یا میری طرف سے سلام۔ ی ضمیر متکلم مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا اس کے بدلے میں تنوین لگا دی گئی اس کو تنوین عوض کہتے ہیں عَلَیْکَ جارّہ فوقیت کاف ضمیر حاضر کا مرجع اَبْ یہ جار مجرور متعلق ہے ثابت یا وارد پوشیدہ اسم فاعل واحد مذکر کا۔ ثابتاً اپنے پوشیدہ ھُوَ ضمیر فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں ملکر پھر جملہ اسمیہ ہو کر مقولۂ اول۔ سَ حرف تقریبی اسکو حرف تنفیسی، تسویفی بھی کہتے ہیں یہ صرف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور فعل کا حزن جاتا ہے اس لیے اس کو حرف تنفیس کہتے۔ یہ حرف مضارع کو زمانۂ حال کی تنگی سے نکال کر زمانۂ مستقبل کی وسعت میں لے جاتا ہے اس لیے اس کو حرف توسیع کہتے ہیں اور مستقبل میں یقینی قرب پیدا کرتا ہے اس لیے اس کو حرف تقریب کہتے ہیں بعض نحویوں نے اس کو استقبال استمراری کا بھی لقب دیا ہے جس کا معنی آئندہ بار بار ہونا اس قول سے یہاں ترجمہ ہوگا۔ عنقریب میں تیرے لیے بخشش مانگتا رہوں گا اَسْتَغْفِرُ۔ باب استفعال کا مضارع معروف واحد متکلم۔ سین نے مستقبل بنایا ہے غَفْرٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِسْتِغْفَارٌ۔ لَکَ جار مجرور بمعنی تیرے لیے مراد ہے اَبْتِ۔ رَبِّ۔ مضاف ہے ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ یہاں مِنْ جارّہ پوشیدہ ہے اصل میں تھا۔ مِنْ رَبِّیْ (اپنے رب سے) اور بقاعدۂ نحویہ جب حرف جر پوشیدہ ہو تو مجرور مفعول بہ ہوتا ہے۔ اِنَّ حرف مشبّہ ۂ ضمیر واحد مذکر اس کا اسم کَانَ فعل ناقصہ ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا اسم۔ بِ حرف جر بمعنی علی ی ضمیر مجرور متعلق مقدم ہے حَفِیًّا اسم صفت مشبہ کا۔ بروزن وَلِیًّا۔ فَعِیْلًا۔ باب سَمِعَ سے ہے حَفِیٌّ سے مشتق ہے۔ پانچ معنی میں مشترک ہے ۱ تلاش کرنا ۲ باخبر ہونا ۳ کرید کرنا ۴ بحث کرنا ۵ مہربان ہونا یہاں آخری معنی میں ہے ترجمہ ہے مجھ پر بہت ہی مہربانی فرمانے والا ہے۔ حَفِیًّا اپنے متعلق سے مل کر جملہ ہو کر خبر ہے کَانَ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی یہ اپنے اسم و خبر سے مل کر حال سببیہ ہوا رَبِّیْ کا وہ فی الحال سے مل کر مفعول بہ ہوا اَسْتَغْفِرُ

marfat.com
Marfat.com

کا جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ واؤ عاطفہ اَعْتَزِلُ۔ باب افتعال کا مضارع واحد متکلم مستقبل اسی سین تقریبی کی وجہ سے عزل سے بنا ہے مصدر ہے اعتزال بمعنی علیحدہ ہونا چھوڑنا اسی معنی میں ہے نوکری سے معزول ہونا۔ ابلیس کو عزازیل اور گمراہوں کو معتزلی اسی لغوی معنی میں کہتے ہیں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَا اسم موصول مراد بُت ہیں تَدْعُوْنَ باب نصر کا مضارع جمع مذکر حاضر۔ دُعْوٌ سے بنا ہے بمعنی پکارنا۔ پوجنا معبود سمجھنا دعا مانگنا کُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے اَبت اور اَبَت کی پوری کافر قوم۔ مِنْ جارّہ زائدہ دُوْنِ اسم مفرد نکرہ معرب مضاف ہے اللہ۔ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے تَدْعُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، مَا موصولہ اپنے صلے سے مل کر معطوف ہے کُمْ پر۔ دونوں مل کر مفعول بہ ہے اَعْتَزِلُ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ۔ اَدْعُوْا باب نصر کا مضارع واحد متکلم آتا پوشیدہ ضمیر کا مرجع ابراہیم ہے یہ تمام فعل عطف کی وجہ سے سین کے تحت ہو کر بمعنی مستقبل ہیں۔ دُعْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے میں عبادت کرتا ہوں گا رَبِّیْ۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا تینوں، معطوف عَسَآ اَسْتَغْفِرَ لَكُمْ اَعْتَزِلُكُمْ اَدْعُوْا مل کر مقولۂ دوم ہوا۔ عَسٰی فعل ماضی مقاربہ بمعنی مستقبل متصرف ہے یعنی اس کی ماضی کے پورے چودہ صیغے گردان ہوتی ہے۔ بعض نے اس کو جامد کہا ہے۔ وہ اس معنی میں کہ اس کے دوسرے مشتقات نہیں ہوتے مضارع امر وغیرہ نہ یہ کسی مصدر یا مادے سے بنتا ہے یہ فعل امید اور کبھی اندیشے کا قرب بیان کرتا ہے اس بنا پر بعض نے اس کو حرف قرار دیا ہے یعنی یہ فعل بمعنی حرف ہے کبھی آیا۔ واہ واکے معنی میں کبھی ہائے ہائے کے معنی میں یہ جب خبر کے لیے ہو تو صیغہ واحد ہوتا ہے جب استفہام یعنی سوال کے لیے ہو تو۔ جمع یا تثنیہ کا صیغہ آتا ہے مثلاً عَسَیْتُمْ۔ عَسَیْتُمَا۔ عَسَیْتُنَّ اکثر امور واجبی اور ضروری کے لیے آتا ہے۔ کبھی ایسے کام کے لیے بھی آجاتا ہے جو نہ ہوئے ہوں صرف امید دلائی جائے۔ حضرت مکلیم الامت بدایونی فرماتے تھے کہ باری تعالیٰ کے کلام میں فعل عسیٰ قرب یقینی کا معنی دیتا ہے اور انسان کے کلام میں فقط قرب امید کے لیے۔ یہ فعل اَفعَالِ نامہ کی طرح صرف فاعل پر عمل کرتے ہوئے مابعد اسم کو رفع دیتا ہے اس کا فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ۔ کبھی ضمیر بارز جیسے عَسَاہُ کبھی جملہ فعلیہ جیسے یہاں آیت کبھی جملہ اسمیہ ہوتا ہے جیسے عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ کبھی اس سے پہلے سوال تاکیدی

marfat.com
Marfat.com

پیدا کرتے کے لیے حُل لگا دیتے ہیں جیسے حَلَ عَنِّیْ۔ اَنْ ناصبہ۔ لَا اَکُوْنَ۔ فعل مضارع ناقص واحد متکلم اَنَا پر شیدہ ضمیر اس کا اسم ہے۔ بِ جارّہ۔ دُعَاءِ اسم مضاف بمعنی عبادت۔ فریاد۔ التجا پکارنا پہلے معنی مناسب ہیں۔ رَبِّیْ یہ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے دعاء کا وہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے شَقِیًّا۔ اسم صفت مشبّہ کا۔ بروزن فعیل شَقْوٌ سے مشتق ہے بمعنی بدنصیب۔ نامراد نامقبول منحوس اسی سے ہے شقاوت بمعنی بدبختی۔ اس کی جمع مکسّر ہے اَشْقِیَاءُ۔ یہ اپنے متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لَا اَکُوْنَ کی۔ وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر فاعل ہوا عسیٰ کا وہ جملہ فعلیہ مقارہ بہ ہو کر مقولۂ سوم ہوا۔ قال اپنے تینوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا۔ ف۔ تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ لَمَّا۔ اسم شرطیہ ظرفیہ ترجمہ ہے پھر جب اِعْتَزَلَ بابِ افتعال کا ماضی مطلق ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جمع منصوب متصل مفعول بہ ہے اور معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ ما اسم موصول یَعْبُدُوْنَ بابِ نصر کا فعل مضارع جمع غائب مِنْ حرفِ جر زائدہ۔ دُوْنِ اللّٰہِ مرکبِ اضافی مجرور متعلق ہے یَعْبُدُوْنَ کا یہ فعل فاعل متعلق جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر معطوف ہوا ھُمْ ضمیر کا۔ اِعْتَزَلَ فعل فاعل مفعول یہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ وَهَبْنَا۔ بابِ فتح وَھْبٌ سے مشتق ہے بمعنی بہت دینا بلا عوض دینا ہبہ اور تحفہ دینا مانی مطلق جمع متکلم۔ مراد واحد متکلم ہے مرجع اللہ تعالیٰ صرف فصاحتِ کلام کے لیے جمع متکلم بولا جاتا ہے دوسرے۔ جمع کے صیغے واحد کے لیے بولنے فصاحت کے خلاف ہے انسانوں وغیرہ کے لیے ادب کے طور پر جائز ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے جمع حاضر یا غائب بولنا۔ ناجائز مشابہ شرک ہے توحید کے خلاف ہے۔ اکثر وہابی اور دیوبندی اس شرک میں مبتلا ہیں۔ لَہٗ۔ جار مجرور متعلق ہے اِسْحٰقَ اسم غیر منصرف عجمی علم ہے واؤ عاطفہ یَعْقُوْبَ اسم غیر منصرف عجمی علم ہے یہ دونوں عبرانی زبان کے لفظ ہیں اب عربی میں استعمال ہیں اس لیے عجمی ہو گئے۔ اسم مبارک ہیں دو نبیوں کے یہ عطف مفعول یہ ہے وَھَبْنَا کا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا ہوئی۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سرجملہ بمعنی ثُمَّ کُلًّا۔ اسم کلیہ مفعول یہ مقدم ہے۔ یہ لفظاً واحد ہوتا ہے معناً جمع ہر مذکر و مؤنث کے لیے مستعمل ہے اس کا مؤنث کُلَّتٌ شاذ ہے [illegible] ترجمہ ہے ہر ایک مثلاً

marfat.com
Marfat.com

کُلُّ شَیْءٍ ہر ایک چیز۔ اگر اس کے بعد مفرد لفظی معرفہ ہو تو ترجمہ ہے سب مثلاً کُلُّ الْقَوْمِ۔ اگر اس کے بعد فردِ واحد معرفہ ہو تو ترجمہ ہے پورا یہاں کُلًّا افرادی ہے یعنی ہر ایک کو مراد ۱ ابراہیم ر ۲ اسحاق ر ۳ یعقوب ہیں علیہم السّلام۔ جَعَلْنَا۔ فعل ماضی با فاعل نَبِیًّا اسم مفرد نکرہ مفعول یہ دوم ہے اس پر تنوین تعظیمی ہے سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واو سر جملہ (ابتدائیہ) وَھَبْنَا فعل ماضی با فاعل لَھُمْ جار مجرور متعلق اوّل مِنْ رَّحْمَتِنَا۔ یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق دوم یہاں ہم ضمیر کا مرجع تین شخصیات ہیں ۱ ابراہیم ر ۲ اسحاق ر ۳ یعقوب یہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ واؤ سر جملہ۔ جعلنا فعل با فاعل لَھُمْ۔ لام متعدی کا ھُمْ ضمیر کا مرجع تین انبیاء علیہم السّلام ہر جار مجرور متعلق ہے۔ لِسَانَ اسم مفرد جامد بمعنی جسمانی زبان مراد ہے گفتگو کلام مضاف ہے یہ لفظ مذکر مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے اس کی مذکر اَلسِّنُّ اور لِسْنٌ ہے جمع مؤنث اَلْسِنَۃٌ ہے یہ چھ معنی میں استعمال ہوتا ہے ۱ جسمانی زبان (گوشت کا ٹکڑا) ۲ لغت گویائی ۳ تذکرہ جو چرچا اور ذکر یہاں یہی مراد ہے ۴ اپنی اپنی بولی (لغت) ۵ لہجہ ۶ وعدہ۔ مثلاً کسی کو زبان دینا۔ صِدْقٍ اسم مفرد جامد حاصل مصدر یعنی سچائی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ عَلِیًّا۔ اسم صفت مشبہ مبالغہ عُلُوٌّ سے مشتق ہے بروزن فعیل بمعنی بہت ہی بلند اعلیٰ۔ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول یہ ہے۔ جَعَلْنَا لَھُمْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ۝

فرمایا ابراہیم نے اچھا اے چچا اگر تم میری اتنی مہربان مفید اور دائمی کامیابی والی بات کو بھی مانتے پر تیار نہیں تو تم کو دور سے ہی سلام ہے میں عنقریب اپنے رب تعالیٰ سے تمہارے لیے سابقہ گناہوں اور کفریات و شرکیات کی بخشش مانگوں گا (کفار کے لیے یہی استغفار ہوتی ہے) اگر میری تمہارے لیے یہ سفارشانہ آرزو بارگاہِ الٰہیہ میں منظور ہو گئی تو تم کو ہدایت خیر بھی مل جائے گی اور جو کام میری اتنی لمبی چوڑی تقریری نصیحت فصیحانہ مؤثرانہ اندازِ التجا کی باتیں نہ کر سکیں وہ میرے رحیم کریم رب کی توفیق کر دے گی۔ میں اور میری گفتگو تم کو ہدایت نہ دے سکی لیکن میرا اللہ جَلَّ مَجْدُہٗ قادر و قیوم ہے جس کو پسند فرماتا ہے ہدایتِ ایمان عطا فرما دیتا ہے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور قرابت داری کی محبت کرتا رہوں گا میری طرف سے تم کو سلامتی ہی ملے گی میں کسی حال میں تم کو دکھ تکلیف نہ پہنچاؤں گا۔ میرا رب مجھ سے بہت

marfat.com
Marfat.com

ہی محبت فرمانے والا ہے۔ میری محبت تم سے بوجہ قرابت داری ہے اور میرے رب تعالیٰ کی محبت مجھ سے بوجہ بندگی ہے۔ یہی بات میں تم کو سمجھانا چاہ رہا تھا کہ مولیٰ تعالیٰ کی محبت کا فقط یہی راستہ ہے جو میں نے اپنایا ہے اُس کی محبت ہر وہ شخص درجہ بدرجہ لے سکتا ہے جو اُس کی سچی خالص عبادت کرے۔ شریعت میں سلام نو قسم کا ہے ۱ سلام دعا ۲ سلام تعظیم ۳ سلام تحیۃ ۴ سلام اذن ۵ سلام خبوت ۶ سلام علامت ۷ سلام وداع ۸ سلام نفرت جیسے آیت میں ہے وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۹ مشارکہ یہاں یہی سلام مراد ہے یعنی الوداعی اور چھوڑنے کے وقت بیزار ہو کر سلام کرنا۔ اے چچا تم کو تو مجھ سے نفرت ہے ہی مگر اب میں بھی تم سے اور تمہاری قوم اور تمہارے تمام چھوٹے بڑے جھوٹے معبودوں بناوٹی خود تراشے خداؤں سے بیزاری و نفرت کرتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور جا رہا ہوں اور کہیں بہت ہی پاکیزہ ستھرے مقام مقدس علاقہ میں نہایت خوشی و اطمینان سے خشوع و خضوع اور پیار و دلجمعی کے ساتھ اپنے رَبِّ الْعٰلَمِیْن کی ایسی شاندار دعاؤں التجاؤں والی عبادت کروں گا کہ یقیناً بہت جلدی ایسا ہو گا کہ میں پھر کبھی کسی بھی کام و تبلیغ و ہدایت دینے میں ناکام نہ رہوں گا۔ اور اُس عبادتِ حنیفہ کے طفیل تمام نحوستیں بے برکتی۔ کسلتیں غفلتیں سب دور ہو جائے گی۔ اور وہ دولتیں عزتیں حکومتیں ملینگی کہ تم اور تمہاری قیادت کی قوم حیران رہ جائے گی آج تو تم نے اپنے اس گھر وطن اور دولت ساز و سامان پر غرور کر کے مجھ کو مارنے مرنے اور نکل جانے کی دھمکی دے ہی دی ہے مگر میری طرف سے تمہارے لیے ہمیشہ سلامتی ہو گی نہ بات سے ایذا دوں گا نہ ہاتھ سے نہ کسی کام سے حضرت ابراہیم کی یہ ہجرت اور ترکِ وطن جدِّ امی میراث اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑ جانے کا یہ واقعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تا قیامت سفر کے ستائے وطن سے نکالے بھگائے ہوئے مہاجرین مسلمانوں کو تسلی دینے کے لیے سنائے جا رہے ہیں کہ اے ایمان والو اس ظلم و تشدد اور ہجرت سے گھبرا مت تمہارے جدِّ اعلیٰ پر بھی یہ غریب الوطنی کا زمانہ گزرا ہے۔ اور جس طرح اُن کی شان و عزت و دولت کم نہ ہوئی تھی بلکہ ہماری رحمتیں برکتیں انعامات اور زیادہ ہوتے رہے اسی طرح تم دیکھنا تمہاری بھی کتنی شانیں بڑھتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ گفتگو اپنے چچا آزر بت تراش کے گھر میں ہوئی ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرت ابراہیم کا ہی جدی اور والد تارخ کا گھر تھا۔ ابراہیم کریہ علم بھی تصلگ چچا پروش کی آڑ میں [illegible] وجہ سے قلیق ہو گیا تھا اب اس وقت

marfat.com
Marfat.com

چچا نے ابراہیم علیہ السلام کو نکل جانے کی دھمکی دی مگر ابراہیم علیہ السلام نے جاتے ہوئے بھی اس سے نہ فرمایا کہ یہ گھر تو میرا موروثی ہے تم نکلو تو وجہ سے پہلی یہ کہ اگر میں نے چچا سے نکلنے اور اپنا بت سازی کا سارا سامان اٹھانے کا کہا تو میری سب سچی ایمانی تبلیغ پر پانی پھر جائے گا اور بات یہ بن جائے گی کہ سب تبلیغ وغیرہ محض چچا کو نکالنے کی ایک چال اور سازش تھی پھر کوئی بھی آئندہ آپ کی تبلیغ کا اثر قبول نہ کرتا بلکہ یہی ہر طرف سے جواباً واجباً کہا جاتا کہ اسی تبلیغ کے بہانے پہلے چچا کو نکالا گھر سے اب ہم کو نکالنا چاہتا ہے ملک سے اور خود حکومت پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ دوم یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ دیکھو بہت بداخلاق احسان فراموش ہے بوڑھے چچا مربی کو نکال دیا۔ اس لیے آپ نے اپنی کسی چیز کی پرواہ نہ کی اور اپنے گھر بلکہ اپنے اس شہر گلدانیہ سے نکل کر شام کے ایک شہر بروشلم بیت المقدس جہاں مسجد اقصا بنائی گئی ہجرت کر گئے یہ گلدانیہ آپ کا آبائی وطن مضافاتِ بابل کا ایک قصبہ تھا علاقہ عراق کا ہے۔ شام فلسطین کے قریب گلدانیہ سے جانب جنوب پہلے آپ ایک گاؤں حارن میں کچھ عرصہ مقیم رہے یہیں پر آپ نے پہلی شادی حضرت سارہ سے کی فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ پھر جب ہمارا خلیل اپنا سب کچھ چھوڑ کر دور علیحدہ چلا گیا اُن تمام بت سازوں بت پرستوں سے اور اُن کے اُن باطل جھوٹے معبودوں دیوی دیوتاؤں سے متنفر بیزار ہو کر جن کو وہ اللہ کے مقابل پوجتے تھے۔ تو ہم نے بھی اُس کو کسی وقت کسی جگہ کوئی تکلیف نہ ہونے دی اُس کی جان شان عزت آبرو کی پوری پوری حفاظت فرمائی اور جو کچھ اُس نے ہماری خاطر چھوڑا تھا اُس کے بدلے میں ہم نے بھی اُس کو اسحاق جیسا بے مثل فرزند اور یعقوب جیسا پوتا فرزند بخش دیا عطا فرما دیا۔ اور ایسی شان و مرتبے والے کہ اُن سب کو ہم نے اپنا نبی بنایا ہوا تھا اس طرح کہ ابراہیم خلیل سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب ہی ازلی تقدیر میں اولوالعزم انبیاء کرام بنا دئے گئے تھے بلکہ بعد کے تمام انبیاء و مرسل تو بنی اسرائیل میں ہی بھیجے گئے اور یہاں تک ابراہیم پر کرم ہوا کہ آخری مرسل انبیاء و رسل کا سراج منیر چمکتا سورج اِن کے ہی فرزند اسماعیل کی نسل میں مبعوث فرما دیا۔ اور اس کے علاوہ بھی اِن سب پر ہم نے اپنی بے شمار خاص رحمتیں حصہ فرمائیں اور ان نبیوں کے لیے تا ابد ہم نے کائناتِ ارض

marfat.com
Marfat.com

وسماوی میں ہر زبان پر سچائی کا چرچہ جاری فرما دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کو اپنی زندگی میں پا لیا تھا بلکہ پرورش بھی پوتے کی خود ہی فرمائی یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر نہ فرمایا اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ آپ کی فضیلتِ شان ظاہر کرنے کے لیے آپ کا ذکر علیحدہ فرمایا گیا دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ انعام اس ہجرت کے بدلے میں تھا اور اس ہجرت میں حضرت سارہ سے نکاح ہوا۔ اور سارہ سے اسحاق اور اسحاق سے یعقوب پیدا ہوئے۔ اگرچہ اسماعیل کے بعد ہوئے مگر ہوئے سارہ کے ذریعے حضرت ہاجرہ بھی اگرچہ اسی ہجرت میں اگلے سفر میں ملیں مگر وہ سارہ کو ملیں نہ کہ ابراہیم کو ابراہیم سے نکاح تو بہت عرصہ بعد ہوا واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت یعقوب کی ولادت کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو پچھتر سال تھی۔ آپ کا زمانہ پاک آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال اور نوح علیہ السلام سے ایک ہزار سال بعد تھا۔ رَحْمَتِنَا سے مراد حلال طیب پاکیزہ مال دولت اولاد پاکیزہ اولاد نسل نبوت ہے۔ لِسَانَ صِدْقٍ سے مراد ہر کافر مومن کے دل میں تا قیامت آپ کی عقیدت اور زبان پر تعریف۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس ہجرت میں سات چیزوں سے علیحدگی اور اعتزال فرمایا ۱ اپنے سگے مربی چچا سے ۲ اپنی قوم سے ۳ اپنے وطن سے ۴ بلکہ پورے ملک سے ۵ قوم کے باطل مذہب اور بتوں سے ۶ ان کی باطل کفریہ عبادت سے ۷ اپنی پوری آباؤ اجداد کی میراث سے۔ اس کے انعام میں رب تعالیٰ نے خلیل علیہ السلام کو سات عظیم ابدی نعمتوں سے نوازا ۱ خلیل بنایا ۲ امام بنایا ۳ اصل چھوڑنے کے بدلے عظیم نسل دی یعنی اولاد عیسیٰ علیہ السلام تک بنی اسرائیل اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تا قیامت سادات اسماعیل آپ ہی کی نسل اولاد میں ۴ دولت دی ۵ تا قیامت عزت اور اچھی شہرت عطا فرمائی ۶ اولاد میں نبوت قائم فرمائی کہ چھ انبیا علیہم السلام کے علاوہ باقی تمام انبیا علیہم السلام آپ کی نسل میں آئے باقی دنیا کی اس وقت آباد و موجود قومیں۔ فیصل۔ فرعونی۔ حامی۔ یافثی۔ سامیانی۔ آریائی اور آذری وغیرہ نبوت سے بالکل خالی رہیں ۷ وطن چھوڑنے کے بدلے ملکِ آسمانی کی سیر کرائی۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات

یہ بات ابتدائے تاریخ سے چلی آ رہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کائنات میں عزت و شہرت

marfat.com
Marfat.com

عطا فرماتا ہے تو ابلیس اپنی حسد و غضب میں جل مرتا ہے اور اس شخصیت مبارکہ کے خلاف طرح طرح کے ہتھکنڈے اور منصوبے بنا کر اپنی ذریت خبیثہ کے ذریعہ صرف اس غرض سے پھیلاتا ہے تاکہ حقیقت واقعی کو شکوک و شبہات سے مسخ کر دیا جائے مگر یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ کے فرمان الٰہیہ کے مطابق خناس و شیاطین کے تمام منصوبے تحریر و تار بجلیں تفسیر بس باطل ہو جاتی ہیں اور حق ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ یہی کچھ معاملہ تارخ ابراہیمی کے ساتھ کیا گیا چونکہ رب تعالیٰ جل مجدہٗ نے تا قیامت لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا کا انعام جلت عطا فرما دیا تھا۔ پہلا شیطان کو یہ کب برداشت تھا۔ اس نے اپنی انسانی ذریت کے قلم سے ہی ایسی ایسی چالیں چلوائیں کہ دل دنگ عقل حیران فکر پریشان ہو گئی۔ کبھی آپ کے خاندان میں کبھی آپ کے وجود حقیقت میں کبھی آپ کی زندگی میں کبھی آپ کے نام میں کبھی کام میں کبھی دین و مذہب میں کبھی وطنی نسبت میں کبھی آپ کے والدین کریمین طیبین ساجدین طاہرین کے ایمان میں۔ اور پھر یہ سب چالیں مخالف اغیار اور دشمن بن کر نہیں بلکہ عقیدت محبت و الفت کے منافقانہ لباس پہن کر۔ اور یہ بہروپیانہ چالیں حضرت ابراہیم اور ان کے والدین تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ آپ کی نسل پاک اسماعیل و اسحاق کی شخصیات کی عظمت و شان میں بھی محض آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تعصب حسد اور جلن کی وجہ سے کئی قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی ناپاک جسارت کی یہ سب خرافات اگر یہود و نصاریٰ ہندوؤں مجوسیوں صابئیوں کی اسرائیلیات۔ تالمود۔ اناجیل باطلہ تک ہی محصور رہتیں تو بھی ہم کو تردید میں اپنا استدلالی قلم استحقاق اٹھانے کی ضرورت نہ تھی غم تو اس بات کا ہے کہ خود بعض مسلمان مؤرخ و مفسر تاریخ و تفسیر کے بہانے ان اقوال باطلہ میں شامل و ملوث ہو گئے۔ جن میں پیش و پیش دیوبندی وہابی فرقے کے مؤرخ و مفسر ہیں بلکہ یہ فرقہ تو تقریباً ہر مذہبی دینی عقیدے میں اسرائیلیات سے اتنا متاثر ہے کہ معلوم ہوتا ہے یہودیت عیسائیت ہی کا دوسرا نام وہابیت ہے۔ خرافات تو بہت سی قسم کی ہیں مگر سب سے زیادہ سخت جو ایمان بگاڑنے والی ہیں وہ تین ہیں۔ پہلی حضرات والدین کا ایمان دوسری حضرت سارہ و حضرت ہاجرہ کا خاندانی مرتبہ تیسرا حضرت اسماعیل کے ذبیح اللہ ہونے کی عظمت و شان۔ یہ کرم ہے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کا کہ انہوں نے خاندان ابراہیمی کی صحیح حقیقت بیان فرما کر صرف یہودیت۔ عیسائیت کا ہی نہیں وہابیت کا بھی منہ توڑ دیا ورنہ بے چاروں نے تو قلم رگڑ رگڑ کر کتابیں لکھ لکھ کر قلمیں کما

marfat.com
Marfat.com

کھا کر ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا ہے کہ معاذ اللہ ابراہیم علیہ السلام کے والدین کریمین کافر و مشرک تھے۔ اور یہ باطلانہ عقیدہ اسلامی فرقوں میں صرف دیوبندی وہابی ٹولے نے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور گستاخی میں بنایا کہ آقائے کائنات حضور اقدس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین سیدنا عبد اللہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما معاذ اللہ کافر و مشرک تھے۔ حالانکہ ان دونوں کے تو نام ہی بتا رہے ہیں کہ مومن تھے اور ہیں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی محض اس جملہ میں ہے کہ میرے آقا غیب دان عالمین نے نجدیوں کی برائی فرمائی اور ان کو شیخ نجدی کا ٹولہ اور قرن الشیطان فرمایا۔ اپنے اس باطل عقیدے پر کوئی قرآن و حدیث کی دلیل تو میسر نہ آئی اس لیے بائبل تالمود اور اسرائیلیات کے اقوال کو اپنا جزو ایمان بنایا یہی حال ان کے دوسرے اور تیسرے عقیدے کا ہے بہرحال ہم ان کے علی الترتیب تینوں باطل عقیدوں کی تردید قرآن و حدیث کے دلائل سے کرتے ہیں پہلا عقیدہ والدین ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کے متعلق۔ پہلی دلیل تمام اہل سنت علما و مجتہدین آئمہ اربعہ کا متفقہ مسلک ہے کہ کسی بھی نبی کے والدین کافر اور مشرک نہ ہوئے اس لیے کہ کفر رجس ہے اور شرک نجس لہٰذا کافر جنا پلید اور شرک نجاست کا پلید جب کہ انبیاء عظام علیہم السلام جسماً و روحاً عرش و فرش لوح و قلم سے زیادہ پاکیزہ باعظمت اور نور الٰہی ہوتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے نور کو نجاست سے بنایا اور نجاست میں رکھا جائے۔ دیوبندیوں کی اہلیت تو اسی ایک ہی قرآنی آیت سے ظاہر ہو جاتی ہے مگر ان کے باطل عقیدے کی تردید میں اور بھی دلائل ہیں۔ دوسری دلیل قرآن مجید میں ابراہیم کے اس مرتی چچا کو اب کہا گیا۔ والد کسی بھی آیت یا حدیث پاک میں نہ کہا گیا۔ صرف پانچ آیات میں اس چچا کا ذکر ہوا۔ ایک یہی سورۃ مریم کی آیت ۴۱ تا ۴۵۔

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ ۔ یَا اَبَتِ ۔ چار دفعہ دوم سورۃ توبہ آیت ۱۱۴

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّاۤ عَنْ

مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۔ سوم سورۃ زخرف آیت ۲۶ وَاِذْ

قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۔ چہارم ۔ سورۃ ممتحنہ آیت ۴ ۔ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ

لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ ۔ پنجم سورۃ انعام آیت ۷۴ ۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۔

ان تمام آیات میں ابراہیم علیہ السلام کے مخاطب کو اب اور ابت ہی فرمایا گیا حالانکہ لفظ اب مشترک ہے بہت سے معنوں میں اصل لغوی معنی ہے والد اسی معنی میں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا لقب

marfat.com
Marfat.com

ہوا اُبُو تراب یعنی مٹی والا ۔ اَبٌ کا اصطلاحی معنی مالک ہے جیسے ابو المال ۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اَبُو المساکین فرمایا (از مشکوٰۃ شریف ص۵۷۶) یہاں اَبُو کا معنی ہے مربی ۔ اَب چچا کو بھی کہا جاتا ہے ۔ کیونکہ حدیث پاک میں چچا کو والد کی مثل کہا گیا ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲ و ص۵۱۳ و ص۵۱۷ میں بحوالہ ترمذی ہے عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ ۔ اور صِنْو کا معنی لمعات میں مثل ہے ۔ اَبٌ کا رواجی معنی والد بھی ہیں ۔ اس تفصیل سے ثابت ہو کہ اگر کسی شخص کو کسی کا اَبٌ یا اَبِیْہ یا کوئی خود کو اپنا ۔ اَبَت کہے تو چھان بین کرنی پڑے گی کہ یہاں اَبَت اور اَبٌ و اَبُوْ سے کیا مراد ہے ۔ بلا تحقیق اُس کو والد نہ کہا جائے گا ۔ وہابی لوگ آزر کے متعلق اسی لفظ سے دھوکہ دے کر والدین ابراہیم علیہ السلام کی گستاخیاں کرتے اور کراتے ہیں اس دھوکے سے بچانے کے لیے رب تعالیٰ نے ایک آیت میں اَبِیْہِ کی وضاحت فرماتے ہوئے صاف صاف نام بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص دھوکہ نہ کھائے ۔ اَبِیْہِ سے مراد والد تارخ نہیں بلکہ چچا آزر ہے ۔ اس کے علاوہ کسی بھی حدیث ۔ روایت ۔ درایت ۔ تاریخ ۔ تفسیر اور آیت میں والد کو آزر نہ لکھا گیا ۔ ہر جگہ والد کا نام تارخ ہی منقول و مکتوب ہے یہاں تک کہ جن اسرائیلیات کے سہارے یہ دیوبندی اپنے عقیدے بناتے پھرتے ہیں ان اسرائیلیات میں بھی والدِ ابراہیم کا نام تارخ ہی لکھا ہے نہ کہ آزر ۔ غرضکہ کسی بھی مقام سے ان کو اپنے باطل و کاذب عقیدے پر کوئی دلیل ہاتھ نہ آئی تو بچنے بچانے کے لیے اگر مگر اور ممکنات کا تانا بانا بُننے لگے جس سے ثابت ہوا کہ یہ کوئی خلوص اور تلاش حق نہیں محض ضد ہے کبھی کہتے ہیں ممکن ہے تارخ اور آزر ایک ہی شخص کے دو نام ہوں ۔ کبھی کہتے ہیں ممکن ہے تارخ نام ہو آزر لقب ہو ۔ کبھی کہتے ہیں ہو سکتا ہے تارخ بچپن کا نام ہو آزر بعد میں رکھ لیا ہو ۔ کبھی کہتے ہیں اصل نام آزر ہے ۔ اس سے بگڑ کر عازر ہوا پھر عادر پھر بگڑ کر خارح کو غلطی سے طارح لکھ دیا گیا جو بعد میں تارح ہوا ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور پھر اپنی ان ممکناتی خرافات پر کوئی دلیل نہیں بس اندھے کی لاٹھی ہے جدھر چاہی گھما دی ۔ یہی نہیں میں تو کہتا ہوں دیوبندیت و وہابیت کے پورے عملے کے پورے دین کا یہی حال ہے ۔ یہ تمام اقوال ہم نے دیوبندی کتب سے اخذ و نقل کئے ہیں ۔ مضبوط دلائل تو بحمدہٖ تعالیٰ ہر ہر مسلک و عقیدے پر اہلِ سنت حنفی بریلوی علما کے پاس ہیں ۔ تیسری دلیل اللہ تعالیٰ جَلَّ مَجْدُہٗ نے پوری کائنات اصل ایمان کے لیے ایک ابدی قانون قائم فرمایا ۔ یہ قانون تمام عوام خواص صوفیا

marfat.com
Marfat.com

اولیا، علما، تابعین تبع تابعین صحابہ، اہل بیت بلکہ انبیاء و مرسلین پر بھی نافذ ہے۔ چنانچہ سورۃ توبہ آیت ر ۱۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔ ترجمہ کسی نبی اور کسی بھی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے بخشش کی دعا مانگیں اگرچہ وہ مشرکین اُن انبیاء اور مومنین کے بہت ہی قریبی رشتے دار ہی ہوں اس کے بعد کہ اُن انبیا اور مومنین کو ظاہر ہو چکا ہو کہ یہ قرابت دار جہنم والوں میں ہو چکے ہیں یہ قانون الٰہیہ سب انبیاء جانتے ہیں ابراہیم علیہم السلام بھی جانتے ہیں۔ اس کے باوجود قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کی دو قسم کی استغفار مذکور ہے۔ پہلی استغفار لِأَبِيهِ چنانچہ ارشاد ہے سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي۔ بہت جلدی تمہارے لیے اپنے رب سے استغفار کی دعا مانگوں گا۔ اور سورۃ ممتحنہ کی آیت ر ۴ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ۔ مگر ابراہیم کا قول اپنے ابی سے کہ میں البتہ ضرور تمہارے لیے بخشش مانگوں گا۔ ان دونوں آیتوں نے بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مربی کے لیے اُن کی زندگی میں ہی بخشش مانگنے کا وعدہ کیا تاحیر چچا کی زندگی میں ہی پورا کر دیا اس کا ثبوت ہے کہ والد کا اس دعا کا ذکر سورۃ شعرا آیت ر ۸۶ میں وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ۔ اس آیت کی تفسیر میں صاوی جلد سوم ص ۱۲۵ پر ہے کہ یہ توفیق ایمان کی دعا اس اور کفر سے توبہ کی چچا کی زندگی میں ہی لیکن جب کفر پر خاتمے کا بذریعہ وحی بتایا گیا تب آپ نے دعا ترک کر دی اس دعا کے وقت ابراہیم کی عمر دس گیارہ سال تھی۔ لَأَسْتَغْفِرَنَّ سے پتہ چلا کہ صرف ایک دفعہ یہ استغفار کا وعدہ ہوا پھر اللہ ہُوَ اغْفِرْ لِأَبِي۔ اور کہیں ثابت نہیں۔ سین حرف تقریب بتا رہا ہے کہ اس تخاطب کے تھوڑی دیر بعد استغفار مانگی جب کہ ابراہیم علیہ السلام نوجوان تھے آزر زندہ تھا۔ یعنی یہ استغفار زندہ مشرک کیلئے ہوئی اور زندگی میں مشرک و کافر کے لیے استغفار مانگنی جائز ہے کیونکہ مندرجہ بالا سورۃ توبہ کی جس آیت میں ممانعت فرمائی گئی اس میں یہ قید ہے کہ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔ یعنی جب یقین سے معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اصحاب جحیم میں سے ہے تب کافر کے لیے استغفار منع ہے۔ اس چیز کا پختہ یقینی علم یا انبیاء کرام کو دیا جاتا ہے یا پھر کفر پر مر جانے کے بعد سب کو ہوتی ہے لِأَبِيهِ کے لیے استغفار کی وجہ بتاتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ۔ یعنی ابراہیم نے اپنے لیے اُس کی زندگی میں استغفار مانگی لیکن جب ابراہیم علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

نے یقینی علم پالیا کہ یہ اب ہمیشہ اللہ کا دشمن ہی رہے گا اور اسی حالت میں مرے گا تو آپ اس سے متنفر ہو گئے استغفار چھوڑ دی۔ یہ تھی آپکی وہ والی دعا جو آپ نے اپنی جوانی میں ہی دو چار بار مانگی پھر اسی دوران اسی ممانعت الٰہیہ کی وجہ سے چھوڑ بھی دی۔

دوسری استغفار کا ذکر قرآن مجید سورۃ ابراہیم آیت ۳۹ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ترجمہ۔ تمام حمد اور شکر اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق بے شک میرا رب میری دعائیں ہمیشہ سننے والا ہے۔ تاریخی لحاظ سے ولادت اسماعیل کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر ننانوے ۹۹ سال اور ولادت اسحاق کے وقت آپ کی عمر ایک سو بارہ ۱۱۲ سال تھی اور اس اعتبار سے یہ دعا تقریباً ایک سو تیرہ یا ایک سو چودہ ۱۱۳ سال کی عمر میں ہو گی اس وقت حضرت ابراہیم علیہم السلام کے تمام افراد اصولی فوت ہو چکے ہیں۔ والد۔ والدہ چچا۔ چچی وغیرہ وغیرہ اس کے بعد حضرت ابراہیم اسی کلام میں عرض کرتے ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ اے ہمارے رب مجھ کو بخشش دے اور میرے والدین کو بھی بخشش دے اور تمام اہل ایمان کو بھی تا قیامت بخشش دے یہاں اِغْفِرْ اور بخشے سے مراد ہے عطاء رحمت یعنی مجھ کو میری والدین کو تمام مومنین کو اپنی رحمت میں چھپا لے۔ تینوں کے لیے ایک صیغہ بولنا یہ ہی ثابت کرتا ہے کہ تینوں کے لیے ایک جیسی مغفرت ہو۔ یعنی شرک کفر سے مغفرت نہیں۔ شرک پہلی جگہ محال ہے تیسری جگہ ناممکن ہے لہٰذا دوسری جگہ بھی ناممکن۔ آبی کی مغفرت کا معنیٰ چونکہ شرک سے بچانا اور توبہ کی توفیق تھی اس لیے وہاں صرف اَبٰی کہا کسی دوسرے مومن کو شامل نہ کیا۔ اتنی عظیم وضاحت کے باوجود بھی کسی دیوبندی وہابی کا دماغ اُلٹا ہی چلے تو اس کی مرضی یہاں اَبِیْہِ نہیں۔ وہاں والد نہیں۔ یہاں ابراہیم علیہ السلام کا بڑھاپا زندگی کے آخری لمحات وہاں جوانی یہاں بعد وفات وہاں زندگی میں یہاں دونوں والدین کے لیے استغفار ہے وہاں صرف آزر کے لیے وہاں مخصوص وعدے کی دعا ہے یہاں عام دعا۔ رب تعالیٰ نے کس شان سے وضاحت فرما دی کہ آزر اور ہے والدین اور ہیں۔ بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ ممانعت کے باوجود آخری عمر میں آپ کافر کے لیے دعائیں مانگتے۔ اتنی وضاحت کے باوجود اب بھی کوئی ظالم بدبخت نہ مانے تو اس کی خباثت و کم بختی کو کیا کہا جا سکتا ہے۔ چوتھی دلیل ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔ وَلِوَالِدَیَّ۔ اے اللہ میرے والد اور والدہ دونوں کو بخشش دے

marfat.com
Marfat.com

یہ دعا پڑھا پے میں ہے جب کہ والد تارخ اور والدہ متلی بنت کرناب یا ایمنا لی کبھی فوت ہو چکے ہیں۔ والد بھی تو شک ڈال دیتے ہیں کہ یہ آزر مراد مگر والدہ کا کفر یا شرک کس طرح ثابت کرو گے اِن کا ایمان تو ہر اعتبار سے ثابت ہے۔ جب والدہ مومن ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خاوند کافر مشرک ہو اور بیوی مومنہ ہو۔ ہر شریعت میں مومنہ عورت سے کافر مرد کا نکاح حرام ہے مومن مرد تو کافرہ مشرکہ یعنی یہود یہ عیسائیہ سے نکاح کر سکتا ہے شریعت اِس کی اجازت دیتی ہے مگر کسی قسم کے کافر مرد سے کسی مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں ہے۔ اور وَالِدَیَّ کا ترجمہ تمام مترجمین نے یہی کیا ہے کہ میری والدہ اور والد۔ بالکل اِن ہی الفاظ کی دعا حضرت نوح علیہ السلام سے بھی سورۂ نوح آیت ۲۸ میں منقول ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ نوح علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ۔ یہاں بھی تمام مترجمین ترجمہ کرتے ہیں۔ اے اللہ مجھ کو اور میرے دونوں والدین کو بخش دے۔ یہاں بھی کفر کی بخشش مراد نہیں بلکہ خطاؤں کی یا مقربِ بارگاہ ہونے کی استغفار مراد ہے کیونکہ کفر کی بخشش ناممکن اس کے لیے دعا حرام مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ (الخ) سے ممانعت وحرمت ثابت۔ اشرف علی تھانوی محمود الحسن۔ عاشق الٰہی میرٹھی تمام دیوبندی صاحبان اور شاہ ولی اللہ۔ ملا کاشفی بھی اس کا ترجمہ والد والدہ کرتے ہیں۔

پانچویں دلیل۔ اَبِیْہِ کی استغفار میں صرف آزر کا ذکر ہے۔ نہ اپنے آپ کو شامل کیا نہ مومنوں کو۔ لیکن والدین کی استغفار میں اپنا ذکر کیا اور تمام تا قیامت مومنوں کو تاکہ والدین کو اپنے اور اہلِ ایمان کے مشابہ و مماثل ثابت کیا جائے۔ ان تمام دلائلِ قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم کے والدین مومن متقی بلکہ اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ چھٹی دلیل۔ تمام شریعتوں کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ کافر مومن قرابت دار کا اور مومن۔ کافر قرابتدار کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اس کی دلیل ۱ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ۔ اے نوح تمہارا یہ بیٹا کنعان تمہارا اہل یعنی وارث وغیرہ نہ رہا اور ۲ حدیث پاک میں ہے لَیْسَ الْمُؤْمِنُ وَارِثَ الْکَافِرِ وَلَا کَافِرٌ لِلْمُؤْمِنِ اس قانون کے باوجود ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے آبائی ایک گھر اور کچھ سامان کے وارث ہوئے جس پر چچا آزر قابض تھا۔ اس ترکِ میراث کا اشارہ اسی آیت سے ملتا ہے کہ چچا نے کہا وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا۔ تو میرے پاس سے ہجرت کر جا۔ ہجرت وطنِ اصلی سے ہوتی ہے اور وطنِ اصلی دو چیزوں سے بنتا ہے ۱ جائیداد سے ۲ بیوی کی رہائش سے یہاں بیوی تو ہے نہیں ماننا پڑے گا کہ جائیداد تھی جو ابراہیم علیہ السلام کو خریدی نہ تھی۔ وراثتاً ملی ثابت ہوا

marfat.com
Marfat.com

کہ والد مومن تھے ورنہ میراث نہ ملتی تفسیر مظہری ص ۲۷۲ پر سورۃ حج آیت ر ۲۷ عَاكِفٌ فِيهِ وَالْبَادِ کے تحت لکھا ہے کہ حضرت ابوطالب کے چار بیٹوں میں سے بوقتِ وفات ابوطالب کے دو بیٹے ر طالب ر ۲ عقیل کافر تھے اُن کو ابوطالب کی ساری میراث مل گئی دوسرے دو بیٹے علی اور جعفر یہ مومن ہو گئے ان کو نہ ملی۔ جس مکان میں آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک ہوئی تھی وہ مکان آپ کے والد کی جدی میراث سے آپ کے والد سیدنا عبداللہ کو ملا تھا بعدہٗ تا ہجرت وہ مکان آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت و تصرف میں رہا ہجرت کے بعد طالب و عقیل نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ طالب بحالتِ کفر بدر میں قتل کیا گیا۔ عقیل نے وہ گھر بیچ دیا مگر فتح مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ واپس لیا کیونکہ بیع صحیح نہ تھی۔ بعد وفاتِ مبارکہ وہ وقف کر دیا گیا جو آج تک وقف چلا آرہا ہے حکومتِ ترکیہ تک وہ تبرکات میں شامل تھا حکومتِ سعودیہ نے اس کو تبرکات سے خارج کرتے ہوئے اس کو لائبریری بنا دیا۔ اس حقیقت سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ مومن موحد تھے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ الدَّلِيْلِ حضرت ابراہیم کا شجرہ نسب و مختصر حالات۔ دوسری بات جس میں اسرائیلیات نے بہت شکوک شبہات بھر دئے اور مؤرخین و دیوبند اس گڑبڑ پھیلانے میں اُن کے شانہ بشانہ چلے۔ کبھی آپ کے نام میں شکوک پیدا کئے اور ہندوؤں کے دیوتا رام کو ابراہیم کی شکل بتاتے ہوئے لکھا کہ ابراہیم کا اصل نام آپ رام تھا جو بگڑ کر ابراہیم ہو گیا۔ (معاذ اللہ) اور آپ کا معنی باپ۔ رام کا معنی دوست حبیب محبوب۔ ان غلط بیانیوں سے فالتو ہندوؤں کو خوش کرنا مقصود ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو ابراہیم ہی ہر جگہ فرمایا ہے چنانچہ یہ احادیث کے علاوہ قرآن مجید کی مختلف سورتوں تقریباً انہتر جگہ لفظ ابراہیم مذکور ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے نام کو بگڑا ہوا لفظ کہنا سراسر گستاخی ہے یہ حوالے ہم نے عباس محمود العقاد کی کتاب ابو الانبیاء سے نقل کئے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ اس شجرے میں مع آپ کے نوح علیہ السلام تک گیارہ نام ہیں تاریخ کی کل عمر ۷ سال اور ولادتِ ابراہیم کے وقت ۷ سال تھی۔ سارہ حاران کی سوتیلی بیٹی تھی لوط علیہ السلام اور سارہ سوتیلے بہن بھائی تھے نہ علاتی نہ خیافی نہ سگے۔ سارہ کی عمر ایک سو ستائیس سال ہوئی وفات اور قبر شریف ادبہ گاؤں میں ہے۔ حضرت ہاجرہ کا قبر حلیم کعبہ کے نیچے ہے حضرت تارخ کی قبر بستی حران میں ہے اس کو براہ عشق یہ کہتے ہیں شہر عوض بن ارام ارزی

marfat.com
Marfat.com

بن سام بن نوح نے بسایا تھا۔ آزر کی قبر کنعان یا بابل میں ہے۔ نمرود کی لاش کو آگ میں جلایا گیا تھا۔ بعض صندوقوں میں رسم چلی ہے۔ واقعۂ ولادت اس طرح ہے کہ نمرود کو نجومیوں نے کہا کہ تارخ کے گھر اُس کا اب ایک بیٹا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو تباہ کر دے گا۔ آپ تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے ماران۔ ناحور۔ ابراہیم سگے تھے بہن کوئی نہ تھی، نمرود نے یہ سن کر تارخ کے اِس بیٹے کو ہوتے ہی قتل کا حکم دیدیا کہ جب کبھی پیدا ہو قتل کر دیا جائے۔ جب حمل ظاہر ہوا تو حضرت تارخ نے بیوی کو روپوش کر دیا چھ ماہ بعد ایک غار میں آپ کی ولادت ہوئی تارخ نے یہ بچہ آزر کو دے دیا اور ظاہر کیا کہ یہ اُس کی بیوی نے جنم دیا ہے۔ ایک قول میں ہے آپ نے کسی بھی عورت کا دودھ نہ پیا بلکہ آپ انگوٹھا چوستے تھے جو جنتی دودھ نکالتا تھا صرف چھ مہینے یہ دودھ پیا۔ آپ ہفتہ میں مہینے کے برابر اور مہینے میں سال برابر بڑھتے تھے۔ آپ زمین پر ساتویں نبی تھے۔ آپ نے دس سالہ عمر میں تبلیغ فرمائی اور سولہ سال کے تھے تب نمرود نے آگ میں ڈالا (مظہری جلد ششم صـ۲۰۸) چچا آزر کو تبلیغ اِس سے پہلے فرمائی۔ نمرود کے خوف سے چچا کو مربّی بنایا گیا تیسری چیز جس میں یہودی اور عیسائی اور اُنکے متبع میں دیو بندی علما پیش پیش ہیں حضرت ہاجرہ کی شخصیت میں بے حد نخریات بولتے ہیں محض اس لیے کہ وہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جدّۂ اعلیٰ ہیں۔ اس جلن میں یہودیوں عیسائیوں نے اپنی اپنی تواریخ میں ہر طرح حقیقت مسخ کرنے کی کوشش کی دیو بندی مؤرّخین کی اسرائیلیات میں حضرت ہاجرہ کو فرعونِ مصر کی لونڈی اور مستعلہ کہا گیا ہے۔ اور یہ کہ فرعونِ مصر نے سارہ کو جب باعزت رہا کیا تو یہ ہی اپنی لونڈی حاجرہ بھی سارہ کی خدمت میں دے دی۔ اور جب ہاجرہ اسماعیل سے حاملہ ہوگئیں تو بہت مغرور بہت متکبر اکڑ باز اپنے پر فخر کرنے لگیں اور اپنی آقا مالکہ کو حقارت سے دیکھنے لگی۔ اور ابراہیم کی منظورِ نظر بننے کے لیے اپنی مالکہ کی گستاخی اور لڑائی پر اتر آئی اور جب اُس کو سارہ نے جھڑکا تو گھر سے بھاگ گئی اور کئی راتیں گھر سے باہر رہی پھر جب ایک فرشتے نے اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا کہ اپنی مالکہ کی خدمت میں واپس چلی جا ورنہ تجھ کو اور تیرے حمل کو ہلاک کر دیا جائے گا تب ہاجرہ گھر واپس آئی مگر سارہ نے اب اُس کو

marfat.com
Marfat.com

گھر رکھنے سے انکار کر دیا اور اپنے خاوند سے کہا کہ میں نے تم کو یہ اپنی لونڈی صرف اولاد کے لیے دی تھی یہ میری نافرمان ہے اس کو اب میں اپنے گھر نہیں رکھ سکتی ابراہیم نے کہا کہ میں اس کو ضرور نکال دوں گا مگر اس کا حمل پیدا ہونے کے بعد پھر جب اسماعیل پیدا ہوا تو سارہ نے اپنا مطالبہ پھر دہرایا۔ تب ابراہیم ہاجرہ کو لے کر کسی شہر سے جانے کے بہانے جنگل کی طرف لے گیا اس کے ساتھ ہی ہاجرہ کا بچہ بھی تھا۔ ابراہیم بغیر بات کئے ہاجرہ کو بیچ راستے میں چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ یہ تھی یہودیوں عیسائیوں کی کذبیات و لغویات۔ ان گستاخوں پر ہمیں نہ افسوس نہ تعجب یہ تو انبیاء کی گستاخی سے نہیں باز آتے بائبل و تالمود ان کی گستاخیوں بے شرمیوں سے بھری پڑی ہے افسوس تو ان نادان مسلمان مؤرخوں پر ہے جو ان خرافات کو قبول کر کے اپنی کتابوں کی زینت بنا لیتے ہیں۔ حقیقتِ حال جو روایات و احادیث اور اسلامی تاریخوں سے ثابت ہے یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ قبیلہ بنی جرہم کے سردار بلکہ بادشاہ سدوم اول کی بیٹی تھیں جو مین کا بادشاہ شریعت ادریس علیہ السلام کا مومن تھا یہ شہزادی براستہ مصر مین جا رہی تھی کہ فرعونِ مصر نے جو خوب صورت عورتوں کا شیدائی تھا حضرت ہاجرہ کو ان کی خوب صورتی کی وجہ سے پکڑوا لیا اور اہل قافلہ کو قتل کرا دیا۔ پھر جب حضرت ہاجرہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ سوکھ کر اکڑ گیا۔ بڑا گھبرایا اور کہا تو جادوگرنی ہے تو مجھے اچھا کر دے میں تجھے کچھ نہ کہوں گا حضرت ہاجرہ نے رب تعالیٰ سے دعا کی تو وہ اچھا ہو گیا۔ مگر پھر دوسرے دن اس کے دل میں شیطانیت آئی اور پھر ہاتھ بڑھایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت اکڑ گیا اس نے پھر معافی مانگی کہ اب اچھا کر دے میرا پکا وعدہ آپ نے دعا فرمائی تو وہ پھر اچھا ہو گیا لیکن اچھا صحت مند ہو کر شیطانیت پھر غلبہ کر لیتی اس طرح تقریباً سات مرتبہ ہوا۔ تب وہ سخت ڈرا اور پھر آپ پر ہاتھ نہ ڈالا مگر اپنے محل میں ان کو نظر بند کر دیا جب کوئی مصیبت پڑتی تو ان سے دعا کراتا جو قبول ہوتی کچھ عرصہ بعد حضرت سارہ اور ابراہیم کا ادھر سے گزر ہوا تو حضرت سارہ کے حسن کا سن کر ان کو بھی گرفتار کر لیا اور لوگوں سے پوچھا کہ اس کے ساتھ کون ہے لوگوں نے حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ تم سارہ کے کیا لگتے ہو آپ نے سن رکھا تھا کہ یہ حسین عورتوں کا شیدائی اگر خاوند والی حسینہ ہو تو خاوند کو قتل کرا کے بیوہ بنا کر اس سے نکاح کا جواز ڈھونڈ لیتا ہے اگر بھائی بتاتے ہو تو انہیں لالچ دے کر

marfat.com
Marfat.com

رشتہ مانگتا ہے حضرت ابراہیم نے سارہ کو بھی یہ سمجھا دیا تھا کہ تم بیوی نہ بتانا بہن کہہ دینا۔ اس نے بہن بھائی کا سن کر حضرت ابراہیم کو بہت کچھ انعام دیا اور نکاح کی اجازت چاہی مگر آپ خاموش رہے۔ اِدھر جب حضرت سارہ پر ہاتھ ڈالنے لگا تو اب بھی اس کا اسی طرح ہاتھ سوکھ کر اکڑ گیا تب بہت گھبرایا کہ یہ بھی جادوگرنی ہے گھبرا کر آپ کو بھی چھوڑ دیا اور ساتھ ہی کہا کہ میرے پاس بالکل تیری ہی طرح کی ایک جادوگرنی ہے تو اس کو بھی ساتھ لے جا یہ کہہ کر حضرت ہاجرہ شہزادی یمن کو آپ کے ساتھ کر دیا جب سارہ خوش و خرم واپس ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں اور تمام واقعہ سنایا تو آپ نے سجدۂ شکر کیا حضرت ہاجرہ کی بات سنائی اور ساتھ ہی اُسی وقت عرض کیا کہ یہ رب تعالیٰ نے آپ کو انعام دیا ہے شاید اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ کو اولاد سے نواز دے آپ ان سے شادی کر لیں آپ نے وہیں پر اُسی دن ان سے شادی کر لی اور فلسطین اکر علاقۂ کنعان میں رہائش اختیار کر لی حضرت ساریٰ اور ہاجرہ میں کبھی لڑائی یا تلخ کلامی نہ ہوئی حضرت سارہ نے ابراہیم علیہ السلام کو نکاح کی اجازت دیتے وقت تین شرطیں لگا کر ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ لیا تھا کہ وہ ان شرطوں کی پابندی میری زندگی بھر کریں گے۔ پہلی شرط یہ کہ گھر میں مجھ کو ہی بڑا سمجھا جائے گا میرا ہی حکم چلے گا۔ دوم یہ کہ ہاجرہ کو گھر میں کوئی اختیار نہ ہوگا وہ میری چھوٹی بن کر رہیں گی سوم یہ کہ اگر آپ کو ہاجرہ سے رب نے لڑکا دیا تو میری زندگی میں اُس بچے کو کبھی پیار نہ کریں گے صرف دور سے دیکھ سکیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پہلی شرطیں تو بخوشی مان لیں مگر تیسری شرط پر آپ خاموش ہو گئے زمانہ گزرتا گیا دو سال بعد حضرت ہاجرہ کو رب نے خوشی دکھائی اور بیٹا پیدا ہوا۔ تقریباً پانچویں دن ابراہیم علیہ السلام بچہ دیکھنے آئے تو اُس پر اتنا پیار آیا کہ آپ قابو نہ رکھ سکے اور اٹھا کر پیار کر لیا۔ یہ بات حضرت سارہ نے دیکھ لی اور آپ سخت ناراض ہوئیں اور کہا کہ آپ نے وعدہ خلافی کی ہے لہٰذا اب میں ہاجرہ اور اُس کے بچے کو اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتی فوراً ان دونوں کو بیابان جنگل میں چھوڑ آؤ آپ نے بہت سمجھایا تب بھی سارہ کا غصہ کم نہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا میں رب سے پوچھتا ہوں جو جواب اور حکم ہوگا اسی پر ہم دونوں کو عمل کرنا چاہیے اس تمام جھگڑے کا حضرت ہاجرہ کو کچھ پتہ نہ تھا۔ آپ نے استخارہ فرمایا تو خواب میں رب تعالیٰ کے دیدار سے شرفِ زیارت حاصل ہوا اور حکم ہوا کہ جیسا سارہ کہتی ہے ویسے ہی کرو۔ پھر دوسرے دن آپ نے

marfat.com
Marfat.com

استخارہ کیا تو وہ جگہ بیابان دکھائی گئی جہاں ہاجرہ اور اُن کے بچے کو چھوڑنا تھا۔ تیسرے دن پھر یہی حکم ہوا اور اُسی جگہ میں عظیم نور دکھائی دیا۔ آپ نے حضرت سارہ کو صرف اتنا بتایا کہ رب تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے کہ میں ہاجرہ اور اُس کے بچہ کو کہیں چھوڑ آؤں حضرت سارہ یہ سن کر خوش ہوگئیں۔ اور مزید حکم یہ لگایا کہ آپ تمام راستہ اُن سے بات نہ کریں گے واپسی پر بھی اُن سے کچھ کلام نہ کریں گے اور پھر میری زندگی بھر اُن سے ملنے بھی نہ جائیں۔ آپ نے ان باتوں کو حکمِ ربی اور حکمتِ الٰہی راز خداوندی سمجھتے ہوئے سب باتوں کو تسلیم کیا۔ اس وقت جب حضرت ابراہیم اپنی بیوی ہاجرہ اور گیارہ دن کے شیر خوار بچے کو لے کر جا رہے تھے تب سارہ نے ایک چھوٹی سے پوٹلی دی کہ یہ انکا زادِ راہ ہے آپ جہاں اُن کو چھوڑیں گے تو یہ چند دن اس پر گزارہ کریں گے اس میں کچھ کھجوریں اور تھوڑے ستو ہیں۔ جنابِ ہاجرہ کو نثار کیا اُس وقت تک اُن کو کچھ پتہ نہ تھا کہ کہاں جانا ہے کیوں جانا ہے جب آپ وادیِ غیر ذی زرع میں کوہِ صفا کے قریب پہنچے تو آج جہاں حلیم کعبہ ہے حضرت ہاجرہ کو جو آپ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں اتار دیا گود میں اسماعیل تھے اور وہ پوٹلی بھی آپ نے پکڑا دی اور خاموشی سے واپس جانے لگے تب حضرت ہاجرہ دوڑیں اور عرض کیا اے اللہ کے خلیل پیارے نبی ہمیں کیوں اور کس کے سہارے اس بیابان و ویران جنگل ریگستان میں چھوڑے جا رہے ہو۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے پھر روک تو لیا مگر نہ اُترے نہ مڑے نہ جواب دیا۔ حضرت ہاجرہ نے پھر عرض کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے سر کے اشارے سے فرمایا ہاں۔ تب حضرت ہاجرہ نے عرض کی تو ٹھیک اب ہمیں کچھ غم فکر نہیں وہی ہمارا نگاہ بان ہے۔ حضرت ہاجرہ کی قبر شریف اسی حطیم کی جگہ ہے یہ اصل حقیقت اور سچا واقعہ۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ اگرچہ بندہ کتنا ہی پڑھا لکھا علم والا ہو مگر پھر بھی اس کو بری صحبت اور غلط لوگوں سے بچنا دور ہی رہنا چاہیئے۔ یہ فائدہ وَاَعْتَزِلُكُمْ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھیے چچا نے کہا۔ وَاهْجُرْنِیْ تو میرے پاس سے ہجرت کر جا مگر آپ نے جدا ہوتے وقت اُهْجُرُكُمْ نہ فرمایا بلکہ اَعْتَزِلُكُمْ فرمایا۔ یعنی میں تم لوگوں اور تمہاری صحبت سے دور علیحدہ ہو رہا ہوں۔ ہجرت اور عزلت میں یہ بھی فرق ہے کہ ہجرت بمعنی وطن و وراثت چھوڑنا اور

marfat.com
Marfat.com

عزلت بمعنی قلبی وعملی۔ ظاہری وباطنی طور پر بری صحبت ناپسندیدہ لوگوں کو چھوڑنا۔ بری صحبت مثل بدبو کے ہے کہ اگرچہ جسم پر نہ لگے مگر ماحول کو گندہ کر دیتی ہے جس سے اچھے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ دوسرا فائدہ دعا کیسی ہی ہو اور کسی کی بھی ہو اللہ تعالیٰ پر اُس کو قبول کرنا واجب ولازم نہیں۔ اگرچہ دعا مانگنے والے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی ہی دعا ہو۔ دعا کی قبولیت کا مدار بندے کی نیت، خلوص، انتجا، فریاد اور تقرُّب الی اللہ کی وجہ سے محض اللہ تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے اور یہ کرم قبولیت درجہ بدرجہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاءِ کرام کی ہر دعا قبول ہوتی ہے یہ فائدہ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ بزدلی مومن مسلمان کے شایانِ شان نہیں مسلمان کو ہر میدان میں بہادری دلیری کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ یہ فائدہ حضرت ابراہیم کا دشمن چچا اور پوری دشمن برادری اور دشمن قوم میں گھرے ہونے کے باوجود نہایت بہادرانہ انداز میں تبلیغ دین فرماتے ہوئے۔ ان کی عبادت اُن کے بتوں اُن کے عقیدے مذہب ودین کو برا کہہ کر وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ تقیہ کتنی بڑی بزدلی ہے۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو ابراہیم علیہ السّلام تقیہ کر کے اپنی جائیداد بچا لیتے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے کافر چچا آزر کے لیے معافی ملنے اور توبہ کی توفیق وقبولیتِ توبہ کی دعاءِ مغفرت مانگی۔ اور عرض کی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ اے میرے رب میرے مرنی کو بخش دے معاف کر دے۔ مگر رب تعالیٰ کی طرف سے بتا دیا گیا کہ یہ کفر پر مرے گا۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ تو حضرت ابراہیم نے دعا مانگنی چھوڑ دی۔ ثابت ہوا تقدیرِ مُبرَم انبیاءِ علیہم السّلام کی دعاءِ خصوصیہ سے بھی نہیں ٹلتی۔ بلکہ ان پیارے رحمت والے انبیاء علیہم السّلام کو دعا سے ہی منع کر دیا جاتا ہے۔ تو پھر دوسرا کوئی یہ دعویٰ کیسے کر سکتا ہے کہ میں تقدیرِ مبرم ٹال سکتا ہوں۔ ایسے اقوال اغیار کے مصنوعی ہوتے ہیں احادیث سے بھی ثابت ہے کہ تقدیرِ مُبرَم نہیں ٹل سکتی ہاں البتہ نیک بندے کی دعا سے تقدیرِ معلق کو رب تعالیٰ ٹال دیتا ہے۔ بندہ صرف دعا کر سکتا ہے یہ مسئلہ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ اور فَلَمَّا اَعْتَزَلَهُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا یہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے دوسرا مسئلہ کافر کے لیے کافر کی زندگی میں اس کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا جائز ہے لیکن مرنے کے

marfat.com
Marfat.com

بعد دعاءِ مغفرت مانگنا منع وحرام ہے یہ مسئلہ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ (الخ) اور سورۂ توبہ کی آیت ۱۱۳ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ (الخ) سے مستنبط ہوا کیونکہ یہاں زندگی کی مغفرت مراد ہے اور وہاں بعدِ موت کی دعاءِ مغفرت مراد ہے اس کی وجہ یہ کہ کفر وایمان کا دارومدار خاتمے اور موت پر ہے جب تک کافر زندہ ہے اُس کے ایمان کی اُمید ہے لہٰذا دعا جائز لیکن جب مرگیا تو اب کفر پر خاتمے کا یقین ہوگیا اور یقینی کافر کے لیے دعاءِ مغفرت حرام بلکہ ایسے کو سلام کرنا بھی حرام ہے اسی طرح جس زندہ کافر کے کفر پر خاتمے کا بذریعہ وحی یا کشف یا الہام پتہ لگ جائے اس کے لیے بھی دعاءِ مغفرت حرام ہے جیسا کہ جب تک ابراہیم علیہ السلام کو چچا کے خاتمے کا علم نہ آیا کہ یہ کفر پر مرے گا اُس وقت تک مغفرت کی دعا مانگتے رہے کہ اے اللہ اس کو معاف کردے توفیقِ توبہ وایمان عطا فرمادے مگر جب اللہ کی طرف سے علم آگیا تب پھر آپ نے قطعاً ذرہ بھر دعا نہ کی ہاں البتہ مومن مسلمان کے لیے زندگی میں بھی دعاءِ مغفرت جائز ہے اور بعد وفات بھی یہ ختمات اور ایصالِ ثواب وغیرہ مغفرت کی ہی ایک شکل ہے۔ خیال رہے کہ دعاءِ مغفرت کے تین قسمیں ہیں ۱ معصومین اور بے گناہوں کے لیے اور انبیاءِ کرام خود اپنے لیے دعاءِ مغفرت کریں تو منعی ہے مقربِ بارگاہ ہونے اور اللہ کی رحمت میں چھپانے کی دعا ۲ عوام مسلمانوں یا گناہگاروں کی مغفرت کے لیے یہ گناہوں کی معافی اور بخشش کی دعا ہوتی ہے کہ گناہ مٹ جائیں یہ دونوں قسم کی دعائیں ہمیشہ زندگی و بعد زندگی ہر وقت جائز ہے ۳ کافر کے لیے دعاءِ مغفرت کا معنی ہے اُس کی معافی اور توفیقِ ایمان وتوبہ کی دعا۔ یہ دعا دو صورتوں میں حرام ہے ایک یہ کہ کافر زندہ ہے مگر اُس کے کفر پر مرنے کا یقین مِنَ اللہ کسی کو مل جائے دوم یہ کہ کافر مرچکا ہے۔ یہ سب مسائل اور مسائل کی نوعیتیں تمہیں سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ کے تخاطب اور آذر کی زندگی وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا سے مستنبط ہوئے تیسرا مسئلہ۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام پر سلام بھیجنے کا مقصد سلام دعا نہیں ہوتا۔ باقی مسلمانوں کو اور اہلِ ایمان کو سلام کرنے کا معنی سلامتی کی دعا دینا ہے مگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کو سلام کرنا سلامِ تحیۃ اور تعظیمی ہے یا سلامِ خبریت یعنی سلامتی کی خبر دینا۔ ہر نمازی تشہد میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے سلام کرتا ہے اُس کا معنی ہے اے نبی آپ پر سلام ہے۔ اسی طرح تقریباً چودہ جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر سلام فرمایا وہاں بھی سلامِ خبریت ہے نہ کہ سلامِ دعا کیونکہ رب تعالیٰ دعا سے پاک ہے۔ مثلاً سورۂ صافات آیت ۱۸۱ میں سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

marfat.com
Marfat.com

آیت ۱۳ میں سَلٰمٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ آیت ۱۲۰ میں سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ آیت ۱۸۱ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ آیت ۷۹ میں سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ سورۃ مریم آیت ۱۵ سَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ آیت ۳۳ میں۔ وَسَلٰمٌ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ۔ سورۃ ھود آیت ۴۸ میں قِیْلَ یٰنُوْحُ اھْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔ ان تمام مقامات میں سلام خبریت ہے اسی لیے علیہ السلام کہنا صرف انبیاء و ملائکہ کے لیے جائز ہے کسی انسان غیر نبی کو علیہ السلام کہنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے اس لیے کہ یہ سلام خبریت ہے یہ مسئلہ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْکَ سے مستنبط ہوا اس آیت نے سلام کی تین قسمیں کر دیں ۱ سلام متارکہ کافر کے لیے ۲ سلام دعا مومن کے لیے ۳ سلام خبریت انبیاء علیہم السلام کے لیے۔ واللہ ورسولہ اعلم

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض۔ احادیث میں ہے کہ کفار کو سلام کرنا منع ہے اور ہماری شریعت ملت خلیل علیہ السلام کے مطابق ہے تو پھر خلیل علیہ السلام نے اپنے کافر چچا کو سلام کیوں کیا؟ جواب۔ کفار کو سلام دعا منع ہے یہ سلام سلام متارکہ یا سلام نفرت و علیحدگی ہے اس کی وضاحت تفسیر میں کر دی گئی ہے بعض نے کہا کہ یہ سلام تالیف قلب کے لیے تھا تاکہ محبت آمیز نرم سلوک سلام و دعا سے سخت دل چچا کا دل نرم پڑ جائے اور ایمان پر آمادہ ہو جائے اور بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ چچا نے ایمان لانے کا وعدہ اور اپنے لیے دعا کرنے کا کہا تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم بہر کیف اعتراض نہیں پڑتا۔ دوسرا اعتراض کافر مشرک کے لیے مغفرت کی دعا کرنی حرام ہے تو پھر ابراہیم علیہ السلام نے۔ سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ۔ کہہ کر وعدہ کیوں کیا۔ بلکہ رَبِّ اغْفِرْ لِاَبِیْ۔ کہہ کر دعا بھی کی۔ جواب اس کا ایک جواب ہم نے تفسیر میں بالوضاحت دے دیا۔ اور اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی نے اپنے ترجمہ میں دیا کہ یہ دعا کفر کی بخشش کی نہیں بلکہ کفر سے توبہ ایمان کی توفیق ملنے اور کفر پر مصر ہونے اور اتنا عرصہ بت سازی کی معافی مانگنے کے معنی میں ہے کہ یا اللہ وعدہ کیا ہے میں اس کی طرف سے معافی مانگتا ہوں تو معافی قبول فرما لے۔ بعض نے کہا کہ چچا آزر نے خود کہا تھا کہ میں ایمان کا وعدہ کرتا ہوں تو میرے لیے بخشش کی دعا مانگنا۔ مگر یہ جواب کمزور ہے اس لیے کہ ایمان لانا ہی سابقہ تمام کفریات و فسقیات کو معاف کرا دیتا ہے دعا کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ تیسرا اعتراض۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر دعا قبول ہوتی ہے بلکہ وہ تا قابل قبول دعا مانگتے ہی نہیں تو پھر ابراہیم علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

نے عسیٰ الّا اکون کہہ کر شکوک بات کیوں کہی۔ جواب۔ صرف یہ بتانے کے لیے کہ اگرچہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی کوئی بھی دعا رد نہیں ہوتی مگر پھر بھی اللہ پر انبیاء علیہم السّلام کی دعائیں قبول کرنا واجب نہیں چاہے تو رد فرما دے یہ اُس کا کرم ہے کہ کوئی دعا رد نہیں فرماتا۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۖ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ

تفسیر صوفیانہ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۔

قلبِ مسعود نے آزارِ نفس سے فرمایا تجھ کو صرف چند لمحاتِ ناسوتی کی سلامتی ہے چونکہ تو قالبِ روح کا حصّہ اور جزو ہے اس لیے ہمراہی کا صلہ دیتے ہوئے تیرے لیے اپنے منعمِ حقیقی سے توفیقِ معرفت کی التجا کروں گا کہ کاش تو بھی اُس رحمٰن و رحیم پیچے معبود کی کچھ پہچان کرے بے شک سچا معبود مجھ جیسے ہر قلبِ عاجز و مسکین مخلص و تہین کو محبوب رکھنے والا ہے ہے۔ لیکن ابھی میں تیری ان خصائلِ رذیلہ عاداتِ خسیسہ کی بنا پر تجھ سے اور تیری ان خواہشاتِ نفسانیہ سے متنفر اور بیزار ہوں جن کو تو نے کائنات کے سچے معبود حقیقی مالک خالق ربّ قدیم اللہ قدیر کے مقابل معبود سمجھ لیا ہے۔ ایک گمراہ ٹولے نے اپنے آپ کو ملامتیہ کا نام دے کر صوفیوں کا لباس پہن لیا تاکہ وہ صوفی کہلائے جائیں مگر حقیقت میں وہ نفس وشیطان کے بندے ہیں ان کا صوفیاءِ کرام سے کوئی تعلق نہیں۔ خواہشات دنیا کے بجاری اور تخیلاتِ باطلہ کے بُت تراش ہیں بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں ہیں راہ گمراہی کے مسافر ان عیّاشی و متلاشیانِ فحاشی ہیں لباسِ صوفیت سے وہ قلبِ مغرور کو دھوکہ نہیں دے سکتے خود دھوکے میں ہیں کہ اس لباس مکر کے ذریعے جھوٹے اور بلند دعوے کرتے ہیں اور عیّاش و آزاد رندانہ مسلک بنائے پھرتے ہیں۔ یہی وہ مخبوطُ الحواس و مردہ ضمیر ہیں جو تصوراتِ باطلہ میں ہیں کہ ان کے ضمیر بارگاہِ قدس میں پہنچ گئے اور پہنچ کر روشن ضمیری پا گئے ہیں۔ حالانکہ یہ کھوئی عقلوں کو عقلِ خالص سمجھتے ہیں۔ اسی قسم کے مکر ابلیس سے بھٹکے ہوئے گمان کرتے ہیں کہ بس ہم ہی منزلِ مقصود تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور متقیانِ شریعت اور طریقت و معرفت کے پیروکاروں کو کم عقل سمجھتے ہیں اور مقلدینِ حقانی کو تنگ نظر مُلّا کہہ کر رُجعت پسند اور مذہب کی تنگ گھاٹی میں پھنسے ہوئے کا طعنہ دیتے ہیں۔ یہی وہ سراسر الحاد و بیدینی ہے جو آزادِ نفسانی کا شروع سے وطیرہ ہے۔ صوفیاءِ کاملین کے مشرب میں وہ طریقت جو شریعت کے خلاف ہو اور وہ پیری جو علمِ ظاہر کے خلاف ہو وہ جہالت و بے دینی ہے عارف رومی

marfat.com
Marfat.com

نے فرمایا۔

کارِ شیطان می کند نامش ولی گردنی ایں است لعنت بر ولی

محققین فرماتے کہ خیر و اخیار میں طبعاً نرم دلی عجز و مسکینیت ہوتی ہے۔ شر و اشرار میں سختی و اکڑ و غرور ہوتا ہے خیر کہنا ہے اَدْعُوْ رَبِّیْ میں عجز و انکسار سے اپنے سچے رب کے حضور اسی رب کریم کی پکار اور بندگی کروں گا وہی میرا ملجا و ماویٰ اور ٹھکانہ اصل ہے۔ یہی وہ دروازہ ہے جو ہر سائل پر ہر وقت کھلا ہے رات کی تنہائیوں میں بھی دن کی بھیڑ بھاڑ میں بھی سب آستانوں پر دیر ہے مگر میرے کریم رب کی آستانے پر عَسٰۤی اَلَّاۤ اَکُوْنَ بہت ہی قریب ہے کہ ہرگز ہرگز نہیں ہوں گا میں اپنے اللہ تعالیٰ سے کسی بھی دعا میں نامراد و ناکام یا مایوس۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۔

نفس سرکش کی بدعملیوں شرارتوں خباثتوں سے پژمردہ اور نا امید صلاحیت ہو کر جب قلب مسعود تمام نفس و نفسانیت اور اُن کے جھوٹے عباد و معبودان سے دور اور متنفر علیحدہ غم و افسوس کی تنہائیوں میں چلا جاتا ہے۔ تب انعاماتِ لاھوتیہ کی پُربہار بارشیں ہوتی ہیں اور کلامِ جلیل سے خلیل کو نوازا جاتا ہے کہ بخش دیا ہم نے عطا فرما دیا ہم نے اُس قلب مغموم و مہجور کو اسرارِ الٰہی کا اسحاقِ انوار اور یعقوبِ اتقیٰ۔ اور ان سب قلب محبوب و اسحاقِ مسرور اور یعقوبِ معرفت کو ہم نے خزانۂ غیوب کا معدن مخزن بنا دیا اور مزید انعاماتِ رحمت سے ہم نے اُن کو نوازا۔ اور ان سب کے لیے ہم نے ابدی دائمی حیاتِ طیبہ کے ساتھ صداقتِ العلیٰ کی عالیت عطا فرمائی۔ اصل زندگی اور فرحت و سلطنت تو یہ ہی ہے۔ نفسِ امارہ اپنی کثافتِ باطنی کی وجہ سے فریبِ مرورہ ہے لذتِ حقیقیہ اور عظمتِ ابدیہ اور دولتِ صمدیہ و صوتِ لاھوتیہ سے ناآشنا ہے۔ شریعت حق بندگی ہے اور طریقت بندگی کی اصل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ

اور تذکرہ فرمایئے اے محبوب! اس کتاب میں سے موسیٰ کا بے شک وہ تھے مقربِ بارگاہ اور

کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو بے شک وہ چنا ہوا تھا اور

marfat.com
Marfat.com

كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ
تھے شریعت والے اللہ کی خبر دینے والے اور پکارا ہم نے ان کو طور کی
رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا۔ اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے
الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ
داہنی طرف سے اور بہت ہی قرب بخشا ہم نے اُن کو جب وہ مناجات کر رہے تھے اور
ندا فرمائی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا اور اپنی رحمت سے اُسے اس کا
رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي
ساتھی بنا دیا ہم نے ان کا خاص اپنے کرم سے اُن کے بھائی ہارون کو جو نبی تھے اور ذکر کر اس
بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا (نبی)، اور کتاب میں
الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ
کتاب میں سے اسماعیل کا بے شک وہ تھے ہر وعدے کو پورا کرنے والے اور تھے
اسماعیل کو یاد کر بے شک وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول
رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ
وہ شریعت والے اللہ کی خبر دینے والے۔ اور حکم دیا کرتے تھے اپنے تمام اہل کو جسمانی عبادت اور
تھا غیب کی خبریں بتاتا۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا
الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾
صدقۂ خیرات کا اور تھے وہ اپنے رب کے قریب مقبول بارگاہ۔
حکم دیتا۔ اور اپنے رب کو پسند تھا۔

marfat.com
Marfat.com

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں خلیل اللہ کا ذکر ہوا جو ملکوت کی سیر کرتے والے تھے جن پر آگ بردًا وسلامًا ہو کر گلزار ہوئی۔ اب اِن آیت میں کلیم اللہ کا ذکر ہو رہا ہے جو طور کی سیر کرنے والے تھے اور جن کو آگ دکھا کر تجلیاتِ الٰہی کا نظارہ کرایا گیا خلیل وہ جنہوں نے نمرود کی آگ دیکھی کلیم وہ جنہوں نے شجر طور کی آگ دیکھی۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم کی تبلیغ کا ذکر ہوا جو آپ نے اپنے چچا کو فرمائی۔ اب اِن آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر فرمایا گیا جو آپ نے آپ نے اہلِ خانہ کو فرمائی تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے اور پوتے کا ذکر فرمایا گیا جن سے نسلِ بنی اسرائیل جاری ہوئی۔ اب اِن آیت میں حضرت ابراہیم کے بڑے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے نام کام اور شان کا ذکر ہوا۔ جن سے نسلِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت جاری ہوئی

تفسیر نحوی وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا وَّنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا وَّوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا۔ واؤ سرِ جملہ اُذْکُرْ۔ بابِ نَصَرَ کا امر حاضر معروف واحد مذکر خطاب ہے آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اَنْتَ پوشیدہ فاعل ہے ذِکْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ تذکرہ فرمایئے فِی حرفِ ظرفیت مکانی کے لیے اَلْکِتٰبِ الف لام عہدِ خارجی کُتِبَ بروزنِ فعال مصدر مزید فیہ بمعنی اسم مفعول یعنی مکتوب لکھی ہوئی مراد ہے قرآنِ مجید یہ جار مجرور متعلق ہے موسیٰ۔ اسم مقصورہ اس کے تینوں اِعراب۔ زبر زیر۔ پیش تقدیری ہوتے ہیں یہاں بحالتِ زبر ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ اِنَّ حرفِ مشبہ حقیقیہ کا ضمیر اس کا اسم لہٗ منصوب ہے کَانَ فعل ماضی مطلق ناقصہ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے مرجع ہے مُخْلَصًا۔ بابِ اِفعال کا اسم مفعول واحد مذکر یعنی چنا ہوا برگزیدہ۔ اس کا مصدر ہے اِخلاص یہ خبرِ کَانَ ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ کَانَ ناقصہ کَوْنٌ اَجْوَفُ واوی سے مشتق ہے ھُوَ پوشیدہ اس کا اسم ہے اور رَسُوْلًا۔ نَبِیًّا۔ دونوں خبریں ہیں یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہوا۔ دونوں مل کر اِنَّ کی خبر ہوئی وصل ملکر جملہ اسمیہ ہو گیا واؤ سرِ جملہ نَادَیْنَا فعل ماضی مطلق مع متکلم اس کا فاعل نَحْنُ پوشیدہ ضمیر ہے مرجع اللہ تعالیٰ۔ نِدَآءٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے مُنَادَاۃٌ دراصل مُنَادَیَۃٌ۔ یَ کو الف سے بدل دیا قبل فتح کی وجہ سے ترجمہ ندا کی

marfat.com
Marfat.com

کی ہم نے۔ پکارا بلایا ہم نے۔ ہٗ ضمیر کا مرجع موسیٰ مفعول بہ ہے مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ جارہ ابتداء غایت کے لیے جانب اسم ظرف مکانی جَنْبٌ سے اسم فاعل ہے بمعنی کروٹ والا۔ یہاں جامد ہے بمعنی ایک طرف ہر زبان میں انسانی اعضا کی سمتوں سے ہی ہر جگہ کی سمت مقرر ہوتی ہے اس لیے کروٹ کا لفظ ہی طور کی ایک سمت کو دیا گیا۔ یہ مضاف ہے اَلطُّوْرِ اسم مفرد معرفہ نام ہے فلسطین کے ایک پہاڑ کا جو مدین کے پاس ہے اُحد پہاڑ کے برابر بڑا ہے۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی موصوف اَلْاَیْمَنِ۔ اسم مفرد ظرف مکانی یَمِیْنٌ سے بنا ہے اسی سے ہے یَمِیْنٌ بمعنی داہنی اور سیدھی یہ صفت ہے مرکب توصیفی مجرور متعلق ہے نَادَیْنٰہُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ قَرَّبْنٰہُ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ فاعل ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہٗ ضمیر بارز منصوب متصل مفعول بہ ہے قَرَّبْنَا کا اور ذوالحال ہے نَجِیًّا۔ اسم صفت مشبہ مبالغے کے لیے بمعنی بہت مناجات کرنے والا یہ حال ہے ہٗ ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ ہے قَرَّبْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ وَھَبْنَا۔ فعل ماضی با فاعل ضمیر پوشیدہ جمع متکلم۔ لَہٗ جار مجرور متعلق اوّل مِنْ جارہ تبعیضیہ رَحْمَتِنَا مرکب مجرور متعلق دوم ہے۔ اَخَاہُ بحالت نصبی ہے آخر کا الف اعرابی ہے مضاف ہے ہٗ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مُبْدَل منہ ھٰرُوْنَ اسم غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے ذوالحال ہے نَبِیًّا حال ہے۔ یہ دونوں ذوالحال وحال مل کر بدل الکل ہوا اَخَاہُ کا دونوں مل کر مفعول بہ ہوا وَھَبْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ۔ واؤ سر جملہ اُذْکُرْ فعل امر انت پوشیدہ فاعل فِی الْکِتٰبِ جار مجرور متعلق ہے۔ اِسْمٰعِیْلَ۔ اسم مفرد غیر منصرف کیونکہ عجمی اور علم ہے مفعول بہ ہے۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ اگلی عبارت علیحدہ ہے۔

اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ وَکَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ۔ وَکَانَ عِنْدَ رَبِّہٖ مَرْضِیًّا۔ اِنَّ حرف تحقیق فی المعنی اور حرف مشبہ فی العمل ہٗ ضمیر اس کا اسم منصوب متصل مرجع ہے کَانَ فعل ناقصہ ھُوَ پوشیدہ اس کا اسم مرفوع صَادِقَ باب نصر کا اسم فاعل واحد مذکر صِدْقٌ سے مشتق ہے بمعنی سچا کرنا۔ متعدی ہے الف لام استغراق یعنی تمام وَعْدِ یہ مفعول مضاف الیہ یہ مرکب اضافی خبر ہے کَانَ کی وہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ کَانَ فعل ناقصہ ماضی مطلق ھُوَ ضمیر پوشیدہ اسم اس کا رَسُوْلًا کَانَ

marfat.com
Marfat.com

کی پہلی خبر بَنِیًّا دوسری خبر۔ یہ دونوں صفت کے صیغے ہیں رسولؐ بروزنِ فُعُوْلٌ اور نبیؐ بروزنِ فعیل دراصل نَبِیْئَۃٌ تھا ہَمْزَہ کو ی بنایا اور دونوں ی کا ادغام کر دیا گَانَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ گَانَ یَامُرُ۔ باب نَصَرَ کا ماضی استمراری واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر اس کا فاعل پوشیدہ اَھْلَ اسم مفرد نسبتی۔ یعنی برادری والے لفظاً واحد ہے معنیً جمع ہے جیسے کہ لفظ قوم مذکر سب کے لیے مستعمل ہے ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ اسم ظاہر بھی ہوتا ہے مثلاً اَہْلِ کتاب اور ضمیر بھی جیسے یہاں اہل اور دُوْ میں فرق یہ ہے کہ اہل ہر دینی و دنیوی نسبت کے لیے مستعمل ہے مگر دُوْ صرف نسبتِ ملکیتی کے لیے ظاہری نسبتیں آٹھ قسم کی ہوتی ہیں ر۱ نسبی ر۲ نسلی ر۳ علاقائی ر۴ وطنی ر۵ مذہبی ر۶ دینی ر۷ خاندانی ر۸ گھریلو۔ یہاں آخری تین مراد ہیں یا صرف آخری۔ یہ مضاف ہے ہٖ اس کا مضاف الیہ مفعول بہ ہے بِ حرف تعدیہ جارّہ الصَّلٰوۃِ اسم مفرد معرفہ یعنی جسمانی تمام عبادات واؤ عاطفہ اَلزَّکٰوۃِ اسم مفرد معرفہ یعنی تمام مالی عبادت یہ سب عطف مجرور ہو کر متعلق ہے گَانَ یَامُرُ کا یہ سب مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ گَانَ فعل ناقصہ اسم پوشیدہ ہے عِنْدَ۔ اسم مفرد ظرف مکانی اور زمانی دونوں کی قربت کے لیے مستعمل ہے۔ قربت آٹھ قسم کی ہوتی ہے ر۱ قربت جسمانی ر۲ اعتقادی ر۳ احساسی ر۴ معنوی ر۵ حکمی ر۶ رتبی (مرتبے کی) ر۷ تخصیصی ر۸ قبولیت یہاں یہ ہی مراد ہے عِنْدَہٗ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ ہر قسم کا ظاہر و ضمیر اسم ہوتا ہے رَبِّ مضاف ہٖ ضمیر مجرور متصل واحد مذکر مضاف الیہ یہ ڈبل (دوہری) اضافت ظرفِ مقدم ہے مَرْضِیًّا۔ باب سَمِعَ کا اسم مفعول واحد مذکر۔ دراصل تھا مَرْضُوْوٌ۔ واؤ ی کی طرف میں یعنی آخر کنارے میں ایک ساکن واؤ کے بعد دونوں کو دو ی سے بدل دیا اور دونوں ی کا ادغام کر دیا۔ رِضًی سے مشتق ہے یعنی راضی کیا جانا۔ مقبول بارگاہ ہونا ھُوَ پوشیدہ ضمیر کا مرجع اسماعیل ہیں مَرْضِیًّا اپنے نائب فاعل اور ظرف مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے گَانَ کی۔ یہ جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہوا اب چاروں جملے ناقصہ عطف ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝ [illegible] کتاب ابدی جرچہ فرمایئے

marfat.com
Marfat.com

ار مشہور کیجئے اپنی اس ہمیشہ رہنے والی کتاب قرآن مجید میں ہمارے پیارے کلیم اللہ کا اور ان صفاتِ موسیٰ کو ظاہر فرما دیجئے جو سچی حقیقی تعلیم موسیٰ نے قوم کو دی اس لیے کہ یہود نصاریٰ نے توریت کی صحیح تعلیم کو بگاڑ دیا۔ بے شک موسیٰ خالص اپنے رب کے لیے تھے مُخْلَصًا اسم مفعول کا معنی ہے ۱ خالص کیا ہوا ۲ چنا ہوا ۳ پسندیدہ ۴ مختارًا انبیاء دیا ہوا ۵ معصوم عَنِ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْمَعَاصِیْ وَالْفَوَاحِشِ ایک قرأت میں مخلصًا اسم فاعل ہے تو معنی ہے بغیر ریا نمود خالص عبادت کرنے والا اور خوش دلی سے اطاعت کرنے والے اور وہ اپنے ہی زمانے میں فقط اپنی قوم کے لیے تھے رسول بھی تھے نبی بھی۔ فقہاء کرام نے انبیاء کرام علیہم السلام کی تین شانیں بیان فرمائی ہیں پہلی شانِ نبوت ان کی تعداد بفرمانِ حدیث پاک ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ دوسری شانِ رسالت انبیاءِ عظام میں سے ان کی تعداد تین سو تیرہ۔ تیسری شانِ مُرسلیت۔ اُن کی تعداد رُسل انبیاء میں سے چار ہے۔ مُرسَل جو صاحبِ کتاب یا صحیفہ بھی۔ صاحبِ شریعت اور صاحبِ تبلیغ ہو۔ اور اُن کے دین کا نام بھی جداگانہ ہو۔ رسولؑ انبیاء ہیں جو نئی شریعت لے کر مبعوث ہوں مگر کتاب اور دین سابقہ مرسل پاک کا ہی اختیار فرمایا ہو۔ نبی وہ ہیں جو سابقہ شریعت اور اپنے سے پہلے رسول نبی کے دین کی ہی تبلیغ فرمائیں۔ حضرت موسیٰ انبیاءِ عظام میں پہلے مُرسَل رسول نبی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پہلی کتاب توریت معظم ان کو عطا فرمائی قرآن مجید میں ان کا اسم پاک اور واقعۂ زندگی مختلف انداز میں تقریبًا پچیس جگہ بیان فرمایا گیا۔ یہاں وہ واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے جب آپ شعیب علیہ السلام سے رخصت لے کر واپس مدین سے مصر جا رہے تھے واقعاتِ موسیٰ علیہ السلام میں یہ واقعہ اس سے زیادہ اہم ہے پانچ رکوع سے پہلے یہ کہ اس تمام سفر اور آمد و رفت میں شعیب علیہ السلام کی صحبت میسر آئی دوسری یہ کہ آپ کو آدم علیہ السلام کا لایا ہوا جنتی عصا عطا ہوا۔ جو صرف جنت سے موسیٰ علیہ السلام کے لیے آیا تھا تیسری یہ کہ اسی مبارک سفر میں معجزات عطا ہوئے۔ اسی سفر میں آپ کو کلیم اللہ بنایا گیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو ندا فرمائی جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی داہنی جانب طور پہاڑ تھا۔ دوسرا انعام یہ فرمایا کہ اپنے قربِ خاص کے راز و اسرارِ نہائی میں ان کو عطا فرمائے اور تیسرا انعام یہ فرمایا کہ ہم نے خاص اپنی رحمت سے ان کے بڑے بھائی ہارون کو ہی دیدیا جو نبی تھا

marfat.com
Marfat.com

یعنی جو ہارون اوّل سے نبوت اور ہمارے دین کی تبلیغ کسی اُمت مستقلہ کی طرف مبعوث ہونے کے لیے پیدا کئے گئے تھے اُن سب سے تبلیغیں اور اُمتیں چھڑا کر فقط موسیٰ علیہ السّلام کو دیدیا کہ اے ہارون تمہاری نبوی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ تم اپنے بھائی موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ رہو ہر بات کلام آنے جانے میں ان سے تعاون کرو۔ بخلاف دیگر انبیاء کرام علیہم السّلام کے کہ ہر نبی کسی اُمت کسی علاقہ کی طرف مبعوث ہوتا ہے کوئی نبی کسی دوسرے نبی کا وزیر نہ ہوا بجز حضرت ہارون کے علیہم الصّلوٰۃ والسّلام یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ جزیرہ نمائے سینا کے داہنی جانب عرب ہے اور بائیں جانب مصر ہے۔ اِسی داہنی جانب کے ساحل پر اُس وقت قبیلہ مدین کی بستی آباد تھی جہاں مصر سے جاکر موسیٰ علیہ السّلام مقیم ہوئے تھے حضرت شعیب علیہ السّلام کے پاس یہاں جانبِ طور ایمن کا معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی جانب ایمن پہاڑ تھا۔ ورنہ کسی بھی مقام کی اپنی کوئی جانب نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں صراحتاً صرف پچیس ۲۵ انبیاء کرام کا نام پاک مذکور ہوا جن میں چار مرسلین کرام اور اکیس رسولانِ عظام کے اسماءِ طیبات ہیں۔ احادیثِ پاک میں اُن سات انبیاء کرام علیہم السّلام کے اسماءِ مقدسہ صراحتاً مذکور ہیں جن کا صرف واقعہ اور تذکرہ قرآن مجید میں ذکر فرمایا گیا۔ ندائے الٰہیہ کا یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب حضرت موسیٰ مدین سے مصر واپس جا رہے تھے آپ پیر کے دن اپنے سُسر حضرت شعیب علیہ السّلام سے رخصت ہو کر اپنی بیوی صفورا کو لے کر کوہِ طور کی جنوبی سمت کے راستے سے روانہ ہوئے اور یہ بات سیّاح لوگ اور جغرافیہ دان جانتے ہیں کہ جب طور کو اُس کی جنوبی سمت سے دیکھو تو دیکھنے والے کی دائیں جانب سورج کا مشرق اور بائیں جانب سورج کا مغرب ہوگا لہٰذا یہاں جانبِ ایمن کی نسبت حضرت موسیٰ کی طرف ہے خیال رہے کہ جمادات نباتات کی چار سمتیں مشرق و مغرب شمال و جنوب ہیں یہ سمتیں انسان و حیوان کی نہیں ہوتیں۔ انسان و حیوان کی سمتیں دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہیں یہ سمتیں جمادات نباتات کی نہیں ہوتیں اور دو سمتیں مشترک ہیں یعنی اوپر نیچے یعنی کل سمتیں دس عدد ہیں جن میں چار سمتیں نباتات و جمادات کی اور چار انسانات و حیوانات کی اور دو مشترک۔ موسیٰ علیہ السلام دس سال مدین میں شعیب علیہ السّلام کی بکریاں چراتے رہے آٹھ سال معاہدے کے گزار کر آپ کا نکاح صفورہ بنت شعیب سے ہوا یہ آپ کی بڑی بیٹی تھیں دو سال آپ نے اپنی مرضی

marfat.com
Marfat.com

سے گزارے پھر آپ مصر کو لوٹے۔ ندائے الٰہیہ کا یہ واقعہ جمعہ کے دن ہوا اس پورے سفر میں آپ کو پندرہ دن لگے۔ یہ سفر دو جگہوں پر تھا۔ رات کے پہلے حصہ میں آپ یہاں پہنچے سردیوں کا موسم تھا۔ اس لیے آگ کی ضرورت محسوس ہوئی بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ کی زوجہ محترمہ اُمید سے تھیں مگر صحیح روایت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ طور مدین اور مصر کے درمیان ایک پہاڑی وادی ہے طور کا ذاتی نام ہے زُبیر اسی میں سے ندا آئی تھی ایمن کا معنی جانب بھی ہے اور میمون بھی یعنی برکت والا حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دو ہی بھائی تھے ہارون علیہ السلام ایک سال بڑے تھے یا چار سال وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ فرعون ایک سال بیٹے قتل کراتا تھا ایک سال زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ ہارون چھوڑنے کے سال پیدا ہوئے اور موسیٰ علیہما السلام قتل کے سال پیدا ہوئے اس ترتیب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ہارون ایک سال بڑے تھے۔ لہٰذا یہ قول ہی صحیح ہے ایک قول میں ہے تین سال بڑے تھے روایت صحیحہ میں ہے کہ رب تعالیٰ نے اُس رات موسیٰ علیہ السلام کو اتنا قرب عطا فرمایا کہ ستر ہزار حجابات میں سے چھ ہزار حجاب اُٹھا دیے گئے تھے۔ بعض نے فرمایا کہ صرف ایک حجاب رہ گیا تھا مگر یہ قربِ تعظیمی تھا نہ کہ مکانی گویا یہ معراجِ موسیٰ تھی سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وَھَبْنَا سے مراد وزارت ہارون ہے نہ کہ نبوت۔ کیونکہ نبوت تو آپ کو پہلے ہی عالم ارواح میں ودیعت تھی جس کا آپ کو شکمِ مادر سے علم تھا۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ وَکَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَکَانَ عِنْدَ رَبِّہٖ مَرْضِیًّا۔ اے ہمارے حبیب اور مخلوق کے محبوب چرچہ فرمایئے اِس قرآن مجید کتاب مبین کے ذریعے اسماعیل کا۔ قرآن مجید میں کل سولہ مقامات پر وَاذْکُرْ کا لفظ ارشاد ہوا ہے لیکن معنیٰ میں بہت سی نوعتیں اور مختلف مقاصد ہیں جہاں صرف اِذْ لکھا ہوتا ہے اُذْکُرْ پر شیدہ ہو وہاں معنیٰ ہوتا ہے یاد کرو اُس واقعہ کو جہاں ہوتا ہے وَاذْکُرْ دَبَّکَ وہاں معنیٰ ہوتا ہے تسبیح پڑھو۔ جہاں ارشاد ہوا وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ وہاں معنیٰ ہوتا ہے چرچہ کرو لوگوں کو بتاؤ۔ یہاں اسی معنیٰ میں ہے قرآن پاک میں صرف اسی جگہ پانچ مرتبہ آیت ۱۴ سے آیت ۵۶ تک اور آیت ۱۶ میں ہے اسی طرح جہاں ارشاد ہوا وَاذْکُرْ اسماعیل وغیرہ۔ وہاں دونوں معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ یاد کرو۔ یا بتاؤ۔ اسماعیل علیہ السلام کا ذکر علیحدہ فرمایا کیا سات وجہ سے پہلی یہ کہ آپ شان و فضیلت میں حضرت اسحاق و یعقوب علیہم السلام

marfat.com
Marfat.com

سے زیادہ ہیں دوم یہ کہ آپ کی شریعت آپ کی امت مستقل علیحدہ ہے سوم یہ کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ہی مبعوث ہو گئے تھے جب کہ اسحاق علیہ السلام وفات ابراہیم علیہ السلام کے بعد اُن کی ہی شریعت کے مبلغ و جانشین ہوئے چہارم یہ کہ یہود و نصاریٰ آپ کی نبوت و شان کے منکر ہیں اُن کو جھٹلانے کے لیے اہتمام سے علیحدہ ذکر کیا گیا۔ پنجم یہ کہ آپ معمارِ کعبہ اور بانی مکۃ المکرمہ ہیں ششم یہ کہ حضرت ابراہیم جدّ العرب ہیں اور آپ اَبُو العرب ہیں ہفتم یہ کہ آبِ زمزم آپ کا معجزہ جاری ہے جو تا قیامت باقی ہے قیامت تک دو ہی معجزے باقی رہنے والے ہیں۔ ایک آبِ زمزم کا چشمہ جو اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے نکلا یہ ارحاصی معجزہ ہے دوم دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قرآن کریم حدیث پاک اور اُن کے قوانین و عبادات قرآنِ مجید میں آپ کا اسمِ گرامی بارہ جگہ ارشاد ہوا ہے اور ہر جگہ آپ کی شانِ ارفع کا تذکرہ ہے یہاں آپ کی پانچ صفاتِ عالیہ کا ذکر ہے ۱ آپ صَادِقُ الْوَعْدِ یعنی سچے وعدے کرنے والے تھے۔ آپ کا پہلا وعدہ نو سال پہنچنے کے عمر میں ذبح کے وقت اپنے والد ابراہیم علیہما السلام سے ہوا کہ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ اور پورا کر دکھایا یہی آپ کا خصوصی وعدہ تھا یہاں اُسی کی طرف اشارہ ہے ورنہ ہر نبی ہی صادق الْوَعْد ہوتے ہیں۔ دوم یہ کہ آپ بہت وعدے کرتے تھے اور ان کو پورا کرتے تھے بلکہ غریبوں کے گھر جا جا کر وعدہ کرتے تھے اور اُن سے نماز زکوٰۃ روزے کی پابندی کا وعدہ لیتے بھی تھے۔ اور اس طرح بھی ہوتا تھا کہ کسی سے وعدہ کیا مگر وہ شخص بھول گیا تو اس کو یاد کراتے تھے کہ میرے پاس آ اور اپنا وعدہ پورا کرا لے یا اس طرح بھی ایک دفعہ ہوا کہ ایک شخص نے کہا کہ آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی آیا مگر وہ بھول گیا تو آپ تین دن اُسی جگہ ٹھہرے رہے جب وہ آیا تو آپ نے اُس کو وعدہ یاد دلایا جس کو وہ بھول چکا تھا تب اس نے معافی مانگی آپ نے معاف کر دیا صحیح قول تو یہی ہے کہ یہ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کا تذکرہ ہے مگر ایک قول ہے کہ یہاں اسماعیل بن حزقیل علیہ السلام مراد ہیں وہ حزقیل نبی علیہ السلام کی اُمت کے ولی تھے حضرت حزقیل نے اپنے اس ولی اللہ بیٹے کو ایک قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا قوم نے آپ کو سخت مارا اور سر کی کھال اتار دی رب تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ تم کو ثواب پورا ملے گا اور اس کے بدلے تمہیں ہم اپنا اتنا قرب عطا فرمائیں گے مگر ساتھ ہی تم کو اختیار رہے کہ جو چاہو اس بدبخت کافر قوم کے لیے عذاب نازل کرواؤ اور بددعا دو مگر آپ نے قوم کو معاف کر دیا اور ثواب پر راضی ہو گئے

marfat.com
Marfat.com

اور عرض کیا کہ مولیٰ اس قوم کو نرمی دل عطا فرما اور ہدایت و توفیق ان کے لیے آسان فرما دے یہ دعا قبول ہوئی۔ ایک قول یہ بھی امتِ حزقیل کے نبی تھے۔ مگر ان کا تذکرہ قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے جہاں لفظ یہی اسماعیل ارشاد ہوا ہے وہاں حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے ہی مراد ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دوسری شان آپ رسول یعنی علیحدہ مستقل شریعت والے نبی تھے۔ بعض نے کہا کہ رسول مستقل علیحدہ شریعت لے کر نہیں آتے وہ دلیل لیتے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہ ان کو ایک جگہ قرآن پاک میں رسول بھی فرمایا گیا مگر آپ صاحب شریعت نہ تھے اسی طرح اسحاق علیہ السلام کو رسول بھی فرمایا گیا مگر آپ کی علیحدہ شریعت نہ تھی مگر یہ قول غلط ہے صاحب شریعت نہ ہونا نبی کی تعریف ہے ہارون علیہ السلام کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ کو دعاءِ موسیٰ کی وجہ سے وزیر بنا دیا گیا۔ اور اسحاق علیہ السلام کو جب مبعوث فرمایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو ان کی شریعت بنا دیا گیا اور بذریعے وحی کچھ نئے احکام عطا فرمائے ایک قول ہے کہ آپ پر تین صحیفے نازل ہوئے نزولِ صُحُف بھی رسول علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ اسماعیل علیہ السلام کی تیسری شان یہ کہ آپ نبی۔ یعنی غیب کی خبریں دینے والے تھے ہر نبی غیب دان اور صاحبِ تبلیغ اور صاحبِ امت ہوتا ہے خواہ مستقل امت ہو یا کسی رسول کی وفات کے بعد ان کی امت کے لیے مبعوث کئے جائیں تاکہ اصلاح ہوتی رہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ یہاں عام خاص مطلق کی نسبت ہوتی ہے۔ آپ کی چوتھی شان یَاْمُرُ اَھْلَهٗ۔ آپ بہت اہتمام سے اپنے اہل کو ہر بدنی عبادت مثلاً نماز۔ روزہ۔ تلاوتِ صُحُفِ ابراہیم ورد وظائف تسبیح و ذکرِ الٰہی اور مالی عبادت یعنی زکوٰۃ فرضی صدقہ و خیرات قربانی و غریب پروری نذر و نیاز۔ ختم و درود کا حکم دیتے رہتے تھے آپ کے رعب و دبدبے سے کوئی شخص غافل نہیں رہ سکتا تھا آپ کے دور میں رات دن عبادت کی چہل و پہل رہتی تھی۔ آپ کی پانچویں شان عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا یہ آپ کی سب سے بڑی شان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سے آپ کو مَرْضِیًّا کا لقب عطا ہوا۔ مَرْضِیًّا کا معنی (۱) راضی برضاءِ الٰہی (۲) اللہ تعالیٰ کو ہی پسند کرنے والے (۳) اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ (۴) وہ اللہ تعالیٰ سے ہر امر میں راضی اور اللہ تعالیٰ ان کے ہر عمل سے راضی (از تفسیر فتح القدیر مظہری صاوی مدارک خازن)

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ چھ انبیاءِ کرام

marfat.com
Marfat.com

علیہم السلام کو معراج جسمانی عطا ہوئی ۱۲ آدم علیہ السلام کو جنت میں ۱۲ ابراہیم علیہ السلام کو سیر ملکوت میں ۱۲ ادریس علیہ السلام کو فردوس میں ۱۲ عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے یا دوسرے یا پہلے آسمانی رہائش میں ۱۲ موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر ۱۲ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو لامکان پر۔ یہاں موسیٰ علیہ السلام کی جسمانی معراج کا ذکر ہے مگر معراج موسیٰ اور معراج مصطفیٰ میں چھ طرح فرق ہے ۱۲ معراج موسیٰ میں قرب تقطیعی تھا اور معراج مصطفیٰ میں قرب مکانی تھا ۱۲ معراج موسیٰ زمینی کوہ طور پر لیکن معراج مصطفیٰ آسمانی لامکان پر ۱۲ معراج موسیٰ قرنبنہ کے باوجود ایک ہزار حجاب تھے معراج مصطفیٰ میں قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کی بے حجابی تھی ۱۲ معراج موسیٰ میں ان کی زوجہ پاک ہمراہ تھیں جن کو چالیس گز دور چھوڑ کر آگے بڑھے۔ مگر معراج مصطفیٰ میں جبرئیل ہمراہ تھے جن کو سدرہ پر چھوڑ کر آگے بڑھے ۱۲ معراج موسیٰ میں شمل نار نظر دیکھا۔ مگر معراج مصطفیٰ میں اصل نور دیکھا ۱۲ یہ کہ معراج موسیٰ میں رب تعالیٰ نے جو باتیں موسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں وہ قرآن مجید میں سب کو بتا دیں مگر لامکان کی معراج مصطفیٰ میں جو باتیں اپنے حبیب محمد مصطفیٰ سے فرمائیں وہ کسی کو نہ بتائیں فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى کہہ کر سب کو خاموش کر دیا وصلی اللہ تعالیٰ علیہا وبارک وسلم یہ فائدہ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت مخلوق کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ اور ان کی ہدایت کو تین طرح پر تقسیم فرمایا اولاً ازل میں ہی سب کو نبی بنا دیا پھر ان سب کو وہ قوت بخش دی جس سے وہ اقوام عالم کو ہدایت راہ صراط دے سکیں اور قرب الٰہی کا خزانہ بندوں میں تقسیم کر سکیں۔ پھر ان ہی انبیاء میں سے اپنے انعامات شریعت وطریقت ومعرفت اور احکام الٰہیہ اسرار مخفیہ کے لیے کچھ کو چن لیا جن کو لفظ رسول کا لقب عطا فرمایا پھر ان ہی رسولان معظمین میں سے مرسلین کا انتخاب فرما کر ان کو اپنی کتاب مکمل سے نوازا تو نبی وہ جو اللہ کے رسول علیہ السلام سے لے اور بندوں کو دے رسول وہ جو اللہ تعالیٰ سے شرعی احکام لے اور انبیاء علیہ السلام کو بھی دے تبلیغ نبوت کے لیے اور بندوں کو (اپنی امت کو) دے ہدایت کاملہ کے لیے اور مرسل وہ جو اللہ تعالیٰ سے شریعت بھی لے اور کتاب بھی اور اپنی امت کو ہدایت رسولان عظام کو شریعت اور انبیاء کرام کو احکام الٰہیہ عطا فرمائے۔ یہ فائدہ رَسُوْلًا نَّبِيًّا فرمانے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ اے بھلو یہ ہمارے رسول ہیں اور تمہارے نبی ہیں تفسیر فائدہ۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امت کے مربی اور شمل باپ

marfat.com
Marfat.com

ہونے یہی وجہ ہے کہ دین دنیا کی جو ذمہ داریاں باپ پر عائد ہوتی ہیں تقریباً انہی شفقت و محبت و پیار، الفت و حسن سلوک سے انبیاء کرام اپنی امت سے نبھاتے ہیں اور باوجود قوت و طاقت کے پھر بھی امت کفار کا ظلم سہتے برداشت کرتے ہوئے بھی ان کو ہر برائی بھلائی سمجھاتے بتاتے ہی رہتے ہیں۔ یہ فائدہ۔ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ (الخ) سے حاصل ہوا

احکام القرآن ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ** سب سے بڑی اور اہم عبادت اور خوشنودی رب تعالیٰ کی باعث ثواب اپنی آل اولاد خدام مریدین شاگردان و لواحقین کو ہدایت ایمان و عبادت دینا ہے یہ مسئلہ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ (الخ) سے مستنبط ہوا **دوسرا مسئلہ**۔ عید میلاد النبی منانا اور اس کے لیے محفلیں منعقد کرنا۔ خوشی کا اظہار اور جشن کا سماں پیدا کرنا اگر فرض نہیں تو واجب ضرور ہے یہ مسئلہ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے کئی مقامات پر اپنے پیارے حبیب کی زبان اقدس سے کتاب لاریب کے ذریعہ ولادت انبیاء کرام علیہم السلام سے لے کر پوری حیات طیبہ اقوال افعال معجزات اکرامات کا پورا پورا شاندار طریقے سے چرچہ و تذکرہ کرادیا کہ سارے عالم میں شان نبوت و فیضان رسالت کی دھومیں مچ گئیں اور ذکر نبوت کی دھومیں مچانے جشن منانے کا نام ہی عید میلاد النبی ہے جو پروردگار عالم کو اتنا پسند ہے کہ بار بار اس کا حکم دیا جارہا ہے **تیسرا مسئلہ**۔ آج مسلمانوں کو دیگر عملی بیماریوں کی عادت کے علاوہ وعدہ خلافی کی بیماری بھی شدید طریقے سے پیدا ہوتی جارہی ہے حالانکہ وعدہ خلافی اور پھر جان بوجھ کر وعدہ خلافی اکبر الکبائر گناہوں میں سے ایک گناہ کبیرہ ہے وعدہ نبھانا حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی فقہاء عظام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ وعدہ نبھانا واجبات اسلامیہ اور اخلاق فرائض میں شامل ہے یہ مسئلہ صَادِقَ الْوَعْدِ (الخ) ارشاد فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے اخلاق نبوت اور سیرت طیبہ صادق الوعد عیسی صفت عظیمہ کو نہایت شان و اہتمام سے ذکر فرمایا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں **پہلا اعتراض**۔ اللہ تعالیٰ کی عبادتیں تو بہت سی قسم کی ہیں جو تقریباً سب ہی فرض و واجب اور مستحب ہیں تو یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تذکرے میں صرف یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ

marfat.com
Marfat.com

والزکوٰۃ ہی کیوں فرمایا گیا باقی عبادات ضروریہ و اعمال صالحہ و اخلاق پاکیزہ کا حکم نہ دیتے تھے۔ جواب۔ تمام عبادات عملیات اخلاقیات صالحات صدقات و خیرات مل ملا کر دو قسم کے بنتے ہیں ۱ عبادت بدنیہ ۲ عبادت مالیہ۔ اور عبادات بدنیہ میں افضل ترین عبادت نماز ہے اور عبادات مالیہ میں اہم ترین عبادت زکوٰۃ ہے ان کے تذکرے سے باقی کا ذکر خود بخود آگیا رر اصل یہ دو قسم کے حقوق کو شامل ہے حقوق اللہ اور حقوق العبد لہٰذا نماز ہے تمام حقوق اللہ مراد ہی لئے گئے اور زکوٰۃ سے تمام حقوق العبد مراد لیے گئے ہیں دوسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر پہلے ہے اسماعیل علیہ السلام کا بعد میں حالانکہ اسماعیل پہلے ہیں موسیٰ بعد میں اسی طرح اُن کے بھی بعد ادریس علیہ السلام کا ذکر ہے جب کہ وہ ان سب سے ہی پہلے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ترتیب وار ذکر کیا جاتا یہ بے ترتیبی کلام اللہ ہونے کے خلاف ہے آخر یہ کیوں۔ (یہودی عیسائی ہندو) جواب۔ جس ترتیب کو تم تلاش کرتے ہو وہ ترتیب تم کو ناولوں۔ قصوں۔ کہانیوں اور تاریخی کتابوں میں ملے گی۔ قرآن مجید نہ تو تاریخی کتاب ہے نہ افسانہ نگاری، ترتیب یہاں بھی ہے مگر سمجھنے کے لیے عقل و شعور چاہیئے۔ قرآن مجید کی اپنی طرز بیانی اور اپنی ترتیب ہے جس میں کوئی معنی اور مقصد ہوتا ہے اور کچھ سمجھانا بتانا ہوتا ہے مثلاً اس سورۃ مریم میں رب تعالیٰ نے دس انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا جو بالکل بامقصد ترتیب کے ساتھ اور دور نبوت کی عرب اقوام سے لے کر تا قیامت تمام اقوام عالم کو کچھ سمجھانا مقصود ہے سورۃ مریم کی ابتداء حضرت زکریا کے واقعے سے ہوتی ہے اقوام عرب مذہبی اعتبار سے تین قسموں پر منقسم تھیں ۱ مشرکین ۲ یہودی ۳ عیسائی (نصاریٰ) اور تینوں ہی بنیادی کفریہ عقیدے تھے ۱ اللہ اپنی قدرتوں میں مجبور ہے دیوی دیوتاؤں کا محتاج ہے۔ معاذ اللہ یہ مشرکین کا عقیدہ تھا ۲ عیسیٰ اور مریم غلط ہیں معاذ اللہ یہ یہودیوں کے عقیدے تھے ۳ عیسیٰ ابن اللہ ہے موسیٰ نے گناہ کیا۔ معاذ اللہ یہ نصاریٰ کا عقیدہ تھا۔ ابراہیم مشرک تھے۔ یہودی تھے عیسائی تھے۔ یہ ان تینوں کے مختلف عقیدے تھے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں۔ اسماعیل ذبیح اللہ نہیں بلکہ اسحاق ہیں یہ یہود و نصاریٰ کے عقیدے اور بھلا پے تھے۔ ان تمام عقائد کو رد کرنے کے لیے تردیدی لحاظ سے ترتیب دی گئی اسی لیے زمانۂ ولادت کی ترتیب نہ رکھی گئی پہلے زکریا یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر فرما کر تخلیق قدرت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ مجبور ہے نہ محتاج جس طرح چاہے جس کو چاہے پیدا فرمائے۔ یہودیوں کی

marfat.com
Marfat.com

گستاخیوں کا جواب دیا کہ عیسیٰ و مریم غلط نہیں بلکہ اُن کے نبی موسیٰ علیہ السّلام ہی کی طرح عیسیٰ بھی صاحبِ کتاب نبی رسول مرسل ہیں موسیٰ علیہ السّلام سے مرتبے میں برابر ہیں کسی طرح کم نہیں اور یہ کہ مسیح علیہ السّلام ابنُ اللہ نہیں بلکہ عبدُ اللہ ہیں یہاں ابتدا میں عرب کی تینوں قوموں کے عقائد کو باطل کر دیا گیا پھر ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ اور شرک و کفر توڑ دین و عقیدہ بیان فرما کر اہلِ عرب کو اُن کے جدِّ اعلیٰ کا دین بتایا گیا کہ دلائل سے مانو یا ستیزہ کاری سے ہر طرح ایمان لانا تم پر لازم آتا ہے ابراہیم علیہ السّلام کے تذکرے میں اُن کا دین بھی بتا دیا اور اُن کے دلائل بھی گنا دئے۔ پھر حضرت ابراہیم کے انعامات کا ذکر فرماتے ہوئے اسحاق اور یعقوب علیہم السّلام کا ذکر فرمایا گیا۔ مزید انعام یہ کہ یعقوب علیہ السّلام کی نسل اور اولاد کو ہی رب تعالیٰ کی پہلی کتاب توریت دی گئی جو حضرت یعقوب کے اسرائیلی پوتے در پوتے موسیٰ علیہ السّلام کو ملی اور وہ بھی بقولِ نصاریٰ گناہ گار نہ تھے بلکہ مخلصًا (معصومًا) رسولاً نبیًّا مقرّبًا بجیًّا تھے اس کے ساتھ ہی دعاءِ موسیٰ کی شان بیان فرمائی گئی کہ دیکھو اے عیسائیو تم تو ان کی برائیاں کرتے ہو مگر وہ ہمارے اتنے پیارے تھے کہ ان کے دعا سے ہم نے اپنے نبی ہارون کو ان کا وزیر بنا دیا۔ ابراہیم علیہ السّلام کے یہ انعامات بیان کرنے کے بعد آپ کی دعاؤں کی قبولیت کا تذکرہ فرمایا کہ ابراہیم کو اسحاق و یعقوب تو صحبت کے انعام میں ملے لیکن اسماعیل دعاءِ ابراہیم کی قبولیت میں ملے اور پھر اے اہلِ عرب اگر تم اپنے جدِّ اعلیٰ ابراہیم جدُّ العرب کا دین نہیں مانتے تو کم از کم اَبُو الْعَرَب حضرت اسماعیل کا ہی دین اختیار کر لو کہ وہ صادقُ الوعد رسولاً نبیًّا تھے اور اپنے اہل کو جو تمہارے ہی باپ دادا تھے ان کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیتے اور پابندی سے پڑھواتے دلواتے تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہم باپ دادا کا دین نہیں چھوڑیں گے تو سنو یہ تھا تمہارے باپ دادا کا دین وہ تو عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا تھے تو تم عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْدُوْدًا کیوں بنتے ہو سُبْحَانَ اللہ کیسی شاندار با مقصد ترتیب ہے صرف سمجھنے کے لیے عقل چاہیئے۔ اس کے بعد اُن اور یس علیہ السّلام کا ذکر کیا گیا جو ان سب میں پہلے تھے مگر اس ترتیب میں سب سے آخر کیوں رکھا اس کی حکمت ان کے تذکرے میں بیان کی جائے گی انشاءَ اللہ۔ تفسیر الاعتراض یہاں فرمایا گیا وَوَهَبْنَا لَهٗ (الخ) یعنی موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا ہم نے ہارون نبی اور اس سے پہلے فرمایا گیا وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ یعنی ابراہیم کو عطا کیا ہم نے اسحٰق و یعقوب توجیہ کا معنیٰ ہوا اور بخشنا اسحٰق و یعقوب کے لیے توریمعنیٰ

marfat.com
Marfat.com

درست بنتے ہیں مگر ہارون تو موسیٰ سے بڑے تھے وہ حصہ کیسے بن سکتے ہیں۔ جواب دونوں جگہ حصہ کے معنیٰ درست ہیں۔ اسحاق و یعقوب میں ذات کا حصہ مراد ہے اور ہٰذُوْن میں خدمات کا حصہ مراد ہے یعنی ہارون علیہم السلام بذاتِ خود حصہ نہ ہوئے صرف ان کی خدمات اور ہمراہی کام کاج مشورے بشکلِ وزارت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کئے گئے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

تفسیر صوفیانہ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مُوْسٰٓی اِنَّہٗ کَانَ مُخْلَصًا وَّکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ وَنَادَیْنٰہُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَقَرَّبْنٰہُ نَجِیًّا۔ وَوَھَبْنَا لَہٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاہُ ھٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ اے حسدِ عالمین کی روحِ مقصود سینۂ المنشرح کی کتاب مبین موسیٰ عقلِ سلیم کا تذکرہ بھی جاری و ساری فرمایئے شک یہ چمنستانِ معرفت کا گوہرِ خالص ہے اور معقولاتِ غیوب کا مخزن ہے وہی مدین جبدی کا پیغام سرمدی سنانے والا رسولِ ہدایت ہے طورِ انوار کی برکات نمیزدانی سے ہم نے اس جوہرِ عقل کو ندا فرمائی اور قربِ متقال سے اس کو اسرار و رموز سکھائے اور ہم نے ہی اپنی رحمتِ خاص سے اس عقلِ سلیم کو اس کا ہم نشین ضمیر ہارون غیوباتِ عرشی کا وزیر و معاون عطا فرمایا تحقیقاً عقل بالغہ کے یہی خزانے ہیں لہٰذا جو اہلِ حقیقت بننا چاہے وہ اپنے آپ کو حقوقِ بندگی میں جکڑ لے کیونکہ علمِ مکاشفہ و کلامِ عرشی کے علاوہ بھی اس سے بہت زائد و ضروری کام لیے جائیں گے ہم نے اس کو خالص اسی لیے پیدا کیا ہے کہ شریعت دل کی ہو حکومت عقل کی ہو کتاب قانونِ دل کی ہو عصاءِ نفوذِ عقل کا ہو شہنشاہی عقل کی ہو وزراتِ ضمیر روشن کی ہو یہی منشاءِ قدرت لم یزلی ہے مافیضنا فرماتے ہیں کہ جسدِ انسانی میں جانبِ ایمن کہ شریعت دل کی ہو جانبِ ایمن بھی ہے اور جانبِ ایسر بھی جانبِ ایمن نفسِ مطمئنہ ہے جہاں تجرِ طیبہ ہے جس میں نارِ عشق فروزاں ہے اور جانبِ ایسر نفسِ امارہ ہے جہاں زقوم کا قلزم ہے۔ الہامات الٰہیہ کی ندائیں اور نفحاتِ قدس کی صدائیں جانبِ طورِ انوار کے ایمن سے ہی قلبِ مسعود پر وارد ہوتی ہیں اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ بِھٰذَا الْاَنْوَارِ یٰھٰذَا الْاَعْمٰی خائب و خاسر و محروم ہیں وہ بدنصیب جو حقیقت تک نہیں پہنچے نہ اس حقیقت کے درجے کو سمجھ سکے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان بدبختوں کی گردن سے شریعت کی پابندیوں ذمہ داریوں کا بوجھ اتر جائے گا اور ان کا باطن آزادی، آوارگی، تحریف اور گمراہی سے بھرا رہے گا۔ آج کل اس قسم کے

marfat.com
Marfat.com

پیر مرید اور بھوٹے وعویدار ہر جگہ ملتے ہیں جو لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور گمراہ ہونے والوں میں ان پڑھ اور جاہل گنوار غریب مسکین لوگوں سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو دیوی پڑھے لکھے بنتے ہیں اور دولت مندی کے غرور میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ جس ذی عقل نے گمراہی کے الزام اور بدخصلتی بری ہم نشینی کی تہمت سے بچنے کی خود کوشش نہ کی وہ لوگوں کی اپنے پروردگار سے کسی کو ملامت نہ کرے کیونکہ یہ کام اس کا اپنا تھا۔ ہر شخص جس طرح خود ہی سردی گرمی تپش وجلن سے بچ کر صحیح اور بہترین جگہ سیدھے پیچے راستے کو تلاش کر لیتا ہے اور پوچھتا پچھاتا منزل مقصود مقام مطلوب پر پہنچ جاتا ہے۔ عارف بدایونی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر بندہ اسی طرح بندۂ مسافر ہے اور ہر مسافر راہ کو ہر وقت چار چیزوں کی ضرورت ہے ۱ سواری ۲ چراغ دیبڑی ۳ روشنی ۴ جغرافیائی نقشہ کی کتاب ۱ اور وہ شخص جو واقف راہ منزل ہو۔ مسافران اہل ایمان کے لیے نور اور روشنی ذات محمد مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۲ اور کتاب قرآن مجید ہے ۳ سواری شریعت وطریقت ہے اور ۴ واقف منزل مرشد کامل ہے۔ پہلی تین چیزوں میں خطرہ نہ سمجھو وہاں اندیشوں کی ضرورت نہیں ہاں چوتھی چیز میں خوب سوچ سمجھ کر و کیونکہ لباس یار میں اغیار بھی ہوتے ہیں اور راہبر کے لبادے میں راہزن بھی بیٹھے ہیں ان دھوکوں سے بچو کروں فریبوں مکاریوں سے بچنے کے لیے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا۔ اور تذکرہ فرمائیے تمام کائنات کے لوگوں کو بتائیے اس روشن کتاب سینہ فیض گنجینہ میں سے اسماعیل شعور پُرنور کا جو رہنما ہے اپنے اہل ابدان اور آل اجسام کا جس کا ہر وعدہ سچا ہر کلام روشن ہر نصیحت شاندار ہر ادا پیاری ہر بیانیاری ہے اور جو اپنے منعم حقیقی ربانی سے پسندیدہ والا مقبول ہے اور جو اپنی اعضاء ظاہری واعمال باطنی کی امت کو مستحبات عالم کی غیبی خبریں دینے والا ہی ہے اور وہ شعور مصفا جو ہر وقت اپنے اجساد اعضاء واعضاء بدنیہ کو نماز عشق صلوٰۃ معراج اور زکوٰۃ روح وتذکیہ نفس ہی کا حکم واشارہ فرماتا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ عالم ابدان کا اسماعیل مزکی شعور بیدار ہے اور اس کا وعدہ عالم ارواح میں قالوا بلیٰ کا وعدہ ہے اور اس کے اہل چار قوتیں ہیں ۱ قوت جسم ۲ قوت نفس ۳ قوت قلب ۴ قوت روح۔ اور اس کی نماز ما سوا اللہ سے بے توجہ ہو کر متوجہ

marfat.com
Marfat.com

راہی اللہ ہوتا ہے۔ اور اُس کی زکوٰۃ تذکیۂ نفس۔ طہارتِ روح۔ پاکیزگی اعضا اور قوتِ قلب کی جلا ہے۔ قوتِ قلب ابراہیم معرفت کی ملت ہے۔ نفسِ امارہ کی تین قوتیں ہیں جن کو ختم کرنا شعورِ ایمانی کی ذمہ داری ہے راشرعی حدود میں دخل اندازی ۲ اعمالِ آخرت میں سستی ۳ فرائض میں غفلت جب یہ قوتیں غلبہ کرتی ہیں تو بندے کو عبادت ریاضت۔ تلاوت اور نماز میں لذت وحلاوت نہیں آتی۔ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا جب تعلیم شعور سے بدنِ مومن حلا ونفسا پاتا ہے تو عِنْدَ رَبِّہٖ مَرْضِیًّا اپنے رب کا پسندیدہ بن جاتا ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا

اور ذکر کیجئے اس کتاب میں سے ادریس کا بے شک وہ تھے سراپا سچائی

اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا

نَّبِيًّا ۝۵۶ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝۵۷ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اللہ کی خبریں دینے والے اور ہم نے پہنچا دیا ہے ان کو بہت اونچے گھر میں وہی مذکورہ انبیا وہ ہیں کہ

غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھا لیا یہ ہیں جن پر اللہ نے

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ

انعام فرمایا اللہ نے اُن پر انبیاء میں سے حضرت آدم کی نسل میں سے

احسان کیا غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے آدم کی اولاد سے

وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ

اور اُس نسل سے کہ کچھ لوگوں کو سوار کیا تھا ہم نے نوح کے ساتھ اور کچھ ابراہیم

اور اُن میں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور یعقوب کی

marfat.com
Marfat.com

وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ اِذَا

اور اسرائیل کی نسل میں سے اور کچھ لوگوں کو ان میں سے اپنے قرب کی ہم نے راہ دکھائی اور چن لیا کچھ اولاد سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن لیا۔ جب

تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ

رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں ان کے سامنے تو فوراً زمین سے لگ جاتے سجدہ کرتے ہوئے اور رحمٰن کی آیتیں پڑھی جائیں گر پڑتے سجدہ کرتے اور

بُكِيًّا ﴿۵۸﴾

آنسو بہاتے ہوئے۔

روتے

تعلقات ان آیت کریمہ کا پچھلا آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی چند آیت میں تسلسل کے ساتھ انبیاء و مرسلین کا نام بنام ذکر چلا آرہا ہے۔ اب ان آیات میں ان کی عند اللہ شان بتائی جارہی ہے گویا یہ آیت سابقہ آیات کا تتمہ ہیں۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں شان انبیا بیان فرماتے ہوئے صادق کا لقب استعمال فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں صدیق کا لقب ارشاد ہوا۔ اور صادق و صدیق کا فرق انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان ہی آیات کی تفسیر نحوی میں بیان کریں گے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں شان نبوت کا ذکر رب الٰہی کی طرف سے بیان فرمایا گیا اب ان آیات میں رفعت مکانی سے انبیاء کرام علیہم السلام کی محبوبیت کا ذکر فرمایا گیا۔

تفسیر نحوی وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۙ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۖ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۖ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ

اذکر فعل با فاعل فی الکتب جار مجرور متعلق ہے اذکر کا ادریس اسم مفرد غیر منصرف کیونکہ عجمی اور علم ہے نام پاک ہے ایک نبی علیہ السلام کا عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ ایک قول میں ہے یہ سریانی زبان کا لفظ ہے یہ قول زیادہ درست ہے ایک قول میں یہ عربی لفظ ہے درس سے مشتق ہے بروزن ادریس

marfat.com
Marfat.com

بمعنی بہت پڑھنے والا۔ پڑھانے والا صفت مشبہ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ قرآن مجید میں اس لفظ کو غیر منصرف بنایا گیا۔ جس سے عجمی ہونا واضح ہے۔ مفعول ہے اُدْعُوْ فعل امر اپنے پوشیدہ فاعل اَنْتَ ضمیر اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف مشبہ ضمیر اس کا اسم کَانَ فعل ھُوَ پوشیدہ ضمیر مرفوع اس کا اسم صِدِّیْقًا کَانَ کی پہلی خبر۔ بروزن فِعِّیْلًا اسم مبالغہ ہے صِدْقٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے اتنا سچا کہ جو کہدے وہی ہو جائے بِنَبِیًّا دوسری خبر کَانَ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ رَفَعْنَا۔ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق جمع متکلم فاعل متکلم اللہ تعالیٰ ہے رَفْعٌ سے مشتق ہے بمعنی بلند کرنا، اٹھانا اوپر لے جانا۔ رَفْعٌ ہر بلندی کو کہا جاتا ہے جو مرتبہ جسمانی ہو سکتی ہے وہ ضمیر اس کا مفعول بہ ہے مَکَانًا اسم ظرف باب نَصَرَ کَوْنٌ اَجْوَف واوی سے مشتق ہے اس کی جمع مذکر آمکنہ اس کی مؤنث نفلی مَکَانَۃٌ اور جمع مؤنث اَمْکِنَۃٌ اس کا اسم فاعل مُکَیِّنٌ۔ اسی سے کَانَ ہے اس کی چار قسمیں ہوتی ہیں ۱ کَانَ ماضی بعید کی علامت ۲ کَانَ ماضی استمراری کی علامت یہ دونوں اسم کے درجہ میں ہیں ۳ کَانَ ناقصہ ۴ کَانَ تامہ۔ یہ دونوں فعل ہوئے ہیں۔ یہ موصوف ہے عَلِیًّا۔ اسم صفت مشبہ عَلِیٌّ سے مشتق ہے بمعنی بہت بلندی۔ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول فیہ ہے رَفَعْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر معطوف ہوا کَانَ صِدِّیْقًا پر۔ سب عطف مل کر خبر اِنَّ جملہ اسمیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ صرف دس مشتقات سے جملہ انشائیہ بنتا ہے۔ امر نہی استفہام تمنی۔ ترجی۔ عقود۔ ندا عرض۔ قسم۔ تعجب۔ اور مصدر مضاف عامل سے مشبہ جملہ ہوتا ہے باقی تمام مشتقات افعالیہ وانشائیہ اور جوامد سے جملہ خبریہ بنتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ بعید مشار الیہ کے لیے بمعنی وہ بہت سے مشار الیہ کے لیے آتا ہے بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے اسم غیر متمکن ہے اس لیے اس کا اعراب ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کا مشار الیہ وہ تو انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جن کا ذکر پاک اسی سورۃ مریم کی پہلی آیت میں فرمایا گیا ۱ زَکَرِیَّا ۲ یحیٰی ۳ عیسٰی ۴ ابراہیم ۵ اسحاق ۶ یعقوب ۷ موسیٰ ۸ اسماعیل ۹ ادریس علیہم الصلوٰۃ والسلام اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ اَنْعَمَ فعل ماضی مطلق باب افعال سے ہے مصدر ہے اِنْعَامٌ نِعْمٌ سے بنا ہے بمعنی بلا معاوضہ اور بلا استحقاق قابلیت و لیاقت کی بنا پر کوئی فائدے والی چیز عطا کرنی اسی سے ہے نعمت اللہ اس کا فاعل ہے عَلَیْھِمْ یہ جار مجرور متعلق قول ہے مِنَ النَّبِیّٖنَ۔ یہ جار مجرور متعلق دوم مِنْ ذُرِّیَّۃِ مِنْ بیانیہ بعضیت کے لیے ذُرِّیَّۃِ اسم مفرد

marfat.com
Marfat.com

یعنی واحد مؤنث ہے معنا جمع ہے جیسے لفظ قوم۔ مگر فرق یہ ہے کہ لفظ قوم تو صرف جمع کے لیے استعمال ہے لیکن لفظ ذریت واحد کے لیے بھی مستعمل اور جمع کے لیے اسی طرح یہ مذکر آزاد کے لیے بولا جاتا ہے اور مؤنث کے لیے اس کی تفکی جمع ذریات اور ذرارِیّ۔ اس کے اشتقاق میں تین قول ہیں ۱ ذَرَءَ سے بنا ہے ۲ ذَرْوٌ سے ۳ یا ذَرَّ (ذَرٌّ) سے بنا ہے۔ بہر حال صفت مشبہ ہے بروزنِ فُعْلِیَۃٌ قُمْرِیَۃٌ اسے مراد ہے نسل یعنی چھوٹی بڑی مذکر مؤنث اولاد۔ یہ مضاف ہے آدمؑ۔ اسم مفرد غیر منصرف۔ آدمؑ سے بنا ہے۔ عجمی اور علم ہے پہلے نبی علیہ السلام کا یہ ہی پہلے انسان اور نسلِ انسانی کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ مضاف الیہ ہے بحالتِ کسرہ ہے مگر غیر منصرف کو بحالتِ کسرہ نصب (زبر) ہوتا ہے۔ یہ جار مجرور معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اور یہ مِنْ جارہ تبعیضیہ مَنْ اسم موصول حَمَلْنَا۔ بابِ ضَرَبَ کا ماضی جمع متکلم با فاعل مع اسم ظرف مکانی مع کبھی مضاف ہوتا ہے کبھی مفرد یعنی بغیر اضافت اس کی یہ معنی کبھی ساکن مفتوح کبھی مجرور ہوتی ہے ہمیشہ معیت (ساتھ رہنے) کے معنی دیتا ہے۔ معیت چھ قسم کی ہے ۱ معیت مکانی یہاں یہ ہی ہے ۲ معیت زمانی ۳ معیت ذاتی ۴ معیت مرتبہ ۵ مدد و تعاون ۶ معیت اجتماعی نوحٍ۔ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے حَمَلْنَا کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ مَنْ موصولہ صلے سے مل کر مجرور۔ جار مجرور معطوف علیہ واؤ عاطفہ مِنْ حرفِ جر تبعیضیہ ذُرِّیَّۃِ مضاف اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ یہ دونوں اسم غیر منصرف ہیں عجمی اور علم ہیں۔ اسرائیل لقب ہے یعقوب علیہ السلام کا اس کا اُلٹ یعنی یعقوب لقب ہے اسرائیل نام عبرانی لفظ ہے ترجمہ ہے اے اللہ فریا دسن لے یہ دونوں آپس میں عطف بیں مضاف الیہ ہے ذُرِّیَّۃٌ کا پھر مجرور ہے مِن سے جار مجرور معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ مِنْ جارہ بیانیہ یا تبعیضیہ۔ مَنْ اسم موصول ھَدَیْنَا بابِ ضَرَبَ ماضی مطلق جمع متکلم نحن پر شیدہ ضمیر اس کا فاعل متعدی بیک مفعول ہے اس کا مفعول بہ کم ضمیر جمع مذکر غائب پوشیدہ ہے ھَدٰی سے بنا ہے بمعنی ہدایت دینا۔ راستہ دکھانا سمجھانا۔ واؤ عاطفہ اِجْتَبَیْنَا۔ بابِ افتعال کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ فاعل اللہ تعالیٰ کم پوشیدہ ہے مفعول بہ دراصل ہے ھَدَیْنَاھُمْ وَاجْتَبَیْنَاھُمْ اس کا مصدر ہے اِجْتِبَاءٌ۔ جَبْیٌ سے بنا ہے بمعنی چن لینا خالص و برگزیدہ کر لینا۔ یہ دونوں جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ معطوف ہوئے پھر صلہ ہو کر موصول صلہ مجرور ہو کر جار مجرور معطوف چاروں عطف ۱ مِنْ ذُرِّیَّۃِ آدَمَ ۲ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا ۳ مِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرٰھِیْمَ ۴ وَمِمَّنْ ھَدَیْنَا۔ مل کر متعلق دوم ہوا اُنعِمَ کا وہ سب مل کر

marfat.com
Marfat.com

صلہ ہوا الَّذِیْنَ کا موصول صلہ مل کر خبر مبتدا۔ وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا۔ حرف ظرفیہ شرطیہ عربی میں حرف اذا سات طریقوں سے مستعمل ہے ۱ ظرف زمانی کے لیے ۲ ظرف مکانی کے لیے ۳ مفاجات یعنی اچانک کے لیے ۴ قسم کے ساتھ ۵ زمانۂ ماضی کے لیے ۶ زمانۂ حال کے لیے ۷ زمانۂ مستقبل کے لیے۔ یہاں ظرف زمان مطلق شرطیہ ہے اس کا ترجمہ ہے جب بھی یا جب کبھی ایسا ہوا تب فوراً ایسا ہوا۔ تُتْلٰی۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع مجہول واحد مؤنث غائب "تُلُوٌّ" سے مشتق ہے بمعنی تلاوت کرنا پڑھنا۔ یہ ہمیشہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ عَلٰی جارّہ بمعنی عِنْدَ ظرف مکانی یعنی اُن کے پاس اُن کے سامنے ھِمْ ضمیر کا مرجع اُولٰٓئِكَ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے۔ آیٰتُ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے اٰیَۃٌ مضاف اَلرَّحْمٰنِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی نائب فاعل ہے تُلِیَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی خَرُّوْا۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب ھُمْ پوشیدہ اس کا فاعل سُجَّدًا اسم مبالغہ صفت مشبہ۔ جمع مذکر اس کا واحد ہے سَاجِدٌ۔ بمعنی ایک دم سجدہ کرنے والا بہت سجدے کرنے والا سُجُوْدٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے زمین پر پیشانی لگانا۔ ہر اُمت کا سجدہ مختلف رہا مگر پیشانی کا لگنا ہر امت کے سجدے میں ہوتا رہا بعض نے فرمایا یہ ساجِدٌ کی جمع ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ ساجِدٌ کی جمع سَاجِدُوْنَ وَسَاجِدِیْنَ ہے یہ معطوف علیہ وَاؤ عاطفہ بُكِیًّا اسم مبالغہ صفت مشبہ جمع مذکر اس کا واحد ہے بَكَّاءٌ بہت رونے والا۔ بُكَاءٌ سے مشتق ہے یہ معطوف ہے دونوں مل کر حال ہے خَرُّوْا کے فاعل ھُمْ پوشیدہ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا مظروف زمانی شرط ظرف زمانی اپنی جزا مظروف سے مل کر جملہ شرطیہ زمانیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ۔ اور اے محبوب کائنات چرچہ فرمایئے اِس قرآن مجید کے ذریعہ ادریس کا بھی بے شک دنیا زمین پر وہ چوتھے صدیق اور نبی تھے حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے تین نبی گزرے پہلے حضرت آدم علیہ السلام دوم حضرت شیث علیہ السلام اور سوم عود علیہ السلام چہارم ادریس علیہ السلام ایک قول ہے کہ آپ تیرہویں نبی ہیں ان کے نزدیک آدم علیہ السلام نبی نہیں کیونکہ قرآن مجید میں آدم علیہ السلام کا تقریباً سولہ مرتبہ نام آیا مگر کہیں بھی آپ کو نبی یا رسول نہ کہا گیا مگر یہ قول غلط اور کفر ہے مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱ بروایت امام احمد ضبل اس طرح

marfat.com
Marfat.com

حدیث پاک ہے عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَیُّ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ اَوَّلَ قَالَ اٰدَمُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَنَبِیٌّ کَانَ قَالَ نَعَمْ نَبِیٌّ مُکَلَّمٌ۔ اَیْ اُنْزِلَ عَلَیْہِ الصُّحُفُ۔ اس روایت مقدسہ سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام بھی رسول اور نبی ہیں کیونکہ صحیفہ صرف اللہ تعالیٰ اپنے رسول نبی کو عطا فرماتا ہے۔ تفسیر فتح القدیر میں ایک قول ہے کہ آپ پہلے نبی ہیں مگر یہ سب غلط اقوال ہیں صحیح یہی ہے کہ آپ چوتھے نبی ہیں نفظ ادریس آپ کا لقب ہے دَرْسٌ سے بنا ہے اس لیے کہ آپ نے ہی زمین پر سب سے درس وتدریس لوگوں کو لکھانا پڑھانا شروع فرمایا آپ کا ذاتی علَم (نام شریف) اَخنوخ یا خَنوخ ہے یا اَخنوخ یا خُوک ہے۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح۔ ادریس بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہما السلام نوح علیہ السلام آپ کے پڑپوتے تھے۔ آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے اس لیے آپ رسول بھی تھے۔ آدم علیہ السلام سے سو سال بعد آپ کی ولادت ہوئی ایک قول ہیں نفظ ادریس یونانی لغت کا لفظ ہے دراصل تھا آدریس اسی سے معرب ہوا ادریس، جیسے یُوحَنَّا سے یحییٰ یُوشع سے یسع۔ احادیث میں ہے کہ چار نبی علیہم السلام از ولادت ستے تا قیامت زندہ رہیں گے دو زمین پر چوتھے خضر علیہ السلام، الیاسین علیہم السلام اور دو آسمانوں پر عیسیٰ و ادریس علیہما السلام جنت میں اور حضرت عیسیٰ پہلے یا دوسرے یا چوتھے آسمان پر عیسیٰ خضر الیاسین علیہم السلام کی وفات کفن دفن زمین پر ہوگا۔ ادریس علیہ السلام کی خصوصیات۔ پہلی خصوصیت وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا۔ ہم نے اپنے ادریس کو خصوصی طور پر بہت اونچی جگہ رہائش عطا فرمائی یعنی جنت میں اور اب تک بلکہ تا قیامت وہ وہیں رہیں گے ایک قول ہے کہ آپ چوتھے آسمان مقام عزرائیل کے پاس ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حدیث معراج سے کہ معراج میں آپ کو چوتھے آسمان پر دیکھا گیا مگر یہ استدلال اس لیے کمزور ہے کہ وہ حاضری و ملاقات اور آمد و رفت عارضی اور اس رات کی خصوصیت تھی اس رات تو زمین پر بھی اور بیت المقدس میں بھی دیکھا گیا۔ بعض کہتے ہیں یہاں رَفَعْنٰہُ سے مراد مراتب اور درجوں کی اور شان وعزت کی بلندی ہے مگر یہ کمزور بات ہے کیونکہ ضمیر اور مکانًا کا لفظ اس کی تائید نہیں کرتا بلکہ روح مع الجسد بلندیِ مکان مراد ہے۔ نہ کہ شان بشان اور مرتبہ تو سب انبیاء علیہم السلام کا پہلے ہی خیال وگمان سے ورا ہے۔ بہرکیف پہلا قول درست ہے واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ ملائکہ نے عرض کیا۔ یا اللہ زمین پر وہ کون سا تیرا پیارا بندہ ہے جس کے اعمال پاکیزہ روئے زمین کے جن وانس سے زیادہ آتے ہیں ارشاد ہوا کہ یہ ہمارا بندہ ادریس ہے ملائکہ نے شوق زیارت کا اظہار کیا اجازت مل گئی تو ایک دفعہ عزرائیل علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے اور ادریس

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام نے پوچھا اے عزرائیل تمہاری کیا ڈیوٹی ذمہ داری ہے کس کام پر مامور ہو عرض کیا جان نکالنے پر آپ نے فرمایا میری جان نکال کر مجھے بتاؤ کہ تم کیسے جان نکالتے ہو اور جسم انسانی کو اس کی کیا تکلیف ہوتی ہے۔ عزرائیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے اجازت مانگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جیسا میرا بندہ کہتا ہے ویسا ہی کرو۔ عزرائیل علیہ السلام نے جان نکال کر دوبارہ زندہ کیا پھر آپ نے پوچھا اے عزرائیل تم کہاں رہتے ہو مجھ کو اپنا گھر دکھاؤ۔ حضرت عزرائیل نے رب تعالیٰ سے اجازت مانگی جو مل گئی آپ اپنے نور کے ہالے میں بٹھا کر ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر لے گئے پھر آپ نے فرمایا مجھے جنت دکھاؤ حضرت عزرائیل نے مولیٰ تعالیٰ سے اجازت مانگی ارشاد ہوا۔ جیسا میرا بندہ کہتا ہے ویسے ہی کرو۔ حضرت ادریس پل صراط سے گزرنے لگے تو نیچے دیکھا جہنم ہے گھبرا کر پوچھا اے عزرائیل یہ کیا خوف ناک جگہ ہے حضرت عزرائیل نے کہا یہ دوزخ ہے اور جہاں ہم چل رہے ہیں یہ پل صراط ہے پھر آپ جنت کے دروازے پر پہنچے دروازہ کھلوایا گیا آپ نے جی بھر کر جنت کی سیر کی حضرت عزرائیل نے کہا کہ اب واپس زمین پر چلئے آپ نے فرمایا اب تو میرا واپس جانے کو دل نہیں چاہتا اور آپ درخت طوبیٰ کے نیچے بیٹھ گئے عزرائیل علیہ السلام نے بار بار عرض کیا مگر آپ واپس پر آمادہ نہ ہوئے تب عزرائیل علیہ السلام نے ایک اور فرشتے کو بلایا کہ ان کو سمجھاؤ ان فرشتے نے عرض کیا یا حضرت جنت میں ٹھہرنے کا ابھی وقت نہیں آیا جنت کی رہائش کے لیے چند شرطیں ہیں پہلی یہ کہ موت طاری ہو جائے دوم یہ کہ دوبارہ زندگی ملے سوم یہ کہ جہنم پر سے گزرنا ہو جائے۔ چہارم یہ کہ پل صراط کو طے اور عبور کر لیا جائے پنجم یہ کہ رب تعالیٰ کی اجازت سے جنت کھولی جائے حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ پر تو یہ سب وارد ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد نکالا نہ جائے گا۔ لہٰذا اب میں کیوں نکلوں دونوں فرشتے لاجواب ہو گئے اور مولیٰ تعالیٰ سے عرض کی کہ یا الٰہ العلمین یہ بندہ تو نہیں نکلتا رب تعالیٰ نے ارشاد پاک فرمایا کہ جیسا میرا بندہ کہتا ہے تم وہی مانو یہ ہماری ہی اجازت سے ہے۔ اس وقت سے آپ جنت میں ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کبریا شان ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔ (از تفسیر صاوی مدارک خازن وغیرہ) ادریس علیہ السلام کی دوسری خصوصیت [illegible] پر جہاد فرض ہوا

marfat.com
Marfat.com

اور آپنے قابیل ابن آدم کی اولاد اور زمین کی پہلی کافر قوم سے جہاد فرمایا (از روح البیان و تفسیر الفرقان بعض اقوال میں ہے کہ قابیل ایک جنگ میں آپ کے کسی سپاہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

تیسری خصوصیت آپنے علم حساب ایجاد فرمایا خصوصیت ۲ آپ نے علم نجوم ایجاد فرمایا ۵ لکھنا پڑھنا اور خوشنویسی آپ نے ایجاد کی خیال رہے کہ عربی کے ۲۸ حروف اَبْ تَ ثَ حضرت ہود علیہ السلام پر بذریعہ وحی مکتوبہ نازل ہوئے اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ حروف کا بھی احترام کرنا چاہیے کیونکہ یہ وحی الٰہی ہیں لیکن اس کی ترتیب کہ الف پھر ب آخر میں ی اور اس کا لکھنا پڑھنا اور آوازیں ادریس علیہ السلام کی الہامی ایجاد ہے اسی لیے آپ کا نام ادریس یعنی بہت بڑے مدرس درس دینے والے بھی معنی ہے یونانی لفظ اُوذریس کا۔ لہٰذا یہ لفظ معرّب نہیں بلکہ ترجمہ ہے۔ چھٹی خصوصیت آپ زمین کے مدرس اول ہیں خصوصیت ۶ کپڑا کاٹنا اور سینا لباس بنانا اور پہننا یہ بھی آپ کی ایجاد ہے۔ لیکن کپڑا بُننا۔ بنانا اور کھڈی باڑی کرنا یہ آدم علیہ السلام کی ایجاد ہے ادریس علیہ السلام سے پہلے لوگ مثل احرام کپڑا جسم پر لپیٹ لیتے تھے احرام سنتِ آدم ہے جس کی یادگار میں حجاج کو احرام واجب ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ادریس علیہ السلام سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں پہنا کرتے تھے مگر یہ درست نہیں دو وجہ سے پہلی یہ کہ ہر شریعت میں موذی پر ستر ڈھانکنا فرض ہے اور کھال سے ستر نہیں ڈھک سکتا۔ دوم یہ کہ بڑے جانور کی کھال اتنی سخت ہوتی ہے کہ جسم پر لپٹ سکتی ہی نہیں اور چھوٹے جانور کی کھال اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ صرف لنگوٹ باندھا جا سکتا ہے اور لنگوٹ غیر مہذب لباس بھی ہے اور اس کے ساتھ عبادت بھی نہیں ہو سکتی حالانکہ ابتدائی انسان بہت ہی مہذب نیک خوب صورت اور عبادت گزار تھے کیونکہ نبی اور اُن کے تعلیم یافتہ صحابی تھے۔

آٹھویں خصوصیت۔ جنگی ہتھیار بھی آپ کی ایجاد ہے آپنے پانچ چیزیں بنائیں ۱ تلوار ۲ خنجر ۳ تیر ۴ چھری ۵ قینچی۔ نویں خصوصیت عمامہ (پگڑی) حضرت آدم کی ایجاد ہے آپ سبز عمامہ باندھا کرتے تھے۔ اور ٹوپی ادریس علیہ السلام کی ایجاد ہے دسویں خصوصیت ادریس علیہ السلام نے ناپنے کے گز فٹ، اور تولنے کے باٹ پتھر ایجاد فرمائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلوار قابیل کی ایجاد ہے اور اس نے اپنی ہی تلوار سے ہابیل کو شہید کیا تھا مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ پتھر سے سر توڑ کر ہلاک کیا یا تیز دھار پتھر سے ذبح کیا اس زمانے میں تیز دھار پتھروں سے ہی ذبح کیا جاتا تھا۔ گیارھویں خصوصیت۔ یہودیوں کی کتاب تالمود کی ایک

marfat.com
Marfat.com

اسرائیلی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ۔ رتھ (ٹانگہ بگھی) گھوڑے جوت کر چلنے والی گاڑی آپ کی ہی ایجاد ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہیہ بھی آپ کی ایجاد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ادریس علیہ السلام کی عمر شریف زمین پر چار سو سال گزری۔ آپ چالیس یا سینتالیس کی عمر میں تبلیغ شروع فرمائی اس طرح تقریباً ساڑھے تین سو سال آپ نے تبلیغ نبوت فرمائی۔ ادریس علیہ السلام کا ایک لقب نبی اخنوخ بھی ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اے اہل مکہ تم اپنے عرب ہونے اور اہل زبان ہونے یا بنی اسماعیل ہونے پر غرور تکبر کرتے ہو اور اے یہود و نصاریٰ تم اپنے بنی اسرائیل ہونے پر اکڑے پھرتے ہو حالانکہ یہ دس حضرات ہمارے پیارے اور محبوب بندے راز کریا ۲ یحییٰ ۳ عیسیٰ ۴ ابراہیم ۵ اسحاق ۶ یعقوب ۷ موسیٰ ۸ ھرون ۹ اسماعیل ۱۰ ادریس (علیہم السلام) جن پر ہم نے انعام فرمائے اپنی رحمت و رافت محبت شفقت۔ عزت۔ شہرت کی دولتیں عطا فرمائیں انبیا میں سے بنایا تاج رسالت پہنایا یہ سب کے سب ہمارے پیارے نبی آدم علیہ السلام کی ہی تو ذریت اور اولاد ہیں اس سلسلے سے تم سب ایک ہی نسل ہو بھائی برادر ہو پھر کس کو غرور کس پر غرور۔ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا۔ اور اے محبوب کائنات ان نسب پر فخر و غرور کرنے والوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ تم جیسے مغرورین نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی تھے اُن سب کو طوفان میں غرق کر دیا گیا اور ذریت آدم میں سے صرف اُن بعض کو جو اہل ایمان تقوے طہارت والے نیک پاک تھے اُن مخلص لوگوں کو سوار کر دیا تھا ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں یعنی صرف اُسی کو بچایا گیا جو مغرور و متکبر نہ تھا۔ زمانے گزرتے رہے یہاں تک کہ دس قرن دس صدی یعنی ایک ہزار سال کے بعد ابراہیم علیہ السلام دنیا میں مبعوث ہوئے۔ پھر تھوڑے عرصہ بعد ہی اسرائیل یعنی یعقوب ابراہیم کے پوتے علیہما السلام اپنی اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔ اور اُن کی ذریت میں سے اور ان کے علاوہ بعد کی قوموں میں سے بھی جن کو ہم نے اپنے دین ایمان شریعت طریقت معرفت اور قرب خاص کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنی محبت نبوت رسالت یا اپنی ولایت کے لیے چن لیا اُن سب کی شان و کیفیت یہ ہے کہ جب اُن کے پاس ہماری آیتیں تلاوت کی جائیں یا وہ خود اپنے رب رحمٰن رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کی آیت کلام مقدس تلاوت کریں تو فوراً عشق و جذبات

marfat.com
Marfat.com

محبتِ الٰہی سے اتنے جھکے کہ زمین سے لگ گئے سجدہ کرتے ہوئے اور شکر باری تعالیٰ میں خوشی کے آنسو بہاتے روتے ہوئے۔ یہاں لفظ ذُرِّیَّت فرمایا گیا۔ ذرّیت پورے اگلے خاندان کو کہتے ہیں ذرّیت کی چار قسمیں ہیں ۱ اولاد ۲ آل ۳ اہلِ بیت ۴ عترت۔ اولاد اپنے نطفے کی نسل کو کہا جاتا ہے۔ آل پوری نسل کو مگر فقط بیٹے کی جانب سے اور عترت بیٹی کی اولاد در اولاد کو بھی کہا جاتا ہے۔ اہلِ بیت صرف بیوی کو۔ یہ تو عام قانون ہے مگر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اپنے نواسے نواسیوں کو اپنے اہلِ بیت میں شامل فرمایا بلکہ اپنے داماد مولیٰ علی کو بھی ورنہ حضرت عثمانِ غنی کی طرح مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اہلِ بیت میں شامل نہ تھے۔ ذرّیت تمام خاندان کو شامل خواہ بیٹے سے ہو یا بیٹی سے۔ یہاں ذرّیت فرما کر عیسیٰ علیہ السّلام کو بھی شامل کیا گیا حالانکہ آپ بیٹی کی طرف سے بنی اسرائیل ہیں۔ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ کی ضمیر میں دو قول ہیں ایک یہ کہ ہم سے مراد سابقہ انبیاء و صالحین بھی مراد ہیں اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام اور پوری اُمّتِ مسلمہ تا قیامت مراد ہے سابقہ کتبِ الٰہیہ میں اگرچہ سجدوں کی آیت نہ تھیں مگر انبیاء علیہم السّلام اور صالحین اُمّت اپنی کتابوں کی تلاوت کی ابتدا و انتہا پر سجدہ تحیّۃً یا تشکّراً یا تعظیماً فرمایا کرتے تھے اسی کا یہاں ذکر ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ پچھلی کتب میں بھی سجدے تھے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ بعض نے فرمایا سجدے کی آیتیں تو نہ تھیں مگر اِذَا تُتْلٰی کا عموم بتا رہا ہے کہ سابقہ لوگ ہر آیت پر سجدہ کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اِذَا تُتْلٰی چونکہ فعل حال ہے نہ کہ ماضی لہٰذا یہاں سابقین کا ذکر نہیں بلکہ موجودہ اُمّت مراد ہے۔ اس لیے کہ یہاں تمام انبیاءِ کرام کے ذکر کے بعد علیحدہ عطفی جملہ ارشاد ہوا کہ وَمِمَّنْ ھَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا۔ پس ھَدَیْنَا سے مراد صحابہ کرام اور اِجْتَبَیْنَا سے مراد احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ تلاوتِ قرآن مجید کے وقت رونے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے عشق اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و یاد کا تصور رکھنا چاہیئے اور ہمہ تن گوش ہو کر سننے یا پڑھنے میں توجہ اور دل لگانا چاہیئے اس سے رقتِ قلبی پیدا ہوتی ہے اور آنسو نکلتے ہیں خاص کر سجدۂ تلاوت کی آیت اور سجدے میں۔ حدیث پاک میں ہے کہ سجدے میں رونے کی کوشش کرے اگر رونا نہ آئے تو رونے والا منہ بنالے۔ چوتھا فائدہ خُرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا سے حاصل ہوا

marfat.com
Marfat.com

دوسرا فائدہ۔ قرآن مجید میں دس قسم کے رونے کا ذکر ملتا ہے ۱ غم کا رونا ۲ ندامت کا رونا ۳ خوف الٰہی کا رونا ۴ اپنے گناہوں پر رونا ۵ پچھتاوے کا رونا ۶ انجام پر رونا ۷ بخشش مانگنے اور قبولیت دعا کے لیے رونا ۸ دنیا میں رونا ۹ آخرت میں رونا ۱۰ شکر کا رونا یہاں یہی مراد ہے کیونکہ آیت کی نسبت اسم رحمٰن کی طرف ہے جو رحم و کرم والا جمالی نام ہے خیال رہے کہ غم اور خوف کے آنسو گرم ہوتے ہیں اور خوشی و شکر کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ **تیسرا فائدہ۔** مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہمیشہ نیک لوگوں کے ساتھ رہنے، اُٹھنے بیٹھنے کی کوشش کریں نیک لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انعام والے ہیں۔ یہ فائدہ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ سے حاصل ہوا بلکہ سورۂ فاتحہ میں اِھْدِنَا کی دعا بتا کر انعام والوں کے راستے پر رہنے کی ہم کو التجا کرنے کا حکم دیا گیا۔ نیک اولاد سے تو والدین کو بھی شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہاں انعام والوں کی تفصیل بتاتے ہوئے ارشاد ہوا مِنْ ذُرِّیَّۃِ آدَمَ اور مِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ فرمایا گیا۔

احکام القرآن ان آیتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا **مسئلہ** قرآن مجید میں سجدے کی چودہ آیت ہیں اور حنفی مسلک میں ہر آیت کے پڑھنے سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے جو فوراً کرنا مستحب ہے یہ مسئلہ اِذَا تُتْلٰی میں اِذَا کے عموم سے مستنبط ہوا کیونکہ فرمایا جا رہا ہے جب بھی تلاوت کی جاتی تو سجدہ کرتے کبھی چھوڑتے نہیں۔ اسی طرح وجوب ثابت ہوتا ہے اس طرح سنتِ مؤکدہ ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ یَسْجُدُوْنَ جمع ہے اور فاعل معلوم۔ حالانکہ سنتِ مؤکدہ صرف وہ کام ہے جو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔ سجدۂ تلاوت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے نزدیک سنت ہے۔ امام مالک کے نزدیک مستحب ہے پہلا سجدہ نویں پارے میں اور آخری دو سجدے ۱۳ و ۱۴ تیسویں پارے میں یہاں پانچواں سجدہ ہے تلاوت کے سجدے میں پانچ مرتبہ سجدے کی تسبیح اور پھر استغفار یا نماز والی دعا رَبَّنَا اٰمَنَّا (الخ) ایک بار پڑھنی چاہیئے **دوسرا مسئلہ** بزرگوں کی نقل کرنا واجب ہے یہ مسئلہ اِذَا تُتْلٰی کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے سجدوں کا ذکر فرما کر ہم پر سجدہ واجب کیا گیا **تیسرا مسئلہ** تلاوتِ کلام اللہ ہر شریعت میں لازم ہے ہونی علیہ السلام کی سنت رہی ہے۔ اور یہ کہ تلاوت میں غور و توجہ خشوع خضوع اشد ضروری ہے یہ مسئلہ اِذَا تُتْلٰی کی پہلی تفسیر اور خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا سے مستنبط ہوا۔ خشوع

marfat.com
Marfat.com

خضوع توجہ کی نشانی رونا آنسو بہانا ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ جب سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امت کے نیک لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کی جاتی تو وہ روتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے۔ اصطلاحی لحاظ سے آیت تو صرف قرآن مجید کی ہوتی ہیں اور قرآن اُن کے سامنے پڑھا نہیں گیا پھر یہ تُتْلٰی کیونکر درست ہے **جواب** اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کلام کے پڑھنے کو تلاوت کہا جاتا ہے اور ہر کتاب الٰہی کا کلام و عبارت آیٰتُ الرَّحْمٰن ہے۔ آیت کا نام عبارت قرآن سے مخصوص نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ مِمَّنْ ھَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا سے عبارت بدل گئی اِذَا تُتْلٰی کا تعلق صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و امت تا قیامت سے ہے۔ **دوسرا اعتراض**۔ اور یہیں علیہ السلام تو بہت پہلے گزرے ہیں موسیٰ علیہ السلام زکریا یحییٰ ابراہیم اسحاق یعقوب سب سے پہلے تو یہاں ان کا ذکر سب سے آخر میں کیوں کیا گیا **جواب**، غالباً اس میں حکمت الٰہی یہ ہو کہ اس سے پہلے دو رفعتوں کا ذکر گزرا ایک رفعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی میں۔ اور دوسری رفعت عیسیٰ علیہ السلام یہ دونوں نبی مُرسَل صاحب کتاب آخر میں ہیں اور دونوں کی رفعت روح مع الجسم ہے۔ اور کفار و منافقین ان دونوں رفعتوں کے منکر ہیں۔ اس لیے ان دونوں کو مدلل ثابت فرمانے کے لیے رفعت ادریس علیہ السلام کو دلیل بنایا جا رہا ہے۔ اس طرح کہ رَفَعْنٰہُ میں ہُ ضمیر کا مرجع ادریس علیہ السلام روح مع الجسد مراد ہیں اس لیے کہ سب ضمیروں کا مرجع مراد نہ صرف روح ہے نہ صرف جسم۔ یہ ھُوَ۔ ھُمَا۔ ھُمْ۔ ھَا۔ ھُمَا۔ ھُنَّ۔ کُمَا۔ کُمْ۔ کُمَا۔ کُنَّ۔ نِیْ۔ نَا۔ یعنی، وہ تم میں۔ ہم یہ سب کیا ہیں روح مع الجسم ہی کا نام وخطاب ہیں۔ رفعت ادریس میں باوجود روح مع الجسد کے کسی کا اختلاف نہیں سب تسلیم کرتے ہیں لہٰذا دلیل ہوگئی اس بات کی کہ جو قدرتوں والا ادریس علیہ السلام کو جنت تک اٹھا کر لے جا سکتا ہے وہی ربّ کریم جَلَّ مَجْدُہٗ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا مکان تک بُلا سکتا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو مع جسم زندگی و حیاتی کے ساتھ چوتھے آسمان تک پہنچا سکتا ہے اس کے علاوہ حضرت ادریس کے آخر میں ذکر کرنے کی اور بھی حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ **تیسرا اعتراض** وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا سے مراد جنت میں لے جانا اور پہنچانا سائش اختیار کرنا نہیں بلکہ مرتبے اور شان و عظمت کی رفعت و بلندی مراد ہے اور لفظ عَلِیًّا مکانًا

marfat.com
Marfat.com

کی صفت نہیں بلکہ ہُ ضمیر واحد مذکر کا حال ہے اور مکانًا سے مراد ان کا وطن اور زمینی علاقہ ہے یعنی ہم نے اُن کو اُن کے وطن میں ہی اونچی شان میں اچھا تذکرہ اور بلند مرتبہ عطا فرما دیا جواب یہ اعتراض علمی اعتبار سے بھی غلط ہے اور تحقیقی تاریخی و اتفاقی اعتبار سے بھی غلط ہے علمی اعتبار سے تو اس لیے کہ یہاں فرمایا گیا رَفَعْنٰهُ۔ رَفَعْ کا علمی تعلق جب کسی ضمیر سے ہو تو وہاں رفعت کا معنیٰ ہوتا ہے۔ اونچا اُٹھانا۔ اوپر لے جانا اور ہر ضمیر کا معنیٰ ہوتا ہے کہ اس کا مرجع مکمل ہو اور انسان کی تکمیل روح مع الجسم ہے نیز فقط علیًا ہٗ ضمیر کا حال نہیں بلکہ مکانًا کی صفت ہے اگر یہ حال ہو مفعول بہٖ ضمیر کا تو فقط مکانًا مذکر موصوف ہی کے بغیر رہ گیا اور خال مذکر مطلق علم ہوتا ہے۔ تو پھر وطن بھی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اور مطلق مذکر مجہول ہو جاتا ہے۔ اب یا تو تمام کائنات مراد لی جائے جو حقیقت کے خلاف ہے یا پھر اس کو کسی دوسری صفت سے معین و مقید کیا جائے وہ ہے ہی نہیں بلند ہی درست ہے کہ علیًا صفت ہے مکانًا کی اور مراد ہے بہت اونچی جگہ آسمانوں سے بھی اونچی وہ جنت ہی ہے۔ تحقیقی اعتبار اس لیے یہ اعتراض غلط ہے کہ اگر یہاں شان و مرتبے کی رفعت مراد ہوتی تو رَفَعْنٰهُ کا مفعول بہٖ ضمیر نہ ہوتی بلکہ لفظ شان یا لفظ تذکرہ یا عزت یا عظمت ہوتا اور عبارت اس طرح ہوتی وَرَفَعْنَا لَهٗ ذِكْرَهٗ۔ یا۔ شَانَهٗ یا یا عِزَّتَهٗ وغیرہ۔ جیسا کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیٔ شان کا بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ تاریخی اعتبار سے اس لیے غلط ہے کہ دنیوی لحاظ سے حضرت ادریس کو اُن کے اہلِ وطن ہمیشہ ستاتے ہی رہے آپ نے ساڑھے تین سو سال تبلیغ کی مگر صرف چار سو آدمی مومن بنے باقی سب قوم دشمن۔ اس کے لیے آپ کی دنیوی طریقے پر کوئی ایسی خاص عزت شہرت یا حکومت نہ تھی۔ ہاں دینی لحاظ سے بارگاہِ ربوبیت میں آپ کی بہت شان و عزت تھی مگر یہ کوئی اُن کی خصوصیت نہ تھی ہر ہی رسول مرسل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کروڑوں درجوں اور شانوں عزتوں عظمتوں والے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام پس ثابت ہوا کہ یہاں خصوصیت سے وَرَفَعْنٰهُ فرمانا کسی خصوصی بلندی کو ثابت فرما رہا ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر صوفی پانی پتی وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ۔ ذکرِ اخیار اور تذکرۂ ابرار سے دل کی جلا سینے کی ضیا باطن کی بقا ہے اسی لیے ربّ قدیر بار بار وَاذْكُرْ کے خطاب سے اپنے بندوں کو نواز رہا ہے کلام محکم اور تفاسیر مفسرین میں اگرچہ معنیٰ ظاہری کے اعتبار سے وَاذْكُرْ کا فاعل مخاطب آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے مگر چونکہ رب تعالیٰ نے اس کا مخاطب فاعل ظاہر اسم کو نہیں بنایا بلکہ ضمیر غائب مستتر کو بنایا اس

marfat.com
Marfat.com

یہ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ وَاذْکُرْ کی ضمیر کا مرجع ہر بندۂ مومن مرید باصفا اور منزل معرفت کا مسافر اور راہِ عشق و مستی کا طالب ہے اور تا قیامت ہر عابد و زاہد مخلص و صادق پر فرائض بندگی میں سے ہے کہ اپنی طلب میں کامیابی و کامرانی کے لیے ہر وقت لسانی جنانی نظری فکری تصوراتی تخیلاتی تنہائی محفلانی انفرادی اجتماعی تذکرۂ ابرار کرتا رہے۔ انبیاءِ کرام اولیاءِ عظام علماءِ فہام علیہم السّلام کے ذکرِ مقدس سے اپنی خلوت و جلوت کو سجاتا رہے کیونکہ اس سے کشف صدر، راہِ بارگاہ کی صعوبتوں پر صبر اور استقامتِ عمل اور انعاماتِ ربانی کی قدر حاصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں پچیس ۲۵ انبیاءِ پاک علیہم السّلام کا اسمِ گرامی صراحتاً ذکر فرمایا گیا۔ عاملین و کاملین فرماتے ہیں جو مرید طالب اپنے مرشد کی ہدایت و اسباق کشف و مراقبے میں مشغول ہونے سے پہلے ان اسماءِ پاک کا وِرد زبان کی اُنچدن تعداد کے مطابق کر لیا کرے تو مکاشفاتِ اسرار اور شرحِ صدر کی کامیابی بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے اسماءِ مقدسات یہ ہیں ر ۱ آقاءِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ر ۲ آدم علیہ السّلام ر ۳ حضرت ہود علیہم السلام ر ۴ حضرت ادریس ر ۴ حضرت الیاس ر ۵ حضرت نوح ر ۶ حضرت ابراہیم ر ۷ حضرت اسماعیل ر ۸ حضرت اسحاق ر ۹ حضرت یعقوب ر ۱۰ حضرت یوسف ر ۱۱ حضرت یسع ر ۱۲ حضرت یونس ر ۱۳ حضرت ایوب ر ۱۴ حضرت لوط ر ۱۵ حضرت شعیب ر ۱۶ حضرت ہارون ر ۱۷ حضرت موسیٰ ر ۱۸ حضرت داؤد ر ۱۹ حضرت سلیمان ر ۲۰ حضرت ذوالکفل ر ۲۱ حضرت صالح ر ۲۲ حضرت زکریا ر ۲۳ حضرت یحییٰ ر ۲۴ حضرت عیسیٰ ر ۲۵ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہم اجمعین اور چار اسماءِ مقدس اُن انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے جن کا صرف ذکر اور مختصر واقعہ قرآن مجید میں آیا ہے مگر اُن کے نام احادیث میں ارشاد ہوئے ر ۱ خضر علیہ السّلام ر ۲ شیث ر ۳ یوشع ر ۴ عزیر علیہم السّلام اور چوتھا فریضہ اے مرشدِ کل ہادیٔ سُبل اسی معلّمِ باطنی کو مفکرِ قلبی اور لیس لامُعوٰنی دماغِ جبروتی کا بے شک وہ معرفتِ جلال و جمال کی سچی غیبی خبریں سُنانے بتانے سکھانے والا ہے تمام عالمِ اجسام میں اس کو بلند مکانی عطا فرمائی ہم نے یہی سب قواءِ باطنی قوتِ قلب قوتِ عقل قوتِ ضمیر روشن قوتِ نفسِ مطمئنہ قوتِ روح قوتِ فکر قوتِ صدر مبکاشفہ قوتِ دماغ قوتِ شعور ر ۱ قوتِ ذہن جن کو انعاماتِ قویہ عطا فرمائے اُن کے خالقِ مالک ربِ قدیر نے یہ سب عالمِ انوارِ آدم کی ذریت ہیں۔ جو بندہ ان قوتوں کا مطیع ہوگا وہ پسندیدہ اور قربِ بارگاہ کے لائق ہوگا۔ لیکن جو ان اعضاءِ رئیسہ سے دوران کی اطاعتوں سے تغافر رہے گا اور ناپسندیدہ افعال آشیاءِ محرمات میں داخل ہوگا اس کو مردودِ ابدی کر دیا جائے گا ایسے بدخصلت لوگوں کے لیے سب وعظ و دلیل نامقبول و ناکارہ

marfat.com
Marfat.com

صوفیا فرماتے ہیں کہ جو شخص اہلِ معرفت کا لباس اور بھیس اختیار کرے اور صفائی باطن تذکیۂ نفس کا دعویٰ کرے مگر تقویٰ اور اعمالِ شریعت اختیار نہ کرے اور ایسی باطنی کی درس گاہ کی پابندی نہ کرے اور کہتا پھرے کہ وہ اعمالِ عبدیت اور شرعی پابندیوں سے آزاد ہو گیا ہے تو ایسا شخص بندۂ ابلیس ہے اور چور ڈاکو زانی سے زیادہ بدتر ہے۔ مقامِ ارفع اسی مرید کو ملتا ہے جو اور ایسی وقت کا مطیع و متبع ہو کیونکہ اور ایسی باطنی کو ہی بلیغ مقتدر کی بارگاہ میں مقعدِ صدق کی کرسی عطا ہوتی ہے۔ وَمِنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۔ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۔ اور عالمِ امثال میں جن خوش نصیبوں کو بصیرت کے نور بخشی ہم نشینی میں قائم اللیل وصائم الدہر بنایا ہم نے اور ہمارے کچھ خوش نصیب بندے ابراہیم قلب کی ہم نشینی اور کچھ روشن ضمیری یعقوبی کی ہم نشینی کی نعمت پا گئے یہی سچی حقیقی آل اور ذریت صادقہ ہے شرب سالکین میں اتباع و اطاعت ہی کا نام آل و ذریت اور اہل و عیال ہے جو شخص متبع نبوت نہیں وہ ذریت۔ عترت آل و اہلِ بیت کہلانے کا حقدار نہیں۔ ان ہی مردانِ طلب اور مسافرانِ شوق و جذبہ میں کچھ ایسے خوش بخت و بامراد ہیں جن کی اطاعت شعاری نے قبولیتِ بارگاہ سے قربِ جمالی کی صلاحیت پائی تو ہم نے ان کو ہدایتِ اکبریہ عطا فرما کر مقربِ الٰہی اللہ کر لیا۔ اور کسی جوہرِ خالص کو ہم نے اپنی بارگاہِ قدسیہ کے لیے چن لیا۔ ان سب کی شان و علامت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے صفاتِ رحمٰن کی آیاتِ معرفت کا نزول ہوتا تو یہ مسعودین و مخلصین اپنے قلوب عاشقین کو عبدیت کی چوکھٹ پر احکامِ ازلیہ کے تسلیم و رضا کے سجدوں میں گرا دیتے ہیں قوتِ سمع کے آنسوؤں سے عشق و محبت کی آگ میں وجود و فانی کو پگھلا کر خود جذبات سے روتے ہوئے۔ یہ نفوسِ مبارکہ کائناتِ انسانیت کے لیے عرشِ لامکانی و فرشِ بے زبانی کے وسیلۂ عظمیٰ ہیں کیونکہ اہلِ معرفت کو یہ انفاسِ قدسیہ مولیٰ تعالیٰ سے ملاتے ہیں اور ان ہی کے ساتھ گل افکارِ صادقہ کے حشرِ قیامتِ عشاق کے دن رجوعِ اسرار ہو گا۔ سجدے کی چودہ قسمیں ہیں ۱ سجدۂ نماز ۲ سجدۂ شکر ۳ سجدۂ سہو ۴ سجدۂ تلاوت ۵ سجدۂ تحیۃ ۶ سجدۂ تعظیم ۷ سجدۂ استقبال ۸ سجدۂ مرور ۹ سجدۂ ریاضت ۱۰ سجدۂ ظاہری ۱۱ سجدۂ باطنی ۱۲ سجدۂ معقل ۱۳ سجدۂ قالب ۱۴ سجدۂ کفر۔

marfat.com
Marfat.com

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ

پھر پیچھے پیدا ہوئے ان کے بعد ایسی بری نسل والے ضائع کر دیں جنہوں نے تمام عبادتیں

اور اُن کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں

وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا

(بدنی) اور بری خواہشات کے پیچھے لگے تو عنقریب پائیں گے وہ بُرا بدلہ۔ مگر

اور اپنی خواہش کے پیچھے ہوئے عنقریب دوزخ میں غَیّ کا جنگل پائیں گے۔ مگر

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ

جو اس سے توبہ کر گیا اور ایمان لایا اور نیک کام کرتا رہا۔ تو وہی لوگ

جو تائب ہوئے اور اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ

داخل ہوں گے جنت میں اور نہ ظلم کئے جائیں گے وہ کچھ بھی ذرہ بھر۔ بیشک دائمی رہائش کے

جنت میں جائیں گے اور انہیں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔ بسنے کے باغ

عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ

باغ وہ ہیں جن کا وعدہ فرمایا اللہ رحمٰن نے اپنے عبادت گزاروں سے غیبی فرمان کے ذریعہ

جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے غیب میں کیا

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا

بے شک شان یہ ہے کہ اس کا وعدہ یقیناً آنے والا ہے۔ نہیں سنیں گے جنتی اس جنت میں

بے شک اُس کا وعدہ آنے والا ہے۔ وہ اُس میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے

marfat.com
Marfat.com

لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً

کوئی بری بات ہاں صرف سلامتی کی آوازیں۔ اور ہوگا ان کے لیے ان کا کھانا اس میں صبح سویرے

مگر سلام ۔ اور انہیں اُس میں اُن کا رزق ہے صبح

وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾

اور رات کے کھانے جیسا

و شام

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ایمان افروز زمانوں کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت کریمہ میں ان کے بعد آنے والی غافل اور بدکار نسلوں کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اُن ہستیوں کا ذکر ہوا جن پر رب تعالیٰ نے بلا وسیلہ انعام فرمایا۔ اب اِن آیت میں اُن نیک بختوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان ہستیوں کے متبع فرمان ہو کر ان کے وسیلے سے کامیابیوں کامرانیوں کے انعامات پا گئے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں مکانًا عَلِیًّا کا ذکر ہوا جو جنت میں ایک جگہ ہے اب اِن آیت میں مقام مَغِیًّا کا ذکر ہو رہا ہے جو جہنم کا ایک خطرناک حصہ ہے۔ پہلی جگہ فرمانبرداروں کی دوسری نافرمانوں کی۔

تفسیر نحوی فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۔ فَ ابتداءِ کلام یعنی تحقیق یا بمعنی واؤ ترتیبی۔ خَلَفَ باب نصر کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب خَلْفٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پیچھے آنا بعد میں ہونا کسی کا جانشین اور خلیفہ بننا۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں من جارّہ زائدہ بَعْدِ اسم ظرف زمانی اسماء ظروف میں سے ہے جب یہ مضاف ہو تو مُعْرَب ہوتا ہے یہاں یہی ہے اور جب مفرد (اکیلا) ہو تو اکثر رفع پر مبنی ہوتا ہے کبھی کبھی منصوب تنوینی ہوتا ہے هِمْ ضمیر مضاف الیہ کا مرجع ذریت ہے۔ یہ جار مجرور مرکب اضافی متعلق ہے خَلَفَ کا خَلْفٌ اسم مفرد جامد واحد مذکر ہے مگر جمع اور مؤنث کے لیے بھی مستعمل ہے یہاں جمع مذکر کے لیے ہے یعنی اولاد۔ نسل۔ پیرو کار مقتدی متبعین۔ اس کو تین طرح سے پڑھا گیا ہے اور ہر ہر ایک وزن کا علیحدہ ترجمہ ہے ۱ خَلْفٌ

marfat.com
Marfat.com

بمعنی بری اولاد اور نسل یہاں یہی مراد ہے ر۲ خَلْفٌ بمعنی اچھی اولاد نیک نسل ر۳ خَلْفٌ بمعنی آگے پیچھے مسلسل قطار در قطار چلنے والے آنے والے یا بمعنی پیروکار متبعین یہ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے خَلَفٌ کا مگر اگلی ترکیب میں تین قول ہیں ر۱ یہ موصوف اور اَضَاعُوا کا جملہ صفت یہ قول درست ہے ر۲ یہ مُبْدَل مِنْہُ ہے اَضَاعُوا بدل ر۳ یہ دونوں عطف بیان ہیں مگر یہ دونوں قول غلط ہیں۔ صفت بدل۔ اور عطف بیان میں فرق یہ ہے کہ اگر پہلا لفظ یعنی متبوع کا معنی اور حالت دوسرے لفظ یعنی تابع میں پائی جائے اور تابع اپنا معنی متبوع میں ظاہر کرے تو صفت موصوف ہیں مرکب توصیفی کے ذکر میں مقصود موصوف ہوتا ہے نہ کہ صفت ر۲ مبدل منہ اور بدل میں مقصود بیان کرنا تو بدل تابع ہی کا ہوتا ہے۔ تابع یعنی بدل کی طرف وہی منسوب ہوتا ہے جو متبوع کی طرف منسوب ہوتا ہے ر۳ عطف بیان میں پہلا یعنی متبوع ہی مقصود ہوتا ہے مگر وہ مشہور نہیں ہوتا تو تابع مشہور کو بلایا جاتا ہے تاکہ سننے والے کو تعارف ہو جائے۔ خَلْفٌ موصوف اَضَاعُوا۔ باب افعال ماضی مطلق جمع مذکر غائب ضَیْعٌ سے۔ بنا ہے بمعنی خراب کرنا ضائع کرنا۔ ہلاک کرنا۔ بیکار کام کرنا۔ یہاں سب معنی ٹھیک ہیں اس کا مصدر ہے اِضَاعٌ اور اِضَاعَۃٌ اس کا فاعل ہم ضمیر پوشیدہ کا مرجع خَلْفٌ ہے اَلصَّلٰوۃَ اسم مفرد جامد واحد مؤنث لفظی۔ مراد ہے تمام بدنی عبادات خاص کر ذکر اذکار والی عبادات۔ الف لام استغراقی ہے مفعول بہ ہے۔ اَضَاعُوا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ۔ اِتَّبَعُوا باب افتعال فعل ماضی مطلق جمع غائب۔ اس کا مصدر اِتِّبَاعٌ۔ پیچھے چلنا نقش قدم لینا۔ بلا سوچے چلنا۔ تَبِیْعٌ سے بنا ہے بمعنی پیچھے ہونا یہ مصدر متعدی ہے اور مادہ لازم ہے۔ الف لام عہد خارجی شَہَوَاتٌ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے شَہْوَۃٌ۔ بمعنی بری خواہشات بحالت نصب ہے کسرہ آیا اس لیے جمع مؤنث کا اعراب یہی ہے کہ نصب و فتحہ اور کسرہ میں کسرہ ہی ہوتا ہے مفعول یہ ہے اِتَّبَعُوا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف سب عطف مل کر صفت ہے خَلْفٌ کی یہ مرکب توصیفی فاعل ہے خَلَفٌ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ فَسَوْفَ فَ تعقیبیہ یا عاطفہ دو قول ہیں۔ اگر تعقیبی ہو تو یہ جملہ علیحدہ ہے اگر عاطفہ ہو تو یہ جملہ معطوف ہے خَلْفٌ پر۔ ہم نے فَ تعقیبی مانا ہے۔ سَوْفَ حرف تقریب اس کے اوّل میں فَ تعقیبیہ عاطفہ جزائیہ بہیہ ہر طرح کی آجاتی ہے اور لام تاکیدی آجاتا ہے جیسے وَ لَسَوْفَ۔ یہ فعل مضارع پر آتا ہے اور اس کو مستقبل کر دیتا ہے اس میں زمانے کی درازی زیادہ ہوتی ہے وعدے کے لیے آتا ہے اور وعید کے لیے بھی یہاں وعید کے لیے ہے یَلْقَوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف جمع مذکر غائب۔ لَقِیٌّ سے مشتق ہے بمعنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ پانا

marfat.com
Marfat.com

غَیًّا اسم فعل ہے یعنی لفظاً اسم جامد ہے معناً فعل عربی میں اسماءِ افعال کل چودہ ہیں جن میں سے چھ عدد یعنی ماضی واحد غائب ہیں ۱ اُفَّ ۲ اوہ ۳ وائے ۴ غَیًّا ۵ عصحاص ۶ شتان۔ اور گیارہ عدد یعنی امر حاضر واحد مذکر ہیں ۱ امین ۲ رُوَیْدَ ۳ صَہْ ۴ فَعَالِ ۵ مَنْزَالِ ۶ قَوَامِ ۷ قَعَادِ ۸ بَلْہ ۹ عَلَیْكَ ۱۰ حَیَّھَلْ ۱۱ مَکَانَکَ۔ کل دونوں کی تعداد سترہ عدد ہوئی۔ غَیًّا کا ترجمہ ہے شریر ہوگیا۔ شر پسند۔ گمراہ۔ یہاں مراد ہے جہنم کا ایک میدان سبب بول کر مسبّب مراد لیا گیا کیونکہ گمراہی سبب ہے جہنم پانے کا۔ اہلِ عرب شر کے لیے غَیًّا اور خیر کے لیے رَشَادًا بولتے ہیں۔ یہ مفعول بہ ہے إِلَّا حرفِ استثنیٰ یَدْخُلُوْنَ کا فاعل ھُمْ مستثنیٰ منہ ہے۔ مَنْ اسم شرطیہ موصول تَابَ نصر کا ماضی معروف تَوْبٌ سے مشتق ہے یعنی لوٹ آنا۔ بندہ بن جانا توبہ کرنا۔ ھُوَ پوشیدہ ضمیر فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اٰمَنَ باب افعال کا ماضی مطلق واحد فاعل ھُوَ پوشیدہ دونوں ھُوَ ضمیروں کا مرجع مَنْ ہے اس کا مصدر اِیْمَانٌ اٰمَنَ سے بنا ہے یعنی مان لینا اللہ کے دین کو۔ اٰمَنَ میں آجانا۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر عطف عَمِلَ باب سَمِعَ کا ماضی فاعل پوشیدہ کا مرجع مَنْ ہے صَالِحًا۔ اسم فاعل باب ضَرَبَ صَلَحَ سے مشتق ہے لازم ہے یعنی اچھے ہونا نیک ہونا مفعول یہ ہے ترجمہ ہے اچھے کام یہ بھی جملہ ہو کر معطوف ہے تینوں عطف مل کر صلہ ہوا مَنْ موصولہ شرطیہ کاف جزائیہ اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ مبتدا یَدْخُلُوْنَ باب نَصَرَ کا مضارع منقبل جمع مذکر غائب دَخْلٌ سے بنا ہے ھُمْ ضمیر پوشیدہ کا مرجع اُولٰٓئِكَ ہے اور اُولٰٓئِكَ کا مشار الیہ مَنْ ہے۔ لفظِ مَنْ چونکہ لفظاً واحد ہے اس لیے تَابَ۔ اٰمَنَ۔ عَمِلَ واحد فعل آئے اور معناً جمع کے لیے ہو جاتا ہے اُس لحاظ سے اُولٰٓئِكَ جمع اشارہ آیا اَلْجَنَّةَ۔ اسم مفرد مؤنث لفظی یعنی بہشت اُخروی اچھا عالم اعلیٰ مقام۔ مفعول فیہ ہے یَدْخُلُوْنَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مجہول جمع غائب۔ شَیْئًا۔ اسم مفرد نکرہ یعنی کوئی چیز کچھ۔ ذرہ بھر۔ مفعول بہ دوم پہلا مفعول ھُمْ ضمیر پوشیدہ نائب فاعل بن گیا ہے۔ لَا یُظْلَمُوْنَ اپنے نائب فاعل اور مفعولِ دوم سے مل کر جملہ فعلیہ منفیہ خبریہ ہو کر معطوف۔ دونوں عطف مل کر خبر مبتدا جملہ اسمیہ ہو کر جزا شرطیہ مَنْ اور جزا ملکر مستثنیٰ ہوا یَدْخُلُوْنَ کے فاعل کا یَدْخُلُوْنَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ جَنّٰتِ عَدْنٍ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا۔ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۔ جَنّٰتُ اسم جمع مؤنث اِس کا واحد ہے جَنَّتٌ۔ یعنی چھپا ہوا۔ پوشیدہ باغ۔ دنیا میں چار دیواری والے باغ کو جنت کہا جاتا ہے۔ اصطلاحاً اچھے لوگوں کے اُخروی رہائی ٹھکانے کو جنت کہا جاتا ہے کیونکہ انسانوں کی نگاہ سے قطعاً پوشیدہ ہے بجز انبیاء علیہم السلام

marfat.com
Marfat.com

اور ملائکہ کہ کسی مخلوق نے نہیں دیکھا۔ نہ قیامت سے یا موت سے پہلے کوئی انسان دیکھ سکے۔ چونکہ جنتیں آٹھ علاقوں میں منقسم ہیں اس لیے جنّت فرمایا گیا۔ بحالتِ فتحہ ہے اس لیے کہ اِنَّ پوشیدہ کا اسم ہے یا اس لیے کہ پہلی آیت یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ کا بدل اشتمال ہے مگر اعلیٰ حضرت نے اس کو علیحدہ جملہ بنایا اس لیے اِنَّ پوشیدہ مانا گیا۔ ایک قول میں مرفوع ہے خبر ہے مبتدا محذوف کی مضاف ہے اس لیے بحالتِ فتحہ ایک کسرہ آیا عَدْنٍ۔ یہ مصدر ثلاثی (مادہ) ہے بمعنی ہمیشہ رہنا۔ دائمی بسنا۔ ٹھیرنا ایک قول میں یہ اسم جامد ہے اور جنتوں کے ناموں میں سے ایک جنت کا نام۔ دونوں قول درست ہیں عدن مضاف الیہ مرکب اضافی اسم اِنَّ اَلَّتِیْ۔ اسم موصول مؤنث واحد۔ وَعَدَ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق اَلرَّحْمٰنُ۔ اسم مبالغہ ہے بروزنِ فعلان شبعان۔ ندمان۔ لغت عربی سے ہے رَحِمَ سے مشتق ہے۔ بمعنی عام رحم کرنے والا بخشنے والا۔ صفت خصوصی ہے اللہ تعالیٰ کی عِبَادَہٗ۔ اسم جمع مکسر مذکر ہے عَبْدٌ کی بمعنی عبادت گزار لوگ ہٗ ضمیر کا مرجع رحمٰن ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے بِالْغَیْبِ یہ جار مجرور متعلق ہے وَعَدَ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّتِیْ موصول اپنے صلے سے مل کر خبر اِنَّ عَدْنٍ میں یہاں چھوٹی نون تنوینی ہے جو تنوین کی حفاظت اور لام سے جڑنے کے لیے آئی۔ اِنَّ پوشیدہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّهٗ۔ حرف مشبہ ہٗ ضمیر شان اِنَّ لغو ہے کَانَ فعل ناقصہ وَعْدُهٗ مرکب اضافی اس کا اسم ہے۔ مَاْتِیًّا۔ باب ضَرَبَ کا اسم مفعول اور واحد مذکر بمعنی اسم فاعل اَتٰی سے مشتق ہے ترجمہ ہے آنے والا اسم مفعول کو استعمال فرمایا گیا یقین ثابت کرنے کے لیے ہے کہ یہ آنے والا اٹل آئے ہونے کے ہے گویا آ ہی چکا۔ دراصل مَاْتُوِیًّا تھا واؤ کو ی بنایا دونوں یاؤں کو ادغام کیا اور ضمہ کو کسرہ بنا دیا ہو گیا مَاْتِیًّا یہ خبر کَانَ ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ لَا یَسْمَعُوْنَ۔ فعل مضارع منفی مستقبل جمع غائب مذکر پوشیدہ ضمیر فاعل فیہا بمعنی اُس جنتِ عَدْنٍ میں متعلق ہے۔ لَغْوًا اِسْتِثْنَاءٌ مِنْهُ اِلَّا حرف استثنیٰ بمعنی مگر سَلٰمًا۔ اسم مصدر ہے۔ بمعنی امن چین سلامتی۔ ہر عیب سے پاک ہر مصیبت سے بچا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے بھی ایک نام ہے بمعنی ہر عیب سے پاک۔ یہاں مصدری معنی میں ہے یہ مستثنیٰ منقطع ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ میں شامل نہیں۔ سب استثنیٰ مل کر مفعول بہ لَا یَسْمَعُوْنَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَاؤ سَبَبِیَّہ جملہ یَکُوْنُ فعل مضارع ناقصہ پوشیدہ ہے لَهُمْ جار مجرور متعلق اوّل ہے رِزْقُهُمْ مرکب اضافی ترجمہ ہے اُن کی خوراک یہ فاعل ہے یَکُوْنُ پوشیدہ کا فِیْهَا یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ بُکْرَةً معطوف علیہ واؤ عاطفہ عَشِیًّا معطوف دونوں مل کر ظرف زمانی ہوا یَکُوْنُ پوشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ خبریہ ہو گیا بُکْرَةً اور عَشِیًّا دونوں صفت مشبہ ہیں بروزنِ فُعْلَةً اور بروزنِ فَعِیْلًا۔ فُعْلَةً

marfat.com
Marfat.com

یعنی دن کا شروع ابتدائی وقت یعنی سحری یا ناشتہ، عشیاً۔ مغرب سے عشاء تک کا وقت۔ اور مراد ہے رات کا کھانا۔ تشبیہ ہے دنیا کے کھانوں کے وقتے سے ورنہ جنت میں وقتِ عشا نہیں ہوگا۔ نہ ہی اندھیرا۔

تفسیر عالمانہ

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ

انبیاء کرام علیہم السلام کا وجودِ بعثت بہارِ زمین ہے کہ جب تک یہ مقدس ہستیاں جلوہ افروز رہتی ہیں اُس وقت تک زمین پر صُلحا کے پھول عُلما کے غنچے اور اولیا کے پھل عرصۂ فرش کو عرش بنائے رکھتے ہیں اور ان نمازیں عبادتیں ریاضتیں مکاشفے مراقبے ان ہی آقاؤں کے قدوم میمنت کی برکتوں سے ہیں ان کے وجود سے زمین چمن بہاری ہے۔ لیکن جو خطۂ بعثت ان کے فیوضاتِ بعثت سے خالی ہوا بس وہیں اِس انسانی مخلوق نے حیوانیت کا بھیس بدلا۔ اور زمینِ فرشی کو جنگلی جھاڑ جھنکاڑ بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ۔ جو لوگ اِن کے وجودِ مسعود کے بعد دنیا میں آئے یا جو اُن کی تعلیم سے نفع نہ پا سکے اور بدنصیبی سے پیچھے ہی مٹے رہے انہوں نے اِسی زمینِ پُربہار کو جس میں نمازوں کی کلیاں اذانوں کی مہک ذکرِ الٰہی کی صدائیں گونجتی تھیں اُن ظالموں نے بے تمیزی کی چیخم دھاڑ بدمعاشی کا فساد اور ترکِ نماز کی نحوست پھیلا دی۔ اور شہواتِ ابلیسیہ خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے لگ گئے اس لیے کہ ان کو کوئی بتانے سمجھانے والا ہزاروں والدین سے زیادہ شفقت و محبت پیار کرنے والا محسنِ قوم نبی رسول نہ تھا جو اُن کی گستاخیاں بے ادبیاں بدزبانیاں سُن کر بھی پیار سے چمکارتا مسکرا کر بلاتا گالیاں سن کر بھی دعائیں دیتا بیتیوں کی راتوں میں بیابانوں کی غاروں میں عجز کے سجدوں میں اللہ تعالیٰ سے اُمت کی بخشش کی دعائیں مانگتا۔ روتا گڑگڑاتا۔ رب کریم کے حضور فریادیں کرتا اور اُمتِ فاسقہ فاجرہ کافرہ کے لیے معافی مانگتا اور توفیقِ توبہ و ہدایۃ ایمان کی التجائیں کرتا۔ اور اپنی نافرمان امت کو بتاتا کہ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ دنیا میں کتنی بھی فحاشی بدمعاشی آوارہ گردی کر لیں۔ اللہ تعالیٰ جبار و قہار کی پکڑ سے نہ بچ سکیں گے۔ پس عنقریب بعدِ قیامت اِن ہی خرمستیوں کی کفریہ حرکتوں کے بدلے وسزا میں جہنم کی وادیِ غی میں گر پڑیں گے خلف سے مراد یہودی عیسائی ہیں ایک قول میں قریبِ قیامت کے مسلمان ہاں البتہ وہ خوش نصیب افراد جنہوں نے تعلیمِ نبوت کی ہدایت سے ترکِ نماز اقدام بدعملیوں گناہوں فسق و فجور سے سچی پکی توبہ کر لی اور شہواتِ نفسانی کے کفریات۔ و بدعقیدگی سے نفرت کرتے ہوئے صدقِ دل سے ایمان قبول کر لیا پھر یہ دونوں گروہ تائبین و مومنین اعمالِ صالحہ

marfat.com
Marfat.com

کریں اور پوری زندگی اسی پاکیزگی میں گزاریں تو وہ سب لوگ جنتوں میں ابدی دائمی حیاتِ طیبہ کے ساتھ رہائش پائیں گے اور سابقہ گناہوں یا کفریات کا بدلہ نہ لیا جائیگا بلکہ ان کی زیبوں لمہات کی توبہ اور تجدید ایمان کی وجہ سے سابقہ گناہ و کفریات مٹا دئے جائیں گے اور اعمالِ صالحہ اور اُن کے ثواب میں ذرہ بھر ظلم اور کمی نہ کی جائے گی۔ یہاں چھ چیزوں کا ذکر فرمایا گیا۔ ۱ نماز کو ضائع کیا یا انکار کر کے کافر ہوئے یا نمازوں کی فرضیت پر تو ایمان لائے مگر بے رغبتی اور ترکِ نماز سے فاسق ہوئے یا بے وقت اور غلط پڑھ کر فاجر ہوئے یا نماز تو صحیح پڑھی مگر فرضیت چنداں ضروری حد نقیض کر کے اپنے اعمال نیکیاں برباد کر کے خاسر ہوئے یہ تمام صورتیں نماز کو ضائع کرنے کی ہیں ۲ خواہشاتِ نفسانی میں پڑ گئے سب سے بڑی خواہش نفس کفر و شرک ہے ۳ عیاشیوں میں پڑ لے جائیں گے۔ دنیا میں بھی غَیًّا ہے اور آخرت میں بھی دنیوی غَیّ۔ ذلت خسارہ اور شر ہے۔ اُخروی غَیّ۔ جہنم کی ایک سب سے نیچے وادی جس کے سخت عذاب سے دوزخ کے دوسرے طبقے بھی پناہ مانگتے ہیں یا جہنم کا ایک کنواں بہت ہی گہرا یا جہنم کی ایک بڑی نالی جس میں جہنمیوں کی پیپ و خون بول براز اور اس کی بدبو کا عذاب ہوگا۔ کفار کو دنیا میں بھی غَیّ اور آخرت میں بھی یہ تین چیزیں اس کفار کی ہیں تین چیزیں مومنین کی مذکور ہوئیں ۱ سچی توبہ ۲ ایمان صادق ۳ اعمالِ صالحہ یہاں بدکاروں کی بدعملیوں میں سب سے پہلے برباد کی نماز کا ذکر فرمایا گیا۔ اس لیے کہ ایمان کے قالب میں مثل ریڑھ کی ہڈی نماز ہے ۱ نماز تمام عباداتِ اسلامیہ کا مجموعہ ہے اس میں کلمہ بھی ہے زکوٰۃ بھی روزہ بھی حج بھی عبادتِ بدنی بھی مالی بھی شریعت بھی طریقت بھی خلوت بھی جلوت بھی مراقبہ بھی مکالمہ ذکر دنیا میں مجاہدہ بھی ۲ نماز بندگی کا اصل مقام ہے ۳ بندگی اتباعِ نبوت کا نام ہے اور اتباع نام ہے نقشہ و نبوت کا ۴ نماز معراجِ مومن اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے بندے کا اللہ تعالیٰ سے ظاہری عملی اور باطنی قلبی تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ ترکِ نماز سے دینوی اور اُخروی نقصانات پہلا یہ کہ اُمت کے زوال کا پہلا قدم دوم۔ ترک نماز سے نقشِ نبوت ختم ہیں جب یہ نقشہ پاک ختم تو اتباعِ نبوت ختم چہارم۔ اور جب اتباع ختم تو عبادت و بندگی ختم۔ پنجم اور جب بندگی ختم تو تعلق باللہ ختم ششم جب بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ختم ہو گیا تو تصور ذات الٰہی یعنی اللہ تعالیٰ ذات و صفات کا خیال و یقین سب کچھ ختم ہو گیا۔ ہفتم جب یقین ذاتِ باری ختم تو دوسرے ایمانی معاشرے کا بگاڑ شروع ہشتم ترکِ نماز سے انسان میں پانچ عیب پیدا ہو جاتے ہیں ۱ آزادی کی بیماری۔ انسان اس دنیا میں مثل بکری ہے اور ابلیس (شیطان) اُس کا شکاری، بھیڑیا۔ نماز حفاظت کا باڑہ ہے بکری جب ریوڑ سے باہر آزاد و آوارہ ہو تو بھیڑئے کا شکار بن جاتی ہے۔ نماز مومن کو شیطان سے بچاتی ہے ۲ ترک نماز گناہوں کا دروازہ کھولتا ہے ۳ آوارگی بدمعاشی بدچلنی اور

marfat.com
Marfat.com

پلیدی پیدا ہوتی ہے۔ ۴ ترکِ نماز گندگی کی عادت ڈالتی ہے اور گندگی سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ۵ ترکِ نماز سے انسان شہواتِ نفسانی میں مبتلا ہوتا ہے۔ شہوات کا آخری مقام کفر ہے گویا کہ ترکِ نماز کا دنیوی نتیجہ اور انجام کفر ہے اور اُخروی انجام یَلْقَوْنَ غَیًّا ہے غَیًّا۔ فراء کر سات چیزوں کو بیان فرمایا اوّلاً جہنم پھر اُس کی کیفیت پھر توبہ پھر حالت پھر بادشِ دائمی پھر وہاں کی گفتگو، اور وہاں کی دوزخی خوراک یہ سب کچھ اشارۃً بیان فرما دیا گیا اس لیے کہ مُری اشیا کی تفصیل ضروری نہیں ہوتی چونکہ ان کا کفر دنیا میں لذاتِ شہوات ہے اس لئے ان کا عذاب بھی آخرت میں جہنم غَیًّا ہے شہوات کی دو قسمیں ہیں ۱ شہواتِ حَوَی یہ ہمیشہ نفسِ امارہ کی طرف سے ہوتی ہیں شہواتِ حَوَی سات قسم کی ہیں ۱ شراب نوشی ۲ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لینا ۳ بلا دلیل باتیں وعقیدے بنانا ۴ ہر وہ چیز جو نماز اور عبادت و ذکر اللہ سے روکے ۵ پہلے زمانوں کے بیہودیوں اور عیسائیوں نے حرام کو حلال کیا کہ سگی بہن اور سگی بھتیجی سے نکاح حلال کیا ۶ آج کل پیروں و پیرزادوں نے کھیل کود رسیں جوا اور فوٹو بُت سازی کو جائز سمجھ لیا ۷ مولوی علی نے فرمایا کہ تعزیہ عمارتیں خوشنما سواریاں فیشن کے لباس بھی شہواتِ حَوَی ہیں۔ جب وہ شہوات میں پڑ گئے تو اپنے بزرگوں کی جسمانی روحانی میراث سے محروم ہو گئے یہی خسارہ ہے آج ہی ایسا ہی ہے کہ پیری مریدی بہت ہے مگر روحانی قوت ختم ہے ۲ شہواتِ ھُدٰی یہ ہمیشہ اچھی ہوتی ہیں عقلِ سلیم کی طرف ہوتی ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ بندہ جس نے اپنی دنیا میں توبہ کر لی ایمان کامل کر لیا اور اعمالِ صالحہ سے خود کو مزین کر لیا۔ ایسے خوش نصیبوں کا پہلا انعام لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا دوسرا انعام۔ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ۔ تیسرا انعام۔ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا۔

چوتھا انعام۔ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا۔ پانچواں انعام۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۔ وہ قولِ بارگاہ جو دنیوی زندگی میں عاملین کاملین صالحین عاجزین بن کر رہے اور جنہوں نے حقیقتِ عبادات کا اہتمام کیا ان کو رب تعالیٰ کی طرف سے یہ پانچ انعامات عطا ہوں گے حقیقتِ عبادت آٹھ چیزیں ہیں پہلی چیز یہ کہ عبادت کو قُرَّۃُ عین سمجھ کر ادا کی دوم ذوق سے ۳ شوق سے ۴ خشوع سے ۵ خضوع سے ۶ عجز سے تمام عبادات ادا کیں ۷ عبادت خاص کر نماز کو غذائے قلب اور معراجِ روح جانا ۸ عبادات میں تہذیب آداب و اصول کا خیال رکھا۔ ایک نماز ہی وہ عملِ صالحہ ہے جو انسان کو مکمل طور پر مہذب بناتی ہے تہذیب کی پانچ قسمیں ہیں ۱ پاکیزگی ۲ پابندی ۳ زینت ۴ خوراک کی دیکھ بھال ۵ لباس کی تکمیل

marfat.com
Marfat.com

نماز کا مکمل لباس یہ ہے کہ سر سے قدم تک بجز تین اعضا کے کچھ نہ کھلا ہو۔ صرف قدم ہتھیلی اور چہرہ کے باقی سب جسم ڈھکا ہوا ہو یہ ننگے سر نماز مکروہ تحریمی ہے جو ننگے سر نماز پڑھے اُس نے اپنی نماز ضائع کر دی صحیح نماز پڑھنے سے بندہ اپنے رب تعالیٰ کے چار حقوق ادا کرتا ہے ۱ واجب ۲ فرض ۳ مستحبات و مندوبات۔ نماز ایمان کا جوہر یعنی عرق ہے جس نے نماز ضائع کی اُس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اور اللہ تعالیٰ سے دور ہوا اور جس نے شہواتِ نفسانیہ کی اتباع کی اس نے شیطان کو خوش کیا۔ عبادت خدا پرستی ہے شہوات شیطان پرستی ہے جنت کی پہلی نعمت یہ ہے کہ کسی مومن پر ظلم نہ ہوگا یعنی بلا وجہ نہ کسی کے اعمال کم ہوں گے نہ ثواب ظلم کے معنی یہاں کمی کرنا ہے میدانِ محشر میں کسی بندے کے اعمال میں کمی تب ہوگی جب اُس پر حقوق العباد واجب ہوں اور ثواب میں کمی تب ہوگی جب اُس کے خلوص میں کمی و غلطی ہو اور ثواب کی یہ کمی بھی عدل ہوگا نہ کہ ظلم جنت کی دوسری نعمت جنتِ عدن ہے یہ جنت کا ایک اعلیٰ طبقہ ہے یہاں چار قسم کے بندے نہیں جا سکتے۔ سود خور، شرابی۔ والدین کا نافرمان۔ جھوٹی گواہی دینے والا عدن کا معنی ہے دائمی ملکیتی رہائش اسی معنی کی بنا پر مفسرین نے یہ بھی فرمایا کہ عدن نام نہیں بلکہ پوری جنت کی صفت ہے۔ رب تعالیٰ نے توبہ کرنے ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کو عبادہٗ کے پیارے لقب سے نوازا یہ عطاءِ شرف بہت ہے اور اسی سے مخلصین مراد ہیں ان ہی پیاروں کے لیے جنت وہ جو عدن ہے اور ایسی جنت کے لیے ایمان کونسا جو بالغیب ہے سب سے عظیم خوش خبری وَعْدُہٗ مَاْتِیًّا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ وعدے یقیناً حتماً پیش کے ساتھ آنے والے ہیں یہ خوشخبری دینا میں بھی سنائی گئی اور میدانِ محشر میں بھی سنائی جائے گی جنت میں عظیم نعمت سلام ہے سلام یعنی سلامتی و حفاظت۔ سلامتی تو جان و جسم ایمان کی ہوگی اور حفاظت جنت کی اور اُس کی تمام چیزوں لباس رہائش خوراک آرام و سکون لذت عزت عظمت کی ہوگی دنیا میں ہر انسان کو نو نعمتیں ملیں ۱ دیکھنے کی نعمت ۲ سونگھنے کی ۳ چکھنے کی ۴ پکڑنے کی ۵ چلنے کی ۶ چاہنے کی ۷ سمجھنے کی ۸ بولنے کی ۹ سننے کی ان میں سب سے بڑی دو نعمتیں ہیں اوّلاً سننے کی نعمت دوم بولنے کی ان پر ہی تمام ایمانیات اسلامیات عبادات دینیات دنیویات مقبلیات مکرمات کا دارومدار ہے بلکہ انسانیت کے پورے معاشرے پر ان دونوں کا اثر ہے اگر یہ دونوں اچھی ہوں تو زندگی کا پورا ماحول مہذب، پاکیزہ اور صاف ستھرا ہوتا ہے۔ اور افراد و اقوام سلیم الطبع و سنجیدہ ہوتے ہیں اور اگر یہ دونوں بولنے اور سننے کی قوتیں بُری ہو جائیں تو معاشرے کا پورا ماحول گندہ بیہودہ، فضول اور بد تمیز بد تہذیب

marfat.com
Marfat.com

ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے جھوٹ، غیبت، اگال، گلوچ شرارت فتنہ فساد بغض حسد، گندگی۔ شہوتیں جنم لیتی ہیں فرمایا یہ جا رہا ہے کہ جنت میں بولنا بھی سچا ہوگا اور سننا بھی اچھا۔ وہ بھی سلاماً۔ یہ بھی سلاماً۔ مگر جہنم میں یہ دونوں چیزیں بُری ہوں گی۔ اس لیے یہی دونوں جنت میں نعمت ہیں اور جہنم میں عذاب، جنت میں عمدہ سلام اور جہنم میں بیہودہ کلام ایک قول میں اِلَّا سَلَامًا کا اِستثنٰی منقطع ہے یعنی جنت میں لغو بیہودہ کلام نہ ہوگا بلکہ نہایت پاکیزہ مہذب مفید شائستہ یا اخلاق محبت وخلوص کا کلام ہوگا۔ یہ ہی قول درست ہے بعض نے فرمایا یہ اِستثنا متصل ہے یا اس لیے کہ سلام ایک دعا ہے اور جنت میں دعا بیکار و لغو ہے یعنی جنت میں فقط یہی ایک غیر مفید کلام ہوگا اس کے علاوہ کوئی غیر مفید نہ ہوگا یا اس لیے اس کو لغو کہا گیا کہ جنت میں ایک دوسرے کو سلام کرنا مثل تکیہ کلام ہو جائے گا کہ بلا ارادہ نکلا کرے گا۔ عربی محاورے میں ہر ایسے کلام کو لغو کہہ دیا جاتا ہے جیسے کہ دنیا میں بعض لوگوں کے منہ سے بلا ارادہ قسمیں نکلتی رہتی ہیں۔ مثلاً واللہ ایسا ہوا واللہ ویسا ہوا۔ ایسی قسموں کو بھی یمین لغو کہا جاتا ہے۔ جنت کا پانچواں انعام بُکْرَةً وَّعَشِیًّا کا رزق ہے۔ قرآن کریم نے جنت کی تین خوبیوں کا ذکر فرمایا ایک جگہ ارشاد ہوا۔ وہاں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے۔ دیگر آیت میں سَرِیْر اور عَرَائِک کا ذکر ہے کہ جنتی لوگ خوبصورت تختوں اور مسہریوں پر بیٹھا کریں گے اور اب یہاں ارشاد ہوا کہ ان کو صبح شام کی مثل رزق ملا کرے گا اس کی وجہ یہ کہ دنیا میں اب تک تین قومیں ہی ہوئی ہیں جو تا قیامت رہیں گی۔ پہلی قوم اہل یمن یہ دنیا کی پہلی قوم ہے، دوسری قوم اہل عجم۔ تیسری قوم اہل عرب یمنی لوگ اچھے پلنگوں مسہریوں اور خوشنما تختوں پر بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ اُن کے لیے جنت کی اُس نعمت کا ذکر فرمایا گیا اہل عجم سونے چاندی کا زیور پسند کرتے ہیں اُن کے لیئے جنت کی اِس نعمت کا ذکر کیا گیا۔ اور اہل عرب کھانے پینے کے شوقین ہیں یہاں تک کہ اہل عرب کے نزدیک جس کو دو وقت عمدہ کھانا مل جائے وہ منعم و خوش بخت ہے۔ ان کے لیے یہاں بُکْرَةً وَّعَشِیًّا۔ فرمایا گیا۔

فائدے اِن آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ انسان اولین نہایت مکمل اکمل خوب صورت ذی علم مہذب با اخلاق طیب صالح متقی بلکہ تکمیل انسانیت کی اعلیٰ شخصیات نبی اور رسول تھے۔ بدصورتی بد اخلاقی بعد کے لوگوں میں اُن کے گناہوں بد کاریوں مشقتوں کی وجہ سے ہوئی۔ لہٰذا جو غیر مسلم سائنسدان وغیرہ اور ان کی سُنی سنائی میں چند احمق مسلمان بھی یہ کہتے پھرتے ہیں کہ پہلے انسان بندر تھا یا بندر کی ہم شکل وہ غلط اور اس کا یہ عقیدہ کفر

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ خیال رہے کہ گناہ کی رنگت سیاہ ہے اور گنا ہگار فاسق گناہوں کی وجہ سے قلبی سیاہی کے بعد ظاہر میں بدصورت منحوس بدنما و بدشکل ہو جاتا ہے۔ گناہ کی رنگت کا ثبوت حدیث پاک سے ہے کہ فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حجر اسود جب جنت سے لایا گیا تو سفید تھا جب لوگوں نے اس کو چھونا اور اس پتھر نے ان کے گناہ جو سننا شروع کئے تو وہ سیاہ ہوتا چلا گیا۔ یہ فائدہ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ۔ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ نمازوں میں سستی غفلت اور غلطیاں کرنی سب گناہوں کی جڑ ہے یہ فائدہ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ کو سب سے پہلے ذکر کرنے سے حاصل ہوا۔ بدکاریاں اور کفریات اس کے بعد پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی نماز کو ہر طرح سے بچانے کی کوشش کرے نہ اپنے اندر کسی قسم کی غلطی پیدا ہونے دے نہ فاسق فاجر بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ تیسرا فائدہ کوئی شخص بھی اپنے اعمال پر ناز فخر غرور نہ کرے جنت جس کو بھی ملے گی نیز پاک کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملے گی نہ کہ اپنے عمل سے اعمالِ صالحہ تو اللہ رسول کی خوشنودی کا ذریعہ ہیں یہ فائدہ وَعْدُهُ الرَّحْمٰنُ میں لفظ رحمٰن فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ مومن پر تین چیزیں واجب ہیں۔ نفرت، محبت، مشغولیت۔ ہر کفر سے نفرت۔ ایمان سے محبت عمل صالح میں ہر وقت مشغولیت یہ مسئلہ اِلَّا مَنْ تَابَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ تمام مسلمانوں پر عورت ہو یا مرد یہ مذہبی دینی ایمانی فریضہ ہے کہ اپنی زندگی پاکیزہ اور مہذب بنائے فضول اور لغو باتوں بیہودہ کلام اور ہر قسم کے گناہ کبیرہ سے بچنا واجب ہے یہ کفر و لغویات مسلمان پر حرام ہیں۔ ہر مسلمان کے دینی گھریں بھی جنت کا ماحول و نمونہ ہونا چاہیئے۔ یہ مسئلہ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا۔ سے مستنبط۔ رب تعالیٰ نے جنت اور اہل جنت کی شان و توصیف بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہاں لغو گفتگو نہ ہوگی جس سے اقتضاءً ثابت ہوا کہ لغو و بیکار گفتگو بری ہے اور ہر بری چیز مسلمان پر حرام، بری گفتگو سے نسلوں پر برا اثر پڑتا ہے۔ تیسرا مسئلہ اگر بندے کو اعمالِ صالحہ کا وقت اور توفیق یعنی ہر قسم کی مہولت ملے پھر بھی بندہ نیکی نہ کرے تو یقیناً سزاءِ اُخروی کے لائق ہوگا اور ضرور سزا ملے گی کسی شفاعت پر بھروسہ نہ کر بیٹھے ضروری نہیں کہ اس کی قسمت میں شفاعت ہو لیکن اگر کسی مسلمان کو اعمالِ صالحہ کا وقت و مہلت ہی نہ ملے تو صرف ارادہ بصدق دلی ہی اُخروی نجات اور دخولِ جنت کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ احادیث پاک سے ثابت ہے یہ مسئلہ اِلَّا مَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا کے بعد وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا سے مستنبط ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ اِن آیت کا مقصود تو جنتِ مدن کی شان بیان کرنا چاہیئے تھا کہ اُس کی در و دیوار کی شان ذکر کی جاتی صبح شام کے کھانے کا ذکر کیوں کیا گیا؟ جواب ہر مکان و مقام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہاں رہنے والوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اور انسانی تکلیف میں سب سے بڑی تکلیف بھوک پیاس کی ہوتی ہے کہ ہر تکلیف برداشت کی جا سکتی ہے مگر بھوک پیاس برداشت نہیں ہوتی گھر کتنا ہی حسین و مضبوط ہو اگر اس میں رہنے اور آنے والوں کو کھانے نہ ملے تو وہ بیکار و ویران ہے۔ گھر معمولی ہو لیکن رہنے والوں کو عمدہ اور صاف پاکیزہ تازہ اور مکمل پیٹ بھر کھانا مل جائے تو وہی شاہی محل ہے۔ کھانا پینا مہمان خانے کی بھی سب سے بڑی نشانی ہے اور مہمان کی عزت افزائی بھی، اس لیئے جنت کی سب سے بڑی خوبی اور عالم فہم شان و وقار کا ذکر فرمانا عین حکمت ہے۔ اور بار بار قسم کا کھانا ملنا مزید عزت افزائی ہے اسی لیے بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا فرمایا گیا۔ دوسرا اعتراض۔ جنت میں صبح دوپہر شام، رات یہ کچھ نہیں کیونکہ وہاں سورج نہیں ہے۔ یہ سب اوقات تو سورج کی وجہ سے ہیں۔ وہاں جنت میں تو ہر وقت ایک جیسا نور رہتا ہے یعنی سہانی صبح کا ٹھنڈا سماں ہوتا ہے تو پھر یہ کیوں فرمایا گیا۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا یعنی اُن اہلِ جنت کے لیے اُس کے جنت میں صبح شام رزق ہے جواب مفسرین نے اس سوال کا جواب مختلف انداز اس طرح دیا ہے کہ بُکْرَۃً اور عَشِیًّا کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہاں صبح اور شام حقیقتاً ہوگی بلکہ بُکْرَۃً وعشیا میں ہم پانچ اقوال ہیں ۱ اس سے مراد اتنا وقفہ ہے جتنا وقفہ دنیا میں صبح سے شام تک ہوتا ہے اور یہ دنیا والوں کو سمجھانے کے لیے فرمایا گیا کہ وہ وقفے کا خود ہی اندازہ کر لیں ۲ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا کا ترجمہ دونوں صبح شام ہی ہے مگر وہ ہمیشگی ہے یعنی اُن کو ہمیشہ ہی کھانا۔ رزق ملتا رہے گا اور یہ تقریباً ہر زبان کا محاورہ ہے کہ صبح شام سے ہمیشگی مراد لی جاتی ہے مثلاً کوئی کہے میں صبح شام گھر میں رہتا ہوں تو مراد ہوتا ہے ہمیشہ رہتا ہوں ۳ بعض نے کہا کہ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا سے مراد مطلقاً وقت ہے۔ ۴ بعض نے کہا کہ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا کا معنی تو صبح شام ہی ہے مگر مراد ہے ان وقتوں جیسا کھانا۔ یعنی صبح کا کھانا ناشتہ جو عموماً ہلکا ہوتا ہے اور شام کا کھانا جو عموماً بھاری ہوتا ہے اور اپنے اپنے اعتبار سے دونوں مناسب ہوتے ہیں ۵ ایک قول یہ ہے جنت میں صبح شام ہوگا مگر سورج کا صبح شام نہیں بلکہ استراحت کا صبح شام جب خدام دروازے بند کیا کریں گے تو اس وقت رات کا سماں ہوگا نہ کہ حقیقی رات اور جب خدام دروازے کھولا کریں گے تو اس سے صبح کا سماں لگے گا۔ اور ان اوقات میں جنتی لوگ آرام کیا کریں گے اور بیدار ہوں گے۔ بہرکیف اعتراض ختم ہو گیا۔ نیز یہ کھانا دو وقت صرف اعزازی طور پر خدام کا پیش کرنا ہے کوئی پابندی کے

marfat.com
Marfat.com

بے نہیں اس کے علاوہ بھی جب دل چاہے گاہر جتنی جو چاہے کھا پی سکے گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

تیسرا اعتراض۔ تارک نماز کافر ہو جاتا ہے متعدد احادیث کے علاوہ اِن آیت سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ کافر ہو جاتا ہے دیکھو یہاں اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ یعنی نماز ضائع کرنے والوں کی سزا عذابِ غَیًّا فرمایا گیا اور عذابِ غَیًّا صرف کفار کے لیے ہے ثابت ہوا کہ تارکِ صلوٰۃ کافر ہے نیز آگے ارشاد ہوا ہے اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ۔ یعنی جو پہلے تو نماز ضائع کرتا رہا پھر توبہ کرے اور ایمان لے آئے۔ اس سے بھی ثابت کہ تارکِ نماز کافر ہو جاتا ہے۔ اگر ترک نماز کفر نہیں تو پھر تجدید ایمان اور اٰمَنَ کا ذکر کیوں ہوتا۔ یعنی اگر زندگی میں ترکِ نماز سے توبہ کرے تو اٰمَنَ ضروری ہے اگر نہ کرے گا تو بعد موت جہنم کی وادی غَیّ میں ڈالا جائے گا (معتزلی اور وہابی) جواب۔ احادیث سے تو کہیں بھی ثابت نہیں کہ تارکِ صلوٰۃ کافر ہو جاتا ہے البتہ حسن احادیث میں معتزلی فرقہ نے دھوکا کھایا اور اپنے باطل نظریئے پر استدلال کر بیٹھے وہ اُن کی کم علمی و نافہمی ہے اُن کے جوابات ہمارے فتویٰ الغیا جلد چہارم مسئلہ سیاہ خضاب میں یا فتاویٰ رضویہ مبارکہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ رہی یہ آیت پاک تو اس سے بھی ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا چار وجہ سے۔ اوّلاً اس لیے کہ یہاں صابیوں یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر ہو رہا ہے اور اَضَاعُوا۔ کا معنیٰ ہے نہ ماننا انکار کرنا یعنی انبیاء سابقین مذکورین علیہم السلام کے بعد اُن کی اولاد اور امت نبی زادوں، سید زادوں پیر زادوں اور شہزادوں نے اتنی آکاری گمراہی اختیار کی کہ آخر کار نماز جیسی بنیادِ ایمان کا بھی انکار کر دیا۔ صابیوں نے شرک و بت پرستی کر کے یہود نے قتلِ انبیاء کر کے عیسائیوں نے کفارے کا مسئلہ بنا کر پوری شریعتِ ابراہیمی موسوی و عیسوی کا ہی انکار کر دیا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اُن اُمتوں کا اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ اور ترکِ نماز کفر کی وجہ سے تھا نہ کہ اَضَاعُوا کی وجہ سے یعنی کفر پہلے ترکِ نماز بعد میں اور تم لوگ کہتے ہو کہ ترکِ نماز سے کفر ہوا اور یہ کہیں ثابت نہیں۔ ثانیاً یہ کہ ترکِ نماز عمل ہے اور کفر و ایمان عقیدہ ہے عمل عقیدے کا جز نہیں ہو سکتا نہ عقیدہ عمل کا جز ہو سکے لہٰذا ترکِ نماز سے کفر نہیں ہوتا۔ دیکھو تَابَ وَاٰمَنَ کو واؤ عاطفہ نے جدا کر کے یہ ثابت فرما دیا کہ عمل و عقیدہ دو علیحدہ چیزیں ہیں تَابَ عمل ہے۔ اٰمَنَ عقیدہ ہے غرض کہ کوئی بھی بد عملی کفر نہیں ہے جب تک کفر کی نیت نہ ہو جن بزرگوں نے یہاں توبہ کو ایمان میں شامل کیا ہے وہ بھی توبہ کو ایمان کی شرط بناتے ہیں نہ کہ رکن اور جزء ثالثاً یہ کہ یہاں تین برائیوں کا تین اچھائیوں سے استثناء فرمایا گیا ۱ اَضَاعُوا کے بعد جو تَابَ ہو جائے۔ ۲ مخالفِ ایمان ہونے کے بعد اٰمَنَ ہو جائے ۳ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ کے بعد عَمِلَ صَالِحًا کرے۔ پس ثابت ہوا کہ

marfat.com
Marfat.com

اُن کا تعلق اَضَاعُوْا سے نہیں بلکہ مخالفتِ انبیاء علیہم السّلام سے ہے اور مخالفتِ انبیاء واقعی کفر ہے ترکِ نماز کفر نہیں اس کے لیے صرف توبہ کافی ہے۔ رہا یہ کہ مسلمان ہو کر اگر کوئی کافر بنے تو اُس کو شریعت میں مرتد کہتے ہیں حدیث و قرآن میں بے نمازی کو کبھی مرتد نہ کہا گیا ثابت ہوا کہ بے نمازی کافر نہیں ہو جاتا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

تفسیر صوفیانہ

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا سیر اسرار عرفانی کے بعد ناسوت عالم میں ایسے اشرار باطنی عسرتِ بدنی میں پیدا ہوئے جنہوں صلوٰۃِ حضوری اور نمازِ بارگاہِ نیازِ عجزگاہ کو ضائع کر دیا مقامِ نفس کی وجہ سے حضوری صرف قلبِ مؤمن کو میسر ہوتی ہے لیکن جب بندہ صفاتِ نفس کے پردوں میں پھنس کر مقامِ قلب سے ناواقف ہو جاتا ہے تو شہوتوں کی پیروی کرتا ہے جس کی بنا پر شرارت و گمراہی کی غیّ (جہنم) میں گر پڑتا ہے۔ جتنی شہوتوں کی زیادتی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی گمراہی زیادہ اور گمراہی کی زیادتی گناہوں کا ارتکاب ہے پھر وہ مبتلا گناہوں پر گناہ کرتا جاتا ہے حدیثِ پاک میں ہے کہ گناہ پر گناہ پہلے گناہ کا عذاب ہے۔ ہاں جو نصیب ور پہلے گناہ سے توبہ کرے اور مقامِ قلب کی طرف لوٹ آئے ایمان کی معرفت کا یقین کرے اکتسابِ فضیلت سے اعمالِ صالحہ کرے یہی لوگ انوار کی جنتِ مطلقہ ابدیہ میں داخل ہو جاتے ہیں اپنے ایمانی عرفانی ایقانی حقانی کے مدارج کے استحقاق کے مطابق درجہ بدرجہ اور حال و مقام میں کچھ ظلمًا کمی نہیں کی جاتی اُن کے خلوص و عمل پر دار و مدار ہے۔ نفس و قلب و روح سے جس کا جتنا تعلق ہے اُس کا اتنا ہی حصہ اُس جنتِ اسرار سے ہے جن کا وعدہ رحمٰن و رحیم نے اپنے بندگانِ طالبین شائقین عاشقین محبّین سے کیا ہے وہ ربّ تعالیٰ پہنچانے والا ہے اپنے بندگانِ غائبین کو اس جنت کی اصول و عموم کی نعمتوں کے جلال و جمال انوار اسرار میں توبہ کی تین قسمیں اور چھ شرطیں ہیں۔ پہلی توبہ حقوق اللہ کی کمی سے دوسری توبہ حقوق العباد میں کوتاہی سے تیسری توبہ حقوقِ ذاتی کی بے توجہی سے پہلی شرط فوراً معصیت سے رک جائے دوم سابقہ پر ندامت و گریہ زاری کرے سوم آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرے چہارم مظلوم سے معافی مانگے اور ظلم کا بدلہ دے پانچویں شرط منصوبہ چیز واپس کرے ششم غیبت سے بچے اور مغتاب سے معافی مانگے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی مجھے معاف کر دے پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ اور ظاہر و

marfat.com
Marfat.com

باطنہ وعلانیہ گناہ کی علانیہ توبہ ہوتی ہے۔ مومن کی توبہ یہ ہے کہ ہر گناہ کفر شرک و بدعت گمراہی سے نفرت کرے کافر کی توبہ یہ ہے کہ اپنی خوشی سے بلا جبر تمام کفریات چھوڑ دے اسلام کو اپنالے جو بندہ رب تعالیٰ کا طالب بن جاتا ہے تو رب تعالیٰ اُس سے شہواتِ ھَوٰی اور شہوات حرٰی یعنی شرعاً جائز ناجائز تمام خواہشات چھین لیتا ہے۔

حکایت تفسیر روح البیان میں ہے ایک دفعہ چوتھے آسمان پر دو فرشتوں کی ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ آج تم نے کیا کام کیا جواباً فرشتے نے کہا کہ مجھ کو حکم ہوا تھا کہ فلاں شہر مشرک کافر یہودی کو ایک مچھلی کی خواہش ہے وہ دریا سے پکڑ کر اُس ظالم کو دے آؤ میں نے آج اُس کو مچھلی پہنچا دی پھر دوسرے فرشتے نے اس سے پوچھا کہ آج تم نے کون سا کام کیا تو دوسرے نے جواباً کہا کہ زمین پر ایک عابد متقی کو ایک گھنا درخت اچھا لگا تھا وہ اس درخت کی طرف جانے لگا تو مجھ کو حکم ہوا کہ اس درخت کو جلا دوں میں نے اُس کے پہنچنے سے پہلے اُس درخت کو جلا دیا۔ دنیا کی محرومی آخرت کی مقبولی کی علامت ہے اور دنیا کی مقبولی آخرت کی محرومی کا نشان لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا۔ وہ خوش بخت طالبانِ دیدار اُس جنت جمالِ شفی قلب مزکی ہیں کچھ لغویاتِ نفس نہ سن سکتے ہیں نہ رغبت رکھتے ہیں مگر ہر چار سو عقل، ضمیر، شعور، فہم کی سلامتی ابدی۔ ذنوب و نقائص فضول و رذائل کے مادوں سے خالی۔ یہی وہ عارفین ہیں جن کے لیے معارف و حکمت کے رزق دائمی ہیں شمسِ روح کے وقتِ ظہور کی بُکرۂ صبح ہیں جنت قلب کے اندر اور غروبِ شمسِ روح کے عَشِیًّا میں جنتِ نفس کے اندر۔ آفتابِ روح قلبِ مومن میں طلوع ہوتا ہے اس لیے وہاں بُکرۂ عارفین ہے اور نفسِ طغیانی میں شمسِ روحانی کا غروب ہے اس لیے وہ ظلماتِ بدنی کا عَشِیًّا ہے۔ انسان چار قسم کے ہیں ۱ انبیاءِ کرام علیہم السلام ۲ اولیاءِ عظام ۳ فاسقین ۴ کافرین۔ انبیاء علیہم السلام دنیا و آخرت میں فرحاں و شاداں۔ اولیاء اللہ دنیا میں ترساں آخرت میں فرحاں۔ فاسقین دنیا میں فرحاں و ستاں آخرت میں ترساں کافرین دنیا میں فرحاں و شاداں آخرت میں ترساں و لرزاں فرامین قرآن کا نام اعمالِ صالحہ ہے اس کی تفصیل و تشریح و طریقہ احادیث میں ہے۔ اس کا نقشہ ذاتِ نبوت ہے قرآنِ مجید کو سمجھنے کے لیے پانچ طریقے ۱ تعقل ۲ تفقہ ۳ تذکر ۴ تدبر ۵ تفکر۔ نشانِ سابقین خَرُّوْا سُجَّدًا ہے۔ اور نشانِ عارفین اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ہے نشانِ سابقین بُکیًّا ہے اور نشانِ عارفین اتبعوا الشہوات سے اعمالِ صالحہ پانچ قسم کے ہیں ۱ امانتداری ۲ دیانتداری ۳ شرافت ۴ عدالت

marfat.com
Marfat.com

۱ ریاضت اس کے پانچ دنیوی اور ایک اُخروی انعام ۱ عزت ۲ عظمت ۳ امت ۴ کرامت ۵ روحانی قوت۔ اُخروی انعام لَهُمْ رِزْقُهُمْ یعنی دیدارِ الٰہی کا رزق بُکْرَةً وَّعَشِيًّا جنت کے صبح و شام ہیں دنیا میں نماز عاشقین ان سب کا مجموعہ ہے۔ ترکِ نماز سے دس نقصان ہوتے ہیں ۱ حفاظت ۲ ذلت ۳ خسارہ ۴ حماقت ۵ خباثت ۶ رذالت ۷ بطالت ۸ کسالتِ اعمالی ۹ مفارقتِ شیطانی ۱۰ ضعف ایمانی و اعتقادی۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا

یہ وہ جنت ہے جس کا دائمی مالک بنا دیں گے ہم اپنے عبادت گزاروں میں سے

یہ وہ باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُسے کریں گے

مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ

ان کو جو متقی بنے رہے۔ اور کہا اُس نے کہ نہیں نازل ہو سکتے ہم آپ کے رب تعالیٰ

جو پرہیزگار رہے۔ اور (جبریل نے محبوب سے عرض کی) ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور

رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا

کے حکم کے بغیر اُسی کی ملکیت ہے جو ہمارے سامنے زمانوں میں ہے اور جو ہمارے پچھلے زمانوں میں

کے رب کے حکم سے۔ اُسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے

وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

اور جو اُس کے بیچ زمانوں میں ہے اور نہیں ہے آپ کا رب

اور جو اُس کے درمیان۔ اور حضور کا رب بھولنے والا نہیں

marfat.com
Marfat.com

نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

بالکل بھولنے والا۔ وہ تو تمام آسمانوں اور تمام زمین اور اس تمام

نہیں۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے بیچ میں ہے سب کا

بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ

کا رب ہے جو ان دونوں کے اندر ہے لہٰذا آپ اس کی عبادت قائم فرما دیجیے

مالک تو اُسے پوجو اور اُس کی بندگی پر ثابت رہو کیا

تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا

اور ثابت قدم بنایئے اُس کی عبادت کے لیے اور کہتا پھرتا ہے منکر انسان کہ کیا جب میں

اُس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔ اور آدمی کہتا ہے کیا جب میں

مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾

مرجاؤں گا تو کیا البتہ میں نکالا جاؤں گا زندہ کرکے

مرجاؤں گا تو عنقریب چلا کر نکالا جاؤں گا

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں جہنم کے رہائشی وارثین کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں جنت کے وارثین کا ذکر ہو رہا ہے دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے جھوٹے اور غلط نہیں ہوتے۔ ان آیت میں اللہ کے وعدے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کافروں غافلوں اور بدنصیبوں کی ترک عبادت کا ذکر ہوا کہ کیسے بدقسمت ہیں جو صحت و تندرستی کے باوجود اللہ کی نماز و عبادت ادا نہیں کرتے۔ اب ان آیت میں خوش قسمت بندوں کو رب تعالیٰ کی پیاری عبادت کا حکم دیا جا رہا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

شانِ نزول بخاری شریف کتاب التفسیر میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل حاضر بارگاہ ہوئے تو آقا کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل تم میرے پاس جلدی جلدی اور زیادہ مرتبہ کیوں نہیں آیا کرتے۔ تو جبرئیل امین نے جو جواب عرض کیا وہ یہاں آیت ۶۴ میں ذکر ہوا اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن بروایت عکرمہ ہے کہ ایک دفعہ چالیس دن تک جبرئیل امین نہ آئے پھر جب آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی واللہ اعلم جبرئیل علیہ السلام بارگاہ اقدس میں کتنی دفعہ حاضر ہوئے اس کی تفصیل عالمانہ تفسیر میں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اور بھی روایت مختلفہ ہیں سب کا لُبِ لباب ایک ہی ہے۔

تفسیر نحوی تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ تِلْكَ اسم اشارہ قریبی مؤنث کے لیے ہوتا ہے۔ مبتدا ہے۔ اَلْجَنَّةُ موصوف مؤنث لفظی ہے اسی اسم موصول مؤنث۔ جنۃ لفظی کی وجہ سے ہی یہ دونوں اسم مؤنث لائے گئے نُوْرِثُ باب افعال کا فعل مضارع جمع متکلم۔ ضمیر پوشیدہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے وُرْثٌ مثال واوی سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِیْرَاثٌ اور اِرَاثَةٌ۔ بمعنی بلا عوض مالک بنانا من جانبہ بعضیت کا عِبَادِ جمع ہے عبد کی بمعنی عبادت گزار لوگ مراد نیک انسان ہیں مضاف ہے نَا ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی موصوف ہے مَنْ اسم موصول۔ کَانَ فعل ناقصہ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے تَقِیًّا۔ اسم مفرد صفت مشبہ۔ بروزن فعیلا۔ تقوٰی سے مشتق ہے۔ بمعنی ڈرنا۔ بچنا۔ صفتاً یہاں مراد ہے اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت رکھنا یہ خبر ہے کَانَ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر صفت ہے عِبَادِنَا کی، وہ دونوں مجرور متعلق ہے نُوْرِثُ کا۔ وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر صفت ہوئی اَلْجَنَّةُ کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ کا حرف نافیہ تَنَزَّلُ باب تفعّل کا فعل مضارع حال صیغہ جمع متکلم مع افرادی یعنی حقیقی جمع نہ کہ صرف فصاحت کے لیے خیال رہے کہ صیغہ جمع متکلم خصوصی طور پر افرادی اعتبار سے دو طرح مستعمل ہے ۱ تعدادِ جمعیت کے لیے ۲ ایک فرد کے لیے۔ صرف فصاحت کی خوب صورتی اور حسن کی وجہ سے یہاں افراد اور جمعی تعداد کے لیے ہے اس لیے اس میں نحن پوشیدہ ضمیر کا مرجع فرد واحد نہیں بلکہ تمام ملائکہ مراد ہیں اگرچہ متکلم حقیقی ہمیشہ صرف ایک ہی ہوتا ہے بیک دم بہت سے افراد کا تکلم شاذ و نادر ہی ہوتا ہے جیسا کہ نعرہ بازی میں

marfat.com
Marfat.com

اکثر ہوتا ہے۔ یہاں واؤ ابتدائیہ کے بعد تَالَ فعل پر شیدہ ہے اس میں پوشیدہ ضمیر کا مرجع جبرئیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ شانِ نزول سے واضح ہے۔ یہ سب جملہ فعلیہ منفیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا حرفِ استثنیٰ۔ بِ جارّہ سبّیہ اِسم مفرد جامد یعنی حکم مضاف رَبّ صفاتی نام ہے اللہ تعالیٰ کا خصوصی صفت ہے اس لیے کسی اور کو کہنا جائز نہیں۔ کَ ضمیر مجرور متصل مرجع نبی کریم آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ڈبل مرکب اضافی مجرور متعلق ہے پوشیدہ فعل مضارع جمع متکلم مُنَزِّلُ مثبت کے وہ پوشیدہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ متصل ہوا۔ دونوں استثنا ملکر مقولہ اوّل ہوا قَالَ فعل پوشیدہ کا لام جارّہ ہٗ ضمیر واحد غائب کا مرجع مُحَمَّدٌ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ ثَبَّتَ کا۔ مَا اسم موصول بَیْنَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے۔ اَیْدِی اسم جمع مکسّر اس کا واحد ہے یَدٌ۔ لغوی اور حقیقی معنی ہاتھ جسمانی۔ مجازی معنی۔ قوت۔ قبضہ۔ قدرت۔ حکومت۔ قانون، پکڑ علیہ تصرف۔ سخاوت، عطا، ذلت، ندامت، شروع کرنا، چھوڑ دینا وغیرہ غرضکہ جس میں ہاتھ کے استعمال کا کسی طرح تعلق ہو وہیں یہ لفظ۔ استعمال ہو جاتا ہے۔ دو ہاتھوں کے درمیانی علاقے کو سامنے کی سمت کہی جاتی ہے۔ اس لیے بَیْنَ اَیْدِی کا ترجمہ ہوا سامنے خواہ کتنا دراز ہو۔ اسی معنی میں ظاہر چیز موجودہ اشیا کو بھی بَیْنَ اَیْدِی کہہ دیا جاتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے بَیْنَ مضاف ہے اَیْدِی کا اور اَیْدِی مضاف ہے نَا ضمیر کا۔ یہ ڈبل مرکب اضافی صلہ ہوا مَا کا۔ دونوں مل کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ مَا موصولہ خَلْفَ اسم ظرف سمتی بمعنی پیچھے مراد ہے گذشتہ۔ نَا مضاف الیہ یہ مرکب صلہ ہوا دونوں مل کر پھر معطوف علیہ واؤ عاطفہ کا موصولہ بَیْنَ اسم ظرف مکانی سمتی یعنی درمیان مضاف ہے ذَالِکَ اسم اشارہ بعیدی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف ہوا سب عطف مل کر فاعل ہے ثَبَّتَ پوشیدہ فعل ماضی کا وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا قَالَ پوشیدہ کا۔ واؤ عاطفہ کَانَ فعل ماضی ناقصہ منفی رَبُّکَ اسی کا اسم ہے نَسِیًّا اسم صفت مشبہ۔ دراصل تھا نَسْیًا۔ نَسِیَ سے مشتق ہے بروزنِ فَعِیْلٌ دونوں کا آپس میں اِدغام (تشدید) کر دیا یہ کَانَ کی خبر ہے۔ کَانَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف نا مستانف پر۔ یہ دونوں جملے مل کر مقولہ اوّل ہوں گے۔ اگلی عبارت ایک قول میں علیحدہ جملہ ہے۔ مگر مجھے قول میں یہ مقولہ سوم ہے اور جبرئیل علیہ السلام کا ہی قول ہے۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا۔ وَیَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا۔ لفظ رَبّ اسم مادہ مصدر ہے جامد ہو کر مبادیہ کے لیے مستعمل ہے بمعنی رَابٌّ اسم فاعل ترجمہ

marfat.com
Marfat.com

ہے بہت پالنے والا۔ جب یہ اسی لغوی معنی میں ہو تو خصوصی صفت ہے اللہ تعالیٰ کیونکہ بجز اللہ تعالیٰ کوئی کسی کو پال نہیں سکتا۔ اس کے مجازی معنی میں مالک۔ محافظ کفیل مول یعنی مربوب کے لیے اچھا یا برا ماحول بنانا۔ اسی معنی میں ہے تربیت۔ مضاعف ثلاثی سے ہے نکرہ ہے یہاں مضاف ہے السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ دونوں عطف ہیں مضاف الیہ۔ واؤ عاطفہ مَا موصولہ بَیْنَهُمَا۔ ترجمہ ہے ان دونوں کے درمیان۔ یہ صلہ موصول عطف ہوا سمٰوات پر سب عطف مضاف الیہ ہے رَبُّ کا یہ مرکب اضافی عطف سببی ہوا فَاعْبُدْهُ پر۔ فَ عاطفہ سببیہ۔ اُعْبُدْ۔ باب نَصَرَ کا امر حاضر معروف اَنْتَ اس کا پوشیدہ فاعل مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ھٗ ضمیر مفعول بہ مرجع ہے رب تعالیٰ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اِصْطَبِرْ باب افتعال کا امر حاضر معروف واحد مذکر۔ صَبْرٌ سے مشتق ہے در اصل تھا اِصْتَبِرْ۔ قانون نحو ہے کہ جب فعل و غیرہ کا تَ کلمہ (شروع کا حرف) حروف طبق یعنی ہم مخرج حروف سے ہو تو افتعال کی تَ طَ سے بدل جاتی ہے۔ ص ض ط ظ یہ سب حروف طبق ہیں۔ ان میں تَ اصلی تھی اس کا مخرج نوک زبان ہے اور حروف طبق کا مخرج ذرا پیچھے ہے اس لیے اجنبیت ختم کرنے کے لیئے تَ کو طَ بنا دیا۔ کبھی کبھی یہ تَ ظَ بھی بنائی جاتی ہے تیسرا تاء افتعال دال بن جاتی جب فا کلمہ دال یا ذال یا زائ ہو اور یہ تَ ذال بھی بن جاتی ہے اگر افتعال کا تَ کلمہ شَ ہو تو یہ تَ شَ بن جاتی ہے اور کبھی کبھی کلمہ شَ کو تَ بنا کر دونوں کا ادغام کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر افتعال کا تَ کلمہ سین ہو تو تَ کو سین بنا دیتا ہے۔ اس کا مصدر ہے اِصْطِبَارٌ (اِفْتِعَالٌ) اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل لَام حرف جر بمعنی علیٰ ترتیب یا بمعنی فی ظرفیہ عِبَادَتِهٖ اُس کی عبادت یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اِصْطَبِرْ کا سب مل کر جملہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے فَاعْبُدْهُ پر دونوں مل کر سبب عطف ہوا رَبُّ کا یہ سب مقولۂ سوم ہوا هَلْ۔ حرف استفہام کل کے ذریعے سوال اکثر تو تصدیق ایجابی کے لیئے ہوتا ہے یعنی ایسا ہو گیا۔ اور کبھی نفی کے لیے سوال ہوتا ہے جیسے یہاں اور کبھی کل خبر یہ ہوتا ہے یعنی قد تحقیق۔ تَعْلَمُ اگر مضارع پر داخل ہو تو اس کو حال کے معنی میں ہی رکھتا ہے جیسے یہاں ہے۔ یا مضارع کو بمعنی ماضی کر دیتا ہے اور جب ماضی پر داخل تو ماضی یا حال کے معنی میں کر دیتا ہے۔ تَعْلَمُ۔ فعل مضارع معروف واحد مذکر حاضر۔ لہٗ جار مجرور متعلق ہے۔ سَمِیًّا اسم مفرد صفت مشبہ بروزن فعیل سَمْیٌ یا سَمْوٌ سے مشتق ہے بمعنی ہم نام ہم جنس۔ اسم یا مسمّٰی یہاں پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔ یہ مفعول ہے تَعْلَمُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولۂ چہارم ہوا قال پوشیدہ اپنے سب مفعولوں سے مل کر

marfat.com
Marfat.com

جملہ قولیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ یَقُوْلُ فعل اَلْاِنْسَانُ میں الف لام عہد خارجی انسان اسم مفرد جنس مراد کُفَّار فاعل ہے۔ یَقُوْلُ اپنے فاعل سے مل کر قول ہوا ہمزہ سوال انکاری کے لیے اِذَا مَا حرف شرط ظرفی زمانی مَا موصول تاکید کے لیے، مِتُّ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق واحد متکلم مَوْتٌ سے مشتق ہے یعنی مرنا۔ روح اور جان مکمل نکل جانا۔ دراصل مُوِتْتُ تھا واؤ ثقیل تھا گرا دیا اور تاء مادہ مصدریہ اور تاء متکلم کا ادغام کر دیا واؤ محذوفہ کا کسرہ ماقبل میم کو دیا کیونکہ یہ باب کی نشانی ہے۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہوئی۔ لَسَوْفَ لام حرف تاکید الکلام کے لیے ہے یعنی سخت کفر قائم مقام جزا ئیسوف حرف تقریب۔ اُخْرَجُ۔ باب افعال کا فعل مضارع مجہول یعنی استقبیل واحد متکلم۔ خُرُوْجٌ سے مشتق ہے ہمیشہ لازم ہوتا ہے افعال نے متعدی بنایا۔ اَنَا پوشیدہ ضمیر نائب فاعل ہے۔ ذوالحال ہے جیسا۔ اسم حاصل مصدر جامد۔ یعنی زندہ۔ جاندار۔ حال ہے اَنَا ضمیر واحد متکلم پوشیدہ کا دونوں مل کر نائب فاعل اُخْرَجُ اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا شرط و جزا مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔

یہ جنت جو مومن کے علم عرفان یقین ایمان عقیدے سے انتہائی قریب ہے وہی ہے جس کا مالک و وارث کر دیں گے ہم اپنے اُن عابدین صالحین تائبین مُستغفرین بندوں کو جو اپنی پوری دنیوی زندگی میں اللہ سے ڈرتے گناہوں سے بچتے عبادت کرتے والے رہے اور تقی کا لقب حاصل کیا محققین فرماتے ہیں کہ بعد قیامت جنت تین طرح سے ملے گی۔ ۱ اعمال صالحہ اقوال مقبولہ کے ثواب میں ۲ وراثت میں روایت میں ہے ہر نیک و بد انسان کا جنت اور دوزخ میں ایک ایک مکان ہے، بعد قیامت جنتی لوگوں کا جہنم والا مکان اُس کافر کو دیدیا جائے گا جو اس کے قریب ہوگا۔ اور جہنمی کافر کا جنتی مکان اس مومن کو دیدیا جائے گا جو اس علاقہ کے قریب و متصل ہوگا یہاں نُوْرِثُ فرما کر انہی متقی وراثت کی طرف بھی اشارہ ہے ۳ محض عطاء الٰہیہ رحمت رحمانیہ اور لطف ربانیہ سے یہ جنت نابالغ اولاد اور اُن اہل سعادت کو حاصل ہوگی جو فقط جنت بھرنے اور جنت کی رونق بڑھانے کے لیے پیدا کی جائیں گی جنہوں نے دنیا میں کوئی بھی نیک و بد عمل نہ کیا۔ جنت کو وراثت کہنے کی وجہ میں

marfat.com
Marfat.com

مفسرین کے پانچ قول ہیں ایک یہ کہ جنت کا کچھ حصہ ان کفار کے نام تھا جو کافر ہو کر مرے اور ابدی جہنم میں گئے وہ مومن مسلمان کو منتقل کر دیا جائے گا جس طرح دنیا میں ایک مُورِث کے مرنے کے بعد اُس کا دنیوی مال وارثین کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے اسی طرح دوزخی کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد اس کا حصّہ جنتی کے نام منتقل ہو جائے گا گویا یہ دنیوی وراثت کے مشابہ ہے اس لیے نُورِثُ فرمایا گیا۔ دوم۔ یا اس لیے کہ جس طرح وارث اپنے مورث کے مال سے پورا پورا نفع اور فائدہ حاصل کرتا ہے اور بلا مشقت مالک بن جاتا ہے اسی طرح جنتی اپنے پورے علاقہ کا مالک اور مستفید ہوگا۔ سوم۔ یا اس لیے کہ دوام ملکیت بلا عوض ہوگی اعمال صالحہ جنت کا ثواب تو ہے مگر جنت کا عوض نہیں عوض اور ثواب میں فرق یہ ہے کہ عوض میں دوسرا مالک پہلے مالک کو کچھ دیتا ہے جس سے دوسرے کا عوض اُس کے پاس سے ختم اور پہلے مالک کی اس چیز پر ملکیت ختم۔ مگر ثواب میں یہ نہیں ہوتا۔ ثواب میں پہلے کی ملکیت ذاتی باقی رہتی ہے اور دوسرے کی ملکیت عطائی مقبول ہو کر دوگی قائم ہو جاتی ہے عوضی ملکیت میں مالک کو پانچ اختیار ملتے ہیں ۱ نفع کا ۲ فائدے کا ۳ بیچنے کا ۴ ہبہ کا ۵ وارث بنانے کا۔ مگر ثواب میں صرف دو اختیار ملتے ہیں ۱ نفع حاصل کرنے کا ۲ فائدہ لینے یا فائدہ دینے کا۔ جنت کی ملکیت ثوابی ہوگی نہ کہ عوضی۔ دنیا میں عوضی ملکیت کو خرید و فروخت کہا جاتا ہے اور ثوابی ملکیت کو نفع، جیسے کسی مکان کو کوئی مالک مکان اپنے دوستوں کی رہائش کے لیے وقف کر دے۔ قرآن مجید میں اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی فرمانا مجازاً ہے۔ چہارم۔ یا اس لیے نُورِثُ فرمایا گیا کہ ہر جنتی مومن اپنے جنتی مکان کا مکمل تملیک سے مالک ہوگا یہ تملیک نہ فسخ ہونہ باطل اور نہ غلط ہونہ بھول چوک ہونہ رجوع ہو نہ منجم۔ یا اس لیے کہ ملکیت ابدی ہوگی نہ کہ عارضی اس جنت میں بہت نعمتیں ہوں گی ایک یہ کہ ہر وقت چہل پہل اور رونق ہوا کرے گی جنتی ایک دوسرے سے میل ملاقات رکھا کریں گے۔ رب تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ بھی جنتیوں کے پاس سلام کلام کے لیے آیا کریں گے۔ اور کہا کریں گے کہ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔ اے محبوب بارگاہ جنتی ہم تیرے پاس اپنی مرضی سے نہیں اُترتے ہم تو تیرے رب کریم رحمٰن و رحیم کے حکم سے تیرے پاس تیری خبر گیری کرنے تجھے مبارک سلامت کہنے آتے ہیں ہم تو اس رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں خواہ کوئی بھی زمانہ کوئی بھی وقت کوئی بھی حالت و کیفیت ہو لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا اسی اللہ کے علم حضوری اور اختیار مقدوری میں ہے جو کچھ بھی اب ہمارے سامنے زمانۂ حال میں ہے یا جو آئندہ اس کے بعد ہوگا یا جو ہمارے پہلے گزر چکا

marfat.com
Marfat.com

اور اسی طرح جو کچھ جو زمانہ اُن ماضی و حال کے درمیان ہوتا رہا ہے۔ ہم بے خبر ہو سکتے ہیں بھول سکتے ہیں لیکن۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ تیرا رب کسی شخص کے کسی عمل کی کسی کیفیت کی کسی نوعیت و حالت اور نیت و ارادے کو کسی بھی زمانے میں ذرہ بھر نہیں بھول سکتا۔ اے بندۂ مومن اُس رب تعالیٰ نے تجھ کو ازل میں ارواح میں اجسام میں دنیا میں غاروں میں صحراؤں میں روشن دونوں میں روشن قبروں میں اندھیری راتوں میں ماضی میں حال میں مستقبل میں تیرے بچپن جوانی بڑھاپے میں تجھ کو نہ بھلایا عالم ارواح میں کون تیرا پُرسانِ حال کون تیرا حامی و ناصر کون تیرا سفارشی تھا۔ کہتے تیری سفارش کی تھی۔ بغیر کسی سفارش حمایت دعاء التجا کے ہزاروں روحوں میں سے تجھ کو اپنی اِس جنت کے لیے چُن لیا اپنے انبیاء کی اُمت اور اپنے محبوب کی غلامی کے لیے پسند فرمالیا کیا تو نے کبھی سوچا کہ یہ سب مانگے تجھ پر تیرے رب کا کتنا بڑا کرم ہے۔ پھر مزید یہ کہ محض اپنے کرم سے اتنی بڑی شاندار ابدی دائمی جنت دے کر فقط تیری عظمت و شان بڑھانے کے لیے اپنے حکم سے بار بار ہم فرشتوں کو تیری رونق تیری تحیہ تیری ملاقات کے لیے بھیجتا ہے اس کریم جَلَّ مَجْدُہٗ و تعالیٰ نے یہاں بھی تم کو نہ بھلایا اور یہ سب باتیں بذریعہ قرآنِ کریم تم کو دنیا میں ہی بتا دی گئی تھیں اے بندہ دیکھا کبھی تم نے بھی اپنے اُس خالق و مالک اور رازق رب تعالیٰ کو اس اس طرح اپنے ماضی حال مستقبل میں یاد کیا تھا۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ کے بارے میں مفسرین کے سات قول ہیں ر۱ ہم فرشتے جنت میں اہلِ جنت کے پاس نہیں اترتے ر۲ ہم زمین پر نہیں۔ اترتے انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے پاس ر۳ ہم اے آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اُترتے آپ کی بارگاہِ اقدس و مقدس علیہ میں مگر آپ کے رب تعالیٰ کے حکم و ارشاد سے ر۴ یا ہم فرشتے بھی زمین پر نہیں آتے کوئی بھی زمانہ ہو خواہ اے پیارے آقا آپ کا یہ موجودہ زمانہ یا اُن بدبخت خلف والوں کا زمانہ ماضی خواہ اُس وقت سے لیکر کاغذ اول بشارتوں کا درمیانی زمانہ ہو زمانے تین قسم کے ہیں اوّلاً۔ قبلِ خلق یہ خَلَقْنَا ہے ثانیاً۔ بَعْدَ خلق یہ مَا بَيْنَ ذَالِكَ ہے ثالثاً۔ زمانہ نبوی یہ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا ہے۔ رہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ابتداءِ مخلوق سے نفخ اُولیٰ تک خَلْفَنَا ہے پھر نفخ ثانی تک چالیس سالہ زمانہ۔ مَا بَيْنَ ذَالِكَ ہے پھر میدانِ محشر سے اَبدُ الآباد تک مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا ہے۔ اور یہ کلام جنت میں فرشتوں کا ہے۔ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا۔ (الخ) سے مراد زمانہ نہیں بلکہ مکان ہے اور مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا سے مراد آسمان ہیں۔ وَمَا خَلْفَنَا سے مراد زمین ہے اور وَمَا بَيْنَ ذَالِكَ سے مراد درمیان آسمان و زمین تمام اشیاء

marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ لَہٗ کا معنی ہے۔ اُس کی ملکیت یا اُس کے علم یا اُس کی حکمت و قدرت میں ہے جو کچھ بھی مَابَیْنَ اَیْدِیْنَا اور مَاخَلْفَنَا اور مَابَیْنَ ذٰلِکَ ہے کچھ بھی کوئی بھی رب تعالیٰ کی شہنشاہی سے باہر نہیں ۔ ایک قول وہی ہے جو اِن آیات کے شانِ نزول میں بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام تقریباً چالیس دن تک حاضرِ بارگاہ نہ ہوئے پھر جب آئے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل تم اتنے دن کیوں نہ آئے تب جبرئیل امین نے جو عرض کیا اُس کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ اور اس دیر پر کفار نے جو طعنہ بازی کی تھی اُس کا جواب وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا میں دیا گیا کہ دیری بھول نہیں حکمتِ الٰہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو نہ بھولتا ہے نہ چھوڑتا ہے۔ نہ کسی کے اعمال کو بھولتا ہے نہ ان کی سزا و جزاء نہ ثواب و عتاب کو اور وہ کیسے بھول سکتا ہے وہ تو رَبُّ ہے آسمانوں زمینوں کی کروڑوں مخلوق کو پالنے والا ہے۔ اگر پالنے والا پالنا بھول جائے تو پلنے والے مر جائیں۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آدم علیہ السلام کے پاس صرف بارہ دفعہ وحی اور پیغام الٰہی لے کر حاضر ہوئے ۔ ادریس علیہ السلام کے پاس چار دفعہ صرف ۔ نوح علیہ السلام کے پاس پچاس دفعہ ۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیالیس دفعہ ۔ اسماعیل علیہ السلام کے پاس تین بار ۔ یعقوب علیہ السلام کے پاس پانچ دفعہ ۔ یوسف علیہ السلام کے پاس دو بار ۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چار سو بار ۔ داؤد علیہ السلام کے پاس اکیس بار ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دس بار ۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں چوبیس ہزار مرتبہ۔ یہ تمام نزول وحی اور پیغاماتِ الٰہیہ کے ساتھ ہوتے رہے۔ اور وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ کے ماتحت ہی ہوتے رہے اس سوال پر جبرئیل علیہ السلام نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا دل تو بہت چاہتا ہے کہ آپ کی بارگاہ میں زیادہ حاضری دوں مگر ہم فرشتے اللہ تعالیٰ کے امر کے بغیر نہیں اُترتے جب وہ بھیجتا ہے تو ہم آجاتے ہیں اور جب نہیں بھیجتا تو رُکے رہتے ہیں۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا فَاعْبُدْہُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِہٖ ھَلْ تَعْلَمُ لَہٗ سَمِیًّا وَیَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا ۔

وہ تمام آسمانوں کو بھی پالنے والا ہے اور پوری روئے زمین کو بھی اور اُن تمام چیزوں کو بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ پس اے پیارے ابدی محبوب اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شکر کے ساتھ محبت کے قیام کرتے ہی رہتے تاکہ آپ کے سجدہ و رکوع کے نقشے زمین و آسمان میں قائم و دائم ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو کائناتِ عالم میں ہمیشہ کے لیے قائم و ثابت فرما دیجئے

marfat.com
Marfat.com

دنیا کے مشرک ہزار ہا معبود بنائے پھرتے ہیں لیکن اے پیارے حبیب هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا تم نے ساری کائنات کو عالم اوّل میں بھی دیکھا اور شبِ معراج کائناتِ عالمین کا ذرہ ذرہ گوشہ گوشہ دیکھا جنت دیکھی دوزخ دیکھی عرش دیکھا فرش دیکھا لوح دیکھا قلم دیکھا مکان دیکھا لامکان دیکھا کیا آپ نے اللہ جل مجدہ کی شان و کمال نام و جمال۔ قدرت و جلال والا کوئی بھی معبود دیکھا جس کو تم رب تعالیٰ کی مثل جان سکو تم تو اے مصطفیٰ سیری ساری کائنات ہر ارضی و سماوی عرشی و لامکانی کو دیکھنے اور جاننے والے ہو جب تم کو کہیں کوئی معبود نظر نہیں آیا تو دوسرا کوئی کسی معبود کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے کتنا بے عقل اور بے بصیرت ہے وہ انسان جو بڑی سخت انکاری سے کہتا ہے پھر دیکھ کیا جب میں مر جاؤں گا اور ان جیسی بھربھری بوسیدہ ٹوٹی پھوٹی خاک بنی ہڈیوں کی طرح ہو جاؤں گا تو سَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا کیسے ہو سکتا ہے کہ عنقریب زندہ کر کے زمین سے حقیقتاً اسی شکل و صورت پر نکالا جاؤں یا فنا سے بقا میں مجازاً نکالا جاؤں یہ ناممکن ہے کسی کی قدرت میں یہ بات نہیں ہو سکتی دوبارہ پیدا نہ کر سکنے کا عقیدہ بنانا تکذیبِ الٰہی ہے یہاں انسان سے مراد مکے کا سردارِ کفار اُبَی ابن خلف جمحی ہے جو ایک دفعہ کسی مردہ انسان کی ہڈی لے آیا اور کافروں میں بیٹھ کر بڑے غرور اور کفریہ انکار سے کہنے لگا کہ کیا اس ہڈی کو کوئی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے بھلا یہ کوئی کر سکتا ہے (کوئی نہیں کر سکتا)

فائدے ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ بھول چوک نسیان سے پاک اور منزہ ہے۔ تمام فرشتے بھی بھول چوک سے پاک ہیں ملائکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے اور بالکل صحیح انداز میں رب تعالیٰ کے احکام ادا فرماتے ہیں نہ غفلت کھاتے ہیں نہ بھولتے ہیں لہٰذا شیعہ رافضی لوگوں کا یہ عقیدہ باطل اور کفریہ ہے کہ معاذ اللہ جبرئیل علیہ السلام وحی لانے میں اور کلام الٰہی پہنچانے میں بھول گئے۔ اور بھول کر علی کر دینے کی بجائے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کر دے گئے اسی طرح شیعوں کا یہ عقیدہ بھی کفریہ ہے کہ ملک الموت بھی بھول کر کسی دوسرے کی جان نکال لیتے ہیں ہم نام کی غلطی کھا کر اور اپنے ان دونوں کفریہ عقیدوں کو مضبوط بنانے کے لیے چند من گھڑت حکایتیں بھی بنا ڈالیں ہیں بہرکیف یہ سب کچھ شیعہ کذب بیانات میں سے ہیں اور شیعہ لوگ تقیہ کی آڑ میں جھوٹ کو ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ فائدہ وَمَا نَتَنَزَّلُ اور وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضور اقدس محمد مصطفیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کو

marfat.com
Marfat.com

بخوبی اچھی طرح جانتے ہیں آپ نے کائنات کا ایک ایک گوشہ دیکھا اور ملاحظہ فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عالمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ فائدہ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ نے آپ سے ایسا سوال فرمایا کہ اس کا صحیح جواب وہی دے سکتا ہے جس نے ساری کائنات دیکھی ہو۔ عالمِ ازل میں بھی کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ سے بھی پہلے آغازِ کائنات کو رب تعالیٰ نے تمام مخلوق دکھا دی تھی اور سیرِ معراج میں بھی۔ ان دونوں نظاروں پر ہزاروں کی ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے تاکہ محبوب پاک دیکھ لیں اور کل اقوامِ عالم کے سامنے سچی گواہی دے سکیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کہیں بھی کوئی معبود نہیں اگر کہیں بھی کوئی دوسرا معبود ہوتا تو مجھ کو نظر آتا میں جانتا ہوں کیونکہ مخلوق میں صرف میں ہی ہوں جس نے ساری کائنات دیکھی بھالی ہے۔ تیسرا فائدہ۔ دنیوی زندگی میں ہر مسلمان کے لیے تقویٰ اور پرہیزگاری بہت ضروری ہے بلکہ ایمان کے بعد تقویٰ اعمالِ صالحہ سے بھی زیادہ اہم ہے۔ ایمان سے انسان مومن بنتا ہے اعمالِ صالحہ سے عبادنا بنتا ہے۔ اور پرہیزگاری سے متقی بنتا ہے۔ اور متقی بنے گا تو وارثِ جنت پائے گا۔ گویا کہ ایمان ڈھانچہ ہے اور اعمالِ صالحہ اس کی غذا اور تقویٰ اس کی کمزوریوں کا علاج ہے یا اعمالِ صالحہ دوائی ہے اور تقویٰ پرہیز ہے یہ فائدہ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا فرمانے کے بعد مَنْ كَانَ تَقِیًّا کی شرط سے حاصل ہوا۔ لہٰذا نیک محفلیں اور اچھی سچی کتابیں پڑھنا اعمالِ صالحہ ہیں۔ اور بُرے لوگوں کی بُری کتابیں نہ پڑھنا اور بری مخلوق سے بچنا تقویٰ ہے۔ کتنے ہی اچھے عمل کرے اگر بُری محفلوں بُری کتابوں سے نفرت نہیں اور بدعقیدہ لوگوں سے میل جول رکھتا ہے تو وارثِ جنت نہ بنے گا۔ آخر کار گمراہ ہوگا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ

احکام القرآن

ان آیتوں سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر ہر حالت میں عبادتِ الٰہیہ واجب و لازم ہے۔ امیری ہو یا غریبی بیماری ہو تندرستی، بہبود ہو یا تنگی۔ ترکِ عبادت کے لیے کسی وقت کوئی بہانہ نہ چلے گا۔ یہ مسئلہ فَاعْبُدْهُ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اور اس سے پہلے رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمایا گیا جس میں اشارہ ہے کہ اے بندے جب تجھ پر اس کی ربوبیت ہر وقت ہے تو تجھے اس کی عبادت بھی ہر ساعت لازم نیز یہ بھی اشارہ ملا کہ مومن کو چاہیے کہ اپنا ہر کام عبادت بنا لے دینی ہو یا دنیوی۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے ہر کام پر سیرتِ مصطفیٰ کا نقشہ سجا لے یعنی کام بندے کا ہو اور اس پر نقشہ و طریقہ مصطفیٰ کا ہو۔ اسی لیے فَاعْبُدْهُ مطلقاً فرمایا کسی خاص

marfat.com
Marfat.com

عبادت نماز وغیرہ کا نام نہ لیا۔ دوسرا مسئلہ۔ بارگاہِ الٰہیہ میں عبادت وہی پسندیدہ اور مقبول ہے جو ہمیشہ ہو اور مقررہ وقت پر ہو۔ اگرچہ تھوڑی ہو۔ یہ مسئلہ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ سے مستنبط ہوا کبھی کرے کبھی نہ کرے یا کبھی سستی سے کبھی چستی سے۔ یا کبھی تھوڑی کبھی زیادہ۔ یہ بات رب تعالیٰ کو پسند نہیں ایسی عبادت مردود ہے اس لیے کہ اس میں نفسِ امارہ کا حصہ ہو جاتا ہے عبادتِ الٰہیہ تو نفسِ امارہ کو زیر اور مغلوب کرنے کا نام ہے۔ وہاں خلوص و نیت دیکھی جاتی ہے نہ کہ فقط اُٹھا بیٹھنا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ تیسرا مسئلہ۔ کسی شخص کا نام لیے بغیر اُس کی کسی قسم کی برائی بیان کرنا اور لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا غیبت نہیں۔ اگرچہ لوگوں کو خود معلوم ہو جائے کہ کس کی برائی ظاہر کی جا رہی ہے۔ یہ مسئلہ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ لہٰذا اس انداز میں کہ نام لیے بغیر برائی بیان کر دی جائے جائز ہے۔ بلکہ بعض موقعوں پر ضروری ہے جب کہ اس برائی، بدعقیدگی سے لوگوں کو بچانا مقصود ہو۔ لیکن دیکھو رب تعالیٰ نے باوجود علیم و خبیر قادر و قیوم خالق و مالک ہونے کے پھر بھی وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ فرمایا۔ نام نہ لیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اور بعد کے مؤرخین و مفسرین کو اُس بدبخت انسان کے نام کا پتہ بھی چل گیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ۔ (الخ) ہم اپنے متقی بندوں کو اس جنت کا وارث بنا دیں گے۔ شرعی قانون میں وراثت اُس مال کا نام ہے جس کا مالک مر گیا ہو اور وہ مال بغیر عوض اس مرنے والے کے کسی شرعی قرابتدار کو مل جائے۔ جنت میں نہ کوئی پہلے مالک تھا نہ کوئی مرا اور نہ کسی کو بلا عوض جنت ملے گی بلکہ اعمالِ صالحہ کے عوض میں جنت ملے گی تو پھر یہاں نُوْرِثُ کہنا کیسے درست ہوا۔ جواب۔ اس کا جواب مختصر طور پر تفسیر عالمانہ میں دیدیا گیا ہے۔ یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ نُوْرِثُ فرمانا یہاں شرعی لحاظ سے نہیں بلکہ لغوی اعتبار سے ہے یعنی بلا عوض مالک بنانا۔ جنت اعمال کے عوض میں نہیں ملے گی بلکہ اعمالِ صالحہ کے ثواب میں ملے گی عوض اور ثواب کا فرق ہم نے تفسیر میں بیان کر دیا اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ جنت کی رہائشی ملکیت تین قسم کی ہے ۱ اعمال کے ثواب میں ۲ بغیر اعمال جیسے شیر خوار کی اور نابالغی میں فوت شدہ بچے اور مجنوں و مجذوب لوگوں کو جنت کا ملنا ۳ جہنمی لوگوں کا وہ حصہ جو جنت جوان کو قبر وغیرہ میں دکھایا جاتا ہے کہ اگر تم مومن مرتے تو تم کو یہ جنت ملتی۔ اب یہ حصہ مومن کو دیدیا جائے گا اسی طرح مومن کو اس کا جہنمی مکان تبدیل دکھایا جاتا ہے کہ اگر تو کافر مرتا تو تجھ کو یہ جگہ ملتی۔

marfat.com
Marfat.com

(اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ)۔ اور بلا عوض ہونا مشابہ میراث ہے اس لیے یہاں۔ نُوْرِثُ۔ فرمانا بالکل درست ہے نیز شرعی اعتبار سے ہر میراث کے لیے مرنا شرط نہیں۔ مرتد ہو کر کفرستان میں منتقل ہو جانا بھی ملکیت ختم کر دیتا ہے اور ایسے مرتد کی جائداد حکومت یا دوسرے رشتے داروں کے نام منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کوئی کافر مسلمان ہو کر ہجرت کر جائے تو وہ بھی اپنی جائداد (مکان زمین) وغیرہ کا مالک نہیں رہتا غرض کہ نقل مکانی مال کو میراث بنا دیتا ہے تو چونکہ کافر لوگ جہنم میں منتقل ہو کر منتقل ہو جائیں گے اس لیے ان کا جنتی مکان و علاقہ میراث بن جائے گا لہٰذا نُوْرِثُ کہنا بالکل صحیح ہے۔ **دوسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا مَنْ کَانَ تَقِیًّا یعنی جنت میں صرف وہ مومن جائے گا جو متقی ہوگا اسی طرح ایک اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ یہ دونوں آیتیں دلالت کر رہی ہیں کہ غیر متقی یعنی فاسق فاجر اور فاسق فاجر تو نہ ہو مگر متقی بھی نہ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں۔ حالانکہ حدیث پاک میں ہے کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے سچے دل سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیا اور اس پر ایمان لے آیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ آگے ارشاد نبوی ہے کہ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ۔ اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرتا رہا ہو دنیوی زندگی میں آیت و حدیث میں یہ تعارض کیوں ہے اس کا حل کیا ہے؟ **جواب۔** کتاب۔ اسئلۃ الرازی میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں تقویٰ بمعنی بچنا نفرت کرنا ہے اور مراد ہے کفر شرک سے بچنا۔ یعنی وہ مومن مسلمان جو آئندہ تا عمر کفر شرک سے نفرت کرتا رہے۔ اور تقویٰ عَنِ الشرک کا متقی ہو کر زندگی گزارے یہاں دونوں آیت میں تقویٰ عَنِ الفسق مراد نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں صرف جنت کا داخلہ مراد نہیں بلکہ جنت کی وراثت مراد ہے یعنی جنت کا وہ علاقہ جس کے وارث کافر ہو کر مرے وہ علاقہ ان مومن مسلمانوں کو دیدیا جائے گا جو دنیا میں نیک متقی گناہگاروں اور گناہوں سے بچ کر زندگی گزارتے رہے۔ فاسقین فاجرین کو ان مکانوں علاقوں کا وارث نہ بنایا جائے گا۔ وہ صرف اپنی جنت میں ہی رہیں گے اسی لیے یہاں نُوْرِثُ فرمایا گیا۔ تیسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ تبدلاً جنت کا داخلہ جو رب تعالیٰ کی محبت اور شفقت و رضا کا پیار بھرے سلام و رحمت کے ساتھ ہوگا وہ صرف متقی مومن کا ہوگا یہ داخلہ نُوْرِثُ کی شان ذکر و رحم والا ہوگا مگر فاسقین کا جنت میں داخلہ بہت عرصہ کے بعد چھوٹی عذابوں اور جہنم کی سزا بھگتنے کے بعد ہوگا اس داخلے میں یہ شان و عزت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بہر کیف آیت و احادیث میں تعارض نہیں صرف سمجھنے کی کمی ہے۔ **تیسرا اعتراض۔** یہاں فرمایا گیا تِلْكَ الْجَنَّةُ۔ یہ جنت، حرف

marfat.com
Marfat.com

اشارہ قریبی کیوں ارشاد ہوا۔ جنت تو قرآن وحدیث کے فرمان کے مطابق سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے اور سدرۃ المنتہیٰ ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے۔ جو کروڑوں اربوں میل دور اور ہزاروں سال کا فاصلہ ہے۔ اتنی دور کی جنت کے لیے تِلْکَ کیوں فرمایا گیا یہاں ذٰلِکَ فرمانا چاہیئے تھا۔ یعنی وہ جنت۔ جواب۔ اس کے جواب میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ یہ فرمان مبارک رب تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اس کی ذاتِ باری کے لیے کوئی چیز دور نہیں دور ہیں ہم بندوں کے لیے ہیں لہٰذا اس کی ذات وقدرت کے اعتبار سے ہر چیز ہی تِلْکَ ہے۔ اس لیے یہاں بھی اور دوسری دو آیتوں میں بھی تِلْکَ اور تِلْکَ کہنا عین درست ہے جواب دوم اس طرح ہے کہ جنت اگرچہ مقام کے لحاظ سے دور ہے مگر بندے کے یقین ایمان عقیدے کے قریب ہے اس لیے یہاں تِلْکَ فرما کر بندے کے عین ایمان وعقیدہ کی پختگی ومضبوطی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ کہ میرے بندوں نے اگرچہ جنت دیکھی نہیں اس کی حقیقت وبناوٹ وعمارت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مگر میری اس غیبی خبر پر ایسا پختہ اور کامل ایمان ہے گویا ان کو جنت نظر آرہی ہے اور قریب ہی ہے۔ اسی جواب کا اشارۃً ہم نے تفسیر میں ذکر کر دیا ہے۔ بعض نے اس کے جواب میں فرمایا کہ لفظ تِلْکَ اگرچہ بعیدی اشارہ ہے مگر قریب کے لیے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ تِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا۔

یہی وہ عالمِ اسرار کی جنت مطلقہ ہے جس کا وارث بنائیں گے ہم وارثین متقین مطلقہ کو جو بندہ رذائل خبیثہ اور طبائع معاصیہ سے تقویٰ کرے گا اس کو جنتِ نفسِ مطمئنہ اور جنت آثار وانوار دی جائیگی جس کے پاس افعالِ تکمل اور اعمالِ توکل ہوں گے اس کو جنتِ قلب دی جائیگی اور حضورِ تجلیاتِ افعال ملے گی اور جو بندہ اپنی صفات کو مقامِ قلب میں بھی بچائے گا اس کے لیے جنتِ صفات ہوگی اور جو اپنی ذات ووجود کو وادیِ فنا فی اللہ کا تقویٰ دے گا اس کے لیے جنتِ ذات ہے تلقِ منزل کے ملأ اعلیٰ پر ملائکہ وانوار کا نزول بھی اسی ذاتِ واحد کے امرِ ازلی تقدیسی سے ہوتا ہو۔ نزولِ ملائکہ اور اتصالِ نفس یہ دونوں عالمِ اعلیٰ کی روحِ اعلیٰ کے جوہرِ مناسب پر استعدادِ اصل اور صفاءِ فطری کی وجہ سے ہے اور یہ استعداد تصفیہ اور تزکیہ کی وجہ سے ہوتی ہے تزکیۂ روح فقط حصول سے نہیں ہوتا نزولِ ملائکہ تقوے سے تقویٰ ہو تو استقامت ملتی ہے اور استقامت ہو تو نزولِ ملائکہ۔ لیکن اَعْاذَكَ اَیُّهُمْ پر شیطانوں کا نزول ہوتا ہے جب

marfat.com
Marfat.com

نزولِ ملائکہ ہو تو بندے کو صدیقِ خبر بتا دیا جاتا ہے اور عالمِ معرفت و وادیِ سلطنت میں اُس کو اذنِ حق اور اجازتِ امر عطا کر دی جاتی ہے یہی فیضِ عام ہے اور فیضِ غیر منقطع ہے۔ فیض کا تاخر ہمت توفیق سے ہے۔ جو کچھ اطوارِ جبروتِ فوقی میں ہمارے آگے ہے اور جو ملکوتِ ارضی کے اطوار میں ہمارے پیچھے ہے اور جو اُن اطوارِ جبروتی ارضی کے درمیان انوارِ ملکوتی ہیں وہ تمام اسی رب کائنات کی ملکیتِ قہر و سلطنتِ جبر کے امر اور احاطۂ علمی میں ہے۔ اے طالبِ صادق تیرا رب کسی لمحے تجھ کو بھولنے والا نہیں دیری تیری طرف سے ہے نہ کہ اُس کی جانب سے یا مُرَبِّ یعنی ہم مقدور ہیں اللہ کے علم میں اہلِ عزت عزت کے بالا خانوں پر سے ندا پکارتے ہیں اہلِ طبیعت تم تو زر فنی ماگا منہ کے رب تعالیٰ سے کیونکہ اہلِ عزت عالمِ غیب سے صرف اللہ کریم کے امر ازلی پر ہی نازل ہو سکتے ہیں بلا امر نہیں آسکتے اے مربوبِ وادیِ ذکر تیرا رب کسی کے ذکر کا حاجت مند نہیں اور کسی کے یاد کرنے یاد دلانے کا محتاج نہیں کیونکہ تیرا رب روح و بدن کے آسمانوں زمین اور اُن کے درمیان نفوس و مقربِ اسرار کا مالک ہے لہٰذا ارکانِ شریعت کی عبادتِ ظاہری جسم سے کر اور آدابِ طریقت کی ریاضتِ شاقہ اپنے نفس پر وارد کر کیونکہ یہ اعمال بندے کو رب تعالیٰ سے ملتے ہیں اور انہی کو لے کر وہ اُس کے پاس لو میں گے سچا مرشد "قلب ہے جو عقلِ سلیم کو مرید بنائے اور جس نے اپنے نفس کو ضبط کیا۔ امام رومی نے فرمایا۔

عقل اندر حکمِ دل یزدانی است چوں زدل آزاد شد شیطانی است

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ
رَأَذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا دہی ہے آسمانِ روحانیت اور زمینِ جسمانیت کا ربِ قدیم اپنی "مدبیر و مفیض سے پالنے والا۔ ہر ایک کے حالات کے تقاضہ سے فیضِ ربوبیت پہنچاتا ہے اور جمیع اسماء و صفات کو پرورش فرماتا ہے لہٰذا اے سالکِ راہِ ہستی اس کی عبادتِ عجز و خلوص ابداً پر قائم ہو جا یہاں تک کہ تیری روح فیض قبول کرے اور نزولِ الہام اسرار کی جنت پائے یہ عبادتِ سری ایک دو بار نہ ہو بلکہ دائمی ہو اور صفائی باطن پر دائم ہو جا اور ہمہ وقت منوجہ ذاتِ الٰہی ہو جا کیا کوئی اور دوسری ذات کا نام تو سنتا ہے جو تیری عبادت ریاضت توجہ دائمی خلوصِ قائمی کا مرکز بن سکے ہرگز نہیں۔ لہٰذا متوجہ ہو اس کی طرف اور پھر عالم سے ہٹ کر پھیر لے چہرہ اُس کی حرف تب تیرے مطلوب کا فیض تجھ پر پہنچے گا۔ اے عارفِ مبتدی دنیا سے اعراض کر عقبیٰ سے الحاق کر اغیار سے دوری حاصل کر مولیٰ تعالیٰ کی طرف اقبال کر قلیل سے بقا کی خلوت کر نفس سے فنا کی خلوت

marfat.com
Marfat.com

اپنی روح سے سرِ خفی کی قوتِ اصطبار و استقامت پیدا کر اے طالبِ شوقِ وادیِ تجلیات کے مسافر کیا تجھ کو کہیں اُس محبوب کی محبوبیت جیسا شبیل و نظیر کسی نام وصفت کہیں سنے میں آیا۔ نفسِ خبیث وادیِ ظلمت میں سے پکارتا دسوسے ڈالتا ہے حقائق سے جہالت کی بنا پر کہ جب صفاتِ البشریہ ذکر و فکر خانۂ دوستی حالِ زار کی تلوار سے لذات و خواہشات کی موت مر جائیں گی تو کیا پھر صفاتِ روحانیہ کی زندگی سے زندہ نکالی جائیں گی یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ بدبخت دعویٰ کرتا ہے کہ خدا اُن میں حلول کر گیا ہے۔ اہلِ معرفت پر لازم ہے کہ ایسے شیطانی دعووں قولوں کو قطعی طور پر رد کر دے کیونکہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسی کھلی اور صاف شریعت اور عرفانی طریقت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ ہر بد باطن کو درست کیا جا سکتا ہے اُسی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بصیرت سے ہماری عقلِ سلیم بھی ہماری کچھ رہنمائی کرتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اسماء و کمالات کو بیان کرنا جائز ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی شی اُس میں حلول کرے اور وہ کسی میں حلول کرے وہ ذات جل مجدہٗ اپنی تمام صفات میں بے مثل ہے بلکہ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا اس کے تمام ذاتی صفاتی نام بھی بے نظیر و بے مثل ہیں اسی بے مثل خالق نے بے مثل و بے نظیر مخلوق محمد مصطفیٰ کو پیدا فرمایا۔ اسی لیے کائنات میں نہ کوئی نظیر اللہ ہو سکتا ہے نہ کوئی نظیر احمد اسی لیے نظیر اللہ نظیر احمد نام رکھنا منع ہے

أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ

کیا انسان کبھی نہیں سوچتا کہ بے شک ہم نے ہی شروع میں اس کو پیدا کیا

اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اُسے بنایا

وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ

حالانکہ وہ نہیں تھا کچھ بھی پس قسم ہے آپ کے رب کی البتہ ضرور کر لائیں گے ہم

اور وہ کچھ نہ تھا۔ تو تمہارے رب کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں

marfat.com
Marfat.com

وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ

ان کو اور تمام شیطانوں کو پھر ان کو جمع کریں گے ہم جہنم کے اردگرد

سب کو گھیر لائیں گے اور انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے

جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ

گھٹنوں کے بل۔ پھر علیحدہ چھانٹ نکالینگے ہم ہر فرقے میں سے اس کو

گھٹنوں کے بل۔ پھر ہم ہر گروہ سے نکال لیں گے

اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ

جو زیادہ شدید ہوگا اللہ رحمن کے بارے گستاخی میں۔ پھر

جو ان میں سے رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا۔ پھر

لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا

البتہ ہم ہی خوب سمجھ لیں گے ان کو جو زیادہ لائق ہیں اس جہنم میں

ہم خوب جانتے ہیں جو اس آگ میں جھونکے کے زیادہ لائق

صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ

جلنے مرنے کے۔ اور نہیں ہے کوئی بھی تم میں سے مگر اس جہنم کے اوپر سے گزرنیوالا ہے ہو چکی ہے

میں۔ اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے

عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾

یہ سب کارروائی آپ کے رب کے ذمے یقینی فیصلہ کی ہوئی

رب کے ذمے پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تعلقات ان آیت کریمہ کا سابقہ آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں کفار کے انکار قیامت و رجعت کے بعد زندہ ہونے کے انکار کا ذکر تھا۔ اب ان آیت میں اس کا بالدلائل جواب دیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھولا نہیں ہو سکتی۔ اب اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ضرور کفار و شیطین کو میدان محشر میں حاضر کرے گا اور جہنم میں ڈال دے گا چونکہ وہ رب جلیل بجلال سے بچ کے سایے کوئی مجرم بچ کر نہ بھاگ سکتا ہے نہ چپکے سے نکل سکتا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اہل جنت اور اہل جہنم کا ذکر ہوا کہ یہ علیحدہ علیحدہ سب اپنے اپنے مقامات میں داخل ہوں گے۔ ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح ان کفار و اہل ایمان کے جدائی اور تفریق کے بھی دو مقام ہیں اچھوں کے لیے جنت نہ جہنمیوں کے لیے جہنم اسی طرح ان سب کے اکٹھا ہونے کے بھی دو مقام ہیں میدان محشر اور پل صراط جو جہنم کے اوپر بنا ہوا ہے۔ وہاں سے سب نے ہی گزرنا ہے۔ جنتی پار نکل جائیں گے اور جہنمی گر جائیں گے۔

تفسیر نحوی وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝ وَ حرف عطف ہے یَقُوْلُ فعل مضارع معنی میں مستقبل ہے اس کا ہمزہ (الف) ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے مگر اس کی واؤ ساکن (مجزوم) ہوتی ہے یہ اس کی اصلی حالت ہے اور کبھی اس کی واؤ مفتوح ہوتی ہے یَقُوْلُ واؤ اَوَ بحالت اَوْ یہ تنگ۔ ابہام (پوشیدگی) افتقار۔ جواز اور مباح اور تشبیہ بیان کرنے کے لیے آتا ہے لیکن اَوَ یہ وضاحت ثبوت، تردید، انکار یا سوال کے لیے ہے۔ لَا یَذْکُرُ فعل مضارع نفی بلا حال معروف باب نصر۔ ذکر سے مشتق ہے بمعنی ذکر کرنا یاد کرنا۔ سوچنا ردنا اَلْاِنْسَانُ۔ الف لام عہدی۔ انسان اسم مفرد جامد بمعنی آدمی مذکر مؤنث دونوں کے لیے ہے مگر لفظاً مذکر ہے۔ فاعل ہے۔ اَنَّا یہ دو لفظ ہیں اَنَّ اور نَا حرف مشبہ اور ضمیر جمع متکلم میں واحد متکلم مرجع اللہ تعالیٰ یہ ضمیر اَنَّ کا اسم ہے خَلَقْنٰهُ۔ باب نصر کا ماضی مطلق۔ جمع متکلم۔ خلق سے بنا ہے بمعنی پیدا کرنا نیست سے ہست عدم سے موجود کرنا۔ نا ضمیر جمع متکلم کا فاعل ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متصل اس کا مفعول ہے۔ من حرف جر

marfat.com
Marfat.com

زائدہ۔ قَبْلَ اسم ظرف مبہم مرفوع اس کا مضاف الیہ محذوف ہوئی ہے دراصل تھا مِنْ قَبْلِہِم۔ چونکہ مضاف الیہ پوشیدہ ہے اس لیے اس کو رفع ہی آسکتا ہے اس وقت یہ مبنی ہے اسماء ظروف مبہمات کل چودہ ہیں، قبلُ، بعدُ، فوقُ، تحتُ، یمینٌ، یسارٌ (شمال جنوب) خلفٌ، قدامٌ، عندَ لدیٰ، حولَ، مکانٌ، زمانٌ، اسفلُ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے خَلَقْنَا۔ کا۔ واؤ حالیہ لَمْ یَکُ، فعل مضارع نفی مجحد بلم واحد مذکر غائب ناقصہ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم ہے۔ دراصل تھا یَکُوْنُ۔ حرف لَمْ نے جزم دیا نون کو تو واؤ گر گئی کیونکہ دو ساکن جمع نہیں ہو سکتے پھر ترخیم و تخفیف کے لیے نون لام کلمہ بھی گر کیا شَیْئًا، اسم مفرد جامد نکرہ بمعنی موجود۔ شئی کی چار قسمیں ہوتی ہیں ۱ قدیم ۲ جو ہر (قائم بالذات) ۳ عرض (قائم بالغیر) ۴ حادث۔ یہاں حادث مراد ہے۔ بعض وہابی حضرات محال اور معدوم کو بھی شئی قرار دیتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے اور اس آیت کے خلاف ہے۔ یہاں یہ خبر ہے لَمْ یَکُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ منفیہ خبر یہ ہو کر حال ہے ھُ ضمیر بارز کا وہ ذوالحال ہے اپنے اس حال سے مل کر مفعول ہے۔ خَلَقْنَا۔ سب سے مل کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول ہے یہ لَاُزِیْدَنَّکَ سب مل کر جملہ فعلیہ سوالیہ انشائیہ ہو گیا۔ فَ یعنی ثُمَّ زائد کے لیے عاطفہ نہیں ہے زائدہ ہے واؤ حرف قسمیہ۔ خیال رہے کہ حروف قسم تین ہیں اور تینوں ہی حروف جر ہیں ۱ واؤ ۲ بَ ۳ تَ۔ ان سے پہلے فعل مضارع اُقْسِمُ واحد متکلم معروف پوشیدہ ہوتا ہے رَبِّکَ۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ فعل اُقْسِمُ کا۔ اَنَا ضمیر اس کا پوشیدہ فاعل ہے ترجمہ ہے۔ میں قسم فرماتا ہوں تیرے رب کی۔ مرجع متکلم خود رب تعالیٰ ہے یہ فعل فاعل متعلق جملہ فعلیہ ہو کر قسم ہوا۔ لَنَحْشُرَنَّ فعل مضارع مستقبل لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ جمع متکلم حَشْرٌ سے بنا ہے بمعنی جمع کرنا۔ ھُمْ ضمیر جمع غائب کا مرجع اَلنَّاسَ یہ معطوف علیہ واؤ عاطف جمع کے لیے یا یہ واؤ بمعنی مع ہے یعنی شیطانوں کے ساتھ الشَّیٰطِیْنَ اسم جمع سالم اس کا واحد ہے شَیْطٰنٌ یہ معطوف دونوں مل کر مفعول ہے یہ فعل تاکیدی سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ثُمَّ یہ حرف عطف۔ لَنُحْضِرَنَّ لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ فعل مستقبل جمع متکلم باب افعال سے ہے اس کا مصدر ہے اِحْضَارٌ نَحْنُ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر مفعول یہ کا مرجع اَلنَّاسَ وَالشَّیٰطِیْنَ۔ حَوْلَ۔ اسم مفرد جامد مصدر بمعنی آس پاس۔ اور گرد دونوں معنوں اور چاروں طرف۔ ظرف مکانی ہے زمانی بھی ہوتا ہے۔ اسی سے ہے حَوْلَ بمعنی سال وبارہ مہینے۔ اسی سے ہے حوالے کرنا۔ تحویل حوالات کیونکہ سال اور کسی کے حوالے کرنا بھی اس کا ہر

marfat.com
Marfat.com

طرف ہونا نگران ہونا ہے۔ یہاں مراد ہے جہنم کے بیچ یا قریب میں مضاف ہے جہنم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے۔ جثیّا۔ اسم فاعل مذکر باب ضرب جثا یجثی سے مشتق ہے وہ جثیّ یا جثوٌ سے مشتق ہے۔ یعنی اوندھے منہ گھٹنوں کے بل گرنا۔ اس کا واحد مذکر جاث۔ جو دراصل جاثو تھا۔ جثیّا۔ دراصل جثوٌ اور جاثوٌ ون تھا۔ ث مضموم کے بعد دو واؤ ثقیل ثث کو کسرہ دیا پہلی واؤ کو جر اور سکون کی وجہ سے ی بنایا اور دوسری واؤ قرب کی وجہ سے ی بن گئی اور تخفیف کے لیے دونوں کا اوغام کر دیا گیا۔ یہ حال ہے ضمیر بارز کا۔ وہ ذوالحال حال دونوں مفعول ہو ہو گئے لنحضرنّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ ثمّ۔ حرف عطف لننزعنّ باب ضرب کا مضارع مستقبل لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ جمع متکلم مرجع ہے باری تعالیٰ۔ نزعٌ سے مشتق ہے بمعنی علیحدہ کرنا نکالنا۔ روح نکلنے کو بھی حالت نزع اسی معنی میں کہتے ہیں یہاں مراد ہے چھانٹ کر نا۔ من حرف جر بعضیت کے لیے کل اسم مفرد جامد کلیت اور جمعیت بتانے والا شیعۃٌ اسم مفرد جامد واحد تثنیہ جمع مذکر مؤنث سب پر بولا جاتا ہے لغوی معنی بکھرنا۔ انتشار ذالغا اصطلاحاً علیحدہ فرقے اور گروہ لوگ کو شیعہ کہا جاتا ہے۔ خواہ اچھا لوگ ہو یا برا۔ اس کی جمع ہے اشیاعٌ اور شیعٌ اسم نکرہ ہے یہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے۔ ای اسم معرب استفہامی مذکر۔ یہاں موصولہ ہے یا ایک قول میں سوالی تعیین (مقرر و مخصوص کرنے) کے لیے اس کا مؤنث ہے ایۃ یہ بشرطیہ بھی ہوتا ہے موصولہ اور کبھی موصوفہ بھی۔ مضاف ہے ہم مضاف الیہ مرکب اضافی مبتدا۔ اشدّ۔ اسم تفضیل مذکر۔ شدّ سے مشتق ہے۔ بمعنی سخت۔ شدید مراد ہے سخت کفر والا۔ ھو ضمیر مذکر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل اس کا مرجع ای ہے علی حرف جر بمعنی ہے۔ رحمٰن مجرور یہ جار مجرور متعلق ہے اشدّ کا عتیاً اسم فاعل جمع مذکر در اصل عتوٌ تھا۔ اس کی تعلیل بالکل جثیّا کی طرح ہے لغوی ترجمہ سخت اور اڑھا ہونا۔ سٹھیا جانا۔ اصطلاح میں سرکش مندی گستاخ ہونا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ یہ تمیز ہے اشدّ کے فاعل پوشیدہ ھو ضمیر کا۔ اشدّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ایہم۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معمول ہے لننزعنّ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف۔ تینوں ثم کے عطف مل کر جواب قسم ہوا۔ قسم اپنے جواب سے مل کر جملہ قسمیہ ہو گیا۔

ثمّ لنحن اعلم بالذین ھم اولیٰ بھا صلیاً۔ وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتماً مقضیاً۔

ثم حرف عطف بمعنی واؤ استینافیہ (ابتدائیہ) ترجمہ ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ۔ لام کے تاکیدی نحن اسم ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل مبتدا ہے اعلم اسم تفضیل مذکر واحد باب فتح سے

marfat.com
Marfat.com

اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع متصل مبتداء ہے۔ اَوْلٰی اسم تفضیل واحد مذکر۔ وَلْیٌ سے مشتق ہے بابِ ضَرَبَ سے ہے بمعنی قریب ہونا۔ ترجمہ ہے زیادہ قریب یعنی زیادہ لائق زیادہ مناسب۔ بِ حرفِ جر تعدیہ کا ھَا ضمیر غائب کا مرجع جہنم ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اَوْلٰی کے اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ ہے۔ صِلِیًّا۔ اسم مفرد مصدر صَلِیَ سے تغیر کر کے صِلِیًّا کیا گیا بمعنی داخل کرنا، داخل ہونا۔ کرنا، ڈالنا بھونا ایک قول میں یہ اسم فاعل ہے بابِ ضرب کا۔ اس کا واحد مذکر صَالٍ اور صَائِلٌ ہے اس کی تعلیل بالکل مندرجہ بالا حِثِیًّا اور عِتِیًّا کی طرح ہے مگر یہاں مصدر ہی مناسب ہے یہ تمیز ہے اولیٰ کے پوشیدہ فاعل کا دوسرے قول کے مطابق یہ تمیز مشتق ہے جِثِیًّا عِتِیًّا صِلِیًّا۔ ناقص یائی در اصل جاثِیٌ عاتِیٌ صالِیٌ تھے اولیٰ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا وہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا۔ وہ دونوں مجرور متعلق ہے اَعْلَمُ کا۔ اَعْلَمُ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے نحن مبتدا کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اِنْ۔ حرف نافیہ اکثر اِلَّا اور لَمَّا سے پہلے جو اِنْ ہو وہ نافیہ ہوتا ہے اس کے علاوہ اِنْ کی کل چار قسمیں ہیں ۱؎ اِنْ حرف نافیہ۔ جیسے یہاں ۲؎ اِنْ مخففہ حرف مشبہ ۳؎ اِنْ حرف تاکید ۴؎ اِنْ شرطیہ اس حرف کا استعمال زیادہ ہے۔ اِنْ ہمیشہ کسی اسم یا فعل سے پہلے ہوتا ہے یہ حرف پر داخل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہاں مِنْکُمْ سے پہلے اَحَدٌ پوشیدہ مانا گیا۔ اَحَدٌ پوشیدہ مبتداء مِنْکُمْ۔ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا مَوْجُوْدٌ متعلق اور نائب فاعل ھُوَ پوشیدہ سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ مستثنیٰ منہٗ ہوا۔ اِلَّا حرف استثنا، وارِدُ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل واحد مذکر یہ اسم فاعل مضاف ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ھَا ضمیر اس کا ظرف یا مفعول فیہ مضاف الیہ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا۔ دونوں مل کر جملہ استثنائیہ اسمیہ ہو گیا۔ کَانَ فعل ماضی ناقصہ ھُوَ پوشیدہ اس کا اسم اس کا مرجع وَارِدُ کا مصدر وَرْدٌ ہے عَلٰی یہ سب جار مجرور متعلق ہے کَانَ کا حَتْمًا۔ اسم مفرد نکرہ جامد سے بمعنی الیقینی ناقابل تنسیخ۔ واجب لازم یہاں سب معنی مناسب ہیں یہ خبر اوّل ہے کَانَ کی مَقْضِیًّا باب ضَرَبَ کا اسم مفعول واحد مذکر قَضْیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ آخری بات کہنا آخری کام یہاں پہلے معنی مراد ہیں در اصل تھا مَقْضُوْیٌ۔ واؤ ثقیل کو یٰ بنایا ماقبل کوئی کی وجہ سے کسرہ دیا دونوں یٰ کا ادغام کر دیا یہ خبر دوم ہے۔ کَانَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا

تفسیر عالمانہ اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْـًٔا فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا۔ ثُمَّ

marfat.com
Marfat.com

لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۔ کیا یہ انسان حکم تفکر و تذکر سے اس حقیقت میں غور و فکر نہیں کرتا کہ بے شک ہم نے اس کو اس سے پہلے پیدا کیا اور اس کی ہر چیز نطفہ مضغہ لوتھڑا گوشت پوست ہڈی ایجاد کر دی اور نیست سے حست عدم سے وجود پیدا کر دیا خلقت سے ایجاد آسان ہوتی ہے اور ایجاد سے مثل بہت آسان اور مثل سے نقل تقل سے ترکیب بہت ہی آسان کیا احمق ہے کہ اپنے اعضاء متفرقہ کے دوبارہ جوڑنے پر حیران اور منکر ہے ہڈیوں کو زندہ کرنا اور ان پر گوشت اور گوشت پر پوست چڑھانا آسان ہے خاک و نار باد و آب عناصر اربعہ سے جرثومہ اور جرثومہ سے جراثیم اور جراثیم سے نطفہ اور نطفے سے یہ لحیم شحیم موٹا جوڑا عقل و دل نطق و کلام والا انسان بنانا اور زندہ کرنے سے قیامت پر یہ ایسی دلیل ہے کہ بجز رب تعالیٰ کوئی نہیں بیان فرما سکتا کیونکہ قیامت میں ذات مع صفات کا اعادہ اور تکرار خلقت ہے اور تغیر ذات فی اطوار صفات سے زیادہ مشکل ہے ہر صانع اور کاریگر اس کو سمجھتا ہے اس لیے کہ پہلی صنعت ذہن کاریگر میں مکمل منقش و محفوظ نہیں رہ سکتی یہ قدرت صرف خالق تعالیٰ کو ہی ہے کہ مخلوق کچھ بھی تو نہ تھی جس کو اس خلاق نے پیدا کیا۔ اشیاء عالم کے موجود تو ہزاروں ہیں مگر خالق وحدہٗ لاشریک یہ ہے اسی لیے خالق کسی کو نہیں کہا جا سکتا۔ نہ ہی کسی شخص کے کسی کام کو تخلیق کہا جا سکتا ہے جو ایسا کہے وہ جاہل و گمراہ یا مشرک ہے اے محبوب کائنات تیرے رب کی قسم البتہ یقیناً ضرور ضرور یہ تقدیر مبرم ہے کہ ہم ان منکرین قیامت کو محشر میں جمع کر دیں گے اور ان کے تمام ساتھیوں شیطانوں کو ایک ساتھ ہی جکڑا کر حاضر کر دیں گے اس میدان قیامت میں کہ قرب نظارہ میں وہ سب دوزخ کے آس پاس ہی بھڑکتی دہکتی جہنم کو میدان محشر سے ہی ایسا دیکھیں گے جیسے قریب ہی ہے اور تمام ان منکرین شیطان انسانوں کو ان کے اپنے اپنے جنسوں شکلوں کے ساتھ گھٹنوں کے بل کھڑا کیا جائے گا۔ یا وہ خود مارے ہیبت و دہشت کے خود نہ کھڑے ہو سکیں گے بس گھٹنوں تک ہی اٹھیں گے انسان اپنی انسانی دنیوی شکل پر ہوں گے اور شیطان اپنی جناتی شکل پر ہوں گے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں شیطان تو سب کو پہچانے ہوں گے مگر انسان آپس میں ایک دوسرے کو نور تربت میں قابلیت ہے کیونکہ قیامت کا انکار سب ہے شیاطین کے ساتھ حشر ہونے کا ہر انسان اپنے اپنے اس شیطان یا اس لیڈر سردار کفر کے ساتھ جکڑا ہوگا جو دنیا میں اس کو ورغلاتا اور کافر بناتا تھا۔ یہاں اپنی ذات کی قسم فرمانا عظمت و اجل کی جھڑک کے لیے ہے اور

marfat.com
Marfat.com

قسم کی نسبت آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا۔ شانِ محبوبیت کے اظہار کے لیے ہے اور یہ بتانا ہے کہ اب اسی محبوب کا دامن محشر کی ھولناکی و جہنم کے عذاب سے بچا سکتا ہے یہ ذلت آمیز حشر صرف منکرین قیامت کفار کا ہوگا۔ جثیاً کے معنی میں تین قول ہیں۔ (۱) گھٹنوں کے بل یہی درست ہے اعلیٰ حضرت نے اسی کو اختیار فرمایا (۲) جماعتیں (۳) بعض نے فرمایا کہ جثیاً کا معنی ہے مٹی پتھروں کا مجموعہ مراد ہے ڈھیر کی طرح گرے پڑے ہوں گے یہاں تین جگہ ثُمَّ ارشاد ہوا۔ اور تین جگہ تراخی کے لیے نہیں بلکہ بمعنی واؤ ہے یعنی صرف تعقیب کے لیے مراد ہے فوراً بعد بعض نے فرمایا ہر جگہ ثُمَّ اپنے معنی میں ہے تراخی کے لیے یعنی کچھ دیر بعد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ ثُمَّ سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ حشر و حساب و کتاب کے بعد جہنم کی حاضری ہوگی ہر نیک و بد کو تین بار جنت و جہنم دکھائی جاتی ہے پہلے قبر میں پھر میدانِ محشر میں پھر پُل صراط پر۔ قیامت میں کفار کا حشر پانچ قسم کا ہوگا پہلا حشر قبروں سے دوم میدانِ محشر میں اجتماع شیطانوں کے ساتھ سوم حساب و کتاب کی حاضری۔ چہارم کفار میں سے کفار کی چھانٹ جس کا ذکر ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ میں ہوا پنجم دخول جہنم۔ بعض نے کہا کہ حول جہنم کا نظارہ سب مومن و کافر کو ہوگا۔ اور یہ نظارہ جہنم سے باہر رہ کر دور میدانِ محشر میں سے ہوگا۔ مومنین اس نظارے سے شکر و سرور حاصل کریں گے کہ یا اللہ تیرا کرم ہے کہ تو نے ہم کو اس جہنم سے بچا لیا۔ اور کافروں میں گے تڑپیں گے۔ اس حشر نشر حساب و کتاب اور حول جہنم جثیاً کے بعد ثُمَّ۔ لَنَنْزِعَنَّ پھر ہم ان کافروں میں سے چھانٹ کریں گے اور چُن چُن کر ہر کفریہ گروہ اور ٹولوں فرقوں شیعوں میں ان بڑے بڑے کافروں کو علیحدہ کریں گے جو اپنے اللہ رحمٰن رحیم نہایت مہربان کی بارگاہ میں بہت بڑا گستاخ گمراہ۔ گمراہ کرنے والا۔ حد سے بڑھنے والا۔ متکبر۔ مغرور۔ لیڈر رئیس۔ سردار۔ بے باک۔ بے غیرت۔ جرأت کرنے والا، سخت کافر۔ نافرمان و فتنہ کرنے جھوٹ بولنے والا دنیا میں بنا پھرتا تھا۔ کفر کی ملت ایک ہے مگر کفر کے شعبے یعنی گروہ بہت ہیں (۱) محبت کے کافر جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں عیسائی کافر ہوئے اور مولیٰ علی کی محبت میں روافض کافر ہوئے نہج البلاغہ جلد دوم ص۱۱ میں مولیٰ علی شیر خدا نے فرمایا کہ سَیَهْلِكُ فِیَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ یُذْهِبُهُ الْحُبُّ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ یُذْهِبُهُ الْبُغْضُ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ ۔ یعنی مولیٰ علی نے فرمایا کہ میرے بارے میں دو قومیں ہلاک ہوں گی گمراہی کی محبت والا اور گمراہی کے بغض و عناد اور دشمنی والا۔ محبت بھی باطل کی طرف لے جاتی ہے اور دشمنی بھی

marfat.com
Marfat.com

ع۲ دشمنی کے کافر جیسے یہودی، اور خارجی ع۳ عمل کے کافر ع۴ عقیدے کے کافر ع۵ قولی کافر ع۶ نیت و قلبی کافر ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا۔ پھر اس نزع اور چھانٹ و علیحدگی کے بعد البتہ ہم ہی زیادہ جاننے والے ہیں اُن کافروں گناہوں کو اور سمجھ لیں گے (نمٹ لیں گے) ہم اُن سے ترجمہ۔ پہلے جہنم کی آگ میں جلائے جانے ڈالے اور پھینکے جانے کے قابل ہیں۔ یعنی وہ جلنے کے لائق و لائق ہیں یا ان کا آگ سے جلنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ یہاں ثُمَّ اپنے معنی میں بھی ہو سکتا ہے یعنی تراخی کے لیے کہ جہنم کی حاضری کے بہت بعد عذاب صِلِیًّا ہوگا اور ثُمَّ بمعنی تعقیبیہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم میں دخول کے فوراً بعد۔ اَعْلَمُ بمعنی عَلِیْم ہے کیونکہ یہ علم خاص اللہ تعالیٰ کو ہے بعض نے کہا کہ فرشتے کراماً کاتبین بھی اور دیگر ملائکہ بھی فاسق و فاجر، مومن متقی سعید و شقی کو جانتے ہیں مگر اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے (ابو السعود مظہری) اور اے کائناتِ انسانیت کے تمام انسانو خوب سن لو سمجھ لو اور آج دنیا میں ہی اپنا سنبھالا کر لو تم سب نیک و بد مومن و کافر سعید و شقی جنتی و جہنمی میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اُس جہنم کا وارد نہ ہو ایک قول میں مِنْكُمْ سے صرف کفار مراد ہیں کیونکہ آیت ع۵۹ سے کفار ہی کا ذکر چلا آرہا ہے مگر بعض اکابر

پہلا قول درست ہے اور وُرود سے مراد پُل صراط سے گزرنا ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پُل صراط وہ پُل ہے جو میدانِ محشر سے جنت تک ہے اُس کے نیچے جہنم ہے گویا یہ پُل جہنم کے اوپر بنا ہوا ہے جہنم کو عبور کرنے کے لیے اس پُل کے اس پاس دو طرفہ تین قسم کے کانٹے ہیں (احظاطیف۔ یہ بالکل سیدھے ہیں اُن فاسقین کے لیے جن کو شفاعت نہ ملی ان کو یہ کانٹے چبھیں گے اور وہ فساق ردے بلا اکر پُل سے نیچے جہنم میں گر پڑیں گے ع۲ کلالیب۔ یہ کانٹے کتے کے منہ اور دانتوں کی طرح ٹیڑھے ہیں صرف کفار کے لیے یہ کافر کو پکڑ کر جہنم میں جبراً پھینکے گے ع۳ حسکۂ یہ کانٹے بالکل سیدھے ہیں صرف کمزور ایمان ناقص اعمال والوں کے لیے یہ کانٹے اُلجھا دینگے جس سے اُن لوگوں کا گزرنا مشکل اور آہستہ ہوگا مگر بچ جائیں گے ہر شخص اس پُل صراط سے گزرے گا اولیا علماء بجلی کی طرح گزریں گے عام متقی ہوا کی طرح مومنین صالحین تیز رفتار گھوڑے کی طرح عام مسلمان تیز رفتار مرد کی طرف پھر کامیاب لوگ بھاگتے پیدل کی طرح پھر کمزور ایمان و اعمال والے گرتے پڑتے۔ فاسقین پھسل کر گر پڑیں گے کافرین اُلٹ کر گر جائیں گے۔ وَارِدُهَا سے مراد ہے مرور جہنم ع۲ یا دخولِ جہنم۔

marfat.com
Marfat.com

۳ یا حضورِ جہنم، مسند احمد حنبل میں، بروایت جابر بن عبد اللہ ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وُرُود سے مراد دخول ہے اور مومن و کافر سب جہنم میں داخل ہوں گے مومن پر آگ بَرْدًا وَّسَلَامًا ہو جائیگی۔ جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام پر زمین کی آگ بَرْدًا وَّسَلَامًا ہو گئی تھی۔ وُرُود کے معنی میں تین قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد مُرور یعنی گزرنا ہے ۲ مراد دخول ہے ۳ مراد ہے جہنم کے قریب ہونا زیادہ صحیح یہ ہے کہ وُرُود یعنی دخول ہے نہ کہ مرور کیونکہ دخول کے بعد انکا نکلنا نہیں ہوگا مگر فاسقین سزا بھگت کر اور کفار کبھی بھی نہیں نکل سکیں گے اور اَبَدًا اسی دوزخ میں ایک قول میں ورود یعنی عبور مومن کے لیے اور یعنی دخول کافر کے لیے اور یعنی مرور فاسقین کے لیے صالحین دوزخ میں مُبْعَدُوْن اور لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ہوں گے مومنین نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ہوں گے تفسیر تنویر المقیاس میں ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا میں انبیاء کرام علیہم السلام شامل نہیں نہ مرور علی الصراط میں نہ دخول میں نہ عبور میں ان کے لیے جنت میں جانے کا سرکاری راستہ علیحدہ ہے جب لوگ پُل صراط پر سے گزرنے لگیں گے تو تمام انبیاء عظام پُل کے اس پار پہلے کنارے پر کھڑے ہوں گے اور فرشتے و انبیاء کرام علیہم السلام رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ کی دعائیں مانگتے ہوں گے اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پُل کے اس پار دوسرے کنارے پر بطور پیشوا کھڑے ہوں گے اور سَلِّمْ سَلِّمْ کی دعائیں بارگاہِ ربوبیت میں عرض کریں گے۔ خیال رہے کہ پل صراط پر اور جہنم میں سخت اندھیرا ہوگا۔ اُس وقت روشنی صرف اعمال صالحہ کی ہوگی کسی کی روشنی چاند جیسی کسی کی ستاروں جیسی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قیامت کے یہ فیصلے لَنَحْشُرَنَّ۔ لَنُحْضِرَنَّ۔ لَنَنْزِعَنَّ۔ اَوْلٰی بِهَا صِلِیًّا۔ اِلَّا وَارِدُهَا یہ سب کے سب كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا۔ اے پیارے حبیب آپ کے رب کے ذمۂ تقدیر مُبرم ہے جو کسی کے بھی کہنے سننے دعا و فریاد التجا و انکسار سے نہیں ٹل سکتی۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ پر واجب اور فرض ہے کہ وہ اپنے فیصلوں پر فائز پر عمل کرے اور دلیل اس بات سے پکڑتے ہیں کہ یہاں عَلٰی وجوب کے لیے ہے۔ مگر یہ عقیدہ و استدلال غلط ہے اللہ جَلَّ شانہٗ پر کوئی چیز واجب یا لازم نہیں ہے۔

فائدہ اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا تعلق بحسب مخلوق سے ہے مگر تدبر کرے میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی نسبت ہمیشہ اچھی چیز کی طرف کرنا چاہیئے یہ فائدہ هٰذَا رَبِّیْ کے ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا رب اور پالنے والا ہے مگر ربوبیت کی نسبت ہمیشہ اچھی چیز کی طرف

marfat.com
Marfat.com

نسبت اپنے پیارے حبیب کریم کی طرف فرمائی آئندہ تمام جنات انسان ملائکہ کو یہی سکھانے کے لیے دوسرا فائدہ اس ہی قَدَمِیْ کے ارشاد مقدس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ بارگاہِ الٰہیہ میں تمام مخلوق سے افضل اَعْلٰی بَالَا وَاَوْلٰی اَکْرَمُ اَکْمَلُ بے مثل صرف اور صرف آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ رب جَلَّ وَعَلٰی نے اپنی عظیم قسم کے لیے اپنے حبیب کی نسبت کو اختیار فرمایا۔ تیسرا فائدہ دنیوی زندگی میں نیک لوگوں کی سنگت محفل مجلس اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کو یہ میسر آجائے وہ خوش قسمت ہے اور انتہائی بدقسمت وہ انسان ہے جس کو برے اور شیطان لوگوں کی یاری دوستی محفل نصیب ہوئی کل قیامت میں بدوں کی دوستی سخت ذلت کا باعث ہوگی یہ فائدہ وَالشَّیٰطِیْن میں واؤ بمعنی مَعْ ارشاد فرمانے اور اس کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیتِ پاک سے چند فقہی مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ تمام اہل سنت حنفی شافعی مالکی حنبلی ائمہ کا مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں نہ کوئی فرض سے دنیا و آخرت کے تمام فیصلے اس کے کرم کریمانہ اور حکمتِ قدیمانہ کے ذمہ پر منحصر ہیں یہ مسئلہ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا کی تفسیر اور اعلیٰ حضرت کے تفسیری ترجمہ سے مستنبط ہوا۔ تفسیر نیشاپوری اور تفسیر روح المعانی نے فرمایا کہ یہ باطل نظریہ اور کفریہ مسلک معتزلہ فرقے کا ہے وہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ مجرمین کو سزا دینا اللہ تعالیٰ پر شرعی واجب ہے۔ گویا کہ ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کو بھی شریعت کا مکلف مان لیا۔ اسی طرح بعض دیوبندیوں وہابیوں نے بھی اس آیت میں مُلّٰی کو واجب کا مان کر معتزلہ کے کفریہ عقیدے کی تائید کردی۔ دوسرا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی تقدیریں پیدا فرمائیں ایک تقدیر مُبْرَم دوم تقدیر معلّق۔ تقدیر مُبْرَم کبھی نہیں ٹل سکتی کسی کی دعا سے بھی نہیں بدلتی خواہ کوئی شخص کسی بھی مرتبے اور مقام پر ہو بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص اولیاء اللہ کو اس کے ہونے کی دعا مانگنے سے بھی منع فرما دیا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ غوثِ پاک عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں تقدیرِ مُبْرَم کو بدل سکتا ہوں۔ یہ قطعاً غلط ہے غوثِ اعظم کے اس قول کا کہیں ثبوت نہیں۔ بلکہ ایسا کہنا غوثِ اعظمؓ پر افتراء ہے۔ جو سراسر گناہ ہے۔ یہ مسئلہ حَتْمًا مَّقْضِیًّا سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ انسانیت آدمیت تشخیص جسم اور بدن کا نام ہے موت اور زندگی بھی فقط جسم پر وارد ہوتی ہے یہ مسئلہ لَمْ اَکُ شَیْئًا فرمانے سے مستنبط کہ دیکھو روحیں عالمِ ارواح میں کروڑوں سال پہلے سے تھیں اس کے باوجود انہوں نے کہا قَالُوْا بَلٰی [illegible] موجود مگر انسانیت

marfat.com
Marfat.com

کو فنا ثابت ہوا کہ جہنم کی فنا انسانیت کی فنا اور موت ہے

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض جب مومنین کو جہنم کا عذاب ہی نہیں اور جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ اہلِ ایمان پر ٹھنڈی ہو جائیں گی بلکہ خود جہنم پکارے گی کہ اے مومن تیرے نور نے میری آگ بجھا دی تو پھر مومنین کو جہنم میں داخل کرنے کا مقصد کیا ہے۔ بادیُ النظر میں کیا یہ کام عبث نہیں لگتا؟ جواب بقول بعضے صحیح تر قول یہ ہے کہ دخولِ جہنم نہ ہوگا بلکہ بذریعہ پُل صراط مرور یا عبور جہنم ہوگا اور عبور کے وقت جہنم پکارے گی کہ اے مومن تیرے نورِ اعمال سے میرے شعلے ماند پڑ رہے ہیں۔ تو جلدی گزر جا۔ لیکن جن مفسرین نے دخولِ جہنم کا فرمایا وہ اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ پانچ وجہ سے اہلِ ایمان کا دخولِ جہنم ہوگا۔ ایک یہ کہ جہنم کی سختی کا اندازہ لگائیں اور آنکھوں دیکھے حال کے بعد نجات کی قدر اور اللہ تعالیٰ کے کرم کا سرور زیادہ ہو دوم یہ کہ جب مومنین کو نکالا جائے تو کفار کی رسوائی اور مایوسی زیادہ ہوگی سوم یہ کہ جس طرح دنیا میں کفار اہلِ ایمان غربا فقرا کا مذاق اڑاتے تھے اسی طرح آج ان کو کافروں کا مذاق اڑانے کا موقع ملے چہارم یہ کہ مومنین کو جنت کے دخول کی لذت و قدر زیادہ ہو۔ پنجم یہ کہ جنت قریب ہے آسمانوں کے اور جہنم نیچے ہے زمین کے اور جہنم گزرگاہ ہے جنت کی اس لیے سب لوگ گزر کر ہی جنت میں جائیں گے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَاِنْ لَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ۔ اس جگہ اَلْاِنْسَانُ کہنا زائد ہے صرف اَوَلَا یَذْکُرُ ہونا چاہئے تھا کہ یَذْکُرُ کے فاعل کا مرجع یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ والا اِلْاِنْسَانُ ہے اب فاعل دوبارہ ظاہر کرنا بیکار اور زائد ہے۔ جواب۔ تکرارِ فاعل سے اُس قول کی اہمیت اور قائل انسان کی حماقت بتانا ہے اور اگلے مضمون کو سمجھانا مقصود ہے تکرارِ فاعل سے مضمونِ کلام مضبوط ہو جاتا ہے بتایا یہ جا رہا ہے کہ کافر انسان کا تعقل تفکر کتنا ناقص ہے کہ جو بات ذرا سے تعقل سے سمجھ آجاتی ہے وہ اس کے شعور میں نہیں آتی۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اَنَّا نَحْنُ اَعْلَمُ۔ جس کا ترجمہ ہے ہم زیادہ جاننے والے ہوں گے یہ ترجمہ ثم حرفِ تراخی کی وجہ سے ہوا ہے تراخی میں بعدیت ہوتی ہے اور بعدیت میں زمانۂ مستقبل ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کے علم کو مستقبل سے منسوب کرنا حال و ماضی کی نفی کرنا ہے۔ تو گویا اس آیت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نَحْنُ اَعْلَمُ پہلے نہیں ہے۔ یعنی ہم آئندہ زیادہ جاننے والے ہوں گے تو گویا رب تعالیٰ اب کم جاننے والا ہے کیا ابھی اُس کا پورا علم

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہے (معاذ اللہ) جواب خیال رہے کہ پہلے زمانوں میں ایک فرقہ معتزلہ پیدا ہوا تھا جن کے ایسے کچھ کچھ نشانات آج کل وہابیوں کے عقائد میں پائے جاتے ہیں ان کا ہی یہ عقیدہ تھا کہ رب تعالیٰ کو بعض اشیاء کا علم بعد میں ہوتا ہے۔ اس کفریہ عقیدے کو ایک دیوبندی وہابی کتاب "بانۃ الحیران" میں بھی خاموش تائید کے ساتھ لکھا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اَعْلَمُ کِنایہ ہے نَعُدَّنَّ کا۔ یعنی ہم اپنے علم قدیمی کا مطابق کفار میں سے اُن کافروں کے استحقاق کو زیادہ جاننے والے ہیں جن کا جہنم میں پہلے ڈالے جانے اور آگ میں جلائے جانے کا فیصلہ پھر لَنَنْزِعَنَّ کے بعد ہوگا۔ یہ ثُمَّ اَعْلَمُ کی تراخی کے لیے نہیں ہے بلکہ عَذَاب صِلِیًّا کے تراخی کے لیے ہے چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا حَوْلَ جَہَنَّمَ جِثِیًّا۔ وہ کفار جہنم کے آس پاس گھٹنوں کے بل کھڑے ہوں گے یہ اُن کی ذلت کی طرف اشارہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حالت مومن کی نہ ہوگی۔ مگر ایک دوسری آیت میں ہے وَتَرَی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً یعنی قیامت میں ہر اُمت گھٹنوں کے بل ہوگی۔ تو پھر یہ کفار کی ہی ذلت نہ ہوئی ہر مومن کافر کی ہوئی۔ اور یا پھر یہ ذلت نہ ہوگی بلکہ معذوری ہوگی جو سب کو لاحق ہوگی۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ دوسری آیت میں کُلُّ اُمَّۃٍ سے مراد بھی صرف کفار ہی ہیں یعنی کفار کی پوری اُمت کُل بعضی ہر نہیں بلکہ پوری سے مراد ہے کہ ہر قسم کا کافر قیامت میں جاثیہ ہوگا نہ مومن۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر مومن کافر ہیبت سے کانپتے ہوئے اُٹھ نہ سکے گا گھٹنوں سے اونچا نہ کھڑا ہوگا۔ مومنین کو ہیبت الٰہی اور کفار کو دہشت جہنم ہوگی۔ پانچواں اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ الخ یعنی مشرکین کا قول ولدیت کا عقیدہ اتنا سخت شرک ہے کہ اس سے پہاڑ گر پڑیں ٹکڑے ہو کر زمین پھٹ جائے پہاڑ ریزہ ہو جائیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ شرکیہ کلمات بہت سخت ہیں مگر ایک جگہ سورۂ ابراہیم میں ہے کہ وَمَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَہَا مِنْ قَرَارٍ ۔ یعنی شرکیہ کفریہ کلماتِ خبیثہ اتنے کمزور ہیں جیسے کمزور چھوٹے چھوٹے درخت جڑی بوٹیاں جن کو ثبات وقرار نہیں ہوتا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شرکیہ عقائد و اقوال میں کوئی قوت نہیں اور یہاں آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شرکیہ اقوال میں اتنی قوت ہے کہ اُن سے آسمان زمین پھٹ پڑیں۔ یہ تعارُض کیوں ہے۔ جواب یہاں تَخَرُّ الْجِبَالُ وغیرہ ارشاد فرمانے میں قوت ثابت نہیں ہوتی بلکہ قباحت اور نفرت و برائی ثابت ہوتی ہے اور سورۂ ابراہیم کی آیت میں کمزوری

marfat.com
Marfat.com

ثابت ہوتی لہٰذا آیت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ یہاں بتایا جارہا ہے کہ شرکیہ عقیدہ جو یہود و نصاریٰ اور کفارِ عرب نے بنالیا وہ انتہائی بُرا قابلِ نفرت ہے اور وہاں بتایا گیا کہ شرکیہ کفریہ باتیں انتہائی کمزور ہیں۔ **چھٹا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ بیٹے کے کفریہ شرکیہ عقیدے سے پہاڑ زمین آسمان کو ٹوٹ پڑنے کے قریب کر دیتے ہیں۔ یہ کیوں فرمایا گیا۔؟ اِن کلماتِ شرک سے جمادات کو کیا اثر ہو سکتا ہے؟ **جواب**۔ اِس کے تین جواب دیے گئے ہیں ایک یہ کہ یہ فطرِ آسمان اشتیاقِ آرضی اور ضرورِ جبالی فعلِ باری تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اگر صفتِ حلم کا تقاضہ نہ ہوتا تو زمین والوں کے اس شرکیہ عقیدے پر سزا دیتے ہوئے اسی دنیا میں ہی آسمانوں زمینوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔ **دوسرا جواب** یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حلم و حکمت اور تقدیرِ ازلی کا سہارا نہ ملتا تو یہ پہاڑ زمین آسمان تھرتھر کر ٹوٹ پھوٹ جاتے یعنی کلماتِ شرکیہ خبیثہ اِتنے سخت دھماکہ خیز ہیں کہ ان کی دھمک سے زمین و آسمان میں زلزلہ آجاتا۔ **سوم** یہ بھی کہا گیا ہے کہ جمادات بھی دنیا کی اچھی بری بات کا اثر قبول کرتے ہیں۔ احادیث و روایات میں اِس کے بہت سے ثبوت ہیں مثلاً مسجد آباد ہو تو اہلِ بستی کو دعائیں دیتی ہے۔ ویران و بے آباد مسجد بددعائیں دیتی ہے وغیرہ وغیرہ مولانا روم اِن ہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں

نطقِ آب و نطقِ خاک و نطقِ گِل ۔۔۔ ہست محسوس از حواسِ اہلِ دل

زمین و آسمان پہاڑ و اور دریا جنگل و بیابان کا کسی بات سے اثر قبول کرنا تو معمولی بات ہے یہ چیزیں تو باتیں بھی کرتی ہیں جن کو صرف اہلِ دل محسوس کرتے اور سنتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

اَوَ لَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ یَکُ شَیْـًٔا۔ فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَ الشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّهُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا کیا انسان نے یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ اپنی وجود کے ظہور سے پہلے عالمِ شہادت میں نہ محسوس تھا نہ کسی شمار میں اس لیے کہ وجودِ عینی نزل میں قبل پیدائش لَاوُجُوْدِ کی شکل تھا ترکیب و مجموعے کی حقیقت کچھ حیثیت نہ معلوم ہوتی تھی کوئی چرچہ کوئی ذکر نہ کوئی نقل و نشان نہ تھا لیکن ہم نے اپنی قدرتِ قدیمی سے اتنا بڑا فرشتوں سے شرف محیط و عظیم دانا بینا پیدا کر دیا۔ اے محبوب قلبِ تیرے رب کی قسم حشر برپا کر دیں گے وادیِ نفسانیت میں اُن بدنصیبوں پر جو حیاتِ زمینی میں مجوبینِ تجلیات ہیں اور شکر بن بعثتِ حیاتِ ابدی ضروری میں اُن شیاطین کے ساتھ جنہوں نے اِن نفوسِ مدیاطن کو منزلِ عرفانی سے اَغوٰی اور حق کی راہ معرفت

marfat.com
Marfat.com

سے گمراہ کیا ہے اس لیے کہ نفوسِ مجوزین کدورتِ رذیلہ اور آثار سے دوری میں نفوسِ شیاطین کی ہم مثل ہیں اس لیے حشر باطنی و قہر خفی اور عذاب محرومی بھی ساتھ ہونا لازمی ہے یہ دنیا میں عیش وعیاشی کو نبھانے والے عمل واعتقاد میں بھی ساتھ رہے اللہ عذاب وعتاب میں بھی ساتھ رہیں گے پھر ہم ان سب کو عالمِ سفلی کی حولِ جہنم طبعی میں لا کھڑا کریں گے اس لیے کہ وہ دنیا میں حیوانی حیرانی غواشی ظلمات کے پردوں میں رہے اور ظلمانی گناہوں کی وجہ سے کثافتِ خبیثہ کی زنجیروں اور نارِ سجین کے ہیکلوں سے جثیاً یعنی گھٹنوں کے بل بے قوت جکڑے ہوں گے کیونکہ دنیا و ناسوت میں اُن کے دل ٹیڑھے تھے تو جہنمِ فراق کے ہیکلوں میں اُن کے اجسام ٹیڑھے ہوں گے کہ پھر کبھی قیامِ فساد کی طاقت نہ رکھیں گے۔ پھر ہم ارواحِ خبیثہ اور بارگاہِ رحم سے محرومین اور نارِ فانی میں جلنے مرنے کے پہلے سے زیادہ مستحقین کو چھانٹ لیں گے ہم ناسوتِ انسانی کے ساتھ ایک ہم زاد قرینِ شیطانی کو عالمِ تقدیر میں جمع کرنے والے ہیں پھر ان سب قرین و مقرون معین و ملعون حزین و محزون کو حاضر کر دیں گے ہم جہنمِ قہر اور نارِ طبیعت کے قریب آس پاس کچھ گمراہ لوگ اپنی شیطانی عقل کی چال بازی سے کہیں سے کچھ باطنی کلماتِ غیوبیہ سُن لیتے ہیں پھر اُن کو اپنی قوتِ فکر سے ترتیب دے کر ان باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور عوام بیوقوفوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ ہم اللہ سے ہمکلام ہوتے ایسے بد بخت لوگ یا تو اپنے نفس اور اس کی باتوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور رب تعالیٰ کی ہمکلامی سے بھی یا وہ سب غلط بیانیوں کو سمجھتے تو ہیں مگر نفسانی خواہشات یہ مکر چلانے پر اُن کو مجبور کرتی ہے مگر یہ سب گمراہی ہے ایسوں سے بچنا لازم ہے۔ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا پھر ہم ہی ان کو اور ان کے انجامِ فنا کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ اے ناسوتِ ظلمت کے رہائشوں تم سب ہی عالمِ طبعی کی وادیِ مکافاتِ عمل سے گزرنے والے ہو۔ عالمِ طبعی عالمِ قدس کا مجاز ہے جس نفس نے اپنی روح کے وحدہ اُنسیت کو توڑ کر روحانی بعد اور جدائی پائی اور فنا کی موت میں قدم رکھا وہ پُل صراطِ خیر و شر پر ضرور گزرے گا۔ یہ فیصلہ قدیمی حَتْمًا مَّقْضِیًّا و تقدیر مبرم ہو چکا ہے اور اے عالمِ ناسوت سے منتقل ہو کر عالمِ جبروت میں آنے والے تم میں سے کوئی بھی ایسا مسعود و محروم، مقبول و مردود نہیں جو اپنے قدومِ طبیعت سے اس وادیِ ھَوٰی پر سے نہ گزرے یہ گزرنا سب پر مبرم ہے اس لیے اُس خلاقِ کائنات کی حکمتِ ازلیہ نے ارشاد فرمایا اور ارادہ کیا اس قسم کی مخلوق کا جو مرکب ہو علوی و سفلی صفات سے۔ اہلِ معرفت کے نزدیک جہنم صورۃ نفسِ امارہ ہے تمام اولیا علما صلحا فساق

marfat.com
Marfat.com

وکفار کا نفس امارہ پر ورود واسطہ ہے اور نفس امارہ میں خواہشات نار ہے قدم طبیعت سے ہاویہ نفس پر اُن سب کا ورود ہے، جب دنیا میں بندے کا عمل بُرا ہو تو آخرت میں رب تعالیٰ کا عمل بھی اُن کے ساتھ بُرا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فعل اور اختیار کے مقابلے میں انہیں کوئی اختیار حاصل نہیں بندوں کو صرف اُن کی حیاتِ دنیوی کا عملی اختیار ہے آخرت میں یہ بھی نہ ہوگا۔ اسی دنیوی اختیار کی وجہ سے بندے گناہوں نفسانی خواہشوں میں اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں اس لیے وہ نکمے اور غافل ہو جاتے ہیں اور آخرت کے قانون وشرعی احکام حلال وحرام کی پابندی نہیں کرتے حدیثِ پاک میں ہے کہ بارگاہِ جمالِ قدس میں وہی بندے محبوب ہیں جو لوگوں کو رب تعالیٰ کی محبت میں ہمہ تن وہمہ وقت سرشار کر دیں اور محبوب وعاشق بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں یہی خیر خواہی ہے اور یہی سچی عبادت و پاکیزہ زندگی ہے حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے کہ جب بندے پر میرا کام غالب آجاتا ہے تو میں اُس کی توجہ اور لذت اپنے ذکر لذیذ پر مرکوز کر دیتا ہوں اور جب اس کی توجہ ولذت کا مرکز میرا ذکر بن جاتا ہے تو وہ میرا عاشق ہو جاتا ہے اور میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں اُس وقت درمیانی سب حجابات اٹھا دیتا ہوں یہی بندۂ عارف کی نماز معراج ہوتی ہے۔ ایسا بندہ کبھی غافل نہیں ہوتا یہی لوگ عالم ازلی کے خزانہ میں انہیں کے طفیل دنیا کے غافلوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ

پھر بچالے جائیں گے ہم اُن گزرنے والوں کو جو متقی بنے رہے اور پھینک چھوڑیں گے ہم تمام ظالموں کو

پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے

فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

اس جہنم میں گھٹنوں کے بل۔ اور جب کبھی تلاوت کی گئیں ان کے سامنے ہماری آیتیں

گھٹنوں کے بل گرے۔ اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی

marfat.com
Marfat.com

بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

کھول کر ان لوگوں نے جو کافر تھے ان لوگوں سے جو مومن ہوئے

ہیں کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں

اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ

کہ (غور کرلو) ہم دونوں گروہوں میں سے کون اچھا ہے رہائش کے اعتبار سے اور خوبصورت

کون سے گروہ کا مکان اچھا اور مجلس

نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ

رونق والا ہے محفلوں کے اعتبار سے اور کتنی ہی پوری پوری بستیوں کو ہلاک کردیا ہم نے ان سے

بہتر ہے ۔ اور ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپا دیں

هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ

پہلے ایسے علاقوں سے جو زیادہ خوب صورت تھے سامان اور ظاہری دکھاوے میں ۔ فرمادو کہ جو شخص

کہ وہ ان سے بھی سامان اور نمود میں بہتر تھے ۔ تم فرماؤ جو

فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ

رہے گمراہی میں تو اللہ رحمٰن اس کو ڈھیل ہی دیتا رہے لمبی ڈھیل دینا

گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن خوب ڈھیل دے

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ

یہاں تک کہ جب یہ لوگ دیکھیں اس کو جس کی وجہ سے یہ وعید میں سنائے جارہے ہیں یا دنیوی عذاب

یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تو عذاب

marfat.com
Marfat.com

وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ

یا موت کے بعد کی ساعتیں تو وہ عنقریب بہت جلدی جان جائیں گے کہ کون ہوا خراب

یا قیامت تو اب جانیں گے کہ کس کا بڑا درجہ

مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

جگہ اور سب سے کمزور جتھے والا

ہے اور کس کی فوج کمزور

تعلقات ان آیات پاک سے سابقہ آیت مبارکہ کا چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں ہر انسان نیک و بد کا جہنم کے پل کے اوپر سے گزرنے کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیات میں لوگوں کے چھانٹے جانے کا ذکر ہے کہ اہل ایمان متقین کو پار اتار کر بچا لینے کا ذکر ہے اور مجرموں کے پل پر سے نیچے گھٹنوں کے بل گر پڑنے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کے شیعوں اور فرقوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں کافر بننے کا طریقہ بیان کیا جا رہا ہے کہ کس طرح اچھا خاصا انسان کافر بن جاتا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کافر شیعوں اور گروہوں کا ذکر ہوا اب بتایا جا رہا ہے کہ دنیا میں کوئی گروہ یقینی زبان سے نہیں کہتا کہ میں برے دین پر ہوں سب اپنے آپ کو سب سے اچھا ہی سمجھتے ہیں مگر عنقریب بروز قیامت جان لیں گے اور پھر پچھتائیں گے جب پچھتانا کام نہ آئے گا۔

تفسیر نحوی ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۔

ثم حرف عطف۔ علماء نحو ان آیات کی ترکیب میں فرماتے ہیں کہ نُنَجِّي سے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ (۷۲ آیت ۷۲) تک سب جملے عطف کی لڑی میں منسلک ہیں نُنَجِّي۔ باب تفعیل کا فعل مضارع مستقبل حروف جمع متکلم نجّی ناقص یائی سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تَنْجِيَةٌ بمعنی نجات دینا بچا لینا متکلم کی ضمیر نون شدہ اس کا فاعل ہے۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر اتَّقَوْا باب افتعال کا ماضی مطلق معروف جمع مذکر حاضر تُتَّقُوْا سے مشتق ہے دراصل تھا اِتْقَوُوا پھر تعلیل کر کے مادہ مصدر کی اصلی پہلی واؤ کو کوئی

marfat.com
Marfat.com

بنایا اُثقِیُوا ہوا پھری بہ ضمۂ ثقیل ہوا تو ی کو گرا دیا اور قاف کا فتحہ بحال رکھا تاکہ صیغہ امر کی مُلابست نہ ہو ہُمْ ضمیر پُر شیدہ اس کا فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مفعول یہ ہے نجی کا وہ سب جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ نَذَرُ باب سَمِعَ کا فعل مضارع مستقبل جمع متکلم وَذْرٌ سے مشتق ہے دراصل تھا نَوْذِرُ واؤ مثقیل کو گرا دیا گیا یعنی حقارت اور نفرت سے چھوڑ دینا پڑا رہنے دینا۔ توجہ نہ کرنی اس کا فاعل پُر شیدہ ضمیر جمع متکلم اَلظّٰلِمِیْنَ اسم جمع مذکر سالم اس کا واحد ہے ظَالِمٌ باب ضَرَبَ سے ہے ظُلْمٌ سے مشتق ہے بمعنی نقصان کرنا یہاں مراد ہے کفر کرنا اس میں الف لام استغراقی یعنی تمام ظالم (کافر) یہ ذوالحال ہے جِثِیًّا اس کا حال ہے معنی ہے گھٹنوں کے بَل یا بمعنی جمیعاً جَثُوٌّ سے بنا ہے جُثُوٌّ وَجُثِیٌّ دونوں مل کر مفعول یہ نَذَرُ باقی جارّہ ظرفیہ مکانیہ حاضیر واحد مؤنث کا مرجع جہنم یہ جار مجرور متعلق نَذَرُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا یہ دونوں مل کر سابقہ عطف سے مل گیا۔ واؤ سَیر جملہ اِذَا حرف ظرفیہ زمانی شرطیہ۔ تُتْلٰی۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع مجہول واحد مؤنث غائب تِلَاوَۃٌ سے مشتق ہے بمعنی پڑھنا دیکھ کر یا حفظ سمجھ کر یا بلا سمجھے ہر وہ عبارت جس کو احترام ادب اور اطاعت کے لیے پڑھا یا پڑھ کر سنایا جائے اس پڑھنے کو عربی میں تلاوت کہتے ہیں وہ عبارت خواہ دینی ہو یا دنیوی اچھی ہو یا بری مذہبی علم ہو یا بادشاہی۔ یہ لغوی معنی بسورۃ نقرہ میں ہے ۔۔ مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ میں یہی لغوی معنی ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں حرف قرآن مجید یا پہلے زمانوں میں توریت زبور انجیل وغیرہ کتب آسمانیہ کے پڑھنے کو تلاوت کہا جاتا ہے۔ مطلقاً پڑھنے کو عربی میں قرءت کہا جاتا ہے تلاوت اور قرءت میں نسبت عام خاص مطلق ہے۔ عربی میں نسبتیں چار قسم کی ہیں ۱ نسبتِ تساوی ۲ نسبتِ تباین ۳ نسبتِ عام خاص مطلق ۴ نسبتِ عام خاص من وجہ عَلَیْہِمْ علیٰ حرف جر بمعنی عِنْدَ ھُمْ ضمیر کا مرجع اَلنَّاس استغراقی۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تُتْلٰی کا آیٰتُنَا ہماری آیتیں۔ یہ مرکب اضافی نائب فاعل ذوالحال ہے بَیِّنٰتٌ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد مؤنث ہے بَیِّنَۃٌ اور مذکر ہے بَیِّنٌ صفت مشبہ ہے بروزن فَعِلٌ صَرَفَ بمعنی عقلاً ظاہر چیز ۲ محسوساً ظاہر چیز مراد ہے عقلی دلیل اور محسوسی دلیل جو قرآن مجید کی طرز بیانی سے ظاہر ہوں خواہ عبارۃ النص ہو یا دلالۃ النص یا اقتضاء اشارۃ النص ہو یہ بحالت فتحہ ہے حال ہے اٰیٰتُنَا کا یا حال ہے تلاوۃٌ مصدر کا۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں پہلی ترکیب ہے اور ہمارے ترجمہ میں دوسری ترکیب ہے۔ دونوں مل کر نائب فاعل ہوا۔ تُتْلٰی سب سے مل کر جملہ انشائیہ فعلیہ ہو کر ظرفی شرط ہوا۔ قَالَ فعل ماضی مطلق۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر کفروا فعل ماضی جمع مذکر غائب ہُمْ پُر شیدہ ضمیر اس کا

marfat.com
Marfat.com

فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہیں اَلَّذِیْنَ موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل ہوا قَالَ کا۔ لام حرف جر متعدی مفعول بنانے والا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول اُسْتُؤْفِلَ فعل بافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مجرور ہوا جارہ مجرور متعلق ہے قَالَ اپنے فاعل اور اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَیُّ اسم استفہامی مضاف ہے اَلْفَرِیْقَیْنِ اسم تثنیہ مراد ہیں دنیا کے دو بڑے گروہ مسلمان اور کافر مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مبتدا ہوا۔ خَیْرٌ اسم حاصل مصدر ضمیر ہے مُفَاضًا اسم ظرف مذکر باب نَصَرَ سے در اصل تھا مُفْوَضًا۔ واؤ پر فتحہ (زبر) بوجھل تھا لہٰذا مَا قبل فی کو دیا اب واؤ پہلے مرکب ما قبل اب مفتوح لہٰذا واؤ کو الف سے بدل دیا۔ یہ تمیز ہے خَیْرٌ کی یہ دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَحْسَنُ اسم تفضیل واحد مذکر ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ممیز ہے۔ نَدِیًّا۔ اسم صفت مشبہ بروزن فعیل در اصل تھا نَدِیْیٌ۔ نَدْیٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی پکارنا بلانا۔ مبالغے کے طور پر مجلس اور محفل کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں ایک دوسرے کو پکارنے والے بہت ہوتے ہیں مراد ہے چاریاری کی رونقی محفلیں۔ اسی سے ہے مُنَادِی۔ نُدَدِی۔ اس کی جمع اَنْدَادٌ۔ اَنْدِیَۃٌ ہے یہ تمیز ہے ھُوَ پوشیدہ ممیز اپنی اس تمیز سے مل کر فاعل ہوا اَحْسَنُ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا خَیْرٌ کا دونوں مل کر خبر مبتدا۔ اَیُّ مبتدا اپنی خبر سے مل کر۔ جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جزاء مضمر فی ہوئی دونوں مل کر جملہ ظریفہ شرطیہ ہو گیا۔ وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ ھُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْیًا۔ واؤ سیر جملہ۔ کَمْ۔ مقداری اسم خبریہ۔ بمعنی بہت سی خیال رہے کہ کَمْ ہمیشہ تمیز ہوتا ہے اور دو قسم کا ہے واؤ کَمْ سوالیہ یہ مقدار و کیفیت کا سوال کرتا ہے واؤ کَمْ خبریہ۔ یہ مقدار کی خبر دیتا ہے معین یا غیر معین یہاں غیر معین مقدار کی خبر ہے۔ کم سوالیہ کی تمیز اسم منصوب ہوتا ہے کبھی ظاہر کبھی پوشیدہ کم خبریہ کی تمیز ہمیشہ اسم مجرور ہوتا ہے مِنْ جارہ سے۔ یہ تمیز کبھی ظاہر ہوتی ہے کبھی پوشیدہ ایسے ہی اس کا مِنْ کبھی ظاہر کبھی پوشیدہ۔ یہاں تمیز پوشیدہ ہے۔ در اصل تھا کَمْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنَا۔ کم تمیز اس کی تمیز قَرْیَۃٍ پوشیدہ ممیز تمیز مل کر مفعول بہ مقدم ہوا۔ اَھْلَکْنَا۔ باب افعال کا ماضی معلوم مع جمع متکلم قَبْلَ اسم ظرف زمانی مضاف ہے ھُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب ظرف ہوا۔ مِنْ حرف جر بعضیہ کا۔ قَرْنٍ اسم مفرد نقلی معنی جمع اس لیے اس کی صفت ھُمْ ضمیر جمع آئی۔ ھُمْ مبتدا اَحْسَنُ اسم تفضیل مذکر ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع قَرْنٍ نقلی واحد یہ تمیز اَثَاثًا اسم مفرد نکرہ بمعنی دولت ساز و سامان معطوف علیہ واؤ عاطفہ رِءْیًا۔ اسم حاصل مصدر بمعنی ظاہری دکھلاوا معطوف ہے دونوں عطف مل کر تمیز ہے اَحْسَنُ کی جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ھُمْ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر

marfat.com
Marfat.com

صفت ہے قُرن کی یہ جار مجرور متعلق ہے۔ اَھْلَکْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ قُلْ مَنْ کَانَ فِی الضَّلٰلَةِ فَلْیَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿قُلْ﴾

مَنْ فعل باقاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر قول ہوا۔ مَنْ اسم موصول اسم موصول غیر عقل والوں دناطقوں کے لیے ہے اس کے ساتھ تو غیر ناطق (حیوانات۔ جمادات وغیرہ) شامل ہو سکتے ہیں مگر مستقلاً نہیں۔ یہ اصلاً موصول ہے مگر کبھی شرط اور کبھی سوال کبھی نفی کبھی صفت کے لیے بھی مستعمل ہے یہ اکثر ساکن مجزوم ہوتا ہے۔ اگر متحرک کیا جائے تو نون کو کسرہ آتا ہے یہاں شرطیہ ہے۔ کَانَ فعل تامہ هُوَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع مَنْ ہے فی الضَّلٰلَةِ جار مجرور متعلق ہے۔ کَانَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہوکر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر شرط ہوئی فَ۔ جزائیہ یَمْدُدْ باب نَصَرَ کا فعل امر غائب معروف واحد مذکر مَدٌّ سے مشتق ہے یعنی ڈھیل دینا دراز کرنا۔ لمبی عمر دینا۔ کھینچنا یہاں پہلے معنی ہیں۔ بددعائیہ جملہ ہے۔ لَهُ۔ جار مجرور متعلق ہے الرَّحْمٰنُ فاعل ہے۔ فعل امر سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ معطوف علیہ حَتّٰی حرف عطف اِذَا ظرفیہ زمانیہ شرطیہ رَاَوْا باب ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب رَاْیٌ۔ مَهْمُوْزُ العین اور ناقص یائی سے مشتق ہے یعنی آنکھوں سے بغور دیکھنا۔ هُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے وہی مَنْ ہے سب اِفراد تما اسم موصول غیر عقل والوں کے لیے ہوتا ہے یُوْعَدُوْنَ باب افعال کا مضارع مجہول جمع مذکر غائب هُمْ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع وہی مَنْ کے استغراقی افراد۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر صلہ مَا کا موصول صلہ مل کر مُبْدَل مِنْہ۔ اِمَّا حرف عطف زائدہ صرف تاکید کے لیے اَلْعَذَابَ معطوف علیہ واؤ زائدہ تحتیہ۔ اِمَّا۔ حرف عطف اختیاری وَالسَّاعَةَ اسم مفرد جامد معرف بمعنی زمانہ۔ وقت یعنی ساعتیں بعد موت سے تا قیامت۔ معطوف ہے یہ سب عطف بَدَل البعض ہوا مَا بدل اُکل۔ مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ کفار کو صرف عذاب دنیوی کی ہی وعید نہیں ان کو تو بے شمار وعیدیں جن میں ایک یہ بھی ہے دونوں مُبْدَل مِنْہ اور بَدَل مل کر مفعول بہ ہوا رَاَوْا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر ظرفی شرط ہوا۔ فَ جزائیہ سَیَعْلَمُوْنَ حرف تقریبی۔ یَعْلَمُوْنَ۔ باب فتح کا مضارع اور جمع مذکر غائب عِلْمٌ سے مشتق ہے یعنی جاننا علم رکھنا۔ جان جانا۔ هُمْ ضمیر پوشیدہ فاعل کا مرجع وہی مَنْ کَانَ ہے۔ مَنْ اسم موصول هُوَ مبتدا شَرٌّ اسم مفرد جامد مذکر یعنی نقصان دہ۔ قابل نفرت۔ خباثت والی۔ برائی والی یہاں سب معنی مناسب ہیں یہ ممیز ہے مکاناً۔ اسم ظرف واحد مذکر کَوْنٌ تامہ سے مشتق ہے یعنی رہنے کی جگہ یہ تمیز

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ یہ ممیز تمیز مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَضْعَفُ۔ اسم تفضیل۔ ضُعْفٌ سے مشتق ہے۔ یعنی لاغر کمزور گھٹیا، بیکار۔ فضول یہاں پہلے معنی مراد ہیں ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے مَنْ۔ یہ ھُوَ پوشیدہ ممیز ہے۔ جُنْدًا۔ اسم جامد مفرد۔ لغوی ترجمہ ہے پتھریلی سخت زمین۔ اصطلاحی ترجمہ مضبوط گروہ، قبیلہ لشکر۔ فوج۔ جتھہ۔ اَضْعَفُ جُنْدًا۔ اجتماعِ ضِدَّین ہے اس لیے کہ جُنْدٌ ہے ان کفار کے گمان یا دنیا میں اور اَضْعَفُ ہے حقیقت میں اور آخرت میں یہ تمیز ہے۔ دونوں ممیز تمیز مل کر فاعل ہے اَضْعَفُ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر خبر مبتدا۔ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ مَنْ موصول صلہ مل کر مفعول بہ یَعْلَمُوْنَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی۔ اِذَا رَاَوْا کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر معطوف فَسَیَعْلَمُوْنَ کا۔ دونوں مل کر جزا مَنْ کان کی شرط و جزا جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ ہوا قُلْ کا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ۝ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِیًّا ۔ اے پیارے حبیب، پھر ہم پل صراط سے گزرنے والوں میں ان خوش نصیبوں کو بچالے جائیں گے جو اپنی ساری دنیوی زندگی میں کفر یہ شرکیہ اعمال اور کفریہ شرکیہ عقائد سے بچتے نفرت کرتے رہے۔ اور جنہوں نے ہر قسم کی گندگی غلاظت نجاست بدعت سیئہ گناہی بے ادبی کی پلیدیوں سے اپنے آپ کو پاک وصاف رکھا اور لیکن جن لوگوں نے اپنی زندگی بھر کفر شرک گستاخی بے ادبی کا ظلم کیا ان بدبختوں کو ہم وہیں پل صراط سے جہنم کے اندر ہمیشہ کے لیے پھینک چھوڑیں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے رہیں ذلتوں رسوائیوں کے ساتھ تمام کے تمام ایک دم ایک ہی جگہ جِثِیًّا اکٹھے جِثِیًّا کا معنی جَمِیْعًا یعنی اکٹھے اور سب کے سب بھی کیا گیا ہے۔ اور دنیا میں ایسے مغرور و متکبر لوگ بھی ہیں اور ہوتے رہیں گے کہ جب ان کے سامنے ہمارے کلام کی آیتیں کھول کھول کر صاف بیان کی جائیں۔ امر نہی۔ استحباب حرام وحلال شرک وبدعت کفر وطغیان عذاب وثواب جنت و دوزخ کی جزاء وسزا۔ عتاب وعقاب واضح سنایا جائے تو بجائے عبرت لینے نصیحت پکڑنے کے بکبر و غرور سے کافروں نے اہل ایمان سے یہی سوال کیا کہ اے غریبو فقیرو بیکس محتاجو مسلمانو۔ اپنے آپ کو اللہ کا پیارا محبوب سمجھنے والو ہمیں یہ بتاؤ کہ آج دنیا میں دونوں جماعتوں۔ گروہوں۔ ٹولوں یعنی ہم اور تم کافر اور مومن میں۔ اپنے اپنے مقام۔ مکان۔ مرتبے۔ درجہ شان وشوکت عزت واکبرو مال و دولت میں کون اچھا اور بھلا ہے ہم لوگ جو تمہارے نبی قرآن وحدیث شریعت اور دین

marfat.com
Marfat.com

کو نہیں مانتے یا کہ تم اور تمہارے نبی کے تمہارے ساتھی جو اللہ کے پیارے ہونے کا دعویٰ کرتے پھر رہے ہو۔ اسی طرح مجلس و محفل۔ گروہ جتھے جماعت افراد۔ نوکر چاکر خدام قوت و طاقت آرائش پیراستگی کے اعتبار سے بھی کون اچھا اور خوب صورت ہے اے مسلمانو کیا تم اس پر بھی غور نہیں کرتے کہ ہم عزت و دولت والے تم غربت اور ذلت والے ہم کثرت والے تم قلت والے ہم خوشبوؤں خوب صورتی والے تم بدبو و بدصورتی والے ہم سرداری والے تم محتاجی والے ہم عیش و آرام والے تم تنگ دستی و پریشانی والے کیا تم اسی حالت و کیفیت سے اندازہ نہیں لگا لیتے کہ ہم سچے ہیں تم جھوٹے ہو ہم حق پر ہیں تم باطل ہو۔ ہم اللہ کے پیارے اور محبوب ہیں نہ کہ تم۔ بخی کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ جب پل صراط پر مومنین پہنچ جائیں گے تو جہنم سے بہت قریب ہوں گے گویا کہ جہنم کے اندر ہیں۔ مومن کو ذرہ بھی گرمی نہ لگے گی وہ نور کے غلافوں میں ہوں گے اور جہنم چیخے گی کہ اے مومن جلدی گزر جا تیرے نور نے میری تپش کو کم کر دیا۔ محققین فرماتے ہیں کہ پل صراط پورے جہنم کی لمبائی پر قائم ہے اور اس پر سے گزرنے والے بجلی کی رفتار سے گزرنے کے باوجود چھ ماہ کے عرصہ میں پار اتریں گے چھ ماہ تک گزرتے رہیں گے وَاِذَا تُتْلٰی یعنی روشن اور واضح آیتیں پڑھی جائیں یا وہ خود کبھی پڑھیں یا وہ کافر لوگ اپنے کافروں میں بیٹھ کر بحث و مباحثے تبصرے اور مذاق بازی کے لئے پڑھ کر ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ بَیِّنٰتٍ۔ وہ آیتیں خود ہی واضح اور روشن ہیں یا کھول کر وضاحت سے سنائی جاتی ہیں۔ ہمارے نبی سناتے ہیں اور اُن سے سن کر عُلَمَاءِ اَوْلِیَا صحابہ سناتے ہیں یا تابعین سناتے رہیں گے اور کفار اسی طرح منکر ہوتے رہیں گے۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے مراد عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل۔ ولید بن مغیرہ نضر بن حارث وغیرہم سردارانِ مکہ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد فقراءِ صحابہ بلال عمار۔ خباب۔ سلمان فارسی وغیرہم۔ مقاماً میں تین چیزیں ہیں (۱) سامان (۲) لباس (۳) مجالس کفار کا اٹھنا بیٹھنا روس میں۔ چلنا پھرنا غرور میں۔ پہننا اوڑھنا غیور میں۔ غربا و مومنین کا سامان میں خشونت۔ لباس میں شاشت مجالس میں قشافت۔ یعنی سکون میں رہنا شعور میں چلنا اور صبور میں پہننا۔ مقاماً سے مراد شان و درجہ مرتبہ۔ نَدِیًّا سے مراد مجلسیں اجتماعات جتھہ گروہ۔ کفار کی یہ احمقانہ باتیں اور ظاہر پرستی اس لیے تھی کہ وہ آیت کے جواب سے عاجز تھے اپنی خفت مٹانے کے لیے ایسی بیہودہ باتیں کرتے تھے اُن کے جواب میں فرمایا گیا۔ وَکَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا۔ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ

marfat.com
Marfat.com

مَدًّا حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا - اس دنیا میں کون ناز کر سکتا ہے اپنے مال و دولت حسن و جوانی آل و موالی دوستی رشتے داری پر یہاں تو ہر ایک کو ہی فنا ہے اور ناز و غرور کرنے والے کفار سے پہلے کتنے ہی قرن قبیلے۔ قوم و افراد۔ نمرود و شداد۔ فرعون و ہامان کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا وجود و شہود بھی مٹ گیا یہ کفار مکہ اپنے معمولی سے مال و دولت خاندان و گروہ پر یہ ہودہ مجلسوں محفلوں پر اکڑے پھرتے ہیں وہ پہلے فنا شدہ لوگ تو اپنے کہیں زیادہ اونچے اور اچھے دولت مند رئیس اور حکومت قوت و ساز و سامان والے تھے۔ اور ظاہراً دیکھنے میں بھی خوب صورت قد کاٹھ والے شان و شوکت رعب داب والے اور ستھرے چہرے والے تھے۔ ان سرکشوں ظالموں کو ان کا کوئی جتھہ گروہ لشکر دولت جمال و حسن ہمارے عذاب و غضب سے نہ بچا سکا تو یہ کس گھمنڈ میں پھولے پھرتے ہیں۔ اے خلق عالمین کے محبوب و مطلوب سنا دیجئے کافرین کو سمجھا دیجئے مومنین کو کہ ہم تو چاہتے ہیں جو بد بخت اتنے سنانے سمجھانے عزت دلانے سب کچھ بتانے کے باوجود ضد اور ہٹ دھرمی سے گمراہی اور کفر و غفلت میں ہی رہے سیدھے رستے پر نہ مڑے تو ہمارا رحمٰن و رحیم اللہ تعالیٰ اس کو سدا گمراہی میں رکھے کبھی بھی توفیق خیر نہ بخشے اور اس کو گستاخیوں سرکشیوں گناہوں پلیدیوں کی ڈھیل ہی دیتا رہے۔ یہاں تک کہ ایسے بد نصیب بیوقوف گمراہ لوگ جب دیکھ لیں اس تنگی و سختی شدت و حدت کو جس کی آج یہ وعیدیں سنائے جا رہے ہیں اور جس کے وعدے ان کو دئے اور ان سے کئے جا رہے ہیں۔ یا عذاب دنیوی ملکی شکست قید و قتل، انتقام و قتال کی شکل و حالت و کیفیت و نوعیت میں ہوگا یا وہ سختی میدان قیامت حشر و نشر اور دخول جہنم میں ہوگی۔ تب عنقریب یہ لوگ جان لیں گے کہ کون فنا۔ دنیا میں خباثت حماقت ذلت نفرت اور برائی کی جگہ میں برے کفار و مشرکین یا غرباء مومنین صالحین۔ اور ان دونوں فریقین میں سے کون سا گروہ سب سے زیادہ انتہائی بدترین کمزور ضعیف گروہ اور لشکر والا ہے۔ خیال رہے کہ دنیا میں کفر کی ڈھیل بھی بتدریج ہے اور ہدایت کی رہنمائی بھی بتدریج ہے اِمَّا الْعَذَابَ جیسے مراد بہا دونوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کی تباہی بربادی دنیوی جنگوں میں ہلاکت ذلت قید و موت اور اِمَّا السَّاعَةَ سے مراد اخروی عذاب یا قبر کا عذاب کیونکہ جس کی موت ہو گئی اس کی قیامت شروع حشر اور جہنم کا ابدی عذاب و سزا ہے۔ یہ فقرہ اور جملہ مَا نَافِعَةُ الْخُلُوِّ ہے نہ کہ مَانِعَةُ الْجَمْعِ یعنی دونوں جمع ہو سکتے ہیں دونوں ختم نہیں ہو سکتے۔ تو حق کا لغوی معنی ہے زمانہ مگر یہاں مراد ہے

marfat.com
Marfat.com

زمانے والے اس لیے کہ اہلِ زمانہ زمانے سے ملے ہوتے ہیں۔ قرن کا نحوی اشتقاقی ترجمہ ہے ملنا ملا ہوا ہونا۔ اَثَاثًا سے مراد مال و اسباب ہر طرح کا سامان۔ رِءْیًا سے مراد جسمانی خوب صورتی چہرے کا حسن ہے۔ اَعْنِفُ جُنْدًا۔ سے مراد یا یہ کہ میدانِ محشر میں کفار کے ساتھ کوئی لشکر یا لشکری قوت جتھہ گروہ اور حمایتی ہوگا ہی نہیں یا وہ ساتھی جن کو یہ کفار دنیا میں اپنا ساتھی حمایتی دیوی دیوتا سمجھتے تھے میدانِ محشر میں ان کے دشمن اور مخالف ہوں گے اور خود بھی بندھے جکڑے ہوں گے ۲ یا یہ مراد ہے کہ دنیا میں کفار کے ساتھ ابلیس شیطان اور شیاطین جنات ہوتے ہیں مگر انتہائی کمزور بزدل بھگوڑے صرف مشورہ دے کر ورغلا کر ذلیل کرا سکتے ہیں مگر مدد نہیں کر سکتے جس طرح کہ جنگ بدر میں ہوا کہ ابلیس نے۔ شیخ نجدی بن کر کفار کو میدانِ جنگ تک پہنچا تو دیا مگر ان کے ساتھ جنگ و قتال میں شامل ہو کر مدد نہ کر سکا۔ بلکہ قریب پہنچا کر خود بھاگ نکلا اور کفار کو تن تنہا بے یار و مددگار چھوڑ گیا۔ لیکن مومنین کے ساتھی ملنکہ ہر موقع پر اہلِ ایمان کے مددگار ہوئے یہاں یہی بیان فرمایا جا رہا ہے کہ متقی مومن۔ اور کافر میں یہ فرق ہے۔ معتزلہ فرقہ کہتا ہے کہ مومن وہ ہے جو تمام گناہوں سے بچے۔ اہل سنت کے نزدیک مومن وہ ہے جو کفر و شرک اور گستاخی بے ادبی و بدعتِ سیئہ سے بچے کہ یہ کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ اور متقی وہ ہے جو گناہوں سے بچے۔

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ دنیوی زندگی میں سب سے بڑی مصیبت شر ہے قتل۔ قید ذلت شر دنیا ہے۔ قبر۔ حشر جہنم کا عذاب شرِ آخرت ہے۔ دنیوی شر کے اسباب فسق و فجور اور آوارگی ہے اُخروی شر کے اسباب کفر شرک اور نفاق ہے مسلمانوں کو ان آیت میں ان دونوں قسم کے شرور سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے یہ فائدہ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ کے بعد۔ اِمَّا الْعَذَابَ (الخ) اور شَرٌّ مَّكَانًا۔ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ گناہوں اور گستاخیوں سے شکل و صورت بدصورت اور منحوس ہو جاتی ہے چہرے کی رونق تر و تازگی مٹ جاتی ہے۔ یہ فائدہ كَمْ اَهْلَكْنَا (الخ) اور اَثَاثًا وَّرِءْيًا فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو خوب صورتی پر دنیوی عذاب آگیا اور اس کو بدصورتی میں بدل دیا۔ اسی طرح تا قیامت گستاخوں بے ادبوں بدعقیدوں پر یہ دنیوی عذاب آتا ہی رہے گا۔ حضرت حکیم الامت نعیمی بدایونی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شکل دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ یہ کس فرقہ سے ہے کیا عقیدہ ہے۔ اِمَّا الْعَذَابَ کا معنی یہ بھی ہے کہ چہرے

marfat.com
Marfat.com

کی محسوست دشت دنیوی عذاب ہے۔ تیسرا فائدہ مسلمانوں کو یہاں یہ سمجھایا جارہا ہے کہ دنیوی سج دھج ٹیپ ٹاپ عیش وآرام کو آخرت کی نجات کا ذریعہ اور دلیل بنانا کفار کا طریقہ مذمومہ ہے۔ دنیا کے مال و دولت سلطنت وحکومت ملنا اللہ تعالیٰ کے پیارے ہونے کی دلیل نہیں ہے بہت اُمرا وسلاطین کافر گزرے اور بہت سے نقرا اور غریب انبیاء علیہم السّلام ہوئے یہ فائدہ اور سبق اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ کی پوری آیت سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اِن آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ ہر مسلمان کو ہر طرح کی حرام کمائی آمدنی حرام غذا وغیرہ سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ شرعی ممانعت کے علاوہ حرام چیزوں کا دنیوی نقصان یہ بھی ہے کہ جس طرح گناہوں سے انسان کے چہرے اور جسم پر نحوست اور پھٹکار چھا جاتی ہے اسی طرح حرام غذاؤں سے انسان کے باطن میں تین برائیاں اور بد خصلتیں پیدا ہوجاتی ہیں ۱ حسد ۲ غرور ۳ نفاق۔ یہاں تک کہ بندہ کفر تک پہنچ جاتا ہے۔ حلال روزی اور حلال طیب روزی سے عاجزی۔ ہدایت۔ اور خوفِ الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ (الخ) کی پوری آیت سے مستنبط ہوا جس میں بتایا گیا کہ کفار اپنی دولت کی بنا پر کس طرح مغرور اور اکڑے پھرتے ہیں یہ سب حرام اور ناجائز کمائیوں کی وجہ سے ہے ورنہ ایسی سرکشی اور مغرورانہ باتیں حلال چیزیں کھانے استعمال کرنے والے میں نہیں آتیں۔ دوسرا مسئلہ آدابِ تلاوت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآنِ مجید کو اِس انداز سے پڑھنا چاہئے کہ سننے والے کو بہت شاندار طریقے سے کلامِ پاک کا ہر ہر لفظ سمجھ آتا رہے اس طرح تیز پڑھنا کہ بیخبر یَعْلَمُوْنَ۔ تَعْلَمُوْنَ کے کچھ سمجھ نہ آئے سخت گناہ ہے جیسا کہ بعض حافظ لوگ تراویح یا شیرینی میں پڑھتے ہیں۔ یہ منع ہے۔ یہ مسئلہ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ کی ایک تفسیر نحوی سے مستنبط ہوا۔ جب کہ بَیِّنٰتٍ کو تُتْلٰی کے مصدر تِلَاوَۃٌ کا حال یا صفت بنائی جائے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اس طرح صاف صاف تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ کفار بھی ہر لفظ سمجھ جاتے تھے۔ تیسرا مسئلہ۔ صرف ظاہری نوعیت اور کیفیت میں کفار اور کفار کی چیزوں عادتوں کی تعریف کرنا جائز ہے مگر عقیدت یا محبت کے لہجہ میں یا اُن کے اقوال وافعال وخصائل کو نیکی سمجھنا اور کہنا منع ہے۔ یہ مسئلہ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْیًا سے مستنبط ہوا کہ کفار کی اشیا اور ظاہری حسن وجمال کی تعریف کی گئی مگر نیکی ہونے کی اَھْلَکْنَا کے ارشاد پاک کے ذریعے نفی کی گئی کیونکہ کسی نیکی کو ہلاکت دفنا نہیں ہوتی۔

marfat.com
Marfat.com

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ جب مومنین کو جہنم میں عذاب ہی نہ ہو تکلیف بھی نہ ہو تو پھر دخول جہنم کا کیا فائدہ؟ جواب۔ جن لوگوں کا یہ قول ہے وہ یہ جواب دیتے ہیں کفار کی ذلت اور مومنین کی عزت بڑھانے کے لیے کہ جب کفار مسلمانوں کو تکلتے دیکھ لیں گے اور خود کو جہنم میں پڑے ہوئے تو ان کی حسرت و ذلت زیادہ ہوگی اور مسلمان کی شان و عزت۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں ثُمَّ (الخ) کے ارشاد سے ثابت ہو رہا ہے کہ مومنین بھی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ حالانکہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا۔ یہ تعارض کیوں ہے۔ یعنی پہلی آیت میں یہاں فرمایا گیا کہ پھر ہم مومنوں کو بچا لیں گے۔ پہلے سب دوزخ میں جائیں گے۔ لیکن دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ ایمان والے جہنم سے اتنے دور رکھے جائیں گے کہ اس کا معمولی آواز بھی نہ سنیں گے۔ جواب۔ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا میں هَا ضمیر کا مرجع جہنم نہیں بلکہ عذاب ہے۔ یعنی جہنم میں داخلے کے باوجود ان کو کوئی تکلیف نہ ہوگی نہ وہ کفار کو عذاب ہوتا دیکھیں گے نہ عذاب کی آواز سنیں گے۔ جہنم کی گرمی کی تپش اور آگ اُن پر ٹھنڈی ہو جائیگی آگ کا ٹھنڈا ہونا تو دنیا میں بھی ثابت ہے مثلاً ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

حکایت تفسیر روح البیان اور انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ نمرود نے جب دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام آگ میں بڑے مزے سے بیٹھے ہیں انہیں کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ تو اس کو شک گزرا کہ کہیں یہ آگ جادو کی تو نہیں۔ اس کی تصدیق کے لیے نمرود نے قریب کھڑے ہوئے ایک درباری کو پکڑ کر اسی طرح گھمانی کے ذریعے بالکل ابراہیم علیہ السلام کے قریب پھینکوا دیا۔ وہ ایک دم جل کر راکھ ہو گیا۔ یہ وہی درباری تھا جس نے آگ جلانے کا مشورہ دیا تھا اور سب سے پہلے آگ لگائی تھی۔ یہ بات کوئی تعجب خیز نہیں کہ ایک جہنم میں اسی جگہ کفار جہنم میں جل رہے ہیں مگر مومن آرام سے کھڑا ہے یا گزر رہا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں مشہور ہیں مثلاً قوم موسیٰ کے قبطی ایک ہی پیالے سے پانی پیتے وہ خون بن جاتا پھر اسی سے بنی اسرائیلی پیتا تو خالص پانی ہوتا۔ بلکہ یہاں تک کہ اسرائیلی اپنے منہ میں دودھ یا پانی لے کر قبطی یا فرعون کے منہ میں کلی کرتا تو وہ اس کے منہ میں پہنچ کر خون بن جاتا۔ قبر میں عذاب بھی ایسا ہی ہے کہ مومن کی قبر میں جنت کی ہوائیں اور راستہ پڑے کافر کی قبر میں عذاب۔ یا اگر ایک ہی قبر میں کافر مومن کو دفن کر دیا جائے تو وہی قبر کافر کی جہنم اور مومن کی جنت ہو جاتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر صوفیانہ

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ۔ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ۔ پھر ہم اپنے انعاماتِ سرمدی کے توسل سے نجاتِ ابدی عطا فرمائیں گے تجردِ عشق کے مقصود و مطلوب والی منزل کے طریقِ عدالت میں سلوکِ توحید کی طرف اُن طالبانِ منزلِ شوق کو جنہوں نے ماسوا اللہ سے تقویٰ اختیار کیا اور جن کی زندگی کا سرمایہ لَآ مَطْلُوْبَ اِلَّا اللہ رہا۔ اور حیوٰۃِ دنیوی میں ہی گرا دیں گے ہم رذالت کے جہنم اور قعرِ مذلت کی آگ میں اُن ٹوٹی اُمیدوں شکست ایمان والوں کو جن کا نورِ استعداد اور عملِ خیر کی قوت و ہمت ظلمتوں کی وجہ سے کم ہو گئی یا اپنی عمل زندگی کو بے عمل ناجائز مقامات پر صرف کر دیا وہ اوندھے منہ مادۂ بدنیہ کے ظلمات میں بندھے پڑے ہوں گے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے اصل ظلم ظلماتِ یوم قیامت ہیں مگر جو حیوٰۃِ دنیوی میں رذیل خواہشوں سے بچے رہے اور وصولِ حقیقت کی منزل کی طرف شریعت کے قدوم ہمت سے چلتے رہے ان کو نجاتِ ابدی دیں گے ہم وارد دینِ جہنم میں سے کہ جب اُن کے سامنے ہماری آیاتِ اَسرارِ حقائق تلاوت کی جاتی ہیں تو منکرینِ معرفت و تصوف کہتے ہیں۔ اُن روشن ضمیر منکرینِ اَسرار سے جو تحقیق و یقین سے غیوبات و مخفیاتِ الٰہیہ پر ایمان والے ہیں۔ مقبول و مردود میں سے کون بہتر ہے مقامِ قرب اور منازلِ حسن کے اعتبار سے ہم مردودِ دین یہاں ظاہر میں قریب خیر ہیں لہٰذا باطنِ خفی میں بھی ہم ہی اَحْسَنُ نَدِیًّا۔ مقامِ قبولیت میں ہیں یہ استدلال دھوکہ ہے کیونکہ کتنے ہی دنیوی محبت اور اثباتِ فانی و شہواتِ رِیَّا والوں کو بحرِ عصیان نار عُزلت سے ہلاک کر دیا ہم نے جو غرور و فتورِ شعور میں تم سے زیادہ تھے یا عذابِ غفلت و انکار کی موت سے یا صفاتِ بشریہ کی قیامت صُغریٰ سے شوقِ معرفت اور محبتِ دیدار کی قیامتِ انکار قائم ہونے کے وقت جب کہ لذتِ دیدار کی نارِ عشق کا ظہور ہوگا۔ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۔ اولیاء اللہ کے وجودِ قدسیہ و نفوسِ مطمئنہ کی وجہ سے نارِ مادہ بجھ جاتی ہے اور علماءِ راسخین اپنے نورِ ہدایت سے مادیہ خواہشات کی آگ کو بے طپش کر دیتے ہیں صالحین و اذکیا نارِ نفس پر قابو پا لیتے ہیں متقین اس کی شعلہ بھڑکانے والی پیٹ سے بچ کر گزرتے کی ہمت کرتے ہیں فاسقین عاجزین

marfat.com
Marfat.com

مبتلا و ملوث ہو جاتے ہیں تب ان کی شفاعت و سفارش سے معافی ہو جاتی ہے مگر فاسقین متکبرین اس میں گر جاتے ہیں مگر تقویٰ عن الشرک کا نور ان کی کثافتوں خباثتوں کے جلنے مٹنے کے بعد بچا کر مجھ کو پاک وصاف کر کے بچا لیتا ہے ہاں البتہ کفار کا کفر خواہشات کی چنگاری اور نجویات شرک کی ماچس ہے کافر اپنے نفس و نفسانیت کے جھاڑ کا مقیم ہوتا ہے اس لیے نارِ نفس کا جہنم ہی اس کا ابدی ٹھکانہ ہے جب حقائق و اسرار کی آیت زبانِ قلب سے تلاوت کی جاتی ہیں تو کافران غیوب جو حق کی حقانیت کو انکار کے پردوں سے چھپانا چاہتے ہیں وہ زبانِ حال و قال سے اہلِ حق و نورِ معرفت والوں سے کہتے ہیں جب کہ کبرِ اءِ نفوسِ خبیثہ ان متخلین عاجزین غریبین متواضعین خاشعین کو تلاوت عبادت ریاضت مقابلۂ نفس و شیطین کا مجاہدہ کرتے دیکھتے ہیں تو خود کو منعم متموّل جانتے ہوئے متکبر اور ضارب بنتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا کے مراتب مجالس مناسب۔ وجاہت عزت مرتبت منازل اور تکمیل خواہشات میں کون اعلیٰ ارفع ہے ہم اہل النفس یا تم اہل دل۔ اے نفوسِ رذیلہ کے شیدائیو تم سے پہلے کتنے قبیلے جو تم سے زیادہ تھے استعداد استحقاق کمالاتِ نعیم ناسوتی کہ اثاثوں میں ہم نے ان کو شہوات نفس کی دلدلوں استیفاءِ لذات کی لہروں میں اعزاز و مناسب ہی و اخلاقی تھپیڑوں سے ہلاک کر دیا تو تم غرباءِ نفس کس شمار میں ہو پس عنقریب جان لیں گے فریبِ شیطین والے حزبُ اللہ کو سچا پیرو وہ ہے جس نے اپنے نفس کو ضبط کیا اور سچا مرشد وہ ہے جو اپنے مریدوں کو نفوس پر نظم و ضبط سکھائے اور دروازۂ مصطفےٰ سے قربِ ادب دلائے۔

وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَ

اور یہی فرما دو۔ کہ زیادہ فرماتا رہے گا اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ہدایت ان لوگوں کے لیے جن کو اس نے نعمت ہدایت عطا فرمائی اور

اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ انہیں اور ہدایت بڑھائے گا۔ اور

الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

وہ نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں بس وہی اچھی ہیں آپ کے رب کے پاس ثواب میں

باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے رب کے یہاں سب سے بہتر ثواب

marfat.com
Marfat.com

وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

اور اچھے انجام والی

اور سب سے بھلا انجام

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں مومن و کافر دونوں گروہوں کا ذکر تھا ہوا اور اُن کے انجام کا بھی اب بتایا جا رہا ہے کہ اہلِ ایمان کو دن بدن زیادہ ہدایت ملتی رہے گی تاکہ ان کی دنیا بھی روشن ہو جائے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں گمراہوں کی ڈھیل زیادہ ہونے کا ذکر ہوا اب یہاں مومن کی ہدایت کے زیادہ ہونے کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کی جان و مال کی ہلاکت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں مومن کی جان مال اور اعمال کا تا ابد باقی رہنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا۔ واؤ سرِ جملہ ہے یا عاطفہ ہے قُل کے تحت ہے۔ یَزِیْدُ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع مستقبل معروف واحد مذکر غائب۔ زِیْدَ اَجوف یائی سے مشتق ہے اللہ اس کا فاعل ترجمہ ہے اللہ زیادہ تر عطا فرماتا ہے گا عطا فرمائے گا۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول اِهْتَدَوْا۔ باب افتعال کا فعل ماضی مطلق معروف جمع مذکر غائب هُدًی سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِهْتِدَاءٌ دراصل تھا اِهْتَدَیُوْا۔ پہلے یَ کو الف سے بدلا گیا کیونکہ یَ خود متحرک ہے اور مَا قبل مفتوح ہے پھر اَلِف گرا دیا گیا دو ساکن کی وجہ سے یہاں یہ فعل لازم ہے ترجمہ ہے جو ہدایت والے ہوئے۔ یا ٹھیک راستے پر چلے۔ ھُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا دونوں مل کر مفعول بہ اوّل ہوا۔ هُدًی اسم حاصل مصدر مفعول بہ دوم ترجمہ ہے ہدایت کو ایک قول میں یہ مفعول فیہ ہے اور ترجمہ ہے ہدایت میں۔ یَزِیْدُ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سرِ جملہ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ۔ بَاقِیَاتُ اسم فاعل جمع مؤنث اس کا واحد مذکر بَاقِیْ ہے بَقٰی سے مشتق ہے باب ضَرَبَ سے ہے موصوف ہے اَلصّٰلِحٰتُ باب فتح کا اسم فاعل جمع مؤنث ہے اس کا واحد مذکر اور مؤنث صَالِحٌ اور صَالِحَۃٌ ہے صَلَحٌ سے مشتق بمعنی مقبول درست نفع بخش۔ مراد ہیں آخرت کی نیکیاں

marfat.com
Marfat.com

یہ صفت ہے۔ مرکب توصیفی مبتداء ہوا خَیْرٌ۔ اسم مصدر مادہ اجوف یائی معنی پسندیدہ چیز ہونا۔ بھلائی یا اچھا ہونا۔ عِنْدَ اسم ظرف مکانی رَبِّکَ مضاف ہے رَبُّکَ یہ ڈبل مرکب اضافی ظرف ہے خَیْرٌ مصدر کا وہ شبیہ جملہ ہو کر تمیز ہوا۔ ثَوَابًا۔ ترجمہ ہے از روئے ثواب کے۔ اسم مبالغہ بروزن فَعَّالٌ یَلَاعٌ ہلاک۔ ثَوْبٌ سے مشتق ہے یعنی لوٹ کر آنا۔ بدل کر ملنا۔ کپڑے کو ثواب اس لیے کہتے ہیں کہ اُس کے تانے دھاگے میں پیٹا دھاگہ بار بار آتا ہے۔ اذان کے بعد نمازیوں کو مزید لوٹ پھیر کر اطلاع دینے کے لیے درود شریف وغیرہ پڑھنا تثویب کہلاتا ہے آج کل اِس تثویب کی اطلاع کا ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ اذان وہابیوں کی خشکی خوری نہیں اہلِ سنت کی سرسبز و شاداب اذان ہے اَللّٰهُمَّ یَا رَبِّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ یہ ثَوَابًا تمیز ہے پہلے خَیْرٌ کے جملے کی یہ تمیز تمیز مل کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ مَرَدًّا اسم مصدر میمی رَدَّ سے بنا ہے یعنی اسم ظرف ترجمہ ہے لوٹنے کی جگہ مراد ہے بعد قیامت لوٹ کر جانے کا آخری ٹھکانہ یہ تمیز ہے دوسرے خَیْرٌ کی یہ دونوں مل کر معطوف سب عطف مل کر خبر ہے مبتداء کی وَالْبٰقِیٰتُ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًى۔ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا۔ اور اے حبیب یہ بھی سنا دو کہ اللہ تعالیٰ زیادہ فرماتا رہے گا اُن نیک پاک عالمین متقین عابدین زاہدین علما اَولیا کی ہدایت یعنی قربِ جمال۔ نورِ معرفت ایمان ایقان۔ توفیق خیر دین کی سمجھ۔ آیت کی فکر۔ تدبر۔ خیر و برکت۔ منزلِ مقصود الی اللہ اور صراطِ مستقیم پر بسہولت چلنے کو جن کو مولیٰ تعالیٰ نے عالمِ ازل سے ہی ہدایت کے لیے چُن لیا تھا۔ اور دنیا میں ان کو اپنے کرم و رحم سے ہدایت عطا فرمائی۔ ہدایتِ الٰہی بحرِ بیکنار ہے اور ہر نبی ولی عالم غیر عالم۔ مومن متقی۔ یہاں تک کہ خود آقائے کائنات سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وَبَارَکَ وَسَلَّمَ بھی سراپا ہدایت کے طالب ہیں اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر نماز میں پڑھتے تھے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اے میرے رحیم و کریم خالق و مالک ہر آن ہم کو اپنے قرب کی نعمت عطا فرما۔ ہر بندے کے اعتبار سے ہدایت علیحدہ قسم کی ہے۔ سیّد المرسلین کی ہدایت قربِ ذات ہے جو ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی سے بھی آگے وَرَاءُ الْوَرا ہے جس میں ہر آن ترقی ہو رہی ہے انبیاء علیہم السّلام کی ہدایت قربِ جمال ہے یہ وہ بحرِ بیکنار ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ ہدایتِ اولیا۔ قربِ تجلیات ہے ر ۱۶ ہدایت علما قربِ نفقہ اور دین کی سمجھ ہے۔ ہدایتِ طالبین

marfat.com
Marfat.com

منزل مقصود ہے ہدایتِ عابدین صراطِ مستقیم ہے ہدایتِ زاہدین توفیقِ خیر ہے۔ ہدایتِ مومنین خیر و برکت ہے۔ ر ۹ ہدایتِ عوام۔ ایمان ملتا ہے ر ۱۰ ہدایتِ متقین استقامت ہے ر ۱۱ ہدایتِ فقرا استقرار ہے ر ۱۲ ہدایتِ عاشقین صبر ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کو اُس کے مذہب کے لحاظ سے ہدایت کی نعمت دیتا اور زیادہ فرماتا رہتا ہے۔ عطاءِ ہدایت کی ابتدا آغازِ کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عالمِ ازل سے شروع ہے باقی ہدایتوں کی ابتداء حیاتِ دنیوی سے عالمِ برزخ اور عالمِ اعراف میں اُس کی انتہا میدانِ محشر تک۔ مگر ہدایت کی زیادتی اَبَدُالآباد تک ہوتی رہے گی اُس کی کوئی انتہا نہیں۔ وَالباقیات الصالحات۔ اے کائنات والو سمجھ لو کہ بس یہی ہدایت والے خوش بخت وہ لوگ ہیں کہ جن کا ہر قول فعل عمل ظاہری باطنی۔ نیت و ارادہ دینی دنیوی عبادت ریاضت تسبیح تہلیل تکبیر تجارت و صناعت اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا۔ ہر کام صالحات ہیں اور ہر صالحات باقیات ہیں اور ہر باقیات مفید ہیں اسی لیے مومن اگر ظاہراً فقیر بھی نظر آتا ہو مگر حقیقتاً کل عالمین میں امیر ترین ہے کیونکہ اس کی دولت قرآن و حدیث عبادت تقویٰ طہارت صبر و عشق و اخلاق علم۔ عقل فہم۔ تفکر تدبر تذکر ورد و وظائف مراقبہ مکاشفہ اعمالِ صالحہ حلال روزی طیب مال طاہر دولت پاکیزہ عدل و انصاف کی حکومت ہے جس کا ثواب بھی اچھا انجام بھی اچھا آنا بھی اچھا جانا بھی اچھا۔ آدلہ بھی اچھا بدلہ بھی اچھا۔ اس لیے کہ دنیوی ثواب اور بدلے سے اُخروی ثواب اور بدلہ اچھا دیرپا اور باقیات ہے۔ کافر بظاہر رئیس اعظم ہو کر بھی محتاج فقیر ذلیل رذیل مفلس بیکس بے بس ہے۔

فائدے اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ کافر کی امیری بھی بری اور غریبی بھی کیونکہ دونوں نقصان دہ اور دونوں برباد مومن کی غریبی بھی مبارک و سعادت اور امیری دولت مندی بھی خیر و برکت کیونکہ ہر آن ہر مفید۔ یہ فائدہ وَیَزِیْدُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ دنیوی عزت دولت زینت عیش و آرام کو کامیابی سمجھنا حماقت ہے۔ سچی عقل مندی اہلِ ایمان کے پاس ہے یہ فائدہ بَاقِیَاتُ صَالِحَاتٌ کی تفسیر سے حاصل ہوا کہ عقل مند وہی ہے جس نے اپنے اعمال اور دنیوی محنت مشقت کو باقیات صالحات بنالیا اور ابدی عیش و آرام پالیا۔ تیسرا فائدہ۔ جن چیزوں کو کبھی فنا نہیں وہ باقیات صالحات ہیں اور جو باقیات ہیں وہی مفید ہیں یہ فائدہ خَیْرٌ مَّرَدًّا فرمانے سے حاصل ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

احکام القرآن ان آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوئے۔ پہلا مسئلہ مومن مسلمان کو حیاتِ دنیوی کی ہر سانس ہر ساعت میں اعمالِ صالحہ اور حسنِ معاشرہ قائم کرنا فرض ولازم واجب ہے اس لیے کہ مومنِ حقیقی وہ ہے جس کی ہر چیز تا ابد زندہ ہو۔ یعنی اصل نسل حسب نسب علم۔ عمل عقل وبصیرت جسم وروح یہ مسئلہ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا (الخ) سے مستنبط ہوا کہ زندہ چیزیں ہمیشہ بڑھتی اور زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ دوسرا مسئلہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دین ودنیا کی بھلائی کی دعائیں مانگنا اعلیٰ ترین اسلامی عبادت ہے۔ یہ مسئلہ هُدًى فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے مسلمان کو پانچ وقتہ نماز فرض واجب نفل سنت کی تلاوت میں ہدایت کی دعا مانگنے کا وجوبی حکم دیا ہے۔ اس دعا التجا اور فریاد کا نتیجہ ہے کہ يَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى۔ رب تعالیٰ زیادہ عطا فرماتا ہے ہدایت ان مانگنے والوں ہدایت یافتہ بندوں کو۔ تیسرا مسئلہ۔ ہدایت یافتہ انسان زندہ ہے اور بے ہدایتہ انسان مردہ۔ گویا کہ مومن باحیات ہے اور کافر مردہ حیات ہے تو جس طرح کہ جسمانی زندگی کی حفاظت اور بچانا ہر انسان پر اخلاقاً وقانوناً فرض ہے اسی طرح ہدایت وایمان کی حفاظت کرنا بھی ہر مسلمان پر فرض۔ اور جس طرح جان کی حفاظت کے لیے جھگڑا فساد شر وجنگ وجدال۔ بیماری طغیانی اور مُہلک چیزوں سے بچنا دور ہٹنا لازم ہے اسی طرح ہدایت وایمان کی حفاظت کے لیے۔ کافر مشرک بدکار بدمعاش بدعقیدہ بدمذہب لوگوں فرقوں کتابوں تقریروں سے دور ہٹنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ مسئلہ عِنْدَ رَبِّكَ سے مستنبط ہوا کہ ان چیزوں کے قریب ہو جاؤ جو اللہ کو پیاری اور خیر ہیں۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی ہدایت زیادہ فرماتا رہے گا یا زیادہ فرماتا ہے۔ یہ ہدایت بتدریج کیوں بڑھائی جاتی ہے۔ ایک دم کیوں نہیں دے دی جاتی۔ اس کی کیا وجہ اور حکمت ہے؟ جواب۔ دراصل دنیا زمین اور دنیا زمین کی ہر چیز میں بہت طرح کی ایسی کمزوریاں ہیں جن کی وجہ سے وہ خالق تعالیٰ کی نعمتوں کو ایک دم برداشت نہیں کر سکتیں خواہ جمادات ہوں یا نباتات حیوانات ہوں یا جنات انسان میں بھی اسی قسم کی کمزوریاں ہیں۔ بجز آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کو رب تعالیٰ نے تمام ہدایتیں تمام قوتیں عالم ازل میں سب ایک دم عطا فرمادیں مگر قربِ ذات کی ہدایت آپ بھی ایک دم برداشت نہیں کر سکتے اس لیے یہ ہدایتیں اپنے اپنے منصب کے اعتبار سے ہر ایک کو بتدریج عطا فرمائی جاتی ہیں کہ پہلے حصول فیض سے استفادہ سے استزادے کی قوت

marfat.com
Marfat.com

اور برداشت پیدا فرمائی جاتی ہے پھر وہ نعمتِ ہدایت دی جاتی ہے یہی حال حیاتِ دنیوی کی ہر کیفیت کا ہے۔ دوسرا اعتراض۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ قبر و حشر میں بھی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ ہدایت کی اقسام میں ایمان کی ہدایت بھی ہے اور توفیقِ خیر کی ہدایت بھی ان دونوں ہدایتوں کی زیادتی کا قبر و حشر میں کیا فائدہ ایمان تو نزع کے وقت کا بھی معتبر نہیں ہے تو اگر قبر میں یا حشر میں ہدایتِ ایمان ملی تو کیا فائدہ جب کہ وہ ایمان قبول ہی نہیں اسی طرح توفیقِ خیر یعنی اعمالِ صالحہ کی ہدایت کا قبر و حشر میں کچھ فائدہ نہیں کیونکہ اعمالِ صالحہ شریعت کی چیزیں ہیں اور شریعت کی تکلیف و پابندی صرف دنیا میں ہے قبر و حشر میں کوئی مکلف نہیں ہوگا لازم و واجب فرض عبادات صرف دنیا میں ہیں نہ کہ قبر و حشر میں۔ تو پھر یَزِیْدُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کا بعد موت کیا فائدہ۔ جواب۔ یَزِیْدُ اللّٰہُ (الخ) فرمانا عین حکمت و کرم ہے اس لیے کہ ایمان کی بھی دو قسمیں ہیں اور توفیقِ خیر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ نیز ایمان کی ہدایت اور ایمان لانا۔ اور ہدایت کی زیادتی ملنے میں بڑا فرق ہے۔ دنیوی زندگی میں ایمان لانا کفر شرک اور بدعقیدگی سے توبہ و نفرت کرنا ہے یہ ایمان بالغیب ہے جو مرنے سے پہلے کا مقبول ہے بعد میں عالمِ نزع کا غیر مقبول لیکن مرنے کے بعد ایمان بالشہادہ ہوتا ہے جو ابد تک برقرار زیادہ ہوتا رہے گا۔ وَیَزِیْدُ میں اسی کا ذکر ہے کہ ایمان بالغیب کا اسی طرح توفیقِ خیر مرنے سے پہلے فرائض اور واجبات کی ہدایت ہے جو مرتے وقت ختم لیکن نوافل اور ذکرِ الٰہی کی ہدایت یہ قبر و حشر اور جنت میں بھی جاری رہے گی۔ یہاں یَزِیْدُ اللّٰہُ میں یہی ہدایت مراد ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اس کی تفسیر صوفیانہ آیت ۸۲ کے تحت ہوگی۔ اِنْشَاءَ اللّٰہ تعالیٰ۔

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ

اے محبوب کیا تم نے بغور دیکھا ہے اس کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہا کہ البتہ ضرور دیا جاؤں گا میں

تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہتا ہے مجھے ضرور

مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ

مال اور اولاد ۔ کیا اس نے غیب کا علم پالیا ہے یا اسے لیا ہے اس نے

مال و اولاد ملینگے ۔ کیا غیب کو جھانک آیا ہے یا رحمٰن کے

marfat.com
Marfat.com

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا

اللہ رحمٰن کے پاس سے کوئی پکا عہد قطعاً نہیں عنقریب ہم نامۂ اعمال بنا دیں گے

پاس کوئی اقرار رکھا ہے ہرگز نہیں۔ اب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ

يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ

ان تمام باتوں کو جو وہ کہتا پھرتا ہے اور اٹھا پھینکے گے ہم اس کو عذاب میں گھسیٹ کر اور

کہتا ہے اور اُسے خوب لمبا عذاب دیں گے۔ اور

نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَ

اس کی ہر چیز پر ہم قابض ہوں گے جو وہ کہتا پھرتا ہے اور آئے گا وہ ہمارے پاس اور

جو چیزیں کر رہا ہے اُن کے ہمیں وارث ہوں گے۔ اور ہمارے پاس اکیلا آئے گا

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا

ان کفار نے اللہ کے مقابل کتنے ہی معبود بنا ڈالے تاکہ یہ دیوی دیوتا

اللہ کے سوا اور خدا بنا لئے کہ وہ

لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ

ان بجاریوں کے لیے طاقت کا سہارا ہو جائیں۔ خبردار عنقریب یہی بجاری ان بتوں کے منکر ہو جائیں گے

انہیں زور دیں۔ ہرگز نہیں۔ کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان کی بندگی سے منکر ہوں گے

وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾

اور

دشمن ہو جائیں گے

اور ان کے مخالف ہو جائیں گے

marfat.com
Marfat.com

تعلقات ان آیت کا سابقہ آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں ایمان والوں کو زیادہ ہدایت ملنے کا رب تعالیٰ کے سچے وعدے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں کفار کی اُن جھوٹی طفل تسلیوں کا ذکر ہو رہا ہے جو وہ اپنے بارے میں اولاد ملنے کی خوش فہمی کی باتیں کرتے تھے۔ بلکہ تا قیامت اسی جھوٹے خیالات میں مبتلا ہیں۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں باقی رہنے والے مومنوں کے ایمان کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں فنا والی کفار کی اولاد اور دولت کا ذکر ہے۔

شانِ نزول مسلم و بخاری کی روایت ہے کہ حضرت خباب بن ارت کا کچھ قرض عہد فاروقی زمانہ جاہلیت کا مشرک مکہ عاص بن وائل سہمی پر تھا۔ جب ایک دفعہ آپ نے وہ قرض طلب کیا تو عاص بن وائل نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دین اسلام کو چھوڑ دے تو میں تجھ کو قرضہ واپس کر دوں گا۔ آپ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا کہ اے مردود بھلا میں رسول اللہ کا دامن چھوڑ دوں تھوڑے سے قرضہ کے لیے تو اگر مر کر بھی دوبارہ زندہ ہو جائے تب بھی میں دامن مصطفیٰ نہ چھوڑوں گا۔ اس پر وہ تعجب سے کہنے لگا کیا کوئی مر کر بھی زندہ ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ضرور ہوگا تب مذاقاً کہنے لگا کہ اچھا اب میں قرضہ تب ہی دوں گا جب میں مر کر دوبارہ زندہ ہو جاؤں اور مجھ کو پھر مال و اولاد ملے گا۔ اس پر یہ ایک آیت ۷۷ نازل ہوئی۔ (از امام سیوطی۔ و خزائن العرفان)

تفسیر نحوی اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۔ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۔ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۔

اَفَ لفظ ایک قول میں یہ ایک لفظ دو حرفوں کا مجموعہ ہے ا ہمزہ سوالیہ اور ف عاطفہ۔ دراصل ہے فَا یہ کُل ۱۴ جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ ترجمہ ہے کیا پس۔ پھر کیا لیکن درست بات یہ ہے کہ یہ مجموعہ نہیں ہے بلکہ علیحدہ علیحدہ دو حرف ہیں اور بیچ میں ایک فعل پوشیدہ ہے دراصل اَنْظُرْتَ فَرَاَيْتَ۔ یعنی کیا تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا تو غور کیا۔ ہمزہ سوال تعجب انکاری کے لیئے پوشیدہ فعل یا فاعل جملہ فعلیہ معطوف علیہ ف عاطفہ رَاَيْتَ فعل ماضی معلق واحد مذکر حاضر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور شکایت ایک کافر کی ہے۔ اَلَّذِيْ كَفَرَ۔ اَلَّذِيْ اسم موصول واحد مذکر کَفَرَ فعل ماضی معلق ھُوَ ضمیر فاعل پوشیدہ کا مرجع اَلَّذِيْ ہے بجا رہ تعدیہ کی آیت۔ اسم جمع مؤنث سالم، ماضیر جمع متکلم یہ مضاف الیہ ہے مراد ہے قرآن مجید کی آیتیں یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے کفر کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ قَالَ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع

marfat.com
Marfat.com

ہے اَلَّذِیْ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَاُوْتَیَنَّ۔ فعل لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ احد متکلم مضارع مستقبل مجہول۔ باب اِفعال اَتٰی سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِیْتَاءٌ اس میں ضمیر واحد متکلم اَنَا اس کا نائب فاعل ہے مَالًا اسم مفرد نکرہ بمعنی دولت واؤ عاطفہ۔ وَلَدًا اسم مفرد جامد جنسی جمع ہے بمعنی اولاد یہ لفظ مذکر مؤنث صغیر کبیر سب کو شامل ہے اگر کسی قسم کا معرفہ یا منادیٰ ہو تو مفرد حقیقی مذکر ہوتا ہے جیسے یا وَلَدِیْ اے بیٹے۔ یا جیسے وَلَدِیْ۔ میرا بیٹا۔ خیال رہے کہ مذکر کے نطفے کے بچے اُس کی اولاد ہوتے ہیں اور مؤنث کے پیٹ کے بچوں کو اس کی اولاد کہا جاتا ہے۔ یہ معطوف ہوا یہ دونوں عطف مفعول پر ہے۔ اُوْتَیَنَّ۔ فعل نائب فاعل اور مفعول یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر معطوف ہوا۔ گفر کا جملہ معطوفہ اپنے اس معطوف سے مل کر صلہ ہوا۔ اَلَّذِیْ موصول صلے سے مل کر مفعول پر ہے اَفَرَءَیْتَ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر عطف ہے پوشیدہ پر دونوں مل کر جملہ معطوفہ ہو گیا۔ اَطَّلَعَ۔ دراصل ہے اِطَّلَعَ پہلی ہمزہ سوالیہ دوسری ہمزہ اصل باب افتعال کی دوسری تخفیف کے لیے گرا دی۔ ایک قرأت میں اِطَّلَعَ اِن کے نزدیک پہلی ہمزہ گرائی گئی حرف اَمْ عاطفہ سوالیہ کے قرینے اور دلالت سے یہ فعل ماضی اِطَّلَعَ تھا ت کو تَ اتفاقی مخرج کی بنا پر طا بنا دیا گیا۔ اس کا فاعل اس میں صیغے کی ضمیر ھُوَ پوشیدہ۔ اَلْغَیْبَ اسم مفرد معرفہ الف لام عہدی ہے بمعنی پوشیدہ چیز مراد ہے قیامت اور آخری جہان یا اُخروی ٹھکانہ۔ یہ مفعول پر ہے۔ اَطَّلَعَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ خیال رہے کہ کائنات کی ہر چیز غیب ہے جن کو اللہ کے سوا اور اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا مگر ان غیوب کائنات کی نوعیت دو قسم کی ہے راخود چیز ہی پوشیدہ ہو جیسے جنت ملائکہ وغیرہ راشی خود تو ظاہر مگر اس کی حقیقت و اصلیت پوشیدہ۔ جیسے دنیوی کروڑوں ظاہری چیزیں بلکہ خود ہمارا جسم۔ کہ ہم بھی نہیں جانتے اس کی بناوٹ مٹی سے کس طرح اَمْ حرف عطف سوالی افتقاری رَاتَّخَذَ۔ باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب اس کا فاعل وہی اَلَّذِیْ ہے۔ اَخَذٌ مہموز الفاء سے بنا ہے دراصل تھا اِتْتَخَذَ پھر اِیْتَخَذَ سے تعلیل ہوئی پھر ی کو ت کیا اور ادغام کر دیا۔ ترجمہ ہے کیا بنا لیا۔ لے لیا۔ پکڑ لیا۔ عِنْدَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے الرَّحْمٰنِ مضاف الیہ دونوں مل کر ظرف ہے اِتَّخَذَ کا۔ عَھْدًا اسم مفرد جامد مذکر بمعنی وعدہ مفعول پر ہے اِتَّخَذَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا اَطَّلَعَ کا دونوں مل کر جملہ معطوف ہو گیا۔ ایک قول میں قَالَ پوشیدہ مقولہ ہے۔ یعنی اللہ نے فرمایا یا قُلْ پوشیدہ ہے کہ اے نبی آپ کہو۔ کُلًّا۔ حرف بسیط ہے۔

marfat.com
Marfat.com

جھڑک اور تنبیہ کے لیے آتا ہے۔ لیکن کبھی یہ حرف ایجاب کے لیے آتا ہے یعنی جی ہاں۔ کبھی زائدہ ابتداءِ کلام کے لیے۔ ایک قول میں یہ مرکب ہے مجموعہ ہے کاف تشبیہی اور لاءِ نفی کا۔ سین حرفِ تقریب نَکْتُبُ مضارع مستقبل جمع متکلم۔ نَحْنُ پوشیدہ ضمیر فاعل مرجع اللہ تعالیٰ۔ مَا اسم موصول یَقُوْلُ۔ فعل مضارع حال۔ هُوَ پوشیدہ فاعل مرجع وہی الَّذِیْ یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ مفعول بہ نَکْتُبُ کا سب سے مل کر جملہ فعلیہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَدًّا فعل مضارع مستقبل جمع متکلم۔ لَهٗ۔ جار مجرور متعلق ہے اول۔ مِنَ جارہ یعنی فِی جارہ ظرفیہ الْعَذَابِ الف لام عہد ذہنی۔ عذابِ اُخروی سزا۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے مَدًّا۔ اسم مصدر مفعول مطلق ہے مَدَّ کا۔ یعنی کھینچا گھسیٹنا لمبا کرنا۔ درازدست یہاں یہ آخری معنی ہیں۔ نَمُدُّ۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا۔ دونوں مل کر جملہ عاطفہ تحذیری۔ وَ نَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا وَّاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا كَلَّا سَیَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِمْ ضِدًّا واؤ سر جملہ۔ نَرِثُ باب ضَرَبَ کا مضارع مستقبل جمع متکلم وَرْثٌ سے مشتق ہے یعنی مالک ہونا۔ قابض ہونا۔ ہٗ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ مَا۔ اسم موصول یہ عطف بیان ہے ہٗ ضمیر کا یَقُوْلُ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا دونوں مل کر عطف بیان ہٗ ضمیر کا دونوں مل کر مفعول بہ نَرِثُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ (ابتدائے کلام کے لیے) یَاْتِیْنَا باب ضَرَبَ کا مضارع واحد مذکر غائب اَتٰی سے مشتق ہے یعنی اَنَا هُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے مرجع وہی الَّذِیْ۔ نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل مفعول بہ یعنی ظرف مکانی دراصل تھا عِنْدَ فا ترجمہ ہے ہمارے پاس۔ فَرْدًا اسم مفرد وحدانی یعنی اکیلا۔ تنہا۔ اس کی جمع سماعی فُرَادٰی ہے اسی سے ہے مفرد اور مفرد علم نحو میں متفرد کی بھی تین قسمیں ہیں اور مفرد کی بھی ۱ مفرد فردی۔ وہ جو مقام و مکان و مرتبے میں ایک ہو ۲ مفرد طاق جو تقسیم میں ایک ہو یعنی برابر تقسیم نہ ہو سکے بغیر توڑے ۳ مفرد واحد جو تعداد ایک ہو۔ مفرد کی اقسام ۱ جو تثنیہ۔ جمع نہ ہو ۲ جو مضاف نہ ہو ۳ جو مرکب نہ ہو۔ یہ حال ہے یَاْتِیْ کے پوشیدہ فاعل هُوَ کا دونوں مل کر فاعل ہیں یَاْتِیْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ اِتَّخَذُوْا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب حکم ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع سابقہ آیت میں لفظِ کفار ہے اس کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ خَذٌ سے بمعنی پکڑنا۔ بنانا۔ اختیار کرنا۔ بنا لینا۔ اختیار کرنا۔ مِنْ حرفِ جار زائدہ دُوْنِ اسم مفرد یعنی مقابل ہوا۔ مضاف ہے اللہ مضاف الیہ یہ مرکب اِضافی جار مجرور متعلق ہے۔ اٰلِهَةً اسم جمع مکسر ہے اِلٰهٌ کی لفظ اسم صفت مشبہ بروزن فعال بمعنی اسم مفعول۔ مَاْلُوْهٌ۔ اَلٰهٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ عبادت کیا ہوا۔ یا عبادت کرایا ہوا۔ لغوی ترجمہ ہے

marfat.com
Marfat.com

جھکنا جھکانا، پوجا کرنا۔ یہ مفعول یہ ہے اِتَّخَذُوْا۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معلول ہوا۔ لام کے تعلیلیہ حرف جازم ہے یعنی تاکہ یَکُوْنُوْا فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب مجزوم ناقصہ۔ اصل میں یَکُوْنُوْنَ تھا۔ نون اعرابی گر گئی جزم سے ھُمْ پوشیدہ ضمیر کا مرجع اٰلِھَۃً ہے۔ لَھُمْ جار مجرور متعلق ہے۔ عِزًّا اسم حاصل مصدر۔ بمعنی قوت۔ طاقت۔ غلبہ۔ حفاظت۔ بلندی۔ مدد۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے یہ خبر ہے یَکُوْنُوْا اپنے پوشیدہ اسم متعلق اور خبر سے جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہوکر علت ہوئی اِتَّخَذُوْا کا جملہ معلول اپنی علت سے مل کر جملہ تعلیلیہ ہوگیا۔ کَلَّا۔ اسم بسیط ہے بعض کے نزدیک یہ مجموعہ مرکبی ہے کاف تشبیہ اور لاءِ نفی سے مگر اب چونکہ ان کا اپنا معنی باقی نہیں اس لیے کاف ولام کا ادغام کرکے بسیط کی شکل اور وزن پر بنا دیا گیا یہ لفظ قرآن مجید میں تقریباً تینتیس دفعہ آیا ہے۔ ترکیب سے خارج ہے۔ یہ کبھی ما بعد سے جدا کر نہیں آتا۔ ہمیشہ متفرد رہتا ہے سس حرف تقریب یَکْفُرُوْنَ۔ باب نصر کا فعل مضارع مستقبل معروف جمع غائب ھُمْ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع وہی سابقہ کفار بعبادتہم۔ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہوکر متعلق ہے۔ ھِمْ ضمیر ظاہر کا مرجع اٰلِھَۃً ہے۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا واؤ سر جملہ۔ یَکُوْنُوْنَ۔ فعل مضارع مستقبل ناقصہ علی حرف جر۔ فوقیت کا ھِمْ کا مرجع اٰلِھَۃً ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ ضِدًّا۔ اسم مفرد حاصل مصدر جامد بمعنی مخالف۔ خبر ہے۔ یَکُوْنُوْنَ سب سے جملہ فعلیہ ناقصہ خبریہ ہوگیا۔ لفظ ضِدًّا اگرچہ واحد ہے اور اس کی جمع اَضْدَادٌ ہے مگر یہ خود بھی واحد اور جمع کے لیے مستعمل ہے۔ اور تثنیہ کے لیے ضِدَّیْنِ کہا جاتا ہے ضد کی پانچ قسمیں ۱ مقابل جیسے دوست دشمن ۲ مخالف جیسے مومن کافر ۳ متحارف جیسے سفیدی سیاہی ۴ متناقض جیسے موجبہ سالبہ ۵ متحارب جیسے منکر اور مرید یہاں اسی معنی میں۔ اس کا مقابل ہے نِدًّا۔ یعنی ذات یا صفات میں شریک۔

تفسیر عالمانہ اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۔ اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا۔ کَلَّا سَنَکْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَہٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا۔

اے حبیب کریم رؤف ورحیم کیا تم نے غور فرمایا اس متمرد وسرکش ظالم اور غریب کو ستانے والے کو جس نے ہماری آیات کا کفر کیا۔ قیامت حشر نشر جنت دوزخ کا منکر ہے پھر کہتا ہے کہ اگر قیامت ہوئی بھی تو مجھ کو وہاں بھی اسی دنیا کی طرح مال ودولت آل اولاد ملے گی یہ عاص بن وائل تھا جس کا بیٹا مشہور صحابی بدر کے غازی حضرت عمرو بن عاص فاروق اعظم کے زمانہ خلافت میں سپہ سالار جرنیل اور فاتح مصر ہوئے لیکن والد اتنا بڑا کافر مغرور اور ظالم کہ ایک مزدور حضرت خباب کی زیور

marfat.com
Marfat.com

باتوں بنانے کی مزدوری مار بیٹھا اور ایسی پُراعتماد باتیں کرتا ہے گویا غیوبات الٰہیہ اور لوح محفوظ یا ملائکہ عرش وکرسی کی غیبی باتوں پر مطلع ہو چکا ہے یا اللہ رحمٰن ورحیم سے کوئی عہد اور وعدہ باندھ لیا ہے کہ میں جو چاہے کروں تو نے مجھ کو بخشنا ہی ہے یا کوئی ایسا اچھا عمل کیا ہے کہ اللہ کا پیارا بن گیا ہے یا کلمہ شہادت اور کلمہ طیب پڑھ کر مومن متقی بن گیا ہے کیونکہ آخرت کی کامیابی اور مال و دولت اولاد عزت آبرو تو فقط ان ہی وجوہ و اسباب سے مل سکتی ہے مگر اُس کے پاس ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں تو پھر یہ کیوں اتنی مغروریت اور فضول جھوٹے تصورات باندھے بیٹھا ہے۔ یہاں رویت کا ذکر ہے کیونکہ رویت بڑی سند اور شہادت ہے خبر سے وَلَدًا سے مراد اولاد ہے وَلَدًا وَاحِد ہے بمعنی ایک بیٹا اس کی جمع وُلْدًا ہے۔ جیسے عُرُب واحد ہے اس کی جمع عُرُبٌ ہے اَسَدٌ واحد اور اُسُدٌ جمع۔ بعض نے فرمایا۔ وَلَدًا ہی دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ جمع بھی واحد بھی۔ کَلًّا۔ یہ گستاخ جو بیہودہ فضول باتیں اور جھوٹے تصورات قائم کئے بیٹھا ہے وہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ قانون کے بھی خلاف ہے اور قدرت کے بھی۔ کفار کی ذلت و رسوائی بے کسی۔ بے بسی۔ عِصْیَانًا۔ جِثِیًّا۔ صِلِیًّا۔ اَضْعَفُ جُنْدًا۔ فَرْدًا۔ ضِدًّا کا قانون تو پہلے ہی عَالَمِ اَزَل میں حَتْمًا مُقْضِیًا ہو کر مُبْرَم ہو چکا ہے کسی کی بھی دعا شفاعت سے نہیں ٹل سکتا۔ مگر قدرت صرف انبیاء اولیاء محبوبین اور پیاروں پر جاری ہوتی ہے نہ کہ ذلیل کفار و فجار پر۔ لفظ کَلًّا۔ زجر اور نفی کلام ہے یہ اُس جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں کسی نفرت کی چیز کی سختی سے جھڑک کے ساتھ نفی کی جاتی ہے۔ یہ کَلًّا قرآن مجید میں تقریباً تینتیس بار ارشاد ہوا ہے اور مختلف آیات میں چھ معنی سے استعمال ہوا ہے ۱ جھڑک جیسے یہاں ۲ تردید کے لیے ۳ حِلہ کے لیے ۴ تنبیہ یعنی ایجاب کے لیے ۵ ثبوت کے لیے یعنی حقارت ۶ استفتاح یعنی وضاحت کے لیے۔ یہ لفظ صرف مکی سورتوں میں آیا ہے اور یہاں پہلی بار ہے باقی سب اس سے آگے آخری تیسویں پارے تک وارد ہوئے قرآن حضرات کے نزدیک اس لفظ کی چار طرح قرأت کی گئی ہے ۱ قرآن مجید کی دس آیتوں میں اس لفظ پر وقف بھی حسن و جائز ہے یعنی اس کو پچھلے کلام سے ملاؤ اور اس لفظ سے آیت کی ابتدا بھی جائز اور اچھی ہے یعنی اس کو اگلے کلام سے ملاؤ۔ دوم یہ کہ اس لفظ پر وقف کرو یا اس سے آیت کی ابتدا کرو۔ دونوں جائز تو ہیں مگر حسن کوئی نہیں۔ یہ قرأت صرف دو آیتوں میں ہے سوم اسی طرح صرف دو آیتوں میں کَلًّا پر وقف کرنا حسن یعنی اچھا ہے۔ ابتدا یعنی اگلے کلام سے جوڑ کر آیت کی ابتدا اس لفظ سے کرنا جائز تو ہے مگر حسن نہیں چہارم۔ انہیں آیات میں

marfat.com
Marfat.com

ابتدا کرنا حسن ہے یعنی اگلے کلام سے ملانا مگر وقف یعنی پچھلے کلام سے ملانا غیر جائز غیر حسن ہے۔ پہلی قرءت کی مثال مثلاً یہی دو آیتیں ۷۹ اور ۸۰ کو یہاں عِندَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ كَلَّا۔ پڑھنا بھی جائز و حسن ہے اور كَلَّا سَنَكْتُبُ۔ پڑھنا بھی جائز و حسن ہے دوسری قرءت کی مثال ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ یہاں۔ ثُمَّ۔ كَلَّا پڑھنا بھی جائز۔ اور كَلَّا سے ابتدا کر کے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پڑھنا بھی جائز مگر دونوں غیر حسن ہیں کسی کو ترجیح نہیں۔ تیسری قرءت کی مثال مثلاً۔ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ كَلَّا پڑھنا بھی جائز حسن اور بہتر بھی۔ لیکن كَلَّا کو يَقْتُلُوْنِ سے علیحدہ کر کے اگلے کلام سے جوڑنا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں۔ چوتھی قرءت کی مثال مثلاً۔ كَلَّا وَالْقَمَرِ۔ پڑھنا جائز بھی حسن بھی۔ مگر كَلَّا کو وَالْقَمَرِ سے جدا کرنا جائز نہیں ہے سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ۔ یہ ظلم کافر اور فاسق دنیا میں باتیں تو بڑی بڑھ بڑھ کر کر رہے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ہم عنقریب ان کے تمام قول عمل اور اس قسم کی تمام باتیں ظلم و سرکشی سنا رُلانا سب کچھ اعمالنامہ بنا کر ان کو دکھا دیں گے ہم یعنی ہمارے حکم کے باندھے کراماً کاتبین یہ سب لکھتے جا رہے ہیں۔ سَنَكْتُبُ کا معنی ایک قول میں سَنَحْفَظُ ہے یعنی ایک ایک چیز کی ہم حفاظت کریں گے تاکہ کوئی قیامت میں انکار نہ کر سکے بعض نے فرمایا کہ سَنَكْتُبُ کا معنی ہے سَنُظْهِرُ یعنی ہم اعمالنامہ ظاہر کر دیں گے۔ فرشتوں کے کام کی نسبت رب تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی اس لیے کہ حکم رب تعالیٰ کا ہے۔ لَاُوْتَيَنَّ (الخ) اگرچہ ظاہراً واحد متکلم اور ایک شخص کا قول ہے مگر حقیقتاً وہ عقیدہ تمام مراد پوری قوم ہے یعنی کفارِ مکہ میں سب کا عقیدہ اور تصوراتی خیال ہے اسی طرح آج بھی جو کفار و بدعقیدہ لوگ اُخروی عیش و آرام کے اسی خیالی پلاؤ میں مغرور و مگن ہیں وہ بھی اُن حمقا میں شامل ہیں۔ ایسے ہی ظالموں ستم گروں کے لیے فرمایا گیا نُمْلِيْ لَهٗ۔ کھینچ لائیں گے ان کے لیے عذاب میں سے بہت دراز عذاب کا کھینچنا یا اس طرح کہ اُس پر لمبا عذاب کریں گے یا اس طرح کہ اس کو مختلف جہنموں کے ہر قسم کے عذاب میں گھسیٹا جائے گا۔ یا اس طرح کہ بیک وقت اُس پر تمام عذاب ہوں گے۔ خیال رہے کہ جہنم میں پندرہ قسم کے عذاب ہیں ۱ آگ کا ۲ ٹھنڈک کا ۳ دُرد کا ۴ بدبو کا ۵ کڑواہٹ کا ۶ دہشت کا ۷ پیاس کا ۸ بھوک کا ۹ بیخوابی بیداری کا ۱۰ لڑائی کا جھگڑے گالی گلوچ کا ۱۱ انوع و بیکار کا ۱۲ بے آرامی بے سکونی کا ۱۳ خون و پیپ کا ۱۴ گندگی پلیدی کا ۱۵ اندھیرے کا۔ مُدَّ سے مراد مدت کی درازی نہیں ہے کیونکہ وہ تمام کفار کو یکساں ابدُ الآباد تک ہے۔ وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا۔ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا۔ اور دنیا میں ہی ہم قابض ہو جائیں گے

marfat.com
Marfat.com

اُس کے تمام مال و اسباب آل و عیال عیش و آرام پر جن کے بل بوتے پر وہ ہر کفر و شرک ظلم و ستم جبر و تعدّی فسق و فجور کرتا چلا جا رہا ہے مغرور و مفرور دنیا دار کے لیے یہ بڑا عذاب ہے۔ اور جو کچھ یہ لغویات بول رہا ہے اِس کی موت کے ساتھ ہی یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اس کی باتوں پر بھی ہم ہی قابض و مالک ہیں۔ دنیا کی چند سانسوں کی زندگی میں جو چاہے خرمستیاں کرتا پھرے آج دنیا کی محفلوں گروہوں پر ناز اں ہے کل محشر میں یا تینا فرداً۔ ہمارے پاس اکیلا ہی بے یار و مددگار حاضر ہوگا نہ مال نہ اولاد نہ محشر نہ جہنم میں سب سے جدا یہ کفار کا ابدی حال ہوگا۔ اَوَّلاً قبور سے اُٹھ کر سب مومن کافر اکیلے ہی میدانِ محشر میں حاضر ہوں گے پھر مومنین کو محشر میں اولاد سے فرشتوں سا تھیوں سے ملاقات بھی ہوگی اور جنت میں ہر قسم کی دولت بھی ملے گی اور ہر خواہش بھی آناً فاناً پوری ہوگی۔ تفسیر روح المعانی نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کی خواہش اولاد کی بچے کھلانے کی آرزو ہوگی تو اس کی جنتی بیوی یا حور فوراً حاملہ ہوگی بچہ پیدا ہوگا۔ وہ دودھ پلائیگی مرد اپنی خواہش میں اس کو اٹھائے کھلائے گا پھر وہ بچہ جوان بھی جلدی ہو جائے گا۔ یہ بُرے انجام والے وہی بد بخت لوگ ہیں جنہوں نے وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ رب العزت کو چھوڑ کر بہت سے جھوٹے معبود بنا لئے۔ چاند سورج جنّات اور فرشتوں کو دیوی دیوتا مورتی اور بتوں کو معبود سمجھ لیا۔ کفارِ قریش اور دیگر تا قیامت کافروں نے اس خیال میں ان کو معبود بنایا تاکہ اللہ تعالیٰ کے روبروان بتوں کے ذریعے عزت اور شفاعت پائیں۔ گلاً۔ اِن بد بختوں کی یہ آرزو کبھی پوری نہیں ہو سکتی دنیوی عزت کی چھ صورتیں ہیں ۱ دولت ۲ حکومت ۳ وجاہت (رعب داب) ۴ جاگیری ملکیت ۵ تجارت ۶ بیٹے۔ نوکر خدام غلام۔ جتھہ ۷ عربی محاورے میں اُس طاقت وہبا دری کو بھی عزت کہا جاتا ہے جس پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے اور اُس عزت کا سبب اس کے حمایتی ہوں۔ ابتدا سے آج تک ہر کافر کا یہ خیال اور گھمنڈ ہے کہ اس کو ہمیشہ اس طرح کی عزتیں ملتی رہیں گی۔ اسی کی تردید فرمائی جا رہی ہے کہ یہ بے وقوف جن بتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے کافر و مشرک ہیں سَیَکْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِھِمْ قیامت میں وہ سب جنات ملائکہ دیوی دیوتا چاند سورج ان کفار کی پوجا پاٹ پرستش عبادت عزت منت سے انکار کر دیں گے اور ان کفار سے نفرت حقارت کرتے ہوئے کہیں گے کہ یا اللہ اسے ہمارے پیچھے معبود خالق و مالک۔ ان کافروں کی پوجا پرستش کا نہ ہم کو پتہ لگا نہ ہم نے ان کو کہا تھا یہ خود ہی کفر کی خاک پھانکتے پھرے اس پیچھے آج یہ اکیلے ہی جہنم کی راکھ چھانتے پھریں۔ بعض نے فرمایا کہ خود کفار ہی بتوں کی عبادت و پرستش کا انکار

marfat.com
Marfat.com

کر دیں گے کہ وَاللّٰہِ مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ۔ اللہ کی قسم ہم تو دنیا میں مشرک نہ تھے۔ دنیا میں تو نہ جانے کس کس آستانہ و بھروسے پر کافر پرست بتوں پر ہار پھول مٹھائی اور دودھ چڑھاتے ہیں مگر یہی سب کچھ قیامت میں وَیَکُوْنُوْنَ عَلَیْھِمْ ضِدًّا اُن پر الٹ ہو جائے گا کہ جن دیوی دیوتا کو کفار بہت کچھ سمجھتے تھے وہ بھی اِن کے ساتھ ہی جہنم میں بندھے پڑے ہوں گے۔ یا جن کو یہ مشرکین اپنا حامی سفارشی سمجھتے تھے آج قیامت اور جہنم میں ان کے مخالف اور دشمن ثابت ہوں گے۔ جن کو یہ اپنی عزت کا ذریعہ سمجھتے تھے وہ ہی اِن کی ذلت وعذاب کا باعث ہوں گے۔ چونکہ عزت کی الٹ ذلت ہوتی ہے اس لیے یہاں ضِدًّا ارشاد ہوا۔

فائدے اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ قیامت میں مسلمانوں کو ان کی مومن اولاد بھی ملے گی اور ثواب میں اُخروی حصّہ مال بھی ملے گا مگر کفار کو یہ دونوں نہ ملیں گے یہ فائدہ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ مسلمانوں کو دین دنیا کی ہر گفتگو بات چیت کلام میں بہت احتیاط چاہیئے ہر وقت قیامت اور اپنے نامۂ اعمال وکراماً کاتبین کا خیال چاہیئے۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر انسان مرد وعورت مومن کافر کی ہر بات لکھی جا رہی ہے ذرہ ذرہ کا عمل ٹیپ ہو رہا ہے۔ یہ عبرت ناک سبق اور فائدہ سَنَکْتُبُ مَا یَقُوْلُ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ آقائے کائنات حضور اقدس ہمارے نبیِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عالمین کی ہر چیز کو دیکھتے جانتے اور سمجھتے پہچانتے ہیں کوئی نام نسب اور کوئی بھی اجسامِ لطیف وکثیف آپ پر پوشیدہ نہیں رہ سکتا آپ کی نگاہِ عالیہ مقدسہ اُن چیزوں کو بھی دیکھ لیتی ہے جن کو کسی اور مخلوق کی نگاہ نہیں دیکھ سکتی یہاں تک کہ ملائکہ مقربین بھی نہیں دیکھ سکتے یہ فائدہ۔ اَوْحَیْتُ الَّذِیْ کَفَرَ۔ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ کافر نے کہیں کسی جگہ کبھی بیٹھ کر یہ بات کہی یا قیامت تک کافر لوگ اس طرح کے عقیدے بنائیں گے مگر رب تعالیٰ نے ثابت فرمایا کہ میرے حبیب ہر ایک کی بات اور قلبی عقیدہ وارادہ دیکھتے اور سنتے ہیں۔ مَا شَآءَ اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

احکام القرآن اِن آیتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ شریعتِ اسلامیہ کے قانونِ مطہرہ کے مطابق ہر مسلمان پر دو کام ہر وقت حرام واشد حرام ہیں پہلا یہ کہ کوئی مسلمان کسی بھی گمراہ شخص کے کہنے میں آکر کبھی بھی اپنے دینی علماء کرام اولیاء اللہ کی توہین وگستاخی اور دینی مسائل وحی وحکایات کا مذاق یا مقابلہ نہ کرے۔ اس

marfat.com
Marfat.com

طریقے سے شیطانوں گمراہوں بد عقیدوں کو گمراہ کرنے کا موقعہ اور تخریب کا حوصلہ ملتا ہے۔ دوم یہ کہ گناہ کر کے ثواب کی اُمید رکھنا بھی مسلمانوں پر حرام و ممنوع ہے۔ یہ مسئلہ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا فرمانے سے مستنبط ہوا۔ شانِ نزول سے بھی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ قول و عقیدہ اور اس کی اُمیدگمان و خیال کفار کا ہے جو عاص بن وائل کافر نے حضرت خبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کو ایسے بیہودہ خیالات سے بچنا لازم ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ دنیوی زندگی میں ہر مومن مسلمان پر اللہ تعالیٰ کے عہد اور وعدۂ الٰہیہ میں زندگی گزارنا فرض ہے یہ مسئلہ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا سے مستنبط ہوا کہ اللہ رحمٰن و رحیم کے عہد ایمانی میں نہ آنا کفار کا وطیرہ اور نشان ہے۔ مومن کی نشانی یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عہد اور ذمہ داری کی پناہ میں رہے۔ اس عہد میں آنے کی احادیث پاک میں بھی بہت تاکید فرمائی گئی ہے بلکہ بہت دعائیں اور وظیفہ ارشاد ہوئے ہیں کہ ہر مسلمان صبح شام ان کا ورد کرتا رہے بلکہ وہ دعائیں اور وظیفے لکھ کر قبر میں رکھوائے انشاء اللہ اُس کی برکت سے ہمیشہ دنیا اور قبر و حشر میں اللہ تعالیٰ کے عہد کی پناہ میں رہے گا۔ احادیثِ مبارکہ کا ارشاد فرمودہ وظیفہ عہد نامہ کے عنوان سے عام چھپا ہوا ملتا ہے۔ اس کے تقریباً تمام الفاظ احادیث سے ثابت و مرقوم ہیں۔ ایک دفعہ مولا علی شیرِ خدا مشکل کشا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ لوگ مجھ سے محبت نہیں کرتے مجھے اس کا دکھ اور افسوس ہے تو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا ہر نماز کے بعد پڑھا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ عِنْدَكَ عَهْدًا وَّاجْعَلْ لِّیْ عِنْدَكَ وُدًّا۔ وَاجْعَلْ لِّیْ فِی صُدُوْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَوَدَّةً۔ تیسرا مسئلہ نَرِثُ وَرِثَ اور وِرَاثَةٌ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے قبضہ ہونا قبضہ کرنا، مستحق ہونا کسی اور کی قوت طاقت ملکیت ختم کرنا ہے صرف وارث اور میراث کی دولت پانا نہیں۔ دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے نَرِثُ کا تعلق مفعول مَا یَقُوْلُ سے منسلک فرمایا یعنی ہم اُن باتوں کے وارث ہیں جو یہ کہتا ہے لہٰذا شیعہ روافض کا اسی سورۃ کی آیت ۶ سے استدلال کر کے باغِ فدک پر فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا استحقاق و ملکیت ثابت کرنا غلط ہے۔ اگر میراث کا ہر جگہ معنیٰ یہی مال و دولت ہوتی تو یہاں مَا یَقُوْلُ کے بعد نَرِثُ نہ فرمایا جاتا۔ کیونکہ افعال مال و دولت نہیں ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا یَاْتِیْنَا فَرْدًا کہ ہر شخص قیامت میں ہمارے پاس اکیلا آئے گا۔ مگر دوسری جگہ رشدِ

marfat.com
Marfat.com

باری تعالیٰ ہے۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ہم ہر شخص کو اُس کے امام اور لیڈر کے ساتھ بلائیں گے یہ تعارض کیوں ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب دیے گئے ہیں ایک یہ کہ یہاں اس آیت میں ہر انسان کا قبروں سے اُٹھ کر میدانِ محشر کی طرف دوڑتے ہوئے آنے کا ذکر ہے اور دوسری آیت کریمہ میں میدانِ محشر میں جمع ہونے کے بعد پھر حساب و کتاب کے لیے رب تعالیٰ کا بُلانا مراد ہے۔ لہٰذا یہ تعارض نہیں بلکہ میدانِ محشر میں آنے کی دو مختلف نوعیتوں کا ذکر ہے نیز آنے اور بلانے میں بھی فرق ہوتا ہے کہ قیامت میں آنا فرداً فرداً ہوگا اور بلایا جانا یا مَامِهِمْ ہوگا۔ جواب دوم اس طرح ہے کہ فرداً آنے کا معنیٰ ہے بغیر حمایتی بغیر شفاعتی سفارشی پیارے اولاد بغیر گروہ دوستوں ساتھیوں کے بغیر بے یار و مددگار آنا۔ اور یَامَامِهِمْ کا معنیٰ ہے کہ جو پیروکار معتقد مرید تابع دار کا حال ہوگا وہی اُس کے امام پیشوا لیڈر اور رہنما کا ہوگا۔ یعنی کفار کے رہنما بھی کفار کے ساتھ جکڑے مارے باندھے آئیں گے۔ اور مسلمانوں کے پیشوا بھی شان و عزت وقار کے ساتھ آئیں گے۔ لہٰذا تعارض نہ رہا۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ یعنی عنقریب ہم لکھ رکھیں گے وہ باتیں جو کہتا ہے۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ صرف عاص بن وائل کافر کی فقط وہ باتیں رب تعالیٰ لکھ دے گا جو اُس وقت اُس نے حضرت خباب بن ارت سے کہیں۔ اس سے پہلی کفریہ شرکیہ باتیں نہ لکھی جائیں گی اسی طرح یہ صرف باتیں لکھی جائیں گی اُس کے کفریہ اعمال افعال نہ لکھیں جائیں گے۔ نیز یہ باتیں بھی بعد میں لکھی جائیں گی اُس وقت نہ لکھی گئیں جس وقت اُس نے کہیں۔ حالانکہ بہت احادیث سے بھی ثابت ہے اور قرآنِ مجید کی دیگر آیت سے بھی کہ ہر بندے کا ہر عمل قول و فعل بلوغت کے فوراً بعد سے مرنے تک کراماً کاتبین ایک دم اسی لمحہ لکھ لیتے ہیں جب بندہ مومن یا کافر مرتا ہوتا ہے اگر احادیث و قرآن کریم کی دیگر آیات کے فرمودات درست ہیں تو پھر اس آیت کا منشا اور زمانہ مستقبل کا مقصد و معنیٰ کیا ہے۔ بظاہر تو تعارض معلوم ہوتا ہے۔ جواب۔ احادیث معتبرات اور قرآن مجید کی دیگر آیات میں فرشتوں کے قلم سے سب کچھ لکھ جانا بھی درست اور حقیقت ہے۔ اور یہاں سَنَكْتُبُ فرمانا بھی بالکل درست ہے مگر یہاں سَنَكْتُبُ کا معنیٰ لکھنا نہیں بلکہ لکھے ہوئے کو بحفاظت رکھا رہنے اور قیامت میں وہ مکتوب اعمال نامہ کافر کے الٹے ہاتھ میں پکڑانا پڑھوانا مراد ہے۔ یہ جواب اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں عطا فرمایا۔ یعنی یہ کہ ہم لکھ رکھیں گے۔ ہمارے ترجمے کا یہی مفہوم ہے کہ ہم اُس کافر کی اس بات کو بھی نامۂ اعمال

marfat.com
Marfat.com

بنا دیں گے اُس میں شامل کر دیں گے۔ لہٰذا اب کوئی تعارض یا سوال نہ رہا۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا۔ یعنی ہم اُس کافر کو بہت لمبا عذاب دیں گے اِس آیت سے ثابت ہوا کہ کفار کو بھی دائمی عذاب نہ ہوگا بلکہ فاسقین کی طرح کسی کافر کو لمبا عذاب کسی کو چھوٹا۔ اور تھوڑی مدّت عذاب آخر کار سب ہی جہنم سے نکال لیے جائیں گے اور جہنم ہمیشہ کے لیے ختم کر دی جائیگی یہ بات نُمِدُّ کے لغوی معنیٰ اور لَہٗ کی تخصیص سے ثابت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ جواب۔ اس کا جواب ہم نے تفسیر عالمانہ میں اس طرح دیا ہے کہ یہاں نُمِدُّ کا تعلق عذاب سے نہیں اور نَمُدُّ وَعَدًا کا معنیٰ دراز مدت نہیں بلکہ علاقۂ جہنم اور درازیٔ مقامات عذاب ہے یعنی اِس کو پوری جہنم میں گھسیٹا جائے گا یا مختلف دوزخوں میں ہر قسم کا عذاب اِس کو چکھایا جائے گا۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ درازی تو مدّت کی ہی مراد ہے مگر درازی بمعنیٰ ہمیشگی ہے یعنی ایسی درازی جو کبھی ختم نہ ہو اور لَہٗ سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ تخصیص حصر سے ثابت ہوتی ہے اور یہاں کہیں بھی کسی طرح کا حصر موجود نہیں۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا۔ اور زیادہ فرمائے گا رب تعالیٰ ایمان والوں کی ہدایت معرفت کو ترقی دے کر ایمان سے ایقان کی طرف اور ایقان سے اَعیان کی طرف یعنی علم سے معرفتِ الٰہی کی ہدایت اور معرفت سے یقین کی اور یقین سے عین و دیدار کی طرف جس طرح گمراہ اپنی گمراہی و ذلت و رُسوائی میں زیادتی کرتے ہیں تو اُن کی گمراہی بڑھا دی جاتی ہے اور ان کی جہالت و ذلالت کے پردے گہرے اور موٹے ہوتے جاتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ ہدایت کے طالبوں کی ہدایت و توفیق میں زیادتی فرماتا ہے اِس طرح کہ جب کبھی بندہ اپنے علم کی استعداد ہمت وقوت کے بنا پر عمل کرتا ہے تو رب تعالیٰ اس کے علم کو اور زیادہ فرما دیتا ہے حدیث پاک میں ہے کہ جس نے اپنے علم پر عمل کیا تو مولیٰ جَلَّ مَجْدُہٗ اس کو ایسے علم کا وارث بنا دیتا ہے جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا جس کے مدارج یہ ہیں کہ بندہ عمل میں مشغول ہوتا ہے مگر اس کے علم کے پردے کھلتے رہتے ہیں کہ علمِ یقینی کے تقاضہ سے عینُ الیقینی اور عینِ یقینی کی وجہ سے حقُّ الیقینی کی دولت زیادہ فرماتا ہے۔ بندے کے باقیات صالحات تیرے رب کریم کے پاس خیر ہیں باقیات وہ علوم و فضائل ہیں جن کو رب تعالیٰ تجلیاتِ وصفیہ کی جنتِ قلبیہ میں پہنچا کر ذاتِ احدیت کے خیرُ مَّرَدًّا کی طرف رجوعِ عزیزی عطا فرماتا ہے۔ باقیاتِ صالحات یہ وہ اعمال ہیں جو صادر ہوتے ہیں واردات

marfat.com
Marfat.com

الٰہیہ کے نتائج افکار سے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ غیوب کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں۔ بعض بندے کے اعمال دو قسم کے ہیں ۱؎ جو عمل بندہ اپنی طبیعت اور عقل سے خود کرتا ہے وہ باقیات نہیں ہوتے ۲؎ لیکن جو عمل بندے پر اِلقا اور توفیق سے وارد ہوتے ہیں وہ باقیات ہیں ایک آیت میں ارشاد ہے۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح اور تزکیۂ روح کی مجتہدانہ کوشش جاری رکھے تاکہ بندے سے وہی صادر ہوں جو باقیاتِ صالحہ اور احوالِ فاضلہ ہوں یہ اعمال ہی وہ مرتبہ رکھتے ہیں جس سے روحانی نسل بغیر بانجھ ہوتے کے پیدا ہوتی ہے ایسی روح وجسم کا ملاپ نکاحِ ولایت کا نتیجۂ سرمدیہ ابدیہ ہوتا ہے۔ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۔ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ كَلَّا۔ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا۔

اے قلبِ محمود کیا تم لاہوتی سے تو نے تفکر و تدبر فرمایا اُن نفسیات پر جنہوں نے سِرُّ الْاَسرار کی باطنی نشانیوں کا اپنی کور چشمی کی بنا پر انکار کیا اور اپنے سرمایۂ عصیان پر غرور کرتے ہوئے۔ تلبیسِ ابلیس سے یہ سمجھ لیا کہ یہ انکار کر دنیوں ہی دولتِ پائیدار اور نسلِ خلفشار ہے مخفیاتِ ذہنیہ کو غیوبِ سرمدی سمجھ لیا اور تاریکیوں کو حلِ اللہ اعتقام سمجھ لیا کیا ایسے خود اپر کبھی رائے ہائے باطنی پر مطلع ہو سکتے ہیں یا اِن طبیعتِ خبیثہ کا کوئی عہد و پیمانِ روحانیہ و ربانیہ خالق و رحمٰن مولیٰ تعالیٰ سے بنایا جا سکتا ہے کیا صبحِ بیدار کے ذکرِ جلی و خفی سے اس نے کبھی اپنے رب رحیم کو راضی کیا ہے۔ ہرگز ایسی قوتِ استعداد یا قابلیت نہیں فی زمانہ لوگوں میں تین خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ایک یہ کہ جہلا و خبثا نے اولیاءُ اللہ اور علماءِ علیٰحدہ علیٰحدہ دو حصّوں دو گروہوں میں تقسیم کر دیا حالانکہ قرآن و حدیث کی رو سے وَلِیُّ اللہ کی دو قسمیں ہیں صاحبِ شریعت علماء ۲؎ صاحبِ طریقت صوفیا مشائخ دوسری خرابی یہ کہ شریعت و طریقت کو دو جداگانہ چیزیں سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ یہ دونوں ایک دین کے دو پہیے اور دو بازو ہیں تیسری خرابی یہ کہ علماءِ شریعت کو وَلِیُّ اللہ نہیں سمجھا جاتا اور صوفیا کو عالمِ نہیں سمجھا جاتا ایک دوسرے کو مطعون کرتے رہتے ہیں اس لیے دونوں قسم کے لوگ اپنے خود ساختہ وہمی ذہنوں کے تراشے میں مبتلا ہیں۔ کلّا ہرگز ایسا نہیں ہے یہ جہلا اپنے اپنے اُس نامۂ اعمال کو خراب کر رہے ہیں۔ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ جو ہمارے باطنی غیبی کارندے قرطاسِ خوش ضمیری پر لکھ رہے ہیں اور کل بروزِ قیامت ہم اُن کے اس مکتوب کو اُن کے سامنے کر دیں گے۔ وَنَمُدُّ لَهٗ اور دراز کر دیں گے ہم عذابِ جدائی و فراق

marfat.com
Marfat.com

کر جس طرح آج وہ شریعت و طریقت میں محض اس لیے جدائیاں ڈالتے ہیں تاکہ اہلِ طریقت شریعت کا اور اہلِ شریعت طریقت کا انکار و بے عملی کر لیں۔ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۔ كَلَّا ۔ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۔ آج کل جو پیر بنے ہوئے ہیں ان کو اپنے نفوس حریص پر ضبط اور قابو نہیں وہ مریدوں کی کیا اصلاح کریں گے بلکہ وہ ایسے خرافات و لغویات اور وہمیات بول کر اور ایک دوسرے کی نفرت ڈال کر مریدوں مقتدیوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ علما ہی انبیاء کرام علیہم السّلام کے وارث ہیں۔ انبیا علیہم السلام کی وراثت دنیوی مال نہیں ہوتا اُن نفوس قدسیہ کی میراث تو فقط علم و حکمت کا ذخیرہ ہوتا ہے لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اُس نے بافیامتِ صالحات کی میراث کا ایک بڑا حصہ پالیا۔ مگر جُہلا اِس بات کو نہیں سمجھتے وہ جاہ و مال آل اولاد کو ہی دونوں جہان کی دولت سمجھتے اور اُس ذہنی لغویات و بیہودہ اقوال پر اعتماد کر کے شرکیات و کفریات فسق و عصیان میں مشغول ہیں۔ وَنَرِثُهُ اور ہم رَبّ کائنات اِن جُہّال و حُمّق کی ہر دینی دنیوی فضولیات و عملیات پر قابو پالیں گے اور یہ عالمِ بدنیہ کے شور و شغب صبحِ قیامت تفریق میں تن تنہا اور مایوسی کے خوف میں سسکتے حاضر ہوں گے۔ اِن نفوسِ احمقانہ نے اپنے پروردگار کے مقابل مُربّی بنائے تاکہ دنیوی ظاہر پرستی میں عزتِ نفس کا سہارا ہیں گُلاً۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ذرا سی مصیبت پڑنے پر ہی یہ سارے سہارے ٹوٹ اور چھوٹ جاتے ہیں۔ نہ یہاں کی دوستی پر بھروسہ نہ یہاں کی دشمنی و مخالفت کا اعتبار دونوں ہی لاغر و کمزور۔ نورِ قلب کے رخِ تاباں کے یومِ ظہور میں یہ سب آپس میں مخالفت و انکار پر آمادہ ہو کر قلبِ مزکّی کی قدم بوسی کے متمنّی ہو جائیں گے۔ علم و حکمت کا میراثِ ذخیرہ سب سے پہلے ابُو البشر آدم علیہ السّلام کو ملا اُن سے انتقالِ میراثی ہو کر دوسرے افرادِ انسانی کو ملا خطا و نسیان بھی مثلِ میراث ہے انسان ایک زمین ہے جس میں جوہرِ حیات علاقۂ قلب ہے اور حصۂ ممات بنجر علاقۂ نفس اَمّارہ ہے جس حصے پر رب تعالیٰ کے نظرِ رحمت پڑتی ہے وہ تابندگی و روشنی کی دولتوں سے معمور و مزیّن و منوّر ہو رہتا ہے اور جس طرف میں بے توجہی ہوتی ہے وہاں ظلمات کی اندھیریاں ہیں ظلمات جسمانیہ میں کثافت، کے چار غار ہیں پہلا غار انکار کا کفر یا تینًا دوسرا غار کذب کا لَاَكْذِبَنَّ مالاً وَّبَنِيْنَ تیسرا غار ذبہ اَمِ اتَّخَذَ۔ چوتھا غار ظلمت تنہائی کا یا تینا فَرْدًا۔ ان تمام پر جب قضاء حالی و قال کا ورود ہو گا تو نَرِثُهٗ کے تجلی جلال کا ظہور بھی ہو گا اور

marfat.com
Marfat.com

سب فرار ہیں راہِ صداقت دنیوی خرمستیوں کا انکار کر دیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى

اے محبوب کیا تم شروع زمانوں سے دیکھتے نہیں آرہے کہ مسلط کئے رکھا ہم نے شیطانوں کو

کیا تم نے نہ دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے

الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ

کفار پر جو انگیخوں پر نچاتے رہتے ہیں اُن کو خوب نچاتا۔ تو کہیں تم جلدی نہ مچانا

کہ وہ انہیں خوب اچھالتے ہیں۔ تم ان پر جلدی نہ کرو

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ

اُن کے خلاف ہم تو فقط ان کو چند گنتی کے دن دیتے ہیں کچھ معمولی گنتی

ہم تو اُن کی گنتی پوری کرتے ہیں جس دن

نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾

اُس دن کی کو جمع کریں گے ہم تمام نیکوں کو رحمٰن کی بارگاہ کے قریب مہمانوں کی طرح

ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے

وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾

اور بھگائیں گے ہم تمام مجرموں کو جہنم کی طرف گرتا پڑتا

اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے

marfat.com
Marfat.com

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ

کوئی بھی شفاعت کا مالک نہ ہوگا مگر وہی جس نے پالی ہے

لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنہوں نے

الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

رحمٰن کے پاس سے اہلیت

رحمن کے پاس اقرار کر رکھا ہے

تعلقات ان آیاتِ مبارکہ کا سابقہ آیاتِ پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ مشرکین اللہ کے مقابل جن کو اپنا معبود بنائے بیٹھے ہیں قیامت میں وہ سب اپنے پیروں کاروں پجاریوں سے منکر ہو جائیں گے۔ ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا میں یہی منکر ہو جانے والے شیطین ان کفار کو دھڑا دھڑ غلط سبق پڑھا رہے ہیں۔ اور انگلیوں پر نچائے پھر رہے ہیں۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر تھا کہ ہر کافر شخص ہماری بارگاہ میں بروز قیامت اکیلا آئے گا۔ اب فرمایا گیا کہ مومن مسلمان اللہ کی بارگاہ میں وفد بن کر اپنے اماموں مرشدوں کے ساتھ بڑی شان اور عزت افزائی کے ساتھ لائے جائیں گے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کی کچھ خوش فہمی والی باتوں کا ذکر ہوا جو وہ قیامت کے دن اپنے عیش و آرام کے متعلق عقیدہ رکھے ہوئے ہیں۔ اب ان آیت میں اُن کی اِس خوش فہمی کو توڑا جا رہا ہے کہ مال و اولاد عیش و آرام ملنا تو درکنار تمہارا تو وہاں کوئی شفاعت و سفارش کرنے والا بھی نہ ہوگا۔

تفسیر نحوی اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۔ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۔

اَلَمْ ہمزہ سوالِ اِقراری کے لیے۔ لَمْ تَرَ۔ فعل مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق باب فتح سے دراصل تھا تَرَیُ۔ لَمْ نے جزم دیا تو آخری حرف الف گر گیا۔ اَنَّا۔ دو لفظ ہیں نا ان مفتوحہ چونکہ درمیان میں ہے نَا ضمیر جمع متکلم اَنَّ کا اسم ہے اَرْسَلْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق

marfat.com
Marfat.com

جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِرْسَالٌ۔ رُسُلٌ سے بنا ہے بمعنی بھیجنا۔ بہرحال متعدّی ہوتا ہے باب افعال میں اگر تعدّی کی تاکید مزید ہو جاتی ہے ف ضمیر اس کا فاعل۔ الشیطین۔ معرف باللام استغراقی جمع مذکر سالم بحالتِ فتح ہے کیونکہ مفعول بہ ہے عَلٰی بمعنی مَا عِنْدَ۔ یعنی اُن کے پاس خیال رہے عربی نحو میں اکثر یہ بات دیکھی جاتی ہے۔ کہ فلاں لفظ فلاں لفظ کے معنی میں ہے یا یہ فعل دوسرے کسی فعل کے معنی میں ہے تو اس کا مقصد دونوں لفظوں یا دونوں فعلوں یا دونوں اسم مشتقوں کا بیک جا معنی پیدا کرنا ہے۔ مثلاً یہاں عَلٰی بمعنی عِنْدَ ہے تو مقصد یہ ہے کہ عَلٰی کی فوقیت (علیہ تسلط) اور عِنْدَ کا قرب دونوں کا اظہار ضروری ہے۔ یعنی شیطین ان کے پاس اُن پر مسلّط ہو کر آتے ہیں اَلْکٰفِرِیْنَ۔ الف لام استغراق بمعنی تمام کافر ہر قسم کے یہ جار مجرور متعلق ہے تَؤُزُّهُمْ کا باب نَصَرَ کا فعل مضارع حال واحد مؤنث غائب اَزٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے ہانکنا کے سانس کا اُبلنا جوش مارنا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے کسی کو انگلی چبھو کر بھڑکانا کتے کو بھڑکانا مراد ہے ورغلانا۔ اُبھارنا۔ اُکسانا۔ اُبھارنا۔ یا آپس میں گتھ جانا۔ یہاں معنی ہے اُنگلیوں پر نچانا۔ ھُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ اس کا مرجع ہے کافرین۔ تَؤُزُّهُمْ کا فاعل ہٗ ضمیر پوشیدہ واحد مؤنث غائب کا مرجع شیطین ہیں۔ جمع مذکر کے لیے واحد مؤنث کی ضمیر لانا اظہار تحقیر کے لیے ہے اَزًّا اسم مصدر مفعول مطلق۔ تَؤُزُّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہوا شیطین کا اَرْسَلْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہوا اَلَمْ۔ تَرَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ کا۔ خیال رہے کہ جملہ انشائیہ تب بنتا ہے جب کہ امر، نہی۔ استفہام (سوال) تمنی، ترجی عقود۔ ندا۔ عرض، قسم (یعنی حلف شرط تعلیق تعجب کے افعال میں سے کوئی فعل جملے کے اوّل میں عامل ہو۔ اِن بارہ قسموں کے علاوہ سب جملہ خبریہ ہوتے ہیں۔ ف سببیہ ممانعت کی بمعنی کہیں ایسا نہ ہو۔ لَا تَعْجَلْ۔ باب فتح کا فعل نہی حاضر معروف واحد مذکر عَجَلٌ سے مشتق ہے بمعنی جلدی کرنا جلدی مچانا۔ اَنْتَ اس میں پوشیدہ جس کا مرجع عام مسلمان عَلَیْهِمْ۔ عَلٰی بمعنی فِی یعنی بارے میں ھُمْ کا مرجع کٰفِرِیْن جار مجرور متعلق ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بفعل نَعُدُّ کا کاف۔ بمعنی فقط صرف۔ یہی اس کے سوا نہیں ہے نَعُدُّ باب نَصَرَ کا مضارع معروف حال جمع متکلم۔ عَدٌّ سے مشتق ہے بمعنی گننا۔ گنتی شمار کرنا لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے عَدًّا اسم مصدر مفعول مطلق یَوْمٌ۔ اسم ظرف زمانی مراد ہے مطلقاً وقت لغوی ترجمہ ہے صبح سے شام تک کا روشن دن۔ یہ اضافت سے اگلا جملہ مضاف الیہ یا یہ

marfat.com
Marfat.com

ظرف مقدم ہے اور یہ سب عبارت صفت ہے نُعِدُّ کے فاعل نَحْنُ کی۔ نَحْشُرُ۔ باب نصر کا فعل مضارع مستقبل معروف جمع متکلم حَشْرٌ سے مشتق ہے بمعنی جمع کرنا اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع اللہ تعالیٰ اَلْمُتَّقِیْنَ الف لام استغراقی۔ مُتَّقِیْنَ۔ باب افتعال کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب (زبر) مفعول بہ ہے اِلَی الرَّحْمٰنِ یہ جار مجرور متعلق ہے نَحْشُرُ کا وَفْدًا۔ اسم مفرد لفظاً واحد معناً جمع ہے بمعنی نمائندہ جماعت۔ چند قاصد۔ اس کی جمع وفود۔ اُفُوادٌ بمعنی نمائندہ جماعتیں۔ لغوی ترجمہ ہے اونچا ٹیلہ پہاڑ کا پاریت کا۔ ایک وفد کے افراد تین سے نو تک ہوتے ہیں مگر یہاں مراد ہے مہمان گروہ۔ اس لیے تعداد کی کوئی قید نہیں۔ یہ مفعول لَہٗ ہے نَحْشُرُ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَنَسُوْقُ اَلْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا واؤ عاطفہ۔ نَسُوْقُ۔ باب نصر کا فعل مضارع مستقبل جمع متکلم۔ مرجع باری تعالیٰ سُوْقٌ سے مشتق ہے بمعنی ہانکنا۔ اسی سے ہے سَائِقٌ پیچھے رہ کر اگلے جانور یا نوکر چاکر بے سمجھ لوگوں کو چلانے والا اور قائد وہ جو آگے رہ کر پیچھے والوں کو کھینچے یا بلائے۔ عربی میں بازار کو سُوق اسی لیے کہتے ہیں کہ پچھلا خریدار اگلے خریدار کو آگے دھکیلتا ہے۔ اَلْمُجْرِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت فتحہ مفعول بہ ہے مراد کفار ہیں جُرْمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے نافرمان برے کام خلاف قانون کام کرنے والے۔ مفعول بہ ہے اِلٰی جارہ ظرفیہ مکانیہ کے لیے جہنم اسم مفرد غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے یہ جار مجرور متعلق ہے۔ وِرْدًا اسم فاعل جمع ہے وَارِدٌ کی باب ضرب سے وَرْدٌ سے مشتق ہے بمعنی اچانک آ ٹوٹنا گرتے پڑتے پہنچنا۔ ٹھکانے یا منزل پر اترنا مجازی معنی ہے پیاسے جانور یا لوگوں انسان کا یہاں تحقیر کے لیے فرمایا گیا ہے۔ دراصل تھا وَارِدِیْن۔ تخفیف کے لیے نَ گرا دیا گیا یہ حال ہے مُجْرِمِیْنَ کا۔ ذُوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ ہے۔ نَسُوْقُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا نَحْشُرُ کا۔ دونوں مل کر مضاف الیہ یَوْمَ کا مرکب اضافی مفعول بہ ہے نُعِدُّ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر علت ہوئی لَا تَعْجَلْ کی لَا تَعْجَلْ فعل اپنے پرشیدہ اَنْتَ فاعل اور متعلق اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۱۔ کَمَا یَمْلِكُوْنَ باب ضرب کا فعل مضارع مستقبل منفی بلا معروف جمع مذکر غائب۔ مِلْكٌ سے مشتق ہے بمعنی مالک ہونا۔ اختیار رکھنا۔ قابض ہونا۔ یہاں ہر معنی مناسب ہے۔ ہُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل اس کے مرجع میں دونوں ہیں ر اس کا مرجع صرف کفار مجرمین ہے تب یہ استثنا منقطع ہوگا ر اس کا مرجع ہر انسان ہے مومن یا کافر یا فاسق تب استثنا متصل ہوگا۔ اعلیٰ حضرت نے یہی قول پسند فرمایا اَلشَّفَاعَةَ۔ الف لام عہد ذہنی۔ شفاعۃ

marfat.com
Marfat.com

اسم معرف مفرد مؤنث یعنی شفارش مفعول ہے۔ حُمٌ پر شبیدہ ضمیر مستتر ہے۔ اِلَّا حرف استثناء مَنِ اسم موصول۔ اِتَّخَذَ۔ فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر واحد پر شبیدہ اس کا فاعل مرجع مَنْ ہے عِنْدَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے یعنی الٰہی جادہ یعنی اللہ کی طرف سے الرَّحْمٰنِ۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف ہے۔ عَہْدًا اسم مفرد نکرہ یعنی وعدہ فسٹ داری۔ امانت۔ اقرار۔ عہدہ۔ مرتبہ اہلیت۔ لیاقت۔ یہاں یہ آخری معنی ہی میں ہے۔ مفعول یہ ہے اِتَّخَذَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا یہ موصول جملہ مل کر مستثنیٰ ہوا حُمٌ پر شبیدہ کا دونوں مل کر فاعل ہوا۔ لَا یَمْلِکُوْنَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّھُمْ اَزًّا۔ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْھِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَھُمْ عَدًّا یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ وِرْدًا۔ اے ہمارے محبوب ساری کائنات کو بنظر جہانی دیکھنے والے کیا تم نے نہ دیکھا کہ بے شک ہم نے ابلیس و شیطین کو ان کفار مکہ پر مسلط کر کے بھیجدیا وہ شیطین ہی ان کو انگلیوں پر نچاتے اور ورغلاتے اسلام کے خلاف ہر وقت اکساتے رہتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ۔ کی نفی سوال انکاری سے ہے اور نفی کا انکار ثبوت ہوتا ہے یعنی دیکھا ہے۔ اَزًّا۔ کا معنی ہے انگلیاں چبھونا۔ لغوی معنی ہے ہانڈی کے ابلنے کی آواز جس کو اردو میں کھُد بُدانا کہتے ہیں۔ ورغلانے اور اُکسانے کی تین قسمیں ہیں ۱ اَزًّا یعنی ہاتھ یا انگلی چبھو کر اُکسانا ۲ ھَزًّا۔ جھنجھوڑ کر آمادہ کرنا ۳ فَزًّا صرف ہاتھ یا آنکھ کے اشارے سے اُکسانا ہاتھ نہ لگانا (معانی) الشیطین سے مراد ابلیس اور اس کی ابلیسی نسلی ذریت ہے یا اس سے مراد سرداران مکہ ہیں یا عام بڑے کافر جو لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔ اور اُکسانے سے مراد اِنْھِماک فی الضلالت اور اِفراط فی اَلْعِناد۔ یعنی ہر وقت گمراہی میں پھنسے اور گمراہ گری میں لگے رہنا اور یہ محض سخت عناد و دشمنی کی وجہ سے کرتے رہنا اے حبیب کریم ان کے عذاب میں جلدی کی بددعا نہ کیجئے ہم تو فقط ان کفار کی آخری سانس تک عمر مقرر معین کی گنتی پوری کر رہے ہیں جو چند دن کی زندگی ان کو ملی ہے وہ پوری کر لیں۔ فَلَا تَعْجَلْ کی وجہ یہ ہے یعنی چونکہ کفار کی تمام حرکتیں سرکشیاں دشمنی اور مخالفتیں ابلیسی شرارت و اکساہٹ کی بنا پر ہیں اس لیے آپ غمگین و متفکر نہ ہوں کہ وہ اتنی پیاری تبلیغ کے باوجود ایمان کیوں نہیں لاتے اور غریبوں فقیروں صحابہ کو اتنی تکلیف کیوں دیتے ہیں جو ان کی برداشت سے باہر ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ بددعا عذاب نہ کریں یا وہ اذیت برداشت

marfat.com
Marfat.com

کرنے جھیلنے والے صحابہ بد دعا نہ کریں اگر وہ بد دعا کریں گے تو ہم اپنی تقدیر بھی بدل دیں گے ہم قادر و قیوم ہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ ان کو ملی ہوئی زندگی پوری ہو جائے اور ان کے نامۂ اعمال اور زیادہ سیہ ہو جائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخری سانس کی تین صورتیں ہیں۔ جان نکلتے وقت ۲ اہل وعیال سے ابدی جدائی کے وقت ۳ قبر میں داخل ہونے کے وقت۔ یہی ہُمْ مَدٌّ ہے۔ یہاں تو چند دن یہ کافر بن خوب عیش و آرام اور خوب مستیاں کر لیں مگر ان کی ذلت خواری نوشتہ ہو گی یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ جس دن نہایت عزت و احترام سے ہم جمع کر لائیں گے جماعتوں کو مہمانی وفد کی طرح اُس اللہ کی بارگاہِ اقدس میں جو اپنے پیاروں کے لیے رحمٰن ہے قبر میں حشر میں حساب و کتاب میں غفاریت و عنایات میں اُس کی تجلیات میں مقامِ کرامت و عظمت میں جیسے کہ شہنشاہوں کے حضور انعام و تمغات پانے کے لیے اہلِ صنعر حاضری بھرتے ہیں۔ احادیث صحیحہ میں مروی ہے کہ متقین کا یہ حشر خوشبو دار اونٹوں پر ہو گا۔ لباسِ زینت و معطر ہیں ہر متقی کی خوشبو اور سواری بقدرِ تقویٰ ہو گی بعض اونٹوں پر دس دس بعض پر چار بعض پر تین اور کسی پر صرف ایک ہی نہایت شان و شوکت سے سوار ہو گا۔ ان اونٹوں کی زینیں یاقوت کی پشتی بان (پچھلی ٹیک) سونے کی لگامیں زبرجد کی یہ سواریاں اہلِ ایمان کو دو بار ملیں گی پہلے قبر سے نکلنے کے بعد اُن پر بیٹھ کر میدانِ محشر میں ورنہ تاج پہنے ہوئے آئیں گے عرشِ اعظم کے پاس اُتریں گے پھر بعد حساب و کتاب جنت میں جانے کے لیے سواریاں عطا کی جائیں گی۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام خوب صورت نورانی گھوڑوں پر حضرت صالح علیہ السّلام اپنے ناقہ پر آقائے کائنات سرورِ مرسلین بُراق پر عوام مسلمان اپنے اپنے عملِ صالحہ پر جو اُس دن جانوروں کی شکل میں کر دیئے جائیں گے اور ہر ایک عملِ صالحہ قبر سے اٹھنے پر مومن کا استقبال کرے گا۔ نہایت خوب صورت شکل میں۔ امامین کریمین کریمین شہدا کے جھوٹ میں جنت کے اونٹوں پر سوار ہوں گے۔ فاسقین پیدل ہوں گے۔ یہ سب کچھ شانِ کریمانہ کی طرف سے فقط مومنین کی عزت افزائی کے لیے لیکن۔ وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا ہم ہانک دیں گے مجرمین کافرین مشرکین کو پیاسے ترسائے جانوروں کی طرح بھگاتے ہوئے۔ دوزخ کی جانب گرتے پڑتے بھاگیں گے۔ اپنی بدعملی بدعقیدگی کفر و شرک کا بوجھ اٹھائے ہوئے کفار و فجار جب قبروں سے نکلیں گے تو ان کی بدعملیات نہایت سیاہ بدصورت خوفناک و دہشت ناک حالت میں کفار و فجار کا استقبال کریں گی سخت کمروہ بدبو کے ساتھ متقین کو ان کی خواہش کی سواریاں بھی ملیں گی لفظ وَفْد جمع ہے وَافِد کی جیسے رَکْب جمع ہے رَاکِب کی اور صَحْب صاحِب کی یہاں وَفْداً بمعنی شان و تکریم ہے

marfat.com
Marfat.com

حقیقی معنی مراد نہیں کیونکہ حقیقی ولغوی معنی یہ ہے کہ تھوڑی دیر کیلئے کسی کے پاس وفد بن کر کسی غرض کے لیے آنا اور پھر چلے جانا مگر اہلِ جنت کا جنت میں داخلہ اگرچہ بغرض حصول عطاء ثواب ہے مگر واپس جانا نہیں۔ یا وفد کی حاضری سے مراد جنت کے داخلے سے پہلے بحضور رب تعالیٰ حاضر ہونا ہے۔ تفسیر روح المعانی نے بروایت احادیث فرمایا کہ امت مصطفیٰ کے ستر ہزار بے حساب سے بھی بے شمار زیادہ وہ خوش قسمت مسلمان ہیں جو بغیر حساب کتاب جنت میں جائیں گے اُن کو قیامت کی ہولناکی بھی نہ ہوگی۔ ہولناکی اور قیامت کا پسینہ صرف کافرین و فاسقین کو ہوگا۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو تمام انبیاء کرام اور اُن کی امتیں سامنے سے گزار کر دکھائی گئیں روایات کثیرہ میں ہے کہ آٹھ قسم کے بندے بغیر حساب و کتاب جنت میں جائیں گے ۱ کثرت سے حمد کرنے والے ۲ راتوں کو جاگ کر تہجد و یادِ الٰہی کرنے والے ۳ جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کوئی نہ روک سکے نہ تجارت نہ مال نہ اولاد نہ کوئی وہابی دیوبندی نہ کسی کافر کی ہندو سکھ مشرک کی دھونس واذیت جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان تھی ۴ جو عمرے یا حج کو آتے جاتے فوت ہوجائے ۵ دینی طالب جو دورانِ طالب علمی فوت ہوجائے ۶ خاوند کی مطیع بیوی ۷ والدین کا خدمت گزار بیٹا ۸ رحیم اور صابر بندہ۔ میدانِ محشر میں اہلِ ایمان کا آنا بھی تین قسم کا ہوگا اور فجار و کفار کا آنا بھی تین قسم کا ہوگا۔ مومنین متقین کاملین صالحین کا آنا رُکْبَانًا وَّمُشَاةً وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یعنی بعض لوگ سواری پر بعض پیدل اور سب صالحین لباس میں ہوجائیں گے۔ مگر کافرین مُشْرِکِیْن مُجْرِمِیْن مُذْنِبِیْن۔ عُصَاةً۔ فُسَّاقًا۔ عُمْیًا یعنی سب کفار فجرین پیاسے ننگے بدن جنیاً یعنی گھٹنوں کے بل چلتے آئیں گے بعض سر کے بل چلتے ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ سر کے بل کیونکر چل سکیں گے فرمایا جو اللہ تعالیٰ دنیا میں پیروں سے چلانے پر قادر ہے وہ محشر میں سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔ اور یہ بہت سی عجیب باتیں تو دنیا میں بھی ظاہر ہیں مثلاً جمگا ڈر بلا تکلف اُلٹی ہی سوتی بلیغتی ہے چوپائے ہاتھ پاؤں پر بلا تکلف چلتے ہیں بندر بہت دور تک اُلٹا ہو کر چلتا رہتا ہے۔ کینگرو جانور چھالیں ہی مار کر چلتا ہے تو اسی طرح وہ قادر و قیوم رب تعالیٰ کفار کو بھی محشر میں اُلٹا بھی چلا سکتا ہے۔ لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا اُس دہشت ناک دن میں تمام انسانوں میں کوئی بھی کسی کی شفاعت پر مالک نہ ہوں گے اور اپنے اختیار سے اپنی دوستی محبت اور پیار و شفقت سے کسی کی بھی شفاعت سفارش حمایت نہ کر سکیں گے۔ کسی کو بچانے چھڑانے کے مالک نہ ہوں گے۔ نہ مومن کسی

marfat.com
Marfat.com

شفاعت کا مالک نہ کافر نہ فاجر کی شفاعت کر سکے گا نہ مشرک و بدعقیدہ کی اِلَّا۔ یہ استثناء منقطع ہے یعنی کسی کو بھی شفاعت کی اجازت نہ ہوگی سوائے اُن محبوبین کے جنہوں نے دنیوی زندگی میں ہی عبادت ریاضت خلوت مراقبہ ذکر الٰہی نعت مصطفائی۔ تلاوت حلاوت فقاہت وکرامت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ رب کریم سے حیاتِ طیبہ ابدیہ کا عہد اذن وشفاعت کا تمغہ وانعام پالیا اور اپنے رحیم ورحمٰن کے کرم کریمانہ ومحبتِ خسروانہ کا عہد بنا لیا فرمایا قال صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو روزانہ صبح شام اِن الفاظ کا وظیفہ پڑھے رب تعالیٰ بروزِ قیامت اُس کے عہد کو قائم فرمائے گا۔ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبُنِیْ اِلَی الشَّرِّ وَتُبَاعِدُنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَاِنِّیْ لَا اَتَّکِلُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ لِیْ عِنْدَکَ عَھْدًا تُوَفِّیْنِیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ عہد سے مراد مراد اذنِ شفاعت جو صرف گناہگار مسلمان کی ہوگی نہ کسی کافر مشرک کی نہ بدعقیدہ گمراہ انسان کی ۲ کلمہ شہادت اور کلمہ طیبہ کو باقی وقائم رکھنا اللہ کا عہد ہے کہ بندہ صدق دل سے اس پر ایمان لائے اس کا زندگی بھر ورد کرے اور مولیٰ تعالیٰ ابدتک اس کو قائم ودائم فرمائے ۳ عہد شجرۂ طیبہ ہے ۴ عہد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب نہ دے ۵ جو بندہ مومن کو خوش رکھے اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اس سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو وہاں خوش فرمائے گا جہاں کوئی کسی کو خوش نہیں کر سکتا نہ کسی کی خوشی مفید ہو ۶ جو شخص زندگی بھر اچھے وضو اچھے عمل سے ابھی ور مکمل صحیح نماز پڑھتا رہے پنج وقتہ صحیح وقت صحیح رکوع سجود قیام وقعود سے خشوع وخضوع کے ساتھ تو اُس عابد وزاہد بندے کے ساتھ رب تعالیٰ کا عہد ہے یہ کہ دنیا میں مردودیت سے بچائے اور آخرت میں عذاب ومحرومیت سے بچائے۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہمیشہ باجماعت نماز پڑھا کریں باجماعت نماز میں مسلمانوں کی جو سلامی شان وعزت ہے وہ اکیلے پڑھنے میں نہیں یہ فائدہ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا کی آیت سے حاصل ہوا کہ قیامت کے دن بھی اظہار شان وعزت کا قیام وفد اور جماعت ہی کر حاضر بارگاہ الٰہیہ ہونے میں ہے لہٰذا دنیا میں بھی اس کی

marfat.com
Marfat.com

بارگاہِ قدس میں بدجبہ نافرمان کر آنا چاہیئے۔ جب کہ فَرْدًا فَرْدًا آنے کو کفار کی علامت قرار دیا گیا ہے دوسرا فائدہ ہر مسلمان مرد و عورت کو ہر وقت گناہوں سے بچنا چاہیئے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کیونکہ گناہ عصیان ہیں اور عصیان جرم ہے اور مجرم جہنمی ہیں۔ خواہ مسلمان ہی ہو۔ یہ فائدہ اور عبرت کا سبق وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا یعنی ہر قسم کے مجرم کو ذلت سے ہانک دیا جائے گا۔ یہاں نَسُوْقُ الْمُكْرِمِيْنَ نہ فرمایا گیا تاکہ پتہ لگے کہ گناہگار فاسق و فاجر بھی سب تعالیٰ کی بارگاہ میں ذلیل و خوار ہوں گے نَسُوْقُ میں تین قومیں داخل ہوں گی ۱ فاجر ۲ گمراہ گستاخ بدمذہب ۳ فاسق فاجر بدمعاش، فرق صرف یہ ہوگا کہ ضِدِّیِ ظالم گستاخ کلمہ گو اپنی سزا بھگتا کر جہنم سے نکالا جائے گا مگر کفار اور مرتد ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہے گا۔ خیال رہے کہ شفاعت صرف ان مجرمین گناہگاروں کی ہوگی جو دنیا میں ضدّی و ظالم نہ تھے۔ تیسرا فائدہ۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کام ایک جیسا ہوتا ہے مگر نوعیت و کیفیت مختلف ہوتی ہے دنیا و آخرت میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں لہٰذا کسی کے اچھے کام کو دیکھ کر اس کی طرف راغب نہ ہو جانا چاہئے۔ جب تک کہ اس کام کو کرنے والے کی نوعیت و حقیقت و نیت کا پتہ نہ لگ جائے یہ فائدہ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو میدانِ محشر میں سب انسان حاضر ہوں گے مگر مومنین کی حاضری علیحدہ نوعیت سے ہوگی کافرین کی علیحدہ نوعیت سے۔ یہی کیفیاتِ مختلفہ دنیا میں بھی بندوں کے اعمال کی ہیں۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ مسلمانوں کو ہر قسم کی بدعمل سے بچنا چاہیئے اس لیے کہ بدعملی سے شیطنین مسلط ہو جاتے ہیں۔ جو انسان کو ہر معاملے میں گمراہ سے گمراہ تر کئے جاتے ہیں پھر سدھرنے کا نام تک نہیں اور یہی سب سے بڑی بدبختی ہے۔ یہ مسئلہ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ جس طرح ہر مسلمان کو حسد بغض چغلی غیبت سے بچنا فرض ہے اسی طرح لوگوں کو بری باتوں برے کاموں کی رغبت دینا بھی گناہِ عظیم اور شیطنیت ہے یہ مسئلہ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ نیکیوں سے روکنا گناہوں فضول خرچیوں پر اکسانا ابلیسی کام ہے۔ ان بری حرکتوں سے بچنا بھی ہر مسلمان پر لازم ہے۔ تیسرا مسئلہ جو لوگ مسلمانوں کو زکوٰۃ سے روکتے ہوئے غربت سے ڈراتے ہیں کہ زکوٰۃ دو گے تو غریب ہو جاؤ گے اور قربانی کو معاذ اللہ فضول کہتے ہیں۔ سود خوری کے فائدے بتاتے ہیں اپیلیں بند کرتے ہیں خیرات و صدقات سے روکتے اور شادی بیاہ پر

marfat.com
Marfat.com

خوب خرچ کرتے ہیں اور ہر بُرے کام بلکہ لہو لعب کا مشورہ دیتے ہیں وہ سب لباس شیاطین ہیں اُن سے اپنا ایمان بچانا لازم ہے بُرے ساتھی بھی عذابِ الٰہی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ بھی نُوْرِهِمْ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا اس سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے کل قیامت میں مُنْدَرِجین کی شفاعت کرنی ہے اُن کو آج دنیا میں ہی شفاعت کا عہد اور اذن مل چکا ہے لیکن حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آقائے کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرش اعظم کے نیچے سجدہ فرمائیں گے اور حمدِ خصوصی فرمائیں گے تب آپ کو شفاعت کی اجازت ملے گی گویا کہ دنیا میں ابھی کسی کو شفاعت کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن کریم کی اِس آیت میں اور اُس حدیث پاک میں تعارض کہاں ہے حدیث پاک کے اَلفاظ اِس طرح ہیں۔ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (۱۲) اے محمد مصطفٰی اپنا سرِ اقدس اٹھائیے جو مانگو گے دیا جائے گا اور شفاعت فرمایئے شفاعت قبول کی جائے گی۔ اسی طرح آیت الکرسی میں ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ یعنی اللہ کے پاس میدانِ محشر میں کس کی ہمت وجرأت ہے جو شفاعت کر سکے مگر جس کو وہاں اجازت ملے گی وہی شفاعت کر سکتا ہے۔ اِس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابھی دنیا میں کسی کو اجازت نہیں ہے لیکن اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اجازت اور عہد دنیا میں ہی مل گیا۔ جواب۔ اس کے چند جواب دیے گئے۔ حاشیہ نور العرفان میں حضرت حکیم الاُمت نے فرمایا کہ اجازت اور عہدِ شفاعت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں ہی مل چکا ہے قیامت کا سجدہ اذنِ شفاعت کے لیے نہیں ہوگا بلکہ اذنِ کلام کے لیے ہوگا۔ دوسرا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ آیتِ پاک میں اجازتِ شفاعت کا ذکر نہیں بلکہ عہد کا ذکر ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عہد باندھ لیا۔ بوجہ اُس کی محبوبیت ومقبولیت کے اُس کو کل قیامت میں اپنوں اپنوں کی شفاعت کو اجازت مل جائے گی۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُس دن اُس سجدے سے ہی شفاعتِ کبریٰ کی اجازت ملیگی آج دنیا میں نہ اجازت ہے نہ اجازت کی ضرورت ہے۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ اجازت تو دنیا میں ہی مل گئی ہے کہ جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ عالم اتنی پشتوں کو حافظ اتنی پشتوں کی شفاعت کریں گے وغیرہ مگر ظہورِ اجازت اُس دن ہوگا اور یہ نبوی سجدہ ظہورِ اجازت کے لیے ہوگا نہ کہ اجازت کے لیے یہ سب جواب درست ہیں بہرحال آیت میں احادیث میں تعارض نہیں ہے واللہ ورسولہ اعلم۔

marfat.com
Marfat.com

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اَلَمْ تَرَ اس فعل کے متعلق تفاسیر میں ہے کہ یہ فعل مضارع بمعنیٰ ماضی مطلق ہے اسی طرح اور بھی کئی جگہ کسی لفظ کو کسی دوسرے لفظ کے معنیٰ میں کر دیا جاتا ہے مثلاً مصدر بمعنیٰ اسم فاعل یا اسم مفعول یا کئی دفعہ عَلٰی بمعنیٰ عِنْدَ وغیرہ کر دیا جاتا ہے۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ وہی وہی صیغہ یا فعل کیوں نہیں آجاتا جس کے معنیٰ میں یہ کیا گیا ہے۔ یعنی بجائے اَلَمْ تَرَ فرمانے کے یہاں اَمَا رَاٰی کیوں نہ کہدیا گیا اور عَلٰی کہنے کی بجائے عِنْدَ ہی کہدیا جاتا۔ اتنے لمبے چکر کی کیا ضرورت تھی۔؟ جواب، دوسرے کئی وجوہ کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس فعل یا حرف یا اسم کو دوسرے اسم فاعل یا حرف کے معنیٰ میں لایا جاتا ہے وہاں دونوں کے معنیٰ کا استفادہ مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً اسی جگہ۔ اَلَمْ تَرَ کو بمعنیٰ ماضی کرنے سے ماضی وحال دونوں کا فائدہ حاصل ہوا اور فعل (دیکھنے) کی مدت دراز ہوگئی۔ یعنی ماضی سے شروع ہو کر حال تک آگئی جس کو ہم اُردو میں اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ۔ کیا تم دیکھتے نہیں چلے آرہے ہو اور فعل مثبت میں کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی یہ کام کرتا چلا آرہا ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ یہ کام تو میں برسوں سالوں سے کرتا چلا آرہا ہوں۔ اسی طرح عَلٰی کو بمعنیٰ عِنْدَ کرنے سے جب دونوں معنیٰ شامل ہوئے تو عَلٰی سے فوقیت و تسلط ثابت کیا گیا اور عِنْدَ سے تسلط میں قرب پیدا کیا گیا۔ یہ بات خود فعل ماضی یا خود عِنْدَ کے لانے سے حاصل نہ ہوتی یہی حکمت ایسے تمام مقامات میں ہے۔ اسی طرح جب ماضی کو بمعنیٰ مضارع کیا جاتا ہے تو معنیٰ ہو جاتا ہے جان بوجھ کر کیا یا نہ کیا۔ یہی کیفیت نفی مجحد بلَمْ کا ہے۔ لَمْ یَغْفِرْ کے معنیٰ ہیں جان بوجھ کر نہ مارا اُسنے بہرحال یہ تغیر فضول نہیں۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِلَی الرَّحْمٰنِ چاہیئے تھا فرمایا جاتا۔ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ اس لیے کہ اِلٰی انتہاء کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ انتہا سے پاک و سُبْحَانَ ہے عِنْدَ قرب کے لیے ہے۔ جواب۔ اِلٰی فرمانا مُحْشَرُ کی مناسبت سے ہے یعنی بندوں کا آنا اور آنے کی انتہا وہاں تک ہے اور قرب جمال تک محشر ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ چوتھا اعتراض یہاں پہلے فرمایا مُحْشَرُ۔ پھر فرمایا۔ اِلَی الرَّحْمٰنِ۔ مُحْشَرُ کا فاعل اللہ ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی اور ذات ہے رحمٰن کوئی دیگر ذات ہے۔ جواب۔ مُحْشَرُ کا فاعل ضمیر جمع متکلم کا مرجع ذاتِ باری تعالیٰ ہے مگر رحمٰن صفاتِ باری تعالیٰ میں سے ہے اور پوری آیت کا معنیٰ و منشا یہ ہے کہ بروز قیامت رب کریم اپنے پیاروں کو اپنی صفتِ رحمانیت کی طرف لائیگا۔ نہ کہ غضب و جلال کی طرف۔

تفسیر صوفیانہ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ

marfat.com
Marfat.com

الجہنمیین الی جہنم وبئس المصیر۔ ومنہا حدیث امام الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا جس نے اپنی سانسوں پر اور وقتی میں حفاظت کی اس کی سب سانسیں یا تم ہفتے مہینے اور سال اس کے حکم کی گنتی میں ہیں لیکن جس اوقات کی مہلتیں ساعتیں ہیں اس کی سانسیں برباد اور جس کے اوقات مہلت دنوں میں پھیلے ہیں اس کی ساتیں برباد اور جس کا وقت مہلت ہفتوں میں بٹ گیا اس کے ایام برباد اور جس کے اوقات مہینوں کی گنتی میں اس کے ہفتے برباد اور جس کو سالوں کی مہلت میسر ملی اور دہنوی تقسیم میں بٹ گئی اس کے مہینے برباد اور جس کی مہلتِ اوقات خواہشات کی عمروں میں پھیلے ہیں اس کی پوری عمر کی سانسیں برباد اور جس بدبخت کی پوری عمر برباد اس کے لیے کوئی مہلت نہیں اس کی حسنتِ عمال نفس کے صدف شمار نہ کی جائے گی اس کو چاہیئے کہ بربادی عمر پر دنیا میں ہی خوب روئے ایسے بدنصیب کے لیے بد دعاءِ عذاب میں جلدی نہ کی جائے اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۔ اُن کی درازیِ عمر فکرِ نفسانی کے چند گنتی کے دن شمار کئے جا رہے ہیں۔ وقت کی لمبائی درازیِ مدت اور کمی اوقات وقت کی حاضریِ بارگاہ کے اعتبار سے ہے کسی کا وقتِ مہلت فقط ایک ساعت کسی کا وقتِ حاضریِ حضور ایک دن کسی کا ایک ہفتہ کسی کا ایک ماہ حضوری کا ملا کسی کا ایک سال یہ اوقاتِ مہلت عمر میں نقط ایک بار آور بدبخت کو کوئی وقتِ حضوری نہیں ملتا بوجہ نفسانی شہوانی شہوات میں مستغرق ہونے کے عمر ایک خزانہ ہے اور ہر سانس ایک موتی ہے۔ اے بندہ ان بیسیے موتیوں کو برباد و ضائع نہ کر ورنہ بقولِ مولانا جامیؒ بوقتِ موت انہا کا پچھتاوا ہوگا۔ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا متقین کا حشر بارگاہِ رحمٰن میں ہوگا کیونکہ رحمانیت صفاتِ لطیفہ میں سے ہے جس کی تجلیات اور شانیں وجودِ انعام و فضل و کرم۔ قرب اور بخششیں ہیں۔ اور اگر رحمت صفتِ ذات ہو تو خود ایصالِ خیر کرنا اور دفعِ شر مراد ہے ایصالِ خیر و دفعِ شر کا ارادہ اور اگر صفتِ فعل ہو تو خود ایصالِ خیر کرنا اور دفعِ شر مراد ہے مجرمین کا حشر اہلِ فراق و محرومین کے پاس ہے متقین اہلِ عقل مثل ملائکہ ہیں اور مجرمین مثل جنون و دوابہ ہیں۔ اس ظہورِ سلطنتِ جلال و قہرِ فراق کی ساعتوں میں کوئی بھی کسی کی شفاعت و شفاعت کا دم نہ بھر سکے گا مگر وہی بندۂ عجز و نیاز جس نے قلبِ عرشِ صمدیت کے حضور رحمٰن کا عہد لاحق پایا۔ بندے دو قسم کے ہیں ۱ بندۂ رحمٰن ۲ بندۂ شیطین بندۂ رحمٰن کے قرین ملائکہ ہیں اس لیے اُن پر اِلَّا بِاِذْنِ رَبِّكَ کا نزولِ ملائکہ ہوتا رہتا ہے بندۂ ابلیس کا قرین شیطین ہوتے ہیں اس لیے اُن مجرمین شہوات پر وَنُزِّلُ کا حجاب ہوتا ہے نزولِ ملائکہ نورانیت و صفائی میں ہے نزولِ شیطانی ظلمت و کدورت میں ہے قرینِ شیطانی کے نفوسِ سفیہ پر عمائے کفر و خبیثہ و عقائد کا عذابِ اجلِ معین وارد ہوتی ہے متقینِ معرفت کے حشرِ عرفی میں چار مقامات ہیں ۱ بحسبِ تجلیاتِ صفاتِ سبعہ الٰہی صفاتِ رحمٰن کا قربِ جمال کا حشر سعود ۲ جب سیری رحمٰن

marfat.com
Marfat.com

کی انتہا ہوتی ہے تو سیر الی اللہ کی ابتدا ہوتی ہے جن کا حشر اوّل سیر الی اللہ حشر دوم سیر مع اللہ حشر سوم سیر فی اللہ یہی معراجِ عشق کے تین مقامات ہیں۔ لیکن مجرمینِ اعمالِ خبیثہ کو جہنم طبیعت رذیلہ کی طرف وادیٔ قہر سے پیاسے اونٹوں کی طرح ہانک دیا جاتا ہے اور کسی کو بھی استحقاق نہیں کہ امدادات ملکوتیہ اور انوارِ قدسیہ کی سفارش وشفاعت کسی کے لیئے کر سکے مگر صرف وہی بندۂ عشق رحمٰن جسنے رحمتِ الٰہیہ کے قبول کی استعداد اور صلاحیت حاصل کر کے عہدِ حقیقی سے جناب الٰہی کا اتصال وتقرب حاصل کر لیا۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ

اور کہا انہوں نے کہ بنالی اللہ رحمن نے اولاد۔ البتہ

اور کافر بولے: رحمٰن نے اولاد اختیار کی۔ بے شک

جِئْتُمْ شَيْـًٔا إِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

نکالی تم نے ایسی سخت بات جو نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ گریں

تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں

مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

اس کفر سے اور ٹکڑے ہو جائے زمین اور بکھر جائیں تمام پہاڑ

اور زمین شق ہو جائیں اور پہاڑ گر جائیں

هَدًّا ﴿۹۰﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا

گر کر۔ اس پر کہ ان لوگوں نے دعویٰ گھڑا کہ اللہ رحمٰن کے لیے اولاد کا، حالانکہ ہو ہی نہیں

ڈھ کر۔ اس پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد بتائی۔ اور

marfat.com
Marfat.com

يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ

سکتا اللہ رحمٰن کے لیے کہ بال بچے رکھے نہیں ہے

رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے

كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي

کوئی بھی جو آسمانوں اور زمین میں ہے مگر وہ رحمٰن کے پاس آنے والا ہے

آسمان اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور

الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ

بندہ بن کر ۔ البتہ بے شک ازل سے منحصر کر رکھا ہے اس نے

بندے ہو کر حاضر ہوں گے ۔ بے شک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور

عَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾

نے ان تمام کو اور علیحدہ علیحدہ شمار کر چکا ہے وہ پوری گنتی

ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق یہ پچھلی آیت میں ذکر تھا کہ شیطان ان کفار کو ورغلاتا وسوسے ڈالتا ہے اب ان آیت میں ذکر ہے کہ سب سے بڑا شیطانی وسوسہ یہ ہے کہ ان مشرکوں نے اللہ کے لیے اولاد بھی بنے کا عقیدہ گھڑ لیا۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کی طرف سے جلد فکر مند نہ ہوں ہم نے ان کی صرف ڈھیل دی ہوئی مدت پوری کرنی ہے اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے ڈھیل ختم ہونے کے بعد یہ بھاگ نہیں سکتے۔ بلکہ ایک ایک کر کے سب بندے بنے ہوئے ہاتھ باندھے اس کے حضور حاضر ہوں گے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں لوگوں کی گنتی جاننے کا تذکرہ تھا۔ اب ان آیت میں اس کا طریقہ

marfat.com
Marfat.com

ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۔ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۔

تفسیر نحوی

واؤ سر جملہ یعنی عاطفہ زائد لفظ ابتداء کلام کے لیے۔ قَالُوْا۔ فعل ماضی مطلق۔ جمع مذکر غائب ہُمْ اس میں پوشیدہ ضمیر کا مرجع مُجْرِمِیْنَ ہے اس کا فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَتَّخَذَ۔ باب افتعال کا فعل ماضی مطلق معروف واحد مذکر اَخْذٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ بمعنی بنانا اختیار کرنا مہیا کرنا حاصل کرنا۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں اَلرَّحْمٰنُ اس کا فاعل وَلَدًا اسم مفرد لفظاً واحد معناً جمع بمعنی اولاد۔ یہاں مراد مؤنث اولاد ہے کیونکہ مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ یہ وَلَدًا مفعول ہے اِتَّخَذَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ لام تحقیق۔ قَدْ جِئْتُمْ۔ فعل ماضی قریب معروف جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل اس کا مرجع مُجْرِمِیْن ہے جِئْتُ سے مشتق باب ضرب سے ہے بمعنی لانا۔ یہ مصدر بیک وقت اسی مادے میں متعدی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی اگر متعدی ہو تو معنی ہے لانا اگر لازم ہو تو معنی ہے آنا۔ یہاں یہ مصدر متعدی ہے۔ شَيْئًا اسم مفرد نکرہ اس پر تنوین تعجب ہے (دوزبریں) بمعنی حیرانی کی بات۔ کیونکہ جس چیز کا کہیں پتہ سراغ نہ ہو اس کو مان لینا یا بولدینا حیرت ہی ہوتا ہے یہ موصوف ہے اِدًّا اسم مفرد نکرہ جامد بمعنی بھاری۔ بوجھل۔ شدید بری۔ سخت کڑوی دھاکہ خیز۔ یہاں پہلے یا آخری معنی میں ہے صفت ہے شَيْئًا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ لَقَدْ جِئْتُمْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ تَكَادُ۔ باب کَرُمَ ثلاثی مجرد شاذ کے آخری تیسرے باب سے ہے۔ فعل مضارع معروف واحد مؤنث کا صیغہ اس لیے آیا کیونکہ اس کا اسم السَّمٰوٰتُ جمع مؤنث حاضر موجود ہے يَتَفَطَّرْنَ۔ باب تفعّل کا فعل مضارع۔ جمع مؤنث غائب چونکہ اس کا فاعل حاضر نہیں اس لیے فعل جمع غائب آیا۔ اس کا مادہ مصدر ہے فَطْرٌ بمعنی چرنا پھٹنا۔ سخت نرم ٹھوس پتلی بلکہ محسوس اور غیر محسوس اور ظاہری باطنی چیز کے ٹوٹنے کو فطر کہہ دیا جاتا ہے اسی سے روزہ اِفطار۔ فطور مچانا یعنی امن سکون کو توڑنا۔ فطرت پیدائشی عادت۔ فاطر عدم کے پردے کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا۔ اَلْبَتَّہ موٹی سخت چیز کے ٹوٹنے کو فطر نہیں کہا جاتا۔ اس کا مصدر ہے تَفَطُّرٌ مِنْهُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع السَّمٰوٰتُ ہے مِنْهُ جار مجرور ہُ ضمیر واحد مذکر کا مرجع شَيْئًا ہے یہ متعلق ہے يَتَفَطَّرْنَ کا وہ سب سے مل کر

marfat.com
Marfat.com

جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ تَشَقَّقُ۔ باب انفعال کا فعل مضارع اس کا مصدر ہے اِنْشِقَاقٌ۔ شَقٌّ سے بنا ہے یعنی ٹوٹنا۔ ٹکڑے ہونا۔ عرف ٹھوس اور سخت چیز کے ٹوٹنے کے لیے ہے اَلْاَرْضُ الف لام استغراقی یا جنسی۔ ارض اسم مفرد مؤنث یعنی روئے زمین (تمام زمین) فاعل ہے یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ تَخِرُّ باب ضَرَبَ کا مضارع واحد مؤنث غائب خَرٌّ مصاف ثلاثی سے مشتق ہے یعنی زمین سے لگنا۔ گر پڑنا۔ انشقاق انخرار کا فرق۔ انفطار ٹکڑے ہونا یہ سخت جسم کے لیے مستعمل ہے گویا کہ آسمان زمین سے بھی سخت ہے اور پہاڑ سے بھی آسمان نے کبھی اپنے اوپر شرک کفر گناہ نہیں دیکھا نہ سنا یہ وَلَدًا والا شرک زمین سنکر کانپا۔ انشقاق صرف جڑنا پھٹنا جیسے کپڑا پھٹنا یہ نرم کیفیت اس لیے کہ زمین پر شرک کفر ہوتے رہتے ہیں وہ اس کی عادی ہے مگر ولدیت کا شرک سنکر وہ کانپی مگر تھوڑی صرف پھٹنے کی حد تک انخرار کا معنی کسی لمبی اونچی چیز کا ڈھکر گر جانا۔ یا معنی ہے کہ تینوں کانپ کر قیامت کے قریب ٹوٹ کر پھٹ کر گر کر ختم ہوجائیں گے۔ الف لام استغراقی جِبَالُ۔ اسم جمع مکسر منصرف یعنی تمام پہاڑ۔ ھَدًّا۔ اسم مصدر مفعول مطلق ہے تَخِرُّ کا کیونکہ دونوں کا ترجمہ ایک ہی یعنی گرنا زمین بوس ہونا۔ اگرچہ لفظاً متفرق ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ حال ہے الْجِبَالُ کا اعلیٰ حضرت نے ہی پسند فرمایا اس میں کیفیت اور جامعیت کا اظہار ہے یہ ترجمہ کی شانِ یکتائی ہے۔ تَخِرُّ اپنے فاعل وغیرہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا۔ تیفطرن اپنے تمام معطوفوں سے مل کر خبر ہے تکاد کی اگلی آیت اس کی علت ہیں۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا۔ اَنْ حرف ناصبہ عاملہ۔ یہاں لام تعلیل پر شیدہ ہے اصل میں تھا لِاَنْ۔ دَعَوْا۔ باب نصر کا فعل ماضی مطلق۔ جمع مذکر غائب دَعْوٌ سے مشتق ہے۔ یعنی دعویٰ کرنا زور سے بات کرنا تو مجھی نا یہاں پہلے معنی میں ہے دراصل ہے دَعَوُوْا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح لہٰذا واؤ الف سے بدلا گیا اب دو ساکن جمع ہوئے الف اور دوسری واؤ الف گر گیا۔ لام نفع کا یعنی لیے یہ جار مجرور متعلق ہے دَعَوْا کا وَلَدًا۔ مفعول بہ یہ سب جملہ فعلیہ ہوکر ذُوالحال ہے۔ واؤ حالیہ۔ مَا يَنْۢبَغِيْ۔ باب انفعال فعل مضارع منفی کا مانافیہ سے خلاف قیاس۔ لِلرَّحْمٰنِ۔ لام تعدی یعنی مفعولیت کا یہ جار مجرور متعلق ہے مَا يَنْۢبَغِيْ کا مصدر ہے اَنْبِغَاءٌ۔ يَنْۢبَغِيْ سے بنا ہے یعنی۔ لائق ہونا۔ چاہنا۔ پسند ہونا۔ ضرورت ہونا۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں اَنْ ناصبہ يَتَّخِذَ۔ باب افتعال کا مضارع منصوب واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے رحمٰن۔ وَلَدًا اسم مفرد جامد یعنی اَوْلاد۔

marfat.com
Marfat.com

مفعول ہم ہے۔ یَتَّخِذَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر فاعل ہوا مَا یَتَمَنّٰی کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر حال ہے دَعْوا کے فاعل کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر علت ہوئی تَکَادُ۔ تَکَادُ فعل مقاربہ اپنے اسم خبر اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا۔ اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ اِنْ حرف نفی اکثر اِلَّا حرف استثنا سے پہلے آتا ہے کبھی اس کے بعد لما بھی آجاتا ہے اور کبھی دونوں میں سے کوئی ظاہر نہیں ہوتا لیکن معنا اِلَّا ہوتا ہے۔ کُلُّ اسم تاکیدی۔ موجبہ کلیہ کا سور یعنی کوئی بھی۔ مضاف ہے۔ مَنْ اسم موصول فِی حرف جر ظرفیہ کا السَّمٰوٰتِ جمع مؤنث سالم لفظی معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَلْاَرْضِ معطوف ہے دونوں مل کر مجرور متعلق ہے یَکُوْنُ فعل تامہ مستتر کا یہ فعل فاعل اور متعلق مل کر صلہ ہوا مَنْ موصول اپنے صلے سے مل کر مضاف الیہ ہے کُلُّ کا۔ یہ مرکب اضافی مستثنیٰ منہ ہے اِلَّآ حرف استثنا اٰتِی باب ضَرَبَ کا اسم فاعل واحد مذکر اَتْیٌ سے مشتق ہے یہ مادہ بھی کبھی لازم کبھی متعدی ہوتا ہے یہاں لازم ہے بمعنی آنا۔ جب متعدی ہو تو معنی ہوتا ہے لانا لیکن اس وقت اس کے بعد باء جارہ ہوتی ہے مفعولیت کے لیے ھُوَ ضمیر پر شیدہ اس کا فاعل ہے اس کا مرجع کُلُّ مَنْ ہے یہ اسم فاعل مضاف الیہ ہے الرَّحْمٰنِ مفعول یا ظرف در اصل ہے عِنْدَ الرَّحْمٰنِ مضاف الیہ عَبْدًا۔ اسم مفرد جامد۔ حال ہے اٰتِی کے فاعل ھُوَ پوشیدہ کا۔ یہ ذوالحال حال مل کر فاعل ہے۔ اٰتِیْ اسم فاعل ہے۔ اٰتِیْ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ یا ظرف مضاف الیہ سے مل کر جملہ ہوکر مستثنیٰ ہوا کُلُّ مَنْ کا۔ دونوں مل کر خبر ہے مبتدا محذوف مَوْجُوْدٌ کی۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا لَفْظِ اٰتِیْ۔ اور لفظ عَبْدًا لفظاً واحد ہے معناً جمع ہے واحد کا معنی کُلُّ کی وجہ سے کہ وہ بھی واحد ہے اور جمع کا معنی تمام مخلوق کی وجہ سے لَقَدْ ارام تحقیقی قَدْ اَحْصٰی باب افعال کا فعل ماضی قریب برائے تحقیق و یقین حَصْیٌ سے بنا ہے یعنی گننا شمار کرنا ھُمْ ضمیر فاعل پوشیدہ ھُمْ بارز جمع مذکر غائب نصب متصل مرجع کُلُّ مَنْ ہے۔ چونکہ کُلُّ اسم لفظاً واحد اور معناً جمع ہے اس لیے اس کا صیغہ اور ضمیر واحد بھی آسکتا ہے اور جمع بھی۔ پہلے اٰتِی صیغہ واحد آیا اور اب ھُمْ ضمیر جمع آگئی۔ مفعول بہ ہے۔ قَدْ اَحْصٰی اپنے فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ عَدَّ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ اس میں ضمیر فاعل ہے مرجع الرَّحْمٰنِ ہے عَدٌّ سے مشتق ہے یعنی گنتی کرنا۔ شمار کر رکھنا ھُمْ ضمیر ظاہر (بارز) کا مرجع کُلُّ مَنْ ہے مفعول بہ ہے۔ عَدًّا اسم مصدر مفعول مطلق۔ عَدَّ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ

marfat.com
Marfat.com

ہوگیا۔ خیال رہے لغتِ عربی میں گنتی کرنے کے لیے تین مصدر ہیں ۱ حَصْیٌ ۲ عَدٌّ ۳ حَسْبٌ مگر فرق یہ ہے کہ تمام کو گنتی میں شامل کرلینا بلا لحاظ نوع جنس فصل کے حَصْیٌ ہے۔ اور ایک جنس یا نوع وغیرہ کے کچھ یا تمام اَفراد کو گن رکھنا عدٌّ ہے اور گنتی میں غیر کو شامل کر کے گن ڈالنا حَسْبٌ ہے۔

تفسیر عالمانہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔

اور مشرکین نے عقیدۃً کہا کہ رحمٰن نے اولاد بنالی اِس طرح عقیدہ بنایا کہ یہودیوں نے عُزیر علیہ السّلام کو سو سال فوت ہونے کے بعد زندہ دیکھ کر کہا کہ یہ اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے بن باپ کے عیسٰی علیہ السلام کی ولادت دیکھی تو بولے یہ اللہ کا بیٹا ہے مشرکین عرب نے فرشتوں کو خفیہ اور پوشیدہ آتے دیکھ کر نظر نہ آنے کی وجہ سے کہا کہ یہ پردہ نشین فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اے بدبختو احمقو! البتہ بے شک تم ایسی سخت دھماکہ خیز چیز بنا لائے ہو کہ قریب تھا کہ آسمان پھٹ کر گر پڑتے اِس بیہودہ لرزہ خیز بات سے اور زمین چر جاتی اور زمین کے تمام پہاڑ پھسل کر بکھر جاتے اُس عقیدۂ بَد کی دھماکہ خیزی سے تمام اشیاء عالم پر ایسا لرزہ طاری ہوا تھا کہ اگر حِلم ربانی اور رحیم رحمانی اپنے کرم کا سہارا نہ دیتا تو عالم و عالمیان اپنے وجود سے نیست و نابود اور درہم برہم ہو جاتے۔ گمراہ عیسائیوں نے چار عقیدے بنائے جن کا یہاں بُطلان فرمایا گیا اوّل حضرت مسیح کا ابن اللہ ہونا دوم اللہ ہونا سوم مصلوب ہونا چہارم تمام عیسائیوں کے گناہ کفر شرک کا کفارہ بننا۔ یعنی تاقیامت عیسائیوں کیلئے اب نیکی۔ عبادت اور اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں۔ صرف کفارے پر ایمان لانا کافی ہے۔ قرآن مجید نے یہاں ان چاروں عقیدوں کی تردید فرمائی عیسائیوں کے ان چاروں عقیدوں میں سے سب سے بڑا اور بُرا عقیدہ کفارہ کا ہے باقی تین عقیدے اسی کو مضبوط کرنے کے لیے بنائے گئے ہزاروں گناہوں کفریات و شرکیات کی یہ جڑ ہے اسی عقیدے کے بھروسے پر عیسائی گمراہ و گستاخ ہوئے۔ اِس کی تردید یہاں قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا فرما کر کی گئی۔ کہ اگرچہ عیسائیوں نے اپنے اِس قول میں لفظ رحمٰن نہ بولا تھا مگر یہاں لفظ رحمٰن کا ارشاد فرمانا عقیدۂ کفارے کو توڑنا اور تردید کرنا ہے۔ کیونکہ عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بغیر بدلے کے نہ معاف کرسکتا ہے نہ بخش سکتا ہے اس لیے اُس نے انسانوں کے گناہ و کفر بخشنے کے لیے اپنے بیٹے کو سولی چڑھا دیا۔ اور اس طرح بیٹے کی جان

marfat.com
Marfat.com

لے کر تمام انسانوں کے گناہ کا بدلہ لیا۔ یہاں لفظ رحمٰن بتاتا ہے کہ رب تعالیٰ بغیر بدلے کے محض اپنی رحمانیت اور کرم و رحم سے سب کے گناہ بخش سکتا ہے ان آیت میں چار جگہ لفظ رحمٰن ارشاد ہوا اور لفظ وُدّاً تین جگہ اور عبداً ایک جگہ اس سورۃ کی ابتداء عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پاک سے اور اب یہ انتہا موجودہ عیسائیوں کی کفریہ شرکیہ بدعقیدگی پر تکادُ السمٰوٰت (الخ) سے یہ بتایا گیا کہ تمام کفریات میں سب سے بڑا اور سخت کفر اللہ تعالیٰ کے لیے اہنیت کا عقیدہ بنانا ہے یہ دعویٰ اور قول شکل گالی ہے اس گستاخی سے آسمان زمین اور تمام پہاڑوں پر زلزلہ آگیا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ گرنے کے قریب تھے جس سے نظامِ عالم برباد ہو جاتا۔ اتنا بڑا ظلم و کفر نہ بت پرستی میں ہے نہ دیگر شرکیات میں۔ مفسرین فرماتے ہیں ولدیت کا عقیدہ تین دفعہ بنایا گیا اور تین دفعہ ہی آسمان و زمین پر شکل زلزلہ کپکپاہٹ طاری ہوئی بجز ثقلین (جن وانس) تمام چیزوں پر لرزہ ہوا (از ابن عباس) ولدیت کے عقیدے سے تین شرک ہوئے۔ ۱ یہ کہ کل سے جز کو علیحدہ کرنا ۲ ذات باری تعالیٰ کو مرکب ماننا کیونکہ اولاد مرکب سے ہوتی ہے اور اولاد والد والدہ کا جز ہوتی ہے ۳ اور ہر مرکب محتاج ہوتا ہے اسی لیے اولاد کا مقصود حقائق نسل ہے اور نسل کا خطرہ اصل کے مرنے سے ہے اللہ تعالیٰ مرنے سے پاک ہے۔ مرتا وہ ہے جو کمزور ہو کمزور وہ جو محتاج ہو محتاج وہ جو مرکب ہو۔ مرکب وہ جس کی جزیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام عیوب سے پاک و منزہ ہے اِدّاً کی تین قرتیں اور تین ہی معنیٰ را اِدّاً بمعنیٰ سخت لرزہ و دھماکہ خیز کلام ر۲ اُدّاً ناپسندیدہ ۳ آدّاً بمعنیٰ منحوس ثقیل بوجھل۔ وَمَا یَنْبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا۔ اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا لَقَدْ اَحْصٰھُمْ وَعَدَّھُمْ عَدًّا۔ حالانکہ کسی بھی حیثیت و کیفیت سے اللہ رحمٰن کو لائق و زیبا اور چاہیت نہیں کہ اپنی اولاد بیٹا یا بیٹی بنائے اس لیے کہ آسمان و زمین میں کوئی بھی انسانی حیوانی ملکوتی مخلوق نہیں جو اس کی عبدیت سے جدا ہو سب کے سب اُس اللہ رحمٰن کی بارگاہ میں عبد اور بندے مملوک و ملکیت کے تعلق و حیثیت سے ہی آنے والے ہیں۔ جو اُس کی ربوبیت کے بلتی ہیں اور اس کی معبودیت کے اقراری ہیں زبانِ حال سے بھی لسان کیفیت سے بھی اور بیانِ قال سے بھی۔ مومن ہو یا کافر چھوٹا ہو یا بڑا وزیر ہو یا امیر حاکم یا سلطان۔ سب اپنی کیفیتِ ضعیفہ میں اُس کے سامنے عاجز و بندے مسکین و محتاج ہیں۔ مومن و کافر کی حکومت میں فرق اوّل مومن کی حکومت دلوں پر ہوتی

marfat.com
Marfat.com

ہے کافر کی سروں پر اس لیے کہ مومن کی حکومت میں عدالت ۲ صداقت ۳ دیانت ۴ شرافت ۵ لیاقت ۶ اخلاص ۷ اخلاق ۸ سرور ۹ محبت ۱۰ الفت ہوتی ہے۔ کافر کی حکومت میں ۱ تکبر ۲ غرور ۳ رعونت ۴ شرارت ۵ خوف و دہشت ۶ فتنہ ۷ فساد ۸ فسق و فجور ۱۰ جھوٹ و ریا کاری ظلم و تعدی لیے انفاق ہوتی ہے۔ روم یہ کہ مومن کی حکومت و سلطنت میں بندگی ہوتی ہے کافر کی حکومت میں شرمندگی ہوتی ہے سوم یہ کہ مومن حاکم و شہنشاہ بن کر بھی اتی الرحمٰن عبداً ہے اور کافر حقیر و محکوم ہو کر بھی قوماً لدّاً ہے۔ اور جو عبد ہو وہ ملک ہوتا ہے جو ملک ہو وہ ابن اور اولاد نہیں ہوتا ہے اور عبد حبیب ہوتا ہے ولد شریک ہوتا ہے حبیب پورے کا مالک و مختار بنا دیا جاتا ہے شریک آدھے کا۔ حبیب با اختیار ہوتا ہے شریک بے اختیار ہوتا ہے حبیب اذن کا محتاج نہیں شریک اذن کا محتاج ہے حبیب قریب ہوتا ہے شریک بعید ہوتا ہے۔ حبیب اپنی ابتدا سے مالک ہوتا ہے شریک اپنے غرض کی انتہا سے اور چونکہ رب تعالیٰ کی انتہا نہیں اس لیے اس کا شریک بھی کوئی نہیں تو ولد نہیں۔ البتہ بے شک وہ اللہ رحمٰن سموات یعنی آسمانوں بلندیوں ہواؤں فضاؤں عرش و کرسی لوح و قلم کی تمام مخلوق کی گنتی ۱ تشخیصات ۲ کیفیات ۳ اجسام ۴ ابدان ۵ انفاس ۶ افعال ۷ اقوال ۸ احوال ۹ اسماء ۱۰ افراد ۱۱ ارزاق ۱۲ اعمال جانتا ہے اور زمین کی بھی تمام مخلوق یعنی مشرق مغرب شمال جنوب پہاڑ بحار دریا و صحرا بحر و بر کے مومن کافر امیر و غریب چھوٹے بڑے حشرات فجنات حیوان و انسان جمادات و نباتات چرند پرند اشجار احجار کی پوری گنتی جانتا ہے اس لیے کہ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ اس اللہ نے ان سب کو ان کے یوم تخلیق سے شمار کر رکھا ہے۔ وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ اور مکمل و اکمل ایک ایک فرد کو انہار تحریر میں بحفاظت نامۂ محفوظ رکھ دیا ہے۔ اپنے کسی حبیب کو بتانے سمجھانے پڑھانے کے لیے ورنہ رب تعالیٰ را گنتی و شمار سے بے نیاز ہے نہ وہ بھولتا ہے نہ چوکتا۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ ۱۔ خالق و مالک اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی صرف عبدیت پسند ہے۔ لہٰذا ہر بندے کو اپنے سب کریم کی رضا کے لیے اپنے ہر قول و فعل میں ہر وقت اپنی عاجزی مسکینی بندگی و عبدیت کا اظہار چاہیے جو شخص اپنی بندگی کا اظہار نہ کرے وہ یا کافر ہے یا منافق یا فاسق و فاجر مغرور اور ایسے ہی لوگ زمین پر بدترین مخلوق ہیں یہ فائدہ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ (الخ) سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ ۲۔ عبدیت سے جہان میں پچیس فائدے ہیں۔ ۱ اجارت ۲ نشانات ۳ ایمان ۴ طہارت ۵ ریاضت

marfat.com
Marfat.com

کے چمن کھل جاتے ہیں۔ امنؔ ایمانؔ۔ یقینؔ، صلحؔ محبتؔ پیارؔ، مودتؔ شفقتؔ، الفتؔ، عاجزیؔ، انکساریؔ کی پیاریاں آجاتی ہیں اور فتنہؔ فسادؔ شرکؔ وبدعتؔ فسقؔ وغرورؔ نفرتؔ، حقارتؔ کی خرابیوں کی جڑیں کٹ جاتی ہیں یہ فائدہ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ بندہ مومن کو چاہیئے ہمیشہ دو چیزوں سے نفرت وترک تعلق کرتا رہے اور دو چیزوں سے محبت وسرور حاصل کرتا رہے کافرین فاسقین اور ان کے کفر وفسق سے نفرت دوری اختیار کرے بلکہ لرزہ براندام رہے۔ اور نیکوں اور ان کی نیکیوں سے لذت سرور اور ان کا قرب حاصل کرتا رہے۔ بحوالہ تفسیر روح البیان حدیث شریف میں آتا ہے کہ پہاڑ آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر ہر روز پوچھتے ہیں کہ کیا آج تجھ پر کوئی ذاکر الٰہی گزرا یا تجھ پر آج کسی نے ذکر الٰہی کیا جب جواباً دوسرا پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں تو پوچھنے والا مسرور ہو جاتا ہے اور مبارک دیتا ہے۔ اسی طرح جب زمین پر کفر شرک گناہ رنا ہوتا ہے تو پہاڑ بلکہ زمین آسمان لرز جاتا ہے۔ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی) یہ فائدہ وَتَخُرُّ الْجِبَالُ هَدًّا سے حاصل ہوا۔

اَحکامُ القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ شرک اور اور اللہ تعالیٰ کے لیے ولدیت کا عقیدہ تمام کفریات میں سخت تر ہے کہ اس سے زمین وآسمان اور پہاڑ متاثر ہوتے ہیں اور ان کا متاثر ہونا تین طرح سے ظاہر ہو سکتا ہے یا اس طرح کہ ان پر زبردست لرزہ طاری ہوتا ہے اور اس کپکپاہٹ سے قریب تھا کہ گر پڑتے یا اس طرح غضب الٰہی سے گر پڑتے اور مخلوق انسانی حیوانی کی زندگی وبقا ان نعمتوں نفعوں کی تباہی سے برباد اور ختم ہو جاتی یا اس طرح کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی مثل اللہ یعنی دوسرا معبود والٰہ ہوتا۔ اور لوگ کان فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کے مطابق۔ اگر کوئی دوسرا معبود ہوتا تو آسمان وزمین بگڑ جاتے یا یہ معنی ہے کہ اگر آسمان وزمین اور جہاں ذی عقل ہوتے تو اس شدید شرکیہ باتوں کو سنکر غصے وغضب سے گر پڑتے اور ساری انسانیت فنا ہو جاتی یہ مسئلہ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ عبدیت جس کو اردو میں غلامیت کہتے ہیں) اور ولدیت جمع نہیں ہو سکتے یہ دونوں متضاد ہیں عبد۔ ابن نہیں ہو سکتا۔ اور ابن یعنی ولد یا والد) عبد نہیں ہو سکتا اگر کوئی والد اپنے اس بیٹے کو خریدے جو کسی کا غلام یعنی عبد ہو تو وہ فوراً آزاد ہو جائے گا اس کی عبدیت ختم ہو جائے گی اور عبد غلام حقیقی ولد نہیں بن سکتا۔ یہ مسئلہ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ (الخ) فرمانے کے بعد اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا فرمانے سے مستنبط ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

کہ تمام مخلوق تو اللہ کا عبد ہے ابن اور ولد ہونے کی گنجائش ہی کوئی نہیں ہے۔ تیسرا مسئلہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے آپ کو کسی اور ذات اور قومیت کی طرف منسوب کرے مثلاً ایک آدمی سید نہیں ہے اور اپنے آپ کو سید کہے یا پٹھان نہیں اور کسی ریاست میں آکر پٹھان بن جائے وغیرہ وغیرہ یہ سخت حرام اور گناہ ہے کبیرہ بلکہ والدہ پر تہمت لگانے کے مترادف ہے اور بفرمان قرآنی شیئاً اِدًّا ہے۔ اس طرح کسی دوسرے غیر سید کو کوئی شخص سید بنا دے یا سید کہنا شروع کر دے یہ شرعاً حرام ہے یہ مسئلہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا کے ارشاد سے مستنبط ہوا۔ کہ ہو دیوں۔ عیسائیوں نے اپنے اپنے نبی کی ذات بدل کر ان کو ابن اللہ کہنا شروع کر دیا جس کو سخت ترین جرم قرار دیا گیا تو اسی طرح جو کسی کو سید کہے اُس نے اُس شخص کی ذات بدل کر سید کا بیٹا بنا دیا لہٰذا یہ بھی جرم و حرام ثابت ہوا کہ ولدیت اور ذات بدلنا ایسا سخت جرم ہے۔

اعتراضات اس جگہ چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ابھی پہلے آیت ۸۸ میں وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ فرما کر غائب کے صیغے سے کفار کا ذکر کیا گیا مگر پھر ساتھ ہی آیت ۸۹ میں لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا۔ فرما کر ان ہی کفار کو حاضر کے صیغے سے مخاطب کیا گیا یہ بات اور طرز تکلم فصاحت کے خلاف ہے۔ (عیسائی یہودی) جواب عرف عزل میں ہی نہیں بلکہ تقریباً ہر زبان میں طرز بیانی کا یہ ضابطہ ہے کہ جب کسی سے کسی کی شکایت اور نفرت کا اظہار مقصود ہو تو غائب کے صیغے سے کلام ہوتا ہے اگرچہ وہ مجرم شخص کہیں پاس ہی موجود ہو مثلاً کہا جاتا ہے بھئی زید کا بیٹا بہت خراب ہے یا مثلاً کہا جاتا ہے۔ آج کل یہ لوگ بہت بگڑ گئے ہیں اور لیکن جب جھڑک مقصود ہو تو حاضر کے صیغے سے کلام ہوتا ہے اگرچہ مخاطب دور ہو۔ مثلاً خط میں لکھا جاتا ہے کہ تم بہت غلط ہو وغیرہ وغیرہ یہاں آیت ۸۹ میں اظہار نفرت ہے اور آیت ۸۹ میں جھڑک ہے اس لیے دونوں کلام اپنے اپنے اعتبار سے عین درست ہیں اور حکمت کے مطابق ہیں اور اسی کو فصاحت کلام کہا جاتا ہے۔ بلا دلیل خلاف فصاحت کہہ دینا جہالت ہے دوسرا اعتراض۔ یہ اعتقاد غلط ہے کہ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے یہ عقیدہ بالکل عیسائیوں کا ہے اور اسی کے سہارے عیسائیوں نے ابنیت کا عقیدہ بنا لیا لہٰذا مسلمانوں کو یہ عقیدہ نہ بنانا چاہیئے صحیح یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے (احمد خان علی گڑھی بانی فرقہ نیچریہ اور ان کا ٹولہ) جواب۔ صحیح عقیدہ وہی ہوتا ہے جس کی وضاحت قرآن مجید سے ثابت ہو قرآن مجید نے عیسائیوں کے تمام بڑے بڑے عقیدوں کی نہایت مضبوط انداز میں تردید فرمائی مثلاً سولی کی تردید

marfat.com
Marfat.com

وَمَا صَلَبُوْہُ اسے ۲ قتل و موت کی تردید وَمَا قَتَلُوْہُ اسے ۳ ابنیت کی تردید اِنْ عَبْدُ اللّٰہِ سے ۴ کفارے کی تردید اِتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ میں لفظ رحمٰن ارشاد فرمانے سے۔ جیسا کہ تفسیر میں بتایا گیا اگر بغیر باپ ہونے کا عیسائی عقیدہ بھی غلط اور باطل ہوتا تو قرآن مجید میں اس کی تردید فرما دی جاتی حالانکہ قرآن مجید نے نصوص ثلاثہ سے اس عقیدے کا وضاحت سے ثبوت بیان فرمایا ہے اور اقتضاءً و اشارۃً و دلالۃً اس عقیدے کی تائید فرمائی ہے اور ہر مسلمان کو حقیقتاً اس عقیدے کی تلقین فرمائی گئی ہے اگرچہ عبارۃ النص میں واضح الفاظ سے بغیر باپ ہونے کا ذکر نہ کیا گیا مگر سورۃ مریم کی اولین آیت اور آخری آیت کو اگر مربوط انداز میں علم و عقل سے پڑھا سمجھا اور ذرا سا تدبر کیا جائے تو بن والد ہونے کی وضاحت صاف نظر آتی ہے رہا عیسائیوں کا اس صحیح حقیقی عقیدے سے ناجائز فائدہ لیتے ہوئے ابنیت کا سہارا پکڑنا تو یہ ان کا بیہودہ اور غلط استفادہ اور مفاد پرستی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ بغیر باپ ہونا ابن اللہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے تھوڑی بہت عقل چاہیئے۔ تیسرا اعتراض۔ قرآن نے کفارے کی کہیں تردید نہ فرمائی نہ انکار کیا اس لیے مسلمانوں کو یہ عقیدہ صحیح تسلیم کر لینا چاہیئے (موجودہ عیسائی وجواب) قرآن مجید میں بار بار مختلف آیات میں یہ فرمانا کہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ کفارے جیسے بیہودہ اور بناوٹی شیطانی عقیدے کی تردید ہی ہے اس لیے کہ کفارہ کے عقیدے پھیلانے بنانے اور اپنانے کا مقصد یہی ہے کہ اب کفارہ دیدیا گیا لہٰذا کسی کو نیکی اور اعمال صالحہ عبادت شریعت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اسی طرح لفظ رحمٰن کی صفت کا تذکرہ فرمانا بھی کفارے کا رد فرما رہا ہے خیال رہے کہ پورے قرآن مجید میں مختلف سورتوں کی آیات میں تقریباً ستاون ۵۷ جگہ اور سورۃ مریم میں سب سے زیادہ بار تقریباً سولہ جگہ یہ صفت ارشاد ہوئی ہی بتانے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحیمی اور رحمانیت کرم و رحم سے گناہ بخشتا ہے نہ کہ کفارے سے۔ چوتھا اعتراض مسلمان تو یہ بھی نہیں جانتا کہ مریم کا منگیتر اور خاوند یوسف نجار تھا مسلمان اہل سنت کہتے ہیں کہ مریم کا کبھی کسی مرد سے کوئی کسی طرح کا بھی تعلق نہ تھا حالانکہ یہ بات تاریخی حقائق کے خلاف ہے تاریخ بلکہ خود بائبل میں ایک جگہ یوسف نجار کو مریم کا منگیتر کہا ہے اور بائبل کی دوسری کتب میں مریم کا خاوند کہا گیا ہے یعنی یوسف نجار مریم کا خاوند مگر ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ مریم کے ولادت ہو گئی۔ رخصتی سے پہلے خاوند کا صحبت کرنا اگرچہ شریعت ابراہیمی و موسوی میں جائز فعل تھا مگر رواجاً سخت معیوب تھا۔ اس لیے جب مریم کے بچہ پیدا ہوا تو قوم نے اس لیے مریم کو برا بھلا

marfat.com
Marfat.com

کہا کہ رخصتی سے پہلے تیرا خاوند تیرے قریب کیوں آیا۔ تجھ سے کیوں صحبت کی نہ کہ بن باپ ہونے کی وجہ سے اگر یہ زنا کی تہمت ہوتی تو قوم ان کی معاف نہ کرتی بلکہ سنگسار کر دیتی مروا دیتی۔

(نیچری فرقہ) جواب یہ تمام باتیں اور توجیہیں قطعاً غلط ہیں۔ مسلمان ان کو چار وجہ سے نہیں مانتے۔ پہلی وجہ یہ کہ قرآن مجید احادیث پاک اور کسی بھی معتبر تاریخی کتاب میں حضرت مریم کے ساتھ کسی بھی یوسف کا ذکر نہیں ملتا۔ نہ کسی دوسرے مرد سے کسی قسم کا کوئی تعلق ثابت ہے دوسری وجہ یہ کہ کسی اسلامی تفسیر میں بھی کسی مرد سے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی تعلق ثابت نہیں ہے۔ بجز حضرت زکریا کے جو بچپن سے اس واقعہ تک آپ کے کفیل رہے۔ تیسری وجہ یہ کہ بائبل میں بھی کوئی یقینی بات نہیں ملتی ایک جگہ لکھا ہے کہ ولادت مسیح کے وقت مریم کا منگیتر یوسف نجار مریم کے ساتھ رہا۔ دوسری جگہ لکھا ہے کہ مریم کا خاوند یوسف ساتھ تھا؟ حالانکہ منگیتر خاوند نہیں ہوتا اور خاوند منگیتر نہیں ہوتا۔ یہ تضاد بیانی ثابت کرتی ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ چوتھی وجہ یہ کہ یہودی کتب میں بھی یوسف نجار کا ذکر نہیں ہوتا بقول کے بُرا کلام آزاد یہودی لوگوں نے اس وقت ولادت مسیح کی تہمت ایک مرد۔ پنتھر نامی نام کے سر لگائی تھی نہ کہ یوسف نجار کے سر۔ پنجم وجہ یہ کہ اس وقت کے یہودیوں نے بغیر رخصتی کی وجہ سے بُرا بھلا نہ کہا تھا بلکہ قرآن مجید اور تفاسیر کی عبارات سے صاف صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قوم نے زنا ہی کی تہمت لگائی تھی یہاں تک کہ حضرت زکریا کو اسی تہمت کی آڑ اور بہانے سے قتل کیا گیا۔ نیز مریم کا فرمانا۔ لَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا۔ اور قوم کا یہ کہنا کہ يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا۔ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا۔ یہ سب باتیں تہمت زنا کو ہی ثابت کر رہی ہیں بَغِيًّا کا معنی فاحشہ اور زانیہ ہی ہوتا ہے۔ چھٹی وجہ یہ کہ رخصتی سے پہلے خاوند کا اپنی بیوی سے صحبت کر لینا اور حمل قائم کر دینا شرعاً حرام تھے قانوناً اور نہ ہی کسی دور میں رواجاً ممنوع رہا اور آگر اس دور میں یہ معیوب اور قابل عتاب تھا بھی تو یوسف نجار کو بُرا بھلا کہا جاتا اس کو تو کچھ بھی نہ کہا گیا لہٰذا سب اور خاوند والی عورت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے۔ ساتویں وجہ یہ کہ قوم نے مریم کو تہمت زنا کے باوجود سنگسار کیوں نہ کیا اس کا ایک سبب یہ کہ حضرت مریم کنواری تھیں اور کنواری زانیہ و کنوارے زانی کو شرعاً سنگسار نہیں کیا جاتا شادی شدہ اگر زنا کرے تو زانی مزنیہ دونوں کو سنگسار کیا جاتا ہے دوم سبب یہ کہ زنا کے لیے ہر شریعت میں معتبر چار گواہ چاہئیں جو نہایت صاف صاف چشم دید گواہی دیں یہاں تو کوئی بھی موقعہ کا گواہ نہ تھا سوم یہ کہ شریعت کی حد لگانا حکومت کی عدالت کا قانونی عمل ہے

marfat.com
Marfat.com

یہاں اس وقت کوئی بھی قانون کچہری نہ تھی چہارم یہ کہ حضرت مسیح کی گفتگو سے کچھ لوگ مرعوب اور کچھ تائب ہو کر حضرت مریم کی پاک دامنی کے قائل ہو چکے تھے۔ ششم یہ کہ حضرت مریم کو بُرا کہنے والے بعض جذباتی لوگوں نے آپ کو پتھر یا ڈنڈہ مارنے کی کوشش کی تو وہ خود گر کر تڑپ تڑپ کر مر گئے جس سے قوم میں دہشت پھیل گئی اور ڈر گئے ان تمام کیفیات وحالات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت مریم کا کوئی بھی خاوند یا منگیتر نہ تھا۔ نہ کوئی یوسف نجار نامی شخص اُس وقت اُس زمانے میں تھا یہ صرف عیسائیوں اور تجربوں کی تخیلاتی بناوٹ ہے۔ واللہ ورسولہٗ اعلم۔ یا نجواں اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اِتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔ کا عقیدہ شرک ہے اس لیے اس قول کو اِدًّا فرمایا گیا۔ تفسیروں میں اس سے توحید باری تعالیٰ کی مخالفت ثابت کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ابنیت کا دعویٰ کیا وہ مشرک ہیں حالانکہ ولدیت سے کسی طرح بھی شرک ثابت نہیں ہوتا یہ صرف کفر ہے۔ حقیقتاً یا حکماً شرک نہیں۔ حقیقتاً تو اس لیے نہیں کہ بیٹا باپ کا زندگی بھر باپ کی ملکیت کا محتاج رہتا ہے شریک یا مالک نہیں ہوتا باپ کے مرنے کے بعد میراث کا مالک ہوتا ہے نیز حدیث پاک میں ہے اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ بیٹا شریک نہیں بلکہ ملکیت ہے تو اس حدیث پاک کے فرمان سے ابنیت اور ملکیت جمع بھی ہو گئی اور فقہ کا وہ قانون ٹوٹ گیا اور پھر ولد موجودات میں سے ہے اور موجودات سے خالقیت قادریت عالمیت حکمیت ثابت ہوتی ہے اور عمل صالح و تقوے سے علم وحکمت پر دلالت ہے لیکن اولاد ہونا وحدانیت کا مخالف نہیں نہ مخالفت کی کوئی وجہ چاہیے تھا کہ عقیدۂ وَلَد والوں کو مشرک نہ کہا جاتا بلکہ ایسے عقیدے والوں کو خالقیت اور قدرت حکمت کا فقط منکر و کافر کہا جاتا۔

جواب۔ ولدیت کا عقیدہ واقعتاً شرک ہے اور عیسائی یہودی وغیرہ حقیقتاً مشرک ہیں اس لیے بیٹا و اولاد باپ کے مشابہ ہوتا ہے ملکیت میں نہ ہی مگر شکل صورت اصلاً نسلاً عظمت و شان وجاہت نسبت مثلیت میں مشابہت پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جَلَّ وَعَلَا کی شان ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ یعنی رب تعالیٰ شان و رفعت وعظمت میں بے مثل ہے اُس کے مشابہ کوئی کسی بھی قسم قدرت میں نہیں اور جو مشابہ ہو وہ مشابہ میں اُس کے شریک ہوتا ہے اس لیے ولدیت و ابنیت کا عقیدہ مشرکانہ ہوا نیز حدیث مذکورہ کا معنیٰ حقیقی ملکیت نہیں بلکہ حقوقِ خدمت کی ملکیت مراد ہے اَنْتَ وَمَالُكَ سے مراد ہے کہ تو اپنے والد کا نوکر ہے نہ کہ غلام

marfat.com
Marfat.com

اور تیرا مال والد بغیر اجازت کے استعمال اور خرچ کر سکتا ہے۔ چھٹا اعتراض یہاں یَشْعُرُ الرَّحْمٰنِ کو علت بنایا گیا تکاد کی علت تو مِنْهُ سے ثابت ہے یعنی وَلَدًا کا عقیدہ بناتا تو پھر یہاں دوبارہ کیوں علت بنائی گئی جواب۔ مَا یَنْبَغِیْ (الخ) کہ تکاد کی علت نہیں بلکہ یَتَفَطَّرْنَ اور تَخِرُّ دونوں کی علت ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۔ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۔ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۔

کفار نے اللہ تعالیٰ کی تین گستاخیاں کہیں اوّل نسبت اولاد کی دوم نفی قدرتِ الٰہی کی کہ ربّ قدیر کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا سوم شرک کی۔ کہ جھوٹے معبود اور بناوٹی اولاد اُس کے شریک ہیں توحید نور ہے اُس کا اقرار اس کی روشنی ہے شرک و انکار نار ہے توحید جب حقائق سے متجلی یعنی ظہور نور ہو تو ایمانِ تجریدی ظاہر ہوتا ہے جس سے نفی زوجہ ہوئی۔ اور توحید جب معانی سے حاصل ہو تو تقریدِ الٰہی ثابت ہوتی ہے تقریدِ الٰہی سرّ اعلیٰ کی صفت ہے جو اس دنیا میں صرف عارفین کو معلوم ہوتی ہے اور قیامت میں سب کو معلوم ہو جائے گی مگر اس دنیا کا ہر عمل و علم چونکہ بندے کا اختیاری ہے اس لیے مقبول اور پسندیدہ اور باعثِ ثواب و انعام ہے آخرت کا علم اضطراری ہے لہٰذا مردود ہے عالمِ دنیا میں صفتِ رحمانیت کی جلوہ گری ہے اسی لیے مولیٰ جل و علیٰ نے اپنی صفت رحمانی کے صدقے میں سرکشانِ کفر و ضلالت کو مہلت دی ہے کہ یہ اس طرح نفس و فنون سے قالبِ بدنی میں حرمتِ شیطانیت مچا رہے ہیں ورنہ صفتِ قہریت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کفران و طغیان پر ان کو مٹا دیا جاتا اہلِ تصوف کے نزدیک قالبِ افعال میں سب سے بڑا شیطانی وسوسہ یہ کفریہ ہے کہ خالق مالک جل و علیٰ کے لیے اولاد کا ثبوت چھوڑا حالانکہ آسمان و زمین کی تمام شخصیات کا اپنا نہ کوئی وجود ہے نہ کمال اس لیے کہ کائنات کا مدار ممکنات پر ہے اور سب امکان ہست و نیست میں ہیں اُن کے وجود و کمال کا فیض صرف اسمِ رحمٰن سے ہے کیونکہ وہ تمام فی نفسہٖ کچھ بھی نہیں پس اگر وہ اپنے دورِ عدم میں استعدادِ حقائق کے مطابق قالوا بلیٰ کی عبادتِ حقیقی حق کے مناسب نہ کرتے تو وجود ہستی و شکلِ بدنی نہ پاتے اسی طرح تخلیقِ وجود و شکل کے بعد یہ تمام لوگ سب تعالیٰ کی اُن نعمتوں کے حقوق کو جو اللہ کریم نے اُن پر انعام فرمائیں قائم کرنے کی عبادت نہ کریں تو وہ کامل و مکمل نہ ہوں گے یعنی عالمِ ارواح کی عبادت سے یہ کہ کائناتِ انسانیت کو وجودِ ہستی نصیب ہو

marfat.com
Marfat.com

اور اگر بندہ کمالِ انسانیت سے سرفراز ہونا چاہتا ہے تو اِنْ اَتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ کا مظہر اتم بن کر بندۂ بے دام بن کر رہے جب یہ ثابت ہے کہ سب بارگاہِ قدس کے عبد مخلوق و مربوب محتاج عجز و نیاز ہیں اور کُلّی قہر و مَلِکِ استعداد میں مقہور و عبد عاجز ہیں تو سمجھ لو کہ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا بندۂ محتاج کہ ولد کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا تمام ہی آسمانوں زمین کی شخصیات حضورِ بارگاہِ رحمٰن میں طوعاً و کرھاً عبد و مربوب ہیں۔ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ ازل میں ان تمام کی عیون و حقیقت کو استعدادِ ازلیہ کا فائدہ قریبہ عطا فرما کر اپنے فیض اقدس اور تعیین علمی کے ذریعہ گنتی کر رکھی ہے وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ اور عالمِ موجودات میں بھی کائناتِ سمٰوٰت و الارض کی تمام شخصیات کے نیست و ہست کے حادثاتی شانات گن رکھے ہیں۔ ان شخصیات کی اپنی ذاتی ہیئت کو کوئی حقیقت نہیں یہ فقط معلومہ صورتیں ہیں جو عدم میں محض اُس کریم جَلَّ مَجْدُہٗ کی عالمیت کے طفیل ظاہر ہو گئیں ہیں۔ اور اُس کی رحمانیت کے طفیل سے ہی برزخِ ظہور وجود ہو گیا۔ تو کیونکر عبد و معبود میں مماثلت اور تناسب ہو سکتا ہے اور جب کسی بھی طرح مماثلت نہیں تو ولدیت کیسے ممکن بس ثابت ہوا کہ سب کائنات میں عبدیت ہی عبدیت ہے مشربِ صوفیا میں لَقَدْ اَحْصٰهُمْ عالمِ عدم کی گنتی ہے اور وَعَدَّهُمْ عَدًّا۔ عالمِ وجود کی گنتی ہے۔ اور یہ تعویناتِ کفریہ اُس وقت سے شروع ہے جب ابلیس نے تخلیقِ آدم کے وقت قلبِ آدم کی طرف جانے کی کوشش کی تو اُس کو کہا گیا کہ یہ راستہ تیرے لیے ممنوع ہے۔ البتہ تجھے نفس کی نالیوں اور رگوں کی طرف راستہ مل سکتا ہے جو نفس کے حدود میں قلب سے ملی ہوئی ہیں جب تو ان رگوں سے داخل ہو گا تو تنگ راستے کی وجہ سے تجھ پر غرق ریز مصائب آئیں گے جن اجسام میں نفس ذمیلہ کے یہ راستے قلب سے جڑے ہوئے ہیں اُن دلوں پر تو شیطان کے مختلف طریق سے تسلط کسی پر کفر و شرک کا لیکن جن اجسام میں یہ راستے اکھیڑ کر جدا کر دئے جائے پھر اُن کے قلوب شیطانی تسلط سے محفوظ ہو جاتے ہیں اسی لیے ان قلوب تک شیطان کی رسائی نہیں ہوتی صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا بندہ وہ ہے جو صحیح دل صحیح قلب سے اللہ پر ایمان لاتا ہے اور پاکیزہ و پُرخلوص قلب و خیال سے اُس کے لیے سر بسجود ہوتا ہے۔ کہ دل کی تصدیق و زبان کا اقرار اور اعمالِ اعضاءِ بدنیہ کے نشان والا ایمان ہو۔

marfat.com
Marfat.com

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ

اور اُن کفار میں سے ہر ایک آنے والا ہے اُس کے پاس قیامت کے دن تنہا، بے شک

اور اُن میں ہر ایک روزِ قیامت اُس کے حضور اکیلا حاضر ہوگا، بے شک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ

(یقیناً) وہ لوگ جو مومن بنے رہے اور نیک کام ہی کرتے رہے عنقریب ڈال دیتا ہے

وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب اُن کے لیے

لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ

ان سب کو اللہ رحمٰن قلبی وسیع محبت میں بس صرف اس لیے آسان کر دیا ہم نے اس قرآن مجید کو آپکی زبان کے ذریعے

رحمٰن محبت کر دے گا۔ تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں یوں ہی آسان فرمایا

لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

تاکہ بشارت دیں آپ متقیوں کو اس کے ذریعے اور ڈرائیں آپ اس کے ذریعے اکڑباز قوم کو

کہ تم اس سے ڈروالوں کو خوش خبری دو اور جھگڑالو لوگوں کو اس سے ڈر سناؤ

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ

اور بہت سی بستیاں فنا کر دیں ہم نے بستیوں میں سے کیا تم کچھ بھی پتہ لگا سکتے ہو۔

اور ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپائیں کیا تم اُن میں کسی کو

مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع

ان میں سے کسی کا یا کبھی سنتے ہو تم اُن کی کچھ آہٹ سرسراہٹ

دیکھتے ہو یا اُن کی بھنک سنتے ہو۔

ع ۶ ۱۰ ۹

marfat.com
Marfat.com

تعلقات ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے سب کی گنتی کر رکھی ہے۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ سب اکیلے اکیلے قیامت میں ہمارے پاس آئیں گے ایک بھی اس گنتی کے مطابق کم نہ ہوگا۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یعنی غضب کا ذکر ہوا اور ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن پر اب تعالیٰ کا غضب ہے اب ان آیت میں اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت یعنی محبت اور محبت کے لائق لوگوں کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں موجودہ نافرمانوں کا ذکر ہوا اب ان آیت میں پہلے زمانوں کے ہلاک شدہ نافرمانوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

شانِ نزول امام ابن جریر رضؓ نے بروایت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان فرمایا کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ فراقِ صحابہ سے ملول و غمگین ہوئے خاص کر حضرت شیبہؓ و عتبہ کی یاد سے۔ تب یہ آیت ۹۶ نازل ہوئی (امام سیوطی) سورۃ مریم کی صرف یہ تین آیتیں علیحدہ علیحدہ نازل ہوئیں باقی تمام سورت بیک دم نازل ہوئی تفسیر معالم میں ہے کہ ایک صحابی نے آکر عرض کی یا رسول اللہ آج رات میرا نکاح ہوا ہے۔ تو آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک دیتے ہوئے فرمایا کہ آج رات ہی ہم پر سورۃ مریم نازل ہوئی ہے۔

تفسیر نحوی وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۔ واؤ سرجملہ۔ کُلٌّ اسم تاکیدی علم نحو میں اسماء تاکیدی کُل تو عدد میں ما نَفْسٌ ۲ عَيْنٌ ۳ کِلَا ۴ کِلْتَا ۵ کُلٌّ ۶ اَجْمَعُ ۷ اَجْمَعُوْنَ ۸ اَجْمَعُوْنَ ۹ اَبْتَعُ ۱۰ اَصْبَعُ ۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب مرجع کل کیونکہ مضاف الیہ ہے اس کا مرجع محجر بین کفار یہ مرکب اضافی منبط ہے۔ اٰتِیْ اسم فاعل صحیح ضمیر واحد مذکر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مفعول یہ مضاف الیہ اس کا مرجع اللہ تعالیٰ دراصل ہے عِنْدَہٗ۔ اُس کے پاس اُس کی بارگاہ میں یَوْم اسم زمانی بمعنی دِن مضاف ہے القیمۃ اسم مفرد عَلَم ہے آخری زمانے کا۔ یہ مصدر ہے آخر میں تاءِ مصدر یہ ہے قَوْمٌ ۔ ثلاثی مجرد سے قیامٌ مصدر ثلاثی مزید فیہ بنایا گیا بروزن فِعَالٌ کَتَابَ قِتَالٌ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف ہے اِتی کا۔ فَرْدًا اسم۔ مرد واحد بمعنی اکیلا حال ہے اِتی کے فاعل کا۔ اِتی سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف مشبہ

marfat.com
Marfat.com

یا لفعل اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر اٰمَنُوْا۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِیْمَانٌ اَمْنٌ سے بنا ہے یعنی دینِ اسلام قبول کرنا۔ اٰمَنُ کاف کلمہ ہمزہ تخفیف (ہلکا پن اور آسانی) کے لیے یَ سے بدل جاتا ہے ھُمْ پوشیدہ ضمیر کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے یہ فاعل ہے اٰمَنُوْا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ عَمِلُوا باب سَمِعَ کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب ھُمْ پوشیدہ فاعل الصّٰلِحٰتِ اسم معرف باللام جمع مؤنث سالم مؤنث لفظی ہے نہ کہ حقیقی اس کا واحد ہے صَالِحَۃ یعنی نیک کام یہ مفعول بہ ہے عَمِلُوا فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہو۔ دونوں مل کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر اسم اِنَّ۔ س حرف تقریبی یَجْعَلُ۔ باب فتح کا مضارع معروف مثبت واحد مذکر غائب۔ لام نفع کا ھُمْ ضمیر متصل کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے الرحمٰن صفاتی نام پاک باری تعالیٰ یہ خصوصی صفت ہے اس لیے کسی مخلوق کو یہ لفظ عَلَمًا یا صفتًا نہیں دے سکتے، اس سورۃ مبارکہ میں باری تعالیٰ کے اسماء پاک میں سے ذاتی اسم اعظم شریف لفظ اللہ آٹھ جگہ آیا اور لفظ رَبّ بائیس جگہ اور لفظ رحمٰن سولہ جگہ۔ یہاں لفظ فاعل ہے یَجْعَلُ کا وُدًّا۔ اسم مصدر حاصل مصدر جامد اس پر تنوین تعظیمی ہے یعنی بڑی عظیم محبت مراد ہے محبت کا خزانہ جو ہر مومن کے دل میں تمام جنت کے اندر ہیں نوہاری کی طرح کھلا ہوگا لفظ وُدًّا کی چار قرأتیں ہیں ۱ وَدًّا ۲ وِدًّا ۳ وُدَادًا ۴ وِدَادًا یہ مفعول بہ یا مفعول لہٗ ہے اس کا مصدر میمی مَوَدَّۃٌ ہے یعنی محبت والا سلوک کرنا۔ یَجْعَلُ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ فَ عاطفہ اِنَّمَا اسم حصری۔ مجموعہ ہے اِنَّ حرف مشبہ اور مَا حرف کافہ کا یعنی لفظ اِنَّمَا باب تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم یُسِّرْ سے بنا ہے۔ اس کا مصدر تیسیر یعنی آسان کرنا یہ باب تفعیل میں اکثر متعدی۔ بہ یک مفعول ہوا ہے۔ مادہ اصلًا لازم ہے یعنی آسان ہونا۔ نَ ضمیر جمع متکلم صیغے میں پوشیدہ اس کا مرجع ہے باری تعالیٰ ہٗ ضمیر منصوب متصل کا مرجع ذہنی ہے قرآن مجید بجائے علمی فوقیت ظرف مکانی۔ لِسَانٌ اسم مفرد جامد یعنی لغت۔ قوت گویائی ہجر۔ اخلاق شہرت۔ جسمانی زبان یہاں یہی مراد ہے یعنی پڑھنا اور ادا کرنا اس کی جمع ہے اَلْسِنَۃٌ۔ اَلْسُنٌ۔ بہت باتونی کو لَسْنَان کہا جاتا ہے۔ مضاف ہے ک ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مرجع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے یَسَّرْنَا کا۔ بِ حرف جر لَامٌ کے معنی تاکہ۔ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے جو مضارع کو فتحہ دیتا ہے۔ اور اپنے مابعد جملے کو اپنے

marfat.com
Marfat.com

ماقبل کی علت بنا دیتا ہے۔ تُبَشِّرَ باب تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر مرفوع مستتر اس کا فاعل اور مرجع ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا مصدر ہے تَبْشِیْر یعنی خوش خبری دینا۔ بَشَّرَ سے بنا ہے یعنی خوش خبری دینا۔ لینا۔ یہ مادہ اصلاً متعدی ہے اس لیے لازم کبھی نہیں بنایا جا سکتا۔ خیال رہے کہ لازم کو تو دوسرے ابواب میں لا کر متعدی کیا جا سکتا ہے مگر متعدی کو کسی طرح سے بھی لازم نہیں کیا جا سکتا۔ بِ جار سببیہ یعنی ذریعے۔ ہٖ ضمیر مرجع قرآن مجید جار مجرور متعلق ہے المتقین مفعول پہ ہے بَشِّرَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ تُنْذِرَ باب افعال کے مضارع واحد مذکر حاضر نَذَرٌ سے بنا ہے یعنی ڈرانا باب افعال میں اگر بھی متعدی ہے مصدر ہے اِنْذَارٌ۔ خطاب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یہ یہ جار مجرور متعلق ہے یہاں بھی ب سببیہ ہے قَوْمًا اسم مفرد معنًا جمع موصوف ہے۔ لُدًّا۔ اسم صفت مشبہ بروزن فُعْلٌ۔ لُدٌّ اس کا مؤنث لُدَّۃٌ بروزن قُوَّۃٌ لغوی ترجمہ ہے اکڑا ہوا جسم۔ مردہ اکڑا ہوا سُور کا گردن مُڑ نہیں سکتی اس لیے اس کو لدید کہا جاتا ہے سُور ہمیشہ پورا گھوم کر مڑ سکتا ہے بیماری سے گردن اکڑ جانا لَدُّ اسم تفضیل مذکر سے کہلاتی ہے۔ یہاں مراد ہے سخت جھگڑالو کج بحثی کرنے والا۔ جاہل باتونی۔ جس کو کوئی منا نہ سکے۔ شکست نہ ماننے والا خواہ بھر کس نکل جائے۔ یہ صفت ہے قَوْمًا لفظ قوم چونکہ لفظًا واحد ہے اس لیے لُدًّا واحد مذکر اس کی صفت بن گیا۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے تُنْذِرَ کا۔ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ دونوں ملا کر علت ہوئی لِیُبَشِّرَ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَکَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا۔ واؤ موجد کم۔ اسم مقداری خبریہ یہ اسماءِ کنایات میں سے ہے اسماءِ کنایہ وہ جس میں ابہام ہو اگر عددی ابہام (پوشیدگی) ہو تو اس کے لیے کم اور کتنا ہے اگر بات کی پوشیدگی ہو تو اس کے لیے گنیت اور ذَیْت کم دو قسم کا ہے ۱ استفہام (سوالیہ) یعنی کتنے کتنا ۲ کم خبریہ یعنی اتنے۔ اتنا۔ یہ ہر صورت میں ممیز ہوتا ہے اس کی تمیز بعد میں کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ کر دی جاتی ہے جب کہ کوئی قرینہ (نشانی) موجود ہو۔ کم سوالیہ کی تمیز ظاہر ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے اور کم خبریہ کی تمیز ظاہر مفرد مجرور ہوتی ہے کیونکہ مضاف الیہ کے درجہ میں ہے کبھی جمع بھی ہوتی ہے لیکن اگر اِن دو میں سے کسی تمیز پر حرف جر من آجائے تو مجرور ہوتی ہے۔ اور خود لفظ کم (دونوں قسم کا) کبھی منصوب جب کہ اس کے بعد فعل ہو اور اسی پر عمل کر رہا ہو تو مفعول ہونے کی وجہ سے کبھی مجرور۔ جب کہ

marfat.com
Marfat.com

اس سے پہلے مِنْ یا علیٰ حرفِ جر آجائے اور کبھی مرفوع جب کہ اس سے پہلے کوئی جار نہ ہو اور بعد میں کوئی فعل اس پر عمل نہ کرتا ہو یہاں گم خبریہ خود تو منصوب ہے اَھْلَکْنَا کی وجہ سے یہاں اس کی تمیز پورشیدہ ہے دراصل تھا کَمْ قُرُوْنًا اَھْلَکْنَا۔ اس کا قرینہ اگلا مِنْ قَرْنٍ ہے تمیز تمیز مفعول ہم مقدم ہے۔ اَھْلَکْنَا۔ باب افعال کا ماضی جمع متکلم، ترجمہ ہے فنا کر دیا ہم نے۔ ھَلَکَ مادہ اور اِھْلَاکٌ مصدر ہے قَبْلَھُمْ یہ مرکب اضافی ظرفِ زمانی ہے مِنْ جارّہ بعفیت کے لیے۔ قَرْنٍ یعنی بستی علاقہ۔ مراد ہے علاقے کے لوگ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ قَرْنٍ ذوالحال ہے اور اگلی عبارت حال ہے ھَلْ حرفِ استفہام چار قسم کا ہوتا ہے ۱ سوال برائے نفی یعنی ایسا نہیں ہے یہاں اسی معنیٰ میں ہے ۲ استفہام تقریری برائے تصدیق ایجابی یعنی ایسا ہے ۳ استفہام حقیقی کے لیے یعنی سوالِ محض کے لیے ۴ ھَلْ یعنی قد مثال ۱ کیا تم کسی قبر کی آواز سنتے ہو یعنی نہیں سنتے ۲ کیا اللہ تعالیٰ سچا معبود ہے یعنی وہ سچا ہی ہے ۳ کیا فلاں شخص آگیا یہ نقط سوال ہی ہے یعنی مجھ کو پتہ نہیں مجھ کو بتاؤ ۴ کیا ایسا نہیں ہے کہ کل جمعہ تھا۔ یعنی بے شک کل جمعہ تھا تُحِسُّ باب افعال کا فعل مضارع حال واحد مذکر حاضر اس کا مصدر ہے اِحَاسٌ حِسٌّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ یعنی جسم سے چھو جانا۔ مراد ہے ظاہری یا باطنی سنی یا فہمی طور پر کسی چیز کا پتہ لگ جانا۔ یہاں کسی کی فنا کے بعد موجودگی مقصود ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ھَلْ مضارع کو ہمیشہ مستقبل کے معنیٰ میں کر دیتا ہے مگر یہ غلط ہے کلیہ نہیں۔ اَنْتَ اس میں فاعل پوشیدہ ہے مرجع ہر انسان مِنْھُمْ مِنْ بعفیت کا حکم کا مرجع اہل قریہ ہیں یہ جار مجرور متعلق اوّل مِنْ اَحَدٍ مِنْ زائدہ اَحَدٍ اسم نکرہ غیر معین بمعنی کسی یہ جار مجرور متعلق دوم۔ تُحِسُّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ اَوْ حرفِ عطف اختیاری بمعنیٰ یا۔ تَسْمَعُ۔ باب سمع کا مضارع واحد مذکر حاضر اَنْتَ فاعل پوشیدہ لام جارّہ زائدہ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ رِکْزًا۔ اسم نکرہ حاصل مصدر جامد بمعنیٰ خفیف آواز۔ بھنک۔ موجودگی کا شائبہ۔ نشان کھٹکا۔ یہاں ہر معنیٰ درست ہے کانوں یا حواس باطنی سے سننا مراد ہے مَنْفُوْل بہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ تُحِسُّ کا۔ دونوں عطف مل کر حال ہے قَرْنٍ کا۔ وہ پھر دونوں متعلق ہے اَھْلَکْنَا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ

marfat.com
Marfat.com

بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا - اور یہ تمام ہر قسم کے کافر اس خالق مالک رازق اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ جلال وعظمت میں ہر چیز سے علیحدہ ہو کر بیکس و بے بس تن تنہا حاضر ہوں گے کسی کی محبت مودت شفقت اُن کے ساتھ نہ ہوگی۔ ہاں البتہ بے شک وہ خوش نصیب جو اللہ رسول پر صدقِ دلی سے ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بھی پورے پورے صحیح طریقے موقعہ محل پر کئے عنقریب دنیا میں بھی اور آخرت قبر و حشر اور جنت میں بھی ان کے لیے اُن کا رحمٰن عالمین کے دلوں میں اُن کے لیے محبت و ادب احترام و شفقت کا عظیم خزانۂ ابدی قائم فرما دے گا۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں تقریباً ہر جگہ ہی ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر ضرور فرمایا۔ اس کی چند وجوہ میں اوّل یہ کہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی اس لیے ضرورت ہے کہ ایمان درخت ہے اعمال اُس کے پھل دوم اس لیے کہ اعمال فاسق و صالح کے درمیان نشانِ فاصل ہے مُتّقی اعمال سے گھبراتے ہیں صُلحٰی اعمالِ خیر سے خوش ہوتے ہیں سوم اعمال صالحہ ایمان کی نشانی ہیں چہارم یہ کہ ایمان باطن ہے جو نظر نہیں آتا۔ اعمال ظاہر ہیں جو نظر آتے ہیں اس لیے ایمان کے ثبوت کے لیے اعمالِ صالحہ ضروری پنجم دنیا کے صرف نیچے اور آسمانی الٰہی دینوں یعنی اسلام اور سابقین انبیاء کرام علیہم السّلام کے دینوں نے ہی اعمالِ صالحہ پر زور دیا ہے دنیوی ساختہ دینوں نے اعمالِ صالحہ پر نہ زور دیا نہ اہمیت بتائی نہ تفصیل نہ ترتیب نہ کوئی ضابطہ نہ اصول و قوانین بنائے اللہ تعالیٰ کے دینوں کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے اعمالِ صالحہ کی تفصیل و ترتیب اصول و قواعد بتائے اور خاص اہتمام سے بیان فرمائے اس کا ہی نام شریعت ہے ششم یہ کہ جہنم سے مکمل روکنے کا واحد ذریعہ صرف اعمالِ صالحہ ہیں۔ ہفتم یہ کہ ایمان سے جسم کی بناوٹ ہے اور اعمالِ صالحہ سے اُس جسم کی چمک دمک اور سجاوٹ خوب صورتی پاکیزگی بنتی ہے۔ اور ہمیشہ خوب صورت و پاکیزہ چیزیں ہی پسندیدہ و مقبول ہوتی ہے نہ کہ بدصورت اور گندی بھونڈی چیز۔ ہشتم یہ کہ سچّا ایمان مغبوط و صحات کے برتن کی مثل ہے جو کبھی نہ ٹوٹے ایمان کا برتن جب دین کی بھٹی سے نکالا گیا تو اعمالِ صالحہ کی سان پر چڑھا کر اُس کو صاف اور چمکیلا بنانا ضروری ہے اس لیے ایمان کے لیے اعمالِ صالحہ ضروری نہم یہ کہ۔ ایمان کلام اللہ سے حاصل ہوتا ہے اور اعمال صالحہ کلامِ رسولُ اللہ سے لہٰذا یہ ضروری ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی جامع مانع تعریف یہ ہے کہ وہ کام جو ایمان کے خلاف میں اور شریعت کے اصول میں پلتے ہوں وہ اعمالِ صالحہ ہیں اگرچہ دنیوی اور دنیا داری کے اعمال ہوں۔ قیامت میں فرداً آنے کا معنیٰ ہے اے محتاجًا الیٰ رحمتہٖ واحتیاجہٖ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد کے محتاج کہ اُس دن قدر ہوگی اللہ کریم کی رحمت کی اور

marfat.com
Marfat.com

رحمۃ عالمین کی گلہٗ لفظاً واحد ہے معنیً جمع ہے جیسے لفظ قوم۔ اللہ تعالیٰ جب مومن بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبرئیل امین بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر تمام فرشتے پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اُس سے محبت بھر جاتی ہے محبت کی چھ قسمیں ہیں الفت ۲ پیار ۳ شفقت ۴ ترس ۵ رزق حسن ۶ لسانِ صدق۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ہر وہ بندہ جو اعمالِ خیر میں مشغول رہے اور اعمالِ شر سے بچتا رہے تو مولیٰ تعالیٰ اُس کو اُس کے اعمالِ صالحہ کی چادر اڑھا دیتا ہے اور وہ محفوظین میں شامل ہو جاتا ہے ایمان اور نیتِ خیر اعمالِ قلب ہے اور اعضاءِ انسانی کے اعمالِ صالحہ عبادات ریاضات خیرات حسنات ہیں سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ یہ آیت جب اُتری تو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ علی شیر خدا مشکل کشا کو یہ دعا تلقین فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ عِنْدَكَ وُدًّا وَّاجْعَلْ لِیْ فِیْ صُدُوْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَوَدَّةً۔

ہر نماز کے بعد تین بار پڑھو اس پڑھنے کی برکت سے تا قیامت ہر مومن مسلمان مولیٰ علی سے محبت کرتا رہے گا یہ آیت ہر مومن کے لیے تا قیامت نازل ہوئی متقین وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور تمام رسولوں پر ایمان لائیں اپنے نبی کی سچی پکی مضبوط اُمت بن جائیں اور جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام لائیں فرمائیں اور حکم دیں اُس کی تصدیق کریں اُن کے حلال کو حلال اُن کے حرام کردہ کو حرام سمجھیں تا قیامت کسی چیز میں اپنی رائے اپنے دور اپنے رسم و رواج کو دخل نہ دیں تب وہ اللہ تعالیٰ کی محبت پائیں گے۔ یہ محبت الٰہی کی ہی نشانی ہے کہ ہم نے اس کلامِ ازلی و قدیمی قرآن مجید کو اے حبیبِ مکرم محمد محترم و محتشم آپ کی زبانِ علم چشمۂ حکمت کی وجہ سے تمام انسانوں پر آسان فرما دیا کسی پر اس کا تذکرہ آسان فرمایا کسی پر اس کا تدبر کسی پر اس کا تفکر کسی پر اس کا تفقہ کسی پر اس کا تعقل کسی پر اس کا اجتہاد کسی پر اس کا قیاس کسی پر اس کا تصوف کسی پر اس کا تعمق در کسی پر اس کی شریعت کسی پر اس کی طریقت کسی پر اس کے اسرار کسی پر اس کے رموز کسی پر عبارت کسی پر اس کے اشارات آسان فرما دیئے تاکہ آسانی کی وجہ سے آپ اے حبیب کریم رؤف و رحیم متقین آستانہ کو رضاءِ ربانی اور فلاحِ ایمانی کے سدا بہار غنچوں کلیوں پھولوں کی خوش خبریاں اور بشارتیں سنائیں اور بے عقلوں، کج بحثوں، جھگڑالو، ظلمت والوں، فاجروں۔ فاسقوں منکروں، کافروں گرنگوں بہروں اندھوں۔ بد دماغوں۔ ٹیڑھے دلوں والوں۔ بری نیت مردہ ضمیروں کو آخرت کی دہشت وحشت ظلمت نفرت کدورت سے ڈرائیں۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ۔ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا۔ سنائیں بتائیں کہ ان سے پہلے کا

marfat.com
Marfat.com

قسم کی کتنی ہی اوندھی عقل والوں خوش حال زمانے اور مضبوط کرسیوں والی قوموں حکومتوں سلطنتوں اور قبیلوں کو ہم نے ہلاک فنا برباد و نیست و نابود کر کے رکھ دیا کہ جن کی قبروں تک کا نشان نہ رہا۔ کیا تم اُن سے کسی کے وجود و ثبوت کا ذرہ بھر بھی نشان پاتے ہو۔ یا تم کو دیدہ نادیدہ ظاہراً یا باطناً فہماً مزاً کچھ بھی ان کا احساس ہوتا ہے۔ یا اُن کی کوئی کسی طرف سے کسی قسم کی آہٹ۔ سرسراہٹ سکوتی۔ عمیقی۔ حمسی۔ رصیصی۔ رقیعہ رقیقہ۔ رقیقہ۔ اشارہ کنایہ۔ خفیہ آہستہ کچھ آواز یا تے ہو۔ نہیں ہرگز نہیں یہ سوال انکاری ہے یعنی اپنے اپنے دور کی اُن دندناتی مستاتی۔ ستاتی ظلم کماتی قوم قبیلوں کی کوئی آواز اب باقی نہیں نہ سنائی دیتی ہے۔ نہ شور نہ چرچہ نہ غار نہ مزار نہ زیارت نہ عمارت نہ چراغاں نہ فراغاں نہ کشود نمود۔ مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود و گل کو فنا گل کو فنا یاتی نام خدا کی خدائی کا مصطفیٰ کی مصطفائی کا نیکوں کی کمائی کا۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ۔ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی نعمت اللہ کی محبت ہے مگر اس کا حصول بذریعہ اعمال صالحہ ہوتا ہے اور اعمال صالحہ صرف دو چیزوں کا نام ہے ۱ سیرت مصطفیٰ ۲ صورت مصطفیٰ یعنی مومن کا ظاہر صورت مصطفیٰ ہو اور مومن کا باطن سیرت مصطفیٰ ہو مسلمانوں کو چاہیئے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے اعمال صالحہ کرے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نبی کریم کو راضی و خوش رکھے یہ فائدہ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ میں سین حرف تقریب فرمانے سے حاصل ہوا کہ ایمان و اعمال کے بعد رب تعالیٰ کی محبوبیت اور وُدًّا۔ ملے گی۔ انسان کی زندگی دو قسم کی ہے۔ ایک سونے کی اور ایک جاگنے کی ہر انسان اپنے جاگنے میں بائیس کام کرتا ہے۔ ۱ کھانا ۲ پینا ۳ چلنا ۴ پھرنا ۵ تجارت ۶ امارت ۷ امامت ۸ حکومت ۹ شادی ۱۰ بیاہ ۱۱ تربیت ۱۲ پرورش ۱۳ ملازمت ۱۴ مزدوری ۱۵ عدالت ۱۶ دیانت ۱۷ عبادت ۱۸ ریاضت ۱۹ محنت ۲۰ مشقت ۲۱ تعلیم ۲۲ جلوت۔ علامہ احمد حسن نوری فرماتے ہیں کہ مومن و کافر میں فرق یہ ہوتا ہے کہ مرد مومن جب بھی کوئی دین یا دنیا کا کام کرتا ہے تو کام بندے کا ہوتا ہے مگر اس پر نقشہ مصطفیٰ کا ہوتا ہے اسی لیے اس کا ہر کام رب تعالیٰ کی عبادت بن جاتا ہے لیکن کافر کے ہر کام میں نقشہ شیطان کا ہوتا ہے اس لیے اُس کی عبادت واچھائیاں بھی جہنمی ہیں۔ دوسرا فائدہ۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قرآن مجید کے ہر ہر نقطہ و حرف کا علم خود باری تعالیٰ نے پڑھایا بتایا سکھایا۔ قرآن کریم میں

marfat.com
Marfat.com

رطب و یابس کے تمام علوم و غیوب و دقیق و عمیق اسرار و رموز اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو سکھا دیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے تمام عالمین کو آپ نے قرآن سکھایا یہ فائدہ، یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ اور لِتُبَشِّرَ بِهِ (تجھ سے) حاصل ہوا۔ اگر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نہ سکھاتے تو کسی کو قرآن مجید نہ آتا تیسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشیر نذیر اور ہادی صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن کریم بشارت و نذارت اور ہدایت کا سرچشمہ اور ذریعہ ہے ہادی و بشیر و نذیر نہیں ہے۔ یہ فائدہ لِتُبَشِّرَ اور لِتُنْذِرَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا اسی لیے کوئی بھی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو کر فقط قرآن مجید سے ہدایت نہیں پا سکتا۔

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ مسلمانوں کو اپنی زندگی اور زندگی کی سانسوں گھڑیوں ساعتوں کی قدر کرنی چاہیئے زیادہ سے زیادہ نیکی پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیئے ہر اچھی ایمانی اسلامی بات لوگوں تک پہنچا دو سنا دو بتا دو خواہ کسی کو اچھی لگے یا بُری۔ کیا پتہ کس کو کس وقت موت آجائے یہ مسئلہ مَدْحُشِيَ مِنْهُمْ بِكُرًا سے مستنبط ہوا۔ حضرت سعدی نے فرمایا۔

خبرے کن اے فلان وغنیمت شمار عمر زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

دوسرا مسئلہ۔ دنیا کے تمام دنیوی اور دین کی تمام کتابوں میں اسلام اور قرآن مجید شروع سے ہی بہت آسان ہے۔ اس کے احکام قانون عبادات، ہدایات بہت ہی آسان ہیں اس پر عمل کرنا نہایت سہل ہے۔ یہ آسانیاں نہ پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دینوں میں تھیں نہ کسی باطل دنیوی دین میں لہٰذا بعض احمقوں کا کہنا کہ اسلام میں تنگیاں ہیں یا مولویوں نے تنگیاں پیدا کر دی ہیں۔ اسلامی سزاؤں حدود و تعزیرات کو معاذ اللہ وحشیانہ سزا کہنا۔ یہ سب باتیں کفریہ گستاخانہ غلیظ احمقانہ لغزشیں ہیں اسی طرح حقوق نسواں یا حقوق فلاں حقوق فلاں کی آڑ لے کر مزید نئی نئی دلیوں سوجھتوں کے مطالبے شیطانی حرکتیں ہیں۔ اسلام قرآن، حدیث و فقہ میں پہلے ہی اتنے آسان مسائل ہیں کہ اب مزید کسی آسانی و سہولت کی کسی اہل ایمان کے لیے نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اسی لیے لیے بہبودہ شیطانی مطالبے کوئی مومن مسلمان نہیں کر سکتا۔ یہ مسئلہ لِتَبَشِّرَ بِهِ لِسَانِكَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ کسی مسلمان کو اپنے علم پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے اس علمیت اور علم کی حصول کو اپنا کمال و محنت کا نتیجہ سمجھنا نہ چاہیئے اس لیے کہ اسلام کے سارے علوم قرآن مجید میں ہیں اور سارا قرآن مجید زبان پاک سے لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔ اسرار و رموز طریقت و معرفت

marfat.com
Marfat.com

کے علاوہ ظاہری علوم۔ علم معانی۔ علم تجوید قرءت حلاوت تلفظ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سب علماء قراء حفاظ کو عطا ہوئے لہٰذا علماء فقہاء قراء حفاظ کو شکر چاہیے نہ کہ تکبر یہ مسئلہ بھی فانما یسرنہ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ انبیاء کرام کو علم غیب نہیں ہوتا تو وہ کسی پوشیدہ اور غائب چیز کو جانتے ہی نہیں دیکھو رب نے فرمایا۔ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا۔ یعنی اے نبی تم نہیں جانتے کہ وہ کفار مر کر کہاں گئے اور نہ ان کی بھنک اور خبر پاتے ہیں (دیوبندی وہابی چکڑالوی نیچری) جواب انسان کی جب عقل ماری جائے تو سیدھی سادی صاف اور آسان بات بھی سمجھ نہیں آتی بلکہ عقل الٹی چلتی ہے۔ یہاں علم نبوت کی نفی نہیں کی جارہی بلکہ کفار کی نیستی اور فنا کا ذکر ہے مردہ آدمی تو سامنے بھی پڑا ہو تب بھی نہ اس میں کچھ حرکت و کروٹ محسوس ہوتی ہے نہ ذرہ بھی اس کی آواز نکلتی ہے۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ تحس اور تسمع کا مخاطب فاعل کفار ہیں یعنی اے حبیب کریم ان قوم لدا جھگڑا لو ضدی کفار کو ڈراؤ اور بتاؤ کہ ہم نے تم سرکشوں سے پہلے کتنے ہی سرکش ضدی مغرور لوگ ہلاک کر دئے جن کی قوت طاقت سلطنت دولت کا تمہاری کتابوں تاریخوں میں لکھا ہے اور تم اپنے راہ سفر میں ان کی اجڑی بستیاں کھنڈرات دیکھتے ہو لیکن کیا اسے موجودہ کافر قوم ہان کا وجود کہیں محسوس کرتے ہو یا کہیں سے ان کی سرسراہٹ سنتے ہو؟ سوم جواب یہ کہ اگر فرضاً یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے تو معنی یہ ہے کہ جہاں پر پہلے کبھی جس زمین پر جہاں وہ کفر شرک تکبر اکڑ سرکشی کرتے تھے اب ان کا وہاں نام ونشان نہ رہا آوازیں تو درکنار بھنبھناہٹ تک نہیں آتی احساس سے مراد دنیوی موجودگی ہے۔ رہا یہ کہ اب وہ مردہ کفار کہاں اور کس حال میں ہیں تو اس کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جس کا ثبوت حدیث معراج سے ہے کہ آپ نے جہنم میں دوزخیوں کو دیکھا تھا اور قبر والی حدیث کے حالات قبور بلکہ مُردوں کے تاریخی حقائق کا علم بھی ثابت ہے نیز آپ تو جس قبر پر بیٹھ جائیں اس کی نگاہوں سے بھی غیب کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں یَسَّرْنٰهُ کو علت بنایا گیا۔ لِتُبَشِّرَ کی اور معنی یہ ہوا کہ آپ کے لیے صرف اس لیے قرآن آسان کیا گیا تاکہ آپ بشارت دیں اور ڈرائیں اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کی صرف وہ آیت آپ کے لیے آسان ہوئیں اللہ ان کا علم دیا گیا جو بشارت اور ندامت کی ہیں۔ اور باقی قرآن خاص کر حروف مقطعات ومتشابہات اور تاویلات وتشبیہات قرآنیہ نہ آسان کی گئیں نہ سب کو ان کا علم دیا۔ (دیوبندی وہابی)

marfat.com
Marfat.com

جواب۔ یہ اعتراض محض دشمنی اختراع ہے ورنہ یہاں آیتِ پاک میں کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ بعض قرآن کو آسان کیا گیا اور بعض کو نہیں بلکہ یہاں یَسَّرْنٰهُ میں ہٗ ضمیر اور سورۂ رحمٰن کی آیت ۲ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ سے واضح ثابت ہو رہا ہے کہ تمام قرآن مجید اور اس کے ایک ایک حرف کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا اور پورا قرآن کریم آپ کے لیے یا آپ کے ذریعہ لوگوں کے لیے آسان کیا گیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ یَسَّرْنٰهُ کے بعد لام تعلیلیہ کیوں آیا؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ لام تعلیلیہ نہیں بلکہ سببیہ ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ اس آسانی کی وجہ سے آپ ہر مومن کو بشارت ہر کافر فاجر کو ندارت کسی پر بھی آپ کی بشارت و ندارت سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی اور اگر لام تعلیلیہ ہو تو دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ علت حصر پیدا نہیں کرتی اور یہ معنیٰ نہیں کہ آسانی صرف بشارت و ندارت کے لیے بلکہ اس یَسَّرْنٰهُ کا اور بھی بہت سے مقاصد جلی و خفی ظاہر و باطن ہیں۔ اور معنیٰ یہ ہے۔ ہم نے پورے قرآن مجید کو آپ کے لیے آسان کر دیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ بشارت اور ندارت بھی دیں اب اعتراض ختم ہو گیا۔ **تیسرا اعتراض** یہاں لُدًّا سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان محشر میں ہر مومن کافر تنہا آئے گا لیکن اسی جگہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وُدًّا فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان اپنے دوستوں پیاروں محبوبوں کے ساتھ آئیں گے یہ تعارض کیوں ہے؟ **جواب**۔ اس کے تین طرح جواب دیئے گئے ہیں اولاً وہ جو ہم نے تفسیر عالمانہ میں بیان کیا کہ لُدًّا سے صرف ہر قسم کے کافر اور فاسق مراد ہیں وہی فرداً فرداً اور تنہا تنگ خائف وغا سر آئیں گے اور اِنَّ الَّذِیْنَ (الخ) سے مراد مومنین متقین ہیں اُن کا آنا فرداً نہ ہوگا۔ جواب دوم یہ ہے کہ لُدًّا میں سب کی ابتدائی آمد کا ذکر ہے قبروں سے اُٹھ کر سب مومن کافر تنہا ہی محشر کی طرف آئیں گے۔ لیکن ظہورِ وُدًّا بعد میں ہوگا۔ جواب سوم یہ دیا گیا ہے کہ لُدًّا کا تعلق آخرت سے ہے اور وُدًّا کا تعلق دنیوی زندگی سے۔ لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ

وَكَلَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا۔ اقالیمِ انسانی پر دو جہان کا نقاد ہے، حیاتِ نفسانی کا عالم اور حیاتِ ایمانی کا جہان حیاتِ نفسانی کے جہانِ رنگ و بو میں بندے کو اختیارِ اعمال و ارادہ خیر و شر دیا گیا ہے کوئی شرعی جبر دیا ہوا نہیں کَمَا قَالَ فِی الدِّیْنِ۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ کی آخرت شعور رکھنے والوں کو شریعت طریقت حقیقت و معرفت کی تبرا رہا پابندیاں لاحق اور لازم ہیں ان محجوبین مسعودین و

marfat.com
Marfat.com

وحجو بن پر اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ کا تسلط معصومی ومحفوظی ہے اسے قلب محمد تجھ پر اسی یہ کلام اسرار وانوار آسان فرمایا کہ زبانِ علم وحکمت پر جو الفاظِ حادث ومتناہی ہیں اُن پر اپنی کمال قدرت سے وہ کلام حقائق ومعارف جاری وسہل ہو گیا جو ازلی قدیمی غیر متناہی ہے یہ ایک بات ہی قلبِ محبوب کا معجزہ اور خالقِ محبوب کی قدرت کا عظیم شاہکار ہے۔ بندے چار قسم کے ہیں ۱ ارباب توحید ۲ ارباب تجدید ۳ ارباب تغریر ۴ ارباب شرک ہر بندہ اپنے اپنے عقیدے کے اعتبار سے قیامت میں فرداً فرداً حاضر بارگاہ ہوگا۔ پوچھا جائے گا اے اہل شرک کہاں ہے توحید ایمان توحید کیوں نہ لائے۔ اے اہل توحید کہاں ہے تجرید اے اہل تجرید کہاں ہے تغرید اور اے اہل تغرید کہاں ہے معرفتِ الٰہی کا مقام حیاتِ دنیوی میں اس مقام تک پہنچنے کی کوشش کیوں نہ کی۔ ایمان کا بیج جب قلب میں پڑتا ہے اور اعمالِ صالحہ کا پانی دیا جاتا ہے تو شریعت وطریقت کا شجرِ طیبہ بلند وبالا ہو جاتا ہے اور جب عشق الٰہی محبت مصطفائی کی بہاریں آتی ہیں تو انوار کے پھل پھول لگ جاتے ہیں اور وہ پھل پھول صحت الٰہیہ وقربِ ملائکہ ومودتِ انبیاء اُلفت مومنین کی مٹھاس خوشبو خوب صورتی اور تروتازگی کی نعمتوں سے معمور ومعطر ہوتا جاتا ہے یہ ہی ہے زینت مومن وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۔ کائناتِ نفسانی کے سرکشو ہم نے تم جیسے مغروروں سے پہلے سے ہی بدبختوں کو تیغِ فراق کی وادیِ محرومی مردودیت کی موت سے ہلاک کر دیا کہ جن کے تذکرہ حسن وخوبی کا رمزِ باطنی اور سراسراہٹ خفیفہ بھی ناپید ہو گئی۔ دنیا ہو یا آخرت قبر ہو یا حشر اُس کا پھل اُس کے رب کی اجازت سے ہمیشہ ہوتا رہتا ہے محبت کی پانچ قسمیں ہیں ۱ موافقت ۲ سیلان ۳ ذوب ۴ ھُوٰی ۵ والہانہ۔ موافقت طبیعت سے ہوتی ہے۔ سیلان نفس سے۔ ذوب قلب سے۔ محبت فواد یعنی قلب کی گہرائی سے۔ ہُوٰی غلبۂ محبت کا نام ہے۔ والہانہ غلبۂ ھُوٰی کا نام ہے۔ پہلا مقام نورِ محبت دوم نارِ عشق سوم حرارۃ شہوت چہارم بخاراتِ لطیف پنجم نفس کی رقت ششم ھُوٰی کی دقت (باریکی) فاروقِ اعظم نے فرمایا کہ انسانی محبت کی تین نشانیاں ۱ اسلام کرنا ۲ مجالس میں محبوب کا مقام بنانا ۳ اچھے القاب سے ذکر کرنا کسی کا چرچہ رئیس محبت ہے اور برا تذکرہ رائس عداوت ہے۔ قرآن مجید صفتِ قدیمی غیر متناہی قرمتِ قرآن کو زبانِ مصطفیٰ پر فہم قرآن کو عقلِ مصطفیٰ پر درایت قرآن کو قلبِ مصطفیٰ پر آسان کیا گیا۔ یہ قرآن نہ کسی زبان حروف والفاظ پر آسان ہو سکتا تھا

marfat.com
Marfat.com

نہ کسی دوسرے کے قلب و عقل پر۔ اس لیے کہ تمام حروف لغات و کلمات قلوب و عقل حادثِ غیر متناہی ہیں وہ مظروفِ قرآنی کے لیے ظرف نہیں بن سکتے تھے مصطفیٰ خود حادثِ متناہی مگر آپ کی محبوبیت ازلی قدیمی لامحدود کیونکہ صفتِ باری تعالیٰ ہے اس لیے یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ۔ اہلِ بشارت تین قسم کے ہیں ۱ جو ایمان لاکر شرک سے نفرت کریں ۲ جو اطاعت اعمال کرکے فسق سے بچیں ۳ جو توحید تجرید و تفرید کے مقام میں پہنچ کر ماسوا اللہ سے بچیں۔ توحید قال ہے تجرید عقیدہ ہے تفرید حال ہے توحید گفتار ہے تجرید کردار ہے۔ تفرید واردات ہے اہلِ انذار بھی تین قسم کے ہیں ۱ وہ کفار جو باطل پر اڑ جائیں بلکہ قتال کریں ۲ وہ اہلِ کتاب جو منسوخ دینوں پر قائم رہیں ۳ اہلِ خواہشاتِ نفس جو بُطلان پر اہلِ حق سے جھگڑا کریں ایسے کتنے ہی شور بختوں کو ہم نے ان موجودین مفروردین سے پہلے واصلِ جہنم سے ایسا ہلاک کر دیا کہ عالمِ ابدان میں ان کا احساسِ وجودی اور رکزِ سرودی بھی تم محسوس نہیں کر سکتے ہو۔

سورت مریم کے چھ رکوعوں کی مختصر تفسیر اور اس کے فضائل و عملیات اور اس کا تعویذ

پہلا رکوع۔ اس رکوع کی پندرہ آیتیں ہیں دو باتیں ارشاد فرمائیں گئیں پہلی یہ کہ پہلی آیت میں حروف مقطعات بیان ہوئے کہ بعض ان حروف مقطعات کا معنی مراد مخلوق میں سوائے نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا نہ جبرئیل نہ میکائیل اس میں ارشارۃ و اقتضاءً کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل شانِ علمیت ظاہر فرمائی جا رہی ہے کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم دیئے گئے جس سے دیگر تمام عرشی و فرشی مخلوق تا آسمان ہے اور یہودیوں دیوبندیوں وہابیوں کی گستاخانہ باتوں اور عقیدوں کا رد فرمایا گیا اور بڑے بڑے فاضل فلاں صاحب کا غرور توڑا گیا۔ دوم۔ حضرت ذکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کیسے عظیم نیک بندے تھے سابقہ اور موجودہ یہودی ان کی گستاخی کرتے ہیں کہ معاذ اللہ یہ حضرت مریم سے خراب تھے حضرت ذکریا نے اپنے لیے ایک دعا مانگی جو قبول ہوئی اور یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹے کی بشارت اور اس وقت کی علامت بیان فرمائی گئی۔ اگلی آیت میں اسی فرزند ارجمند حضرت یحییٰ کا تذکرہ بیان ہوا ان کی نبوت اور بچپن ہی میں توریت کتاب کے علم اور اس پر پورے عمل کا ذکر

marfat.com
Marfat.com

فرمایا۔ بچپن میں ہی تمام عقلیں ان کو ہم نے عطا کیں بتایا گیا کہ نبی کسی کے شاگرد نہیں ہوتے بلکہ فرشتے اُن کے شاگرد ہوتے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ سے سیکھتے ہیں آگے ان کی چار خصوصی شانوں کا ذکر فرمایا گیا ۱ بہت نرم دل حیادار اور مہربانی فرمانیوالا ۲ ہر وقت بہت صاف ستھرا پاکیزہ رہنے والا اور خوب صورت ۳ والدین کا ادب احترام اور حسن سلوک کرنے والا ۴ تند خو اور سخت طبیعت ترش رو اور تنگ دل نافرمان نہ تھا ۵ اس پر تا ابد سلامتی ہے پیدائش سے لے کر قبر تک اور قبر سے حشر تک اور حشر سے اَبَدُالْاٰباد تک۔ دوسرا رکوع اس رکوع کی پہلی آیت میں چار عظیم باتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ پہلی۔ آیت ۱۶ سے آیت ۳۴ تک حضرت مریم اور آپ کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تفصیل سے فرمایا گیا۔ یہی رکوع پورا رکوع نجاشی بادشاہ حبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں سنایا گیا تو نجاشی اور بہت سے عیسائی درباری زار و قطار رونے لگے اور بعد میں بہت سے درباری اور خود نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا۔ ان آیات میں یہود و نصاریٰ کی بدعقیدگی کو ختم کرتے ہوئے اصل حقیقت حال بیان فرمائی گئی ۱ اُذْکُرْ سے شروع فرمایا کہ اسے پیارے نبی حضرت مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پاک دامنی کی سچی تصویر کائناتِ عالم کے سامنے پیش فرماتے ہوئے مریم کا ذکر فرمایئے یہودیوں نے مریم پر بدکاری اور حضرت عیسیٰ پر ناجائز ہونے کی تہمت لگائی اور آج تک لگاتے ہیں یہ قرآن کریم کا کرم ہے۔ حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام پر کہ دنیا کے سامنے اُن کی پاک دامنی پاک بازی کی حقیقت ظاہر فرمائی ورنہ خود عیسائیوں نے بھی حضرت مسیح کی وہ گستاخیاں کیں کہ مسیح علیہ السلام کی اصلیت بوسیدہ ہو کر رہ گئی ۲ حضرت مریم غسل کرنے کے لیے اپنے گھر کی مشرقی سمت غسل خانے میں چلی جاتی ہیں جب غسل سے فارغ ہو کر لباس پہن کر ابھی بال سنوار رہی ہوتی ہیں تو ایک بشری شکل میں کوئی مرد نظر آتا ہے آپ ڈھک سے رہ جاتی ہیں رنگ اڑ جاتا ہے شور مچانے کی اور بچا کر لوگوں گھر والوں کو بلانے کی ہمت ہی نہیں رہتی تو اللہ کی پناہ کا واسطہ دیکر اس کو چلا جانے کا عرض کرتی ہیں۔ وہ بشر کہتا ہے میں رب تعالیٰ کا ہی تو قاصد ہوں اور تجھ کو پاک صاف طیب و طاہر بیٹا دینے آیا ہوں۔ مریم کہتی ہیں کہ نہ مجھ کو کسی خاوند نے چھوا ہے نہ میں بدچلن ہوں تو بیٹا کیسے ہو گا اور تم فرشتہ ہو تم بیٹا کس طرح دے سکتے ہو۔ بشری فرشتہ فرماتا ہے کہ رب تعالیٰ کی قدرت سے ایسا ہی ہو گا رب تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے۔ تمہارا یہ بیٹا تو کائناتِ دنیا کے لیے عظیم الشان آیت الٰہیہ ہے اور کئی لوگوں کے لیے رحمت ہو گی ۳ اسی وقت حضرت مریم جبرئیل بشری فرشتے کی پھونک

marfat.com
Marfat.com

سے حاملہ ہو جاتی ہیں اور گھر سے روپوش ہو کر اسی وقت پچھلے پہر سے سورج ڈھلتے گھر سے چار میل جنگل میں چلی جاتی ہیں اور اپنی بے بسی بے کسی تیرہ سالہ عمر کی ناپختگی ویرانی کا سماں جنگل بیابان اور حمل کی بڑھتی ہوئی تکلیف پر انتہائی درد و کرب سے روتے ہوئے عرض کرتی ہیں۔ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ہائے کاش میں اس دن مجبوری رسوائی والے دن سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو چکتی زمانہ مجھ کو بھلا چکا ہوتا۔ جس کھجور کے خشک تنے کے نیچے بیٹھی تھیں وہیں قریب سے نچلی نشیبی جگہ کسی کی غیبی آواز آئی کہ اے مریم غم نہ کر تیرے بیٹھنے کی جگہ سے ذرا نیچے ایک چشمہ پھوٹ پڑا ہے تیرے رب نے اس کو تیری خاطر صاف شفاف نہر بنایا ہے اور یہ خشک کھجور ذرا اس کو اپنے برکتوں والے ہاتھوں سے جھنجھوڑ پھر دیکھ ابھی درخت ہرا بھرا ہو کر تازہ پھل گرا دے گا یعنی تازہ پکی کھجوریں پہلے اُن کھجوروں کو کھانا پھر اس چشمے کا پانی پینا اور پھر جب یہ بچہ ولادت ہو جائے تو ماننا سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا۔ فرزند ارجمند کی ولادت ہوتی ہے درد تکلیف تو ختم ہو جاتی ہے مگر اب اگلی بات کا فکر ہے کہ اب میں اس بچے کو لے کر اپنی قوم رشتے داروں کے پاس کس طرح جاؤں گی۔ اس زمانے کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کے مطابق چپ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا کہ بچے کو لے کر قوم کے سامنے اپنے گھر جاؤ اور روزے کی وجہ سے کسی سے کلام نہ کرو پھر قدرت الٰہی کا کرشمہ دیکھنا کہ یہ دو گھنٹے کی عمر والا بچہ خود اپنا تعارف کرائیگا۔ پھر فرمایا گیا کہ حضرت مسیح نے مخالفین معترضین کو کس فصاحت و دل نشینی سے جواب دیا۔ آپ نے قوم سے چھ باتیں ارشاد فرمائیں ایک یہ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس میں عیسائیت کا رد ہے کہ ابن اللہ نہیں ہوں ۲ مجھ کو رب تعالیٰ نے اپنی ایک مکمل کتاب دی جو میرے سینے میں محفوظ ہے یعنی انجیل۔ مجھ کو نبی بنایا ۳ میں جہاں بھی رہوں برکت والا بنایا گیا ہوں ۴ مجھ کو تاعمر نماز اور زکوٰۃ اور اپنی والدہ محترمہ سے حسن سلوک کی رب تعالیٰ نے وصیت اور حکم فرمایا ہے ۵ مجھ کو میرے اللہ تعالیٰ نے تند خو سخت دل نہیں بنایا اور نہ کسی اعتبار سے بدقسمت بنایا ۶ اور میرے رب کریم خالق مالک معبود کی طرف سے مجھ پر اتنی کثیر سلامتی اور بقا ہے کہ یوم ولادت سے لے کر قریب قیامت یوم وفات تک اور یوم وفات سے لے کر صور ثانی پھونکے جانے سے دوسری بار ابدی زندگی میں مبعوث ہونے کے دن تک سلامتی ہی سلامتی ہے ہزار مشکلوں کے باوجود میری ذات میری صفات میری عزت میری پاک دامنی اور میری والدہ کی عزت کو بھی تا ابد سلامتی ہی سلامتی ہے۔ میرے رب کریم کا مجھ پر اور میری والدہ پر کتنا بڑا کرم ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ ہماری عزت و آبرو کو دامن مصطفیٰ اور قرآن و اسلام کی آیات و فرمودات میں پناہ ملی ورنہ نادان دوستوں اور دانا دشمنوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ دوسری بات فرمایا گیا کہ یہ تھا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا سچا اور ستھرا واقعہ جس میں یہودیوں جیسے بغض و حسد عناد و دشمنی سے بھرے ہوئے بدبخت دشمن اور اندھی محبت کی دوستی کرنے والے عیسائی احمق لوگ کفر پیدا کرتے ہیں۔ اور اسی شک کی بنا پر ہر دو فرقوں نے طرح طرح کے بیہودہ عقیدے بنا لیے اور دونوں گستاخ و کافر ہو گئے تیسری بات۔ اگلی آیت میں ظاہر ظہور صاف صاف عیسائیوں کے کفر پر عقیدۂ ابنیت کی شرعی اور عقلی دلیل سے تردید فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں اولاد بنانے کی اس کے تو صرف کام کُن کہنے سے ہی ہو جاتے ہیں تمام عیسائیوں کو شروع سے ہی بتا دیا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے ہی فرمایا تھا کہ میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے میں اور تم سب اُس کے بندے ہیں تو تم بھی سب اُس کی ہی عبادت کرو۔ یہ ہی سیدھا راستہ ہے۔ یہ عیسائی حضرت عیسیٰ کی موجودگی تک تو درست اللہ کے بندے بنے رہے لیکن پھر بعض یہودیوں کی بہروپیانہ شرارتوں شیطانیوں کی وجہ سے ان بعد والے عیسائیوں کے آپس میں مختلف فرقے بن گئے تو ان میں کافر فرقوں کی ہلاکت و تباہی ہے بڑے بیبت ناک دن کے آنے کے وقت۔ اُس دن جو سنیں گے اور جو دیکھیں گے آج اُس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور جس حالت سے ہمارے پاس یہ عیسائی یہودی کفار اور باطل فرقے آئیں گے اُس کے لیے بس اتنا ہی سمجھ لو کہ یہ سب ظالم ضلال مبین میں ہوں گے۔ چوتھی بات۔ ارشاد فرمایا کرائے پیارے حبیب کریم ان یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کو پھر ڈرائیے اُس حسرت اور فیصلے کے دن سے کیونکہ یہ گہری غفلت میں ہونے کی وجہ سے نہیں مانتے اور ان کو یہ بھی اچھی طرح سمجھا دو کہ رب کریم کا ارشاد ہے کہ ہم ہی زمین اور تمام زمین کی مخلوق کے حقیقی وارث و مالک ہیں۔ اور سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔ **تیسرا رکوع**۔ اس رکوع کی دس آیات میں چار باتوں کا ذکر ہوا۔ اوّل پورے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ اپنے مربّی چچا آذر کو کس خوش اسلوبی سے دینِ الٰہی کی تبلیغ فرماتے رہے۔ اس میں چند باتیں اہمیت سے سمجھائی گئی ہیں ۱ طریقۂ تبلیغ ۲ خوش اخلاقی یہی مومن کی سچی نشانی ہے ۳ کافر کی بدطینتی بداخلاقی کا مظاہرہ کرایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے حسنِ اخلاق دل نشین ادب احترام دعائیں نرم کلامی التجائیں وفاداری مروّت کے تحفے پیش کئے جاتے ہیں ۴ مگر کافر مربّی چچا کی جانب سے سخت کلامی غرور تکبر لہجہ تنگ دلی تعصب دھمکیاں سرزنش کا جواب دیا جاتا ہے۔ بتایا جا رہا ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ ہمیشہ سے کفر کا یہی حال رہا ہے۔ انبیاء عظام علیہم السلام کی ذات بابرکات اور ان کے حسن باخلاق اور خیر خواہانہ رویہ کو اکثر اسی قسم کی بدتمیز تنگ نظریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ان پیاروں نے ہمیشہ خوش دلی سے سب کچھ برداشت کرتے ہوئے تبلیغ احکام کو جاری ہی رکھا ہے یہی امت مسلمہ کے تمام آنے والوں کو سبق دیا جا رہا ہے کہ اگر سچے دین کے شیدائی اور مبلغ بننا ہے تو اسوۂ ابراہیمی کی تعلیم کو اپنے کردار و عمل میں سمونا اور بسانا ہی پڑے گا تب ہی کامیابی یقینی ہو سکتی ہے اور منزل سعادت نصیب ہو سکتی ہے۔ چوتھا رکوع۔ اس رکوع کی پندرہ آیت میں نو باتوں کا بیان ہوا۔ ۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر تذکرہ ہوا حضرت عیسیٰ سے پہلے یہ پہلے صاحب کتاب ہوئے ہیں طور پر ان کو تبلیغ نبوت کا ابتدائی حکم ہوا۔ فرمایا گیا کہ ان کی التجا و دعا کی عرض پر ہم نے ان کے بھائی ہارون نبی کو ان کے سپرد کر دیا اور ان کا وزیر بنا دیا ۲ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ ہمیشہ سچے وعدے کرنے والے اور نبی و رسول تھے اسماعیل علیہ السلام وعدہ وفائی میں خاص طور پر مشہور زمانہ تھے اپنے تمام اہل کو ہمیشہ نماز روزے زکوٰۃ صدقات کا حکم دیتے رہتے تھے ان چند وجوہ سے وہ اپنے رب تعالیٰ کو بہت ہی پسند تھے ۳ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ صدیق تھے نبی تھے اور ان کو سب سے پہلے جنت کا داخلہ ملا اور اس طرح ان کی رفعت مکان اعلیٰ پر کر دی گئی ۴ فرمایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ان کو بھی نبی بنایا گیا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے کثیر انعام فرمائے ۵ آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جن لوگوں کو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا گیا ان کی اولاد کو بھی نبوت سے نوازا گیا کہ ابراہیم اور اسرائیل جیسے نبی اولوالعزم رسول ان کو عطا ہوئے۔ اور یعقوب یعنی اسرئیل کی اولاد میں کثیر انبیاء بنی اسرائیل بنائے گئے اور نبوت کے علاوہ بھی ہم نے ان کی اولاد میں سے اپنی محبت و ولایت کے لیے چن لیا ان کی نشانی یہ تھی کہ جب ان کے سامنے صحف ابراہیم توریت و زبور کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو عشق الٰہی کے سوز سے روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے ۶ نیک لوگوں کے تذکرے کے بعد۔ آنے والی بدکار نسلوں کا ذکر فرمایا گیا کہ ان کی نمازیں عبادتیں بھی ضائع ہیں اور ان کی بدمعاشیوں کی بنا پر ان کو جہنم کے میدان غی میں ڈالا جائے گا ۷ اب کلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو تا قیامت دنیوی زندگی میں سچی توبہ کر کے پکے مومن اور نیک عمل کرنے والے بن جائیں۔ ان کا مقام ٹھکانہ اخروی جنت ہے جہاں قطعاً کسی کو نقصان نہ ہوگا ۸ جنت کا تذکرہ اور بعد قیامت دخول جنت کے بعد کے کچھ حالات سنائے گئے۔ کہ

marfat.com
Marfat.com

وہ جنت عدن یعنی قابل رہائش بھی ہے صرف باغ بغیچہ ہی نہیں۔ ابھی وہ غیب میں چھپی ہے۔ وعدۂ ربانی کی شان بیان فرمائی گئی۔ جنت میں کسی طرف سے یا کسی کے منہ سے کبھی بھی کوئی بُری بات نہیں سنی جائیگی سوائے سلام و دعا جیسے با ادب و محبت اور خوشیوں سے بھری باتوں کے۔ جنت میں جنتیوں کو صبح شام رزق دیا جائے گا۔ فرمایا گیا کہ جنت صرف مہمان خانہ ہی یا مسافر خانہ ہی نہ ہوگا بلکہ متقی لوگوں کو اس کا مالک بنا دیا جائے گا ۱۲ حضرت جبرئیل کی چند باتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ ایک بار آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین روح القدس علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل تم کبھی کبھی بہت دنوں کے بعد آتے ہو جلدی جلدی آیا کرو ہم اداس و غمگین ہو جاتے ہیں تو جواباً میں جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی وہ سب یہاں نقل فرما دی گئیں کہ جبرئیل نے عرض کیا کہ ہم صرف اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے ہی نازل ہوتے ہیں۔ اُس کی شان یہ ہے کہ دنیا و آخرت اسی کے قبضے میں ہے اور جو کچھ موجود ہے وہ سب اسی کا ہے وہ کچھ بھولتا نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ تو آسمانوں اور زمین اور جو مخلوق بھی اس کے درمیان ہے اُن سب کا پالنے والا ہے۔ لہٰذا اے محبوب لامکانی آپ اسی کی عبادت میں مشغول رہیئے اور اس کی عبادت کو ساری کائناتِ انسانی میں قائم فرما دیجئے۔ اے محبوبِ خالق تعالیٰ آپ نے ساری کائناتِ عرش فرش لوح و قلم زمین و آسمان اعلیٰ و اسفل تمام موجودات کا مشاہدہ فرمایا ہے کیا اُس کے نام و شان عظمت و کرامت کا کیا کوئی دوسرا کہیں نظر آیا ہے کیا کوئی اور اس طرح کی رحیم و کریم رب قدیر ذات کا علم ہوا ہے کہیں بھی اُس کے علاوہ دوسری ہستی کا پتہ لگا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اس رکوع مبارک میں آٹھ انبیاء علیہم السلام کا نام شریف ذکر ہوا۔ ۱ موسیٰ ۲ ہارون ۳ اسماعیل ۴ ادریس ۵ آدم ۶ نوح ۷ ابراہیم ۸ اسرائیل یعقوب علیہم السلام ان کے بعد ان کی اولاد کا ذکر فرمایا گیا جن میں کچھ نیک متقی بن کر باپ دادا کے انعامِ اللہ کو پا گئے اور انہوں نے خاندانِ نبوت سے دینوی اُخروی پورے فائدے حاصل کر لیے اور ان میں کچھ لوگوں نے یہ گمان کر کے کہ ہم نیکوں کی اولاد ہیں۔ اعمالِ صالحہ سے منہ موڑ کر عیش پرستی میں پڑ گئے اور اپنے آباء اجداد انبیاء و صالحین کی تعلیمات کی نافرمانی کی تو ان کی کچھ رعایت نہ ہوئی بلکہ دوسرے نافرمانوں کی طرح ان کو بھی وادیٔ غی میں پھینک دیا جانے کا لرزہ خیز حکم سنا دیا گیا مگر ساتھ ہی توبہ کے ساتھ بندہ بننے کی مہلت ارزانی فرما دی کہ جب سچے بندے بن جاؤ تو ہماری رحمت کے دروازے کھلے ہیں۔ پانچواں رکوع۔ اس کی سترہ آیات میں سات چیزیں بیان ہوئیں۔ اول کفار کی دو باتیں جن پر تعجب خیزی اور اُس کا جواب ارشاد

marfat.com
Marfat.com

ہوا اور اس جواب کی حقیقت اور یقینی ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کرکے قوی تاکید فرمائی قسم فرمائی جارہی ہے کہ دوبارہ زندگی قیامت حشر نشر ضرور ہوگا جس میں کفار و رشیدین کو حاضر کرایا جائے گا اور حساب و کتاب کے بعد جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جہنم میں جانے کی حالت بیان ہوئی کہ اوّلاً بندھے ہوں گے گھٹنوں کے بل ہانکے جائیں گے پھر عوام و کفار کے سرداروں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے گا اور کفر کی مقدار پر سزا ہوگی۔ ان مقداروں اور ان کے حقداروں کو رب تعالیٰ آج بھی خوب اچھی طرح جانتا ہے دوم۔ میدانِ محشر اور جنت و دوزخ کا محلِ وقوع اور جغرافیائی نقشہ سمجھاتے ہوئے فرمایا گیا کہ تم میں سے ہر ایک نیک و بد مومن و کافر کو جہنم پر سے گزرنا ہے۔ وہ اس طرح کہ اِدھر میدانِ محشر ہے اور دوسری طرف دوسرے کنارے جنت ہے اور نیچے جہنم ہے درمیان میں اور جہنم کے اوپر ایک پُل صراط ہے جس کا ایک پہلا کنارہ میدانِ محشر میں ہے دوسرا کنارہ جنت میں نیچے وادیِ جہنم فرمایا گیا کہ نیک لوگ یہ پُل طے کر جائیں گے مختلف رفتاروں سے اور ظالمین کفار و فساق اس پر سے گھٹنوں کے بل گرتے چلے جائیں گے۔ سوم۔ کفار کی دنیوی زندگی اور بیہودہ دلیلوں کی گفتگو اور اس کا تردیدی جواب بیان فرمایا گیا کہ اے کافرو دنیا کی مالداری آخرت کی کامیابی کی دلیل نہ سمجھو ہم نے پہلی قوموں کو جو مالداری میں تم سے کہیں زیادہ تھیں کفر کی بنا پر ہلاک کر دیا۔ یہ مالداری لمبی عمریں تو مگر انہوں کو ڈھیل دی گئی ہے۔ جب عذاب یا قیامت دیکھیں گے تو اس وقت مقابلہ کریں اور پوچھیں کہ کس کا مقام گھٹیا اور کس کا لشکر کمزور ہے۔ چہارم۔ کفار کی ہلاکت و فنا اور بدترین کمزوری کے بعد مومن کی شاندار بقا اور اعمالِ صالحہ کے باقیات کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ پنجم کفار کی بعض متکبرانہ مغرورانہ باتوں کا ذکر ہوا اور اس کا جواب بھی اسی طرح دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ یہ باتیں جو آج بڑھ بڑھ کر رہے ہیں سب لکھی جارہی ہیں کل قیامت میں ان کی سزا ضرور ملے گی ششم فرمایا گیا کہ کافر اور دنیا پرست جس مال و دولت اور آل اولاد پر آج گھمنڈ کر رہا ہے اس کے ہم ہی مالک ہوں گے بعد موت اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ ہفتم۔ کفار کے جھوٹے معبودوں جنات شیطین و ابلیس کی اس حالت کا ذکر فرمایا گیا جو قیامت میں ان کی ہوگی اور منکرین قیامت کی غلط فہمیوں کا بادلائل رد فرمایا گیا اور اہل عقل ذی شعور لوگوں کو دنیا کی بے ثباتی کی طرف توجہ دلا کر باقیات صالحات اور اعمالِ صالحہ کا ذخیرۂ اُخروی جمع کرنے کا شوق دلایا جارہا ہے۔ **چھٹا رکوع** اس آخری رکوع کی سولہ آیت میں نو عدد باتیں بیان فرمائی ہیں

marfat.com
Marfat.com

پہلی یہ بات بیان کی گئی کہ اتنے کثیر دلائل کے باوجود اور دلائلِ توحید رسالت قیامت کو سن کر لاجواب ہو کر بھی جو کافر ایمان نہیں لاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شیطان ہم نے زمین پر بھیجے ہوئے ہیں وہ کفار پر مسلط ہو کر ان کو خوب ورغلاتے اور کفر پر اُکساتے پھرتے ہیں لہٰذا آپ ان کے لیے کسی بات کی جلدی نہ فرمایئے یہ تو اپنی گنتی کے دن پورے کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ بتائی گئی کہ قیامت میں ہر گروہ ہر فرد بارگاہِ الٰہیہ میں حاضر ہوگا مگر فرق یہ ہوگا کہ مومن متقی تو بارگاہ میں موعد بن کی طرح جلوس کا جشن مناتے ہوئے خود بخود بیچ دھیج کر آئیں گے لیکن کفار کو مجرموں کی طرح جہنم کی طرف ہانکتے ہوئے لے جایا جائے گا سوم یہ کہ شفاعت کی محتاجی اور قدر قیامت میں ہوگی ہر کافر بھی شفاعت کا پیاسا ہوگا مگر یہی چیز سب سے زیادہ نایاب ہوگی اور فقط اُن پیاروں کو شفاعت کا اذن ہوگا جن سے رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ چوتھی بات یہ بتائی گئی کہ کفر تو سب ہی سخت ظلم ہیں مگر عیسائی اور یہودی اور صابئیوں کا کفر سب سے زیادہ سخت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد جننے کا عقیدہ بنا لیا۔ یہ ایسی سخت اور بھاری بات ہے کہ اس سے آسمان و پہاڑ ایسے دہل جاتے ہیں کہ عنقریب ہے کہ گر ہی پڑیں اور زمین کانپ اٹھتی ہے جیسے کہ پھٹ پڑے گی۔ اس کفر پر کہ ان بدنصیبوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ بنا لیا حالانکہ رحمٰن کو لائق نہیں کہ اولاد کو جنے اور بچے بنائے۔ پانچویں بات بیان ہوئی کہ آسمانوں اور زمین میں ہر شخص اُس کا بندہ ہے فرشتے ہوں یا جنات و انسان اور تمام لوگ اُس کی بارگاہ میں بندے بن کر ہی پیش ہوں گے۔ اس سے کوئی چھپا ہوا نہیں رہ سکتا وہ سب کی گنتی جانتا ہے ایک ایک کو گن رکھا ہے۔ چھٹی بات فرمائی گئی حساب دیتے وقت تمام اس کے پاس اکیلے اکیلے ہی حاضری دیں گے اُس وقت نہ گروہ ساتھ نہ آل نہ اولاد نہ سفارشی نہ مال دولت نہ کوئی لیڈر اور رہنما ساتھ ہو سکے۔ ساتویں یہ بات فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اُس دن صرف نیک متقی سلامتی ایمان والے لوگوں کے لیے ہوگی۔ آٹھویں بات۔ فرمایا گیا کہ اے پیارے محبوب ہم نے اس قرآن مجید کو آپ کی زبان پاک کے ذریعے اس لیے تا قیامت آسان فرما دیا تاکہ آپ یہ قرآن مجید سنا پڑھا کر اہلِ ایمان کو خوش خبریاں عطا فرمائیں اور ضدی جھگڑالو قوم کو ڈر سنائو۔ نہم۔ کفار سے خطاب فرمایا گیا کہ تم سے پہلے تمہاری طرح کے کتنے ہی ضدی و جھگڑالو لوگوں کو ہم نے برباد و فنا کر دیا جن کا آج تم نام و نشان بھی نہیں دیکھتے اور بھنک بھی نہیں سنتے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا۔ غرضکہ اس رکوع کی آیت میں گمراہ فرقوں کی بیخ کنی فرمائی گئی

marfat.com
Marfat.com

کا پردہ فاش کیا گیا کہ کتنے نادان ہیں جو اللہ کے لیے بیٹا، بیٹیاں بنائے پھرتے ہیں۔

سُوْرَۃِ مَرْیَمَ کے فضائل

سورۃ مریم کے فضائل و برکات علماء محققین نے بہت قول ارشاد فرمائے ۱ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرتوں سے بندوں کو اولاد ملنے کا ذکر ہوا اور آخر میں باری تعالیٰ رب العزت کے اولاد نہ ہونے کا ذکر ہے دوسری فضیلت یہ کہ جن بی بی صاحبہ مریم کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے زمانے میں تمام عالمین پر فضیلت دی تھی ان کا مکمل مفصل ذکر اسی سورۃ کے دوسرے رکوع میں فرمایا گیا اور اسی وجہ سے اس پوری سورت کا نام سورۃ مریم رکھا گیا۔ تیسری یہ کہ جو اس سورت کو چار دفعہ پڑھے تو اس کو رب تعالیٰ اگر چاہے تو پورے قرآن مجید پڑھنے کا ثواب عطا فرمائے۔ چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نہایت خصوصی اور انوکھی قدرت حضرت مسیح کی بغیر والد کے ولادت کا مکمل ذکر اسی سورت میں تفصیلاً ہے پانچویں یہ کہ اس سورۃ کے سب رکوع فصاحت و بلاغت اور سجع متقفع عبارات بدیعہ کا مجموعہ ہیں۔ علم ادب والوں کے نزدیک اس کے تمام الفاظ محسنات بدیعہ ہیں از آیت ۱ تا آیت ۹۸ جن میں اکتالیس ۴۱ بروزن زکریا حیّا ہیں اور سولہ عدد بروزن مدّا ہیں مثلاً ۔ شقیّا ۔ ۲ ولیّا ۔ ۳ رضیّا ۔ ۴ سمیّا ۔ ۵ عتیّا ۔ ۶ شویّا ۔ ۷ عشیّا ۔ ۸ تقیّا ۔ ۹ صبیّا ۔ ۱۰ عصیّا ۔ ۱۱ عتیّا ۔ ۱۲ شرقیّا ۔ ۱۳ زکیّا ۔ ۱۴ عتیّا ۔ ۱۵ مقضیّا ۔ ۱۶ قضیّا ۔ ۱۷ مدّا ۔ ۱۸ سریّا ۔ ۲۰ جنیّا ۔ ۲۱ انسیّا ۔ ۲۲ فریّا ۔ ۲۳ میّا ۔ ۲۴ حفیّا ۔ ۲۵ علیّا ۔ ۲۶ بکیّا ۔ ۲۷ مرضیّا ۔ ۲۸ غیّا ۔ ۲۹ ماتیّا ۔ ۳۰ نسیّا ۔ ۳۱ جثیّا ۔ ۳۲ عتیّا ۔ ۳۳ صلیّا ۔ ۳۴ بدیّا ۔ ۳۵ اس کے بعد از آیت ۷۵ سولہ الفاظ۔ جو ڈبل ہو کر اکیس ۲۱ بن جاتے ہیں۔ مثلاً ۱ خیرٌ مردّا ۲ مالاً وّ ولدًا ۳ عند الرحمٰن عهدًا ۴ من اتخذ اب مدًّا ۵ ویاتینا فردًا ۶ لهو عزًّا ۷ علیهم ضدًّا ۸ تؤزهم ازًّا ۹ نعدّ لهم عدًّا ۱۰ الی الرحمٰن وفدًا ۱۱ الی جهنم وردًا ۱۲ عند الرحمٰن عهدًا ۱۳ اتخذ الرحمٰن ولدًا ۱۴ شیئًا ادًّا ۱۵ وتخرّ الجبال هدًّا ۱۶ ان اتی الرحمٰن عبدًا ۱۷ وعد هو عدًّا ۱۸ یوم نحشر المتقین وفدًا ۱۹ لهو الرحمٰن ودًّا ۲۰ قومًا لدًّا ۲۱ او تسمع لهو رکزًا۔

چھٹی یہ کہ یہی وہ سورۃ مبارکہ ہے جس کے دوسرے رکوع کی تلاوت نے بادشاہ حبشہ حضرت نجاشی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اراکین امراء و دربار کو ایمان کی دولت سے سرفراز کیا جب کہ حضرت مولیٰ علی کے بڑے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب نے شاہ حبشہ کے کہنے پر کہ اے مسلمانوں تمہارا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا ہے تب بھرے دربار میں جعفر بن ابی طالب نے یہ دوسرا رکوع تلاوت فرمایا جس سے سب دربار پر سناٹا چھا گیا

marfat.com
Marfat.com

اور ہیبتِ قرآنی سے سب کے چہرے جھک گئے اور آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ اور ابوسفیان وغیرہ کفارِ مکہ کا تمام منصوبہ خاک میں مل گیا مسلمانوں کی عزت اور زیادہ ہوگئی۔

سُورۃ مَریَم کے عملیات اور تعویذات

عاملین کاملین فرماتے ہیں کہ جو کوئی سُورۃ مریم کو ہر روز بعد نمازِ فجر سات مرتبہ پڑھے نہایت صحیح الفاظ سے اوّل آخر درود شریف گیارہ دفعہ تو وہ دولت مند ہو جائے ۲ اگر کوئی مرد کسی وجہ سے نامرد ہو جائے تو تین دفعہ سورۃ مریم کسی اپنے مرشد کو سورۃ سنا کر اجازت لے کر پڑھے گیارہ دن پڑھنے سے کشادہ ہو جائے ۳ اگر کسی شخص کا باغ خشک اور ویران ہو جائے درخت پھل دینے بند کر دیں اور وجہ سمجھ نہ آئے تو پوری سورت باغ میں تازہ یا وضو تازہ کسی کاغذ پر خوشخط بازبر زبر وغیرہ لکھ کر پاک بالٹی میں ڈال کر پانی بھر کر ڈالے گیارہ دن متواتر انشاء اللہ تعالیٰ درخت خوب پھول اور پھل دینے لگیں گے۔ ۴ جو شخص اس پوری سورۃ کو عزیل رسم الخط میں عرقِ گلاب اور زعفران اور زردہ رنگ سے لکھ کر کاغذ پر اس کو کسی پاک پانی یا دودھ میں گھول کر ایک ہی تعویذ گیارہ دن پیئے اگر کاغذ پھٹ جائے تو دوسرا تعویذ بنالے انشاء اللہ تعالیٰ تمام جسمانی بیماریوں سے محفوظ رہے گا ۵ جو شخص دولت مند ہونا چاہے اور حلال و پاکیزہ روزی کا طلب گار ہو وہ کسی متقی عامل و عالم سے اس کا تعویذ لکھوا کر اپنے پاس ادب سے سکے خواہ گلے میں رکھے، پُونجی میں رکھے اور ٹوپی ہر وقت سر پر رکھے سوائے غسل اور سونے کے وقت کے تو انشاء اللہ کبھی غربت نہ آئے۔ اس کے کُل اعداد ۲۸۹۶۴۴ ہیں اور چال مکمل ہے کہیں کمی نہیں ہے۔

تعویذ کا نقشہ یہ ہے۔

۷۸۶

۹۶۵۵۱	۹۶۵۴۴	۹۶۵۴۹
۹۶۵۴۶	۹۶۵۴۸	۹۶۵۵۰
۹۶۵۴۷	۹۶۵۵۲	۹۶۵۴۵

یہ بات مشاہداتی حقیقت ہے کہ رب تعالیٰ کا ہر ہر کلام ہی فصاحت و بلاغت کا اتنا عظیم معجزاتی خزانہ ہے جس نے شعراءِ عرب کو مبہوت و متحیر کر دیا اور مَا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ کہنے پر مجبور ہو گئے اور قرآن مجید کے۔ قَالُوْا۔ کے تینوں چیلنجوں میں سے کسی بھی چیلنج کو قبول

marfat.com
Marfat.com

کی ہمت نہ پا سکے اور یہ معجزاتی فصاحت قرآن مجید کی ہر ہر سورۃ بلکہ آیت بلکہ لفظ لفظ اور حرف حرف میں ہے باطنی فصاحت تو اہل عرب ہی جانتے ہیں۔ مگر بعض سورتوں کی ایسی ظاہری فصاحت ہے کہ ہم جیسے عجمی لوگ بھی متاثر و مسحور ہو کر عش عش کر اٹھتے ہیں۔ ان ہی سورتوں میں ایک یہ سورۃ مریم شریف ہے۔ یہ سورۃ پاک از اوّل تا آخر فصاحت لسانی کی ایسی چاشنی سے بھرپور ہے کہ اس کی فصاحت بیانی سے متاثر دربار حبشہ کے کفریہ ماحول پر سناٹا چھا گیا تھا اور اس کی دلکش طرز بیانی سے عجیب دلگداز سماں پیدا ہو گیا تھا کہ حضرت نجاشی اور تمام درباری رقت قلبی سے آنسو بہانے لگ گئے ہم بھی چاہتے ہیں کہ سورۃ مریم کی اس فصاحت و بلاغت کی نشاندہی کر کے اپنی تفسیر کو مزید مزین کریں۔ فصاحت کی مختصر تعریف یہ ہے کہ الفاظ نہایت مقفیٰ مسجع ہوں اور بلاغت یہ کہ ایک ایک لفظ میں معانی کے دریا موجزن ہوں اور اگر ایک لفظ دوبار دوجگہ آجائے تو اپنا علیحدہ ہی معنی آشکارا فرمائے۔ ان ہی تعارفوں کے تحت یہ سورۃ مبارکہ از اوّل تا آخر اس طرح مسجع عبارت ہے کہ معلوم ہوتا ہے یہ کلام مطہرہ نور کے بالوں میں ڈھل کر یاقوت و جواہر کی قدرتی لڑیوں میں پرویا ہوا ہے اس سورۃ کی ہر آیت کے اختتام پر ایک مسجع لفظ ہے جو قدرت کا عظیم شاہکار ہے۔

نمبر شمار	الفاظ	آیت کے نمبر	نمبر شمار	الفاظ	آیت کے نمبر
۱	زَكَرِيَّا	آیت ر۲	۱۱	بَدِيًّا	آیت ر۳، ر۴، ر۴۱، ر۴۹، ر۵۳، ر۵۸
۲	خَفِيًّا	آیت ر۳	۱۲	حَيًّا	" ر۳۱ و ر۳۳
۳	شَقِيًّا	آیت ر۴، ر۳۲، ر۴۸	۱۳	تَقِيًّا	" ر۱۳
۴	وَلِيًّا	آیت ر۵ ر۴۵	۱۴	عَصِيًّا	" ر۱۴، ر۴۴
۵	رَضِيًّا	" ر۶	۱۵	حَيًّا	" ر۱۵ و ر۶۶
۶	سَمِيًّا	" ر۷، ر۶۵	۱۶	شَرْقِيًّا	" ر۱۶
۷	عِتِيًّا	" ر۸	۱۷	سَوِيًّا	" ر۱۷
۸	سَوِيًّا	" ر۱۰ و ر۴۳	۱۸	نَقِيًّا	" ر۱۹ و ر۶۳
۹	عَشِيًّا	" ر۱۱ و ر۶۲	۱۹	زَكِيًّا	" ر۱۹
۱۰	صَبِيًّا	" ر۱۲ و ر۲۹	۲۰	بَغِيًّا	" ر۲۰ و ر۲۸

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	الفاظ	آیت کے نمبر	نمبر شمار	الفاظ	آیت کے نمبر
۲۱	مَقْضِيًّا	آیت ۲۱ و ۷۱	۴۱	رِئْيًا	آیت ۷۴
۲۲	قَصِيًّا	" ۲۲	۴۲	مَدًّا	" ۷۵ و ۷۹
۲۳	مَنْسِيًّا	" ۲۳	۴۳	جُنْدًا	" ۷۵
۲۴	سَرِيًّا	" ۲۴	۴۴	مَرَدًّا	" ۷۶
۲۵	جَنِيًّا	" ۲۵	۴۵	وَلَدًا	" ۷۷، ۸۸، ۹۱، ۹۲
۲۶	انْسِيًّا	" ۲۶	۴۶	عَهْدًا	" ۷۸ و ۸۷
۲۷	فَرِيًّا	" ۲۷	۴۷	فَرْدًا	" ۸۰ و ۹۵
۲۸	مَلِيًّا	" ۴۶	۴۸	عِزًّا	" ۸۱
۲۹	حَفِيًّا	" ۴۷	۴۹	ضِدًّا	" ۸۲
۳۰	عَلِيًّا	" ۵۰ و ۵۷	۵۰	اَزًّا	" ۸۳
۳۱	بُكِيًّا	" ۵۸	۵۱	عَدًّا	" ۸۴، ۹۴
۳۲	مَرْضِيًّا	" ۵۵	۵۲	وَفْدًا	" ۸۵
۳۳	بُكِيًّا	" ۵۸	۵۳	وِرْدًا	" ۸۶
۳۴	عَتِيًّا	" ۵۹	۵۴	اِدًّا	" ۸۹
۳۵	صَالِيًّا	" ۶۱	۵۵	هَدًّا	" ۹۰
۳۶	نَسِيًّا	" ۶۴	۵۶	عَبْدًا	" ۹۳
۳۷	جِثِيًّا	" ۶۸ و ۷۲	۵۷	وُدًّا	" ۹۶
۳۸	عِتِيًّا	" ۶۹	۵۸	لُدًّا	" ۹۷
۳۹	صِلِيًّا	" ۷۰	۵۹	رِكْزًا	" ۹۸
۴۰	نَدِيًّا	" ۷۳			

اللہ تعالیٰ رب العزت کا شکر عظیم ہے کہ آج بروز جمعہ مورخہ بیس جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق پچیس نومبر ۱۹۹۴ء سورۃ مریم کی تفسیر مکمل ہوئی۔

marfat.com
Marfat.com

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا

طٰهٰ ۝۱ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝۲

اے طٰہٰ۔ نہیں اتارا ہم نے اس قرآن مجید کو آپ پر اس لیے کہ آپ مشقت اٹھاؤ

اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۳ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ

لیکن یہ یاد دہانی ہے اس کے لیے جو اللہ کی ہیبت رکھتا ہو۔ نازل الذات کی طرف سے

ہاں اس کو نصیحت جو ڈر رکھتا ہو۔ اس کا اتارا ہوا جس نے

خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝۴ اَلرَّحْمٰنُ

جس نے پیدا کیا تمام روئے زمین کو اور سب اونچے آسمانوں کو۔ رحمٰن ہی نے

زمین اور اونچے آسمان بنائے وہ بڑا مہربان والا اس نے

عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝۵ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

عظیم عرش پر قبضہ فرمایا۔ اسی کا ہے وہ سب جو تمام آسمانوں میں ہے

عرش پر مستوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اس کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

marfat.com
Marfat.com

وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ

اور وہ سب جو تمام زمین کے اندر ہے اور وہ سب جو ان دونوں کے درمیان ہے اور وہ جو سب زمین کے

اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ اُن کے نیچ اور جو کچھ اِس گیلی مٹی کے

الثَّرٰى ۝٦ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ

نیچے ہے۔ اور اگر تم زور شور کرو ذکر اذکار میں تو بے شک وہ تو جان لیتا ہے

نیچے ہے۔ اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ بھید کو جانتا ہے اور

السِّرَّ وَاَخْفَى ۝٧

دل میں پوشیدہ بھید اور سرگوشیوں کو بھی

اُسے بھی جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے۔

تعلقات اس سورۃ طٰہٰ مبارکہ کا پچھلی سورۃ مریم کے ساتھ چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ جس طرح سورۃ مریم رات میں نازل ہوئی بجز چند آیت کے اسی طرح سورۃ طٰہٰ بھی بجز چند آیت کے رات ہی میں نازل ہوئی **دوسرا تعلق** سورۃ مریم کے بعد سورۃ طٰہٰ ہی نازل ہوئی اس لیے ترتیب نزول میں سورۃ مریم کا نمبر ۴۴ ہے اور اس کا ۴۵ ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ سورۃ مریم کا افتتاح بھی حروف مقطعات سے ہوا اور اس سورۃ طٰہٰ کا افتتاح بھی اسی حروف مقطعات سے ہوا۔ **چوتھا تعلق**۔ اُس سورۃ مریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ بہت مختصر اجمالاً ہوا تھا اور اب اس سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کچھ تفصیل سے ہوا گویا کہ بقیہ ذکر یہاں ہوا لہٰذا اُس سورۃ کے بعد اس سورۃ کی ترتیب نہایت مناسب ہے۔

شانِ نزول ان آیت مبارکہ کے شانِ نزول کے متعلق مفسرین کرام نے تین مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عبادات و نفلی نمازوں کی تلاوت و قیام و رکوع و سجود میں بہت دراز فرماتے تھے

marfat.com
Marfat.com

یہاں تک کہ بہت دفعہ قیام نماز اتنا دراز ہو جاتا کہ پاؤں مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ تب یہ آیت و اتار ع نازل ہوئیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ بعض دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ایمان نہ لانے اور باری تعالیٰ کی گستاخی کرنے پر بہت زیادہ رنج و غم فرمایا کرتے تب یہ آیت نازل ہوئیں جس میں آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ عظیم شفقت کے ساتھ تسلی عطا فرما رہا ہے۔ کچھ علماء فرماتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب نبی پاک خانۂ کعبہ کے پاس نفل نماز پڑھتے اور قیام دراز فرماتے اور عشق الٰہی و لذت قرآنی میں آپ کے آنسو جاری ہوتے تو پاس بیٹھے ہوئے ارد گرد کے کفار مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اس شخص کو اپنے اللہ پر یقین نہیں ہے کہ اتنی اتنی دیر تک اللہ کو مناتا اور مشقت کرتا ہے تب ایک دفعہ اسی قسم کے واقع کے بعد یہ آیت نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر نحوی سورۃ آیت (الٓرٰ) کا ترجمہ اور ترکیب و نحوی اقوال پچھلی سورۃ میں بیان کر دئے گئے۔ اور طٰہٰ۔ حروفِ مقطعات کا مختصر بیان اور کچھ مسائل و اقوال مختلفہ پچھلی سورۃ میں بیان کر دئے گئے۔ یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ قرآن مجید میں کل چودہ ۱۴ عدد اتیس ۲۹ جگہ سورۃ کے بالکل پہلے مختلف حروفِ مقطعات وحی فرمائے گئے مثلاً الٓمٓ چھ جگہ ۱ سورۂ بقرہ شریف دوم آلِ عمران سورۃ ۳ پ ۳ سوم سورۃ ۲۹ العنکبوت پ ۲۰ چہارم سورۃ ۳۰ الروم پ ۲۱ پنجم سورۃ ۳۲ لقمٰن پ ۲۱ ششم سورۃ ۳۲ السجدہ پ ۲۱ اور الٓمٓصٓ ایک جگہ سورۃ الأعراف پ ۸ تیسرا (الٓرٰ) پانچ جگہ اوّل سورۃ یونس ر ۱ پ ۱۱ دوم سورۃ ۱۲ ھود پ ۱۲ سوم سورۃ ۱۳ یوسف پ ۱۳ چہارم سورۃ ۱۴ ابراہیم پ ۱۳ پنجم سورۃ ۱۵ الحجر پ ۱۴ چوتھا۔ الٓمٓرٰ۔ ایک جگہ سورۃ ۱۳ الرعد پ ۱۳ پانچواں (کٓھٰیٰعٓصٓ) ایک جگہ سورۃ ۱۹ مریم پ ۱۶ چھٹا (طٰہٰ) ایک جگہ سورۃ ۲۰ طٰہٰ پ ۱۶۔ ساتواں (طٰسٓمٓ) دو جگہ ۱ سورۃ ۲۶ الشعراء پ ۱۹ ۲ سورۃ ۲۸ پ ۲۰۔ آٹھواں (طٰسٓ۔) ایک جگہ سورۃ ۲۷ النمل پ ۱۹ نواں (یٰسٓ) ایک جگہ سورۃ ۳۶ یٰسٓ پ ۲۲۔ دسواں۔ (صٓ) ایک جگہ سورۃ ۳۸ ص پ ۲۳ گیارہواں (حٰمٓ) چھ جگہ ۱ سورۃ ۴۰ المؤمن پ ۲۴ ۲ سورۃ ۴۱ حٰمٓ السجدہ پ ۲۴ ۳ سورۃ ۴۲ الزخرف پ ۲۵ ۴ سورۃ ۴۴ الدخان پ ۲۵ ۵ سورۃ ۴۵ الجاثیہ پ ۲۵ ۶ سورۃ ۴۶ الاحقاف پ ۲۶۔ بارہواں (حٰمٓعٓسٓقٓ) ایک جگہ سورۃ ۴۲۔ الشوریٰ پ ۲۵۔ تیرہواں (قٓ) ایک جگہ سورۃ ۵۰ قٓ پ ۲۶۔ چودھواں۔ (صٓ) ایک جگہ سورۃ ۳۸ الٓمٓ پ ۲۹ لفظ طٰہٰ کی قرأت میں پانچ مختلف قول ہیں ۱ طٰہٰ ۲ طٰہِ ۳ طٰہَ ۴ طٰہُ ۵ طٰہِ۔ اس کی لغتیت میں دو قول ہیں ۱ یہ الگ الگ دو حرف

marfat.com
Marfat.com

تبھی ہیں ۱۲ یہ ایک ہی کلمہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک مگر اس کا ترجمہ کوئی نہیں جانتا بجز نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے ترجمہ میں چھ قول ہیں ۱۲ اس کا ترجمہ بجز اللہ رسول کوئی نہیں جانتا یہاں تک کہ جبرئیل بھی نہیں۔ اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جبرئیل امین علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ باقی پانچ اقوال میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں۔ مگر وہ سب غلط ہیں کیونکہ بناوٹی ہیں حدیث پاک سے کوئی ثبوت نہیں۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى مَآ اَنْزَلْنَا باب افعال کا فعل ماضی مطلق منفی جمع متکلم فاعل مرجع اللہ تعالیٰ ہے عَلَيْكَ یہ جار مجرور متعلق ہے علی اپنے ہی فوقیت کے معنی میں ہے كَ ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اَلْقُرْاٰنَ۔ اسم مفرد معرف باللام عَلَمٌ ہے آخری کُتُبِ الٰہیہ کا قَرَنَ یَا قَرَءَ سے مشتق صیغہ مبالغہ ہے بروزن فُعَّالٌ مفعول یہ ہے۔ لام کے تعلیلیہ یہاں اَنْ ناصبہ پر شیدہ ہے۔ تَشْقٰى۔ شَقِیَ سے مشتق ہے۔ یعنی مشقت میں پڑنا واحد مذکر حاضر ہے یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوئی۔ اِلَّا حرف استثنا لغو یعنی لکن حرف عاطفہ الگی عبارت عطف ہے قرآن پر تَذْكِرَةً اسم مصدر باب تفعیل کا تاویل و تعلیل شدہ اصل میں ہے تَذْكِيْرٌ یعنی نصیحت یاد دہانی۔ لام جارہ نفع کا مَنْ اسم موصول يَّخْشٰى باب فتح یَا ضَرَبَ کا فعل مضارع واحد غائب خَشْيَةٌ سے بنا ہے یعنی ہیبت میں آنا، نافرمانی سے ڈرنا۔ هُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے مَنْ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مجرور ہوا۔ جار مجرور متعلق ہے تَذْكِرَةً مصدر کا۔ یہ سب مل کر مشبہ جملہ ہو کر معطوف ہے اَلْقُرْاٰنَ پر دونوں مل کر مفعول یہ ہے تَنْزِيْلًا۔ اسم مصدر باب تفعیل سے نَزَّلَ سے بنا ہے۔ مِنْ جارہ یعنی اِلٰی جارہ ترجمہ ہے طرف سے مَنْ اسم موصول مراد ہے باری تعالیٰ خَلَقَ۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع مَنْ ہے اَلْاَرْضَ۔ الف لام معرفہ جنسی ارض اسم مؤنث لفظی معطوف علیہ واؤ عاطفہ السَّمٰوٰتِ اسم۔ جمع مؤنث سالم لفظی۔ اس کا واحد ہے سَمَآءٌ۔ موصوف ہے اَلْعُلٰى۔ اسم تفضیل جمع مؤنث اس کا واحد مؤنث ہے عُلْيَا واحد مذکر ہے اَعْلٰى۔ عَلِيَ یَا عَلَوَ سے مشتق ہے بمعنی بلند اونچے۔ یہ جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے مَنْ ضمیر اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع السَّمٰوٰتِ ہے یہ مرکب توصیفی معطوف ہوا۔ دونوں عطف مل کر مفعول یہ ہے خَلَقَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مجرور۔ اور یہ جار مجرور متعلق ہے تَنْزِيْلًا

marfat.com
Marfat.com

مصدر کا۔ وہ سب مل کر شبہ جملہ ہو کر مفعول مطلق ہے مَا اَنْزَلْنَا کا مَا اَنْزَلْنَا فعل اپنے فاعل مفعول بہ علت اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ مفعول مطلق بننے کی صرف دو شرطیں ہیں ۱ یہ کہ اسم مصدر ہو کسی طرح سے بھی جامد نہ ہو ۲ اپنے عامل فعل کا ہم معنی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ اپنے فعل کا مصدر ہو۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اپنے فعل کے لفظوں جیسا ہو۔ جیسے یہاں اَنْزَلْنَا تَنْزِیْلًا۔ اور تَحَدَّثْتُ جُلُوْسًا الرَّحْمٰنُ ہم صفت صفاتی نام ہے خالق تعالیٰ کا مبتدا ہے۔ عَلَی الْعَرْشِ۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ اِسْتَوٰی۔ باب افتعال کا فعل ماضی معلق واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِسْتِوَاءٌ سَوِیٌّ سے مشتق ہے بمعنی برابر کرنا قبضہ کرنا درست کرنا یہ افتعال میں متعدی ہوتا ہے ثلاثی مجرد میں لازم ہوتا ہے۔ هُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَی۔ لام حرف جر ملکیت کا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل مرجع اللہ تعالیٰ یہ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ اسم فاعل پوشیدہ کا۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل هُوَ ضمیر پوشیدہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہوئی۔ هُوَ کا مرجع ما موصولہ ہے چونکہ یہ سارا موصولہ جملہ مبتدا مؤخر ہے اس لیے معنوی اور حقیقی طور پر اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا۔ اگرچہ ظاہری و لفظی مرجع بعد میں ہے مَا اسم موصول۔ فِی السَّمٰوٰتِ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول کا۔ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ما موصولہ فِی الْاَرْضِ اسی طرح موجود کا متعلق ہو کر سب جملہ اسمیہ ہو کر صلہ موصول مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَا موصول بَیْنَ اسم ظرف مکانی مضاف هُمَا ضمیر مجرور متصل تثنیہ کا سَمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے یہ مرکب اضافی ظرف ہے پوشیدہ موجود کا یہ سب جملہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ معطوف علیہ و واؤ عاطفہ کا موصول تَحْتَ الثَّرٰی۔ تَحْتَ اسم ظرف مبہم مکانی بمعنی نیچے مضاف ہے یہ ہم معنی ہے اَسْفَلَ کا۔ اَسْفَلَ کا معنی بھی نیچے ہے مگر فرق یہ ہے کہ تحت کا ماقبل اور مابعد دونوں منفصل اشیاء ہوتے ہیں جیسے یہاں مَا سے مراد چیزیں اور ثَرٰی سے مراد علاقہ۔ اور اَسْفَلَ ہمیشہ دو متصل چیزوں کے لیے آتا ہے۔ الثَّرٰی۔ اسم مفرد جامد۔ ثَرٰی سے تقلیل ہوئی ی کو الف سے بدل دیا گیا لغوی ترجمہ ہے گیلی مٹی۔ گیلی زمین۔ مراد ہے زمین کے اندر اور روئے زمین سے نیچے کا تمام علاقہ غیبی۔ یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی اسی طرح جملہ ہو کر صلہ اور موصول صلہ معطوف ہوا سب عطف مل کر مبتدا و مؤخر ہے۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَاِنْ واؤ سر جملہ۔ اِنْ حرف شرط تَجْهَرْ

marfat.com
Marfat.com

بابِ فتح کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر حاضر عالم انسان سے ہے جَھَرٌ سے مشتق ہے یعنی زور سے چیخ کر بولنا۔ مضارع کو ان شرطیہ نے جزم دیا۔ یہ فعل ماضی فاعل اور بالقول جار مجرور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل تحقیقیہ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ منصوب متصل ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے۔ یَعْلَمُ عِلْمٌ سے مشتق ہے باب سَمِعَ یعنی جانتا فعل مضارع۔ السِّرَّ اسم مفرد جامد بمعنی بھید۔ راز۔ یعنی وہ پوشیدہ بات جو صرف دل میں ہو کسی سے بھی نہ کہی گئی ہو اس کی جمع مکسر ہے اَسْرار۔ وَاوْ عاطفہ۔ اَخْفٰی اسم تفضیل مذکر۔ خَفِیٌّ سے مشتق ہے یعنی وہ پوشیدہ بات جو سرگوشی سے بہت ہی آہستہ سے کی گئی ہو کہ بالکل قریبی شخص کے بھی پتہ نہ چلے۔ یہ معطوف ہے دونوں مل کر مفعول بہ ہے۔ یَعْلَمُ مع سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ وہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہوئی۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

طٰہٰ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى۔ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ

اس کا ترجمہ کیا گیا ہے اے حبیب اے مرد کامل، یہ لفظ قبیلۂ عکل کی لغت سریانی یا قبطی یا حبشی یا کلبی زبان کا ہے یا قرشی لغت ہے اور ترجمہ ہے یا رجل یا حبیب یا مشکیں مل کر اترنے والے تفاسیر میں آٹھ اقوال ملتے ہیں ۱ یہ حروف مقطعات سے ہے ۲ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مقدس ہے ۳ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے ۴ سورت کا نام ہے اس سورۃ کا نام سورۃ کلیم بھی ہے ۵ یہ حروفِ متشابہات سے ہے ط کا معنی ہے طُوبیٰ (مبارک) اور ھا کا معنی ہادی یعنی اے برکتوں والے ہادی کائنات ۶ ط سے مراد طاہر ھا سے مراد ہدایت ۷ بحساب ابجد ط کے عدد نو اور ھ کے پانچ کُل ملا کر چودہ یعنی چودھویں کا چاند ۸ یہ حروفِ تہجی میں سے ط کو ط بنا یا گیا عربی شعرا اپنے اشعار میں اس کو یا رَجُل کے معنی میں استعمال کرتے رہے ہیں چنانچہ ابن جریر کا شعر مشہور ہے۔

دَعَوْتُ بِطٰهٗ فِی الْقِتَالِ فَلَمْ یُجِبْ ✤ فَقُلْتُ عَلَیْهِ اَنْ یَّكُوْنَ مَوَاطِلًا

مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مقدس ہے اور اس کا ترجمہ صرف نبی کریم کو معلوم ہے مَآ اَنْزَلْنَا یہ قرآن کریم ہم نے اس لیے آپ پر نہیں اتارا کہ آپ اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیں یا آپ کفار کے ایمان نہ لانے سے رنج و غم میں مبتلا رہیں۔ اے پیارے آپ کا کام صرف تبلیغ فرمانا ہے کوئی نہیں مانتا تو جائے جہنم میں آپ کیوں غم کھاتے ہیں۔ آپ ان ضدی خبیثوں کی

marfat.com
Marfat.com

وجہ سے اپنے آپ کو بدنصیب یا ناکام نہ سمجھیے۔ قرآن مجید تو کائناتِ عالم کو سعادتیں بخشنے والا ہے شقاوت ضد ہے سعادت کی شقاوت کی بھی دو قسمیں ہیں اور سعادت کی بھی۔ ایک دنیوی شقاوت وسعادت اور دوسری اُخروی۔ دنیوی شقاوت وسعادت کی تین قسمیں ہیں ۱ نفسی شقاوت وسعادت ۲ بدنی شقاوت وسعادت ۳ خارجی شقاوت وسعادت۔ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو ہر قسم کی سعادت عطا فرماتا ہے اور ہر قسم کی شقاوت سے بچاتا ہے۔ قرآن کریم کی تمام سعادتیں آستانۂ مصطفیٰ سے ملتی ہیں اور فقط اسی کو ملتی ہیں۔ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى۔ جس کے لیے یہ قرآن مجید تذکرہ بن گیا اور یہ پاک کلام تذکرہ و نصیحت عبرت کا درس فقط اس کے لیے ہے جس نے خشیت الٰہی کی دولت پالی۔ اِلَّا کا استثنا منقطع ہے اس لیے کہ تذکرہ اور شقاوت علیحدہ چیزیں ہیں۔ ترجمہ ہے لیکن بعض نے فرمایا یہ مستثنیٰ مفرغ ہے خشیت سے مراد رقتِ قلبی نرم دلی ہے چونکہ آقا و کائنات قرآن کریم کے ذریعے ہی وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے اس لیے اس کو تذکرہ فرمایا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا طٰہٰ اے عالم امکان کے بدرِ آسمانی اے ملکِ وجود کے ماہِ تمام اے تاریخِ ازلی کے چودھویں کے چہرے والے چاند اے حادیِ خلق۔ گناہوں سے بچا کر طالبینِ معرفت کو بارگاہِ علّامُ الغیوب کی طرف ہدایت کاملہ دینے والے طٰہٰ۔ حدیث پاک میں ارشاد نبوی ہے کہ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ فَاتِحٌ وَّقَاسِمٌ وَّحَاشِرٌ وَّعَاقِبٌ وَّحَاجٌّ طٰهٰ۔ یٰسٓ۔ مَآ اَنْزَلْنَا مجبوبِ خلقِ مجیب خالق کی خواہش تھی کہ تمام بندے اپنے خالق مالک رازق رحمٰن و رحیم کو پہچانیں اور تعلقِ بندگی قائم کرلیں۔ کفر و شرک کی ذلتوں سے نکل کر بندگیِ ذیشان سے عزتِ ابدی حاصل کرلیں۔ پتھر، لکڑی، کپڑے، کاغذ کی مورتیوں فوٹوؤں تصویروں سے نفرت کرکے جہنم کے راستے سے بچ کر اپنے سچے معبود اور اس کے احکام کو پہچانیں جب بھی پیارے آقا کریم حریمِ ایمان پہ دیکھتے کہ لَقَدْ كَرَّمْنَا بنی آدم کے خطاب والے کرامتِ ایمان کے تاج والے انسان مورتیوں تصویروں کی تعظیم میں معروف ہیں تو آپ کو انتہائی قلق اور غم کی بے قراری ہوتی۔ رب تعالیٰ کو یہ بے قراریِ محبوب گوارہ نہ تھی کہ محبوب نبی اپنی امت اور لوگوں کے ایمان کے لیے ساری ساری رات نماز و تلاوت بخشش کی دعاؤں فریادوں سرکشوں بدبختوں کی توفیقِ ہدایت کے لیے کھڑے گزارتے۔ مولیٰ کریم نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب یہ قرآن مجید ہر کامیابی کا زینہ ہے اور ہر نیک بختی کے لیے ذریعہ و اقرار اور سبب کامل ہے۔ دیسی دنیوی تکلیفوں مشقتوں سے نکال کر سعادت کا خزینہ بخشنے والا ہے۔ اس لیے کہ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ

marfat.com
Marfat.com

الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۔ یہ کلام اس عظیم وقدیم ہستی ذوالجلال کی طرف سے نازل ہوا ہے جس قادر وقیوم نے تمام روئے زمین کو بھی پیدا فرمایا ہے اور تمام بڑے بڑے بلند آسمانوں کو بھی زمین کا ذکر پہلے ہوا کیونکہ احساس انسانی سے قریب بھی ہے اور ظاہر بھی آسمان حواس انسانی سے بعید بھی ہے پوشیدہ بھی اس لیے اس کا ذکر بھی بعد میں۔ اگرچہ خالق تعالیٰ تمام اشیاء عالمین کا پیدا فرمانے والا ہے مگر انسانی مشاہدات کو اکثر وبیشتر مخلوقات میں سے آسمانوں زمینوں میں ہی ہیں اس لیے یہاں صرف ان ہی دونوں کا ذکر ہوا عُلٰی فرمانے کی وجہ یہ کہ انسانی تقدیر وحادثات احکام وارزاق سب اوپر سے آتے ہیں لفظ عُلٰی اَعلٰی کا مؤنث تفضیلی ہے اس کا واحد عُلیًا ہے۔ اس فرمان میں شانِ قرآن کا اظہار ہے کہ کلام کی شان کلام والے کی ہیبت قوت قدرت سے پہچانو اتنی قوت طاقت جاہ وجلال کے باوجود وہ کریم اپنی مخلوق پر رحمٰن ہے عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی جس کی ساری کائنات پر ازلی ابدی شہنشاہی ہے اُس عرشِ عظیم پر اُس کا قبضہ وتصرف ہے جو زمین تحت الثریٰ اور سَمٰوٰتِ عُلٰی سے بھی بڑا ہے۔ اِستوٰی کے معنی میں چار قول ہیں ۱ وہ عرش کا مالک ہوا ۲ عرش پر قابض ہوا قبضۂ شہنشاہی سے ۳ متوجہ ہوا قبلہ کی توجہ سے ۴ اظہارِ سلطنت فرمایا۔ استولیٰ کے تادیلی معنی بھی چار ہیں ۱ رکوب ۲ جلوس ۳ غلبہ ۴ تصرف۔ امام مالک فرماتے ہیں اِستوٰی کا معنی معلوم ہے مگر حقیقت کیفیت مجہول ہے اس پر ایمان واجب ہے مگر اس میں بحث وسوال بدعت سیئہ ہے اور بدعت گمراہی ہے فرماتے ہیں کہ جیسے ابدانِ مومنین کا قبلہ کعبہ ہے اسی طرح قلوبِ مومنین کا قبلہ عرش اعظم ہے اور دعاءِ مسلمین کا قبلہ آسمان ہے۔ اِستواءِ عرش شانِ صفت ہے نہ کہ شانِ ذات اس لیے الرحمٰن اسم صفاتی ارشاد ہوا۔ احادیث میں ہے کہ عرش اعظم گول ہے تمام آسمانوں سے بڑا ہے تمام جہانوں کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے اس کا نام فلکِ اطلس بھی ہے فلک تاسع بھی کبھی کبھی متحرک مثل زلزلہ ہوتا ہے۔ فرقہ معتزلہ اور فرقہ تیمیائی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھتا ہے یہ معنی ہے اِستوٰی کا ان کے امام ابن تیمیہ نے لکھا کہ جب اللہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو کرسی چوں چوں کرتی ہے (معاذ اللہ) مگر اہل سنت کے نزدیک یہ عقیدہ باطل اور کفریہ ہے۔ اس کے رد میں امام اہل سنت امام رازی نے تو دلائل عقلیہ پیش کیے پہلی دلیل۔ بیٹھنے والا جگہ کا محتاج ہوتا ہے اور محتاج الیہ کا محتاج سے پہلے ہونا ضروری ہے اگر اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھتا تو عرش پہلے ہوا اور اللہ کو محتاج ماننا پڑے گا اور یہ ہی کفر ہے اللہ تعالیٰ جس وقت بھی تھا جب اس عرش نہ تھا یہ تھا دلیل دوم۔ بیٹھنے والے کی

marfat.com
Marfat.com

دائیں بائیں کروٹیں لازم اور کروٹ کے لیے مرکب ہونا شرط حالانکہ رب تعالیٰ مرکب ہونے اور اجزا سے پاک ہے۔ دلیل سوم۔ بیٹھنے والا دو قسم کا ہوتا ہے ایک متحرک و منتقل دوم ساکن جامد۔ متحرک کے لیے کبھی حرکت کبھی سکون لازم یہ کیفیت حادث کی ہے تو لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ حادث ہے۔ اور یہ عقیدہ کفر ہے۔ ثابت ہوا کہ منتزل و تیمیائی عقیدہ کفریہ ہے دلیل چہارم اگر اللہ تعالیٰ کو صرف عرش پر بیٹھا رہنے والا کہا جائے تو لازم آئے گا یہ تخصیص ہے اور تخصیص دلیل محتاجی اور اگر خاص نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بیک وقت بہت جگہ بیٹھتا ہے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں دلیل پنجم اللہ تعالیٰ کی شان ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اگر اللہ کو جالس مانا جائے تو بہت سے جالس بیٹھنے میں اس کی مثل ماننے پڑ جائیں گے یہ بھی کفر ہے دلیل ششم اگر رب تعالیٰ کو جالس عرش مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اللہ کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اس لیے کہ قرآن مجید آیت ۷ سورۃ المؤمن میں ہے اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ یعنی فرشتے اٹھاتے ہیں عرش رب کو اور جالس عرش کو عرش نے اٹھایا حامل کا محمول ہونا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو اٹھائے دلیل ہفتم۔ جہان ایک کرہ ہے کچھ چیزیں اوپر ہیں کچھ نیچے اگر اللہ تعالیٰ عرش پر جالس ہو تو لازم آئے گا کہ کچھ چیزیں اللہ سے بھی اونچی ہو جائیں اور یہ باطل ہے کیونکہ تَعَالٰى وَعُلُوًّا كَبِيْرًا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ دلیل ہشتم یہ بات ایمانیات میں سے ہے کہ رب تعالیٰ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے اگر اس کو جالس مانا جائے تو مرکب ماننا پڑے گا اور اقسام و ترکیب لازم آئے گی اور اللہ تعالیٰ واحد حقیقی نہ رہے گا۔ (معاذ اللہ) بیٹھا اٹھا لیٹا وغیرہ مرکبات کی کیفیتیں ہیں۔ دلیل نہم حضرت ابراہیم نے کو اکب آجرام فلکی کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ کیونکہ یہ اجسام ہیں اگر اللہ کو جالس کہا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اللہ بھی مجسم ہے اور یہ ہی کفر ہے غرضکہ تیمیائی عقیدہ سے سب کے سب کفر ہیں لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ خالق کائنات بھی ہے اور عالم و عالمیان کا فرمان روا بھی ہے حاکم اعلیٰ بھی ہے سمٰوات کی بلندیوں اور ارضین کی پستیوں میں اسی کا حکم نافذ و جاری ہے عرش مخلوقات پر اسی کا قبضۂ استوا ہے ملک و ملکوت پر اسی کی قدرت و کمال کا قبضۂ جبروت ہے حوادثات تا معیہ پر اسی کی اجازت کا ظہور ہے اس کی دسعت شاہی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے لامکان کی بلندیاں ثریٰ کی پستیاں جن کا کسی مخلوق کو تصور بھی نہیں ہو سکتا ان سب پر غلبۂ تسلط اسی سلطان ارض و سما کا ہے۔ آسمانوں میں ملائکہ در رکوع

marfat.com
Marfat.com

شمس و قمر ستارے جنت عرش حور و قصور غلمان برزخ اعراف وغیرہ لوح و قلم اور زمین میں پہاڑ نہریں بحریں معدن مخزن اشجار احجار نباتات جمادات انسان جنات و شیاطین و ملیکین سب طوعاً و کرھاً اسی کے بندۂ محتاج ہیں اور مَا بَیْنَھُمَا۔ بادل بارش ھوا ریاح رعد برق ثمر وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی۔ بحر ظلمات آتش فشاں صخرہ لجۂ ندی نون تور ثرای بدایۃ دل دل۔ لَاۃ تراب۔ ریگ کیچڑ سب اسی کے تابعِ فرمان و ملکیتِ تام میں ہیں تدبیر تابع ہے تقدیر کے اور تقدیر تابع ہے ارادے کے اور ارادہ ۔۔۔ تابع ہے علم کے اور علم تابع ہے کمال کے اور کمال تابع ہے حکمت کے اور حکمت تابع ہے احاطہ کے اسی لیے فرمایا گیا۔ وَاِنْ تَجْھَرْ بِالْقَوْلِ۔ اُس کو سنانے بتانے کے لیے اگر تو بلند کرے گا قول و فریاد التجاء و دعا کو تو ایسا نہ کر وہ عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ تو یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ہے۔ بغیر بولے کلام کو اور بغیر ارادۂ قلبی والے آئندہ امور و افعال کو بھی جانتا ہے۔ السِّر یعنی کہا ہوا راز اَخْفٰی سوچا ہوا ذہنی چھپا ہوا راز ۲ سوچے ہوئے منصوبے سِر ہیں اور آئندہ وہ اعمال جن کو بندوں نے ابھی سوچا بھی نہ ہو وہ اَخْفٰی ہیں ۲ پھر وہ ہے جو بندہ خود سوچے اَخْفٰی وہ ہے جو القاءِ ربانی ہو ۲ سِر وہ ہے جو بندہ اللہ سے کرے اَخْفٰی وہ راز ہے جو اللہ تعالیٰ بندے سے کرے ۲ سِر وہ خفیہ کام جس کا بندے نے صرف ارادہ کر لیا ہو اَخْفٰی وہ راز جس کا بندے نے ابھی ارادہ بھی نہ کیا ہو۔ زمین کی چار قسمیں ہیں ۱ تراب ۲ نَدِی ۳ ثَرٰی ۴ صَخرِی۔ تراب سِر ہے نَدِی خفی ہے ثرای سِر الاسرار ہے صخرہ اَخْفٰی ہے۔

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

فائدے اِن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہمیشہ ظاہری باطنی قباحتوں برائیوں فوقت کے کاموں سے بچتے رہیں اور ظاہری باطنی ہر قسم کی نیکی اطاعت و اتباعِ شریعت کرتے رہیں یہ فائدہ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی سے حاصل ہوا کہ اس آیت میں مکلفین کو زجر و جھڑک ہے گناہوں سے اور ہر حال میں نیکی کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ رب تعالیٰ کسی وقت بھی کسی بندے سے غافل نہیں نہ کسی کے عمل سے بے خبر۔ سِرّ و اَخْفٰی سے وہ عمل بھی مراد ہیں جن میں ثواب یا عذاب ہے۔ دوسرا فائدہ سورۂ طٰہٰ کی ان فضیلتوں سے جو حدیثِ مبارکہ میں منقول ہوئیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آقا کا مدینہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے بھی دو ہزار سال پہلے پیدا ہو گئے تھے علامہ شوکانی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر فتح القدیر جلد سوم صفحہ ۲۵۹ میں اسی آیت کی تفسیر

marfat.com
Marfat.com

ہیں فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ مَجْدُہٗ نے آسمانوں زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے قرآن مجید کی سورۃ طٰہٰ اور سورۃ یٰسین کو تلاوت فرمایا۔ قرآن کریم کی ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں میں صرف یہی دو سورتیں ہیں جن میں شروع سے کسی کو نام لے کر خطاب کیا گیا۔ طٰہٰ بھی بلغت عرب خطاب ہے اور یٰسین بھی حرف یا کی وجہ سے خطاب ہو گیا جیسا کہ ہم نے ابھی تفسیر عالمانہ میں مفسرین کے حوالوں سے ثابت کیا۔ اور خطاب و ندا کے لیے پہلے منادیٰ و مخاطب کا ہونا ضروری ہے پس جب طٰہٰ و یٰسین کا خطاب و ندائی آسمانوں زمینوں اور ان کی مخلوق سے دو ہزار سال پہلے ہوا تو لازم آیا کہ اس خطاب و ندا کے منادیٰ و مخاطب آقائے کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس سے بھی پہلے سننے سمجھنے کی صلاحیت کے ساتھ موجود ہوں یہ فائدہ طٰہٰ کی تفسیر و لغوی ترجمہ سے حاصل ہوا۔ نکتہ و عجیبہ ایک دفعہ حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی محفل میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت پر تقریر فرماتے ہوئے نہایت مدلل انداز میں۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ اور یا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ نُوْرَ نَبِیِّکَ اور کُنْتُ نَبِیًّا۔ وَّاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ ۔ کی احادیث صحیحہ سے اس بات پر دلیلیں پیش فرمائیں کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلقت مبارکہ تمام مخلوق سے پہلے ہے بعد تقریر ایک وہابی صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ تمام احادیث ضعیف ہیں اوّلاً آپ نے اُن وہابی صاحب سے ضعیف ہونے کا ثبوت مانگا مگر وہابی اپنے اکابر کے پرانے طریقے کی طرح ثبوت نہ دے سکے مگر ضد نہ چھوڑی تب آپ نے فرمایا کہ احادیث صحیحہ مشہورہ کو ضعیف کہہ کر تو تم جان بچا لو گے مگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اوّلی کو قرآن کریم بھی ثابت فرما رہا ہے صرف ذرا تدبر قرآنی کی ضرورت ہے چنانچہ آپ نے سورۃ زخرف کی آیت ۸۱ تا قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ تلاوت فرما کر بتایا کہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی قدیم ہوتا اور معبود ہوتا اور تمام مخلوق اس کی عابد ہوتی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے عابد ہوتے قرآن مجید بتا رہا ہے کہ تمام مخلوق میں سب سے پہلے نبی کریم پیدا ہوئے۔ نیز یہ بھی ثابت ہو لیا بیٹے کے عابد تو ہوتے مگر قدیم کے پہلے عابد آپ تھے۔ نیز میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے سابقہ واقعات کو اَلَمْ تَرَ سے شروع فرمایا یہ بھی یہی بتا رہا ہے کہ واقعات ماضیہ کے ہزاروں سال پہلے نبی کریم صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم موجود بھی تھے اور دیکھ بھی رہے تھے سمجھ بھی رہے تھے فالحمد للہ علی ذالک۔ تیسرا فائدہ اگر یہ قرآن پاک سب کے لیے ہدایت و نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ صرف اُن لوگوں کو ملتا ہے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہوتی ہے یہ فائدہ تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ سے حاصل ہوا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو خشیت حاصل کرنے کی کوشش و رغبت کرنی چاہئے۔ اللہ نصیب فرمائے۔

اَحکامُ القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ نماز میں آمین آہستہ کہنا چاہئے کیونکہ یہ دعا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عرض و خطاب والتجا و فریاد ہے۔ یہ مسئلہ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَأَخْفَى سے مستنبط ہوا۔ نیز اس کے علاوہ بہت سی احادیث کی اشارۃ النص سے بھی ثابت ہے کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیئے چنانچہ بخاری شریف جلد اول ص۱۰۸ پر ہے کہ اپنی آمین ملائکہ کی آمین سے مشابہ کرو۔ یعنی جس طرح ان کی آمین کسی کو سنائی نہیں دیتی تمہاری بھی سنائی نہ دینی چاہیئے اسی طرح ص۱۰۹ پر ہے کہ رکوع کے بعد رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اور اپنا لَكَ الْحَمْدُ فرشتوں کے لَكَ الْحَمْدُ کے مشابہ کرو یہاں بھی مشابہت سے یہی مراد ہے کہ جس طرح فرشتوں کا لَكَ الْحَمْدُ کہنا کسی کو سنائی نہیں دیتا تمہارا بھی نہ سنائی دے۔ تو یہ کیا وجہ کہ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ والی اس حدیث پر تو عمل کرتے ہوئے آہستہ کہا جائے اور آمین پھر بھی زور سے چاہیئے کہ دونوں جگہ مشابہتِ ملائکہ قائم رہے۔ ابوداؤد شریف ص۱۲۸ جلد اول میں ہے۔ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ اپنے والد سے راوی انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی میں نے سنا کہ آپ نے نماز میں پڑھا۔ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَوَيْلٌ لِّأَهْلِ النَّارِ۔ اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ نماز نفل میں سب کچھ آہستہ ہی پڑھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود سن لینا بتا رہا ہے کہ آہستہ آواز بھی سنی جا سکتی ہے جب کہ قریب ہو تو اسی طرح جس روایت میں ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین سنی مَدَّ بِهَا صَوْتَهَا آپ نے آمین میں آواز کو کھینچا۔ تو وہاں بھی آہستہ آمین کا ذکر ہے نہ کہ جہر اور بلند آواز کا۔ مَدَّ کا معنیٰ جہر نہیں ہو سکتا۔ دوسرا مسئلہ۔ قرآن مجید کی تلاوت یا وعظ و تقریر سے کسی کو پریشان کرنا ہر روز لاؤڈ سپیکر تیز آواز سے لگا کر اہل محلہ کے بیماروں معذوروں مزدوروں کو ساری ساری رات سونا تک جگانا شرعاً حرام و ممنوع ہے یہ مسئلہ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ۔ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ یہ عقیدہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر تلاوت تسبیح تہلیل تکبیر دعا مناجات بلند آواز

marfat.com
Marfat.com

سے پڑھنا کہ اللہ تعالیٰ کو سنایا جائے اور آہستہ آواز اللہ تعالیٰ نہیں سنتا (معاذ اللہ) کفر ہے ہاں البتہ غفلت سے بچانے سوتوں کو جگانے شیطان کو بھگانے اور بھولے ہوؤں کو ذکر اللہ یاد دلانے کے لیے بلند و جہری آواز سے ذکر کرنا ہر جگہ جائز ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف زور سے پڑھنی چاہیئے تاکہ بھولے ہوؤں کو یاد آجائے اور کھانا ختم کرتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آہستہ کہنی چاہیئے تاکہ جو لوگ ابھی کھانا کھا رہے ہیں وہ شرمندگی سے کھانا نہ چھوڑ دیں اور بھوکے نہ اُٹھ کھڑے ہوں یہ مسئلہ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ زمین کی پیدائش کا ذکر پہلے کیا گیا اور آسمانوں کی پیدائش کا ذکر بعد میں حالانکہ دوسری کئی آیت میں خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ہے اور بہت سی روایت سے ثابت بھی ہے کہ آسمانوں کی خلقت پہلے ہے زمین کی بعد میں نیز جمہور علماء اور خلاسفۂ اسلامی کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ آسمانوں کی خلقت پہلے ہے زمین کی بعد میں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب بَدْءُ الْخَلْقِ فصل اول میں ہے کہ پہلے عرش پیدا کیا گیا پھر آسمانوں کو اور زمین کو مگر یہاں زمین کا ذکر پہلے ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ جواب یہاں تین باتیں سمجھانے کے لیے اَرض کا ذکر پہلے کیا گیا ۱ چونکہ عالم دنیا کا اَصل اُصول زمین ہے اس لئے زمین کا ذکر کیا گیا ۲ یہ آیت انسانوں کو سمجھانے بتانے کے لیے ہے اور انسانی حواس اور حسِ ظاہری کا تعلق زمین سے ہی ہے اور زمین ہی انسان سے قریب اور انسانی ملکیت و تصرف میں ہے اسی پر وہ اتراتا غرور کرتا اکڑتا چلتا پھرتا کفر و شرک و فساد پھیلاتا پھرتا ہے اس لیے انسانوں کو بندہ بنانے کے لیے اس کی خلقت کا ذکر پہلے کیا گیا۔ ۳ نظامِ کائنات کا مرکز زمین ہے اس لیے یہاں اظہارِ حکمتِ پیدائش و اصل جہان کی وضاحت کے لیے اَرض کا ذکر پہلے کیا گیا اور اُن دیگر آیت و احادیث میں وقتِ خلقت کا ذکر ہے کہ پہلے آسمانوں کی پیدائش ہے پھر زمین کی مگر اس اولیت میں اختلاف ہے اس لیے آسمانی اولیت کے مسلک کو جمہوریت نہیں کہا جا سکتا۔ بعض نے فرمایا کہ زمین کو آسمانوں سے پہلے پیدا کیا گیا یعنی وجوداً زمین پہلے ظہور میں آئی ان کی دلیل میں دو آیتیں ہیں ۱ سورۃ بقرہ آیت ۲۹ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۲ سورۃ حٰمٓ سجدہ آیت ۹ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ۔

marfat.com
Marfat.com

ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ زمین پہلے پیدا ہوئی بعض فلاسفہ نے فرمایا کہ آسمان پہلے ہیں اُن کے دلائل میں اگرچہ چند آیت اور احادیث ہیں مگر واضح نہیں ہیں مشکوٰۃ کی یہ مندرجہ بالا روایت بھی ثُمّ کے حرف سے وضاحت نہیں کرتی۔ ہمارے علمانے دونوں قسم کی آیت وروایت میں مطابقت اس طرح فرمائی ہے کہ بلحاظِ ایجادِ مادّہ آسمانوں کی خلقت پہلے ہے اور بلحاظِ ظہورِ وجودِ زمین کی خلقت پہلے ہے یہ مفہوم ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ سے ماخوذ ہے کیونکہ اِستوا ایجادِ مادّہ کے بعد ہوتی ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں تفسیر میں آپنے لکھا ہے کہ لفظ طٰہٰ حروفِ مقطعات میں سے ہے اِس کا ترجمہ صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی رب تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ نے تعلیم فرمایا لیکن سنی علماء شعرا اپنی تقاریر واشعار میں فرمایا اور لکھا کرتے ہیں کہ یہ نبی کریم کے اَسماءِ پاک ہیں اور صرف طٰہٰ ہی نہیں بلکہ اَشعار میں ہے کہ اَلقاب کیسے کیسے خدا نے کئے عطا ؎

یٰسٓ کہیں پکارا تو طٰہٰ کہیں کہا حٰمٓ نون اور کہیں وَالشَّمْسِ وَالضُّحٰی

سوال یہ ہے کہ اگر یہ حروفِ مقطعات ہوں تو اُن کا ترجمہ کوئی نہیں جانتا لیکن اگر یہ اَسماءِ پاک ہوں تو پھر ان کا ترجمہ سب کو آنا چاہئے۔ ورنہ تضاد بیانی ہوگی اس کا جواب کیا ہے دونوں باتیں کس طرح درست ہوسکتی ہیں۔ جواب۔ کوئی تضاد بیانی ثابت نہیں ہوتی صرف سمجھ کا فرق ہے ہم نے تفسیر میں عُلَما کے اَقوال سے ثابت کیا ہے کہ اس کا معنیٰ بجز اللہ رسول کوئی نہیں جانتا لیکن علماء کے پیش کردہ اشعار سے صرف یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ان الفاظ سے خطاب کیا ہے نام دے کر یا القاب عطا کرکے یا کوئی اور راز کی بات فرمائی ہے اگر یہ نام پاک ہی ہوں تب بھی ترجمہ معلوم ہونا ضروری نہیں دنیا میں ہزاروں نام ایسے ہیں جن کا نام ترجمہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں نہ کوئی تضاد و تعارض ہے۔ تیسرا اعتراض آپ نے تفسیر میں فرمایا کہ اِستوٰی باب افتعال کی وجہ سے متعدّی ہے۔ اور عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کا ترجمہ ہے کہ رب تعالیٰ نے عرش پر شاہی قبضہ فرمایا۔ یا عرش کو درست فرمایا۔ یا برابر فرمایا۔ لیکن دیگر آیت سے اِس قول کی نفی ہوتی ہے مثلاً آیت۔ اِسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ۔ ترجمہ نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پر ٹھیری یا مثلاً آیت وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰی۔ ترجمہ۔ اور جب وہ اپنی قوت کو پہنچا اور سنبھل گیا اور مثلاً لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ترجمہ تاکہ تم اُس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔ ان تمام آیات میں اِستوا

marfat.com
Marfat.com

باب افتعال سے ہی ہے مگر متعدی نہیں ہے بلکہ لازم ہے تو اس طرح یہاں اور دوسری آیت ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ میں بھی یہ لازم ہونا چاہیئے اور ترجمہ یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ رحمٰن عرش پر بیٹھا اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہونا چاہیئے کہ پھر برابری یعنی تشریف آوری اور بیٹھک فرمائی اللہ نے آسمانوں کی طرف تمہارے اعلیٰ حضرت نے بھی اور تفسیر جلالین نے بھی اس صیغے اور مصدر کو لازم ہی تصور فرمایا ہے۔ اور جیسا کہ اُس کی شان کے لائق۔ ترجمہ کر کے ہمارے اعتراض کی توثیق کر دی نیز علماءِ نحو نے بھی باب افتعال کو متعدی نہیں فرمایا ثابت ہوا کہ آپ کا قول درست نہیں ہے اور باب افتعال لازم ہی ہوتا ہے متعدی ہرگز نہیں ہوتا (از نعیمائی وہابی) جواب تمام علماءِ نحو کے نزدیک باب افتعال متعدی ہوتا ہے جیسا کہ تمام نحو کی کتب میں مرقوم ہے اگرچہ اس کا متعدی ہونا دیگر افعال و تفعیل وغیرھما کی طرح خصوص نہیں ہے مگر ہمیشہ متعدی ہی ہوتا ہے اور متعدی ہونا آٹھ قسم کا ہے ۱ متعدی بالغیر اس کی پھر تین قسمیں ۱ متعدی بیک مفعول ۲ متعدی بدو مفعول ۳ یعنی مفعول ۲ متعدی بالنفس۔ مثلاً ضَرَبْتُ زَیْدًا میں نے اپنے آپ کو مارا ۳ متعدی بِعَلٰی ۴ متعدی بِاِلٰی ۵ متعدی بِمِنْ ۶ متعدی با لعطف جب کہ فاعل کا مفعول پر عطف ہو جائے۔ جیسے کہ لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ۔ ترجمہ۔ طیب چیز خبیث چیز کے برابر نہیں وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ میں متعدی بِنَفْسِہٖ ہے اور ترجمہ اس طرح ہے کہ برابر کر لیا کشتی نے اپنے آپ کو جودی پر یعنی قبضہ جمایا اُس پر معترض کی پیش کردہ دوسری آیت میں بھی متعدی بِنَفْسِہٖ ہے یعنی جب پہنچا وہ جوانی کو اور مضبوط پایا خود کو معترض کی تیسری آیت میں قابض ہونے کا ترجمہ ہے لیکن آیت عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اور ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ میں متعدی بِعَلٰی اور متعدی بِاِلٰی ہے اور دونوں جگہ قبضہ کرنے کا معنیٰ ہی درست ہے۔ تفسیر جلالین اور اعلیٰ حضرت نے قبضے کا انکار نہ فرمایا بلکہ مشابہت قبضے کا انکار فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ کا قبضہ بادشاہوں یا مخلوق یا ملکیت والے انسانوں کے قبضے کی طرح نہیں۔ ایسا مثلی مشابہتی قبضہ اللہ کے لیے ماننا کفر ہے۔ یعنی جیسا (قبضہ) اس کی شان کے لائق رہا وہابیوں کا ترجمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے یا تشریف رکھنے کا۔ یہ تو اللہ کے لیے کہنا کفر ہے کیونکہ بیٹھنے کے لیے جسم کی محتاجی اور مولیٰ تعالیٰ جسم سے پاک ہے لہٰذا اسْتَوٰی کا ترجمہ قبضہ کرنا بہترین ہے قبضے میں نہ تو جسمانیت شرط ہے نہ محدودیت بلا تشبیہ بادشاہ سارے ملک پر بیک وقت قابض ہوتا ہے مالکِ زمین میلوں لمبی زمین پر قابض ہو سکتا ہے بیٹھنا تو بہت ہی محدود ترجمہ ہے

marfat.com
Marfat.com

بلکہ بیٹھنے میں زیادہ جگہ گھیرتی بھی معیوب ہے اور کسی کے متعلق ایسا کہنا اس کا تمسخر یا گستاخی ہے بہرحال علماءِ نحو نے باب افتعال کے متعدی ہونے کا کہیں بھی انکار نہ کیا صرف اُس کو خصوصیات میں شمار نہ کیا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

تفسیر صوفیانہ

طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔

اے آسمانِ معرفت کے بدرِ مکمل اے بساطِ نبوت کو لپیٹنے والے صفاتِ افتیار کو پانے والے فیوضاتِ تجلیات کو قائم کرنے اور بانٹنے والے اے وہ بندۂ محبوب کہ کونینِ عالمین کو جس نے اپنے قدمِ رحمت سے طے کیا۔ آنکہ احد تو فلک معراج او۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی۔ ہم نے اس قرآنِ سینۂ مصطفٰی کو تیرے قلبِ شریعت پر اس لیے نازل نہ کیا کہ تیرے خُلقِ عظیم کی سعادتیں نیک بختیاں دنیا وعقبیٰ میں نہ پاسکیں اور عالمِ ناسوت کی شقاوتوں بلاؤں میں پڑ جائیں بلکہ اس لیے کہ آسمانوں اور زمینوں والے خُلقِ عظیم کی نعمتیں پائیں بدعملی کی شقاوت سے بچیں کیونکہ شقاوت سعادت کی ضد ہوتی ہے یہ قرآن تو از اوّل تا آخر تذکرہ و نصیحت ہی ہے لیکن فقط اُن خوش بختوں کے لیے مفید ہے جو انوارِ قدس سے حشیتِ عجز کی دولت پانے والے ہیں حکایت ایک بزرگ کے پاس دو آدمی گئے کہ ہمیں کچھ نصیحت فرمائیے ایک بہت حسین تھا ایک بہت بدصورت تھا۔ بزرگ نے فرمایا اے خوب صورت تو نیک عمل کرتا کہ تیرے حسن میں چمک پیدا ہو اور اے بدصورت تو بھی نیک عمل کرتا کہ تیری بدصورتی ڈھک جائے بُرے اعمال سے تیری بدصورتی میں اضافہ نہ ہو۔ حکایت۔ ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب تعالیٰ میں عرض کیا اے مولیٰ تیری بارگاہ میں کون بندہ سب سے اکرم ہے فرمایا جو اپنی زبان کو ذکرُ اللہ سے تر رکھے عرض کیا کون سا بندہ عالم ہے فرمایا جو میری ذات کو سب سے بڑا عالم سمجھے عرض کیا کون سا بندہ عادل ہے فرمایا جو روزِ حشر سب سے پہلے اپنے نفس کا انصاف کرے اور اپنے اعمال کا محاسبہ و گرفت کرے۔ عرض کیا کون سا بندہ اعظم ہے فرمایا جو مجھ کو ہر عیب و نقص سے پاک سبحان و تعالیٰ جانے عرض کیا کونسا بندہ سب سے بڑا مجرم ہے فرمایا جو مجھ پر اور میرے انبیاء پر کسی عیب و نقص کی تہمت لگائے۔ عرض کیا کونسا بندہ مقبول ہے فرمایا جو صرف کلامِ مجید کو تذکرہ و قانون و احکام کا خزانہ سمجھے کیونکہ یہ قرآنِ مجید تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ اُس ذاتِ جلال الٰہی متصف صفاتِ جمال و کمال کی طرف

marfat.com
Marfat.com

سے نازل ہوا ہے جس نے عالم ارواح کے بلند و بالا آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور عالم اجسام کی جسم مطلق والی زمینوں کو پیدا کیا ہے اور ان میں تجلیاتِ انوار کو طبقاتِ غیوب کے بردوں میں چھپایا یا۔ آسمانِ روحانیت کے مراتبِ کمال سینۂ حبیب کے قلبِ علیٰ میں پیدا کئے اور اراضِ مشاہدات کو بدنِ محبوب میں پیدا فرمایا۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی رحمٰن نے رحمۃ للعٰلمین کے عرشِ وجود کل پر صفاتِ رحمانیت و ظہورِ فیوضِ عالم کے غلبہ استوا کا جلوہ فرما کر نبوتِ تامہ کا خاتم و مظہر بنایا۔ اسی لیے محبوب کا ظل بدنی نہ رہا۔ کیونکہ مظہر صفاتِ کمالیہ کا سایہ نہیں ہو سکتا بقاءِ حق کے ساتھ فنا عرضیات لازم اشد ہیں۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى اسی کی سلطنت قہریہ کے تحت ہے جو کچھ کہ روحانیتِ قویہ کے آسمانوں میں ہے اور جو خواہشاتِ عوارفات لوازماتِ بدنیہ کی زمین میں ہے اور جو کچھ ثراءِ مخفیہ کی فنا میں ہے سب اسی کا ہے۔ بجز اُس کے امر کے نہ کچھ پایا جاتا ہے نہ متحرک ہے نہ ساکن ہوتا ہے نہ تغیر نہ تبدل نہ ثبوت نہ نفی۔ فناءِ کلی مقہور ہے اُس کی وحدانیت سے نہ کچھ سنائی دیتا ہے نہ دکھائی دیتا ہے نہ پکڑنے کی قوت نہ چلنے کی طاقت نہ بولنے کی ہمت بس حیرت ہی حیرت ہے کیا کہیں کس سے کہیں کس کو سنائیں کون سنے۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ اے بندۂ مسافر اگر قوتِ گویائی کا مظاہرہ کرے تو بے فائدہ ہے اپنے نفسِ فانی پر بوجھ نہ ڈال۔ ذاتِ وَحدہٗ کو تیرے بولنے کی حاجت نہیں فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى۔ وہ ظواہرِ اجسام اور بواطنِ اَرْوَاح کو جانتا ہے اسی طرح سرِّ اسرار کو جانتا ہے۔ اہلِ تحقیق کی اصطلاح میں سرّ ایک لطیفہ ہے قلب و روح کے درمیان اور وہی اسرارِ روحانیہ کا معدن ہے اور اخفیٰ وہ لطیفہ ہے جو روحِ طیرانی اور حضرتِ قدسیہ الٰہیہ کے درمیان ہے وہی انوارِ ربوبیت کا محیط و اسرارِ ہویہ کا منظر ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ سرّ اور اخفیٰ اُن مجردات خمسہ سے ہیں جن کو عرشِ مخفیہ کے اوپر نظرِ کشف سے ہی دیکھا جا سکتا ہے اور اُن کی بروزی شعاعیں یعنی نورانیت کا پرتو بدنِ انسانی میں ہوتا ہے اُن مجردات خمسہ کے منظر پانچ یہ ہیں ۱ مجردِ قلبی ۲ مجردِ روحی ۳ مجردِ سری ۴ مجردِ خفی ۵ مجردِ اخفیٰ قلبِ مومن مہبطِ تجلیات ہے۔ آستانۂ اسرار چھٹا ہیں پہلا آستانہ روحِ محمدی دوسرا آستانہ ولایتِ آدم تیسرا آستانہ ولایتِ نوحی چوتھا خفی ولایتِ ابراہیم پانچواں آستانہ اخفیٰ ولایتِ موسیٰ چھٹا آستانہ سرّ الاسرار ولایتِ عیسوی علیہم السلام۔ جس بندۂ طالب کو ان آستانوں کی حاضری نصیب ہوتی ہے ان کاروں

marfat.com
Marfat.com

رواں عبادت کرتا ہے اور بندگی کا اقرار کرتا ہے اُن کی عبادت ملائکہ کے ہم پلہ ہوتی ہے۔ سچا انسان ایمان ایثار محنت وخدمت کو پسند کرتا ہے اور اپنا سارا وقت خدا کے بندوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیتا ہے اور اسی کو فضیلت سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ اُسے اپنے نوافل اور دوسرے نیک اعمال پر بھی ترجیح دیتا ہے اسی کا نام خلوصِ قلبی ہے لیکن جو شخص مفادات دنیوی کے لیے بندگانِ الٰہی کی خدمت یا عبادتِ الٰہی کرتا ہے یا اعمال میں جلد بازی کرتا ہے وہ حقیقی خادمِ دین نہیں۔ بلکہ وہ نفسیات کا خادم ہے مفادِ نفسانی نہ حاصل ہو تو توجہ بھی قائم نہیں رہتی مفاد پرست کی چار نشانیاں ۱ اپنی خدمت کو جبر قولی سے افشا کرنا احسان جتانا ۳ خدمت کا بدلہ چاہنا بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی خدمت دینی کرتا ہے اُن سے خود کام لیتا ہے ۴ کثرتِ طالبین ومریدین کو ذریعۂ شہرت وعزت بناتا ہے حالانکہ طالب حقیقی سِرّ وخفی کا متلاشی ہوتا ہے ذکر بالجہر اللہ تعالیٰ کو بتانے کے لیے نہیں بلکہ تصورِ ذات کو راسخ کرنے اور مشغولیت غیر کو روکنے خشوع وخضوع کو قائم رکھنے کیلئے ہے اسی لیے بعدہٗ فرمایا کیا اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝۸

وہ اللہ ہے ایسی شان کا کہ کہیں بھی کوئی سچا معبود نہیں مگر وہی ہے اُسی کے لائق ہیں سارے اچھے نام

اللہ کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اُسی کے ہیں سب اچھے نام

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ رَاَا نَارًا

اور بے شک پہنچ گئی تم کو موسیٰ کی وہ بات جب کہ سمجھی انہوں نے آگ

اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی۔ جب اُس نے ایک آگ دیکھی

فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ

تو کہا اپنی اہل بیت کو تم ذرا یہیں ٹھہرو۔ بے شک مجھے کچھ آگ نظر پڑی ہے شاید

تو اپنی بی بی سے کہا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید

marfat.com
Marfat.com

اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ

میں تم کو لا دوں اس میں سے کچھ آگ کا شعلہ یا آگ کے پاس کسی سے کچھ

میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر

هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾

معلومات پالوں۔ پھر جب آگئے وہ اس آگ کے پاس تو پکارا گیا اے موسیٰ

راستہ پاؤں۔ پھر جب آگ کے پاس آیا ندای فرمائی گئی کہ اے موسیٰ

اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ

بے شک میں ہی تمہارا رب ہوں بس اب تم اپنے دونوں جوتے اتار دو کیونکہ تم برکت دی ہوئی

بے شک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک

الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ

مقدس جنگل میں ہو۔ اور میں نے چن لیا ہے تم کو اس لیے غور سے سنو

جنگل طوٰی میں ہے۔ اور میں نے تجھے منتخب کیا اب کان لگا کر سن

لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

اس کو جو اب وحی کی جاتی ہے کہ بے شک میں ہی اللہ ہوں کوئی بھی سچا معبود کہیں بھی میرے سوا موجود نہیں

جو تجھے وحی ہوتی ہے۔ بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں

فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾

لہذا میری ہی عبادت کرو اور قائم رکھو نماز کو میری یاد کے لیے۔

تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ

marfat.com
Marfat.com

تعلقات ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کو اپنے حبیب کریم کے ایک صفاتی نام طٰہٰ سے شروع فرمایا اب ان آیت میں رب تعالیٰ نے اپنے صفاتی اسماءِ حسنیٰ کا ذکر فرمایا دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا طریقہ سکھایا گیا کہ اے لوگو اپنے رب تعالیٰ کو ندا کرنے پکارنے کے لیے بلند آواز سے چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں۔ اب ان آیت میں رب تعالیٰ کی ندا فرمانے کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس ذات کریم جل وعلا نے بھی ایک دفعہ اپنے کلیم حضرت موسیٰ کو پکارا تھا۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں آسمانوں کی بلندی کا ذکر کرنے کے بعد رب تعالیٰ کے عرش پر استوای فرمانے کا ذکر ہوا جو آسمانوں سے بھی دور اور بلندی پر ہے۔ ان آیت سے بعض کفار نے بطور طعن کہا کہ مسلمانوں کا خدا تو بہت دور ہے آج بھی آریہ ہندو وغیرہ اسی قسم کی گستاخیاں کرتے ہیں: ان کا جواب ان آیت میں دیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دور نہیں وہ ہر جگہ قریب ہے اس رب قدیر نے طور پہاڑ پر اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی۔

تفسیر نحوی اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۔ اللّٰہُ۔ یہ لفظ اسم ذاتی ہے رب تعالیٰ کا۔ اور اسم۔ لفظ میں عجیب حیران کن قدرت کا رشہ ہے آج تک اس لفظ کی حقیقت بھی کوئی نہیں جان سکا تمام دانشور اہل عقل علم نحو وصرف کے علماء متجرین ورطۂ حیرت میں غرقاب ہیں۔ نہ کوئی سمجھ سکا کہ یہ معرفہ ہے یا نکرہ معرّف باللام ہے۔ یا غیر معرّف مبنی ہے۔ یا معرب آج تک کسی کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ مشتق ہے یا جامد۔ عجب شان کا یہ لفظ ہے بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے ذہنی اختراع کے مطابق کچھ خامہ فرسائی کی ہے مگر وہ سب کچھ مرف گھسا پٹی ہے۔ جیسا کہ ہمارے لوگوں کی ہر بات میں انتقالی ذہن آندازی کی پرانی عادت ہے بہرکیف اس لفظ عظیم کے متعلق کچھ کہا نہیں جاسکتا مقام غور ہے کہ جس کے نام کی یہ معجزانہ شان ہے کہ تمام علوم کے علما عاجز رہ گئے اس کی ذات یکتا کی کنہ کون پاسکتا ہے۔ لفظ اللہ کے خود ساختہ اشتقاق اس طرح ہیں۔ اکسی نے کہا یہ اَلٰہٌ سے مشتق ہے یعنی متحیر کرنا۔ کوئی بولا نہیں بلکہ اَلٰہٌ سے ہے۔ نہیں بلکہ اُلُوْہٌ سے ہے۔ نہیں نہیں یہ تو اَلْوَاہٌ سے ہے۔ نہ یہ لَاہٌ سے

marfat.com
Marfat.com

بناہے ۱ یہ لَاہَ سے مشتق ہے بمعنی اُلُوہیت ہے ۲ یہ تولہ لَاتٌ سے ہے ۳ یہ وَلَہٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ اعلیٰ الترتیب ۱ متحیر کرنا ۲ سکون دینا ۳ عقل گم ہوجانا ۴ بلند ہونا ۵ مخفی ہونا ۶ راغب کرنا ۷ عطا کرنا ۸ مالک ہونا۔ مگر یہ سب غلط ہے۔ صحیح یہی ہے کہ

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم ٭ وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

لفظ اللہ پورے قرآن مجید میں تقریباً دو ہزار چھ سو ستانوے دفعہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ لفظ اللہ کی چند خصوصیات ۱ یہ لفظ مشتق نہیں ہے ۲ اس کے حروف علیحدہ علیحدہ کرنے سے بھی معنی نہیں بگڑتا ۳ تاءِ قسمیہ صرف اسی پر داخل ہوسکتا ہے ۴ لفظ اَلْحَمْدُ بھی صرف اسی کے ساتھ خاص ہے ترکیب نحوی میں یہاں ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا پر شیدہ ہے۔ اللہ موصوف۔ لَا۔ حرف نفی جنس اِلٰہَ اسم نکرہ مفرد مبنی بر فتحہ اسم ہے لَا کا حق یا ثابت یا مَوْجُوْدٌ پر شیدہ ہے جو مستثنیٰ منہ پر شیدہ محذوف ہے۔ اِلَّا۔ حرف استثنیٰ ھُوَ ضمیر مرفوع منفصل مستثنیٰ مفرغ ہے خیال رہے کہ مستثنیٰ کی تین قسمیں ہیں ۱ مستثنیٰ متصل وہ ہے کہ مستثنیٰ منہ میں شامل ہو اور نکالا جائے ۲ مستثنیٰ منفصل جو شامل نہ ہو اور نکالا جائے ان دونوں میں مستثنیٰ منہ مذکور ہوتا ہے۔ اگر ان دونوں میں سے کسی کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو یا ہو ہی نہ تو وہ مستثنیٰ مفرغ ہے۔ مستثنیٰ مفرغ ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے یہ مستثنیٰ اپنے پر شیدہ مستثنیٰ منہ سے مل کر خبر ہے لَا کی لائے نفی جنس اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے۔ اللہ موصوف صفت مل کر خبر ہے پر شیدہ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ یہ کلمہ اصلاً اس طرح تھا اَللّٰہٌ لَا اِلٰہَ حَقٌّ (ثَابِتٌ) اِلَّا ھُوَ ترجمہ ہے وہ اللہ اس شان کا ہے کہ نہیں ہے کوئی سچا معبود مگر وہی۔ بعض نے کہا۔ یہاں اِلَّا بمعنی غیر ہے۔ ایک قول میں اِلَّا بمعنی سوا (علاوہ) ہے لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی۔ لام جارہ ملکیت یا نسبت یا صفت کا۔ ہٗ ضمیر مجرور کا مرجع اللہ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے پر شیدہ لائق یا ثابت اسم فاعل کا۔ الف لام معرفہ اِستغراقی اَسْمَاءُ اسم جمع مکسر موصوف الْحُسْنٰی۔ اسم تفضیل واحد مؤنث معرف باللام اس کا مذکر ہے اَحْسَنُ۔ چونکہ اَلْاَسْمَاءُ جمع مکسر ہے اس لیے اس کی صفت واحد مؤنث ہے۔ یہ مرکب توصیفی فاعل ہے لَائِق یا ثَابِتٌ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ واؤ سرجملہ۔ ھَلْ حرف سوالیہ ہے مگر یہاں بمعنی قد ہے یعنی بے شک اَتٰی باب ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق اَتٰی سے بنا ہے کَ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ حَدِیْثُ اسم مفرد صفت مشبہ حَدُثَ سے مشتق بمعنی نو پید

marfat.com
Marfat.com

نئی چیز نیا واقعہ بات کو حدیث اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہر آن نئی ہوتی ہے نئے منہ سے سرزد ہوتی رہتی ہے یہاں مراد ہے واقعہ مضاف ہے۔ لفظ موسیٰ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مُبدَل منہ۔ اِذا اسم ظرف اس کی چار قسمیں ہیں ۱ ظرف زمانی ۲ ظرف مکانی ۳ مفاجاتی (اچانک کے لیے) ۴ یا کبھی یہ حرف تاکیدی بن جاتا ہے۔ یہاں ظرف زمانی کے لیے ہے یعنی جس وقت رَای رَایٌ سے مشتق ہے ماضی مطلق واحد غائب یعنی دیکھنا۔ غور کرنا سمجھنا محسوس کرنا۔ افعالِ قلوب میں سے ہے یعنی عقل سے اندازہ لگانا ھُوَ ضمیر فاعل نارًا اسم مفرد مذکر مفعول بہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ تعقیبیہ قَالَ فعل ماضی فاعل لِاَھْلِہٖ لام جارّہ نَدِیہ اہل مضاف ہٖ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ اس کا مرجع موسیٰ علیہ السلام یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے قَالَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اُمْکُثُوْا۔ بابِ نَصَرَ کا فعل امر حاضر جمع مذکر مُکْثٌ سے مشتق ہے بمعنی ٹھیرنا اَنْتُمْ ضمیر اس میں پوشیدہ فاعل ہے اس جمع مخاطب سے مراد ایک قول میں صرف آپ کی زوجہ ہیں۔ اور ایک قول میں بیوی صاحبہ خادمہ نومولود بچے خادم مراد ہیں پہلے قول میں تفخیم کے لیے واحد پر جمع صیغہ آسکتا ہے۔ اِنِّیْ اِنَّ حرفِ تحقیق کی اس کا اسم اَنَسْتُ۔ بابِ افعال کا فعل ماضی مطلق بمعنی ماضی قریب واحد متکلم اس کا مصدر ہے اِیْنَاسٌ اَنْسٌ سے بنا ہے یعنی عقل سے محسوس کرنا اندازہ لگانا نَارًا اسم مفرد مذکر مفعول بہ لَعَلِّیْ اٰتِی۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل مضارع اثباتی واحد متکلم کُمْ مفعول بہ۔ مِنْ حرفِ جر بعضیت کا ھَا ضمیر کا مرجع نارًا مذکر ہے بِ زائدہ تعدیہ کا قَبَسٍ اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنی لغوی اُچکنا، چھیننا پکیس مارنا۔ اسی سے ہے اقتباس بمعنی علم اور معلومات حاصل کرنا۔ قابوس بھی اسی سے ہے یعنی مقباس آگ کا پکیس مارنے والا شعلہ اور چنگاری مراد ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَعَلِّیْ اٰتِی فعل اپنے پوشیدہ متکلم فاعل اور مفعول بہ دونوں متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ اَوْ حرف عطف۔ اَجِدُ بابِ ضَرَبَ کا مضارع واحد متکلم اَنا پوشیدہ فاعل وَجْدٌ سے مشتق ہے بمعنی پانا حاصل کرنا عَلَی النَّارِ یہ جار مجرور متعلق ہے ھُدًا۔ اسم مصدر ثلاثی جامد حاصل مصدر بمعنی رہنمائی۔ راستے کا پتہ معلومات یا بمعنی ہادی مدلول ہے۔ اَجِدُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر معطوف علیہ ہوا اَنَسْتُ کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی یہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر [illegible] ہوا یہ قول مقولہ ہوا یہ قول مقولہ

marfat.com
Marfat.com

مل کر معطوف ہوا اِذْ کا دونوں مل کر بدلِ اکل ہوا حدیثِ موسیٰ کا یہ مبدل منہ اور بدل مل کر فاعل ہوا اَتٰی کا، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰٓى اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۔ ترجمہ یعنی ثم۔ لما حرفِ ظرف زمانی اتی فعل ہا ضمیر مفعول پر مشتمل ہے یعنی آنا پہنچنا ھا ضمیر منصوب متصل ظرف ہے یعنی اُس کے پاس اس کا مرجع ہے نادیٰ۔ تمانا تین قسم کا ہوتا ہے ۱ ظرفیہ ۲ استثنائیہ ۳ شرطیہ۔ یہاں شرطیہ ہے۔ اَنہا جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہے نودی۔ باب مفاعلۃ کا ماضی مطلق مجہول ندیٌ سے بنا ہے یعنی پکارنا اس کا مصدر ہے مُنَادِیْ مُنَادِیْ مُنَادَاۃٌ۔ ہمیشہ متعدی ہوتا ہے مفاعلۃ کی تین خصوصیات ہیں ۱ مشارکت ۲ دعا ۳ فاعلیت یا مفعولیت کی حصریت یعنی اس نے ہی کیا یا اس کو ہی کیا یہاں اسی معنی میں ہے۔ یا حرفِ ندا موسیٰ منادیٰ اگلی تمام عبارت آیت ۱۷ تک اس کا بیانِ ندا ہے۔ اِنَّ حرفِ تحقیق کی ضمیر واحد متکلم اس کا اسم منصوب متصل ہے اس لیے اس کی تاکید میں ضمیر منفصل اَنَا واحد متکلم آئی۔ اَنَا مبتدا رَبُّکَ یہ مرکب اضافی اس کی خبر ہے یہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر اِنَّ کی یہ سب جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ عاطفہ اِخْلَعْ باب فَتْحٌ کا امر حاضر اَنْتَ پر مشتمل ہے اس کا فاعل مرجع موسیٰ نَعْلَیْ اسم تثنیہ مضاف ہے اضافت سے نون گر گئی اور اسم غیر تامہ ہوگیا۔ خیال رہے کہ عربی میں معرب اسماء نون اعرابی سے مکمل اور تام ہوتے ہیں اور نون اعرابی پانچ قسم کی ہے ۱ نونِ تنوین جیسے اَاَ ۲ نونِ تثنیہ جیسے مُسْلِمَانِ ۳ نونِ مشابہ تثنیہ جیسے اِثْنَانِ ۴ نونِ جمع جیسے مسلمون ۵ نون مشابہ جمع جیسے عِشْرُوْنَ اَجْمَعُوْنَ اَلْعُشُرُوْنَ وغیرہ یہ مرکب مفعول ہے اِخْلَعْ کا اِنَّ حرفِ مشبہ کی ضمیر منصوب متصل اس کا اسم رَبُّ جارّہ یعنی ال الف لام عہد خارجی وَادِی۔ اسم مفرد معرفہ یعنی پہاڑی جنگل اس کی جمع اَوْدِیَۃٌ ہے موصوف ہے اَلْمُقَدَّسِ باب تفعیل کا اسم مفعول واحد مذکر صفت ہے۔ طُوًی اسم مفرد مذکر یہ علاقہ طور کا صفائی نام ہے یعنی برکت دیا ہوا۔ رات میں طے کیا ہوا۔ صفت مشبہ ہے بروزنِ فُعَلًا اصل میں طُوِیٌ تھا اس کی چار قرأتیں ہیں ۱ طُوًی ۲ طُوًی ۳ طُوِیٌ ۴ طُوِیٌ۔ یہ بدلِ اکل ہے وادی مُقدس کا دونوں مجرور ہوکر متعلق ہے پرشیدہ موجود کا وہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے اِنَّ کی وہ سب جملہ اسمیہ ہوکر علت ہے فَاخْلَعْ کی یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف ہے اِنِّیْ اَنَا پر دونوں مل کر پھر معطوف علیہ وَ عاطفہ اَنَا ضمیر واحد متکلم مبتدا اَخْتَرْتُ باب افتعال کا ماضی مطلق واحد متکلم اس کا مصدر ہے اِفْتِعَالٌ

marfat.com
Marfat.com

خبر سے بنا ہے یعنی چن لینا۔ پسند کرنا۔ کَ ضمیر اس کا مفعول بہ فَ بسببیہ اِصْطَنَعْتُ باب افتعال کا واحد متکلم معروف ماضی مثبت۔ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر مبنی فاعل۔ لام جارّہ تعدیہ ما موصولہ یُوْحٰی۔ باب افعال کا مضارع مجہول واحد مؤنث غائب اس کا نائب فاعل۔ اِنَّ حرف تحقیق نون وقایہ لیکن صحیح تر یہ ہے کہ یہ نون تشدید کی دوسری نون ہے شمار اَنَا میں بھی دوسری ہی نون مشدد ہے اِنَّ کی ی متصل ضمیر واحد متکلم اِس کا اسم ہے اَنَا منفصل ضمیر واحد متکلم مبتدا۔ اللہ ممیز ہے یا موصوف ہے۔ لَا حرف نفی جنس اِلٰہَ اس کا اسم اِلَّا حرف استثنائیہ اَنَا ضمیر مستثنیٰ مفرغ کیونکہ مستثنیٰ منہ اَحَدٌ مذکور نہیں ہے یہ اَنَا موجود پوشیدہ کی خبر ہے یا مبتدا ہے دونوں جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لَا نفی کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر تمیز ہے یا صفت اللہ کی دونوں خبر ہے اَنَا مبتدا کی یہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ اُعْبُدْ۔ باب نصر کا امر حاضر واحد مذکر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل نون وقایہ کی ضمیر مفعول بہ یہ فعل امر اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَقِمِ باب افعال امر حاضر واحد مذکر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے الصَّلٰوۃَ اسم مفرد مؤنث نصبی مفعول ہے لام حرف جارّہ تعلیلیہ سببیہ یا تعلیلیہ یا وقتیہ یا بمعنی عِنْدَ ذِکْرِ اسم حاصل مصدر جامد بمعنی یاد۔ ی ضمیر مضاف الیہ۔ خیال رہے کہ یہاں تمام واحد متکلم کی ضمائر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اور واحد مذکر حاضر ضمائر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اَقِمِ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا فَاعْبُدْنِیْ کا دونوں مل کر معطوف اَنَا اللہ پر دونوں مل کر خبر ہے اِنَّ کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر نائب فاعل ہے یُوْحٰی کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مجرور ہو کر متعلق ہے فَاسْتَمِعْ کا یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر سبب ہوا اَخْفٰیتُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اَنَا مبتدا کی یہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا اِنَّ اَنَا رَبُّکَ پر یہ دونوں عطف مل کر بیانِ اوّل ہوا اَیا ندائیہ کا اس کا بیانِ دوم اِنَّ السَّاعَۃَ سے بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی تک ہے یا حرف ندا اپنے منادیٰ اور دونوں بیانوں سے مل کر نائب فاعل ہے نُوْدِیَ کا۔ وہ جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے فَلَمَّا اَتٰی کی یہ دونوں شرط وجزا مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مکمل ہوا۔

تفسیر عالمانہ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ھُدًی [illegible] والا ہر اونچی نیچی سنتے

marfat.com
Marfat.com

والا ہر خفی اور اخفیٰ جاننے والا کوئی بھی کہیں بھی معبود نہیں فقط وہی معبود و مسجود ہے نہ آسمانوں کی بلندیوں میں نہ زمینوں کی پستیوں میں پس اللہ ہی اللہ ہے غائب ہے حواس مخلوق سے ظاہر ہے قدرتوں سے ذرہ ذرہ میں اسی کا آسمان و زمین ہے کسی کا کوئی بھی آسمان نہیں بجز اس کے لہٰذا وہی عبادتِ مخلوق کے لائق ہے۔ جس کی ملکیت کائنات پر ہو وہی اِلٰہ ہے جو الٰہ ہو اسی کی سب صفاتِ کمالیہ ہیں اور جس کی صفات ہوں اسی کے اسماء صفاتی ہو سکتے ہیں صفاتی نام صفات کے مظہر ہوتے ہیں جس کی جتنی صفتیں ہوں گی اُتنے ہی صفاتی نام اور جتنے صفاتی نام اتنی ہی صفتیں۔ اس لیے لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام بے شمار ہیں کیونکہ صفات بے شمار ہیں ہر صفتی نام ایک صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ حُسنٰی سے مراد صفات کمالیہ۔ یعنی اللہ کی ہر صفت ہی کمال ہے اس کا جبر و قہر بھی حُسنیٰ اور کمال ہے اللہ رَبُّ العزت کے چار ہزار نام تو وہ ہیں جو مخلوق کو معلوم ہوئے تین ہزار نام انبیاء کرام علیہم السلام کو معلوم ہیں ایک ہزار فرشتوں کو معلوم ہیں تین سو نام توریت شریف میں تین سو زبور مقدس میں تین سو انجیل پاک میں ایک سو نام قرآن مجید میں جن میں سے ننانوے نام ظاہر اور ایک سو نام پوشیدہ ہے اس نام پاک کے چار حروف ہیں اور ایک ایک حرف چار صحابہ کو یاد ہے وہی اُن کا اسم اعظم ہے۔ وہ پورا نام بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو معلوم نہیں۔ وہی آپ کا اسم اعظم ہے اور اسی کے ورد سے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سیرِ معراج میں گئے تھے۔ حُسنیٰ سے ذاتی حُسن مراد ہے نہ کہ فقط لفظی اور صوتی حسن ذاتی ہی معنوی حُسن ہے اسماء جمع ہے اسم کی مثنیٰ ہے صفت اَسماءِ حُسنیٰ یعنی صفات عُلیا۔ صفت پر دلالت کرنے والا۔ وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی یہ سوال اقراری ہے یعنی اے حبیب کریم آج سے کئی زمانوں پہلے یا اُن کی آیت سے پہلے یا قرآن مجید سے پہلے بذریعے الہام اور وحیِ خفی آپ کو تو پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ بتا دیا گیا ہے جو وادیِ مقدس میں پیش آیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ سوال انکاری ہے یعنی اس سے پہلے آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا کوئی ذکر نہ سنایا گیا مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ ابھی سورۃ مریم میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیت ۵۱ میں گزرا اور سورۃ مریم اسی سے پہلے نازل ہوئی۔ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا جب دور سے آگ دیکھی تو فرمایا اپنی بیوی صفورا کو اہل کا اصل معنی بیوی ہے لیکن مجازاً اولاد۔ غلام۔ لونڈی خدام نوکر چاکر دوست احباب رشتے داروں کو بھی کہہ دیتے ہیں اسی طرح اہل بیت ہر اُس شخص کو کہہ دیا

marfat.com
Marfat.com

جاتا ہے جو کسی کے گھر میں اُس کی زیرِ تربیت رہتا ہو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی نکاح شادی کے تقریباً ایک سال بعد اپنے سُسر حضرت شعیب علیہ السّلام سے مصر جانے اور اپنی والدہ و ہمشیرہ اور بھائی حضرت ہارون سے ملنے کی اجازت لی اور اپنی بیوی کو ہمراہ لیا اور پرانا راستہ علاقۂ شام کو چھوڑ کر نزدیکی راستہ وادیِ طوٰی کے طرف چل پڑے اس راہ پر پہلی دفعہ آئے تھے راستہ بھول گئے۔ جمعہ کی اندھیری برفانی ٹھنڈی رات تھی بیوی صاحبہ اُٹھ پانو ماہ کی حاملہ تھیں وقت بھی قریب الولادت تھا۔ اوّلاً خیال تھا جلدی پہنچ جائیں گے مگر راستہ بھول گئے۔ یا تو خدام ساتھ ہی نہ تھے اور یا پاس ہی تھے اور سب کو فرمایا اُمْکُثُوْا تم سب یہیں ٹھیرو میرے پیچھے نہ آنا۔ لفظ اہل لفظاً واحد ہے مگر معناً ایک کو بھی کہہ سکتے ہیں اور بہت سوں کو بھی۔ اگر صرف بیوی مراد ہیں تو اُمْکُثُوْا جمع فرمانا احترام کے لیے ہے کیونکہ نبی کی بیٹی (صاحبزادی) تھیں۔ بے شک ہیں نے آگ محسوس کی ہے ہر محبوب چیز کے لیے اَنِسْتُ کا صیغہ استعمال کر دیا جاتا ہے خواہ نظر میں محبوب ہو یا سماعت و عقل میں اور جس پر یقین کر لیا جائے طور کی جانب ایمن میں یہ واقعہ پیش آیا یہیں پر حضرت موسیٰ کا بیٹا تولد ہوا۔ اِذْ رَاٰ نَارًا۔ میں اُذْکُرْ بھی پر شیعہ ہو سکتا ہے تب معنی ہوگا یاد کرو اُس وقت کو جب دیکھا آگ کو اور یقین کر لیا۔ لَعَلِّیْ اٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ۔ شاید میں تمہارے پاس تمہاری ضرورت کے لیے آگ کے دہکتے شعلے مارتے چنگارے لے آؤں۔ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی۔ اور یہ فائدہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہاں کوئی ایسا آدمی نظر آجائے جو ان راستوں سے واقف ہو وہ ہمیں معمکار راستہ سمجھا دے اور ہم کو دونوں فائدے پہنچ جائیں گرمی تپش کی استراحت کے لیے آگ بھی اور صحیح راستہ کا سراغ یہ حرف اَوْ مانعۃُ الخلو ہے نہ کہ مانعۃُ الجمع یعنی ایک فائدہ تو ضرور لے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں فائدے نہ ملیں فَلَمَّآ اَتٰهَا۔ جب حضرت موسیٰ اس درخت کے قریب پہنچے جس میں آگ لگی تھی تو آپ نے کچھ خشک گھاس اور لکڑیاں لیں تاکہ اس میں آگ بنا لیں آپ جتنا قریب ہوتے جاتے آگ دور نظر آتی آپ حیران ہو کر کھڑے ہو گئے تب آگ بالکل قریب نظر آنے لگی درخت بہت لمبا سرسبز تھا اور پورے درخت پر آگ تھی مگر نہ گرمی تھی نہ کوئی پتہ چلتا تھا نہ کوئی آدمی قریب تھا اور سورج کی چمک سے زیادہ روشنی تھی اُس وقت آپ نے وہاں ملائکہ کی تسبیح سنی اور بہت سکون پایا وہ درخت مختلف اقوال میں عناب یا ساگوان یا بانس کا یا سفیدے کا یا علک کا تھا۔ اَلْهُدٰی بمعنی ہادی راہ۔ یا ہادی دین مگر پہلا قول درست ہے

marfat.com
Marfat.com

آپ اس درخت کے قریب ہوئے۔ تب نُودِیَ یٰمُوْسٰی۔ ندا آئی بے شک میں اللہ ہوں اپنی جو تیاں اُتار دو اس لیے کہ یہ وادیِ مقدس ہے قابلِ تعظیم ہے۔ یہ کلام اوّل خفی تھا کہ ملائکہ بھی نہ سن سکے پہلے روح میں آیا پھر بدن میں پھر حسِ مشترک کی طرف آیا پھر منقش ہوا ہر عضو پر طاری ہوا ہر جہت سے سنا گیا۔ ایک قول ہے کہ اُس وقت ابلیس نے وسوسہ ڈالا کہ شاید یہ کلام شیطانی ہو مگر آپ نے ابلیس کو بھگایا اور پھر آواز سے سوال کیا کہ یہ کس کی آواز ہے میں آواز سنتا ہوں مگر کسی کو دیکھتا نہیں اے بولنے والے تو کہاں ہے مجھے اپنا دیدار عطا فرما جواب آیا اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ بے شک میں ہی اے موسیٰ تیرا رب ہوں اور تیرے اوپر تیرے آگے تیرے پیچھے تیرے دائیں بائیں ہوں آپ نے سمجھ لیا کہ یہ کلام رب تعالیٰ کا ہے موسیٰ علیہ السلام نے پانچ وجوہ سے سمجھ لیا کہ کلام ہے پہلی وجہ یہ کہ آگ بھی عجیب قدرتی تھی نہ گرم نہ جلانا نہ تپش مثل نور روشنی دوم یہ کہ آواز ہر سمت سے سنائی دیتی تھیں سوم ہر عضو مثل کان وہ آواز سنتا تھا چہارم لقاءِ ربانی سے پہچانا پنجم سکون قلبی سے پہچانا اُس دن موسیٰ کی عمر پورے چالیس سال ہوئی تھی آپ نے اونی کمبل اونی جُبّہ اُونی کُرتہ اور چھوٹی ٹوپی پہنی ہوئی تھی آپ کے جوتے شریف گائے کی کھال کے پختہ چمڑے کے تھے بعض نے کہا کہ گدھے کی کھال کے غیر مدبوغہ کچے چمڑے کے تھے مگر یہ قول غلط ہے۔ کچے چمڑے کے جوتے بن ہی نہیں سکتے۔ اس تعارف کے بعد حکم ہوا فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ یہ پہلا کلام تھا اس کلام سے ہی آپ کا اسم صفاتی کلیم اللہ ہو گیا یہ کلام اوّلاً نفسی القائی ہوا پھر منقش اور پھر تلفظی مخلوق کی آواز تو صرف کان سے سنی جاتی ہے مگر یہ آواز ہر عضو میں سرایت کرتی اور سنی جاتی مخلوق کی آواز صرف ایک طرف سے سنی جاتی ہے مگر یہ آواز ہر سمت سے سنی جا رہی تھی۔ یہ حکم سن کر آپ نے اپنی نعلین وہیں وادی کے کنارے اُتار کر وہیں چھوڑ دی اور چالیس قدم چل کر آپ آگے گئے نعلین اُتارنا مارے وادیِ طُوٰی کی تقدیس کی وجہ سے تھی یہی وجہ قرآن کریم نے بیان فرمائی اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی۔ ایک قول ہے کہ جوتی اُتارنے کی وجہ تعظیم کلام ہے ایک قول تارنے کی وجہ یہ ہے کہ جوتی ناپاک تھی گدھے کی غیر مدبوغہ کھال سے بنی ہوئی تھی مگر یہ احمقانہ قول ہے تفسیر کبیر نے کہا کہ جوتے اُتارنے کی وجہ یہ تھی کہ وادیِ مقدس کی برکت موسیٰ علیہ السلام کے پیروں کو لگ جائے مگر یہ غلط اور گستاخانہ قول ہے اس لیے کہ تمام مخلوق سے نبی کا جسم علیٰ و افضل و برتر ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام برکتیں اجسام انبیاء علیہم السلام سے وابستہ ہوتی ہیں نبی کو مٹی کی برکت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ طُوٰی کی وادی کو مقدس بھی اس لیے فرمایا گیا کہ وہ گذرگاہ انبیاء بھی بہت

marfat.com
Marfat.com

سے انبیاء کرام وہاں ٹھہرتے اور گزرتے رہے اُن کے قدموں کی برکت سے وہ مقدس ہوگئی اس لیے جوتوں کو اتروا کر اُس کی عزت کرائی گئی نہ کہ حصولِ برکت کی وجہ سے۔ تعلیم قرآن سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔ طُوٰی کے معنی میں مبارک معلوم لفظ طُوٰی سورۃ نازعات میں بھی آیا ہے اس کی تین قرأتیں ۱ طُوٰی یہی مشہور و جمہور ہے ۲ طُوًی ۳ طُوِیً اس کو مقدس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے کفار کو نکال کر مومنین کو آباد کیا گیا جن کی عبادت و سجدہ ریزی سے وہ مقدس ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کا رہگزر بنی رہی۔ وہاں بہت سے مزاراتِ انبیاء ہیں۔ طُوٰی ملکِ شام کے ایک جنگل کا نام ہے یا ایک شہر کا نام یا ایک علاقہ اور بستی کا نام ہے جگہ اور عبادت کا ادب کرانا رب تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوتے اتار کر چالیس قدم اس درخت کے قریب ہوئے تو ارشاد پاک ہوا۔ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى۔ اور اسے کلیم الٰہی میں پروردگار کائنات نے تم کو اپنے کلام گفتگو بات چیت کے لیے چن لیا ہے اور اس وقت صرف تم ہی منتخب رسول مبلغ احکام الٰہیہ صاحب کتاب و کلام مرسل اور نشانِ ایمان ہو بعض اردو مفسرین نے اس کا ترجمہ کیا کہ میں نے پسند کر لیا تم کو مگر یہ ترجمہ غلط ہے۔ کتنا بڑا انعام رب تعالیٰ کا اور ہر انعام کا شکریہ واجب لہٰذا اے کلیم و محبوب پیارے موسیٰ۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ۔ اور تم اپنی ہر خلوت جلوت میں نماز قائم کرو میری یاد مناتے اور ہمہ وقت مجھے یاد رکھتے اور ذکر اللہ جاری کرنے کے لیے اس خصوصی حکم میں چار باتیں ثابت ہوئیں ۱ یہ کہ نماز تمام عبادات کا مجموعہ ہے ۲ اصل ذکر الٰہی نماز ہے ۳ سب عبادات سے افضل و ذیشان نماز ہے ۴ تمام جہانوں کا رکنِ اعظم ذکر اللہ ہے جب تک جہانوں میں ذکر الٰہی موجود ہے جہان قائم ہیں جب روئے جہان پر ذکر اللہ بند ہو جائے گا تب جہان منہدم ہو جائیں گے۔ عبادت کی تین قسمیں ۱ عبادتِ باللسان یعنی زبان کی تکبیر تہلیل تسبیح ۲ عبادت بالجنان یعنی روح و قلب اور عقل سے ذکر اللہ ۳ عبادت بالارکان اعضا کی عبادت یہاں ذکری سے مراد خلوصِ قلبی خشیتِ ذہنی اور خضوعِ اعضائی ہے ایک قول میں ذکری سے مراد ہے کہ نماز قائم کرو اس لیے تاکہ میں تم کو یاد کروں۔ قیام نماز سے مراد تعدیل ارکان اطمینان سے نماز پڑھنا اور دوامِ ذکر و فکر و استغراق ہمت یعنی نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے یا میرے ذکر کے ذریعے یا میرے ذکر کے وقت یا میرے ذکر کیساتھ اس کا یہ معنی ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آئے پڑھ لے۔

marfat.com
Marfat.com

فائدے اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ ہر پاک اور معظم جگہ ومقام کا ادب احترام کرنا واجب ہے لہٰذا کوئی مسجد کعبہ اور دینی استاد اور شیخ مرشد عالمِ دین کے قریب جوتی پہن کر نہ جائے اُتار کر جائے۔ اسی طرح نمازِ پنجگانہ نمازِ جنازہ تلاوتِ کلام پاک اور سجدہ تلاوت وشکر کرتے وقت جوتی اُتار دینی چاہئے یہ فائدہ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ کے وجوبی حکم سے حاصل ہوا کیونکہ یہاں جوتی اُتروانا صرف مقام کے ادب واحترام کے لیے تھا اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ کا جملہ فَاخْلَعْ کی علت ہے۔ دوسرا فائدہ اَسماءِ الٰہیہ کا ادب واحترام ہر مسلمان پر لازم واجب بلکہ فرض ہے اور بے ادبی کفر یہ گستاخی ہے۔ لہٰذا کسی شخص کی جوتی پر یا جوتی کے کاغذی نقشے پر اَسماءِ الٰہیہ لکھنا بدترین خصلت ہے گرچہ وہ جوتی یا نقشۂ نعلین انبیاء علیہم السّلام کی ہو بیادب تو خود موسیٰ علیہ السّلام پر بھی واجب ہے یہ بڑا بھی فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ۔ اگر کسی شخص کی چند تھوڑی نمازیں قضا ہوں تو ان کو قضا پڑھنے میں ترتیب لازم ہے کہ پہلے فجر پھر ظہر وغیرہ لیکن اگر کسی مسلمان کی زیادہ کثیر تعداد میں نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب ضروری نہیں یہ فائدہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ کی ایک تغییر سے حاصل ہوا

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ ہر مسلمان پر لازم فرض ہے کہ ہر پاک جگہ مثلاً مسجد کعبہ آستانہ پیر خانہ آستانہ دخانہ اور ہر پاکیزہ جگہ جوتی اُتار کر ننگے پیر جائے۔ یہی حکم ہر نماز کا ہے۔ جوتی پہنے مسجد میں جانا گستاخی ہے اسی وجہ سے تلاوتِ قرآن مجید، طواف کعبہ اور ہر نماز کے وقت جوتی اتارنا لازم ہے۔ جوتی پہنے عبادت یا تلاوت کرنا یا مسجد دیکھنے اور حرمِ مطاف میں جانا گناہ کبیرہ ہے۔ شروع اسلام میں دیگر بہت سے مسائل کی طرح جوتی میں نماز بھی جائز تھی مگر چند دن بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اُس کے بعد سب بزرگوں نے جوتی اتار کر ہی نماز طواف کیا جو شخص اب بھی جوتی پہنے نماز پڑھے وہ گستاخ بے ادب اور جاہل ہے یہ مسئلہ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ۔ اور اُس کی علت اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ سے مستنبط ہوا بعض غیر مقلد حضرات اور مودودی صاحب جوتی پہن کر نماز پڑھنے کو جائز لکھتے ہیں اور پہلی منسوخ شدہ روایتوں پر قیاس کرتے ہیں یہ ان کی کم علمی وناسمجھی ہے۔ دوسرا مسئلہ بعض جہلا سنی حضرات آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشۂ نعلین پاک اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی شریف کو بھی اَقدس یا مقدّس کہہ دیتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں اس لیے کہ اقدس اور مقدس خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہے اس لیے آپ کی جوتی پاک

marfat.com
Marfat.com

کو نہیں کہا جا سکتا۔ جوتی بہر حال جوتی ہے جو کسی بھی چمڑے سے کوئی بھی شخص مسلم غیر مسلم بنا سکتا ہو اس لیے جوتی کو اقدس کہنا گناہ ہے کیونکہ اس میں حماقت بنائی جا سکتی ہے جو گستاخی نبوت ہے یہ مسئلہ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ سے مستنبط ہوا کہ دیکھو رب تعالیٰ نے وادی کو مقدس فرمایا موسیٰ علیہ السلام کی جوتی شریف کو مقدس نہ کہا بلکہ حقیر بتا کر اتروا دیا۔ ہاں البتہ ہم پر نعلین انبیاء علیہم السلام کا ادب لازم ہے ہم اُس کو جوتی شریف نعلین پاک نعلین مبارک ہی کہیں گے مگر اقدس نہیں کہہ سکتے۔ تیسرا مسئلہ کسی مسلمان مرد پر نماز کسی حالت میں معاف نہیں ہو سکتی عورت مسلمان پر بھی صرف حیض و نفاس میں معاف ہوتی ہے ہر مسلمان پر وقت میں نماز ادا کرنا لازمی فرض ہے اگر کوئی بھول جائے تب بھی جب یاد آئے تو پہلی فرصت میں سب کام چھوڑ کر نماز قضا کرے یہ مسئلہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ لِذِکرِی کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ جب بھی یاد آئے نماز پڑھ لے۔ ایسا ہی احادیث سے ثابت ہے۔ یہ تفسیر خود حدیث پاک میں بیان فرمائی گئی۔ کوئی مسلمان غفلت و سستی سے نماز چھوڑنے کی کوشش و عادت نہ کرے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس خطرناک بیماری سے بچائے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا اَقِمِ الصَّلٰوةَ حالانکہ فَاعْبُدْنِيْ میں نماز کا ذکر آ گیا تھا۔ پھر دوبارہ کیوں فرمایا گیا؟ جواب تین خصوصی چیزیں بتانے کے لیے پہلی یہ کہ عبادت سے اصل مراد نماز ہے کیونکہ روزہ حج زکوٰۃ کی عبادت ہے معراج مومن ہے ۲ دوم یہ کہ تمام اعمال میں افضل و اشرف عمل نماز ہے کیونکہ نماز تمام سیرتی خلقی کی معنوی خلقی خلوتی۔ ذکر اذکار ورد وظیفوں عملوں عبادتوں کا مجموعہ کاملہ ہے۔ سوم یہ کہ نماز سے ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ سے قرب الٰہی ہے۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ پہلے آیت ۱۲ میں فرمایا گیا اِنِّيْ اَنَا رَبُّكَ لیکن آیت ۱۴ میں فرمایا گیا اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ وہاں اِنِّيْ ہے یعنی اِنَّ کے ساتھ یاءِ متکلم سے پہلے نون وقایہ نہیں ہے مگر یہاں اِنَّ اور یاءِ متکلم کے درمیان میں نون وقایہ لائی گئی اس فرق کی کیا وجہ اگر اِنَّ کے نون کا اعراب زبر کا بچانا ضروری ہے تو پہلے نون وقایہ کیوں نہ لائی گئی اور اگر ضروری نہیں تو پھر یہاں اِنَّنِيْ کیوں فرمایا گیا نون وقایہ تو صرف اعراب بچانے کے لیے ہوتی ہے اور اسی لیے لائی جاتی ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں نون وقایہ نہیں ہے بلکہ دوسری نون مشدد کی دوسری ہے لفظ مشدد کا تشدیدی حرف دراصل دو لفظ ہوتے ہیں جن میں ایسے الفاظ کو مضاعف ثلاثی کہا جاتا

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ مشدد الفاظ میں قولی شدت پائی جاتی ہے۔ اگر اظہار شدت مقصود ہو تو دوسرے حرف کو صراحتاً ظاہر کر دیا جاتا ہے اگر اظہار شدت مقصود نہ ہو تو علیحدہ ظاہر نہیں کیا جاتا۔ جیسے دَابَّۃٌ بمعنی گھوڑا اور دَابَّۃٌ بمعنی پیر پٹخنے والا گھوڑا۔ تیز دوڑنے والا۔ یہاں بھی حرفِ اِنَّ ہے جب اس کو ضمیر واحد متکلم یا جمع متکلم سے جوڑا جائے تو اگر اظہارِ شدت مقصود نہ ہو تب اِنِّی اور اِنَّا پڑھا اور لکھا۔ بولا جاتا ہے لیکن اظہارِ شدت مقصود ہو تو اِنِّیْ اور اِنَّنَا پڑھا اور بولا جاتا ہے قرآن مجید میں ان کی مثالیں موجود ہیں جیسے یہاں اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ ۔ اور اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہ یہ جملہ فَاسْتَمِعْ لِمَا میں مَا کا بدل الکل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وحی کو غور سے سنو۔ وحی یہ ہے کہ بے شک میں ہی اللہ ہوں اس میں کچھ شک تردد نہیں۔ اِنَّنَا کی مثال جیسے اسی سورۃ کی آیت ۴۵ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا یعنی بے شک ہم سخت ڈرتے ہیں وہاں فاستمع میں شدتِ سماعت پیدا کی گئی کہ بہت غور سے سنو۔ اس لیے اِنِّنِیْ سے اظہارِ نون کیا گیا اور اِنَّنَا میں شدتِ خوف کا اظہار ہے اس لیے اِنَّنَا کیا گیا یہ جواب درست ہے جواب دوم یہ دیا گیا کہ اِنِّنِیْ میں نون وقایہ ہی ہے مگر لاتے کی وجہ صرف اعراب بچانا نہیں اس کے پورے جملے کو سابقہ جملے کی جزء بنانا ہے یعنی کسی وحی کو سنایا جا رہا ہے اِسی اِنِّنِیْ اَنَا اللّٰہ کو اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ۔ سابقہ جملے کا جز نہیں ہے لہٰذا وہاں اِنِّی میں نون وقایہ نہ لائی گئی ہے۔ تیسرا اعتراض۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وادیِ مقدس طوٰی والا واقعہ تاریخی لحاظ سے ایک ہی دفعہ ہوا اور موسیٰ علیہ السلام ایک ہی بار اپنی بیوی اور اہل خانہ کو مدین سے مصر لائے ایک ہی بار آپ نے آگ دیکھی ایک ہی بار اپنی بیوی کو ٹھیرے رہنے کا حکم دیا۔ مگر قرآن مجید میں یہ واقعہ تین جگہ تین سورتوں میں مختلف الفاظ سے مذکور ہے چنانچہ یہاں سورۃ طٰہٰ آیت ۱۰ میں ارشاد ہوا ہے۔ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ھُدًی۔ سورۃ نمل آیت ۷ میں اس طرح ہے۔ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَھْلِہٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِھَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ۔ اور سورۃ قصص آیت ۲۹ میں اس طرح ارشاد ہے قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَۃٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ۔ ان تینوں جگہ لفظی اختلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ نے ایک ہی مقام پر کھڑے کھڑے اپنے اہل سے تین دفعہ مختلف الفاظ میں یہ کلام فرمایا اور یا یہ واقعہ تین دفعہ مختلف تاریخوں میں پیش آیا ہو۔ مگر یہ دونوں خیال درست نہیں ہیں پہلے اس لیے

marfat.com
Marfat.com

کہ ایک بات کو بلا وجہ بار بار دُھرانا معیوب اور بُرا لگتا ہے۔ دوسرا اس لیے کہ تاریخی حقیقت کے اعتبار سے غلط ہے۔ پہلی آیت میں۔ امْكُثُوا لَعَلِّيٓ اٰتِيكُمْ بِقَبَسٍ لَّعَلِّيٓ اٰتِيكُمْ دوسری آیت میں اس طرح اختلاف ہے کہ امْكُثُوا نہیں ہے۔ لَعَلِّي نہیں ہے سَاٰتِيكُمْ ہے بِشِهَابٍ قَبَسٍ ہے پہلے بِخَبَرٍ ہے هُدًى نہیں ہے لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ۔ پہلے نہیں ہے یہاں ہے۔ اور تیسری آیت میں اختلاف اس طرح ہے کہ وہاں بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ۔ ہے۔ اس اختلاف کی وجہ کیا اس کا حل کیا ہے۔ جواب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک ہی وقت ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر یہ تمام کلام فرمایا مگر رب تعالیٰ نے عربی میں اس کا ترجمہ فرما کر تین جگہ مختلف انداز میں کلام کی وضاحت فرمائی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہلِ خانہ سے یہ کلام عبرانی میں فرمایا پہلی آیت طٰہٰ میں اس طرح وضاحت ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ سے بطریقِ احترام نبی کی صاحبزادی ہونے کی بنا پر جمع کے صیغے سے فرمایا تم یہیں بیٹھنا ادھر اُدھر نہ جانا میں نے بہت اچھی آگ دیکھی ہے۔ جس وقت چیز کی طلب ہو ضرورت و حاجت ہو وہ بہت اُنس و محبت والی لگتی ہے اور اَنَسْتُ فرما کر اپنے یقین کا ذکر کیا لَعَلِّي فرما کر بتایا کہ شاید کچھ آگ لے آؤں مگر آگ لانا یا آگ کا حاصل ہو جانا یقینی نہیں یہ اس لیے فرمایا کہ پکا وعدہ نہ ہو جائے اور پھر پورا نہ ہو سکے تو کہیں وعدہ خلافی اور جھوٹ نہ بن جائے۔ قبس فرما کر بتایا کہ مضبوط آگ یعنی چنگارہ لانے کی کوشش کروں گا۔ هُدًى فرما کر کسی شخص کی موجودگی کا خیال ظاہر فرمایا۔ دوسری آیت میں اس چیز کی وضاحت فرمائی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کی حالت اور تنہائی اور ان کے خوف گھبراہٹ کا اندازہ کرتے ہوئے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ آگ ملے نہ ملے مگر سَاٰتِيكُمْ میں تمہارے پاس بہت جلدی واپس لوٹ آؤں گا۔ بخبر فرما کر یہ وضاحت کی کہ ہادی جو بھی ملے گا اُس سے راستے کی خبر پوچھ کر ابھی واپس آتا ہوں شہاب قبس میں یہ وضاحت کی کہ جو بھی چنگارہ لاؤں گا وہ پژمردہ بجھا بجھا سا نہ ہوگا بلکہ کوشش کروں گا کہ خوب بھڑکتا شعلہ مارتا ہوا اور آگ لانے کا مقصد بیان فرمایا کہ ہانڈی پکانے کے لیے نہیں تاپنے گرمی حاصل کرنے کے لیے اور روشنی کی ضرورت حاصل کرنے کے لیے ہوگی تیسری آیت میں پہلی آیت جیسے ہی الفاظ ہیں مگر جَذْوَةٍ کا لفظ ارشاد ہوا۔ یہ بھی آگ کی ایک صفت ہے کہ ایسی شعلہ مارتی انگارے کی آگ لاؤں گا جو بہت تیز چنگاریاں اڑاتی ہوگی اور یہاں تک صحیح سلامت پہنچ جائے گی۔ گویا کہ ایک مکمل کلام جو حضرت موسیٰ نے اس طرح فرمایا تھا کہ اے زوجہ محترمہ

marfat.com
Marfat.com

تم نہیں ٹھیرو میں نے وہ آگ دیکھی ہے جو تم کو بھی دکھائی دے رہی ہے میں بہت جلد وہاں سے شاید آگ کچھ لاسکوں یا کوئی راستے کی خبر دینے والا ھادی مل جائے تو اُس سے راستے کی سمت معلوم ہو جائے اگر حاصل کر سکا تو شہابِ قبس جذوۃ آگ لاؤں گا تاکہ تم گرمی تپش اور سردی سے بچاؤ کا مقصد بھی حاصل کر سکو یہ کلام توڑ کر مختلف آیت میں بتانے سے کلام کی جامعیت کی شاندار وضاحت ہوئی ایسا کرنا توجہ دلانے کے لیے ہوتا ہے اگر ایک ہی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کا پورا کلام لفظاً لفظاً بیان کر دیا جاتا تو سننے والوں کا ذہن ان اشاروں کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

تفسیر صوفیانہ

اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ شریعت و طریقت حقیقت و معرفت کا مالک اللہ ہی ہے بالذات نہ کوئی قوت ہے نہ طاقت نہ شی ہے نہ صفت نہ کوئی موجود ہے نہ مقصود نہ مطلوب نہ اِلٰہ اِلَّا ھُو بس وہی ہے ہر جگہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ ہے توحید کے چار مرتبے ہیں ۱؎ اقرار لسانی ۲؎ تصدیق قلبی ۳؎ یا بحجت تاکید اعتقادی ۴؎ استغراق بحر معرفت اس طرح کہ بجز احد الصمد کے کچھ نہ تصور آئے یہ چاروں ہوں تو ایمان کی تکمیل ہے اگر صرف اقرار لسانی ہو تو منافقت ہے اگر صرف تصدیق ہو تو متوسط ہے جو غیر مفید ہے اگر صرف تاکید اعتقادی ہو تو ایمان موقوف ہے جس کے لیے مہلت الٰہیہ و توفیق ربانی شرط ہے اگر استغراق معرفت نہ ہو تو مقام صدیقین حاصل نہیں ہو سکتا جس کے پاس توحید کے یہ چاروں ارکان نہ ہوں اُس کو دنیا میں چار نقصان اور آخرت میں چار ظلم و تفریق ۱؎ ترک ۲؎ نقص ۳؎ رفض۔ موحد کا کلمہ ہے لَآ اِلٰہَ فِی الْمَوْجُوْدِ اِلَّا اللّٰہ عارفین کا کلمہ ہے لَآ اِلٰہَ فِیْ اِمْکَانِ اِلَّا اللّٰہ۔ موجودات تین قسم کی ہیں ۱؎ اکمل کہ نہ کمی کا احتمال نہ زیادتی کا ۲؎ ناقص جس میں کمی ہو مگر کمال کا احتمال ہو ۳؎ اَنْقَص جو کبھی بلندی میں ہو کبھی پستی میں۔ پہلے کی مثال جیسے ذاتِ باری تعالیٰ دوسرے کی مثال انسان تیسرے کی مثال جیسے نیک و بد مظہر اُلوہیۃ صفات عُلیا ہے اَخفیٰ وہ ہے جو اَسرار میں زیادہ لطیف زیادہ معزز زیادہ اعلیٰ ہو زیادہ اشرف زیادہ اقرب ہو بارگاہِ قدس کا یہی سِرُّ الاَسرار ہے۔ سِرِّ وہ لطیفہ ہے جو ہر انسان کے قلب و روح کے درمیان نشاۃِ اوّل میں پیدا کیا گیا ہے اور خفی وہ جو روح و قلب کے درمیان نشاۃِ ثانیہ میں پیدا کیا گیا ہے پس اسی لیے یہ ممکن ہے کہ ہر انسان مومن و کافر اَسرار روحانیہ کا معدن ہو اور تمام دنیوی علوم و حقائق مکاشفات و مشاہدات کا مخزن۔ وَاَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ پس اِلٰہِ قدیمِ ازلی ابدی کے لیے ہیں تمام کمالاتِ حُسنیٰ اور صفاتِ عُلیا۔ اے روحِ باطن کیا ازل میں تجھ کو موسیٰ شعورِ بنا

marfat.com
Marfat.com

کی حدیث لَا صَوْتَ پہنچی نہ تھی پھر جب شَھِدَ لِلّٰہ نے زبانِ حال سے کہا تھا اسی عقیدۂ قالو بلیٰ پر قائم اور ٹھیرے رہو تجلیاتِ انوار کی اُنسیت میں نے پالی ہے۔ یہ نارِ عشق ہے وصفِ جبروتی کے شجرِ مقدس پر آشکارہ ہے جو درختِ جسمانی کے رگ و پے لگ جاتی ہے۔ تَعَلّٰی اَتِیْکُمْ مِّنْھَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ھُدًی فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ۔ آگ تُو قسم کی ہے نارِ دنیا جو صرف کھاتی جلاتی ہے پیتی کچھ نہیں ۲ شجرِ اخضر کی نار یہ صرف پیتی ہے کھاتی کچھ نہیں۔ اس کا ذکر سورۂ یٰسٓ کی آخری آیت میں ہے ہر ہرے سرسبز درخت میں، ہوتی ہے مگر عناب ساگوان، علیف سمرہ درخت میں نہیں ہوتی ۳ نارِ جہنم یہ کھاتی بھی ہے پیتی ہے ۴ نارِ طور یہ نہ کھاتی تھی نہ پیتی تھی ۵ وہ آگ جس میں جلانا ہے روشنی نہیں وہ دوزخ کی آگ ہے ۶ جس میں روشنی تھی جلانا نہیں تھا وہ شجرِ وادیِ طُویٰ کی آگ تھی صرف ایک دفعہ ظاہر ہوئی ۷ دنیوی آگ جس میں جلانا بھی ہے اور جس میں روشنی بھی ۸ وہ آگ جس میں نہ جلانا ہے نہ روشنی وہ درختوں میں پوشیدہ آگ ہے ۹ نارِ عشق اس میں تڑپانا کبھی جلن اور اُمید وصل کی روشنی ہوتی ہے غمِ فراق کھاتی ہے اور شربتِ دیدار پیتی ہے اس میں محبت کا نور ہوتا ہے موسیٰ طورِ مثلِ نورِ محبت ہے جب نورِ محبت طورِ شوق کی وادیِ طُوٰی تقدیس و تعظیم میں پہنچتا ہے تو نارِ عشق اور شوق کا شعلہ متجلّی اور ظاہر ہوتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ نورِ محبت کے لیے جب شعورِ قلبی تولد کیا جاتا ہے جو ارسِ وجودی میں طفل خلیفۃ اللہ ہے جس کا ظہور مولودی تجلیِ جلال کی اندھیریوں میں ہوتا ہے تو بہت دور طورِ مزاجی کے ایمن میں نارِ صفاتی کی شکل میں نورِ ذاتی شجرِ جسمانی وجہی پر سراپا ظاہر ہوتا ہے اس لیے کہ جب عشق کی آگ کا شعلہ چمکتا ہے تو فقط شکلِ صفات ہوتی ہے تب اُنَسْتُ نَارًا کا قربِ جلال ہوتا ہے اور تَعَلّٰی اَتِیْکُمْ کے نعرے سے تمام انانیت فنا کی آگ میں جل جاتی ہے اور توجہِ وجدانی کا حصول ہو جاتا ہے اس وقت قلبِ منوّرِ اہلِ طبیعت کو اُخْلُعْ کا حکم جاری کرتے ہوئے حصولِ معرفت کی طرف قدومِ معیت سے ترقی کرتا ہے تب فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ کا اشارہ ملتا ہے کہ موسیٰ معرفت خواہشاتِ کی زوجۂ لذات کے اقاربِ عیشِ دنیوی کے خدام سے دور ہو جا اور اِن تمام تعلینِ نمودِ بدنی کو وادیِ طواءِ حیرت سے دور پھینک دے تمنّاءِ نفسی کی جوتی اُتار دے بدنِ انسانی میں صورتِ طبیعت زوجہ ہے اور صورتِ نفس وَلَد ہے اُن کی محبتِ خواہشات میں فکرِ معاش بکریوں کا اثاثہ ہے جو تابعِ وجود ہے طورِ سینہ سے ندا ہوتی ہے کہ اے بندۂ مرید بے شک میں تیرا ربّ قدیر ہوں فکرِ نفس اور اتباعِ خواہشات کی جوتیاں اُتار دے بلکہ دنیا و آخرت کی تعلینِ تمنا کو دور کر دے اور جلالِ الٰہی کی وادیِ مقدس میں اگر

marfat.com
Marfat.com

معرفتِ الٰہی کی نمازِ حقیقت یادِ وصل و ذکر میں مستغرق ہو جاوصولِ مقصود تک پہنچنے کے لیے اثباتِ صانع تک نعلینِ ہمت کے دو قدم بڑھاتے پڑتے ہیں۔ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى۔ اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ بے شک یہ وہ مقدس ہے جہاں اہلِ معرفت کے لیے قربِ خالق آسان ہوتا ہے۔ وصل کے بعد نعلینِ خواہشات کی طرف متوجہ ہونا منع ہے اسی لیے پہلے اتار دینے کا حکم ہوتا ہے کہ قلبِ مومن نورِ قدس میں ہمہ جہت و ہمہ جہم ہو جائے۔ مشاہدۂ حق اور عینیتِ نور کے بعد فکر و دلائل کے نعلین پر چلنے کی ضرورت نہیں قلب کی وادیٔ طُویٰ عرشِ اعظم اسرار ہے جس کی سیر معراجِ قدمِ اجتہادی سے پچاس ہزار سال ہے لیکن عروجِ قلب اگر جذبِ مرشد سے ہو تو ایک ساعت کا راستہ ہے۔ مثنوی رومی میں ہے سیرِ زاہد ہر شبے یک روزہ راہ سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ وادیٔ طلب میں بے شک میں ہی عارفین کا محافظ طالبین کا معبود ہوں پس میری ہی جستجو کی عبادت کر وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ اے مرید نمازِ مکاشفہ قیام مراقبہ رکوع معراج اور سجدۂ قرب کو قائم رکھ کیونکہ نمازِ دین کا ستون ہے ایمان کی برہان ہے اعمال کا نور ہے اَحَبُّ الْاَخْلَاقِ ہے نشانِ فرق ہے کفر و ایمان کے درمیان امتیاز ہے۔ قیامت کی روشنی ہے۔ جہنم سے نجات ہے صدیقین و شہدا کے ساتھ حشر ہے۔ مگر بے نمازی کا حشر قربِ فرعون ہامان قارون اور ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا عارفین کی نماز ذکر اور یادِ الٰہی ہے ذکر کی اٹھارہ قسمیں ہیں ۱ ذکرِ خفی ۲ جلی ۳ سِرّی ۴ جہری ۵ لسانی ۶ ذکرِ قلبی ۷ ذکرِ اعضائی ۸ ذکرِ خلوت ۹ ذکرِ نفسی ۱۰ ذکرِ انفرادی ۱۱ ذکرِ اجتماعی ۱۲ ذکرِ شرعی ۱۳ ذکرِ حقیقی ۱۴ ذکرِ جلالی ۱۵ ذکرِ جمالی ۱۶ ذکرِ فکری ۱۷ ذکرِ مشغولی ۱۸ ذکرِ استغراقی نمازِ عارفین ان سب ذکروں کا مجموعہ ہوتا ہے اہلِ عقل کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی عقلِ انبیاء جس میں کبھی نقصان نہیں عقلِ دوم انسانی و جبلتی جس میں کبھی کمال کبھی زوال عقلِ سوم حیوانی جس میں زوال ہے کمال نہیں۔ اسم کی تین قسمیں ہیں ۱ اسمِ ذاتی بحسبِ ذات جیسے اسماءِ الٰہیہ ۲ اسم بحسبِ صفات جیسے اسماءِ محمدیہ ۳ اسمِ خارجی جیسے عوارضِ ذاتیہ کے نام اَنَا اخْتَرْتُكَ انتہائی جمال اور فاتَّخِذْنِيْ انتہائی جلال و ہیبت ہے۔ جمال و رحمت سے رجا اور جلال و ہیبت سے خوف پیدا ہوتا ہے اور یہی ایمانِ صادق کے دو بازو ہیں اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ میں علمِ توحید ہے اور یہی علمِ اصول ہے فَاعْبُدْنِيْ علمِ عبادت ہے یہ ہی علمِ فروع ہے اسی لیے علمِ اصول مقدم ہے علمِ فروع مؤخر ہے اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى۔ ابرار و سالکین ہمیشہ طالب رہتے ہیں اگرچہ ذات و صفات و عملیات

marfat.com
Marfat.com

میں کامل مکمل اور اکمل ہو جائیں۔ رب تعالیٰ نے سب سے پہلے روح انسانی کو پیدا کیا اور اس کو جسم کا جوہر بنایا۔ اس سے جسم کے تمام اجزا کو مرکب کیا پھر اُن کو مراتبِ علیا عطا فرمائے

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ

بے شک قیامت بس آنے والی ہی ہے میں چاہتا تھا کہ میں اس کو بالکل ہی مخفی رکھتا تاکہ بدلہ دیا جائے

بے شک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا

ہر شخص اس کا جو وہ کردار کرتا تو کہیں پھر رکاوٹ نہ بنے تم کو اس عبادت و نیاز نماز سے

اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔ تو ہرگز تجھے اُس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے

مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ﴿١٦﴾

وہ شخص جو ایمان نہیں لاتا اس قیامت پر اور پیچھے لگا رہا اپنی نفسانی خواہشات کے تو کہیں تم بھی برباد ہو جاؤ

جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ

اور کیا ہے یہ تمہارے سیدھے ہاتھ میں اے موسیٰ۔ عرض کیا یہ

اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔ عرض کیا یہ

عَصَايَ ۖ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ

میری لاٹھی ہے کبھی تو اس پر ٹیک لگایا کرتا ہوں اور کبھی پتے جھاڑ لیتا ہوں اس سے اپنی

میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا

marfat.com
Marfat.com

غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ﴿۱۸﴾ قَالَ

بکریوں کے لیے اور میرے لیے اس میں اور بھی بہت سی ضروریات ہیں۔ فرمایا

ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔ فرمایا

اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ

ذرا اس کو زمین پر تو پھینکو اے موسیٰ۔ جب ڈال دیا اس کو تو اچانک وہ سانپ بن گیا

اسے ڈال دے اے موسیٰ۔ تو موسیٰ نے ڈال دیا تو جب ہی وہ دوڑتا ہوا سانپ

تَسْعٰی ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا

جو بھاگتا تھا۔ فرمایا پکڑ لو اس کو اور نہ گھبراؤ ابھی لوٹا دینگے ہم اس کو

ہو بہا۔ فرمایا اسے اٹھالے اور ڈر نہیں۔ اب ہم اسے پھر

سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ﴿۲۱﴾

اس کی پہلی حالت پر۔

پہلی طرح کر دیں گے۔

تعلقات ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں ان چند باتوں کا ذکر ہوا جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمائیں۔ اب اس آیت میں بقیہ باتوں کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں رب تعالیٰ نے صرف اپنا کلام سنا کر موسیٰ علیہ السلام کو مشرف فرمایا۔ اب ان آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف عطا فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو ان کی شریعت ملنے کا ذکر ہوا جس میں توحید عبادات اور نماز جیسے اہم حکم فرما کر شریعت کے اصول بتائے گئے اب ان آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا فرمائے جانے کا ذکر

marfat.com
Marfat.com

ہو رہا ہے جو نبوت و رسالت کی نشانیاں ہیں تو گویا پہلی سابقہ آیت توحید کے بیان میں اور یہ آیت رسالت کے بیان میں ہیں اور یہ دو ہی چیزیں ایمان کا قالب ہیں۔

تفسیر نحوی

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۔ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل یہ تمام جملہ اپنے ماقبل فعل فَاعْبُدْنِیْ کی علت ہے السَّاعَةَ اسم مفرد مؤنث بالالام عہدی ذوالحال ہے۔ اٰتِيَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث باب ضَرَبَ جمع مؤنث غائب ضمیر پوشیدہ فاعل ہے یہ اسم فاعل جملہ اسمیہ ہو کر اِنَّ کی خبر ہے۔ اَكَادُ ثلاثی مجرد ناقص کا صیغہ اباب فعل مضارع واحد متکلم مقاربہ فعل یَفْعَلُ کَوْدٌ سے مشتق ہے۔ اَنَا ضمیر متکلم پوشیدہ اس کا اسم ہے۔ اُخْفِيْ۔ باب اِفعال کا مضارع معروف واحد متکلم خَفْیٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِخْفَاءٌ صَا ضمیر واحد مؤنث مفعول یہ ہے یہ فعل فاعل پوشیدہ اَنَا ضمیر اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے۔ اَكَادُ کی لام کَے تعلیلیہ یا صبہ تجزی باب ضَرَبَ کا مضارع مجہول واحد مؤنث غائب جَزْیٌ سے مشتق ہے بعضی بدلہ دینا کل اسم تاکیدی مضاف نَفْسٍ۔ اسم مفرد جامد۔ مؤنث لفظی بعضی ذات شخصیت مضاف الیہ تحریک اضافی نائب فاعل ہے بِ حرف جر الصاقی جو عنی کا موصولہ تَسْعٰى باب فَتَحَ کا فعل مضارع سَعْیٌ سے مشتق ہے بعضی کوشش کرنا۔ کمائی کرنا ہی ضمیر مؤنث پوشیدہ اس کا فاعل ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے تجزی کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے اَكَادُ کی یہ فعل مقاربہ اپنے اسم خبر اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ حالیہ ہے السَّاعَةَ کا۔ وہ دونوں مل کر اسم اِنَّ کا وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ایک قرأت میں یہ اَنَّ مفتوحہ ہے کیونکہ یہ علت ہے فَاعْبُدْنِیْ کی اور بیان دوم ہے یٰمُوْسٰی ندائیہ کا۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ۔ لَا يَصُدَّنَّ باب نَصَرَ کا فعل نہی معروف واحد غائب مذکر مؤنث ثقیلہ صَدٌّ سے مشتق ہے بعضی روکنا۔ یہ پورا جملہ عطف ہے اِنَّ السَّاعَةَ پر كَ ضمیر مفعول بہ مرجع مُوْسٰی عَنْ حرف جر روالی (دور کرنے ہٹانے کے لیے) هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع الصَّلٰوةَ ہے بعض نے کہا اس کا مرجع الساعۃ ہے کیونکہ وہ لفظاً قریب ہے مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ بذات خود ساعت (قیامت) سے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر ایمان بالقیامت مراد لیا جائے تو وہ یہاں مذکور نہیں اور اپنی اختراع مناسب اور ضروری نہیں یہ جار مجرور متعلق ہے مَنْ اسم موصول لَا يُؤْمِنُ۔ باب اِفعال کا فعل مضارع معروف منفی بلا واحد مذکر غائب اِيْمَانٌ مصدر سے مشتق ہے هُوَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے مَنْ بِ جارہ تعدیہ یعنی علیٰ

marfat.com
Marfat.com

فوقیت کا ھا ضمیر کا مرجع اتباعۃ ہے یہ چار مجرور متعلق ہے لَا یُؤْمِنُ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ۔ اِتَّبَعَ۔ باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ پوشیدہ ضمیر کا مرجع مَنْ ہے اِس کا مصدر ہے۔ اِتِّبَاعٌ اِتَّبَعَ سے بنا ہے بمعنی پیچھے چلنا۔ ھَوًا۔ اسم مفرد جامد۔ لغوی ترجمہ ہے پھسل پڑنا جان کر گر پڑنا۔ جھک پڑنا۔ مائل ہو جانا۔ گہرا ہونا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے اپنے نفسِ امّارہ کی خواہش۔ مضاف ہے ھُ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ اپنی کا مرجع مَنْ ہے یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے اِتَّبَعَ فعل فاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے لَا یُؤْمِنُ یہ دونوں عطف مل کر صلہ ہوئیں کا دونوں مل کر فاعل ہوا لَا یُضَافُ عاطفہ سببیہ ثُرَوْدِی باب سَمِعَ کا فعل مضارع واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع حضرت موسیٰ ہیں۔ رَدِیٌ سے مشتق ہے بمعنی گر پڑنا ردی بیکار فضول ہو جانا۔ ہلاک ہونا یہاں آخری معنی میں ہے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف لَ ضمیر ہر دونوں مل کر مفعول بہ ہے۔ لَا یَصُدَّنَّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اَلسَّاعَۃَ پر دونوں عطف مل کر اسم اِنَّ ہوا اور پھر جملہ ہو کر بیانِ دوم ہے لِمُوسٰی کا۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى۔ قَالَ هِيَ عَصَايَ۔ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى۔ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔ واؤ سرِ جملہ۔ مَا حرفِ سوالیہ بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے خیال رہے کہ علم نحو میں لفظاً یا مَیں ۳ قسم کا ہے جن میں سے بارہ قسمیں اسم کا مکالی ہیں اور دس قسمیں حرف کا مکالی ہیں۔ یہاں۔ لفظاً اسم غیر مجرد سوالیہ ہے۔ غیر مجرد سے مراد یہ ہے کہ اس اسم میں حرفیت کا معنی شامل ہے۔ تِلْكَ اسم اشارہ بَ جارہ بمعنی فی ظرفیہ مکانیہ یَمِیْنِ اسم جامد غیر مقرونِ بمعنی مضاف لِ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول موجود کا۔ وہ جملہ اسمیہ ہو کر مشارٌ الیہ اسم اشارہ اپنے سے مل کر مسئول عنہ ہوا سوال و مسئول عنہ مل کر بیانِ ندا و عقدِ ہوا یا حرف ندا لفظ موسیٰ اسم مقصور تقدیری اعراب حالت رفع منادیٰ ندا اپنے منادیٰ اور بیان سے مل کر جملہ ندائیہ ہو گیا الخ۔ کَ ضمیر پوشیدہ فعل کا مفعول بہ ہو کر سب ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہو گیا قال ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل دونوں ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ہی اسم ضمیر مرفوع منفصل واحد مؤنث غائب مبتدا۔ عَصَا۔ اسم مقصورہ مضاف لفظاً عَصَوٌ سے مشتق ہے اس کا تثنیہ عَصَوَانِ ہے اور اس کی جمع عُصِیٌّ۔ عِصِیٌّ۔ عُصُوٌ۔ اَعْصٍ اور اَعْصَاءٌ۔ عَصَوٌ یا عَصًی کا لغوی ترجمہ ہے سخت مزاجی شکستہ نہ ہونا۔ سخت پکڑ لاٹھی کو عصا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ہاتھ سے مضبوط پکڑی جاتی ہے نافرمانی کو عصا اور عصیان اس لیے کہا جاتا ہے نافرمان آدمی بدمزاج اور مغرور ہوتا ہے حق بات نہ ماننا عصیان ہے اور باطل بات نہ ماننا فرار ہے اور خود اپنی بات

marfat.com
Marfat.com

نہ ماننا اِعراف ہے اور چھوڑ دینا یا چھوڑ کر مان لینا رجوع ہے مرہٹی میں بڑے اور قدر برابر ڈنڈے کو عصا کہتے ہیں چھڑی کو ھُسڑہ اور بوڑھے یا بیمار کی لاٹھی کو مُتِسانَہ کہا جاتا ہے۔ یٔ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ تَوَکَّؤُا۔ باب تفعل کا فعل مضارع واحد متکلم معروف بمعنی حال وَکَیٔ سے مشتق ہے ترجمہ ٹیک لگاتا۔ اَنَا ضمیر پر شیدہ فاعل مرجع موسیٰ علیہ السّلام علیٰ جارّہ فوقیت کا ضمیر کا مرجع عصا ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اَتَوَکَّؤُا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَھُشُّ۔ باب نصر کا مضارع فعل حال واحد متکلم اَنَا ضمیر فاعل پر شیدہ ھَشٌّ سے مشتق ہے بمعنی جھاڑنا جھنجھوڑنا۔ بِ حرف جر سببیہ ھَا مجرور متعلق ہے اَھُشُّ کا۔ عَلٰی حرف جر اپنے معنیٰ فوقیت کے لیے یا بمعنی لام جارّہ یا بمعنی عِنْدَ ظرف مکانیہ ترجمہ اپنی بکریوں پر یا لیے۔ یا بکریوں کے پاس غنم۔ اسم واحد مذکر جنسی ہے لہٰذا یہاں جمع مراد ہے۔ لغوی ترجمہ ہے بلا مشقت مال ملنا بکری کو اس کی آسان پرورش اور تیز بڑھوار کی وجہ سے غنم کہا جاتا ہے ان کا بڑا بڑا ریوڑ جنگلوں کی سوکھی گھاس پھوس کھا کر بھی تیزی سے پروان چڑھتا چلا جاتا ہے اس لیے ان کو غنم کہا جاتا ہے جہاد میں مال غنیمت کو غنیمت بھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا مشقت ملتا ہے مجاہد یا شہید کا پہلے اس پر حق نہیں ہوتا۔ اور جنگ کی مشقت مال کے لیے نہیں ہوتی یا متکلم ضمیر نفسی ہے بمعنی اپنی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق دوم ہے اَھُشُّ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لی جار مجرور بمعنی میرے لیے متعلق اوّل ہے یَکُوْنُ فعل تامہ پر شیدہ کا۔ در اصل تھا وَلِیَکُوْنَ لِیْ فِیْھَا۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے پر شیدہ فعل کا مَاٰرِبُ۔ اسم جمع مکسر جامد حاصل مصدر معنی اس کا واحد مذکر ہے مَاٰرِبٌ واحد مؤنث ہے مَاٰرِبَۃٌ۔ اس کا اصلی مادہ مصدر اِرْبٌ ہے بمعنی سخت ضروری چیز جس کے لیے عقلی تدبیریں کرنی پڑیں یا ضروری اعضاء بدن۔ یہاں مراد ہیں ضروریات زندگی۔ موصوف ہے اُخْرٰی اسم تفضیل مؤنث واحد اس کا واحد مذکر ہے اٰخَرُ بمعنی دوسری یہ صفت ہے۔ جمع مذکر کی اس لیے کہ ظاہر ہے اور جنسی جمع مکسر ہے یہ مرکب توصیفی فاعل ہے یَکُوْنُ پر شیدہ کا۔ وہ فعل فاعل اور دونوں جملہ اسمیہ سے ملکر معطوف ہوا اَھُشُّ پر۔ اَتَوَکَّؤُا اپنے سب عطف سے ملکر صفت ہوئی عَصَایَ کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے حیٰ مبتدا کی وہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل ھُوَ پر شیدہ ضمیر فاعل مرجع اللہ تعالیٰ یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَلْقِ۔ باب اِفعال کا فعل امر واحد مذکر حاضر معروف اَنْتَ پر شیدہ ضمیر فاعل جس کا مرجع حضرت موسیٰ لَفْوٌ سے بنا

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ یعنی ڈھیلا پڑنا ڈھے جانا ٹیڑھا ہونا یہ لازم ہے افعال میں متعدی ہوتا ہے یعنی ڈالنا پھینکنا۔ اس کا مصدر ہے اِلْقَاءٌ ظاہر پوشیدہ باطن ہر طرح ڈالنے کو القا کہا جاتا ہے۔ ھَا ضمیر مفعول یہ ہے جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر بیان ندا مقدم ہوا۔ یٰمُوْسٰی حرف ندا اپنے منادٰی اور بیان سے مل کر مقولہ ہوا قول کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَ زائدہ تعقیبیہ یعنی۔ ثُمَّ۔ اَلْقٰی۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ہُوَ۔ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ھَا ضمیر کا مرجع عَصَا۔ فَ سببیہ محضہ اِذَا مفاجات یعنی اچانک ہمیشہ زمانہ حال کے لیے ہوتا ہے یعنی اچانک ابھی ابھی ہوا ہے ھِیَ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے حَیَّۃٌ۔ اسم مفرد جنسی یعنی سانپ ہر قسم کا سانپ چھوٹا بڑا پتلا موٹا مذکر مؤنث بچہ بوڑھا عرفی میں حَیَّۃٌ ہے۔ نوعی اعتبار سے ہر نام علیحدہ ہے یہ موصوف ہے تَسْعٰی باب فَتَحَ کا فعل مضارع ھِیَ ضمیر پوشیدہ اس کا واحد مؤنث غائب فاعل ہے مرجع حَیَّۃٌ ہے۔ خیال رہے کہ قال ھِیَ عَصَایَ سے فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تک تمام واحد مؤنث غائب کی ضمائر بارز و مستتر کا مرجع عَصَا ہے اور اس کے بعد واحد مؤنث کا مرجع حَیَّۃٌ ہے تَسْعٰی فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی یہ مرکب توصیفی خبر ہے ھِیَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مسبب ہوا اُلْقِیَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ خُذْ باب نَصَرَ یَنْصُرُ کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر۔ اَخْذٌ سے مشتق ہے یعنی پکڑنا۔ اَنْتَ مستتر فاعل ہے ھَا ضمیر مفعول یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ وَاؤ عاطفہ فعل نہی با فاعل لَا حرف تقریبی یعنی عنقریب تَعُدْ باب اِفعال کا مضارع مستقبل جمع متکلم نَحْنُ پوشیدہ ضمیر جمع متکلم کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے عَوْدٌ سے بنا ہے یعنی لوٹانا۔ لوٹنا ھَا ضمیر کا مرجع ہے حَیَّتَہَا سِیْرَتَہَا۔ اسم جامد مضاف ہے حاصل مصدر۔ آخر میں ت مصدر یہ ہے سِیْرَۃٌ سے بنا ہے یعنی چال ڈھال۔ چال چلن۔ مراد ہے حالت کیفیت عادت خصلت اسی سے ہے سیارہ چلنے پھرنے والا۔ ھَا ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی ممیز الاولیٰ الف لام عہد خارجی اسم تفضیل مونث تثنیہ ہے دونوں مل کر مفعول یہ ہے سَنُعِیْدُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے لَا نَخَفْ کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا خُذْ ھا پر دونوں مل کر مقولہ ہوا قال کا دونوں جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی۔ فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْھَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِھَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ فَتَرْدٰی۔

اے موسیٰ نماز اس لیے قائم رکھو کہ یہ رب کے قرب و کلام و حاضری کا ایک طریقہ و دنیوی ہے درس

marfat.com
Marfat.com

ساعت کی تیاری ہے جب رب تعالیٰ کے حضور سب سے پیش ہوتا ہے۔ اسی لیے نماز کو معراج قرب کہا گیا ہے انسان پر تین ساعتیں لازم ہیں پہلی ساعت موت کی دوسری قبر کی تیسری قیامت و محشر کی ان سب ساعتوں کی آسانی کے لیے نہایت مفید طریقہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ دیدیا گیا ہے رب تعالیٰ نے فرمایا میں اس کو چھپانا ہی چاہتا ہوں قیامت کی دو چیزیں ہیں ایک قیامت کا آنا اور دوم قیامت کے آنے کا تعین وقت پہلی چیز ظاہر کر دی گئی کیونکہ اس کا ظاہر کرنا ضروری ہے تین وجہ سے پہلی یہ کہ بتایا جائے کہ قیامت لازمی یقینی ہے کوئی شخص اس سے بچ نہیں سکتا نہ اس پر غالب آسکتا ہے ہر شخص اس دن عاجز و بیکس ہوگا دوم یہ کہ تا کہ قیامت پر دنیوی زندگی میں ایمان بالغیب لایا جائے اس پر ایمان سے بغیر کوئی ایمان معتبر نہیں اسکی تین وجہ ایک یہ کہ ظالم کو معلوم ہے کہ اس کے ظلم کا بدلہ ضرور لے گا ظالم و فاسق ظلم و گناہ پر بند نہ ہو جائیں دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اور شان اپنی آنکھوں دیکھنے کا دنیا میں ہی ایمان ہو اور وہ عاری تعالیٰ پر ایمان پختہ ہو۔ یہ کہ دنیا میں شانِ نبوت پر یقین کریں جس کی اصل حالت تو قیامت میں دکھائی جائے گی۔ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اَکَادُ اُخْفِیْھَا سے یہی قیامت کا آنا مراد لیا۔ اس کو چھپانا چاہا مگر اس کو چھپایا نہ گیا تا کہ اس کی ہیبت اور ڈر اور حساب کتاب کی سچی تیاری کا ذوق و شوق پیدا ہو۔ ظالموں کا خوف کو خوف اور مظلوموں کو سکون و اطمینان صبر کی عادت پیدا اور بے حجری کُل نفس کا مظاہرہ ہونے پر یقین کامل اس لیے قیامت کے آنے کا اعلان و اظہار فرمایا مگر اس کے تعینی وقت اور دن کو چھپایا اکثر نے اَکَادُ اُخْفِیْھَا کا یہ ہی معنیٰ کیا ہے کہ میں اس کو چھپانا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کا بدلہ ملے اُن کے نزدیک قیامت سے مراد قیامت کا دن اور زمانہ وقت ہے ہم نے یہی ترجمہ اختیار کیا ہے قیامت کا ایمان ہر انسان کیلئے ضروری ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ پہلی کتاب میں اس کی اہمیت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا فَلَا یَصُدَّنَّکَ تم کو نہ روک سکے یا ایمان قیامت سے ہٹا نہ سکے اس کی کوئی ہمت طاقت ارادہ حجت دلیل دلائل ہٹ دھرمی ہٹ دھرمی گرج قیام نماز یا قیامت پر ایمان لانے سے نہ روک دے جو شخص قیامت پر ایمان نہیں لاتا اور شیطانی نفسانی و دنیوی شہوات و خواہشات کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اگر کبھی ایسا ہوا تو تم کبھی مومن نہیں رہ سکتے ذلیل و رذلی ناکارہ و بیہودہ ہو جاؤ گے موسیٰ علیہ السلام سے یہ کلام جلالی فرما کر اس دور کے تمام بنی اسرائیل کو خبردار کیا گیا اور قرآن مجید میں اس واقعہ کا تذکرہ فرما کر تا قیامت مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا۔ مَنْ لَّا یُؤْمِنُ سے مراد ہر منکر قیامت کافر ہے بعض محققین نے کہا کہ ساعت سے مراد قیامت نہیں بلکہ غرقِ فرعون اور نجاتِ بنی اسرائیل کا وقت مراد ہے مگر یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ کلام پاک کی روش سے قیامت ہی مراد لینا درست ہے تیسری وجہ سے پہلی یہ کہ فرمایا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

بتجزی۔ اور جزاؤ اعمال کا دن قیامت ہی ہے دوم یہ کہ فرمایا گیا کُلُّ نَفْسٍ۔ اور کُلُّ نَفْسٍ ہر انسان و جنات کے لیے ہے نہ کہ فقط بنی اسرائیل و فرعون و قوم فرعون کے لیے سوم یہ کہ فرمایا گیا بِمَا تَسْعٰی یعنی اُن اَعمال کی جزا جو اُس نے پوری زندگی میں اپنی دینوی کوشش سے کیا یا دینی کوشش سے اچھا کیا یا بُرا۔ غرقِ فرعونی اُس کو اَعمالِ کفریہ طلبیہ کا بدلہ نہیں۔ یہ تو فقط اُس کی موت اور بنی اسرائیل کو آئندہ ظالموں سے چھڑانے کے لیے تھا غرق کی موت تو بہت مسلمانوں کو بھی آجاتی ہے ظلم و کفر کا مکمل بدلہ نیز نیک بنی اسرائیل کی عبادتوں کا صحیح بدلہ تو قیامت میں ملے گا۔ اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ سَاعَۃَ سے مراد قیامت ہی ہے۔ چہارم یہ کہ فرمایا گیا فَلَا یَصُدَّنَّکَ۔ چکم نون ثقیلہ کی وجہ سے نہایت شدید ہوگیا کہ خبردار اپنے آپ میں ذرہ بھر کمزوری جھک۔ ڈھیل نہ لگاؤ لجاجت لاپرچا پلوسی نہ پیدا ہونے دینا کہ کوئی دین کا چور اُچکا ابلیس شیطان گمراہ تم پر کسی بھی وقت کسی جگہ کسی طریقے سے داؤ چلا سکے ورغلا سکے بلکہ دینی معاملات میں اپنے آپ کو ایسا بے رُخا کھُرا کھڑا تُند خو بے طمع سخت گیر بنا لو کہ شیطان و کفار تم سے مایوس ہو جائیں لَا یَصُدَّنَّ کی یہ تنبیہ سخت واضح کر رہی ہے کہ ساعت سے مراد قیامت ہی ہے۔ پنجم یہ کہ فرمایا گیا یَصُدَّنَّکَ عَنْہَا۔ یعنی قیامت کا منکر ہی کافر ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کے اُس دور میں غرقِ فرعون کا منکر کافر نہ ہوتا تھا۔ قیامت پر ایمان لانا اُس وقت بھی اور اب بھی ضروریاتِ دین ہے اِس کا انکار ہمیشہ ہر دور میں کفر ہی ہے ششم یہ کہ فرمایا گیا وَاتَّبَعَ ھَوَاہُ۔ اس سے مراد کفریہ گناہ ہیں اور صرف قیامت کا انکار ہی اتباعِ نفسانی میں شمار ہو سکتا ہے۔ اَکَادُ اُخْفِیْھَا میں مفسرین کے دو قول ہیں ۱ میں چھپانے پوشیدہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں اَکَادُ بمعنی اُرِیْدُ ۲ اَکَادُ بمعنی اَزِیْل میں چھپانا نہیں چاہتا۔ خفا کو زائل کرنا ختم کرنا چاہتا ہوں ان کی دلیل یہ کہ بابِ افعال کا ہمزہ جب بابِ ضَرَبَ سے افعال بنایا جائے تو سلب و ختم کے لیے ہوتا ہے اور جب بابِ سَمِعَ سے بنایا جائے تو افعال کی ہمزہ اظہار یعنی خفا کو ختم کرنے کے لیے ہوتی ہے یہاں چونکہ سَمِعَ سے بنایا گیا ہے اس سے مراد ظاہر کرنا ہے دونوں کی مطابقت اس طرح کہ پہلے قول میں وقتِ قیامت ہے دوسرے قول میں تذکرۂ قیامت ہے۔ تذکرہ کرنا چھپایا گیا۔ وقت اور روزِ قیامت کو چھپایا گیا جیسے عربی میں کہا جاتا ہے اَشْکَیْتُہٗ میں نے شکایت زائل کر دی۔ بعض نے اَکَادُ کا معنی اُرِیْدُ کیا ہے۔ یعنی میں ضرور لانے والا ہوں قیامت کو مگر اس کو چھپاؤں گا بجز میرے کوئی نہیں جانتا کہ کب آئے گی۔ وقوعِ قیامت کو اس کے لیے مخفی رکھا گیا کہ بندے ہر وقت ڈرتے رہیں اور جلدی اچھے عمل کریں برے اعمال

marfat.com
Marfat.com

برے اشخاص سے بچے رہیں آنے کا اظہار وقت وزمانے کا اخفا اسی تجزی کی وجہ سے ہے بندے تین قسم کے ہیں ۱ وہ جو عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے اچھے اعمال کریں ۲ وہ جو حصول جنت کے لیے اچھے عمل کریں ۳ دوزخ سے بچنے کے لیے کریں اگر تذکرہ قیامت نہ کیا جاتا تو بندے بے ڈر ہو جاتے اور کفار منکر ہی رہتے۔ اور اگر وقت قیامت روز ساعت زمانہ محشر بتا دیا جاتا تو سب اچھے برے لوگ ڈھیلے سست اور مطمئن ہو جاتے۔ اُخفیھا اسی لیے ہے تاکہ معصیت سے بچیں اطاعت میں کوشش کریں۔ جزا بندوں کے اعمال اور کوشش اُلفت استقامت کی ہوگی۔ عنہا کی ضمیر کا مرجع یا تو قیامت ہے یا صلوٰۃ ہے یا ذکری ہے۔ فَلَا یَصُدَّنَّ میں حرف فَ توجیہی تعلیلی ہے یعنی ہے کہ چونکہ قیامت یقینی ہے اس لیے کوئی تم کو منکر نہ بنائے منکر کی دروغلاہٹ اور وسوسہ اس کی نفسانی شیطانی آواز اور اتباع ھویٰ اور خواہشات ہوگی وہ نہ مانتا۔ ھویٰ سے مراد خواہشات نفسانی ہر کافر چاہتا ہے کہ میں دوسروں کو بھی کافر بناؤں یہ بھی اتباع ھویٰ ہے۔ فتردیٰ حقیقت میں یہی ہلاکت ہے کہ دنیا میں ایمان ختم آخرت میں القاء ربانی ختم ہلاکتیں دس قسم کی ہیں ۱ ناکامی ۲ نامرادی ۳ ذلت ۴ خواری ۵ مصائب ۶ حرام روزی ۷ بُری صحبت ۸ گناہوں میں آسانی ۹ نیکیوں میں دشواری ۱۰ معذوری بیماری۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔

موسیٰ علیہ السلام اس سابقہ کلام الٰہی سے مرعوب فتح تعلی کے لیے شفقت بھرے انداز میں توجہ مبذول کرانے کے لیے ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ تمہارے داہنیں (سیدھے) ہاتھ میں کیا ہے یہ سوال بے علمی سے نہیں جیسا کہ بعض احمق عیسائیوں نے لکھا۔ لفظ یمین کی خصوصیت بھی بتا رہی ہے کہ یہ سوال ایک توجیہ اور نکتہ پر مبنی تھا۔ حضرت موسیٰ جو دبدبہ کلام سے مرعوب ہونے کے علاوہ لذت کلام سے سرشار اور اس عظیم اعزاز سے خوشگوار دریاء عشق کی موجیں قلب وجگر میں موجزن تھیں سوچا یہ عظیم کریمانہ موقعہ پھر کب نصیب ہوگا۔ آج ہی دل بھر کے ہم کلامی کا موقعہ حاصل کروں باتیں ایسی بڑھاؤں کہ مخیل کریم رحمٰن ورحیم مجلس کلام خالق تعالیٰ مالک وراز تی دراز ہی ہوتی چلی جائے اس لیے ایک سوال میں پورے تفصیلی جواب عرض کر دئے۔ عرض کیا اے میرے مونس ودم ساز مالک آقا یہ میری لاٹھی ہے جب تیرے حضور کھڑا کھڑا نماز میں تھک جاتا ہوں تو اس سے ٹیک لگا کر سہارا حاصل کرتا ہوں یا جب چلنے میں دشواری محسوس کروں تو اپنے ضعف ونقاہت

marfat.com
Marfat.com

کی بنا پر اس کو ٹیک دیتا ہوں۔ اور میری وہ بکریاں جو دراز عرصہ سے ہیں چرتا آرہا ہوں اور اس وقت بھی قریب میرے ساتھ ہیں جب وہ بھوکی محسوس ہوتی ہوں تو درخت سے اُن کے لیے پتے جھاڑتا ہوں یا ان بکریوں کو اس لاٹھی سے ہنکاتا چلاتا ہوں۔ اور بھی بہت سی ضروری اُمور ہیں یہ لاٹھی میرے کام آتی ہے میری بہت سی ضروریات اس سے پوری ہوتی ہیں مفسرین فرماتے ہیں کہ تاملک سے سوال کا مقصد متوجہ اور متنبہ اور دہشت کلام دور کرنا تھا۔ یمین فرمانے کی چار وجہ ۱ عصا ہی ہاتھ میں تھا ۲ بدُ اور ہاتھ یا ہاتھوں میں نہ فرمایا تاکہ حضرت موسیٰ اپنے بائیں ہاتھ کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں اور اپنی انگوٹھی کا بتائیں اور خواہ مخواہ دو بار سمجھانا پڑے آپ کے بائیں (یسار) میں انگوٹھی نہ تھی۔ ۳ سوال اس مقصد کا تھا کہ کیا تم عصا کی اندرونی خفیہ طاقتوں کر امتوں حقیقتوں کو جانتے ہو۔ یہ کیا عظیم شی ہے جو تمہارے یمین میں ہے۔ ۴ موسیٰ علیہ السلام اتنے منجر و مرعوب تھے کہ تن من کا ہوش نہ رہا تھا اُن کو خود اُن کی طرف راغب کرنے کے لیے یہ سوال کیا گیا ورنہ یہ کہنا ہی کافی تھا کہ اَلْقِ عَصَاکَ اے موسیٰ اپنا عصا پھینک جس طرح پہلے فرمایا گیا کہ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ایک قول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس لیے کلام دراز کیا کہ کہیں فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ کی طرح عصا کو بھی دور نہ پھینکوا دیا جائے۔ اس لیے پہلے ہی عرض کر دیا کہ مولیٰ یہ لاٹھی میرے بہت کام کی ہے ہر وقت مجھ کو اس کی ضرورت ہے مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ جوتیاں پھینکوائی نہ گئیں تھیں عرف وادیٔ مقدس کی عزت و تکریم کی وجہ سے باہر رکھوائی گئیں تھیں جس طرح مسجد کی تکریم کے لیے نمازی کرتے ہیں بعد میں موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہ نعلین پہن لیں اور اپنے اہل کو لے کر مصر تشریف لائے۔ اَھُشُّ کی دو قرأتیں اور دو معنیٰ کیے گئے ہیں ۱ اَھُشُّ بمعنی پتے جھاڑتا ہوں ۲ اَھُشُّ سین سے یعنی بکریوں کو ہنکاتا ہوں۔ مَاٰرِبُ اُخْرٰی موسیٰ علیہ السلام اقسم کی ضروریت اپنے عصا سے حاصل فرماتے تھے ۱ اس سے تیمم وغیرہ کے لیے مٹی کے ڈھیلے کھیرتے تھے ۲ نماز کے لیے سُترا بناتے تھے ۳ دھوپ اور گرمی اور ہوا سے بچنے کے لیے زمین میں ٹھونک کر اس پر کمبل شریف ڈالتے تھے۔ اس کے اوپر دو شاخیں تھیں ۴ چلتے اور کھڑے ہونے میں اس پر ٹیک لگاتے تھے ۵ گھوڑے کو چلاتے اور مارتے تھے ۶ سفر میں کندھے پر رکھ کر اُس پر گٹھڑی ٹانگتے تھے ۷ کسی گھر میں اجازت لینے کے لیے دروازہ کھٹکھٹاتے تھے۔ ۸ راستے سے کتوں کو بھگاتے تھے ۹ یہ عظیم دولت اور وراثت تھی خیال تھا کہ میرے بعد میرا بیٹا اس کا وارث ہوگا مگر چونکہ یہ عصا حضرت آدم جنت سے لے کر آئے تھے اُس وقت سے یہ

marfat.com
Marfat.com

یہ صرف انبیا علیہم السّلام کی تحویل میں ہی رہا۔ اور اس کو صرف انبیاء کرام ہی اپنے قبضے میں رکھ سکتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے یہ فرزند بعمر نو سال فوت ہو گئے تھے۔ نبی نہ بنے۔ ہرون علیہ السّلام بھی موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں دورانِ حج فوت ہو گئے کوہِ اُحد کی چوٹی پر آپ کا مزار ہے میں نے زیارت و فاتحہ خوانی و حاضری دی ہے پہلے حج ۱۷۶۲ء میں لہٰذا موسیٰ علیہ السّلام کی وفات شریف کے بعد ایک قول میں یہ غائب ہو گیا تھا غالباً جنت میں ہی چلا گیا ہوگا۔ اور ایک قول میں یہ حضرت داؤد علیہ السّلام پھر سلیمان علیہ السلام کو ملا آپ نے وفات کے وقت آخری نماز کی نیت اسی عصا سے ٹیک لگا کر باندھی تھی اسی کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ جب اس کو دیمک نے کھایا تو سلیمان علیہ السّلام زمین پر آ رہے اور جنات نے جان لیا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں کام چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (از روح المعانی فتح القدیر مظہری ھاوی) مگر یہ قول اس لیئے غلط لگتا ہے کہ جنت کے عصا کو دنیا کی دیمک نہیں کھا سکتی اور پھر اتنے ہزار ہا سال سے نہ کھایا تو اب چند ماہ میں کیسے ہو سکتا ہے بعض نے فرمایا کہ تابوت سکینہ میں عصا بھی رکھا ہوتا تھا مگر یہ قطعاً اور یقیناً غلط قول ہے اس لیے کہ سب مفسرین فرماتے ہیں کہ تابوت سکینہ تین گز لمبا اور ڈھائی گز چوڑا تھا اور عصا شریف دس گز لمبا تھا موسیٰ علیہ السّلام کے قد مبارک کے برابر (روح المعانی) تو دس گز لمبا عصا تین گز لمبے صندوق میں بھلا کیسے آ سکتا ہے۔ تابوت سکینہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذاتی صندوق تھا جس میں صرف حضرت موسیٰ و ھرون علیہما السّلام کی ذاتی چیزیں کپڑے جوتے رکھے ہوتے تھے جو بعد میں تبرکات میں شامل ہو گیا۔ اسی طرح بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس تابوت میں توریت کی تختیوں کے کچھ ٹکڑے بھی ہوتے تھے مگر یہ بھی غلط ہے موسیٰ علیہ السلام کے بعد تختیاں بھی آسمان پر اٹھا لی گئیں تھیں۔ عصا چونکہ صرف موسیٰ علیہ السّلام کے لیے ہی جنت سے آیا تھا اس لیے آپ کے بعد اس کا مقصدِ قیام ختم ہو گیا لہٰذا واپس جنت میں پہنچا دیا گیا۔ وَاللہ اَعْلَم بِالصَّوَاب لفظ مَاٰرِبُ کو تین طرح پڑھا گیا ہے ۱ مَاٰرِبُ ۲ مَاٰرِبُ ۳ مَاٰرِبُ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مَاٰرِبُ اُخْرٰی کہہ کر کلام ختم فرما دیا یہاں تفصیل نہ بیان فرمائی اس لیے کہ پہلے تو لذتِ کلام میں شوقِ دراز کی کلام اور محفلِ عظیم کی محبت و عشق کا غلبہ ہوا تھا جس کی وجہ سے کلام کو لمبا کرنا چاہا مگر پھر بارگاہِ الٰہیہ کا ادب و احترام مزید بولنے سے مانع ہوا اور عشق پر ادب کا غلبہ ہوا جب حضرت موسیٰ خاموش ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے قَالَ اَلْقِهَا یا موسیٰ فرمایا اے موسیٰ لاٹھی کو اپنے عصا نے زمین پر ڈال دو۔ فَاَلْقٰهَا موسیٰ علیہ السّلام

marfat.com
Marfat.com

نے فوراً تعمیلِ حکم کی اور عصا کو اپنے سامنے زمین پر ڈال دیا۔ رکھنے کے انداز میں بعجلت سے کہا جلدی سے پھینک دیا۔ پس پھر کیا تھا ایک دم پلک جھپکتے میں فَاِذَا حَیَّۃٌ تَسْعٰی وہ عصا تیز دوڑتا ہوا پیلے رنگ کا سانپ تھا اس عصا کا رنگ سرخ تھا اس کے اوپر دو شاخیں تھیں جب سانپ بنتا تو چار تبدیلیں آتی تھیں ۱۔ رنگ پیلا ہو جاتا ۲۔ وہ دونوں اوپر کی شاخیں دو منہ بن جاتے اور باقی نچلا تمام حصہ سانپ ہوتا ۳۔ لفظ حَیَّۃٌ اسم جنسی ہے ہر مذکر مؤنث چھوٹے بڑے موٹے پتلے ہر قسم کے سانپ کو کہہ دیا جاتا ہے۔ مگر اس سانپ کی عجیب قدرت و معجزہ اور کرامت تھی کہ خلقتاً لکڑی تھی انقلابِ حقیقت سے ذاتاً وجسماً اژدہا تھا لیکن صفتاً باریک سانپ کی طرح تیز دوڑنے والا ۴۔ اور عادتاً تمام چرندوں کی طرح کہ جب یہ سانپ بنا تو جنگل کی طرف دوڑا ایک درخت کے پاس پہنچ کر پورا درخت کھا گیا مع پتوں شاخوں تنے کے پھر چرندوں جانوروں سے بھی دو ہاتھ آگے کہ ایک بڑا پتھر چٹان جیسا سامنے آیا تو اُسے بھی کھا گیا۔ آنکھیں سرخ انگارہ جیسی دہکتی ہوئی ایسا سانپ دَوّ منہ والا روئے زمین پر پہلے کبھی کسی نے دیکھا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اُس عجیب الخلقت سانپ کو قہرِ الٰہی سمجھ کر خوف زدہ ہو گئے پہلے کلام الٰہی کے دبدبے سے دہشت زدہ تھے اُس پر مزید بہتات کی پھر بار بار یٰمُوْسٰی کا خطابِ تنبیہی۔ اس پہلے دوڑ پڑے اس دوڑنے کا دوسری آیت میں ذکر ہے۔ رب تعالیٰ نے قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ۔ اے موسیٰ خوف نہ کھایئے اور اُس کو پکڑ لیجئے۔ موسیٰ کی جرأت نہ ہوئی تفاسیر میں ہے کہ تین دفعہ یہ حکم ہوا تیسری دفعہ ارشاد ہوا اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ۔ پکڑ لیجئے تم کو امن رہے گی تب آپ نے ایک ہاتھ اُس کی گردن میں ڈالا اور دوسرا ہاتھ اُس کے ایک منہ میں ڈال کر پکڑ لیا پکڑتے ہی سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔ کا وَعْدَۂ ربانی پورا ہوا اور وہ پھر ایک دم اتنی ہی آپ کی کلائی جتنی موٹی سرخ لاٹھی تھی۔ یہ سانپ اوّلاً لاٹھی جتنا ہی موٹا اور اتنا ہی دس گز لمبا ہوتا۔ بعد میں فوراً مزید لمبا اور موٹا ہوتا جاتا۔ اور دُگنا ہو جاتا۔ موسیٰ علیہ السلام کے خوف کی وجہ سانپ نہیں بلکہ پہلے سے کلامِ الٰہی کا رُعب قربِ الٰہی کی ہیبت اور خوارق وعجائبات کی دہشت تھی چونکہ یہ عجیب الخلقت وعادت سانپ بھی اللہ تعالیٰ کی جانب اور حکمت و خلقت سے بنا تھا اس لیے خوف کا ظہور وجودِ سانپ میں ہوا اور بھاگ پڑے جس طرح اندھیرے بیابان کا دہشت زدہ پتہ کھڑکنے سے بھاگ پڑتا ہے سَنُعِيْدُهَا۔ کا کلامِ مشفقانہ اسی دہشت وہیبت کو دور کرنے کے لیے فرمایا گیا۔ اسی سے آپ کو تسلی واطمینان نصیب ہوا۔ سیرتِ معنوی حالت

marfat.com
Marfat.com

اور عادت ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ طریقہ اور مذہب ہے اصطلاحی معنیٰ اخلاق و عادات ہے یہاں مراد انقلاب حقیقت یعنی جیسے پہلے لکڑی کا مضبوط عصا تھا پھر ویسے ہی ہو جائے گا۔ یہاں طور پر یہ تمام مظاہرہ تین وجہ سے کرایا گیا پہلی یہ کہ یہ نبوت کا معجزہ دیا گیا۔ دوم یہ کہ یہ لاٹھی پھینکنے سے معجزاتی اثر دیا کہ سانپ بنے گا اور جب اٹھا لیا کرو گے تو پھر لاٹھی بن جایا کرے گی سوم یہ کہ اگر اس وقت یہ سب کچھ کرا کر چشم دید مظاہرہ نہ کرایا جاتا اور صرف بتا دیا جاتا کہ ایسا ایسا کرو گے تو یہ عصا ایسا ایسا ہو جائے گا تو یقینی تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جب پہلی بار فرعون کے سامنے اس کا مظاہرہ کرتے تو خود بھی ڈر جاتے۔ اس عصا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے تقریباً دس کرامتیں قوتیں پیدا ہو گئی تھیں جو پہلے نہ تھیں ۱ یہ دشمن سے حفاظت کرتا یہاں تک کہ ایک دفعہ جنگل میں ایک سانپ نے بکریوں پر حملہ کیا تو عصا نے اس کو مار مار کر ہلاک کر دیا۔ حضرت موسیٰ یہ عجیب بات دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ۲ اندھیری رات میں اس کی دونوں شاخیں روشن ہو جاتیں جس سے صرف موسیٰ علیہ السلام فائدہ حاصل کرتے ۳ اس کو پتھر پر مارتے یا زمین سے رگڑتے تو حسب ضرورت پانی نکل آتا اور ضرورت پوری ہونے کے بعد پانی بند ہو جاتا ۴ جب موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگتی تو زمین پر رگڑتے کھانے کی چیزیں نکل آتیں ۵ اگر خشک درخت پر لگاتے تو پختہ پھل پیدا ہو کر جھڑتے حضرت موسیٰ نے اس کا نام بَنَعَۃ رکھا تھا ۶ عصا ہی گز لمبا دو انچ موٹا موسیٰ علیہ السلام کی کلائی کے برابر شرعی گز ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے جب یہ اژدھا بن جاتا تھا تو بہت کچھ کھا جاتا تھا اور جب واپس عصا بنتا تو وہ اشیاء غائب ہو جاتی تھیں ۷ نہ پیشاب کرتا تھا نہ براز ۸ جب کوئی دشمن یا درندہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آتا تو عصا خود جا کر اس کو مار کر بھگا تا یا جان سے مار دیتا اس طرح کا مظاہرہ دو دفعہ مدین کے جنگل میں ہی ہوا۔ ۹ جسامت اژدھا تھا تیزی میں پتلا سانپ اسی لیے قرآن مجید میں اس کو جَآنٌّ بھی فرمایا گیا ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ بھی اور پتلے باریک سانپ کی شکل کا تھا جَآنٌّ بھی فرمایا گیا ۱۰ پتے اور پتھر کھاتا تھا حالانکہ کوئی سانپ پتے نہیں کھا سکتا اور کوئی بھی جانور پتھر نہیں کھا سکتا۔ ۱۱ کنوئیں سے پانی لینا ہوتا تو کنوئیں کی گہرائی تک لمبا ہو جاتا۔ اور اپنی دونوں شاخوں میں بقدر ضرورت پانی بھر لاتا یہ جنت سے آیا تھا ساگوان کی لکڑی کا تھا آنکھیں شعل آگ دیکھتیں اور منہ میں لمبے دانت اور داڑھیں بھی بن جاتیں۔ اور لاٹھی ہوتی تو یہ کچھ نہ ہوتا تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا۔

marfat.com
Marfat.com

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ سب سے بڑی نعمت دین میں ثابت قدمی اور پختگی و صلابت ہے ہر مسلمان کو اسی پختگی چاہیئے کہ کفار اور گمراہ اس کو اپنے ساتھ ملاتے سے ناکام اور مایوس ہو جائیں یہ فائدہ لَا یَصُدُّنَّکَ (الخ) کے ارشادِ پاک سے حاصل ہوا کہ ظاہراً تو کفار کو روکا جا رہا ہے لیکن حقیقتاً مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تمہارا کفار سے پلپلا اور نرم رویہ نہ ہونا چاہیئے کہ تم کو کبھی باتوں سے کبھی کتابوں سے گمراہ کرنے کی جرأت کر سکیں۔ پلپلے اور نرم رویے والے انسان کو میٹھی چھری سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ دوسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا صرف مقررہ دن تعین سال مخفی رکھا ہے وہ بھی صرف عوام الناس سے مگر اپنے حبیب خلق کے محبوب آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو کچھ بھی نہ چھپایا انبیاء کرام علیہم السلام کو علامتِ قیامت تک سب کچھ بتا دیں۔ اور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے امتیوں کو دن اور مہینہ تاریخ تک ظاہر فرما دی احادیث میں ہے کہ قیامت جمعہ کے دن محرم کے مہینے اور عاشورے کی تاریخ کو آئے گی صرف سال اور سنہ مخفی رکھا۔ اس میں بھی حکمتِ خاص ہے یہ فائدہ اَکَادُ اُخْفِیْهَا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ یعنی قریب تھا کہ میں چھپا لیتا مگر چھپایا نہیں ایک حدیث شریف میں ارشادِ نبوی ہے کہ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهَاتَیْنِ یعنی میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح جڑے اور متصل زمانہ میں جس طرح یہ انگلی اسی انگلی کی پڑوسی ہے اسی طرح قیامت میرے پڑوس میں اور میرے بعد ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے پورے حالات و آمد و رفت سے پوری طرح خبردار ہوتا ہے اسی طرح میں بھی قیامت کے آمد و رفت سے پوری طرح خبردار ہوں۔

تیسرا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ بڑی عظیم قدرتیں اپنے محبوب بندوں کے ہاتھوں ظاہر فرماتا ہے دیکھو عصا۔ موسیٰ علیہ السلام جس میں بہت قوتیں طاقتیں ودیعت تھیں مگر جب تک حضرت موسیٰ کا ہاتھ نہ لگا یہ قوتیں ظاہر نہ ہوئیں گویا کہ ظہورِ معجزات کے لیے عصا وہی مخصوص تھا اور ہاتھ موسیٰ علیہ السلام کا مخصوص تھا نہ دوسری لاٹھی نہ کسی دوسرے کا ہاتھ۔ یہ فائدہ مَا تِلْكَ (الخ) اور خُذْهَا وَلَا تَخَفْ اور اَنَا اخْتَرْتُكَ کے ارشادِ مقدس سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اگر اپنی قدرت کو نبی کے دستِ مبارک پر ظاہر فرمائے تو معجزہ کہلاتا ہے اور اگر ولی اللہ کے دستِ اقدس پر ظاہر فرمائے تو کرامت ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ نبی صرف انسان مرد ہوتا ہے نہ عورت جنات نہ حیوانات نہ جمادات نہ نباتات مگر ولی اللہ انسان جنات عورت مرد مذکر مؤنث حیوانات نباتات جمادات ہو سکتے ہیں جس کو رب پسند فرمائے

marfat.com
Marfat.com

یا کسی مقصد کے لیے جن لے وہی ولی اللہ ہے۔ اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ ناقہ صالح عصاء موسیٰ ستون حنانہ صفی مروہ خانہ کعبہ حجر اسود۔ مقام ابراہیم وغیرہم سب اولیاء اللہ تھے۔ لوگ سنتے سمجھتے تھے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ۔۔۔ ہست محسوس از حواس اہل دل

احکام القرآن

اِن آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ انقلاب حقیقت ممکن ہے اور انقلابِ حقیقت سے اشیاء میں شرعی حکم بدل جاتا ہے۔ نارِ نمرود کا گلزار بننا۔ عصاءِ موسیٰ کا سانپ بننا۔ فرشتوں جنوں کا بشری یا حیوانی شکل میں آنا اس طرح علم کیمیا کے ذریعہ تانبے کو سونا بنایا جائے یا کسی ولی اللہ کی کرامت سے مٹی کا ڈھیلا سونا بن جائے تو شرعی احکام بدل جائیں گے یعنی ان تمام پر وہی احکام جاری ہوں گے جس شکل میں ہوں گے اگر جن یا فرشتہ مرد کی شکل میں ہو مسلمان عورت پر اس سے پردہ فرض ہوگا۔ تانبے کا سونا بنا تو نصاب برابر بزکوٰۃ فرض ہوگی۔ یہ مسئلہ فَاذَا حَبَالُهُ کے بعد تَسْعٰی کا عاجلہ جملہ فرمانے سے مستنبط ہوا معلوم ہوا جب انقلاب حقیقت ہوا تب وہ دوڑتا بھی ہے کھاتا بھی پیتا بھی۔ اگر کوئی جن یا جادوگر یا ولی اللہ کسی جانور کی شکل میں آجائے اور اس کو اسی حیوانی حالت میں کوئی مسلمان قتل کر دے تو قصاص یا دیت یا خون بہا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ کسی بھی جانور کے قتل پر قصاص واجب نہیں ہوتا۔ اس حکم سے ناقہ صالح صرف اس لیے خارج ہے کہ وہ معلوبہ معجزہ تھا اور خاص کر ممنوعہ لیکن پھر بھی قصاص نہ لیا گیا بلکہ سب پر عذاب آیا۔ اگرچہ قاتل ایک ہی تھا۔ دوسرا مسئلہ بعض سوال ایسے ہوتے ہیں جو کسی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کے سوالات اپنی امت سے یا ممتحن اُستاد کا سوال امتحان دینے والے شاگردوں سے۔ لہٰذا ایسے سوالات سے ان پر چھننے والوں کی بے علمی ثابت نہیں کی جاسکتی۔ آقاءِ کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے سوالات جبرئیل امین سے کئے یا اپنی اُمت اور صحابہ کرام سے کئے تو اس سے آپ کی بے علمی یا ناواقفی ثابت نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ وہابیوں کا طریقہ ہے کہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار میں ایسی گستاخانہ بیہودہ باتیں نکالتے رہتے ہیں۔ یہ سب لغویات ہیں یہ مسئلہ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسٰى سے مستنبط ہوا کہ اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ہونے کے باوجود سوال فرما رہا ہے جب یہ بے علمی سے نہیں تو وہ بھی بے علمی سے نہیں۔ تیسرا مسئلہ دنیا صرف دار العمل ہے یہاں کسی نیک و بد عمل کی جزا نہیں ملتی ورنہ یہاں کی خوشیاں عیش و آرام

marfat.com
Marfat.com

مال و دولت نہ کسی نیکی کا بدلہ ہیں اور نہ یہاں کی مصیبتیں بیماریاں کسی گناہ کا بدلہ یہ سب کچھ امتحانات اور آزمائشیں ہیں۔ جزاء کا مقام اور موقعہ صرف روز قیامت ہے یہ مسئلہ لِنَجْزِیَ کُلَّ نَفْسٍ۔ کے لام تعلیلیہ سے مستنبط ہوا کہ ساعت یعنی قیامت کا انعقاد ہی جزاءِ کُلِّ نَفْسٍ کے لیے ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض تمہارے قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام محمد مصطفیٰ سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ موسیٰ علیہ السّلام سے رب تعالیٰ نے بلا واسطہ جبرئیل کلام فرمایا لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب تعالیٰ نے کبھی بلا واسطہ کلام نہ فرمایا یہ دلیل اس بات کی ہے موسیٰ علیہ السّلام تمہارے نبی علیہ السلام سے افضل ہیں (یہودی عیسائی) جواب یہ استدلال نہایت کمزور ہے کیونکہ اگر بحیثیت کلام ہی موازنہ کیا جائے تب بھی نبی کریم آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات وجوہ سے افضل ثابت ہوتے ہیں ۱ موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوا وادی طُویٰ میں طور پر لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمایا گیا۔ لامکان پر ۲ موسیٰ علیہ السّلام سے صرف خصوصی ہی کلام بلا واسطہ ہوا لیکن دیگر فانوسی کلام بذریعہ وحی جبرئیل ہی ہوتے رہے۔ اسی طرح نبی کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صرف قرآن مجید کے نزول کا کلام آیات و احکام بذریعہ جبرئیل امین ہوئے۔ بہت سے کلام بلا واسطہ جبرئیل ہوئے۔ مثلاً حدیث قدسی والے کلام زمین پر ہوتے رہے اور شرف ملاقات کا کلام عرش و لامکان پر ہوا۔ ۳ موسیٰ علیہ السلام سے طور پر جو کلام ہوا وہ سب کو بتا دیا گیا۔ لیکن نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کلام ہوا وہ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی کہہ کر چھپا لیا گیا ۴ موسیٰ علیہ السّلام کے کلام میں جمال بھی تھا کہ اِنِّیْۤ اَنَا اَخْتُرْتُكَ اور جلال بھی تھا کہ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اور فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی۔ لیکن کلام لامکان میں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمال و رحمت ہی رحمت تھا ۵ موسیٰ علیہ السّلام سے صرف کلام تھا دیدار نہ کرایا مگر آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام بھی تھا دیدار بھی تھا ۶ موسیٰ علیہ السّلام سے جب کلام ہوا تو اُن کی توجہ عصا کی طرف کرائی گئی کہ اس کو دیکھو لیکن نبی کریم سے عرش پر جب کلام ہوا تو ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی کا اعلان کرایا گیا۔ کہ اے محبوب تم مجھ کو دیکھو ۷ موسیٰ علیہ السلام سے جب کلام ہوا موسیٰ بار بار فرمایا گیا لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام لامکان ہوا تو ایسی فرمایا گیا۔ اب بتاؤ کس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا اعتراض ہم کیا وجہ کہ موسیٰ علیہ السّلام صاحب کتاب نبی رسول مرسل ہوتے کے باوجود سانپ سے ڈر گئے لیکن ابراہیم علیہ السّلام آگ سے نہ ڈرے اور اسماعیل علیہ السلام چھری سے نہ ڈرے حالانکہ یہاں کوئی اندیشہ نہ تھا مگر نار اور چھری سے

marfat.com
Marfat.com

ہلاکت کا اندیشہ یقینی تھا۔ جواب۔ اس کا جواب ہم نے تفسیر میں عرض کر دیا کہ یہ ڈر اصلاً سانپ سے نہ تھا بلکہ قربِ حضوری کا رعب و ہیبت تھی جس کا ظہور سانپ پر ہوا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ سانپ کا بننا اللہ کی طرف سے تھا اس لیے مزید دہشت ہوئی اور چونکہ عجیب الخلقت و عجیب الفطرت تھا اس لیے اس کو قہرِ الٰہی بھی سمجھے۔ اگر کسی جادو وغیرہ یا کافر کی طرف سے ہوتا تو نہ ڈرتے لیکن نارِ ابراہیم نمرود کافر کی طرف سے تھی اس لیے وہ نہ ڈرے اور اسماعیل علیہ السلام کو خواب سنائی گئی اس لیے اُن کی چھری بھی سب تعالیٰ کی طرف سے تھی لہٰذا وہ بھی نہ ڈرے۔ نیز ابراہیم و اسماعیل کا امتحان تھا موسیٰ علیہ السلام کا امتحان نہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نارِ نمرود کی حقیقت کو جانتے تھے موسیٰ علیہ السلام سانپ کی حقیقت و وجہ کو نہ جانتے تھے سمجھے شاید یہ بھی آدم علیہ السلام کے سانپ کی طرح ہے جس نے اُن کو جنت سے نکال دیا تھا۔ میں اس سے بھاگوں کہیں مجھ پر بھی کوئی عتاب نہ آجائے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَاِذَا حَیَّۃٌ تَسْعٰی دوسری آیت میں فرمایا گیا ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ تیسری آیت میں فرمایا گیا کَاَنَّھَا جَآنٌّ۔ لفظ حَیَّۃٌ اسم جنس ہے جو مذکر مؤنث۔ چھوٹے، بڑے موٹے۔ پتلے، سب پر بولا جا سکتا ہے۔ اس سے حقیقت کی کچھ وضاحت نہیں ہوتی۔ لیکن ثُعْبَانٌ مبین کا معنی بہت بڑا اژدھا سانپ اور جَآنٌّ کا معنی بہت باریک سانپ اس تضاد کا حل کیا ہے جو ثعبان ہو وہ جان نہیں ہو سکتا اسی طرح اس کا اُلٹ۔ جواب ہر جاندار چیز میں تین چیزیں ہوتی ہیں ۱ جنس ۲ ذات ۳ صفت۔ تو یہاں تین آیتوں میں ان تینوں چیزوں کی وضاحت کی گئی۔ یعنی وہ عصا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر ڈالا تو جنساً سانپ بن گیا ذاتاً و حقیقتاً اژدہا بن گیا مگر صفتاً تیز رفتاری میں وہ باریک پتلے سانپ کی مثل تھا اژدہا تیز نہیں دوڑ سکتا۔ اسی لیے حَیَّۃٌ اور ثُعْبَانٌ میں حرفِ تشبیہ نہ فرمایا گیا مگر جَآنٌّ کہنے میں گاہے فرمایا گیا کہ وہ ذاتاً جان نہ تھا صرف صفتِ دوڑ میں مثل جان یعنی گویا کہ جان (پتلا سانپ) تھا۔

تفسیر صوفیانہ اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ جس طرح جسم انسانی پر انقلاب آتے ہیں کہ کبھی حمل کبھی پیدا کبھی نابالغ کبھی نوجوان کبھی بوڑھا کبھی شیخ فانی کبھی ضعیف۔ اس طرح اے روح تیرے علاقۂ عنصر ناسوتی پر بھی انقلاب آتے رہتے ہیں کہ کبھی بے عقلی کبھی بے علمی کبھی ظالمیت۔ کبھی غوثیت کبھی مظلومیت کبھی نمرودیت کبھی فرعونیت کبھی سلب کا اندھیرا کبھی ایجاب کا اجالا جب فرعونیت عروج پر پہنچ جاتی ہے تو انقلابِ عظیم کے لیے موسیٰ جلال کو منتخب کر لیا جاتا ہے اور پھر اُس ساعتِ انقلاب یا طی کر چکا یا نہیں جانتا۔ تاکہ جو حقداری کو اُس کا پورا حق بہ شکلِ بدلہ

marfat.com
Marfat.com

دیا جائے اور فرعونی معاشرے کا ظالمانہ بے عدلانا نظام غرق و تباہ کر دیا جائے اَکَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی روحِ ساعت کو مخفی رکھا اور بدنِ ساعت کو آشکارا کیا تاکہ خوف و اُمید رطب و یابس سکون و دہشت کی دونوں کیفیات باقی رہیں یہ انقلابِ عظیم فکر و ذکر مکاشفہ مراقبہ صلوٰۃ و سجود کے نظامِ سرمدی اور عصاءِ شریعت سے قائم ہوگا۔ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا ۔ اے موسیٰ جلال کہیں ایسا نہ ہو کہ منکر ساعتہ انقلابِ بدنی تجھ کو اعمالِ صالحہ کے انقلاب لانے سے روک نہ دے وَاتَّبَعَ هَوَاهُ۔ فَتَرْدٰی انقلابِ جسمانی کے منکر وہی حواسِ خبیثہ جنہوں نے نفسِ اَمارہ کی پیروی کی تو ایسے مردودِ دربارِ گاہ کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دینا ورنہ تیرا ثمار منصوبۂ نورانیہ ختم ہو جائے گا۔ مفاد پرست لوگ ہمیشہ دینِ حق کے راہ میں سنگِ گراں بن جاتے ہیں مگر عصاءِ شریعت ان سب چٹانوں کو دھن تہری سے نگل جاتا ہے وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی اے جلالِ کبریائی کے موسیٰ تو غور فرما کہ کتنی عظیم چیز ہے تیرے دستِ مبارک کے قبضۂ تصرف میں قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی موسیٰ جلال کی روحِ عرفانی نے صوتِ سرمدی کی ندائے غیبی سے عرض کیا کہ یہ میری شریعت ہے اسی پر میری دنیا دین کا بھروسہ ہے یہ ہی سہارا ہے سفرِ زندگی میں قوم کے دیوثوں کو اسی سے تازہ ڈر کی خوراک آزروؤں کی غذا اور اعمال و افکار کے پتے مہیا کرتا ہوں۔ بلکہ یہ شریعت تو میری تمام ضروریاتِ دین و دنیا کے لیے کافی و وافی ہے۔ قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی ندائے غیبی سے ارشاد ہوتا ہے اے روحِ جلال اِس شریعتِ الٰہیہ کو علاقۂ قلب و عقل کی وادی طویٰ میں نا نذکر دے۔ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی شریعتِ الٰہیہ اہلِ ایمان کے لیے اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا کا سہارا کبریٰ ہے اور اہلِ شر کے لیے حَیَّةٌ تَسْعٰی ہے۔ اس کے احکام اہلِ معرفت کے لیے اَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ کی قوت بخش غذائیں ہیں لیکن اہلِ فتنہ کے لیے اژدہا ہے غلبۂ اثرات تیز رفتار سانپ ہے جو آناً فاناً سارے عالم کو اپنے لپیٹ میں لیتا ہے پھر اس کے اثرات کو روکنا اپنے بس کی بات نہیں رہتی۔ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ندائے ربّی نے باطنِ قلبی سے آواز فرمائی اے روحِ جلال اس کی تیزی سے نہ ڈر اُس کو قوتِ یَدُ اللّٰہی سے اعمال کے قبضے میں کر لے ہم اس کو پھر تیرے لیے سہارا بنا دیں گے یہ صرف اہلِ شر و فساد کے لیے اژدہا تہر ہے۔ اہلِ عرفان کے لیے سہارا و ابدیہ ہے ؎

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے — لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

marfat.com
Marfat.com

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ

اور لگالو اپنے دستِ راست کو اپنی بغل کی طرف تو نکلے گا وہ چمکیلا سفید

اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سفید نکلے گا

مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ

بغیر سفید بیماری کے دوسرا معجزہ بن کر ۔ تاکہ دکھائیں ہم تم کو کچھ

بے کسی مرض کے ایک اور نشانی ۔ کہ ہم تجھے اپنی بڑی

اٰيٰتِنَا الْكُبْرَى ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ

اپنی بڑی نشانیاں ۔ اب تم جاؤ فرعون کی طرف اس لیے کہ وہ

بڑی نشانیاں دکھائیں ۔ فرعون کے پاس جا اُس نے

طَغٰى ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَ

سرکش ہوگیا ہے ۔ عرض کی اے میرے رب کشادہ فرما میرے لیے میرے سینے کو اور

سر اُٹھایا ۔ عرض کی اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھولدے ۔ اور

يَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ

آسانی فرما میرے لیے میری تمام تبلیغ ہمہ اور ختم فرمادے تو لکنت کو

میرے بیے میرا کام آسان کر ۔ اور میری زبان کی گرہ

لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ

میری زبان سے تاکہ سمجھ سکیں وہ فرعونی لوگ میری گفتگو کو اور بنا دے تو میرے لیے

کھولدے ۔ کہ میری بات سمجھیں اور میرے لیے میرے

marfat.com
Marfat.com

وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾

ایک وزیر میرے ہی رشتے داروں میں سے۔ ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔

گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے۔ وہ کون میرا بھائی ہے۔

اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾

پس ڈھارس دے تو اس کے ذریعے میری پیٹھ کو

اس سے میری کمر مضبوط کر

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق موسیٰ علیہ السلام کو اولاً دربارِ فرعونی میں اعلانِ نبوت کرنے کے لیے دو معجزے عطا فرمائے گئے تھے۔ پچھلی آیت میں ایک معجزے عصا کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں دوسرے معجزے یدِ بیضا کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی اس حاضری کا ذکر ہوا جو دربارِ الٰہیہ میں تھی۔ اب ان آیت میں حضرت موسیٰ کو دربارِ فرعونی میں بھیجنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ان چیزوں کا ذکر ہوا جو رب تعالیٰ نے خود موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائیں اب ان آیت میں اُن چیزوں کا ذکر ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے خود رب تعالیٰ سے طلب کیں۔

تفسیر نحوی وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرَى اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ۔ واؤ سر جملہ (ابتدائیہ) اُضْمُمْ باب نصر کا فعل امر حاضر معروف مذکر اس کا مصدری مادہ انضمام ہے ضَمٌّ۔ ہفتقسام میں سے مضاعف ثلاثی ہے بمعنی ملانا۔ جوڑنا لگانا مراد یہاں ایک پیش کو ضمہ اسی معنی میں کہا گیا ہے کہ زبر کا ایک حصہ کنارہ ٹیڑھا ہو کر دوسرے سے ملا ہوتا ہے۔ یعنی شکل کے اعتبار سے پیش ضمہ کہا گیا اور مقامی اعتبار سے رفع کہا گیا۔ اَنْتَ پر شیدہ اس کا فاعل مرجع حضرت موسیٰ یَدَكَ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِلٰی حرف انتہاء غایت کے لیے جَنَاح اسم مفرد جامد ہے۔ جَنَحٌ سے صیغہ صفت بروزن فعال سے بنا کر ایک ضو کا نام صفاتی رکھ دیا گیا اس لیے جامد ہو گیا جَنَحٌ کے معنی ہے قوت طاقت۔ روحانی طاقت کے بے

marfat.com
Marfat.com

جناح جیم کے زیر سے کہا جاتا ہے اور نفسانی طاقت کے لیے جُناح جیم کے رفع سے ہے اسی لیے گناہ کو جناح کہا جاتا ہے کہ نفسانی طاقت بندے کو شیطان کی طرف جھکا دیتی ہے۔ اور جسمانی قوت کے لیے جناح (جیم کے زبر سے) اور چونکہ جسم میں سب سے زیادہ قوت والا عضو ہاتھ اور بازو ہے۔ اور پرندے کے اڑانے والے پر ہیں اس لیے ان کو جناح کہا جاتا ہے۔ اس کا تثنیہ ہے جناحین اور جمع مکسر اجنحہ یہاں واحد ہی مراد ہے ترجمہ بازو۔ بغل اور پہلو۔ کَ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے وَاضْمُمْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حکمی معنوی شرط تَخْرُجْ باب نَصَرَ کا مضارع مجزوم واحد مؤنث غائب۔ چونکہ جواب امر یعنی جزاء شرط ہے اس لیے مجزوم ہی پڑھیں گے ضمیر اس کا فاعل مرجع یَدُکَ ہے اس مذکر کے لیے صیغہ مؤنث آیا کیونکہ غیر ذوی العقول ہے جمع پر شبیہ ذوالحال بَیْضَاءَ اسم صفت واحد مؤنث اس کا مذکر ابیض ہے۔ بروزن فَعْلَا رقبہ۔ بیضاء میں آخری ہمزہ دراصل تاء تانیث تھی (بیضاۃ) تخفیف کے لیے ہمزہ بنائی گئی۔ مِنْ جارّہ زائدہ غَیْرِ اسم مفرد صفتی جامد ہے یہ قرآن مجید میں تقریباً ایک سو تیرہ جگہ آیا ہے اور چار معنی میں استعمال ہوا ہے ۱ صرف نفی کے لیے یہاں اسی معنی میں ہے ۲ اِلَّا کی طرح صرف استثنا کے لیے ۳ صفاتی و شکلی تبدیلی کے لیے ۴ حقیقی تبدیلی کے لیے (بمعنی خلاف) مضاف ہے سُوْءٍ اسم مفرد نکرہ جامد بمعنی برائی مراد ہے بیماری۔ سُوْءٌ مصدر سے بنا کر حاصل مصدر جامد کیا گیا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے برا ہونا۔ لفظ سُوْءٌ تمام مختلف بری چیزوں کا صفاتی نام ہے قرآن مجید میں یہ تقریباً بیالیس جگہ مختلف گیارہ معنی کے لیے ارشاد ہوا ہے ۱ جاہلی یہاں اسی معنی میں ہے ۲ بمعنی سخت شدید ۳ ایذا رسانی کے لیے ۴ بدکاری ۵ گناہ و کفر کے معنی میں ہیں ۶ بمعنی فحش کلامی گالی گلوچ (وغیرہ) ۷ برے نقصان دہ کام کے لیے ۸ فعل زم ہیں کے معنی میں ۹ بمعنی تباہی بربادی ۱۰ بمعنی شکست ۱۱ بمعنی اُخروی عذاب۔ یہ مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے بَیْضَاءَ کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے پوشیدہ ضمیر فاعل کا دونوں حال ذوالحال مل کر ممیز ہوا آیۃ اُخریٰ مرکب توصیفی تمیز ہے اس نے یَدُکَ سے ابہام نفسی باطنی کو دور کیا۔ تَخْرُجْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جواب امر ہوا (معنوی جزا) لام تعلیلیہ کے ناصبہ نُرِیَکَ مضارع منصوب جمع متکلم فاعل نحن پوشیدہ کَ ضمیر با رز مفعول بہ۔ مِنْ حرف جر بعضیت کا۔ اٰیٰتِنَا مرکب اضافی مراد ہے قدرتِ الٰہیہ کی نشانیاں اور نبوت کے معجزات الْکُبْرٰی اسم تفضیل مؤنث اس کا مذکر اکبر ہے یہ صفت ہے اٰیٰتِنَا موصوف کی دونوں مل کر مجرور متعلق

marfat.com
Marfat.com

ہے بُرَی سے فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہوئی دَ اُمتمّم کی اُمتمم فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ اِذْهَبْ۔ باب فتح کا امر حاضر معروف واحد مذکر ذَهْبٌ سے مشتق ہے بمعنی جانا۔ اِلٰی حرفِ جر اپنے انتہائیہ معنی میں فرعون۔ اسم مفرد عجمی مصری وغیر منصرف ہے کیونکہ عجمی اور علم ہے لقب ہوا کرتا تھا اُس زمانے میں مصری بادشاہوں کا قرآن مجید میں صرف ایک اسی فرعون کا ذکر آتا ہے یہ لقب ہے مگر قائم مقام عَلَم ذاتی ہو گیا۔ اس کا نام رعمیس تھا اس کا پورا تفصیلی بیان تفسیر عالمانہ میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ لفظ فَارَاعْوَہٗ سے بدل کر فرعون ہوا ہے۔ فَارَا کا معنی شاہی محل اور عَوہ کا معنی بلند مقام آخری کو۔ ن سَتامہ زائدہ سے بدل کر لقب شاہی بنا دیا مراد ہے شاہی محل میں رہنے والا یہ جار مجرور متعلق ہے اِذْهَبْ کا اِنَّ حرف مشبہ اس کا اسم منصوب طَغٰی۔ باب ضرب کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب طَغٰیٌ سے بنا ہے بمعنی سرکش نافرمان مغرور ہونا۔ حد سے آگے بڑھنا۔ سیلاب کو طغیانی اسی معنی میں کہتے ہیں ہُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے جس کا مرجع فرعون ہے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر علت غائی ہے اِذْهَبْ کی سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا قَالَ۔ فعل ماضی فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا قال کے فاعل ہُوَ پوشیدہ کا مرجع حضرت موسیٰ ہیں رَبِّ۔ دراصل رَبِّی تھا یہاں حرفِ ندا معنًا پوشیدہ ہے ترجمہ ہے اے میرے رب اِشْرَحْ باب فتح کا امر حاضر واحد مذکر خطاب مولیٰ تعالیٰ سے ہے شَرْحٌ سے مشتق ہے بمعنی کشادہ کرنا وسیع کرنا متعدی ہے لامِ جارّہ نفع کا یاءِ متکلم مضاف الیہ یہ جار مجرور متعلق ہے اِشْرَحْ کا صدر اسم مفرد جامد حاصل مصدر۔ اس کا جمع مکسر ہے صُدُوْر صدر یعنی سینہ جو خزانۂ قدرت کا عظیم الشان مخزن ہے اس کی پوری تفصیل تفسیر عالمانہ میں بیان ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ مشتق ہے لغوی ترجمے صادر ہونا پھٹکر نکلنا اسی سے ہے مصدر کیونکہ مشتقات اسی سے بن کر نکلتے ہیں۔ یاءِ متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِشْرَحْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ یَسِّرْ۔ باب تفعیل کا امر واحد مذکر اس کا مصدر ہے تَیْسِیْرٌ یُسْرٌ سے بنا ہے بمعنی آسان کرنا۔ یُسْرٌ لازم ہے بمعنی آسان ہونا تفعیل میں آکر متعدی ہوا۔ یَ جار مجرور متعلق اَمْرِیْ مرکب اضافی اس کا مفعول یہ ترجمہ ہے میرے تبلیغی کام جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر پھر آگے معطوف علیہ۔ یہ عطف معطوف آیت ۲۵ سے ۳۲ پھر ۳۵ تک ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ۔

marfat.com
Marfat.com

واو عاطفہ اُحْلُلْ۔ بابِ نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر محل مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے یعنی درست کرنا۔ کھولنا اسی سے ہے حلال حرام کا مقابل کیونکہ وہ بھی درست ہو جاتی ہے۔ اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے عُقْدَۃٌ۔ اسم صفت مشبہ بروزنِ فُعْلَۃٌ جَلْسَۃٌ وغیرہ عَقَدٌ سے مشتق ہے یعنی گرہ ڈالنا کسی معاملے کو معقد کرنا یہاں جامد ہے یعنی گرہ دگانظم مراد ہے لکنت زبان کی مفعول بہ ہے مِنْ جارہ بیانیہ بمعنی سے لِسَان اسم مفرد جامد اس کی جمع مکسر ہے اَلْسِنَۃٌ۔ مراد ہے جسمانی زبان اور اس کی گفتگو۔ یَ ضمیر متکلم مضاف الیہ یہ مرکب مجرور متعلق ہے۔ یَفْقَہُوْا۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب بحالت جزم ہے امر کا جواب ہونے کی وجہ سے فَقْہٌ سے مشتق ہے اصل یَفْقَہُوْنَ تھا یہ آخری الف نون کی جگہ بھرنے کے لیے لگایا جاتا ہے ھُمْ ضمیر پوشیدہ فاعل ہے مرجع فرعونی لوگ ہیں قَوْلِیْ مرکب اضافی ترجمہ ہے میری بات میرا کلام مفعول بہ ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت غائی جواب امر ہوئی اُحْلُلْ کی وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اِجْعَلْ بابِ فَتَحَ کا امر حاضر معروف اِشْرَحْ فعل اَمر سے آیت ۲۵ کے اُشْرَحْ تک تمام فعل امر کا فاعل خطابی اَنْتَ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ دربِّ اہے لِی جار مجرور متعلق ہے وَزِیْرًا۔ اسم صفت مشبہ بابِ کَرُمَ سے ہے وزر سے مشتق ہے بمعنی بوجھ اُٹھانا اگر جامد ہو تو بمعنی بوجھ وزیر کا ترجمہ ہے بوجھ اٹھانے والے مراد ہے حکومت سلطنت اور شاہی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والا۔ مُبْدَل منہ ہے۔ ھٰرُوْنَ اسم غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے۔ بحالت نصب ہے کیونکہ یہ بَدَلُ الْکُل ہے وزیرًا کا ایک قول میں یہ بَدَلُ ہے مِنْ اَھْلِی کاتب یہ مجرور ہے اَخِیْ مرکب اضافی ترجمہ ہے میرا بھائی یہ عطف بیان ہے ھٰرُوْنَ کا اگرچہ یہ لفظ ھٰرُوْن سے زیادہ مشہور نہیں اور عطف بیان کی نحوی شرط نہیں لیکن چونکہ یہ عرض و معروض رب تعالیٰ سے ہے اس لیے یہاں اس شرط کی ضرورت نہیں بعض نے اس کو بدل بنایا ہے مگر یہ اس لیے غلط ہے کہ یہ اصل مقصود نہیں یہ تو صرف وضاحتی تعارف کے لیے ہے جب کہ بدل اصل مقصود ہوتا ہے۔ ھٰرُوْن اپنے عطف بیان سے مل کر بدل ہوا۔ وزیرًا اپنے بدل سے مل کر مفعول بہ ہوا مِنْ حرف جر تبعیضیہ اَھْلِ اسم مفرد لفظًا واحد اور معنًا جمع مراد ہیں تمام رشتے دار یہ مرکب اضافی مجرور متعلق دوم ہے اِجْعَلْ کا اُشْدُدْ۔ بابِ نَصَرَ کا امر حاضر واحد مذکر حاضر آنت فاعل شدّ سے مشتق ہے بمعنی سخت کرنا مضبوط کرنا یہ متعدی ہے بِہٖ سببیہ ہٗ ضمیر کا مرجع وزیرًا ہے اَزْرِیْ۔ اسم مفرد جامد مضاف یعنی ازر کی ہڈی یہاں مراد ہے پوری پشت

marfat.com
Marfat.com

خیال رہے کہ ریڑھ کے جس طرح پشت سے تعلق ہیں اس ہی اعتبار سے عربی میں اُس کے صفاتی نام ہیں ۱ نیچے کا حصہ (کمر) مَفْلَۃٌ ۲ ڈھانچہ (پنجر ھڈی) جاذٌ ۳ کمر سے اوپر کا حصہ (بیٹھ) ظہر ۴ جوان صحت مند صُلبٌ ۵ صرف ریڑھ کی ہڈی سِنَاءٌ ۶ مع پسلیوں کے فَقَارَۃٌ ۷ استعمال کی جانوں پوری پشت اَزرٌ۔ یہ مرکب اضافی مفعول ہے اُشدُد فعل اپنے پوشیدہ فاعل حاضر مذکر اور متعلق مفعول ہم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت یا سبب ہوا جُملہ کا۔ وہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا ماقبل فعل اَمر اَشرِکْہُ پر۔ ابھی عطف آگے تک ہے اس لیے جملہ مکمل نہیں ہوا۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ

تفسیر عالمانہ

لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ قَالَ رَبِّ

اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

دوسرا معجزہ یہ دیا جاتا ہے کہ اپنے اسی دستِ یمین کو اپنی دوسری یعنی بیسار (بائیں) بازو کے نیچے بغل کے ساتھ چھپا لو اور پھر تین ساعت تین منٹ بقدر تین بار سُبْحَانَ اللہ کہنے کے بغل کے اندر رکھ کر پھر نکالو تو وہ بہت زیادہ چمک دار شعاعیں بکھیرتا ہوا نکلے گا۔ یہ چمک کسی بیماری وغیرہ کی سفیدی جیسی نہ ہوگی۔ بلکہ تیز شعاعوں جیسی ہوگی یہ اللہ کی طرف سے دوسری ثانی قدرت معجزۂ نبوت ہوگا یہ دونوں معجزے تو وہ ہیں جو تم نے منکرین و کافرین کو دکھانے ہیں۔ لیکن ہم نے یہ معجزے اور وادی طور کا کلام اس لیے سنایا ہے تاکہ ہم اے موسیٰ کلیم تم کو اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو بہت ہی بڑی ہیں جو بعد میں تم کو معجزہ بنا کر دی جائیں گی اور تم کو یہ معجزات قوت طاقت اختیار اس لیے دیا جا رہا ہے کہ جاؤ مردود و مغرور مقہور و مغرور فرعون کی طرف بے شک وہ حد سے باہر سرکش و ظالم ہو چکا ہے بیضاء کا معنی مورخ کی طرح خوب صورت سفید شعاعیں مارتا غیر سُوء نہ بیماری نہ برص نہ کوڑھ نہ درد نہ تکلیف نہ جلن طریقہ و انجام یہ تھا کہ آپ گریبان کے راستے بائیں بغل میں دایاں ہاتھ لے جاتے تھے نہ کہ نیچے دامن کے راستے سے۔ ید بیضا کا معجزہ اس لیے دیا کہ عصا میں جادوگری کی تہمت لگ سکتی تھی اور لگائی گئی مگر ید بیضا جادو سے نہ بنایا جا سکتا تھا اور مقابلے میں ایسا ہی ہوا کہ جادوگروں نے سانپ تو بنا دیئے مگر ید بیضا کوئی نہ بنا سکا۔ بعض نے کہا کہ ید بیضا عصا سے بڑا معجزہ ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ید بیضا میں ایک جگہ صرف رنگ بدلا لیکن عصا

marfat.com
Marfat.com

میں پانچ تبدیلیاں ۱ خلقت ۲ صفت ۳ رنگ ۴ عادت اور ۵ کلیۃً تبدیلی ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دشوار گزار کٹھن مشکل تبلیغ کا اندازہ و احساس کرتے ہوئے اپنی ذاتی جسمانی قوت و حوصلے کے لیے بارگاہ قدس میں درخواست عرض کی کہ اے مولیٰ تو نے اپنے ذاتی کرم سے مجھ کو یہ دو معجزے عطا فرمائے لیکن اے رب کریم تو میرے وجود جسمانی قلب روحانی قوت بیانی کو بھی اپنی قدرتوں سے نواز دے اور مجھ کو چھ نعمتیں عطا فرما۔ پہلی یہ کہ میرے سینے کو کھول دے کشادہ فرما۔ اور اپنے نور جلال کی ہمت و جرأت و رعب عطا فرما کہ سینے میں قلب، قلب میں سکون، سکون میں اطمینان۔ اطمینان میں کشادگی کشادگی میں وسعت وسعت میں تبلیغ۔ تبلیغ میں قوت افہام اور ادائے حق میں ایسی جرأت قبولیت و طریقہ ادا عطا فرما کر اگر مشکلات و مصائب کے پہاڑ بھی آجائیں راہ عمل میں خار دار وادیاں جھاڑیاں بھی ہوں خوف و دہشت کے بادل گرجیں آلام کی بجلیاں کڑکیں۔ تب بھی طبیعت میں تنگی جگر میں خوف ہمت میں بار عقل میں ہار نہ محسوس کروں۔ انشراح صدر کی ایسی دولت عطا فرما کہ رکاوٹ مجھے روک نہ سکے محققین فرماتے ہیں کہ انشراح صدر سے سات نعمتیں حاصل ہوتی ہیں ۱ ارتقاء روحانی ۲ فصاحت لسانی ۳ جرأت ایمانی ۴ استقلال اعمالی۔ ۵ عبادت جسمانی ۶ تزکیۂ روحانی۔ ۷ تجلیات نورانی۔ قرآن مجید میں دس چیزوں کو نور فرمایا گیا ۱ اللہ تعالیٰ کو۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۲ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ۳ قرآن مجید کو وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۴ ایمان کو يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ ۵ اللہ تعالیٰ کے عدل کو وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ۶ چاند کو وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا ۷ دن کو وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۸ بینات کو فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۹ انبیاء علیہم السلام کو نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ۱۰ صفات باری تعالیٰ کو مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (تفسیر کبیر) شرح صدر کی پانچ علامتیں ۱ نہ غصہ آئے نہ اضطراب پیدا ہو ۲ قلبی وسعت ہو ۳ دار الغرور سے دور دار الخلوت ہے قریب ہو ۴ نزول موت سے پہلے اس کی تیاری ہوتی ہے ۵ شرح صدر روحانی نور ہے اور شمس آسمانی جسمانی نور ہے نور آفتاب کو آٹھ طرح کمزوری ہے ۱ بادل سے ختم ۲ گرھن سے ختم ۳ رات میں ختم ۴ قیامت میں ختم ۵ سورج نکلتا ہے ۶ سورج کے فائدے صرف زمین پر ۷ سورج آسمان پر مگر اس کی زینت صرف زمین میں ۸ صرف اجسام کو چمکاتا ہے مگر شرح صدر کا نور سینے

marfat.com
Marfat.com

ہیں اس کا نور ساری کائنات میں موسیٰ علیہ السلام کو شرح صدر کی نعمت طور کی دعا سے ملی مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نعمت معراج کی لقا سے ملی۔ بعض نے کہا یہ دعا سات دن بعد مانگی مگر صحیح یہ ہے کہ وہیں اسی رات وادی طوی مقدس میں مانگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے شرح صدر کی دعا انگیخت وجوہ سے مانگی پہلی وجہ کیونکہ سینے میں دل بکلی ہے اور دل میں نعمتوں کے نوخانے ہیں ۱ حیات ۲ شفا ۳ طہارت ۴ ہدایت ۵ کتابت ۶ سکینہ ۷ محبت ۸ زینت ۹ اطمینان یہ نعمتیں شرح صدر کے نور سے پیدا ہوتی ہیں اگر یہ نہ ہو تو بندہ کفر و کفران کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کے ان نو قلبی خانوں میں نو ظلمتیں پیدا ہوتی ہیں ۱ کھوٹ ۲ انحراف ۳ ٹیڑھ ۴ مرض ۵ فساد ۶ مُہر (خَتَمَ اللّٰہ) ۷ پردہ جس ۸ غلاف ۹ قفل۔ دوسری وجہ طور پر زوار ازلیہ کی دہشت سے آنکھیں خیرہ اور متحیر ہوئیں تب عرض کیا رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ سوم طور پر حکم ملا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ نماز عبادت ہے اور دعا مخ عبادت ہے اس لیے ابتداءِ عبادت وہیں پر دعا سے عرض کی چہارم عصمت نبوت کا انعام ہے اور اس کی کثرت شرح صدر ہے۔ پنجم یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو رب نے تین کاموں کیلئے چنا ۱ کلیمی کے لیے ۲ فرعون کی ہلاکت کے لیے ۳ اپنی پہلی کتاب اور دین کے لیے اور ان کے لیے شرح صدر کی کثرت ضروری ششم اس لیے کہ حضرت موسیٰ کو بشارت اَنَا اخْتَرْتُکَ ملی اس کے شکریئے میں عرض کیا رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ہفتم اس لیے کہ قلبِ موسیٰ سے خوفِ دنیا دور کیا گیا ہشتم اس لیے کہ مغفرت کا انعام ملا نہم اس لیے کہ جب فرمایا گیا اصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ تب عرض کیا ۱ داعیِ حقِ خدمت کے لیے میرا سینہ کھول دے دہم اس لیے کہ جب قربِ الٰہی کا مژدہ سنایا گیا تب یہ عرض کیا یازدہم اس لیے کہ جب ذَہَبْ کا حکم ملا تب عرض کیا۔ بارھویں وجہ یہ کہ طمعِ دنیوی سے منہ پھیرنے اور طمعِ خروی کے حصول کثیر کے لیے یہ دعا مانگی۔ تیرھویں وجہ۔ معرفت کی روشنی شرح صدر کے در سے ہے تو یہ دعا مانگی چودھویں وجہ۔ عقل کی نظر کمزور ہے اشیا کی حقیقت نہیں دیکھ سکتی سی حقیقت کا جان لینا علم غیب ہے اس کے لیے دعا مانگی اور شرح صدر کی یہ ضیا طلب کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک دعا منقول ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ پندرھویں وجہ قلب میں انوارِ الٰہیہ شرح صدر سے آتے ہیں۔ شرح صدر مقدمۂ ورودِ انوار ہے اور فہم سماعت کی قوت کا مرکز ہے فَاسْمَعْ لِمَا یُوْحٰی سے مقدمۂ سماعت مل گیا تھا اس لیے مقدمۂ دوم ورودِ انوار کی دعا کی۔ سولھویں وجہ دعا کی دو صفتیں بتاتی ہیں کہ قربِ بندہ رب کا چاہئے

marfat.com
Marfat.com

پھر رب تعالیٰ بندے کا ہو جائے۔ اِنِّیْ اٰنَسْتُ اللہ سن کر دوسری صفت کی بشارت مل گئی تب پہلی صفتِ بندگی کے لیے دعا کی ستارہویں وجہ یہ کہ بندے کی پہلی خوش بختی یہ ہے کہ رب اُس کے قریب ہو دوم یہ ہے کہ بندے کو قریب کیا جائے قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا (مریم آیت ۵۲) کی خوش بختی حاصل ہوگی تب عرض کیا کہ مولیٰ تو بھی میرے قریب ہو جا۔ جس کے لیے سینے کی کشادگی ضروری قَرَّبْنٰهُ کا مقصد پورا کیا کہ مولیٰ میں مناجات میں مشغول ہوں اور میری مناجات یہ ہے کہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ کشادہ سینوں میں ہی نزولِ اجلال ہوتا ہے۔ اٹھارہویں وجہ یہ کہ معرفت ہی نبوت کا اعلیٰ نشان ہے اس کو مکمل کرنے کے لیے یہ دعا مانگی۔ انیسویں وجہ یہ کہ شمس معرفت انبیاء کے وسیلے سے اولیا کے سینوں پر طلوع ہوتا ہے اس لیے شمس معرفت کے طلوعِ دائمی کے لیے یہ دعا مانگی بیسویں وجہ یہ کہ جہاں چراغِ دینوی جلتا ہو وہاں چور نہیں آسکتا اور جہاں شمس معرفت کا سورج طلوع ہو وہاں شیطن نہیں آسکتا اس لیے ابلیس لعین کو دور کرنے کے لیے یہ دعا مانگی۔ اکیسویں وجہ شرح صدر سے ہی نورِ نبوت کا ظہور اور خزانہ علوم کا ورود ہوتا ہے اس لیے یہ دعا مانگی۔ بائیسویں وجہ یہ کہ شرح صدر سے تقوے کی دولت ملتی ہے تقوے کی تین اقسام ۱ قلبی تقویٰ محبت و تعظیم کا ۲ عقلی تقویٰ خوف و خشیت کا ۳ جسمی تقویٰ عتاب سے بچنے کا یہ سینے کے خزانے ہیں اس لیے کشادگی ضروری لہٰذا عرض کی رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ تیئسویں وجہ یہ کہ قربِ تجلیات کی ہدایت کے لیے ہدایت کے لیے یہ دعا مانگی چوبیسویں وجہ یہ کہ کتابِ ایمانی کے لیے یہ دعا عرض کی کیونکہ ارشادِ ربانی ہے كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ پچیسویں وجہ یہ کہ قلب پر نزول سکینہ کے لیے یہ دعا مانگی۔ چھبیسویں وجہ یہ کہ شرح صدر سے ذکر اللہ اور ذکر اللہ سے اطمینان کی نعمت حاصل ہوتی ہے اس لیے یہ دعا مانگی۔ ستائیسویں وجہ یہ کہ شرح صدر سے علوم کا حصول اور علوم سے زندیق و صدیق کا پتہ چلتا ہے کثافتِ کفر عیوبِ دنیا وصفاتِ قبیحہ سے نفرت ایمان کی علامت ہے نفرت بغیر علم نہیں اور علم بغیر شرح صدر نہیں۔ اس لیے یہ دعا مانگی۔ اٹھائیسویں وجہ یہ کہ شرح صدر سے تین خصلتیں حاصل ہوتی ہیں قوتِ وافیہ کا فیضان۔ جمالِ حق سے اُنسیت و محبت۔ نمائشِ دنیا و مخلوقِ دنیا سے دہشت و نفرت انتیسویں وجہ۔ شرح صدر سے قلب کے تمام حجابات ختم ہو جاتے ہیں اس لیے یہ دعا مانگی۔ تیسویں وجہ یہ کہ شرح صدر سے درجات کا ادراک ہوتا ہے۔ اکتیسویں وجہ یہ کہ انوارِ جلال کا نظارہ کشفِ صدر سے اور کشفِ صدر شرح سے ہوتا ہے۔ اس لیے یہ دعا مانگی (تفسیر کبیر رازی) اے میرے رب

marfat.com
Marfat.com

جلّ وعلٰی۔ اس قوۃ مشرح صدر کے باوجود میں بذاتِ خود اپنے پر کسی امر میں بھروسہ نہیں کرتا نہ کوئی چیز میرے اپنے عمل سے آسان ہو سکتی ہے اے ربِّ جلیل تو ہی آسانیوں کا پروردگار ہے مجھے دوسری نعمت یہ عطا فرما کہ ویسّرلی اَمْرِیْ۔ میرے ہر عمل ہر معاملے ہر منزلِ سفر حضر کام کلام کو آسان فرما دے اور میرے کریم مجھ کو تیسری نعمت یہ عطا فرما کہ بچپن سے جو لکنت میری زبان میں پڑ گئی وہ گرہ کھول دے اور گفتگو کی یہ رکاوٹ و جھنجھلاہٹ دور فرما دے تاکہ وہ فرعون کفار میری بات کو اچھی طرح جلدی سمجھ لیں نہ مذاق اڑائیں نا کوئی تا سمجھی کا بہانہ بنا سکیں۔ ویسّرلی اَمْرِی کا معنٰی ہے کہ میرے امور کی خلقت آسان فرما مشکل امور پیدا ہی نہ ہوں جو امور آئیں وہ مجھ پر باحسن طریق آسان ہوتے چلے جائیں۔ فرعون کو اپنی دو چیزوں پر بہت ناز تھا اور ان دونوں کی وجہ سے وہ مغرور سرکش ظالم اور خدائی کا دعویدار ہو گیا تھا۔ ایک اس کی مصر شہر کی سلطانی قوت دوم اس کی صحت سیج دھج فیتن خوب صورتی اور مال دولت ان ہی دونوں چیزوں کی وجہ سے شہری عوام اس کے رعب میں تھے اور خدا مانتے تھے ان دونوں کو توڑنے کے لیے یہ دو معجزے عطا کئے کہ سانپ کا معجزہ اس کی قوتِ جلال کو توڑنے کے لیے اور ید بیضا کا معجزہ اس کی قوتِ جمال کو توڑنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کے حلم نے تین سو سال فرعون کو مہلت دی حالانکہ جو اللہ تعالیٰ پوری زمین کے کافر بادشاہ نمرود کو ایک مچھر سے ہلاک کر سکتا ہے وہ اس کو اس سے بھی کم تر چیز سے ہلاک کر سکتا تھا مگر ڈھیل دی اور اب بھی بندے بننے کی دعوت و نصیحت کے لیے کلیم اللہ کو بھیجا جا رہا ہے۔ طغٰی کا معنٰی فاسق۔ نافرمان مغرور کافر حد سے بڑھنے والا۔ اُحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ یہ تیسری دعا تھی عقدۃ سے وہ لکنت مراد ہے جو بچپن میں بمر ڈھائی سال منہ میں انگارہ رکھنے کی وجہ سے زبان پر ہو گئی تھی علاج معالجہ سے ٹھیک تو ہو گئی مگر لکنت لگ گئی اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ فرعون ایک دفعہ حضرت موسٰی کو گود میں لیے بیٹھا تھا کہ اچانک موسٰی علیہ السلام نے اپنے ایک ننھے ہاتھ سے اس کی داڑھی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے اس کو چیت مارا اس اچانک معجزاتی ہاتھ لگنے سے وہ بھنا گیا اس کو سخت تعجب ہوا کہ اتنے سے بچہ نے ایسا چیت مارا فوراً سمجھ گیا کہ یہ وہی بچہ تو ہے جس کی پیشگوئی نجومیوں نے کی تھی ارادۂ قتل کیا تو اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے کہا کہ نہیں ابا نہیں یہ تو بچگانہ حرکت ہے اس کی عقل کا امتحان لے تو تب فرعون نے دو تھال منگوائے ایک میں چمکتا سنہرا یاقوت اور دوسرے میں دھکتا شعلے مارتا انگارہ اور دونوں رکھ

marfat.com
Marfat.com

پر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دئے موسیٰ گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے پہلے یاقوت کی طرف پھر رخ موڑ کر انگارے کی طرف چل پڑے اور جھٹ اٹھا کر بچوں کی طرح منہ میں رکھ لیا اور ساتھ ہی بلبلا کر رو دئے۔ تب فرعون نے جلدی سے اٹھا لیا اور پیار کیا زبان کا علاج کرایا صحیح یہ ہے کہ ہاتھ نہ جلا کیونکہ وہ معجزہ تھا۔ بعض نے کہا کہ ہاتھ بھی جل گیا تھا اس کا بھی علاج کرایا مگر وہ جوانی تک ٹھیک نہ ہوا اور یدِ بیضا بننے کے وقت اللہ کی قدرت سے ٹھیک ہوا مگر یہ قول غلط ہے اس کا کہیں ذکر نہیں معجزہ تھا اس لیے نہ جلا۔ اس کے معجزہ ہونے کے پانچ دلائل پہلی یہ کہ اسی ہاتھ میں سے عصا سانپ بنتا تھا نہ کہ دوسرے سے دوم یہ کہ بچپن میں چیت اتنی زور سے پڑا کہ فرعون جیسا شہزور و بھنّا گیا چکرا گیا سوم یہ کہ اسی ہاتھ نے قبطی کو قتل کر دیا حالانکہ آپ با ۰ ماں کے تھے۔ اور قبطی جوان مضبوط۔ چہارم یہ کہ یدِ بیضا اسی کو بنایا گیا پنجم یہ کہ جب سے نبوت ہوتی ہے اُسی وقت معجزے مل جاتے ہیں اگر چہ نبوت ۴۰ ایک طرح اظہار نہیں کیا جاتا۔ واللہ اعلم۔ ایک قول ہے کہ آپ نے تین سالہ عمر میں فرعون کو ڈنڈا مارا تھا مگر پہلا قول صحیح ہے۔ بعض نے کہا کہ گود میں تھے کہ فرعون کے سر سے تاج اُتار کر اپنے سر پر رکھ لیا تھا۔ ایک اُردو خوان اُردو مفسر صاحب نے بالکل ہی اس واقعہ کا انکار کیا ان کی عقل اس پر یمین کو معجزہ ماننے پر تیار نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہاتھ نہ جلے اور ہاتھ جلے تو زبان تک لے جانے کی نوبت ہی نہیں آسکتی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو ان کی عقل ہے ورنہ یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا۔ یہاں دستِ موسیٰ پر بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال سچائی یہی ہے کہ انگارہ اٹھایا گیا مگر ہاتھ قطعاً نہ جلا کیونکہ وہ ابد سے معجزہ تھا۔ یہ کہنا کہ عقدۃ سے مراد ہے فن تقریر نہ آنا حضرت موسیٰ کو تقریر کرنا محفل میں بولنا نہ آتا تھا یہ غلط ہے کیونکہ نہ تو لمبا چوڑا وعظ کرانا تھا نہ لمبے دار تقریر کرانی تھی کہ خطابت کے جوہر دکھائے جاتے۔ مقصدِ حال تو صرف تبلیغ احکام کی چند باتیں کرنا تھیں نیز لکنت وضاحت کے لیے رکاوٹ نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام باوجود لکنت کے نہایت فصیح و بلیغ تھے طور کی جوابی گفتگو کی چاشنی ہی بتا رہی ہے اور ان دعاؤں کا تلفظ کتنا بلیغ و فصیح ہے۔ جو رب تعالیٰ کے حضور ایسا وعظ کر سکتا ہے اسے فرعون و دربارِ فرعون سے کیوں گھبراہٹ۔ یہ دعا اس لیے مانگی کہ انسانی تکلم میں چھ خصلتیں ہیں ۱ اشرفیت قول سے اور افضلیت اعمالِ صالحہ سے (عبادت) نہ کہ اعضاءِ ظاہری ۲ نطق نہ ہو تو انسان مشابہ حیوان ہے ۳ انسانیت تفہیم ہے قلب و زبان میں قلب کی چاہت زبان

marfat.com
Marfat.com

ہی سے ظاہر ہوتی ہے ۱۲ فرشتوں سے حضرت آدم کا مناظرہ تقابلی بذریعہ نطق ہی ہوا ۱۲ شرح صدر کی دعا سے حصولِ نور ہوا اور ریسپریٹری اس نور کو سنبھالتا ہے ۱۲ ہاتھ معطی مال ہے اور زبان معطیِ علم ہے کلام چار قسم کے ہوتے ہیں ۱ نفع والا ۲ نقصان والا ۳ نفع نقصان دونوں ہوں ۴ نفع زیادہ نقصان کم یا اس کا الٹ۔ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ اے میرے رازق تعالیٰ مجھ کو چوتھی نعمت یہ عطا فرما کہ میرے اہلِ خاندان میں سے میرا وزیر بنا دے جو میرے تمام امور تبلیغ کا بوجھ اٹھانے کے لائق ہو اور میرے تمام ظاہری باطنی خفی جلی چھوٹے بڑے مشوروں کا وکیل ہو جو میرے ہر مقام پر ڈھارس بن جائے اس قوت و ہمت کا سہارا جس پر میں کامل اعتماد کر سکتا ہوں میرے پورے اسرائیلی خاندان میں صرف وہی ہے جو تیرا پیارا نبی اور میرا بڑا بھائی ہارون ہے کیونکہ اس وقت پوری قوم بنی اسرائیل بلکہ ساری کائناتِ انسانیت میں کارآمد زیرک عقل والا امانت دار مجھ سے بھی زیادہ فصیح بس یہی میرا بھائی ہے۔ اے میرے کریم خالق تعالیٰ مجھ کو پانچویں نعمت یہ عطا فرما کہ اس بھائی کے ذریعہ میری پیٹھ میری بنیاد مضبوط کر دے اور میرے تمام کام مصالات دینی دنیوی تبلیغی تشریعی کو اس کی معیت سے درست بنا دے۔ وزیر یعنی وکیل معاون یعنی مشوروں کا باطنی قلبی عقلی بوجھ اٹھانے والا حمال وہ بوجھ اٹھانے والا جو ظاہری سامان و اجسام کا ہو لفظ وزیر کے مادہ اشتقاق میں تین قول ہیں ۱ یہ وَزَرٌ سے ہے یعنی ظاہری بوجھ ذمہ داری انتظامات وغیرہ کا بوجھ اٹھانے والا ۲ یہ وِزْرٌ سے ہے پہاڑی محفوظ قلعہ بنانے والا اور باطنی بوجھ اٹھانے والا ۳ یہ مُوَازِرَةٌ سے بنا ہے یعنی پشت پناہ۔ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ سے تین سال بڑے تھے لمبے قد سفید رنگت سبیدے بال بھاری لحیم جسم لمبی ڈاڑھی والے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی لمبے قد گندمی رنگت اپنی بہن مریم سے پندرہ سال چھوٹے تھے گھنڈل بال سارے جسم پر ایک بالشت داڑھی شریف تھی۔ اَزْرٌ یعنی کمر۔ پیٹھ قوت ہمت اسی لیے کمربند کو عربی میں ازار کہا جاتا ہے دعا میں اَھْلی کہا نہ کہ قومی اس لیے کہ قوم میں کوئی شخص قابلِ اعتماد نہ تھا اور نبی کا مشیر صرف نبی ہو سکتا ہے۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ انسانی اعضا میں سب سے اعلیٰ عضو زبان ہے پھر کان یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

یہ دونوں دل کے ترجمان ہیں اور سینے کے فیضِ باطنی علوم کو تقسیم کرتے والے زبان دینے والی اور کان لینے والا ہوتا ہے۔ مولیٰ علی کا مقولہ ہے کہ مَا الْاِنْسَانُ لَوْلَا اللِّسَانُ اگر زبان نہیں تو وہ انسان ہی نہیں۔ ہر مسلمان پر ان کی حفاظت واجب ہے شکرِ الٰہی فرض ہے اور ذکرِ الٰہی لازم ہے یہ فائدہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ اور وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ کی دونوں دعاؤں سے حاصل ہوا۔ عالم میں چھ چیزیں ہیں جن سب سے زبان کا تعلق ہوتا ہے ۱ موجود ۲ معدوم ۳ خالق ۴ مخلوق ۵ معلوم ۶ موہوم۔ بخلاف دیگر اعضا کے آنکھ صرف رنگت ہاتھ صرف پکڑنے کے لیے کان صرف آواز کے لیے وغیرہ وغیرہ۔ ترک کلام کے لیے عربی میں چار الفاظ ہیں ۱ صَمْتٌ۔ یہ عام ہے قادرُ الکلام اور غیر قادرُ الکلام ۲ سکوت اس کے لیے جو بول سکے مگر نہ بولے ۳ اِنصات جو بول نہ سکے سن سکے ۴ جو بول اور سن سکے مگر سمجھ نہ سکے۔ جیسے غیر کی نعت یا دور کی آواز۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً کی دعا کی چار وجوہ ۱ تاکہ تبلیغ رسالت اچھی طرح ہو ۲ کفار کا مذاق اور نفرت نہ ہو ۳ زبان بھی معجزہ بن جائے ۴ سہولتِ بیان کے لیے دوسرا فائدہ۔ انبیاءِ کرام کو بچپن ہی سے اپنی نبوت طاقت قوت شریعت وقانونِ الٰہیہ کا علم کامل ہوتا ہے اگرچہ اظہارِ نبوت و تبلیغِ شریعت کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعد میں ملے اسی بنا پر انبیاءِ کرام علیہم السلام کو بچپن ہی میں کفر و کفریات و کفار و فساق سے نفرت ہوتی ہے اور اظہارِ نبوت سے پہلے ہی وہ کفار کی ذلت کر کے اپنی معلومات اور علمِ نبوت کا اظہار کر دیتے ہیں یہ فائدہ وَاحْلُلْ عُقْدَةً کی تفسیری وجہ سے حاصل ہوا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے بچپن ہی میں فرعون کو زوردار چپت ماری داڑھی نوچی اور آسائش پر انگارہ منہ میں رکھ لیا تیسرا فائدہ۔ نبوت اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت ہے یہ نہ اپنے کسب اعمال سے ملے نہ اپنی نہ کسی کی دعا سے ملے یہ نعمت عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا عطا فرما دی۔ ہاں البتہ کسی نبی کی ذمہ داری وجہ بعثت کسی دوسرے نبی کی دعا سے بدل سکتی ہے کہ وہ نبی کسی قوم کی طرف مبعوث ہونے کی بجائے کسی اور ذمہ داری کو سنبھال لے جیسے کہ ہارون علیہ السلام عالمِ ازل سے نبی تھے اس بات کو موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں جانتے تھے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اُن کی ذمہ داری بدل کر ان کو وزیر بنا دیا گیا اور کبھی بغیر دعا کے بھی بدل دی جاتی ہے جیسے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی درباری رعایہ میں بہت سے انبیاءِ کرام کو شامل کیا ہے۔ اور جیسے یلم شمع نبی علیہ السلام کو خدمتِ موسیٰ کی

marfat.com
Marfat.com

ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ فائدہ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ کی دعا اور هٰرُوْنَ اَخِي کی وضاحت سے حاصل ہوا کہ اہل تو اور بھی تھے مگر وہ ہی نہ تھے حضرت موسیٰ نے خاص اُس اہل کی درخواست کی جس کی نبوت کو جانتے تھے۔

احکام القرآن

اِن آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے ہر مسلمان کو ہر وقت ہر جگہ ہر حاجت دینوی دینی مدد مانگنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ اُشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ (۲۰) کی دعا سے مستنبط ہوا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے وسیلے کی دعا مانگی اور امدادی ساتھی کا سہارا طلب کیا اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اگر غیر اللہ سے امداد مانگنا۔ وہابی مذہب کے مطابق شرک ہوتا ہے تو یہ دعا قبول نہ ہوتی بلکہ منع کر دیا جاتا۔ دوسرا مسئلہ اپنے اہل میت کسی کو اپنا ولی عہد خلیفہ جانشین یا سلطنت کا مشیر خاص معاون بنانا شرعاً جائز ہے یہ مسئلہ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ کی دعا عرض کرنے اور قبول ہونے سے مستنبط ہوا۔ کہ حضرت موسیٰ نے اپنے اہل بھائی ہارون کو زندگی بھر کا اپنا وزیر بنایا اور جانشین مقرر فرمایا۔ لہٰذا خارجیوں روافضیوں کا اعتراض مولیٰ علی شیر خدا پر اور شیعیوں رافضیوں کا اعتراض حضرت امیر معاویہ پر قطعاً غلط اور لغو بیہودہ ہے کسی مرتضیٰ نے اپنے بیٹے امام حسن کو اور معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین ولی عہد کیوں بنایا یہ غیر ضروری بری رسم اسلام میں کہاں سے کیوں ڈالی۔ دیکھو حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو حضرت داؤد نے حضرت سلیمان کو حضرت زکریا نے حضرت یحییٰ کو اپنا جانشین ولی عہد بنایا ہمیں کاش قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے بہت شان عزت سے فرمایا اگر بقول خارجی رافضی اپنے بھائی بیٹے کو اپنا خلیفہ نہ بنانا ہوتا تو قرآن کریم میں اس کام الانتخاب کو تعریفی شائی لفظوں سے ذکر نہ کیا جاتا۔ ہاں البتہ یزید پلید کا بعد میں بد معاش و خبیث بن جانا یہ اُس بے دین کا اپنا فعل ہے۔ اس میں والد کا قصور نہیں۔ اُس کی خباثتیں یعنی والد کے بعد وفات ظاہر ہوئیں۔ شیعہ تبرائی رافضیوں کے ساتھ ہمارے علاقے کے کچھ تفضیلی شیعہ رافضی بھی اِن نظرئے میں شامل ہیں جو ظاہر تو سنی اور پیر بنے پھرتے ہیں مگر در پردہ پکے رافضی شیعہ ہیں اور سنیوں کو دھوکہ دینے پیسہ بٹورنے کے جال و بھیس میں سنی بنے پھرتے اور سنی مساجد پر قبضہ جمائے ہیں ان کے مکر و فریب سے بچنے کے لیے ان کی پانچ نشانیاں ہر مسلمان کو یاد رکھنی چاہئیں ۱ اہل بیت کو علیہ السلام کہتے اور جانتے ہیں حالانکہ یہ عقیدہ شیعوں کا ہے قرآن و حدیث کے خلاف ہے اس کا شریعت میں کہیں ثبوت نہیں ۲ مولیٰ علی کو صدیق و فاروق بلکہ بعض خبثا منحوسی ہالوگ تو علی شیر خدا کو نبی کہہ دیتے صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

سے بھی زیادہ افضل و اعلیٰ مانتے ہیں۔ معاذ اللہ ۳ سیدہ لڑکی کا نکاح علوی، ہاشمی عباسی۔ مطلبی خاندان اور دیگر کس بھی اونچے مومن عالم نیک متقی سے بھی ناجائز اور باطل کہتے ہیں حالانکہ یہ عقیدہ نہایت جاہلانہ ظالمانہ ہے۔ ۴ ابولہب کی تعریف کرتے ہیں چچا ہونے کی وجہ سے۔ سورۃ تَبَّتْ یَدَا پڑھنے کو منع کرتے ہیں در پردہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے یہ سورۃ کیوں نازل کی ۵ تبرائی شیعوں کی بہت تعریف کرتے ہیں کہ چونکہ وہ سید ہیں اس لیے اگرچہ بدعقیدہ ہیں مگر ان کی تعریف ہے اور ان شیعوں کو اہل سنت سے افضل سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے گمراہ مولویوں اور پیروں سے بچائے۔ آمین۔ تیسرا مسئلہ۔ نُحَاتِ بصرہ میں سے سیبویہ نحوی کہتے ہیں کہ جمع کے لیے اسم تفضیل واحد مؤنث کا صیغہ لانا جائز ہے۔ اور اخفش نحوی کہتے ہیں کہ نا جائز ہے اخفش شاگرد ہیں سیبویہ کے اور ان کا یہ قول بھی غلط ہے امام سیبویہ کا قول درست ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ یہی امام اعظم کا مسلک ہے اور اسی قانون نحویہ پر طلاق وغیرہ کے بہت سے مسائل امام اعظم مرتب فرماتے ہیں یہ مسئلہ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی سے مستنبط ہوا کہ دیکھو اٰیٰتِنَا جمع ہے اور اس کی صفت کُبْرٰی واحد مؤنث ہے ایسے ہی ایک آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی اسما جمع کی صفت حُسْنٰی واحد آئی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا عرض کی رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ انبیاء و کرام علیہم السلام کو تو پہلے ہی شرح صدر ہوتا ہے پھر یہ تحصیل حاصل ہوا جو محال ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام سے محال کی دعا عبث ہے۔ جواب۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار بے انتہا ہے یہ دعا زیادتی شرح کی تھی نیز شرح بہت سی قسم کی ہے جس کی تفصیل ہم نے تفسیر عالمانہ میں عرض کر دی یہ دعا مختلف نوعیتوں کی دعا ہے اسی طرح ہدایت کی بھی بہت سی قسمیں تو جس طرح مختلف نوعیت کی دعاء ہدایت پر ہر شخص کو ہر وقت مانگنی جائز ہے اسی طرح شرح صدر کی دعا بھی دوسری نوعیت کی جائز موسیٰ علیہ السلام کو حصول شرح دیگر نوعیت کا تھا دعاء شرح دوسری نوعیت کا۔ اس لیے نہ تحصیل حاصل نہ محال نہ عبث۔ دوسرا اعتراض۔ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً کی تفسیر میں مفسرین جو تاریخی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو چپت مارا۔ فرعون کو غصہ آیا اس نے قتل کا ارادہ کر لیا تو آسیہ زوجۂ فرعون نے سفارش کی کہ یہ بچگانہ حرکت ہے بچوں کو اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی اس کی آزمائش کر لی جائے تب فرعون نے دو تھال منگائے ایک میں سونے کا ٹھیلا یا چمک دار

marfat.com
Marfat.com

یاقوت اور دوسرے میں انگارہ دونوں تھال موسیٰ علیہ السّلام کے سامنے رکھے گئے موسیٰ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس سے زبان میں لکنت پیدا ہوگئی اسی لکنت کے ختم ہونے کی یہاں دعا مانگی گئی یہ بات عقل میں نہیں آئی لہذا غلط ہے کیونکہ انگارہ نری آگ ہوتا ہے اور انگارے کو ہاتھ لگتے ہی ہاتھ جل جاتا ہے بچہ ہو یا بڑا بلبلا کر چھوڑ دیتا ہے منہ میں لے جانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ بلکہ عُقدۃً کا معنٰی یہ ہے کہ اے اللہ مجھے فنِ تقریر فصاحت بیانی نہیں آتی میں نے کبھی لوگوں میں خطاب نہیں کیا۔ میری زبان لوگوں کے سامنے گنگ ہو جاتی ہے اِس عُقدے کو کھولدے اور مجھے تقریر کا فن آجائے۔ (ابُوالاعلیٰ مودودی یہی مقام) جواب۔ اِس اُلجھن کی وضاحت تفسیر عالمانہ میں کر دی گئی ظاہری عقل میں تو واقعی یہ بات نہیں آتی لیکن اگر ذرا تدبر کیا جائے تو اُلجھن دور ہو جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دست یمین مقدس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم معجزہ تھا۔ اور ابتدا سے اِس کے معجزہ ہونے کے چند نشانات ہیں مثلاً ۱ بچپن میں یہی تھا ساتھ فرعون کو پڑا تو اتنا تھپیم مرد فرعون چکر آگیا۔ تب ہی اُس کو غصہ ہی آیا ورنہ بچے تو کھیل کھیل میں مارتے ہی ہیں اور اُن کا مارنا پیار لزم گداز لگتا ہے ۲ یہی ہاتھ بارہ سالہ عمر میں ایک طاقت ور قبطی کو لگتا ہے تو وہ قتل ہو جاتا ہے حالانکہ عام طور پر ایسا ممکن نہیں ۳ یہی ہاتھ جب عصا کو زمین پر ڈالتا تھا تب وہ سانپ بن جاتا تھا۔ عصا بھی معجزہ اور یہ ہاتھ بھی معجزہ کہ نہ دوسری لاٹھی اُس ہاتھ میں سانپ بنے نہ یہ لاٹھی کسی دوسرے ہاتھ میں یا کسی دوسرے کے ہاتھ میں سانپ بنے یہی لاٹھی اِسی ہاتھ سے گرے تب سانپ بنے گی ۴ اسی ہاتھ کے اِعجاز کو طور پر ظاہر فرمایا گیا کہ وَاضْمُمْ يَدَكَ۔ اور جب اِس ہاتھ کا معجزہ ہونا اتنے دلائل سے ثابت تو یاد رہے کہ معجزہ کسی کی آگ سے نہیں جل سکتا نارِ نمرود سے ابراہیم علیہ السلام کا جسم نہیں جل سکتا تو نارِ فرعون سے معجزہ نہیں جل سکتا۔ ہاں البتہ زبان معجزہ نہ تھی اس لیے جل گئی اور لکنت پیدا ہوگئی۔ خیال رہے کہ قولی اور عملی معجزے تو ہر نبی علیہ السّلام کو ملے مگر جسمی بدنی معجزہ صرف موسیٰ علیہ السّلام کو جزوی طور پر فقط دستِ یمین ملا اور آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بدن۔ ۱ آپ کے لعاب مبارک سے کھاری کنواں میٹھا ہوا ۲ دندانِ پاک کی کرن وشعاع سے گمشدہ سوئی ملی ۳ لعاب سے ہی مولیٰ علی کی آنکھ کو شفا ملی ۴ اِسی لعاب سے قاتل ابوجہل کے ہاتھ کو جوڑ دیا ۵ آنکھ سے رب تعالیٰ کا دیدار کر لیا ۶ انگلی سے چاند چیر ۷ دونوں ہاتھوں سے بادل برسانے سورج لوٹا ۸ پانچوں انگلیوں سے چشمہ جاری ہوا

marfat.com
Marfat.com

پاؤں معجزے کہ اسریٰ بعبدہٖ کا مظاہرہ ہوا غرضکہ سارا جسم مقدس معجزہ کہ لَمُدَنِّیْ مُتَدَلِّیْ کا علیہ ملا۔
تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ اے موسیٰ فرعون کی طرف جاؤ۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تو اپنی پوری قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے جن میں قبطی فرعونی بسطی یعنی بنی اسرائیل سب شامل تھے تو چاہئے تھا کہ اِذْھَبْ اِلٰی قَوْمِہٖ کہا جاتا۔ جواب۔ دو وجہ سے اِلٰی فرعون کہا گیا۔ ایک یہ کہ بنی اسرائیل تو پہلے ہی مومن تھے صرف غلامی کی رذالت کی وجہ سے بدکار و فاسق ہو گئے وہ بھی اکثریت نہیں بلکہ بعض قوم کی طرف بعثت صرف نجات دھندہ کی حیثیت سے تھی بنی اسرائیل کچھ بعض تو بعد میں بچھڑا پوجکر کافر ہوئے تھے توریت کا نزول بھی نئی شریعت بتانے کے لیے نہ کہ کافروں کو مومن بنانے کے لیے دوسری وجہ یہ کہ چونکہ اصل کافر اور متبوع پیشرو سب کافر فرعون ہی تھا۔ باقی سب اُس کے تابع اور غلام بنے ہوئے تھے کافر سرکش مغرور اور کافر ساز وہی فرعون ہی تھا۔ اُس کے درست ہوتے سے یقیناً سب درست ہو جاتے۔ تیسرا اس میں شانِ نبوت کا بھی اظہار ہے نبی کی بہادری جرأت کا دکھانا مقصود ہے کہ تن تنہا کو بغیر لشکر و ہتھیار اتنے بڑے لشکر والے بے رحم ظالم جابر بادشاہ کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ بادشاہوں کو بادشاہ کے پاس جانا ہی سجتا ہے۔ بے بسوں غلاموں کی طرف جانا کوئی شان نہیں۔ بادشاہ لوگ بادشاہوں پر ہی حملہ کرتے سجتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے بادشاہ تھے جن کو لشکر و سپاہ کی بھی ضرورت نہ تھی۔ چوتھا اعتراض ساتھ وجوہ سے دعا مانگنی ناجائز اور خلافِ عقل ہے ۱ اللہ تعالیٰ علّام الغیوب ہے اُس کو اپنی حاجت بتانا بیکار یا بدعقیدگی ہے اور دعا میں اپنی حاجت بتانا اور مانگنا ہے ۲ اگر مطلوبہ دعا معلوم ہے کہ یقیناً پوری ہوگی تو مانگنے کی حاجت نہیں اگر یقین ہے کہ نہ پوری ہوگی تو مانگنا فضول ہے ۳ دعا بے ادبی ہے کیونکہ حکم دینے کے مشابہ ہے اور بندہ ناچیز و حقیر اپنے اللہ کو آرڈر دے کتنی گستاخی ہے ۴ اگر دعا مصلحت اور بہتری کی ہے تو رب تعالیٰ خود ہی بہتر فرما دے گا اُس کا ہر کام ہی بندوں کے لیے بہتری ہوتا ہے اور اگر دعا مصلحت کے خلاف ہے تو اس کی طلب کرنا ناجائز ہے ۵ پیارا بندہ وہ ہے جو رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے مگر دعا رضا کے خلاف ہے۔ ۶ روایت میں ہے جو ذکر اللہ میں مشغول رہے اللہ تعالیٰ اُس کو بغیر مانگے سب کچھ دیتا ہے۔ لہٰذا دعا میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے بس ذکر اللہ کرتے رہنا چاہیئے۔ ۷ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا نہ مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف فرمائی۔ (معتزلی جواب) یہ اعتراض امام رازی نے تفسیر کبیر میں نقل فرما کر جواب

marfat.com
Marfat.com

فرمایا کہ یہ سب وجوہ بیان کردہ انتہائی احمقانہ جاہلانہ ہیں۔ پہلی اس لیے کہ دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کو بتانے کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اپنی بندگی عاجزی مجبوری کے اظہار کے لیے ہوتی ہے۔ یہی ہر بندے کی نیت اور عقیدہ ہوتا ہے۔ دوم اس لیے کہ اس طرح کی حجت نکالنی ایسی ہی ہے۔ جیسے کسی بھوکے پیاسے سے کہا جائے کہ اگر تجھے معلوم ہے کہ بھوک ختم ہو جائے گی خود بخود تو کھانے کی ضرورت نہیں اور اگر تجھ کو یقین نہیں کہ کھانے پینے سے بھوک پیاس ختم ہوگی یا نہ۔ تو کھانا فضول ہے۔ تیسری وجہ: اس لیے غلط ہے۔ کہ حکم اور آرڈر ہمیشہ طرز بیانی سے ہوتا ہے۔ مگر دعا میں تو اندازِ بیان گدا نہ ہوتا ہے اگر تمہاری اوندھی بات بدنظر رکھی جائے تو پھر کسی بڑے سے کوئی چیز طلب کرنا جائز نہ رہے اور دنیا میں مصیبت آجائے۔ چوتھی احمقانہ وجہ کی غلطی یہ کہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں بندوں کے لیے بہتری ہے مگر بعض چیزیں طلب سے خوشنودی اور شکر ئے میں آجاتی ہیں جن کا عطا کے علاوہ ثواب بھی ملتا ہے۔ تو دعا صرف شَیٔ کے لیے ہی نہیں ثواب کا بھی فائدہ ہے پانچویں وجہ کی غلطی یہ کہ دعاؤں کے بعد پھر رضا پر راضی رہنا یہ اونچا مقام۔ دعا نہ مانگنا اور راضی برضا بنے رہنا یہ متکبرانہ روش ہے۔ چھٹی وجہ اس لیے غلط ہے کہ یہ روایت کہیں ثابت نہیں معترض کی اپنی بناوٹی اس روایت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ پھر نماز تلاوت درود شریف علم حاصل کرنا اسباق پڑھنا فقہ حدیث تفسیر بلکہ کھانے پینے میں بھی وقت ضائع نہ کرے ہر وقت ذکر اللہ ہی کرتا رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح مومن کا ہر کام ہی ذکر اللہ ہے۔ اسی طرح دعا بھی ذکر اللہ بلکہ بڑی عبادت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مُخ العبادت فرمایا یعنی عبادت کا مغز ساتویں وجہ بھی احمقانہ ہے اس لیے کہ قرآن وحدیث میں حضرت ابراہیم کی بہت سی دعائیں منقول ہیں ابراہیم ساری عمر اپنے اللہ سے دعائیں مانگتے رہے ہاں البتہ ایک خاص موقعہ پر نارِ نمرود میں جاتے ہوئے آپنے دعا نہ مانگی جب کہ جبرئیل نے حاجت پوچھی اور دعا مانگنے کا کہا تب آپ نے فرمایا کہ وہ میرے حال کو بہتر جانتا ہے۔ اس وقت دعا کا نہ مانگنا امتحان کی وجہ سے تھا امتحان ٹلنے کی دعا مانگنا واقعی منع ہے۔ نیز یہاں کامیابی کی دعا مانگنا درست نہیں کیونکہ کامیابی اپنے عمل کے لیے ہوتی ہے نارِ نمرود میں پھینکے جانے کے وقت اپنا کوئی عمل نہ تھا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ لہٰذا رَبِّ اشْرَحْ لِیْ وغیرہ کی بجھ دعائیں بالکل صحیح عین عبادت ہیں۔

تفسیر صوفیاء اِضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَاءَ مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ اٰیَۃً اُخْرٰی۔

marfat.com
Marfat.com

اِنْ رُبِّكَ مِنْ اَلْبَتَّا الْكُبْرٰى اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ اے راہِ معرفت میں چلنے والے قلبِ سالک اپنی عقلِ یمین کو جنابِ روح کی بغلِ خلوت میں لے جاتا کہ تیری عقلِ ہدایت حقانیہ کے نور سے منور ہو جائے، کیونکہ عقلِ انسانی اوّلاً نفسِ امارہ سے ضمّہ ہوتی ہے اور اسی کی پیروی کرتے ہوئے تدبیرِ معاش میں وھمیات سے مخلوط ہوتی ہے اس لیے کہ دورتِ جاسیہ میں دربارِ نفسِ فرعونی کی صحبتوں میں رہنے کی بنا پر ظہورِ نور نہیں ہوتا۔ اور مواہبِ ربانیہ وحقانیۃ الٰہیہ کو قبول نہیں کرتی اس لیے قلب کی وادیِ طورِ ایمن سے امر کیا جاتا ہے کہ چند ساعت کے لیے جانبِ روح منتقل ہوتا کہ نورِ قدس کے اِلتقاف سے جمکیل ہو جائے۔ کیونکہ

یک زمانہ صحبتے با اَولیاء ؛ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اِس صحبتِ روحانیہ کے بعد ہدایت حقانیہ کے نور کی قدسی شعاعوں سے منور ہو کر نکلتی ہے مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ آیۃ نقص۔ بیماری وھم، پراگندگیِ خیالات کے بغیر یہی نورانی شعاعیں عقلِ سلیم کی ایدۂ اُحدٰی ہے اِس کے سامنے فرعونیتِ نفس کی ساری چمک دمک سیح دھیج فیشن وزینت ھیچ ہے۔ عقلِ عارفین کو یہ نورانی قوت اس لیے عطا کی جاتی ہے کہ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى تاکہ ہم صفاتِ تجلیات کی وہ بڑی بڑی نشانیاں بھی دکھائیں جو فناءِ وحدت کے مصرلا ہوتی ہیں ہیں اے عقلِ سلیم کے مریدِ مسعور تجلیاتِ صفات کے مقام میں ہو جا اور انہی تجلیات کی راہ میں اسی جہت سے ہماری ذات کی رویت نظارہ کر سکے اور ہمارے اسباب سے ہم کو دیکھے یہی ذاتِ وحدت کی اٰیتِ کبریٰ ہے راہِ سلوک کے پیشواؤں کو ان قوتوں کی عطاء کے بعد حکمِ ربانی ہوتا ہے اے عقلِ سلامتی اب جاتو ہدایت فرعونِ نفس کے لیے کیونکہ وہ ظہورِ انانیت سے حجابِ غرور میں آکر عبودیت کی حدود سے تجاوز کر گیا۔ اور ابلیسی سرکشی سے ظلم وظلمات بر پا کر دیا ہے۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ۔ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي۔ اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ۔ عرض کیا عقلِ سلامتی نے اے میرے ظاہر و باطن کے رب کریم یقین وتمکین کے نور سے میرا سینہ بیکراں وسیع فرما دے صفاتِ تجلیات کی شرح وکشاد کے مقام علیا تک تاکہ تنگی نہ محسوس کرے یہ عقلِ سلامتی ابتداءِ نفسانیہ سے۔ قلبِ عارف چھ دعائیں بارگاہِ قدس میں عرض کرتا ہے اس لیے کہ دعا سے کمال ملتا ہے اور کمال کے بہت سے درجے اور مرتبے ہوتے ہیں سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ بندہ فی ذاتہٖ کامل ہو اور غیر کو مکمل کرنے والا ہو

marfat.com
Marfat.com

کامل ذاتی ازل میں بنایا جاتا ہے مگر کامل بغیر دعاؤں سے بنتا ہے اے بندے دریا عمیق ہیں ظلمات کثیف ہیں راستے میں چور ڈاکو ہیں دشمن داخلی بھی ہیں خارجی بھی شیطین جنی بھی ہیں انسی بھی لہٰذا بارگاہِ مولیٰ میں عرض کر تا رہ کیسّرلی اَمری اے مولیٰ میرے قدوم راہِ طلب و ہدایت میں ہر طرح کی آسانیاں پیدا فرما تا کہ نہ دُکھ پہنچا سکیں اور نہ حکم عدولی و نافرمانی کر سکیں اہل نفوس اپنے سفاہت و حماقت کے طعنوں سے بندے سے چار عمل صادر ہوتے ہیں ۱ حرکات ۲ سکوت ۳ اقوال ۴ افعال جب تک بندہ مریدِ اعمال نہ بنے صدورِ مشکل ترین ہیں۔ اس لیے اے بندے رب سے دعا کر کہ یَسّرلی اَمری آسانی اعمال کے لیے چار نعمتیں ملتی ہیں ۱ قدرت ۲ حکمت ۳ قضا ۴ قدر قضا وجود میں قدر حیوٰۃ میں قدرت عقل میں حکمت قلب میں امانت رکھی جاتی ہے۔ دعا قربِ الٰہی کا سبب ہے ۔ قرآنِ مجید میں مسلمانوں اور کافروں کی طرف سے سوال ذکر فرمائے گئے ہیں جن میں چار اصولی ہیں ۱ ہلال کے بارے میں ۲ پہاڑوں میں بارے ۳ کفار نے پوچھا روح کیا ہے ۴ کفار نے پوچھا قیامت کب ہے اور دس سوالات فروعی ہیں ۵ مسلمانوں نے پوچھا ہم کس طرح دولت کمائیں اور کیسے خرچ کریں ۶ دعا کے بارے میں ۷ حرام مہینوں میں جنگ کرنے کے بارے میں ۸ خمر کے بارے میں ۹ جوئے کے بارے میں ۱۰ کفار اور دشمنوں سے برتاؤ کے بارے میں ۱۱ یتیموں کے بارے میں ۱۲ مدتِ حیض کے بارے میں ۱۳ مالِ غنیمت کے انفال اور خمس کے بارے میں ۱۴ حیض کے بارے میں ۱۵ کلالہ کے بارے میں ۱۶ کفار نے پوچھا ذوالقرنین کے بارے میں ان کے جوابات میں کہیں کُل ارشاد ہے کہیں نُقل ہے۔ کہیں دونوں نہیں کہیں جواب ہی نہیں دیا گیا اس لیے کہ بندوں کی آنکھ قسمیں ہیں ۱ بندۂ معصوم ۲ بندۂ مخصوص ۳ بندۂ بشارت ۴ بندۂ کرامت ۵ بندۂ معرفت ۶ بندۂ عبادت ۷ بندۂ خدمت ۸ بندۂ قربت۔ یہ مقامات عارفین ہیں ان میں کہاں دعائیں سے آتا ہے شرح صدر کمالِ عصمت سے ملتا ہے تیسیر اعمال سے کمالِ خصوصیت اور قوتِ لسان سے کمالِ بشارت یَفْقَهُوا قولی سے کمالِ کرامت اور تعاونِ نبوت سے کمالِ مغفرت اور اخوت کی علۃ رحمی سے کمالِ عبادت اور کرامت سے کمالِ قرب تقلب کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یہ دعائیں مانگیں طور پر موسیٰ علیہ السّلام کو چھ انعام ملے اوّل توحید کی معرفت دوم عبادت کی دولت سوم آخرت کی معرفت چہارم حکمتِ اعمال پنجم عطیۂ معجزات ششم۔ تبیغ و الکفار وغلبہ علی الاشرار۔ اس لیے ارشاد ہوا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ۔ صیغہ دنیٰ فرعونِ بدنی ہے

marfat.com
Marfat.com

وجود مثلِ مصر ہے قوم مثلِ ظلمت ہے۔ مرید صادق کا کام ہے کہ مطیع و تیوی کو پیر کر جمیع آخروی بتا، ورنہ قبطی نفوس اور سبطی عقول اس کا راہ روک رکھیں گے۔ اور چھٹکارہ نصیب نہ ہوگا۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي مُوسیٰ تلبی راہِ منزل کے ہر قدم پر اِحْلِل پر اللہ کی مدد طلب کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ اے مولیٰ تعالیٰ مجھے قُربِ کلام و ہمتِ بیان کی سعادت بخشنے والے ضعفِ عملی کی بندشیں اُلجھنیں میری لسانِ حال نکتہ مقال سے دور کر دے تاکہ وہ اہلِ جہالت میرے کلامِ رشد و ہدایت کے اشارے سمجھ سکیں۔ اور قلبِ روشن ضمیری دعا یہ عرض کی کہ ضمیرِ روشن نورِ سعادت کو میرا ضمیر عبادت بنا دے اُس سے میری کمر ہمت قوی فرما دے اکتسابِ کمالات میں میرا شریکِ اعمال بنا دے۔ بدنِ انسانی مثلِ مملکت ہے۔ صدرِ انسانی مثلِ قلعہ ہے فؤادِ باطنی مثلِ محلِ شاہی ہے قلبِ مثلِ تخت ہے روح مثلِ بادشاہ ہے عقل مثلِ وزیر ہے شہوت مثلِ فرعون ہے۔ غضب و غصہ مثلِ جلاّدِ سلطنت ہے حواسِ بدنیہ مثلِ جاسوس ہے ظاہری قوتیں مثلِ لشکر و خدام ہیں نفس امارہ فرعون کا مثلِ ہامان ہے ابلیس اس کا مشیرِ خاص ہے حرص و ھویٰ و اخلاقِ ذمیمہ اُس کی فوج ہے۔ تمام جنودِ دنیوی جسمِ انسانی میں یہ مقابلہ رہتا ہے۔ ابلیس چاہتا ہے غفلت کا غلبہ ہو اور قلب چاہتا ہے کہ ایمانیات کے علم و آیات کا غلبہ ہو۔ اے بندے تیرا سینہ قلعۂ گنجینہ ہے تیرا دل اس کا محلِ شاہی ہے۔ تیری خلوت کی زاہدانہ عبادتیں اس کی خفیہ نورانی خندق ہے محبتِ رحمانی رغبتِ ایمانی اس کی چار دیواری ہے۔ جب خندق عمیق ہو اور چار دیواری عظیم ہو تو قلعہ وسیع ہو جاتا ہے اور دشمنوں کا داخلہ محال ہوتا ہے۔ ظلماتِ شیطانی یعنی تکبر۔ ھویٰ۔ غرور۔ بخل سوءِ ظن، غیبت چغلی بھاگ جاتے ہیں اور ہدایتِ الٰہیہ کے انوار داخل ہو کر شرح صدر کر دیتے ہیں اسی بے حکم ہے کہ یہ دعا ہر وقت مانگی جائے محلِ عقلیات چار ہیں ۱ صدر ۲ قلب ۳ فؤاد ۴ لُبِّ سینۂ مومن ہر قرارِ ایمان ہے قلب میں قرارِ اسلام ہے دماغ میں قرارِ توحید ہے فؤاد میں قرارِ معرفت ہے۔ شرحِ صدر سے تین نعمتیں حاصل ہوتی ہیں ۱ انوارِ ازلیہ کی رویت کی ہمت ۲ داعیِ عبادت ۳ کثرتِ عصمت ۴ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیاءِ تمہ ۵ بشارتِ عظمیٰ ۶ خوفِ دنیا کا خاتمہ ۷ کثرتِ مغفرت ۸ خدمتِ دین کی توفیق ۹ قربِ الٰہی کی کثرت ۱۰ جہاد کی ۱۱ طمعِ دنیوی کا خاتمہ ۱۲ معرفت کی روشنی ۱۳ حقیقتِ اشیا کا نظارہ ۱۴ قلب پر انوار کا ورود ۱۵ اللہ تعالیٰ بھی بندے سے قریب ہو جاتا ہے بندہ رب کا ہوتا ہے عبادت سے لیکن رب بندے کا ہو جاتا ہے شرحِ صدر سے ۱۶ ملال کی بائی کی نار عشق ملتی ہے ۱۷ معرفت کا سرچشمہ

marfat.com
Marfat.com

صرف سینے پر طلوع ہوتا ہے ۱۵ چراغِ معرفت کی روشنی سے شیطان بھاگ جاتا ہے ۱۵ کرامت ۱۷ حیاتِ ابدی ۲۱ ہدایت ۲۲ طہارت ۲۳ شفاعت ۲۴ سکونت ۲۵ زینت ۲۶ محبت ۲۷ الفت ۲۸ رافت ۲۹ حجابِ قلب دور ہوتا ہے ۳۰ درجاتِ مکنہ کا ادراک نصیب ہوتا ہے صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہادیٔ قلب ہے انبیاءِ کرام علیہم السلام ہادیٔ نفس ہیں اور کتاب اللہ ہادیٔ روح ہے وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم دانِ تفسیر روح البیان۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی۔ محی الدین ابن عربی۔ جب بدن بنایا گیا اور اُس کو اَحسنِ تقویم کے زیور سے مزین کیا گیا رب تعالیٰ نے اُس کی طرف نظرِ توجہ فرمائی جہاں تک نظر کرم پہنچی وہاں تک قالبِ جسمانی کو کلماتِ الٰہیہ کے سننے اور جواب دینے کی استطاعت و خاصیت پیدا ہو گئی اور مولیٰ تعالیٰ نے اس طرح خطاب فرمایا اے بندہ خوشی سے آؤ یا جبر سے تم کو میری طرف آنا ہے اَرواحِ عارفین نے عرض کیا ہم خوشی سے آئیں گے صدیقین نے کہا ہم صداقت سے آئیں گے عاشقین نے عشق کی آگ کو دیکھا تو اُن میں قوتِ رویتِ تجلیات پیدا ہوئی اور وہی طورِ اسرار کے کلیم ہیں ایسے ہی محبوبین کو اجسامِ کثیفہ کی سرداری سونپی جاتی ہے اور جب فرعونِ باطنی خواہشاتِ رذیلہ کی سرکشی دکھاتا ہے تو فنا کے دریا میں ڈبو یا جاتا ہے مگر اہلِ سعادت مجبوروں کو روحِ عرفانی سے نوازا جاتا ہے۔ قالبِ نفسانی خواہشات کا انبار رذیلہ ہے اور قلب علم و حکمت کا خزانہ اور مرکزِ تجلیات ہے موسیٰ قلب کی ولادت خمیرۂ نورانیہ سے ہے اور جسمِ انسانی کی ولادت خاک سے ہے خاک میں نفسانیت کا غلبہ ہوتا ہے جس کو طورِ تجلیات کی نارِ عشق سے جلانا پڑتا ہے۔ اسی لیے کلامِ سرمدی اور صوتِ لاہوتی سے آگ دکھائی جاتی ہے۔

وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ

اور اے رب مُعاون بنا دے تو اُس وزیر کو میرے تمام کاموں میں تاکہ ہم دونوں ملکر عبادت کرتے رہیں تیری

اور اسے میرے کام میں شریک کر کہ ہم بکثرت تیری پاکی

كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ

بہت ہی زیادہ اور ہم دونوں مل کر یاد میں مناسبیں تیری بہت ہی زیادہ بے شک تو ہی ہے

بولیں ۔ اور بکثرت تیری یاد کریں ۔ بے شک تو

marfat.com
Marfat.com

بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ

ہر وقت ہم کو دیکھنے والا ۔ فرمایا اللہ نے عطا فرما دیئے گئے ہو تم اپنی تمام مطلوبہ دعائیں

ہمیں دیکھ رہا ہے ۔ فرمایا اے موسیٰ تیری مانگ تجھے

يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً

اے موسیٰ اور البتہ احسان فرمایا ہے ہم نے تم پر یہ دوسری

عطا ہوئی ۔ اور بے شک تجھ پر ایک بار اور احسان

اُخْرٰى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا

دفعہ ۔ ایک اُس وقت جب القا فرمایا تھا ہم نے تمہاری ماں کی طرف وہ جو

فرمایا جب ہم نے تیری ماں کو الہام کیا تھا جو

يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ

القاء فرمایا گیا تھا کہ رکھدے تو اس (تجھ بچے) کو ایک پیٹے میں اور رکھدے تو اس پیٹے

الہام کرنا تھا ۔ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر

فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ

کو دریائے باتی میں تو ڈالدے گا اس پیٹے کو دریائے باتی کنارے کے ساتھ

دریا میں ڈالدے تو دریا اُسے کنارے پر ڈالے

يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ

پھر لے لیگا اس بچے کو میرا نافرمان اور دشمن باطنی اس کا پھر ڈالی میں نے

کہ اُسے وہ اُٹھالے جو میرا دشمن اور اس کا دشمن۔ اور میں نے تجھ پر

marfat.com
Marfat.com

عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ

تیرے لیے محبت اپنی طرف سے اور تاکہ پرورش کیا جائے تو

اپنی طرف کی محبت ڈالی اور اس لیے کہ تو میری

عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾

میری حفاظت میں

نگاہ کے سامنے تیار ہو

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کے اُس طلب کا ذکر ہوا جو آپنے حضرت ہارون کی مشیرت وزارت کے لیے بارگاہِ الٰہیہ میں عرض کی تھی۔ اَب اِن آیت میں اس طلب کی وجہ عرض کرنے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کی دعا کا ذکر ہوا۔ اَب اِن آیت میں دعا کی قبولیت کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں اُن چیزوں کا ذکر ہوا جو موسیٰ علیہ السلام پر ان کی جوانی میں رب کریم کا احسان تھا۔ اَب اِن آیت میں رب تعالیٰ کے اُن احسانات کا تذکرہ ہے جو بچپن میں آپ پر مولیٰ تعالیٰ نے فرمائے۔

تفسیر نحوی وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۭ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا۔ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰى

واؤ عاطفہ اَشْرِكْ باب اِفعال کا فعل امر حاضر معروف اَنْتَ اس میں فاعل مستتر شرک سے مشتق ہے بمعنی شریک کرنا ساتھی بنانا معاون بنانا۔ ہٗ ضمیر واحد غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے مرجع ھٰرُوْنَ فِيْ اَمْرِيْ۔ مرکب اضافی معنوی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ کَیْ حرف تعلیل اِس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے اور ما بعد مضارع کو نصب دیتا ہے۔ نُسَبِّحَ باب تفعیل کا مضارع جمع متکلم برائے تثنیہ مرجع موسیٰ و ھارون ہے تَسْبِیْحٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تَسْبِیْحٌ یعنی ذکر الٰہی تسبیح و تہلیل کرنا۔ کَ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے مرجع ہے رَبِّ۔ کَثِیْرًا۔ اسم صفت مشبہ کَثُرَ سے مشتق ہے باب کَرُمَ سے ہے بمعنی بہت ہی زیادہ کیونکہ ہر صفت

marfat.com
Marfat.com

مشبہ میں مبالغہ اور ہمہ وقتی زیادتی ہوتی ہے۔ جب کہ اسم تفضیل میں نوعی اور وقتی زیادتی ہوتی ہے یہ صفت ہے پوشیدہ موصوف لفظ زمانا کا۔ دونوں مرکب توصیفی مل کر ظرف ہوا تنبیہ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اس کی انشائیت ترجی (امید) کی وجہ سے ہے واؤ عاطفہ نَذکُرَ باب نَصَرَ کا فعل مضارع معروف منصوب ہے عطف تابعی کی وجہ سے لفظ گی کے اندر ان ناصبہ پوشیدہ کے تحت ہے ذکر سے مشتق ہے یعنی یاد کرنا یا دمانا نحنُ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع وہی تثنیہ، ک ضمیر مفعول بہ کثیراً اسی طرح پوشیدہ موصوف کا صفت مرکب توصیفی ظرف زمان ہوا نَذکُرَ۔ سب سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا یہ دونوں عطف مل کر علت ہوئی اُشرِکْ کی یا سابقہ تمام دعاؤں کی۔ رَبِّ اشرَحْ فعل اپنے عطفی جملوں اور علتوں سے مل کر مقولہ ہوا قالَ کا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف تحقیق کَ ضمیر اس کا اسم منصوب۔ کُنتَ۔ فعل ناقصہ ماضی مطلق واحد مذکر حاضر اَنتَ اس کا پوشیدہ اسم مرجع ہے رَبَّ۔ بِ حرف جر بمعنی علی فوقیت دغلبہ) کے لیے۔ نا ضمیر جمع متکلم تثنیہ۔ بَصِیراً باب کَرُمَ کا صفت مشبہ بُصَرٌ سے بنا ہے واحد مذکر کے لیے اَنتَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل اور بِنا جار مجرور متعلق مقدم ہے بصیراً اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے کُنتَ کی وہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ قالَ۔ یہ فعل با فاعل پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اور اگلی تمام عبارت آیت ۴۳ تک مختلف جملوں میں اس کا مقولہ یعنی فرمودات ہوا۔ قَد اُوتِیتَ باب افعال کا فعل ماضی قریب مجہول واحد مذکر حاضر اَنتَ پوشیدہ اس کا نائب فاعل سُؤلَ۔ اسم جمع مکسر جمع قلت ہے ایک قول میں یہ مصدر ہے بروزن فُعل بمعنی مفعول جیسے اُکل بمعنی ماکول مضاف ہے کَ ضمیر مضاف دونوں مل کر مفعول بہ دوم ہے یہ فعل مجہول اپنے نائب فاعل (پہلے مفعول بہ) اور مفعول بہ دوم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ندا کا بیان مقدم ہوا یا حرف ندا مُوسیٰ عبرانی لفظ ہے ھو کا معنی پانی سی بمعنی درخت یہ منادیٰ ہے ندا منادیٰ اور بیان مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لام تحقیقیہ قَد مَنَنّا فعل ماضی قریب جمع متکلم۔ باب نَصَرَ مَنٌّ سے مشتق ہے نحنُ پوشیدہ عَلَیکَ جار مجرور متعلق ہے مَرَّۃً موصوف بمعنی ایک مرتبہ ایک بار۔ ایک دفعہ یہ اصطلاحی ترجمہ ہے لغوی ترجمہ ہے تغیری ترجمہ ہے گزرنا مَرَّ سے بنا ہے اس کے آخر میں تاءِ وحدت لگائی تو معنی ہوا ایک مرتبہ گزرنا مگر اب اصطلاحاً یہ جامد ہے اور ہر فعل کی تعداد کے لیے مستعمل ہے

marfat.com
Marfat.com

اسی لیے اس کا تثنیہ بھی ہوتا ہے مؤنثین اور جمع بھی مرآت۔ عددی نمبر ہے اُخریٰ اسم تفضیل اور مؤنث صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول فیہ ہے۔ اِذ حرف شرط اُوحَینَا باب افعال کا ماضی مطلق معروف جمع متکلم۔ اِلیٰ جارہ انتہا کے لیے اُمِّ۔ اسم مفرد جامد بمعنیٰ والدہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے۔ مَا اسم موصولہ یُوحٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اگلا جملہ اَن تاصبہ کا اس کا نائب فاعل ہے اِقذِفِی باب ضَرَبَ امر حاضر معروف واحد مؤنث اَنتِ ضمیر واحد مونث حاضر پوشیدہ اس کا فاعل مخاطب مرجع ہے اُمِّ تَقذِفُ سے بنا ہے لفظ قذف چار معنیٰ میں مشترک ہے ۱ دور پھینکنا ۲ ڈالنا برتن میں ۳ انڈیلنا ۴ تہمت لگانا۔ یعنی کسی برائے کو کسی پر پھینکنا تھوپنا۔ یہاں بمعنیٰ ڈالنا اور رکھنا ہے۔ فِی حرف جر ظرفیہ اَلتَّابُوتِ۔ الف لام معرفہ عہدی اسم مفرد جامد معرف باللام تنکیری۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ اِقذِفِی۔ ہٖ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ مرجع ہے لَ ضمیر مخاطبہ (ضمیر مخاطبہ غائب کا مرجع یا اس کے برعکس جائز ہے) یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ وَاقذِفِیہِ فِی الیَمِّ فَلیُلقِهِ الیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاخُذهُ عَدُوٌّ لِّی وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَاَلقَیتُ عَلَیكَ مَحَبَّةً مِّنِّی وَلِتُصنَعَ عَلٰی عَینِی۔ دعا طفہ اِقذِفِی فعل امر تُ ضمیر مؤنث پر شد اس کا فاعل مرجع اُمِّ وہ ضمیر کا مرجع تابوت ہے فی حرف جر ظرفیہ مکانیہ اَلیَمِّ۔ الف لام عہد خارجی یَمّ۔ اسم فاعل مصدر بمعنیٰ دریا۔ سمندر۔ کثیر پانی۔ یہاں مراد بہتا دریا ہے۔ اسی سے تَیَمُّم ہے لیکن تیمم کا لغوی ترجمہ ہے پانی سے باز رہنا چھوٹا۔ بچنا۔ اس لیے کہ لفظ تیمم باب تفعل کا مصدر ہے اور باب تفعل کی پانچ خصوصیات ہیں ۱ تکرار فعل باب تفعیل کی طرح جیسے ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ ۲ برداشت کرنے کے لیے ۳ تھوڑا تھوڑا کرنے کے لیے جیسے گھونٹ گھونٹ پینا ۴ ابتداء فعل کے لیے ۵ سلب کے لیے۔ یعنی باز آنا دور ہونا۔ تیمم میں اسی خاصیت کا ظہور ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اِقذِفِی ثانی کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ سببیہ لْیُلقِهِ ل تحقیق ۔ مضارع باب اِفعال امر غائب معروف واحد مذکر غائب اِس کا مصدر ہے اِلقَاءٌ یَلقِی یُلقِیہِ بنا ہے یعنی ڈال دینا۔ اَوندھا دینا۔ اَلیَمُّ اس کا فاعل ظاہر ہے ہٖ ضمیر کا مرجع تابوت مفعول بہ ہے بِ جارہ بمعنیٰ علی فوقیت کا السَّاحِلِ الف لام عہدی یا جنسی ساحل اسم مفرد معرف تنکیر کی لیے کنارہ یہ جار مجرور متعلق ہے لْیُلقِ کا یہ سب جملہ فعلیہ ہوا یَاخُذهُ۔ باب نصر کا مضارع مستقبل معروف بحالت جزم ہے کیونکہ جواب امر ہے ہٗ ضمیر غائب اِس کا مفعول بہ اس کا مرجع تابوت ہے یا ہٗ ضمیر سے مراد ہے بچہ عَدُوٌّ۔ اسم صفت مشبہ بروزن فَعُولٌ صد

marfat.com
Marfat.com

تھا عَدُوٌّ۔ عَدُوٌّ سے مشتق ہے یعنی نافرمان، مخالف۔ دشمن۔ نقصان وہ یہاں مراد نافرمان ہے کیونکہ نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ لِی جار مجرور متعلق ہے عدوّ صفت مشبہ کا یہ دونوں جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ عَدُوٌّ۔ اسم صفت مشبہ اسم جنسی ہے لہٰذا واحد تثنیہ جمع مذکر مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے لیکن اس کی جمع مکسر بھی آتی ہے اَعْدَاءٌ۔ اسی سے عَدَاوَۃٌ یعنی دشمنی اور عَدَاوَۃٌ یعنی منافقت یہاں یعنی دشمنِ باطنی ہے اس لیے کہ پیدائش سے پہلے دشمنی شروع ہوئی اور اب جوانی تک دشمنی چھپ گئی پھر بعد میں ظاہر ہوگئی۔ لہٰذا جار مجرور متعلق ہے عَدُوٌّ صفت مشبہ یہ دونوں جملہ شبہ اسمیہ ہوکر معطوف ہوا عَدُوٌّ لِی کا دونوں مل کر فاعل ہے یَاْخُذْ کا وہ جملہ فعلیہ ہوکر جوابِ امر ہے یُلْقِہِ کا وہ جملہ ہوکر معطوف ہے وَاَلْقَیْتُ فِیْ کا یہ جملہ معطوف ہے پہلے اَلْقَیْتُ فِیْ پر دونوں عطف مل کر نائب فاعل ہے مَا یُوْحٰی کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا مَا موصولہ کا دونوں مل کر مفعول ہوئے اَوْحَیْنَا کا وہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَلْقَیْتُ۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق واحد متکلم اِلْقَاءٌ مصدر ہے یعنی ڈالنا انڈیلنا۔ اَنَا ضمیر مبتدا اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ عَلَیَّ حرف جر یعنی لام جارّہ یعنی تیرے لیے کَ ضمیر مجرور متعلق ہے مَحَبَّۃً اسم مصدر یہی حاصل مصدر جامد یعنی دل کی گہرائی سے پسندیدہ ہر قسم کے بیج اور دانے کو حَبّ اسی معنی میں کہتے ہیں کہ وہ زمین کی گہرائی میں اُتر جاتا ہے۔ اور محبت بھی مثل بیج ہے جس کی ہزاروں قسمیں اور شاخیں نکلتی ہیں یہ مفعول بہ ہوئی۔ مِنِّیْ ابتداءِ غایت کے لیے یعنی طرف سے یٔ ضمیر جمع متکلم نفسی یعنی اپنی یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ یہ سب جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے اَوْحَیْنَا پر۔ واؤ عاطفہ لِتُصْنَعَ۔ باب فتح کا امر حاضر مجہول واحد مذکر۔ اوّل میں لام اَمر ہے۔ صُنْعٌ سے مشتق ہے بمعنی بنایا جانا۔ درست کیا جانا۔ یہاں مراد ہے پرورش کیا جانا۔ اَنْتَ پر شبیدہ اس کا نائب فاعل علیٰ جارّہ۔ بمعنی عِنْدَ (سامنے) عَیْنِیْ۔ اسم مفرد مضاف یائے متکلم مذکر۔ بمعنی نگاہ نظر۔ رویت یہاں مراد ہے حفاظت نگہداشت یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے لِتُصْنَعَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف دوم ہے اَوْحَیْنَا کا۔ وہ سب مل کر ظرف ہے قَدْ مَنَنَّا کا۔ وہ سب جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے قَدْ اُوْتِیْتَ وہ سب مقولہ ہوا۔ قول کا۔

تفسیر عالمانہ وَاَشْرِكْهُ فِیْ اَمْرِیْ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰی۔ اے میرے رب کریم میرے اس بھائی کو جو عالم ارواح سے تیری

marfat.com
Marfat.com

نبوت کے لیے منتخب نبی ہے اس کو میری تبلیغ ترسیل نبوت رسالت اور دینی و دنیوی تمام افعال و امور میں شریکِ زندگی بنا دے کیونکہ میرا یہ بڑا بھائی وعظ کلام تکلم تخاطب میں مجھ سے زیادہ فصیح اللسان بھی ہے فنِ تقریر تحریر وعظ طرزِ بیانی کا ماہر بھی۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے اس دن سے پہلے کبھی کسی محفل میں سامعین کو خطاب نہ کیا تھا جب کہ حضرتِ ھرُون قبیلے برادری میں کئی دفعہ خطاب کر چکے تھے اور حضرت موسیٰ نے وہ خطاب سنے تھے اسی روایت کی بنا پر بعض نادانوں نے لکھ دیا کہ حضرت موسیٰ کو تقریر کا علم نہ آتا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کائناتِ مخلوق کے کسی بھی علم سے خالی نہیں ہوتے جو علوم مختلف بٹ کر عوام کو دنیا میں آکر ملتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ اپنے ان پیارے شاگردوں کو خود سکھا کر بھیجتا ہے جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے ثابت اور خود موسیٰ علیہ السلام کا یہ رب تعالیٰ سے نہایت شاندار کلام عرض کرنا۔ یہاں حضرت موسیٰ کی یہ دعا فرعون اور فرعونیوں کی بدعقلی کج خلقی کم فہمی کی بنا پر اپنی تائید اور ڈھارس کے لیے تھی تفسیر روح المعانی نے بحوالہ مستدرک حاکم عن وھب لکھا کہ ہرون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ لمبے بھاری جسم سفید رنگت والے چوڑی ھڈی کے جسم والے تھے اور ایک یا دو سال یا تین سال بڑے تھے حضرت موسیٰ سرخی مائل خوب صورت گندمی رنگت کے تھے قد میں تھوڑے سے چھوٹے تھے گٹھیلا جسم تھا۔ عادتاً غصے اور جلال والے تھے مگر مسکینوں پر بہت رحیم طبع تھے اپنی ذات کے لیے کبھی غصہ نہ فرمایا۔ حضرت ھرُون فطرتاً حلیم الطبع نرم مزاج تھے۔ دونوں کی عمر اسّی اسّی سال ہوئی حضرت ھرُون تیہن۔ دو یا ایک سال قبل فوت ہوئے ایک حج کے دوران آپ کا مزار اقدس کوہِ اُحد کی چوٹی پر ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بچپن سے ہی اپنی نبوت کو جانتے تھے یہ بھی جانتے تھے کہ میرا بھائی بچپن سے نبی ہے یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ھرُون علیہ السلام کی وزارت کے لیے تو دعا عرض کرتے ہیں نبوت کے لیے نہیں کہتے۔ اسی طرح ھرُون علیہ السلام بھی اپنی اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو جانتے ہیں بلکہ ہر نبی علیہ السلام جانتا ہے کہ وہ نبوت کے مقام پر فائز ہے۔ جو لوگ جہالت سے کہہ دیتے ہیں کہ معاذ اللہ موسیٰ علیہ السلام کو نہ اپنی نبوت کا علم تھا نہ ھرُون علیہ السلام کی وہ گستاخ و بے علم ہیں۔ قرآن مجید احادیث پاک کے تقریباً سات دلائل سے آپ کا علم ثابت ہوتا ہے۔ اوّلاً اس طرح کہ آپ کی ولادت سے قبل کافر مجوسیوں کو

marfat.com
Marfat.com

آپ کی ولادت آپ کی زمین پر آکر کارکردگی اور فرعونیت کی تباہی کا علم تھا جب کافر نجومیوں نے جان لیا کہ ایسا بچہ پیدا ہوگا تو نبوت کا علم تو کہیں زیادہ ہے۔ دوم جب صندوق میں سے کھولا گیا تو آپ پڑے ہوئے مسکرا رہے تھے جس کو دیکھ کر فرعون و آسیہ نثار جان سے عاشق ہو گئے تھے۔ سوم آپ کے چہرۂ تورانیہ میں محبت کے خزانے تھے کہ جو دیکھتا محبت کرتا۔ چہارم۔ دو سالہ زندگی میں فرعون کو زوردار چپت مارنا داڑھی توجنا۔ آپ کی یہ نفرت فرعون اور کفر سے متنفر ہونا یہ آپ کے ارحاصات نبوت تھے پنجم۔ بخاری شریف میں انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈالنا اور ہاتھ کا نہ جلنا یہ ہاتھ آپ کا معجزہ تھا۔ ششم۔ جب قبطی کو مکہ مار کر ختم کر دیا تو رب تعالیٰ سے استغفار عرض کرنی اور اس لغزش کو شیطان کی طرف نسبت کرنا حالانکہ بارہ سال عمر تھی یہ سب باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ آپ اپنے نبی ہونے کو جانتے ہیں ہفتم۔ مدین میں کنوئیں کے پاس اللہ کو یاد کرنا کہ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ ظاہر ہے کہ یہ آیات و علامات صاف بتا رہی ہیں کہ آپ کو شروع دن سے ہی پتہ تھا کہ آپ نبی ہیں۔ تفسیر معالی، بیان مدارک، فتح القدیر میں لکھا ہے کہ جب سے موسیٰ علیہ السلام نبی بنائے گئے اسی وقت سے ہارون علیہ السلام نبی بنے گئے تھے یعنی عالم ارواح میں نبوت نہ دعاؤں سے ملتی ہے نہ کسب و عمل سے یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ تو عرض کیا کہ ہارون کو میرا وزیر، معاون، شریک رسالت تبلیغ بنا دے نبوت کی دعا نہیں مانگتے اور یہ تین دعائیں بھی اس لیے کہ کَیْ نُسَبِّحَکَ۔ اے میرے رب میں اپنے اس وزیر و شیر نصیر و معین کے ساتھ علی الاعلان کوچہ و بازار ظاہر ظہور سب کے سامنے تیری تسبیح توحید پاکیزگی کا چرچہ کروں اور ہر شجر و حجر بستی و بیابان دربار بازار میں روز و شب ہر کافر و منکر ظالم و جابر مغرور مفرور کے ساتھ تیرے دین ایمان معرفت و حقیقت معبودیت و عبادت کا ذکر کروں مفسرین کے تین قول ہیں پہلا یہ کہ اے اللہ جب ہم دینی تبلیغ میں قوی ہو جائیں گے اور بہت سے لوگ ہمارے کہنے سے مومن بن جائیں گے تو پھر کثیر تعداد میں مل کر تیری تسبیح و ذکر کریں گے جو اس ذکر سے زیادہ جمتا تیر یا جماعت بارونق بارعب ہوگا۔ جو ہمارا تنہا ہوگا۔ دوم قول یہ کہ اگرچہ ابھی ہم دونوں کثیر ذکر کرتے ہیں کیونکہ نبی علیہم السلام کبھی کسی دم اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتے۔ لیکن اجتماعی ذکر اللہ تنہائی کے ذکر کے مقابل کثیر متصور ہے ابھی خلوت و تنہائی کی عبادت و ذکر اس لیے ہے کہ کفار ہماری عبادت کی مخالفت رکاوٹ احمق بازی نہ کریں۔ اجتماعی قوت میں یہ

marfat.com
Marfat.com

خدشہ کم ہے۔ اور علانیہ ذکر اللہ اس لیے بھی کثیر ہو جاتا ہے کہ ذاکرین کے علاوہ سامعین بھی ہوتے ہیں۔ تیسرا قول یہ کہ ہم اپنے انفرادی ذکر و عبادت و تسبیح کو شانِ بارگاہِ مقدس کے لائق نہیں سمجھتے تعداد و فوقیت میں اگرچہ کثیر ہے مگر قربِ خاص کے لیے ابھی کثیر نہیں میں چاہتا ہوں کہ اب ہم کو قربِ حضوری کی کثرت اور درجہ در درجہ ملتے والا ذکر اللہ حاصل ہو یہ تینوں درست ہیں مگر پہلا قول قوی ہے۔ اس سے پہلے قول میں کثیرًا تسبیح اور تذکر کے فاعل کا حال ہے کہ ہم کثرت میں ہو کر تیری تسبیح و تذکیر کریں دوسرے و تیسرے قول میں حال ہے ذکر و تسبیح کا۔ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا۔ اے مولیٰ تعالیٰ ہماری کتنی خوش نصیبی اور مقبولیت ہوگی کہ ہم تیری عبادت میں ہوں اور تیری توجہ کرم کی نگاہ ہماری طرف ہو۔ بے شک اے کریم مالک تیری ذاتِ پاک کا کرم ہمیشہ ہی ہم کو ہر حال صبح شام ماضی حال مستقبل میں دیکھ رہا ہے اور ہماری قلبی کیفیات لسانی تسبیحات عقلی اعتقد ذات بلکہ خیالی تصورات کو بھی ہر طرح دیکھنے جاننے والا ہے۔ تو اب میری یہ التجائیں ہیں فریادیں دعائیں بھی سن لے کون ہے میرا بجز تیرے اے میرے کریم۔ نکتہ۔ یہاں پہلے تسبیح کا ذکر ہے بعد میں ذکر اللہ کا یا اس لیے کہ تسبیح میں نفی کرنا ہوتی ہے ذاتِ باری تعالیٰ سے اُن چیزوں کی جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں اور ذکر اللہ میں ثبوت ہوتا ہے اُن چیزوں کا جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں اور نامناسب اشیا کی نفی کرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ مناسب اشیاء کے تذکرے سے۔ یا اس لیے کہ تسبیح کا تعلق عقیدے سے اور عقیدہ کا دل سے ذکر کا تعلق زبان و عقل سے اور ہمیشہ قلب مقدم ہے زبان و عقل سے ان دعاؤں کے بعد قبولیت کی جلوہ نمائی ہوتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے وادیٔ طویٰ علاقۂ طور کے اُسی درخت سے غیبی آواز آئی فرمایا کہ اے موسیٰ سراپا محبت ہمارے منتخب کلیم جو تم نے یہ دعائیں مانگی وہ سب کی سب مکمل طریقے سے قبول ہیں قَدْ اُوْتِيْتَ تم دیدئے گئے۔ تمہاری یہ نو خواہشیں بیک دم پوری کر دی گئیں بعض نے لکھا کہ كُنْتَ مکمل ختم نہ ہوئی تھی ان کی یہ دلیل کہ فرعون نے آپ کی پہلی تبلیغ سن کر کہا تھا کہ یہ ہی نہیں ہو سکتا یہ تو صحیح بات نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ سورۂ قصص آیت ۳۴ میں ہے میرا اپنے بھائی کے لیے فرمایا ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ۔ یہ مجھ سے زیادہ اچھے بول بولتے ہیں ثابت ہوا کہ كُنْتَ کی پوری دعا قبول نہ ہوئی تھی مگر یہ بات غلط اور دلیل کمزور ہے اس لیے کہ اَفْصَحُ کہنا سی کلام طور میں دعاؤں کے وقت تھا قَدْ اُوْتِيْتَ سے پہلے۔ اور فرعون کا کہنا۔ كُنْتَ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ جھوٹ کی تہمت تھی دشمنی کی وجہ سے جس طرح ہر دشمن اپنے مخالف کو کہدیتا ہے کہ تو تو

marfat.com
Marfat.com

میرے سامنے بات نہیں کرسکتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں مکمل طور پر قبول ہوتی ہیں وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى ہم نے تو اے موسیٰ اس سے پہلے بھی بغیر مانگے تم پر بہت دفعہ احسان کیئے کہ بلا طلب بلا مانگے بلاعوض تم کو بہت انعام وآرام پہنچائے اور تمہاری وجہ سے تمہاری والدہ واہل خانہ پر۔ یہاں قرآن مجید میں از آیت ۳۸ تا آیت ۴۱ تقریباً آٹھ احسانات کا ذکر فرمایا۔ پہلا یہ کہ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تمہاری والدہ کو الہامی وحی فرمائی۔ اس میں چھ قول کہ ۱ بذریعہ وحی بذریعہ خواب تھی ۲ بذریعہ القاء قلبی تھی ۳ بذریعہ کسی فرشتہ ۴ بذریعہ کسی نبی علیہ السلام ۵ بذریعہ کسی وَلی اللہ ۶ بذریعہ عیسیٰ آواز۔ مگر پہلا اور دوسرا قول درست ہے۔ مَا يُوْحٰٓى۔ جو بھی الہاء وحی ضروری تھی وہ کر دی گئی۔ یہاں وحی نبوت مراد نہیں اس لیے کہ وحی نبوی قانون شرعی ہوتی ہے وہ صرف انبیا کو آتی ہے اور انبیا صرف انسان مرد ہوتے ہیں کوئی عورت نبی نہیں ہوسکتی ایک قول ہے کہ یہ وحی باآواز بلند عیسیٰ طریقے میں سنائی گئی تھی اُن کی دلیل سورۃ قصص کی وہ آیت ہے کہ اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى یہ اتنا فصیح کلام القاء قلبی سے نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ دلیل اس لیے کمزور ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی آواز سنائی گئی تھی بالکل صاف وضاحت جاگتے میں اللہ تعالیٰ کی آواز۔ بجز بکلیم اللہ کوئی نہیں سن سکتا۔ القاء دو قسم کا ہوتا ہے ۱ القاء قلبی جاگتے میں ۲ القاء قلبی خواب میں یہ وحی القاء والہام منامی تھی۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ فرعون نے خواب دیکھی کہ بنی اسرائیل کے مکانوں کی طرف سے ایک روشنی اٹھی اور اُس کے سرپرگری جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ جاگا تو بڑا پریشان ہوا اور چند نجومیوں کو بلا کر تعبیر پوچھی سب نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت تباہ کر دے گا اُس نے خوف زدہ ہوکر اسی دن اعلان کرا دیا کہ آج سے بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہوا اس کو قتل کرا دیا جائے اس قانون ظلم کے تحت تقریباً پانچ سال کی ہر سال بنی اسرائیل کے تمام لڑکے قتل کیئے جاتے رہے اور لڑکیاں زندہ چھوڑ دی جاتیں ایک دن درباریوں نے فرعون سے کہا کہ اے بادشاہ اس طرح بنی اسرائیل کے لڑکے ختم ہو جائیں گے لڑکیاں ہی رہ جائینگی تو پھر اُن کی شادیاں کن سے ہونگی یا پھر وہ کنواری رہینگی یا پھر وہ ہمارے لڑکوں کو خراب کریں گے اولاد مخلوط پیدا ہوگی اور پھر ہم تو کہ خدام کہاں سے لیں گے جس پر یہ بات اُس کی عقل میں آگئی اور اس نے حکم دیا کہ اچھا ایک سال لڑکے قتل کیا کرو۔ اور ایک سال کے لڑکے چھوڑا کرو۔ ہارون علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

معافی والے سال میں پیدا ہوئے اور موسیٰ علیہ السّلام اُس کے تیسرے سال بعد قتل کے سال پیدا ہوئے جو بعد میں ظلم کا آخری سال ثابت ہوا یہ قتل کا قانون فرعون نے از خود ختم کر دیا جو سابقہ نو سال سے جاری تھا۔ اِس سال تین سَو لڑکے قتل کئے گئے۔ موسیٰ علیہ السّلام کو اُن کی والدہ نے ایک غار میں چھپا دیا اور خفیہ ان کو دودھ پلاتی پرورش کرتی رہیں۔ قدرت الٰہیہ سے آپ کی والدہ پر ولادت کے کچھ آثار ولادت ظاہر نہ ہوئے نہ دردِ زہ ہوا نہ نفاس آیا نہ حضرت موسیٰ کبھی روئے نہ ولادت سے پہلے پیٹ پر کوئی بڑھتے موٹا ہونے کی نشانی ظاہر ہوئی اس پہ کسی فرعونی جاسوس عورت کو پتہ نہ لگ سکا۔ لیکن ولادت کے بعد چھپانا بہت مشکل ہو گیا تب باری تعالیٰ نے خواب میں صندوق بنانے اور اُس میں ڈالنے کا طریقہ وحی سے الہام فرمایا سمجھایا اور صندوق دکھایا گیا۔ یہی مراد ہے اَوْحَیْنَا (الخ) سے آپ کی والدہ محترمہ کا نام ایک قول مشہور کے مطابق یوحانذ بنتِ لَیْوِیْ بن لاوی۔ بعض نے کہا ہے کہ نام مبارک طیخانہ تھا۔ ایک قول میں بارخایا بازخت تھا واللہ اعلم ہو سکتا ہے یہ بعد کے نام خطاب ہوں یا کُنیت یا لقاب۔ آپ نے اپنے اِس الہام پر عمل کیا ایک فرعونی خفیہ مومن جو قبیل نام کے شخص سے صندوق بنوایا۔ یہ فرعون کا درباری تھا مگر فرعون کو ظالم و کافر سمجھتا تھا اُس نے آپ کی والدہ کے اپنے ذہنی نقشے کے مطابق سوراخ دار صندوق بنایا پھر اُس کو چاروں طرف سے موم دیواروں میں ڈالی گئی اندر دُھنی ہوئی روئی بچھائی گئی عمدہ پیارا لباس پہنایا گیا پھر اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ کے حکمِ وحی کے مطابق حضرت موسیٰ کو اس صندوق میں رکھ دیا پھر اکیلے ہی یا اپنی تیرہ سالہ بیٹی مریم بنت عمران کو ساتھ لے کر بوقتِ فجر منہ اندھیرے جب ابھی کوئی اس دیرانہ علاقہ ساحل میں کوئی شخص نہ تھا بحکمِ وحی کہ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ اپنے اس پیارے بھولے بھالے معصوم انگوٹھا چوستے پیٹے موسیٰ والے صندوق کو دریا میں ڈال دیا۔ والدہ خواب میں سن ہی چکی تھیں کہ۔ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ۔ دریا ہمارے حکمِ الٰہی سے اس صندوق کو اور اندر والے بچے کو نہایت آرام سے دریا کے باہر ایک طرف کسی چھوٹے راستے پر ڈال دے گا تاکہ وہ چھوٹے راستے سے منزلِ مقصود پر پہنچے۔ خبردار اے دریا کوئی موج کوئی لہر تیزی نہ دکھائے نہ دھچکا لگے نہ چھکولہ آئے۔ خیال رہے کہ چار موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے غیر ذوالعقول اشیا کو انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے ادب و احترام کا حکم فرمایا۔ پہلے نارِ نمرود کو احترامِ ابراہیم علیہ السّلام کا حکم فرمایا۔ پھر ابراہیم علیہ السّلام

marfat.com
Marfat.com

کی چھری کو احترام اسمٰعیل علیہ السلام کا پھر یہاں دریاء نیل کو موسیٰ علیہ السلام کا پھر مچھلی کو یونس علیہ السلام کا۔ دریا میں یہ صندوق ڈالنے کے بعد بیٹی سے کہا کہ تو ذرا دور رہ کر اس کے ساتھ چلتی چلی جا اور اس صندوق پر نظر رکھ کہ یہ کہاں جاتا ہے لڑکی عقل مند تھی اُس نے لکڑی چننے کا جھولا گلے میں ڈال لیا اور لکڑیوں کے بہانے کنارے چلتی رہی اور کبھی کبھی صندوق پر نظر رکھتی ڈال لیتی تاکہ کسی کو شک نہ پڑے۔ یہاں تک کہ وہ صندوق ایک اسی چھوٹی نہر میں مُڑگیا جو فرعونی محل میں سے گزرتی تھی۔ اس وقت فرعون اپنی بیوی آسیہ بنت مزاحم کے ساتھ باغ میں بیٹھا تھا دونوں نے دیکھا کہ ایک صندوق بہتا آرہا ہے پکڑوایا کھلوایا۔ اُدھر جب بہن نے دیکھا کہ صندوق تو فرعون کے قبضے میں پہنچ گیا جو ظالم دشمن ہے تو گھبرائی ڈری اور والدہ کی طرف بھاگی اور سب واقعہ سنایا والدہ نے کچھ فکر و اندیشے کا اظہار نہ فرمایا اس لیے کہ الہام وحی میں بتا دیا گیا تھا کہ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ۔ کہ اے بی بی فکر نہ کرنا اس کا غم نہ کرنا۔ پھر ایسا ہوگا کہ اس کو پکڑ لیگا وہ جو میرا دشمن ہے (۱) اس لیے کہ اس کا دشمن ہے اور جو اس کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے (۲) یا میرا دشمن ہے مخالفت میں اس کا دشمن قتل میں۔ کہ اسی کے اندیشے میں اتنے بچے قتل کرا دئے (۳) یا میرا دشمن ہے موجودہ وقت میں اس کا دشمن ہے آئندہ وقت میں۔ (۴) یا میرا دشمن ہے یقینی اس کا دشمن ہے متوقع (۵) میرا دشمن ہے نافرمانی میں اس کا دشمن ہے مقابلے بازی میں (۶) یا میرا دشمن ہے عدلوت میں اس کا دشمن ہے مغروریت وتکبر میں (۷) یا میرا دشمن ہے کفر کی ریاکاری میں اس کا دشمن ہے عیاری ومکاری میں یہ تھے عَدُوٌّ لِّیْ (الخ) کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف قول مگر پہلا قول زیادہ مضبوط ہے کہ جو اللہ والوں کا دشمن ہوتا ہے وہ اللہ کا دشمن ہے ورنہ حقیقتہً اللہ کا دشمن کوئی نہیں ہوسکتا دشمن کا معنیٰ ہے نقصان کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کرسکتا۔ بہن نے آکر سب کچھ بتا دیا والدہ نے پھر بھیجا کہ جا دیکھ اب کیا ہو رہا ہے۔ بہن نے واپس آکر عجیب قدرت کا کرشمہ دیکھا کہ ہر طرف محل فرعون میں چہل پہل رونق و دھوم مچی ہے وہی ظالم فرعون جس نے اسی بچے کو قتل کرنے کے لیے اتنی ہزار بچے قتل کرا دئے ہزاروں ماؤں کو تڑپا کر رکھ دیا اسی پر وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ کا سب سے زیادہ ظہور و سرور ہو رہا ہے۔ اے موسیٰ ہم نے تم پر دوسرا احسان یہ فرمایا کہ اپنے خزانۂ محبت کو محض اپنے کرم وجود فضل سے تجھ پر ایسا نثار کر دیا کہ جو تجھ کو دیکھتا تیرے سکھاتے ہوئے نثروں پر انوار بھولے بھالے

marfat.com
Marfat.com

چہرے پر نظر ڈالتا سو جان سے تیری محبت میں دیوانہ وار عاشق ہو جاتا۔ یہ بھی ہمارے معبود حقیقی ہونے کی ایک دلیل ہے کہ جو ہم نے چاہا وہ ہو گیا جو فرعون نے چاہا وہ نہ ہوا۔ ہم چاہیں ابابیل سے فیل مروا دیں چاہیں جانی دشمن کے گھر میں موسیٰ کی پرورش کرا دیں فرعون اور اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے جب صندوق کھولا اور تجھ کو دیکھا تو سب کچھ بھول گئے کہ یہ بچہ کس کا ہے کس طرف سے آیا صندوق میں کیوں ڈالا گیا۔ بنی اسرائیلی بچوں کے قتل کے سارے منصوبے یکسر بھول گئے اور دونوں نے اس دلکش محبت سے تم کو اپنا اپنا متبنیٰ بنا لیا فرعون لاولد تھا۔ آسیہ کنواری تھیں ایک دم اولاد کی بھوک جاگ اٹھی تمنا تڑپ گئی خواہشیں مچل گئیں وہی فرعون جو چند گھنٹے پہلے اسرائیلی بچے چن چن کر قتل کرا رہا تھا اور تیری ہی تلاش میں فکر مند و سرگرداں بیجا ظلم کرا رہا تھا اب وہی تجھے شاہی محل کا شہزادہ بنا رہا ہے۔ تیرے ہار پھول سہرے سجا رہا ہے عمدہ بستر لگا رہا ہے۔ تیری پرورش کے لیے عمدہ دودھ اور عمدہ دودھ کے لیے اچھی پاکیزہ ستھری صحت مند دائیاں بلا رہا ہے۔ تب ہم نے تیرا احسان یہ کیا کہ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ۔ ہر دائی سے تیرا منہ پھرا دیا کسی بھی فاسقہ فاجرہ کافرہ کا دودھ تیرے منہ میں نہ جانے دیا۔ تاکہ تمہاری پروان تمہاری پرورش بناوٹ تیاری میری نگاہ نگرانی دیکھ بھال میں ہو۔ اور بچپن سے بلوغت۔ بلوغت سے جوانی۔ جوانی سے بڑھاپے اور بڑھاپے سے غرقِ فرعون تک میری ہی نعمتوں رعایتوں محبتوں۔ شفقتوں رضا و ادا دوں میں تم کو ترقی پر لگایا جائے۔ اور زندگی کا ہر لمحہ ہر حرکت و سکون تصرف و عمل عَلٰی عَیْنِیْ ہو۔ کہ جس دریا نے ابتداءِ بچپن میں تم کو بچایا وہی دشمن فرعون کو غرق کرے۔ اور تم کو اوّل بھی بچائے آخر بھی۔ باقی پانچ احسانات اگلی آیت میں مذکور ہیں۔ بعض نے کہا کہ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ۔ کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے تجھ پر اپنی محبت ڈالی اور تمام نے تجھ سے محبت کی تو دوسروں نے کی مگر یہ قول درست نہیں اس لیے کہ ترتیبِ کلام بتا رہی ہے کہ اَلْقَیْتُ مَحَبَّۃً اب ہوا ہے پہلے نہ تھا یعنی اب صندوق کھولنے کے بعد چہرے دیکھنے کے بعد حالانکہ رب تعالیٰ کو محبت اپنے تمام انبیاء سے عالمِ اَرْوَاح میں ہی ہوتی سب ہی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔

بعض نحویوں نے کہا کہ یہاں پانچوں ضمیر واحد مذکر غائب ۱؎ اَنِ اقْذِفِیْهِ ۲؎ فَاقْذِفِیْهِ فَلْیُلْقِهِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لَّهٗ کا مرجع موسیٰ ہیں اور یہی قول درست ہے کچھ نجاۃ نے کہا کہ دو ضمیر ۱؎ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ ۲؎ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ۔ کا مرجع تابوت ہے اور بعض نے یَاْخُذْهُ کا مرجع بھی تابوت کی طرف پھیرا ہے مگر

marfat.com
Marfat.com

یہ اُن کی اپنی سوچ جو زیادہ مضبوط نہیں۔ آسیہ نے ہی پہلے کہا کہ اس کو ہم بیٹا بنا لیتے ہیں یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈی ثابت ہوگا۔ فرعون نے کہا یہ تیرے لیے ہے مجھ سے اس سے کوئی سروکار نہیں مگر جب اُس نے چہرۂ انور دیکھا تو وہ بھی وارفتہ اور عاشق ہو گیا۔ آسیہ کا یہ کہنا کہ قُرَّةُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ (سورۃ قصص آیت ۹) بارگاہِ الٰہیہ میں قبول ہوا اور اُس کو ہدایتِ ایمان کی دولت مل گئی جب موسیٰ علیہ السّلام نے مدین اور طور سے واپس مصر آکر پہلی تبلیغ فرمائی تو آسیہ مومن ہو گئیں تھیں مگر فرعون ڈوبنے تک ایمان نہ لایا ڈوبنے کے وقت اُس نے اظہارِ ایمان کیا جو معتبر و مقبول نہ ہوا۔ اگر فرعون بھی یہ کہدیتا کہ یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو یقیناً اُس کو بھی ایمان نصیب ہو جاتا۔ حضرت حکیم الامت بدایونی نعیمی قادری نے فرمایا کہ آسیہ کا وجود بھی حضرت موسیٰ کے لیے بچپن میں وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کی یہ تمام دعائیں مکمل طور پر قبول فرمائیں اُسی وقت اور پھر مصر کی طرف بھیجا۔ محققین فرماتے ہیں کہ ملکِ مصر پر یہ رب تعالیٰ کا عظیم کرم و احسان تھا کہ موسیٰ و ھرون علیہما السّلام جیسی پاکیزہ شخصیات کو اُن کی ہدایت کے لیے چنا گیا جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے بھلائی چاہتا ہے تو نیک حاکم عطا فرماتا ہے۔ جب فرعون نے اِس بچے کو اپنا بیٹا بنا لیا تو نام بھی خود ہی موسیٰ رکھا۔ موسیٰ اِس مناسبت سے رکھا کہ لفظِ مُو کا معنیٰ عبرانی میں پانی ہے اور جب صندوق کھولا گیا تو اُس وقت فرعون اپنے باغ کے ایک شاندار پھل دار درخت کے نیچے بیٹھا تھا پھل دار درخت کو عبرانی میں سی کہتے ہیں۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ تین چیزیں اللہ رسول کی پسندیدہ ہیں ۱ اچھوں کی صحبت ۲ اہلِ علم کا ساتھی ہونا ۳ اور اہلِ عقل کی تائید حاصل کرنا یہ فائدہ وَاشْدُدْ بِهِ أَزْرِي سے حاصل ہوا کہ حضرت موسیٰ نے باوجود نبی و مرسل ہونے کے ھرون علیہ السّلام نبی کو اپنا ساتھی بنائے جانے کی دعا عرض کی۔ دوسرا فائدہ مشورہ لینا بہت ہی مفید اور اچھی بات ہے۔ مشورہ کی عادت سے پانچ اچھائیاں ملتی ہیں اوّل یہ کہ بندے میں غرور پیدا نہیں ہوتا نہ اپنے علم اور قوتِ رائے پر گھمنڈ یا بھروسہ ہوتا ہے دوم۔ آپس میں اتحاد و محبت پیدا ہوتی ہے ایک دوسرے کا احساس و یگانگت ملن سلاری ہوتی ہے سوم یہ کہ مشورے سے غور و تفکر سوچنے سمجھنے کا وقت مل جاتا ہے کوئی جلد بازی یا جذباتی کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا چہارم یہ کہ کام بگڑ جانے پر مطعون نہیں کیا جا سکتا یہ سب

Marfat.com

فوائد بھی وَاشْدُدْ کی دعا سے حاصل ہوئے۔ پنجم یہ کہ مشورہ لینا دینا سنتِ انبیاء اور باعثِ ثوابِ کثیر ہے۔ تیسرا فائدہ انبیاءِ کرام کی دعائیں کبھی نامقبول نہیں ہوتیں جن رفعتوں جاہیں جو چاہیں بارگاہِ قدس میں عرض و فریاد و التجا سے مانگ لیں رد یا نامنظور نہیں ہوتیں اُن کی نامرادی فرمائی جاتی ہے۔ یہ فائدہ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یُمُوْسٰی فرمانے سے حاصل ہوا نام سے کر یُموسیٰ کہہ کر کلام فرمانا بھی انتہائی مشفقانہ مُحبّانہ انداز ہے۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ نبوت و رسالت صرف انسانی مردوں کو عطا ہوئی ہے کبھی کسی قوم میں کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ لیکن لفظ وحی قرآن مجید میں تقریباً چار معنیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے ۱ وحی کلام صوتی یعنی غیبی آواز کا کلام یہ صرف موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ۲ وحی شریعت قانونِ الٰہی یہ صرف انبیاءِ کرام علیہم السلام پر بذریعہ جبرئیل امین آیا ۳ وحی کلام کلام بالمشافہ دیدار کے ساتھ یہ صرف لامکان میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ۴ وحی اِلقاءِ الٰہامی یہ ہر مخلوق پر آتا رہا اور تا قیامت آسکتا ہے۔ نیز یہ کہ نبوت دعا وغیرہ سے نہیں ملتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطائی وجہبی ہوتی ہے یہ مسئلہ اَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّكَ (الخ) کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے ہر مسلمان بھائی کے لیے پسند کرے، حسد، بُغض، جلاپا۔ رشک کی بری عادتوں سے ہمیشہ بچتا رہے اور ہر موقعہ پر ہر بھلائی میں مسلمانوں کو اپنے ساتھ رکھے یہ مسئلہ حضرت موسیٰ کی دعاؤں سے مستنبط ہوا جو آپ نے اپنے بھائی حضرت ھٰرون کے لیے مانگیں خاص کر علاقہ کفر میں اپنی رسائی کے مطابق مسلمانوں کے حقوق و ترقی کے لیے کوشاں اور مسلمانوں سے تائیدی قوت حاصل کرے جیسا کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے ساری عمر کیا اور دنیا میں مسلمانوں کو بلند کیا۔ تیسرا مسئلہ نیک ساتھی ملنا اللہ تعالیٰ کا احسان اور عظیم نعمت ہے اس لیے جاہلوں دشمنوں مخالفوں کی کتابوں مجلسوں سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے یہی کوشش اور یہی دعا کرنی چاہیے یہ مسئلہ وَلَقَدْ مَنَنَّا (الخ) سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ھٰرون کے ساتھ ذکر کر کے احسان کا ذکر فرمایا۔ چوتھا مسئلہ دعا مانگنی عبادت ہے اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے دینی و دنیوی اُخروی ہر معاملے میں رب تعالیٰ سے نہایت عاجزی انکساری سے گڑگڑا کر دعا مانگا کرے علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ ہر نعمت کی آرزو کو صبر سے طلب کرو دعا سے بچاؤ شکر سے اظہار

marfat.com
Marfat.com

کر وعبادت سے یہ مسئلہ۔ موسیٰ علیہ السلام کی چھ دعاؤں سے مستنبط ہوا۔ پانچواں مسئلہ۔ اسلام میں چار کام عورت پر ناجائز اور ممنوع ہیں ۱ امامت ۲ قضا یعنی جج اور مفتی بنا فیصلے کرنا ۳ حکومت ۴ نبوت اسی طرح پیر بننا بیعت لینا بھی عورتوں کے لیے ناجائز ہے یہ مسئلہ اَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّكَ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ ہم نے تم پر پہلے بھی کئی احسان کیے ہیں۔ یہ کلام احسان جتانا ہے احسان جتانا تکلیف دہ ہوتا ہے حالانکہ یہ تکلم تو لطف وشفقت کا تھا۔ جواب تفسیر کبیر میں امام رازی نے یہ جواب دیا کہ یہ احسان جتانا نہیں ہے بلکہ بتانا مقصود تھا کہ یہ دعائیں جو تم اب مانگ رہے ہو ضرور قبول ہوں گی کیونکہ ہم نے تم پر بچپن سے کسی خاص مقصد کے لیے بہت سے احسانات کیے ہیں۔ جو تم نے مانگے بھی نہ تھے وہ بھی ملے تھے اور یہ بھی تم کو ملیں گے تم کو ہم نے اپنے ہی لیے بنایا ہے۔ اور تم نے ان احسانات کے ذریعے ہمارے ہی کام کرنے ہیں۔ یہاں نوعیت عطا کا ذکر ہے کہ یہ دعائیں اور پہلے انعامات سب محض ہر طرح احسان ہیں اس میں تمہارا کوئی استحقاق نہیں خیال رہے کہ استحقاق سے کوئی چیز دینا عدل ہے اور زیادہ دینا کرم ہے۔ بلا استحقاق کوئی چیز دینا احسان وامتنان ہے یعنی یہ طلب ودعا کی چیزیں دینا بھی احسان ہوگا جیسا کہ پہلے آسیا دینا احسان کیا گیا۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا مَرَّةً اُخْرٰی یہ لفظ اُخْرٰی اسم تفضیل واحد مؤنث ہے جو وحدت پر دلالت کرتا ہے یعنی فقط ایک اور۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر پہلے بھی فقط ایک ہی احسان فرمایا اور اب طٰہٰ پر بھی فقط ایک ہی احسان ہوا۔ حالانکہ ان ہی آیات میں اگر گنتی کی جائے تو تقریباً چودہ احسان بنتے ہیں۔ چھ احسانات دعا تو اب اس طرح کہ ۱ اِشْرَاحِ صدر ع ۲ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ۔ والی دعا کی عطا ۳ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ۔ کی قبولیت وعطا ۴ ھٰرُوْن علیہ السلام کی وزارت ۵ اُشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ع ۶ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ اور آٹھ احسانات اس سے پہلے ولادت سے چالیس سالہ عمر تک مثلاً ۱ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّكَ ع ۲ اِقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ ع ۳ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ ع ۴ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ع ۵ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ ع ۶ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤی اُمِّكَ ع ۷ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ ع ۸ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا یعنی ہم نے تم کو اپنے امتحانوں میں پاس کیا تھا۔ ۹ مدین میں با امن وسکون رہنا ۱۰ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ۔ جب اتنے بہت سے احسانات گنائے گئے تو پھر اُخْرٰی کہنا کیونکر درست ہوا۔ جواب لفظ اُخْرٰی اگرچہ واحد مؤنث

marfat.com
Marfat.com

کا صیغہ ہے۔ مگر یہ وحدتِ عددی کے لیے نہیں بلکہ اسم تفضیل کی بنا پر کثرت پر دال ہے۔ جیسے ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اَسْمَاء جمع کے ساتھ حُسنٰی واحد مؤنث آیا۔ ان صیغوں کی وحدت تفضیلی کے لیے لایا جاتا ہے اور ترجمہ ہوگا بہت سے اچھے نام۔ اسی طرح یہاں بھی اُخریٰ کا معنیٰ ہے۔ بہت سے دوسرے۔ اور پوری آیت کا ترجمہ ہے اے موسیٰ بے شک ہم نے تم پر ایک مرتبہ پہلے بھی بہت سے دوسرے احسانات کئے تھے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ وَاَشْرِكْهُ فِيْ اَمْرِيْ۔ کَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۔ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۔ روحِ مومن مثلِ موسیٰ ہم کلام الٰہی ہے عقلِ مومن مثلِ ہارون یارِ کرامت کا امانت دار ہے۔ نفسِ انسانی مثلِ فرعون حبّاس مصر ہے جو اہلِ طرب ہے روحِ معطر جب طورِ کمالات پر پہنچتی ہے تو بارگاہِ لاہوت میں عرض کرتی ہے اے مولیٰ تعالیٰ عقلِ سلیم کو میرا شریکِ اعمال بنا دے تاکہ رکوعِ جلوت سجودِ خلوت میں عقل کے طریقے سے تیری تسبیح و تقدیس کروں اور تیرے ذکر تیری یاد کی محفلیں کثیر سجائیں اس لیے کہ بے عقل کی نماز، روزہ، رکوع و سجود ذکر اذکار سب بیکار ہوتا ہے۔ جب روحِ عقل کامل سے ملتی ہے تو عقل کو ہی وزیر و مشیر شریک و صدیق بناتی ہے۔ وہی عقلِ سلیم مدبرِ روح ہے ہے اسی کی قوت سے نفس پر غلبہ اور مصرِ قلبِ نفس کی شرارتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے کہ عقل میں علم ہے۔ علم میں سمجھ داری ہے سمجھداری حُسن ہے حسن میں اَدا ہے۔ اَدا میں نیاز ہے۔ اور نیاز میں ناز ہے اور ناز شرفِ محبت ہے اور محبیت میں قبولیت ہے خوش قسمت ہے وہ رعایا جس کو عادل بادشاہ ملے اور خوش قسمت ہے وہ بادشاہ جس کو صالح قوی لائق وزیر مل جائے۔ جیسے مصر کو موسیٰ اور موسیٰ کو ہارون مل گئے جب بدن کو روحِ معطر اور روحِ معطر کو عقلِ سلیم ملتی ہے تو غلبہ رحمانیت کا ہوتا ہے۔ روحِ مومن یہ دعا عرض کرتی ہے کہ اے مولیٰ تیرے فکرِ وحدانیت پر صبر و تحمل کی کثرت سے ذاکر بدن تو جائیں۔ بس تیرا کلام پائیں تیری ہی نگاہِ لطف میں رہیں نہ تیرے غیر کو دیکھیں نہ تیرے غیر کی سنیں اور تیری آزمائشوں پر صبر کریں۔ تو میری فکر و تدبر کی تمام گرہیں کھول دے تاکہ حضور مکاشفات کا ذکر مقامِ تجلیات میں قبولِ کمالات کی استعداد و رہبت و کثرت سے کریں بے شک تیری ذاتِ محیط عطاءِ اجلیت سے ہم تمام اَرواحِ عالمِ ناسوت پر بصیر ہے

marfat.com
Marfat.com

پس ہماری امداد فرما۔ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰى اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى جماعاتِ غیوب سے الہاماتِ سرمدی کی صدا آتی ہے کہ تجھ کو اے عقل و قلب کی روح موسیٰ سعادت تیرے تمام مطلوباتِ راہِ عرفانی دیدئے گئے اور البتہ بے شک اس مطالبۂ عقلیاتِ توفیقی سے پہلے بھی ہم نے تجھ پر بلا طلب احساناتِ عظیمہ ضروریہ لازمیہ کا ورود فرمایا تھا جب کہ تیری تقدیرِ مادری ازلی جو تیری قوۃِ حیوانیہ کو جنم دینے والی ہے۔ اُسی تقدیرِ ازلی کی طرف الہاماتِ سریہ کا اشارہ سمجھایا تھا کہ اے تقدیرِ مبرم اس روحِ بدنیہ کو تدابیرِ ناسوتیہ کے صندوق میں بند کر کے دریاءِ معرفت کی لہروں میں چھوڑ دے۔ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ

اور اپنے قلبِ معصومی کی روحِ لطیف کو طبیعۂ جسمانیہ کے تابوتِ ذکرُ اللہ میں رکھ کر پھر سکینہ کی ہیولانی لہروں سیرانی موجوں میں بہا دے تاکہ وہ بحرِ سکونی ہمارے حکم کی پابندی سے رشد و ہدایت کے ساحلِ توفیقی پر اس کو ڈال دے۔ تب تربیتِ روحانیہ کے مقامِ مشقتِ تجربیہ میں جبرِ فرعونیت کا نفسِ جواس کا دشمنِ باطنی ہے اس لیے اِس کے مربی حقیقی کا بھی دشمن ضعفِ ناسوتی ہے اس کو قبضہ میں کرنے کی سعی عارضی کرے گا تاکہ جبر و ظلم سے روح کو مردہ کر دے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ہر انسان کی مادرِ اولیٰ اُس کی تقدیر ہے اور باپ اُس کی تدبیر ہے۔ بدعملی فرعون ہے جس سے روح مردہ ہو جاتی ہے مگر جس کو رب تعالیٰ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ کے تمغوں سے نواز دے تو فرعونِ نفس کی بدعملی بھی اس کو مردہ نہیں کر سکتی اُن حالاتِ کثیفہ میں ہم نے ہی تجھ پر اپنی اُلفتِ بے کنار محبتِ کامگار کی چادر ڈالدی بصیرت کی محبت تحقیق سے ہے بصارت کی محبت تقلید سے ہے اور نفس کی محبت خواہشات سے ہے۔ بصیرتِ مومن مثلِ آسیہ ہے اور بصارتِ نفسی مثلِ فرعون ہے۔ موسیٰ روح سے اوّلاً بصیرت نے محبت کی پھر بصارت نے اس کی تقلید میں۔ تحقیق کی محبت کو بقا ہے تقلید کی محبت کو فنا ہے اسی لیے بصیرتِ آسیہ کی محبت سبھی سے بھی روحانی حرکت سے نہیں بدلتی فرعونِ نفسانی کی محبت ذرا سی حرکتِ یخینی سے بدل گئی بدل کر بگڑ گئی یہی حال اور فرق مریدِ تحقیق اور مریدِ تقلید میں ہے۔ صوفیاءِ کرام کے نزدیک ایمانِ تحقیق والا بہتر اور معتبر ہے۔ لیکن اعمالِ تقلید والے بہتر ہیں ایمان میں تقلید گناہِ کبیرہ اعمال میں غیر مقلد ہونا گمراہی

marfat.com
Marfat.com

وفا دہے۔ بیعتِ مرشد اسی تقلید کا نام ہے جب رب تعالیٰ کی نظرِ عنایت اور محبتِ کرامت نصیب ہوتی ہے تو نفسِ خبیث بھی روحِ بدنی سے شفقت و نرمی کا سلوک کرتا ہے اور دشمن ابلیس بھی نمازوں کے لیے جگا دیتا ہے اگرچہ اس حسنِ سلوک سے کچھ ہمدردی نہیں ہوتی۔ عالمِ ناسوت اور جباۃ دنیوی میں بقاءِ روح کے لیے یہ سارے انتظامات کیوں کئے گئے وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ تاکہ اس فارادِ فنا۔ بیابانِ نفسیات اور فرعونیتِ نفس کے افکارِ ظالمانہ سرکشانہ میں تو اسے روحِ محبت میری ہی حفاظتِ عینی میں پلتا بڑھتا چلتا پھوٹتا عالمِ معرفت کے بڑھانے پھیلانے کے لیے تیار ہوتا رہے۔ جس کو عنایتِ ازلیہ نے منتخب کر لیا وہ ہر دم ہر ایک کا منظورِ نظر ہو گیا۔ مربیِ نیاز کی دنیا و آخرت میں اصلاح و تربیت و ترقی ہی خصوصی فرمائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مقامِ علیا پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ (از تفسیر روح البیان۔ ابن عربی۔ روح المعانی مولاءِ رومی نے فرمایا۔

نفسِ ما ہم کمتر از فرعون نیست یک اژدہا عون ما اعون نیست

نفسانی بندہ حقیقتاً اپنی نفسانی خواہشات کا غلام ہوتا ہے اور دنیا کا طالب دن رات اس کو اپنا منصب اور اپنے عیال کو خوش کرنے کے لیے فکر لاحق رہتی ہے اور اس کی دنیا طلبی کی حرص وسیع ہوتی جاتی ہے۔ اس وقت وہ صوفیا کے لباس سے مختلف لباس پہنتا ہے اور دنیوی لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر امارت و حکومت کی محبت غالب آجاتی ہے اور جس قدر اس کو زیادہ مفاد حاصل ہوتے ہیں اطمینان و صبر و سکون مٹتا جاتا ہے حرص کا دائرہ دراز ہوتا جاتا ہے۔ ایسا بدنصیب خادم نہیں مخدوم عاجز نہیں مغرور بننا چاہتا ہے مخلص کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ رب تعالیٰ نیک بندوں کے وجودِ مسعود سے علاقہ کے سو پڑوسیوں کو مصیبتوں بلاؤں سے بچاتا ہے ایک روایت میں ارشادِ اقدس ہے کہ اگر نمازی اور شیر خوار بچے اور چرند و پرند جانور نہ ہوتے تو بدکاروں پر ایسا ہی عذاب نازل ہوتا جو سب کو ہلاک کر دیتا۔ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک بندے کے طفیل سے آل اولاد بلکہ تین نسلوں تک ناگہانی آفتیں دور ہوتی ہیں نیکی مثل خوشبو کے ہے جس کا فائدہ پڑوسیوں کو بھی مل جاتا ہے۔ ایک نیک کے وسیلے سے پورا علاقہ حفظ و امن میں رہتا ہے نیک نیتی، ذکر اللہ کی بلند آوازی وہ مقدسہ لسانی اور دنیوی الجھاؤ کھول دیتی ہے جن کو گردشِ زمانہ نے مضبوط باندھا ہوتا ہے

marfat.com
Marfat.com

إِذْ تَمْشِيٓ أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ

جب کہ چلی آئی تمہاری بہن پھر بولی کیا تم لوگوں کو اُس کے گھر کی راہ بتاؤں

تیری بہن چلی پھر کہا کہ میں تمہیں وہ لوگ بتا دوں

عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُۥ ۖ فَرَجَعْنَٰكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ

جو اس کی کفالت کرے تو ہم نے تم کو تمہاری والدہ کی طرف لوٹا دیا

جو اس بچے کی پرورش کریں۔ تو ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے

كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ

تاکہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غمگین نہ رہے اور مار ڈالا تھا تم نے

کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کرے اور تو نے ایک جان کو قتل

نَفْسًا فَنَجَّيْنَٰكَ مِنَ ٱلْغَمِّ وَفَتَنَّٰكَ

ایک شخص تو اس وقت بھی بچا لیا تھا ہم نے تم کو گھبراہٹ سے اور ہم نے تم کو بہت آزمائشوں میں

کیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تجھے خوب جانچ لیا

فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِىٓ أَهْلِ مَدْيَنَ ۙ

ڈالتے رہے پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہتے رہے

تو تو کئی برس مدین والوں میں رہا

ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٠﴾ وَ

پھر اب تم ٹھہرے ہو مقرر شدہ مدت پر اے موسیٰ۔ اور

پھر تو ایک ٹھہرائے وعدے پر حاضر ہوا اے موسیٰ۔ اور

marfat.com
Marfat.com

اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ

تم کو تو میں نے اپنے لیے ہی تیار کیا ہے۔ اب جاؤ تم

میں نے تجھے خاص اپنے لیے بنایا۔ تو اور تیرا

اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾

اور تمہارا بھائی میرے دیئے ہوئے معجزوں کے ساتھ اور تھکاوٹ آڑے نہ آنے دینا میری یاد میں

بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کو اُن کے بچپن کا ذکر اور والدین کی مشکلات اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر فرمایا گیا اب اِن آیت میں بقیہ واقعات کا ذکر ہو رہا ہے تو گویا یہ آیت پچھلی آیت کا تتمہ ہیں۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کے خاندانی وطن کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں آپ کے سسرالی وطن کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کے بچپن کی مشکلات کا تذکرہ ہوا۔ اب اِن آیت میں آپ کی بعد والی خود ساختہ مشکلات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ چوتھا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ نے ذکر الٰہی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اُس کا ذکر ہوا اب اِن آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اللہ کرنے کا حکم دینے کا ذکر فرمایا گیا

تفسیر نحوی اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۔ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا

اِذْ اسم ظرف زمانی برائے ماضی بمعنی اِذَا شرطیہ مستقبل۔ باب ضرب کا ماضی استمراری کانت بلوشیدہ اِذ ظرفیہ کے قرینے سے ترجمہ ہے چلتی تھی چلتی آتی تھی اُخْتُ اسم مفرد مؤنث حقیقی جامد اس کا مذکر ہے اَخٌ مضاف لَكَ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے مشی کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی فَ جزائیہ تَقُوْلُ باب نصر کا فعل مضارع واحد مؤنث غائب ہی ضمیر اس کا پوشیدہ فاعل یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا حَلِ حرف استفہام لفظ سوال

marfat.com
Marfat.com

کے لیے۔ تصدیقی ایجابی یعنی ایسا ہونا چاہیے۔ اَوْلُ بابِ نَصَرَ کا مضارع حال واحد متکلم اَنَا ضمیر واحد متکلم مؤنث وَکْلٌ سے مشتق ہے یعنی اعتماد کرنا شان بتاتا اسی سے دلیل دلالت۔ کُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اَوْلُ متکلم کا مرجع اُخت ہے اور کُمْ کا مرجع فرعون اور اُس کے گھر والے بیوی وغیرہم عَلٰی حرفِ جر یعنی اِلٰی جازہ انتہاءِ غایت کے لیے مَنْ اسم موصول یَکْفُلُ۔ بابِ نَصَرَ کا مضارع مستقبل کَفْلٌ سے مشتق ہے ھُوَ ضمیر کا مرجع مَنْ موصولہ ہے اسی سے ہے۔ کفالۃ اور کَفِیل یعنی پرورش کی ذمے داری اٹھانا۔ یا عام ہر قسم کی ذمے داری۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر کا مرجع۔ نَ ضمیر ہے مراد موسیٰ علیہ السلام مفعول بہ ہے یَکْفُلُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور متعلق ہے اَوْلُ کا وہ سب جملہ فعلیہ سوالیہ ہو کر مقولہ ہوا اَقُوْلُ کا وہ جملہ قولیہ ہو کر جزا ہوئی اِذْ تَمْشِیْ اپنی جزات نَ کا ظرف ہوا اَلْقَیْتُ کا باقی ترکیب گزشتہ ہے۔ فَ زائدہ با تفصیلیہ رَجَعَ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق جمع متکلم رُجْعٌ سے مشتق ہے یعنی لوٹانا جب اِس کو مصدر ثلاثی مجرد رُجْعٌ سے اشتقاق کیا جائے تو یہ متعدی ہوتا ہے یعنی لوٹانا اور جب اِس کو ثلاثی مزید فیہ رُجُوْعٌ یا رُجْعٰی سے بنایا جائے تو باب حسب ہوگا اور لازم ہوگا یعنی لوٹنا۔ کَ ضمیر مفعول بہ اِلٰی اُمِّکَ۔ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے کَیْ حرف تعلیل یعنی تاکہ اس میں اَن ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے یہ خود حرف فعل سابقہ کی علت اور وجہ بیان کرتا ہے ماقبل مضارع کو نصب یہ خود نہیں دیتا۔ تَقَرَّ بابِ فَتَحَ کا فعل مضارع واحد مؤنث منصوب ہے قَرَرٌ سے مشتق ہے یعنی خوش ہونا۔ سکون پانا ٹھنڈک پانا آنکھیں روشن ہونا یہاں ہر معنیٰ درست ہے۔ اس کا مصدر پانچ طرح پر آتا ہے ۱۔ قَرٌّ ۲۔ قُرَّۃٌ ۳۔ قَرَّۃٌ یہ لازم ہیں ۴۔ قَرَارٌ ۵۔ قُرُوْرٌ۔ یہ دونوں متعدی ہوتے ہیں یعنی ٹھنڈک پہنچانا۔ عَیْنٌ اسم مفرد جامد یعنی جسمانی آنکھ یا مراد ہے قلبی بصیرت کا ضمیر واحد مؤنث غائب مرجع ہے۔ اُمّ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی فاعل ہے کَیْ تَقَرَّ تک سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا تَحْزَنَ۔ بابِ سَمِعَ کا فعل مضارع منفی بلا واحد مؤنث غائب۔ تقدیر عطف تابعی کی وجہ سے بحالت نصب ہے حُزْنٌ سے مشتق ہے یعنی غم کرنا غمگین رہنا۔ غمگین ہونا۔ جِئْ پر پوشیدہ ضمیر کا مرجع اُمّ ہے یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا تقدیر دونوں عطف مل کر علت ہوئی رَجَعْنَاکَ کی وہ سب فعل فاعل مفعول متعلق اور علت مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ کا۔ واؤ سَبَبِیَّہ جملہ قُلْتُ بابِ نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق واحد متکلم حاضر اس میں اَنْتَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع

marfat.com
Marfat.com

حضرت موسیٰ۔ نَفْسٌ اسم مفرد جامد نکرہ بمعنی ایک جان اس پر تنوین (دو زبریں) وحدت کی ہے مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ تعقیبیہ بمعنی ثم۔ نَجَّیْنَا۔ بابِ تفعیل کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم نَجّٰی سے مشتق ہے بمعنی بچانا نجات دینا۔ اسی سے ہے مناجات بمعنی آہستہ دعا میں نجاتِ مانگنا باب منقول میں ہر تنہائی کی دعا کو مناجات کہا جاتا ہے اس کا مصدر ہے تَنْجِیَۃٌ۔ نَجِّیَۃٌ۔ نحن پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ ک ضمیر مفعول بہ مِنَ الْغَمِّ لفظ غم کا لغوی ترجمہ ہے چھپانا۔ دھول چھپانا اسی سے ہے غمام بمعنی ہلکا بادل مٹی کا اڑتا ہوا غبار۔ دھوئیں کو غمام کہتے ہیں دھول کو غمامہ کہتے ہیں خوف و رنج کو غم کہتے ہیں کہ وہ دل پر چھا جاتا ہے خوشی کو چھپا لیتا ہے ھَمٌّ کا معنی بھی رنج ہے مگر فرق یہ ہے کہ مستقبل پر رنج ھَمٌّ ہے اور ماضی پر رنج غم ہے یہ جار مجرور متعلق ہے نَجَّیْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر آگے معطوف علیہ واؤ عاطفہ فَتَنّٰکَ بابِ ضَرَبَ یَضْرِبُ کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ فَتَنٌ سے مشتق ہے دس معنی میں مشترک ہے ۱ جانچنا ۲ پرکھنا ۳ آزمانا ۴ آفت و مصیبت آنا ۵ فساد مچانا ۶ بدنظمی پیدا کرنا ۷ عبرت دلانا ۸ ایذا۔ دکھ پہنچانا ۹ معذرت کرنا ۱۰ آزمائش میں ڈالنا یہاں یہ آخری معنی میں ہے۔ ک ضمیر مفعول بہ فُتُوْنًا مصدر مزید فیہ بمعنی آزمائش مفعول مطلق ہے فَتَنَّا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْ اَھْلِ مَدْیَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یٰمُوْسٰی ف عاطفہ تعقیبیہ لَبِثْتَ بابِ سَمِعَ کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ فاعل لَبِثْتَ سے مشتق ہے بمعنی ٹھیرنا۔ رہائش رکھنا سِنِیْنَ۔ اسم جمع مذکر سالم چونکہ بغیر الف لام کے ہے اس لیے جمع قلت ہے جو تین سے دس تک عدد کے لیے ہوتی ہے یہاں آٹھ دس سال مراد ہے اس کا واحد تین ہے بمعنی سال بحالت نصب ہے ظرف زمانی ہے فِیْ جارہ فرعہ اہل مَدْیَنَ ایک شہر کا علم ہے غیر منصرف ہے کیونکہ عجمی علم ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لَبِثْتَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ثم حرف عطف جِئْتَ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر عَلٰی حرف جر قَدَرٍ اسم جامد بمعنی اندازہ مراد تقدیر الٰہی مجرور متعلق ہے جِئْتَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا لَبِثْتَ کا دونوں عطف مل کر بیان مقدم ہوا ندی کا یا حرف ندا موسیٰ منادیٰ ندا اپنے منادیٰ و بیان سے مل کر معطوف ہوا فَتَنّٰکَ پر اور وہ معطوف فَتَنّٰکَ پر سب عطف مل کر مقولہ سوم ہوا۔ وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ۔ اِذْھَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ واؤ ابتداء

marfat.com
Marfat.com

کلام کی ہے اِصْطَنَعْتُکَ۔ بابِ افتعال کا فعل ماضی مطلق واحد متکلم صَنْعٌ سے مشتق ہے بمعنی ہر قسم کی بہتری کے ساتھ بنانا یعنی کاریگری سے اس کا مصدر ہے اِصْطِنَاعٌ دراصل تھا اِصْتِنَاعٌ افتعال کی تَ اپنے ہم مخرج طَ سے بدل دی گئی اس لیے کہ تَ میں ثقل ہے طَ میں خفت ہے جیسے مصنفی سے مصطفی کیا گیا اَنَا ضمیر پُررشیدہ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے لَکَ ضمیر مفعول بہ، لام خصوصیت اور ماموریت کے لیے یعنی اپنے خاص کام کے لیے نَفْسِ اسم مفرد جامد بمعنی ذات کی ضمیر واحد متکلم مجرور متصل مضاف الیہ یہ اضافت نفسی کہلاتی یعنی اپنی ذات کی طرف اضافت یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے اصطنعتُ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ چہارم ہوا۔ اِذْهَبْ۔ بابِ فتح کا فعل امر حاضر معروف واحد حاضر اس میں اَنْتَ ضمیر پُررشیدہ ہے اس کا فاعل اس پر اسم ظاہر کو عطف کرنے کے لیے ایک اسی قسم کی ظاہر ضمیر متصل لانا اَشَدّ ضروری ہے اس لیے اَنْتَ ظاہر ضمیر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَخُوْ۔ اسم مکبّرہ بحالت رفع کیونکہ اَنْتَ مرفوع منفصل کا عطف تابع ہے اور وہ فاعل ہے اَخُوْ کی واؤ اعرابی ہے رفع کی علامت لَکَ ضمیر واحد مذکر متصل مضاف الیہ یہ مرکب معطوف دونوں مل کر فاعل ہے اِذْهَبْ اَمر کا حرف جر بمعنی مع (ساتھ) اپنی مرکب اضافی مجرور متعلق ہے اِذْهَبْ کا سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا تَنِیَا۔ بابِ ضرب کا فعل نہی تثنیہ مذکر رَوِیٌ سے مشتق ہے ہفت اقسام ہمدرد لغیف مفروق ہے، ترجمہ ہے تھکاوٹ کی وجہ سے کچھ سست ہو جانا۔ یہ نہی استحبابی ہے یعنی بہتر ہے کہ ایسا نہ کرو اَنْتُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر اس کا فاعل ہے مرجع اَنْتَ وَاَخُوْکَ ہے فِی جارّہ ظرف زمانی کے لیے یعنی کسی وقت میں ذِکْرِیْ۔ اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنی یاد رکھنا یا دلانا قلبی ذکر یا لسانی ذکر عبادت وغیرہ پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں ی ضمیر مضاف الیہ مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ مرکب اَضافی مجرور متعلق ہے لَا تَنِیَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف اِذْهَبْ دونوں عطف مل کر مقولہ پنجم ہوا۔

تفسیر عالمانہ اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۔

اے موسیٰ ہمارا جو تم پر احسان تھا کہ جس وقت تم کو صندوق میں لٹا کر دریا میں ڈال دیا گیا اور دریا نے ہمارے حکم سے تم کو اُس چھوٹی نہر کی لہروں میں موڑ دیا جو نہر فرعون کے رہائشی محل کے باغ سے گزرتی تھی اور فرعون نے وہ صندوق پکڑ لیا اس میں سے تم کو نکالا اور محبت میں

marfat.com
Marfat.com

دار فتہ و شیدا ہو کر تم کو اپنا بیٹا بنا لیا اور ایسی عورت ڈھونڈنا شروع کیا جو تم کو دودھ پلائے بہت سی قبطی اور اسرائیلی عورتیں دائیاں آئیں مگر تم نے کسی عورت کو منہ نہ لگایا ہم نے ہی تمہارا منہ موڑا تھا اور تمہارے قلبِ معصوم و محفوظ میں ان سب دودھ پلانے والیوں کی نفرت بھر دی تھی۔ فرعون و آسیہ اس صورتِ حال سے پریشان تھے اس وقت تمہاری بڑی بہن مریم کلثوم بنت عمران اپنی والدہ کے کہنے کے مطابق تمہارے ہی تفتیش حال کیلئے محل کے اندر چلی آئی تھی وہ بھی فرعون کے گھر اس بھیڑ بھاڑ میں چلی گئی اور اس نے جب دیکھا کہ بہت سی دودھ پلانے والی عورتیں بلالی گئیں ہیں مگر تم کسی کو منہ ہی نہیں لگاتے۔ فَقَوْلُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ۔ تو وہ بولی کہ کیا میں پتہ بتاؤں ایک ایسی طیبہ طاہرہ پاکیزہ صحت مند دودھ پلانے والی عورت کا جو شاید بہت اچھی طرح اس بچے کی کفالت کر سکے اور تمام ضروریات پوری کر دے۔ فرعون نے یا آسیہ نے کہا کہ ہم کو اس وقت سب سے بڑی اُلجھن اس کے دودھ پینے کی ہے اور پوچھا کہ اے لڑکی کیا تو اس عورت کو جانتی ہے اُس کے پاس اپنا دودھ ہے اور وہ تیری کیا لگتی ہے اُس کا دودھ کیسے ہے۔ بہن نے ایک دم اتنے بہت سے سوالات کا بہت ہمت اور عقل سے بغیر گھبرائے ہوئے نہایت صاف گوئی و سچائی سے جواب دیا کہ ہاں میں اُس کو جانتی ہوں وہ میری والدہ ہے اور اُس کی گود میں پچھلے ایک سال سے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ پچھلے دو سال سے ایک بچہ (میرا بھائی) ہے۔ جس کی وجہ سے اُس کا دودھ ہے۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ فرعون نے ولادتِ موسیٰ سے پچھلے دو سال میں بچے قتل کرانے کے ظالمانہ قانون میں یہ تبدیلی کر دی تھی کہ ایک سال کے بچے زندہ چھوڑتا اور ایک سال کے مروا دیتا ہارُون زندہ چھوڑنے والے سال میں پیدا ہوئے اور موسیٰ علیہما السلام دو سال بعد قتل والے سال میں پیدا ہوئے مؤرخین اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ ہارُون ایک سال بڑے تھے یا دو سال یا تین یا چار سال۔ مگر بہن کے اس جواب والی روایت کے مطابق صحیح یہ ہے کہ ہارُون علیہ السلام دو سال بڑے تھے اور جب ابھی ہارُون اپنے آخری ایام میں دودھ پی رہے تھے کہ حضرت موسیٰ کی ولادت ہو گئی اور قانونِ فطرت ہے کہ اگرچہ دودھ کی رضائی مدت ہر شریعت میں ایک ہی رہی یعنی دو سال مگر دودھ چھڑانے کے بعد بھی کافی دن ماؤں کو دودھ آتا ہی رہتا ہے۔ اور اگر دوسرا بچہ لگا دیا جائے تو مزید دو سال تک کے لیے دودھ جاری ہو جاتا ہے۔ بدین وجہ کسی فرعونی نکتہ چین یا جاسوس و کھوجی کو اعتراض کی جرأت نہ ہو سکی۔ مگر یہاں تو دودھ ہی خود موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

marfat.com
Marfat.com

سے تازہ تھا۔ اور اس بات کو چھپانا مقصود تھا۔ غرضکہ را موسیٰ علیہ السلام کا ہر دائی سے منہ موڑ لینا اور ۲ بیک دم بہن کا پیچھے جانا ۳ اور صاف اُدکُمْ۔ کہنا ۴ فرعونیوں کا سوالات کرنا ۵ جواب سن کر تسلی پالینا ۶ جرح نہ کرنا۔ یہ سب کچھ ہماری قدرتِ قطری اور حکمتِ ازلی سے تھا۔ اسی حکمت ازلی سے۔ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ پس ہم نے ہی لوٹایا تم کو اسی دن چند ساعتوں کے بعد تمہاری والدہ کی طرف تاکہ تم کو پالینے اور دوبارہ تمہاری ملاقات سے اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں اور اُس کے دل میں جدائی کا غم نہ آنے پائے نہ غمگین ہو نہ غمگین رہے۔ بعض نے کہا کہ تَقَرَّ اور تَحْزَنَ واحد مذکر حاضر ہے یعنی اے موسیٰ تم اُس کی آنکھوں کو شفقت مادری اور آغوشِ والدہ سے سکون دو ٹھنڈا کرو اور تمہارے دل پر بھوک پیاس کی تڑپ کا غم نہ ہو۔ اس لیے جلدی ملاقات کرادی۔ اس سارے عرصہ میں تقریباً آدھا دن لگا۔ صندوق میں ڈالتے وقت والدہ نے اچھی طرح دودھ پلا دیا تھا اس لیے اتنے عرصہ برداشت رہی۔ والدہ نے تین یا چار ماہ آپ کو دودھ پلایا پھر غذا پر لگا دیا (صاوی) فرعون نے اپنے اس بیٹے کی والدہ کی دیکھ بھال خوراک عمدہ رہائش شاہی بستر سے بہت زیادہ تنخواہ مفت علاج مہیا کیا۔ چار ماہ شیر خوارگی کے بعد فرعون نے حضرت موسیٰ کو پھر محل میں ہی رکھا۔ پھر والدہ روزانہ ملنے جاتی تھیں مگر دایہ اور شاہی خادمہ کی حیثیت سے۔ موسیٰ علیہ السلام کے سارے کام سات سال تک اُنہیں کے سپرد رہے۔ شاہی تنخواہ ملتی رہی عزت اس کے علاوہ بہن کی عمر اُس وقت تیرہ سال تھی۔ خیال رہے کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ کا نام بھی مریم بنت عمران تھا۔ اور موسیٰ و ھرون اور ان کی بہن مریم کلثوم کے والد کا نام بھی عمران تھا مگر وہ تقریباً آٹھ سو سال پہلے دیگر عمران اور مریم والدہ عیسیٰ کے عمران دوسرے تھے تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اُختِ موسیٰ کا نام کلثوم لکھا ہے بعض نے مریم۔ مگر صحیح یہ ہے کہ آپ کا پورا نام مریم کلثوم تھا حضرت موسیٰ اپنے بہن بھائی اور والدہ کی پُر شفقت نگاہوں کے سامنے بارہ سال تک شاہی محل میں شاہانہ طرز و تکریم سے زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ اے موسیٰ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ ہمارا پایا تجھ پر احسان تم پر اُس وقت ہوا جب کہ تم نے ایک انسان کو جان سے مار ڈالا تھا تفسیر صاوی میں ہے کہ یہ فرعون کا شاہی باورچی تھا اس کا نام قابُ فان تھا قبطی فرعونی تھا تفسیر روح المعانی نے کہا اس کا نام فاقون تھا یہ ایک اسرائیلی کو مار رہا تھا ظلماً بلاوجہ اس اسرائیلی کا نام موسیٰ بن ظفر تھا یہی بعد میں سامری جادوگر کے لقب سے مشہور ہوا اس اسرائیلی

marfat.com
Marfat.com

نے پکارا اے موسیٰ بن فرعون مجھے بچاؤ۔ ان دونوں عوام وخواص کی زبان پر یہی نام جاری تھا کسی کو آپ کی اصلیت کا پتہ نہ تھا بجز چند بوڑھوں کے آپ نے اسرائیلی کو چھڑانے کی کوشش کی جب قبطی نے موسیٰ علیہ السلام کی بات کی بھی پرواہ نہ کی اور نہ چھوڑا تو آپ نے قبطی کو ایک مکہ مارا جس سے وہ وہیں پر مر گیا۔ اس وقت حضرت موسیٰ کی عمر شریف بارہ سال تھی۔ سامری کی دس سال قبطی کی بیس سال۔ دوسرے دن موسیٰ علیہ السلام پھر کسی جگہ سے گزر رہے تھے کہ وہی سامری پھر کسی قبطی سے لڑ جھگڑ رہا تھا اُس نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارا۔ حضرت موسیٰ اب سامری پر بھی ناراض ہوئے تو روز کسی نہ کسی سے لڑتا ہے اور دونوں کو چھڑانے کے لیے آگے آئے سامری سمجھا کہ شاید مجھے مارنے آئے ہیں کہنے لگا کہ کیا آج مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل اُس قبطی کو قتل کیا تھا۔ حضرت موسیٰ یہ سن کر چلے گئے اُس قبطی نے جا کر دربار میں بتا دیا کہ کل شاہی باورچی قاب فان کو موسیٰ نے قتل کیا ہے تیسرے یا چوتھے دن ایک درباری اسرائیلی شخص حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور کہتا ہوں کہ تم کہیں بھاگ جاؤ اِس مُلک سے نکل جاؤ کیونکہ تمہارے قبطی کو قتل کرنے کی اطلاع دربار میں پہنچ گئی ہے اب وہ تم کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام بہت غمگین ہوئے۔ اسی غم کا اِن آیات میں ذکر ہے کہ اے موسیٰ اُس بیکسی بے بسی کی حالت میں ہم نے تم کو تمہارے عظیم غم سے نجات دی اس لیے کہ اِس قتل سے تم مجرم وگناہگار نہ تھے نہ تم ظالم تھے کیونکہ تم نے ایک ظالم قاتل کافر اور ہزاروں بچوں کے قتل پر تعاون کرنے والے کو جان سے مارا تھا نہ تم شرعی مجرم تھے کیونکہ تم نے بالارادہ قتل نہ کیا تھا۔ تم نے مٹھے پر مکہ مارا جس کی دھمک دل پر پہنچی دل کی شریان پھٹی اور قبطی اسی دم مر گیا۔ شرعاً یہ قتل اتفاقی ہے جس پر زیادہ سے زیادہ تاوان ہو سکتا تھا اور نہ تم فرعونی قانون کے مجرم تھے اس لیے کہ وہاں تو کوئی قانون ہی نہ تھا لاقانونیت اور جنگلی ظلم کا دور دورہ تھا اس طرح کہ کوئی قبطی کسی بھی اسرائیلی کو جب چاہتا قتل کر ڈالتا کوئی گرفت نہ ہوتی مگر قبطی کو چیت مارنا گالی دینا بھی قتل کے برابر ظلم تھا اس لیے ہم نے تم کو بچا لیا اور غم وفکر سے نجات دی۔ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا۔ اب یہاں سے ہم نے تمہاری آزمائشیں شروع کیں۔ اور بہت طرح کی مصیبتوں میں تم کو ڈالا تاکہ تم ہر طرح سے مضبوط باہمت صابر اور مصائب برداشت کرنے والے ہو کر ہمارے انتخاب اور چناؤ میں آجاؤ ہم نے ازل سے ہی تم کو اپنی نبوت کے

marfat.com
Marfat.com

قانون شریعت و رسالت مرسلیت و حجیت کلیمیت تبلیغی امور مقابلہ فرعونیت کے لیے چن لیا تھا اور راس المحبین بنا لیا تھا۔ تم نے ہماری ہر آزمائش میں اچھی طرح کامیابی حاصل کی اور ہر وقت ہماری پناہ ڈھونڈی ہم سے اپنی کمزوریوں کی بخشش مانگی اللہ تعالیٰ نے اس تمام دور میں تقریباً بارہ مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آزمائش فرمائی (۱) قبطی کے قتل پر غم کی آزمائش مصیبت ڈالی گئی تب اس وقت آپ نے عرض کیا تھا۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اے میرے رب میں نے یہ زوردار گھونسہ مار کر بڑی غلطی کی اس کے قتل ہو جانے سے اپنی جان پر ظلم کیا۔ آخرت کی نارانگی سے مجھ کو بچا اور دنیا میں ہی معاف فرما دے اللہ نے معاف فرما دیا (۲) وطن سے ہجرت (۳) احباب سے دوری پے وطنی (۴) پیدل چلنا (۵) راستے کی بھوک پیاس (۶) فرعون جیسے ظالم کافر کینہ خصلت مغرور انسان کے پاس بارہ سال کا عرصہ گزارنا بھی ایک مصیبت کی گھڑی تھی کیونکہ نیک خصلت شریف النفس کے لیے بد خصلت کی ہمراہی سخت عذاب و مصیبت ہوتی ہے (۷) کافر قبطی قوم میں تربیت و رہائش موسیٰ علیہ السلام جیسی پاکیزہ شخصیت کے لیے بدترین اذیت ناک دن تھے عام آدمی تو ایسی بری صحبتوں میں دین و تہذیب کھو بیٹھتا ہے (۸) مدین میں پہنچتے ہی دو اجنبی خوب صورت نوجوان لڑکیوں سے ہم کلامی ہونا یہ بھی سخت ترین آزمائش ہے بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں (۹) پھر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بھوک و پیاس سے نڈھال ہو کر عرض کرنا۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (۱۰) پھر آٹھ سال شعیب علیہ السلام سے وعدہ نبھاتے ہوئے شقت آمیز سخت نوکری کرنا سارا سارا دن بکریاں چرانا اور روکھی سوکھی کھا کر ہزار شکر کے ساتھ گزارہ کرنا کبھی شکوہ شکایت نہ کرنا عام غریب پیشہ ور چرواہے کو اس کٹھن مشقت کا اندازہ نہیں ہو سکتا اس بارگراں کو وہی بخوبی سمجھ سکتا ہے جو شاہی عیش و آرام ناز و نعم سے نکل کر ایک دم غریب الوطن اونی نوکر بن گیا ہو ایسی کڑی آزمائشوں امتحانوں میں صرف انبیا علیہم السلام ہی ثابت قدم رہ سکتے ہیں (۱۱) آٹھ سالہ نوکری کے بعد پھر اپنی طرف سے ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ کہہ کر دو سال پھر نوکری کرنا (۱۲) تفسیر روح البیان و تفسیر خازن نے فرمایا کہ قتل کے سال ولادت موسیٰ ہونا یہ بھی ایک امتحان تھا۔ نیز دریا میں ڈالا جانا پھر دیگر دائیوں سے منہ پھیر لینا۔ پھر فرعون کی داڑھی پکڑ کر چیت مارنا۔ پھر انگارہ منہ میں رکھنا یہ سب فتونٌ اور آزمائشیں ہی تھیں جس میں جگہ جگہ پر رب تعالیٰ نے کمال احسانات سے موسیٰ علیہ السلام کو ثابت قدم رکھ کر امتحانات میں کامیاب قرار دیا۔ غرضکہ وَفَتَنّٰكَ

marfat.com
Marfat.com

فرمائیں چھٹے احسان کا تذکرہ ہے جو حقیقتاً کئی احسانات کا مجموعہ ہے۔ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ ہمارا ساتواں احسان یہ ہے کہ ہم نے فوراً تم کو مدین کے راستے پر ڈال دیا ورنہ مصر سے نکل کر ناواقفی میں کدھر بھٹکتے پھرتے اور راہ نہ پاتے۔ مصر سے مدین آٹھ مراحل یعنی آٹھ کوس ہے جس کے بیس میل اور تیس کلو میٹر بنتے ہیں۔ حضرت موسیٰ یہاں پیدل چار دن میں عصر کے وقت پہنچے۔ جب آپ شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کو سارا واقعہ سنایا حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ اب تم فکر مت کرو اب تم امن میں ہو۔ کیونکہ یہاں تک فرعونی حکومت نہیں ہے اس کی سلطنت تو فقط مصر کی چار دیواری کے اندر ہے اسی چھوٹی سے حکومت پر اس کو اتنا غرور ہے کہ خدا بن بیٹھا اور ماننے والے بھی کیسے اندھے بنے بیٹھے ہیں آپ اٹھائیس سال یہاں مدین میں رہے اس طرح کہ آٹھ سال وعدے کے دو سال اپنی طرف سے پھر نکاح ہوا اور اٹھارہ سال اپنی بیوی کے ساتھ اس دوران آپ کی اولاد ہوئی تواریخ میں جن کی تعداد چھ ہے مگر کوئی مضبوط روایت نہیں ملی بعض نے کہا کہ قبطی کو مارنے کی وقت آپ کی عمر مبارک تیس سال تھی دس سال مَدْيَنَ رہے مگر پہلے قول کو جمہور مفسرین نے لیا ہے اس لیے اسی کو ترجیح ہے۔ حکایت۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب حضرت خضر نے کشتی توڑی اور حضرت موسیٰ نے اعتراض کیا کہ کیا تم لوگوں کو ڈبو دو گے حضرت خضر نے جواباً کہا کہ تم کو تابوت میں رکھ کر دریا میں بہایا تھا تو کیا ڈبونے کے لیے ایسا کیا تھا۔ فرمایا نہیں بلکہ وہ تو ظاہراً ہلاکت تھی باطناً نجات تھی خضر علیہ السلام نے فرمایا پس یہ کشتی توڑنا بھی ظاہراً ہلاکت ہے باطناً نجات ہے۔ پھر جب خضر نے بچہ قتل کیا تب بھی موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا کہ کیوں بلاوجہ قتل کیا۔ حضرت خضر نے کہا تم نے قبطی کو کیوں بلاوجہ قتل کیا تھا حضرت موسیٰ نے فرمایا اس میں تو اگلے واقعات کی حکمت الٰہیہ تھی صحبت شعیب علیہ السلام کا راہ ہموار ہونا تھا خضر علیہ السلام نے کہا اس قتل میں بھی حکمت الٰہیہ ہے مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ اس کے والدین کے ایمان کا راہ ہموار ہونا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ لَبِثْتَ سِنِيْنَ میں حکمت یہ تھی کہ کلیم اللہ بننے کے لیے صحبت شعیب علیہ السلام کی ضرورت تھی اس لیے یہ زمانہ وہاں گزروایا گیا۔ حافظ شیرازی لکھتے ہیں

شبانِ وادیِ ایمن کسے رسد بمراد کہ چند سال بجاں خدمتِ شعیب کند

اسی شعر کا تخیل سرقہ کر کے ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يٰمُوْسٰى۔ پھر اب چالیس سال عمر نبوت پوری ہونے کے بعد تقدیر ازلی فیصلہ الٰہی کے مطابق یٰموسیٰ تم اس وادی مقدس کے علاقہ طور ایمن میں بحکم الٰہ العٰلمین آئے ہو یہ دوسری بار یٰموسیٰ کہہ کر ندا فرمانا انتہائی شفقت و لطف محبت اندوز تسلی آمیز کلام و خطاب ہے اس عمر میں اس جگہ تمہارا پہنچ جانا اتفاقیات میں سے نہیں بلکہ پروگرام الٰہی کے تحت کیا جا رہا ہے کیونکہ ہر نبی کو اظہار نبوت اور تبلیغ رسالت کی اجازت چالیس سالہ بزرگانہ عمر میں عطا کی جاتی ہے اس عمر کی شخصیت کے کلام کا اثر اپنی قوم پر زیادہ ہوتا ہے اس عمر میں زندگی کے تمام آثار چڑھاؤ شب و روز قوم کے سامنے گزر چکے ہوتے ہیں اور مبلغ احکام الٰہیہ کا عملی نمونہ مکمل اسوۂ حسنہ کے ساتھ عوامی قوم کے سامنے مکمل کر آچکا ہوتا ہے۔ چنانچہ کتاب بحر العلوم میں حدیث منقول ہے کہ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا عَلٰى رَأْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً لیکن تین انبیاء علیہم السلام اس قانون سے مستثنیٰ کیے گئے لہٰذا یوسف علیہ السلام اٹھارہ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ یحییٰ علیہ السلام بارہ سال کی عمر میں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی مبعوث ہوئے اور اعلان نبوت فرما دیا ایک قول میں ہے کہ مکمل طور پر آپ کو پچیس یا ستائیس سال کی عمر میں تبلیغ نبوت کی اجازت ملی۔ یہ خصوصیت ہیں سے ہے باقی تمام انبیاء علیہم السلام کو چالیس سالہ عمر میں وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ۔ اے موسیٰ کیا تم جانتے ہو۔ یہ تمام احسانات اور کرم فضل۔ اور فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا یہ سب کیوں ہے اس لیے کہ ازل قدیم سے ہم نے فیصلہ مقضیاً اور تقدیر مبرم میں یہ بات لکھ دی تھی کہ میں نے تم کو خاص اپنے لیے چن لیا ہے اور یہ تمہاری خوش نصیب خصوصیت ہے کہ تمہاری انتہا۔ ابتداء زندگی اور زندگی کا ہر قدم ہر کام سونا جاگنا کھانا پینا شادی بیاہ نکاح اولاد بیوی بچے۔ دینی دنیوی تمام کام۔ نوکری چرواہی میری حکمت میری رضا اور ارادے و خوشنودی سے ہی ہے۔ تمہاری زندگی کا یہ پورا واقعہ محض اتفاقیات نہیں بلکہ سب کچھ ازلی منصوبے کے تحت ہو رہا ہے۔ لِنَفْسِيْ کا یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ رب تعالیٰ کو کچھ حاجت تھی موسیٰ علیہ السلام کی بلکہ یہ ایک تکریم و تکلیم و تقریب تھی اور قرب الٰہی کی ہمت و منصب کے لیے تیار کرنا تھا کہ جو الطاف کریمانہ مولیٰ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر ہونے ضروری ہیں اُس کی ادائیگی میں موسیٰ علیہ السلام نائب الٰہی بنائے جائیں اور فرعونیت کو توڑنے کے لیے برباد و ختم کرنے کے لیے جو قانون فطرت مقرر ہے اُس کا اجرا و نفاذ حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے ہوگا وہ کام اُن کی اپنی ذات کے لیے نہیں

marfat.com
Marfat.com

ہوگا بلکہ رب تعالیٰ کے لیے گویا ہر کام اور ہر قدم وعمل رُشد وہدایت کی تبلیغ اور علمی نمونہ ہو گا۔ یہ آٹھواں احسان ہے ان سب کا مقصود یہ ہے کہ۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ یہاں سے تم اکیلے مصر جاؤ وہاں سے اپنے وزیر مشیر شریک بھائی کو اپنے ہمراہ تمہارے وہ بھی نہیں تیار ملیں گے نبی ہیں سب غیوب جانتے ہیں انہیں کسی بات سے آگاہ کرنے کی حاجت نہیں علماء فرماتے ہیں اُخوت دس قسم ہوتی ہے۔ ۱ اَخُوَّتْ مشارکت فی ولدیت مِنَ الطرفین درسگے بہن بھائی ۲ اَخوت فی علات ۳ اخوت فی الاخیاف ۴ اخوت فی الوضاعت ۵ اخوت فی الدین ۶ اَخُوَّةٌ فِي الصَّنْعَةِ ۷ اخوت فی القومیۃ ۸ اَخُوَّةٌ فِي العِدَةِ ۹ اَخُوَّةٌ فِي المعاملات ۱۰ اَخُوَّةٌ فِي الأُدْمِيَّةِ۔ یہاں پہلی قسم کی اُخوت مراد ہے اس کو اصلی مکمل میراثی اُخوت کہتے ہیں۔ اے میرے کلیم میری ان نشانیوں کے ساتھ جاؤ تاکہ ہمت دلیری جرأت ظاہر ہو اور کامیابی یقینی ہو یہ ظاہراً تو تین چیزیں ہیں ۱ عصا ۲ ید بیضا ۳ کلام مجیدہ مگر باطناً حقیقتاً کثیر معجزات ہیں کہ پہلے عصا پھر ڈالنے سے سانپ کا جسم گوشت پوست ہڈی جسم میں روح۔ روح میں پھرتی۔ اور پھرتی کا بڑھنا دراز ہونا موٹائی بھی پھر بلا کی تیزی بھی۔ پھر کھانا۔ اور جیب پھر ہاتھ میں پکڑو تو پھر اسی طرح پتلی سی لاٹھی۔ بھاگ دوڑ تیزی جسمانیت روحانیت کھایا پیا سب غائب قدرتِ الٰہیہ کی گیارہ نشانیاں آئیں تو یہی ہیں پھر ہاتھ کا ید بیضا ہو جانا سورج کی طرح تیز شعاعیں نکلنا یہ وہی ہاتھ مبارک ہے جس نے انگارہ پکڑ لیا مگر کچھ نہ ہوا۔ ان معجزات سے تم دونوں کو دشمنوں کے مقابل قوت ومدد ملے گی۔ مگر سب سے زیادہ قوت میرے ذکر سے ملے گی لہٰذا وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ اور کبھی کسی مقام کسی موقعہ پر میرے ذکر میری یاد میں تبدیلی۔ کمی نہ کرنا۔ ذکر شرعی کی چھ قسمیں ہیں ۱ ذکر سے مراد ہر قسم کی فرضی نفلی عبادت۔ تبلیغ رسالت دعا وعظ نصیحت اور فرعون کو سمجھانا بھی اس میں شامل ہے یعنی۔ لَا تَنِيَا۔ تبلیغ احکام میں کسی کی رو رعایت نہ کرنا۔ نہایت جرأت وجب سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں۔ احسانات اُنکی رضا کی نارضائی کا تذکرہ اور ایمان کے فائدے کفر کے نقصانات بتا دینا۔ اور اے موسیٰ اب تک اگرچہ خطاب تم اکیلے سے ہوا مگر آئندہ ہر قول وفعل میں تم دونوں ساتھ رہنا ۲ تبلیغ۔ ترھیب۔ ترغیب۔ ثواب۔ عقاب کا تذکرہ بھی ذکر ہے ۳ امر بالمعروف نہی عَنِ المنکر بھی ذکر اللہ ہے ۴ ہر کام سے پہلے حمد وثنا۔ بسم اللہ شریف پڑھنا بھی ذکر اللہ ہے ۵ ہر کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے اُس کے بھروسے پر کام شروع کرنا بھی ذکر اللہ ہے ۶ ہر وقت گھر بازار دکان گلی کوچوں میں تسبیح وتہلیل پڑھتے رہنا بھی ذکر اللہ

marfat.com
Marfat.com

ہے ۴ ہر شیطان وخبیث سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا بھی ذکر اللہ ہے۔ احادیث سے ذکر اللہ کے پانچ فائدے منقول ہیں ۱ ذکر اللہ سے اغیار واشرار کا ڈر ختم ہو جاتا ہے ۲ اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد رہتے ہیں جس سے عبادت ریاضت میں ذوق لذت اور دینی کاموں میں لگن پیدا ہوتی ہے ۳ ذکر اللہ ہر دینی ودنیوی مراد ومقاصد کے حصول کا آلہ ہے ۴ ذکر اللہ سے اطمینانِ قلبی اور الحمینان سے روح وقلب کو قوت ملتی ہے ۵ ذکر اللہ سے سستی غفلت دور ہوتی ہے اس لیے حکم ہوا کہ لَا تَنَاهِيْ فِيْ ذِكْرِيْ۔ میرے ذکر میں کبھی سستی غفلت بھول چوک نہ ہونے دینا۔ یہ حکم تاقیامت مسلمانوں کو سنایا سمجھایا جا رہا ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام کو مفید اور قابل تعظیم لائق محبت سمجھنا چاہیئے اگرچہ ظاہراً مصیبت نظر آتی ہو مگر باطناً حقیقۃً اُس کی حکمت بندے کی عین مصلحت میں ہی ہوتی ہے یہ فائدہ وَقَتَلْتَ نَفْسًا اور فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ سے حاصل ہوا کہ قتل قبطی جو امر مکروہ غم ومصیبت کا باعث تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی ناراضگی یا خوف فرعون کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ انجام کار باطنی حکمت سے امر محبوب تھا کہ ذریعہ بننا تھا شعیب علیہ السلام کی صحبت پاک کا اور صحبت پاک کلیم اللہ بننے کا ذریعہ تھا اور سبب ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ ہر مومن مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُس کی زندگی دین ایمان عبادت سچی صحیح تبلیغ کے لیے عطا ہوئی ہے لہٰذا دینی کاموں میں مشغولیت کو نہ فضول وبیکار سمجھنا چاہیئے نہ کہنا چاہیئے۔ بلکہ اصل بامقصود کام واعمال ہی یہ ہیں۔ وقت کی بربادی اور ضیاع تو دنیا کے کاموں میں مشغولیت میں ہیں۔ کتنے بدبخت اور بیوقوف ہیں وہ دہریہ نامسلمان انسان جو نہ خود عبادت کرتے ہیں نہ کرنے دیتے ہیں بلکہ علما ومشائخ مسجد ومدرسوں خانقاہوں میں معروف ومشغول بزرگوں کو وقت ضائع کرنے کا طعنہ دیتے ہیں اور خود ہی کفر کماتے ہیں یہ فائدہ وَاصْطَنَعْتُكَ اور فَلَا تَنَاهِيْ فِيْ ذِكْرِيْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ اگرچہ ظاہراً یہ کلام وخطاب موسیٰ علیہ السلام سے ہے مگر آج ہم سب مسلمانوں کو خاص کر علما ومشائخ کو اس لیے سنایا جا رہا ہے کہ اب یہ کام تمہارے ہیں اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اور اگرچہ فرعون وہامان اُس کی سلطنت لشکر ہزاروں سال پہلے ختم ہو چکے مگر فرعونیت ابھی بھی کسی نہ کسی یزید یلید کے روپ میں چلتی چلی آ رہی ہے۔ اور تاقیامت رہے گی دنیا میں کسی کی جڑ ختم نہیں کی جاتی یہ حکمت باری تعالیٰ ہے۔ تیسرا فائدہ۔ ہر مسلمان کو ہر حال میں راضی برضاء الٰہی رہنا چاہیئے دیکھو انبیاء کرام علیہم السلام جیسی بزرگ ومقرب بارگاہ ہستیاں

marfat.com
Marfat.com

ہے ۶ ہر شیطان و خبیث سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا بھی ذکر اللہ ہے۔ احادیث سے ذکر اللہ کے پانچ فائدے منقول ہیں ۱ ذکر اللہ سے اغیار و اشرار کا ڈر ختم ہو جاتا ہے ۲ اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد رہتے ہیں جس سے عبادت ریاضت میں ذوق لذت اور دینی کاموں میں لگن پیدا ہوتی ہے ۳ ذکر اللہ ہر دینی و دنیوی مراد و مقاصد کے حصول کا آلہ ہے ۴ ذکر اللہ سے اطمینانِ قلبی اور الطمینانِ سے روح و قلب کو قوت ملتی ہے ۵ ذکر اللہ سے سستی غفلت دور ہوتی ہے اس لیے حکم ہوا کہ لَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ۔ میرے ذکر میں کسی سستی غفلت بھول چوک نہ ہونے دینا۔ یہ حکم تا قیامت مسلمانوں کو سنایا سمجھایا جا رہا ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام کو مفید اور قابل تعظیم لائق محبت سمجھنا چاہیئے اگرچہ ظاہراً مصیبت نظر آتی ہو مگر باطناً حقیقتاً اُس کی حکمت بندے کی عین مصلحت میں ہی ہوتی ہے یہ فائدہ وَفَتَنّٰکَ فُتُوْنًا اور فَنَجَّیْنٰکَ مِنَ الْغَمِّ سے حاصل ہوا کہ قتل قبطی جو امر مکروہ غم و مصیبت کا باعث تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی ناراضگی یا خوف فرعون کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ انجام کار باطنی حکمت سے امر محبوب تھا کہ ذریعہ بنا تھا شعیب علیہ السلام کی صحبت پاک کا اور صحبت پاک کلیم اللہ بننے کا ذریعہ تھا اور سبب ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ ہر مومن مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُس کی زندگی دین ایمان عبادت سچی صحیح تبلیغ کے لیے عطا ہوئی ہے تو ہر دینی کاموں میں مشغولیت کو نہ فضول و بیکار سمجھنا چاہیئے نہ کہنا چاہیئے۔ بلکہ اصل مقصود کام و اعمال ہی یہ ہیں۔ وقت کی بربادی اور ضیاع تو دنیا کے کاموں میں مشغولیت میں ہیں۔ کتنے بد بخت اور بیوقوف ہیں وہ دہریہ نما مسلمان انسان جو نہ خود عبادت کرتے ہیں نہ کرنے دیتے ہیں بلکہ علماء و مشائخ مسجد و مدرسوں خانقاہوں میں مصروف و مشغول بزرگوں کو وقت ضائع کرنے کا طعنہ دیتے ہیں اور خود ہی کفر کماتے ہیں یہ فائدہ وَاصْطَنَعْتُکَ اور فَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ اگرچہ ظاہراً یہ کلام و خطاب موسیٰ علیہ السلام سے ہے مگر آج ہم سب مسلمانوں کو خاص کر علماء و مشائخ کو اس لیے سنایا جا رہا ہے کہ اب یہ کام تمہارے ہیں اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ اور اگرچہ فرعون و ہامان اُس کی سلطنت لشکر ہزاروں سال پہلے ختم ہو چکے مگر فرعونیت ابھی بھی کسی نہ کسی یزید پلید کے روپ میں چلتی چلی آ رہی ہے۔ اور تا قیامت رہے گی دنیا میں کسی کی جڑ ختم نہیں کی جاتی یہ حکمت باری تعالیٰ ہے۔ تیسرا فائدہ۔ ہر مسلمان کو ہر حال میں راضی برضاء الٰہی رہنا چاہیئے دیکھو انبیاء کرام علیہم السلام جیسی بزرگ و مقرب بارگاہ ہستیاں

Marfat.com
Marfat.com

ہر حال میں راضی برضا رہتی تھیں اور کسی بھی وقت حالات کے اُتار چڑھاؤ کا اُن کی طبیعت پر کوئی فرق نہ پڑتا تھا خواہ دربار فرعون کی ناز و نعم والی شاہی پرورش ہو یا مَدْیَن کا راہِ بیابان ہو۔ مسافرت کی بھوک و پیاس اور پیدل آبلہ پا سفر ہو یا چراگاہوں کی بکریاں چرانیکی باشقت نوکری ہو مصر کی شہزادگی و محمدویت ہو یا مدین کی خادمیت غرض کہ راضی برضا رہنا سنتِ انبیا ہے۔ یہ فائدہ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا فرمانے سے حاصل ہوا۔

اَحکامُ القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ مسلمان شیر خوار بچے کو کسی بھی کافرہ مشرکہ عورت کا دودھ پلانا جائز ہے اگرچہ مشرکین مرد و عورت کو نجس فرمایا گیا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ سورۂ توبہ آیت ۲۸ یہ مسئلہ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ کی علت اور وجہ کی تَقَرَّ عَيْنُهَا فرمانے سے مستنبط ہوا یعنی دیگر دائیوں سے منہ پھیرنا نجس ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ والدہ کے پاس واپس موڑنے کی علت سے تھا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کسی اور دائی کا دودھ پی لیتے تو فرعون کبھی بھی آپ کو والدہ کے حوالے نہ کرتا نہ کسی طرح آنے دیتا نہ ضرورت محسوس کرتا۔ دوسرا مسئلہ خیال رہے کہ قتل چار قسم کا ہے (۱) قتل عمد اس کی سزا حدِ شرعی قصاص ہے (۲) قتل شبہ عمد ان دونوں کی تفصیل تعریف تفسیر یعنی پارہ پانچ سورۂ نساء آیت ۹۲ میں دیکھو (۳) قتل خطا۔ اس کی سزا تعزیری دیت اور کفارہ ہے (۴) قتلِ ناگہانی و اتفاقیہ کسی قانون میں دینی ہو یا دنیوی شرعی ہو یا مصنوعی قتلِ اتفاقی جرم نہیں لہٰذا قتلِ اتفاقی پر نہ فرضی قصاص واجب ہوتا ہے نہ دیت نہ خون بہا نہ کوئی حدِ شرعی۔ ہاں البتہ حاکمِ عادل تعزیری فیصلے سے کچھ تاوان ضرور لازم کر سکتا ہے معافی بھی ہو سکتی ہے یہ مسئلہ قَتَلْتَ نَفْسًا کے بعد فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ رب کریم نے موسیٰ علیہ السلام کو اس قتلِ قبطی سے بالکل بری کر دیا نہ قصاص نہ کفارہ نہ دیت نہ خون بہا نہ تاوان بلکہ آپ کے خلاف فرعون کا تعزیری فیصلہ بھی نہ ہونے دیا۔ مکمل ہر طرح سے نجات دیدی کیونکہ یہ قتلِ ناگہانی تھا جو اتفاقاً سرزد ہوا نہ ارادہ تھا نہ ہتھیار نہ آلۂ قتل۔ ایک مکے سے اگر کوئی مرتا ہے تو پڑا مرے۔ تیسرا مسئلہ دینی دشمن کفار کی سرزمین میں بغیر ہتھیار یا لا حفاظت جانا شرعاً منع ہے۔ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ سر زمینِ کفر میں تبلیغ یا جہاد کے لیے جائے تو پوری تیاری کر کے جائے۔ تیاری کی تکمیل میں تین چیزوں کا خیال رکھے (۱) موقعہ محل کے مطابق اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر جائے خواہ ایک دو کی ضرورت ہو یا لشکر ضرورت پر (۲) اپنے ساتھ اپنے بچاؤ اور دشمن کو مغلوب کرنے

marfat.com
Marfat.com

ہتھیار جو بھی حالات کے مناسب ہوں ساتھ میں رکھے ۳ اپنے ساتھ اپنی عبادت ذکر اذکار نماز و تلاوت کا سامان مصلّٰی وغیرہ ہونا چاہیئے اور اگر غلبہ پانے کا یقین ہو تو قرآن مجید برائے تلاوت میدانِ جنگ میں لے جانا جائز ہے۔ یہ مسئلہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ کے پورے تاکیدی احکام سے مستنبط ہوا۔ دیکھو یہاں موسیٰ علیہ السّلام کو تاکید سے تین حکم دئے گئے اوّلاً یہ کہ تم اکیلے مت جانا بھائی کے ساتھ جانا دوم۔ خالی ہاتھ مت جانا معجزات پاٰیتی جو مضبوط ہتھیار بھی ہیں ساتھ لے کر جانا سوم۔ میرے ذکر کو جاری رکھنا حضرت موسیٰ جب دربارِ فرعون میں پہنچے تو آپ کے پاس وہ دس صحیفے بھی تھے جو آپ کو فرعون کی تبلیغ کے لیے عطا فرمائے گئے جن کا ذکر سورۃ اعلیٰ میں اس طرح ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى۔ یہ حضرت موسیٰ کی خصوصیت ہے کہ آپ کو اللہ کے تعالیٰ کے کلام کے صحیفے بھی ملے اور توریت مکمل جامع کتاب بھی ملی اس لیے کہ آپ کو دو قوموں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا را فرعونی قبطی قوم یہ آپ کی اُمت دعوت تھی مگر ایمان صرف اٹھارہ آدمی لائے جن میں حضرت آسیہ بھی تھیں ۲ قوم بنی اسرائیل یہ آپ کی اُمت اجابت تھی۔ پہلی امت کے لیے شریعت صحیفوں کی تھی دوسری کے لیے شریعت توریت کی صحیفوں کی شریعت فرعونیوں کے ڈوبنے کے ساتھ ہی منسوخ ہو گئی اور توریت کی شریعت عیسیٰ علیہ السّلام تک رہی ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں قرآن مجید نہ لے جانا چاہیئے ان کا استدلال اُس خبرِ واحد سے ہے جس میں فرمانِ نبوی ہے کہ میدانِ جنگ میں قرآنِ مجید مت لے کر جاؤ تاکہ کفار بے ادبی نہ کریں مگر یہ استدلال تین وجہ سے کمزور ہے ۱ یہ روایت خبرِ واحد ہے اس کا استدلال آیت کے استدلال کی مثل نہیں ہو سکتا ۲ الفاظِ روایت بتا رہے ہیں کہ یہ حکم ما نعت مطلقاً نہیں بلکہ مسلمانی غلبے کی غیر یقینی صورت میں ہے کیونکہ فرمایا گیا تاکہ کفار بے ادبی نہ کریں اور بے ادبی کا خطرہ تو اُن کے غلبے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے ۳ جب مسلمانوں کے غلبہ کا یقین ہو تو بے ادبی کا خطرہ نہ رہا لہٰذا یہ حکم الفاظِ روایت کی بنا پر مقید ہوا۔ لیکن آیت کے استدلال سے یقینی فتح کی صورت مستنبط ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام کو صحیفے لے جانے کی اجازت دشمن کافر قوم میں لے جانے کی اجازت ملی کیونکہ بوجہ وعدۂ ربانی آپ کو اپنے غلبہ کا یقین کامل تھا اور یہ یقین تا قیامت ہر لشکرِ اسلامی کو اپنے حالات سے ہو سکتا ہے اپنی قوت اور عبادت ریاضت تلاوت

marfat.com
Marfat.com

تقویٰ طہارت کی بنا پر۔ اس لیے امام اعظم کا استدلال مضبوط اور منشاء آیت و حدیث کے عین مطابق اکثر مسائل میں امام اعظم و ائمہ ثلاثہ کے استنباط میں یہی فرق ہوتا ہے کہ امام اعظم آیت و حدیث کی منشاء و مغز تک پہنچ کر استدلال فرماتے ہیں یہ بات ائمہ ثلاثہ میں مفقود ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں پہلا اعتراض۔ اس سورۃ میں ۳ بار فرمایا گیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اوّلاً آیت ۴۳ میں اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی پھر آیت ۴۴ میں اِذْھَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ پھر آیت ۴۳ میں اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی اس بار بار ارشاد میں کیا مصلحت ہے۔ جواب جانے کی تین نوعتیں تھیں جن کو علیحدہ علیحدہ سمجھانے اور واضح کرنے کے لیے تین مرتبہ فرمایا گیا۔ پہلے یہ بتایا گیا کہ اصل جانا تمہارا ہے کیونکہ اس کام کے لیے تم کو ہی چنا اور تیار کیا گیا ہے تمہارے ساتھ تو صرف تعاون کے لیے ہے۔ پھر آیت ۴۴ میں جانے کا طریقہ سکھایا بتایا گیا کہ یہ دونوں معجزات اور تیسری آیت میرا کلام صحیفہ جو تبلیغ میں اس کو سمجھانا وہ بھی ساتھ لے کر جانا۔ پھر آیت ۴۳ میں تیسری بات سمجھائی گئی کہ ہارون صرف وزیر و مشیر ہی نہیں کہ تم نقطان سے غلوت میں مشورے لے لو بلکہ وہ تمہارا لشکر بھی ہیں ہر وقت وہ تمہارے ساتھ رہیں یہاں تک کہ فرعون کے پاس پہلی اور آخری تمام حاضریوں میں بھی ساتھ ہی ہوں اور فرعون کو پتہ لگ جائے کہ موسیٰ تمہارا صرف رضاعی بھائی ہی نہیں سگا بھائی بھی ہے اس تکرار میں اور بھی ہزار ہا حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ دوسرا اعتراض آپ نے تفسیر میں لکھا کہ رب تعالیٰ نے تین بار حضرت موسیٰ کو اپنا کلام عطا فرمایا۔ اوّلاً گفتگو اور آواز سنا کر پھر قدرتی تحریری صحیفوں میں پھر بہت عرصے بعد توریت کتاب میں اس میں کیا حکمت ہے جواب۔ دراصل حضرت موسیٰ کا فرعون کے پاس جانا مقابلہ کرنا خود موسیٰ علیہ السلام کے لیے بہت اہم و دشوار واقعہ تھا اس لیے کلام الٰہی کی آواز موسیٰ علیہ السلام کو سمجھانے بتانے اعزاز و تکریم کے لیے۔ پھر صحیفوں کی عطا فرعون کو سنانے کے لیے پھر غرق فرعون کے چند دن بعد توریت کی عطا بنی اسرائیل کی شریعت کے لیے ہوئی اس لیے تین دفعہ آگے پیچھے تین کلام دیئے گئے۔ تیسرا اعتراض یہاں پہلے فرمایا گیا اے موسیٰ ہم نے تم پر پہلے بھی بہت سے احسانات کئے ان احسانات کے تذکرے میں فرمایا گیا وَفَتَنّٰکَ فُتُوْنًا ہم نے تم کو فتنوں میں ڈالا۔ فتنوں میں آزمائش کیسا احسان تو نہیں ہوتا تو پھر احسانات میں

marfat.com
Marfat.com

اس کو کیوں شمار کیا گیا۔ جواب اس لیے کہ فتنوں میں کامیابی مشقت سے ملتی ہے اور مشقت کے اعمال کا ثواب زیادہ ہوتا ہے تو فرمایا یہ جارہا ہے کہ ہم نے تم سے اے موسیٰ ایسے اعمال کرائے اور اُن امتحانوں میں کامیاب کرایا جن کا ثواب واجر بہت ہی زیادہ ہے یہ بھی ہمارا احسان ہے کہ ہم نے تمہیں اِس مشقت کے امتحان وخدمت کے لیے چن لیا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

مِنّت مَنِہ کہ خدمتِ سلطان ہمیں کنی مِنّت شناس ازو کہ بخدمت گماشتت

آج کالج یونیورسٹی کے امتحان میں داخلے کے لیے بڑی بڑی سفارشیں کرانی پڑتی ہیں اگر یونیورسٹی والا کسی کو امتحان میں بٹھالے تو اُس کا احسان مانا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی فیکٹری کا مالک کسی مزدور کو اپنی فیکٹری کے پتھر کوٹنے اینٹیں توڑنے لوہا پگھلانے کی مشقت آمیز ملازمت دے دیتا ہے تو اس کا احسان مانا جاتا ہے۔ حالانکہ امتحان میں بھی مشقت ہی مشقت ہے اور مزدوری میں بھی۔ چوتھا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ یا یاتی۔ معجزے تو صرف دو تھے ید بیضا و عصا تو آیاتی جمع کیوں فرمایا گیا جواب۔ اس کی وضاحت تفسیر عالمانہ کردی گئی ہے یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ صحیح قول کے مطابق معجزے تین تھے۔ عصا، ید بیضا۔ صحیفۂ موسیٰ علیہ السلام جن کو صُحُفِ موسیٰ کہا جاتا ہے اور جن میں خاص فرعون وفرعونیوں کے لیے تبلیغ نصیحت اور دعوتِ ایمان۔ بشارت ونذارت کا پیغام تھا۔ ایک جواب یہ ہے کہ یہ دونوں معجزے بھی بہت سے معجزات کا مجموعہ تھے۔ واللہ اعلم

تفسیر صوفیانہ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ۔ جب قلبِ موسیٰ کی حفاظت کے لیے ہمیشہ عقل نے مثل بادِ بہاری راہ عمل کو ملیہ کیا اپنے ظہورِ حرکات سے تب آپ بصیغہ ضمیر سے کہا کہ هَلْ اَدُلُّكُمْ۔ کیا میں تمہاری رہنمائی کروں اُن آدابِ حسنہ اور اخلاقِ جمیلہ پر جو نفسِ ترکامہ طیبہ کے اندرونِ خانہ سے ہیں۔ جو اس قلبِ منور کی رضاعت وشیر خوارگی حکمتِ علیہ کی فکر ترتیب سے کفالت کرسکے اور علومِ نافعہ کی غذائیں دے اور وہ کسبِ کمال معاونین اعمالِ صالح کے مرشدین سے ہو۔ تاکہ قلبِ مسعود مراتبِ رفیعہ کی ترقی کی طرف مُعِدّین میں سے ہوجائے۔ اور کمالاتِ باطنی کے لیے تیار ہوسکے۔ تب فَرَجَعْنٰكَ۔ لوٹا دیا ہم نے قلبِ مرضوع کو شفقتِ کلیۃ الامر کی طرف۔ بصیرت شکر کی قُرّۃ عین کے لیے

marfat.com
Marfat.com

حزنِ فراق کو دور کرنے کے لیے۔ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا اور اے قلبِ معصوم تو نے ہی تو قتل کر دیا تھا صورۃِ غضبیہ کو ریاضتِ شاقہ کی مار سے امانتِ عہد کی حفاظت اور سامری ناسوتی کو بچانے کے لیے۔ تو غلبۂ نفسِ باطنی کے رنج سے اور خصلتِ رذیلہ کے خوف سے ہم نے ہی تجھ کو نجات دی تھی پھر مجاہداتِ ریاضات کے جنگلات میں قبض و بسط کے بیابانوں میں صیام کی بھوک اور صلوٰۃ کی پیاس والی مشقتوں سے ہم نے تجھ کو بے حساب آزمایا۔ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يٰمُوْسٰى پھر کئی ساعتیں مدینِ علم میں شعیبِ روحانیت کی مجلسِ قوت میں ٹھیرا تو اے قلبِ عرفانی عقلِ فعالی کے مرکز میں۔ پھر حواسِ بدنیہ کی زوجہ کے ساتھ مقدارِ قدمی میں وادیِ تقویٰ میں دخولِ عقبت کیا اور تقدیرِ صفاتی میں آگیا کمالِ تام کی استعداد و قوت کے مطابق تکمیلِ صفات سے تجلی ذات کے مکالمۂ کلیمی کے لیے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ۔ مدینہ اسرار بیت الانوار میں سے صرف تجھ کو جملہ خواص میں بنایا میں نے اپنے افعالِ خلافت اعمالِ نیابت عطاءِ امانت کی اہلیت و لیاقت کے لیے۔ اے قلب و عقل تم دونوں جاؤ نفسِ فرعونی کی سرکوبی ذلت کے لیے تعلیماتِ عرفانی کی نشانیوں ہدایتوں روشنیوں کے ساتھ جو خاص میری قدرت کی نشانیاں و آیات ہیں۔ لیکن تم اے سلطنتِ باطنیہ کے امیر و وزیر میرے قربِ جلال کے تذکرے کے مراقبۂ حال کو کبھی نہ چھوڑنا۔ کہ یہی قلب و جگر کی قوتِ قدسیہ ہے۔ حواسِ انسانی کی دو قسمیں ہیں بعض حواس خاص رب تعالیٰ نے اپنی تدبیرِ عالمِ اسرار کے لیے پیدا فرمائے ہیں۔ جن کا دل دماغ عقل فردسب کچھ صفاتِ جمال و جلال کے لیے ہوتا ہے۔ مقربینِ جلالی وادیِ قدس کے لوگ مشاہدۂ انوار کے آئینہ ہوتے ہیں یہی حقیقتاً عبادُ اللہ ہیں۔ ان کو ہی طورِ عرفانی کی وادیِ ایمن مقدس سے کلامِ معرفت کے کلیم سرمدی ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ایسے خوش بختوں کا میلانِ خلوص ہمیشہ باطلِ فرعونی کے مقابل اسرائیلی ضمیر کی حمایت میں ہوتا ہے ان کو ہی فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا کی محنتوں میں ڈالا جاتا ہے اور مدینِ سلوک کی پُرخار مشقت آمیز بیابان میں ننگے پاؤں پیدل چلایا جاتا ہے اسی راہ مدینِ روحانی سے بندے کو تین مقام ملتے ہیں۔ ۱ مقامِ فَتَنّٰكَ پر ابتلاء ۲ صبرِ عظیم سے مقامِ اجتبیٰ عطا فرما کر اس کو مجتبیٰ بنایا جاتا ہے ۳ مصائب پر شکر و حمد سے رضاءِ الٰہی کا مقام دیا جاتا ہے اور رضاء سے مقامِ اصطناع ملتا ہے اِصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ کا خطاب اسی مقامِ خصوصیہ پر پہنچ کر ستایا جاتا ہے گویا کہ ابتلا سے اجتبا

marfat.com
Marfat.com

اِجْتِبَا سے اِصْطِنَاع کا حصول ہے۔ صبر گھونٹ ہیں اور شکر لذتِ لسان ہے اور ابتلا سرورِ قلب ہے علامہ جامی فرماتے ہیں ؎

مگو کہ قطعِ بیابانِ عشق آسان است کہ کوہہائے بلا ریگِ آں بیابان است

ابتلاءِ رحمانی سے چار درجے حاصل ہوتے ہیں ۱ مرتبۂ صابرین ۲ مرتبۂ شاکرین ۳ مقام راضیین ۴ منزلِ واصلین (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْھُمْ) وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ذِکْرُ اللہ کی چار صورتیں ہیں ۱ ذکرِ لسانی ۲ ذکرِ باطنی ۳ ذکرِ روحانی ۴ ذکرِ اعضائی۔ بندے کو کوئی ذکر نہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ ذکرِ الٰہی حصولِ مقاصدِ دینی و دنیوی کا آلۂ سدا بقا ہے۔ اے بندگانِ معرفت میری امور والی مشغولیت بھی تم کو میرے مشاہدے سے دور نہ کرے یہی تو حُبِّ اِلٰہی اللہ کی معراجِ طور ہے۔ اہلِ مشہود مشاہدۂ حق سے کبھی غائب نہیں ہوتے۔ جو دم غافل وہ دم کافر کا عمل بندگی شروع ہو تو تم نفی صلوٰتہم دائمون کا انعام ملتا ہے۔ ایسے مقربینِ بارگاہ کو کہہ دو کہنے کی حاجت نہیں۔ وہ ہمیشہ تو ہی تو میں رہتے ہیں اُن کے نزدیک لَا تَنِیَا سے مراد ہے وِرد و دواعی اور عاقلین و مشغولین کو تنبیہ کرنا کہ اجتہادِ قرب مزید کرو۔ (از تفسیر ابن عربی و تفسیر روح البیان) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اے ہمکلام محبو! تم میری مصیبتوں پر صبر کرو۔ میری نعمتوں پر اپنے آپ کو قابل نہ رکھو۔ میرے دشمن کے گھر پر آکر جہاد کرو اور اغیار کی صحبت و محبت سے پرہیز کرو اور میرے اپنوں کو اپنا وزیر و مشیر اور قابلِ مروت و موقت بناؤ تاکہ تم میری زیارت میں کامیاب ہو سکو جیسا کہ یہاں ارشاد ہے۔ دنیا میں اُخوتِ حقیقیہ کا خیال رکھو تاکہ جنت میں اُخوت حاصل ہو۔ والدہ کی دی ہوئی اُخوت فقط بدنی ہے اس لیے متغیر اور فنا ہو جاتی ہے آستانۂ نبوت سے ملی ہوئی اُخوت ہی اصلی حقیقی دائمی اُخوت ہے۔

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ

جاؤ تم دونوں فرعون کے قریب بے شک وہ غدار ہو چکا ہے۔ پھر تم دونوں اُس سے نرم طبیعت سے

دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک اُس نے سر اٹھایا۔ تو اس سے نرم

marfat.com
Marfat.com

قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا

گفتگو کرنا یہ امید رکھ کر کہ نصیحت مانے یا آخرت سے ڈرے۔ دونوں نے عرض کیا

بات کہنا اس اُمید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔ دونوں نے عرض کیا

رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ

اے رب ہمارے بے شک ہم کو خطرہ ہے کہ وہ کسی بہانے ہم پر زیادتی کرے یا

اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا

يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ

سر اُٹھائے۔ فرمایا رب نے بالکل نہ گھبراؤ تم دونوں بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں

شرارت سے پیش آئے فرمایا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا

وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ

اور دیکھتا رہوں گا لہٰذا تم دونوں جاؤ اُس کے پاس پھر دونوں بتاؤ کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے رسول ہیں

اور دیکھتا۔ تو اُس کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو

فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا

لہٰذا تو بھیج دے ہمارے ساتھ تمام بنی اسرائیل کو اور نہ

تو اولادِ یعقوب کو ہمارے ساتھ چھوڑ دے۔ اور انھیں تکلیف

تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ

عذاب ظالمانہ کر تو اُن پر ہم تیرے دکھانے کو تیرے رب کی طرف سے ایک معجزہ لائے ہیں

نہ دے بے شک ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانی لائے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ﴿۴۷﴾

اور اب سلامتی صرف اُس کی ہے جو ھادی کی پیروی کرے گا۔

اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے۔

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ ہم نے کس طرح موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ احکام الٰہیہ کے لیے تیار کیا کہ ان کو بچپن جوانی کے احسانات یاد کرائے گئے معجزات و نبوت سے نوازا گیا۔ دعائیں قبول کی گئیں جو انہوں نے مانگا وہ دیا گیا۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے اس تمام تیاری کے بعد ان کو فرعون کے پاس جانے کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کی جلالی اور غصے والی طبیعت کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت میں آپ کو نرم دلی اور جمالی طبیعت اختیار کرنے کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کے ہاتھوں ایک کافر کے قتل ہو جانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں حضرت موسیٰ کا اس کے بدلہ لینے سے خوف زدہ ہو جانے کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى۔ اِذْهَبَا باب فتح کا امر حاضر معروف تثنیہ مذکر ذَهَبٌ سے مشتق ہے یعنی دونوں جاؤ اس میں الف ضمیر بارز شبیدہ فاعل ہے اِلٰی فِرْعَوْنَ یہ جار مجرور متعلق ہے فِرْعَوْنَ لفظاً غیر منصوب ہے کیونکہ عجمی و علم ہے لفظ فرعون عبرانی لفظ ہے اس کا ترجمہ ہے سیاست دان یا چالاک اس زمانے میں ہر بادشاہ کا شاہی لقب ہوتا تھا ایک قول میں یہ لفظ اس کا نام یا ذاتی لقب تھا بعد میں ہر بادشاہ کو فرعون کا لقب دیا گیا اس قول کے مطابق یہ لفظ فرعون معرب ہوا فارعُوس اور متبدل ہوا ہے فَارِعْ سے اس طرح کہ عبرانی میں سورج کو اُس کے پجاری رع کہتے تھے فرعون جب مصر میں آیا تو اس نے پجاریوں پر دھاک و رعب بٹھانے کے لیے اپنے آپ کو سورج دیوتا کا اوتار (پیغمبر) کہنا شروع کیا پھر مصر میں اکثر کفار سورج پرست تھے اسی مذہب کو مصری پنڈت ہندوستان میں لے کر آئے اور یہاں سورج کی پرستش شروع ہو گئی۔ بہرکیف جب فرعون

marfat.com
Marfat.com

نے اقرار ظاہر کیا تو پجاریوں نے اس کی بہت عزت کی اور فارغ الحال کا لقب ہوا۔ یہاں تک کہ اس کو اپنا بادشاہ بنالیا اور وہاں کی لغت کے مطابق اوتار کو جب بادشاہت ملتی ہے تو اُس کو فارلعو کہا جاتا یعنی سورج کا اوتار بادشاہ عبری میں بگڑ کر فرعون ہوگیا۔ دنیا میں سب سے پہلے اسی کو فرعون کا لقب دیا گیا۔ بعد میں ہر بادشاہ کو فرعون کہا جانے لگا۔ اَعْلَمُ اِنَّ حرفِ مشبہ۔ ہٗ ضمیر اس کا اسم منصوب طَغٰی فعل ماضی واحد مذکر غائب طغیٰ یا طغوٰ سے مشتق ہے اگر طغوٰ ناقص واوی بنا ہو تو باب نصر ہے اگر طغیٰ یائی سے بنا ہے تو باب سمع ہے۔ طَغْوًا اور طغیٰ دونوں کا ترجمہ ہے حد سے بڑھنا۔ خیال رہے کہ نافرمانی تین قسم کی ہوتی ہے ۱ بغاوت جس میں مخالف کو ختم کرنا مقصود نہ ہو صرف راہِ راست پر لانا مقصود ہو ۲ غداری جس میں مخالف کو ختم کرنا مقصود ۳ طغوٰ جس میں مخالف کو ختم کر کے اُس کی جگہ پر قبضہ کرنا مقصود ہو۔ پانی کے سیلاب کو طغیانی اسی معنی میں کہتے ہیں کہ اپنی دریائی حد سے نکل کر خشکی پر قابض ہو جاتا ہے طَغٰی فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر علت ہوئی اِذْهَبَا کی۔ یہ فعل فاعل متعلق اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ انشائیہ ہو گیا۔ فَ زائدہ قُوْلَا۔ فعل امر تثنیہ قَوْلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے تم دونوں بات کرنا اَنْتُمَا اِس کا فاعل پوشیدہ ہے لہٰذا یعنی اس کو ضمیر کا مرجع فرعون ہے یہ جار مجرور متعلق ہے قَوْلًا کا قَوْلًا مفعول بہ ۔ مصدر ہے موصوف ہے لَيِّنًا۔ منصوب بصیغہ صفت مشبہ بروزن فَيْعِلٌ دراصل تھا لَيْيِنٌ ی کا ی میں ادغام کر دیا گیا اس کا مصدر ہے لِيْنٌ بمعنی نرم شفقت آمیز گفتگو یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ کو فعل مضارع احتمالی معروف واحد مذکر باب تفعّل سے ہے ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے فرعون فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ اُو حرفِ عطف اختیار یہ یَخْشٰى باب سمع کا مضارع معروف احتمالی واحد مذکر ھُوَ ضمیر فاعل یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں مل کر قَوْلًا کی علت ہوئے قَوْلًا امر اپنے فاعل متعلق مفعول بہ اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ تعلیلیہ ہو گیا لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ اُس اُمید پر سبحان اللہ اس ترجمہ مبارک سے کفار کا ایک بہت بڑا اعتراض ختم ہو گیا۔ قَالَا فعل ماضی مطلق باب نَصَرَ هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبَّنَا ۔ ہے ہمارے رب دراصل تھا یَا رَبَّنَا۔ دَبَّ کے فتحہ نے یَا حرفِ ندا کا پتہ بتایا یہ قرینہ ہے حرفِ ندا کی موجودگی کا نا ضمیر جمع متکلم برائے تثنیہ مذکر مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی منادیٰ

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ اِنَّ حرفِ مشبہ ناصبہ جمع متکلم اس کا اسم ہے نخافُ باب سَمِعَ کا فعل مضارع حال مثبتہ متکلم ضمیر متکلم مستتر اس کا فاعل ہے اَن حرفِ ناصبہ یَفرُطَ باب نَصَرَ کا مضارع مستقبل واحد مذکر غائب فَرطٌ سے مشتق ہے بمعنی ایذا ظلم کرنا جو کسی گذشتہ واقع کا بہانہ یا آڑ بنا کر کیا جائے یعنی زیادتی کرنا اگرچہ وہ بہانہ ظالم کی نظر میں بھی نامناسب ہو عَلَینَا جار مجرور متعلق ہے یَفرُطَ فعل با فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا اَو حرفِ عطف اَن ناصبہ یطغٰی باب سَمِعَ کا مضارع مستقبل ہُوَ ضمیر فاعل کا مرجع فرعون ہے۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہوا نخافُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جوابِ ندا ہوا اور یا پوشیدہ اپنے منادیٰ وجوابِ ندا سے مل کر جملہ ندائیہ ہو کر مقولہ ہوا قَالَا کا سب مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَ اَرٰی فَاْتِیٰہُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَا تُعَذِّبْہُمْ قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ۔ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی قَالَ فعل ماضی مطلق ہُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع رب تعالیٰ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَا تَخَافَا باب سَمِعَ کا فعل نہی حاضر تثنیہ مذکر اَنتُمَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے حضرت موسیٰ وھارون علیہما السلام اِنَّ حرفِ مشبہ نون وقایہ کی ضمیر واحد متکلم مرجع رب تعالیٰ بحالتِ نصب ہے اسم ہے اِنَّ کا مَعَ اسم ظرف مکانی مضاف ہے کُمَا ضمیر تثنیہ حاضر مضاف الیہ یہ مرکبِ اضافی ذوالحال اَسْمَعُ باب سَمِعَ کا مضارع متکلم اَنَا ضمیر واحد متکلم پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا وَاو عاطفہ جمعیت کے لیے اَرٰی۔ رُءْیٌ سے مشتق ہے بمعنی توجہ سے دیکھنا واحد متکلم باب ضَرَبَ کا مضارع معروف یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا دونوں عطف مل کر حالِ ہوا مُتَکَلِّمًا اپنے حال سے مل کر خبر ہے اِنَّ کی یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر علت ہوئی لَا تَخَافَا کی وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا فَ حرفِ عطف تعقیبی اْتِیَا۔ اَتٰی سے مشتق ہے۔ باب افعال کا فعل امر حاضر معروف تثنیہ مذکر اَنتُمَا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ اَتٰی کے معنی ہے آنا مگر جب یہ باب افعال میں آکر متعدی ہوتا ہے۔ معنی ہوتے ہیں جانا اس کا مصدر ہے اِیْتَاءٌ پھر نون تنوین سے مبدل ہو کر اِیْتَانٌ ہوا۔ ہُ ضمیر غائب اس کا مفعول مُنَادیا ظرفِ مکانی یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ بمعنی ثُمَّ قُوْلَا فعل امر تثنیہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنَّا۔ دراصل ہے اِنَّ نَا۔ نَا ضمیر جمع متکلم اِنَّ کا اسم ہے

marfat.com
Marfat.com

رَسُوْلَا اسم تثنیہ در اصل ہے رَسُوْلَانِ نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا یہ مضاف ہے رَبِّكَ مضاف الیہ یہ دونوں مل کر مرکب اضافی خبر ہے اِنَّا کی اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ۔ فَاَرْسِلْ۔ ف عاطفہ سببیہ۔ اَرْسِلْ۔ باب افعال کا امر حاضر معروف واحد مذکر اس میں مخاطب ضمیر کا مرجع فرعون ہے۔ مَعَنَا۔ مرکب اضافی بمعنی ہمارے ساتھ۔ مفعول معہ ہے۔ بنی اسرائیل مرکب اضافی۔ دراصل بَنِیْنَ اسرائیل ابن کی جمع نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ اَرْسِلْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا تُعَذِّبْ۔ باب تفعیل کا فعل نہی اَنْتَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہم ضمیر مفعول بہ مرجع بنی اسرائیل یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا فَاَرْسِلْ کا یہ دونوں معطوف ہوئے اِنَّا کے سب عطف مل کر مقولۂ اول ہوا قُوْلَا کا قَدْ جِئْنٰكَ۔ باب ضرب کا ماضی قریب معروف جمع متکلم ک ضمیر مخاطب مفعول بہ یعنی تجھ کو دیدینے یا دکھانے بِاٰیَةٍ۔ ب حرف جر متعدی مفعولیت کا۔ اٰیَةٍ اسم مفرد۔ یہ جار مجرور متعلق اول ہے قَدْ جِئْنَا کے مِنْ جارّہ ابتدائیہ رَبِّ اسم صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا مضاف ہے كَ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق دوم ہے قَدْ جِئْنَا کے یہ سب مل کر مقولۂ دوم ہے قُوْلَا کا۔ وَاؤ زائدہ بیانیہ اَلسَّلٰمُ اسم معرفہ مبتدا ہے۔ عَلٰی حرف جر بمعنی لام نافعہ مَنِ اسم موصول اِتَّبَعَ باب افتعال کا ماضی مطلق هُدٰی ضمیر اس کا فاعل پوشیدہ اَنْ مدی۔ الف لام عہد خارجی هُدٰی اسم مصدر بمعنی هَادِیْ اسم فاعل اِتِّبَاع کا ترجمہ ہے بلا سوچے نقش قدم پر چلنا یہ بجز انبیاء کسی کی جائز نہیں ہے۔ هُدٰی بحالت نصب ہے مفعول ہو ہے اِتَّبَعَ کا یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا مَنِ کا موصول صلہ مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ ثابتٌ اسم فاعل وہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مقولۂ سوم قُوْلَا۔ اپنے تینوں مقولوں سے مل کر معطوف ہوا فَاْتِیٰهُ کا دوسرے عطف مل کر معطوف ہوا اَلتَّحَافَا کا وہ سب عطف مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا۔

تفسیر عالمانہ اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى اے موسیٰ اب تم دونوں مل کر فرعون کی طرف چل پڑو (لقب فرعون اس زمانے میں ہر بادشاہ کا ملکی قانونی لقب ہوتا تھا) کیونکہ اب وہ ظالم میرے نیک بندوں پر ظلم میں کفر کی حدوں میں غرور کی اکڑ میں اس دنیوی چند روزہ زندگی کی ڈھیل سے ناجائز فائدہ اٹھانے میں دن بدن بغاوت و سرکشی میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس کلام طور میں چار طریقے سے مصر جانے کا حکم ملا مگر

marfat.com
Marfat.com

زعیت مختلف ہے پہلے دو مرتبہ واحد مذکر حاضر کے صیغہ سے پھر دو مرتبہ تثنیہ مذکر کے کے صیغے سے ایک دفعہ یہاں اور پھر آگے۔ فَاْتِیٰہُ۔ فرما کر معرفت میں آپ کو تین قسم کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ۱ فرعون اور اس کے درباری عملے کی طرف ۲ قبیلی قوم کی طرف ۳ بنی اسرائیل کی طرف۔ اتنے بڑے سرکش مغرور کافر حاکم فرمان ہونے کے باوجود رب تعالیٰ کا حکم یہ کہ اے موسیٰ جب تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا۔ تو اس پر غصہ اور جلال نہ کرنا بلکہ نہایت میٹھی نرم طرز سے باتیں کر کے سمجھانا۔ اپنی طرف سے یہی امید رکھنا کہ وہ ضرور نصیحت پکڑے یا کم از کم اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا پتہ لگ جائے جس سے اُس کو آخرت و عذاب کا کچھ خوف آئے۔ اللہ اکبر کتنی کریمی رحیمی غفاری و شفقت ہے حضرت امام یحییٰ بن معاذ رازی کو ایک دفعہ یہ آیت کسی نے سنائی تو آپ بہت روئے اور عرض کیا کہ اے مولیٰ تعالیٰ جب اُس پر تیرا اتنا رحم ہے جو اپنے آپ کو کہتا رہا اَنَا اِلٰہٌ۔ اور اَنَا رَبُّکُمُ تو رحم و کرم اُس بندے پر کتنا عظیم ہوگا جو کہے گا کہ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنْتَ اِلٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو چند وجوہ سے نرم کلامی کا حکم فرمایا۔ ۱ اس لیے کہ آپ کا غصہ بہت تیز تھا اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی بھی چھوٹے بڑے آدمی سے کسی طرح کی گستاخی برداشت نہ ہوتی تھی۔ آپ کو اپنے ذاتی دشمن کی بیہودگی پر کبھی غصہ نہ آیا۔ مگر رب کریم کی شانِ اقدس کی گستاخی پر اتنا شدید غضب و غصہ آتا کہ آپ کی ٹوپی مبارک غصہ کی تپش سے گرم ہو جاتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ ٹوپی پہنی کبھی عمامہ نہ باندھا۔ آپ دو قسم ٹوپی پہنا کرتے تھے اکثر چھوٹی ٹوپی کبھی کبھی بڑی ٹوپی کانوں تک اسی لیے آج کل یہودی لوگ دونوں قسم کی ٹوپیاں پہنتے ہیں دوسری وجہ یہ کہ نرم کلامی سے سب کو فائدہ تھا۔ فرعون کو مائل ہونے کا۔ قوم قبطی اور اہل دربار کو ایمان لے آنے کا۔ بنی اسرائیل کو چھٹکارا مل جانے کا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اتمام حجت کا اور دونوں موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو ثواب تبلیغ کا ۲ نرم کلامی سے مخالف کو انکار کا بہانہ نہیں ملتا یا ماننا پڑتا ہے یا لاجواب ہونا ۳ خود بولنے والے کے جذبات کو فائدہ ہوتا ہے ۴ سننے والے کو سوچنے سمجھنے اور فائدہ لینے کا موقعہ ملتا ہے ۵ اغیار کو بھی نرم کلامی سے ہی قائل اور مائل کیا جاتا ہے ۶ دشمنوں میں گھرے انسان کی عزت قائم رہتی ہے ۷ اپنی عقل قائم رہتی ہے ۸ مدِ مقابل کی عقل بھی قائم رہتی ہے اُس کو سخت کلامی

marfat.com
Marfat.com

کا غصہ نہیں آتا نرم کلامی سے اپنی بات منوائی جا سکتی ہے نرم کلامی میں نفع ملاقاتی محبت شفقت کے فوائد ہیں نرم کلام میں حکمت و تدبر ہے نرم بولنے والے کا رعب پڑتا ہے درشت کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے اس لیے حکم دیا گیا فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا تبلیغ احکام کے لیے نرم کلام کا حکم فرمایا گیا کہ لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ اس لَعَلَّ کا تعلق رب تعالیٰ سے نہیں بلکہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے ہے کہ تم کو یہ امید ہونی چاہیئے۔ بعض نے فرمایا یہ لَعَلَّ بمعنی اُمید کے لیے ہے بلکہ تمام جگہ قرآن پاک میں لَعَلَّ اسی معنیٰ میں ہے۔ اُمید رکھنے والا اپنے اعمال و کردار اور تبلیغ میں مجتہد ہوتا ہے اس لیے ثواب پاتا ہے مگر مایوس آدمی مجبوراً تکلف سے عمل کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ لَعَلَّ سوالیہ ہے یعنی کیا وہ نصیحت پکڑے گا۔ بعض نے کہا کہ لَعَلَّ تعلیلیہ ہے یعنی تاکہ وہ نصیحت پکڑے۔ مگر پہلا قول درست ہے کہ اُمید کے لیے ہے۔ خشیت وہ خوف جو کسی کی عظمت کے احساس و اقرار سے ہو۔ یہاں دو دفعہ طٰغٰی فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ میں مطلق ہے کہ فرعون ہر اعتبار سے طاغی ہے دینی ایمانی دنیوی اور اِذْهَبَا میں طٰغٰی مقید اور مربوط ہے کہ دینی اعتبار سے طاغی ہے اور سرکش کو درست کرنے کے لیے قولِ لین ضروری ہے اسی لیے موسیٰ علیہ السلام کی سیدھی سادی میٹھی نرم محبت آمیز لاجواب باتیں سن کر فرعون کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی پچھلی محبت جاگ اٹھی اور بولا اچھا موسیٰ میں تمہاری بات مان کر تمہارے رب پر ایمان لے آؤں گا مگر میری پانچ شرطیں ہیں ان کا مجھ سے وعدہ کرو ایک یہ کہ میرا عمر جوانوں کی طرح قوی رہے دوم یہ کہ کھانے کی لذت اور فائدہ جوانوں کی طرح پاتا رہوں سوم یہ کہ مردوی قوت تا عمر مجھ میں آجائے چہارم یہ کہ مشروبات کی لذتیں فائدے کبھی نقصان نہ دیں پنجم یہ کہ میری بادشاہت تا عمر باقی رہے حضرت موسیٰ نے اپنی اس پہلی ملاقات اور تبلیغ میں اس سے یہ تمام وعدے فرمالئے اور فرمایا کہ یہ تو دنیوی وعدے ہیں آخرت کی جنت عیش و عشرت مزید ملے گا۔ طور سے روانگی سے قبل موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے عرض کیا اس طرح کہ ادھر طور پر موسیٰ علیہ السلام بذریعہ گفتگو ادھر معرض ہارون علیہ السلام نے بذریعہ وحی دونوں کا کلام اس طرح نقل فرمایا گیا قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ دونوں نے عرض کیا۔ اے رب ہمارے بے شک ہم دونوں اندیشناک ہیں فکرمند اور پریشان ہیں کہ وہ ہم پر ہمارے پہلے قتل کے انتقام کی وجہ سے کچھ زیادتی نہ کرے یا اس طرح کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

ہمارے قتل کا منصوبہ بنائے اور کسی بہانے کی آڑ لے کر دونوں کو قتل کرا دے اگرچہ قتل کا خوف انبیا علیہم السلام کو نہیں ہوتا مگر اس سے تبلیغ احکام الٰہیہ کا کام بند ہو جاتا۔ یا اس طرح کہ اپنے تکبر شاہی کی وجہ سے ہماری بات کو اہمیت نہ دے یا اس طرح کہ دربار میں نہ آنے دے نہ بات سننا پسند کرے۔ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی۔ یا اس طرح کہ اپنی جھوٹی الٰہیت و ربوبیت کو بچانے کے لیے اے باری تعالیٰ تیری گستاخی کرے جو ہم سے برداشت نہ ہو سکے اور ہم اپنے غصے کو قابو نہ رکھ سکیں اور عصا سے اُس کو بھرے دربار میں ہلاک کر دیں۔ یا اُس کا تکبر سرکشی زیادہ ہو جائے یہ عرض و معروض سن کر۔ قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰی فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ و ھارون کسی بھی چیز کا فکر اندیشہ مت کرو تم دونوں نہایت اطمینان سے جاؤ۔ فرعون تم سے کچھ بھی زیادتی نہ کر سکے گا نہ دینی نہ دنیوی نہ قتل نہ قید نہ اپنی تبلیغ رسالت احکام دینیہ کی تکمیل کی فکر کرو نہ وہ تمہارے سامنے ہماری گستاخی کر سکے گا۔ بلکہ ہر طرح سے فائدہ ہی ہوگا اس لیے کہ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں تم یہ خیال کبھی مت کرنا کہ میری کرامت و حمایت تم سے منقطع ہو گئی۔ میری کمال حفاظت اور نصرت تامہ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے طور پر موسیٰ علیہ السلام اور مصر میں ھٰرُوْن علیہ السلام اکیلے تھے اور دونوں سے یہ کلام ہو رہا تھا یہاں بلا واسطہ اور مصر میں بواسطہ جبرئیل۔ اسی لیے فَاْتِیٰهُ اور قُوْلَآ بصیغہ تثنیہ ارشاد ہوا اگرچہ دونوں دور دور تھے۔ بعض نے کہا کہ قَالَا رَبُّنَا وغیرہ یہ کلام طور نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام مصر میں بھائی سے ملے تو وہاں دونوں نے مل کر عرض کیا مگر یہ درست نہیں کیونکہ یہ یک دم دونوں کا بولنا ادب بارگاہ کے خلاف اور ممنوع ہے اسی لیے تو قرئت خلف الامام منع ہے وفد میں ہمیشہ ایک ہی بولتا ہے اور ہی سب کا بولنا مانا جاتا ہے۔ اگر یہ کلام مصر پہنچنے کے بعد ہوتا تو قَالَ واحد ہوتا۔ اس لیے درست یہی ہے کہ دونوں نے الگ الگ مقام سے کلام عرض کیا اور دونوں کو رب تعالیٰ نے دونوں جگہ اپنا کلام سنا دیا بلا واسطہ اور یا بواسطہ دونوں کو فرعون کی سرکشی کا علم تھا۔ سورۃ طٰہٰ کی آیت ۱۱ سے آیت ۴۶ تک رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے تینتیس ۳۳ باتیں ارشاد فرمائیں اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے گیارہ باتیں عرض کیں دس باتیں اکیلے اور گیارھویں بات

Marfat.com

اِنَّنَا غُفَاۃٌ اپنے بھائی کو شامل کرکے۔ یہ تمام کلام ابتداءِ شب سے صبح صادق تک ہوتا رہا۔ جب حضرت موسیٰ طور سے چلے تو لذتِ کلام الٰہی یادِ الٰہی کی مشغولیت حکمِ ربانی کی پابندی کے عشق میں بیوی بچوں بکریوں سامان سب کچھ بھول گئے اور اسی وقت منہ اندھیرے چل پڑے اور راہِ سفر میں آپ کو پانچ دشواریاں پیش آئیں پہلی یہ کہ راستہ معلوم نہ تھا دوم یہ کہ سفر خرچ زادِ راہ کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا سوم یہ کہ سواری کا جانور بھی نہ تھا پیدل ہی چل پڑے چہارم یہ کہ کوئی سامان بھی نہ لیا بجز اپنے عصا کے اسی کو دن میں سائے کے لیے رات کو تکیے کے لیے استعمال فرماتے پنجم یہ کہ ایک دن کا سفر تھا مگر راستہ بھولنے کی وجہ سے تین دن میں پورا کیا ظہر کے وقت فرعون علیہ السلام مصر کے جنگل میں مل گئے اور بتایا کہ فرعون کی سرکشی اور ظلم پہلے سے زیادہ ہوگیا ہے بالکل معمولی باتوں پر اسرائیلی کا قتل کر دینا عام سی بات ہے دوسرے دن بوقتِ اشراق حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پہلی بار شانِ نبوت اور تبلیغِ رسالت کے ساتھ فرعون کے پاس بھرے دربار میں پہنچے مگر اس وقت اس کا وزیر اعظم ہامان موجود نہ تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس پہلی ملاقات میں تیرہ باتیں فرعون سے فرمائیں بہت ہی نرم اور محبت بھرے انداز میں فرعون کو اس کی پسندیدہ کنیت سے خطاب کیا یا ابا العباس فرعون بے اولاد تھا مگر اسنے شوقیہ اپنی تین کنیتیں رکھی ہوئی تھیں فرعون کو اس طرح پکارنا بہت پیارا لگا ۲ اس کی دوسری کنیت ابو ولید تیسری ابو بکر تھی ۳ ہم دونوں تیرے رب تعالیٰ کے رسول ہیں ۴ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ ہم تیرے پاس اپنی نبوت و رسالت پر نشانی بھی لائے ہیں ۵ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ۔ بے شک ہم کو اللہ کی طرف سے وحی بھی ارشاد ہوتی ہے یہاں سے آپ نے صحفِ موسوی کے احکام امر و نہی ندارت بشارت اس طرح سنائی ۶ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اے فرعون سلامتی اور بقا صرف اسی شخص کی ہے جو ہماری لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کرے گا ۷ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ اے ہمارے ملکی بادشاہ یہ بھی یاد رکھ کہ جس نے اس ہدایتِ ربانی کو جھٹلایا اور اس سے منہ پھیرا بے شک دائمی عذاب اسی پر ہے۔ یہ تمام کلامِ صحیفہ قرآن مجید میں یہیں نقل فرمایا گیا۔ اگلا کلام سورۃ قصص آیت ۳۷ میں اس طرح ہے ۸ قَالَ مُوْسٰی رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ فرعونیو تم نے تو بے سوچے سمجھے میری باتوں کو اور کام کو جادو کہدیا بے شک میرا رب خوب جانتا ہے اس کو جو اس کے پاس

marfat.com
Marfat.com

سے ہدایت لایا اور اس کو بھی جانتا ہے جس کے لیے آخرت کا گھر ہے بے شک ظالم مراد کو نہیں پہنچتے ۸ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۔ اے فرعون کیا تو یہ خواہش و رغبت رکھتا ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کی پاکیزگی حاصل کرے ۹ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۔ اور اے فرعون کیا میں تجھے ایسی ہدایت ابدیت دوں جس سے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کو پہچان کر مرعوب ہو۔ یہ فرمودات بھی صحف موسیٰ میں تھے جو آپ نے سنائے قرآن مجید کی سورۃ نازعات کی آیت ۱۸ و ۱۹ میں مذکور ہوئے ۱۰ فَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۔ اے فرعون یہ دنیوی چند روزہ سلطنت کامیابی کی نشانی نہیں۔ بے شک کامیاب وہ ہے جو پاکیزہ ہو گیا ظاہر و باطن سے ۱۱ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور کامیاب وہی ہے جس نے اپنے رب اللہ تعالیٰ کی یاد باقی رکھی ذکر الٰہی کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ ۱۲ پھر آپ نے درباریوں کو خطاب فرمایا۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔ اے ہیچ تو تم دنیوی زندگی کو پسند کر بیٹھے یہ تو عارضی فانی مصیبتوں ذلتوں غربتوں بھری ہے اس میں تو لغویات نفسانیت شیطانیت ہے ۱۳ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۔ اصل مزیدار زندگی تو آخرت کی ہے جو باخیریت بھی ہے اور ہمیشہ اَبَدُ الْاٰبَادتک رہنے والی ہے۔ یہ اقوال و مضامیں قرآن مجید کی سورۃ اعلیٰ میں ذکر فرمائے گئے یہ تمام نصیحتیں بشارتیں نذارتیں صحف موسیٰ میں تھیں اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی یہ ہی کچھ پیغام و کلام الٰہی تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مربی آزر کو نہایت باادب اور بااحترام نرم انداز میں سنایا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مربی فرعون کو نہایت محبت و ادب سے سنایا۔ یہ سب کلام پہلی محفل و ملاقات میں ہوا۔ فرعون اس کلام و انداز گفتگو سے متاثر ہوا اور بولا۔ اے موسیٰ مجھے وہ معجزہ دکھاؤ جو تم اپنے رب کے پاس سے اپنی رسالت کی تائید کے لیے لائے ہو موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اس کو عصا کا معجزہ دکھایا وہ ڈرا گھبرایا پھر اس کو ہاتھ کا معجزہ دکھایا وہ بہت حیران ہوا۔ تفسیر خازن شافعی نے فرمایا کہ صرف ہاتھ کا معجزہ دکھایا مگر یہ غلط ہے بعض نے کہا صرف عصا کا معجزہ دکھایا مگر یہ بھی غلط ہے۔ صحیح اور مدلل یہ ہے کہ آپ نے دونوں معجزے دکھائے اس کی دلیل یہ کہ ۱ فرعون نے اس کو جادو کہا اور مرعوب ہوا گھبرایا صرف ہاتھ کے معجزے سے اتنا ڈرنے گھبرانے کی ضرورت تھی نہ اس کو زبردست جادو کہا جا سکتا ہے صرف ہاتھ کے مقابلے کے لیے اتنے بڑے بڑے تقریباً بہتر جادوگر بلانے کی کوئی ضرورت تھی دلیل دوم جب فرعون نے اور اس کے درباریوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا تو اس

marfat.com
Marfat.com

معجزہ کو جادو کہتے ہوئے کہا کہ ہم بھی اسی کی مثل جادو لائیں گے۔ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ جب جادوگروں نے اپنا جادو دکھایا تو انہی رسیوں کو سانپ ہی بنا دیا نہ کہ یَدِ بیضا۔ دلیل سوم فرعون نے اپنے بندے دوڑائے اور ملک کے تمام جادوگر جمع کر لیے ان کو فرعون نے یقیناً بتایا ہوگا کہ ایک جادوگر نے ہمیں اس طرح جادوگر کے دکھایا ہے تم سب اس کا مقابلہ کرو جب جادوگر میدان میں وقتِ مقررہ پر پہنچے تو جادوگروں نے کہا قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ۔ اے موسیٰ یا تم پہلے ڈالو۔ اس سے ثابت ہوا کہ عصا کا کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ القا اور ڈالنا پھینکنا لاٹھی کا ہی ہو سکتا ہے نہ کہ یدِ بیضا کا اگر فرعون نے عصا کا معجزہ دیکھا نہ ہوتا تو جادوگر ہاتھ کے مقابلے کی تیاری کر کے آتے نہ کہ سانپ بنانے کی دلیلِ چہارم سورۃ نازعات آیت ۲۰ میں ہے فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى۔ تمام گفتگو کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اُس کو بہت بڑی آیت دکھائی اور بہت بڑا معجزہ وآیت تو عصا ہی ہو سکتا ہے۔ کہ بہت قدرتوں کا مجموعہ تھا۔ دلیل پنجم ید بیضا بھی اسی پہلی محفل میں دکھایا ورنہ بعد میں تو کہیں دکھانے کا تذکرہ ہی نہیں مفسرین فرماتے ہیں ید بیضا صرف دو دفعہ بنایا گیا پہلی مرتبہ طور پر رب تعالیٰ کے حکم وَاضْمُمْ سے۔ دوسری بار فرعون کی پہلی ملاقات میں روایتوں میں آتا ہے اسی محفل میں فرعون بہت نرم اور مائل برایمان ہو گیا اور اُس نے موسیٰ علیہ السلام سے پانچ وعدے بھی لے لیے لیکن اپنے وزیر اعظم کے مشورے پر موقوف رکھا اور محفل برخاست کر دی روایت ہے کہ اس محفل میں تین چیزوں سے متاثر ہو کر تقریباً اسّی قبطی پر کشیدہ طور پر مومن بن گئے تھے جن کا فرعون کو پتہ نہ لگا تھا موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے اپنے اپنے ایمان کا بتا دیا۔ ایک دوسرے سے بھی چھپایا یہ غرق فرعونی کے بعد ظاہر ہوا فرعون کی عمر اس پہلی ملاقات کے وقت تقریباً چار سو انہتر (۴۶۹) سال تھی بیس سال بعد غرق ہوا اور دورِ العاقی اس طرح کل عمر چار سو اُنا نوے (۴۸۹) سال ہوتی ہے۔ كُلٌّ مَّنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ جب ہامان سے یا اُس سے فرعون نے ساری کیفیت سنا کر اپنے وعدوں اور مائل برایمان ہونے کا تذکرہ کیا اور مشورہ لیا۔ ہامان نے کہا ہرگز ہرگز ایسا نہ کرنا تو خود عقل مند ہے ہم تیرے پجاری ہیں تو رب ہے تو ایک غریب کم عقل آدمی سے ڈر کر گھبرا گیا اگر تو نے موسیٰ کی بات مانی تو متبوع سے تابع معبود سے عابد اور مخدوم سے خادم ہو کر رہ جائے گا اور یہ نہایت ذلت ہے۔ یہ سن کر فرعون اس صحبتِ بد کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کا منکر و مخالف ہو گیا۔ دوسری ملاقات میں نہایت متکبرانہ لہجہ اختیار کیا تب حضرت موسیٰ نے بھی نرم اور مناسب کلمہ تبدیل

marfat.com
Marfat.com

کر ذرا سختی فرمائی اور فرمایا۔ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ اے فرعون اچھا اگر تو ہماری اتنی فائدیکے نصیحتوں وعدوں کو نہیں مانتا تو ہم تجھ سے کچھ نہیں کہتے تو جا جہنم میں مگر بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے ہم مصر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اور تو نے جو اتنے عرصہ سے بنی اسرائیل بنی زادوں نیک پاک مومن لوگوں پر عذاب کئے رکھا ہے وَلَا تُعَذِّبْهُمْ اب آئندہ ان کو کسی قسم کا عذاب نہ دینا۔ اے فرعون تو صدق دل سے پڑھ لے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیونکہ فقط اللہ تعالیٰ ہی تیرا رب ہے تیرے مرنے کا بھی دن مقرر ہے جس کو تو یقین سے سمجھتا ہے اسی لیے تو نے مجھ سے اپنی موت تک کے وعدے لیے ہیں تیرے سامنے بھی جنت اور دوزخ ہے دُنیوی عزت کے ساتھ ساتھ اُخروی ابدی عزت بھی پالے اور جنت میں جائے جہنم سے بچے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کو فرمایا تھا کہ فرعون سے نرم کلام کرنا۔ یعنی وعدے پہلے سنانا۔ وعیدیں بعد میں پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا بتانا اچھے اُلقاب دنام سے پکارنا کیونکہ وہ تمہارا مربّی ہے۔ اور حق مربّی یہی ہے کہ ہمیشہ اُس کا بھلا چاہا جائے۔ لیکن چونکہ تخلیص مومن اہم ہے تبلیغ کفار سے اس لیے آپ نے پہلے فرمایا لَا تُعَذِّبْهُمْ۔ بنی اسرائیل پر عذاب نہ کر۔ فرعون دس قسم کے عذاب بنی اسرائیل پر کرتا رہا ۱ اپنی قوم قبطیوں کو بڑی عزتیں دیتا اسرائیلیوں کو ہر طرح کی ذلتیں دیتا ۲ قبطیوں کو افسر اعلیٰ بناتا اسرائیلیوں کو خادم نوکر ۳ قبطیوں کا جھوٹ بھی قبول ہوتا اسرائیلی کا ظاہر ظہور سچ بھی نامقبول ۴ گندگی اٹھانے کے کام پر اسرائیلی مرد وعورتوں کو مقرر کر دیا تھا۔ سڑکوں گلیوں کی صفائی بھی اِن کو کرنی پڑتی ۵ سخت ترین مشقت کے کام لینا مثلاً کوئیں کھودنا۔ پتھر توڑنا کھیتی باڑی وغیرہ ۶ کام زیادہ لینا مزدوری کی اجرت کم دینا یا کبھی نہ دینا ۷ قبطی کو بُری اور غصیلی نظر سے دیکھنا یا اونچی نظر کر کے بات کرنا جرم تھا اور سزا دی جاتی ۸ بنی اسرائیل کی سزا کے لیے کوئی عدالت نہیں تھی ہر شخص ہر جگہ جب چاہتا سزا دے سکتا تھا ۹ قبطی اپنے ماتحت اسرائیلی پر کتنا ہی ظلم کرتا اس کو کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا ۱۰ عورتیں گھر کی خادمائیں بنائی گئیں تھیں۔ یہ ظلم تو مسلسل تین سو سال تک رہے غرق فرعونی تک ۱۱ لیکن نو سال تک بچے قتل کرائے گئے۔ بنی اسرائیل سب مومن تھے اور فرعون کو نہ مانتے تھے اس لیے یہ سب ظلم تھے۔ اپنے زمانے کے انبیا اور شریعت ابراہیم علیہ السّلام پر ایمان رکھتے تھے اگرچہ کچھ اسرائیلی فرعونیوں کی صحبت بد کی وجہ سے فاسق ہو گئے تھے ان وجوہ سے حضرت موسیٰ نے اَرْسِلْ مَعَنَا کے سوا لے جانے کی سختی نہ فرمائی۔ فرعون کا کفر اگرچہ تقدیر مبرم

marfat.com
Marfat.com

تھا مگر پھر بھی اِس کو تبلیغِ ایمان فرمائی گئی اس لیے کہ اِس کو سن کر دوسرے کافر مومن بن جائیں اور ایسا ہوا کہ بہت قبطی مومن ہو گئے۔ اور یہ کام عند اللہ اتنا اہم اور لازم تھا کہ رب تعالیٰ نے چار مرتبہ جانے کا حکم فرمایا۔ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ میں قصد ہے اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ ہیں۔ وصول ہے اور فَاْتِيٰهُ میں حصول ہے یعنی ذَهَبْتُ کے معنی چلنا۔ اَتٰی کے معنی پہنچنا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پہلی ملاقات میں آخری بات فرمائی۔ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ سلامتی چار قسم کی ہے (۱) تحیۃ کی عزت (۲) دارین کی سلامتی (۳) ملائکہ کی دھشت سے سلامتی (۴) جہنم کے عذاب سے بچ جانا اور ہدایت کی پیروی کرنا نبوت کی مکمل ہر آن فرمانبرداری کرنے کا نام ہے۔ اتنی دراز اور نرم گفتگو کے باوجود فرعون بدنصیب ہامان کے کہنے ہر چیز سے منکر ہو گیا اس سے کہ انسان کے قلب کی تین کیفیتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ دل میں تعصب یعنی باطل پر ضد کرنے کی بیماری ہو دوم یہ کہ بندے کے دل میں تصلّب کا نور ہو یعنی حق پر ڈٹ جانا۔ سوم یہ کہ دونوں پر توقف و تردد ہو۔ نہ اِدھر پر بھروسہ نہ اُدھر پر اعتماد۔ فرعون کی یہی کیفیت تھی ایسے بندے کو ہمیشہ بروں کی صحبت سے بچنا چاہیئے۔ (از تفسیر صاوی روح البیان روح المعانی مدارک خازن۔ کبیر رازی۔ مظہری۔ نیشاپوری۔ جامع البیان)

فائدے ان آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا اور دونوں انعاموں کا عظیم فرق بھی قرآن مجید میں بتا دیا (۱) موسیٰ علیہ السلام نے دعا سے شرح صدر حاصل کیا لیکن حبیب کو اَلَمْ نَشْرَحْ فرما کر عالمِ ازل میں خود ہی شرح صدر عطا فرما دیا (۲) معراجِ کلیم طور پر ہوئی معراجِ حبیب لامکان پر (۳) معراجِ طور میں صرف آواز سنائی گئی اور نگاہِ کلیم اُن کے عصا پر لگا دی کہ مَا تِلْكَ مگر معراجِ حبیب میں آواز بھی سنائی مَنُوجِّہ بھی اپنی طرف کئے رکھا اور نگاہیں بھی اپنے دیدار کی طرف لگائے رکھیں کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔ (۴) اُمّتِ کلیم کو نجاتِ دنیوی کے لیے عصا اور ید بیضا دیا گیا جو صرف موسیٰ علیہ السلام کے وقت تک رہا مگر اُمّتِ حبیب کو دنیوی اُخروی نجات کے لیے قرآن و حدیث دیا گیا جو تا قیامت ہر اُمتی کے ساتھ ہے۔ (۵) کلیم علیہ السلام کو طُوْن ملے جو بنی اسرائیل کا سہارا تھے۔ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولیٰ علی ملے جن کی سادات تا قیامت ہر مسلمان کا سہارا ہیں کلیم کی آیت رَبِّ اجْعَلْ تھا حبیب کی آیتِ رب ثانی اثنین ہے یہ فائدہ قَدْ اُوْتِيْتَ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ موسیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام نے پہلی ملاقات میں تمام لہجہ میں کلام نرم کیا۔ اور دوسری ملاقات میں تمام سخت لہجہ میں کیا اس لیے کہ تکمیل شخصیت نرمی کلام اور گرمی کلام ہی کا نام ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ لَا تَكُنْ مُرًّا فَتُمْقَى اَوْ حُلْوًا فَتُسْتَرَطَ۔ اَوْ تُمْقَى یعنی نہ اتنا کڑوا بن کہ اُگل دیا جائے اور نہ اتنا میٹھا بن کہ نگل لیا جائے۔ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

چوں نرمی کنی خصم گردد دلیر ۔۔۔ وگر خشم گیری شود از تو سیر
درشتی و نرمی بہم در بہ است ۔۔۔ چوں رگزن کہ جراح و مرہم نہ ہست

یعنی مرد مومن کو ہر میدان میں موسیٰ علیہ السلام کی طرز اختیار کرنی چاہیئے خاص کر اپنے نفس امارہ کے ساتھ اس لیے کہ ہمارا نفس امارہ بھی فرعون ہے۔ یہ فائدہ اِذْهَبَا اَنْتُمَا وَاَخُوْكَ کے نرم کلام اور لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ کے سخت کلام سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰى کے فرمان اور بعد کے واقعہ موسیٰ علیہ السلام سے حاصل ہوا۔ ہاں البتہ بندے کو مثل موسیٰ و ہارون باحوصلہ صبر و شکر والا ہو کہ رب تعالیٰ کے دروازے سے لپٹا رہنا چاہیئے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

ہزار دشمن اگر میکنند قصد ہلاک ۔۔۔ گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک

یعنی اگر اللہ تعالیٰ میرا محافظ ہو تو ہزاروں مہلک و خوفناک دشمنوں کا بھی مجھ کو کوئی ڈر نہیں شیخ سعدی فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ؎

محالست چوں دوست دارد ترا ۔۔۔ کہ در دست دشمن گزارد ترا۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنا دوست بنا لے تو ناممکن ہے کہ تجھ کو دشمن کے قابو میں دیدے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ امام ابو معین نے ایک عیسائی راہب سے پوچھا کہ انجیل میں سب سے اچھی بات کیا لکھی ہے۔ اس نے کہا کہ پانچ باتیں ہیں ۱ اللہ فرماتا ہے اے بندے تو مجھ سے مانگ میں تجھے دوں گا ۲ اے میرے بندے شکر کر زیادتی ہوگی ۳ اے بندے تو میری طرف آ میں تیری طرف آؤں گا ۴ تو میرے قریب ہونے کی کوشش کر میں تیری کوشش کو کامیاب بناؤں گا ۵ تو دنیا میں میری مان میں تیری دنیا آخرت میں مانوں گا۔ اور آخرت بڑی ہے دنیا سے۔

Marfat.com
Marfat.com

اَحکامُ القرآن اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ چھ قسم کے لوگوں کی غیبت کرنا جائز ہے ۱ ہر وہ شخص جو کسی عیب میں مشہور ہو جائے مثلاً حاکم بے انصافی کرتے ہیں بادشاہ ظلم کرتے ہیں۔ فاحشہ عورت اپنے فحش کاموں میں ۲ مشورہ لینے والے کے سامنے صرف وہی عیب اس شخص کا بیان کرنا جس کے متعلق وہ اس شخص سے معاملات یا شرکت کرنا چاہتا ہے یہ غیبت اِس کو اُس سے بچانے کے لیے ہے نہ کہ محض عیب جوئی ۳ حاکم کے سامنے کسی بھی شریر دشمن کی غیبت ۴ استاد کے سامنے شاگرد کی ۵ والدہ کے سامنے بیٹے کی ۶ کسی شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو بھیجنے والا۔ اُس علاقہ کے ظالموں بدمعاشوں چوروں کی نشاندہی کرنے کے لیے غیبت کر سکتا ہے یہ مسئلہ۔ اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ دیکھو رب تعالیٰ نے فرعون کی غیبت فرمائی۔ قیامت تک یہی مسئلہ سمجھانے کے لیے۔ ورنہ غیبت کرنا رب تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السّلام نے رب تعالیٰ سے پوچھا تھا کہ یا مولیٰ اِس اسرائیلی کا قاتل کون ہے تو اللہ عَلَّامُ الغیوب نے خود نہ بتایا تھا بلکہ قاتل کا پتہ لگانے کا طریقہ بتا دیا تھا کہ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً گائے ذبح کر کے اُس کے گوشت کا ٹکڑا میت کو مارو وہ زندہ ہو کر خود اپنے قاتل کا پتہ بتا دے گا وہاں رب تعالیٰ نے قاتل کی غیبت نہ فرمائی مگر یہاں فرمائی فرق ظاہر ہے تمام مسلمانوں پر اسی قانون کا اِطلاق و اجرا ہے۔ کہ اُن کی غیبت جائز اِن کی ناجائز۔ دوسرا مسئلہ ضرورۃً تعارف کرانے کے لیے اپنی شان و کمالات کا اظہار کرنا جائز ہے لیکن تکبر یا مقابلے بازی کے لیے اظہارِ شان کرنا ناجائز ہے یہ مسئلہ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ۔ سے مستنبط ہوا۔ اسی لیے اِس اظہار کا حکم خود رب تعالیٰ نے دیا۔ تیسرا مسئلہ کسی غیر مسلم کو اگر سلام کرنا پڑ جائے تو اُس کو السّلام علیکم کہنا منع ہے ورنہ کرنے والا گنہگار ہوگا۔ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان میں اس طرح کہہ دیا جائے کہ نیک لوگوں پر سلام ہے۔ عربی میں کہا جائے۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى فاسق مُعلن کو اگر سلام کرنا ضروری ہو جائے تو کہنا چاہیے سلام مسنون یہی طریقہ سلام لکھنے کا ہے یہ مسئلہ یہاں اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى فرمانے سے مستنبط ہوا کہ موسیٰ علیہ السّلام نے یہ سلام فرعون سے تخلیہ میں گفتگو کے وقت کیا تھا۔ بعض الفاظ شریعتِ اسلامیہ نے بعض شخصیات کے ساتھ مخصوص فرما دئے اُس کی خلاف ورزی منع ہے مثلاً لفظ صلی اللہ علیہ وسلم نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہ صحابہ و اہل بیت کے ساتھ۔ رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کے ساتھ۔ مدظلہٗ مسلمان زندہ بزرگوں کے ساتھ مرحوم فوت شدہ عام مسلمان کے ساتھ۔ لفظ علیہ السلام انبیاء کرام اور ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ لیکن شیعہ لوگوں نے اپنی نشانی بنالی ہے کہ وہ اہل بیت کو بھی علیہ السلام کہہ دیتے ہیں اُن کی دیکھا دیکھی تفضیلی شیعہ بھی ایسا کرتے ہیں۔ کچھ شیعہ شاہ عبدالعزیز کا حوالہ دیتے ہیں مگر شاہ عبدالعزیز تو اپنے والد شاہ ولی اللہ اور خواجہ حسن نظامی کی طرح مشکوک و متنازعہ شخصیت ہیں ان کی بات دلیل و سند نہیں بن سکتی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ جب رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ کی دعا قبول ہوگئی تھی قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ فرمایا تھا تو اب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جاتے ہوئے اِنَّا نَخَافُ کیوں عرض کیا کہ یا مولیٰ ہم ڈرتے ہیں۔ شرح صدر والوں کو تو ہمت جرأت قوت دلیری ہوتی ہے۔ نیز جب چھوٹے چھوٹے ولیوں کی شان یہ ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ۔ تو موسیٰ علیہ السلام تو نبی رسول بلکہ مرسَل صاحب کتاب تھے۔ ان کو خوف کیوں ہوا اولیاء اللہ تو اُن کی خاک برابر بھی نہیں ہوتے ہیں۔ جواب یہ جملہ صرف اطمینانِ قلبی کے حصول کے لیے عرضِ بارگاہ کیا تھا۔ ورنہ شرحِ صدر کی ہمت و جرأت بھی تھی اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ بھی۔ نیز یہاں خوف بمعنی ڈر اور بزدلی نہیں بلکہ خوف بمعنی اندیشہ و فکر ہے۔ اور وہ بھی اپنا نہیں بلکہ دین کا تھا اس خوف کی وضاحت تفسیر عالمانہ میں کر دی گئی ہے۔ دوسرا اعتراض۔ جب رب تعالیٰ کو پتہ تھا کہ فرعون ایمان نہیں لائے گا تو پھر فرعون کی ایمان کی تبلیغ کے لیے موسیٰ و ہارون کو کیوں بھیجا گیا۔ جواب۔ اس لیے کہ اتمام حجت ہو جائے ورنہ قیامت لوگوں کو پتہ لگ جائے کہ فرعون کا غرق ہونا درست تھا۔ نیز بدبخت کی اور خوش بخت کی چھانٹ ہو جائے نیز اس تبلیغ سے اہل سعادت فائدہ پالیں اور مبلغین کو ثواب مل جائے اور آئندہ کے لیے مسئلہ معلوم ہو جائے کہ کوئی مانے یا نہ مانے مگر تبلیغ کرتے ہی رہنا چاہیئے۔ تیسرا اعتراض۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس جا کر فرمایا قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ۔ حالانکہ پہلے ہے بتا چکے۔ جمع سے اور حقیقتاً بھی موسیٰ علیہ السلام دو یا تین آیتیں (نشانیاں) لے کر گئے تھے تو یہاں واحد کیوں فرمایا۔ جواب اس لیے کہ وہاں آیت سے مراد معجزات ہیں لہٰذا تعداد سے ارشاد ہوا۔ یہاں آیت سے مراد وہ معجزہ یعنی توحید و رسالت کی برہان ہے اور دلیل تو چونکہ سب معجزوں کا مقصود رسالت کی برہان اور نبوت کی دلیل تھا

marfat.com
Marfat.com

اس لیے ایک مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آیت واحد فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ اے مُلہمانِ قلب اور عقل جب کہ اب تم نے درس گاہِ ایمن کے اَسباقِ سلوک حاصل کر لئے ہیں تو۔ اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ نفسِ فرعونی کی طرف بڑھو۔ میری نشانیاں حجاب وکشف لے کر وہ نفسِ امّارہ وادیِ مصرِ جسمانی میں تمام قواءِ روحانیہ پر سرکشی استعلاء اور گمراہی استیلا کر رہا ہے۔ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا۔ تب اِس نفس کو ایک دم ہلاک وغرق جاذبیت نہیں کرنا بلکہ امیرِ حق کی رفاقت اور مدارت کی نرم اعمالی بتانا۔ لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ اپنے ہرکام وارادے پر یہی امید ایمان رہے کہ وہ ضرور حکمِ شریعت پر مائل ہوگا۔ یہ بات میلانِ ذکرِ الٰہی اور خشیتِ باطنی سے آتی ہے۔ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى۔ عقل وقلب نے عرض کیا اے پروردگار نفس نے عیش آرام غفلت سستی سے تمام اعضاءِ ظاہری کو اپنے قابو میں کر لیا ہے ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ اپنے لشکرِ رذیلہ کے ساتھ ہم پر بندشِ اعمالِ صالحہ کی افراط نہ کرے یا صراطِ مستقیم کے راستے روک دے۔ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى۔ عُلُوْلَا هُوتی سے آواز آتی ہے کہ اے قلبِ امیر اور عقلِ مشیر پریشان مت ہو بے شک میں اللہ تعالیٰ شجاعت اعانت تائید وحفاظت کی دولتوں کے ہمراہ تمہارے ساتھ ہوں تم سب کے قیاس ومکاید سننے والا ہوں۔ اور کیفیاتِ سرِّیہ خفیہ کو دیکھنے والا ہوں۔ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ۔ تو اب وادیِ ظلمات میں پہنچو اور خیر ونجیر نفسانی کے وعظ سناؤ اپنی معرفت بتاؤ کیونکہ بندۂ عارف کے لیے سب سے پہلے قلب کی معرفت ضروری ہے اور کہدو کہ تو اے جیوانیہ پر عذاب لذاتِ حسیہ کی بداعمالی سزاءِ شیطانی نہ کر اور حضرت الٰہیہ کی توجہ کے لیے ہمارے ساتھ لگا دے۔ کیونکہ ہم اُس بارگاہ کا پیغام لانے والے ہیں قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ۔ اے نفسِ سرکش ہم تیرے پاس عالمِ انوار سے برہانِ قدسیہ اور معارفِ حقیقیہ کی آیتیں لے کر آئے ہیں جو ہماری متابعت پر دلالت کرنے والی ہیں وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ اور نقائص سے سلامتی برائیوں سے نجات اور عالمِ نوری کا فیض اُسی طبیعتِ مقدس پر ہے جس نے برہانِ نورِ الٰہی کی اتباع کی۔

marfat.com
Marfat.com

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ

بے شک ہم ہی وہ ہیں کو وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ یقیناً عذاب غالب اس پر ہے

بے شک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اُس پر ہے

مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَن رَّبُّكُمَا

جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا ۔ فرعون بولا تو کون ہے رب تم دونوں کا

جو جھٹلائے اور منہ پھیرے ۔ بولا تو تم دونوں کا خدا کون ہے

يَا مُوسَىٰ ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ

اے موسیٰ ۔ فرمایا موسیٰ نے ہمارا رب وہ ہے جس نے تمام

اے موسیٰ ۔ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق

شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ

چیزوں کو ان کا جسم دیا پھر ہدایت بھی بھیجی فرعون بولا گذشتہ لوگوں کا

صورت دی پھر راہ دکھائی بولا اگلی سنگتوں کا

الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي

کیا حال ہوا ۔ فرمایا موسیٰ نے ان سب کا علم میرے رب کے پاس ہے

کیا حال ہے ۔ کہا اُن کا علم میرے رب کے پاس ایک

فِي كِتَابٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِي

لوح محفوظ میں میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے وہی رب جس نے

کتاب میں ہے میرا رب نہ بہکے نہ بھولے وہ جس نے

marfat.com
Marfat.com

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ

بنایا تمہارے لیے زمین کو ٹھکانا اور جاری کئے تمہارے لیے

تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں چلتی

فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ

اس میں بہت سے راستے اور نازل کیا آسمان کی طرف سے پانی

راہیں رکھیں اور آسمان سے پانی اُتارا

فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾

پھر ہم نے ہی اس پانی کے ذریعے اُگائے بہت جوڑے جوڑے مختلف نباتات کے

تو ہم نے اس سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے۔

تعلقات ان آیات کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کی رب تعالیٰ سے ان باتوں کی تعلیم لینے کا ذکر ہوا جو فرعون کے پاس جا کر کرنی تھیں اب ان آیات میں ذکر ہوا کہ حضرت موسیٰ فرعون کے پاس پہنچ گئے اور پیغام الٰہی اپنی رسالت و نبوت وحی اور توحید باری تعالیٰ کا ذکر فرما دیا۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرعون کے سرکش و کافر ہونے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں۔ سرکشوں کے عذاب کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کا رب تعالیٰ سے ہم کلامی میں مشرف ہونے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی ہمکلامی کا بیان ہے۔

تفسیر نحوی اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ قَالَ فَمَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی۔ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی۔ اِنَّا۔ دراصل اِنَّ نا ہے۔ حرف مشبہ نا ضمیر جمع متکلم برائے تثنیہ متکلم

marfat.com
Marfat.com

اسم ہے اِنَّ کا۔ قَدْ اُوْحِیَ فعل ماضی قریب مجہول باب افعال سے بنا ہے وَحْیٌ سے مشتق ہے یہ پورا جملہ خبر اِنَّ ہے اور اِلَیْنَا یہ جار مجرور متعلق ہے۔ اَنَّ حرف تشبیہ اَلْعَذَابَ اسم مفرد اس کا اسم منصوب ہے عَلٰی جارّہ فوقیت کا مَنْ اسم موصول کَذَّبَ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق معروف اس کا مصدر ہے تکذیب بمعنی جھٹلانا ھُوَ پورشیدہ فاعل ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واو عاطفہ تَوَلّٰی ماضی مطلق ہے باب تفعل کا وَلْیٌ سے مشتق ہے منہ پھیرنا کے معنی میں ہے کیونکہ یہاں عَنْ جارّہ زوالیہ پورشیدہ ہے دراصل وَتَوَلّٰی عَنْ دِیْنِہٖ یعنی اللہ کے دین کی دوستی اور محبت سے زائل اور دور ہٹے وَلْیٌ کے اصلی لغوی معنی دوستی کرنا عَنْ زوالیہ سے دوستی زائل وختم کرنے کے معنی دینے یعنی منہ پھیرنا۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا دونوں مل کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور ہوکر متعلق ہے وَاقِعٌ پورشیدہ اسم فاعل واحد مذکر کا وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے۔ اَنَّ اَلْعَذَابَ کی اَنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر نائب فاعل ہوا قَدْ اُوْحِیَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ہے اِنَّا کی وہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ قَالَ فعل ماضی ھُوَ ضمیر پورشیدہ اس کا مرجع فرعون ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا۔ فَ حرف زائدہ بیانیہ مَنْ اسم موصول سوالیہ رَبُّ کُمَا۔ مرکب اضافی ترجیہ ہے تم دونوں کا رب کُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر یہ صلہ ہے مَنْ کا یہ موصول صلہ جواب مقدم ہے باندائیہ کا۔ یَا حرف ندا مُوْسٰی منادیٰ۔ یا سب سے مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔ قَالَ فعل ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسیٰ علیہ السلام یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا رَبُّ مضاف نا ضمیر جمع برائے تثنیہ متکلم مضاف الیہ یہ دونوں مل کر مبتدا۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر اَعْطٰی ماضی مطلق معروف عَلٰی باب اِفعال کا نَا قص یائی سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِعْطَاءٌ بمعنی دینا۔ مُعْطٰی بدو مفعول ہے پہلا مفعول بِہٖ کُلَّ شَیْءٍ مرکب اضافی بمعنی ہر کُلّ مرکب توصیفی یا اضافت بیانیہ دوسرا مفعول بِہٖ خَلْقَہٗ مرکب اضافی ہے ہٗ ضمیر خَلْق مصدر اسم جامد ہے مراد ہے ڈھانچہ۔ اَعْطٰی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف تراخی کے لیے ھَدٰی ھَدْیٌ سے مشتق ہے باب ضرب ہے ھُوَ ضمیر پورشیدہ فاعل اَعْطٰی اور ھَدٰی میں دونوں کا مرجع دینا ہے۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا دونوں عاطفہ جملے مل کر صلہ ہوا اَلَّذِیْ اپنے صلہ سے مل کر خبر ہے مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر

marfat.com
Marfat.com

جملہ قولیہ ہوگیا۔ قالَ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا یہاں فاعل فرعون ہے فَ زائدہ۔ بیانیہ مَا اسم موصول سوالیہ یہاں کانَ تامہ پورشیدہ بَالُ۔ اسم مفرد جامد بمعنی حال خبر کیفیت بَالُ اس حالت کو کہتے ہیں جو قابلِ اعتماد معتبر قابلِ تسلیم یہ مضاف اَلْقُرُوْن الف لام اسمی بمعنی الَّذِیْ قرون جمع ہے قرنٍ کی بمعنی حال زمانہ مراد ہے زمانہ والے لوگ موصوف ہے اَلْاُوْلٰی اسم تفضیل مؤنث صفت ہے بمعنی پہلے گزرے ہوئے لوگ ہوئی جماعتیں اُمتیں یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے دونوں مل کر فاعل ہے کانَ پورشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہوکر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى قَالَ فعل بافاعل جملہ قولیہ ہوکر قول ہوا عِلْمُ اسم مفرد جنسی بمعنی معلومات مضاف ہے ھَا ضمیر کا مرجع قرونِ اُولیٰ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے عِنْدَ رَبِّیْ عِنْدَ اسم ظرف مکانی مضاف رَبِّیْ بمعنی میرا رب یائے متکلم کا مرجع حضرت موسیٰ ہیں یہ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے عِنْدَ کا وہ سب ملکر ظرف ہے موجودہ پورشیدہ اسم مفعول کائی کتاب یہ جار مجرور متعلق ہے موجودہ پورشیدہ کا وہ سب ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر مبتدا دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہوکر قول اول ہوا لَا یَضِلُّ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع حال منفی بِلَا خاص مضارع کو منفی بنا دیتا ہے معنی ہمیشہ نہ بہکنا رَبِّیْ مرکب اضافی اس کا فاعل ہے دونوں مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ وَاؤ عاطفہ لَا یَنْسٰی باب سمع کا فعل مضارع ھُوَ ضمیر پورشیدہ فاعل کا مرجع ربّی ہے یہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا ایک قول میں یہ عِنْدَ رَبِّیْ میں رَبِّیْ کی صفت ہے یعنی میرا ایسا رب جو نہ بھولے نہ بہکے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ جملہ اگلی عبارت کا موصوف ہوکر مقولہ دوم ہے۔ اَلَّذِیْ۔ اگلی تمام عبارت مِنَ السَّمَآءِ مَآءً تک صفت ہوکر مقولہ دوم ہے اَلَّذِیْ موصول واحد مذکر مراد ہے رَبِّیْ۔ جَعَلَ باب فتح کا فعل ماضی جَعْلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بنانا جب یہ متعدی بیک مفعول ہو تو معنی ہے پیدا کرنا مگر یہاں متعدی بدو مفعول ہے اس لیے صرف بنانا مراد ہے کُمْ جار مجرور متعلق ہے جَعَلَ کا کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر سے مراد تم سب انسان اَلْاَرْضَ۔ الف لام جنسی ہے یعنی تمام روئے زمین مفعول بہ اوّل ہے مَهْدًا۔ اسم ظرف مذکر ترجمہ ہے آرام کرنے کی جگہ مَهْدٌ سے مشتق ہے بچھونے کو بھی مَهْد کہتے ہیں اور ماں کی گود کو بھی شیر خوار بچے کی آرام گاہ کو مہد کہتے ہیں مقصد سب کا ایک ہے یہ مفعول بہ دوم ہے جَعَلَ اپنے پورشیدہ فاعل متعلق اور دونوں مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ سَلَكَ۔ باب نصر کا فعل ماضی مطلق سَلْكٌ سے مشتق ہے بمعنی آگے بڑھنا چلانا۔ جاری کرنا یہاں اسی معنی میں ہے۔ لَكُمْ جار مجرور پہلا متعلق ہے۔ فِیْهَا جار مجرور

marfat.com
Marfat.com

دوسرا متعلق ہے۔ سُبُلاً ۔ اسم جمع مکسّر ہے اس کا واحد ہے سَبِیلٌ بمعنی راستہ۔ یہ جمع مکسّر تغیر تعلیلی سے بنایا گیا مفعول پہ ہے۔ سَلَکَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَنْزَلَ ۔ باب اِفعال کا ماضی مطلق مِنَ السَّمَاءِ جار مجرور متعلق ہے مَاءً اسم مفرد جامد یعنی پانی مراد ہے بارش یہ مفعول پہ ہے اَنْزَلَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا۔ فَعَلْ کا جملہ معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر صلہ ہوا اَلَّذِیْ کا وہ موصول صلہ صفت ہے لَا یَعْقِلُ رَبِّیْ کا سب مل کر مقولۂ دوم ہے قٰ زائدہ اِستینافیہ۔ یعنی یہ کلام رب تعالیٰ کا ہے حضرت موسیٰ کا مقولہ مَاءً تک ہے اَخْرَجْنَا باب اِفعال کا ماضی مطلق جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ ہے بِہٖ جارہ سببیہ ہٖ ضمیر کا مرجع مَاءً ہے یہ جار مجرور متعلق اوّل ہے۔ اَزْوَاجًا جمع ہے زَوْجٌ کی بمعنی جوڑے جمع کا ترجمہ بہت سے جوڑے جوڑے یہ جمع مکسّر ہے تغیر لفظی ظاہری سے بنایا گیا بن جارہ تبعیضیہ نَبَاتٍ جمع مکسّر ہے بنتٌ کی بمعنی زمینی پیداوار یہ تغیر حرفی ظاہری سے بنایا گیا ہے شَتّٰی اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے شَتِیْتٌ بروزن مَرِیْضٌ یہ تغیر تقلیل حرفی ظاہری سے بنایا گیا ہے بمعنی مختلف (علیحدہ علیحدہ قسمیں) یہ صفت ہے نَبَاتٍ کی دونوں مل کر مجرور متعلق دوم اَخْرَجْنَا کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ خیال رہے کہ عربی زبان میں صنفیت اور تعدد کے اعتبار سے بنیادی لفظ واحد مذکر ہے پھر اسی میں چار طرح تبدل و تغیر کرکے مؤنث بنایا جاتا ہے اسی میں دو طرح تبدیلی کرکے تثنیہ بنایا جاتا ہے اور اسی میں پانچ طرح مندرجہ تبدیلی کرکے جمع بنایا جاتا ہے۔ جمع کے تغیر حسب ذیل ہیں ۱ مذکر سالم مرفوع میں واؤ نون سے مثلاً مُسْلِمُوْنَ ۔ ۲ اسی میں بحالت نصب وجری نون مثلاً مُسْلِمِیْنَ ۔ ۳ مؤنث سالم ہر حالت میں الف ت سے مثلاً مُسْلِمَاتٌ ۔ ۴ تغیر بالمثنی مثلاً فُلْکٌ واحد بروزن قُفْلٌ ہے اور فُلْکٌ۔ جمع بروزن اُسْدٌ ہے ۵ تغیر تکثیری یعنی واحد میں ایک یا دو حرف کی زیادتی کی جائے مثلاً رِجَالٌ اور مَصَابِیْحُ ۶ تغیر تقلیلی ۔ واحد کے حرف کم کر دیئے جائیں مثلاً کتاب کی جمع کُتُبٌ سبیل کی سُبُلٌ یا دو حرف کم کر دیئے جائیں مثلاً شَتِیْتٌ کی جمع شَتَاتٌ ۷ حرف حرکات کو بدلا جائے مثلاً اَسَدٌ کی جمع اُسْدٌ۔ ان آیت میں چار لفظ جمع ہیں ۱ قُرُوْنٌ یہ جمع مذکر سالم نہیں بلکہ سنین اور اَرْضِیْن کی طرح جمع مکسر تغیر تکثیری ہے ۲ اُسْلُوْا یہ جمع مکسر تغیر تقلیلی ہے ۳ نَبَاتٌ یہ جمع مکسر تغیر تکثیری ہے ۴ شَتّٰی یہ جمع مکسر تغیر تقلیلی یعنی دو تکثیری اور دو تقلیلی

marfat.com
Marfat.com

تفسیر عالمانہ

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی قَالَ فَمَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی جب دوسری بار حضرت موسیٰ و ہارون فرعون کی تبلیغ کے لیے ملاقات کرنے اُس کے دربار میں تشریف لائے تو فرمایا اے فرعون اور اُس کے اہلِ دربار چونکہ ہم دونوں الٰہ الطین کے رسول ہیں اس لیے بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ یقیناً لازماً بڑا بھاری دائمی ابدی دینوی اور اُخروی عذاب صرف اُن لوگوں پر ہی وارد ہوگا جنہوں نے اللہ رسول دین قانون شریعت طریقت توحید معبودیت خالقیت کو جھٹلایا انکار کیا ماننے سے اور شعور کی طرف فہم و توجہ ہی نہ کی اور یا سمجھ لیا تھا عقل نے تسلیم بھی کیا ایمان پر آمادہ بھی ہوا اور مائل بھی ہوا لیکن پھر بھی منہ پھیرا عمل و اطاعت کی طرف نہ آیا۔ فسق و فجور میں ہی زندگی گزاری اس پر بھی عذاب ہے اگرچہ تھوڑا ہو اور نرم۔ اگر اَلْعَذَابُ کا الف لام عہدی ہے تو مطلقاً عذاب مراد ہے ہر قسم کا اور مَنْ کَذَّبَ سے مراد کافر۔ وَتَوَلّٰی سے مراد فاسق اگر استغراقی ہو تو بڑا اور دائمی عذاب مراد ہے اور مَنْ کَذَّبَ سے مراد کافر۔ تَوَلّٰی سے مراد کافر گر (دوسروں کو کافر بنانے والا) فرعون نے جواب دیتے ہوئے سوالیہ لہجہ اختیار کیا کہ اے موسیٰ تم دونوں کا رب میرے علاوہ کون ہو گیا ہے موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے پہلی ملاقات میں تو فرمایا تھا اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ ہم دونوں تیرے رب تعالیٰ کے رسول ہیں مگر فرعون نے اپنی طرف نسبت کو نظر انداز کر کے کہا کہ تم دونوں نے کس کو اپنا رب بنا لیا۔ سارے مصر کا بادشاہ میں حکومت میری قانون میرا اشد ترین۔ ۲ عظیم طیبہ ۲ کثیر شکر۔ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (زخرف آیت ۵۱) یہ سب چیزیں تو میرے پاس ہیں میں ہی تم کو روٹی کپڑا مکان دیتا ہوں تنخواہیں مجھ سے لیتے ہیں حکم میرا چلتا ہے تنہا میں اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی تم سب مصر والوں کا رب ہوں (نازعات آیت ۲۴) اور جب میں ہی تم کو پال رہا ہوں تو مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ میرے علاوہ تمہارا کوئی معبود دین بیٹھے کہ کھلاؤں پلاؤں پالوں میں مگر تم کسی اور کی عبادت کرو کسی دوسرے کو سجدے کرو۔ جب میرا کام تم کو پالنا ہے تو تمہارا کام مجھ کو ہی سجدہ کرنا ہے۔ اور اے موسیٰ غور سے کان کھول کر سن لے میں نے بچپن میں بھی تجھ کو پالا جوان کیا تو نے ہمارے ہی ایک خاص آدمی کو قتل کر کے روپوشی اختیار کی۔ اور اب دوسرے کو رب بنا کر آ گیا ہے اور تیرا یہ کہنا کہ تیرا رب کوئی اور ہے

marfat.com
Marfat.com

در پردہ ثابت کر رہا ہے کہ تو مجھ کو اپنا معبود ہی نہیں سمجھتا کسی دوسرے کو ہی معبود بنائے بیٹھا ہے تو سن لے کہ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (شعراء آیت ۲۹) علاوہ کسی اور میرے غیر کر اپنا معبود بنایا تو تجھ کو قیدیوں میں شامل کردوں گا۔ اگرچہ اس وقت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں موجود اور ہمکلام تھے مگر فرعون نے صرف موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کیا اور کہا یا موسیٰ تین وجہ سے وہ جانتا تھا کہ موسیٰ اصل رسول ہیں ہارون اُن کے تابع و زیر ۲ فرعون کو اب بھی یہ خیال تھا کہ موسیٰ بچپن و جوانی میں زبان کی لکنت والے تھے صاف اور مکمل بات نہ کر سکتے تھے اب بھی ایسے ہی ہوں گے وہ بات نہ کر سکیں گے اور میں چرب زبانی اور تیز بیانی کے ذریعے اُن پر غلبہ حاصل کر کے اہل دربار کو مزید اپنا قائل کر لوں گا اگر فرعون کو بولنے کی مہلت دی گئی تو وہ فصیح اللسان بلیغ البیان خطیب الکمال ہیں خوش بیانی سے دربار پر چھا جائیں گے اور مجھ کو لاجواب اور زیر کر لیں گے ۳ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اہل عمر میں موسیٰ میرے مربوب و متبنیٰ ہیں اس لیے ضرور گفتگو میں میرا احترام قائم رکھیں گے دوسری فصل کا یہ سارا کلام قرآن مجید میں مختلف انداز سے سات سورتوں کی آیت میں منقول ہوا پہلے سورۃ اعراف کی آیت ۱۰۳ سے ۱۲۶ تک پھر سورۃ شعراء آیت ۱۰ سے ۵۱ تک رب تعالیٰ کا کلام اور آیت ۱۶ سے آیت ۳۳ تک مکالمہ فرعون و موسیٰ اور آیت ۳۴ سے ۵۳ تک فرعون کا درباریوں سے درباریوں کا موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ ۳ پھر سورۃ نمل از آیت ۷ تا ۱۴ پھر سورۃ قصص از آیت ۳۶، ۳۸ تا ۴۰، پھر سورۃ مومن آیت ۲۳ سے ۴۶ تک پھر سورۃ زخرف آیت ۴۶ سے ۵۶ تک اور پوری تفصیل آیت ۵۶ تک ۴ پھر سورۃ نازعات از آیت ۱۵ تا ۲۵ پہلی ملاقات میں حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ کہ ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں مگر جب کہ فرعون نے صرف موسیٰ علیہ السلام کو ہی خطاب کیا اور یٰمُوْسٰی کہہ کر ندا کی اور تمام باتوں اور دھمکی آمیز گفتگو میں موسیٰ علیہ السلام کو ہی متوجہ رکھا تب آپ نے فرمایا کہ اے نا سمجھ میں اُس کا رسول ہوں جو صرف تیرا میرا اور ہمارون کا ہی رب نہیں بلکہ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بیشک میں اُس اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ کا رسول ہوں جو کائنات مخلوق کے تمام جہانوں کا رب ہے۔ (اعراف) اور باتوں سے زبانی کلامی رسول نہیں بلکہ معجزات و آیات لے کر آیا ہوں فرعون نے کہا اے موسیٰ دکھاؤ وہ معجزے کیا ہیں تب آپ نے دوبارہ اس دوسری ملاقات میں دونوں معجزے سانپ اور بیضا کا معجزہ دکھایا

marfat.com
Marfat.com

اور یا پہلی ملاقات میں ایک اور اس دوسری ملاقات میں دوسرا معجزہ دکھایا۔ بہرکیف چند مختلف اقوال ہیں۔ یہ تفصیل سورۂ اعراف میں آیت ۱۳۷ تک مذکور ہے جب فرعون نے پوچھا مَنْ رَّبُّكُمَا۔ تم دونوں کا رب کون ہے تو۔ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم سب کا رب وہ ذاتِ پاک جَلَّ وعُلٰی ہے جس نے تمام مخلوقِ زمینی آسمانی آبی وخشکی اندرونی وبیرونی کو پہلے جسم بدن اعضا اور پھر شکم مادر کو ایسا سانچہ بنایا کہ ہرماں اپنی نسل کو ہی جنتی ہے ایسا کبھی نہ ہوا کہ بکری سے بھینس پیدا ہونا شروع ہوجائیں یا مرغی کے انڈے سے کبوتر نکلنے لگیں۔ ان کی بناوٹ سجاوٹ شکل وصورت مناسبت مطابقت عطا فرمائی پھر مجسّم ومکمل روح وبدن کے ساتھ سب کو عقل فکر فہم تدبر تذکر۔ تعقل شان ومقام عزت ورتبے کی ہدایت عطا فرمائی۔ حضرت موسیٰ نے پہلی محفل میں اپنا تعارف کرایا کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں پھر یہاں دوسری محفل اپنے رب تعالیٰ کا تعارف کرایا اس لیے کہ معرفتِ الٰہی صرف انبیاء کرام کی زبان سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور اس لیے کہ معرفتِ نبوت مقدم ہے معرفتِ الٰہیہ کے لیے اور معرفتِ الٰہیہ ایمان کے لیے مقدم ہے۔ تفاسیر میں فرعون کے عقائد اس طرح چند مختلف اقوال سے مذکور ہیں۔ ایک قول یہ کہ فرعون باطنًا در پردہ اللہ تعالیٰ کو مانتا تھا مگر اُس کو اوپر والا سمجھتا تھا جیسے آج کل ہندو مگر ظاہراً انکار کرتا تھا فقط تکبّر غرور تجبّر اور کذب جھوٹ سے اس کے چھ ثبوت دئے گئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پہلی تبلیغ میں۔ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورۃ اسرٰی آیت ۱۰۲) یعنی اے فرعون بے شک تو نے بخوبی جانا ہوا ہے کہ یہ نشانیاں صرف آسمانوں زمین کے رب نے ہی اتاری ہیں۔ یہ کلام اُس کے اندرونی اور پرانے عقیدے کی نشان دہی کررہا ہے نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (سورۃ نمل آیت ۱۴) یعنی فرعون اور فرعونیوں نے ظاہراً رب تعالیٰ کے معبودیت خالقیت وغیرہ کا انکار کیا مگر اُن کے دل تسلیم کرتے تھے اِس کے باوجود ایمان نہ لاتے تھے محض ظلم اور تکبر سے دوسرا ثبوت فرعون پڑھا لکھا عقل والا تھا اور عقل والے کا شعورِ ضمیر سمجھتا ہے کہ مجھے کوئی پیدا کرنے والا ہے اور اہلِ عقل کو ہی ایمان کی دعوت دی جاتی ہے ۳ حضرت موسیٰ کا فرمانا کہ۔ رَبُّنَا الَّذِیْٓ۔ اِس پر فرعون نے کوئی انکار نہ کیا جس سے ثابت ہوا کہ اتنا کچھ فرعون جانتا تھا ۴ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ (سورۃ قصص آیت ۳۹) یعنی

marfat.com
Marfat.com

وہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ ہماری طرف نہ لوٹیں گے۔ گویا کہ اللہ کو مانتا تھا قیامت کا منکر تھا ابدا کو مانتے تھے معاد کے منکر تھے یہی عقیدہ آج کل ہندوؤں کا ہے۔ بلکہ ہندو مذہب چلا ہی مصر سے ہے پرانے ہندو دیوتا اوتار وغیرہ سب مصری تھے پنجم یہ کہ حکومتِ فرعون صرف علاقۂ مصر میں تھی۔ مصر سے باہر علاقۂ شام مدین میں نہ تھی اس لیے فرعون اور فرعونی سب سمجھتے تھے کہ فرعون کی ربوبیت والہیت صرف تھوڑے سے علاقہ میں ہے مصر سے باہر اور پرے والے کی ربوبیت ہے اِلٰہُ العَالَم وہی اوپر والا ہے۔ ششم یہ کہ جب فرعون نے پوچھا وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرعون نے کہا اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ (سورۂ شعراء آیت ۲۶ و ۲۷) یعنی میں تو رب کی ماہیت پوچھتا ہوں اور یہ صفت بتاتا ہے گویا وہ فرعون اصل وجودِ باری تعالیٰ کا منکر نہ تھا اور وصف کو مانتا تھا فرعون کے عقیدے کے بارے میں مورخین محققین مفسرین کا دوسرا قول یہ ہے کہ فرعون سخت بے عقل تھا اس لیے تشکیر بھی تھا اور ضدی ظالم بھی ورنہ ذرا سی عقل رکھنے والا بھی اپنے آپ کو آسمانوں زمینوں اور چاند سورج ستاروں کا بلکہ خود اپنے آپ کا خالق کس طرح کہہ سکتا ہے کیونکہ ہر انسان اپنی فطری کمزوری اور پیدائش کو سمجھتا ہے اسی طرح انسان اپنی نیستی ہستی موت و زندگی پیدائش وغیرہ کو شعوراً تسلیم کرتا ہے۔ جو آدمی کہے کہ میں اِلٰہ ہوں تو اُس نے گویا اپنے آپ کو خالق مانا اور یہ نری جہالت ہے۔ تیسرا قول یہ کہ فرعون دھریہ تھا خالق اور مؤثر حقیقی کا منکر اور نافی تھا۔ چوتھا قول یہ کہ فرعون بت پرست تھا سورج کو الٰہ اور دیوتا مانتا تھا سورج دیوتا کا نام ان کی لغت میں راع یا رَعٗ تھا باقی ستارے چھوٹے چھوٹے الٰہ تھے اُن کے بجاری دیگر قبطی تھے اُس کے زمانے میں چھوٹے بڑے تقریباً بائیس معبود تھے ستاروں میں سات سیارے اور ایک قطب شمالی تارہ۔ درختوں میں سب سے بڑی عمر والا درخت معبود ہوتا تھا حیوانات میں ہاتھی پرندوں میں قفس اور کوا ان سب کے بت بھی بنے ہوتے تھے۔ فرعون خود مرد سورج کا بجاری تھا اور اپنے آپ کو سورج دیوتا کا اوتار یعنی پیغمبر کہتا تھا اور سورج کو اللہ کا شریک سمجھتا تھا فرشتوں کو بھی مانتا تھا۔ جیسا کہ سورۂ زخرف کی آیت ۵۳ سے ثابت ہے یہ سب بحث اُس کے کفریہ عقیدے سے میں اوپر والے خدا کے شریکِ ملکیت والہیت تھے اگرچہ ان کا حصہ تھوڑا ہے یعنی یہ مورتیں اور دیوتا وسیلہ یا سفارشی باجیب نہیں تھے بلکہ شریکِ کار تھے بالکل یہی تقریباً آج کل ہندوؤں کا مذہب ہے پانچواں قول

marfat.com
Marfat.com

یہ کہ فرعون حلولیت کا قائل تھا یعنی اوپر والے کا علیحدہ کوئی وجود نہیں بلکہ ہر دیوتا دیوی اور اوتار میں وہ سمایا ہوا حلول کئے ہوئے ہے۔ اس طرح کہ مجسمہ تو ظاہراً مٹی یا پتھر لوہے لکڑی کا ہے جسماً کوئی سورج چاند ستارہ یا کوئی زندہ درندہ پرندہ چرندے انسان حیوان کا جسم ہے مگر اُس کے اندر رب ہے اسی معنی میں فرعون خود کو کبھی رب کبھی اِلٰہ کبھی رَبُّکُمُ الْاَعلیٰ کہتا تھا کہ سورج میرا رب اور الٰہ اور میں تمہارا رب و الٰہ۔ مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ سب ہی عقیدے فرعون کے تھے۔ اِن عقیدوں کی وجہ سے پوچھتا ہے مَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی یہ سوالِ کیفیت ہے اور سورۂ شعراء میں وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یہ سوالِ ماہیت ہے اپنی الٰہیت کا مقصد رعایہ کو جھکانا اور نیچا دکھانا مطیع کرنا تھا اسی لیے مَنْ سے سوال پہلے کیا مَا سے بعد میں اُس کے جواب میں حضرت موسیٰ نے چند لفظوں میں اتنا وسیع اور جامع مانع جواب دیا کہ کوئی عام شخص جو رب تعالیٰ کی حقیقت اور مخلوق کائنات کی وسعت و کثرت سے ناواقف ہو ہرگز نہیں دے سکتا یہ تو علم نبوت کی ہی شان ہے کہ کوزۂ ذہنی میں سمندرِ معانی موجود رہتے ہیں۔ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے تمام اشیا کو شکل و صورت کا جسم دیا پھر پوری دنیوی زندگی کی ہدایت دی ابھی پیٹ میں بچہ انڈے میں چوزہ جان پکڑتا ہے کہ ماں کو محبت اور باپ کو شفقت مل جاتی ہے ہر شخصیت ہر عضو کو ہدایت دی کہ چرند کو چرنا پرند کو اڑنا چگنا درند کو شکار کرنا بحری حیوانات کو تیرنا اسی نے سکھا یا ظاہری اعضا کو ان کے اپنے اعمال باطنی کمال کے اپنے اعمال کی ہدایت بخشی زمین کو اُگاتے درختوں کو پھل پھول سجاتے کی آسمان پر سیارگان کی شکلیں اور رفتاریں اسی عطا کیں۔ یہ ہے رب تعالیٰ کی کارکردگی اے فرعون بتا کیا تو یہ کر سکتا ہے۔ اگر نہیں کر سکتا تو پھر تو رب ہونے کا دعویٰ کیسے کرتا ہے اور کیسی عجیب خلقت کہ مچھلی اور دریائی جانور پانی میں رہتے سانس لیتے منہ کھولتے ہیں مگر مجال ہے پانی ان کے منہ میں جائے۔ انسان حیوان زمین پر چلتے ہیں فضاؤں میں خشک گوبر لیدی دھوڑ اڑتی رہتی ہے مگر کانوں نتھنوں میں ایسے بال لگا دیئے اور منہ میں ایسی لعابی جال بنا دیا۔ کان ناک سدا کھلے اور منہ پھاڑ کر کھولو باتیں کرو۔ مگر ذرہ بھر دھول اندر نہیں جاتی خلق نام ہے ترکیبِ ابدان و اجسام کا ھُدٰی نام ہے اُن اجسام میں قوتِ عقل و فکر۔ فہم و تدبر و تذکر و درک۔ بصر پیدا کرنے کا اسی لیے خلق پہلے ھدیٰ بعد میں مذکور ہوا۔ تسویت کہتے ہیں روح پھونکنے کو جس سے قوتِ قلب ہے خلق و ھدیٰ کی تین

marfat.com
Marfat.com

مکتبیں ۱۲ زمین سے خلق ہے اور خلق سے طبیعت تمام زمینی مخلوق حیوانات نباتات جمادات کے چار عناصر ہوتے ہیں ۱ مٹی سب سے زیادہ ثقیل ۲ پھر پانی ۳ پھر آگ ۴ سب سے زیادہ ہلکی ہوا ہے ترکیبِ جسمانی بدنی اس طرح ہے کہ اعلیٰ عنصر آگ ہے اور سب سے نیچا عنصر مٹی ہے اعلیٰ سے ہڈی اور بال بنے اسی لیے یہ دونوں خشک ترین ہیں۔ آگ سے نیچے پانی ہے اس سے دماغ اور دماغ میں بینائی خوشبو بصیرت بصارت پیدا فرمائیں دماغ جسمانی مخزنِ مائی یعنی عنصرِ آبی کا مقام ہے اس سے نیچے نفس بنایا جو مخزنِ ہوا ہے اس سے نیچے قلب بنایا جس میں حرارت ہے وہ بمنزلِ نار ہے یعنی مخزنِ نار۔ مکانِ ارضی (مٹی) بلند ہے اور مکانِ نار نیچے ہے دوم شہد کی مکھی کو چھتہ کو رخانوں والے گھر بنانے شہد لانے کی ہدایت بخشی اسی طرح تمام انسان جنات ملائکہ حیوان چرند پرند درند کیڑے مکوڑوں کو ہدایت بخشی۔ کھانے پینے لباس نکاح ہم بستری زمانوں وقتوں کی ہدایت دی عقل کردار کیفیت کی ہدایت دی ہر کو مادہ اور مادہ کو نر عطا کیا۔ اعضا کو مختلف شکلیں اسی کے شکل کے مطابق قوت اور عمل بخشا۔ مثلاً آنکھ کان ناک ہاتھ پاؤں پھر ایک بدن کے تمام اعضا کو تعلق رابطہ بخشا۔ تمام قوتیں رب تعالیٰ کے لیے واجب ہیں مخلوق کے لیے ممکن وجائز واجب کو بقا ہے جائز کو فنا ہے واجب قدیم ہے جائز حادث ہے۔ واجب ہی رب اور واجب ہی الٰہ ہو سکتا ہے کیونکہ واجب تعالیٰ دیتا ہے لیتا نہیں بناتا ہے بنتا نہیں۔ مخلوق کی ترکیب قوت ہدایت خلق وبدیع ابتدا کے اعتبار سے حادث انتہا کے اعتبار فانی ہے اسی لیے یہ کسی خالق وصانع کا محتاج لیکن واجبُ الوجود کسی کا محتاج نہیں سب اُس کے محتاج وہ رب تعالیٰ ہی اپنی مالکیت قادریت عالمیت میں واجب وکامل ہے لہٰذا کوئی مخلوق اُس کے علم سے کوئی مقدور اُس کی قدرت سے کوئی مربوب اُس کی ربوبیت سے باہر نہیں چونکہ یہ سوال کَمَنْ رَّبُّکُمَا۔ استدلالی تھا اس لیے اس کا جواب بھی نہایت فصیح وبلیغ دلائل سے دیا گیا رب تعالیٰ نے بندوں کو معیشت کی ہدایت عطا فرمائی دنیا کے لیے اور سعادت کی ہدایت عطا فرمائی آخرت کے لیے عقل دی دنیا کے لیے کہ دنیا کو دین بناؤ قلب دیا آخرت کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ ہم تیرے رب کے رسول ہیں مگر فرعون نے جواباً کہا مَنْ رَّبُّکُمَا۔ اپنا ذکر نہ کیا۔ یا اس لیے کہ اسے تکبر نے اُکسایا درغلایا۔ یا اس لیے کہ قوم میری اس نسبت سے میری نرم کلامی کو مجھ کر مجھ سے باغی نہ ہو جائے یا اس لیے کہ کہیں موسیٰ کے دین کی طرف مائل نہ ہو جائے تفسیر

Marfat.com

روح البیان نے فرمایا اس تکلیم میں رب تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ و ہارون کو پانچ قسم کی وحی آئی کلام خفی بلا واسطہ ۲ کلام الہامی ۳ کلام سنائی ۴ کلام صوتی ۵ ہارون علیہ السلام کو کلام جلی بواسطہ جبریل ۶ کلام پیغام بذریعہ ایک نبی موسیٰ کے دوسرے نبی ہارون کی طرف علیہما السلام اس لیے فرمایا اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَا موسیٰ علیہ السلام کافرعون کے سوال کے جواب میں فرمائے اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ کہ میرا رب وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کے مطابق شکل عقل و اعضاء دئے۔ نہ اِدھر کے اعضا اُدھر نہ اُس کا اُلٹ یہ جواب لفظاً چھوٹا ہے مگر معناً بہت وسیع اسی کو سمجھ کر فرعون بوکھلا گیا اور اِدھر اُدھر بات پھیرنے لگا۔ ثُمَّ هَدٰی میں لفظ ثُمَّ تراخی کے لیے ہے کہ ہر مخلوق کا پہلے جسم بنایا جاتا ہے اور عالم ارواح کی ایک منتخب روح اس میں ڈالی جاتی ہے پھر اس روح مع الجسد شخصیت کو مرتبہ مقام علم عقل فکر نبوت ولایت نیکی بدی ملتی ہے عالم ارواح میں نہ کوئی موسیٰ نہ عیسیٰ نہ غوث نہ قطب نہ عالم نہ جاہل نہ نیک نہ بد نہ میں نہ تو نہ تم اس ایک عبارت سے تادیانیوں کا باطل عقیدہ بھی ننھا ہو گیا کہ رَافِعُكَ سے روح عیسیٰ مراد ہے کہ عیسیٰ اور ان لوگوں کا یہ قول بھی ختم ہو گیا جو کہتے ہیں کہ شب معراج میں غوث اعظم نے نبی کریم کو عرش پر چڑھنے میں مدد کی (العیاذ باللہ) چونکہ ثم ہُدٰی کی دلالت عامّہ ہے اس لیے تمام زمینی آسمانی مخلوق کا ذکر فرمایا اس کی پوری تفصیل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں دیکھئے اس لیے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ وانما صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے فرعون نے حضرت موسیٰ کا یہ باکمال جواب سن کر پھر سوال کیا فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی۔ یہ سوال ایک استنباری و استدلالی تھا اس لیے اس کا جواب بھی استنباری عطا فرمایا۔ اور فرعون کی عیاری سمجھتے ہوئے حضرت موسیٰ نے قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَى الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ فرمایا پچھلی قوموں کا حال کیفیت انجام و عاقبت کا سب علم میرے رب کریم کے پاس ہے مجھے ان معلومات کی فہرست سنانے کی ضرورت ہے نہ موقعہ میرے رب تعالیٰ نے تمام اولین و آخرین کی ہر بات نیکی بدی عمل عبادت کفر و ایمان انجام و اختتام۔ مبنتی جہنمی ہونا کون اچھا اور اچھائی پانے والا کون برا اور برائی پانے والے سب قوموں شخصوں قبیلوں قرنوں فرنوں گروہوں کے حالات ایک بڑی عظیم کتاب میں لکھ دیئے ہیں بلکہ ہر شخص کے نامۂ اعمال میں بھی اپنے خاص بندوں کو دنیا میں ہی بتانے کے لیے کہ جس کی نگاہ اس لوح محفوظ کتاب مبین تک پہنچے وہ بھی اولین و آخرین کے حالات کو جان سے اور آخرت

marfat.com
Marfat.com

ہیں ہر نیک و بد اپنے اعمال نامے کی یہ کتاب خود پڑھ لے۔ میرا رب نہ غلط بیانی کر سکتا ہے نہ بھول سکتا ہے۔ کیونکہ علم ربّی اُس کی صفتِ قدیمی ہے اور صفت ذات کے ساتھ ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ علم مخلوق میں چار قسم کی کمزوریاں ہیں ۱ ضلالت یعنی غلطی اور غلط بیانی ۲ نسیان ۳ سہو۔ رکھ کر بھولنا نسیان ہے لکھ کر بھولنا سہو ہے ۴ غفلت یعنی بے توجہی بے پرواہی لَا یَضِلُّ اور لَا یَنْسٰی فرما کر چھ شانیں بیان فرمائیں ۱ لَا یَضِلُّ اُس کے علم سے کوئی محو نہیں ملتا نہیں لَا یَنْسٰی کوئی مخفی نہیں ۲ لَا یَضِلُّ ہر چیز کی معرفت ہے لَا یَنْسٰی اس معرفت کو بھی فنا نہیں ۳ لَا یَضِلُّ خطا نہیں ہے لَا یَنْسٰی بھول نہیں ہے ۴ لَا یَضِلُّ دنیا میں۔ لَا یَنْسٰی آخرت میں ۵ لَا یَضِلُّ کسی سے وہ دور نہیں لَا یَنْسٰی کوئی اُس سے دور اور بے قابو نہیں ہے ۶ لَا یَضِلُّ تدبیر میں لَا یَنْسٰی تقدیر میں۔ کتاب سے مراد لوحِ محفوظ یا اعمال نامے یا ملائکہ کے دفتر رجسٹر۔ میرے رب تعالیٰ کی دوسری شان یہ ہے کہ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَہْدًا اُسی نے تم سب انسانوں کے لیے صرف زمین کو بچھونا سکون کی جگہ بنایا وہ آرام سکون وعیش جو انسان کو سرِ زمین پر ملتا ہے وہ کہیں نہیں مل سکتا نوم وقیام۔ قعود واستراحت زراعت وباغات کھیت وکھلیان اِسی زمین پر لگتے اُگتے بستے اور حاصل ہوتے ہیں اس لیے کہ تمام کائناتی گردش میں صرف زمین ہی ساکن اور ایک جگہ بچھی پڑی ہے اور اسی زمین پر ہر علاقہ میں بستی ویرانہ میں پہاڑوں میدانوں میں تمہارے ہی لیے اے انسانوں شرقاً غرباً شمالاً جنوباً چھوٹے بڑے تنگ وکشادہ راستے بنائے یہ بھی سکونِ زمین کی ایک دلیل ہے کہ اگر زمین ایک جگہ ٹھیری نہ ہو تو شرقی غربی سمتوں کا تعین نہیں ہو سکتا اور جب راستہ ایک سمت پر مقرر نہ رہے تو راہِ مسافراں کو سخت دشواری بلکہ منزل پر پہنچنا ہی ناممکن کتنے پاگل واحمق ہیں جو زمین کو گردش میں کہتے ہیں۔ میرے رب تعالیٰ کی تیسری شان یہ ہے کہ رب وہ ہے جس نے آسمان کی طرف سے پانی جیسی عظیم بے مثال بے شمار بے حساب صاف شفاف لذیذ نعمت اتاری کہ اس نعمت سے پوری دنیوی زندگی اور نظامِ کائناتی کا بقا وقیام ہے بتایا اے فرعون کیا تو یہ قدرتیں دکھا سکتا ہے اور جب نہیں دکھا سکتا اور یقیناً نہیں دکھا سکتا تو تُو رب نہیں ہو سکتا اور جب رب نہیں ہو سکتا تو تجھ کر معبود و مسجود بننے کا کوئی حق نہیں۔ یہاں تک موسیٰ علیہ السلام کا کلام منقول ہوا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ یہ بھی بتاؤ کہ فَاَخْرَجْنَا بِہٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی۔ پھر ہم نے ہی نکالا اس بارش کے ذریعے جوڑا جوڑا مختلف قسم کی بے شمار غذائی شفائی جڑی بوٹیاں کھیت

marfat.com
Marfat.com

بافات پھل پھول کے پودے اور بڑے چھوٹے درخت اور گھاس پھوس جھاڑیاں بیلیں یہ دلائل فاصلہ ہیں اس لیے کہ ارشاد ہوا۔ کیونکہ زمین کی یہ منفعت صرف انسان کے استفادہ کے لیے ہے۔ ہر چیز زمین میں پانی سے پرورش ہوتی ہے اسی لیے ہر شی میں پانی سے زندگی ہے بلکہ پانی ہی زندگی کا دوسرا نام ہے اَزْوَاجًا سے مراد ہے جوڑا جوڑایا۔ قریب قریب جُڑے جُڑے اسی طرح شتّا کے بھی دو معنی ۱ دور دور ۲ مختلف اقسام، دنیا میں چھ قسم کے اعتبار سے نباتات مختلف ہوئے ۱ رنگ ۲ مزہ ۳ خوشبو ۴ بدبو ۵ تاثیر ۶ موسم۔ خیال رہے کہ دنیوی رنگ گیارہ قسم کے ہیں ۱ سفید ۲ ہرا ۳ پیلا ۴ سرخ ۵ کالا ۶ اودا ۷ نیلا ۸ خاکی ۹ گلابی ۱۰ بھورا ۱۱ چمکیلا مزے بھی گیارہ قسم کے ہیں ۱ پھیکا ۲ میٹھا ۳ نمکین ۴ مرچیلا ۵ کھٹا ۶ کڑوا۔ ۷ کیسلا۔ ۸ کیسا ۹ پچھیا ۱۰ چھیندا ۱۱ چکنا ھٹ۔ اسی طرح تاثیریں بھی گیارہ قسم کی ہیں ۱ سرد ۲ گرم ۳ خشک ۴ تر ۵ معتدل ۶ غذائی ۷ شفائی ۸ بیماری ۹ قوی ۱۰ آبی ۱۱ بادی موسمیات بھی گیارہ قسم کے گرمی ۲ سردی ۳ خزاں ۴ بہار ۵ خشک ۶ تر ۷ برساتی ۸ برفانی ۹ جنگلی ۱۰ شہری ۱۱ ریگستانی۔ بُو بھی گیارہ قسم کی ہے ۱ خوشبو ۲ بدبو ۳ مہک ۴ سوندھا ھٹ ۵ باس ۶ بساند ۷ چراند ۸ سستا ند ۹ بھڑاس ۱۰ سڑاند ۱۱ جلاند۔ فرعون سے اس دوسری ملاقات کے وقت موسیٰ علیہ السلام کا لباس اُونی جُبّہ ہوتی شلوار زیب تن فرمائے ہوئے تھے اور جب آپ نے اِس محفل میں فرعون کے کہنے سے عصا پھینکا تو زبردست سانپ بن گیا اور تیزی سے ہر طرف دوڑا تو دربارِ فرعونی میں بھگدڑ مچ گئی اس افراتفری میں پچیس ہزار قبطی زخمی اور مردہ ہوئے اور فرعون ڈر کر گھر کے اندر بھاگ گیا اور اندر سے ہی کہا کہ کوئی دن مقرر کر لو ہم بھی اِس جادو کے مقابل جادو دکھائیں گے۔ یہ تو دوسری ملاقات کا حال تھا پہلی ملاقات میں فرعون مائل ہو گیا تھا کہ ایمان لے آئے پہلے اپنی بیوی آسیہ سے مشورہ کیا اس نے ایمان لانے کا ہی مشورہ دیا تھا پھر ہامان وزیر اعظم سے مشورہ کیا تو اس نے ورغلایا۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہر کام و کلام بے مثل معجزہ اور قدرتِ الٰہی کا شاہکار ہوتا ہے دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چند لفظوں میں ایسا معجز انخطاب و جواب ارشاد فرمایا کہ معرفتِ توحید و رسالت کے دریا بہا دئے دعویٰ بھی دلیل بھی دعوتِ فکر بھی کہ میرے رب تعالیٰ کو ہی ربوبیت تامہ لائق ہے جس نے ہر شی کو شکل و صورت دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا شکل و صورت خلقت و بناوٹ

marfat.com
Marfat.com

کے مطابق ہر شئی کی رہنمائی و دستگیری بھی فرماتا ہے کوئی بھی مخلوق یا اُن کے اندرونی بیرونی اعضاء ایسے نہیں جو خود اپنی مرضی سے اُلٹے سیدھے کام کرنے لگیں بلکہ ہر چیز ہر شخصیت کو اپنی اپنی بناوٹ کے مطابق اپنی مقصد پیدائشی پورا کرنے کا طریقہ وسلیقہ بھی اسی رب کائنات نے سکھا دیا۔ شیر گھاس نہیں کھا سکتا۔ بکری گوشت نہیں ہاتھ چل نہیں سکتے پاؤں پکڑ نہیں سکتے اندرونی اعضا میں کلیجی گردے پھیپھڑے اوجھڑی دل دماغ پتہ مثانہ سب کو اُن کے کام بتا دئے اسی رب تعالیٰ کی ہدایت سے سب اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک بھی اپنا کام بند کر دے تو بندہ فنا ہو جائے سب فرعونیت ہامانیت دھری رہ جائے۔ سورج کو چکنے اور سیدھی بندھی رفتار پر کروڑوں سال سے چکر لگانے کی چاند کو تاریخ وار پھرنے کی ستارو! کو اپنے اپنے راستے پر چلنے کی اُسی رب قدیر نے ہدایت بخشی جس میں کوئی ستارہ سرِ مُو فرق یا تعجیل وتاخیر نہیں کر سکتا یہ سب اُسی قدرتوں والے رب تعالیٰ کی ہدایت کی پابندی ہے اس سورج قمر کو آگ ہوا مٹی پانی کو شکل بھی اسی نے دی وصف بھی اسی نے دئے غرضکہ رب تعالیٰ صرف خالق ہی نہیں مُعَلِّم اور ہادی بھی ہے۔ یہ ایسی جامع تقریر ہے کہ علما تمام عمر تشریح کرتے رہیں اس کی وسعت ختم نہیں اسی تقریرِ دل پذیر نے چند منٹوں میں فرعون اور فرعونیوں کو مبہوت کر دیا۔ آپ نے یہ سمجھا دیا کہ اے فرعون رب ہونا آسان نہیں کہ جس کا دل جب چاہے رب بن بیٹھے۔ اے فرعون حقیقی ذاتی قدیمی ہمیشہ رب کی یہ شان وکمال ہے اب بتا کیا تیرا رب بنانا درست ہے ارے تو تو ایک گھاس کا تنکا نہیں بنا سکتا تیرا اپنا جسم بگڑ جائے تو سنبھال نہیں سکتا تجھے تو اپنے باطنی اعضا کی کارکردگی کا پتہ نہیں کہ کلیجی کس طرح خون بنا رہی ہے پتہ کیا کر رہا ہے قلب ودماغ کا کیا کام ہے۔ کیا اس طرح خلقت وہدایت کی تجھے قدرت ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو تیرا خود کو رب کہنا اور ان لوگوں کا تجھ کو رب ماننا حماقت ہی حماقت ہے۔ یہ فائدہ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ کافر فاسق جاہل کی ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں بلکہ درگزر کرنا اور بیہودہ گفتار سے روک دینا اور جوابِ جاہلان باشد خموشی کے اصول اپنانا بہتر ہیں یہ فائدہ۔ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی کے جواب عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فرمانے سے حاصل ہوا۔ مناظرین اسلام کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی کے سوال سے فرعون کے تین مقصد تھے ایک یہ کہ نئی باتوں میں اُلجھا کر بات چیت کا رخ موڑ دیا جائے تاکہ موسیٰ کی خوش بیان تقریر کا اثر سامعین کے دل سے ختم ہو جائے۔ دوم یہ کہ قبطی لوگ

Marfat.com
Marfat.com

قرونِ اُولیٰ کی اولاد سے تھے کوئی قومِ ثمود کا کوئی قومِ ہُود کا جب موسیٰ ان کا فرقوموں کی کبر یاد کہیں گے۔ اور بتائیں گے کہ وہ بھی برے تھے عذاب میں ہیں تو قوم بھڑک جائے گی اور موسیٰ کے پیچھے پڑ جائے گی شور مچ جائے گا ساری تبلیغ پر پانی پھر جائے گا مگر موسیٰ علیہ السلام نے اس کی چال کو سمجھتے ہوئے عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ کا مختصر جملہ فرما کر اس کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ سوم یہ کہ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ جب اُن قوموں نے اللہ کو رب نہیں مانا تو ان پر عذاب کیوں نہ آیا۔ تبسر افائدہ ثُمَّ هَدٰی کے فرمان سے رسالت کی ضرورت کا بیان بھی ثابت ہوا کہ ہر شی کو اُس کی خلقت وعقل وشعور کے مطابق ہدایت عطا فرمائی حیوانوں کو جس قسم کی ہدایت کی ضرورت تھی وہ ان کو اِلْہَامًا عطا فرمائی لیکن انسان اشرف المخلوقات کو ایسی کامل مکمل ابدی ازلی دنیوی اُخروی ہدایت کی ضرورت تھی جو ذاتِ نبوت کی عملی قولی اُسوۂ حسنہ والی نمونۂ حیات کے بغیر ناممکن تھی اس لیے اے انسانوں تمہاری ہدایت کے لیے وجودِ نبوت اور قیامِ رسالت ضروری ہے لہٰذا۔ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ ہم دونوں تیرے رب کے رسول تیری خلقت کو ہدایت دینے کے لیے آگئے۔ یہ فائدہ ثُمَّ هَدٰی اور اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ سے حاصل ہوا۔

اَحکام القرآن اِن آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ بے عملی اور بدعملی اور بدعقیدگی ہر شخص کو نقصان دہ ہے اس سے انسان فاجر فاسق بلکہ کافر بھی ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مومن مسلمان ہو عالم پیر فقیر ہو یا سید غیر سید۔ حکایت۔ تفسیر روح البیان میں اسی مقام پر ہے کہ ایک غریب حال پریشان سید نے عبد اللہ بن مبارک کی عزت و آن بان وشوکت اور لوگوں میں احترام دیکھ کر کہا کہ دیکھو ہم سید ہو کر بے عزت ہوتے پھر رہے ہیں اور یہ غیر سید ہو کر کتنی عزت والا ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ تم نے اپنے نانا آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارک اور سنتیں چھوڑیں بدعملی اختیار کی اس لیے یہ حال ہوا۔ میری عزت صرف پابندیٔ سنت کی وجہ سے ہے اسی طرح تبلیغ موسوی کو نامان کر فرعون جیسے بادشاہ کی عزت ذلتِ ابدی میں بدل گئی یہ مسئلہ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ سے مستنبط ہوا لہٰذا وہ لوگ عبرت پکڑیں اور خفیہ شیعیت سے توبہ کریں جو کہتے ہیں کہ بدعقیدہ سید بھی ٹھیک اور قابلِ احترام ہے۔ یہ حماقتیں تفضیلی شیعہ کرتے اور لکھتے ہیں اور سُنّی بن کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ باطل کا کلام سننا ناجائز ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفریات نقل فرمائے ۱۲ انکارِ الٰہی انکارِ ایمان ۱۲ انکارِ نبوت ۱۲ انکارِ قیامت لیکن

marfat.com
Marfat.com

(اہل حق لوگوں پر واجب ہے کہ خوش اخلاقی سے تسلی بخش جواب دیں یہ مسئلہ فَمَنْ رَّبُّكُمَا کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام کے فصیحانہ بلیغانہ جواب رَبُّنَا الَّذِیْ (الخ) سے مستنبط ہوا اسی طرح ایک دوسری آیت میں تا قیامت مسلمانوں کو یہی حکم دیا جا رہا ہے کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ تیسرا مسئلہ۔ حنفی مسلک میں جب انسانی بچہ شکم مادر میں مکمل ہو کر جان والا ہو جاتا ہے تو اسی وقت سے وہ تمام دنیوی حقوق کا حقدار ہو جاتا ہے جن میں میراث کا حصہ شرعی بھی ہے اور تمام رشتے داریاں یہاں تک کہ محبت مادری شفقت پدری کے حقوق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ہو جاتے ہیں اگر کوئی مورث قبل ولادت فوت ہو جائے تو اس جنین کا حصہ بھی تقسیم میں شامل کرنا واجب شرعی ہے یہ مسئلہ ثُمَّ هَدٰی کے فرمان سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا فِیْ كِتٰبٍ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم کتاب میں ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کو بھی کتاب کی ضرورت ہوتی ہے جس سے اس کی محتاجی ثابت ہوئی۔ کفار اس سے غلط تاثر لیں گے تو پھر حضرت موسیٰ نے فرعون کے سامنے یہ کمزور بات کیوں کی؟ جواب یہ تمثیلی تشبیہ ہے کہ جس طرح کتابی علم ہر طرح محفوظ ہوتا ہے کہ نہ بھولے نہ بھلایا جا سکے نہ ضائع ہو نہ غلط کیا جا سکے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا علم محفوظ ہے کہ تمام کائنات ممکنہ غیر ممکنہ کی معلومات لَا یَضِلُّ اور لَا یَنْسٰی ہے۔ جواب دوم اس طرح دیا گیا ہے کہ فِیْ كِتٰبٍ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ کی دلیل ہے نہ کہ ظرف اور معنیٰ یہ کہ تمام قرونِ اُولیٰ کی مکمل معلومات میرے رب تعالیٰ کے پاس ہے اس کی دلیل یہ کہ اُس نے یہ سب کچھ انبیا اور ملائکہ کو بتانے کے لیے لوحِ محفوظ کتاب میں لکھ دی ہیں تاکہ جس کی نظر میں لوحِ محفوظ دیکھنے کی قوت ہو وہ دیکھ کر پتہ لگائے اس لیے میں نبی رسول ہونے کی وجہ سے کتاب کو دیکھ کر یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف کفار کو عذاب ہو گا۔ مسلمان مومن گناہگار کو عذاب بالکل نہ ہو گا حالانکہ فاسقین کا عذابِ قبر و حشر و جہنم احادیث سے ثابت ہے جواب۔ اس کے بھی دو جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ اگر یہاں الف لام استغراقی ہے تو یہاں صرف بڑے سے بڑا سخت ابدی عذاب مراد ہے اور وہ واقعی صرف کفار کو ہو گا۔ اور اگر الف لام عہدی ہے تو معنیٰ یہ ہے کہ خصوصی عذاب صرف کفار کو ہو گا۔ فاسقین

marfat.com
Marfat.com

کا عذاب عمومی معمول غرض عذاب کے لیے نہیں بلکہ بغرض صفائی ہوگا یہاں خصوصی یعنی خاص طور پر کفار کے لیے تیار کیا ہوا عذاب مراد ہے جواب دوم یہ کہ یہاں کافر و فاسق کے عذاب مراد ہیں اور الف لام جنسی ہے۔ اس طرح کہ کَذَّبَ سے کفار اور تَوَلّٰی سے بے عمل اور بدعمل مسلمان مومن فاسقین مراد ہیں۔ اس لیے کہ کفر تکذیب کا نام ہے اور تولّٰی یعنی منہ پھیرنا۔ غفلت سستی بے عملی بدعملی سے ہوتا ہے بے عمل فاسق عبادت و اطاعت سے صرف منہ پھیرتا ہے تکذیب نہیں کرتا۔

تفسیر صوفیانہ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی۔ اے فرعونِ نفسانی بیشک وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ عذابِ طبیعتِ جثیہ اُس پر ہے جو قلب و عقل کی تکذیب کرے اور ذکر و فکر کی خلوت سے منہ پھیرے ہیولیٰ بدنیہ کے ہاویۂ جہنم کا سخت عذاب۔ تب پردۂ نفس کی طرف سے سوال ہوتا ہے کہ کون ہے اِس دہر کا سُنانی ہیں عقل و دل کی پرورش کرنے والا اور روحانی غذائیں دینے والا۔ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ فرمایا اے نفوسِ رذیلہ بے شک ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ظاہری باطن اشیاء کو بصیرت کی خلقت اور بصارت کی شکل دی حُجّتِ تامہ سے پھر دلائل کی ہدایت دی الہامات سے یعنی ہر شی کو اُس کی ذاتی مصلحتوں کی مطابقت سے شکلِ عمل دیا اور خواص کی مناسبت سے آلات و اعضاء دیئے اور پھر منافع و مقاصد کے حصول کے لیے ہدایت و فراست دی۔ ہر شی کو جنت و جہنم برزخ۔ فنا و بقا کی شکل و صورت دی۔ ثُمَّ هَدٰی پھر اُس کے لیے وہی کام آسان کر دیئے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔ ؎

یکے راہبرِ طاعت خلق کردند یکے راہبرِ عصیاں آفریدند
یکے از بہرِ مالک گشت موجود یکے راہبرِ رضوان می پدیدند

یعنی مومن کو رب تعالیٰ نے پیدا فرمایا فیضِ ایمان کو قبول کرنے کی قوت ہمت کی سعادت دے کر اور پھر ہدایت دی دعوتِ انبیاء و ماننے اور ان کی متابعت کی کافر کو پیدا فرمایا قہر و غضب ذاتِ اُخروی کے فیض کو قبول کرنے کے لیے پھر راستہ دکھایا انبیاء سے تکبّر اور اُن کی مخالفت کا قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی نفسِ رذیلہ قلب و عقل کے صالحہ سے منہ پھیرتے ہوئے سوال کرتا ہے کہ معاد سے حجاب والوں کا حالِ آخرت کیا ہے سعادت میں ہیں یا شقاوت میں قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ۔ فرمایا اُن تمام حَرَدتِ اُخروی پر میرے رب تعالیٰ کا علم محیط ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت واجبِ اوّل ہے در

marfat.com
Marfat.com

مخلوق کے معاد و انجام کی معرفتِ اسی معرفتِ ذاتِ الٰہی پر موقوف ہے اس لیے قلیبِ متفکرِ عقلِ نہیم کی جانب سے اِحاطۂ علمِ ربانی کا بیان پہلے ہوتا ہے کہ ان تمام اہلِ باطن اور اُن کے کثیر احوال کو وہی ہمراہ رب تعالیٰ جانتے والا ہے فی کتاب خواص کو لوحِ محفوظ کتاب مبین کے ذریعے معلومات حاصل ہوتی ہیں جن کی نظر بینۂ اسرار پر ہوتی ہے وہ علمِ ربانی ازلاً ابداً باقی ہے نہ اُس پر خطا کی ضلالت جائز نہ نسیان اور کسی طرح کی بھول کا امکان اس لیے کہ اسے قولہٖ بدیعہ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا اُسی ربِّ کائنات جلّ وعلیٰ نے تمہارے لیے ارضِ جسم کو پرورش گاہی مہدِ تربیت وعیش بنایا۔ وَسَلَکَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا۔ اور تمہارے ہی لیے اِسی جسم نامو تی میں اعضاءِ ظاہری اور جوارحِ قویہ کے آنکھ ناک۔ کان ہاتھ پاؤں کے ظاہر و پوشیدہ چھوٹے بڑے راستے بنائے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اُسی ذاتِ کریم نے آسمانِ روح سے ادراک کا پانی نازل فرمایا اور مددِ روحانی کی بارش برسائی فَاَخْرَجْنَا بِہٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی پھر اُسی روحانی بارش کے ذریعے اَرضی بدنیہ سے نباتاتِ قدسیہ کے تفکر تدبر۔ تذکر۔ ادراک۔ بصیرت فہم، فراست۔ علم۔ خاصہ، طبیعت، ھیئت۔ ملکات، اعمال۔ افعال کی ہر قوت والے مختلف جوڑے نکالے (تفسیر ابن عزلی و روح البیان)

کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ

کہ خود بھی کھاؤ اور چراؤ اپنے چوپایوں کو بے شک اس قدرت میں

تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں

لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی ﴿۵۴﴾ مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ وَ

البتہ آیتیں ہیں اچھی عقل والوں کے لیے۔ اسی زمین سے پیدا کیا ہے ہم نے تم سب کو

نشانیاں ہیں عقل والوں کو ۔ ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا

marfat.com
Marfat.com

فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً

اور اسی میں لوٹاتے رہیں گے ہم تم کو اور اسی سے نکالیں گے تم سب کو ایک دم

اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ

أُخْرَىٰ ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ أَرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا

دوسری بار۔ اور البتہ اُس فرعون کو بھی ہم نے اپنی بہت نشانیاں دکھائی تھیں

نکالیں گے۔ اور بے شک ہم نے اُسے اپنی سب نشانیاں دکھائیں

فَكَذَّبَ وَأَبَىٰ ﴿٥٦﴾ قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا

تب بھی اُس نے جھٹلایا اور انکار ہی کیا۔ بولا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تاکہ نکال دے تو ہم کو

تو اُس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ بولا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں

مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٥٧﴾ فَلَنَأْتِيَنَّكَ

ہمارے علاقے سے اپنے جادو کے ذریعے اے موسیٰ تو البتہ ہم بھی لائیں گے تیرے پاس

اپنے جادو کے سبب ہماری زمین سے نکال دو اے موسیٰ۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے

بِسِحْرٍ مِّثْلِهِ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

ایسے جادو کو جو اس کی مثل ہوگا۔ لہٰذا مقرر کرلے ہمارے اور اپنے درمیان

ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہم میں اور اپنے میں

مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا أَنتَ

ایسے ایک وعدے کے دن میں جس کی ہم خود بھی اور تو بھی خلاف ورزی نہ کریں

ایک وعدہ ٹھہرا دو جس سے نہ ہم بدلیں نہ تم

marfat.com
Marfat.com

مَکَانًا سُوًی ﴿۵۸﴾

ایک کھلے صاف میدان کو

ہموار جگہ ہو۔

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرعون کا ایک سوال کہ تمہارا رب کون ہے اور اس کا جواب موسیٰ علیہ السّلام کی طرف سے مذکور ہوا۔ اب اِن آیت میں باری تعالیٰ کی ربوبیت اور پروردشِ عامّہ کی شان کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ اور فرعون کی سوال و جواب والی گفتگو کا ذکر ہوا جس میں بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ نے فرعون کی ہر سوالیہ بات کا نہایت شاندار یا دلائل جواب دیا۔ اِن آیت میں بتایا گیا کہ فرعون نے باوجود لاجواب ہو جانے اور معجزات و نشانِ قدرت دیکھنے کے پھر بھی نہایت ہٹ دھرمی (ضد) سے ہر چیز کو جھٹلایا اور ماننے سے انکار کیا۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کا ایک وعظ مذکور ہوا جس میں آپ نے فرعون کو نصیحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا کہ سب وہ ہے جس نے تمام مخلوق کو اُن کی مختلف شکلوں پر پیدا کیا۔ اب اِن آیت میں مخلوق کے انجام و اِنتظام کا ذکر ہو رہا ہے اور بتایا گیا کہ اے فرعون تو رب نہیں تو ایک ادنیٰ سی مخلوق ہے تیرا بھی یہ حشر ہونا ہے لہٰذا پہلے ہی بندہ بن جا۔

تفسیر نحوی کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی۔ مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا کُلَّهَا فَکَذَّبَ وَاَبٰی

کُلُوْا۔ باب نَصَرَ۔ کا فعل امر حاضر جمع مذکر۔ اَکْلٌ سے مشتق ہے در اصل اُکُلُوْا تھا اجتماعِ ہمزتین کی وجہ سے مادے کی ہمزہ گر گئی پھر اکیلی ہمزہ پر ضمہ ثقیل تھا تو وہ بھی گر گئی اور ضمہ منتقل ہو کر کاف پر آ گیا۔ اَکْلٌ کا لغوی حقیقی ترجمہ ہے کھانا منہ سے مجازاً ترجمہ ہے جلانا۔ غیبت کرنا۔ نقصان کرنا، خیانت کرنا وغیرہ یہاں لغوی ترجمہ مراد ہے واؤ عاطفہ۔ اِرْعَوْا۔ باب فتح کا امر حاضر جمع مذکر رَعْیٌ سے مشتق ہے بمعنی چارہ چرانا۔ حفاظت کرنا۔ رعایت کرنا یہاں پہلے معنی میں ہے پنجاب میں کسانوں کی ایک سیٹی مگانے والی قوم کا نام آڑیں یا رائیں ہے

marfat.com
Marfat.com

وہ لفظ اُلراعی یا راعی سے منتقل ہے۔ عربی میں آجڑی کو راعی کہتے ہیں اُردو میں چرواہا کہتے ہیں یہ قوم پہلے صرف بکریوں کو چراتے تھے پھر کیڑوں کے پٹھے (چرکی) اگانے لگے پھر باقی انسانی ضرورتیں بھی اُگانے لگے اور راعی سے رائیں بن گئے یہ صیغہ دراصل اِرْعَوُوْا تھا پہلی کو الف سے بدلا پھر الف ثقیل گرگیا۔ یہ دونوں فعل ہر بات میں متقدی ہوتے ہیں۔ اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر ان کا فاعل اَنْعَامَکُمْ مرکب اضافی اِرْعَوْا کا مفعول یہ یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا۔ کُلُوْا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ دونوں مل کر جملہ عاطفہ ہوگیا۔ اِنَّ حرف مشبہ فِیْ ذٰالِکَ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے مَوْجُوْدَاتٌ پوشیدہ اسم مفعول کے۔ لَاٰیٰتٍ۔ لام تاکید یہ اٰیٰتٌ بحالت فتحہ ہے اسم ہے اِنَّ کا۔ لِاُولِی النُّہٰی نفع کا اُولِیْ اسماء ستہ میں سے ہے یہاں بحالت جر ہے بحالت رفع اُولُوْ ہوتا ہے بحالت نصب بھی اُولِیْ ہوتا ہے بمعنی والے یہ جمع کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کا واحد نہیں ہوتا۔ اَلنُّہٰی الف لام جنسی یا عہد ذہنی نُہًی۔ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے نُہْیَۃٌ یہ جمع تغیر تبعلی سے بنایا گیا۔ بمعنی برائی سے روکنے والی عقل۔ اُولِی مضاف نُہًی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق دوم ہے مَوْجُوْدَاتٌ پوشیدہ کا ھُنَّ پوشیدہ ضمیر غائب فاعل ہے جس کا مرجع اٰیٰتٍ ہے موجودات سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ۔ یہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ مِنْہَا جار مجرور متعلق مقدم ہے خَلَقْنٰکُمْ کا ھَا ضمیر کا مرجع اَرْض ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول یہ کا مرجع تمام مخاطب انسان ہیں۔ خَلَقْنَا فعل با فاعل اپنے متعلق اور مفعول یہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ وَفِیْہَا جار مجرور ظرفیہ متعلق مقدم نُعِیْدُ فعل مضارع مستقبل جمع متکلم کا کم ضمیر بارز (ظاہر) نُعِیْدُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ۔ مِنْہَا جار مجرور متعلق مقدم ہے نُخْرِجُ مضارع مستقبل ہے کُمْ ضمیر اس کا مفعول یہ ہے تَارَۃً اسم نکراری بحالت نصب ظرف زمانی ہے موصوف ہے اُخْرٰی۔ اسم تفضیل مؤنث کا مذکر ہے اُخْرٰی صفت ہے تارۃ کی نُخْرِجُ اپنے متعلق اور متکلم فاعل مفعول یہ اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ لام تاکید یہ۔ قَدْ اَرَیْنَا۔ فعل ماضی قریب جمع متکلم باب افعال متعدی یہ دو مفعول پہلا مفعول یہ ہٗ ضمیر کا مرجع فرعون ہے۔ دوسرا مفعول یہ اٰیٰتِنَا مرکب اضافی ہے یَا تاکید اور کُلَّہَا اس کی تاکید دونوں مل کر مفعول دوم اَرَیْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا فَکَذَّبَ رُمَّہ تعقیبیہ۔ کَذَّبَ باب تفعیل کا ماضی مطلق معروف واحد مذکر اس کا مصدر ہے تَکْذِیْبٌ ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے مرجع فرعون ہے۔ پچھلی آیت میں فَاَخَذْنٰہُ وَجُنُوْدَہٗ سے کَذَّبَ وَاَبٰی! جملہ معترضہ ہے خطاب باری تعالیٰ کا ہے اس کے آگے پیچھے قوں موسیٰ علیہ السلام اور

marfat.com
Marfat.com

اور فرعون کی گفتگو منقول ہے کَذَّبَ فعل با فاعل علیہ جملہ فعلیہ ہے واؤ سر جملہ اَبٰی۔ باب فتح کا ماضی مطلق اَبٰی سے مشتق ہے۔ یعنی انکار کرنا۔ اس کا فاعل بھی پوشیدہ کا مرجع فرعون ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوگیا۔ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى۔ قال فعل با فاعل جملہ تعلیہ ہوکر قول ہوا۔ اہمزہ استخبار یہ سوالیہ شرطیہ یعنی اگر۔ خیال رہے کہ جو اَلف متحرک ہو اس کو عربی میں ہمزہ کہتے ہیں اور جو اَلف ساکن ہو اُس کو اَلف ہی کہتے ہیں ہمزہ پانچ قسم کی ہے۔ ۱ ہمزہ سوالِ استخبار کے لیے جہاں کچھ سمجھنا یا معلومات مقصود ہو یہاں اسی معنی میں ہے اس کا معنی ہوتا ہے۔ کیا۔ ۲ ہمزہ سوالِ زجر اس کا معنی ہے خواہ مخواہ ۳ ہمزہ استہزائیہ جس کا معنی ہے جلاؤ ۴ ہمزہ استیلائیہ مہلت دینے کے لیے سوال۔ اس کا مقصد ہوتا ہے خواہ ایسے خواہ ایسے ۵ ہمزہ معکوسی (عکسِ منفی) یعنی ثبوت کو نفی اور نفی کو ثبوت کرنے والی اس کا معنی ہے کیا ایسا نہیں ہوا وغیرہ۔ ان تمام کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں جِئْتَ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر مراد ہے حضرت موسیٰ سے خطاب اَنْتَ ضمیر فاعل ماضیہ جمع متکلم مرجع ہے فرعون اور فرعونی بحالت نصب ظرف مکانی بمعنی ہمارے پاس یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر سبب ہوا لام تعلیلیہ بمعنی تاکہ تُخْرِجَ باب افعال کا مضارع منصوب ہے لام تعلیلی کی وجہ سے اَنْتَ ضمیر بارز کا مرجع موسیٰ ہیں یہ فاعل ہے نا ضمیر مفعول یہ ہیں جارہ بمعنی فی ظرفیہ ترجمہ ہے ہیں سے اَرْضِ زمین یعنی علاقہ مضاف ہے نا ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہے جار مجرور متعلق اوّل ہے بِسِحْرِكَ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہوکر متعلق دوم ہے لِتُخْرِجَ اپنے فاعل مفعول بہ اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر مسبب ہوا۔ دونوں سبب مسبب مل کر جوابِ مقدم ہوا حرف ندا کا موسیٰ اسم مقصور مضموم ہے اعراب تقدیری ہے۔ منادیٰ ہے۔ یا حرفِ ندا اپنے منادیٰ اور جوابِ مقدم سے مل کر جملہ ندائیہ ہوکر شرط ہوئی۔ فَ جزائیہ لَنَاْتِيَنَّكَ باب ضَرَبَ کا لام تاکید یا نون تاکید ثقیلہ مضارع معروف جمع متکلم صیغہ جامد مفعولیت کا سیغہ مع ضمیر واحد مذکر حاضر مرکب اضافی صفت یہ مرکب توصیفی مجرور متعلق ہے لَنَاْتِيَنَّكَ اپنے فاعل اور ظرف مکانی ن ضمیر اور اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر جزا شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوئی۔ وَ تعلیلیہ بمعنی لہٰذا اِجْعَلْ باب فتح کا امر حاضر معروف مرجع موسیٰ بَيْنَنَا مرکب اضافی معطوف علیہ وَبَيْنَكَ معطوف یہ دونوں مل کر ظرف مکانی ہوا۔ (قلبی ظرف) مَوْعِدًا اسم مشتق ظرف مذکر ہے وَعْدٌ سے مشتق ہے یا یہ مصدر میمی ہے موصوف ہے لَّا نُخْلِفُ باب افعال کا مضارع منفی جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع

marfat.com
Marfat.com

مَوْعِدًا ہے نحنُ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل تاکید ہے پوشیدہ ضمیر جمع متکلم کی واؤ عاطفہ لَا عاطفہ نافیہ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع موسیٰ ہیں عطف ہے نحنُ پر بعض نحات نے فرمایا لَا اَنْتَ کا عطف لَا نُخْلِفُ کے جملے پر ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ مکانًا اسم ظرف یعنی جگہ۔ سُوًی اسم مصدر یعنی حاصل مصدر جامد یعنی ہموار صاف میدان ظرف مکانی مگر یہاں صفت ہے مکان کی اس لیے بحالت فتحہ ہے لَا نُخْلِفُ اپنے مکمل تاکیدی فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے مَوْعِدًا کی اور یہ مرکب توصیفی مفعول فیہ ہوا۔ مکانًا سُوًی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے۔ اِجْعَلْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلول ہوا اِنْشَقَّ کے جملے کا یہ علت معلول مقولہ ہوا قَالَ کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو خوب کھاؤ ہر طرح سے ہر رزق سے پھل فروٹ دانے نیچ سبزی ترکاری ہر نباتاتی پیداوار پاک ہے اور اپنی ملکیت و تصرف کی ہر چیز حلال ہے۔ اور اپنے جانوروں چوپایوں کو چرندوں پرندوں کو کو بھی خوب چراؤ چگاؤ۔ زمین میں جو چیز جس کے لیے اُگائی گئی ہے اُس کا اُس چیز کو کھانا حق ہے۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ انسان کی ہر کھیتی میں کچھ حصہ جانوروں کا رب تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے مثلاً گندم جو وغیرہ اور پھلوں کی چیزیں انسانوں کے لیے بھی اور ان میں جانوروں کا بھی حصہ کہ دانے انسان کھائیں بھوسہ جانور پھل کا گودا انسان کھائیں چھلکے جانور۔ لیکن باجرے کی بناوٹ کچھ اس طرح کی ہے کہ اُس کے دانے صرف چڑیوں کے لیے ہیں۔ کہ اُن کی چونچ کے برابر دانہ اور سب سے اوپر بالکل کھلا تاکہ چڑیوں کو دانے نکالنے کھانے چگنے میں نہ دیر لگے نہ وقت و تکلیف ہو۔ اس لیے ہر کھیتی کی حفاظت کرو مگر باجرہ کھانے سے چڑیوں کو مت اڑاؤ اگر خود ہی کچھ دانے بچ رہیں تو اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھ کر لے لو اور کھاؤ ورنہ صرف بقیہ بیٹوں بیٹیوں کے بھوسے پر اکتفا کر کے اپنے چوپایوں کو کھلاؤ بعض کسان بزرگ تو باجرہ لگتے ہی چڑیوں کی دعائیں لینے کے لیے ہیں۔ اپنا اپنا ذوق و شوق و جذبہ ہے کُلُوْا میں ہر طرح کے منافع مراد ہیں یعنی زمین کی نباتاتی پیداوار سے کھانا پینا پہننا اوڑھنا۔ پھلانا وغیرہ۔ زمینی پیداوار سے انسانوں کو چھ قسم کے منافع میسر

marfat.com
Marfat.com

ہوتے ہیں ۱۲ کھیتی باغات لکڑی ۱۲ مشروبات۔ یعنی ہر قسم کا پانی۔ دریائی نہری چاہی بارشی ۱۳ معدنیات دھات کوئلہ تیل ۱۴ جواہرات زیورات ۱۵ حجرات یعنی اینٹ پتھر یت تعمیراتی اشیاء ۱۶ جمادی (پہاڑی) جنگلاتی اشیاء وہ ائیں غذائیں یہ سب کچھ رب تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا فرمایا ہے اگر اے انسانو تم نہ ہوتے تو یہ آسمان زمین اور جانور بھی نہ ہوتے کُلُوا امر استحبابی ہے اور رُعُوا امر وجوبی ہے۔ بے شک ان تمام آسمانی زمینی اشیاء عالم میں البتہ یقیناً بڑی بڑی ظاہر ظہور ثبوتِ ربوبیت کے دلائل اور نشانات ہیں جو زبانِ حال سے پکار پکار کر عقلِ سلیم والوں کو کہہ رہے ہیں کہ اے انسانوں تم سب کا رب فقط ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے خیال رہے تبلیغ دین وایمان اس کو کی جاتی ہے جس کو عقل ہو۔ لیکن تبلیغ کا فائدہ اُن کو ہوتا ہے جن کی عقل سلیم اور قلب عاجز ہوتا ہے۔ اور سلیم وہ ہے جس میں ضد تکبر عیاشی نہ ہو۔ عقلِ سلیم کی نشانی یہ ہے کہ باطل کی اتباع برائی کے ارتکاب سے نہی یعنی باز رہے۔ ہر حلال وجائز کام کرنا اور ہر حرام سے بچنا یہ عقلِ سلیم والے کی شان عظمت ہے اس لیے کہ عقل ہی آیتِ الٰہیہ کو اور اُن کے منشا کو سمجھتی ہے عقلِ سلیم پر ہی حق آشکارا ہوتا ہے مگر جو انسان مثل فرعون وہامان ضدی مغرور وعیاش ہو گیا ہو وہ جانتے بوجھتے بھی ہر حق کا انکار ہر سچائی کی تکذیب ہی کرتا ہے۔ اُولِی النُّہٰی سے مراد اہل تفکر تدبر اور اہلِ عبرت واہل اعتبار کو لفظاً ظاہر ہیں۔ اس طرح کے جو لوگ حق کی تلاش میں ہوں تو یہ آیتِ الٰہیہ خود ان کی رہنمائی فرماتی ہیں اور ایسے خوش نصیب نظر بات آسمانی اور شہادات ارض وفلکی میں فکر وفہم کی مدد سے اصل مقصود تک پہنچنے کی راہ کا پتہ لگا لیتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ جَلَّ وعَلٰی ہی تمام کائناتِ عالمین کا وَحْدَہٗ لاشریک رب ہے کسی اور کی طاقت نہیں کہ کسی ذرے کا بھی رب ہو سکے۔ اگرچہ یہاں کُلُوا وَرْعُوا کا امر ظاہری موجود ہے مگر دل ودماغ والے جانتے ہیں اصل دعوتِ قرآنی یہ نہیں ہے۔ بلکہ چھ چیزوں میں غور وتفکر اور ایمان کی دعوت عامہ فرمائی جا رہی ہے۔ اوّلاً معرفت رب دوم معرفتِ الٰہی کہ رب تعالیٰ ہی معبودِ کائنات ہو سکتا ہے کسی غیر کی گنجائش نہیں سوم معرفتِ نبوت ورسالت ان ہی میں غور وفکر وسیلہ ہے ایمان وعرفان کا چہارم معرفتِ مواد یعنی اس حقیقت کا اعتراف کہ۔ مِنْہَا خَلَقْنٰکُمْ ہم نے تم کو اسی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ پنجم معرفتِ انجام کو وَفِیْہَا نُعِیْدُکُمْ ہم اِس مٹی میں تم کو پھر پہنچا دیں گے ششم۔ معرفتِ معاد کہ وَمِنْہَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی۔ دوبارہ ابدی زندگی کے لیے اِسی زمین میں سے پھر ہم تم کو نکال لیں گے اگرچہ تم کو کسی جگہ کسی شکل وکیفیت وحالت میں موت آئی ہو یا بعد موت تم کہیں پڑے

marfat.com
Marfat.com

ہو راکھ بنے یا خاک بنتے پڑے ہو قبر میں ہو یا سمندر کی تہوں میں بکھرے پڑے ہو۔ زمین میں ہر انسان کو تین مرحلوں سے لازماً گزرنا پڑتا ہے ۱ ولادت سے موت تک ۲ موت سے قبر تک ۳ قبر سے حشر تک ۴ حشر سے ابدی زندگی تک۔ میدانِ محشر بھی زمین پر قائم ہوگا۔ یہ سب مرحلے زمین سے وابستہ ہیں کبھی زمین کے اوپر کبھی نیچے کبھی زمین کے اندر۔ یہاں آیت ۵۳ سے ۵۵ تک زمین کے چھ نفع ارشاد ہوئے ۱ زمین مہد ہے ۲ زمین میں راستے ہیں ۳ زمین پر آسمانی بارش ہے ۴ زمین سے نباتاتی پیداوار ہے ۵ خود بھی کھاؤ کیونکہ لذیذ اور غذائیں ہیں ۶ جانوروں کو بھی کھلاؤ کہ جانور تمہارے مگر دسترخوان رب تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو دنیا زمین کی تمام اقسام کی مٹی لی گئی اب ہر آدمی کو بنایا جاتا ہے تو عزرائیل علیہ السلام صرف اس کی قبر کی مٹی لیتے ہیں پھر مرنے کے بعد وہیں دفن کیا جاتا ہے ایک انچ آگے پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔ جسم انسانی کا خاکی مرکز اس کی ناف ہے کہ نطفہ ناف سے لوتھڑا بننا شروع ہوتا ہے۔ یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان دنیوی زمین سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ زمین مثل ماں ہے زمین سے سات چیزیں حاصل ہوتی ہیں ۱ عیش ۲ رزق ۳ حیات ۴ موادہ ۵ معاد ۶ خیر و شر ۷ اس زمین سے انسان نیک ہو کر جنتی بنتا ہے اور اسی زمین سے انسان برا ہو کر جہنمی بنتا ہے اسی لیے زمین افضل ہے آسمان سے نزدیک سے اوّل اسی کی مٹی سے اجسامِ نبوت کی خلقت مبارکہ دوم زمین ہی عبادت گاہِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوم یہی مدفنِ انبیاء علیہم السلام ہے چہارم زمین اللہ تعالیٰ کا دارالخلافہ ہے پنجم یہ آخرت کی کھیتی ہے ششم زمین ہی محیطِ وحی ہے ہفتم عروجِ انسانیت اور عروجِ آدمیت زمین سے ہی ہے معراجِ مومن کا مقام اوّل ہے جب کہ آسمان ارواحِ قدسیہ کا مکانِ اوّل ہے ہشتم۔ سجدہ زمین سے لگنے کا نام ہے تہم نماز اعضاء سے ور اعضا جسم سے اور جسم زمین کی مٹی سے اسی لیے تیمم بھی مٹی سے کیا جاتا ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ کی دو صورتیں ہیں ایک دنیا کے پہلے رسول آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا مٹی کو پانی سے گوندھا آگ سے لکھایا اور ہوا سے زندہ کیا۔ نور کے ذریعے محفوظ فرمایا یہی چار عناصر انسان کی بقا کے لیے آج تک ہر انسان میں ہیں۔ ان ہی چار عناصر کا ہر انسان اپنی دنیوی حیات میں محتاج ہے چونکہ آگ ہوا پانی بھی زمین سے ہی ہیں اس لیے انہا فرمایا اور ان میں اصل مادّہ انسانی مٹی ہے یہاں سے اصلیت کا بیان ہے۔ دوم اس لیے کہ زمین سے غذا۔ غذا سے نطفہ۔ نطفے سے لوتھڑا

marfat.com
Marfat.com

گوشت پوست ہڈی۔ پھر بچہ پھر مولود حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرشتہ بحکم ربانی ہر انسانی نطفے پر تین چیزیں لکھتا ہے ۱ عمر ۲ رہائش ۳ مقام قبر اسی کا نام تقدیر مبرم ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی تقریر میں تین چیزوں کے دلائل پیش فرمائے ۱ دلائل توحید ۲ دلائل نبوت ۳ دلائل قیامت۔ خَلَقْنٰکُمْ۔ نُعِیْدُکُمْ۔ نُخْرِجُکُمْ۔ یہ قیامت کی دلیلیں ہیں حدیث مبارکہ میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور ابوبکر و عمر ایک مٹی سے بنائے گئے۔ شجر کھجور کو انسان کی پھوپھی فرمایا گیا۔ حدیث پاک میں ارشاد نبوی ہے۔ اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَۃَ فَاِنَّھَا خُلِقَتْ مِنْ فَضْلَۃِ طِیْنَتِ اٰدَمَکُمْ اٰدَمَ۔ یعنی اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو کیونکہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے بنائی گئی پھر جو مٹی کھجور سے بچی اس سے انگور اور انار بنایا گیا (از تفسیر مظہری) خلق نام ہے ایک شی کے بغیر حادثاتی سے دوسری شی کا وجود اس طرح ہو کہ پہلی چیز کے تمام صفات ناپید ہو جائیں اور دوسری شی کے صفات حادث ہو جائیں۔ وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ کی دو کیفیتیں ہیں ایک کیفیت صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے اور ان کے طفیل اور اتباع کے صدقہ صحابہ کرام و خاص اولیا علما کی وہ یہ کہ قبر صرف ظرف مکانی اور رہائش گاہ بن جائے دوم یہ کہ زمینی قبر دوبارہ مردے کا معدن بن جائے اور وہ جسم بالکل مٹی ہو جائے یہ عوام نیک و بد کافر و مومن فاسق کی کیفیت ہے وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ میں تین قول ہیں ۱ دوبارہ زندہ ہونا مراد ہے اگرچہ قبر کے اندر ہی رہے ۲ انعام جنت یا عذاب قبر والا شامل جسم مراد ہے ۳ خروج محشر مراد ہے۔ وَلَقَدْ اَرَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا کُلَّھَا۔ اور بے شک اسے ہم نے اپنے موسیٰ کلیم نبی رسول کے ذریعے فرعون کو بہت سی اپنی قدرت قوت اقتدار و سلطنت ابدیہ ازلیہ کی نشانیاں دکھائیں آفاق و انفس کے دلائل دکھائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے تقریر سے توحید کی معرفت کرائی معجزات سے ہمارا نبی رسول ہونے کا ثبوت پیش کیا اور پھر اس کے بعد اس کی ضد تعصب تکبر ہٹ دھرمی کی وجہ سے دنیوی عذاب کے تمام نشانات و آیات دکھائیں جو اس کی عبرت کے لیے کافی تھیں۔ اور اس کا اور اس کی قوم کا ضمیر باطنی قلب شعوری تسلیم کرتا تھا کہ ہم غلط ہیں موسیٰ سچے ہیں مگر اپنی جاہ و منصب اور کرسی حکومت کے اور حکومتی رعب داب عہدے مرتبے چھن جانے کا بلکہ ہلاکت کے غلط مشورے اور دوراندیشی کی وجہ سے کَذَّبَ وَاَبٰی اس نے ہر چیز کا انکار ہی کیا طرح کہ معجزات کو جھٹلایا اس کو جادو کہا اور ایمان لانے کفر چھوڑنے بندہ بننے سے انکار

marfat.com
Marfat.com

تکذیب عناد سے اَبی جہالت سے یا تکذیب شرارت سے اَبی حماقت سے کیونکہ اس میں اسی فرعون کا ہی اَبدی نقصان تھا اور تصدیق و تائید میں اُس کا اَبدی دینی دنیوی ہر طرح فائدہ تھا نہ سلطنت ختم ہوتی نہ عزت۔ فرعون کو دس آیات دکھائی گئیں۔ پہلی ملاقات میں تقرب اور صرف عصا کا معجزہ دوسری میں عصا اور ید بیضا کا تیسری مقابلے والی ملاقات میں عصا۔ ید بیضا۔ پھر وقتاً فوقتاً ۹ ہوا کا طوفان ۹ مکڑیوں کا حملہ ۹ جوؤں کی بھرمار ۹ مینڈکوں کی کثرت ۹ ہر شی کھانے پانی کا خون بن جانا یہ چیزیں ہر چیز میں کثرت سے پیدا ہوتی تھیں ۹ قحط اس طرح کہ ہر غلہ پھل فروٹ اور گھر بلو پالتو جانور مرتے ختم ہوتے چلے گئے ۹ آخر میں غرقابی سے ہلاکت جب بھی کوئی قدرتِ الٰہی کی یہ عذابی تکلیف آتی تو عالم قبطی فرعون کا پیغام لے کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہی آتے۔ وَقَالُوْا یٰاَیَّهُ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ۔ اور کہتے کہ اے جادوگر اپنے رب سے اپنے عہد ربانی کے صدقہ ہمارے لیے اس عذاب کے دور ہونے کی دعا کر بے شک ہم اللہ ضرور ایمان لے آئیں گے ہدایت پر آجائیں گے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ۔ جب ہم اپنے موسیٰ کلیم کی دعا سے اُن کا عذاب دور کر دیتے تو پھر وہ اسی طرح وعدہ خلافی کرتے ہوئے کفر میں ہی رہتے (سورۃ ۴۳ زخرف آیت ۴۹ ۔ ۵۰ اسی طرح سورۃ اعراف ۷ آیت ۱۳۴ میں بھی مذکور ہے۔ حق سمجھانے تبلانے کے باوجود ایسی بدبختی چھائی کہ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی بجائے بندہ بننے کے۔ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ تو ہم سے غائب اور اتنی مدت روپوش رہ کر جادوگری سیکھ کر ہے اور اب تو اپنے اس شعبدے بازی کے جادو کو ہمارے پاس محض اس لیے لایا ہے کہ کرسیِ حکومت کا طلب گار ہے اور ہم کو ہمارے اس وطنِ عزیز سے نکال پاتا ہے اپنے جادو کے زور سے۔ ایسا جادو تو ہمارے جادوگر بھی کر سکتے ہیں یہ لکڑیوں کو سانپ بنانا وہ بھی جانتے ہیں ہم بھی عوام لوگوں کے سامنے اس کی مشق جادو دیکھیں گے فرعون عصاءِ موسیٰ اور ید بیضا دیکھ کر حقیقت کو سمجھ گیا تھا کہ موسیٰ سچے ہیں اور ان کے یہ کام جادو کے شعبدے نہیں بلکہ قدرتِ ربانی اور نبوتِ موسیٰ کے معجزے ہیں لیکن اپنی حکومت کی عزت اور معبودیت کی ساکھ بچانے اپنے جھوٹے وعدوں کا بھرم رکھنے کے لیے

marfat.com
Marfat.com

قوم کو دلا سے دیتے حضرت موسیٰ سے نفرت دلا کر مطمئن کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے موسیٰ علیہ السلام سے یہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے لگا۔ اُس وقت فرعون اندرونی طور پر سخت پریشان اور گھبرایا ہوا تھا۔ اُس وقت فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے چھ باتیں کہیں ۱ تو جادو کے ذریعہ میری سلطنت چھیننا چاہتا ہے یعنی تو پیغمبر نہیں جادوگر ہے حالانکہ فرعون جانتا تھا کہ نہ جادو میں اتنی طاقت ہوتی ہے نہ جادوگر میں کہ کسی بادشاہ کی سلطنت تو درکنار کسی کا ایک اینٹ پتھر بھی نہیں چھین سکتا جادوگر تو خود جادو کے شعبدے دکھا کر بعد میں لوگوں سے بھیک مانگتے دامن پھیلاتے ہیں ان فرعونی جادوگروں نے بھی فرعون سے اپنے کرتبوں کی بھیک مانگتے ہوئے کہا تھا۔ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ (سورۃ شعرا آیت ۴۱ پ ۱۹) فرعون نے دوسری بات یہ کہی کہ ہم بھی تیرے جادو کے مثل جادو لائیں گے۔ مگر یہ بات صرف تکبر و تعصب اور اپنوں کی ڈھارس بندھانے کے لیے کہی تھی تاکہ اُس کی قوم والے حوصلہ نہ ڈھا دیں یعنی ہماری سلطنت کا ہر جادوگر لاٹھی کے سانپ بنا سکتا ہے یہ بات اُس نے اپنے ملکی جادوگروں سے مشورہ کر کے سمجھا کر کہی تھی جادوگروں نے کہدیا تھا کہ ہم بھی یہ کر سکتے ہیں پہلی ملاقات میں عصا کا سانپ دیکھ کر ہامان وزیر اعظم سے مشورہ کر کے یہ سب تیاریاں کرالیں تھیں ۳ فرعون نے لوگوں کو سناتے ہوئے کہا۔ لِيُخْرِجَاكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ تو چاہتا ہے ہم سب کو اس شہر اس علاقۂ سلطنت سے نکال کر خود قابض و بادشاہ بن جائے اور بنی اسرائیل کو غلامیت سے ہٹا کر سرداری دیدے اور موجودہ اُمرا و وزرا کو غلام بنا دے ۴ اے لوگو یہ ہماری سرداری چھین کر تمہارے موجودہ عہدے مرتبے عیش و آرام ختم کرنا چاہتا ہے مجھے صرف اپنا ہی فکر نہیں ہے تم سب کی فکر ہے ۵ مزید یہ کہ تمہارے پچھلے بزرگوں دیویوں دیوتاؤں کو بھی بُرا اور جہنمی کہتا ہے ۶ اے لوگو میری قوم والوں میں تم سب کی بھلائی کے لیے اس سے پوری طرح فیصلہ کُن دو ٹوک مقابلہ چاہتا ہوں اے موسیٰ آجا میدانِ مقابلہ میں پھر تیرا سارا بھرم کھل جائے گا۔ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا۔ ہم تجھ کو ہی اختیار دیتے ہیں کہ ہمارے اور اپنے درمیان مقابلے کے لیے کوئی صحیح صحیح اور سچے وعدے کا دن مقرر کرے لیکن وعدہ پکا ہو کہ نہ ہم اُس کی خلاف ورزی کر سکیں نہ تو۔ اور میدانی جگہ بھی تو خود ہی مقرر کرے لیکن یہ خیال رکھنا کہ نہ زیادہ دور ہو نہ چھوٹا ہو نہ نیچا اونچا ہو بلکہ کہیں قریب ہی بہت وسیع اور ہموار میدان ہو تاکہ تمام اور کشیدہ دور دور تک دیکھ والے بیک وقت بہت اچھی

marfat.com
Marfat.com

طرح صاف دیکھ سکیں۔ یا تو یہی درباری جگہ ہو یا کہیں قریب ہی ہو۔ یہ کام فرعون نے حضرت موسیٰ کے سپرد کیا اس کی چار وجہ ہو سکتی ہیں ۱ اپنے ضعیف قلبی معجزوں کی گھبراہٹ اور موسیٰ علیہ السلام کے خداداد رعب کی وجہ سے ۲ یا اپنے مرتبے کا نکر کرتے ہوئے کہ ہمیں کوئی پرواہ نہیں تم نہ بھاگ جانا ۳ قوم پر رعب ڈالنے کے لیے ۴ یا یہ دیکھنے کے لیے کہ اگر یہی مدت دیتا ہے تو یہ سب کچھ جادو ہے جادو کے لیے تیاری کی ضرورت ہوتی ہے اگر تھوڑی مدت دیتا ہے تو یہ معجزہ ہے اس کے لیے تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی۔

فائدے اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ کی تمام ہدایتوں کا مرکزی مقام انبیاء کرام علیہم السلام ہی کا آستانہ ہے جس کو نبی کے آستانے اور نبی علیہ السلام کی تبلیغ وارشاد سے ہدایت نہ ملے اس کو کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ لہٰذا ہر مومن مسلمان کو چاہیئے تمام عمر اُن لوگوں سے ہی وابستہ رہے جن کے پاس انبیا علیہم السلام کی ہدایت وشریعت طریقت ومعرفت ہے اُن لوگوں اور ان کی محفلوں مجلسوں تقریروں کتابوں سے دور رہے جن کے دل میں انبیاء کرام سے بدعقیدگی ہے یہ فائدہ کَذَّبَ وَاَبٰی سے حاصل ہوا کہ دیکھو فرعون وفرعونیوں کو موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہدایت نہ ملی تو پھر کہیں سے بھی نہ ملی اسی طرح ابوجہل اور تا قیامت ابوجہلیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے سے ہدایت نہ ملی تو مرتے دم تک کہیں سے بھی ہدایت نہ ملی۔ دوسرا فائدہ ہر انسان کے اجزاءِ اصلیہ آخر کار زمین کی مٹی میں ضرور مل جاتے ہیں۔ خواہ کسی طرح ان کو موت آئے درندہ کھائے یا آگ جلائے یا دریا سمندر میں ڈوبے یا قبر میں دفن کیا جائے۔ تیرا جزءِ اصلیہ کہ کوئی چیز فنا اور جلا نہیں سکتی۔ یہ فائدہ مِنْهَا نُعِيْدُكُمْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا ہر شخص کی قبر وہیں ہوتی ہے جہاں اس کے اجزا پڑے ہوں راکھ کی شکل میں ہوں یا ذرات اور خاک دھول کی شکل میں یا نقطۂ جاذور کی شکل میں سطح زمین پر ہوں یا سمندر کی تہہ میں۔ تیسرا فائدہ زمین اور اس کی پیداوار کھیت کھلیان جڑی بوٹیوں میں قدرتِ الٰہیہ کی عظیم نشانیاں اور آیاتِ ربانیہ ہیں مگر سمجھنے کے لیے عقلِ سلیم اور فکرِ فہیم چاہیئے۔ یہی سرزمین جو ایک چرواہے کی نگاہ میں صرف چراگاہ ہے طبیبِ حاذق کی نگاہ میں ایک وسیع دواخانہ اور پنساری کی نگاہ میں خزانۂ معدنیات ہے ٹھیک اسی طرح یہ زمین کی نگاہ میں نعمتوں بھرا دسترخوان ہے غرضکہ یہی زمین کسی کے لیے کچھ کسی کے لیے خزانہ۔ کسی کے لیے نعمت کا خانہ۔ کسی کا آب ودانہ اور کوئی ناقص العقل تا عمر ان رازوں سے بیگانہ۔ یہ فائدہ وَاَنْزَلَ فِی

marfat.com
Marfat.com

ذَالِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہاں دو امر ارشاد فرمائے گئے۔ ۱ کُلُوْا ۲ اِرْعَوْا۔ پہلا امر استحبابی ہے اور دوسرا امر وجوبی ہے فقہاء علم اصول قرآن مجید اور احادیث پاک سے امر کے متعلق معنی کرتے ہیں جن میں پہلا اور اصل معنی وجوب ہے یعنی وہ امر اپنے مخاطب پر اُس فعل کو فرض یا واجب لازم کر دیتا ہے جس کا ذکر صیغۂ امر میں ہو۔ یہ وجوب مطلق امر بلا قید و بلا قرینہ والے امر میں ہوتا ہے۔ لیکن جب قرینہ یعنی وہ امر اپنے مخاطب پر اُس فعل کو فرض کسی دوسرے معنی کو ثابت کرتا ہو تو پھر وہی معنی مراد ہوتے ہیں جو قرینہ ثابت کرے۔ یہاں کُلُوْا سے پہلے جَعَلَ لَكُمْ ارشاد ہے۔ اس میں لام نفع کا ہے۔ معنی ہے کہ زمین کی پیداوار تمہارے نفع کے لیے ہے حصول نفع ہر مسلمان کے لیے مستحب ہے لہٰذا مسئلہ مستنبط ہوا کہ کُلُوْا ہر مسلمان کو مستحب ہے۔ واجب نہیں کھائے یا نہ کھائے لیکن وَارْعَوْا کا امر وجوبی ہے لہٰذا ہر مسلمان مالک پر واجب ہے کہ اپنے پالتو جانوروں کو پوری نگاہ داشت کے ساتھ ان کی ہر ضرورت کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے ان کو اچھی طرح اُن کی خوراک کھلائے اور اُن کی خوراک چونکہ گھاس پھوس پتے چری پٹھے ہی ہیں اس لیے پالتو جانوروں کو چرانا مسلمان مالک پر واجب شرعی ہے کسی جانور کو بھوکا پیاسا رکھنا یا ان کو کسی قسم کی ایذا دینا سخت گناہ اور عذاب آخرت کا باعث ہے یہ مسئلہ اَمر وَارْعَوْا کے متعلق ہونے سے مستنبط ہوا۔ جن بزرگوں نے دونوں اَمر کو استحبابی فرمایا ہے وہاں مراد مباح ہے یعنی زمینی پیداوار میں کوئی چیز حرام یا ناپاک نہیں۔ بخلاف دیگر اشیا حیوانات وغیرہ کے کہ ان میں پاک اشیاء بھی ہوتی ہیں ناپاک بھی حرام بھی ہوتی ہیں حلال بھی۔ دوسرا مسئلہ ابتدائے سے تاریخ میں کفار کی دو باتیں ثابت ہیں ایک یہ کہ ہمیشہ سے ہر نبی کے مقابلے میں کفار سرداروں بادشاہوں نے فرعون کی مثل یہی کہا کہ یہ نبی نہیں۔ یہ تو ہم جیسا عام بشر ہے۔ جادوگر ہے۔ ہماری سرداری یا سلطنت چھیننا چاہتا ہے۔ خود سرداری اور بادشاہت کا بھوکا ہے۔ کرسی اقتدار چاہتا ہے کفار کی یہ باتیں اثر تبلیغ نبوت کو ختم کرنے کے لیے ہر زمانے میں ہوتی رہیں۔ دوم یہ کہ کفار ہمیشہ اہل ایمان کو گمراہ کرنے کے لیے اہل اللہ اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے لائے ہوئے دین کے خلاف طرح طرح کی بکواسیات جھوٹے الزامات غلط باتیں بناتے رہے مسلمانوں کو ان باتوں سے متاثر نہ ہونا چاہیئے۔ اور ایسی بیہودہ لوگوں کی محفلوں سے متاثر ہو کر اپنے انبیاء علماء اولیاء اللہ علیہم السلام کے خلاف نہ ہونا چاہیئے ورنہ اپنا ایمان برباد کر دو گے یہ مسئلہ

marfat.com
Marfat.com

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کہ فرعون بنی اسرائیل کو گمراہ اپنی قوم قبطی کو متنفر اور موسیٰ علیہ السلام سے نفرت دلانا چاہتا تھا یہ سب مقابلے بازی کا ڈھونگ اسی مکاری سے تھا ورنہ دل میں معترف تھا کہ موسیٰ سچے ہیں۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا۔ آیت سے مراد یا معجزات انبیاء کرام ہیں یا معجزات موسیٰ علیہم السلام یا نشانات قدرت جو بھی مراد ہوں وہ سب تو نہیں دکھائے گئے انبیاء کرام کے معجزات آدم علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک لاکھوں ہوئے۔ اسی طرح معجزات موسوی میں وہ معجزات جو غرق فرعون کے بعد ظہور میں آئے مثلاً پتھر سے بارہ چشمے۔ اور نزول مَنّ وسلویٰ وغیرہ گائے سے مردہ زندہ ہونا یہ بھی فرعون کو نہ دکھائے گئے اور قدرت الہیہ کے نشانات تو بے حد و شمار ہوتے رہے۔ تو پھر کُلَّهَا کیوں فرمایا گیا؟ جواب بہت سے جواب دے گئے ہیں مگر سب سے بہتر اور مختصر جواب وہ ہے جو ہم نے تفسیر عالمانہ میں واضح کیا کہ وہ تمام آیات جو صرف فرعون اور فرعونیوں کو بندہ بنانے ہدایت دینے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے۔ یہ کُلَّهَا کلیۃً مطلقۃً نہیں بلکہ مقیدۃً ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ۔ یعنی ہر شخص کو زمین میں لوٹائیں گے اور وہیں سے پھر قیامت میں نکالیں گے جس سے ثابت ہوتا ہے ہر انسان کا دفن ہونا قبر میں جانا ضروری ہے۔ حالانکہ بے شمار انسان دفن نہیں کئے جاتے مثلاً ہندو سکھ اپنے مُردوں کو جلا دیتے راکھ بہا دیتے ہیں یا اُڑا دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی کو درندہ کھا جائے یا سمندر میں ڈوب جائے بحری جانور کھا جائیں یا سمندر کی تہہ میں بیٹھ جائے بکھر کر گھل مل جائے تو نہ پرفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ۔ کا اطلاق کس طرح ہوا۔ اور سب کے بے یہ کہیں ارشاد ہوا۔ جواب۔ اس کی وضاحت فوائد میں کر دی گئی ہے یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ فِيْهَا اور مِنْهَا میں کا ضمیر کا مرجع جنس زمین ہے جس میں سمندر و دریا کی تہہ بھی شامل ہے اور پانی بھی زمین کا ہی ایک حصہ ہے سمندر کے نیچے بھی بہت دور تک زمین ہوتی ہے اور جہاں بھی مُردے کے اعضا یا اجزا راکھ کی شکل میں ہوں یا درندوں کی شکل میں یا جانور کے برز کی شکل میں وہی اس کی قبر ہے۔ رہا بکھرا ہونا تو یہ رب تعالیٰ کی قدرت میں ہے کہ بکھرے جزو کو ایک جگہ جمع فرما دے جس کے مشاہدے تک انسان کی رسائی نہیں خیال رہے اجزاء اصلیہ کو فنا نہیں۔ لگ

marfat.com
Marfat.com

سے جل سکیں نہ پانی سے فنا ہو سکیں وہ قادر قیوم ہے اسنے ان کو بقا بخشی بہرحال کچھ بھی ہو سب درختے رہتے زمین پر ہی ہیں لہٰذا فِیْهَا نُعِیْدُکُمْ میں سب داخل ہیں۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی یعنی اے انسانو کھاؤ اور اپنے جانور چراؤ۔ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے اور جانور چرانے میں قدرت کی نشانیاں ہیں یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ کھانے اور چرانے میں قدرت کی کیا نشانیاں اور نشانیاں ہیں؟ جواب اس کے دو جواب دئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ اسم اشارہ کا تعلق کُلُوْا وَارْعَوْا سے نہیں بلکہ اس کے سباق و سیاق سے ہے سباق میں چار چیزیں بیان فرمائی گئیں اور سیاق میں تین چیزیں ۱ زمین مہد ہے ۲ اس میں راستے ہیں ۳ آسمان کی طرف سے پانی نازل کیا ۴ اس بارشی پانی کے ذریعے ہر علاقہ میں بے شمار قسم کے شکلاً تاثیراً موسماً چھوٹے بڑے مضبوط کمزور وقتی۔ ابدی مختلف نباتات اُگائے۔ ان چاروں میں بے شمار آیاتِ الٰہیہ ہیں۔ مثلاً زمین کس طرح بنی کس پر ٹھہری کس طرح ٹھہری۔ پھر بارش کس طرح ہوتی ہے پھر اُس پانی سے کس طرح کھیت و شجرات اُگتے ہیں زمین سے ہی بیج بن کر شجر اُگا پھر درخت سے بیج بن کر پھر زمین میں چلا گیا اور پھر نسل در نسل درخت اور جڑی بوٹیاں اُگتی چلی گئیں ایک ناختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ ان درختوں کی روح اور زندگی کیا ہے ان میں آگ اور بیماری و شفا پھل فروٹ لذت مٹھاس خوشبو بدبو کہاں سے آئی ایک ایک جڑی بوٹی پھول پھل بیج میں بلکہ گھاس پھونس پتوں چھال میں ہزارہا فوائد و منافع بھر دیئے۔ یہ سب نشاناتِ قدرت دلیل ہیں۔ اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین سے ہی پیدا فرمایا ہے پھر اُسی میں لوٹا کر اُسی سے پھر پیدا فرمائے گا۔ یہ ہیں وہ آیتِ الٰہیہ جن کی طرف ذٰلِکَ سے اشارہ فرمایا گیا دوسرا جواب یہ کہ ذٰلِکَ اسم اشارہ کا مشار الیہ کُلُوْا وَارْعَوْا بھی ہے۔ کیونکہ انسانی حیوانی کھانے پینے چرنے میں بھی قدرت کے عجیب نشانات ہیں کہ کون کس چیز کو کھا سکتا ہے کس کو نہیں۔ کس کی کیا غذا بنادی گئی ہے اس میں بھی رب تعالیٰ کی عظیم قدرت ہے اور حیران کن شاہکار ہے ہر چیز جاندار نہیں کھا سکتا۔ دیکھو جنما بکری اور گنا رنگ ڈھنگ قد کاٹھ اعضا میں ایک جیسا مگر غذائیں کس قدر مختلف۔ پھر غذا جسم کو اندرونی بیرونی طور پر کیا نفع بخشتی ہے کس غذا سے ہمارے اندر کیا چیز بنتی ہے یہ وہ آیتِ الٰہیہ ہیں اور غیبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہیں جن کو رب تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔ نبیوں کے بعد ان میں کتنے نفع ہیں اس میں غور و تدبر کی طرف

marfat.com
Marfat.com

دی جارہی ہے ۔ اِن ہی بنانات میں غذائی اشیاء میں غذائیت اور فروٹ میں لذت ۔ ان کے جوس اور رس میں فرحت تازگی غرضکہ کھانا چبرنا بھی قدرت کے انعامات اور آیت سے ہے ورنہ انسان نہ کھا سکتا ہے نہ کھلا سکتا ہے ۔ پھر بڑے کرم کی نیا قضی یہ کہ یہ نعمتیں مفت ہیں اگر چوپایوں کو گوشت بیا قیمتی فروٹ اور اناج غلہ کھلانا پڑتا تو کون اتنے جانور پال سکتا ہے ۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ ۔ چوتھا اعتراض یہاں فرمایا گیا فَكَذَّبَ وَاَبٰى یعنی فرعون نے تکذیب کی اور انکار کیا ۔ تکذیب تو ظاہر ہے کہ اُس نے معجزے کو جادو کہا ۔ یہاں ہے بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى اور سورۂ نمل آیت ۱۳ میں ہے ۔ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ مگر انکار کیسے کیا انکار کے لیے کون سا لفظ بولا ۔ انکار کے الفاظ ثابت نہیں ۔ انکار تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہیں تیری نبوت پر ایمان نہ لاؤں گا ۔ یا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ جواب ۔ انکار کی بہت سی قسمیں اور صورتیں وطریقے ہیں مثلاً ۱ زبانی انکار یہ کہ میں نہیں مانتا ۔ ۲ تکذیبی انکار کہ یہ غلط ہے ۳ ردیہ سے انکار کہ اس چیز کا ذاتی اڑانا ۴ کسی شخص کو اُس کی بات سن کر ہاں کہہ دینا یہ بھی اس کی بات کا انکار ہے تو چونکہ فرعون اور فرعونیوں نے بہت سی طرح سے انکار کیا تھا اس لیے لفظ اَبٰی ارشاد ہوا کیونکہ اَبٰی مشترک ہے ہر قسم کے انکار میں ۔ عربی میں انکار کے لیے بہت سے لفظ ہیں کَفَرَ ۔ نَكَرَ ۔ جَحَدَ ۔ نَفَرَ ۃ ۔ اَبٰی ان سب کو شامل ہے یہاں اگرچہ صراحتاً انکار کا طریقہ نہیں ارشاد ہوا مگر دیگر سورتوں میں فرعونی انکار کے مختلف انداز بتا دیے گئے ہیں چنانچہ سورۂ اعراف آیت ۱۰۴ میں ہے اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا اے موسیٰ بے شک میں تیری یہ باتیں سن کر گمان کرتا ہوں کہ تجھ پر جادو کیا ہوا ہے یہ بھی انکار کا ایک انداز ہے اور سورۂ شعراء آیت ۲۷ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۔ اے لوگو یہ جو تمہارا رسول بننے کا دعویدار ہے یہ تو پاگل دیوانہ ہے ۔ یہ انکار کا دوسرا بدتمیزانہ انداز ہے اور سورۂ نمل آیت ۱۴ وَجَحَدُوْا بِهَا ۔ اُن فرعونیوں نے صاف صاف زبانی قولی ہر بات کا انکار کیا کہ ہم نہ موسیٰ کو نبی مانتے ہیں نہ اُس کے رب پر ایمان لائیں یہ تیسرا انداز زبانی انکار اور نہ ماننے کا ہے ۵ سورۂ قصص آیت ۳۸ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ یہ نہیں موسیٰ کسی اور کا ذکر کرتا ہے میرے علاوہ تو کوئی تمہارا معبود ہے ہی نہیں ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے سراسر انکار کا ایک طریقہ ہے ۶ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ سورۂ نمل آیت ۱۳ یعنی یہ معجزات نہیں جادو ہے ۔ یہ نبوت کا انکار تھا ہے ۷ سورۂ قصص آیت ۳۶ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ

marfat.com
Marfat.com

بے شک مجھے پکا گمان ہے کہ موسیٰ ہر بات میں جھوٹ بولنے والا ہے یہ تکذیب بھی انکار کا ایک انداز ہے ۱۲ سورۃ مومن آیت ۲۴ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ۔ سب درباریوں نے کہا یہ جھوٹا جادوگر ہے یہ فرعونی درباریوں کا انکار ہے۔ اس طرح کہ فرعون درباریوں کے سامنے انکار کرتا تھا تو پھر درباری گلی محلے میں عوام رعایہ کے سامنے اس طرح انکاری جملے بولتے پھرتے تھے ۱۲ سورۂ زخرف آیت ۴۹ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ۔ یعنی جب کبھی اُن پر دنیوی عذاب آیا تو بارگاہِ موسیٰ میں اُس عذاب کے ٹلنے کی دعا کراتے آجاتے کہ اگر یہ عذاب ہٹ گیا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے پھر جب عذاب ٹل جاتا تو بیٹھ پھیر جاتے۔ یہ پیٹھ پھیر جانا بھی انکار کا ایک عملی انداز ہے غرضکہ ہر ہر طرح سے انہوں نے انکار کیا لہٰذا ربی فرمانا بالکل درست ہے۔

تفسیر صوفیانہ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ اے طالبانِ راہ سعادت ہم نے مسجدوں کو زمینِ چین بنایا اس میں سالکینِ طریقت و مجذوبینِ حقیقت کے راہِ منزل طے کرنے کے لیے شریعت طریقت کے راستے بنائے اس زمینِ روحانیت پر قرآن وحدیث کی بارشیں نازل فرمائیں پھر اُن کے ذریعے نماز وسجود رکوع تسبیح کے نباتات پیدا فرمائے پس اے کائناتِ ناسوتیہ کے انسانو کھاؤ اُن اعمالِ صالحہ سے اور چراؤ اپنے اعضاءِ ظاہری ہاتھ پیر آنکھ ناک کان کو زمینِ قرآن اور کھیلیانِ احادیث کے احکامات وفرامین والے غنچوں کلیوں کے اعمالِ صالحہ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ بندے کی غذا ہے اور اِن عبادات میں اعضاءِ ظاہری کا استعمال انعامِ ملکیتی کی غذا ہے اِسی لیے آنکھیں نماز میں کھلی رکھنے کا حکم ہے تاکہ نماز کو دیکھنے سے اُس کی غذا اُس کو ملتی رہے اے انسان تیرا دنیا میں آنے کا واحد اور اصل مقصد یہی ہے کہ دسترخوانِ روحانیہ اور زمینِ قدسیہ کے احوال اخلاق مواہب۔ صبر۔ علم۔ اسماءِ الٰہیہ اور خواصِ صفاتِ ربانیہ اور امدادِ انعاماتِ اور اکاتِ واردات مقاماتِ اسرار کی قوت بخش غذائیں کھاؤ اور اپنے قوائے جوانیہ جبلیہ کو اعمالِ صالحہ کے چارے چراؤ۔ اے بندو ہم نے تم کو اسی عالمِ عملیاتِ ظاہری زمینِ خیر وشر سے پیدا کیا اور پھر اسی میں ریاضاتِ شاقہ کی موت دے کر صفاتِ نفس کی فنا سے وادیٔ خلوت میں لوٹا دیں گے اس طرح کہ کوئی بندہ اپنے عمل تقدیری سے نہ حرکت کر سکے گا نہ غلبہ نہ حول نہ تجاوز اور پھر ہم تم کو حیاتِ موھوبہ حقیقیہ کی بقا سے اسی خلوتِ ارضِ خیر وشر سے اٹھا ہر نکالیں گے اس طرح کہ حرکاتِ

marfat.com
Marfat.com

زندگی سے عدول و رجوع بھی ہوگا اور قوتوں طاقتوں کی نفسیات بھی ہوگی باطنی مزاجوں کے خلاف سے خیر و شر کا امتحان بھی لیا جائے گا۔ لہٰذا ابھی کھالو اعمالِ ابرار کی قوت و فوائد بخش غذائیں اور آداب و اخلاق کے کھانے۔ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى۔ اور البتہ بے شک ہم نے قلبِ سعید اور عقلِ سلیم کے ذریعے فرعونِ نفس کو اپنی وہ تمام آیات و نشانات قدرتِ کبریٰ یہ دکھا دئے جو عالمِ مادیات میں وجودِ انوار پر دلالت کرنے والی حجتہ بینات تھیں۔ اور سعادت کے راستہ مبینا تھیں مگر نفس مغرور نے معرفتِ حق نہ ہونے کی وجہ سے ہر روشنی کو جھٹلایا۔ ظلمت کہا کیونکہ نفسِ امارہ صرف خالی مادہ ہے اور تجلیاتِ انوار کی شعاعوں سے محروم اور عملاً نورِ حق انکار بھی کیا یہ انکار اس کی اپنی ظلمتِ بدنی کی وجہ سے تھا جب ظلمت چھا جاتی ہے تو بصیرتِ ادراک کی دولت و ہدایت نہیں ملتی۔ نفسِ امارہ جبلتہ نے ہمیشہ برہانِ ربانی کا انکار کرتے ہوئے انوار و تجلیات کو سحرِ مکری سمجھا اس لیے قلب کی تمام واردات الہیہ دیکھ کر بھی بولتا ہے کہ اے قلبِ بے شعور کیا تو ہم سب نفس و نفسانیات کو اس عیش و طرب کی سلطنتِ ناسوتیہ سے اپنے سحرِ مکری وطنون قوت کے بل بوتے پر باہر نکالنا چاہتا ہے نفس کا قولِ تخریب کار اس لیے ہے کہ اس کے ادراک میں کمی اور قبولیتِ حق سے اور ضعف ہے کیونکہ عباشی تخیلات اور تربیتِ وھمیہ میں مشغول رہتا ہے اس بنا پر معارضہ مجادلہ اور وھمیات کے سہارے پر جھگڑا کرتا ہے نہ معرفت کی دولت نہ ریاضتِ عبادت اسی لیے قلبِ مسعود کے عملیاتِ نورانیہ کو اس کا جادو کہہ کر ندا کرتا ہے کہ اپنی نارِ مکر سے مجھ پر غلبہ باطنی حاصل کر کے میرے ہم نشینوں کو اپنا تابع فرمان بنانا چاہتا ہے اس مکر سازی کو تجلیاتِ نور کہتا ہے۔ نفسِ امارہ قلب و عقل سے کینہ و بغض رکھتا ہے اور اگرچہ ہمہ وقت نادم ڈٹا رہتا ہے مگر تابِ مقابلہ نہیں رکھتا کیونکہ یہ کینہ اور حسد و بت پرستی سے پیدا ہوتا ہے اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد بنتی ہے۔ تین چیزوں میں نفس کی شکست اور رذت ہے اکٹھے ہو کر کھانا۔ پاکیزہ ہو کر کھانا اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا اسی میں برکت رحمت و قوت و کامرانی ہے۔ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى۔ نفس نے کہا اے قلبِ باطنی ہم بھی تیرے عملِ ظاہری کی مثل عمل نورانیہ کی شعاعیں پیدا کر سکتے ہیں یہ خیالاتِ وھمیہ کی رسیاں اور تصورتِ باطلہ کی نہ ٹوٹنے والی بیڑیاں

marfat.com
Marfat.com

سفاحت کے سانپ بنا سکتے ہیں۔ نفس نے تار و نور، اسرار و اشرار حقیقت و تخیل کا فرق نہ جانا اس لیے بولا کہ اسے مکر سحر کو لانے والے قلب مطمئن مقابلۂ حق و باطل کے لیے تیار ہو جا ترکیب دلائل اور ترتیب مقام سے اپنے اور ہمارے درمیان اسی میدان صدور میں ایک وعدے کا دن معین کر لے۔ نہ ہم خلاف کر سکیں نہ تو۔ ہر مومن کافر کے سینۂ ناسوتی میں یہ جھگڑے چلے آ رہے ہیں۔ مکان ایسا ہونا چاہیئے کہ جس میں مقام و مراتب کی وسعت۔ صدیق و زندیق دونوں کا علیحدہ درجہ رہے۔ چونکہ نفس امارہ اہل بصارت ہے نہ کہ اہل بصیرت اگر اہل بصیرت ہوتا تو کبھی بھی نصیحت قلب اور کمالات عقل کو جادو نہ کہتا۔ اور ورود انکار قلبی کو مصر خواہشات سے نکالنے کا اندیشہ نہ کرتا بلکہ وارداتِ قلب کو خوش بختی سمجھتا اور ظلماتِ کفر سے نورِ ایمان کی طرف اور ظلمتِ بشریت سے صفائے انوارِ روحانیت کی طرف آجاتا۔ اور قلب کی اس نصیحت کو انسانی بدعملی کی اندھیریوں سے نکل کر نورِ ربانی کی طرف نکلنا سمجھتا مثنوی میں ہے ؎

ہر کہ از دیدارِ حق دلدار شد ایں جہاں در چشم او مردار شد

مگر یہ چیز عجز بالغی سے حاصل ہوتی ہر چیز میں اظہارِ عجز مختلف ہے کھانے پینے میں اظہارِ عجز سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لیے یہاں پر کُلُوا وَاشْرَبُوا کو خصوصیت سے دیا گیا۔ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز کرسی یا چوکی پر بیٹھ کر نہ کھایا نہ بڑے پیالے نہ باریک چپاتی روٹی تناول فرمائی بلکہ زمین پر دسترخوان بچھا کر سب کے ساتھ ایک برتن میں۔ یہ ہی وہ تعلیم مقدس ہے جس نے دنیا والوں کو بندۂ کامل بنا دیا۔ اور ذہنوں سے فرعونیت مٹا دی۔ غلبۂ نفسانی سے چار برائیاں پیدا ہوتی ہیں اولاً حماقت کا نمرود۔ دوم ظلم کا فرعون سوم تکبر کا ابوجہل چہارم فساد کا یزید۔ واللہ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ

فرمایا تمہارا مقررہ میعاد فلاں زینت والا دن ہے اور چاہیئے کہ جمع کئے جائیں

موسیٰ نے کہا تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے

marfat.com
Marfat.com

النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ

لوگ بوقت چاشت تب متوجہ ہوا فرعون اپنے پروگرام میں تو جمع کرنے لگا۔

جمع کئے جائیں تو فرعون پھرا اور اپنے داؤ اکھٹے

كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ

اپنی مکاریوں کو پھر اُس دن آیا فرمایا اُن سب کو موسیٰ نے تمہارا ستیاناس ہو

کئے پھر آیا۔ اُن سے موسیٰ نے کہا تمہیں خرابی ہو

لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ

نہ بناوٹ کرو تم لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی۔ نہیں تو تباہ کردے گا وہ تم کو

اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک

بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾

عذاب سے اور برباد ہے ہر وہ شخص جس نے بناؤ کی دین بنایا۔

کردے اور بے شک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا

پھر وہ جھگڑنے لگے اپنے پروگرام کے اندر آپس میں اور مینگیں

تو اپنے معاملے میں باہم مختلف ہو گئے اور چھپ کر

النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ

کرنے لگے خفیہ کہنے لگے یہ دونوں تو البتہ فقط بڑے بڑے جادوگر ہی ہیں

مشورت کی۔ بولے بے شک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

چاہتے ہیں کہ تم کو نکال دیں تمہاری حکومت سے

چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے

بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ

اپنے جادو کے زور سے اور ختم کر دیں تمہارا

اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا اچھا دین

الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾

بے مثل دین

لے جائیں

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں مذکور ہوا کہ فرعون نے معجزات کو جادو سمجھا اور اپنے ملک کے جادوگروں سے مقابلہ کرنا چاہا جس کے لیے اُس نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ تم ہی بتاؤ کس دن مقابلہ کرنا ہے۔ اب اِن آیت میں حضرت موسیٰ کا جواب اور مقابلے کا دن بتانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ اور فرعون کی باتوں کا ذکر ہوا۔ اَن اِن آیت میں حضرت موسیٰ اور جادوگروں کی باتوں کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کے متعلق فرعون کی تشویش کا ذکر کیا گیا کہ کہیں یہ دونوں موسیٰ و ہارون اپنے جادو سے ہم کو اس ملک سے نہ نکالدیں۔ اِن آیت میں فرعون کے تمام جادوگروں کی تشویش کا ذکر ہو رہا ہے یہ تشویش بھی اُسی قسم کی ہے۔

تفسیر نحوی قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔ قال فعل کا فاعل ضمیر غائب مذکر پوشیدہ کا مرجع حضرت موسیٰ ہیں یعنی موسیٰ نے فرمایا۔ فعل اپنے فاعل جملہ فعلیہ کر کے مل ہوا۔ مَوْعِدُ۔ اسم مفرد مضاف ہے یا کم

marfat.com
Marfat.com

ظرف مذکر ہے بمعنی وعدے کا دن یا وقت۔ ایک قول میں یہ مصدر میمی اسم حاصل مصدر جامد ہے بمعنی وعدہ کُم ضمیر مضاف الیہ مرجع تمام فرعونی درباری یہ مرکب اضافی مبتدا ہے یَوْمُ الزِّیْنَةِ یہ مرکب اضافی خبر مبتدا ہے دونوں جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ۔ لفظ زینت مصدر مادہ ہے۔ خ میں ث مصدر یہ ہے لغوی ترجمہ ہے اعتبار کردہ خوب صورتی زینت باطنی بھی ہوتی ہے اور ظاہری بھی یہاں ظاہری مراد ہے اس کی چھ قسمیں انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بیان کی جائیں گی۔ واؤ عاطفہ اَنْ ناصبہ حرف ہے یُحْشَرَ باب نَصَرَ کا مضارع مجہول واحد مذکر غائب حَشْرٌ سے مشتق ہے النَّاسُ۔ اسم مفرد جنسی جمع یا یہ اِنْسَانٌ کی جمع تغیری ہے بحالت رفع کیونکہ نائب فاعل ہے ضُحًی۔ اسم مفرد جامد مقصور ہے مذکر ہے بروزن حُدًی اس میں تین قول ہیں پہلا یہی دوم یہ کہ یہ اسم مقصورہ ہے بروزن فُعَل سوم یہ کہ مؤنث سماعی باطنی ہے اس کی تصغیر ضُحَیَّةٌ سے پتہ لگا۔ چہارم اس کی تصغیر ضُحَیٌّ ہے۔ اس سے اس کے آخر میں تنوین ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ ترجمہ ہے دھوپ لیکن سبب بول کر مسبب مراد ہے یعنی وقت چاشت۔ یہ ظرف زمانی ہے۔ یُحْشَرَ فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ فعلیہ ہو گیا تَوَلّٰی ف زائدہ تعقیبیہ تَوَلّٰی۔ باب تَفَعُّلٌ کا ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب وَلْیٌ سے مشتق ہے۔ وَلْیٌ کا معنی ہے چہرہ سامنے کرنا دوستی اور محبت کرنا لیکن جب یہ متعدی ہو عَنْ جارّہ سے خواہ عن ظاہر ہو یا پوشیدہ تو اس کا معنی ہوتا ہے چہرہ ہٹا لینا پھیر لینا۔ دوستی ختم کرنا کیونکہ عَنْ جارّہ زوال کے معنی کا تقاضہ کرتا ہے اور وہ ہے منہ پھیرنا۔ وہاں سے چلا جانا یا صرف توجہ ہٹا لینا یہاں مراد ہے توجہ دوسری طرف کر لینا۔ دراصل عبارت اس طرح تھی فَتَوَلّٰی عَنْہُ۔ فِرْعَوْنُ فاعل ہے تَوَلّٰی کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ ف زائدہ تعقیبیہ بمعنی ثُمَّ جمع۔ باب فتح کا ماضی معتل مجوف پوشیدہ فاعل کا مرجع فرعون ہے۔ کَیْدَہٗ۔ اسم مفرد جامد ترجمہ مکاری کی چیزیں یا بمعنی مکر چالاکی۔ فریب۔ جال۔ یہاں مراد جادو ہے مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضی ہے بمعنی اپنا یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا ثم حرف عطف ثُمَّ کے لیے آتی۔ فعل ماضی فاعل پوشیدہ ضمیر کا مرجع فرعون ہے۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا جمع کا دونوں عطف مل کر جملہ معطوفہ ہو گیا۔ قَالَ فعل کُمْ جار مجرور اس کا متعلق ہوا موسیٰ اس کا فاعل۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا وَیْلٌ اسم مفرد جامد منکر کے چھ معنی ہیں مشترک ہے یا نومیں ۱ افسوس ۲ ہلاکت ۳ تباہی ۴ خرابی ۵ تعجب ۶ بدی شرارت۔ یہاں یہ سب معنی بن سکتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

ہے عذاب شدید مصیبت زدہ ہونا ہے جہنم کا ایک طبقہ ہے ندامت شرمندگی لفظ ویل قرآن کی مختلف سورتوں اور آیتوں میں تقریباً چالیس دفعہ آیا ہے یہ صرف خبر کی طرف مضاف ہوتا ہے اسم ظاہر کے ساتھ آئے تو مضاف نہیں ہوتا۔ جب ضمیر کا مضاف بن کر آئے تو ہمیشہ ظاہراً لفظی نصب سے ہوتا ہے کیونکہ یہ منادیٰ مضاف ہوتا ہے حرف ندا کبھی پوشیدہ یہاں پوشیدہ ہے دراصل تھا یَا وَیْلَکُمْ۔ ترجمہ ہے ہائے افسوس تمہاری ہلاکت۔ جب اس کو ضمیر واحد متکلم کا مضاف بنایا جائے تب بھی اس کا نصب باقی رہتا ہے اور مدہ ضمہ میں تَ زائدہ لگادی جاتی ہے مثلاً یَا وَیْلَتٰی کو یَا وَیْلَتِیْ پڑھا جاتا ہے ہائے میری خرابی میرا افسوس میرا تعجب اکثر اس جگہ یاء متکلم کو الف مقصورہ سے بدل دیا جاتا ہے مثلاً یَا وَیْلَتٰی کو یَا وَیْلَتَا پڑھا جاتا ہے کُم ضمیر مضاف الیہ یہ کلمہ اضافی منادیٰ بھی مندب ہے لَا تَفْتَرُوْا باب افتعال کا فعل نہی جمع مذکر حاضر اس کا مصدر ہے اِفْتِرَاءٌ ترجمہ ہے بناوٹ کرنا حقیقت کے خلاف جھوٹ بنانا عَلَی اللّٰہِ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے کَذِبًا۔ اسم نکرہ مفعول بہ ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر سبب ہوا فَیُسْحِتَکُمْ باب افعال کا مضارع معروف واحد مذکر غائب مرجع فاعل اللہ تعالیٰ اس کا مصدر ہے اِسْحَاتٌ سُحْتٌ سے مشتق بمعنی ہلاکت کرنا۔ جڑ سے اکھیڑنا تباہ کرنا۔ نقصان دینا۔ حرام مال کو مَسْحُوْتٌ اسی معنی میں کہتے ہیں۔ کُم ضمیر اس کا مفعول بہ عذاب جار مجرور متعلق ہے یُسْحِتَ اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مسبب ہوا لَا تَفْتَرُوْا کا دونوں مل کر جواب ندا۔ پوشیدہ حرف ندا اپنے منادیٰ اور جواب سے مل کر مقولہ اوّل ہوا۔ وَاُو سر جملہ قَدْ خَابَ۔ باب ضَرَبَ کا فعل ماضی قریب معروف واحد مذکر غائب خَیْبٌ سے مشتق ہے بمعنی ذلیل ہونا۔ خراب ہونا۔ نامراد ہونا ہمیشہ لازم ہوتا ہے مَنِ اسم موصول۔ افْتَرٰی۔ باب افتعال کا ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب ھُوَ پوشیدہ اس کا فاعل یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول صلہ فاعل سے قَدْ خَابَ کا وہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مقولہ دوم ہوا قَالَ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہوگیا فَتَنَازَعُوْا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی قَالُوْٓا اِنْ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِھِمَا وَیَذْھَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی۔ ف زائدہ تَنَازَعُوْا باب فاعلہ کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب بمعنی ایک دوسرے سے نزاع جھگڑا یا مباحثہ کرنا نزع سے مشتق ہے ہمیشہ متعدی ہوتا ہے اَمْرَھُمْ مرکب اضافی مفعول لَہٗ بَیْنَھُمْ یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے تَنَازَعُوْا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا وَاَو سر جملہ اَسَرُّوا۔ باب افعال کا ماضی مطلق معروف۔ جمع مذکر غائب مصدر ہے اِسْرَارٌ ہے مضاف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی رازداری کرنا

marfat.com
Marfat.com

خفیہ باتیں کرنا ہم ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے فرعون اور درباری النجوٰی الف لام عہد خارجی یا جنسی نَجْوٰی اسم مفرد جامد معرّف باللام رباعی کبھی یہ مصدر بھی ہوتا ہے مضاف رباعی مصدر نَجّٰی یُنَجِّیْ ہوتا ہے ترجمہ فارسی میں سرگوشی کرنا اردو میں ترجمہ ہے کانا پھوسی کرنا۔ یعنی ایک انسان کا دوسرے انسان سے منہ اور کان ملا کر بات نہایت آہستہ آہستہ بات کرنا کسی حیوان فرشتے یا جن سے سرگوشی نہیں ہو سکتی کیونکہ دوسری جانب یا سماعت وفہم نہیں ہوتا یا کان ہی نہیں ہوتے جیسے جن و ملائکہ کہ ان کے انسانوں جیسے کان وسماعت نہیں۔ یہ نجوٰی مفعول بہ ہے یا حال ہے اَسَرُّوا کے فاعل پوشیدہ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر مکمل ہوا۔ قَالُوْا فعل ہم ضمیر فاعل فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِنْ یہاں پانچ قول ہیں ۱ یہ اِنْ اِنَّ ہے ۲ اِنَّ ہے ۳ اَنَّ ہے ۴ اَنْ ہے ۵ اِن نافیہ ہے ہٰذٰنِ اسم اشارہ تثنیہ بحالتِ رفع مبتدا ہے اس سے مراد دو شاراليه، موسیٰ وھٰرُوْن علیہما السّلام لَسٰحِرٰنِ۔ لام بمعنیٰ اِلَّا لام کی وجہ سے تاکیدی استثنا ہو گیا یعنی صرف اور صرف یہ جادوگر ہی ہیں اِنْ هٰذٰنِ میں اور بھی قول ہیں۔ بعض نے کہا یہ اِنَّ سے مخفف ہے۔ ایک قرأت میں یہ اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ ہے۔ تب ہٰذٰنِ ضمیر شان، اِنَّ کا اسم اور هٰذٰنِ۔ اِنَّ کی کا خبر اور لَسٰحِرٰنِ۔ اس کی تاکید تابع ہو گئی۔ اگر لفظ اِنْ اِنَّ ہے تو یہ لام فارقہ ہے اگر اِنْ نافیہ ہے تو یہ کلام استثنا یہ بمعنیٰ اِلَّا ہے۔ سٰحِرٰنِ۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر موصوف یا ذُوالحال ہے یُرِیْدٰنِ باب افعال کا مضارع تثنیہ مُخْبَر ضمیر پوشیدہ کا مرجع موسیٰ وھٰرُوْن ہیں۔ اَنْ ناصبہ یُخْرِجٰا۔ باب افعال کا مضارع تثنیہ نون تثنیہ حالتِ نصبی کی وجہ سے گر گئی کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے مِنْ اَرْضِكُمْ۔ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق اوّل ہے۔ بِ جارہ سِحْرِهِمَا اسم جامد مضاف هِمَا ضمیر مضاف الیہ یہ جار مجرور متعلق دوم سے یُخْرِجٰا۔ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَ عاطفہ یَذْهَبَا باب فَتْحٌ مضارع تثنیہ۔ یُخْرِجٰا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہوا اور نصب کی وجہ سے نون آخری گر گیا یہ دونوں صیغے دراصل تھے یُخْرِجَانِ یَذْهَبَانِ ب جارہ تفضیہ (مفعولیت) کی طَرِيْقَةِ۔ اسم مفرد مؤنث لفظی جامد مشترک ہے پانچ معنی میں ۱ راستہ ۲ مذہب دین ۳ آسمانی طبقے ۴ درجہ مرتبہ ۵ سردار قوم اس کی جمع ہے طرائق اس کا مذکر لفظی ہے طَرِيْقٌ اُس کی جمع ہے طُرُقٌ۔ بروزن فَعِيْلٌ وَفَعِيْلَةٌ طَرِيْقٌ سے بنا ہے یعنی روندنا اختیار کرنا۔ کوٹنا۔ ایک قول میں یہ سُریانی لغت کا لفظ ہے۔ اس سے ہے طارق یعنی ٹکر مارنے والا۔ مضاف ہے کُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی موصوف ہے

marfat.com
Marfat.com

اَنْتُنِّیْ۔ اسم تفضیل مؤنث اس کا مذکر ہے۔ اَمثل بحالتِ جر ہے اِعراب تقدیری ہے صفت ہے طَرِیْقَتِکُمُ کی یہ سب جار مجرور متعلق ہے یَذْھَبَا کا وہ سب جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ اَنْ یُّخْرِجَا کا دونوں عطف مفعول پر ہے یُرِیْدَانِ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے سِحْرَانِ کی یہ حال ہے۔ دونوں مل کر خبر ہے ھٰذَانِ مبتدا کی وہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا اوّل۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

قَالَ مَوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی فَتَوَلّٰی فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ کَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰی قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰی وَیْلَکُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا فَیُسْحِتَکُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون کا یہ چیلنج (دعوتِ مقابلہ) قبول کرتے ہوئے فرمایا تمہارے وعدۂ مقابلے کا دن بھی چند دن بعد مشہور نوروزی میلے کا اجتماعی دن میری طرف سے مقرر ہے اور وہاں میدان بھی کھلا وسیع اور ہموار ہے وقت بھی کھلا روشن دوپہر کا ہونا چاہیئے۔ اگرچہ دور دور کے مختلف علاقوں سے خود ہی بے شمار بچے جوان بوڑھے عورت مرد اپنی اپنی زینتیں کر کے نوروز کے اس عید میلے میں جمع ہوتے ہی ہیں مگر پھر بھی اپنے ذرائع سے دور دور تک اعلانِ عام کے ذریعے بھی لوگوں کو دوپہر تک جمع ہونے کا کہدیا جائے زینت کی چھ قسمیں ہیں ۱ زینتِ مکانی یعنی گھر بار بازار سجانا ۲ زینتِ جسمانی یعنی نہانا دھونا جسمانی صفائی اور خوشبو لگانا۔ اسی طرح تیل۔ یا سرخی پوڈر لگا کر فیشن کرنا ۳ زینتِ لباسی۔ لباس عمدہ پہننا ٹوپی عمامہ وغیرہ اولڑھنا ۴ زینتِ باطنی صحت تندرستی اور اچھی غذا خوراک اچھے کھانے پکانا ۵ زینتِ محفلی کسی جگہ میلہ لگانا محفل سجانا رونق بنانا جیسے جلسہ میں مشکل چنانا ۶ زینتِ کلامی تقریر نعت خوانی مشاعرے کرنا مقفا مسجع نصیحانہ بلیغانہ خوب صورت کلام سنانا۔ روز اول سے انسانوں نے سات طرح عید منائی۔ پہلی عید یوم جمع اسکا ذکر سورۃ آل عمران آیت ۹۷ میں ہے جو اللہ کے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السّلام سے شروع ہوئی۔ دوسری عید۔ یوم نمرودی یعنی عید بابل علاقہ حُرمُز میں منائی جاتی تھی جو کوتے اور بعیرے کے درمیان ہے۔ اس کا ذکر سورۃ صٰفٰت آیت ۸۹ و ۹۰ کی تفسیر میں آتا ہے۔ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ کے تحت تیسری عید یوم فرعون جس کو یَوْمَ الزِّیْنَةِ کہا گیا اِسی آیت ۵۹ میں اس کا ذکر ہے۔ اس مقابلے کے موقعہ پر یہ میلہ عاشورہ (دس محرم) کی تاریخ میں یوم سبت کو آیا اس کا اصل نام فیروز تھا۔ فرعونی کلنڈر (نظام الاوقات) کے مطابق سال کے پہلے مہینے پہلے دن یہ میلہ منایا جاتا تھا ایک قول میں فرعون کی جاری سالِ سلطنت کی سالگرہ کا دن

marfat.com
Marfat.com

ہوا کرتا تھا جو ہر سال بطور یادگار منایا جاتا تھا۔ اسی کو بعد میں یہودی لوگوں نے عید قرار دیا آج تک یہودی اس کو مناتے ہیں۔ کیونکہ اسی عید کے دن موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو شکست دی اور مقابلے میں فتح پائی۔ چوتھی عید یوم نصاریٰ یعنی عیسائیوں کی عید نزول مائدہ کا ذکر جس کا ذکر پ ۷ سورہ مائدہ آیت ۱۱۴ میں ہے تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا۔ پانچویں عید۔ یوم الفطر یوم قرآن یوم شکر و ماہ صیام اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ بقرہ آیت ۱۸۵ میں اس طرح ہے۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ۔ چھٹی عید۔ یوم نحر عید الاضحیٰ۔ اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ کوثر آیت ۲ اور ۳ میں ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ ساتویں عید۔ یوم میلاد النبی۔ عید میلاد النبی۔ اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ یونس آیت ۵۸ میں اس طرح ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ قرآن مجید میں لفظ زینت تقریباً انیس جگہ آیا ہے جو مختلف آیات میں پانچ معنی میں ارشاد ہوا ہے ۱ اپنی جسمانی خوبصورتی کرنا ۲ جگہ کو خوبصورت کرنا ۳ رونق والا کرنا ۴ و ۵ لباس کی تکمیل اور خوب صورت کرنا۔ انسانوں کی تمام عیدیں دن میں ہی بوقت چاشت شروع ہوتی ہیں سوائے عید میلاد کے کہ وہ بوقت سحر شروع ہوتی ہے کفار کی عید لہو و لعب تکمیل تماشہ فساق کی عید جسمانی زینت لیکن مومن کی عید عبادت اور روحانی زینت۔ مسلمانوں کو چار عیدیں ملیں ۱ عید حج ۲ عید الاضحیٰ ۳ عید الفطر ۴ عید میلاد النبی۔ عید میلاد کی نماز تہجد کے نفل ہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق دے۔ یوم مقابلہ کے تقرر کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا کہ پورے ملک میں آج سے اعلان کرا دیا جائے لوگوں کو بتا دیا جائے کہ اس عید میلے کے دن صبح چاشت ابتداء دوپہر کے وقت جادو اور معجزے کا مقابلہ ہوگا۔ سب جلدی آجائیں۔ عربی زبان میں دن رات کے چوبیس گھنٹوں کے نام پندرہ حصوں میں تقسیم ہیں۔ ۱ اوّل یوم کا نام فجر ۲ پھر صبح ۳ پھر غداۃ ناشتے کا وقت ۴ پھر بکرہ ۵ پھر ضحیٰ ۶ پھر ھجیرہ ۷ پھر ظہیرہ ۸ پھر رواح ۹ پھر عصر کا وقت ۱۰ پھر اصیل ۱۱ پھر مساء جھٹپٹا ۱۲ پھر مغرب ۱۳ پھر اعسل ۱۴ پھر عشاء اولیٰ ۱۵ پھر عشاء آخرہ یعنی شفق بعض کا غائب ہونا۔ یحشر ایک قرأت میں تحشر ہے مذکر حاضر واحد کے صیغے سے یعنی سے فرعون تو جمع کر بعض نے کہا کہ قَالَ مُوْسٰى کُنْدُ فرعون کا قول ہے اور فرعون نے مگنا سوئی کہہ کر خود ہی دن اور وقت کا بھی تعین کر دیا مگر اس قول کو تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ نے سختی سے رد فرمایا اور [illegible]

marfat.com
Marfat.com

لگا لیں پہلی یہ کہ پھر فَاجْمَعُوْا کا مطالبہ غلط ہو گیا دوم یہ کہ پھر فَاجْمَعُوْا کا جواب کہاں سے لاؤ گے سوم یہ کہ اگر یہ فرعون کا قول ہوتا تو یہ واحد مذکر حاضر کی ضمیر سے ہوتا۔ مَوْعِدُكَ۔ سابق کلام کے مطابق یا پھر مَوْعِدُكُمَا۔ ہوتا ھٰرُوْن کو شامل کر کے چہارم یہ کہ مَوْعِدُ مُحَمَّدٌ کو نہ تنظیمی جمع کہا جا سکتا ہے نہ اَثَل جمع اس لیے کہ فرعون سے تعظیم موسیٰ کے الفاظ بولنا سیاق و سباق کے اعتبار سے ناممکن لگتے ہیں اور تثنیہ کو اَثَل جمع کہنا بھی اہل عرب کے محاوروں کے خلاف ہے لہٰذا صحیح تو یہی ہے کہ یہ عبارت جوابی ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمائی کہ اے فرعون تو نے تو صرف کھلے ہموار میدان کی خواہش اور مطالبہ کیا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ وقت بھی صبح کا صاف ستھرا اور روشن اور وسیع و کثیر ہو۔ اس میں تین فائدے ہوں گے ۱۔ لوگ بہت زیادہ آسکیں گے ۲۔ دھوپ کی روشنی کی وجہ سے دور تک کھڑے لوگ اور کم نظر والے بھی بخوبی ہر کام کو دیکھ سکیں گے ۳۔ دیکھنے والوں کو تنگ نظری کی کسی قسم کی نہ شکایت ہو گی نہ شک شبہ اس لیے فجر یا سحر صبح یا غداۃ یا بکرہ کا وقت مناسب نہیں کہ وہ ناشتے اور تیاری کا وقت ہے اور بکرہ چلنے کا وقت سب سے مناسب وقت ضحیٰ ہے ہر اعتبار سے کسی کے پیچھے میں کوئی وقت رکاوٹ نہ رہے۔ اس طرح اس کے بعد کا وقت ضحوہ یا ہجیرہ بھی درست نہیں کیونکہ دن تھوڑا رہ جاتا ہے اگر یہ مقابلہ لمبا بھی ہو جائے تب بھی دن کے دن میں روشنی ہوتے ختم ہو جائے۔ کوئی کام بھی دھوپ غائب ہونے تک نہ پہنچے اس پوری وضاحت کے جامع اور باکمال کلام سننے کے بعد اس دوسری محفل ملاقات کو ختم کیا دربار برخاست ہوا اور فرعون نے اسی دن اپنے ملکی پروردہ جادوگروں کے پاس لوگ دوڑ ائے تاکہ اس مقررشدہ دن وقت اور جگہ کی اطلاع دیدی جائے۔ مشورہ اور جادو کی نوعیت پہلے ہی ان کو سمجھا دی گئی تھی اس اطلاع کے بعد وہ اپنی پوری تیاری کر لیں ساز و سامان اکٹھا کر لیں جنتر منتر پڑھ پڑھا لیں اور اسی دن یا ایک دن یا چند دن پہلے ہر طرح مکمل تیاری کے ساتھ آئیں۔ صحیح روایت کے مطابق یہ سب بہتر جادوگر تھے ان میں دو قبطی تھے باقی ستر ان کے شاگرد بنی اسرائیلی تھے مگر تکمیل شدہ تھے۔ ان میں ہی ساری تھا۔ یہاں تک کہ وہ یوم موعودہ مقررہ آگیا دربار پہلے حکومتی کارندوں نے میدان صاف ستھرا کرایا۔ ایک سمت پر درباری امراء و زراء کے خیمے لگوائے اور درمیان میں سب سے بڑا شرگز لمبا خیمہ فرعون کے لیے نصب کیا گیا۔ اور جگہ کر کے تاکہ اچھی طرح مقابلہ دیکھ سکے۔ تمام آتی۔ پھر عین وقت پر فرعون مع آل و اھل آیا۔ اور خیمہ میں پورے شاہی وقار کے ساتھ بیٹھا۔ ایک قول میں یہ جادوگر چار سو تھے بعض نے کہا

marfat.com
Marfat.com

بارہ ہزار تھے ایک قول ہے کہ بہتر ہزار تھے۔ صحیح قول تو پہلا ہے مگر انطباق اس طرح ہو سکتا ہے کہ اصل جادوئی کرتب اور شعبدے دکھانیوالے تو استاد شاگرد مل کر بہتر تھے۔ مگر جب چلے تو کچھ سامان اٹھانے والے نوکر خدام کچھ زیر تربیت شاگرد اور کچھ انہی کے علاقے کے تماشائی ساتھ ہو گئے اور سب ہی فرعون کے مہمان بنے اس لیے دیکھنے والوں نے سمجھا کہ شاید یہ سب ہی جادوگر ہیں بفضلہٖ تم سے ثابت ہو رہا ہے کہ فرعونی لوگوں نے کافی دن دوڑ دھوپ کی اور عین یوم زینت میں ہی فرعون کے پاس پہنچے۔ ہر جادوگر کے پاس بہت سی چھوٹی بڑی موٹی پتلی رسیاں اور لاٹھیاں تھیں در جادو کے کچھ دوسرے ضروری سامان یہ فرعون کے اپنے جادوگر تھے جو سلطنت فرعونی کے مختلف علاقوں شہروں گاؤں میں آباد تھے۔ اُن زمانوں میں یہ عام رواج تھا کہ ہر بادشاہ اپنے درباری نجومی اور جادوگر رکھا کرتا تھا جو اس کو جنگوں کی کامیابی ناکامی میں پیشگوئیاں کرتے بتاتے سمجھاتے تھے۔ آج بھی ہندو راجے مہاراجے یہی کرتے ہیں ان جوتشیوں نجومیوں رمالوں نے مصنوعی اختر می نقشے زائچے بنا رکھے ہیں یہاں تک کہ آسمان کے بارہ بُرجوں کے نام پر حیوانی نقشے تصویریں بنا ڈالیں اور پھر ان کے دیوی دیوتا بنا دئے اور موسم دولت و انسانی تقدیر کو ان سے منسوب کر دیا پنچرکات و کفریات ہیں یہ سورج دیوتا یہ چاند یہ مشتری یہ سرطان وغیرہ وغیرہ۔ اس فرعون کا اصل نام منفتاح تھا۔ ان دونوں حضرت موسیٰ کے عصا نے عوام خواص پر جو گہرا اثر قائم کر دیا تھا فرعون جادوگری کا مقابلہ کرا کر اس اپنے پہلے نقصان دہ اثر کو ہی ختم کرانا لوگوں کے ذہنوں میں موسیٰ علیہ السلام سے نفرت پیدا کرنا چاہتا تھا عوام رعایہ پر چار طرح سے فرعونی قانون فرعونی دین سے نفرت ہوتی جا رہی تھی پہلی وجہ یہ کہ ملک مصر میں سب سے بڑی اقلیت بنی اسرائیل کی تھی یہ لوگ تعداد اولاد و دولت میں عام قبطیوں سے زیادہ تقریباً دس گنا تھے وجہ دوم یہ کہ بنی اسرائیل سب مومن و کثرت نیک تھی۔ ان کی صحبت کی وجہ سے قبطی اکثریت بھی خفیہ طور پر مائل بر ایمان تھی۔ وجہ سوم یہ کہ فرعون کا قانون امیر اور غریب کے لیے جداگانہ تھا جس میں غریبوں کی حق تلفی ظلم و جبر بسنر عیاں تھے۔ مذہب اور دیوی دیوتاؤں کے بُت بھی امیر غریب کے لیے جدا جدا عبادت گاہیں بھی علیحدہ علیحدہ تھیں اس تفریق نے نفرت کے بیج بو دئے چہارم وجہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس مجبور و مقہور قوم میں نمودار ہونا اُن کی دلجوئی اور نجات کے لیے ایک سہارا بننا جا رہا تھا۔ پنجم یہ کہ علیہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کارناموں سے فرعون اور فرعونیوں پر شبہ غریب دعا کی تھی جس سے فرعون کو اپنی الوہیت و ربوبیت کے ڈھونگ کو اچھا خاصا خطرہ محسوس ہو رہا تھا وہ

marfat.com
Marfat.com

فرعون کو اپنی سلطنت عزت حکومت بچانے کا صرف ایک ہی راستہ نظر آرہا تھا کہ جادوگر مقابلہ کرکے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو شکست دیدیں۔ پوری حکومتی بقا کا سہارا صرف جادوگر تھے اس وقت فرعون کے تمام دینی مذہبی دنیوی حکومتی رعب داب کا دارومدار جادوگروں کے جیتنے پر تھا اسی حیثیت پر یہ لوگ اپنی خصمت کا فیصلہ ہوتا سمجھتے تھے بلکہ عوام کے بدلتے رخ سے اہل دربار و حکومتی ذرا امر کا کافی پریشان اور فرعون کو لاچار سمجھتے تھے۔ اس لیے یہ مقابلہ اثرات موسوی کو توڑنے کے لیے فرعون کی ایک ضرورت بن گیا تھا۔ آج فرعون کو اپنی کمزوری کا کچھ احساس ہوا تھا۔ اب جادوگروں کو اپنا مشکل کشا حاجت روا سمجھا جانے لگا تھا تمام عوام و خواص کی نگاہیں آج ان جادوگروں پر لگی تھیں جب سب لوگ جمع ہوگئے تمام جادوگر تمام اہل دربار، امرا، وزرا، رؤسا، حکومت اور خود فرعون بھی اپنے شاہی خیمے میں آگیا تب موسیٰ و ہارون علیہما السلام اپنی درویشانہ شان بے نیازی سے اپنی اسی لاٹھی سے ٹیکتے ہوئے میدان میں جلوہ افروز ہوئے پھر آپ نے نہایت متانت سے ایک نگاہ پورے مجمع عوام و خواص پر ڈالی، اور پھر بارعب بلند آواز سے ایک بار حق تبلیغ پھر ادا فرماتے ہوئے قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ۔ فرمایا ان تمام حاضرین عوام اہل دربار فرعون ہامان اور سب جادوگروں کو جو ڈرتے سمجھاتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے اشارے اور توجہ سے مخاطب کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے کہ اے شرکو اور باطل لوگو ہلاکت ہو تمہاری (اردو میں اس کا ترجمہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اے کم بختو تمہارا ستیاناس جائے) اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتوں جھوٹے دین مذہب عقیدوں شرکیہ کفریہ باتوں کا افترا مت باندھو ایک ادنیٰ کمزور انسان کو رب یا معبود مت کہو اور اس کی مخلوق سورج وغیرہ کو اس کا شریک نہ بناؤ اس کے نبی رسول کو جادوگر اور نبوت کے معجزوں کو جادو مت کہو اس کی آیات کا انکار نہ کرو۔ اے فرعون اور فرعونیو اپنی چھوٹی سی فانی حکومت اور فرعون کی جھوٹی معبودیت ربوبیت کو بچانے کے لیے یہ متفابلے کی حیلہ سازی مت کرو بہت عرصہ من مانیاں دوزخ سامانیاں کرلیں اب بندہ بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے جلال و غضب کو دعوت مت دو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی بڑے دنیوی عذاب ذلت بیماری ہلاکت اور مقصد سے محرومی قید غربت بادشاہی سے فقیری نہ دے ڈالے کہ تمہارا نام و نشان مٹ جائے جڑیں اکھڑ جائیں اور آخرت میں دائمی ابدی دردناک قبر حشر جہنم کے عذاب میں نہ ڈال دے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی دشوار نہیں اس پر تاریخ و مشاہدات شاہد ہیں کہ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔ وہ شخص ضرور ذلیل و رسوا اور ناکام ہوا جسنے اللہ تعالیٰ پر کسی قسم کا بھی افترا باندھا۔ فرعون اور اس

marfat.com
Marfat.com

کے درباریوں نے پانچ قسم کا اعتراض کیا تھا ۱ موسیٰ علیہ السلام کے پاس کوئی معجزہ نہیں ۲ یہ عصا اور یدِ بیضا جادو کے شعبدے ہیں ۳ اگر یہ معجزے ہیں تو ایسے معجزے ہمارے پاس بھی ہیں اور ہماری دیوی دیوتاؤں کے پاس بھی ۴ بیت اللہ کے شریک کار ہیں ان کے بغیر اللہ کا کام نہیں چلتا ان ہی بتوں کے طفیل بارشیں بہاریں۔ روزیاں اور برکتیں آتی ہیں ۵ فرعون اہل مصر کا رب اور معبود ہے۔ اور ستاروں سے نحسیں بدلتی ہیں فلاں ستارہ فلاح برج میں جائے تب زمین پر یہ کچھ ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ اُس وقت تبلیغ آٹھ مقاصد کے لیے فرمائی ۱ عوام الناس اِس مقابلے کو محض میلے کا کھیل تماشہ نہ سمجھیں یہ تو حق و باطل کا مقابلہ اور دین و ایمان کا معاملہ ہے ۲ زجر و جھڑک کا انداز اختیار فرمانا۔ اہلِ حق کی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرنا ہے ورنہ اتنے بڑے خود مختار ظالم احمق کے سامنے کس کی دم مارنے کی جرأت تھی ۳ جن لوگوں کے دلوں میں فرعون نے جھوٹ بٹھایا ہوا ہے ان کو حق بات کا پتہ لگ جائے۔ ۴ جن کے دل نرم اور مائل بر ایمان ہیں وہ اور قریبِ ایمان ہو جائیں ۵ انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ و معیار کہ ہمیشہ یہی رہا کہ آخر دم تک بار بار ہر میدان ہر مقام ہر حالت میں دینِ الٰہی کی تبلیغ فرمائی اسی لیے آپ نے ایک دفعہ پھر بھی تبلیغ کی ۶ اِس تبلیغ دین اور ذکرِ الٰہی سے یہ اجتماعی محفل تماشہ گاہ سے عبادت گاہ بن جائے ۷ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی کسی بھی دینوی۔ طغیانی۔ شیطانی طاقت سے نہیں ڈرتا۔ ۸ پتہ لگ جائے کہ فرعون کو بھی کوئی جھڑکنے والا ہے۔ اس کڑک والی رعب دار پُر جلال آواز اور تبلیغ سے لوگوں کے دل دہل گئے اور مجمع عام میں کھلبلی مچ گئی۔ ایسا کیوں ہوا اس لیے کہ جلال موسیٰ کا تھا۔ پیغام دینِ الٰہی کا تھا اور حکم ربِ ذوالجلال کا تھا لہٰذا۔ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ درباری لوگ اور خود فرعون ڈرے ہوئے تو پہلے ہی تھے دلکی تہیر میں سب کو معلوم تھا کہ موسیٰ حق پر ہیں بدیں وجہ یہ آوازِ حق اور بھی مزہ برانداز کر گئی۔ پنڈال کا نقشہ بدل گیا جو لوگ صرف تماشہ سمجھ کر آئے تھے ان کو حقیقتِ حال کا اب پتہ چلا جو لوگ خوش گپیوں اور مذاق بازی میں مشغول تھے اور جادوگروں کی کثرتِ تعداد کے مقابل صرف دو شخصوں کو دیکھتے ہوئے حیرت یا دل لگی کے ایسی نذروں میں تھے کہ دیکھیں یہ جادوگر اتنے جادوگروں کا کیسے مقابلہ کرتے ہیں وہ جب جادوگر جو اپنے جادوئی شعبدوں پر اور کرتبی ہنر پر فخر سے پھولے ہوئے تھے یکدم متغیر ہو گئے دشمنوں کے نذر

marfat.com
Marfat.com

اور گفتگو کے رخ بدل گئے اور آپس میں مختلف الرائے ہو کر ایک دوسرے کو جھٹلانے اور غلط کہنے لگے۔ عوام نے کہا ایسا بارعب دلدوز جگر خراش جرأت مند کلام کرنے والا جادوگر نہیں ہو سکتا بھلا کوئی جادوگر ایک جابر ظالم لشکروں ہتھیاروں والے بادشاہ کے سامنے خود بادشاہ کو جھڑک سکتا ہے، جادوگر لوگ تو اُمرا و رُرا کے دروازوں کے بھکاری و حاجت مند ہوتے ہیں اُدھر جادوگروں نے آپس میں کیا کہا کہ اگر یہ جادوگر ہے تب تو ہم ہی غالب رہیں گے اور اگر یہ اللہ کا رسول ہے تو ہم کبھی اُس پر غالب نہیں آ سکتے اور ہم اس کی اتباع کر لیں گے۔ کسی نے کہا جادوگر ایسی تبلیغ نہیں کر سکتا۔ کسی نے کہا کہ فرعون نے ہم کو دھوکے میں رکھا اس کی نبوت و رسالت کی دعویداری کا ہم سے ذکر نہیں کیا صرف یہ بتایا تھا کہ وہ لاٹھی کو سانپ بناتا ہے۔ عوام کی یہ پارٹی بازی تفرقہ سازی دیکھ کر درباری لوگوں کو اپنی ناؤ ڈوبتی اور اپنی کرسی وزارت عُہدۂ امارت ڈولتی معلوم ہوئی فرعون کو اپنا منصوبہ ناکام اپنی بادشاہت گھومتی نظر آئی جب عوام و اقوام کو فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ میں دیکھا تو سب اہلِ دربار اور فرعون اَشِرُّوا النَّجْوٰى ہو گئے۔ اور لگے خفیہ میٹنگیں مشورے کرنے کہ اب کیا کریں ہمارے اتنے بڑے انتظام ایسے منصوبے اتنے خرچ اور عوام کو اتنا بہلاتے پھسلاتے۔ اور جادوگروں کو اتنے عرصہ سے تیار کرنے خرچ دینے آمادہ مقابلہ کرنے کو۔ موسیٰ کے اِن دو لفظی کلام نے چوپٹ کر کے رکھ دیا۔ لوگوں کے دل۔ عوام کے ذہن اور ہواؤں کے رخ پھیر دئے بتاؤ اب کیا کریں تمام مشوروں خفیہ مناجاتوں کا نا پھر سیوں سے فرعون نے اس کا ایک علاج سوچا کہ اے درباریو۔ تم بھی اپنے شاندار خطیبوں اچھے سمجھ داروں واعظوں قادر الکلام مقرروں با اثر سیاسی لیڈروں کو عوام کے سامنے نکالو۔ اور پنڈال و میدان کے چاروں طرف افواہیں پھیلاؤ۔ چنگھاڑو۔ دہاڑو تقریریں کرو کہ اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ۔ اے ہمارے جادوگرو تم مت ڈرو۔ اے عوام لوگو مت تنازع کرو۔ نہ گھبراؤ۔ یہ دونوں تو صرف اور صرف جادوگر ہیں۔ کرسی کے بھوکے حکومت کے طالب دولت کے خواہش مند فقط یہ چاہتے ہیں کہ دونوں۔ تم سب مخالفین کو تمہارے وطن تمہاری آبائی زمینوں کھیتوں باغوں جاگیروں سے نکالدیں اپنے جادوگری کے زور سے اور ان کا سب سے بڑا فریب مکر جھوٹ یہ ہے کہ تم کو تمہارے آباؤ اجداد کے شریفانہ شاندار بے مثال مہذب۔ پُر امن دین و مذہب۔ دیوی دیوتاؤں۔ بتوں مورتیوں فوٹوں تصویروں اور فرعون کی ربوبیت والہیت کے مقصد دین و عقیدوں سے متنفر کرنا اور

marfat.com
Marfat.com

دور رہے جانا چاہتے ہیں اور کھلے لفظوں میں کہہ بھی چکے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ قوم اُس وقت آل اولاد تعداد اور دولت میں سب سے زیادہ ہے ان کو ہم نے غلام تو کر چاکر خدام مزدور بنایا ہوا ہے۔ آبادی کا بڑا حصہ یہ ہیں۔ ان سے ہمارے تمہارے ہزاروں کام وابستہ ہیں۔ فرعون نے اپنے ان تقریری کلام سے سات طرح نفرت پھیلانی چاہی اولاً موسیٰ وھرون علیہما السّلام کو جادوگر کہا یہ اس لیے کہ ہر شخص جادوگر کو فریبی شعبدے باز ہے سمجھتے ہوئے اس سے نفرت کرتا ہے۔ دوم اُن کے معجزات کو جادو کہا یہ اس لیے کہ ہر شخص فطرتاً جادو سے ڈرتا ہے جادو کو سراسر تباہی اور نقصان والا سمجھتا ہے اس لیے ہر شخص جادو سے دور رہنا چاہتا ہے اور یہ ہی نفرت ہوتی ہے یعنی یہ دونوں خود بھی قابلِ نفرت ہیں کیونکہ ساحرانِ ہیں اور ان کے کام بھی قابلِ نفرت ہیں کیونکہ بسحرِ حما ہیں سوم چونکہ جادو میں کوئی قوت طاقت اور بقا نہیں تو لوگ جادوگر کو اپنا پیشوا۔ لیڈر۔ امام یا بادشاہ کس طرح مان سکتے ہیں چہارم ھارون وموسیٰ تم کو تمہاری زمینوں جاگیروں سے نکالنا چاہتے یعنی یہ کچھ تم کو دے نہیں سکتے صرف تم سے چھینا جھپٹی کر کے تم کو غریب کرنا چاہتے ہیں یہ دوست نہیں دشمن ہیں یہ سب سے بڑی نفرت دلانے والی بات تھی لوگ جائیداد اور زمین سے محبت کرتے ہیں اور چھیننے والے سے نفرت پنجم آبائی مذہب کی مخالفت کا ذکر کر کے بھی نفرت دلائی کہ ہر شخص اپنے مذہب سے محبت کرتا ہے مذہب پر جان قربان کر دیتا ہے۔ اگرچہ مذہب باطل ہی ہو۔ دین کے مخالف سے نفرت کرتا ہے۔ ششم۔ بار بار جادوگر اور جادو کہہ کر ان کی کمزوری ثابت کی اور کمزور سے ہر شخص نفرت کرتا ہے کوئی اس سے دوستی نہیں کرنا چاہتا۔ خاص کر جب کہ طاقتور انسان اس کمزور کا دشمن ہو۔ ہر شخص طاقت ور کو دوست بنانا چاہتا ہے اسی میں اپنا مفاد سمجھتا ہے ہفتم۔ بار بار دو ہونے کا ذکر کرنا بھی کمزوری ظاہر کرنے کے لیے تھا کہ یہ صرف دو ہیں ان سے ڈرنے گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ ہمارا تمہارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ جب کہ ہمارے ان سے بڑے بڑے بہت سے جادوگر ہیں جو ان جیسا بھی کرتب دکھا سکتے ہیں۔ ہمیں اندیشہ صرف یہ ہے کہ کہیں تم پر ان کی باتوں کا اثر نہ ہو جائے اور تمہارے طَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی سے تم کو بھٹکا بہکا نہ دیں۔ طَرِیْقَۃ کا لغوی معنی ہے پیدل چلنا۔ اصطلاحی معنی ہے دین اسی معنی میں دین کو طریقت کہا جاتا ہے لہٰذا یہ دین سے دشمنی کر کے صرف فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ انسان دین پر دل وجان سے چلتا ہے دین اچھا ہو یا برا۔ لفظ مُثْلٰی۔ اَمْثَل کا مؤنث ہے یعنی اَشْرَف۔ اَفْضَل۔ اَعْلٰی۔

marfat.com
Marfat.com

فائدے اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ** انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاءُ اللہ علماءِ فقہ کی دینی ایمانی باتوں کو جھٹلانا نہ ماننا انکار بے ادبی گستاخی کرنا دراصل رب تعالیٰ کی گستاخی ہے انبیاء کی باتوں کو جھوٹا کہنا اللہ پر افترا باندھنا ہے۔ یہ عبرت انگیز فائدہ وَیُلَکُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔ سے حاصل ہوا۔ اس سے وہ آزاد خیال مسلمان عبرت پکڑیں جو بری صحبتیں اختیار کر کے علماءِ کرام فقہاءِ اسلام کی ہر بات کا مذاق اور انکار کرتے چلے جاتے ہیں مولوی اور مُلّا کا لفظ بول کر قرآن و حدیث کی ہر بات کو جھٹلاتے گستاخی کرتے رہتے ہیں اور علما کو تنگ نظر کہتے ہیں۔ مسئلہ رمضان المبارک کا ہو یا عیدُ الفطر کا داڑھی کا ہو یا اسلامی لباس کا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا مسئلہ بتایا جائے یا کسی اسلامی قانون کا ہر بات کا مذاق اڑانا ایک فیشن بن چکا ہے۔ فرعون کی اسی قسم کی مذاق بازی کو اِفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ۔ فرمایا۔ اسی کی پاداش میں آخر کار فرعون کو قسم قسم کی دولتوں کے بعد غرق کر دیا گیا نہ سلطنت بچا سکی نہ لشکر۔ **دوسرا فائدہ** اللہ اپنے گستاخوں مشرکوں کو ڈھیل عطا فرماتا ہے لیکن اپنے انبیاء علیہم السلام کے گستاخوں بے ادبوں کو ڈھیل نہیں دیتا یہ فائدہ فَیُسْحِتَکُمْ بِعَذَابٍ سے حاصل ہوا کہ فرعون جو تقریباً تین سو سال سے اللہ کی گستاخیاں بے ادبیاں شرک و کفر کر رہا تھا اور اپنے آپ کو رب اور الٰہ بنائے بیٹھا تھا اس پر کوئی عذاب تو درکنار بیماری تک نہ آئی کام تک نہ ہوا۔ لیکن جب انکارِ نبوت کیا تو حضرت موسیٰ نے فرما دیا کہ اب تو نہیں بچ سکتا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ عذاب پر عذاب آتے رہے موجودہ گستاخانِ نبوت کو اس سے آج دنیا میں ہی عبرت پکڑنی چاہیئے۔ **تیسرا فائدہ**۔ حق بات اور حق مسئلے کو تحریراً یا تقریراً علی الاعلان کرنا چاہیئے کسی بھی وجہ سے ذرہ بھر رو رعایت یا نرمی نہ کرنی چاہیئے۔ یہ فائدہ۔ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی سے حاصل ہوا۔ فرعون نے تو صرف اچھی صاف بڑی ہموار جگہ کے منتخب کرنے کا کہا تھا مگر موسیٰ علیہ السلام نے مزید روز روشن اور کھلے وقت کی ضرورت دے کر اس حق و باطل کے مقابلے کو علی الاعلان کرنے کا چیلنج کر دیا تھا کہ حقانیت کو ہر شخص کھلے عام دیکھے کوئی شک و شبہ رو رعایت نہ رہے۔

احکام القرآن اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ کفار کے عید میلے یا کسی بھی لہو و لعب کھیل کود تماشے کی محفل یا اجتماع میں کسی دینی

marfat.com
Marfat.com

معلومات یا نیتِ خیر سے جانا جائز ہے اسی طرح ہر حرام چیز کو کسی دینی معلومات یا دینی غرض کے لیے دیکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اُس چیز میں فحاشی عریانی نہ ہو۔ اس طرح حلال ہر چیز خریدنے کی نیت سے کوئی حرام چیز بھی خریداری میں شامل ہو جائے تو معافی ہے۔ مثلاً اخبار خریدا اور تصویریں بھی ساتھ ملیں تو معافی ہے ان حرام فوٹوؤں کی وجہ سے اخبار کی خریداری حرام نہ ہوگی یا کسی دینی معلومات کے لیے تصویریں بھی خریدیں مگر فوٹو تصویر کی تعظیم مقصود نہ ہو تو جائز ہے یہ سب مسائل مُوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَۃِ سے مستنبط ہوئے کہ وہ دن کفار کے لہو و لعب کا تھا مگر ایک دینی کام کے لیے موسیٰ علیہ السلام اُس میلے میں گئے۔ لیکن بغیر کسی دینی وجہ کے کسی بھی میلے میں جانا گناہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے بُت خانے میں معلومات حاصل کرتے کئی دفعہ گئے اور آخری دفعہ توڑنے کے لیے تشریف لے گئے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرم میں کئی مرتبہ تشریف لے گئے حالانکہ وہاں بُت تھے آپ کی نظر اُن پر پڑتی تھی ہاں البتہ فوٹو تصویر فلم کیمرہ و ویڈیو سے بنانا شوقیہ بنوانا حرام ہے۔ آج کل کے عام ہو لیوں پیروں کو اس سے بچنا اور عوام کو بچانا چاہیئے تبلیغ کے بہانے یہ بُت سازی بھی حرام ہے۔ دوسرا مسئلہ کسی بھی دنیا پرست کو اس کی بے دینی گمراہی فسق و فجور کی وجہ سے جھڑکنا اور کسی بھی محفل میں اُس کی توہین کرنا جائز ہے۔ اگرچہ عمر رسیدہ ہو یا علماء و مشائخ میں سے ہو۔ یا دنیوی شان و عزت والا ہو۔ یہ مسئلہ۔ وَیُلَکُمْ لَا تَفْتَرُوْا۔ کی جھڑک فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اسی استنباط سے فقہاءِ احناف فرماتے ہیں کہ فاسق مُعلن کو امام بنانا امام مقرر کرنا منع ہے اور اُس کی توہین کرنا واجب ہے توہین یہی ہے کہ اُس کو امامت سے ہٹا دیا جائے۔ اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور مشہور کیا جائے کہ اِس فسق کی وجہ سے امامت سے علیحدہ کیا گیا ہے یا ہم اِس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ تاکہ اُسے عبرت ہو آئندہ اُس گناہ سے باز آئے۔ ثابت ہوا کہ امام بنانا عزت افزائی ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ غلط مسائل بتانے اپنی چرب زبانی سے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنا سخت گناہ اور طریقہ کفار ہے۔ شریعت میں غلط مسئلہ وہی ہے جو قرآن و حدیث اور استنباط و قیاس کے خلاف ہو۔ اور زبانِ نبوت کی مخالفت میں ہو۔ یہ مسئلہ۔ لَا تَفْتَرُوْا۔ اور۔ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی سے مستنبط ہوا۔ کہ زبانِ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا یہ معجزے ہیں یہ فرمان حقیقت و اصلیت کے عین مطابق تھا مگر فرعون نے حقیقت کا انکار کرتے ہوئے اُس کو جادوگر کہا۔ اسی طرح آج بھی کوئی شخص اپنی جہالت یا کسی وجہ سے کوئی غلط مسئلہ بنا دے تو وہ اِفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ میں

marfat.com
Marfat.com

شامل ہوگا اور بتانے والا گمراہ وگمراہ گر متصور ہوگا۔ اس کو اپنا بھی اور تمام ماننے والوں کا بھی گناہ پڑے گا بتانے والا عالم ہو یا پیر بادشاہ ہو یا وزیر۔ جہالت سے بتائے یا سیاست سے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے فَاجْعَلْ لَّنَا کہہ کر مکانا سُوًی کا وعدہ لیا تھا کہ جگہ اچھی اور ہموار مقرر کرو۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے۔ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ فرما کر دن کا وعدہ دیا۔ یہ بات اس وعدے کے خلاف تھی ایسا کیوں کیا گیا۔؟ جواب۔ یہ وعدے کی مخالفت نہیں بلکہ وعدہ کی تکمیل ہے۔ تین وجہ سے فرعون کا مطالبہ ناقص تھا آپ کے اس فرمان سے مطالبہ مکمل ہوگیا پہلی وجہ یہ کہ يَوْمُ الزِّيْنَةِ۔ فرما کر جگہ بھی بتا دی کہ جہاں میلہ لگتا ہے وہ جگہ بنی بنائی کھلی ہے۔ ہموار ہے وسیع ہے مد ۲ یوم الزینۃ فرما کر مکانا سوی کا مقصد بتا دیا کہ اے فرعون تو وسیع میدان اس لیے چاہتا ہے کہ بہت سے آدمی آئیں تو وہ دن یوم الزینۃ ہے جس میں خود بخود دور دور سے اعلانات کرکے بلانے سے زیادہ آجائیں گے۔ یعنی جب لاکھ آدمیوں کے لیے جگہ کا انتخاب ہے تو لاکھ آدمی بھی تو ہونا ضروری ہیں۔ تیسری وجہ یہ کہ مزید تکمیل کے لیے وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى۔ فرمایا۔ اعلان صرف یہ کرا دیا جائے اُس دن سنجرے اور جادو کا مقابلہ بھی ہوگا جس کا وقت چاشت سے ہے اس لیے کہ مکانا سُوًی کا فائدہ تب ہی ہے جب دھوپ کی پوری روشنی بھی ہو ہر شے دور سے بھی صاف نظر آسکے دیکھنے میں صرف زمینی اونچ نیچ ہی رکاوٹ نہیں بنتی کم نظری اور زیادہ بھیڑ میں دور نظری اور سایہ اندھیرا بھی رکاوٹ بنتے ہیں۔ جس کو دور کرنے کے لیے وقت بھی ضروری ہے۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ اِنْ هٰذٰنِ۔ مفسرین کے اقوال کے مطابق یہ اِنْ شقلہ سے مخففہ ہے دراصل تھا اِنَّ۔ نحوی قانون کے مطابق اِنَّ اپنے اسم کو زبر دیتا ہے تو چاہیئے تھا کہ اِنَّ هٰذَيْنِ ہوتا کیونکہ هٰذَا تثنیہ ہو کر بحالتِ نصب هٰذَيْنِ ہوتا ہے تو هٰذٰنِ کیوں فرمایا گیا۔ اسی طرح قرآن مجید کی اور بھی کئی عبارتوں پر نحوی قواعد کے خلاف وزیدیا کے اعتراض پڑتے ہیں۔ مثلاً اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِـُٔوْنَ یہ وَالصَّابِئِيْنَ ہونا چاہیئے تھا اور وَلٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ۔ الراسخین چاہیئے تھا اور وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ یہاں وَالْمُؤْتِيْنَ الزَّكٰوةَ۔ چاہیئے۔ یہ سب وہ غلطیاں ہیں جو آج بھی قرآن مجید میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ بروایت حضرت عائشہ اس کو کتابت کی غلطی تسلیم بھی کیا گیا ہے تو کیا صاحب قرآن کو علم نحو نہیں آتا تھا (عیاذاً باللہ صد ہزار موجودہ بعض شیعہ) جواب۔ یہ

marfat.com
Marfat.com

اعتراض پہلے تو آریہ ہندوؤں کی طرف سے پھر عیسائیوں اور اُن سے سن کر شیعہ لوگوں نے صحابہ دشمنی میں یہ اعتراض کیا۔ اس کا اصل جواب ہم نے اپنی تفسیر نحوی میں درج کر دیا کہ یہ اِن مخففہ نہیں ہے بلکہ نافیہ ہے اور لَسٰحِرٰنِ میں لام کے بمعنی اِلّا ہے۔ یہ جواب بعض مفسرین نے بھی دیئے ہیں اور یہی آسان بھی ہے درست بھی۔ باقی آیت کے جواب ان ہی کی تفسیری مقامات پر ملاحظہ فرمائے جائیں۔ دراصل سمجھ اتنی خراب ہوتی ہے اور چل پڑتے ہیں قرآن مجید پر اعتراض کرنے کہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ کی طرف اس روایت کو منسوب کرنا تو یہ سب غلط اور جھوٹی نسبت ہے اور آج تک کتابت کی غلطی چلی آنا ناممکن ہے۔ جب کہ ہزاروں صحابہ لاکھوں علمانے نحویوں نے سینکڑوں مرتبہ اس کو پڑھا جس طرح اِنْ هٰذٰنِ ہی نحوی قواعد سے درست ہے اسی طرح باقی آیت بھی ہر طرح وہی درست ہیں جو لکھی ہوئی ہیں ہو سکتا ہے عائشہ صدیقہ والی روایت خود شیعوں نے گھڑلی ہو۔ نقص صحابہ کو بدنام کرنے کے لیے اگر معاذ اللہ اس روایت کو درست مانا جائے تو پھر پورا قرآن مجید مشکوک ہو گیا۔ جب یہاں کتابت کی آج تک غلطی چلی آرہی ہے اور کسی کو ہوش نہیں آیا تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رَحِیْم کی جگہ عَلِیْم لکھا گیا ہو۔ لَا کی جگہ نَعَم لکھا گیا ہو۔ نیز اس روایت سے تو قرآن کریم کی لاریب بھی ختم ہو گئی اور اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ پر بھی اعتراض پڑتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ ایک قرأت اِنْ هٰذٰنِ ہے۔ اور ایک ہیں اِنَّ هٰذَیْنِ ایک قرأت میں مَا هٰذَانِ ہے۔ بہرکیف یہ جوابات بے شانہ ہیں صحیح جواب پہلا ہے۔ تیسرا اعتراض یہاں آیت ۷۱ اور آیت ۶۲ میں تین قول مذکور ہوئے پہلا وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا (الخ) پھر فَتَنَازَعُوْٓا۔ پھر قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ۔ پہلا قول تو متفقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہی ہے دوسرا۔ فَتَنَازَعُوْٓا اور تیسرا۔ اِنْ هٰذٰنِ میں مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دونوں قول جادوگروں کے ہیں کچھ مفسرین فرماتے ہیں یہ دونوں قول درباریوں کے ہیں۔ اگر مفسرین کے پہلے قول کو دیکھا جائے تو وہ بھی غلط لگتا ہے۔ کیونکہ جادوگروں کو اِنْ هٰذٰنِ (الخ) کہنے کی کیا ضرورت پڑی تھی انہوں نے تو پہلی بار موسیٰ علیہ السلام وھارون کو دیکھا تھا ابھی نہ معجزہ عصا دیکھا نہ ید بیضا دیکھا۔ وہ یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ لَسٰحِرٰنِ۔ یہ دونوں جادوگر ہیں۔ نیز ان کو اس سے بھی کوئی غرض نہیں کہ کون کس کو مصر سے نکالتا ہے۔ کون رکھتا ہے۔ اور اگر تفسیر کا دوسرا قول دیکھا جائے تو وہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اہل دربار کو تنازع اور آپس میں اختلاف کیونکر ہو سکتا وہ تو شروع سے ہی متفقانہ بھگت سے اس کو جادو اور دونوں کو جادوگر کہتے چلے آرہے ہیں اگر اب وہ اختلاف کرتے تو فرعون وہیں ان کو سزا دیتا اور مار کر اپنی حکومت سے ہی نکال

marfat.com
Marfat.com

دیتا۔ فرمایا جائے کہ کونسی تفسیر درست ہے؟ جواب: اس کی وضاحت بھی ہم نے تفسیر عالمانہ میں کر دی ہے کہ وَیْلَکُمْ (الخ) موسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے فَتَنَازَعُوْٓا۔ عوام الناس اور جادوگروں کا۔ لیکن تنازع کی نوعیت جداگانہ اور اِنْ هٰذٰنِ (الخ) فرعون کے درباریوں مقربوں لیڈروں کی باتیں ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کا وَیْلَکُمْ فرمانا سب عوام خواص جادوگر اور درباری بلکہ خود فرعون کی طرف تھا آپ نے سب کی طرف اشارہ اور توجہ فرما کر یہ بات کی عوام میں تنازع یہ ہوا کہ ہم موسیٰ و ہارون کو کیا سمجھیں نبی یا جادوگر۔ جادوگروں میں تنازع یہ ہوا کہ ہم اب مقابلہ کریں یا نہ کریں۔ تب فرعون نے گھبرا کر میٹنگ بلائی جس کو اَسَرُّوا النَّجْوٰی فرمایا گیا یہ سب تفصیل تفسیر میں بیان کر دی گئی ہے لہٰذا مفسرین کے وہ اقوال جو اعتراض میں ذکر کئے گئے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ نہ تمام اقوال جادوگروں کے ہیں نہ عوام کے نہ فرعونیوں کے بلکہ اسی طرح تقسیم ہیں جس طرح ہم نے بیان کئے وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى۔ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى۔ مجمع نفسانیات میں قلب نورکی آواز سُرُوری آتی ہے کہ اے نفسِ اَمّارہ تیری شکست یا برائت کا وقت وہ ہی نفسِ ناطقہ کو محسوس ہونے والی فہم وادراک سے مزین کرنے کا دن ہے جب کہ ذہنی قوتیں اور روحانی طبیعتیں معلوماتِ ضروری سرمدی باطنی خزانے سب جمع ہوں گے۔ عقلِ فعالی کے نورِ شمس والی وصوب اور اِشراق اسرار و انشراح کی آخت ہوگی۔ اس لیے کہ یہی وہ وقت ہے جب کہ نفسِ امارہ درستی وحق پرستی کو قبول کرنے سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔ انہی لمحات میں نفسِ مکارہ تمام وھمیات ساحرین اور مکائد سحر۔ فسونی مغالطوں کے شعبدے۔ جمع ہوتے ہیں اور قلب کی قوتیں اعجاز کی فطرتیں یقینیاتِ نورانیہ سے مکمل تیار ہوتی ہیں کہ نفسانیت کے اظہارِ تکذیب اور مفتریات کے افتراءِ موجودہ کو ہلاکت و شکست سے فنا کر دیں۔ دنیا میں ہر اچھا برا سچا پکا اپنے دل سے ہی مانگتا ہے۔ قلب دینے کا مرکز ہے نہ وہ کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرتا ہے نہ اس کو وہ جگہ معلوم جہاں سے اس کو کچھ دیا جا سکے۔ سچے مومن انسان کا نشانِ حال یہ ہے کہ وہ اہلِ دنیا سے کبھی کچھ نہیں مانگتا اہلِ سلوک وہ ہیں جو دنیا کی چیز اللہ تعالیٰ سے بھی نہیں مانگتے جب ان کا نفسِ جسمانی نفسِ بدنی سے کچھ طلب کرتے کا ارادہ کرتا ہے تو قلبِ مزکی ہیبتِ الٰہیہ کا عصا اور انوارِ جلال کا بید بیضا مقابلہ میں آتا ہے۔ نفس کی دنیا طلبی قلب

marfat.com
Marfat.com

کی بارگاہ میں گستاخی الٰہی شمار کی جاتی ہے جب قلبِ مومن اِس مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان مانگے س کو سب کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ مشربِ صوفیا میں تمام دنیا یومِ نزیت کا میدانِ معرکہ ہے اور امتحان گاہِ بندگان ہے یہاں راہِ جلیل اختیار کرنا پڑتا ہے۔ کہ جبریل بھی اگر کہیں کہ اے خلیل کچھ مانگو تب بھی کچھ نہیں مانگتے۔ کہا کہ اپنے رب سے کچھ عرض کیجئے فرمایا وہ اللہ مجھے میری زیادہ بہتر حال کو جانتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو زمین پر آیاتِ ربانی ہیں۔ انہی لوگوں کو رب تعالیٰ دنیا کے فرعونوں کے فنا کرنے کے لیے تیار فرماتا ہے۔ قلب وعقل کی قوت عطاءِ الٰہی ہے اسی لیے قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔ فرمایا قلبِ مسعود نے ان قلاموں اہالیانِ نفس کو کہ اے خواہش کے پیروکارو تم پر فنا کی ہلاکت ہو ہٹ جاؤ نفسِ امارہ کی پیروی سے اور طالبانِ حق بن جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ محرومیتِ ازلی اور قبضِ ابدی اور بسطِ ناری کا دائمی عذاب تمہیں گھیر لے۔ بندے کی سب سے بڑی ہلاکت تین چیزوں میں ہے۔ پہلی یہ کہ شکمِ پرستوں ہو دلِ رنجور ہو دوم یہ کہ زبان اگرچہ بھیک نا مانگے مگر حالات گداگروں جیسے ہوں وہ مشائخ جن کو پیری مریدی کا شوق ہو وہ مہذب گداگر ہیں سوہ اگرچہ مانگتے نہیں مگر نیتیں زرطلبی میں مبتلا ہیں اندھی تقلید والے ان کے بڑے بڑے پیٹ خود بھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ضمیر مردہ ہو جاتے ہیں ان کی نشانی یہ ہے کہ اسرار سے حق بات کہنے کی جرأت نہیں رکھتے اور ہر قسم کے جیک کار کو بدکار کو مرید بنا لیتے ہیں اور ان کی ہی غرضی کے مسائل کی بناوٹ کر لی جاتی ہے یہی لوگ فرعونِ وقت ہیں۔ سوم یہ کہ پیٹ کو جہنم بنا لیا جائے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی محنت سے حلال وشرعی روزی کھائے۔ ہاتھ کی سب سے بڑی محنت عبادت اور دعا ہے اگرچہ خلوت کے گوشے میں بیٹھا رہے۔ ضرورت کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر مانگنا ہی ہاتھ کی کمائی ہے دعا سے جو بدبخت بھی بلیس وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے جانو فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى۔ قلبِ منور کی ان ہی تبلیغی باتوں سے باطلِ فرعونیت میں شور شرابے برپا ہو جاتے ہیں۔ ذہنی کشمکش اور خیالاتِ فاسدہ ولائقہ صحیحہ کی یلغار ہوتی ہے تنازع یہ ہے قوائے نفسانیہ میں کہ قلب وعقل سے مصالحت کریں یا نفسِ امارہ کے مکروفساد سے نفس کی تین نیتیں ہیں ۱ دنیا میں جذب ۲ خواہشاتی شہوتوں میں انہماک ۳ ممانعتِ شرعیہ میں انشغال۔ یہ تینوں لذتیں اطاعتِ قلبی سے مانع ہوتی ہیں۔ اسرارِ مناجیہ کی اسرارِ مخفی اور کشمکشِ باطنی یہ ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

مخالفتِ قلب وعقل کے داعی ہیں یا مخالفتِ نفسی کے قلب اہلِ نفوس کو جو سمجھانا چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ تمہارا رب ومعبود یہ نفس وابلیس نہیں بلکہ اجسام وارواح کا خالق ہے اُس سے ہر سوالِ حاجت عرض کرو۔ اسی لیے حضرت موسیٰ بھی ہر پریشانی میں اپنے رب تعالیٰ کو ہی پکارتے تھے کہ اے میرے پروردگار میں اُس رزق کا محتاج ہوں جو تجھ پر نازل فرمائے گا یہ اُس وقت عرض کیا جب کمزوری نے جسمِ ناسوتی پر غلبہ کیا جب موسیٰ علیہ السلام نے نظر بندگی سے اللہ کریم کی طرف دیکھا تو رب تعالیٰ نے ان کو خشوع وخضوع سے بھر دیا اور جب نیاز مندانہ کلام عرض کیا اُس وقت اُن پر انوار واسرار کا ورود ہوا درسِ توحید یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے مولیٰ کا محتاج ہے جب باطن میں تنازعِ حق وباطل برپا ہوتا ہے تب خیالاتِ نفسانیہ پکار کر قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَیَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى بولتے ہیں کہ یہ قلب وعقل تو صرف مکر وفساد کے جادوگر ہیں نفس کا یہ ہی دعویٰ کا ذبہ اشارہ کرتا ہے کہ نفسِ رذیل اعمالِ قلب کے معانی سمجھنے پر کھنے سے عاجز ولاشعور ہے اور قلب وشعورِ عقلی کی پُرخامیوں فہمِ نفسانی پر مخفی ہیں اسی لیے میدانِ قیامت کے خیامِ باطنی سے آوازِ کذبیہ افترائیہ بلند ہوتی ہے کہ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا عقل ودل چاہتے ہیں کہ تم کو تمہاری زمینِ خواہشات وعلاقۂ لذات سے بیابانِ محرومی کی طرف نکالدیں اپنے اقوالِ مکروافعالِ سفاہت واعمالِ کدورت کے ذریعے۔ وَیَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ اور دور ہٹا دیں تم کو تمہاری لذتِ حسیہ کے حصول سے اور شہواتِ بدنیہ کی شقاوت سے اے اصحابِ نفس یہی لذات خواہشات تمہارا دینِ آبائی قدیمی ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ بدنِ انسانی پر اوّلاً وھمیاتِ باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ وشہواتِ ذمیمہ کا قبضہ ہوتا ہے جب بندہ راہِ طریقت کا مُتلاشی بن کر منازلِ سلوک کا سفر شروع کرتا ہے تب عقلیاتِ یقینیات سے ان کو ہٹانے کے لیے برہانِ قاطع اور دلیلِ واضح کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا مرشد پر واجب ہے حق کی طرف بلانا۔ اور پہلے حُجّتِ تامّہ سے اس طرح نقضِ باطل ودفعِ شبہات کرے کہ تمام عقائدِ فاسدہ مٹ جائیں اور وجودِ ذہنی کو قرار ہو۔ عادتِ جملی کو عصمت وحفاظت ملے ورنہ یہی معصیتِ انفاس وواردات بدنیہ پر غالب آکر قلب کی شکست وبدبخت کا باعث بن سکتے ہیں اس لیے بوسیلۂ مرشد کامل آوازِ الٰہی یگانگی ہے۔ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ اے طالبِ صادق نہ ڈر بے شک تو ہی غالب واعلیٰ ہے یہی ڈھارس منزلِ تموقانی ہے

marfat.com
Marfat.com

فَاجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ

لہٰذا تم جمع کر لو اپنی تمام تدبیروں کو پھر ٹوٹ پڑو یک دم ہو کر اور گویا

تو اپنا داؤں پکا کر لو پھر سارا باندھ کر آؤ اور آج مراد

اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا

وہ شخص کامیاب ہو ہی گیا ہے آج جو غالب رہا۔ جادوگر بولے

کو پہنچا جو غالب رہا۔ بولے

يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ

اے موسیٰ یا یہ ہے کہ تم اپنا کرتب ڈالو اور یا ہم ہوں

اے موسیٰ یا تو تم ڈالو اور یا ہم

اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا

پہلے وہ جو کرتب ڈالے۔ فرمایا نہیں بلکہ تم ڈالو۔ تو اچانک ایک دم

پہلے ڈالیں۔ موسیٰ نے کہا بلکہ تمہیں ڈالو۔ جب ہی

حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ

ان کی تمام رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں گمان کیا جاتا تھا موسیٰ کے

اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے

سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ

اُن کے جادو کے اثر سے کہ غالباً وہ سب دوڑتی پھر رہی ہیں تب محسوس کی اپنے

اُن کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں۔ تو اپنے

marfat.com
Marfat.com

نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ

دل میں گھبراہٹ موسیٰ نے ۔ فرمایا ہم نے گھبراؤ مت
موسیٰ نے خوف پایا ۔ ہم نے فرمایا ڈر نہیں

اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ

یقیناً تم ہی غالب آؤ گے ۔ اور ڈال دو وہ جو تمہارے
بے شک تو ہی غالب ہے ۔ اور ڈال تو دے جو تیرے

يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا

داہنے ہاتھ میں ہے نگل جائیگی وہ تمام چیزیں جو جادوگروں نے بنا دکھائی ہیں جو انہوں نے کیا وہ تو فقط
داہنے ہاتھ میں ہے ۔ اُن کی بناوٹوں کو نگل جائے گا وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو

كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾

جادوگروں کا کھیل ہے اور نہیں کامیاب ہوتا جادوگر جدھر سے بھی آئے ۔
جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں سے بھی آئے ۔

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے ۔ پہلا تعلق ۔ پچھلی آیت میں جادوگروں کا باہمی اختلاف اور تنازع کا ذکر ہوا ۔ اب ان آیت میں باہمی اجتماع اور متفق ہونے کا ذکر ہو رہا ہے ۔ دوسرا تعلق ۔ پچھلی آیت میں جادو کا مظاہرہ کرنے کی تیاری کا ذکر ہوا ۔ اب ان آیت میں مظاہرہ شروع کرنے کا ذکر ہو رہا ہے ۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں جھوٹے مکار فریبی اور اترانے والے کی ذلت کا ذکر ہوا ۔ اب ان آیت میں ان جھوٹے جادوگروں کے ذلیل و رسوا ہو جانے اور شکست کھا کر شرمندہ ہونے کا ذکر ہو رہا ہے ۔

تفسیر نحوی فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى قَالُوْا

marfat.com
Marfat.com

یٰمُوْسٰی اِمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی۔ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا۔ فَ حرف زائدہ سببیہ یہ اگلی عبارت مِنْ اُسْتُغْلِیَ تک سابقہ عبارت اِنَّ هٰذٰنِ (الخ) کا سبب ہے۔ اِس فَ کا معنیٰ ہوتا ہے اس لیے اَجْمِعُوْا۔ باب افعال کا امر حاضر معروف جمع مذکر اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر فاعل مخاطب مراد ہیں اہل دربار یا جادوگر وغیرہ کَیْدَكُمْ اسم حاصل مصدر اس کی گردان باب ضرب سے بھی ہوتی ہے یہاں جامد ہے بمعنی تدابیر خفیہ چالیں یا مقابلے کا سامان۔ اس کا معنیٰ مکر فریب جال بھی ہے کُمْ ضمیر نفسی بمعنی اپنی مضاف الیہ ہے یہ مرکب اِضافی مفعول بہ ہے اَجْمِعُوْا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف برائے تراخی جو کام حکم کے کچھ دیر بعد تعمیل ہو وہاں شمار کیا جاتا ہے باب ضَرَبَ کا امر حاضر معروف اَتٰی یَاْتِیْ سے ہے اِئْتُوْا۔ صَفًّا اسم مفرد نکرہ مصدر بمعنی اسم مفعول حال اِئْتُوْا کے فاعل اَنْتُمْ ضمیر مستتر کا۔ اِئْتُوْا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف ہوا اَجْمِعُوْا کا دونوں عطف مل کر مسبّب ہوا اِنَّ هٰذٰنِ کا واؤ سیر جملہ قَدْ اَفْلَحَ باب افعال کا ماضی قریب واحد مذکر غائب فَلْحٌ سے مشتق بمعنی مستقبل ہے یقینیت کے لیے ماضی قریب استعمال ہوا۔ اَلْیَوْمَ۔ اسم مفرد زمانی بمعنی دن۔ الف لام کی وجہ سے مخصوص ہوا یعنی آج یہ ظرف زمانی ہے اپنے فعل کا مَنْ اسم موصول واحد جنسی کے لیے ہوتا ہے مبنی مجزوم ہوتا ہے مگر کسی سے جوڑنے کے وقت نون کو کسرہ دیا جاتا ہے اِسْتَعْلٰی۔ باب اِسْتِفْعَال کا ماضی مطلق عُلُوٌّ سے مشتق ہے پہلے واؤ کو ی سے پھر ی کو الف مقصورہ سے بدلا گیا ھُوَ پوشیدہ کا مرجع مَنْ ہے یہ ضمیر فاعل ہے اِسْتَعْلٰی فعل باافاعل جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا مَنْ کا دونوں مل کر فاعل ہوا قَدْ اَفْلَحَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقولۂ دوم ہوا سابقہ قَالُوْٓا اِنَّ هٰذٰنِ کا۔ قَالُوْا فعل ماضی مع ضمیر پوشیدہ ھُمْ کا فاعل مرجع تمام فرعونی جادوگر۔ یَا حرف ندا مُوْسٰی منادیٰ۔ اِمَّا حرف عطف تردیدی برائے تنویع اَنْ حرف ناصبہ ہمیشہ مضارع پر ہی داخل ہوکر نصب دیتا ہے۔ تُلْقِیَ۔ باب افعال کا فعل مضارع معروف واحد مذکر حاضر اَلْقٰی سے مشتق ہے بمعنی ڈالنا پھینکنا اس کا مصدر ہے اِلْقَاءٌ بمعنی زمین پر ملانا۔ اسی سے ہے ملاقات یعنی گرم جوشی سے ملنا لقوہ بیماری بھی اسی معنی میں ہے کہ بیماری اعضاء کو اُن کی اصلی حالت سے دوسری حالت میں ڈال دیتی ہے یہ فعل چونکہ شبہ اسم متضمن ہے اس لیے بحالت نصب لفظی فتحہ آیا۔ اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے یہ سب جملہ فعلیہ سوالیہ عرضیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ زائدہ اِمَّا حرف عطف تردیدی اختیاری۔ اَنْ ناصبہ نَكُوْنَ باب نَصَرَ کا فعل مضارع منصوب جمع متکلم ناقصہ نَحْنُ پوشیدہ ضمیر اس کا اسم اَوَّلَ اسم تفضیل واحد

marfat.com
Marfat.com

مذکر مضاف ہے مَنْ اَلْقٰی کا۔ اَلْقٰی۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق اِلْقَاءٌ سے بنا ہے لُقِیَ مادہ ہے آخری چوتھا حرف ی حرفِ اِمالہ میں سے ہے لہٰذا اس کو الف سے بدل دیا گیا۔ دراصل تھا اَلْقٰیَ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل دونوں مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ سوالیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا دونوں مل کر مضاف الیہ مرکب اضافی خبر ہے نکون کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہوا اَنْ تُلْقِیَ کا دونوں عطف مل کر جواب ندا ہوا حرف ندا سب سے مل کر جملہ اسمیہ ندائیہ ہو کر مقولہ ہوا قَالُوْا کا وہ سب جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل ماضی ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع موسیٰ فعل با فاعل جملہ فعلیہ قول ہوا۔ بَلْ حرف عطف زائدہ اضراب کے لیے ہے یعنی ماقبل سے اعراض و علیحدگی کے لیے کبھی یہ دو جملوں کے بعد آتا ہے اور اس کا اگلا جملہ ماقبل کے پہلے جملے کی تردید اور دوسرے جملے کی تائید کرتا ہے کبھی اس کا الٹ اور کبھی دونوں کا بطلان۔ اَلْقُوْا باب افعال کا امر حاضر معروف جمع مذکر حاضر اصل میں اُلْقِیُوْا تھا کی تقبلی گر گئی۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قَالَ کا اور پھر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَاِذَا حِبَالُھُمْ وَعِصِیُّھُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْہِ مِنْ سِحْرِھِمْ اَنَّھَا تَسْعٰی فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی۔ فَ حرف فجائیت یعنی اچانک یا ایک دم اِذَا۔ اسم ظرف زمانی مگر یہاں یعنی اچانک اور فوراً ہے۔ حِبَال جمع مکسر تغیر تکثیری ہے حَبْل کی ھُمْ ضمیر مضاف الیہ ہے مرجع ہے جادوگر لوگ ترجمہ ہے اُن کی بڑی بڑی رسیاں واؤ عاطفہ عِصِیُّ جمع مکسر ہے عَصًا کا دراصل عُصُوْوٌ تھا دونوں واؤ کوئی سے بدل دیا اور پھر ادغام کر دیا۔ ایک قول میں عَصًا کی جمع چار طرح آتی ہے ۱ اَعْصَاءٌ ۲ عُصُوْوٌ بروزن فُعُوْلٌ ۳ اَعْصٍ ۴ عِصِیٌّ۔ اس کی دو قرأتیں ہیں ۱ مشہور عِصِیُّھُمْ ہے ۲ عِصِیُّھُمْ ہے۔ ھُمْ مضاف الیہ یہ دونوں مرکب اضافی حِبَالُھُمْ اور عِصِیُّھُمْ پر آپس میں معطوف علیہ معطوف ہو کر مبتدا ہوا۔ یُخَیَّلُ۔ باب تفعیل کا فعل مضارع مجہول اس کا مصدر ہے تَخْیِیْلٌ ایک قول میں باب تفعّل سے ہے دراصل یُتَخَیَّلُ یا تَتَخَیَّلُ تھا مذکر مؤنث تاء تفعل کو تقل کی وجہ سے حذف کیا گیا۔ جیسا کہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ میں ہوا مگر ہمارا قول درست ہے اور مشہور و جمہور ہے۔ اِلَیْہِ۔ جار مجرور متعلق اوّل ہے ہٖ ضمیر کا مرجع موسیٰ ہیں مِنْ جارّہ سببیہ سِحْرِ اسم مفرد جامد یعنی جادو ھِمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق دوم ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب برائے جمع غیر ذوی العقول

marfat.com
Marfat.com

مرجع ہے خِیَالٌ وَعَصًی اسم ہے اَنَّ کا یُخَیَّلُ باب تفعّل کا مضارع معروف واحد مؤنث غائب برائے جمع غیر عقلی سَعٰی سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے زور لگا کر کام کرنا خواہ جسم ظاہری سے یعنی بھاگنا دوڑنا اور بھاگ دوڑ کر کام کرنا خواہ قلبی زور لگانا یعنی سوچنا فکر کرنا کوشش کرنا یہاں پہلے معنی میں ہے ہِیَ ضمیر پر مشتمل اس کا فاعل یہ فعل باافاعل جملہ فعلیہ خیالیہ انشائیہ ہو کر خبر ہے اَنَّ کی یہ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر نائب فاعل ہے یُخَیَّلُ مجہول کا صیغہ یعنی وَحِدہ سے اَوْجَسَ باب افعال کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب وَجْسٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِیْجَاسٌ یعنی محسوس کرنا۔ فی جارّہ ظرفیہ نَفْسِ اسم مفرد جامد یعنی دِل یا دماغ ذہن یہ جار مجرور متعلق ہے اَوْجَسَ کا ہ ضمیر کا مرجع موسیٰ ہیں خِیْفَةً۔ باب لکا وَ کا اسم مصدر حاصل مصدر جامد یعنی قلب کی گھبراہٹ اندیشہ، فکر مندی پریشانی خوف سے بنا ہے آخر میں تَ تانیث کی ہے جس کا معنی ہے عام معمولی فکر و گھبراہٹ یہ مفعول بہ ہے مُوْسٰی فاعل ہے۔ اَوْجَسَ اپنے فاعل مفعول متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مسبّب ہوا۔ یُخَیَّلُ اپنے دونوں متعلق نائب فاعل اور مسبّب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ قُلْنَا۔ فعل ماضی مطلق جمع متکلم فاعل رب تعالیٰ ہے یہ فعل باافاعل جملہ فعلیہ قول ہوا لَا تَخَفْ باب فتح کا فعل نہی واحد مذکر حاضر فاعل مخاطب موسیٰ ہیں۔ خَوْفٌ سے مشتق ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کی ضمیر واحد مذکر منصوب متصل مرجع حضرت موسیٰ اسم اِنَّ اَنْتَ ضمیر مبتدا اَلْاَعْلٰی اسم تفضیل واحد مذکر معرف خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی سب جملہ اسمیہ ہو کر علت ہے لَا تَخَفْ اپنے فاعل اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَاؤ عاطفہ اَلْقِ۔ باب افعال کا امر حاضر معروف مخاطب حضرت موسیٰ اَلْقَاءٌ مصدر ہے یعنی ڈالنا پھینکنا اَنْتَ پر شیدہ فاعل ہے مَا اسم موصول واحد کے بیان ہے فی جارّہ ظرف مکانی کے لیے یَمِیْنِ داھنا ہاتھ مضاف ہے کَ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی جار مجرور صلہ ہوا مَا کا۔ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے اَلْقِ کا تَلْقَفْ۔ باب نصر کا فعل مضارع مستقبل واحد مؤنث غائب لَقْفٌ سے مشتق ہے یعنی نگلنا خیال رہے کہ لَقْفٌ اور بَلْعٌ دونوں کا معنی ہے نگلنا مگر فرق یہ ہے کہ تیزی سے نگلنا لَقْفٌ ہے اور تک تک کر نگلنا بَلْعٌ ہے ہِیَ ضمیر پر شیدہ اس کا فاعل ہے مرجع مَا فی یمینک ہے ما تمام موصول صِنَعُوْا باب فتح کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب صَنْعٌ پر شیدہ ضمیر اس کا فاعل مرجع ہے قَالُو بطور کی ضمیر یعنی جادوگر لوگ۔ صَنْعٌ سے مشتق ہے معنی ہے اپنے علم اور فن سے کوئی چیز بنانا یہ فعل فاعل جملہ

marfat.com
Marfat.com

فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مفعول یہ ہے تَلْقَفُ کا تَلْقَفُ بحالتِ جزم ہے اَلقِ امر کی وجہ سے ایک قرأت میں یہ بابِ تفعل کا مضارع دراصل تھا تتلقف۔ یہ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جوابِ امر ہوا۔ یا ظرف یا مسبّب ہے اَلقِ کا یہ سب ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا اَلقَی تخسف کے جملے کا دونوں عطف مل کر مقولۂ اوّل ہوا قَالُوْا کا۔ اِنَّمَا۔ اسم حصریہ یعنی فقط صرف۔ مرکب ہے اِنَّ حرف مشبہ اور مَا کافہ سے صَنَعُوْا۔ بابِ فتح کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر اس کا فاعل یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر مبتدا ہے کَیْدُ اسم مفرد جامد حاصل مصدر یعنی مکاری دھوکہ بازی نظر بندی مضاف ہے سٰحِرٍ۔ اس لفظ کی دو قرأتیں ہیں ۱ سَاحِرٍ یہی مشہور ہے ۲ سِحْرٍ اسم جامد حاصل مصدر یعنی جادو اس قول میں ذِیْ مضاف کو پوشیدہ ماننا پڑتا ہے یعنی ذِیْ سِحْرٍ اس لفظ مرکب اضافی خبر مبتدا۔ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر ذوالحال ہوا۔ واؤ حالیہ لَا یُفْلِحُ بابِ افعال کا مضارع معروف منفی بلا واحد مذکر غائب السَّاحِرُ اسم فاعل مذکر یعنی جادوگر یہ فاعل ہے حَیْثُ اسم ظرفِ مکانی مبہم مبنی بر ضمہ یہ ظرف مقدم ہے ہوتا ہے اَتٰی بابِ ضَرَبَ ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب اَتٰی سے مشتق ہے ھُوَ ضمیر مرفوع مستتر اس کا فاعل۔ اَتٰی فعل اپنے فاعل اور ظرفِ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا۔ ذوالحال وحال مل کر مقولۂ دوم ہوا قُلْنَا کا سب مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا

تفسیر عالمانہ

لہٰذا اے میرے جادوگرو آپس کا تنازع چھوڑو اور جس کام کے لیے تم کو اتنے عرصہ سے تیار کیا گیا بلایا سمجھایا گیا ہے۔ اس پر سب متفق اور جمع ہو جاؤ اور اپنے اُن جادو کے تمام شعبدوں مکروں کو ایک دم چلا دو اور دلیری پکڑو ایک دم مضبوط صف باندھ کر آگے بڑھو تاکہ تمہاری بہادری صف بندی اور کارکردگی کی دھاک بیٹھ جائے۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ آج یقیناً وہی میرے انعام اکرام مرتبے مقام اور قربِ منزلت کے حصول و مقصد میں کامیاب ہوگا جو تم میں سے غالب آئے گا۔ اور خوب کان کھول کر سن لو کہ ہماری عزت حکومت سلطنت کا فیصلہ بھی تمہارے ہی جیتنے پر ہے۔ تمہاری جیت ہماری جیت ہماری عزت ہے تمہاری شکست ہماری ذلت و شکست لہٰذا یہ وقت بد دلی دکھانے کا نہیں اگر تم نے آپس میں تنازع اختلاف شروع کر دیا تو پھر عوام کیا کہیں گے۔ فرعون کی یہ تقریر اور آہستہ گفتگو سن کر تمام جادوگر انعام و اجرت کی لالچ میں تیار ہوئے اور ایک صف باندھ کر ایک دم آگے بڑھ کر مقابلے کی جگہ میں

marfat.com
Marfat.com

آگئے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں بھی لائے کچھ خود اٹھائی ہوئی تھیں اور کچھ نوکروں شاگردوں نے صحیح یہی ہے کہ بہتّر جادوگر تھے اور ہر ایک کے پاس بہتر بہتر ڈنڈے اور رسیاں تھیں۔ اگرچہ جادوگروں کی تعداد میں مفسرین کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا روح المعانی نے فرمایا کہ نوسو جادوگر تھے تین تین سو فارس کے تین سو روم کے تین سو اسکندریہ سے وغیرہ وغیرہ اور ان کی بہتّر صفیں بنی تھیں۔ مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ آیت میں صفّا واحد ہے اگر زیادہ بنانی پڑتیں تو آیت میں ثُمَّ ائْتُوا صُفُوْفًا ہوتا جمع سے۔ جب سب جادوگر میدان میں آگئے تو قَالُوْا سب کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک بولا یا سب ایک دم بولے یا اُن میں سے فقط ایک بڑا استاد ہی بولا مگر ہاں میں ہاں سب نے ملائی اس لیے قَالُوْا جمع ارشاد ہوا۔ یا ادب کی وجہ سے یا رُعب کی وجہ سے عرض کیا کہ اے موسیٰ چونکہ اب مقابلہ تیار ہے اور ہم میدان میں آگئے اس لیے مقابلے کی ابتدا آپ کی طرف سے پہل ہو اور تم اپنی لاٹھی پھینکو یہ لاٹھی پھینکنا اگرچہ جادوگروں نے پہلے نہیں دیکھا تھا مگر اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون نے جادوگروں کو بتا دیا تھا کہ موسیٰ اپنا کرتب کس طرح دکھاتے ہیں۔ اس لیے کہا کہ یا تم پہلے پھینکو یا کہ ہم پہلے اپنی لاٹھیاں وغیرہ پھینکیں۔ اِلْقَاءٌ کا معنیٰ ہے زمین پر ایک دم ڈالنا۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے پھینکو ایک قول ہے کہ جادوگروں کی بہتّر صفیں تھیں ہر صف میں ایک ہزار جادوگر تھے یہ قول ان کا ہے جنہوں نے کہا کہ جادوگروں کی تعداد بہتر ہزار تھی مگر یہ درست نہیں جیسا کہ اشارۃً النص سے ایک صف ثابت ہے۔ صف بنانے کا حکم اس لیے دیا کہ لوگوں میں ہیبت زیادہ ہو۔ یہ فَاجْمِعُوْا سے مَنِ اسْتَعْلٰی تک قول فرعون کے درباری لوگوں کا ہے یا جادوگروں کا اور کامیابی سے مراد فرعون کے وعدے کے مطابق دربار انعام اکرام اور کرسیٔ تقرب یا وزارت۔ مشاورت کا حصول ہے جو جادوگروں نے یہ کہہ کر مانگا تھا۔ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ اور جواباً فرعون نے کہا تھا۔ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ مجمع یہ ہے کہ فَاجْمِعُوْا کی ساری عبارت فرعونی مبلغوں مقرروں نے کہی تھی۔ جو فرعون کی ترجمانی کر رہے تھے تو گویا یہ فرعون ہی کہہ رہا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ قَدْ اَفْلَحَ ہر ایک کے لیے کہا کہ اے ہمارے جادوگرو کوشش و ہمت کرو اس لیے کہ آج ہی بس آخری مُہلت و وقت ہے اگر تم لوگ جیت گئے تو تم کامیاب اور ہمیشہ کے لیے موسیٰ ناکام اور اگر موسیٰ و ہرون جیت گئے تو وہ کامیاب اور ہم ہمیشہ کے لیے ناکام و شرمندہ

marfat.com
Marfat.com

لفظ استعلاء عام ہے اس بات کو کہ دینوی برتری ہو یا دینی ہو بری ہو یا اچھی ہو بہرحال یہ قول تحریض اور آمادہ کرنے کے لیے ہے۔ اَجْمِعُوْا کا معنی عزم اور پختہ ارادہ فرعون نے جادو کو کید کہ تین وجہ سے کہا ۱ یہ جادو ہے اور جادو مکر و فریب کے لیے ہی کیا جاتا ہے ۲ جادو صرف تخیل اور شعبدے تماشے کا نام ہے حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا ۳ اور جس کی حقیقت کچھ نہ ہو وہ گیدی ہے اَجْمِعُوْا کا حکم اس لیے ہے کہ تم جادوگر ایک جیسا جادو کرو کیونکہ یہ میدان تماشہ گاہ نہیں کہ یہاں جادو کی مختلف پھلجھڑیں چھوڑی جائیں یہ مقابلہ گاہ ہے اور بتانا ثابت کرنا ہے کہ موسیٰ بھی جادوگر ہیں اس جیسا جادو کا کھیل دیگر جادوگر بھی کر سکتے ہیں یہی بات عوام کو سمجھانی ہے تاکہ موسیٰ اپنے منصوبے میں ناکام ہو جائیں اور ہماری بات لوگوں کے ذہن میں پختی ہو جائے کہ اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ۔ اس ساری محنت کا جو ہمارا مقصد ہے وہ پورا ہو جائے گا بس سمجھ لو کہ یہ مقابلہ ہمارے لیے بہت اہم ہے اس کو جیتنے کے لیے تم جادوگر سب مل کر جتنا بھی زور لگا سکتے ہو آج لگا ڈالو اور ایک سحر عظیم دکھاؤ۔ فرعونیوں کی یہ تقریریں سن کر۔ قَالُوْا ایک زبان بولے یا سب کی طرف سے ایک بڑا نمائندہ بولا اور اجازت مانگی کہ اے موسیٰ تم اپنا کرتب پہلے ڈالو۔ دکھاؤ گے یا ہم کو اجازت ہے کہ ہم پہلے ڈالنے دکھانے والے ہو جائیں۔ جادوگروں کے اس قول کی تین وجہ پہلی یہ کہ جادوگروں نے اپنی علمی معلومات کی بنا پر اندازہ لگا لیا تھا کہ موسیٰ و ھٰرون کے چہروں کی نورانی وجاہت بتاتی ہے کہ یہ فرودگر ہی ہیں۔ اس لیے اختیار اًیہ اجازت طلب کی دوم یہ کہ یہ ادب موسیٰ علیہ السلام کے قدرتی اور خداداد رعب کا اثر تھا اور بلند و بارعب خطاب مقدس کی ہیبت تھی جو ابھی کچھ دیر پہلے۔ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا سے کلام فرمایا۔ سوم یہ کہ دیکھنا چاہتے تھے کہ موسیٰ ہمارے مقابلے میں کسی حد تک تیار ہیں اور تن تنہا یہ دونوں حضرات ہم سب اتنے بہت سوں کی یکبارگی صف بندی کے ساتھ آمد سے گھبرائے ہوئے ہیں یا مطمئن اور پُرسکون ہیں ابھی تک جادوگروں نے صرف سناٹا ہی ہوا تھا۔ فرعون و فرعونیوں کی زبانی کہ حضرت موسیٰ لاٹھی پھینکتے ہیں تو وہ سانپ بن جاتی ہے۔ دیکھا نہیں تھا بہرکیف ادب کا پہلو غالب تھا کیونکہ اپنے اسرائیلی شاگردوں جادوگروں سے سن چکے تھے کہ جب موسیٰ سوتے ہیں تو اُن کا وہ عصا اُن کی حفاظت کرتا ہے۔ اس خبر سے بڑے جادوگروں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ جادوگر نہیں ہوتے ہیں تو جادوگر کا جادو ختم ہو جاتا ہے اس بنا پر بھی یہ ادب کیا یہ اسی ادب نبوت کا صدقہ تھا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان سب جادوگروں

marfat.com
Marfat.com

کو عرفان ایمان اور نور قلبی کی نعمت عطا ہو گئی جو بعد میں چل کر عشق و محبت میں شکر ایمان محابت صداقت و شہادت کے زیوروں سے مزین کر دی گئی اس یا ادب و احترام گفتگو کو سن کیا جادوگروں کے منشاء قلبی کو سمجھ کر قال۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ بَلْ اَلْقُوْا۔ بلکہ تم ہی اپنے کرتب پہلے ڈالو اور اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُلْقُوْنَ۔ جو کچھ ڈالنا چاہتے ہو وہ پھینکو الو کچھ رہ نہ جائے دل کی حسرت باقی نہ رہے اِلْقَا کا معنی ہے زمین پر کسی چیز کا زور سے ڈالنا اسی کو اردو لغت میں پھینکنا کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سات وجہ سے جادوگروں کو پہلے پھینکنے کی اجازت فرمائی ۱ چونکہ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا تھا اس لیے جواباً موسیٰ علیہ السلام نے بھی با اخلاق حسنہ اور دلجوئی سے ان کے ساتھ کلام فرمایا یہی اخلاق نبوت ہے ۲ نبی کی نگاہ بڑی فہم و فراست والی دور رس ہوتی ہے۔ آپ نے بدیہی فوراً یہ جواب عطا فرمایا تاکہ سب لوگ دیکھ لیں کہ جادو کا پورا زور جو لگنا تھا لگ گیا حضرت موسیٰ کو تو لاٹھیاں رسیاں دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ جادوگر آج کیا کریں گے ۳ پہلے ڈالنا لفظ تماشہ و نظارہ ہی ہوتا۔ لیکن آپ کا بعد میں عصا ڈالنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کا یہ عمل شریف جادو توڑنے اور جادوگروں کافروں کو رسوا ذلیل کرنے کا ذریعہ بن جائے اس طرح یہ کام عبادت ریاضت تبلیغ رسالت دیدار معجزہ کفر توڑ۔ ایمان کے زور والا کام ہو جائے بَلْ اَلْقُوْا کے جواب سے جادوگروں کو پتہ لگ گیا کہ حضرت موسیٰ ہمارے کسی عمل دخل طور طریقے سے خوف زدہ نہیں۔ اُلٹا ان جادوگروں پر اس رویہ سے مزید رعب پڑ گیا ۴ موسیٰ علیہ السلام نے اس لیے بعد میں ڈالنے کا ارادہ فرمایا تاکہ معجزہ کی قوت و شان ظاہر ہو صرف ایک نظارہ ہی نہ ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کے پہلے ڈالنے سے یہ فوائد حاصل نہ ہوتے یہی وجہ ہے کہ جادوگروں کے اپنا کرتب پہلے ڈالنے سے تمام لوگوں کے سامنے جادوگروں کی پوری قوت طاقت زور جادوگری ظاہر ہو گئی اور سب کو علم ہو گیا کہ جادوگر بس یہی کچھ کر سکتے تھے جو کر دکھایا۔ یہی ان سب کی نظر میں ان کا اپنا سحر عظیم تھا ۵ اگر موسیٰ علیہ السلام پہلے اپنا عصا ڈال دیتے تو اس ہیبت ناک اژدہا سانپ کو دیکھ کر لوگ بھاگ جاتے اور جادوگروں کا کرتب دیکھنے کا موقعہ ملتا اور جادوگروں و فرعون کو بچنے کا بہانہ مل جاتا کہ ہم نے آج بہت کچھ دکھانا تھا کسی نے دیکھا ہی نہیں ۶ نیز عصا کی بڑی اور اصلی معجزانہ عملی قوت بھی ظاہر نہ ہوتی کیونکہ اُس نے تو جادوگروں کے تمام جادو اور جادوگروں کے سب سامان کو ختم کر کے سب کو حیرت زدہ کرنا تھا۔ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى۔ جب حضرت موسیٰ نے ان کو ڈالنے پھینکنے کی اجازت

marfat.com
Marfat.com

دے دی تو فَاَلْقُوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ (شعراء آیت ۴۴) انہوں نے اپنے نوکروں مزدوروں شاگردوں کے ہاتھوں کندھوں سے ڈنڈے رسیاں زمین پر پھینک دیں۔ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ۔ (اعراف آیت ۱۱۶) پھر جب زمین پر پھینک دیں تب کچھ جنتر منتر پڑھ کر پھونک ماری جس سے عام لوگوں کی آنکھوں پر انہوں نے جادو کر دیا لوگ دہشت زدہ ہو گئے اور یہ کرتب وہ اپنے خیال میں بہت بڑا جادو لائے تھے اور اچانک ایک دم وہ سب ان کی لاٹھیاں ڈنڈے جادو کے زیر اثر آگئیں موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ خیال لگنے لگا کہ وہ سب ڈنڈے رسیاں اِدھر اُدھر دوڑتی پھر رہی ہیں اس کرتب کو سب نے ہی دیکھا عام لوگوں کی نظر میں وہ چلتے پھرتے شکل صورت ناک نقشے میں جما ہر طرح سانپ لگتے تھے مگر موسیٰ و ھٰرون علیہما السلام کو وہ لاٹھیاں رسیاں ہی چلتی اور رینگتی نظر آئیں۔ اسی فرق کو ثابت و واضح کرنے کے لیے ہی فرمایا کہ لوگوں کے لیے ان کا جنتر سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ۔ تھا۔ یعنی عوام کی نگاہوں پر پورا جادو ہو گیا لیکن موسیٰ علیہما السلام پر فقط يُخَيَّلُ اِلَيْهِ کا مظاہرہ ہوا۔ عوام پر ہیبت طاری ہو گئی کہ اتنے سانپ یہ تو ایک دم قابو بھی نہیں آسکتے کہیں ہم کو کاٹ نہ لیں۔ مگر موسیٰ و ھٰرون کو فقط حیرت کے یہ ڈنڈے رسیاں کیوں دوڑتی پھر رہی ہیں۔ اور حقیقتاً وہ رسیاں اور لاٹھیاں ہی تھیں نہ شکل و صورت بدلی نہ رنگ ڈھنگ نہ جسم موٹا چھوٹا یا دراز ہوا۔ عوام کو اگرچہ وہ سانپ نظر آتے تھے مگر اسی قد کاٹھ لمبائی موٹائی میں جتنی لمبی لاٹھیاں رسیاں تھیں چونکہ یہ سب کچھ جادو کا کھیل ہی تھا اس لیے نہ کسی کو کاٹ سکتی تھیں نہ کسی کا نقصان کر سکتی تھیں نہ کچھ کھا سکتی تھیں نہ نگل سکتی تھیں خیال رہے کہ جادو سے کسی کی حقیقت نہیں بدلتی صرف نظر کا دھوکہ ہوتا ہے اسی لیے حقیقت والے کام نہیں کر سکتے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ يُخَيَّلُ بھی صرف موسیٰ علیہ السلام پر طاری ہوا کیونکہ اصل مقابلہ انہی سے تھا ھٰرون علیہ السلام پر یہ تصور و تخیل بھی طاری نہ ہوا۔ وہ خاموشی سے کھڑے رہے۔ اسی لیے يُخَيَّلُ اِلَيْهِ فرمایا گیا نہ کہ اِلَيْهِمَا۔ عوام کا تاثر تو ان کی ظاہری پریشانی دہشت زدگی سے ظاہر تھا مگر موسیٰ کا یہ تخیل بھی کسی پر ظاہر نہ ہوا۔ وہ اَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً ہی رہا اور یہ تخیل بھی صرف اِس حیرانی تک تھا کہ یہ لاٹھیاں رسیاں کس طرح دوڑتی پھر رہی ہیں نہ ان میں روح نہ شکل نہ آنکھ ناک کان بعض کا قول ہے کہ جادوگروں نے اپنی لاٹھیوں رسیوں پر زبق کی گوند لگائی ہوئی تھی جس کی وجہ سے جب ان کو دھوپ لگی اور ہوا چلی تو وہ

Marfat.com

سیر کنے اور حرکت کرنے لگیں۔ مگر یہ قول درست نہیں چار وجہ سے ایک یہ کہ گوند کا اثر رسی پر تو ہو سکتا ہے لکڑی پر نہیں ہو سکتا دوم یہ کہ گوند سے اُلٹی سیدھی لوٹ پوٹ حرکت تو ہو سکتی ہے مگر دوڑ پیدا نہیں ہو سکتی جس کو قرآن مجید میں سَعْیٌ فرمایا گیا۔ سوم یہ کہ پھر یہ کام تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ اتنے بڑے بڑے جادوگروں کو شعبدے کی کیا ضرورت تھی چہارم یہ کہ گوند لگی ہو تو اُس کا رنگ اُس کی چمک دور سے ہر شخص کو نظر آجاتی ہے کہ یہ کچھ لگا ہوا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ جادوگروں نے اپنا جادو مکمل کیا تھا اسی لیے اُس کو سِحْرٌ عَظِیْم کہا گیا اور اس کا اثر تمام عوام کے دل و دماغ آنکھوں پر ہوا جس کی وجہ سے ان کو مکمل شکلاً عصاً اجماً ہر طرح وہ سانپ دکھائی دیئے موسیٰ علیہ السلام کو مثلِ خواب وہ دوڑتی ہوئی خیال دیں یہ نظارہ تخیلی بھی جادو ہی کا ہلکا سا اثر تھا لیکن جب موسیٰ علیہ السلام نے تمام لوگوں اور خود فرعون کو گھبراتے پریشان ہوتے سنتے پچتے سانپ سانپ کہتے سنا اور دیکھا تب فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی۔ یہ حالات دیکھ کر آپ کے دل میں اندیشہ گزرا ہلکے خوف و پریشانی کا خیفۃً کی تنوین (دو زبر یں) تقلیل ہے یعنی تھوڑا سا خوف۔ ایک قول میں یہ تنوین تعظیمی ہے یعنی بڑی فکر ہوئی یا اس لیے کہ مجھے وحی کا انتظار ہے اگر وحی میں دیر لگی اور لوگ انہی تخیلاتی بے حقیقت سانپوں کے ڈر سے بھاگ گئے تو مقصدِ تبلیغ فوت ہو جائے گا لوگ معجزہ نہ دیکھ سکیں گے اور اس مقابلہ کو محض کھیل تماشہ سمجھ کر بے دین ہی رہیں گے یا اس لیے کہ اگر میں نے عصا ڈالا تو وہ بھی ایک سانپ ہی بن کر ان میں دوڑنا پھرے گا ایک سانپ کا ہی اضافہ ہوگا بارِ جیت کسی کی نہ ہوگی کوئی فیصلہ نہ ہو سکے گا لوگ مزید اُلجھن اور فتنے میں پڑ جائیں گے۔ عوام کی نظر میں ہم سب برابر ٹھہریں گے حق و باطل کا فرق عوام کو کیسے معلوم ہوگا۔ یا اس لیے کہ یہ چونکہ سب کرتب ایک ہی ہوگا اگر میرے عصا نے ان کا جادو ختم بھی کر دیا اور ان کی لاٹھیاں رسیاں اسی طرح پڑی رہیں اور جادوگر سے کر چلے گئے تو لوگ سمجھ لیں گے جادوگروں نے خود یہ کھیل ختم کیا ہے اور فرعون کسی طرح پھر مقابلہ کرائے گا یا انکار کا بہانہ ڈھونڈے گا اور دوسرا مجمع لگائے گا بعض محققین نے کہا کہ موسیٰ اپنی شکست کے خوف اور سانپوں سے ڈر گئے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ شاید یہ سب سانپ ان کی طرف بڑھتے آرہے ہیں مگر یہ سب خیالیانہ جادو بلاشبہ گستاخی ہے ایسے لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ نبی کی شان و قوت کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوت کا تو یہ عالم ہے کہ عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ مار دیں تو اُن کی آنکھ نکل جائے۔ نبی کی تو انسانیت و آدمیت

marfat.com
Marfat.com

بھی بے مثل ہے انبیاء کو عام انسانوں کی مثل سمجھنا ہی الحیست ہے۔ صحیح ایمانی قول یہی ہے کہ یہ خوف یا استرحاب نہیں تھا بلکہ ایک اندیشے کی پریشانی تھی اور اس پریشانی کا فائدہ یہ ہوا کہ توجہ اِلَی اللہ ہوئی اور فوراً وحی آگئی عرض کی مولیٰ تعالیٰ اس پریشانی کا حل کیا ہے۔ وحی آئی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى۔ ہم نے فرمایا اپنے کلیم سے بغیر واسطہ وحی کلامی کے ذریعہ کہ پریشان فکرمند مت ہوان کی تعداد اور لاتعداد رسیوں لاٹھیوں کے اس طرح جادوئی اثر میں آنے سے بیشک آج تم ہی ان تمام میں سربلند اور غالب و کامیاب سرخرو عزت وشان وقوت والے ہوگے۔ اور اب مزید انتظار نہ کرو بلکہ اپنے مبارک داہنیں ہاتھ میں جو ہے وہ زمین پر ڈالدو جس کو یہ کفار اور جادوگر لوگ ایک معمولی لکڑی اور واحد چیز سمجھ رہے ہیں آج سب کو معلوم ہوگا کہ یہ کتنی عظیم چیز ہے یہ اکیلی ہی سب کو ہضم کر دے گی سب دیکھیں گے کہ یہ اکیلی لکڑی میدان میں ہر اس چیز کو کھا نگل جائے گی جو جادوگروں نے سحر عظیم کر کے پھینکی ہوئی ہیں اور جس سے عوام و خواص حیرت اور دہشت میں ہیں۔ اے موسیٰ علیہ السلام تم تو جانتے ہی ہو کہ جادوگروں کا تمام کام کچھ بھی ہو کہیں بھی ہو صرف دھوکہ فریب اور بےبنیاد قائم ہی ہوتا ہے لہٰذا کوئی جادوگر کسی قسم کا جادو کرتا ہوا کہیں سے بڑھ چڑھ کر آجائے کتنی دہشت و دھشت پھیلائے کیا کچھ مکر وفسون کرے بیماری لگائے جدائیاں ڈلوائے لڑائیاں کروائے اللہ والوں روحانی علم والوں کے مقابل کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ آخرت کی تو بربادی تباہی کر ہی لیتا ہے دنیا میں بھی ذلیل وخوار غریب وفقیر اور بھکاری ہی رہتا ہے نہ کسی اللہ والے پر غلبہ پاسکے نہ دھوکہ دے سکے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دو طرح تسلی عطا فرمائی پہلے اجمالاً کہ فرمایا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ اس میں چار طرح تسلی اور مبالغہ ہے اِنَّ کہ اَنْتَ ضمیر کی اَنْتَ سے تاکید کر کے ۲ اَلْاَعْلٰى میں معرفہ کا الف لام لگا کر ۳ اور لفظ اَعْلٰى سے خیال ہے کہ کامیابی کی دو قسمیں ہیں اور چار نوعیتیں ہیں پہلی کامیابی دینی کہ بقا ہو فنا کے بغیر ۲ غنی ہو فقیری غریبی کے بغیر ۳ عزت ہو ذلت کے بغیر ۴ علم ہو بغیر جہالت دوسری قسم کی کامیابی دنیوی اس کی بھی چار

Marfat.com

نعمتیں ہیں بقائے الفنا ۲ غنی مع الفقیری ۳ عزت مع الذلت ۴ علم مع الجہل ۔ دینوی نعمتوں کے ساتھ اس کا عکس بھی ملتا ہے کہ آج باقی کل فانی (زندہ پھر مردہ) آج غنی دولت مند کل غریب فقیر آج عزت والا کل ذلیل آج علم والا کل جاہل مگر آخروی دینی نعمتوں میں یہ نہیں ہوتا پس دنیا والوں کی فلاح مثل لَا فَلَاح ہے سحر کا لغوی معنیٰ ہے ہر لطیف رقیق و نپلی شے اس معنیٰ میں عَلَی الْعَشِیّ کو سحر کہتے ہیں اصطلاحاً ہر وہ چیز جو دل و دماغ صحت پر قبضہ کرلے اسی لیے حدیث پاک میں فنِ تقریر کو سحر فرمایا گیا ہے جادوگروں کے اس کرتب کو سحر کہا گیا ہے کہ اس نے بھی چند منٹ کے لیے لوگوں کے دل و دماغ اور نظر پر قبضہ کرلیا اس لیے جب موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی ڈالنے کا حکم ہوا تو آپ نے اپنا عصا پھینک دیا۔ بس پھر کیا تھا وہ اتنا بڑا پہاڑ برابر اژدھا سانپ بنا کہ اس سے پہلے نہ بنا تھا جب منہ کھولتا تھا تو دونوں جبڑوں کا فاصلہ اسّی گز ہوتا تھا۔ اس سانپ نے جادوگروں کی ہر چیز کو کھانا شروع کردیا اور تمام ڈنڈے رسّے نکل گیا پھر لوگوں کی طرف ان کو کھانے کے لیے بڑھا لوگ ڈر کر بھاگے اس بھگدڑ میں تقریباً پچیس ہزار کافر مارے گئے پھر وہ اژدہا سانپ فرعون کے خیمے کی طرف بڑھا تاکہ مع خیمہ فرعون کو کھا جائے فرعون ڈر کر چیخا اور پکارتا ہوا خیمہ سے نکل کر بھاگا کہ اے موسیٰ اپنے سانپ کو اللہ واسطے روک لے تب موسیٰ علیہ السلام نے اعصا کو پکڑ لیا وہ بالکل ویسی ہی لاٹھی تھی اس عصا کے سانپ نے کسی انسان کو نہیں کھایا۔ اس لیے کہ صرف ڈرانا مقصود تھا اور ڈرا کر فرعونی ربوبیت و الٰہیت کے دعوے کا غرور توڑنا تھا۔ لوگ تو چیخ پکار اور بدحواس ہو کر بھگدڑ میں مصروف مگر جادوگر یہ دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ ہماری لاٹھیاں رسّیاں کہاں گئیں۔ عصا تو پھر ویسی پتلی سی لکڑی ہے نہ بڑھی نہ موٹی ہوئی نہ لمبی (از روح البیان روح المعانی تفسیر کبیر امام رازی صاوی مظہری وغیرہ)۔ یہاں ایک اُردو مفسر لکھتے ہیں کہ اعصا نے کھایا کچھ نہیں تھا بلکہ جس لکڑی کے ساتھ لگتا تھا وہ لکڑی جادو کے اثر سے نکل جاتی تھی اور پڑی رہ جاتی تھی اور وہ لوگوں کو اسی طرح لکڑی ہی پڑی نظر آتی تھی مگر یہ جاہلانہ بات ہے اگر یہ بات ہوتی تو جادوگر بھی اور فرعون بھی کہہ سکتے تھے کہ ہم نے خود ہی جادو ختم کیا ہے۔

فائدے ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ جادو کا علم ایک تسلیم و مشاہدہ کی حقیقت ہے جادو کے اثرات واقعی ہیں احادیث میں بھی اس کا تذکرہ آیا ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ وَ اَنْعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ جادو چھ قسم

Marfat.com
Marfat.com

کے دنیا میں مشہور ہیں ۱ طلسم اس میں اشیاء کو متغیر کیا جاتا ہے فرعونی جادوگروں نے اسی قسم کا جادو دکھایا تھا ۲ نیرنگ تخیل پر اثر ڈالنا ۳ رُقیہ جنتر منتر کفریہ شرکیہ جناتی خبیثہ الفاظ پڑھ کر عجیب وغریب کام کرنے ۴ عمل وتعویذ بنانے ۵ افسون پانی پر عمل کرنا پانی کو خون کالونگ بنا کر گھروں میں غیبی پتھر مارنے یہ لفظ آب سون سے مبدل ہے ۶ خلط غلیظ ات، لکیریں لکھ کر جادو کرنا کاغذ یا جانور کی ہڈی یا مردے کی کھال پر لکھے پڑھے ۷ شعبدہ بازی مداری سے تماشے دکھانے جادو کے نقصانات واثرات ۱ دھوکہ دینا ۲ بیماری ڈالنا ۳ دشمنی وجدائی ڈالنا ۴ بیہوش کرنا ۵ حیران کرنا۔ جو کام جادوگر کرسکتا ہے وہ کام کوئی عام آدمی جادو سے ناواقف نہیں کرسکتا جادو کرنے کے پہلے پانچ طریقے ہیں ۱ منتر پڑھ کر ۲ لکھ کر ۳ گانٹھیں مار کر ۴ کیلیں ٹھونک کر ۵ خون یا پانی کی چھینٹیں مار کر۔ جادو کا شرعی حکم یہ کہ ہر قسم کا جادو کفر ہے کرنے والے سیکھنے سکھانے والا کافر ہے۔ جادو سیکھنا عمر برباد کرنا ہے۔ جادو سے کسی کا بھلا نہیں کیا جاسکتا یہ فائدہ اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سَاحِرٍ اور لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ خوش بخت وہ انسان ہے جس کو رب تعالیٰ نور قلبی عطا فرمائے جس کو یہ روشنی ملتی ہے وہ ہر چیز کو نور ایمانی سے دیکھتا ہے اور حقیقت پہچان لیتا ہے ہدایت پالیتا ہے اگر یہ نور نہ ملے تو کچھ بھی کوئی دیکھے ہدایت نہیں ملتی یہ فائدہ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا سے حاصل ہوا کہ جب جادوگروں نے عصاء موسیٰ کو سانپ بن کر نگلتے ہوئے نور قلبی سے دیکھا تو حقیقت سمجھ لی یہی کچھ فرعون وغیرہ نے دیکھا مگر نور معرفت سے نہیں اس لیے ہدایت نہ ملی چار وجہ سے جادوگروں نے عصا کو یقین سے معجزہ مانا۔ ایک یہ کہ جادو محض حیلہ دھوکہ ہوتا ہے۔ عصاء موسیٰ کا اتنی تیزی سے چلنا بھاگنا حیلے سے نہیں ہوسکتا۔ جادو کا سانپ اپنے اصلی جسم سے زیادہ لمبا موٹا نہیں ہوسکتا دوم یہ کہ عصاء موسیٰ ایک پتلی لمبی لکڑی ایک دم پہاڑ جیسا اژدھا بن گیا یہ جادو نہیں بنا سکتا سوم یہ کہ اس عصا میں پیٹ پٹھ ناک کان، آنکھیں جبڑے منہ دانت کھانے نگلنے کی طاقت جادو سے نہیں آسکتی ہمارے سانپ تو پھنکار بھی نہیں سکتے تھے نہ کسی کو ڈنگ مار سکتے تھے چہارم یہ کہ عصاء موسیٰ کا سانپ ہزار من کی چیزوں کھا گیا پنجم یہ کہ پکڑتے ہی پھر اسی سائز کی لاٹھی ان وجوہ سے جان لیا کہ نبوت کا معجزہ اور قدرت کا تماشا ہے۔ تیسرا فائدہ اللہ کے مقبول بندوں کا ادب کرنا بہت بڑی فائدہ مند عادت ہے اس کے ہمیشہ فائدے ہی ہوتے ہیں نقصان کبھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ بندے کا بڑے سے بڑا گناہ بلکہ کفر وشرک بھی ادب کے صدقے میں ختم فرمادیتا ہے اور توبہ وایمان کی توفیق وہدایت مل جاتی ہے

marfat.com
Marfat.com

یہ فائدہ۔ قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ (الخ) کے باادب لہجے سے حاصل ہوا کہ جادوگروں نے ذرا سا ادب کیا تو آگے چل کر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں برکتیں ہدایت ایمان صحابیت صبر شکر شہادت کی دولتیں مل گئیں یہ نعمتیں بے ادب کو نہیں مل سکتیں بلکہ گستاخ بے باک بے ادب کے موجودہ ایمان کا بھی خطرہ ہے۔

احکام القرآن اِن آیاتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ جب کوئی کافر کسی مسلمان سے ادب سے پیش آئے تو اخلاقِ اسلامی ظاہر کرنے کے لیے مسلمان کو بھی چاہیئے کہ جواباً اس وقت اس کافر کی دل جوئی کرتے ہوئے ادب ولحاظ کا مظاہرہ کرے یہ شرعاً جائز۔ لیکن اس کے علاوہ کافر تو درکنار فاسق معلن کا بھی ادب احترام جائز نہیں بلکہ اُس کی اھانت واجب ہے۔ یہ مسئلہ قَالُوْا کی ایک نظیر سے مستنبط ہوا دوسرا مسئلہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ہر اچھا کام ہمیشہ سیدھے داھنے ہاتھ سے کیا کریں کہ یہی اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ اور انبیا کی سنت اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم استحبابی وعملِ مؤکدہ ہے یہ مسئلہ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ فرمانے سے تین باتیں ظاہر ہوئیں (۱) حضرت موسیٰ عصا کو ہمیشہ اپنے دستِ یمین میں رکھتے تھے۔ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ سے مراد آپ کا عصا شریف ہے چنانچہ سورۃ اعراف آیت ۱۱۷ میں اس کی وضاحت بھی فرما دی کہ اَلْقِ عَصَاكَ اس سے پہلے مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی فرمانے سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے (۲) داھنا ہاتھ برکت والا ہوتا ہے اس ہاتھ میں برکت وعظمت ہوتی ہے اسی لیے اِس کو یمین کہتے ہیں (۳) یہ عصا مقدس خود بھی برکتوں عظمتوں والا کہ ایک چھوٹی سی چیز مگر اس میں ہزاروں قدرتیں طاقتیں عظمتیں ہیں۔ تیسرا مسئلہ شروع سے ہر شریعت میں جادوگری کفر اور جادوگر کافر ہے اگر مسلمان حکومت کے گرفتار کرنے سے پہلے خود ہی سچی اصلاحی توبہ کرے تو عدالتِ اسلامی میں قبول ہے اگر گرفتاری کے بعد توبہ کرتا ہے تو قبول نہیں کہ یہ اُس کا ایک مکر فریب ہے فسادی اور مُہلک جادوگر کو عدالتِ اسلامیہ قتل کرے گی جادوگر مرد ہو یا عورت لیکن صرف کفر پھیلانے والے مرد جادوگر کو قتل کیا جائے گا یعنی بذریعہ جادو کے متاثر کرکے کافر بنانے والے کو قتل کیا جائے جادوگر عورت کو قتل نہ کیا جائے گا جیسا کہ ترمذی شریف نے عن ابن ابی حاتم حدیث مقدس روایت فرمائی۔ ہر کافر کا توبہ عنداللہ قبول ہے سوائے تین قسم کے کافروں کے۔ ایک گستاخ انبیا علیہم السلام

marfat.com
Marfat.com

کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی دوم خلفاء اربعہ میں کسی کو گالی گلوچ کرنے والا سوم جادوگر کی گرفتاری کے ڈر سے توبہ کرنا عند اللہ بھی قبول نہیں۔ چہارم زندیق کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی زندیق کا دوسرا نام دہریہ ہے جو اللہ رسول خالق صانع شریعت دین ایمان جنت دوزخ قیامت اور ہلال حرام کا منکر ہو یہ سب مسائل۔ لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی۔ فرمانے سے مستنبط ہوئے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ جب جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم پہلے پھینکیں یا تم پہلے پھینکو گے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پہلے پھینکنے کی اجازت دی حالانکہ یہ اجازت دینا درست نہ تھا کیونکہ ان کا کام جادو ڈالنا تھا اور جادو کفر و حرام ہے نیز جادوگر یہ کرتب حضرت موسیٰ کو شکست دینے مقابلہ کرنے اور حق کی تکذیب کے لیے دکھانا چاہتے تھے یہ بھی کفر اور حرام تھا تو اتنے کفر و حرام کی اجازت کیوں دی برے کام کی اجازت بھی بری ہوتی ہے جواب۔ تفسیر کبیر میں امام رازی نے جواب دیا کہ یہ اجازت نہیں تھی بلکہ اتمام حجت تھی جو کہ چند وجہ سے ضروری تبلیغ ایمانی کے لیے مفید تھی علاوہ اس اجازت سے آپ نے اپنی بے اعتنائی بے رغبتی ظاہر فرمائی کہ مجھے تمہارے کسی کام سے کوئی گھبراہٹ نہیں تم کرو جو کرنا چاہتے ہو ۲ پہلے پھینکنے کی اجازت سے کفریہ جادو اور معجزے میں فرق بتانا تھا ۳ فقط القا کفر نہ تھا کفر تو ان کا جادو کرنا جادو پڑھنا تھا اور آپ نے پڑھنے کی اجازت نہیں فقط پھینکنے زمین پر ڈالنے کی اجازت دی تھی ۴ کفر ان کا ارادہ تھا جو ان کے دل میں تھا موسیٰ علیہ السلام نے عوام و خواص کے سامنے حق ظاہر کرنے کے لیے اجازت دی تھی ۵ یہ اجازت بھی مطلقاً نہ تھی بلکہ مشروط تھی کہ اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُلْقُوْنَ۔ اگر تم سچے ہو تو آؤ جو تم ڈال سکتے ہو ڈال دو اور یہ پھینکنا معجزے کی صداقت کی دلیل تھی اگر وہ پہلے نہ پھینکتے تو معجزے کی قوت کا پتہ نہ چلتا گویا یہ وہ باطل تھا جو اظہار شان حق کا ذریعہ تھا اس لیے یہ اجازت ہر طرح جائز تھی ۶ یہ اجازت بطور امر نہ تھی بلکہ بطور تنبیہ تھی کہ تم فرعون کے مجبور کرنے سے یہ جادو کرتے آئے ہو مگر میں نے تم کو پہلے بتا دیا کہ وَیُنَکِّمُ لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ تم اب بھی اس جادو ڈالنے کو اپنا حق یا اپنی مجبوری سمجھتے ہو تو ڈالو۔ میری طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں دوسرا اعتراض موسیٰ علیہ السلام کو نہ چاہیئے تھا کہ پہلے جادوگروں کو جادو کرنے کی اجازت دیتے اس طرح سے بہت سوں کے گمراہ رہنے کا احتمال ہو سکتا تھا کہ جادوگروں کے سانپ دیکھ کر ڈر کر بھاگ گئے ہوں یا یہ سمجھ کر کہ بس اب یہی کچھ ہونا ہے چلو اب کیا دیکھنا۔ تو وہ لوگ تو کفر پر ہی رہے

marfat.com
Marfat.com

یہ اجازت ان کے کفر پر رہنے کی سبب بن گئی۔ جواب یہ اجازت تین وجہ سے عین درست اور ضروری تھی اگر اجازت نہ دیتے تو برا ہوتا۔ پہلی یہ کہ اس مقابلے کا سبب یہ تھا کہ حق و باطل کا مقابلہ ہے کوئی بھی بغیر دیکھے نہ جانا اور نہ کوئی گیا۔ فطرتی طور پر لوگ مقابلے کے شائقین ہوتے ہیں دوم یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر تبلیغ دین فرض ہے وہ آپ نے آتے ہی کو تکلیم فرما کر دی سب نے سن لی اب اگر کوئی جاتا ہے کفر پر قائم رہتا ہے تو اس کی مرضی ہوم یہ کہ اگر اجازت نہ دیتے اور پہلے خود پھینکتے تو گویا اب دعوت دیتا ہے کہ لو اب تم اپنا کفر ڈالو دکھاؤ اور حق سے مقابلہ کرو یہ بات اچھی نہ تھی اس لیے آپ نے پہلے نہ پھینکے ان کو کہا کہ تم پہلے ڈالو تاکہ حضرت موسیٰ کا بعد میں ڈالنا جادو کو ختم کرنے کا ارادہ بن جائے اور یہ کام عبادت میں شمار ہو۔ تیسرا اعتراض۔ حضرت موسیٰ کو رب نے اتنی تسلیاں دیں کہ ان کو عصا دیا ید بیضا دیا اِصْطَنَعْتُكَ کا انعام دیا ہارون جیسا وزیر و مشیر دیا معجزات کی قوتیں اور محبتیں دیں شرح صدر دیا بار بار ہر طرح ہر قلبی قوت و تشفی دی پھر یہی یہاں موسیٰ جادو کے سانپ دیکھ کر ڈر گئے اس کی کیا وجہ؟ جواب۔ اس کی وضاحت تفسیر عالمانہ میں کر دی گئی ہے کہ یہ خوف بزدلی اور ضعف قلبی کا نہ تھا نہ اپنی ذات کے لیے تھا بلکہ قوم کی گمراہی اور مزید فتنے کا اندیشہ تھا کہ وہ نہ پھنس جائے جادو اور معجزے میں مشابہت کی بنا پر حق و باطل کا فرق نہ سمجھ سکیں گے فرعون بھی شکست نہ مانے گا۔ نیز یہ پریشانی ذریعہ بن گیا توجہ الی اللہ اور وحی کے انتظار کا اور اس کی وجہ سے اس میدان میں ہمکلامی رب کا شرف حاصل ہو گیا غرضکہ یہ خیفۃً عبادت الٰہی بن گیا۔

تفسیر صوفیانہ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ۔ بس جمع کر لاؤ اے اہل نفس اپنی شیطنیت کے جال کو پھر یکبارگی میدان مباحث میں بکھیر دو اپنی طغیانیت انانیت کو شہوانی لذتوں کی رسیاں اور فیشن کی خوش نما لکڑیوں کو ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا تمام بطانی قوتیں صف بندی سے اجتماع شیطانی سے آئیں قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى۔ عالم دنیا میں قوت شیطانی کو چند منٹ کے شور و غل کی بنا پر کامیاب سمجھ لیا جاتا ہے۔ جس طرح الیوم یعنی آج زمانۂ حال ہے اس کی بقا بہت ہی تھوڑی اسی طرح باطل کی کامیابی بھی الیوم بہت تھوڑی چند لمحوں کی ہے۔ تینوں زمانوں پر تو صرف حق ہی کا ظہور و غلبہ ہے باطل الیوم کی سربلندی در فتح بھی مردود ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں ہر کامیابی نصیب ہو جائے مگر نہیں ہو پاتا۔ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى۔ نفس کے مجبور و

marfat.com
Marfat.com

ومقہور کرنے کے باوجود زندہ ضمیر میں ایمانیات قائم رکھتی ہیں اُن ہی زندہ ضمیروں نے قلبِ موسیٰ سے بزبانِ حال عرض کیا آج تیرا حکم چلے گا ہم کو فرعا۔ کہ اعضاءِ رئیسہ کے فریبِ عجیبہ مخفیہ ہم پہلے دکھائیں یا اے قلبِ معبود تو اپنا شعورِ اسراری پہلے ظاہر کرے گا صوفیا فرماتے ہیں کہ جب بندہ حدِ بلوغت کو پہنچتا ہے تو خصائلِ شیطانیہ پہلے ظاہر ہوتے ہیں اسی لیے بچوں کا میلانِ طبیعت کھیل کود کھلونوں کی طرف زیادہ راغب ہوتا ہے پھر جتنا جتنا اہلِ عقل اور اہلِ دل کی قربتیں محفلیں میسر آتی ہیں اور وہ قلب کی حیران کُن شعوریاتِ انوار کو دیکھتے ہیں بعریات کا ذوق ختم ہوتا جاتا ہے خواہشات نگل لی جاتی ہیں اور بندہ بندہ بن جاتا ہے بندگی کے سجدوں میں گرا دیا جاتا ہے۔ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا نفوسِ قدسیہ عرفانیہ کی طرف سے اہلِ خصائل کو مہلت ملتی ہے یہ مہلت حقیقتاً وصولِ منزل کی شہادت ہے کیونکہ یہ صورت ہی ظہورِ اسرار کا دروازہ ہے فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى۔ دنیا کی ہر چیز مثلِ عصیُّہم و حبالُہم ہے نفسیاتِ بدنی کی تمام قوتیں تخیلاتِ باطل اور تصوراتِ وصیہ کی بنیاد پر ہیں۔ ترکیبِ بلاغت تقریرِ مغالطہ روشِ ہیئۃ تشکلِ ترتیبِ قیاسِ جدل کی لاٹھیاں فتن کی رسیاں ان خُبثاءِ باطن نے اتنا شعورِ فساد مچایا گویا بھاگ دوڑ میں ہیں جس سے اعضاءِ ظاہری دماطی ہراساں ہیں۔ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى۔ ان علیہ حُمقاء جہال اور فتنۂ ضلال کی وجہ سے قلب اپنی خلوت گاہِ ذکرِ الٰہی تو چھ کبریائی میں بھی پریشان ہو گیا مولیٰ علی نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام خوف زدہ نہیں ہوئے تھے بلکہ گمراہی کے فتنے میں لوگوں کے پڑ جانے کی فکر سے پریشان ہوئے تھے اسی طرح قلبِ مُزکّیِ مومن کسی بھی شرارت سے خوف زدہ نہیں ہوتا بلکہ کوا حقین جسمانی کو بچانے کی فکر میں جہاتِ نفسانی کی طرف سے پریشان ہو جاتا ہے۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ اِلہامات سرمدی سے تائیدِ ربانی ہوتی ہے ہم نے روح القدس لاھوتی اور شجاعتِ جبروتی سے بھی تیری مدد فرمائی اس لیے اندیشہ نہ کر تجھ کو ہی عالمِ دہر میں سربلندی نامعدی ہے اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا۔ اے قلبِ متزکی سینۂ دہر کے میدانِ صباحت میں وہ تمام مختلفاتِ قدس کی شعاعیں ڈال دے جو تیرے یمینِ روحی میں ضبط و محفوظ ہیں نور حق کی ضیائیں اہلِ نفس کے تمام شبہاتِ وصیات کو حجتِ تیرہ اور براہینِ واضحہ سے نکل جائیں گی۔ اور نابود کر دیں گی۔ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى نفسیاتِ باطنی نے میدانِ صباحت میں جو کچھ فساد مچایا وہ سب سحرِ عنکبوتی کا جالِ تزویر ہے

marfat.com
Marfat.com

اور مکر پھیلانے والے کبھی کامیاب نہیں خواہ کہیں سے کسی وقت کسی طرح نمودار ہو کیونکہ باطل کا صرف شور ہوتا ہے مگر حق کا زور ہوتا ہے۔ شور کو فنا۔ زور کو بقا، شور میں تھکاوٹ زور میں لگاوٹ ہے شور نیچے گرتا ہے زور کو بلندی ہے صوفیا فرماتے ہیں کہ وہ چیزیں جن سے شریعت نے منع فرمایا جادو وغیرہ وہ دنیا سے قریب کرتے ہیں مگر اللہ سے دور۔ دنیا جمع کرنا فانی کامیابی تو ہے مگر صرف چرلھتی زندگی میں اَلْیَوْمَ چرلھتی زندگی ہے اور یَوْمَ غَدٍ ڈھلتی زندگی ہے اِستدراج اس کو ملا جس کو رفعت ملی جس نے شرعی ممنوعہ کام سیکھے اُس نے عمر بھر بربادی کی اُس کو فلاح نہ ملے گی بجز افسوس کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ نفس امارہ اہل دل کا دشمن مکار ہے وہ چاہتا اور اپنے اہل کو بتاتا ہے کہ حیلہ سازی تقیہ بازی کی کوشش کرتا کہ اہل حق کا نور بجھ جائے لیکن لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ سحر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اہل باطل مثل خاک ہیں وہ کبھی فلاح آسمانی نہیں پا سکتے اور اہل حق مثل شمس استعلائی ہیں وہ کبھی سرنگوں نہیں ہو سکتے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ

پس گرا دیئے گئے تمام جادوگر سجدے میں کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے

تو سب جادوگر سجدے میں گرائے گئے بولے ہم اُس پر ایمان لائے جو

هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ

ہارون اور موسیٰ کے رب پر۔ بولا فرعون اچھا تم اُس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے ہی

ہارون اور موسیٰ کا رب ہے۔ فرعون بولا کیا تم اُس پر ایمان لائے قبل اِس کے

اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ

کہ میں اجازت دوں تم کو بیشک یہ موسیٰ تمہارا وہ بڑا استاد جادوگر ہے جس نے

کہ میں نہیں اجازت دوں بے شک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے

marfat.com
Marfat.com

عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ

تم کو جادو سکھایا ہے لہٰذا البتہ ضرور سختی سے کاٹوں گا میں تمہارے ہاتھوں

تم سب کو جادو سکھایا۔ تو مجھے قسم ہے ضرور میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور

اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ

پیروں کو دائیں بائیں اور ضرور ضرور تم سب کو کھجور کی سولی پر

دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تمہیں کھجور کے

جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ

ماروں گا۔ اور تم خوب جان لوگے کہ ہم میں کون زیادہ سخت ہے

ڈنڈ پر سولی چڑھاؤں گا اور ضرور تم جان جاؤگے کہ ہم میں کس کا

عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾

عذاب دینے میں اور زیادہ باقی رہنے والا

عذاب سخت اور دیر پا ہے۔

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفریہ جادو کرنے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں کفر سے توبہ کرکے مومن بن جانے کا ذکر ہے دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں جادوگروں کی طرف سے حضرت موسیٰ کا تھوڑا سا احترام کرنے کا ذکر ہوا کہ جادوگروں نے جادو دکھانے کی اجازت طلب کی کہ تم پہلے ڈالو یا ہم کو اجازت ہے اب ان آیت میں نبی علیہ السلام کے تھوڑے سے اس احترام کا بدلہ دیا جانے کا ذکر ہے کہ اسی کے طفیل ان کو ایمان عرفان صحابیت رضا اور شہادت جیسی نعمتیں مل گئیں۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں مقابلے سے پہلے رب تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بذریعہ وحی کلام باحجت فرمانے

marfat.com
Marfat.com

کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں مقابلے کے بعد فرعون کا اپنے جادوگروں سے غضب آمیز کلام کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى. قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى. اُلْقِیَ تفعیلہ۔ باب افعال کا ماضی مطلق مجہول واحد مذکر غائب "لقی" سے مشتق ہے یعنی گرایا جانا۔ اَلسَّحَرَةُ۔ الف لام استغراقی یعنی تمام سَحَرَةٌ۔ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد ساحِرٌ۔ دراصل تھا ساحِرُوْنَ نون گرا کر آخر میں تَ عوضی لگا دی اور الف وحدت کو بوجہ تکسیر گرایا گیا۔ اِعراب ضمہ سے کیونکہ نائب فاعل ہے۔ سُجَّدًا۔ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد ساجِدٌ تعلیل میں سَاجِدُوْنَ سے سُجَّدٌ آیا گیا۔ آخر کی تنوین الف وحدت کے عوض ہے بحالت نصب حال ہے سَحَرَةٌ کا اُلْقِیَ اپنے پورے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قَالُوْٓا فعل ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا مراد جادوگر ہیں۔ اٰمَنَّا باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِیْمَانٌ اَمْنٌ سے مشتق ہے دوسری ہمزہ ی سے بدلی گئی یعنی دین قبول کرنا ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے بِ حرف جر یعنی عَلٰی رَبِّ یعنی اللہ تعالیٰ مضاف ہے هٰرُوْنَ غیر منصرف ہے کیونکہ عجمی علم ہے مجرور ہے معطوف علیہ واؤ عاطفہ مُوْسٰی۔ اسم مفرد مقصور مجرور ہے مگر اعراب تقدیری ہے معطوف ہے دونوں عطف مل کر مضاف الیہ مرکب اضافی مجرور جار مجرور متعلق ہیں اٰمَنَّا کا یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل هُوَ پوشیدہ ضمیر فاعل مرجع ہے فرعون اٰمَنْتُمْ۔ اس کی دو قرأتیں ہیں ۱ اَ اٰمَنْتُمْ ۲ اٰمَنْتُمْ۔ پہلی صورت میں تین ہمزہ جمع ہیں ۱ استفہام ۲ باب افعال کی ۳ مادے کی ہمزہ اصلیہ ترجمہ ہے کیا تم ایمان لے آئے۔ دوسری صورت میں (اور یہی مشہور ہے) دو ہمزہ ہیں افعال کی ۲ مادے کی اور یہ سوالیہ نہیں بلکہ خبر تہدیدی ہے ترجمہ ہے اچھا تم ایمان لے آئے۔ مصدر ہے اِیْمَانٌ اس کا فاعل اٰمَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر کا مرجع سب جادوگر۔ لَهٗ۔ لام حرف جر یعنی عَلٰی ہٗ ضمیر کا مرجع موسیٰ یہاں اٰمَنْتُمْ کہ کہنے وجہ یہ ہے کہ ایمان بمعنی انقیاد ہے یعنی عاجزی سے جھک کہ یعنی اتباع۔ انقیاد و متعدی بالام ہوتا ہے اور اتباع متعدی بنفسہٖ ہوتا ہے اس لیے اٰمَنْتُمْ ہو سکتا ہے اِتَّبَعْتُمْ نہیں ہو سکتا (تفسیر کبیر) یہ کہ لام تعلیلیہ بھی ہو سکتا ہے تب معنی ہوگا کہ تم موسیٰ کی وجہ سے

marfat.com
Marfat.com

ایمان لائے ہو اس کو خوش کرنے کے لیے حالانکہ یہ ہم سب کا دشمن ہے قَبْلَ اسم ظرف زمانی مبنی بر فتحہ مضاف اَنْ حرف ناصبہ۔ اٰذَنَ۔ باب سَمِعَ کا مضارع معروف واحد متکلم مراد فرعون ہے اِذْنٌ سے مشتق ہے۔ یعنی اجازت دینا متعدی بیک مفعول ہوتا ہے خیال رہے کہ جہاں کسی لفظ میں چند ہمزہ جمع ہو جائیں تو نحوی اصطلاح میں اس کو مجود کہتے ہیں جو جَعْدٌ سے مشتق ہے اور معنی ہے اُلجھا ہوا۔ کھیتوں اور بیلوں۔ جھاڑیوں کے جھنڈ کو اسی معنی میں جعد کہتے ہیں۔ اور گھنڈل بالوں کو بھی یہاں تینوں صیغے ۱ اٰمَنَا ۲ اٰمَنْتُمْ ۳ اٰذَنَ مجود کہلاتے ہیں علماءِ صحاح اس طرح جعود کو ختم کرنے کے لیے اکثر اوقات غیر ضروری ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ لَکُمْ۔ لام جارّہ تعدیہ (مفعولیت) کا یہ جار مجرور متعلق ہے اٰذَنَ کا یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مضاف الیہ ہے اِنَّ کی انشائیت اٰمَنْتُمْ کی سوالیت اور تہدید کی وجہ سے ہے یعنی اگر میں تم کو اجازت دیتا تو تم ایمان لاتے۔ اس باطنی شرطیت کی وجہ سے انشائیہ ہوا قَبْلَ اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا۔ اٰمَنْتُمْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولِ اوّل ہوا۔ اِنَّ حرف مشبّہ ہٗ ضمیر اس کا اسم منصوب متصل ہے مرجع موسیٰ لام مفتوحہ حرف تاکید ہے۔ کَبِیْرُ۔ اسم بمالغہ صفت مشبہ یعنی سب میں بڑا مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متصل مرجع تمام جادوگر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی موصوف ہے اَلَّذِیْ اسم موصول مذکر عَلَّمَ باب تفعیل ماضی مطلق معروف واحد مذکر یہ فعل متعدی بدو مفعول اس کا پہلا مفعول ہٗ کُمْ ضمیر ہے مرجع جادوگر اور دوسرا مفعول ہ السِّحْرَ ہے اس کا مصدر سے تَعْلِیْمٌ یعنی علم پڑھانا سکھانا۔ اس کا فاعل ہے ھُوَ ضمیر واحد مرجع موسیٰ عَلَّمَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْ کا۔ موصول صلہ مل کر صفت ہوئی لَکَبِیْرُکُمُ کُمْ کا یہ مرکب توصیفی خبر اِنَّ ہوئی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر وجہ اور معلول ہوا فَ سببیہ لَاُ تُقَطِّعَنَّ باب تفعیل کا فعل مضارع معروف لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ واحد متکلم ایک قرأت میں با نون خفیفہ ہے اس کا مصدر ہے تَقْطِیْعٌ قَطْعٌ سے بنا ہے یعنی جدا کرنا کاٹنا چیرنا باب تفعیل اور تاکیدی حروف نے شدید پیدا کر دی اور تقطیع سے پورا کاٹ ڈالنا اس کی دو قسمیں ۱ بصری جدا کرنا جیسے جسم کا اعضا کو کاٹنا ۲ عقلی بصیری جیسے مفقولات و علیات کا جدا کرنا ہونا یعنی جدا کرنا کاٹنا چیرنا۔ باب تفعیل اور تاکیدی حروف نے شدت پیدا کر دی یعنی خوب بتری سے پورا کاٹ ڈالنا۔ اَیْدِیَ اسم جمع مکسر یَدٌ کی جمع کُمْ مضاف الیہ واؤ عاطفہ اَرْجُلَ رِجْلٌ کی جمع مکسر یعنی تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو اصلاً حاصرف قدم اور ہتھیلی پنجے کو ہاتھ پیر کہا جاتا ہے وہی یہاں مراد ہے چور اور ڈاکو کے ہاتھ پیر کاٹنے

marfat.com
Marfat.com

سے بھی صرف اتنا ہی حصہ شرعاً مراد ہوتا ہے مگر نقشا ہاتھ کندھے تک اور پیر سرین تک ہوتا ہے یہ سب مرکب اضافی عطف ہوکر مفعول بہ ہوا۔ مِنْ جارہ ابتداء غایت کے لیے خِلَافٍ اسم مصدر نکرہ باب مُفَاعَلَۃٌ کا دوسرا مصدر ہے بروزن قِتَالٌ یعنی مخالف سمت دائیں جانب مراد ہے داھنا ہاتھ یا بایاں پاؤں۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَاُقَطِّعَنَّ سے مل کر جملہ تعلیلہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى۔ وَاؤ عاطفہ لَاُصَلِّبَنَّ۔ باب تفعیل کا فعل مضارع معروف لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ واحد متکلم ایک نون میں بانون خفیفہ ہے اس کی دو قرأتیں ہیں ۱ اَوَصَلِّبَنْ واؤ سے مگر یہ قانون نحو کے علاوہ ہے یہ واؤ ہمزہ متکلم کی مضبوطی کے لیے ہے یا یہ ہمزہ کا قائم مقام ہے اور ضمیر ماقبل کی وجہ سے آئی ہے ۲ اُصَلِّبَنَّ یہ اصلی ہے اگرچہ شاذ ہے یہ قرأت حضرت کا اپنا اپنا طریقہ تحریر ہے جائز دونوں ہیں اس کا مصدر تَصْلِيْبٌ یعنی سولی چڑھانا۔ صُلْبٌ سے مشتق ہے اسی سے ہے صلیب یعنی سولی کا تختہ۔ متکلم سے مراد فرعون ہے کُمْ ضمیر مفعول بہ مرجع سب جادوگر فی جارہ ظرفیہ مکانیہ جُذُوْعِ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد ہے جِذْعٌ۔ یعنی شاخ جو تنے کی مثل مرد ہو پتلی اور باریک شاخوں کو فرع کہتے ہیں ایک قول میں مطلقاً ہر شاخ کو فرع اور بہت موٹی شاخوں کو جذع کہتے ہیں جن کے تختے بنائے جاسکیں عربی لغت میں درخت وغیرہ کی شاخوں کے لیے پانچ لفظ ہیں ۱ غُصْنٌ اس کی جمع ہے اَغْصَانٌ یعنی بہت باریک شاخ درخت کی یا بیل بوٹے کی ۲ غُصْنٌ اس کی جمع اُغْصَانٌ اتنی موٹی شاخ جس کے ڈنڈے بنائے جاسکیں تنے نوکالے جاسکیں ۳ فَرْعٌ اس کی جمع فُرُوْعٌ وہ شاخ جس پر پھل پھول لگیں ۴ جِذْعٌ تنے کی مثل موٹی شاخ ۵ شَرْخ۔ سیدھی شاخ مضاف ہے النَّخْلِ۔ الف لام جنسی نَخْل اسم مفرد جنسی چونکہ معرف باللام ہے اس لیے مراد کھجور کے درخت ہیں اگر نکرہ ہوتو مراد کھجور کا پھل ہوتا ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے لَاُصَلِّبَنَّ فعل سب سے مل کر جملہ تعلیلہ ہوکر معطوف علیہ۔ وَاؤ عاطفہ۔ تَعْلَمُنَّ۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ جمع مذکر حاضر اصل میں تَعْلَمُوْنَ تھا ثقیلہ کی وجہ سے نون اعرابی گرگئی اور جمع کی دو ساکنین کی وجہ سے گری عِلْمٌ سے مشتق ہے یعنی جاننا۔ جان لینا۔ سمجھ آجانی یہاں یہ فقرہ طنزیہ ہے اَیُّ اسم موصول یعنی کون مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مبتدا اَشَدُّ اسم تفضیل واحد مذکر شَدٌّ سے مشتق ہے ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع

marfat.com
Marfat.com

اُتِیَ ہے عَدَا یا اسم جامد حاصل مصدر عَدْوٌ مادہ ہے ترجمہ ہے دوڑنا تکلیف دینا۔ یا سزا مفعول فیہ۔ یا تمیز ہے اشتدّ کے فاعل کی اشتدّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اُلقِیَ باب فتح کا اسم تفعیل مذکر اُلقِیَ سے مشتق ہے دراصل تھا اُلقِیُ۔ یَ پر ضمہ ثقیل اور ماقبل مفتوح اس لیے یَ کو الف سے بدل دیا گیا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر پوشیدہ کا مرجع اَتٰی ہے یہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف دونوں مل کر خبر مبتدا اَیْنَمَا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول یہ ہے تَتَلَقَّفْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ معطوف ہوا اَلْقٰی مَا صَنَعُوْا کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف لَا تَخَفْ کا دونوں عطف مل کر علت ہوئی عَلَّمَ کے جملے کی عَلَّمَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْ کا دونوں مل کر صفت ہوئی کَبِیْرُکُمْ کی پھر خبر اِنَّ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولۂ دوم ہے قَالَ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ

تفسیر عالمانہ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے یہ جادوگر اُس وقت کی دنیا کے بہت بڑے جادوگروں میں سے تھے اپنے فن کے کامل اُستاد تھے اور حالوں سے جادوگری کر رہے تھے مصر والے اور خود فرعون ان کو عرصہ سے جانتے تھے موسیٰ علیہ السلام اُس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب سے یہ جادوگری میں مصروف و مشغول و مشہور تھے ان جادوگروں نے بڑے بڑے میلوں ٹھیلوں میں اپنے فن کا لوہا منوایا تھا ہمیشہ غالب ہی رہے تھے بڑے بڑوں کو ہرایا تھا ان کی اسی وجہ سے مصر کا جادو مشہور ہے یہ لوگ بخوبی جانتے تھے کہ جادو کی اصل حقیقت کیا ہوتی ہے یہ کبھی کسی بد مقابل جادوگر کے سامنے حیران اور پریشان نہ ہوئے تھے مگر اس مقابلے سے حیران بھی تھے پریشان بھی کیونکہ ایسا مقابلہ انہوں نے آج تک نہ کیا تھا نہ دیکھا تھا اور وہ غیر جذبات سے مغلوب بھی ان کی عقل دل دماغ فہم فراست عمر بھر کا تجربہ مشاہدہ ہر ہر دلیل سے مان گیا تھا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کا کرتب جادو نہیں۔ جادو صرف دکھایا جا سکتا ہے کسی کو کھا نہیں سکتا اگر یہ جادو ہے جیسا کہ فرعون کہتا ہے تو پھر ہمارا اتنا سامان کدھر گیا ان حالات کیفیات مشاہدات سے مجبور ہو کر خود اپنی عقل اور بصیرت ماتھی کے ہاتھوں گرا دئے گئے سجدہ کرتی حالت میں زمین پر یہ اُلقِیَ کسی کے گرانے دھکا دینے سے نہیں بلکہ خود ہی اتنی جلدی اور تیزی سے سجدوں میں گرے کہ گویا گرائے گئے اور یہ صرف علمی ایمان

marfat.com
Marfat.com

ہی نہ تھا بلکہ سجدوں میں گرتے ہوئے تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ کے ساتھ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ بھی تھا۔ اور سب جادوگر ہی اپنی اپنی جگہ تصدیق و اقرار عمل و فکر کا یہ مظاہرہ کر رہے تھے سجدہ سب کا ایک جیسا ایک رُخ تھا۔ مگر اقرارِ لسانی میں کوئی اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ کہہ رہا تھا۔ (اعراف آیت ۱۲۱۔ ۱۲۲ اور سورۃ شعراء آیت ۴۷۔ ۴۸) اور کسی کی زبان پر اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی تھا ہر جادوگر ہی اپنی اپنی زبان و جسم قلب و قالب سے کلمۂ ایمانی و عملِ نشانی ظاہر کر رہا تھا کسی کے سجدے کا رخ موسیٰ کی طرف تھا کسی کے سجدے کا ھٰرون علیہما السلام کی طرف جنہوں نے رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ کہا اُن کا قبلہ حضرت موسیٰ کو بنا دیا گیا اور جنہوں نے بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی کہا اُن کا قبلہ ھٰرون علیہ السلام کو بنا دیا گیا تھا صرف آج اور اس وقت رب تعالیٰ کے سجدے کے قبلے صرف ان نئے مومنوں کے لیے یہی دونوں تھے۔ کیا مبارک وہ ساعتیں تھیں کیا قدرت کی کرم نوازیاں تھیں کیسا وہ نورِ ایمانی تھا کہ ابھی صبح کے وقت کفر و شرک کی حمایت میں لاٹھیاں رسیاں زمین پر ڈالی جا رہی ہیں اور اب اُسی دن ڈھلتی دوپہر میں اپنے سر و چہرے جسم بصد نیازمندی و خشیت پر سیاہی سجدوں میں ڈالے جا رہے ہیں اور پھر اُسی دن سہ پہر بوقت عصر ایمان صبر شکر صحابیت کی دولتوں سے مالا مال ہو کر بارگاہِ قدس میں شہادت کی قربانیاں پیش کی جا رہی ہیں۔ جب فرعون کے ہوش ذرا ٹھکانے آئے دہشت اُڑ دھا دور ہوئی تب اپنی عزت ساکھ کرسی کی فکر لگی اور سنا کہ تمام جادوگر موسیٰ پر ایمان لا چکے ہیں پھر شہنشاہی جوش کو دا اور شاہی رُعب کی فکر ہوئی کہ کہیں ان جادوگروں کی دیکھا دیکھی دیگر لوگ بھی مومن بنتے نہ چلے جائیں، غصے میں بپھرا ہوا باہر نکلا اور چنگھاڑتا ہوا بولا۔ اے جادوگرو! رے تم میری اجازت کے بغیر ہی اُس موسیٰ پر ایمان لے آئے میرے پروردہ میرے مہمان بننے والے میرے بلائے ہوئے ہو کر میرے مشورے کے بغیر اور گرد دیکھنے بغیر فوراً ہی بلا سوچے سمجھے ایمان لے آئے میں سمجھ گیا کہ یہ تمہارا ایمان غور و فکر کی بصیرت سے نہیں معجزہ یا برہان دیکھ کر نہیں موسیٰ اپنی نبوت سے تم پر غالب نہیں آیا اپنے جادو سے ہی غالب آیا ہے تمہارا یہ ایمان کا دکھلاوا یا تو اس لیے ہے کہ تم اژدھا سے ڈر گئے کہ جس طرح اُس نے تمہارے تمام سامان کو کھا لیا کہیں تم کو بھی نہ کھا جائے اور یا پھر اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ۔ تم چھوٹے جادوگر ہو بے شک وہ تم سب کا بڑا جادوگر ہے تمہارا اُستاد ہے تم سب کو اُسی نے جادو سکھایا تم سب کی

marfat.com
Marfat.com

یہ ملی بھگت اور مکاری تھی ہماری سلطنت چھیننا چاہتے ہو یہ تمہارا منصوبہ ہے جس کے تحت تم نے اپنے اُستاد کو جتا دیا اور خود ظاہراً ہار گئے اور پھر دنیا کو دھوکہ دینے دَر غلانے کے لیے فوراً اُس پر ایمان لے آئے تاکہ دوسرے عوام بھی اُس پر ایمان لے آئیں۔ فرعون نے قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ۔ کہا۔ اَمَرَ نہ کہا اس لیے کہ امر میں ارادہ شامل ہوتا ہے یعنی اگر تم مجھے پوچھتے اور میں تم کو حکم دیتا تب تم ایمان لے آتے۔ مگر اَذِنَ کہہ کر یہ بتایا کہ اگر مجھ کو پہلے بتاتے یا پہلے مجھے پتہ چل جاتا تو اسی وقت تم کو پابند سلاسل کر کے قید کر دیتا کبھی ایمان کی اجازت نہ دیتا نہ تم ایمان لاتے اذن میں ارادہ شامل نہیں ہوتا فرعون حقیقتِ حال کو سمجھتا تھا اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ موسیٰ استاد نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ لوگ جادوگری میں پہلے سے مشہور تھے عمر رسیدہ تھے فرعون یہ سمجھ گیا تھا کہ موسیٰ کا کرتب جادو نہیں بلکہ معجزہ ہے۔ لیکن یہ جھوٹ بولتے ہوئے ایک چال چلنا چاہتا تھا اپنی عزت کی گرتی دیوار اور شرمندگی کی بنیاد کو ایک آخری سہارا دینے کا یہ حربہ تھا تاکہ لوگوں کے منتشر اور متاثر ذہنوں کو پھیرنے کے لیے یہ چال کام آجائے اس فوری مداخلت کا کچھ تھوڑا بہت اثر بھی ہوا کہ کم از کم اُس کے درباری اور قریبی مصاحبین تو ہو گئے اور عوام کے سامنے بات کرنے منہ دکھانے کے قابل ہوئے مگر ابھی بھی فرعون کا دل نہ سنبھلا جذبات ٹھنڈے نہ ہوئے۔ چاہتا تھا کہ جادوگر پھر کسی طرح ڈر کر گھبرا کر حسب سابق میرے قدموں میں آجائیں۔ اس لیے دھمکاتے ہوئے کہتا ہے۔ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی۔ ابھی بھی وقت ہے ایمان سے ہٹ جاؤ غلطی تسلیم کر لو۔ میرے انعام کے دروازے کھلے ہیں تقرب تو نہ ملے گا لیکن اُجرتِ محنت مل جائے گی اور اگر باز نہ آئے تو میں قسمیہ کہتا ہوں کہ بہت سختی سے ٹرپا ٹرپا کر کاٹوں گا یعنی میرے حکم سے میری نگرانی میں کاٹے جائیں گے تم سب کے ہاتھ اِدھر کے پاؤں اُدھر کے مخالف سمتوں سے مِن خِلاف۔ اس لیے کہ اس طرح کاٹنے میں تکلیف زیادہ طاقت کم بلکہ ختم ہو جاتی ہے خون بہت بہتا ہے چلنے اٹھنے کے قابل نہیں رہتا پھر اس پر ہی بس نہیں بلکہ تم سب کو کھجور کی شاخوں پر بہت عرصہ تک سولی پر لٹکائے رکھوں گا تاکہ تم سسک سسک کر آہستہ آہستہ بھوک پیاس درد تکلیف سے مرو عوام تم کو لٹکا مرا دیکھیں تو عبرت پکڑیں مجھ سے مزید ڈریں مجھے خدا مانیں۔ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ کا معنی لٹکائے رکھنا اس طرح کہ شاخیں تمہارے ظروف برتن ہو جائیں اور تم اُن شاخوں کے

Marfat.com
Marfat.com

منروف بن جاؤ وہیں ٹکے ٹکائے سو کھو گے اور لوگوں کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ہیں تم جیسے باغیوں غداروں کو کیسی سزا دیتا ہوں۔ تاکہ کوئی دوسرا بغاوت و غداری نہ کرے۔ اے جادوگرو جلدی جواب دو یہ میری چند منٹ مہلت ہے خوب سوچلو۔ نخل کا ذکر اس لیے کیا کہ نخل یعنی کھجور کا درخت بہت لمبا اور سیدھا ہوتا ہے جذوع سے مراد اُس کے تنے ہیں۔ اس کی لمبی شاخیں دیگر درختوں کی طرح نہیں ہوتیں نیز مصر میں دریائے نیل کے کنارے یہ درخت بہت ہوتے ہیں۔ اے جادوگرو یہ میں اتنی سخت سزا کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں تاکہ تم جان لو ہم دونوں مجھ میں اور موسیٰ میں کس کی سزا سخت اور کس کا عذاب دیرپا ہوتا ہے اُس نے بھی تو تم کو فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ کہہ کر اپنے اللہ کے عذاب سے ڈرایا تھا۔ اُس کا وہ عذاب یا میرا یہ جو سخت بھی ہے اور زیادہ دنوں تک باقی رہنے والا بھی۔ بعض نے کہا کہ اَيُّنَا سے مراد ہے میرا یا موسیٰ کے رب کا عذاب یا عذاب سے مراد وہ دہشت ناک اژدھا تھا۔ اُس کے گمان میں جادوگر اس سے خائف ہو کر ایمان لائے تھے اس لیے یہ بات فرعون نے کی کہ سانپ سے کیا ڈرنا حالانکہ خود فرعون ابھی تک ڈرا سہما تھا یہی وجہ تھی) کہ جادوگروں کو تو سزا سناتا ہے مگر موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کو سب کا استاد بھی کہہ دیا ہے نیز اصل دشمن مخالف نقصان دہ تو موسیٰ علیہ السلام ہی تھے۔ فرعون کی ان فضیل باتوں کا یہی فرق دیکھ کر بہت سے قبطی درپردہ مومن ہو گئے تھے۔ بلکہ کچھ دنوں بعد یا اُسی دن درباریوں نے برملا کہہ بھی دیا تھا کہ اَتَذَرُ مُوسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ۔ (اعراف آیت ۱۲۷) وہ بے چارے جادوگروں پر دیسیوں کو تو تو قتل کروا رہا ہے اصل دشمن موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو تو چھوڑ دے گا کہ زمین میں فساد پھیلاتے پھریں اور تیرا اور تیرے معبودوں دیوتاؤں کا انکار کرتے پھریں۔ تب بھی فرعون کچھ نہ کر سکا۔ صرف اتنا کہہ کر ٹال دیا کہ ہم اُن کے بچوں کو دھڑلے کی ترح قتل کراتے رہیں گے اور اُن کی بچیوں کو زندہ رکھیں گے۔ فرعون نے اپنے اس قتل کو شدید عذاب اس لیے کہا کہ اُس نے دیوتی باد شاہوں کی سزائیں دیکھی سنی پڑھیں تھیں وہ اپنی اس ایجاد کردہ سزا کو اُن سب سے سخت اور انوکھی سمجھتا تھا اور واقعتاً دیوی اعتبار سے سخت ترین بھی تھی مگر حضرت موسیٰ نے جس عذاب کا ذکر فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ میں فرمایا تھا وہ آخروی عذاب مراد لیا تھا جس کو فرعون نہ جانتا تھا۔ فرعون کی یہ سزا ایک حربہ تھا سمجھا تھا جادوگر ایک دم گھبرا کر ایمان چھوڑ دینگے اور لوگوں میں میری چال کامیاب میری عزت بچ

marfat.com
Marfat.com

رہے گی مگر یہ حربہ بھی ناکام ہو گیا اس لیے کہ کسی بھی جادوگر نے کوئی اثر نہ لیا۔ اس لیے کہ جادوگروں نے ایمان کی جرأت کسی معمولی بات پر نہ کی تھی ان کا اَمَنَّا کہنا کوئی وقتی جوش نہ تھا ان کی پذیرائی تو حُسنِ ازل نے کر دی تھی دل میں نورِ ایمان آنکھوں میں جمالِ حق آشکار ہو چکا تھا چند منٹ کی صحبت موسیٰ نے عشقِ الٰہی محبتِ کبریائی کا ایسا جامِ مشاہدہ پلا دیا تھا کہ جس کا اثر صبح قیامت تک نہ اُتر سکے ان کا سجدہ صرف سجدۂ بارگاہ نہ تھا بلکہ معراجِ عشق تھی کہ اسی میں ان کو جنت اور ان کا جنتی مقام کفار کی جہنم اور اُس کا عذاب سب کچھ دکھا دیا گیا اور سب سے بڑا انعام تو یہ ہوا کہ اسی سجدۂ نیاز میں حُسنِ ازل کے انوار معرفت کے اسرار کا نظارہ بھی ہو گیا بھلا ان کی نظر میں اب دنیا کی جاہ وحشمت دولت ثروت فرعونیت طاغوتیت کی کیا حیثیت تھی یہ ٹھیک ہے کہ دنیا بڑی لذیذ ہے اس میں بڑی کشش ہے مگر جس کو اس دنیا کی فنا کا پتہ یقینِ بصیرت سے چل گیا وہ اس کی حشمتوں دلربائیوں سے کب مرعوب اور اس کی کرسیوں قانونوں دھمکیوں سزاؤں سے کب مرعوب ہو سکتا ہے۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ دنیا میں سب سے بڑی نعمت قربِ نبوت اور مجلسِ انبیا کی صحبت و حاضری ہے جس کو یہ نصیب ہو جائے وہ تمام جہانوں میں سب سے زیادہ خوش قسمت ہے اس لیے کہ یہی قرب کفر توڑ شرک سوز ہے اور انہی محافل میں عرفان ایمان شریعت طریقت عشقِ الٰہی عروج بلندی بلکہ صحابیت کی دولتیں ملتی ہیں یہ فائدہ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا۔ فرمانے سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ۔ ایمان و اعمال وہی معتبر و مقبول ہے جو انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی معرفت ملیں یہ فائدہ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی کے فرمان سے حاصل ہوا۔ کہ ان سب جادوگروں نے اپنے ایمان کی نسبت ہارون و موسیٰ علیہ السّلام کی طرف کر کے ظاہر فرما دیا کہ ہم کو یہ ایمان ان دونوں مقبولوں کے ذریعے نصیب ہوا ہے۔ تیسرا فائدہ۔ وہ خوف و گھبراہٹ بھی رب کی نعمت ہے جس سے توفیقِ ایمان و اعمالِ صالحہ نصیب ہو جائے یہ فائدہ اُلْقِیَ فعل مجہول فرمانے سے حاصل ہوا یعنی جادوگروں کو اپنے جادو کی حقیقت و کمزوری کا پتہ تھا اس لیے عصاءِ موسیٰ کے کمالات کو دیکھنے کے بعد حیرت سے ملا جُلا خوف و گھبراہٹ ہوئی تب عجز و احساسِ شکست پیدا ہوا تب اِس عاجزی کی وجہ سے اُن کو ہدایتِ ایمان نصیب ہوئی ادب و عجز ہی ہر مسلمان کا جُزوی سرمایہ ہے اور [illegible] جادو ان کے دل نے پلٹا کھایا اور

marfat.com
Marfat.com

سجدے میں گرے گویا کہ گرا دئے گئے۔

احکام القرآن ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ہر موقعہ پر اپنی شناخت قائم رکھے تاکہ غیر مسلموں اور بدعقیدہ وگمراہوں سے ممتاز رہے ہر طرح دور سے پہچانا جائے کسی کو دھوکہ نہ رہے شناخت کی چند صورتیں ہیں ۱ بات اور گفتگو میں قولی شناخت ۲ نام القاب میں ۳ شکل وصورت میں ۴ مسجدوں میں ۵ گھروں میں تاکہ مسلمان دور سے پہچانا جائے احادیث مبارکہ میں اس اسلامی شناخت پر بہت زور دیا گیا ہے کئی جگہ خَالِفُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے مسلمان گھروں میں فوٹو تصویر لگانے کی حرمت وممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان کا گھر بت پرست کفار کے گھروں مندروں کے مشابہ نہ ہو جائے۔ آج بہت سے دھوکے باز لوگ اہل سنت بن کر مسلمانوں کو ورغلا رہے ان کی دھوکہ بازی سے عوام کو بچانے کے لیے ہر سنی مسلمان کو چاہیے کہ اپنی ہر شناخت ہر وقت برقرار رکھے مثلاً فی زمانہ لفظ بریلوی اہل سنت کی شناخت بنی ہوئی ہے اس لفظ کو اپنے لقب میں ضرور استعمال کرو۔ ہر محفل وعظ میں نعرۂ رسالت اور اختتام پر صلوٰۃ وسلام گھروں مسجدوں میں یا اللہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یَا رَسُوْلَ اللّٰہ لکھنا۔ اسی طرح ذکر انبیاء کے ساتھ علیہ السلام آقائے کائنات نبی کریم کے لیے صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اہلبیت عظام کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مولیٰ علی شیر خدا کے لیے کرم اللہ وجہہٗ کہنا یہ بھی اہل سنت والجماعت کی نشانی ہے اس طرح ہر شناخت برقرار رکھنا لازم ہے یہ مسئلہ قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی کے ارشاد سے مستنبط ہوا۔ جادوگروں نے صرف رَبِّ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْن نہ کہا اس لیے کہ فرعونی لوگ فرعون کو بھی رَبِّ اَعْلٰی کہتے تھے وہ دھوکہ دیتے یا رَبَّ الْعٰلَمِیْن کے لفظ سے دھوکہ کھا سکتے تھے اور عوام کو دھوکہ دے سکتے تھے اس لیے مکمل شناخت پہلے ایمان کے اظہار کے لیے سب نے فرمایا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی اب کسی کو کوئی دھوکہ غلط فہمی نہیں رہی۔ یعنی اے لوگو ہم اب اس رَبِّ الْعٰلَمِیْن پر ایمان لائے ہیں جو ھارون وموسیٰ کا رب ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک متفقاً ہر قسم کا جادو سیکھنا کفر وحرام ہے اور جادوگر جادو سیکھنے سے کافر ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس کے جنتر منتر کے الفاظ اور طور طریقے کفریہ شرکیہ الفاظ اور طریقے ہوتے ہیں جس پر جادوگر کو عمل کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ میزان الکبریٰ جلد دوم کتاب حکم السحر والساحر صفحہ پر ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو ہر طرح کا جادو سیکھنا کفر کہتے ہیں لیکن امام شافعیؒ کچھ قیود کے ساتھ کفر قرار دیتے ہیں یہ مسئلہ اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی سے مستنبط ہوا کیونکہ ایمان لانا کفر سے توبہ کے بعد ہوتا ہے اور ان جادوگروں کا کفر خاص کر ستر بنی اسرائیلی جادوگروں کا کفر تو صرف یہی جادو سیکھا تھا اس کے علاوہ کوئی کفر ثابت نہیں نہ اسرائیلی جادوگر فرعون کو رب نہیں مانتے تھے نہ بت پرستی کرتے تھے نہ اس کا کہیں ثبوت پھر بھی اٰمَنَّا کہہ رہے ہیں۔ اٰمَنَّا کہنے سے ان کا کفر ثابت جس کو اب ختم کر رہے ہیں اور کفر بجز جادوگری کوئی ثابت نہیں۔ پس ظاہر اور یقینی ہے کہ جادو سیکھنا ہی ان کا کفر تھا۔ تیسرا مسئلہ اس میں تمام ائمہ اربعہ کا متفقہ مسلک ہے۔ کہ چور کے ہاتھ مفصل کف اور مفصل رجل سے کاٹے جائیں کے مفصل یعنی جوڑ جیسا کہ میزان الکبریٰ جلد دوم باب السرقہ ص۱۶۱ پر ہے ان ائمہ کرام کا استنباط۔ اس ارشاد ربانی سے ہے کہ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ کے بعد وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ (م) کا ذکر فرمایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ ہاتھ اور پاؤں حقیقتاً ہتھیلی اور قدم کو کہتے ہیں۔ جن بعض لوگوں نے لفظ اَیْدِیْ اور لفظ اَرْجُل سے بغل تک یا کہنی تک اور پیر کو گھٹنے تک یا کولہے کے جوڑ تک کاٹنے کا حکم لگایا ہے وہ غلط ہے اسی طرح جن لوگوں نے صرف دو یا تین انگلیاں کاٹنے کا ذکر کیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ کہ وہ حد سے زیادتی ہے اور یہ ہاتھ پیر بریں کی کرنا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا۔ فرمایا ہے یہاں سے استنباط اس طرح ہوا کہ ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد صولی کا ذکر ہے اور صولی کا فرعونی قانون میں طریقہ یہ تھا کہ ایک لکڑی کے اوپر کی جانب مجرم کے دونوں پھیلے ہوئے ہاتھ کی لمبائی کے برابر ترچھی لکڑی ٹھونک دیتے تھے اس پر مجرم کے دونوں ہاتھ پھیلا کر دونوں طرف رسی سے باندھ دیتے تھے اسی طرح دونوں لٹکے ہوئے پیروں کو رسی سے باندھ دیتے تھے بعد میں کئی بادشاہوں نے رسی کی بجائے اسی طرح پھیلا کر ہاتھوں پاؤں میں کیلیں ٹھونکنی شروع کر دیں ہاتھ پاؤں کٹنے کے بعد صولی تب ہی دی جا سکتی ہے جب ہاتھ صرف کف دست اور پاؤں ٹخنے سے کٹا ہو پورا ہاتھ پاؤں کاٹ دینے سے باندھنا اور صولی دینا ناممکن ہے یہ سند فرعون کی ایجاد ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی نے کسی کو صولی نہ دی تھی۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض یہاں فرمایا گیا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی۔ لیکن سورۃ اعراف آیت ۱۲۲ اور سورۃ شعرا

marfat.com
Marfat.com

آیت ۴۸ میں ہے رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ واقعہ وقت مقام اور کہنے والا گروہ بھی ایک ہی ہے تو پھر یہ اختلاف کیوں؟ جب کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کسی غیر اللہ کا نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا ہے کہ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا سورۃ نساء آیت ۸۲ یعنی اگر یہ کلام کسی غیر اللہ کا بنایا ہوا ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے۔ تو یہ اختلاف ہونا غیر اللہ کے کلام ہونے کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان یہ قرآنی نشان قائم فرما دیا کہ اسی نشانی سے پہچانا جائے کہ اللہ کا کلام کون سا ہے اور انسانوں کا بنایا ہوا کونسا ہے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ بعد کے جامعین یا کاتبین نے ایسی غلطیاں کر دیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ یعنی ہم نے ہی اس قرآن مجید کو اتارا ہے اور ہم ہی تا قیامت اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اگر یہ کاتب کی غلطی ہو تو پھر دونوں میں کس کو صحیح کس کو غلط قرار دیا جائے اور آج تک کسی نے صحیح کیوں نہ کیا اسی طرح غلط کیوں چھپتا چلا آ رہا ہے۔ موسیٰ و فرعون کے اس واقعے میں اور جگہ بھی اختلاف پائے جا رہے ہیں مثلاً سورۃ طٰہٰ آیت ۱۰ اِذْ قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا اور سورۃ نمل آیت ۷ میں ہے لِاَھْلِہٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بخبر ایک ہی شخص کا قول ایک ہی وقت میں مگر اختلاف اتنا کہ پہلے ہے امْکُثُوْا دوسری جگہ امْکُثُوْا نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام باتوں کا جواب کیا ہے۔ جواب طٰہٰ آیت ۱۰ کا جواب تو اسی جگہ دیدیا گیا ہے اس اعتراض کے مختلف جواب دئے گئے ہیں مگر صحیح آسان مختصر و مضبوط جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ امْنًا کہنا ایک ہی جگہ ایک ہی وقت ہوا مگر کہنے والے بہت سے افراد ہیں اور سب نے ہی اپنے منہ سے ادا کیا کیونکہ یہ ایمان کا اقرار باللسان ہے جس کا سب کو کہنا ضروری تھا اور ایک شخص کے یہ مختلف قول نہیں بلکہ کسی نے کہا رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ کسی نے کہا رَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی۔ معترض کا اس کو اختلاف کہنا نادانی ہے اختلاف یہ ہے کہ ایک ہی شخص ایک ہی وقت ایک ہی جگہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کسی سے کہے میں نے فلاں آدمی کو فلاں جگہ فلاں وقت دیکھا تھا۔ پھر دوسرے سے کہے کہ میں نے اس وقت اس جگہ دیکھا کچھ نہ تھا صرف آواز سنی تھی تیسرے سے کہے کہ نہ آدمی دیکھا تھا نہ آواز سنی تھی بلکہ صرف نور دیکھا تھا۔ لہٰذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ یہاں موسیٰ و ھٰرُوْن اور وہاں ھٰرُوْن و موسیٰ کیوں ہم نے واضح کر دیا کہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں دوسرا اعتراض یہاں ذ

marfat.com
Marfat.com

گیا۔ اُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا۔ اس کا معنی ہے کہ وہ جادوگر سجدے میں گرا دئے گئے۔ ثابت ہوا کہ وہ خوشی سے سجدے میں نہ گرے نہ خوشی سے ایمان لائے۔ جبر و اکراہ سے یہ سب کچھ کیا گیا۔ حالانکہ جبر و اکراہ کا ایمان معتبر نہیں ہوتا چنانچہ قرآن مجید بقرہ آیت ۲۵۶ میں ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ دین میں اکراہ و جبر درست و معتبر نہیں۔ اس کا حل کیا ہے؟ جواب یہ اُلقی کسی کا شخصی اکراہ یا دھکا شاہی نہیں۔ بلکہ فرمایا جا رہا ہے کہ توفیقِ الٰہی نورِ ایمانی سے شعورِ قلبی پیدا ہوا اور عقلی دلائل و برہان دیکھے جن کا اتنا شدید اثر دل و روح ہوا کہ عقل و دل کے ہاتھوں مجبور ہو اُن کو کہنا پڑا اٰمَنَّا۔ اور گرنا پڑا سجدے میں۔ یعنی جب انہوں نے نورِ بصیرت سے دلائل کو دیکھا غور و تفکر کیا تو اتنی جلدی سجدے میں گرے گویا گرائے گئے اور گرانے والا اُن کا اپنا قلب و عقل تھا۔ میرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ فرعون نے جادوگروں کو دھمکی بھی دی اور سزا بھی سنا دی جو سخت ترین دنیا کی پہلی سزا تھی۔ اور بقول ایک روایت کے دے بھی دی مگر موسیٰ علیہ السلام کو لفظاً یا عملاً کچھ نہ کہا جب کہ فرعون خود کہہ بھی رہا ہے کہ یہ موسیٰ تمہارا استاد ہے اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ اور تم نے یہ پہلے سے میرے خلاف منصوبہ بنایا ہوا تھا۔ جواب تین وجہ سے فرعون نے صرف جادوگروں کو دھمکی اور سزا سنائی۔ اور حضرت موسیٰ کو کچھ نہ کہا۔ ایک وجہ یہ کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے ڈرا ہوا تھا خائف تھا میدانِ مقابلہ میں بمشکل اُس نے اژدھا سے جان بچائی تھی موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت سماجت کی تھی راب ڈرتا تھا کہ کہیں پھر نہ اژدھا مجھ کو کھا جائے۔ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تو اُس کی ساری اکڑ ٹوٹ چکی تھی۔ اس لیے اُدھر ہاتھ ڈالنے کی اب ہمت نہ تھی۔ دوم یہ کہ فرعون جادو سیکھنے پاسکھانے کے خلاف نہ تھا نہ اُس کو اس سے غرض تھی کہ کون کس کا شاگرد کس کا استاد ہے۔ وہ تو یہ کہتا تھا کہ جادوگروں نے مجھ کو دھوکہ دیا ہے کہ ظاہراً میرے ساتھی بنے۔ در پردہ موسیٰ کے ساتھی تھے وہ اِس رویہ کو غداری اور بغاوت سمجھتا تھا اگرچہ یہ بھی اس کی ظاہری گفتگو تھی سمجھتا سب کچھ تھا محض چال بازی اور عوام میں اپنا بھرم رکھنے کی خاطر۔ سوم یہ کہ وہ جادوگروں کو بھی مارنا نہیں چاہتا تھا صرف خوف زدہ کر کے واپس اپنی تائید میں لانا چاہتا تھا عوامی انقلاب کو روکنے کے لیے جس کا فرعون کو شدید دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اور عوام کو بتانے کے لیے کہ جادوگر ایک خفیہ منصوبے کے تحت ایمان لائے ورنہ موسیٰ نبی نہیں ایک جادوگر ہی ہے دیکھو میری دھمکی سن کر پھر لوٹ آئے ایمان سے پھر گئے۔ مگر جب یہ چال بھی کامیاب نہ ہوئی تو غیض و غضب میں آکر وہ کام کر ہی دیا جس کی

marfat.com
Marfat.com

قسم کھائی تھی۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (از تفسیر امام رازی۔ روح البیان روح المعانی تفسیر فتح القدیر مظہری، صاوی، مدارک خازن)

تفسیر صوفیانہ فَاَلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی۔ یہ قانون فطرت ہے کہ جس کو جہانِ غیوبات کی طرف نظرِ بصارت کرنے کی ہمت و قوت بخشی گئی وہ اگر اپنی اِس قوت کو نفسانی حصول کی مباشرت میں لگا دے تو اس کے دل دماغ پر حجابات آجاتے ہیں پھر اگر اسی بندے کو کسی اہلِ دل کی صحبت نصیب ہو جائے اور وہ بندہ اپنی توجہ بصیرت کو تدریجی سے علیحدہ کر کے خیر کی طرف لگائے تو رب تعالیٰ اُس بندے کے قلب کی طرف اخلاص اور یقین کی نعمت کا نزول فرماتا ہے اور انوار اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو محبوبیتِ الٰہیہ کے مقام سے زینت عطا کی جاتی ہے۔ جادوگروں کو میدانِ یوم الزینت میں اس جذب و سلوک کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا اِس لیے اُس دن کی پوری حاضری میں صرف وہی جادوگر مخلد بین الٰہی اور مہتدینِ ایمان میں شامل کر کے مقامِ علیا سے نواز دیئے گئے تھے ان کا ایمان کسی تقلید سے نہ تھا بلکہ مولیٰ تعالیٰ کی بُرھانوں کی راہ نمائی سے تھا۔ اور وہ جادو جو کفر و گمراہی کا ذریعہ ہوتا ہے وہ ہی اُن کی ہدایت کا وسیلہ بن گیا رب تعالیٰ کا یہ کرم صرف اس لیے ہوا کہ میدانِ مقابلہ میں ان کی نگاہیں چہرۂ انبیا پر اُن کے کانِ آوازِ نبوت پر اُن کی عقلیں اعمالِ نبوت پر اور اُن کے قلوب بُرھانِ نبوت پر لگے ہوئے تھے یہی فنا فی الرسول کا مقام ہے فرعون اور فرعونیوں کی نظریں اعمالِ نبی تک رہیں مگر ان کے دلِ بُرھانِ ربوبیت تک نہ پہنچ سکے اس لیے ایمان نہ لائے۔ اسبابِ ترقیِ سلوک کی سیڑھی ہے اِس کے نو زینے ہیں ۱ توفیق ۲ تفکرِ عقل ۳ تدبرِ قلب ۴ تذکرِ طبیعت ۵ تعقلِ عقت ۶ تحملِ حیوانی ۷ تعشقِ روحانی ۸ انہماکِ ضمیر ۹ میلانِ خمیر جب بندۂ طالب ان کو عبور کر لیتا ہے تو اَلْقِیَ سُجَّدًا کا ظہور ہوتا ہے۔ سجدۂ صادقہ میں بندے کو چار قوتیں ملتی ہیں پہلی قوت سے وہ حق و باطل کا منصف ہو جاتا ہے دوسری سے برہان و حقیقت کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے تیسری سے وہ اسرار و اشرار میں فرق جان لیتا ہے۔ چوتھی سے حق پرستی کا اقرار کر لیتا ہے۔ ان قوتوں سے اتنی جرأت پیدا ہوتی ہے کہ عارفِ صادق کسی باطل کے طوفان کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور بندہ مُنصِفین۔ مُذعنین۔ مُقرِّین و مُقرّین میں شمار کر لیا جاتا ہے۔ یہ سجدہ ہی معراجِ مومن ہے کیونکہ صدقِ نیت ظہورِ معجزہ۔ قیامِ حجت و رجحانِ برہانی

marfat.com
Marfat.com

کی معرفت یہیں سے نصیب ہوتی ہے۔ اور بندہ پکار اُٹھتا ہے اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی۔ ہم ایمان لائے مکاشفاتِ حق اور اُس کی رُبوبیت عالمین پر جو ہماری عارون عقل اور موسیٰ قلب کا بھی رب ہے۔ وہ ہی رب ہے جس نے عقل و عقلی اور قلب کو قلبی استعداد بخشی۔ عقل کو اپنی کمالاتِ صفات کا ظہور عطا کیا اور دل کو اپنی ذات کی تجلیات دیں بندوں نے جو یہ معرفت حاصل کی وہ عقل و قلب کی معرفت سے کی عقل و دل سے ہی ایصالِ منزل اور وصلِ الٰہی نصیب ہوتا ہے عقل و دل کی اطاعت سے دولتِ وجدان ملتی ہے مگر اعضاءِ ظاہری و باطنی کا استقلال ضروری ہے۔ اگر استقلال کی استعداد بالکل ختم ہو جائے تو طبیعۃ سفلیہ کا دین نفسانی غالب آتا ہے اور جب نفس کی نفسانیت غیض و غضب کا غلبہ کرتی ہے تو بالمن اشرار سے آوازہ نفس نفس کا نعرہ بلند ہوتا ہے کہ۔ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی۔ اے اہل طبیعۃ مرکزِ جدال و مکر تم رغبت نفس کے بغیر شیع قلبی پر کس طرح ایمان لا سکتے ہو۔ وہی قلب کی عقلی عیار تمہاری پیشرو قلم کار و قدم سانہ ہے۔ میں تمہارے شریعت کے ہاتھ طریقت کے پاؤں ایک دوسرے میں مخالفت و دشمنی کرا کر جدائیاں کرواؤں گا۔ کہ شریعت کے دعویدار طریقت سے نفرت اور دوری کر لیں گے اور طریقت کے دعویدار شریعت کو اپنا مخالف اور غیر سمجھنے لگیں گے۔ علماء صوفیا سے کنارہ کش اور صوفیا علما کو بیکار سمجھا کریں گے اور پھر تم طبیعۃ غداریہ سفلیہ رذیلہ کو تخیل غفلت کی جذوع کسلیہ کثیفہ میں ضعف بدنی کی صولی دے کر بے عملی کی موت ماروں گا۔ صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ فرعون اور فرعونیوں کو شخصیتِ موسیٰ و ھٰرون کا قرب نصیب ہوا اور عوام الناس کو شخصیتِ موسیٰ و ھٰرون کا قرب نصیب ہوا مگر جادوگروں کو نبوتِ موسیٰ و ھٰرون کا قرب نصیب ہوا۔ ان میں سے جن کو نبوت ھٰرونی کا فیض پہلے ملا۔ انہوں نے کہا اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی اور جن کو پہلی توجہ میں ہی مرسلیت موسیٰ علیہا السلام کا فیض پہنچ گیا انہوں نے کہا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ اس وقت تمام انسانوں میں سے زیادہ قرب کی قوت جادوگروں کو تین وجہ سے حاصل ہوئی۔ ۱ جادوگر اپنے علم جادو کی وجہ سے۔ خواص کی ترکیب اور مختلف جوہروں کی مزاج عنصری کی مادی ملاوٹ کو جانتے تھے ۲ جادوگر عنصری مادوں یعنی آگ مٹی پانی ہوا۔ اور آسمانی نضائی ہوائی زمینی قوتوں کے

marfat.com
Marfat.com

فرق کو جانتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ نفوسِ سماویہ کے جلب و اتصال کا فیض اجسامِ ارضیہ کی قوتوں پر کس طرح ہوتا ہے۔ پہلی معلومات سحر نیرنگی جانتے سے ہوتا ہے۔ دوسری معلومات علم طلسمات سے حاصل ہوتی ہیں۔ تیسری وجہ انہیں اپنے سحر خلقطیرات کے علم کی وجہ سے معلوم تھا کہ عالم بالا علویہ سے استفادہ کرنا کن نفوس کی تاثیر اور ہیئت ہے۔ اور کون سی ہستیاں نبوت کے لائق قائم بالدعوۃ۔ واصل بالحق اور کامل بالاعجاز اور مرتبۂ ولایت الٰہیہ پر ترقی کرنے والی ہیں وہ جانتے تھے کہ معجزہ مقارنِ للحق ہے کرامت مقارنِ للنبوت ہے اور مرضیات سفلیہ سحریہ مقارنِ لدنیا ہیں۔ کرامت سے بھی ہزار درجہ نیچے اور کمزور ہے۔ نبوت کا معجزہ تو عالم اعلیٰ کی قوتوں والا ہوتا ہے اس سے مقابلہ نری ناکامی ہی ہے۔ یہ سب معلومات ان کے سحرِ عظیم سے ان کو حاصل ہوئیں تھیں۔ لہٰذا جادو کی قوتیں صرف اسی عالمِ اجرامِ سفلیہ پر عمل کر سکتی ہیں۔ منبعِ تائید فیض اور قوت و قدر پر نہیں چل سکتیں اس لیے کہ جادوگر کے کفر کی وجہ سے اس کے لیے ھیئۃ نوریہ اور شعاعِ قدسیہ کا حصول کمزور ہوتا جاتا ہے۔ جب کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے نفوسِ قدسیہ کی قوتِ اقبال علی الحق میں بڑھتی رہتی ہیں۔ قربِ نبوت کی منزلوں میں تین تمغے عطا فرمائے جاتے ہیں۔ انوارِ قدس کی الفت۔ قوتِ ملکوتیہ کی تائید۔ بارگاہِ الٰہیہ کی توجہ۔ بندہ اپنے عجز و انکسار کی وجہ سے تمام لوگوں سے زیادہ نبی کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور سب سے زیادہ دعوتِ رسالت کو قبول کرنے والا اور انوارِ ولایت کو پانے والا ہو جاتا ہے۔ اقرار باللسان سبب ہے محفلِ نبوت میں سبقت لے جانے کا اور تصدیق بالقلب سبب ہے استعداد و قوتِ قرب کا اسی لیے مومن کامل کو قربِ کامل نصیب ہوتا ہے۔ ایمان کے ذریعے مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضروریات پوری کرتے رہنے کا خیال رکھنا چاہیئے اسی لیے جو کوئی کسی مومن کی ضرورت پوری کرے گا قریب تعالیٰ قیامت میں اس کی ضرورتوں کو پورا فرمائے گا۔ مومن ایک لشکر کی مانند ہیں جو ایک جگہ جمع ہوتی ہیں جن میں تعارف ہو گیا وہ دنیا میں اگر اس سے مانوس ہوتی ہے اور جنہیں ناموافقت رہتی ہے وہ الگ رہتی ہیں جب نفس کا قلب سے مقابلہ ہوتا ہے تو نفس کی برائی کا مادہ زائل ہو جاتا ہے یہی اس کی شکست ہے مگر حقیقتاً یہ امارہ نفسیہ ہے لیکن جب نفس کا نفس سے مقابلہ ہوتا ہے تو لوامہ کا فتنہ اور لائمہ کی گمراہی بھڑک اٹھتی ہے۔ اور عصمت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ واللہ المستعان وھو الموفق

marfat.com
Marfat.com

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ

سب جادوگر بولے اب ہم ہرگز تجھ کو پسند نہیں کریں گے ان کے ہوتے ہوئے جو

بولے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے ان

الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ

روشن نشانیاں ہمارے پاس آگئی ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے پیدا کیا ہم کو تو فیصلہ کر ڈال جو تو

روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو تو

قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ

فیصلہ کرنے والا ہے تو صرف فیصلہ کر سکتا ہے اسی

کر چک جو تجھے کرنا ہے تو اس دنیا ہی کی زندگی

الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا

دنیوی زندگی میں بے شک ہم تو ایمان لا چکے ہیں اپنے رب پر تا کہ بخشدے وہ ہمارے لیے

ہیں کرے گا بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں

خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ

ہمارے تمام قصور اور وہ بھی جو مجبور کیا ہے تو نے ہم کو جس پر جادوگری سے

بخش دے اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر

وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ

اور اللہ ہی ہمیشہ اچھا اور باقی رہنے والا ہے بے شک قانون یہ ہے کہ جو شخص آئے گا

اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا بے شک جو اپنے رب کے

الثلثة

marfat.com
Marfat.com

رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا یَمُوْتُ

اپنے رب کے پاس مجرم بن کر تو یقیناً اس کے لیے دوزخ ایسی کہ نہ مرتے جیا ہو
حضور مجرم ہو کر آئے تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے

فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ﴿۷۴﴾

اس میں نہ زندوں جیسا
نہ جئے۔

تعلقات اِن آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق یہ پچھلی آیت میں فرعون کی انتقامی گفتگو کا ذکر ہوا کہ تم سب جادوگروں کو میں اس طرح سولی کی سزا دوں گا اور اس طرح تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ اب اِن آیت میں جادوگروں کے صبر آمیز دلیرانہ جواب کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ فرعون نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مقابلہ کرتے ہوئے جادوگروں سے کہا تھا کہ تم کو پتہ لگ جائے گا کہ کس کا عذاب سخت ہے آیا موسیٰ کے رب کا عذاب یا میرا عذاب۔ اب اِن آیت میں ذکر ہے کہ جادوگروں نے فرعون کا منہ توڑ جواب دیتے کہا کہ تیرا عذاب تو فقط دنیوی زندگی کے ہی چند لمحوں تک ہے ابدی عذاب تو رب تعالیٰ کا ہی ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں ایمان کی ایک شق یعنی تصدیق یا قلب کا ذکر ہوا کہ سب جادوگر دل سے مومن ہو کر سجدے میں گرے۔ اب اِن آیت میں ایمان کی دوسری شق یعنی اقرار باللسان کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا۔ قَالُوْا فعل ماضی جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر صیغہ پر شیدہ کا مرجع وہی سب جادوگر فرعونی۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَنْ نُّؤْثِرَ۔ باب افعال کا فعل مضارع نفی تاکید بلن جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِیْثَارٌ مادہ اَثَرٌ ہے بمعنی ترجیح

marfat.com
Marfat.com

دینا۔ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو پسند کرنا۔ اصطلاحاً اپنے فائدے کو کسی کے لیے چھوڑنا ایثار کہلاتا ہے
باب افتعال میں دو ہمزہ جمع ہوئیں جس کی وجہ سے جعد (الجھاؤ) پیدا ہوا تو معتدیں میں دوسری
(مادے کی) اصلی ہمزہ کوئی سے بدلا گیا اور لَن تُؤثِرَ میں ماقبل کے فتحہ کی وجہ سے واؤ سے
بدلا گیا۔ حرفِ نفی نے نصب دیا نَحْنُ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے لَ ضمیر منصوب متصل
واحد مذکر حاضر مفعول یہ ہے مرجع فرعون ہے عَلٰی جارہ توقیت کا یعنی مقابل مَا اسم موصول جَاءَ
باب ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق ھُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل نَا ضمیر جمع متکلم مفعول معہ ہے
یا ظرف ہے مِنَ جارہ تبعیضیہ اَلْبَیِّنٰتِ الف لام جنسی یا ذہنی جمع مؤنث سالم ہے بَیِّنَۃٌ بمعنی
ظاہر ظہور نشانیاں یہ جار مجرور متعلق ہے جَاءَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا
موصول صلہ مجرور متعلق ہے۔ لَن تُؤثِرَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولۂ اول ہوا۔ واؤ
قسمیہ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر مراد ہے اللہ تعالیٰ مجرور ہے واؤ جارہ سے فَطَرَ باب
نَصَرَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع ہے اَلَّذِیْ
نَا ضمیر بَارِئْ جمع متکلم منصوب متصل مفعول بہ فَطَرَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول
صلہ مل کر قسم ہوا۔ فَ جزائیہ زائدہ اِقْضِ باب ضَرَبَ کا امر حاضر معروف اَنْتَ پوشیدہ
ضمیر صیغہ اس کا فاعل مخاطب مرجع فرعون ہے مَا اَنْتَ۔ مَا اسم موصول۔ اَنْتَ مبتدا ضمیر
منفصل مرفوع قَاضٍ باب ضرب کا اسم فاعل واحد مذکر ھُوَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل در اصل تھا
قَاضِیٌ اسم منقوص ہے بحالت رفع تقدیری اعراب ہوتا ہے اور یہاں تنوین سے مانع کوئی
نہیں اس لیے ی اور نون تنوین دو ساکن جمع ہوئے ی گر گئی۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل سے
مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کان دونوں مل کر مفعول
بہ ہوا قَاضٍ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب قسم ہوا قسم اپنے جواب قسم سے مل کر
مقولہ دوم ہوا۔ اِنَّمَا۔ اِنَّ حرفِ مشبہ زائدہ مَا کافہ کی وجہ سے اب ترجمہ ہے فقط۔ کلمۂ
حصر ہے۔ تَقْضِیْ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع مستقبل واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر صیغہ اس
کا پوشیدہ فاعل مرجع فرعون۔ ایک قرأت میں یہ تَقْضِی ہے مجہول واحد مونث غائب ھٰذِہِ
ھَا حرفِ تنبیہ ذِہِ اسم اشارہ قریبی واحد مؤنث اس کا مذکر ہے ھٰذَا یہاں مؤنث سماعی
کے لیے ہے۔ منصوب ہے مگر مبنی ہے اس لیے نصب ظاہر نہیں اَلْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا موصوف
صفت ہے مشار الیہ ہے سب مل کر مفعول فیہ ہے تَقْضِی کا سب مل کر جملہ فعلیہ حصریہ ہو کر

marfat.com
Marfat.com

مقولۂ سوم ہوا۔ اَنّا۔ دراصل اِنَّ نا ہے۔ حرفِ مشبّہ اور ضمیر جمع متکلم مرجع وہبی تیسرے مومن صحابی جادوگر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ۔ نَا ضمیر اسم اِنَّ اٰمَنَّا۔ بابِ افعال کا فعل ماضی مطلق معروف جمع متکلم رَبَّنَا ترجمہ ہے ہم اپنے رب پر یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے اٰمَنَّا کا لَامِ تعلیلیہ (لام کے) یَغْفِرَ۔ بابِ ضَرَبَ کا مضارع معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع رَبُّنَا ہے غَفْرٌ سے مشتق ہے یعنی ڈھکنا چھپانا مٹانا بخشنا یہاں آخری معنی ہیں ہے لَنَا لام حرفِ جر نفع کا نَا ضمیر مجرور متعلق ہے۔ خَطَایَا اسم جمع مکسر ہے خَطِیْئَۃٌ۔ خَطَأٌ مہموز اللام سے ہے لغوی معنی ہے بلا ارادہ کوئی کام کر لینا۔ اصطلاحاً پانچ معنی میں مستعمل ہے ۱ خطا بمعنی بھول چوک نسیان کی غلطی ۲ خطا بمعنی لغزش ۳ بے سمجھی کی غلطی ۴ خطا بمعنی سیّئہ گناہ ۵ خطا بمعنی تقصیر یعنی کمی کرنا مکمل نہ کرنا یہاں یعنی سیئات ہے۔ نَا ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ مَا اسم موصول اَکْرَھْتَ بابِ افعال ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب حاضر معدر ہے اِکْرَاہٌ بمعنی مجبور کرنا ناپسندیدہ کام کرانا۔ اَنْتَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مخاطب فرعون ہے نَا ضمیر مفعول بہ عَلَی بمعنی توقیت یا بمعنی لام جارّہ تعدیہ کا مَا ضمیر واحد یعنی مذکر غائب مرجع ہے مَا موصولہ یہ جار مجرور متعلق اوّل ہے مِنَ حرفِ جر تبعیضیہ السِّحْرِ۔ اسم مفرد معرفہ مصدر ہے۔ علماءِ نحو کے نزدیک اس طرح کے مصدر یعنی بکسرِ الفاء صرف چند ہی ہیں مثلاً ذِکْرٌ۔ سِحْرٌ۔ عِلْمٌ۔ وغیرہ خیال رہے کہ عربی لغت میں مصدر کی تین قسمیں ہیں ۱ مصدر مادہ مجرد مثلاً نَصْرٌ ضَرْبٌ قَتْلٌ وغیرہ ۲ مادہ مزید فیہ مثلاً نُصْرَۃٌ ثِقَۃٌ قِرْئَۃٌ۔ ان مادوں کا کاف کلمہ (پہلا حرف) ہر حرکت میں دستیاب ہیں یہ مادہ مجرد والے سے بنتا ہے کبھی موافق ہم وزن جیسے ضَرْبٌ ضَرْبَۃٌ کبھی مخالف وزن سے جیسے نَصْرٌ سے نُصْرَۃٌ اور قَرْءٌ سے قِرْئَۃٌ ۳ مصدر مزید فیہ یہ بھی مادہ مجرد سے بنتے ہیں۔ جیسے نَصْرٌ سے اِسْتِنْصَارٌ اِسْتِحْضَارٌ۔ سِحْرٌ کا لغوی معنی ہے خفیہ چیز یا خفیہ کام اس معنی سے اندرونی سینے اور پھیپھڑوں اور کھائی جانے والی غذا کو بھی سحر کہتے ہیں اصطلاح کے اعتبار سے ہر اس کام وعمل کو سحر کہا جاتا ہے جو نظروں میں حیران کن لگے اور نقصان یا نفع دے اس اصطلاحی معنی کے اعتبار سے جنتر منتر تنتر اور شعبدہ بازی کو بھی سحر کہا جاتا ہے اور ہر جادوگرو جناتی عمل کو بھی سحر کہا جاتا ہے جادو ایک مستقل علم ہے جس کے لیے عمل وظیفے اور چلے کیے جاتے ہیں اس کا مزید بیان اور اقسام تفسیر عالمانہ میں مذکور ہوگا اَنْشَاَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ مِنَ السِّحْرِ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے اَکْرَھْتَ کا وہ سب جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا۔ یہ موصول

marfat.com
Marfat.com

حملہ معطوف ہوا خطایا پر دونوں مل کر مفعول بہ ہوا یکفّر کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت یا مسبّب ہوا اَمَنَّا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ کی پھر مقولہ چہارم ہوا وَ اللّٰہُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی۔ واؤ سر جملہ زائدہ اللّٰہُ مبتدا خَیْرٌ معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَبْقٰی۔ اسم تفضیل مذکر ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع اللہ ہے یہ دونوں۔ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا خَیْرٌ کا دونوں مل کر خبر مبتدا۔ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ پنجم ہوا۔ اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَ لَا یَحْیٰی اِنَّ حرف شبہ۔ ہٗ ضمیر شان۔ مَنْ اسم موصول شرطیہ یَاْتِ باب ضَرَبَ کا مضارع معروف واحد مذکر غائب اَتٰی مجہول الفا اور ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی آنا۔ مجزوم ہے مَنْ شرطیہ کی وجہ سے دراصل تھا یَاْتِیْ جزم کی وجہ سے آخر کی ی دلام کلمہ حرف علت گر گئی ھُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے مرجع مَنْ ہے رَبَّہٗ بمعنی اپنے رب کے پاس یہ مرکب اضافی ظرف ہے یا مفعول مَعَہٗ مُجْرِمًا۔ باب اِفعال کا اسم فاعل واحد مذکر جُرْمٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے درخت سے پھل توڑنا اصطلاحی ترجمہ ہے جرم کرنے والا مراد ہے کفر شرک ھُوَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع وہی مَنْ ہے یہ اسم فاعل جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یَاْتِ کے فاعل کا یَاْتِ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ موصول کا صلہ ہو کر شرط ہوئی فَ جزائیہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل (عمل میں) لَہٗ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ پوشیدہ اسم فاعل کا ھُوَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل۔ وہ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے اِنَّ کی جَھَنَّمُ اسم مفرد مؤنث موصوف ہے لَا یَمُوْتُ۔ باب نَصَرَ کا فعل مضارع منفی بلا معروف واحد مذکر غائب بمعنی مستقبل مَوْتٌ اَجْوَفُ واوی سے مشتق ہے ھُوَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع مَنْ ہے فِیْھَا جار مجرور متعلق ہے۔ لَا یَمُوْتُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا یَحْیٰی باب سمع کا مضارع معروف واحد مذکر غائب منفی بلا حَیٌّ لفیف مقرون سے مشتق ہے اسی سے ہے حَیٰوۃٌ بمعنی زندہ ہونا۔ رہنا۔ زندگی ھُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع مَنْ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر صفت ہے جہنم کی یہ مرکب توصیفی اِنَّ کا اسم مؤخر وہ اِنَّ جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہوئی یہ شرط و جزا دوسرے قول میں یہیں مقولہ ششم ہو گیا لیکن پہلے قول کی ترکیب میں خبر اِنَّ ہو کر جملہ اسمیہ بن کر پھر مقولہ ہوا۔ قالوا اپنے تمام مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا لیکن اگلی آیت مَنْ تَزَکّٰی تک اسی مَنْ یَّاْتِ والے مضمون سے وہاں مقولہ ششم مکمل ہوتا ہے

marfat.com
Marfat.com

قَالُوْا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝

تفسیر عالمانہ

قالوا ان ھذٰن لسحرٰن الخ۔ فرعون نے یہ دھمکی صرف اس لیے دی تھی کہ جادوگر پھر میرے حضور جھک جائیں مگر جادوگروں نے اس دھمکی کا ذرہ بھر اثر نہ لیا۔ اگر فرعون کی یہ چال کامیاب ہو جاتی تو اس کو تین فائدے پہنچتے ۱ عوام میں اُس کی یہ بات تھوڑے دنوں کے لیے سچ معلوم ہوتی کہ موسیٰ واقعی ایک بڑے جادوگر ہیں ۲ یہ بھی سچ ہو جاتا کہ جادوگروں کا ایمان سچا نہیں تھا صرف ایک جھوٹی بناوٹ اور منصوبے سازی تھی ۳ ذہنی انتشار کا شکار عوام لوگ دوبارہ فرعون پر مطمئن ہو جاتے اور اس کے متعلق ان کے عقیدے اور مضبوط ہو جاتے اسی لیے فرعون نے ایک دم سزا جاری نہ کی بلکہ پہلے علی الاعلان خوب سختی و غیض و غضب میں آکر سنائی۔ مگر چونکہ یہ ایمان جھوٹا نہ تھا اس لیے کسی نے بھی کمزوری نہ دکھائی مشیت الٰہی کا رنگ پختہ چڑھ چکا تھا۔ دیدار موسیٰ علیہ السلام کا فیض کوئی معمولی بات نہ تھی یہ تو قربت نبوت و رسالت کا دل نگار سینہ ٹھار اثر ہی تھا کہ قالوا ان ھٰذٰن لسحرٰن۔ تمام جادوگروں نے یہ سخت ترین دھمکی تاریخ عالم کی پہلی سزا دل ہلا دینے پتے پھاڑ دینے والی موت کا پیغام سن کر بھی بیک زبان ہو کر کہا اے فرعون قسم ہے اُس ذات کریم کی جس نے تمام علوی سفلی نیستوں نابودوں کو ہستی عالم میں ظاہر و ثابت قائم و مخلوق فرمایا اب ہم تجھ کو پسند نہ کریں گے کبھی بھی۔ اس بنا پر کہ اب ہمارے پاس عقل و دل کے شعور میں وہ آیتیں وہ نشانیاں مکاشفات ظاہرہ و باہرہ آگئی ہیں جو ہم نے ہی نگاہ بصیرت سے دیکھیں اس لیے وہ ہمارے ہی پاس آئیں۔ جادوگروں نے مقابلے کے دن تو بینات دیکھیں تھیں ۱ عصا کا سانپ بن جانا ۲ اُس کا پہاڑ جیسا جسیم ہونا ۳ لیکن اُس کی پھرتی پتلے باریک سانپوں جیسی ۴ سب کچھ نگل جانا ۵ فرعون اور اُس کے پورے لشکر کے نگلنے کے لیے آگے بڑھنا، فرعون کا گھبرا کر چیختے چلاتے یا موسیٰ المدد پکارتے ہوئے بھاگنا، اور گڑگڑانا کہ اے موسیٰ اس کو پکڑ لو ۶ جب حضرت موسیٰ نے اژدھا کو پکڑنے کے لیے ہاتھ لگایا تو اُس کا پھر اُسی طرح پتلی لمبی قدیر برابر لاٹھی بن جانا ۷ سجدے میں جنت اور اپنے مبنی گھر دیکھنا اور جہنم اور جہنم میں کفار کے گھر دیکھنا ۸ علم لدنی حاصل ہونا ۹ عالی شان جرأت و بہادری صبر شکر کی نعمت ملنا کہ جس کے سامنے کبھی بولنے کی جرأت نہ تھی اُس سے بڑے مجمع کے سامنے لن نؤثرک۔ جیسے سخت ذلت و نفرت انگیز الفاظ بولنے۔ اور ایسی عالمانہ خطیبانہ فصیحانہ تقریر فرمانا کہ جنت دوزخ عذاب عتاب عقاب و ثواب، توحید و رسالت ایمان ایقان جزء

marfat.com
Marfat.com

ومومن حشر نشر۔ عبادت وعمل۔ عذاب الٰہی کی بقاء انعام الٰہی کی خیر وفنا کے بیان میں تقریر فرمادی اور پورے ایمانیات شرعیات طریقت ومعرفت کا ایسا نقشہ کھینچا کہ ساٹھ ساٹھ سال تک پڑھنے والے علماء بھی بیان نہیں کر سکتے یہاں آیت کو بینات فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے وہ آیت تھیں مگر بندے کے مشاہدے کے اعتبار سے وہ بینات تھیں ان آیت کا مشاہدہ سب نے کیا مگر فرعون وفرعونیوں نے اُن کو بلیاتِ دنیا سمجھا لیکن جن خوش بختوں کو رب تعالیٰ نے پسند فرمالیا اُن کے لیے وہی آیت انوارِ حق کی بینات بن گئیں پھر بہادری اتنی عظیم کہ علی الاعلان کہتے ہیں فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ جو تو نے ہمارے لیے سزا تجویز کی ہے وہ کر گزر اب ہم کو نہ تیرے انعام کی رغبت نہ تیری سزا سے رہبت ہم جان گئے ہیں کہ تیرا صرف ظاہری حکم ہوگا۔ فیصلہ آخر لیہ اُسی خالق ارض وسما کا وہی نافذ ہوگا جو اُس نے ہماری موت وشہادت کا عالم امر میں لکھ دیا ہے تیرا حکم تو صرف اُسباب پر چل سکتا ہے اسی لیے اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا۔ تو نے ہمارے لیے ظلم ستم سزا کا جو بھی فیصلہ واجرا کرنا ہے وہ فقط اسی چند ساعتوں کی ہماری زندگی کی سانسوں میں ہی کرنا ہے تو کیسی بھی سخت سزا دیدے آخر اُس کو ختم ہونا ہے۔ تیری سزا کی تکلیف تو ہماری جان تک ہے جان ختم تو ساری تکلیفیں ختم۔ جادوگروں کا یہ قول ماثبل لَنْ نُّؤْثِرَكَ کی علت اور مابعد اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا۔ کی تمہید ہے۔ یعنی ہم اس لیے تجھ کو نا پسند کرتے ہیں کہ تیری ہر چیز حکومت فانی سزا جزا یہ اکڑ وتکبر یہ کفر وشرک کے نعرے اور الٰہیت وربوبیت کے جھوٹے دعوے اس تیری فانی زندگی تک ہیں اسی وجہ سے اب ہم اپنے سچے رب حقیقی معبود پر ایمان لے آئے ہیں۔ اُس کی ربوبیت ابدی اُس پر ایمان سدا بہار۔ دنیا کی دیوی زندگی میں ہر شخص کو یا عذب دنیا نصیب ہوتا ہے یعنی نعمت دولت عزت شہرت قوت حسن صحت لذت یہ عذب دنیا ہے۔ یا عذابِ دنیا۔ یعنی غریبی کمزوری ذلت عسرت بیماری جرم وسزا۔ مگر بندہ جب قرب نبوت پالیتا ہے تو ایسے مقام علیا پر پہنچا دیا جاتا ہے کہ نہ اُس کو عذب دنیا کی خواہش رہتی ہے نہ عذاب دنیا کا ڈر خوف رہتا ہے۔ فائدہ واقعہ میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ قسمیہ جملہ ہے یعنی اُس ذات کی قسم جس نے ہم سب کو پیدا کیا یہی قول مضبوط اور درست ہے ۲ بعض نے کہا کہ یہ عطف ہے بینات پر یہ جملہ قسم نہیں ہو سکتا کیونکہ قسم کا جواب نفی تاکید لن سے صحیح نہیں ہوتا۔ اسی کی وجہ یہ کہ خبر یہ قسم میں زمانہ حال ہوتا

marfat.com
Marfat.com

ہے مگر نفی تاکید بلن زمانہ مستقبل ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ قول بھی غلط ہے۔ اور اس کی یہ توجیہ بھی غلط قول تو اس لیے غلط ہے کہ عطف ماننے کی صورت میں یا تو علی مقدر ماننا پڑے گا حالانکہ مقدر ماننے سے حتی الامکان بچنا بہتر ہے اور پھر مقدر ماننے کی کوئی مضبوط وجہ ہونی چاہیئے جس کے بغیر چارہ نہ ہو بلا وجہ تقدیری عبارتیں بنانا گناہ ہے۔ اور اگر بغیر مقدر مانے عطف کیا تو عطف ہوگا مِنْ اَلْبَیِّنٰتِ پر اور یہ اس لیے غلط کہ پھر اَلَّذِیْ کو عطف تابعی کی وجہ سے مِنْ بتبعیضیہ کے تحت ماننا پڑے گا اور یہ کفر ہے کیونکہ اَلَّذِیْ سے ذاتِ باری تعالیٰ مراد وہ بعض ہونے سے پاک ہے تو جیہ اس لیے غلط کہ اَوَّلًا تو یہ کہنا کہ نفی تاکید بلن سے جواب قسم نہیں ہو سکتا۔ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کلام شعرا میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ دوم یہ کہ قسم خبریہ میں اگرچہ زمانہ حال ہوتا ہے مگر نفی تاکید بلن سے جواب بنانا اس حال کو مستقبل تک دراز کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ تو لَنْ نَّؤْثِرَكَ کا معنی یہ ہوا کہ ہم آج سے آئندہ تا عمر تجھ کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ اب ہمارا تیرا کوئی تعلق نہیں نہ تو ہمارا بادشاہ نہ ہم تیری رعایہ تیرے پاس جزاءً سزاءً قانوناً جو کچھ بھی حسب فانی ہے اور دنیوی نفع نقصان کو اُخروی اَبدی نفع نقصان پر ترجیح نہیں دی جا سکتی ہے۔ عشق پاکیزہ کی تو شانِ اَدا ہی نرالی ہوتی ہے وہ تو آتشِ نمرود میں بھی بے خطر کود پڑتا ہے لیکن یہ تو عقلِ سلیم کا بھی تقاضہ ہے کہ فانی دنیا کا وہ نقصان و مصیبت جو سعادتِ باقیہ اَبدیہ سے ملا دے وہ برداشت کر لینی چاہیئے ہاں البتہ۔ اپنے عیبوں کا ہمیں اقرار ہے ربِّ اکرم بھی بڑا غفار ہے۔ اسی سچے پکے یقینی بھروسے پر اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰى کہے شک ہم اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہے کہ وہ رب غفور و رحیم ہماری توبہ سب چھوٹے بڑے ظاہر و پوشیدہ گناہوں سے قبول فرما کر ہماری موت سے پہلے پہلے بخشش فرما دے گا۔ ہمارے گناہ کفر و جہالت کی وجہ سے خَطٰیٰنَا ہم سے سرزد ہوتے رہے اور ہمارے اُس جادوگری کے کفر کو بھی معاف فرما دے جس پر تو نے ہم کو مجبور کیا تھا ایسے کہ ہماری توبہ کاملہ و صادقہ ہے اے فرعون تو نے تو اپنی نئی ایجادی سزا کو ہی اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى سمجھ لیا کہ ہاتھ پاؤں کاٹنے تیرے گمان میں اَشَدِّ عذاب ہے اور زیادہ دن صولی پر لٹکا رکھنا تیرے نزدیک اَبْقٰى ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں پر دائمی رحمت و برکت کرتے ہیں ہر

marfat.com
Marfat.com

ہر طرح خیر و بہتر ہے۔ اور کافروں پر صرف اُسی کا عذاب ہمیشہ رہنے والا اَلْبَقِیْ ہے۔ سبحان اللہ کیا قدرت کا نظام کرم ہے کہ عمر بھر کے بے علم جاہل کافر آن کی آن میں کتنے علم فضل شرح صدر اور باہمت و جرأت ہو گئے کہ ایسی بے باک تقریر فرمائی گویا کہ ان کا کفر ساری عمر کا اور ایمان ابھی چند لمحوں کا جس نے عمر بھر کا کفر مٹا دیا بلکہ ظاہری بالمنی حُلیہ بدل دیا کہ دل صدیقوں والا آواز صالحین جیسی جرأت و بہادری صابرین جیسی قربانی شہیدوں والی ایمان شاکرین استقلال راغبین والا کہ فرعونی طاغوتی سطوت کا پورا قہر و جلال بھی ان کی استقامت فی الدین پر غلبہ نہ پا سکا یہاں فرمایا گیا خَطَایَا نا۔ سَیِّئَات یا ذنوب نہ فرمایا گیا اس لیے کہ خطا ہر اس شرعی جرم کو کہتے ہیں جو غلطی بھول چوک لاعلمی سے ہو اگرچہ کفر یہ شرکیہ یا گناہ کبیرہ وصغیرہ ہو۔ ذنوب اُن غلطیوں کو کہا جاتا ہے جو گناہ کبیرہ ہو مگر کسی پر ظلم نہ ہو۔ اپنے آپ پر ظلم ہو۔ اور جان بوجھ کر علم رکھتے ہوئے کیا جائے سَیِّئَات وہ گناہ کبیرہ وصغیرہ ہیں جس میں کسی پر ظلم بھی ہو۔ دوسرا فرق یہ کہ جو بذات خود بُرا ہو وہ سَیِّئَہ جو کسی اور کی نسبت سے بُرا ہو جائے وہ ذنب ہے اور جس کا ارادہ کیا جائے۔ لیکن جس کا بالغرض بلا ارادہ صدور ہو جائے وہ خطا ہے۔ اگر خَطَایَا کی چار صورتیں بیان کی گئیں ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے زمانے کے بادشاہ۔ اپنی سلطنت کو ناگہانی دشمن سے بچانے کے لیے جادوگر تیار کرتے کراتے اور رعایہ میں سے چند لوگوں کو جبراً اس کو سیکھنے پر منتخب کیا جاتا تھا فرعون نے بھی ان جادوگروں کو کئی سال پہلے ملکی حفاظت اور پیشگی خبریں دینے کے لیے جادو سیکھنے پر مجبور کیا تھا۔ یہاں وہی اکراہ مراد ہے دوم یہ کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے جس وقت یہ ننانوے جادوگر مصر کے جہاں خانے ایک جگہ جمع ہوئے تو حضرت موسیٰ اور ان کے کرتوں کے متعلق گفتگو ہوئی اسرائیلی جادوگروں نے اپنے استاد قبطی جادوگروں سے کہا کہ ہم نے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ موسیٰ سور ہے ہیں اور ان کا وہ اعصا اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ اُستاد جادوگروں نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو وہ جادو نہیں معجزہ ہے اور اس سے مقابلہ ناممکن ہے ہم شکست کھا جائیں گے وہ یقیناً صادق ہیں پھر سب نے یہ بات فرعون سے بھی کی اور کہا کہ کسی بہانے مقابلہ ملتوی کرا دے ورنہ ہماری شکست کی صورت میں تیری ذلت زیادہ ہوگی۔ مگر فرعون نے بات نہ مانی اور ان کو مقابلے پر مجبور کیا۔ یہاں اگر خَطَایَا سے یہی مراد ہے۔ تیسری صورت یہ کہ جب جادوگروں کے پاس فرعون کا بلاوا پہنچا تو جادوگروں نے کہا تھا کہ ہم اس تاریخ کو مصروف ہیں نہیں آ سکتے مگر ان کو ڈرا

marfat.com
Marfat.com

دھمکا کر اور للچا دے کر جبراً بلایا۔ اکراہ سے یہی جبری بُلا وا مراد ہے۔ چہارم یہ کہ ظالم جابر بادشاہوں کی خوشی کی دعوت میں آنا بھی اکثر عوام رعایہ کے لوگ پسند نہیں کرتے خائف رہتے ہیں اگرچہ دوستانہ ماحول میں ہو کہ پتہ نہیں کب موڈ خراب ہو جائے اور دعوت خانہ کی بجائے مہمانوں کا قتل خانہ بن جائے۔ گویا کہ تیرا یہ بلاوہ ہی ہمارے لیے ایک جبر اکراہ کے مشابہ ہے۔ اور یہی کچھ ہو رہا ہے کہ صرف ہمارے ذاتی اختیاری ایمان لانے کو بھی تو برداشت نہیں کر رہا ہے۔ ہم تیرے خلاف نہ کوئی بات کی نہ تیرے خلاف کسی کو اُکسایا نہ کسی اور کو ایمان لانے پر آمادہ کیا نہ اس مقابلے اور اپنی شکست کا اپنی زبان سے ذکر کیا۔ کیا یہ ظالمانہ جبر و اکراہ نہیں کہ ہم کو اپنی مَن مرضی سے دین بھی اختیار کرنے نہیں دیا جاتا۔ جب کہ ہم اسرائیلی جادوگر تو پہلے بھی اسی دینِ ھُرون و موسیٰ پر تھے صرف تیرے مجبور کرنے پر جادو سیکھنے سے کافر ہوئے تھے اب جب کہ اسی مقابلے میں اپنی ایمانی روشنی دلائل برھان دیکھنے کی وجہ سے ہم دوبارہ مومن ہو گئے کفر جادو سے تائب ہو گئے تو تجھے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ فرعون نے جادوگری سیکھنے کا اکراہ اُس وقت سے شروع کیا تھا جب سے نجومیوں نے ایک اسرائیلی بچہ پیدا ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔ اے فرعون تو نے تو ہمیں موت سے ڈرایا ہے مگر مجھے کیا خبر کہ موت ہی تو قربِ الٰہی وصلِ ربانی۔ رجوع اِلی اللہ کا دروازہ ہے۔ اس دروازے سے تو مجرم مومن سب نے گزرنا ہے موت تو سب کو آنی ہے ہم پر بھی اور تجھ پر بھی۔ مگر ہم نہیں چاہتے کہ ہم اپنے رحیم کریم خالق مالک غفور اور عزیز و جبار غالب غفار کی بارگاہ قدس میں مجرم بن کر جائیں اس لیے کہ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔ بے شک جو شخص بھی بعد موت اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں کفر شرک اکڑ غرور تکبر ظلم نافرمانی کا مجرم بن کر واپس لوٹ کر حسابِ محشر کی حاضری میں جائے گا اُس کے لیے ایسے دردناک دائمی اشد عذاب کا جہنم ہے کہ مجرم کو طلب و خواہش کے باوجود نہ اُس عذاب سے چھٹکارے کی موت آئے نہ ایک لمحہ بھی سکون و آرام کا جینا جی سکے حضرت حکیم الامت نعیمی ہدایوتی فرمایا کرتے تھے کہ موت کا بلاوا تین قسم کا ہے ۱ کافر کے لیے بشکل دار نٹ گرفتاری و عذاب کے لیے بشکل باز پرس عدالت کا سمن اور ۳ مومن متقی کے لیے بارگاہ قدس و جمال کا دعوت نامہ اس کی طرف یہاں اشارہ فرمایا جا رہا ہے۔ بعض مفسر فرماتے ہیں یہاں اَلْقٰی تک جادوگروں کا قول ہے اور فَاِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ سے اللہ تعالیٰ کے فرمودات ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى۔ آیت ۷۶ تک جادوگروں

marfat.com
Marfat.com

کا قول ہی منقول ہے۔ اور اُن کو یہ علمی معلومات حکمت و وعظ۔ آخرت جنت دوزخ کے حالات مجرم و مومن کے انجام عذاب و ثواب کی خبریں ان کے شرح صدر و علم لدنی سے حاصل ہوئی جو زیارت موسیٰ و دیدار ہارون علیہما السلام کے نور قلبی روشنیٔ ایمانی کے ذریعے عطا ہوئے تھے۔ یہی وہ خصوصیت کمالیہ ہے جو صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ ہر وہ علم اور فن جو نجاتِ اُخروی اور ایمانِ الٰہی۔ تقویٰ اُلٰہی اور ہدایت عرفانی کا ذریعہ بن جائے وہ اچھا ہے۔ اور صاحبِ فن کی خوشی قسمتی ہے یہ فائدہ عَلٰی مَا جَآئَنَا (الخ) سے حاصل ہوا کہ دیکھو جادوگری کا فن اگرچہ سراسر کفر ہی ہے مگر تقدیرِ ازلی میں یہی جادوگری اُن جادوگروں کے ایمان و ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔ اس طرح کہ جادوگری کی وجہ سے مقابلہ اور مقابلے کی وجہ سے دیدارِ انبیاء علیہم السلام دیدار کی وجہ سے ادب احترام کیا اور احترام کی وجہ سے ایمان نصیب ہوا اپنے اِس فن کی وجہ سے ہی انہوں نے جادو اور معجزے میں فرق جان لیا اور ہدایت پالی ورنہ ہزاروں نے یہ مقابلہ دیکھا کسی کو ایسا عرفان نصیب نہ ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ بارگاہِ الٰہی کی سب سے بڑی نعمت زیارت نبی علیہ السلام ہے۔ اِس زیارت و قرب فضل سے ایمان۔ صدق کمالیت تقرب جرأت ہمت کرامت اور سب سے بڑا انعام صحابیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ قربِ حضوری چند منٹ کی ہو اور اگرچہ کسی عمل صالحہ کا موقعہ بھی نہ ملا ہو۔ اسی لیے صحابی کا درجہ تمام دنیا کے اولیا علما غوث و قطب حاجیوں نمازیوں سے زیادہ ہے۔ صحبتِ مجلسِ نبوت عقائدِ ایمانیہ کا اتنا وسیع علم بغیر کسی سے پڑھے بغیر سیکھے حاصل ہو گیا جو ماہرین علما کو علم عقائد پڑھنے سے ہی ملتا ہے لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہوتے ہیں اور صحابہ عظام اپنے نبی علیہ السلام کے غرفۂ قلب میں نور ہو تو علم و فضیلت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ فائدہ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ سے حاصل ہوا۔ ان جادوگروں کو دیدارِ ایمان سے ہمت پیدا ہوئی اسی لیے فرعون جیسے ظالم و سفاک گرد سے بھی نہ گھبرائے یہ بہادری کافر کو نہیں ہوتی دیکھو مرزا غلام قادیانی سیالکوٹ میں امیر ملت علی پوری کے مقابلے سے بھاگا۔ پیر مہر علی شاہ علیہما الرحمۃ کے مناظرے میں مارے باندھے آ تو گیا مگر ڈر کے مارے پنجاب نکل گیا۔ صوبہ سرحد میں اپنا پیغام تبلیغ بھیجا غیور پٹھانوں نے کہا کہ۔ انجا بیا۔ مرزا صاحب یہاں آؤ۔ بس ڈر گیا۔ تبلیغ اسلام مسلمانوں کے جاہیئے کہ اگر کوئی بے علمی

marfat.com
Marfat.com

جہالت سے گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرتے ہوئے اُس گناہ کے کفارہ کیلئے طور پر کوئی نیکی کرے اس دعا و امید سے کہ مولیٰ تعالیٰ اِس نیکی کے بدلے بیرادہ گناہ معاف فرمادے یہ فائدہ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا۔ سے حاصل ہوا کہ دیکھو جادوگروں نے زمانۂ کفر میں وَبِعِزَّۃِ فِرْعَوْنَ کہہ کر غیر اللہ کی قسم کھائی تھی جو ہر شریعت میں شرکیہ گناہ رہا ہے اس لیے ایمان لاتے ہی اپنے اُس کفریہ شرکیہ گناہ کا کفارہ دیتے ہوئے وَالَّذِیْ فَطَرَنَا۔ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی قسم بولی۔ اسی طرح حضرت وحشی جو قاتل امیر حمزہ تھے زمانۂ کفر میں انہوں نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگِ اُحد میں شہید کیا تھا مسلمان ہو کر اُس کے کفارے کی فکر کرتے رہے جب جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا تو عرض کی اے اللہ تعالیٰ میں نے امیر حمزہ کے قتل والے گناہ عظیم کا کفارہ مسیلمہ کذاب جھوٹے نبی کو قتل کر کے کر دیا۔ یہ مسئلہ احادیث سے ثابت ہے کہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفاتِ خصوصیہ کے سوا کسی بھی چیز کی قسم بولنا جائز نہیں۔ اس کی پوری وضاحت و دلائل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد سوم میں دیکھئے۔

احکام القرآن اِن آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ مسلمان کو جائز ہے کہ کسی مصلحت کے تحت اپنے ایمان لانے کی وجہ اور علت بیان کر کے کہہ گئے اس لیے ایمان لایا اس کو ایمان مشروط نہیں کہا جاسکتا۔ نہ اس کو مطلب پرستی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مگر اتنا خیال رہے کہ ایمان کو مخلص کرنے کے لیے اللہ رسول کی نسبت والی علت قائم کی جائے اگرچہ بوقتِ ضرورت دنیوی علت بھی جائز ہے۔ جیسے کہ جنگ کے دوران کفار کا اپنی جان مال کی حفاظت کی شرط پر ایمان قبول کرنا جائز ہے اور اسلامی سپاہ سالار اس شرط کو قبول کرے گا جب حالات کے پیشِ نظر مناسب سمجھے۔ یہ مسئلہ یَغْفِرَ لَنَا میں۔ لَنَا کے لامِ تعلیلیہ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ جادوگروں نے اپنے ایمان کی وجہ بتائی کہ ہم اس لیے ایمان لائے ہیں تاکہ رب تعالیٰ ہماری خطائیں بخش دے اسی طرح بعض صحابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر ہم آپ پر ایمان نہ لائیں تو کیا ہمارے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تب وہ ایمان لائے آج ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس لیے ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش نبی کریم کی شفاعت ہمیں ملے۔ دوسرا مسئلہ۔ ہر شریعت میں سب سے زیادہ اور اشد حرام نبی سے مقابلہ کرنا ہے۔ یہی سب سے بڑا کفر ہے۔ مقابلے کی چند صورتیں ہیں

marfat.com
Marfat.com

اور ساری ہی گناہ عظیم ہیں۔ ۲ یہ کہنا کہ ہم انبیاء کی مثل ہیں ۳ یہ کہنا کہ نبی آخر الزمان ہی ہے اُس میں بھی ہم جیسی کمزوریاں ہیں (معاذ اللہ) ۴ ہمارے اعمال کا ثواب انبیاء کرام کے اعمال کے ثواب کے برابر ہو سکتا ہے ۵ یہ کہنا کہ کبھی امتی کے اعمال نبی کے اعمال کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔ یہ باتیں دیوبندی کتب میں عقیدۃً لکھی گئی ہیں یہ سب قول وعقیدے سخت ترین حرام وکفر ہیں۔ اگر نادانی جہالت سے ہوں تو خطایا اگر عالم دین ایسا کہے تو سیئات کفریہ ہیں۔ یہ مسئلہ۔ خَطَایَانَا۔ فرمانے کے بعد وَمَآ اَکْرَھْتَنَا عَلَیْہِ مِنَ السِّحْرِ کہنے سے مستنبط ہوا کہ اگرچہ خَطَایَانَا میں تمام گناہ وکفریات شامل تھے مگر شدتِ حرمت اور سخت قابلِ نفرت ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے وَمَآ اَکْرَھْتَنَا پھر بھی علیحدہ بیان کیا اور قیامت تک یہ مسئلہ بتا دیا کہ مومن مسلمان کے نزدیک سب سے بڑا کفر نبی سے مقابلہ اور اپنے جیسا سمجھا جانے مقابلہ ہوتا ہی تب ہے جب اپنے جیسا سمجھا جائے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو دیگر جادوگروں جیسا ایک جادوگر ہی سمجھا تب ہی تو مقابلے پر مجبور کیا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسے گستاخوں سے بچائے۔ اٰمین بجاہ نبی الکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) تیسرا مسئلہ۔ دینی وقار اور دینی حمیت۔ ایمانی غیرت مندی کو قائم اور ثابت کرنے کے لیے اپنے آپ کو ہلاکت کے لیے پیش کرنا اور دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو کر کہنا کہ اگر مارنا ہے تو مار لے شرعًا جائز ہے۔ یہی کام دینوی وقار یا خودکشی کے ارادے سے کرنا اور کرانا حرام ہے۔ یہ مسئلہ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ۔ سے مستنبط ہوا۔ جادوگروں نے دینی استقامت وسچائی قائم رکھتے ہوئے فرعون کے سامنے اپنے آپ کو ہلاکت کے لیے پیش کر دیا قرآن کریم میں اس کام اور جرأت مندی کی تعریف کی گئی۔ اگر کوئی شخص بیماری سے تنگ آ کر ڈاکٹر سے کہے کہ مجھ کو زہر کا ٹیکہ لگا دے اور وہ اس طرح مر جائے تو حرام موت مرے گا یہ بھی گویا خودکشی ہے اسی طرح اپنی دینوی بہادری یا دینوی مُلک کی خاطر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو جائے اور اُس کو کہے کہ لے مار لے اور وہ مار ڈالے تو گنہگار ہوگا دینوی بہادری کے اظہار کے لیے موت کے سامنے جانا گویا خودکشی ہے اسی طرح اپنی دینوی بہادری یا دینوی مُلک کی خاطر دشمن کے سامنے اس قسم کی جرأت دکھانا جائز کارِ ثواب ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض۔ یہاں جادوگروں کا قول نقل فرمایا گیا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا۔ یعنی اے فرعون ہم اب تجھ کو اُن آیاتِ الٰہیہ کی بنا پر پسند نہیں کرتے جو ہمارے پاس آئیں۔ آیات سے مراد اژدھا اور اُس

marfat.com
Marfat.com

کے معجزے کارنامے ہیں یہ آیت تو تمام کے پاس آئیں کیونکہ سب کو نظر آئیں اور سب کو دین موسوی کی تبلیغ مقصود تھی۔ تو پھر مَا جَآءَنَا کیوں کہا گیا کہ ہمارے پاس آئیں۔ جواب اس کے تین جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ آیت زبانی صرف عصا ہی نہیں تھا۔ بلکہ سجدے میں جو انوار واسرار اور عجیبات جادوگروں کو دیکھائے گئے وہ کسی اور نے نہ دیکھے اُن کی نسبت سے عَلٰی مَا جَآءَنَا کہنا بالکل درست ہے یہ جواب بہترین درست ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ بھی اور ہی کا فرق ہے یعنی جادوگروں نے کہا کہ ہمارے پاس بھی آئیں دوسروں کے پاس آنے کی نفی نہیں۔ یہ نہیں کہا تھا کہ ہمارے ہی پاس آئیں اگر ہی کہہ کر حصر پیدا کرتے تب یہ اعتراض ٹھیک ہو سکتا تھا۔ سوم یہ کہ چونکہ اِن آیت کا فائدہ صرف جادوگروں نے حاصل کیا اس لیے گویا کہ انہیں کے پاس آئیں جنہوں نے آیتِ الٰہیہ کو نہ سمجھا نہ فائدہ حاصل کیا اُن کے لیے وہ آیت نہ ہوئی صرف پہلے کا ایک تماشائی مقابلہ ہو گیا۔ جس طرح ہم مسلمان کہہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید حدیث پاک نبی پاک صرف ہمارے ہیں کیونکہ ہم کو ہی ان کی معرفت اور استفادہ پہنچا۔ نہ کہ کفار اور ابوجہل وغیرہ کو ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے۔ بعض نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ مَا جَآءَنَا میں ضمیر جمع متکلم سے مراد صرف جادوگر نہیں بلکہ تمام عوام مراد ہیں دوسرا اعتراض۔ اِس کی کیا وجہ کہ یہاں وَالَّذِیْ فَطَرَنَا۔ قسم کو مؤخر کیا اور اس کے جواب لَنْ نُّؤْثِرَكَ کو مقدم کیا جب کہ نحوی قانون کے مطابق قسم پہلے ہونی چاہیئے جوابِ قسم بعد میں۔ جواب یہ تاخر اس لیے ہے کہ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا۔ صرف قسم ہی نہیں بلکہ آیتِ الٰہیہ اور بینات بھی ہیں۔ مگر چونکہ عَلٰی مَا جَآءَنَا میں بَیِّنٰتِ حِسِّیہ مراد ہیں اس لیے ان کو پہلے کیا گیا کہ وہ سب کے مشاہدوں میں تھیں اور فَطَرَنَا کی آیت عقلیہ فکریہ ہیں اس لیے ان کو مؤخر کیا گیا رہا یہ قانون کے قسم کو مقدم کرنا چاہیئے یہ اتنا اہم وضروری نہیں۔ مؤخر کرنے سے بھی کچھ خرابی لازم نہیں آتی۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَنْ نُّؤْثِرَكَ۔ اے فرعون تو نے ہم کو اس مقابلے پر مجبور کیا۔ یہ بات تو درست نہیں کیونکہ جادوگر تو اپنی خوشی ومرضی وپسند سے آئے تھے اس لیے انہوں نے فرعون کے پاس آکر پہلے کہا کہ اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا۔ (الخ) اے فرعون اگر ہم جیت گئے تو کیا ہم کو اُجرت ملے گی۔ جو شخص اُجرت مانگتا ہے اور اُجرت کی ریح میں کام کرتا ہے وہ مجبور کیسے ہو سکتا ہے وہ تو محنت لگن اور خوشی خوشی کام کرتا ہے۔ نیز جب جادوگروں نے اپنے رسے ڈنڈے میدان میں ڈال دیئے اور وہ سانپ کی طرح بن کر دوڑنے لگے تب

marfat.com
Marfat.com

جادوگروں نے کہا۔ وَبِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ۔ یہ سب باتیں تو خوشی و رضا ظاہر کرتی ہیں پھر اگر هَنَّا کیونکہ درست ہوا؟ جواب۔ اس کے پانچ جواب دئے گئے۔ پہلا یہ کہ بِعِزَّتِ فِرْعَوْنَ کا قسمیہ کلام مقابلے کے وقت کا نہیں بلکہ اُس وقت کا ہے جب فرعون کے اپنجی اس کا بلاوہ لے کر جادوگروں کے پاس گئے تھے اور جادوگروں نے موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے عصا کو دیکھا نہ تھا صرف ان فرعونیوں کی زبانی سنا ہی تھا کہ وہ بھی جادوگر ہے اور سانپ کا کرشمہ دکھاتا ہے تب جادوگروں نے اپنے آپ کو اس جادو کا ماہر اور اُستادِ زمانہ سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ عزتِ فرعون کی قسم۔ لیکن جب مصر کے مہمان خانے میں سب جادوگر استاد شاگرد مل بیٹھے اور اسرائیلی جادوگروں نے عصاءِ موسوی کی کیفیت بتائی تب استاد جادوگروں کا ارادۂ مقابلہ ڈگمگا گیا۔ اور فرعون کو منع کیا جس پر فرعون نے جبر کیا۔ لہٰذا اگر هَنَّا کہنا درست ہوا۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اسرائیلی جادوگروں نے اگر هَنَّا۔ کہا تھا۔ لیکن اُجرت کی طلب اور فرعون کی قسم یہ دوسرے قبطی جادوگروں نے بولی تھی۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ سورۃ شعراء آیت ۴۴ میں قَالُوْا اِجْعَلْ لَّنَا لَاَجْرًا وَّعِصِيَّهُمْ کے بعد فرمانا کہ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ۔ یہ ترتیب کے لیے نہیں صرف تذکرہ ہے کہ جادوگروں نے یہ یہ باتیں کی تھیں۔ چوتھا یہ کہ اگر هَنَّا سے مراد جادو سیکھنے سکھانے پر مجبور کرنا ہے نہ کہ مقابلے پر۔ پنجم یہ کہ ہم کو تیرا بلاوہ ہی ہمارے لیے اکراہ تھا ورنہ ہم تو اپنی مصروفیات کی بنا پر ان کے لیے تیار نہ تھے۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔ جہنم میں مجرمین نہ مریں گے نہ زندہ ہوں گے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے موت وحیات آپس میں نقیضین ہیں اور نقیضین کا بَعْدَ الْجَمْع ہوتی ہیں کا بَعْدَ الْخُلُوّ نہیں ہو سکتیں نہ دونوں ختم ہو سکتی ہیں نہ دونوں۔ جمع بَعْدَ یا تو زندگی ہوگی یا موت دونوں اُٹھ نہیں سکتیں اجتماع نقیضین بھی محال جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ جہنم کے بدترین حال کی تمثیل دی گئی ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں اتنا سخت بیمار ہے کہ نہ زندوں میں ہے نہ مُردوں میں یعنی نہ زندگی کی لذت نہ موت کا سکون سختیِ عذاب کی وجہ سے خواہش موت کے باوجود موت نہ آئیگی نہ زندہ ہوگا لیکن بے فائدہ جس کا نہ ہونا بہتر۔ دوم یہ کہ یہاں مسلسل ہونے کی نفی ہے کبھی مرے گا کبھی جئے گا

تفسیر صوفیانہ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ انسان پیدائشی

marfat.com
Marfat.com

جبلی فطرت اگرچہ صحبت بد اور نفسانی طمع کی وجہ سے چند لمحات ناسوتیہ میں غیثا نہ طبیعت اختیار کر لیتی ہے مگر قوت عقلی و قلبی کا پرتو پڑتا ہے تو وہ جبلت مکارہ اپنی حاصل شدہ قوت عنصریہ سے نفس امارہ کے سامنے سینہ سپر ہو کر قوت یقینیہ کے زور پر اعلان کر دیتی ہے کہ مضر ظلمات کے فانی علاقوں میں بسنے والو ہم تم سے نفرت کرتے ہیں اس لیے کہ ہم کو سعادت باقیہ مل گئی ہیں جبکہ تمہارے پاس شقاوت بدنیہ اور لذات حاصلہ فانی ہیں۔ ہماری یمین و یسار کی کروٹوں میں آلام جیئہ سے لذات عقلیہ باقیہ سعادتوں سے آیات اُخروی آگئیں۔ قسم ہے ہم کو اپنی جبلت کے خالق کی۔ اے نفس ہم نے تیری جزا سے حقارت تیری سزا سے نفرت کر لی کیونکہ نفس و شیطان کا ہر وعدہ وغیرہ اسی حیات ناسوتی فانی میں ہے اعضاء ظاہر اور مزاج نمرعونی تو دھوکہ کھا سکتا ہے۔ مگر روشن ضمیر تیرے جبر و اکراہ سے خائف نہیں ہو سکتیں تو جو چاہے کر گزر۔ اِنَّا اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَکْرَھْتَنَا عَلَیْہِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی۔ بے شک ہم سایۂ عاطفت میں آگر ایمان باللہ ایمان للہ مقام فنا فی اللہ حاصل کر چکے ہیں تاکہ ہمارا خالق فانی باطن کی حیات مظلمہ اور صفات رذیہ کی خطاؤں کو اپنے نور محبت کے پردوں میں چھپا کر مٹا دے اور نفس کے جبر و اکراہ کے سبب سے ہمارا جو میلان زخرف دنیوی اور لذات طبعی کی طرف ہوا تھا اور جو مقابلہ موسیٰ قلب اور حور عقل سے ہوا تھا اس کی بخشش و تلافی عطا فرمائے۔ اس لیے کہ نفس ملعون کا اکراہ بس اس وقت تک ہوتا ہے جب تک معرفت حق کا نور استعداد حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن جب قلب مسعود کی حقیقت ظاہر ہوتی اور نور قلب ظاہر ہوتا ہے تب وہ قوت تحمل مقابلہ قلب سے تائب ہو جاتی ہے اور سمجھ جاتی ہے کہ اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی۔ بے شک جو مجرم جسمانی کی قیامت صغریٰ میں ہیئت بدنیہ کی ثقیل کثافتوں میں تحمل کا مجرم بن کر اور صبغۂ خبیثہ کے جرائم کی توقیر فاحشہ لے کر بارگاہ معرفت میں حاضر و طالب بنے گا وہ نفس رذیل نہ آدم طبعی کی موت مرے گا نہ وہ حیات حقیقیہ نورانیہ کی زندگی پا سکے نہ وہ امر عین عینیہ کی سزا اور عذاب بدعقیدگی سے نجات پائے صوفیاء فرماتے ہیں کہ نفس بدکی اس طریقہ سے مدافعت کرنی چاہیئے تاکہ تمہارے دشمن بھی گہرے دوست ہو جائیں یہ طریقہ صابرین کا ہے۔ معافی مانگنے والوں کی معافی کو قبول کرنا منزل معرفت کو قریب کرنے کا پہلا قدم ہے جو دوستوں کی معافی قبول نہیں کرتا اس پر اللہ کی طرف سے تنہائی کی وعید

marfat.com
Marfat.com

آتی ہے۔ دوست کی سچی معافی قبول کرنے کے چار فائدے ہیں اور نہ قبول کرنے کے یہ چار ہی نقصان ہیں ۱ قلب نرمی پکڑتا ہے رقتِ قلبی پیدا ہوتی ہے ۲ مرتے وقت اُس پر نرمی کی جاتی ہے ۳ حوضِ کوثر پر جلدی حاضری نصیب ہوگی ۴ اس کو رب تعالیٰ کی طرف سے جلدی معافی اور بخشش ملے گی۔ اگر کوئی معافی قبول نہ کرے یا تیر طیس لگائے تو اُسی طرح کی محرومیاں اس کو ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی سچی توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ

اور وہ جو آئے گا اُس کے پاس ایسا مومن بن کر کہ عمل کئے ہوں گے نیک

اور جو اُس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کئے ہوں

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝۷۵ جَنّٰتُ

تو وہی ہیں جن کے لیے اونچے مقام ہیں وہ عدن کے باغ

تو انہیں کے درجے اونچے ۔ بسنے کے باغ

عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

جاری رہتی ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ تک رہنے والے ہیں

جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ۔ اُن میں رہیں

فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝۷۶ وَلَقَدْ

اُن ہی میں اور وہ جزا ہے ہر اُس شخص کی جو پاکیزہ رہا۔ اور البتہ بیشک

اور یہ صلہ ہے اُس کا جو پاک ہوا۔ اور بے شک

marfat.com
Marfat.com

أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي

وحی فرمائی ہم نے موسیٰ کی طرف اِس بات کی کہ رات ہی کو روانہ ہو جا ڈھیرے بندوں کے ساتھ

ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا

اور پھر تم خود بناؤ اُن کے لیے ایک خشک راستہ دریا میں

اور ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے

تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ﴿٧٧﴾ فَأَتْبَعَهُمْ

تم کو نہ کچھ ڈر محسوس ہوگا پکڑے جانے کا اور نہ خطرہ ہوگا تم کو۔ پھر فرعون اُن کے

تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آئے اور نہ خطرہ۔ تو اُن کے پیچھے

فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ

پیچھے بھاگا اپنے لشکروں کے ساتھ تب ڈبو دیا ان کو گہرے پانی میں

فرعون پڑا اپنے لشکر لے کر تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا

مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾

خوب اچھی طرح ڈبونا

جیسا ڈھانپ لیا

تعلقات اِن آیت کریمہ کا پچھلی آیتِ کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجرمین کا حاضر ہونے کی حیثیت کا ذکر تھا۔ اب اِن آیت میں رب تعالیٰ کے پاس مومنین کا حاضری کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں جادوگروں کا کفر سے نجات پانے کا تذکرہ ہوا۔ اب اِن آیت میں بنی اسرائیل کو فرعون

marfat.com
Marfat.com

سے نجات دلانے کا بیان ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرعون کی اُن ظالمانہ حرکتوں کا ذکر ہوا جو اُس نے مومن صحابہ جادوگروں کو قتل کرکے کیں۔ اب اِن آیت میں فرعون کے بنی اسرائیل کے خلاف برے رُویّے کا بیان ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ شرطیہ اسم موصول یَاْتِ باب ضرب کا مضارع معروف بمعنی مستقبل آنے کا زمانہ قیامت کا دن ہے ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع مَنْ ہے ہٖ ضمیر ظرف ہے مُؤْمِنًا باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکر حال یَاْتِ کے فاعل کا اور موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ قَدْ عَمِلَ باب سَمِعَ کا ماضی قریب واحد مذکر غائب مگر شامل ہے مؤنث کو بھی۔ الف لام استغراقی صٰلِحٰتِ۔ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے صَالِحَةٌ صَلُحَ باب فتح سے مشتق ہے اسم فاعل ترجمہ ہے اچھائی اور بھلائی والے کام یہ مفعول بہ ہے۔ قَدْ عَمِلَ اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے مومنًا کی یہ مرکب توصیفی حال ہے یَاْتِ فعل سب سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ اور وہ دونوں ملکر شرط ہوئی مَنْ جزائیہ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ بعید ہی جمع مذکر کے لیے اُن ضمیر واؤ اور اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کے لیے اشارہ کیا جائے اسی لیے معنی کی سب ضمیریں اُس کے ساتھ آسکتی ہیں جیسے اُولٰٓئِكَ یہ بتلا رہا ہے اشارہ ہے اسم شارہ کی طرف ہے اسی لیے اس کا اس رفع ظاہر نہیں ہے لَهُمُ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا الف لام عہد ذہنی دَرَجٰتُ اسم جمع مؤنث سالم ہے وَرَجَةٌ بمعنی مرتبہ یا مقام۔ اَلْعُلٰى اسم جمع مکسر ہے عُلْيَا اسم تفضیل مؤنث واحد کی دراصل عُلْوَى فعلا بروزن فعلیٰ واؤ تفضیل کے بدلے میں الف آیا۔ جیسے کُبْرٰی کی جمع کُبَرُ اہوتی ہے عُلْوٌ سے مشتق ہے عُلًی کی ی اس لیے ہے تاکہ عُلًا مصدر کی مشابہت نہ ہو سکے۔ ایک قول میں یہ عَلِیَ سے مشتق ہے عُلُوٌ باب نصر ہے اور عَلِیَ باب فتح میں ہوتا ہے یہ صفت ہے دَرَجٰتُ کی یہ مرکب توصیفی مُبْدَلٌ منہ ہے۔ جَنّٰتُ۔ اسم جمع مکسر منصرف اِس کا واحد جَنَّتٌ بمعنی پوشیدہ باغ مضاف ہے عَدْنٍ اسم حاصل مصدر جامد۔ مصدری معنی ہے آرام دہ رہنا۔ رہائشی باغ۔ لیکن جامد ہو کر یہ ایک جنت کا نام ہے۔ خیال رہے کہ جنت کے آٹھ حصے ہیں ۱ جنت علیین ۲ جنت الفردوس ۳ جنت الماوٰی ۴ جنت دار الجلال ۵ جنت دار الطوبیٰ ۶ جنت عدن ۷ جنت نعیم ۸ جنت دار السلام۔ یہ مضاف الیہ ہے اگر لفظ عدن

marfat.com
Marfat.com

مصدر ہو تو یہ اضافت حقیقی ہے یعنی رہنے کے باغ اور اگر یہ حاصل مصدر جامد ہو تو یہ اضافت توصیفی ہے۔ یہ مرکب اضافی موصوف ہے تَجْرِیْ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب مجرور متصل برائے جمع غیر عقلی مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تَجْرِیْ الْاَنْھٰرُ اسم جمع مکسر معرف باللام وضعی نہر کی جمع ہے یہ فاعل ہے تجری کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر بدل بعض ہوا دَرَجَۃُ الْعُلٰی کا وہ سب مل کر نائب فاعل ہے مَوْجُوْدٌ پرشیدہ کا۔ خٰلِدِیْنَ۔ باب نَصَرَ کا اسم فاعل جمع مذکر ضمیر صیغہ اسکا فاعل اسکا مرجع اُولٰٓئِکَ ہے فِیْھَا جار مجرور اس کا متعلق یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے ھُمْ کا اس لیے بحالت نصب ہے ھُمْ ذوالحال اور حال مجرور ہو کر متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا وہ سب مل کر جملہ اسمیہ خبریہ مشارالیہ وَذٰلِکَ۔ واؤ عاطفہ یا حالیہ۔ ذٰلِکَ اسم اشارہ واحد بعید کے لیے آتا ہے ذَا اسم ہے کَ ضمیر حاضر واحد مذکر ہے مخاطب کے اعتبار سے ہر قسم کی ضمیر حاضر اس میں آسکتی ہے مبتدا ہے اس لیے مرفوع ہے۔ جَزٰٓؤُا اسم حاصل مصدر جامد یعنی بدلہ جَزٰی فَعَالٌ کے وزن پر الف مصدریہ لگایا پھر اظہار ہمزہ (لام کلمہ) کے لیے واؤ لگائی گئی اور آخری الف حرف جر اؤ کے لیے جیسے یَدْعُوْ اَبَا فَاؤُا وغیرہ کا الف مضاف ہے مَنْ اسم موصول تزکّٰی باب تفعّل کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ناقص واوی بازگی ناقص یائی سے مشتق ہے ھُوَ پرشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی خبر مبتدا دونوں جملہ اسمیہ ہو کر عطف ہے اُولٰٓئِکَ سب سے مل کر جزا ہے وَمَنْ یَّاْتِہٖ کی وہ شرط و جزا مل کر عطف ہے مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ یہ سب مل کر مقولہ ششم ہے قَالُوْا مَنْ تُوْرٰکَ سب مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَھُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَکًا وَّلَا تَخْشٰی فَاَتْبَعَھُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِہٖ فَغَشِیَھُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَھُمْ۔ واؤ سر جملہ ابتداء کلام کے لیے لام کے لیے تاکید کے لیے بمعنی البتہ یعنی۔ قَدْ اَوْحَیْنَا۔ باب افعال کا ماضی قریب معروف جمع متکلم وَحْیٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر اِیْحَاءٌ ہے بوجہ ہمزہ مکسور واؤ دف کلمہ (ی) سے بدلا گیا۔ نَا ضمیر صیغہ بارز اس کا فاعل مرجع رب تعالیٰ اِلٰی جازہ انتہاء غایت کے لیے مُوْسٰی مجرور یہ جار مجرور

marfat.com
Marfat.com

متعلق ہے۔ اَنْ۔ حرفِ تفسیر یہ دلالتِ لفظی مفسر ہوتا ہے اپنے پہلے کلام کا اس کی تفسیر اور دلالت دو قسم کی ہے ۱ دلالتِ لفظی یہاں رہی ہے ۲ دلالتِ معنوی۔ یعنی اپنا عمل اس انداز میں کرنا کہ دوسروں کے لیے رغبت ظاہر ہو (کرنے والے کے کام اور عمل کی حالت بتلائے کہ دوسروں کو کرتے پر آمادہ کرنا چاہتا ہے) علم نحو میں حروفِ اَن پانچ قسم کا ہے ۱ اَن حرفِ ناصبہ یہ ماضی اور مضارع پر آتا ہے اور دونوں کو مصدری معنی میں کر دیتا ہے ترجمہ ہے یہ کہ اور فقط مضارع کو نصب دیتا ہے ۲ اَنْ یہ اَنْ حرفِ زائدہ یہ لمّا کے بعد اس کی تاکید کے لیے آتا ہے ترجمہ ہے جب کہ یا جب ہی ۳ اَنْ مخففہ یہ اَنَّ یا اِنَّ سے بدلا ہوتا ہے اور لغو ہو جاتا ہے۔ یعنی اپنا عمل نہیں کرتا مگر ترجمہ باقی رہتا ہے ترجمہ ہے بے شک یقیناً ۴ اَنْ تفسیر یہ دلالت لفظی اور کبھی دلالت معنوی ۵ اَنْ نافیہ اس کا ترجمہ ہوتا ہے یہ کہ نہ جیسے اَن نُمِیْتَ بِکُمْ۔ اَسْرِ باب اِفعال کا امر حاضر معروف واحد مذکر سَرْیٌ سے مشتق ہے یعنی سیر کرنا۔ رات کو روانگی ایسا چلنا جس میں تھکاوٹ نہ ہو۔ بِ جارّہ تعدیہ کی یا بمعنی مع عِبَادِیْ جمع مکسّر تغیر تکسیری اس کا واحد عَبْدٌ ہے یا عَابِدٌ۔ یعنی نیک عبادت گزار۔ یٰ ضمیر واحد متکلم مراد اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق ہے اَسْرِ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ اِضْرِبْ باب ضَرْبٌ کا امر حاضر معروف واحد مذکر ضَرْبٌ سے مشتق ہے اس کے معنی ۱ مارنا ۲ بیان کرنا ۳ چلانا۔ یہاں اسی معنی میں ہے اَسْرِ اور اِضْرِبْ دونوں میں اَنْتَ ضمیر فاعل کا مرجع موسیٰ ہیں لَهُمْ جار مجرور اوّل مفعول متعلق ہے طَرِیْقًا اسم مبالغہ واحد مذکر یعنی راستہ مفعول بہ ہے فی اَلْبَحْرِ یہ جار مجرور متعلق دوم فعل ہے اِضْرِبْ کا بعض نے فرمایا کہ فی بمعنی اِلیٰ ہے یَبَسًا اسم مصدر بمعنی اسم فاعل ترجمہ ہے خشک ہونا خشک رہنے والا۔ لازم ہے اس کی چار قسمیں کی گئی ہیں ۱ یَبَسًا یہ مشہور ہے ۲ یَبَسًا بروزن صَعْبٌ صیغۂ مبالغہ ۳ یُبُسًا یَابِسٌ کی جمع جیسے صاحِبٌ کی جمع صُحُبٌ یا صِحَبٌ کی جمع صُحُفٌ ۴ یَابِسٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ یہ صفت ہے طَرِیْقًا کی دونوں موصوف صفت مفعول یہ ہیں۔ دَرَکًا۔ اسم مصدر بحالتِ فتحہ ہے مفعول یہ ہے لَا تَخَفْ کا۔ یہ فعل مضارع معروف منفی بِلَا بمعنی مستقبل خَوْفٌ سے مشتق ہے باب سَمِعَ سے ہے اس کی تین قسمیں ہیں ۱ لَا تَخَفْ یہی مشہور ہے ۲ لَا تَخَافُ یہ صیغۂ اصلی بلا تعلیل حالت میں ہے ۳ لَا تَخَفْ مضارع مجزوم اِضْرِبْ کے جواب امر ہونے کی مناسبت سے۔ دَرَکٌ کا معنی ہے مل ۵ پانا یا لینا پکڑ لینا۔ عمل کا نتیجہ ملنا۔ لَا تَخَفْ

marfat.com
Marfat.com

فاعل و مقول ہم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ لَا تَخْشٰی باب سَمِعَ کا مضارع منفی بلا معروف واحد مذکر اَنْتَ ضمیر صیغہ پر شد اس کا فاعل خَشِیَ ناقص یائی سے مشتق ہے بمعنی اندیشہ۔ خطرہ خوف کا معنی قلبی ڈر۔ خَشِیَ کا معنی حقیقی ڈر۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ دونوں عطف مل کر جواب امر ہوا۔ یا حال ہے اِضْرِبْ کے فاعل اَنْتَ کا۔ اِضْرِبْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ معطوف ہوا اَسْرِ کا دونوں جملے عطف مل کر مفسر ہوا اَلْقٰی اَوْحَیْنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ تفسیر یہ ہو گیا فَاَزْلَمَهُ تفقیبیہ۔ یہ بتاتی ہے کہ اگلا واقعہ کچھ ہی دیر بعد ہوا۔ اَتْبَعَ باب افعال کا ماضی تبع سے مشتق ہے مطلق واحد مذکر غائب بمعنی پیچھے پہنچے آنا ایک قول میں باب افتعال سے ہے اتبع یہی فعل وصیغہ ھُمْ ضمیر مفعول بہ مرجع ہے بنی اسرائیل فِرْعَوْنُ یہ مصری لغت کا لفظ فارا اوہ سے مبدل ہے بمعنی اونچی چوٹی مراد ہے اونچا حاکم یعنی بادشاہ فاعل ہے۔ بِ حرف جر بمعنی مع جُنُوْدِهٖ اسم جمع مکسر ہے جُنْدٌ کی بمعنی لشکریت سے قبائل کے ہٖ ضمیر کا مرجع فرعون مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہے جار مجرور متعلق ہے اَتْبَعَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ مکمل ہوا فَ حرف تعقیب غَشِیَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق معروف مثبت واحد مذکر غائب ایک قرأت میں غَشِّیَ ہے باب تفعیل سے وہی فعل وصیغہ بہر حال غَشِیَ سے بنا ہے بمعنی ڈھک لینا مراد ہے غرق کر دینا۔ ہُمْ ضمیر مفعول یہ مرجع ہے فرعون و فرعونی مِنَ جارہ بمعنی فی یعنی پانی میں۔ الف لام خارجی یَمِّ اسم مفرد جامد بمعنی سمندر مراد ہے سمندر کی مثل کثیر پانی دور دور تک چاروں طرف۔ یہ جار مجرور متعلق ہے غَشِیَ کا مَا حرف مصدر یہ اس میں بہت قول ہیں اور اسی بنا پر ترکیبیں بھی بہت ہیں مگر ہماری ترکیب کو ترجیح ہے غشی فعل با فاعل ھُمْ مفعول یہ یہ جملہ فعلیہ ہو کر مفعول مطلق ہوا غَشِیَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى۔ دنیا ہی دارالعمل ہے موت کے بعد کوئی عمل نہ ہو سکے گا موت کے بعد تو حاضری ہے اُس بارگاہ کی جس کا وعدہ مقرر ہے وہ اُٹھنے کا دن ہے۔ پہلی حاضری قبر میں دوسری حاضری میدانِ محشر میں جو خوش نصیب ایمان کی سلامتی کے ساتھ قبر تا قیامت کی حاضری میں رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا۔ اُس کی مزید خوش نصیبی یہ کہ دنیوی زندگی پر

marfat.com
Marfat.com

اعمال بھی اچھے جمادت ریاضت تقویٰ طہارت عدل و انصاف والے کئے فرائض و واجبات تو فرض ہی ادا کرتا رہا اس لیے کہ تمام اعمالِ صالحہ تو عمرِ قلیل میں ادا کر لینا ناممکن ہے) ایسے مومنین صالحین کے لیے طبقۂ جنت کے اونچے درجہ ہیں اور یہ درجات جنتِ عدن میں ہیں جو علاوہ جنت کا اعلیٰ طبقہ ہے جنت کے آٹھ حصے ہیں جن میں ایک جنتِ عدن ہے اس میں ایسی بلندی۔ باغات کی سدا بہاریں ہیں جو جنت کے دوسرے نیچے حصوں میں نہیں۔ یہیں سے جنتی نہروں کی ابتدا ہوتی ہے جو دیگر جنتوں تک بہتی چلی جاتی ہیں جنت۔ جمع فرمانا باغاتِ کثیرہ کی وجہ سے ہے پھر وہ جنتی اُن جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ اُسی میں رہیں گے۔ کبھی موت نہ تکلیف نہ بیماری پریشانی ہو نہ نکالا جائے۔ مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ دنیا سے کافر ہو کر مرنے والا قیامت اور جہنم میں لَا یَمُوْتُ۔ وَلَا یَحْیٰی کی حالت والا ہوگا اور فاسق ہو کر مرنے والا جہنم کی سزا سے مرکر کلیا میت ہو جائے گا اور پھر شفاعت کے پانی سے یا مدت سزا کے مکمل ہونے سے اُگنے کی شکل پیدا ہوگا۔ لیکن جنتی متقی اور مغفورین نہ کبھی مویں نہ بیمار ہوں نہ نکالے جائیں مَنْ یَّاْتِہٖ سے جسمانی قرب کے پاس یا قریب آنا مراد نہیں اللہ تعالیٰ جسمانیت سے پاک ہے۔ کفار میں ایک فرقہ مجسمہ ہے جو اللہ کے جسم کی بدعقیدگی میں مبتلا ہے (اللہ کے لیے جسم مانتا ہے) وہ اِن آیت سے دلیل دیتے ہیں۔ اللہ کی طرف آنا سے مراد قیامت میں آنا مراد ہے یا وہ جگہ جہاں رب تعالیٰ بھیجے۔ جیسے نماز کے لیے مسجد۔ مصلہ حاجی کے لیے کعبہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے طور وغیرہ وغیرہ اِن مقامات میں آنا اللہ کی طرف آنا ہے۔ صالحات سے مراد وہ اچھے اعمال ہیں جو عقل اسلامی اور نقلِ قرآنی اور احادیث کی زبانی ثابت ہوں۔ اِن سے ہٹ کر کتنے بھی پسندیدہ مفید اور خوب صورت کام ہوں وہ اعمالِ صالحہ نہیں ہو سکتے لفظ مَنْ واحد و جمع دونوں کے لیے مستعمل ہے اس لیے یہاں مَنْ یَّاْتِہٖ میں مَنْ جمع کے لیے ہے اسی معنیٰ کی وجہ سے آگے اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ جمع ارشاد ہوا اور تمام مومنین صالحین مراد ہیں دَرَجٰتُ الْعُلٰی سے ثابت ہوا کہ جنتی دو قسم کے ہیں ۱ ایمان اور اعمالِ صالحہ والے ان کے لیے ہی اونچے درجات ہیں ۲ ایمان لا کر مومن بن کر برے عمل کرنے والے۔ ان کے لیے نیچے درجوں والی جنتیں ہیں۔ ان کی جنت ان کو شفاعت کی بخشش سے ملے گی یا سزاءِ جہنم کو مکمل بھگت کر۔ بخاری مسلم، ترمذی مسند احمد نے عَنْ ابی سعد اور عَنْ ابی ہریرۃ

marfat.com
Marfat.com

روایت فرمایا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد مقدس فرمایا کہ نیچے درجہ والے جنتی اونچے درجہ والوں کو اس طرح دیکھا کریں گے جس طرح آج ہم زمین سے ستاروں کو چمکتے دیکھتے ہیں یعنی ان میں اتنی دوری اور اُن میں اتنی چمک ہوگی۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان ہی میں صدیق وفاروق ہوں گے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى۔ جزا اور اَجر میں یہ فرق ہے کہ جزا ہر اچھے بُرے نفع نقصان مفید۔ غیر مفید بدلے کو کہتے ہیں لہٰذا نیک کی جزا جنت اور بد کی جزا جہنم ہوئی۔ لیکن اَجر صرف مفید اچھے اور نفع والے بدلے کو کہتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ جادوگروں کا آخری کلام ہے جو اپنے ایمان لانے کی وجہ بتاتے ہوئے دلائل کے طور پر فرعون کو سمجھاتے ہوئے فرعون کے سامنے اُس سے کیا۔ لیکن فِئَۃِ ظالم فرعون نے پھر بھی ان کو سزا کے لیے پکڑ لیا۔ اور سب کو دریاؤ قلزم کے کنارے لے جایا گیا۔ مگر چونکہ صراحتاً سزا دینے کا ذکر نہ قرآنِ مجید میں ہے نہ حدیث پاک میں اس لیے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ فرعون نے سزا ملتوی کر دی اور جادوگروں کو چھوڑ دیا تھا بعض نے کہا کہ اَلْبَقِیْ تک جادوگروں کا قول ہے اور اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ مُجْرِمًا سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے مگر یہ دونوں باتیں خلطِ مبحث سیاق وسباق کے خلاف ہیں صحیح یہ ہے کہ یہاں مَنْ تَزَكّٰى تک جادوگروں کا کلام ہے اس کے بعد جب ان کو پکڑ لیا گیا اور دریاؤ قلزم کے کنارے سزا دی جانے لگی تب تمام جادوگروں نے آخری دعائیں مانگیں۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (سورۃ اعراف آیت ۱۲۶) قرآنِ مجید کے یہ دعائیہ الفاظ اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ فرعون نے سزا دی اور جادوگروں کے آخری الفاظ بوقتِ شہادت یہ دعائیں تھیں۔ مگر یا یہ دعائیہ الفاظ سزا کے ثبوت میں اِسْتِدْلَال ہے اقتضاءِ متعدد احادیث سے بھی ثابت جن میں جادوگروں کو مومن صابی صابر شہید فرمایا گیا ہے۔ بعض روایت میں صرف صابرین فرمایا گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مشہور روایت ہے کہ۔ قَالَ كَانُوْا اَوَّلَ النَّهَارِ سَحَرَةً وَّاٰخِرَهٗ شُهَدَاءَ۔ یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ جادوگر اُسی دن کے شروع میں منقلب کرتے جادوگر تھے اُسی دن کے آخری حصے میں شہید کر دئے گئے۔ نیز تاریخ کی دَلَالَۃُ النَّص بھی ثابت کرتی ہے کہ فرعون نے سولی دیدی تھی اور اس طرح کیا تھا جس طرح یہاں مذکور ہے۔ اس لیے کہ تاریخ میں فرعون کو اس طرح ہاتھ پیر کاٹ کر سولی دینے کا

marfat.com
Marfat.com

موجد کہا گیا ہے اگر جادوگروں کو چھوڑ دیا ہوتا مولیٰ نہ دی ہوتی تو پھر فرعون موجد مولیٰ کیونکر بنتا۔ فرعون کی طرف اور تو کوئی واقعہ اس طرح کی سزا کا منسوب نہیں۔ (روح البیان) تَزَکّٰی سے مراد یہ ہے کہ جس نے کفر شرک اور گناہ کبیرہ سے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ پڑھ کر اللہ رسول پر ایمان لے آیا۔ اعمالِ صالحہ کئے یہ اس کی جزا ہے۔ اعمالِ صالحہ کی گیارہ قسمیں ہیں ۱ ادائیگی حقوق اللہ ۲ فرائض کی پابندی ۳ واجبات کی حفاظت ۴ سنتہ مؤکدہ ۵ سنت غیر مؤکدہ ۶ نوافل کی کثرت ۷ حقوق العباد کا خیال رکھنا ۸ حقوق النفس یعنی اپنے حقوق پورے کرنا ۹ ظلم اور فساد فی الارض سے بچنا ۱۰ ذکر الٰہی میں مشغول رہنا ۱۱ انکی کی فضیلت اچھی کتابیں تقریریں پڑھنا سننا۔ بری۔ بدعقیدہ کتابوں تقریروں۔ محفلوں سے بچنا۔ خیال رہے کہ صحیح ہونے کے لیے مومن ہونا اور درجاتِ علیٰ کے لیے نیک اعمال کرنا شرط ہیں۔ فرعون تو چاہتا تھا کہ انتہائی دردناک اذیت کے ساتھ سسک سسک کر ہول پر مرے مگر رب تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان صالحین کو تماشہ بننے سے بچا لیا اور جلدی جان قبض فرما لی کسی کی پہلا ہاتھ کٹتے ہی کسی کی دوسرا پاؤں کٹتے ہی اور کسی کی سولی پر باندھتے ہی۔ اور بہترین جادوگروں کے جنہوں نے کسی طرح بھاگ کر چھپکے جان بچالی مگر پھر وہ کفر پر ہی مرے ان میں سے سامری تھا۔ اس کے بعد فرعون کو تقریباً بیس سال کی مزید مہلت ملی اتنی مہلت کسی کو کفر قسم کو نہ ملی اس دوران طرح طرح کی زمینی گرفت عتاب عذاب عافی و دلائل و آیات سے سمجھایا گیا پھر قسم قسم کے مختلف عقابی عذاب نازل کئے گئے ۱ طوفان ۲ قحط ۳ مکڑی ۴ کیڑے اور جوئیں ۵ مینڈک ۶ خون ان عذابوں سے گھبرا کر عارضی توبہ اور وعدۂ ایمان کرتے مگر جب دعاءِ موسیٰ علیہ السلام سے وہ عذاب ہفتہ بھر رہ کر ٹل جاتا تو وہ پھر خبیث ہو جاتے کبھی تو کہتے اے موسیٰ ہم توبہ اور ایمان کا بنی اسرائیل کو آزاد کرنے تمہارے ساتھ بھیجنے کا وعدہ کرتے ہیں کبھی کہتے یَا اَیُّھَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا۔ اے جادوگر ہمارے لیے اس عذاب سے چھٹکارے کی دعا کر مگر دعا سے عذاب ختم ہوتے کے بعد پھر کافر کے کافر اور وعدے سے منحرف یہ تھی ان کے جہنمی مٹی ہونے کی نشانی ہر طرح سمجھانے کے باوجود جب ان کا ظلم اور شیطانیت کم نہ ہوئی تب حضرت موسیٰ نے دعا عرض کی۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِھِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا۔ (سورۃ یونس آیت ۸۸ و ۸۹) اور چند سال بعد۔ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ

marfat.com
Marfat.com

اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ۔ یہ نیا کلام رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کہ بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی (بذریعے فرشتہ) خیال رہے کہ حضرت موسیٰ سے کلام بالمشافہ بلا واسطہ حرف کوہ طور پر جانب ایمن بلا کر ہوتا تھا ہر جگہ نہیں اے موسیٰ میرے ان بندوں بنی اسرائیل کو فلاں تاریخ کو رات میں دریائی راستے سے نکال لے جاؤ جو صاف خشک اور کھلا ہے نہ گرفتاری کا خوف رکھنا نہ ڈوبنے کا خطرہ سمجھنا دونوں طرف سے تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ یہاں اَسْرِ فرمانے کی چار وجہ ۱ تاکہ سفری منصوبہ پوشیدہ رہے ۲ وقت سے پہلے دشمن کو پتہ نہ چلے ۳ خود بنی اسرائیل بھی اتنے عرصے کی غلامیت کی وجہ سے بزدل ہو چکے تھے ڈرتے تھے دن میں کوئی حرکت کرنے سے وہ بھی اس معاملے کو خفیہ ہی رکھنا چاہتے دن میں خود اسرائیلی بھی چلنے پر آمادہ نہ ہوتے ۴ دن کی روشنی میں نکلنے سے سو طرح کی رکاوٹ ہو سکتی تھی مثلاً ۱ ہر شخص کی موجودگی بھیڑ پیدا کرتی جس سے چلنے میں تیزی نہیں آسکتی ۲ قبطی لوگ پوچھ سکتے تھے کہاں جا رہے ہو ۳ فرعون کو اطلاع ہو سکتی تھی اور ابھی وقت گرفتاری ہو سکتی تھی ۴ خود قبطی ہی اپنا لڑکا تجھ کر روک سکتا تھا۔ یہاں بِعِبَادِیْ ۔ جیسے پیارے رحیمانہ کریمانہ لقب سے ارشاد فرمایا اس لیے ہے کہ اس وقت تمام بنی اسرائیل دنیوی مصائب کی بنا پر نہایت نیک متقی باعمل بنے رہتے تھے کوئی گناہ و برائی میں نہ جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے واقعتاً ڈرتے تھے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ دنیوی مصیبتیں انسان کو بندہ بنائے رکھتی ہیں عیاشی و دولت مندی تو آدمی کو شیطان بنا دیتی ہے۔ مفسرین نے فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا کے دو معنیٰ بیان کیے ایک یہ کہ دریا میں لاٹھی مار کر خشک راستہ بناؤ۔ مگر یہ قول کمزور ہے۔ چار وجہ سے ۱ لاٹھی مارنے کا حکم اس وقت نہیں دیا گیا ابھی تو چلنے کی ابتدا بھی نہیں ہوئی دریا یہاں کہاں۔ ۲ لاٹھی مارنے کا حکم آگے دوسری آیت میں دیا گیا ۳ یہاں طَرِیْقًا واحد فرمایا گیا حالانکہ لاٹھی مارنے سے بارہ راستے بنے تھے جیسا کہ سورۃ شعراء آیت ۶۳ میں ارشاد ہے فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ۴ یہاں فرمایا گیا ہے طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا ۔ اگر ضرب کا معنیٰ مارنا کیا جائے تو معنیٰ ہوگا راستے کو مار اگر ضرب کا معنیٰ بنانا کیا جائے تو معنیٰ ہوگا اے موسیٰ خود راستہ خشک بناؤ جب کہ موسیٰ علیہ السلام کا کام صرف لاٹھی مارنا تھا راستہ

marfat.com
Marfat.com

بنانا پانی ہٹانا اور آناً فاناً خشک کرنا یہ رب تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوا کہ یہاں لاٹھی مارنا مراد نہیں نہ لاٹھی کا ذکر ہے نہ ابھی مارنے کا وقت آیا۔ بلکہ صحیح دوسرا قول ہے کہ اسے موسیٰ اختیار کرو دریا کی طرف دریا میں سے جانیوالا راستہ جو خشک ہے صاف کھلا ویران ہے فلسطین کی طرف مصر سے جانے والے دو راستے تھے ایک شام کی طرف سے مگر اُس راستے میں جگہ جگہ فرعونی فوجی چوکیاں اور محصول چونگیاں تھیں رات دن وہاں پہرے ہوتے تھے اُدھر سے جانا ان کے لیے خطرناک تھا سب راستہ زمینی تھا شام کی سرحد آنے سے پہلے پہلے کسی دن بھی یہ پکڑے جا سکتے تھے راستے کی چوکیوں سے یا مخبری کر دی جاتی یا لڑائی جھگڑے اور پوچھ گچھ میں دیر لگتی۔ اور یہیں صبح ہو جاتی فرعون کو پتہ چل جاتا۔ اس لیے دریائی راستہ چلا یا گیا کہ صبح تک نہ پتہ لگے نہ خبری ہو اور جب دوپہر تک پتہ لگے تو اُس وقت تک ان کے لیے دریا سے پار ہونے کا راستہ بن چکا ہو جیسا کہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ حکم وحی سن کر خفیہ طور پر تمام دور و نزدیک بنی اسرائیلی گھروں میں اعلان کرا دیا کہ جوان اور تندرست مرد عورتیں آج سے تین دن بعد بعد مغرب مصر کے مغربی جانب جمع ہو جائیں مگر انتہائی رازداری سے کسی کو پتہ نہ لگے بیس سال کی عمر سے زائد اور ساٹھ سال کی عمر سے کم لوگ ہی آئیں۔ تاکہ خود تیزی تندرستی سے چل سکیں نہ کسی کو اٹھانا پڑے نہ گھسیٹنا پڑے۔ مصری عورتوں نے اپنی سوچ و فکر عقل کے مطابق خفیہ رکھنے کا ایک طریقہ یہ سوچا کہ جس طرح ہم عورتیں اس سے پہلے بھی اکثر اپنی شادی بیاہ اور تیوہار کے موقعہ پر قبطی عورتوں سے زیور مانگ لیتی ہیں آج بھی یہ کہہ کر زیور مانگ لیا جائے کہ کل ہم سب اپنی ایک شادی کی تقریب میں جا رہے ہیں اور پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی قبطی لوگ کشمکش نہ کریں ہماری تلاش نہ کریں ہماری غیر موجودگی کو شادی کی شرکت سمجھ کر مطمئن رہیں اسی طرح سب عورتوں نے اپنے اپنے تعلق دار قبطیوں سے ان کے پورے پورے زیور لے لیے یہ وہی زیور تھے جس کا بعد میں سامری نے بچھڑا بنا دیا اماناً ہی لیے کیونکہ اگلے انجام کا تو کسی کو پتہ نہ تھا ساری رات سفر جاری رہا صبح دریا کے کنارے پہنچ کر ٹھہر گئے کہ اب کس طرح پار نکلیں۔ اُدھر صبح اشراق کے وقت جب بازار نہ کھلے صفائی نہ ہوئی کہیں اسرائیلی نظر نہ آیا تو حکومت کے کارندے دوڑے فرعون کے پاس اور کیفیت سنائی فرعون سمجھ گیا کہ اسرائیلی نکل بھاگے فوراً دور دور نئے سے دوڑائے فوج بیس جمع کی جیسا کہ سورۃ شعراء میں ذکر ہوا

marfat.com
Marfat.com

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ۔ ساتھ ہی اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھتے ہوئے اِن فوجوں اور دیگر لوگوں کو اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے کہتا ہے۔ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ (آیت ۵۳ و ۵۶) یعنی اے لوگو فوج سپاہیو سب دوڑو پکڑو ڈھونڈو یہ ایک چھوٹی سی اسرائیلی جماعت ہے انہوں نے ہم کو پریشان کر دیا ہے لیکن ہم ان سے ہر وقت چوکنے رہتے ہیں۔ ان سے گھبراتے ڈرتے نہیں۔ یہ وہ جھوٹی انا کی اکڑ تھی جس کا خمار برفرعونی دماغ پر چڑھا رہتا ہے اور ہر باطل اپنے شور کے سامنے حق کا زور ماننے کو تیار نہیں ہوتا چاہے غرق و ہلاک ہو جائے۔ یہ اعلان سنتا تھا کہ بس فوجی سپاہی پکڑنے کے لیے جوان لوگ تعاقب کے لیے بچے اور نوبالغ تماشہ دیکھنے کے لیے اور عورتیں اپنا زیور چھیننے کے لیے سب دوڑ پڑے افتاد تو پہلے بھی پڑی ہوئی تھی کہ اسرائیلی فرعون سے بار بار ملک چھوڑنے کی اجازت مانگ رہے ہیں یہ بے اجازت بھاگنے کی جرأت کا خیال نہ تھا فرعون کو اس وقت دو پریشانیاں تھیں ایک تو موسیٰ سے مقابلے کے دن کا ڈر اسما تھا کہ پھر سانپ بن کر ہلاک نہ کروا دے دوم یہ کہ یہ اس کی زندگی کا آخری دن تھا کچھ اس کی بھی قدرتی نفسیاتی وحشت طاری تھی۔ اِتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ کا معنی یہ ہے کہ اُن کے نقش قدم پریشان دیکھتے ہوئے اسی دریائے قلزم کی سمت بڑھا۔ فرعون آگے تھا سب لشکر پیچھے پیچھے۔ یہ تقریباً سب پیدل سوار مل کر سات لاکھ تھا ایک قول ہے کہ صرف خاص فوج سات لاکھ تھی لیکن باقی سب مل ملا کر چوبیس لاکھ تھے قبطی اور دوسری قومیں بھی۔ جب کہ بنی اسرائیل تقریباً چھ لاکھ ستر ہزار جو سب کے سب تندرست و جوان تھے انہوں نے چلتے وقت گھوڑے بھی فرعونیوں سے اُدھار لے لیے تھے۔ خیال رہے مصر سے عمان دو دریا ہیں ایک دریائے نیل جو جانب جنوب مشرق میں ہے اسی کی ایک نہر نکل کر فرعون کے محل میں جاتی تھی اس دریا نے بچپن میں حضرت موسیٰ کو بچایا۔ دوسرا دریا۔ قلزم یہ جانب مغرب بہتا ہے۔ اس نے اب سب بنی اسرائیل کو بچایا (صاوی و کبیر) جب سب اسرائیلی دریا کے کنارے جمع تھے تو چند بوڑھوں نے حضرت موسیٰ سے عرض کیا ہمارے پاس ایک وصیت نامہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے انہوں نے ہمارے آباؤ اجداد جو اس وقت اُن کے پاس تھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب تم لوگ مصر سے جانے لگو تو میری قبر کھول کر میرا تابوت ساتھ لے جانا۔ وہ وصیت نامہ نسل در نسل سے چلتا ہوا اب ہمارے پاس ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا

marfat.com
Marfat.com

ہاں بتاؤ قبر کہاں ہے تب ایک بوڑھی عورت آگے بڑھی عرض کیا کہ مجھ کو پتہ ہے قبر کہاں ہے فرمایا بتاؤ کہاں ہے عرض کیا جہاں آپ کھڑے ہیں وہیں دریا اندر ہے پیچ میں اب وہ جگہ آگئی ہے۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دور کچھ شور و غل کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ لشکر فرعونی کی آوازیں تھی ابھی لشکر تقریباً دس میل دور تھا۔ تمام اسرائیلی گھبرا کر چیخ پڑے کہ۔ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ۔ (شعراء آیت ۶۱) اے موسیٰ بے شک ہم پکڑے گئے کچھ بولے۔ اے موسیٰ ہم بڑے بدقسمت لوگ ہیں کہ۔ اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا۔ (اعراف آیت ۱۲۹) تم سے پہلے بھی ہم ظلم و ستم ذلت و خواری کی ایذائیں ہی دیئے جاتے رہے اور اب تمہارے ان نئی سکیموں نے مزید پریشان کر رکھا ہے ہمیں وہ ذلت آمیز غلامی ہی منظور ہے ہم ان ذلتوں سے اپنے آپ کو بھلا چکے ہیں مگر یہ خطرے نہیں سہہ سکتے کہ ادھر سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا دریا اندر گھسیں تو ہلاکت نہ کوئی کشتی نہ انتظام اُدھر دیکھیں تو فرعون کا لشکر۔ اور ان کی ذلت آمیز پکڑ دھکڑ گرفتاری کا خطرہ قتل کا دھڑکا۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے سجدہ ریز ہو کر عرض کی۔ وحی الٰہی آئی۔ لَا تَخَفْ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى۔ اے موسیٰ سنا دو کہ تم کو کچھ خطرہ نہیں نہ گرفتاری کا خوف کرو نہ ڈوبنے کی خشیت دہشت رکھو اور ساتھ ہی حکم ہوا۔ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ (شعراء آیت ۶۳) موسیٰ علیہ السلام نے یہ حکم سن کر سب کو فرمایا نہ ڈرو۔ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ بہت جلدی تمہارا رب کریم تمہارے دشمن کو ہلاک فرما دے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے پہلے یہ دعا پڑھی۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَبِكَ الْمُسْتَغَاثُ اَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (از تفسیر روح البیان) پھر آپ نے اپنا عصا مبارک پانی پر مارا۔ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ۔ دریا پھر گیا اور پانی دیواروں کی طرح بارہ حصوں میں تقسیم ہو گیا ہر دیوار ایک چٹان کی مثل اونچی بلند ہو کر ٹھہر گئی۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر شریف نظر آگئی جس میں سے نبی اسرائیل نے جسد مبارک مع صندوق تابوت نکالا اور ہمراہ لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا اے مائی صاحبہ کچھ مانگ لو مائی صاحبہ نے عرض کیا یا حضرت اس نشان دہی کے انعام میں مجھ کو جنت میں اپنی ہمراہی عطا فرمایئے موسیٰ علیہ السلام نے قبول فرمائی (حکایت) تفسیر کبیر میں ہے کہ ہجرت کے دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک بستی سے گزرے وہاں ایک بوڑھی عورت

marfat.com
Marfat.com

نے آپ کی دعوت فرمائی ان کے پاس ایک ہی دنبی تھی اس کو ذبح کر کے گوشت پکایا۔ بہت عرصے کے بعد اسلام کی شہرت ہوئی تو وہ بوڑھی اپنے خاوند کے ساتھ حاضر بارگاہ ہوئی آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے مائی کیا تم نے مجھ کو پہچانا۔ دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو پہچان لیا آپ وہی اُس دن کے مسافر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس دعوت مسافرت کے بدلے آج کچھ مانگ لو عرض کیا آپ ہم کو اپنی بکریاں دیدیجئے۔ دو وادی گئیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو موسیٰ علیہ السلام کی بوڑھی جیسی بھی نہ ہو سکیں (واللہ اعلم) یہاں فرمایا گیا۔ لَا تَخَفْ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى خوف وخشیت کا فرق یہ ہے کہ خوف تھوڑے ڈر کو کہتے ہیں جس میں صرف دھڑکا لگا ہو۔ جان کا یقینی خطرہ نہ ہو اور خشیت سخت خطرہ جان کا یقینی ڈر۔ اللہ کے خوف کو خشیت اسی لیے کہتے ہیں کہ اللہ کے رعب وجلال سے زیادہ کسی کی ہیبت نہیں۔ لَا تَخَفْ کا معنیٰ فرعون کی گرفتاری کا ڈر جس میں جان جانے تک کے جانے کا یقینی خطرہ نہ تھا اور لَا تَخْشٰى کا معنیٰ سمندر میں ڈوبنے کی خشیت یہ بڑا ڈر تھا کیونکہ اس میں جان جانا یقینی تھا۔ اشراق کے وقت سے چلا چلا یہ لشکر دوپہر کو قلزم کے قریب پہنچتا ہے۔ بنی اسرائیل اس دریا میں خشک رستے ہوتے راستے سے دریا پار کر رہے ہیں فرعونی یہ نظارہ دیکھ کر سخت حیران ہوتے تفسیر کبیر رازی میں ہے کہ اوّل موسیٰ علیہ السلام نے دریا سے فرمایا کہ ہمیں گزرنے کا راستہ دیدے مگر دریا نے انکار کر دیا تب حضرت موسیٰ نے سجدے میں گر کر دعا عرض کی رب تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنی لاٹھی مارو (ہو سکتا ہے یہ دریا کو سزا دینے کی ہو) بہر کیف فوراً راستے بن گئے تیرہ دیواریں کھڑی ہو گئیں۔ بنی کو گاہ عدد (۱۲) فرمایا گیا۔ (صاوی) قدرت کا کیا عظیم کارنامہ تھا کہ ظالم خود ہی اپنے باغوں گھنٹ چشموں۔ خزانوں اور مقام کریم کے محلات ذلیشان سے نکل کر موت کے منہ میں آ گئے یہ دسویں محرم یوم عاشورہ بروز منگل تھا۔ اسی لیے اس تاریخ کا روزہ اُمت موسیٰ پر فرض کیا گیا تھا فرعون نے دوبار فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ بھیجے پہلی بار جا دوگروں کو بلانے کے لیے دوسری بار فوجوں کو بلانے کے لیے بنی اسرائیل تو سب پار نکلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آخری عورتیں بھی نکل گیا۔ لیکن راستے اسی طرح بنے رہے تب فرعونیوں کو بھی کچھ دُھارس بندھی سب سے آگے فرعون تھا پہلے کچھ ڈرا جھجکا روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل تیس فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے جبرئیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر بیٹھ کر فرعون کے آگے پیچھے دور

marfat.com
Marfat.com

گھوڑی کے پیچھے فرعون کا گھوڑا چلا اور باوجود فرعون کے روکنے کے گھتا ہی چلا گیا جب فرعون کو جاتے دیکھا تو تمام لوگ بھی داخل ہو گئے بلکہ فرشتوں نے بھی کچھ مدد کی اور اُٹھا اُٹھا کر یا آواز دے دے کر تیز چلنے کو کہا۔ یہاں تک کہ جب آخری آدمی بھی دریا میں داخل ہو گیا تو فَغَشِیَهُمْ مِنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ۔ ڈبو دیا اُن تمام کو۔ یعنی فرعون اور اس کی تمام فوج سپاہی تماشائی بچے جوان بوڑھے مرد عورتیں فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ (زخرف آیت ۵۵) تمام کے تمام ہی کو دریا کے بعض حصے سے ڈبو دیا۔ جیسا بھی ڈبویا۔ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے کتنی گہرائی میں ڈبوئے گئے لاشیں کہاں گئیں چوبیس لاکھ افراد چشم زدن میں تقریباً ایک گھنٹے کے اندر اندر نیست و نابود ہو گئے کسی کی بھی لاش نظر نہ آئی معلوم وہیں دھنس گئے یا پانی بہا کر کہیں لے گیا۔ صرف فرعون کی لاش کو پانی نے اُچھال کر باہر پھینک دیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً۔ (سورۃ یونس آیت ۹۲) یعنی آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے تاکہ اپنے بعد والوں کے لیے تو تا قیامت عبرت کی نشانی ہو جائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف فرعون کی لاش پانی نے باہر پھینکی تھی اور سب لاشیں بہہ گئی یا غائب ہو گئی تھیں۔ بنی اسرائیل تمام ہی بچا لیے گئے تھے ایک بھی نہ ڈوبا نہ مرا۔ چنانچہ اُن کے بچانے کے لیے بھی اَجْمَعِیْنَ کا تاکیدی لفظ ارشاد ہوا۔ جیسا کہ سورۃ شعراء آیت ۶۵ میں ہے وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ۔ ہم نے موسیٰ اور اُن کے تمام ساتھیوں کو بچا لیا۔ جس وقت اُدھر سے آخری بنی اسرائیل پار نکلا اِدھر سے پہلا فرعونی داخل ہوا اور جب آخری فرعونی دریا میں داخل ہوا تو تمام دیوار میں دہشت ناک آواز کے ساتھ بکھر گئیں اور ایک دم سب ڈوب گئے اور چیخ و پکار پڑ گئی بنی اسرائیل پہلے تو پار نکل کر آگے ہی چلتے رہے کہ جتنا دور سے دور بھاگ سکیں بھاگ لیں لیکن جب اِدھر سے پانی کا شور اور لوگوں کی چیخ و پکار سنی تو پھر پلٹ پڑے اور دوسرے کنارے کھڑے ہو کر فرعونیوں کے ڈوبنے کا نظارہ کرنے لگے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (سورۃ بقرہ ۲ آیت ۵۰) مِنَ الْیَمِّ کے معنی میں دو قول ہیں ۱ یَمّ سے مراد سمندر اور مِنَ الْیَمِّ سے مراد دریائے نیل ۲ مِنَ بمعنیٰ بعضیت کا ہے یعنی ساری دریا سے نہیں ڈبویا گیا بلکہ دریا کے تھوڑے پانی سے ڈبو دیا۔ مَا غَشِیَهُمْ میں بھی دو قول ہیں ۱ بعض سے یعنی جیسا ڈبویا گیا ۲ کہ وہ خفدار تھے ویسا ہی

marfat.com
Marfat.com

ڈبویا مکمل ڈبو دیا ہلاک کر دیا کہ ان میں سے تیراکی جاننے والے بھی نہ بچ سکے اتنے سخت تھپیڑے تھے ۱۲ یہ کنایہ ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ ان فرعونیوں کو اسی دریا نے ڈبو دیا جس نے ابھی ابھی بنی اسرائیل کو نہ ڈبویا تھا۔ مگر یہ قول اس لیے درست نہیں کہ بہت مقدرات ماننے پڑتے ہیں اور بلا وجہ آیت میں مقدرات نکالنے منع ہے۔ دونوں لشکروں کی روانگی کا طریقہ اس طرح تھا کہ حضرت موسیٰ سب سے پیچھے تھے رُحَمَاءُ گُزَمَاءُ تاکہ کوئی کمزور رہ نہ جائے آپ پیچھے تھے پار لگانے کے لیے اور فرعون سب سے آگے تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو قوم کی فکر تھی فرعون کو اپنی کرسی اور آن شان کی فکر تھی یہ فرق ہے کافر کی رہنمائی اور مومن کی رہنمائی میں۔ روح المعانی میں ہے کہ دریائی راستہ دیکھ کر فرعون دل میں تو ڈرا اور حیران ہوا مگر ظاہراً اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اس دریا نے میرے لیے راستہ بنایا ہے یہ تھی اُس کی آخری شیطانی تکبرانہ گفتگو (معاذ اللہ)۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ اہل ایمان کے لیے یہ عبرت کا سبق ہے کہ کفار کو خواہ کتنی ہی دولت سلطنت قوت مہلت اور حیات ملے مگر وہ عذاب الٰہی اور سزاءِ جہنم سے نہیں بچ سکتے اس لیے کہ کافر آدمی دولت کے ذریعے عیاش حکومت کے ذریعے فحاشی قوت کے ذریعے ظلم صحت کے ذریعہ غرور و تکبر اور کفر کے ذریعہ اللہ رسول کی مخالفت شریعت کا مذاق اور نبوت سے تقابے میں ہی ساری عمر برباد کر دیتا ہے جیسا کہ فرعون نے اپنی تقریباً تین سو سالہ دورِ حکومت میں کیا یہ فائدہ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ سے حاصل ہوا۔ بتایا جا رہا ہے کہ اے کفارِ مکہ ورجد کے آنے والے کافرو دیکھ لو کہ اتنے بڑے جابر و ظالم سلطنت قوت والے فرعون کا انجام کیا ہوا۔ اُس کی کوئی چیز بھی اُس کو نہ بچا سکی مہلت ختم ہوتے ہی تنکے کی طرح بہہ گیا۔ دوسرا فائدہ۔ جب قسمت میں دائمی تباہی و بربادی اور بُرا خاتمہ لکھا ہو تو انسان پر کسی بھی اچھائی اور عبرت نصیحت کا اثر نہیں ہوتا یہ فائدہ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ سے حاصل ہوا۔ کہ بیس سالہ مدت میں فرعون کو ہر طرح سمجھایا گیا۔ بار بار نرمی گرمی معافی تخت عقاب عقاب سے بھی مگر پھر بھی بجز چند خوش قسمت نفوس کے کوئی نہ مانا۔ اِدھر کڑیں رہے اُدھر غرق ہوتے ہی جہنم کے عذاب میں پہنچے۔ تیسرا فائدہ۔ جس جگہ اللہ تعالیٰ کے نیک متقی بندے یا صالحین کی قبور ہوں وہاں عذاب نہیں آتا اگر وہاں عذاب

marfat.com
Marfat.com

نازل کرنا کبھی ضروری ونا گزیر ہو جائے تو نیک بندوں کو وہاں سے نکال لیا جاتا ہے پھر عذاب آتا ہے۔ اور کافروں پلیدوں کو ہلاک کیا جاتا ہے۔ یہ فائدہ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھو جب تک موسیٰ و ہٰرون علیہما السّلام اور ان کے امتی نیک متقی بنی اسرائیل مصر میں رہے اس وقت تک کسی قسم کی قبطی پر عقابی ہلاکت کا عذاب نہ آیا ہاں البتہ عقابی عبرتی عذاب عارضی آتے رہے دعاءِ موسیٰ سے ٹلتے بھی رہے اور جب عذابِ دنیا کا تقدیری وقت آیا تو بستی و مصر سے تمام نیکوں متقیوں نیکیوں ولیوں کو نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ اس طرح ان کو نکال لیا گیا۔ لیکن بوڑھے اپاہج مرد و عورتیں پھر بھی نہ نکل سکے تو فرعونی کفار کو بستی سے نکال دیا گیا اور دریاءِ ہلاکت تک لے جایا گیا اور چونکہ دریا میں عذاب آنا تھا وہاں حضرت یوسف علیہ السّلام کی قبر مبارک تھی اس لیے پہلے جسم مقدس نکالا گیا تب عذاب آیا۔ خلّاقِ کائنات کی طرف سے صدیوں پہلے یہ انتظام فرما دیا گیا کہ یوسف علیہ السلام اپنے جسم کی وصیت فرماتے ہیں اور وہ وصیت نامہ سینہ بسینہ چلا آتا ہے اگر وصیت پر عمل نہ کیا جاتا تو نعش شریف نکالی نہ جاتی اور اگر نکالی نہ جاتی تو دریا میں بھی عذاب نہ آتا۔ یہ اللہ کی حکمتیں راز قدرتی منصوبہ بندی ہے جو ازل سے چلی آرہی ہیں یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیا اولیا کا جسم و وجود کبھی فنا نہیں ہوتا اگرچہ وفات پائے صدیاں بیت جائیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ نیک لوگوں کا وجود دافعِ بلا و عذاب ہے اس لیے ہر ایک کے لیے مفید و غنیمت ہے رحمت و برکت ہے۔ یہی شان اعمالِ صالحہ کی ہے۔ غرضکہ گھر کے مصلّے محلّے کی مسجد افراد کی عبادتیں صرف عابدین کو ہی مفید نہیں ہوتیں ہر ایک کے لیے مفید ہیں۔

احکام القرآن

ان آیاتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ جس طرح دنیا کی اچھی بری چیز لوگوں کو معاشرے میں تقسیم کر دیتی ہیں مثلاً دولت و غربت۔ علم و جہالت، عقل و حماقت۔ کسی کو اعلیٰ کسی کو ادنیٰ اور اونچا نیچا بنا دیتی ہیں اسی طرح اُخروی اعمال اچھے اور بُرے میدانِ محشر کے سزا و جزاء میں اعلیٰ ادنیٰ جنتی جہنمی کی تقسیم کر دیتے ہیں یہاں تک کہ متقین کو جنّت میں درجۂ اعلیٰ کی بشارت ہے اور فاسقین کو بخشش یا شفاعت یا سزاءِ فسق مکمل بھگتنے کے بعد جنت کے نیچے طبقے کا وعدہ ہے اس لیے جس طرح انسان دنیا میں اونچا بننے کی کوشش کرتا ہے اور بننے کے لیے ہر طرح کی محنت کرتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک اس سے زیادہ ضروری ہے کہ بندۂ مومن اپنی اخروی حیاتِ دیمومی

marfat.com
Marfat.com

میں بہت ہی محبت و شان الفت و پیار سے اعمال کرتا رہے اور کوشش کرے کہ جنت عدن کے درجات نصیب ہوں۔ یہ مسئلہ۔ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى سے مستنبط ہوا۔ مومنا کے ساتھ قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فرمایا گیا کہ ایسے خوش بختوں کی جزا دَرَجٰتُ الْعُلٰى ہے۔ اور جو صرف مومن بنے نیک اعمال نہ کرے اس کو جنت تو ملے گی مگر جنت عدن نہ ملے گی۔ غرض کہ اس آیت نے اہل جنت کی تقسیم ثابت فرمادی کہ مومن کی دو قسمیں پہلی صالحین دوم فاسقین۔ مسلمانوں کو مومن صالح بننے کی ہمت کرنی چاہئے تب اللہ تعالیٰ مدد فرمانے والا ہے۔ دوسرا مسئلہ دنیا والوں کے لیے دن بنایا گیا اور دین والوں کے لیے رات بنائی دنیا والوں کے قافلے دن میں سیر و سفر کرتے ہیں مگر دین والوں کے لیے اَسْرِ بِعِبَادِیْ کا حکم دیا جاتا ہے اہل عبادت کے قافلے رات کو سیر و سفر کرتے ہیں۔ دنیا کی نعمتیں دو قسم لذتیں دن میں ملتی ہیں مگر دین کی نعمتیں رات کو ملتی ہیں اس لیے مسلمانوں کو اپنی زندگی کی راتیں سو کر اور تماشوں میں ضائع نہیں کرنی چاہئیں۔ چار طرح رات ضائع ہوتی ہے را تمام رات کو سو کر ۲ تماشوں میں جاگ کر ۳ بدمعاشی چوری چکاری میں پڑ کر ۴ دنیا کی فکر الجھن پریشانی اور دنیا سازی کمائی میں۔ نیک لوگوں کی ہر کامیابی رات میں حاصل ہے۔ یہ مسئلہ اَسْرِ بِعِبَادِیْ سے مستنبط ہوا۔ رات کی عبادت کا ثواب دن کی عبادت سے زیادہ ہے۔ دین الٰہی اور تاریخ ایمانی کے اکثر واقعات رات کو ہوتے رہے دیکھو معراج رات میں اس میں پچاس نمازیں ملیں موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے مدد میں پانچ کر دی گئیں مگر نماز تہجد کے ذریعے ثواب پچاس کا ہی برقرار رہا۔ جو شخص پنج وقتہ نماز کے ساتھ تہجد کی بھی پابندی کرے اس کو پانچ نمازیں پڑھ کر پچاس کا ثواب ملتا ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ تیسرا مسئلہ اہل ایمان کو تین قسم کے اعمال صالحہ دیئے گئے پہلا عمل عبادت دوم اتباع۔ صوم اطاعت۔ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی اتباع صرف انبیاء علیہم السلام کی اور اطاعت صرف اُولیا علما کی۔ غیر اللہ کی عبادت شرک۔ غیر نبی کی اتباع نقصان دہ اور اولیاء اللہ علماء ربانی کے بغیر کسی کی بھی اطاعت گمراہی و گناہ۔ اللہ تعالیٰ کی بات ماننا عبادت ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے نقش قدم کی پیروی سنت کرنا اتباع ہے اولیاء اللہ کی بیعت علماء کی شاگردی یہ اطاعت ہے۔ انبیا علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اس لیے ان کی ہر بات ہر ادا ہر عمل قطعاً کلیۃً درست ہوتا ہے خطا و لغزش کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا اسی لیے بارگاہ نبوت میں عقل خود کو قربان کرکے

marfat.com
Marfat.com

بندۂ عشق بنا پڑتا ہے انبیاء کرام کی تقلید۔ حرام ہے۔ کیونکہ تقلید میں خطا کا احتمال ہوتا ہے تقلید ائمہ مجتہدین کی فقط۔ یہ بھی اطاعت کی ایک اعلیٰ قسم ہے۔ یہ تمام مسائل فَاتَّبِعُوْهُ کی ایک لغوی و اصطلاحی تقریر سے مستنبط ہوا کہ دیکھو فرعون نے صحیح راستہ لینے کے لیے اسرائیلی نقش قدم اختیار کئے اور صحیح جگہ پہنچ گیا اگر یہی کام ایمان کے ساتھ کرتا تو کامیابی حاصل کرلیتا ہلاکت سے بچ جاتا بلکہ مراد مستقیم پالیتا۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ خوف و خشیت تو ایک ہی چیز ہے تو پھر یہاں لَا تَخَافُ دَرْكًا وَّلَا تَخْشٰى کیوں فرمایا گیا اور اس تکرارِ لفظی کو تقسیم خوف کہا جاسکتا ہے نہ تاکید۔ اس لیے کہ لَا تَخْشٰى کا مفعول بہ کوئی مذکور نہیں اگر مفعول بہ کوئی ہوتا تب اُس مفعول بہ کی وجہ اور نسبت سے یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ دوسری قسم کا ڈر اُس مفعول بہ کا ہے اور تاکید اس لیے نہیں ہوسکتی کہ تاکید کے لیے کوئی قرینہ یا کوئی حرفِ تاکید ہونا چاہیئے وہ یہاں نہیں ہے۔ جواب۔ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ خوف ہلکے اور مشکوک ڈر کو کہا جاتا ہے جیسا کہ کسی چیز کا خدشہ ہو مگر خشیت سخت اور یقینی خطرے والے ڈر کو کہا جاتا ہے لَا تَخَفْ میں گرفتاری کا ڈر مراد ہے اور لَا تَخْشٰى میں غرقابی کا ڈر مراد ہے۔ گرفتاری کا ڈر اس لیے کم تھا کہ وہاں جان کا خطرہ نہیں یا صرف اندیشہ تھا مگر غرقابی میں جان کی ہلاکت کا خطرہ یقینی تھا اس لیے پہلے لَا تَخَفْ فرمایا پھر لَا تَخْشٰى فرمایا بالکل درست ہے خیال رہے کہ عربی کی یہ خصوصی فصاحت و بلاغت ہے کہ اس کے چند الفاظ اگرچہ ہم معنی ہوں مگر نوعیتاً برابر نہیں ہوتے۔ مثلاً تقویٰ۔ خوف۔ تشقق۔ خشیت۔ رَھَب۔ اگرچہ سب کا معنی ڈرنا ہے مگر نوعیتِ ڈر کے اعتبار سے بہت فرق ہے جواب دوم یہ کہ لَا تَخَفْ دَرْكًا کا تعلق موسیٰ علیہ السلام سے ہے اور لَا تَخْشٰى کا تعلق قوم سے ہے یعنی اے موسیٰ نہ اپنا خوف کر و نہ قوم کا کسی کو بھی کوئی خطرہ نہیں مگر پہلا جواب مضبوط ہے۔ دوسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ اور پھلی آیت ۷۴ میں فرمایا گیا مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى۔ ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا کہ ہے پہلے زمانوں کے معتزلہ اور اس دور کے جہنمی وہابی لوگوں کا یہ عقیدہ درست ہوا کہ فاسق مثلاً بے نمازی اور دیگر گناہوں کا مجرم بھی اسی طرح کافر ہوجاتا ہے جس طرح اللہ رسول اور قیامت کا انکار کرنے سے کافر ہوتا ہے اس لیے اس آیت میں فرمایا گیا دَرَجٰتُ الْعُلٰى

marfat.com
Marfat.com

صرف اُس کو ملیں گے جو ایمان لا کر نیک عمل بھی کرے صرف ایمان لانا کافی نہیں اور درجاتِ عُلیٰ کی خود رب تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ وہ جنتِ عدن ہیں یعنی ہمیشہ رہنے والی جنتیں اور ہر جنت ہمیشہ رہنے والی ہے اور وہ ہی جنّتِ عدن اور جنتِ عدن ہی درجاتِ عُلیٰ ہیں۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو مجرم بن کر آیا وہ اُس ابدی جہنم میں جائے گا جس میں لَا یَمُوْتُ وَلَا یَحْیٰی ہو گا اور ابدی جہنم بھی وہ ابدی جہنم صرف کافر کے لیے ہے۔ اور فاسق بھی مجرم ہوتا ہے ثابت ہوا کہ فاسق مجرم ہے اور مجرم ابدی جہنم میں اور ابدی جہنم صرف کافر کو صغریٰ کبریٰ جوڑا تو نتیجہ صاف ہے کہ فاسق کافر ہے۔ اسی طرح عملِ صالحات نہ کرے تو جنت سے محرومی اور محرومی صرف کافر کے لیے ثابت کہ عملِ صالحات نہ کرے تب بھی کافر۔ ایمان و اعمالِ صالحہ دونوں ہوں گے تب جنت ملے گی ورنہ جنت حرام۔ جواب۔ معترض کے پورے اعتراض کی بنیاد اس غلط فہمی پر ہے کہ اُس نے درجاتِ عُلیٰ اور جنّتِ عَدن کو ایک چیز سمجھ لیا۔ دوسری نادانی یہ کہ اُس نے فاسق کو مجرم سمجھ لیا۔ حالانکہ قرآن و حدیث کی روشنی سے یہ سب علیحدہ علیحدہ ہیں۔ درجاتِ عُلیٰ اور چیز ہیں جنتِ عدن اور چیز ہیں اسی طرح اصطلاحِ قرآنیہ کے اعتبار سے فاسق کو مجرم نہیں کہا جاتا مجرم صرف کفار کو کہا جاتا ہے۔ جب یہ ذہن نشین کر لیا جائے تو سمجھ لو کہ اس اعتراض کا جواب اسی آیت میں موجود ہے اس طرح کہ آیت نے تقسیم فرمائی۔ جو بندہ ایمان لے آیا اُس نے عملِ صالح کئے اس کو عام جنت نہیں بلکہ جنت میں درجاتِ عُلیٰ ملیں گے اور درجاتِ عُلیٰ جنّتِ عَدن میں ہیں اور جنتِ عَدن جنت کے آٹھ طبقوں میں سے ایک اونچا طبقہ ہے۔ یہ درجت اس لیے ہیں کہ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى۔ وہ بدلہ اس کا ہے جو گناہوں سے دنیا میں ہی پاک رہا یا سچی توبہ سے بخشش حاصل کر کے پاک ہو گیا لیکن جنتیں تو نیچے بھی ہیں ان میں کون رہے گا۔ خالی ویران تو نہ ہوں گی وہاں وہی فاستین رہیں گے جن کو شفاعت نصیب ہو۔ یا جو پوری جہنمی سزا بھگت کر جہنم سے نکالے جائیں۔ حدیث پاک میں پوری وضاحت موجود ہے۔ رہی دوسری آیت میں مُجْرِمًا فرمانا۔ تو یاد رہے کہ قرآن مجید کی مختلف سورتوں آیتوں میں تقریباً ساٹھ جگہ جرم کے صیغے آئے ہیں مُجْرِمِیْن ۴۴ بار اور مجرم کا لفظ صرف دو جگہ۔ مگر ہر جگہ ہر آیت میں مُجْرِمِیْن اور مُجْرِمًا سے مراد کافر لیا گیا جیسا کہ کلام کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ فاسق کو کہیں بھی مجرم نہیں کہا گیا۔ فاسق کے لیے پانچ لفظ قرآن و حدیث میں مستعمل ہیں فاسق و مُذنِب و عاصی و طاغی و ظالم وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا یہ اعتراض حماقت و جہالت ہے۔ تیسرا اعتراض۔ نبی ولی

marfat.com
Marfat.com

پیر فقیر کے وسیلے کی کوئی ضرورت نہیں نا ہی کہیں مفید بندہ خود ہی اچھے عمل کر کے پاکیزہ ہو جاتا ہے اور پاکیزہ ہو کر جنت کے درجۂ علیٰ حاصل کر لیتا ہے۔ اور جنت پا لیتا ہے دیکھو یہاں فرمایا گیا ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى۔ یہ جنت اور جنات کے اونچے درجہ اس شخص کی جزا ہے جو پاک ہو گیا اس سے پہلے ہے مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ۔ یعنی ایمان لایا مومن بنا نیک اعمال کئے بس وہ پاک ہو گیا۔ (دیوبندی وہابی) جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی تو یہ کہ پھر تو رب تعالیٰ کا بھی کوئی احسان نہ رہا نہ بخشش کی ضرورت نہ توبہ فریاد کی حاجت بس نیک عمل کئے جاؤ جنت کے حقدار ہو گئے۔ نیز نیک عمل بھی تو ایک وسیلہ ہی ہیں جس کے وسیلے سے تزکیہ حاصل ہوا تمہاری اس بات سے تو اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہوتی ہے اور نیک اعمال کی بھی تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی دیگر متعدد آیات سے واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو پاک کرتے ہیں اور يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ! اپنی اس ایک بدعقیدگی کو بچانے کے لیے اتنی کثیر آیات کا انکار کر دو گے نیز اس آیت کریمہ سے بھی تو تم لوگوں کا مطلب حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ اس میں بھی تزکی ہے یعنی پاک ہونے کا ذکر ہے یہ نہیں فرمایا گیا کہ خود پاک ہو جاؤ گے۔ آیت پاک یہ سمجھا رہی ہے کہ اعمال مثل صابن کے ہیں اور عمل کرنے والا مثل کپڑے یا برتن کے تو جس طرح کپڑے کو پاک کرنے کے لیے صابن موجود ہونے کے باوجود کسی کا ہاتھ اشد ضروری جو صابن مل کر رگڑ کر کپڑا دھوئے اور دھو کر پاک کرے اس طرح ہر قسم کے عمل کے باوجود دستِ نبوت کا وسیلہ اور دستگیری اشد ضروری ہے یہ تو اس آیت کا مطلب ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اور جادوگروں کا یہ قول تو خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر نبوت کی دستگیری مکمل حاصل ہو جائے تو عمل صالحہ کے صابن کے بغیر صرف نبی کا وسیلہ ہی تزکی کے لیے کافی ہے۔ دیکھو جادوگروں نے دیدارِ نبوت اور ایمانِ نبوت و ادبِ نبوت کے علاوہ اور کونسا عمل صالح کیا تھا۔ بغیر کسی عمل کے ہزاروں ولیوں سے اونچا مقام اور جنتِ علیٰ حاصل کر گئے ویسے بھی اگر کوئی کہے کہ یہ کپڑا پاک ہو گیا تو اس کا مفہوم یہ نہیں لیا جا سکتا کہ خود بخود پاک ہو گیا بلکہ ہر شخص جان لے گا کہ کسی ہاتھ کے وسیلے سے پاک ہوا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی عقل سے کام لینا چاہیئے۔

تفسیر صوفیانہ | وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللّٰهُ دَرَجٰتُ

marfat.com
Marfat.com

اُولٰٓئِکَ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۔ جو مرید صادق معرفت کی منزلیں عبور کرتا ہوا راہِ سلوک میں قدم رکھے تعینات کے ایمان کے ساتھ نفوس کو پاکیزہ رکھنے والا ہو اور اعمالِ مقدسہ کرے تو ایسے ہی مردانِ طریقت کے لیے ترقی کمال کے درجے ہیں جو صفاتِ الٰہیہ کی سدا بہار اونچی جنتوں میں ہیں جنمیں قربِ مشاہدات کی نہریں بہتی ہیں۔ عشقِ ذاتِ باری تعالیٰ کے طالب و مجذوب ہمیشہ ہی ان لذتوں میں رہنے والے اور یہ اُن محبوبین و مرحومین کا انعام ہے جنہوں نے تمام دنیوی زندگی میں اتباعِ مصطفیٰ کی شریعت اور لقاءِ مجتبیٰ کی طریقت سے اپنے آپ کو عبادت و ریاضت کی پاکیزگی پہنچائی۔ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۔ جب سیرِ جسمانی میں نفسِ فرعونی کی ظلمتِ ضلالت حد سے گزر جاتی ہے تو بختِ بیدار کی وحی فرمائی جاتی ہے قلبِ سمرکی طرف کہ اپنے ان اعضاءِ ظاہرین عابدین کو نفسانی اندھیری رات میں گوشۂ مراقبہ سے دریاءِ معرفت میں لے جا۔ اور اس دریاءِ عمیق میں جانے کے لیے راہِ لطائف کی یبوست کو اختیار کرنا دوسرے راہِ عزم و غراق کرنہ لینا کہ اس راہ میں راہ مار کثیر ہیں۔ اُدھر سے بچانا اس راہ پر چلانا۔ شبِ جسمانی کی ظلمت میں فقط یہی راستہ نور کی لہروں سرور کی نہروں کی طرف جانے والا ہے۔ اپنے مریدانِ اعضا کے لیے عالمِ صیولانی کی دریاءِ تجرید و خلوت اختیار کر اس لیے کہ اس راہِ انوار میں نہ ہیئۃِ صیولانی کی دلدل ہے نہ بدنی مادوں کی کیچڑ ہے بلکہ کدورتوں کی غلاظت سے پاکیزہ سخاوتوں کی وجہ سے کھلا فراخ اور ولولوں سے خشک و مصفا ہے۔ طریقتِ نبوی اور معرفتِ الٰہی کے لیے یہی وہ راستہ ہے جس میں علی الاعلان ظاہر طہور صوت سرمدی کی پکار آتی ہے کہ اے طالبانِ صادق آج تم کو وَلَا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى کا انعام ابدی ہے اس طرح کہ نہ ظلماتِ بدنیہ میں ڈوبنے کا خوف کرنا چاہیئے نہ ہی تجھ کو عالمِ ناسوت کے دریاؤں میں ڈوبنے کا اندیشہ کرنا چاہیئے۔ آج تجھ پر کسی کا شیطانی تسلط و غلبہ نہیں ہوسکتا اس لیے کہ عالمِ ناسوت کی تمام کثافت و لطافت کی دریاؤں میں مردانِ عارفین کاملین عابدین صادقین کے لیے مقید و محبوس کر کے ضربِ اللہ سے قصرِ تقلید کی راہیں بنادی جاتی ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان راہوں میں چلو کہ یہی آج مریدوں کے لیے نجات کے راستے ہیں۔ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ

marfat.com
Marfat.com

یجنودہ فغشیھم من الیم ما غشیھم انسان اپنی عقلی فکری رات دن کی عبادت ریاضت کے ذریعہ کسی بھی مقام پر پہنچ جائے نفس امارہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ نفس امارہ اپنے آخری وقت تک اپنے پورے مکر و فریب کے لشکروں کے ساتھ اہل دین کو اپنے قبضے میں لاکر طغیانی ہتھیاروں سے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی کوشش و مراد میں اہل قلوب کا پیچھا کرتا ہے خواہشات و شہوات اس کا جنود اور لشکر ہے لیکن مخلصان قلب اور ہمراہیان عقل بندگان عشق اجمعین کو نفس شیطانی کی گرفت اور بحر طغیانی کی غرقابی دونوں سے بچا لیا جاتا ہے البتہ خود نفس کو ہی کثیر ذلتوں کے ساتھ ہلاکت ابدی عذاب ازلی کی گہرائیوں میں ڈبو دیا جاتا ہے۔ (ابن عربی) جب بندۂ راہ معرفت وادی سلوک میں شب تنہائی مراقبہ کے اندر قدم رکھتا ہے تو اس پر تین طرف سے صحبت بد تو اخفین اشرار اور ظلمت اغیار کی یلغار ہوتی ہے۔ اس وقت پیر طریقت پر واجب ہے کہ تمام مریدان باصفا اور عابدان باوفا کو اغیار کے تینوں راستوں سے بچا کر۔ مراقبۂ بدنیہ کی شب خلوت میں بحر اسرار کی طرف لے جائے اور دنیا کے جھمیلوں سے بچائے یہی معرفت کا سچا واحد خشک و تر تین راستہ اور جانب چہارم ہے۔ اسی کو زبان صوفیا میں طور آئین کہا جاتا ہے۔ وادی عزت و قربت جلال کی منزل طلب یہی ہے۔ اور جتنی جلدی ہو سکے طریقۂ مخفیہ سے اس دنیوی زندگی میں ہی شریر لوگوں کی بری صحبت اور اغیار نامواقق سے دور ہٹ جائے (روح المعانی) راہ طریقت میں سب سے اہم عمل خلوص ہے اس لیے کہ ایک مخلص اور راست باز انسان اپنے اقوال سے زیادہ اپنے کردار کے ذریعے لوگوں کو متاثر کر سکتا ہے مگر جس کے اقوال و افعال مخلصانہ نہیں تو وہ کیدسا حر ہے اس کی گفتگو محض چرب زبانی ہے خود اس کو بھی دنیوی اخروی ابدی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ اس کی گفتگو اس کی نفسانی خواہشات کے مطابق ہوگی قلب جتنا پر خلوص ہوتا ہے اسی مقدار سے غالب نورانی ہوتا ہے اور کلام پر تاثیر ہوتا ہے۔ قلب کا خلوص استقامت سے اور استقامت عقیدے کی پختگی سے اور پختگی صحبت عارفین سے حاصل ہوتی ہے۔ حق بندگی کے فرائض اچھی طرح اسی وقت ادا ہو سکتے ہیں جب تمام چھوٹی بڑی مؤکدہ غیر مؤکدہ عادتی عبادتی سب سنتوں کا خیال رکھا جائے یہ عمل بھی سنتوں میں سے ہے کہ بھائی سے کوئی شی مانگنے کے بعد وہ بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی کچھ پیش کرے ایک دفعہ حضرت کعب بن مالک ایک

marfat.com
Marfat.com

غزوے سے رہ گئے آپ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا میری اس لغزش سے توبہ یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے ان غازیوں کے حق میں دست بردار ہو جاؤں جو آپ کے ساتھ شریکِ غزوہ رہے اور ان گھروں کو چھوڑ دوں جن میں آرام کر کے میں نے دن گزارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کا تہائی حصہ تمہاری توبہ کے لیے کافی ہے۔ اپنے وطن و مولد سے نکلنا اطاعتِ نبوی کی ہجرت کرنا بھی مقبولِ سلوک ہے چنانچہ حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں ایک شخص زمانہ نبوی میں فوت ہوا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی بعد میں فرمایا کاش یہ صحابی اپنے اس وطنِ مولودی سے دور وفات پاتا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ۔ کیوں؟ فرمایا کہ جب کوئی مومن اپنے مقامِ مولد سے دور فوت ہو جائے تو مقامِ مولد سے لے کر مقامِ وفات تک سب جگہ اس کے لیے جنت میں شامل کر دی جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر فرمایا کرتے تھے اے بندو ایسے کامل پیر کو تلاش کرو جو مریدوں کو اعلیٰ روحانیت اور عزمِ مستحکم کے درجاتِ اعلیٰ کی تعلیم دے اس لیے کہ صحیح معنی میں مرید اس وقت نہیں ہو سکتا جب تک کہ بیس سال تک اس کا کاتبِ نیک اعمال فرشتہ اس کے بارے میں اعمالِ صالحہ نہ لکھے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اس طرح کہ ہدایت لینے نہ دیا

فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ

اے اسرائیل (یعقوب) کی نسل والو... ہم نے ہی تم کو بچایا ہے

اے بنی اسرائیل بے شک ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات

marfat.com
Marfat.com

عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ

تمہارے دشمن سے اور مقررہ وعدہ دیا ہم نے تم کو کوہ طور کی

دی اور تمہیں طور کی داہنی طرف کا وعدہ دیا

الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾

داہنی جانب اور ہم نے اُتارا تھا تم پر مَنّ اور سَلوٰی

اور تم پر مَن وسلوٰی اُتارا

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا

کھاؤ تم اُن پاکیزہ غذاؤں کو جو رزق دیا ہم نے تم کو اور نہ من مانی کرو تم

کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں اور اس میں زیادتی نہ کرو

فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ

اس حصولِ روزی میں ورنہ پڑے گا تم پر میرا غضب اور وہ شخص کہ

کہ تم پر میرا غضب اُترے۔ اور جس پر

يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾

پڑتا ہے جس پر میرا غضب تو وہ ناپید ہوا

میرا غضب اترا بے شک وہ گرا۔

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ

اور بے شک میں البتہ بہت بخشنے والا ہوں اُس شخص کو جس نے توبہ کی اور عمل کئے

اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اُسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا

marfat.com
Marfat.com

صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

نیک پھر ہدایت پر رہی رہا

کام کیا پھر ہدایت پر رہا

تعلقات اِن آیتِ پاک کا پچھلی آیتِ پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں فرعون کی سزا کا ذکر ہوا کہ ڈبو یا گیا اس کو بھی اور اس کی تمام قبطی قوم کو بھی۔ اب اِن آیت میں اس کے جرم کا ذکر ہو رہا ہے کہ فرعون نے گمراہ کیا اور قوم گمراہ ہوئی۔ اس لیے سب کو یہ عذاب و سزا ملی۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اس کلام کا ذکر ہوا جو فرعون اور اُس کی قوم کے بارے میں فرمایا گیا تھا۔ اب اِن آیت میں بنی اسرائیل کے بارے میں گفتگو کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اہلِ ایمان کی اُخروی نعمتوں کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں اہلِ ایمان اور توبہ کرنے والوں کے دنیوی فائدوں کا ذکر ہے۔

تفسیر نحوی وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى۔ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔ واؤ سر جملہ نئے کلام کے لیے ہوئی اَضَلَّ باب افعال کا ماضی مطلق معروف مثبت واحد مذکر غائب اس کا مصدر اِضْلَالٌ متعدی ہے یعنی گمراہ کرنا مادہ ہے ضَلَلٌ مضاعف ثلاثی یہ لازم ہوتا ہے یعنی گمراہ ہونا۔ مقصود راستے سے جان کر یا بھول کر ہٹ جانا۔ اِس کے بہت معنیٰ دوسرے بھی ہیں۔ فِرْعَوْنُ اس کا فاعل۔ قَوْمَهٗ مرکب اضافی مفعول بہ ہے مراد ہے ڈوب جانے والے فرعونی لوگ واؤ حالیہ مَا هَدٰى۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق منفی معروف واحد مذکر غائب منقوص مُعتل ضمیر صیغہ پر شیدہ اس کا فاعل مرجع فرعون یہ جملہ فعلیہ فاعل جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے فرعون کا یہ دونوں ذوالحال و حال مل کر فاعل ہوا اَضَلَّ سب سے مل کر۔ جملہ فعلیہ یٰ حرفِ ندا بنی اسم جمع مذکر سالم بحالتِ نصب منادیٰ مضاف ہے دراصل بَنِيْنَ منصوب تھا اضافت سے نون تنوین گر گئی ہے ابن کی لغوی معنیٰ ہے والا جیسے ابن سبیل راستے والا اصطلاحاً ولد کو ابن کہا جاتا ہے یہاں بنین سے مراد نسل ہے اسرائیل اسم غیر منصرف کیونکہ عجمی علم

marfat.com
Marfat.com

ہے اس لیے بحالت خبر تحتہ بالتنوین آیا۔ یہ مرکب اضافی منادیٰ قَدَ اَنْجَیْنَا۔ باب افعال کا ماضی قریب معروف جمع متکلم ایک قرأت میں قَدْ اَنْجَیْتُ واحد متکلم ہے خیال رہے کہ ان آیت میں چار صیغے جمع متکلم کے ارشاد ہوئے ان چاروں میں دوسرا قول ہی واحد متکلم کا ہے مثلاً ۱ قَدَ اَنْجَیْتُ ۲ وَاعَدْتُ ۳ نَزَّلْتُ ۴ سَرَیْتُ۔ ان کی دلیل غضبی اور اِنِّیْ واحد متکلم سے مناسبت پیدا کرنا ہے ہر کیف مطلب معانی میں کوئی فرق نہیں قَدَ اَنْجَیْنَا نَجّٰی سے بنا ہے یعنی اسی کو بچا لینا ضمیر صیغہ یا ۔ز اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ کُم ضمیر مفعول یہ بِنْ جارّہ عَدُوِّ۔ اسم مفرد جامد یعنی دشمن مضاف ہے کُم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب جار مجرور ہو کر متعلق ہے قَدَ اَنْجَیْنَا۔ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ وَاعَدْنَا۔ باب مفاعلۃ کا ماضی مطلق معروف مثبت جمع متکلم وَعدٌ۔ سے مشتق ہے یعنی وعدہ کرنا اور لینا عہد کرنا اور لینا اس کا مصدر ہے مُوَاعَدَۃٌ یعنی میعاد بنانا مقرر کرنا ایک قرأت میں وَعَدْنَا باب ضَرَبَ سے ہے مفاعلۃ میں وہ وعدہ ہوتا ہے جو یا تو دو طرفہ ہو یا وہ جس میں کہ مدت بتا دی جائے اور ضَرَبَ میں بلا میعاد وعدہ مراد ہے مفاعلۃ سے دو طرفہ مراد لینا اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا حضرت موسیٰ نے سنا یا اس طرح کہ اللہ نے کیا کتاب دینے کا اور موسیٰ نے کیا طور پر آنے روزے رکھتے اعتکاف بیٹھنے کا کُم ضمیر مفعول یہ بمعنی مفعول لہٗ یعنی تمہارے لیے جانِبَ اسم جامد جَنْبٌ سے بنا ہے یعنی جسم کی کروٹ مطلقاً جمادات وحیوانات نباتات کے لیے ہے۔ اصطلاحاً سمت ظرفی مکانی کو جَنْبٌ اور جانب کہا جاتا ہے وہی یہاں مراد ہے یہاں اس کا نصب مفعول یہ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ ظرفیت کی وجہ سے اس لیے کہ ظرفیت میں جگہ مبہم ہوتی ہے نہ کہ معین معلوم مگر یہاں معین ومعلوم ہے اس لیے ظرف نہیں ہو سکتا یہ نحوی قاعدہ کلیہ اور متفقہ ہے مضاف ہے ناپاک آدمی کو جُنُبٌ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ایک جانب سے گندگی نکلتی ہے یا وہ بحالت ناپاکی ایک طرف رہتا ہے مساجد محافل سے دور مضاف ہے الطُّوْرِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی موصوف اَلْاَیْمَنِ۔ اسم مفرد صفت مشبہ یُمْنٌ سے مشتق ہے لغوی معنی بابرکت ہونا اصطلاحاً دائیں جانب مراد ہے منصوب ہے اس لیے کہ صفت ہے جانِبَ کی ایک قول میں جر جوار کی وجہ سے مجرور ہے مگر یہ غلط ہے یہ مرکب توصیفی مفعول یہ

marfat.com
Marfat.com

ہے وَاعْدُنَا کا سب مل کر جملہ ہو کر معطوف اوّل ہوا قَدْ اُنْجِیْنَا کا واؤ عاطفہ نَرْزُقُنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع متکلم عَلَیْکُمْ جار مجرور متعلق ہے اَلْمَنّ اسم مفرد جامد عجمی لفظ ایک میٹھے قدرتی کھانے کا نام ہے مفتوح ہے معطوف علیہ واؤ عاطفہ السَّلْوٰی ایک خصوص قدرتی نمکین کھانے کا نام بحالتِ اسم مقصورہ بحالتِ فتحہ معطوف ہے دونوں عطف مل کر مفعول بہ نَرْزُقُنَا کا۔ ان دونوں عجمی لفظوں کی جمع و تثنیہ نہیں ہوتا۔ نَرْزُقُنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دوم ہوا۔ قَدْ اُنْجِیْنَا کا وہ جملہ اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر بدل جواب ندا ہوا۔ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی۔ کُلُوْا باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر اَکْلٌ بمعنی الفاظ سے مشتق ہے بمعنی کسی غذا کو چبا کر منہ کے ذریعہ پیٹ میں ڈالنا۔ یعنی کھانا یہاں مراد ہے ہر طرح استعمال کرنا۔ دراصل اُاْکُلُوْ تھا۔ پہلی ہمزہ وصلی امر کی دوسری ہمزہ اصلی مادے کی ثقل کی وجہ سے دونوں گر گئیں مِنْ جارّہ بعضیت کا طَیِّبٰت اسم جمع مونث سالم نعتی اس کا واحد طَیِّبَۃٌ ہے مضاف ہے بمعنی جسم اور روح کو لذّت دینے اور پہنچنے والی چیزیں مَا اسم موصول رَزَقْنٰکُمْ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق معروف مثبت۔ جمع متکلم فاعل متکلم اللہ تعالیٰ ہے کسی واحد کا اپنے لیے۔ جمع متکلم۔ لَا نافیہ فصاحتِ کلام ہے دیر بندی دیابی اور ان کے زیر اثر کچھ سنی لوگ اس کو تعظیمی صیغہ کہتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے تعظیم کبھی متکلم کے صیغے سے نہیں ہو سکتی۔ اگر رب تعالیٰ کی تعظیم جمع کے صیغے میں ہوتی تو قرآن و حدیث سے رب تعالیٰ کے لیے۔ جمع مذکر حاضر یا غائب کے صیغے ثابت ہوتے حالانکہ کہیں بھی ثابت نہیں نہ کسی نبی و ولی صحابی تابعی نے اللہ کے لیے۔ جمع مذکر حاضر یا غائب کا صیغہ بولا اس لیے کہ باری تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اس کی تعظیم اور شانِ وحدت کا اظہار و اعلان مذکر حاضر و غائب کے صیغے سے عیاں ہے۔ اس کے لیے۔ جمع مذکر حاضر یا غائب صیغے کسی بھی زبان میں بولنا یا لکھنا آپ جناب کہنا یہ ادبی دگستانی مشابہ شرک خفی ہے۔ کُمْ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے کُلُوْا کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ لَا تَطْغَوْا باب نَصَرَ سے بھی اور سَمِعَ سے بھی فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر معروف صحیح سالم

marfat.com
Marfat.com

مشتق ہے دراصل لَا تَطْغَیُوْا تھا۔ ی پر ضمہ ثقیل تھا لہٰذا حرفِ علت اور اس کا ضمہ (پیش) گر گیا۔ کُمْ ضمیر صیغہ پر شیدہ اس کا فاعل مرجع بنی اسرائیل فِیْ حرفِ جر ظرفیہ ہٖ ضمیر غائب کا مرجع کُلُوْا کا مصدر اَکْلٌ ہے۔ ایک قول میں مرجع رِزْقِیْ ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَا تَطْغَوْا کا۔ فَ حرفِ زائدہ تعلیلیہ یعنی اس سے پہلا کلام لَا تَطْغَوْا کا جملہ علت اور وجہ ہے اگلے کلام یَحْلِلْ کے جملے کی یَحْلِلْ بابِ ضَرَبَ کا فعل مضارع معروف مثبت بمعنی مستقبل ایک قرأت میں یَحْلُلْ بابِ نَصَرَ سے ہے۔ بحالت فتحہ ہے فَ تعلیلیہ کی وجہ سے اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ حَلَّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی حائل ہونا وارد ہونا جائز و حلال ہو جانا۔ اترنا پڑ جانا۔ یہاں سب معنی مناسب ہیں دراصل تھا یَحْلِلُ رَ یَحْلُلُ ۔ دونوں لام کو مُدْغم اور مشدد کیا کلام میں شدت پیدا کرنے کے لیے پہلے لام کی حرکت حَ کو دی گئی عَلَیْکُمْ جار مجرور متعلق ہے غَضَبِیْ اسم مفرد جامد بمعنی سخت انتقام مراد ہے عذاب آخرت مضاف ہے ی ضمیر واحد متکلم مرجع اللہ تعالیٰ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے۔ وَاؤ عالیہ بیانیہ مَنْ اسم موصول کی وجہ سے یا پوری عبارت معنًا جملہ اسمیہ کے مشابہ ہے اس لیے واؤ عالیہ ہو سکتا ہے مَنْ شرطیہ یَحْلِلْ۔ باب ضرب کا مضارع یَحِلُّ اور یَحْلِلُ میں تین قرأتیں ہیں رایہ دونوں باب ضَرَبَ سے ہیں حُلُوْلٌ سے مشتق ہیں بمعنی واجب ہونا۔ نشا معنی ہے جسم میں گھسنا اصطلاحًا معنی ہے واجب ہونا و۲ یہ دونوں باب نَصَرَ سے ہیں یَحْلِلْ اور یَحُلُّ عائل سے بنا ہے بمعنی نازل ہونا۔ ۳ یَحِلُّ باب ضرب سے اور یَحُلُّ باب نَصَرَ سے یعنی جس پر واجب ہوا اس پر نازل ہوا اور جس پر نازل ہوا وہ گر گیا تو یہ کہ جب اللہ رسول کتابوں اور سنت پر ایمان نہ لائے اعمالِ صالحہ پھر اعتدای تعلیلًا یہ یَحْلِلْ تھا مگر مَنْ موصولہ شرطیہ نے اس کو جزم دیا تو دو ساکنین کے خطرے سے یہ اپنی اصلیت کی طرف آگیا۔ عَلَیْہِ جار مجرور متعلق ہے غَضَبِیْ۔ مرکب اضافی فاعل ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر شرط ہوئی فَ جزائیہ۔ قَدْ هَوٰی باب ضَرَبَ ماضی قریب واحد مذکر غائب هَوِیٌّ لفیف مقرون سے بنا ہے اس کا معنی ہے گم ہو جانا ناپید ہونا۔ نیچے گرنا اترنا اکھڑنا اٹھ جانا۔ غار یا کوئیں کا منہ کھلنا۔ اسی سے ہے هَاوِیَہ سب سے نچلی جہنم۔ خواہش کو هَوٰی اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ قلب یا نفس کی گہرائی سے

marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے۔ گہری جگہ کو مُہْوِیَہ کہا جاتا ہے۔ خالی جگہ کو صَوْمَاءُ کہا جاتا ہے پہلی ضمیر غائب کو ھُوَ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ مرجع غائب ہے۔ قَدْھَوٰی اپنے پوشیدہ فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر حالیہ بیان ہوا فَعِیْلٌ کا وہ اپنے فاعل متعلق اور بیان سے مل کر معلول ہوا لَا تَطْغَوْا کے جملے کا۔ وَاؤ حالیہ مابعد جملہ اسمیہ حال ہے فَعِیْلٌ کے جملے کا۔ اِنَّ حرف مشبہ۔ نون کو کسرہ اتصال یٔ متکلم کی وجہ سے ہوا ئی ضمیر اس کا اسم ہے اس لیے منصوب متصل ہے۔ لام تاکید یہ بمعنی البتہ غَفَّارٌ اسم صیغہ مبالغہ بروزن فَعَّالٌ جَوَّادٌ۔ ترجمہ ہے بہت ہی بخشنے والا پردہ پوشی کرنے والا اَلْاَخْفَرُ سے مشتق اس کا صرف مذکر واحد کا صیغہ ہی ہوتا ہے۔ بحالت رفع جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ ہے۔ لام حرف جر۔ مَنْ موصولہ تَابَ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق۔ وَاؤ عاطفہ اٰمَنَ باب افعال کا ماضی مطلق وَاؤ عاطفہ عَمِلَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق تینوں صیغے واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر صیغہ تینوں کا فاعل مرجع مَنْ ہے یہ سب فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر آپس میں معطوف علیہ معطوف ہو کر پھر معطوف علیہ ہوا۔ صَالِحًا اسم فاعل واحد مذکر ترجمہ درستی والے یعنی نیک عَمِلَ مفعول بہ ہے ایک قول میں عَمَلًا پوشیدہ کی صفت ہو کر مفعول مطلق یا مفعول بہ ہے۔ ثُمَّ حرف عطف برائے تراخی تراخی دو قسم کی ہوتی ہے را تراخی بلوقتین جیسے صبح کو تندرست پھر شام کو بیمار ۲ تراخی بلرتبہ جیسے پہلے امیر پھر وزیر یہاں تراخی بلوقتین ہے۔ یعنی پہلے توبہ پھر اِھْتَدٰی۔ باب افتعال کا ماضی فعل ماضی مطلق واحد مذکر ھُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع مَنْ ہے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے سب معطوف صلہ ہے مَنْ کا وہ موصول جملہ مجرور جار مجرور متعلق ہیں غَفَّارٌ کا غَفَّارٌ اپنے پوشیدہ ھُوَ فاعل اور متعلق سے مل کر خبر اِنَّ وہ جملہ اسمیہ مع کر حال ہے کُمْ ضمیر مخفیٰ کی کی ضمیر کا۔ ثُمَّ اہْتَدٰی۔ پورا جملہ ہو کر جواب دوم ہوا اِذَا کا۔ یا حرف ندا اپنے منادیٰ اور دونوں جواب سے مل کر جملہ ندائیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى

اور فرعون نے سب کچھ جانتے عقل رکھتے ہوئے بھی اپنی محکوم رعایہ قوم کو دینی و دنیوی ہر اعتبار سے اپنی حکومت کی کرسی بچانے ہی کی لالچ میں گمراہ ہی رکھا کہ سیدھی سچی بات نہ سمجھائی نہ سمجھنے دی کہ نہ دنیوی ترقی نہ دینی پاکیزگی حاصل کر سکے اپنے اردگرد اپنی ہی ربوبیت و جھوٹی نمعبودیت کا چکر چلا کر پوری اپنی قوم کو بیوقوف بنائے رکھا اور نہ خود ہی اپنے غلط مشیروں ساتھیوں کی وجہ سے

marfat.com
Marfat.com

ہدایت پاسکا یہاں تک کہ اخیر مرتے تک گمراہ اور گمراہ گری رہا نہ دیتوی عقابی عذابوں سے بچنے توبہ کرتے دی نہ ہلاکت کے دریا میں ڈوبتے سے بچنے دیا بلکہ اپنے ساتھ ہی سب کو لے مرا وَمَا هَدٰى میں چھ قول ہیں ۱ خود بھی ہدایت نہ پائی کفر پر ہی زندگی برباد کر کے موت کی وادی میں چلا گیا ۲ اَضَلَّ دینی طور پر گمراہ کیا دیتوی ترقی بھی نہ کرنے دی ایک دوسرے سے نفرت دلائی اتحاد نہ ہونے دیا لڑائو اور حکومت کو دی کی چال چلی ۳ اَضَلَّ کافر بنایا وَمَا هَدٰى راستے پر لے گیا جو ان سب کے لیے ہلاکت کا راستہ تھا اس سے نہ بچایا۔ پکڑنے کی گرفتار کرنیکی ضد میں آکر اپنی قوم کو مروا دیا ۴ اَضَلَّ خود بھی سچی بات کبھی نہ کی وَمَا هَدٰى قوم کو بھی نہ کرنے دی نہ سننے سمجھنے مانتے دی ۵ اَضَلَّ اپنے رب تعالیٰ کو ناراض کیا وَمَا هَدٰى موسیٰ و ہرون علیہما السلام کو بھی ناراض کیا۔ خود بھی اور اپنی قوم سے بھی ناراضگی کے ہی کام کرائے ۶ اَضَلَّ دنیا میں ہر طرح عتاب الٰہی سے ذلیل کرایا وَمَا هَدٰى آخرت یعنی قوم کو محشر جہنم کی ذلت حاصل کرادی چاہتا تو بچ سکتا تھا۔ بیس سال کی مہلت پھر ہر طرح کا سمجھانا یہ کوئی تھوڑی مہلت اور شفقت نہ تھی اے مکے کے کافرو سردارو اور دنیا بھر کے تاقیامت گستاخ بے ادب ہاکو ہلیڈرو تم بھی بالکل فرعون کے راستے پر چل رہے ہو اس کو بھی انکانے فنا کیا اور تمہارا انجام بھی اس سے مختلف ہوتا نظر نہیں آتا اس واقعہ سے نصیحت و عبرت کی آنکھیں کھولو غیرت کی ضمیریں ٹٹولو۔ اور بندے بن جاؤ حق کا مقابلہ اور قوم کی گمراہی کا سامان۔ ہلاکت آسان مت بناؤ۔

اسی لیے قرآن مجید میں بار بار مختلف انداز میں مختلف پہلوؤں سے یہ قصہ دہرایا جا رہا ہے کہ کچھ تمہیں کسی وقت سمجھ آجائے۔ اور بجائے ہمارے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرنے قوم کو ان کے خلاف اکسانے بھڑکانے کے ان کے آستانۂ رحمت پر بندہ بن کر آجاؤ نہ فرعون کا نمونہ بنو کہ اَضَلَّ مِنْ اَرْشِدْ ہو اور نہ مَا هَدٰى هُمْ اِلٰى طَرِيْقِ النَّجَاةِ رہو اور نہ فرعون کی طرح احمقانہ کا نایت بناؤ۔ کہ گمراہ اور خراب کرنے کے ۔ باوجود سمجھتے رہو وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ۔ (سورۃ مومن آیت ۲۹) یعنی اے میری قوم والو میں تم کو ہر بات میں سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہوں۔ یہ اس کی قوم کی بدنصیبی وحماقت تھی اتنی گمراہیوں و ذلتوں کے باوجود فرعون کی کذب بیانی پر مر مٹی تھی اور معبود و رب بنائے سمجھے بیٹھی تھی حالانکہ سمندری راستے پر چلانا اَضَلَّ تھا اور اندر گھستے چلے جانا وَمَا هَدٰى۔ تھا فرعون اور اس کی قوم تو سخت گمراہی کے راستے کی وجہ سے مرکھپ گئے

marfat.com
Marfat.com

مگر اے بنی اسرائیل تم میں گمراہی بے بداہتی کیوں آگئی تم کو تو ہم نے بڑی عزت فضیلت دی تمہارے اتنے بڑے ظالم جابر دشمن سے تم کو نجات دی عدو لفظاً واحد ہے جمعاً جمع اس لیے تمام فرعونی لوگ مراد ہیں۔ اس وجہ سے کہ تمام کی دشمنیاں فرعون کی وجہ سے تھیں لہٰذا اصل دشمن ایک ہی تھا جو سب کی عداوتوں کا مجموعہ تھا۔ جب تک تم فرعونی مصیبتوں ذلتوں میں پھنسے رہے اُس وقت تک تو تم ہمارے اچھے عابد زاہد اور صابر بندے بنے رہے اسی مخلصانہ بندگی کو ہم نے اتنا پسند فرمایا کہ اپنے کلیم نبی موسیٰ کو تمہاری نجات کے لیے مبعوث فرمایا۔ اور اُن کو حکم دیا کہ میرے بندوں کو فرعون کے ظالمانہ چنگل سے چھڑا کر مصر سے نکال لے جاؤ۔ ہم نے اپنے پسندیدہ عظیم لقب بھادی سے نوازا یہ کوئی معمولی لقب نہیں ہے اِس طریقے سے تم کو مصر کی ذلت آمیز زندگی سے نکالا مگر تم نے اپنی آزادی کی چند دن بھی قدر نہ جانی اور اپنے خطاب و لقب کی لاج نہ رکھی اور راہ چلتے ایک مندر کے پجاریوں کو دیکھ کر تم میں سے کچھ بیوقوفوں نے مطالبہ کرتے ہوئے قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ (سورۃ اعراف آیت ۱۳۸) یعنی اے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایسا معبود بنا دو ہم نے اِس حماقت کو بھی معاف فرما کر تمہاری خواہش پر موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعے ایک عظیم قانون و شریعت حکمت و طریقت کی کتاب دینے کا تم سے وعدہ لیا اور موسیٰ کلیم سے کوہ طور کی جانب ایمن آنے کتاب لینے کا وعدہ لیا۔ تم میں کتنی جلدی بُرائی آئی ابھی تو فرعونی مار کے زخم بھی مندمل نہ ہوئے تھے کہ تم نے پھر کفریہ حرکتیں اور گستاخی بے ادبی کی حرکتیں شروع کر دیں جس کی بنا پر تم کو وادیٔ تیہ میں قید کیا گیا۔ لیکن ہمارے انعامات وہاں بھی تمہارے ساتھ رہے تم کو قدرتی معجزاتی چشموں کا پانی دیا گیا۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اور تم پر غیب کے پردوں سے نازل فرمایا ہم نے مَنّ کا سفید میٹھا قدرتی حلوہ اور سلوٰی پرندوں کا تلا ہوا گوشت روایتوں میں ہے کہ ہر دن فجر صادق سے طلوع آفتاب تک شبنم کی طرح سفید روئی برف جیسا میٹھا حلوہ برستا اور پرندوں کا تلا ہوا گوشت تقریباً ایک صاع یعنی ساڑھے چار سیر کی مقدار میں ہر فرد کے لیے اُس کے خیمے کے سامنے ہوتا یہ چوبیس گھنٹے کی خوراک تھی دونوں چیزیں مَنّ و سلوٰی ایک ایک صاع ہوتا۔ یہ کرم اس لیے تھا کہ بنی اسرائیل یعقوب علیہ السّلام کی اولاد اور نبی زادے تھے۔ یعنی یعقوب کی نسل کثیر انبیا کی اصل اور ابراہیم علیہ السّلام کے خاندان سے تھے۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ خطاب کن بنی اسرائیل سے ہے؟ صحیح یہ ہے کہ موسیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ السّلام کے زمانے والے وہی بنی اسرائیل مراد ہیں جو نجات دئے گئے پھر تیہ میں نظر بند کئے گئے۔ مگر بعض نے فرمایا کہ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بنی اسرائیل سے ہے اور آباؤ اجداد کی نعمتوں فضیلتوں کا ذکر ہے اور خطاب اس لیے ہے کہ آباؤ اجداد پر انعامات بعد کی تمام نسل پر انعام شمار ہوتا ہے مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ یہ سورہ طٰہٰ مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں کوئی یہودی نہ تھا۔ یہودی اُس وقت صرف مدینہ منورہ میں رہتے تھے اس لیے اُن سے خطاب مدنی سورتوں میں ہوا ہے نہ کہ مکی میں وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِیْہِ فَیَحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبِیْ۔ وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْہِ غَضَبِیْ فَقَدْ ھَوٰی۔ اے بنی اسرائیل کھاؤ تم اِس من وسلویٰ کو جو بغیر محنت بغیر مُشقت کی حاصل شدہ طیبات ہیں۔ اس طرح کہ طبعًا لذیذ ہیں شرعًا حلال ہیں اس کے بنانے پکانے میں کسی بھی انسان کا ہاتھ نہیں۔ اس لیے نہ اس میں ناپاکی کا شک نہ حرمت کا ڈر۔ طیبات نعمتِ کامل ہے اور نعمتِ کاملہ کی چار صفتیں ۱ طبیعۃً میں لذیذ ہو ۲ شریعت میں حلال ہو ۳ حقیقت میں پاکیزہ ہو ۴ صنعت میں مفیدہ ہو۔ یہاں رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نو نعمتوں کا ذکر فرمایا پہلی اَنْجَیْنٰکُمْ یہ پہلی اس لیے کہ تکلیف دور کرنا نفع دینے سے پہلے ضروری ہے فرعون بنی اسرائیل کو چار قسم کی تکلیفیں دیتا تھا ذلت کی ۱ مشقت کی ۲ قتل عام کی ۳ ہر وقت خوف زدہ رکھنا اور شہر بدر کرنا تفسیر کبیر دوسری نعمت وَاعَدْنٰکُمْ تیسری نعمت مَنّ کا نازل ہونا چوتھی نعمت سلویٰ کا حاضر ہونا پانچویں نعمت اِن طیبات کو ہر طرح آزادی سے کھانے کی اجازت ملنا وَاعَدْنَا کو ان سے پہلے ذکر کیا گیا اس لیے کہ وعدہ کتاب تورات دینے کا تھا یہ دینی نعمت تھی من وسلویٰ دنیوی نعمت تھی اس لیے اس کو بَعْدُ ذکر فرمایا تا کہ ہر شخص دین کو دنیا پر مقدم رکھے مقدم سمجھے۔ وَاعَدْنَا کی تفصیل اس طرح ہے کہ مصر جاتے ہوئے بزرگ اسرائیلیوں نے عرض کیا یوشع ہم کو کوئی ایسی کتاب دلوایئے اپنے رب سے جو احکام قانون حکمت فضیلت رحمت میں کامل ومفید ہو تب موسیٰ علیہ السّلام نے بارگاہ ربانی میں عرض کیا تو اُن سے وعدہ فرمایا گیا۔ کہ طور کی اُسی جانب ایمن آجانا جہاں پہلی مرتبہ کلامِ الٰہی سننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ جانبِ ایمن سے مراد شام کے راستے فلسطین جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السّلام کے دائیں جانب مگر نہ مقامات ومکانات کی کوئی دائیں بائیں جانب نہیں ہوتی۔ وَاعَدْنَا۔ باب مفاعلۃ اس لیے فرمایا گیا کہ دو طرفہ وعدہ ہوا تھا۔ رب نے کتاب دینے کا وعدہ فرمایا اور حضرت موسیٰ نے طور پر آنے اور شرائط حاضری کی

marfat.com
Marfat.com

پابندی کرنے کا وعدہ کیا۔ توریت میں اوّلاً شریعت طریقت معرفت تصیحت اور دعائیں عبادت کے طریقے اور وقت کا ذکر تھا۔ چھٹی نعمت۔ ہر غذا کا طیبات ہونا۔ شرعی حرام چیز طیبات اور نعمت میں نہیں ہوتی۔ ساتویں نعمت رزقِ وسیع ہونا۔ مَنّ وسلویٰ کے نزول کا پیش خیمہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو قومِ جبارہ کے شہر میں جاتے اُن سے لڑنے کا حکم ہوا تو سب اِسرائیلی ڈر گئے اور جنگ سے انکار کر دیا تب ان کو میدانِ تیہہ میں پہاڑوں کے اندر قید کر دیا اور وہاں ان پر مَنّ وسلویٰ نازل کیا گیا۔ چالیس سال قید رہے۔ آٹھویں نعمت بغیر محنت مشقت اور بغیر اُجرت قیمت کے ملنا۔ نویں نعمت عبادت کا وسیع وقت ملنا کہ کوئی دنیوی کام نہیں بس کھانا پینا عبادت کرنا یہ سب سے بڑی نعمت تھی۔ اِن نو نعمتوں کے بعد چار زحمتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ ۱ لَا تَطْغَوْا۔ اس میدانِ تیہہ کی وادی میں کھانے پینے کی ہر طرح آزادی سہولت ہے کوئی رکاوٹ نہیں مگر سرکشی کسی قسم کی بھی نہ کرنا۔ سرکشی کی دس صورتیں ۱ یہ نعمتیں کھا کر ناشکری نہ کرنا ۲ کسی پر تکبر نہ کرنا ۳ کسی پر زور آزمائی کا ظلم نہ کرنا۔ ۴ کسی سے گناہ پر تعاون نہ کرنا ۵ خود بھی کوئی گناہ نہ کرنا ۶ اس رزق کو نہ خود برباد کرنا نہ برباد ہونے دینا۔ کھا چاٹ کر سارا ختم کرنا ہے پھینکنا نہیں اگر نہ کھایا جا سکے بچ رہے تو اپنے کسی ضرورت مند ساتھی کو دیدینا ۷ اس مَنّ وسلویٰ کا ذخیرہ نہ کرنا اگلی صبح آنے سے پہلے پہلے خود کھا کر یا کسی کو کھلا کر دیکر ختم کرنا ہے ۸ چھینا جھپٹی بھی مت کرنا یعنی کسی کا حصہ کسی کی کوئی بھی چیز غضب چوری ڈکیتی سے نہیں لینی ۹ عبادات فرضی اور واجبی کو ترک نہ کرنا۔ یعنی نہ تم جائز سے ناجائز کی طرف تجاوز کرنا اور نہ نعمت کے نعمت ہونے کا انکار کرنا۔ نہ شکرِ نعمت کو بھولنا اور منعمِ حقیقی کی ناقدرانی نہ کرنا یہی نعمت کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا۔ کہ فلاں ستارے کی وجہ سے یہ موسم آیا اور فلاں دیوتا کی وجہ سے یہ نعمت ملی ۱۰ تھوڑی حلال کو چھوڑ کر خواہشِ کثرت میں حرام کی طرف مائل نہ ہو جانا۔ شرعی ممنوعات کی سختی سے پابندی رکھنا ورنہ تم پر میرا غضب واجب اور لائق ہو جائے گا یعنی سزا عذاب عتاب اور انتقام گناہ کا ارادہ میرا غضب ہے تم اس سے بچ نہیں سکو گے کہیں بھی بھاگ جاؤ تم پر حائل و نازل ہو ہی جائے گا۔ خیال رہے کہ غضب کا اصل معنی قلبی صحیح جس کا اثر غضب ناک کے سارے جسم پر ہوتا ہے کہ عقل میں غصے کی شدت آنکھیں لال کان سرخ چہرہ تنا ہوا۔ زبان میں تیزی پیروں میں سرعت ہاتھوں میں قوت جسم پر تھرتھراہٹ مگر یہ انداز صرف انسان و حیوان کا غضب ہے۔ غضب الٰہی کا معنی سزا۔ انتقام علم و گناہ وہ

marfat.com
Marfat.com

سخت ناراضگی ہے۔ انسانی کیفیاتِ غضبی سے باری تعالیٰ پاک و منزہ ہے۔ یہ غضبِ الٰہی کوئی وقتی جوش یا عارضی معمولی نہیں ہوتا۔ بلکہ وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى۔ جس بدنصیب مردود و نامقبول نالائق مجرم ظالم روسیاہ پر میری سزا اور انتقامی نازل ہوئی تو دنیا کی ذلت اور آخرت کی ہاویہ جہنم میں گرا پڑا رہے گا۔ دنیوی ذلت سات قسم کی ہے۔ ۱ دین سے غفلت ۲ عملِ صالحہ سے بے رغبتی ۳ اللہ والوں سے نفرت دشمنی گستاخی بے ادبی کرنا کوئی اچھا نیک ساتھی نہ ملنا ۴ بری صحبتیں محفلیں بلا مشقت حاصل ہو جانا ۵ اچھے کام کی توفیق و ہدایت نہ ملنا ۶ کتنا ہی دولت مند طاقتور۔ خوب صورت بن جائے مگر عوام میں کوئی حقیقی عزت و احترام نہ ہو۔ ظاہراً یا خفیہ پس پردہ لوگ اس کو ذلیل و خبیث و کمینہ ہی سمجھتے ہوں۔ ۷ اپنوں پرایوں میں کوئی رعب نہ ہو سب اچھے لوگ اس سے دل میں نفرت کریں۔ اُخروی ذلت بھی سات قسم کی ہے ۱ بوقتِ موت کلمہ طیبہ کی توفیق نہ ملنا ۲ عذابِ قبر ۳ میدانِ محشر میں شفاعت نہ ملنا ۴ اللہ تعالیٰ کی بخشش نہ ملنا ۵ تمام عملِ صالح برباد یا ختم ہو جانا یعنی مظلومین میں بانٹ دیئے جانا ۶ بدعقیدگی میں دنیا سے جانا ۷ کفر پر مرنا۔ یہ دنیوی سزائیں تو مغرور متکبر بدخصلت بدفطرت ناشکرے فضول خرچ ظالم فاسق فاجر اور گندی حرام خور اک والے اور کافر کی ہیں واِنی اور اگر کوئی خوش تقدیر اس قسم کی غلطیاں گناہ کفریات و شرکیات مخالفتِ شرعیات کر کے توبہ کرے اور یہ عقیدہ بھی اپنے ایمانی قلبی کے یقینیات میں شامل کرلے کہ بے شک میں لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى۔ خالق مالک اللہ سبحانہٗ بہت ہی بخشش فرمانے والا ہوں اس شخص کی جو دنیوی زندگی میں بغیر کسی دباؤ جبر قہر لالچ کے اپنی خوشی سے اپنے سابقہ گناہ کفر سے سچی توبہ کرے اور پھر صدقِ دل سے اللہ کی وحدانیت پر اس کے رسولوں کتابوں شریعتوں پر پکا ایمان لائے اور پھر اپنے ہر دینی دنیوی کام کو عملِ صالح بنا دے اور پھر اسی طریقۂ مستقیم پر زندگی بھر ثابت قدم رہے۔ خیال رہے کہ قرآن مجید کی مختلف آیات میں غفر یعنی بخشش کے تقریباً اکیس صیغے ارشاد فرمائے گئے ہیں ۱ غَافِرٌ۔ مثلاً غَافِرُ الذَّنْبِ ۲ غُفُوْرٌ۔ مثلاً رَبُّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ ۳ غَفَّارٌ۔ مثلاً اِنِّيْ لَغَفَّارٌ ۴ غُفْرَانَ۔ مثلاً غُفْرَانَكَ رَبَّنَا ۵ مَغْفِرَةٌ۔ مثلاً اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ ۶ غَفَرْنَا۔ داؤد علیہ السلام کو فرمایا گیا فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۷ لَا يَغْفِرُ۔ مثلاً۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ۸ يَغْفِرُ۔ مثلاً

marfat.com
Marfat.com

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ ۱؎ اِسْتَغْفِرْ۔ مثلاً عام مسلمان کو حکم ہے اِسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۲؎ اِسْتَغْفِرُوْا مثلاً فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا ۳؎ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ مثلاً وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۴؎ انبیاء کرام علیہم السلام نے استغفار طلب کی آدم علیہ السلام نے اس طرح وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا۔ ۵؎ نوح علیہ السلام نے۔ وَاِنْ لَّا تَغْفِرْ لِيْ ۶؎ ابراہیم علیہ السلام نے اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ ۷؎ اپنے چچا مُزَل آذر کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگنے کا وعدہ فرمایا۔ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ۔ ۸؎ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۹؎ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْهِ ۱۰؎ داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ سَاَسْتَغْفِرُ رَبِّيْ ۱۱؎ سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا ۱۲؎ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ ۱۳؎ مسلمانوں کی نشانی۔ وَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا۔

مغفرت کے باب میں چار چیزیں خیال رکھنی چاہئیں ۱؎ مغفرت کیا ہے ۲؎ مغفرت کس کی ہے ۳؎ مغفرت کے طریقے کہ کس طرح ہوتی ہے ۴؎ انبیاء کرام کا مغفرت مانگنا کیا ہے جب کہ وہ گناہ پر قادر ہی نہیں ان سے گناہ کا صدور محال بالعصمۃ ہے۔ پہلی چیز مغفرت کی حقیقت یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنے کرم سے بندے کے گناہ مٹا دے لغزشیں چھپا دے اور اپنی رضا کی چادروں میں لپیٹ لے رحمت کے پردوں میں لے آئے دوسری چیز کہ مغفرت کس کی ہے خیال رہے کہ دنیا میں بندے تین قسم کے ۱؎ ظالم ۲؎ ظلوم ۳؎ ظلّاماً قرآن مجید میں رب تعالیٰ کے لیے مغفرت کے اسماء صفاتیہ بھی تین ہیں ۱؎ غافر ۲؎ غفور ۳؎ غفّار۔ ظالم تائب کے لیے رب غافر ہے۔ ظلوم کے لیے غفور ہے اور ظلّام کے لیے مولیٰ تعالیٰ غفار ہے تیسری چیز غافریہ کہ گناہوں کی پردہ پوشی فرمانیوالا رسوائی سے بچانے والا دنیا میں اور مٹانے والا قیامت میں۔ غفوریہ کہ سابقہ گناہوں کی معافی آئندہ کے لیے بچانیوالا۔ غفار اس طرح کہ ایک توبہ سے بکثرت بخشش عطا فرمانے والا۔ بخشش کی کیفیت کثیر ہو تو غفاریت ہے بخشش کی کمیت و مقدار کی کثرت ہو تو غفوریت اور دونوں کی کثرت ہو تو غافریت کا ظہور ہے صغیرہ گناہوں خطاؤں کی معافی غافریت ہے گناہ کبیرہ کی معافی غفوریت ہے ہر قسم کے ظلم کفر شرک طغیانیت بدعقیدگی بکثرت کی معافی غفاریت ہے۔ چوتھی چیز انبیاء کرام علیہم السلام کی استغفار مانگنا بھول اور نسیان سے ہوتی ہے اور ان کے ذنوب کی حقیقت میں تین قول ۱؎ حضرت حکیم الامت بدایونی نعیمی نے فرمایا۔ ذَنْبِكَ سے مراد

marfat.com
Marfat.com

یہ ہے کہ امت کے گناہ شفاعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲ ضیاء الامت بیہودی نے فرمایا کفار کے لگائے ہوئے الزامات اتہامات کو اس طرح مٹا دیا کہ نہ نشان رہا نہ اثر کسی کافر نے کسی نبی کو جادوگر کہا کسی نے مجنوں کسی نے شاعر قصہ کوتاہ کرو رب تعالیٰ نے یہ تمام اتہام فنا کر کے تا قیامت نبوت کو قائم فرما دیا یہ ہے مغفرتِ ذنوبِ انبیاء ۳ علامہ احمد حسن نوری نے فرمایا مغفرتِ عوام یہ کہ رحمت کی چادر میں ڈھانپنا۔ اور مغفرتِ انبیاء یہ کہ قربِ جمال کے مراتبِ علیا پر پہنچانا۔ یہ تینوں اقوال درست و ایمان افروز ہیں۔ مقبول و محبوب بندے کا آخری مقام اھتدٰی ہے۔ یعنی استقامت علی التوبہ۔ ایمان میں خلوص۔ اور اعمالِ صالحہ میں ہمیشگی مرنے تک تو یا ایمان اعمال کی ابتدا آسان مگر مداومت مشکل ہے اس لیے نجات کا دارومدار اھتدٰی پر ہے۔ بعض نے فرمایا کہ راہِ مخالفت سے راہِ مطابقت پر آنا توبہ بغیر دیکھے اللہ کی چیزوں کی سچے دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے۔ سنتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل ہر عادت عبادت میں پیروی کرنا اعمالِ صالحہ ہے پھر کچھ بھی ہو جائے ان تینوں میں کسی کو نہ چھوڑے یہ اھتدٰی ہے (تفسیر کبیر و روح البیان)۔ بعض نے فرمایا یقینِ قلبی سے جانتے مانتے کہ یہی توبہ یہی ایمان یہی اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں جو آستانۂ نبوت سے حاصل ہوتے ہیں یہ ثُمَّ اھْتَدٰی ہے۔ بعض نے فرمایا اھتدٰی ایمانی عقائد کی اس طرح حفاظت کرنا کہ عمر بھر ایک لمحہ بھی اس عقیدہ سے نہ ہٹے توبہ یہ کہ کفریات کو لغویات بے دلیل باطل سمجھے۔ ایمان یہ کہ شریعت کو برہانِ ربانی سمجھے۔ اعمالِ صالحہ یہ کہ اعضاءِ ظاہری کو اللہ و رسول کی خوشنودی میں لگا دے۔ پہلے توبہ فرض پھر ایمان پھر پھر اعمال فرض ہیں۔ اھتدٰی یہ کہ دل کو حسد تکبر ریا اور ہر برے عمل سے پاک کرے پاک رکھے ایمان و اعمال کے درمیان واؤ عاطفہ نے بتایا کہ ایمان علیحدہ چیز ہے اعمال علیحدہ چیز ہے کیونکہ واؤ عاطفہ مغایرت کو چاہتی ہے اور ترتیب مدارج کو بدلنا بے کار ہے۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ دنیوی زندگی میں سب سے مصیبت اور نقصان دہ بھیت بد اور برا ساتھی ہے یہ زہرِ قاتل اور دین دنیا کی موت ہے اگرچہ کسی روپ کسی شکل و صورت میں ہو ہر مسلمان کو محفل مجلس اور ساتھی کے انتخاب میں بڑی اور بہت احتیاط غور و فکر چاہیئے۔ یہ عبرت کا سبق اور فائدہ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى سے حاصل ہوا صحبت بد کی چار صورتیں ہیں ۱ گمراہ فاسق ساتھی دوست ۲ بروں کی بری کتابیں پڑھنا ۳ بروں کی تقریریں سننا ۴ یہ عادت

marfat.com
Marfat.com

ڈالنا کہ فلاں کو دیکھیں تو آگ یا بلا ہے کسی تقریر سنیں تو بھی فلاں کتاب ہم پڑھ کر تو دیکھیں ہمیں کچھ نہیں ہو سکتا بس یہ خیال اور یہ عادت ہی شیطان کا پہلا جال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن مسلمان کو اس بری عادت برے شوق سے بچائے اسی لیے مرشد پکڑنا خلوت اختیار کرنا شد ضروری کہ ان سے ہی تو یہ ایمان و اعمالِ صالحہ نصیب ہوتے ہیں دیکھو ہامان نے فرعون کو اور فرعون نے پوری قوم کو گمراہ کر کے ہلاکت آبدی تک پہنچا دیا حالانکہ بڑا مہربان ہونے کا دعویدار تھا۔ بس بچا وہی جو دامنِ موسیٰ میں آگیا۔ دوسرا فائدہ کائناتِ عالم میں بس رب تعالیٰ ہی رحیم و کریم ہے لاکھوں ماؤں کروڑوں باپوں سے زیادہ اپنے بندوں سے پیار فرمانے والا ہے۔ اُس کی ایذائیں بھی رحمت اس کی نعمتیں بھی شفقت۔ یہ فائدہ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ اور نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى فرمانے سے حاصل ہوا کہ جس طرح والد کی سختی بھی مفید اور حکمت والی ہوتی ہے اور نرمی بھی اولاد کے لیے مفید یا جس طرح جراح کا آپریشن بھی درست ہوتا ہے اور مرہم رکھنا بھی شفقت بلا تشبیہ اس طرح رب تعالیٰ کی ہر چیز شفقت بندگان کی حکمت پر ہے۔ اور اگر والد کی سختی نہ ہو تو اولاد خراب والدہ کی نرمی نہ ہو تو اولاد خراب اسی طرح مقامِ تیہ میں قید کرنا سختی یا باپ کی مثل ہے اور مَنّ و سَلویٰ پانی کے چشمے دیگر آرام و آسائش والدہ کی نرمی کی مثل ہے (تفسیر کبیر) تیسرا فائدہ۔ ہر مسلمان کو چار چیزوں کو جلد حاصل کرنا چاہیے پہلے توبہ۔ یہ برائی کے مطابق ہونا چاہیے (اجرام یعنی کفریات سے توبہ ۲ سیئات یعنی گناہ کبیرہ سے توبہ ۳ خطا یعنی گناہ صغیرہ سے توبہ پھر ایمان لانا پھر اعمالِ صالحہ۔ چہارم پھر اِهْتَدٰى۔ یعنی حصولِ علم یہ سب سے اہم ہے کیونکہ علم روشنی ہے جس سے سچی توبہ صحیح اور صالح اعمال کو دیکھا پہچانا جاتا ہے۔ ان سب میں جلدی کرنا اس لیے ضروری ہے کہ موت کا پتہ نہیں۔ مہلت ملے یا نہ ملے اور اگر مہلت مل بھی جائے تو پتہ نہیں فرعونیت نفس ہدایت لینے دے یا اَضَلَّ وَ اَهْدٰى پر ہی ورغلائے رکھے۔ تیسرا فائدہ۔ لَا تَطْغَوْا۔ اور لِمَنْ تَابَ (الخ) کی تفسیر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اِن آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ اصولِ فقہ کے مطابق امر اور نہی دونوں فعل سولہ معنیٰ میں آتے ہیں جس میں اصل معنیٰ وجوب اور فرضیت ہے لیکن عبادت و کلام کے سیاق و سباق و مضمون کی طرز بیانی کے قرینے و نشان کے مطابق دیگر اقسام بھی مراد لیے جاتے ہیں یہ مسئلہ کُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ کے اطلاق اور لَا تَطْغَوْا کو مَحِلِّ اَمْر سے مشروط کرنے سے مستنبط ہوا۔ کُلُوْا۔ اَمر کے اِستحباب کا قرینہ اور نشانی مِنْ طَيِّبٰتِ کا عموم ہے

marfat.com
Marfat.com

یعنی کھانا مستحب ہے نہ کھانا گناہ نہیں جیسے کہ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا کہ احرام سے کھل کر شکار کرنے کی اجازت ہے مستحب ہے واجب لازم نہیں۔ لیکن لَاتَعْتَدُوْا پر عمل کرنا پابندی رکھنا واجب ہے اس کا واجب ہونا یُحِلُّ کی وعید عذاب غضب ہے۔ یعنی کُلُوا کے بعد کسی عذاب وسزا کی پکڑ کا ذکر نہیں ہے اس لیے وہ مستحب ہوا۔ سرکشی کرنے پر غضب کے نزول کی وعید ہے لہٰذا یہ واجب ہوا۔

دوسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ پیدائشی طور پر تمام رزق پاک اور حلال ہوتے ہیں خواہ وہ غذائی رزق ہوں یا استعمالی جب ان میں کسی طرح انسانی عمل کا دخل ہو گا تب اُن میں علت حرمت ناپاکی پلیدی کا شک وشبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے بارشِ اولے۔ آسمانی برف باری کا پانی تمام گھاس پھوس پتے پھل فروٹ جڑی بوٹی شہد۔ ریشم۔ روئی۔ دھات۔ معدنیات روغنیات سب پاک ہیں کسی قسم کی پلیدی نہیں اور اگر کسی انسانی ملکیت کا دخل نہ ہو تو بلا اجازت کھانا لینا استعمال کرنا حلال بھی ہے۔ ان میں سے کوئی چیز کسی سے لگ جائے تو اُس کو نا پاک نہیں کرتی۔ یہ مسئلہ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ کے عموم سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ توبہ کا اجمالی معنی سے غلطی کی معافی مانگنا اس معنی کے اعتبار سے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح کی غلطی اور لغزش یا جرم ہو اُسی قسم کی توبہ اشد ضروری ہے قلبی جرم کی قلبی توبہ کہ سابقہ جرائم و ذنوب سے نفرت کرے ندامت میں رہے آئندہ نہ کرنے کی نیت کرے۔ لسانی زبانی غلطیوں کی لسانی توبہ عملی جرائم کی عملی توبہ۔ علانیہ کی علانیہ پوشیدہ کی پوشیدہ غرض کہ ہر گناہ کا نام ونیت سے توبہ کرے افعال واعمال کی توبہ یہ کہ آئندہ نہ کروں گا۔ غصبی چوری ڈکیتی کی توبہ یہ کہ جس کا جو لیا ہے وہ واپس کرے یا بدلہ دے یا اُسی سے معاف کرائے جس کا لیا ہے۔ حقوق العباد میں خیانت خباثت کی ہے تو وہ ادا کرنا ہی توبہ ہو گی۔ توبہ مثل صابن کے ہے جو میل کو دور کرتا ہے اور گناہ مثل میل کے ہیں اور کفر یعنی جرائم مثل زنگ کے ہیں تو جیسا میل سخت ہو ویسا ہی تیز صابن سوڈا ضروری ہے۔ دینوی صابن ظاہری میل کو اُتارتا ہے اور توبہ باطنی میل کو مٹاتی دور کرتی ہے۔ صابن سے برتن۔ کپڑا چہرہ اور جسم اُجلا ہوتا ہے۔ توبہ کرنے سے قلب عقل روح اُجلی ہو جاتی ہے۔ سچا توبہ استغفار یعنی معافی ہے اور جھوٹی توبہ استہزا یعنی مذاق ہے سچی توبہ کی تین شرطیں ہیں۔ ۱ دل سے شرمندگی ۲ زبان سے معافی ۳ اعضاء سے رجوع یعنی دور رہنا گناہوں سے اگر یہ نہ ہو تو توبہ جھوٹی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ اَلْمُسْتَغْفِرُ بِاللِّسَانِ وَالْمُصِرُّ عَلَی الذَّنْبِ کَالْمُسْتَهْزِئِ بِرَبِّهٖ۔ یعنی زبان سے کہتا رہے تم توبہ اور گناہوں پر قائم ہے وہ اپنے

marfat.com
Marfat.com

رَبِّ علیم و خبیر سے مذاق کرتا ہے یہ مسئلہ بِمَن تَابَ کی تفسیری وضاحت سے مستنبط ہوا۔ کچی تو بہ ہی حقیقی شکر ہے۔ چوتھا مسئلہ۔ رافضی شیعہ لوگ امام جعفر باقر کی طرف ایک قول منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اِھْتَدٰی سے مراد محبتِ اہلِ بیت ہے (از تفسیر روح المعانی پارہ ۱۶ یہی مقام ص ۲۴ و حدائق محرقہ) اور خارجی کہتے ہیں کہ اس سے مراد محبتِ صحابہ کرام ہے یعنی شیعوں کے نزدیک جب تک محبتِ اہلِ بیت نہ ہو۔ تو یہ ایمان اعمال سب بیکار۔ خارجی وہابی کہتے ہیں کہ جب تک محبتِ صحابہ نہ ہو یہ سب بیکار ہم اہلِ سنت کہتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں اجتماعی طور پر درست ہیں ان میں صرف اور فقط کے حصر کی بیحرمت لگاؤ اور اتحادی مسئلے وعقیدے میں تفرقہ پیدا مت کرو صحابہ و اہلِ بیت دونوں کی محبت سرمایۂ ایمان ہے اہلِ اسلام کو دونوں سے محبت چاہئے۔ مگر اِھْتَدٰی سے یہ استدلال یا استنباط یا انتساب غلط ہے۔ تفسیر معانی نے فرمایا یَتَعَجَّبُ مِنْہُ اَلْکِذْبُ کہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ اس لیے کہ خطاب بنی اسرائیل سے ہے زمانہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے یہاں محبتِ اہلِ بیت یا صحابہ سے کیا نسبت۔ اس طرح کی مضحکہ خیز لغویات خرافات اور بھی چند ایک مشہور ہیں مثلاً کچھ شیعوں نے۔ سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْن۔ کو آلِ یٰسین بنا دیا۔ اور آلِ یاسین سے اہلِ بیت مراد لے لیے اور اہلِ بیت سے صرف علی مراد لے لیے۔ حالانکہ ایسی بیہودہ دگرگوں تحریف قرآن مجید میں کفر پہ تحزیب کاری ہے۔ کچھ شیعہ کہتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیٌّ عَظِیْم۔ کا معنی ہے کہ بے شک اللہ اور علی عظیم ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ۔ گویا کہ بات بنے نہ بنے کھینچ تان کر کے مذہب ٹھونسنا ہے میں کہتا ہوں کہ مولیٰ علی کی شان میں قرآن و حدیث میں ویسے کیا کم مذکور ہیں جو اس طرح کی مضحکہ خیز خرافات بنانے اور کھینچا تانی کرنے کی ضرورت پڑے

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض۔ پہلے زمانے کا معتزلی فرقہ اور اس زمانے کا وہابی فرقہ کہتا ہے کہ گناہ مثلاً ترکِ نماز وغیرہ کرنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور دلائل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کے لیے تین چیزوں شرط مقرر فرمائیں ۱۔ ایمان لانا پھر عمل صالحہ پھر اس پر تاموت قائم رہنا یعنی عمر بھر گناہ کبیرہ نہ کرے تب اس کی مغفرت ہوگی ثابت ہوا کہ عملِ صالحہ نہ ہوں اور گناہ کے عمل ہوں تو بخشش نہ ہوگی اور مغفرت نہیں تو جنت نہیں اور جنت سے محرومی تو صرف کفار کو ہے پتہ لگا کہ بدعمل سے کفر ہو جاتا ہے۔ ایمان والوں کو جنت ضرور ملے گی مغفرت اور جنت نہ ملنا ایمان کی نفی اور کفر کا ثبوت ہے لہٰذا گناہ کبیرہ کفر ہوا اور کفر والا کافر ہوتا ہے۔ جواب یہ اعتراض مکڑی کے جالے

marfat.com
Marfat.com

کی طرح خواہ مخواہ کا تانا بانا ہے اور مطلق صغریٰ کبریٰ کا بلا وجہ جال پھیلا کر خود ساختہ سُنّی مرضی کا نتیجہ اخذ کرنا ہے۔ حقیقتاً کچھ نہیں اس لیے کہ یہاں مغفرت کا ذکر ہے اور مغفرت صرف کفر سے ہی نہیں گناہ کی توبہ سے بھی ہے۔ گناہ ایک علیحدہ چیز ہے کفر علیحدہ چیز کفر صرف توبہ سے معاف ہوتا ہے اور توبہ صرف دنیوی زندگی میں ہوتی ہے۔ موت کے بعد نہ کفر سے توبہ ہو سکے نہ گناہ سے۔ اور موت کے وقت کی توبہ بھی قبول نہیں۔ لیکن گناہ کی مغفرت تین قسم کی ہے ۱ دنیوی زندگی میں سچی توبہ سے ۲ اگر کوئی شخص بے توبہ مر گیا تو قیامت میں شفاعت کے ذریعے بخشش ۳ اور اگر کسی کو شفاعت بھی نہ مل سکی تو جہنم میں گناہ کی مدت سزا پوری کر کے گناہ جلا مٹا کر کھرا خالص سونا بنا کر نکالا جائے گا اور پھر ابدی جنت کے اندر کسی نیچے طبقے میں رکھا جائے گا۔ غرضکہ گناہگار مومن کے گناہ مٹنے کے تین مقام اور تین طریقے ہیں ۱ زندگی میں سچی توبہ ۲ محشر میں شفاعتِ کبریٰ یا صغریٰ ۳ جہنم میں سزا کی مدت گزار کر۔ کافر کی معافی کا صرف ایک طریقہ دنیا میں توبۂ کفر و شرک کر کے ایمان لے آئے اگر اعمالِ صالحہ کا وقت ملے تو ضرور کرے اگر موت مہلت نہ دے تب بھی مکمل بخشش کی نوید ہے۔ جیسا کہ جادوگروں کے حالات۔ لہٰذا معتزلہ کا یہ اعتراض لغو و کمزور ہے

دوسرا اعتراض۔ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ کے بعد وَمَا هَدٰى کیوں فرمایا گیا۔ یہ تو دونوں ایک چیز ہے اَضَلَّ ہی مَا هَدٰى ہے اور مَا هَدٰى ہی اَضَلَّ ہے جواب امام عبداللہ رازی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب اَسْئِلَۃُ الرَّازِی میں اس کے پانچ جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب معلوم معترض نے دونوں کو کیوں ایک سمجھ لیا حالانکہ شکل صورت فعل صیغہ مادہ مصدر اور ترجمہ کے لحاظ سے تو ہر طرح مختلف ہیں۔ جب کہ مفہوم بھی ایک نہیں اَضَلَّ کا معنی ہے فرعون نے گمراہ خوب اور بہت زیادہ کیا وَمَا هَدٰى سیدھی سچی بات کبھی نہ کی تھوڑی سی بھی ہدایت نہ دی۔ حالانکہ دیگر گمراہ گر اگر دو ایک بات غلط کرتے ہیں تو کوئی فائدہ اور نفع کی بھی کر دیتے ہیں مگر فرعون نے تو قوم کا ہمیشہ نقصان ہی کیا قوم کو بیوقوف ہی بنایا۔ جواب دوم۔ اَضَلَّ کا تعلق قوم سے ہے یہ فعل متعدی ہے اور مَا هَدٰى کا تعلق اپنے آپ سے ہے یہ فعل لازم ہے یعنی فرعون نے قوم کو گمراہ کیا اور خود بھی ہدایت نہ پائی۔ جواب سوم وَمَا هَدٰى اَضَلَّ فِرْعَوْنُ کی تاکید ہے۔ یعنی فرعون نے قوم کو گمراہ کیا واقعی اس نے قطعاً ہدایت نہ دی۔ جواب چہارم۔ اَضَلَّ کا تعلق دنیا باتوں سے ہے اور مَا هَدٰى کا تعلق دنیوی باتوں سے ہے۔ یعنی دنیا اعتبار سے گمراہ کیا اور دنیا سازی میں بھی کچھ نہ کرنے دیا۔ بنی اسرائیل کو تو غلام بنایا ہی تھا حقیقتاً اپنی قوم کا بھی کوئی بھلا نہ کیا۔ ہر طرح برباد و ہلاک ہی کیا آخری حرکت

marfat.com
Marfat.com

دریا میں ڈوب مرنے کی کر گیا نہ خود بچا نہ قوم کو بچایا۔ جواب پنجم۔ اَضَلَّ میں فرعون کی پوری زندگی کی عملی کیفیت کا بیان ہے اور وَمَا هَدٰى میں اس کی زبانی باتوں کی تردید فرمائی جا رہی ہے کہ قوم سے کہتا پھرتا ہے وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ میں تو تم کو صرف ہدایت اور اچھائی بھلائی کی باتیں ہی بتانا سکھاتا ہوں۔ اس کی تردید فرمائی جا رہی اور باطل لوگوں کا طریقہ دنیا والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ سردارانِ کفر کس طرح اپنے ماتحتوں عقیدت مندوں کو گمراہ بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی طفل تسلیاں دے کر بہلاتے پھسلاتے بھی ہیں حالانکہ یہ سب باتیں جھوٹی مکاری کی ہوتی ہیں۔ اور قوم پاگل بن کر پیچھے لگ جاتی ہے۔ جیسا کہ فرعون اَضَلَّ وَمَا هَدٰى کرتا رہا۔ آج بھی سیاسی لیڈر دغاباز حکومتیں ووٹ کی خاطر کس طرح قوم میں اَضَلَّ وَمَا هَدٰى کے ہتھکنڈے کرتی ہیں۔ وقتی جوش دلا کر سرچشمۂ رفعت کہہ کر عوام کو اُلّو بنا جاتی ہیں۔ بہرکیف یہ جوابات درست ہیں نیز اعتراض یہاں فرمایا گیا۔ وَوٰعَدْنٰكُمْ۔ یہاں دو طرح سوال ہے اوّلاً یہ کہ۔ وَاعَدْنَا۔ باب مُفَاعَلَةٌ سے ہے۔ اور اس میں فعل دو طرفہ ہوتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے اور حضرت موسیٰ نے ہم سے وعدہ کیا۔ حالانکہ وعدہ تو صرف اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اے موسیٰ تم طور پر آؤ ہم تم کو کتاب بھی دیں گے اور مزید بالمشافہ کلام کا شرف بھی بخشیں گے تو یہاں باب ضَرَبَ سے وَعَدْنَا چاہیئے تھا جیسا کہ ایک قول بھی اس قرأت کا ہے۔ سوالِ دوم یہ ہے کہ۔ کُمْ سے مراد بنی اسرائیل قوم ہے جیسا کہ پہلے یٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ کی خطابی ندا سے ظاہر ہے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم سے وعدہ فرمایا۔ حالانکہ وعدہ تو موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا۔ جواب پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ باب مفاعلۃ سے وَاعَدْنَا ہی درست اگرچہ بعض قُرّاء نے وَعَدْنَا بھی قرأت بتائی ہے۔ مگر یہ قرأت شاذ ہے۔ اس لیے کہ وعدہ دو طرفہ ہی تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر آنے اعتکاف کرنے تیس روزے رکھنے کا وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کتاب دینے کلام سنانے کا وعدہ کیا تھا۔ نیز مُفَاعَلَةٌ کا ایک فائدہ وہ بھی ہے جو تفسیر نیشاپوری میں بیان کیا کہ جس وعدے کی مدت میعاد اور وجہ بتا دی جائے اس کے لیے خلفاءؓ کا باب ہی لایا جاتا ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ۔ وَاعَدْنَاكُمْ میں ضمیر کم مفعول بہ نہیں ہے بلکہ مفعول لہٗ ہے دراصل یہ وَاعَدْنَا لَكُمْ ہے۔ اگرچہ لفظاً مفعول بہ کہا گیا ہے مگر معنًا مفعول لہٗ ہے۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے طور پر بلانے کا وعدہ تو ریت کتاب دینے کا وعدہ تھا اور وہ کتاب تمہارے لیے تھی نہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے اس میں شریعت

marfat.com
Marfat.com

حکمت عبادت حکم وطریقہ دینی دنیوی زندگی گزارنے کے قوانین انجام اعمال سب کچھ تمہارے لیے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو زبولی کتاب کی حاجت نہیں ہوتی۔ ان کو تو سب کچھ پہلے ہی معلوم ہوتا ہے ان کی اپنی عبادت بھی امت کے لیے ہوتی ہے ورنہ انبیاء کو نجات وثواب کے لیے عبادت کی ضرورت نہیں ہوتی وہ دینِ الٰہی کے دنیوی جہاز ہیں، پار لگانے کے لیے بیٹھتے ہیں نہ کہ پار لگنے کے لیے اس وجہ سے وہ چار کی نیت باندھ کر تین یا دو پر سلام پھیر دیں تو کچھ نہیں کہا جاتا اور اگر بیچ دریا میں کشتی کا تختہ توڑ دیں تو کچھ نہیں ہوتا اُن کے تو پیچھے غلام بھی دریاؤں پر گھوڑے دوڑا دیتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى۔ اصطلاحِ صوفیا میں قومِ موسیٰ روحانی قوتیں ہیں بکلیم طورِ روحِ بدنی ہے۔ فرعونِ جسمانی نفسِ امارہ ہے قومِ فرعونی نفسانی قوتیں ہیں۔ مصرِ انسانی جسم ناسوتی ہے اور دریاءِ فانی دریاءِ قلزمِ ناسوتی ہے۔ مکاشفاتِ الٰہیہ کا نور عصاءِ کلیم ہے جس کی قوتیں ہر میدانِ سینۂ مومن میں جداگانہ ہیں کہیں فیضِ کلیم کا اثر دریاءِ فیضی ہے۔ کہیں پانی پہاڑ کے راستے نکالے۔ تو کہیں پتھر پہاڑ کے پانی نکالے۔ عبورِ دریاسفینۂ شریعت میں قدم رکھنا ہے۔ جب نورِ مکاشفہ کا عصا قلزمِ دنیا کی لہروں پر پڑتا ہے تو ہدایت کے بارہ راستے بن جاتے ہیں۔ تین شریعت کے تین طریقت کے تین حقیقت کے تین معرفت کے شریعت کے تین راستے۔ توبہ کفر توبہ شرک۔ توبہ گناہ ہیں طریقت کے تین راستے ایمان باللہ۔ ایمان باللہ۔ ایمان فی اللہ۔ حقیقت کے تین راستے اعمالِ ظاہری اعمالِ باطنی اعمالِ خفی معرفت کے تین راستے اہتداءِ قلبی۔ اہتداءِ عقلی۔ اہتداءِ وجودی۔ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ۔ نفس نے اعضاءِ ظاہری کو فداءِ شیطانی بنا کر بدعملی کے راستوں پر چلایا۔ وَمَا هَدٰى بداعتقاد کیوں راہِ نجات بتایا۔ سفرِ حیاتِ دینوی میں کشتیِ شریعت کو چھوڑ کر مکاشفاتِ غیبیہ کے دریا میں ہوا و ہوس کے گھوڑوں پر سوار ہو کر لاہوت کے پار ہونا چاہا لہٰذا قعرِ مذلت کی لہروں میں غرقِ جحود و غرقِ عصیان ہو گیا۔ دنیا میں دور بہر ہیں (۱) اہلِ ھُدیٰ (۲) اہلِ ھَوٰی اہلِ ھُدیٰ کی اقتداء اَنْجَيْنٰهُ وَمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ۔ کا انعامِ عظیم ہے اور اہلِ ھَوٰی کی اقتداء فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ کا عذابِ الیم ہے۔ اہلِ ھُدیٰ کے لیے اَنْجَيْتُكُمْ کے وعدے ہیں اور اہلِ ھَوٰی کے لیے وَمَا هَدٰى کی وعیدیں ہیں۔ اہلِ ھُدیٰ کے ساتھ میں سب کی نجات ہے اہلِ ھَوٰی کے ساتھ لگنے میں سب کی ہلاکت ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنَا بِعِبَادِكَ اَهْلِ هُدٰى۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

زنہار از قرینِ بدز نہار۔ وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ اہلِ ھُدیٰ یعنی ہدایت والے مومن حفاظتِ الٰہیہ کے قلعے میں رہتے ہیں لیکن اہلِ ھَوٰی یعنی شیطان والے بحرِ ملاحی میں غرق ہو جاتے ہیں مسافرِ معرفت کے لیے سیلِ اسرار میں تین چیزیں ضروری ہیں ۱ مرشدِ قلب کہ اسی کو اُسْتُرِ بقا دی کا حکم ملتا ہے ۲ مجاہدۂ عقل ۳ عبادتِ اعضاء مرشد سے دوری میں کوئی چیز نفع نہیں دیتی۔ شریعت کا سفر دن میں اور طریقت کا سفر رات میں شروع ہوتا ہے۔ دنیا اندھیری رات ہے اس کی شب دیجور میں ہر سالک کو چار قدم چلنے پڑتے ہیں پہلا قدم اعتراف کا ہے یہ توبہ و معرفت ہے دوسرا قدم اعتقاد کا یہ ایمانِ اسرار ہے تیسرا قدم۔ اقرار کا یہ اعمالِ حقیقت ہیں۔ چوتھا قدم اجتہاد کا یہ اصطناعِ طریقت ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُسْتُرِ بقا دی کی سیاحت بھی کر دکیونکہ پانی جب کسی ایک جگہ ٹھہر جاتا ہے تو اُس کا مزہ اور بُو بدل جاتی ہے سمندر میں جانے سے پہلے خود سمندر بن جاؤ تاکہ کوئی تبدیلی نہ ہو سکے۔ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ عَدُوِّکُمْ وَوٰعَدْنٰکُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی۔ اے قوتِ روحانیہ والو تمہارا رب صوتِ مرسدی کے اِلہاماتِ غیبیہ سے تم کو ندا فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو تمہارے نفوسِ ذلیلہ خبیثہ کے ہلاک سے بچایا جو تمہارا ازلی دشمن مخفی ہے پھر تم کو راہِ حقیقت میں چلایا یہ سب ہماری ہی عطا کردہ توفیقیں ہیں۔ کیونکہ۔ نیری طلب بھی ہماے کرم کا صدقہ ہے ؎ قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں۔ پھر ہم نے ہی طورِ قلب کے ایمنِ قدس میں محلِ وحی کے تواترِ منور سے کلامِ اسرار کتابِ انوار عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا پھر فلوتِ تیہ میں قید کر کے تم پر ہم نے کیفیاتِ مذہب کا مَن اور یقینیاتِ علم کا سلویٰ نازل کیا یہی معارفِ الٰہیہ کا مَن اور اخلاقِ الٰہیہ کا سلویٰ ہر پیشوا کے وسیلے سے سالکینِ اسرار مراقبہ کر دحانی غذا میں دی جاتی ہیں اور ساتھ ہی انداز مشفقانہ سے حکم ہوتا ہے کہ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ایمان و عرفان کی غذائیں کھاؤ اپنے رب تعالیٰ کی اُن صفات سے متصف ہو کر اور اخلاق کریمانہ سے معمور و مخلوق ہو کر جن کی طیبات سے مشرف کیا ہم نے تم کو۔ اگر تبتل و تفکر میں بندوں پر عنایاتِ ربانیہ کا مَن اور کراماتِ الٰہیہ کا سلویٰ نازل نہ ہو تو بندوں کا قلب و روح عقل و شعور نفسانی بھوک اور شہوانی پیاس سے مرجائے فلوتِ تیہ اسرار کی وادی میں تائیدِ ربانی کے بارہ چشمے جو صدری سے جاری فرما کر سرورِ حیاۃ کا پانی پہنچایا تاکہ بندے صفاتِ اللہ سے متصف ہو جائیں اور فرعونی جبوانی خصلتوں سے بچ جائیں عصاءِ قلب کی ضربِ الا اللہ سے بارہ چشمے جاری ہوتے ہیں ۱ عینِ توحید ۲ چشمۂ رسالت ۳ بحرِ نبوت ۴ نہرِ شریعت ۵ ہر طریقت

marfat.com
Marfat.com

۱ بہارِ عبادت ۲ کمالِ اعمال ۳ ترقیِ اخلاق ۴ حسنِ صورت ۵ فنِ سیرت ۶ یقینِ اعتقاد ۷ اکمینِ قدریات۔ ان معارفِ طیبات کی غذائیں جب تمہارے قبلی قبول کر لیں گے تب تم کو حیاتِ قلبی نصیب ہوگی۔ سب نفسیات، شہوات کی غرقابی سے مٹ جائیں گے مگر تم نہ مٹو گے عالمِ دہر میں تمہاری ہی آوازیں گونجیں گیں کہ ثبت اسمہ بر جریدۂ عالم دوام ما۔ فَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوٰى۔ اے بندو نیز طریقت میں تم کو بارہ ۱۲ منصب و درجات حاصل ہوں گے ۱ جبہ و دستار کے لباس ۲ مسندِ پیری کی کرسی ۳ مریدی سجادگی ۴ شریعت کے منبر ۵ امامت کے مصلے ۶ خطابت کے تمغے ۷ پیرزادگی کے بادے ۸ عقیدوں کے تحفے ۹ ارادت کے نذرانے ۱۰ عزت کے پھول ۱۱ نفیلت کے نکھار ۱۲ قدرت کی بہار۔ ان میں مست ہو کر سرکشی نہ کرنا کہ عبدِ فانی کا ہو کر معبودِ مغروری بن بیٹھو اور مربوب ہو کر رب بن بیٹھو۔ اور من مانی کی طریقت یا خود ساختہ شریعت بنا ڈالو ورنہ تمہارے اعمالِ صالحہ کے ذخیرۂ معاملات پر صفحۂ منثور کا کہ غضبی آجائے گا اور جس پر بھی یہ غضب نازل ہوا وہ ذلت کی دھول خاک بن کر فنا کی ہواؤں میں گم ہوا اور جس وفا شاک بن کر نیستی کے دریا میں بہہ گیا۔ اے شہزادو پیرزادو اگر تم نفس کی ظاہریت اور اس کے مجاہاتِ ندرت خواہشاتِ نفرت اور مرتباتِ رویت۔ چھوٹی حالت بھجنے کیفیت۔ کمالِ کدورت طبیعت خساست سے متاثر و ملوث ہو گئے۔ يَحْلِلْ عَلَيْكُمْ غَضَبِي۔ تو پھر آفۃِ ذلت کا غضبِ محرومیت وارد ہوگا۔ اور جس پر یہ وارد ہوا فقد هوٰی۔ تو وہ مقامِ قربِ بہشتی سے بعدِ نفسی کے جہنم میں گرا۔ اور صفاتِ جمال کے انوار سے ظلماتِ فنا کے حجابات میں روپوش ہو گیا اور جلال کے پردوں میں اندھا ہوا۔ اَللّٰهُمَّ وَقِنَا مِنْ هٰذَا الْعَذَابِ۔ ؎

میں اندھا اور پھسلن رستہ کو بکر ہے سنبھالا دھکے دینے والے سارے تو ہی بچانے والا

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی۔ اور اے میرے بندو۔ البتہ بے شک میں چھپانے مٹانے والا ہوں نفسِ سرکش کی ظاہریتِ زینتوں کو انوار کی دولتوں سے غنا دیکر اس مخلص و تائب بندے کو جس نے میری بارگاہِ قدس میں ظہورِ نفسی اور غلیۂ تکبری سے توبہ کی اور نفس کی بگڑی انکساری سے استغفار کی اس طرح کہ نفسانی خواہشات کو توڑ کر شہواتِ نزدیہ کو مروڑ کر۔ محتاجی اضطرار سے منہ موڑ کر بخشش چاہی وَاٰمَنَ۔ اور وہ صفاتِ قلبیہ کے انوارِ تجلیات پر ایمان لایا۔ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ اور پھر ایمان کے بعد تو کلِ رضا کلیہ حضوری

marfat.com
Marfat.com

صفائی ضمیری حاصل کرنے کے اعمالِ صالحہ کیئے۔ ثم اھتدیٰ پھر وہ بندہ قربِ ذات کی رغبت حالِ فنا کی رحمت۔ جلالِ قدرت کی خشیت میں مستقیم رہا۔ مَنْ تَابَ طغیانِ ابدان سے ہٹ کر عبادتِ رحمٰن کی طرف رجوع کرنا تو یہ عارف ہے وَاٰمَنَ۔ عبدیت للرّبوبیت اور اعتقاد علی الوھیت ایمان کامل ہے۔ وعَمِلَ صَالِحًا۔ وھم شیطانیہ تلبیس ابلیسیہ خیالاتِ نفسانیہ کے میل کچیل دھو ڈالنا عملِ صالح ہے ثم اھتدیٰ۔ عبادتِ قائمی اور صلوٰۃِ دائمی میں رہنا۔ اور اس بات کا عقیدہ تامہ بنانا ہے کہ ربوبیت قائم رہتی ہے عبادت دائم ہوتی ہے یہ اھتدیٰ ہے۔ اس لیے کہ توبۃ النصوح یعنی ہر طرح سچی پکی۔ توبہ مثلِ صابن ہے ایمانِ کاملہ مثلِ دھوبی ہے اور اعمالِ صالحہ مثلِ دھلائی ہے اور اھتدیٰ تکمیل و تدوین ہے۔ تائب تین قسم کے ہیں۔ ۱ عوام کی توبہ سیئات سے ۲ خواص کی توبہ غفلات سے ۳ اکابر کی توبہ اپنی عبادت و اطاعت کی طرف توجہ کرنے سے توبہ شریعت ہے ایمان طریقت ہے اعمال حقیقت ہے اور اھتدا کی استقامت معرفت ہے شریعت بری عادتوں سے بچا کر بندے کو ظاہری باطنی پاک کرتی ہے۔ پھر طریقت سے منزلِ قرب کی قابلیت و لیاقت حاصل ہوتی ہے حقیقت کی وادی میں اشیاءِ عالم کی اصلیت کا انکشاف ہوتا ہے۔ اھتدا والے کو وصول اِلی اللہ بلا کیف اور مدارج قرب ملتے ہیں معرفت والے کو بقاءِ اُخروی کا مقامِ علوی نصیب ہوتا ہے۔ یہیں سے تصوف کی بہاریں نظر آتی ہیں اور بیعتِ مرشد کی سدا بہار رونق و لذت حاصل ہوتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ انْتُقْنَا وَاَوْلَادَنَا منہا۔

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾

اور کس چیز نے جلد بازی میں ڈال دیا تم کو اپنی قوم سے علیحدگی میں اے موسیٰ

اور تو نے اپنی قوم سے کیوں جلدی کی اے موسیٰ۔

قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ

عرض کیا وہ یہ ہی تو ہیں میرے نشانات سے کچھ پیچھے اور میں نے جلدی کی

عرض کی کہ وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور میں تیرے پاس تیری طرف میں

marfat.com
Marfat.com

اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾

طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو جائے۔

جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو

تعلقات اِن آیاتِ پاک کا سابقہ آیاتِ مبارکہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں بنی اسرائیل پر انعامات اور دشمن سے نجات کا ذکر ہوا تاکہ وہ شکر گزاری کریں۔ اب ان آیات میں بنی اسرائیل کی سرکشی اور ناشکری کرنے کی ابتدا کا بیان ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ سے جدا ہوتے ہی کس طرح غلط ہو گئے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں فرعون کی گمراہ قوم کا ذکر تھا کہ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا۔ اب اِن آیات میں حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل کے گمراہ ہو جانے کا تذکرہ ہے۔

تفسیر نحوی وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى۔ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى۔ واؤ سرجملہ۔ مَآ اَعْجَلَكَ فعل تعجب ہے۔ فعلِ تعجب میں علماءِ نحو کے تین قول ہیں ۱ اس میں سوالیہ تعجب ہوتا ہے اور پورے فقرے کا ترجمہ ہے کس چیز نے جلدی میں ڈالا تم کو ۲ اس میں صفتیت ہے اور مَا موصوفہ ہے بمعنی شئ اس پر تنوین تعظیم کی ہے ترجمہ ہے بڑی چیز نے جلدی میں ڈالا تم کو ۳ اس میں موصولیت ہے اور لفظ مَا موصولہ ہے ترجمہ ہے جس چیز نے جلدی میں ڈالا تم کو وہ عظیم ہے۔ مگر پہلے قول کو ترجیح ہے اس لیے کہ تعجب کے اظہار میں سوالی ہی ہوتا ہے لیکن یہاں تعجب معنوی ہے اور تحذیر و تنبیہ ظاہری ہے۔ یعنی ایسی جلدی کیوں کی نحوی ترکیب اس طرح ہے گا۔ مبتدا اَعْجَلَ فعل هُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل كَ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل مفعول بہ ہے اس کا مرجع موسیٰ ہے عَنْ حرفِ جار اعتراض یعنی دور کرنے والا ہٹانے والا۔ قوم سے مراد بنی اسرائیل كَ ضمیر مجرور متصل کا مرجع موسیٰ ہے ان دونوں ضمیر حاضر ہیں اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا کیونکہ یہاں لفظاً اگرچہ مؤخر ہے مگر معناً و حقیقتاً مقدم ہے اس لیے کہ ندا و منادیٰ ہے اور یہ فعل تعجب کا جملہ جوابِ ندا ہے اَعْجَلَ اپنے فاعل اور مفعول بہ اور عَنْ قَوْمِكَ متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر ہے

marfat.com
Marfat.com

مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جوابِ ندا مقدم ہوا۔ یا حرفِ ندا قریبی منادیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ لفظ موسیٰ اس کا منادیٰ حرفِ ندا اپنے منادیٰ اور مقدم جواب سے مل کر جملہ ندائیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل ماضی ھُوَ۔ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ ھُمْ ضمیر بارز یعنی ظاہر لفظی۔ مرفوع منفصل جمع مذکر غائب۔ مبتدا ہے۔ اُولَآءِ۔ اسم اشارہ جمع مذکر قریبی مشارالیہ کے لیے۔ عَلٰی حرفِ جر اپنے ہی فوقیت کے معنیٰ اَثَرِ اسم مفرد جامد۔ خیال رہے کہ علمِ نحو میں مفرد تین قسم کے ہیں ۱ مفرد وہ جو تثنیہ جمع نہ ہو ہماری مراد ہر جگہ مفرد سے یہی ہوتی ہے ۲ مفرد وہ جو مرکب اضافی توصیفی مزجی بنا کئی نہ ہو ۳ مفرد وہ جو مجموعۂ الفاظ نہ ہو۔ لفظ اَثَر کا لغوی اور حقیقی ترجمہ ہے کسی بھی چیز کا نشان و علامت۔ مجازی ترجمہ ہے نقشِ قدم یہاں یہی مراد ہے یعنی میرے پیچھے قریب ہی اصطلاح میں تحریری و منقولی روایت کو اثر کہا جاتا ہے اور زبانی سنی ہوئی روایت کو حدیث یا خبر کہا جاتا ہے مضاف ہے یِ ضمیر متکلم واحد مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے کَوْنُوْا کے پوشیدہ اسم مفعول کے یہ جملہ اسمیہ ہو کر مشارالیہ اسم اشارہ و مشارالیہ مل کر خبر ہے ھُمْ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ عَجِلْتُ۔ باب سَمِعَ کا فعل ماضی مطلق واحد متکلم مثبت معروف عَجَلٌ سے مشتق ہے۔ یعنی جلدی کرنا ہمیشہ متعدی ہوتا ہے۔ جلدی کرنا اچھا فعل اور قول ہے مگر جلد بازی کرنا یا جلدی مچانا بُرا ہے یہاں مَا اَعْجَلَكَ میں جلدی جلدی کرنا مراد ہے اور عَجِلْتُ میں جلدی کرنا مراد ہے اِلٰی جارۃ انتہاءِ مقصد و غایت کے لیے كَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع اللہ تعالیٰ یہ جار مجرور متعلق ہے عَجِلْتُ کا رَبِّ دراصل ہے یَا رَبِّیْ۔ ترجمہ ہے اے میرے رب یا حرفِ ندا یاءِ متکلم کے قرینے سے حذف ہوا اور یاءِ متکلم تخفیف کے لیے حذف ہوا اور کسرہ (زیر) اُس کے قائم مقام رَبِّ منوی مرکب اضافی منادیٰ ہوا۔ لام تعلیلیہ۔ تَرْضٰی فعل۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ یہ فعل با فاعل جملہ انشائیہ ہو کر علت ہوئی عَجِلْتُ کی۔ عَجِلْتُ فعل اپنے فاعل متعلق اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جوابِ ندا مقدم۔ نِدا اپنے منادا اور جوابِ مقدم سے مل کر معطوف ہوا۔ دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ | وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى۔ قَالَ هُمْ اُولَآءِ

marfat.com
Marfat.com

عَلٰۤی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی۔ اے موسیٰ تم کو کس چیز نے یہاں آنے کی جلدی میں ڈالا۔ اپنی اُس قوم سے جدا ہو کر جس کو ابھی تمہاری نبوت تربیت کی بہت ضرورت ہے کیونکہ یہ قوم چار سو سال سے عیاشوں کافروں۔ شرک کے نئے نئے معبود بنانے والوں مَنْ مرضی کے رب کا انتخاب کرنے والے لوگوں کی صحبتِ بَد میں غلامی نوکری کی ذلت آمیز زندگی گزار کر ابھی ابھی آزاد ہوئی ہے ان کو آزادی کی کیا قدر ابھی تو ان کو صحبتِ نبوت مجلس رسالت کی ہر ہر لمحہ ضرورت ہے۔ ان کو تو گذشتہ دو تین نسلوں سے کسی بھی نبی کی ایک محفل بھی صحیح طرح آزاد فضاؤں میں نصیب نہیں ہوئی۔ ان کا تو ایمان بھی تقلیدی اور محض دیکھا دیکھی کا ہے۔ شمع نبوت کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے درس گاہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تربیت کے بغیر انسان ایک نرا بیوقوف جانور ہے۔ محفل نبی کا نورانی آدمی کو افضل الخلق اور اوجِ ثریا کی بلند چوٹیوں پر پہنچا کر رشکِ ملائکہ بناتا ہے۔ نبوت سے خالی فضائیں جھاڑ جھنکاڑ کی خزائیں ہیں عالم کائنات میں بہاریں تو جلوۂ انبیاء کے وجودِ قدسی سے ہیں۔ آدمیت۔ انسانیت۔ آداب۔ اخلاق۔ ایمان تہذیب تعلیم۔ عرفان۔ عقل۔ شعور۔ اور حسنِ طبیعت یہ سب نعمتیں خزانۂ نبوت کے قیمتی جوہر ہیں جو صرف سچے متبع مطیع اُمتی کو ملتے ہیں۔ انسان رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے مگر انسانیت سکھانے کے لیے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ اسی لئے مبعوث فرمائے گئے۔ انسانیت کو درس ملا تیری ذات سے ؎ بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر (اعظم چشتی مرحوم)

ایک قول یہ بھی ہے کہ مَا اَعْجَلَ میں سوال اِقراری ہے۔ تب معنیٰ یہ ہے کہ اے موسیٰ تمہارا یہ جلدی آنا ممنوع یا گناہ نہیں مگر ہم پوچھنا چاہتے ہیں تاکہ تم خود اپنے منہ سے اِس کی وجہ بیان کرو ہمیں یہ پسند ہے۔ بعض نے کہا یہ سوال اعتزازی ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ جلدی آنا ممنوع نہ تھا۔ (تفسیر مظہری) مگر صحیح قول یہ ہے کہ یہ سوالِ اِنکاری ہے روشن کلام و طرزِ بیان سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ عَنْ قَوْمِہٖ فرمایا گیا۔ سوالِ انکاری کا مقصود و معنیٰ یہ ہے کہ جلدی کرنا ممنوع و گناہ تو نہیں البتہ بہتر نہ تھا۔ اسی کو اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں اختیار فرمایا اسی کے مطابق تفسیر عالمانہ کی گئی ہے۔ اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب تیرے وعدۂ طور کی جانبِ ایمن بلانے کے بعد میں اتنا شاداں فرحاں مسرور مرزوق ہو کر لذتِ کلام و شوقِ ملاقات میں اتنا وارفتہ ہو گیا کہ مجھ کو قوم کی اِس حالت و کیفیت و ضرورت کا احساس و دھیان ہی نہ رہا ویسے بھی اے میرے رب رحیم ؎

marfat.com
Marfat.com

لوگ مجھ سے دور تو نہیں ہیں۔ اسی پہاڑ کے نیچے وادی میں ہیں۔ میرے چند قدم کے فاصلے پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں اُن کو کہہ کر آیا ہوں کہ میں ایک ماہ بعد آؤں گا اور ٹھہرون کو اپنا خلیفہ ان کا امام قائد بنا کر آیا ہوں وہ سب میرے منتظر ہیں۔ ان سے جدا ہو کر تیرے حکم کے مطابق میں نے تیس روزے رکھے رات کو جاگ کر دن کو روزہ رکھ کر مسلسل متواتر تیس دن کا اعتکاف بھی کر کے اب تیرے حضور سلام حاضری و کلام بندگی پیش کرنے آگیا ہوں۔ اور اے میرے رحیم کریم خالق مالک رب صرف اس لیے جلدی آگیا کہ تو میری اس عبادت کی جلدی سے خوب خوب راضی ہو جائے۔ اے خالق کریم مجھے تیرے احکام تو یاد تھے کہ روزہ رکھنا اعتکاف کرنا رات کو جاگنا ذکر الٰہی کرنا مگر مجھ کو وقت کا تعین معلوم نہ تھا یہ نہ تھا کہ طور پر جانا کب ہے میں نے خود ہی اپنے دل کے شوق عقل کی سوچ اور ذہنی تصور سے اجتہاد کر لیا۔ کہ میں تیری بارگاہ بے نیاز میں جلدی پہنچوں تاکہ تو اور زیادہ مجھ سے راضی ہو جائے کہ میرا بندہ میری طرف ذوق شوق اور عشق سے سرشار ہو کر جلدی آگیا طور پر اس جانے میں مفسرین کے دو قولوں میں پہلا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے کتاب اللہ عطا فرمانے کی دعا عرض کی تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ستر اسرائیلی لے کر طور پر آجاؤ کتاب دیدی جائیگی حضرت موسیٰ نے نقباء بنی اسرائیل سے ستر آدمی منتخب فرمائے اور چل پڑے جب قریب طور پہنچے تو ان کے پیچھے چھوڑ کر خود جلدی کرتے ہوئے طور پر پہنچ گئے۔ تب رب نے فرمایا۔ مَا اَعْجَلَكَ۔ مگر یہ قطعاً غلط ہے فرمودات قرآنیہ کی مختلف سورتوں میں تقریباً نو سورتوں میں بیان کیا گیا مختلف پہلوؤں کو ظاہر کیا گیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس حاضری میں موسیٰ اکیلے ہی بلائے گئے تھے مفسرین کا قول تمام اُن آیات اور حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ لکھنے والوں نے بے سوچے سمجھے یہ قول بنا لیا۔ تین وجوہ سے۔ پہلی یہ کہ ستر اسرائیلی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نہیں بلایا تھا نہ کتاب دینے کے لیے اُن کی ضرورت تھی دوم یہ کہ جلدی چلنا یا تیز قدم بڑھا کر آگے نکل جانا قابل اعتراض بات نہیں بلکہ یہ جلدی مَا اَعْجَلَكَ۔ میں شمار ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بھی چل رہے تھے چند لمحے تاخیر سے پہنچ ہی جاتے سوم یہ کہ ستر بنی اسرائیل کو طور پر لے جانے کا واقعہ بعد کا ہے۔ ان کو توبہ کرانے کے لیے بچھڑے کو پوجنے والوں کی طرف سے خود موسیٰ علیہ السلام اپنی مرضی سے لے کر گئے تھے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں علیحدہ مذکور ہوا چنانچہ سورۃ اعراف آیت ۱۵۵ میں ہے وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا

marfat.com
Marfat.com

صحیح واقعہ اس طرح ہے کہ جب دریا پار ہو کر غرقِ فرعون کا نظارہ کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی ہمراہی میں تمام بنی اسرائیل ملکِ فلسطین کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ایک مندر کے خوبصورت بُت اور اُس کے پجاریوں کو دیکھ کر کچھ شر پسندوں نے اپنی پرانی غلامانہ زندگی کے تاثر کے تحت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم کو بھی کوئی اسی قسم کا معبود بتا دو موسیٰ علیہ السلام نے سخت جھڑکا۔ تب بنی اسرائیل کے نیک پاک بزرگوں نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم کو رب تعالیٰ سے کوئی کتاب لے دیجئے جس میں عبادت اور دنیوی زندگی کا ایمانی طریقہ لکھا ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے عرض کی تب سب نے وعدہ فرمایا کہ تم کو کتاب عطا فرما دی جائے گی مگر اس کی شرط حصول یہ ہے کہ تم تیس روزے رکھو گے اور اتنے ہی دن اعتکاف کی خلوت میں چلہ کشی کرو گے چلے کا طریقہ یہ ہو گا کہ مسلسل متواتر تیس دن رات کو جاگنا ذکرِ الٰہی کرنا اور تمام دن روزہ رکھنا پھر میرے پاس طور پر آنا توریت کتاب دیدی جائے گی۔ اسی بات کا ذکر وَاعَدْنَا مُوْسٰی جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ میں گزرا۔ اس وعدے میں طریقہ تو بتا دیا گیا مگر وقت کا تعین نہ فرمایا گیا۔ حضرت موسیٰ نے لذتِ کلام و زیارتِ بارگاہ مقدس کے شوق اور تڑپ میں انتظار مزید دشوار محسوس کیا اس لیے آپ نے خود ہی اپنی اجتہادی سوچ سے قوم سے علیحدہ کسی غار کی خلوت میں روزے اور اعتکاف شروع فرما دیا۔ اس وقت تمام لوگ طور کی قریبی وادیوں میں ہی تھے ان ایام میں آپ نے ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر فرما دیا۔ جب تیس روزے اور اعتکاف مکمل ہو گیا تو آپ اس خلوت گاہ سے نکل کر طور پر حاضر ہو گئے اور روانگی سے پہلے ادب و احترام کی خاطر خوب اچھا غسل کیا خوشبو لگائی مسواک کی لباس فاخرہ پہنا اور خوب مزین ہو کر چلے گئے۔ رب تعالیٰ نے اس جلدی پر سوال فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب عرض کیا جس کا یہاں ذکر ہے۔ پھر رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تمہارے منہ سے روزوں کی وہ خوشبو نہیں آرہی جو مجھ کو مشک و عنبر سے زیادہ پیاری ہے عرض کیا میرے مولیٰ میں نے اس کو آدابِ بارگاہ کے خلاف سمجھا اس لیے مسواک کر لی حکم ہوا اچھا دس روزے اور رکھو اور وہ خوشبو بے کر آؤ۔ تب حضرت موسیٰ نے پھر دس کہیں دس روزے اور اعتکاف کیا پھر حاضر ہوئے رب تعالیٰ نے حاضری قبول فرمائی اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے التجا عرض کی رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ۔ اے رب کریم مجھ کو اپنا دیدار بھی کرا دے تیرا کلام تو سنتا ہوں میں اپنی آنکھوں سے تیرا جمالِ جہاں آرا بھی

marfat.com
Marfat.com

دیکھو لوں جواب آیا۔ لَنْ تَرٰىنِيْ۔ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ اِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ (الخ) اے موسیٰ تم میں اتنی ہمت نہیں کہ مجھ کو دیکھ سکو ہاں البتہ پہاڑ کی طرف دیکھو میں اس پر اپنی ایک صفت کی تجلی ڈالتا ہوں اگر یہ پہاڑ ٹھہرا رہا تو پھر تم میری ذات کی تجلی بھی دیکھ لو گے (سورۃ اعراف آیت ۱۴۳) تجلی پڑی طور پھٹا موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو اس جسارت کی معافی مانگی قبول ہوئی کتاب عطا ہوئی اس کے بعد رب نے جو کلام فرمایا وہ اگلی آیت قَدْ فَتَنَّا (الخ) میں مذکور ہوا۔ اس کے بعد کے واقعے میں مترجمین اسرائیل طور پر لے جائے گئے۔ لہٰذا یہاں بنی اسرائیل کو لے جانے کا واقعہ مفسرین کی غلطی ہے اگر توریت لینے کے لیے بھی ستر اسرائیلی لے جائے گئے ہوتے تو وہ اس تک پہنچے کیوں نہیں موسیٰ علیہ السلام اکیلے گئے اور اکیلے ہی تختیاں اٹھا کر کیوں واپس آگئے اس لیے علی اثری کا یہ معنی کرنا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے نقش قدم پر آرہے ہیں غلط ہے۔ اس وقت ہارون علیہ السلام کی تحویل میں چھ لاکھ اسرائیلی تھے جن میں سے صرف بارہ ہزار افراد بچھڑے کی پرستش سے بچے تھے۔ باقی سب مشرک و مرتد ہو گئے تھے۔

فائدے ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ مبارک چیزوں مقدس مقامات اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس حاضری دینا اللہ کے پاس جانا ہے اور یہ حاضری اور اس کے لیے سفر کر کے جانا بہت عظیم سنت ہے فائدے مند عقیدت ہے۔ یہ فائدہ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى۔ سے حاصل ہوا۔ کیونکہ اِلَيْكَ میں لفظِ اِلٰی انتہا کے لیے ہے اور انتہا ابتدا یہ جسم کی کیفیت ہیں اللہ تعالیٰ جسم سے پاک اُس کے پاس مکاناً جانا محال بالذات جب کہ حضرت موسیٰ طور پہاڑ پر داہنی جانب سے گئے تھے اسی کو اِلَيْكَ فرما رہے ہیں۔ گویا طور کے قریب جانا اللہ کی طرف جانا ہوا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مدینہ منورہ جانا آقائے کائنات حضورِ اقدس کی خدمتِ قدس میں حاضری دینا اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِزِيَارَةِ الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ۔ دوسرا فائدہ۔ جلدی کی تین قسمیں ہیں ۱ جلدی کرنا ۲ جلدی دکھانا ۳ جلدی مچانا۔ آنے جانے یا کسی کو شروع کرنا تاخیر نہ کرنا وقت پر یا وقت سے بھی کچھ پہلے جب کہ وقت مقرر نہ کیا گیا ہو یہ جلدی کرنا ہے۔ تیز تیز باتیں یا تیز تیز کام کرنا یہ جلدی دکھانا اور کسی کو جلد بازی پر اکسانا یا کسی جلدی کا کہنا یہ جلدی مچانا ہے۔ دنیوی چیزوں میں یہ

marfat.com
Marfat.com

تینوں قسم جلد بازی منع ہیں شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ تعجیل کار شیطان بود۔ جلد بازی کرنا شیطان کا کام ہے۔ مگر دینی امور میں جلدی کرنا جائز ہے لیکن جلدی دکھانا جلدی مچانا جائز نہیں ہے یہ فائدہ وَمَا اَعْجَلَكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ اَعْجَلَ کا معنیٰ ہے جلدی کی۔ اور یہ کام وعمل سنتِ موسیٰ علیہ السلام ہوا۔ یہ عجلت ممنوع یا حرام نہ تھی۔ اسی لیے مَا اَعْجَلَ کا سوال احترازی نہیں تھا۔ تیسرا فائدہ۔ بندوں کو چاہیئے کہ پہلے علومِ شریعت حاصل کریں پھر اعمال شریعت پر پابندی کریں تاکہ بارگاہِ الٰہی میں محبوبیت ومقبولیت ہو۔ جب یہ کام شروع ہو جائیں تب راہِ طریقت اور پیری مریدی میں عجلت کرنی چاہیئے۔ جب بندہ رب تعالیٰ کا پیارا بن جاتا ہے اور اعمالِ شریعت فرائض ونوافل کی کثرت سے محبوبیت پالیتا ہے تو بندے کی ہر بات رب تعالیٰ کو پیاری لگتی ہے اور ہر ادا پسندیدہ ہو جاتی ہے۔ یہ فائدہ وَمَا اَعْجَلَكَ۔ کو سوالِ اقراری بنانے سے حاصل ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ تم اپنے منہ سے خود بتاؤ کہ تم کو کس چیز نے جلدی میں ڈالا۔ ہمیں تمہارے منہ سے سننا پسند ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ مولیٰ تیرے عشق نے شوقِ کلام اور تیری رضاءِ کثیر کے حصول نے جلدی آنے کی جلدی کرائی۔ یہی اشارہ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى میں ہے۔ ورنہ رب تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے اُس کو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب کلیم کی یہ محبوبیت ہے تو۔ پھر حبیب کی محبوبیت کی کیا شان ہوگی کسی نے کیا خوب فرمایا۔

قُل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے تیرے سنی ؎ کتنا پسند ہے تیرا اللہ کو کلام

احکام القرآن

ان آیاتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ جس طرح شرعی فقہی مسائل کے استنباط واجتہاد کرنے میں اجتہادی غلطی قابلِ معافی ہوتی ہے کہ مجتہد غلطی کر کے بھی برحق مانا جاتا ہے اسی طرح راہِ طریقت میں محبتِ ربانی حاصل کرنے کے لیے اجتہاد کرنا جائز اور اجتہادی غلطی کر جانا قابلِ معافی اور ذریعہ محبت بن جانا ہے یہ مسئلہ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى۔ کو سوالِ انکاری بتانے سے مستنبط ہوا۔ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے یہ جلدی لِتَرْضٰى کی غرض سے کی جو پسندیدہ ہوئی۔ دوسرا مسئلہ۔ قومی ملکی رواجی یا لغوی اصطلاحات کو دینی شرعی چیزوں میں شامل کرنا اور داخل سمجھنا شرعاً جائز ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رواجی اصطلاح کو شرعی دینی

marfat.com
Marfat.com

امور میں داخل فرماتے ہوئے عرض کیا یارب میرا اپنی قوم سے حسبِ گمان پر وقت سے پہلے جلدی آجانا یہ کوئی دوری یا جدائی نہیں۔ وہ تو میرے قریب ہی ہیں اتنے قُرب کو روانا و اصطفا و دوری یا جدائی نہیں کہا جاتا۔ یہ مسئلہ۔ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ اَثَرِیْ کا معنیٰ ہے میرے چند قدم کے فاصلے پر وہ قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ تیسرا مسئلہ۔ شرعی فقہی معاملات میں فقہاءِ عظام کا اجتہاد کرنا نئے مسائل قرآن و حدیث سے مستنبط کرنا بالکل جائز ہے۔ اور غیر مقلد وہابیوں کا فقہاءِ کرام کے اجتہاد پر اعتراض کرنا غلط اور لغو ہے یہ مسئلہ متعدد احادیثِ مبارکہ کے علاوہ اِس آیت پاک۔ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ (الخ) سے مستنبط ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے طور پر جلدی جانے کے لیے اپنے ذہن و عقل سے اجتہاد فرمایا اور اپنے اجتہاد پر عمل فرمایا اور لِتَرْضٰى۔ کو علّتِ اِستنباط بتایا۔ اجتہاد کے ثبوت میں مزید تفصیلی دلائل کے لیے مشہورِ زمانہ کتاب جاء الحق حصّہ دوم میں مطالعہ فرمایا جائے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَمَآ اَعْجَلَكَ اے موسیٰ تم کو کس نے جلدی میں ڈالا یہ ایک سوال ہے جس میں کرنے والا سائل ہوتا ہے اور سوال اپنی معلومات اور علم کے لیے کیا جاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہ تھا اگر تھا تو پوچھا کیوں یہ اعتراض دراصل معتزلیوں کا ہے اور ان کی دیکھا دیکھی بلغت الحیران کے وہابی مصنف کا وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو بندے کے کام سے پہلے کام کا پتہ نہیں لگتا جب بندہ کر لیتا ہے تب پتہ لگتا ہے (از بلغۃ الحیران ص۱۸) جواب ہم نے تفسیر میں بتا دیا ہے کہ یہ استفہام یعنی سوال انکاری ہے۔ اور کیا کا معنیٰ ہے کیوں پوچھنا اور جاننا مقصود نہیں بلکہ فرمایا جا رہا ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا نہ کرنا چاہیئے تھا اگر سوال اقراری ہو تب بھی جاننا اور پوچھنا مقصود نہیں بلکہ سننا مقصود ہے جیسے کہ استاد شاگرد سے یا کوئی محبوب اپنے دوست سے محبوبانہ وجہ اُس کے منہ سے سننا پسند کرتا ہے یہاں تا قیامت لوگوں کو بتایا سمجھایا جا رہا ہے کہ محبوبین کی ہر ادا ہمیں پیاری ہے۔ کیونکہ ادائے محبت ہے دوسرا اعتراض اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَآ اَعْجَلَكَ اے موسیٰ تم نے جلدی کیوں کی کس نے جلد بازی کرائی۔ یہ سوال یا انکاری ہے یا اقراری دونوں صورتوں میں اگر یہ جلد بازی ممنوع تھی تو گناہ ہوئی اور گناہ کا صدور انبیاء علیہم السّلام سے محال ہے اگر ممنوع نہ تھی تو جائز ہوئی تو پھر رب تعالیٰ نے سوال کیوں فرمایا یہ بھی غلطی ہے کہ جائز کام پر انکار اور

marfat.com
Marfat.com

جھڑک فرمائی جائے۔ جواب یہ سوال احترازی نہیں بلکہ انکاری ہو سکتا ہے۔ اور انکاری کا معنی یہ ہے کہ یہ عجلت نہ گناہ تھی نہ حرام و ممنوع صرف ناپسندیدہ وہ بھی اس لیے کہ قوم کو نقصان ہوا جس کو شریعت میں کراہت تنزیہی کہا جاتا ہے کسی کے کسی کام کی وجہ سے کوئی دوسرا ناجائز فائدہ اٹھا کر کوئی گناہ و کفر کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس لیے جلدی کی کہ نہ تو آپ کو جلدی کی ممانعت کی کوئی دلیل ملی نہ کھلے عام وقت کی اجازت کا کوئی اشارہ ملا کہ جب چاہو آجانا۔ اس لیے آپ نے اپنی عقل سے اجتہاد کیا اور چل پڑے طور پر آکر پتہ لگا کہ اجتہاد میں غلطی ہوئی ہے۔ تیسرا اعتراض۔ جلد بازی بری چیز ہے موسیٰ علیہ السلام نے کیوں کی؟ جواب۔ یہ جلد بازی نہیں بلکہ عجلت کرنا ہے۔ جو دنیا میں اگرچہ مذموم ہے مگر دینی کاموں میں ممدوح ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۳) اور جلدی کرو تم مغفرت اور جنت کی طرف اسی طرح رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے پیارے ہمسے يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ اچھے کاموں میں جلدی کرتے ہیں (آل عمران آیت ۱۱۴) اور سورۃ انبیاء آیت ۹۰ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ۔ بے شک وہ انبیاء کرام جلدی کرتے تھے نیکیوں میں۔ ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ نیک کام میں سرعت و عجلت کرنا شرعاً جائز اور اچھا ہے اور جو روایت کی جاتی ہے کہ جلدی کرنا شیطان کا کام ہے وہاں مراد جلدی دکھانا ہے اس کو عربی میں تعجیل کہتے ہیں کہ تیز تیز کام یا باتیں کرنی کہ کام ادھورا رہتا جائے اور سانس پھول جائے غلط سلط بولتا پڑھتا چلا جائے۔ یا مراد ہے جلدی مچانا جس کو عربی میں استعجال کہتے ہیں۔ کہ یہ کام جلد سے جلد ہو جائے۔ فلاں کام ہوتا کیوں نہیں۔ یہ ہے شیطانی فعل جو تھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى۔ اے میرے رب میں نے اس لیے جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے۔ تو کیا اس سے پہلے رب تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے راضی نہ تھا اگر ایسا مانا جائے تو یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ کیونکہ رضا نہ ہونا ناراضگی لازم ہوتی ہے۔ رضا اور ناراضگی دونوں ختم ہو سکتی ہیں نہ دونوں جمع ہو سکتی ہیں یعنی نہ مانعۃ الخلو ہو سکتا ہے نہ مانعۃ الجمع۔ اور پھر اگر رضا نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ کو بتانا چاہیئے تھا کہ اے موسیٰ میں تم سے راضی نہیں ہوں۔ اور اگر رب تعالیٰ راضی تھا تو لِتَرْضٰى کہنا تحصیل حاصل ہے اور وہ محال ہے۔ اس لیے کہ لِتَرْضٰى کہنا رضا کو حاصل کرنا ہے جو پہلے ہی حاصل ہے جواب

marfat.com
Marfat.com

لِتَرْضٰی کہنا تحصیلِ رضا نہیں بلکہ کثرتِ رضا ہے جس کو کہا جاتا ہے خوب خوب راضی ہو جانا یا مراد ہے دوامِ رضا۔ یا مراد ہے اِس کام سے خوش ہو جانا۔ یا شوقِ قرب مقصود تھا اور یہ واقعی پہلے نہ تھے۔ رضا تو حاصل تھی مگر زیادتیِ رضا کی خواہش تھی جس کی انتہا کوئی نہیں ہے ہر آن نئی رضا ہو سکتی ہے جیسے کہ ثُمَّ اهْتَدٰی میں دوام اور کثرتِ اعتناء مراد ہے۔ پانچواں اعتراض عَجِلْتُ اِلَیْكَ سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو وقتِ مقررہ بتا دیا گیا تھا کہ فلاں دن فلاں وقت آنا ہے مگر اُس سے پہلے چلے گئے اس لیے مَا اَعْجَلَكَ والا سوال ارشاد ہوا اگر نہ بتایا ہوتا تو کبھی بھی چلے جانا عُجلت میں شمار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ عُجلت ہمیشہ کسی کے مقابل ہو سکتی ہے یا وقتِ مقررہ کے مقابل یا چھ تسلیم کیا جائے کہ ستر اسرائیلی ساتھ تھے ان کے مقابل آپ پہلے آئے۔ پہلے کے لیے کسی کا بعد میں ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے جلدی جا کر اُس مقررہ وقت کی مخالفت کی جو سراسر اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے اور یہ پابندیِ وقت موسیٰ علیہ السلام پر فرض تھی جیسے کہ کوئی فرض نماز وقت سے پہلے پڑھ لیا جائے۔ موسیٰ علیہ السلام تو جانتے تھے۔ جتنے غلطی کرنے پر بھی اُمید رضاءِ الٰہی کی رکھی کلیم اللہ سے ایسا ارتکاب محال ہے پھر ایسا کیوں ہوا۔ یہ اعتراض دراصل نیچری فرقے کا ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء بھی گناہ کر بیٹھتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) ہم نے اس کو اسلامی زبان میں پیش کیا ہے۔ جواب ظاہراً وقت مقرر نہیں فرمایا گیا تھا مگر اقتضاءً ثابت تھا کم از کم کسی جگہ سکونت کر کے ہی روزے عبادتِ اعتکاف یا اطمینان ہو سکتے ہیں اِس اقتضا کو سمجھنے میں موسیٰ علیہ السلام نے اجتہادی غلطی کی۔ آپ جب طور کے قریب وادی میں پہنچے آپ نے خیال کیا کہ قوم کو ہدایت کی اشد ضرورت ہے اور ہدایت کے لیے کتاب کی اور کتاب کے لیے طور پر جانے کی۔ اُس وادی میں آپ نے اندازہ لگایا کہ اعتکاف کی خلوت بھی میسّر ہے۔ قوم کے ٹھہرنے کا وسیع میدان بھی ہے طور سے فاصلہ بھی تھوڑی دور پر ہے اتنا اطمینان ہی کافی ہے خیال کیا کہ اگر اس وقت کتاب نہ لی گئی تو نہ جانے کہاں نکل جائیں طور کتنی دور ہو جائے پھر کہیں کوئی دینوی اُلجھن رکاوٹ بن جائے۔ اس لیے جلدی فرمائے وقت یہ دھیان نہیں رہا کہ قوم کو کتاب سے زیادہ ابھی ڈنڈے کی ضرورت ہے فرض نماز پر اس کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وقت سے پہلے نہ پڑھ لینا گناہ ہے اور گناہ کر کے ثواب کی اُمید مزید گناہ اور غلطی۔ نماز پہلے پڑھنے والے کو

marfat.com
Marfat.com

ثواب بالکل نہیں ملتا مقصد نماز قطعاً نہیں دیا جاتا۔ مگر یہاں اگرچہ مَا اَعْجَلَكَ سے سوال فرمایا مگر کتاب بھی دیدی گئی کلام کا شرف بھی بخشدیا گیا قوم کے تمام حالات وہیں بتا دئے گئے گویا یہ خطا بھی بہت سی عطاؤں کا ذریعہ بن گئی۔ اگر یہ جانا گناہ اور مخالفت تھی مثل نماز تو قطعاً نہ کتاب دی جاتی نہ شرفِ کلام۔ جانے کا مقصد پورا کر دیا جانا مقبولیت کی نشانی ہے اگر گناہ ہوتا تو قبول نہ ہوتا اسی طرح واپس لوٹا دیا جاتا۔ چھٹا اعتراض۔ اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا تھا۔ مَا اَعْجَلَكَ اس کا درست جواب یہ تھا کہ آپ پہلے عُجلت کی وجہ بتاتے۔ مگر جواب میں آپ نے فرمایا هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ۔ یعنی وہ مجھ سے دور نہیں وہ میرے چند قدم کے فاصلے پر ہیں اس کی کیا وجہ! جواب۔ امام رازیؒ نے جواب فرمایا کہ جب موسیٰ اپنے اجتہاد سے طور پر پہنچے تو وہ بہت خوش تھے کہ میں صحیح آیا ہوں مگر جب عتاباً نہ سوال ہوا تو خشیتِ الٰہی سے گھبرا گئے۔ اور گھبرا کر آگے کا جواب پیچھے اور پیچھے کا آگے کر دیا۔ جواب دوم یہ کہ سوالِ ربّانی میں دو باتیں تھیں وَمَا اَعْجَلَكَ ۔ وَعَنْ قَوْمِكَ۔ اس طرزِ سوال سے موسیٰ علیہ السّلام نے منشاءِ سوال سمجھ لیا کہ جلدی آنے پر اعتراض نہیں بلکہ عَنْ قَوْمِكَ۔ یعنی قوم سے دوری پر اعتراض ہے یہی ناپسندیدگی وکراہت ہے کیونکہ قوم میں سامری وغیرہ جیسے شر پسند لوگ بھی ہیں اور ہُرُون علیہ السّلام نرم دل بھی اس لیے اس سبب والے جواب کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے پہلے یہ جواب عرض کیا کہ یا اللہ میں قوم سے زیادہ دور نہیں میں اس کو دوری نہ سمجھا بعد میں اپنی عُجلت کی وجہ بیان کر دی۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ راز تفسیر کبیر۔ روح المعانی روح البیان تفسیر صاوی فتح القدیر مظہری مدارک۔ خازن۔ بیضاوی۔ تفسیر ابن عباس۔ نیشاپوری جامع البیان۔ جلالین۔ اِن آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۸۶ کے بعد ہوگی۔ اِنشاءَ اللہ تعالیٰ۔

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ

رب تعالیٰ نے فرمایا بے شک ہم نے آزمائش میں ڈال دیا آپ کی قوم کو آپ کے بعد سے

فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا

marfat.com
Marfat.com

وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى

اور ان لوگوں کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ تو لوٹ پڑے موسیٰ

اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا۔ تو موسیٰ اپنی

اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ

اپنی قوم کی طرف غضب ناک ہو کر افسوس کرتے ہوئے فرمایا اے میری قوم

قوم کی طرف پلٹا غصہ میں بھرا افسوس کرتا۔ کہا اے میری قوم

اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ

کیا نہیں وعدہ کیا تھا تم سے تمہارے رب تعالیٰ نے ایک اچھا وعدہ کیا

کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ

پس لمبا دشوار ہو گیا تم پر وعدے کا انتظار یا تم نے دل سے ٹھان لیا کہ

کیا تم پر مدت لمبی گزری یا تم نے چاہا کہ تم

يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

آجائے تم پر غضب تمہارے رب جلال کی طرف سے

پر تمہارے رب کا غضب اترے

فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾

جو تم نے خلاف ورزی کی مجھ سے کئے ہوئے وعدے کی

تو تم نے میرا وعدہ خلاف کیا

marfat.com
Marfat.com

تعلقات اِن آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تنبیہ فرمائی کہ تم نے اپنی قوم کو اکیلا کیوں چھوڑا ابھی وہ اس طرح چھوڑنے کے لائق نہیں ابھی ان میں فرعون کی تین سو سالہ بت پرست صحبت کا اثر ہے۔ اب اِن آیت میں اس تنبیہ کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ حضرت موسیٰ کے نہ موجود ہونے کی وجہ سے قوم کو سامری نے گمراہ کر دیا۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں طور پر جانے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کی طرف لوٹنے کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے فرمودات کے بیان کا ذکر ہوا کہ نیک لوگوں سے آخرت کے اچھے وعدے ہیں اور بدکار لوگوں سے غضب نازل ہونے کا دردناک عذاب ہے اب اِن آیت میں بنی اسرائیل کے گمراہ لوگوں کو شرمندہ اور خوف زدہ کرتے ہوئے ان فرمودات الٰہیہ کو یاد دلانے کا ذکر ہے چوتھا تعلق پچھلی آیت میں ۹۷ میں اَضَلَّ فِرْعَوْنُ فرمایا گیا کہ فرعون نے اپنی قوم قبطی کو گمراہ کیا یہاں اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ فرمایا گیا کہ سامری نے بنی اسرائیل کو گمراہ کیا فرعون نے اپنی پوجا کرائی سامری نے بچھڑے کی۔

تفسیر نحوی قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۔ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۔ قَالَ فعل ماضی جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ف زائدہ سیاقِ کلام کے لیے اِنَّا حرف مشبہ بالفعل دیقی عمل میں فعل کے مشابہ یہ کُل چھ حرف ہوتے ہیں (اِنَّ اَنَّ کَاَنَّ لٰکِنَّ۔ لَیْتَ۔ لَعَلَّ) نا ضمیر متصل جمع متکلم منصوب ہے کیونکہ اسم اِنَّ ہے قَدْ فَتَنَّا باب سَمِعَ کا فعل ماضی قریب ہے۔ جمع متکلم فَتْنٌ سے مشتق ہے بمعنی آزمائش میں ڈال دینا۔ اس کا فاعل اسی کی ضمیر صیغہ ہے۔ آخر میں نون مادہ اور نون ضمیر کا اِدْغام (تشدید) ہے۔ قَوْمَ اسم مفرد لفظاً واحد معناً جمع ہے مضاف ہے کَ ضمیر مجرور متصل مضاف الیہ مرجع حضرت موسیٰ ہیں یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے مِنْۢ ابتداءِ غایت کے لیے بَعْدِ اسم ظرف زمانہ ہے قبل کا ضد جب یہ مضاف ہوتا ہے تو نکرہ پڑھا جائے جب مفرد یعنی مضاف نہ ہو تو کبھی معنی برضہ ہوتا ہے کبھی نکرہ تنوینی یا لفظہ (دو زیر) کَ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرورہ ہو کر متعلق ہے قَدْ فَتَنَّا سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ وَاَضَلَّهُمُ عاطفہ اَضَلَّ۔ باب اِفعال

marfat.com
Marfat.com

کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب ایک قول میں بابِ نَصَرَ کا اسم تفضیل مذکر ہے۔ ضَلٌّ سے بنا ہے یعنی گمراہ ہونا بابِ افعال میں متعدی بیک مفعول ہو کر ترجمہ ہو گمراہ کرنا اس کا مصدر ہے اِضْلَال۔ اس کا حاصل مصدر ہے ضَلَالَۃٌ یعنی گمراہی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قَوْمَ ہے مفعول بہ ہے۔ اَلسَّامِرِیُّ کھڑے زیر سے بھی لکھا جاتا ہے معرّف باللام ہے آخر میں یا نسبت ہے ترجمہ سامری والا لفظ سامر میں تین قول ہیں ۱ بنی اسرائیل یہودیوں کی ایک قوم یا قبیلے کا نام ہے ۲ سمیری ایک علیحدہ قوم ہے جو ایک قبطی قوم سَامِرَۃٌ کی اصل اولاد سے منسوب ہے ۳ سامر عراق کے قریب فلسطینی حدود میں ایک علاقے کا نام تھا موجودہ تلعبید یا تلعبیب اب اسرائیلی حکومت کا دارالخلافہ بھی اسی علاقے میں ہے ان نسبتوں سے اس قبطی کو سامری کہا گیا یہ اس کا ذاتی نام نہیں وطنی یا قومی نام ہے قبیلوں میں یا اسرائیلیوں میں سے صرف یہی ایک منافقانہ مومن بنا تھا۔ یہ فاعل ہے۔ اَضَلَّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف دونوں عاطفہ جملے مل کر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَ۔ بیانیہ یعنی تم۔ یعنی بہت دنوں بعد رجع بابِ سَمِعَ کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب موسیٰ اسم مفرد جامد اسم منقوص بحالت رفع کیونکہ فاعل ہے اِلٰی جارّہ انتہاءِ غایتِ زمانی کے لیے قوم اسم مفرد مذکر یہ لفظ صرف مردوں کے بڑے گروہ کے لیے مستعمل ہے قبیلے کی عورتیں اس میں شامل نہیں ہوتیں لیکن کبھی قوم یعنی نسل اور قبیلہ ہوتی ہے تب عورتیں بھی داخل ہوتی ہیں گویا کہ بلا واسطہ صرف مرد اور بالواسطہ عورتیں بھی مرد ہوتی ہیں جیسے تمام قوانین امر و نہی کے جمع مذکر صیغے۔ اس کی جمع ہے اَقوام اور جمع الجمع اَقَاوِیم یا اَقَاوِم اس کی تصغیر ہے قُوَیْمٌ۔ یہ مصدر بھی مستعمل ہے بابِ نَصَرَ میں گردان ہوتا ہے یہ مضاف ہے ہٗ ضمیر نفسی واحد مذکر غائب یعنی اپنی مرجع موسیٰ ہے یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے غَضْبَانَ اسم صیغہ مبالغہ بروزنِ فَعْلَانَ غَضَبٌ سے بنا ہے آخر الف نون زائدتان ہے ترجمہ ہے شدید غصے حالت میں ہونا۔ اسی سے ہے غُضُوبٌ اور غُضْبَۃٌ۔ فرق یہ ہے کہ غضبان غصے کی کیفیت یعنی شدت کا بیان ہے اور غُضُوبٌ غصے کی تعداد کا بیان یعنی بار بار غصہ آنا اور غضبۃٌ غصے والے کی عادت کا بیان ہے یعنی جلدی غصہ آجانا۔ یہ عطف بیان ہے اَسِفًا ہم مقدر صفت مشبہ بروزنِ فَعِلٌ اَسَفٌ سے مشتق ہے یعنی افسوس کرنا آخر کا الف تنوین کے لیے یہ عطف ہے غضبان پر دونوں مل کر حال ہوا موسیٰ کا ذوالحال حال مل کر فاعل رَجَعَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا یا حرف ندا قوم۔ در اصل قومی تھا

marfat.com
Marfat.com

بمعنی میری قوم کی ضمیر متکلم خفت کے لیے گرادی گئی۔ قَوْمٌ منادیٰ اَ ہمزہ سوالیہ اَنْتُمْ بُجُوْد باب ضَرَبَ کا فعل مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب وَعْدٌ سے مشتق ہے ماضی کے معنی میں ہے مگر تذکرہ آئندہ کا ہے اَصْلاً یَوْعِدُ تھا۔ تعلیل نحوی میں واؤ ثقل کی وجہ سے گر گئی کُمْ ضمیر مفعول لَہٗ رَبُّکُمْ مرکب اضافی اس کا فاعل ہے وَعْدًا اسم حاصل مصدر جامد موصوف ہے حَسَنًا اسم فاعل مصدر جامد یعنی اچھا خوبصورت صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے لَمْ یَعِدْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا اَفَ۔ دراصل ہمزہ ہے سوال کی اہمیت کے لیے ہمزہ استفہام کو پہلے کر دیا گیا۔ لفظ اَفَ قرآن مجید میں ایک سو چودہ ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے ہمزہ سوالیہ اور فَ عاطفہ فَطَالَ عَلَیْکُمُ الْعَھْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ طَالَ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب طَوُلَ سے مشتق ہے یعنی لمبا ہونا متعدی بیک مفعول ہے طَوْلٌ اور لمبائی تین قسم کی ہوتی ہے ۱ وقت اور زمانے کی وہی یہاں مراد ہے اس کو طوالت زمانی کہتے ہیں ۲ طوالت مکانی یعنی چیزوں کی لمبائی کپڑا وغیرہ ۳ طوالت باطنی یعنی اچھی یا بری خواہشات کی درازیاں اسی سبب سے دولت دنیوی کو طول کہا جاتا ہے کیونکہ مال و دولت سے سستی کے ہاتھ اور کنجوس کی خواہشات دراز ہوتی ہیں عَلَیْکُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے طَالَ کا اَلْعَھْدُ الف لام عہد خارجی عَھْدٌ اسم مفرد حاصل مصدر جامد یعنی وعدہ۔ اس کی جمع ہے عُھُوْدٌ۔ عربی میں کسی چیز کے لازم کرنے کے لیے تین لفظ ہیں مگر تینوں میں نوعی فرق ہے ۱ عہد جو خود کیا جائے کہ ہم یہ کریں گے ۲ میثاق جو کسی سے لیا جائے ۳ وعدہ کسی کو اپنی طرف سے کسی چیز کا دلانا۔ خواہ اچھی خواہ بری۔ اَلْعَھْدُ فاعل ہے طَالَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اَمْ۔ حرف عطف تردیدی یا تخییر کے لیے ہے طرز بیانی میں سوالیہ ہوتا ہے ایک قول میں بمعنی بَلْ ہے اَرَدْتُّمْ باب اِفْعَال کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر حاضر اَلْم اس میں پرشید اسی کی ضمیر صیغہ اس کا فاعل اَرَدْتُّ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِرَادٌ اور اِرَادَۃٌ بمعنی چاہنا۔ اچھا یا برا۔ یہاں برا چاہنا مراد ہے اَنْ حرف ناصب یَحِلَّ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع معروف مثبت واحد مذکر غائب حُلُوْلٌ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے دراصل یُحْلِلَ تھا عین کلمے (پہلا لام) کو لام کلمے (دوسرے لام) میں ادغام کیا پہلے لام کا زبر ماقبل ح کو دیا بحالت نصب ہے اَنْ کی وجہ سے عَلَیْکُمْ جار مجرور متعلق ہے غَضَبٌ اسم حاصل جامد اس کا فاعل مِّنْ رَّبِّکُمْ جار مجرور مل کر متعلق دوم ہے سب مل کر جملہ

marfat.com
Marfat.com

فعلیہ انشائیہ استفہامیہ ہو کر مقول یہ ہوا۔ محل کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر سبب ہوا۔ فَ۔ عاطفہ سببیہ برائے ترتیب۔ اَخْلَفْتُمْ۔ بابِ افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر حاضر مصدر ہے اِخْلَافٌ اور خِلَافٌ بمعنی نافرمانی کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے مَوْعِدِیْ۔ اسم مصدر میمی بمعنی حاصل مصدر جامد یعنی وعدہ بتانا۔ یا کرنا۔ یا وعدے کی خبر دینا۔ آخر کی ی ضمیر متکلم مضاف الیہ ہے مرجع موسیٰ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ اَخْلَفْتُمْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مسبّب ہوا اَمْ نَوْنُنَا کا سبب مسبّب مل کر معطوف ہوا۔ طَالَ کا۔ یہ دونوں عطف پھر معطوف ہوئے اَمْ یَعِدُ پر سب مل کر جوابِ ندا یا اپنے منادیٰ اور جواب سے مل کر مقولہ ہوا۔ قَالَ کا سب مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ہم نے اپنے ارادۂ تقدیری ازلی سے آزمائش میں ڈال دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے جدا ہونے کے بعد ایک بڑے سخت امتحانی فتنے میں اور وہ اکثریت سے اس آزمائشی فتنے میں مبتلا ہو کر امتحانِ الٰہی میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ خیال رہے کہ مِنْۢ بَعْدِكَ سے اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام وہاں موجود رہتے تو یہ ازلی تقدیر متعلق کا فیصلہ ٹل سکتا تھا یا اس طرح کہ امتحان آتا ہی نہ اور یا اس طرح کہ اگر کسی طرح کی آزمائش آتی تو قوم مبتلا ولغزش نہ ہوتی بلکہ صحبتِ نبی کی برکت سے بچی رہتی امتحان میں کامیاب ہو جاتی۔ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ یہ آزمائش سامری جادوگر۔ جو خاندانی زرگر تھا اس کی گمراہ گری کے ذریعہ ہوئی۔ کہ اس نے اپنی مکارانہ تدبیر۔ تقریر اور صنعت کاری سے قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ جس سے تمہیں چند روزہ صحبتِ ایمانی عرفانی کا سب اثر اُن کے ذہنوں عقلوں سے۔ تکرر دوروں سے جاتا رہا۔ اس لیے کہ ابھی اُن کے ذہن فرعونیوں کی مشرکانہ صحبتوں سے نئے نئے آزاد ہوئے تھے ابھی ان کو اپنی نبی زادگی کا شعور نہ تھا اپنے آبائی دینِ ابراہیمی کا پورا علم نہ تھا اس لیے قدر بھی نہ تھی۔ مصر کے جس گندے اور شرکیہ غلیظ ماحول میں ان نبی سر بُتوں کی پرورش تربیت بلکہ اکثریت کی ولادت اور اب تک کی پوری زندگی بسر ہوئی تھی وہاں گھر گھر شرک کفر کا گھٹا ٹوپ اندھیر اپھیلا ہوا تھا ہر گھر مندر اور بتخانہ تھا۔ تیرہ قسم کے بت پوجے جاتے تھے رائیفات دیوتا۔ اس کو آسمانوں کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ آفتاب دیوی سس کو زمین

marfat.com
Marfat.com

کی مالکہ ۳ ماتا۔ یا ماتا دیوی۔ بہار لانے والی ۴ اور زیرس دیوتا آخرت کا مالک ۵ پیتہ دیوتا۔ جنت کا مالک ۶ کنیھو دیوتا۔ اجسام بنانے والا۔ ان سب کی شکل بندروں جیسی ہوتی تھیں یہ پتھر لکڑی سونے چاندی کے بنے ہوتے ۷ ایزیز۔ دیوی جسموں میں جان ڈالنے والی اس کی مورتی چاندی سے بنائی جاتی تھی ننگی عورت کی شکل پر۔ اور کاغذ کپڑے پر۔ ہر شخص اپنی جیب میں ہر وقت لیئے پھرتا تھا اس کی قسم بھی کھائی جاتی سینے پر ہاتھ رکھ کر یعنی اس کی مورت خود پر ہاتھ رکھ کر۔ آج بھی مصریوں میں بات یا کوئی وعدہ کرتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکنے کی عادت اس شریعہ رسم سے چلی ہے ۸ کواط دیوتا۔ عمریں دینے والا ۹ ہورس۔ بیماری غم پریشانی درد تکلیف دور کرنے والا۔ دیوتا ۱۰ عاثورت یا حورث۔ رزق دینے والا دیوتا اس کی شکل گائے بیل جیسی بنائی جاتی تھی جسم انسانوں جیسا ۱۱ ایکدا مانی دیوی۔ خزاں اور مصیبتیں بیماریاں لانے والی دیوی اس کی مورتی بھیڑیئے جیسی یا کل سیاہ مٹی کی یا بناکر کالا رنگ پھیر دیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں اس کا نام کالی ماتا ہے ۱۲ امن رع۔ سورج دیوتا یہ سب سے بڑا اور سرخت دیوتا کہلاتا تھا اس کا چہرہ گول سورج کی شعاعوں کی تصوراتی شکل کا صرف چہرے کی مورتی یا کاغذ کپڑے پر فوٹو تصویر۔ ۱۳ ملک کا بادشاہ فرعون۔ یہ سورج دیوتا کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔ فرعون سورج کی پوجا کرتا تھا اور خود کو اس کا مظہر سمجھتا سمجھاتا بتاتا تھا اور اسی بنا پر اپنے لیے سجدے کرانا وَبِجُدُ الْاَعْلٰی اور الٰہ بتاتا تھا۔ اس پلیدی ماحول سے یہ اسرائیلی ابھی نکلے تھے لہٰذا ان کا اتنی جلدی در غلایا جانا کوئی حیران کن نہ تھا اگرچہ یہ سب مومن تھے خود بت پرستی نہ کرتے تھے مگر چاروں طرف کے ماحول بت خانگی ان کے ذہنوں عقلوں پر چھائی ہوئی تھی اور زندگی غلامانہ تھی۔ کافر آقاؤں کے کہنے پر انہیں بہت کفر نوازیاں کرنی پڑتی تھیں مثلاً مندروں کی صفائی بتوں کی جھاڑ پھونک وغیرہ سامری قوم فرعونی کی بنا پر جادوگری سے کافر ہونے کے علاوہ دھریال کی خاندانی گائے پرستی کی محبت میں مبتلا تھا اور عیار بدمعاش بھی تھا بنی اسرائیل کی نا پختہ ذہنی کیفیت کو سمجھتا تھا۔ انسان کے لیے صحبت بد ہی تو زہر قاتل اور ایمان کشی ہے۔ ہم نے تو چند سالہ ہندوؤں کی صحبت میں رہنے والے خاندانی مسلمانوں کو پکتے بھکتے دیکھا ہے یہ پیروں اور ان کی قبروں کو سجدے شادی بیاہ مانگنا ماجہ مایوں مہندی گانا باندھنا لالکھوں کا جہیز اور حق مہر کی ذلت ورسوائی اس طرح جہیز کی دن بدن مطالباتی فہرست بڑھتی جاتی ہے حق مہر جس کی بات نہ کرنا اسلامی حکم ہے [illegible] تک گھٹتا جاتا ہے۔ یہ سب

marfat.com
Marfat.com

عہدہ نامہ ہیں جن کی رسمیں صحبتِ بد سے مسلمانوں میں آگئیں ہیں تعظیمی سجدے یہ فرعونی رسمیں مصر سے براستہ ہندوستان مسلمانوں میں آئیں اللہ تعالیٰ ہی ہم سب کو ان حماقتوں سے بچاتے والا ہے مِنْ بَعْدِیْ سے مراد موسیٰ علیہ السّلام کی توریت لینے کے لیے تیس روزہ اعتکاف صیام کرنے کی خلوت جدائی پھر وہاں سے ہی طور پر چلے جانا مراد ہے یہ خلوت وجدائی خاموشی اختیار کرنے کی وجہ سے نفس امیر بنی اسرائیل نے اِن ایام کی گنتی کو دن رات کو علیحدہ علیحدہ کر کے گنا جب موسیٰ علیہ السّلام کو گئے ہوئے بیس دن ہو گئے تب سامری اور چند ساتھیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ تیس دن کا وعدہ تھا مگر اب چالیس دن ہو گئے موسیٰ اب نہیں آئیں گے شاید وہ فوت ہو گئے یا ناراض ہو گئے۔ کیونکہ تمہارے پاس فرعونی زیور ہیں جو تم پر بوجہ دھوکہ دہی سے لینے حرام ہیں۔ یہ زیور تم مجھ کو دیدو میں اس کو جلا کر ختم کر دوں سب دُر گئے اور اپنی بیویوں سے لے کر سامری کو دیدیا سامری کی گھر یلو عورتوں کے پاس جو زیور تھا وہ بھی اُس نے ایک بنائے ہوئے گڑھے میں ڈال دیا۔ اور اس نے اپنے منصوبے کے تحت اس تمام ہونے کو گلا کر بچھڑے کا بت بنا دیا جو چھ ماہ بچھڑے کے برابر قد کاٹھ کا صحت مند لگتا تھا۔ ان اسرائیلیوں نے بھی سامری کے اُکسانے بتانے پر بیس دن کو چالیس دن گنا۔ اور یہ عادت آج بھی یہود و نصاریٰ کے قانون میں شامل ہے کہ کسی بھی مدت گزارنے میں رات کو علیحدہ دن کو علیحدہ شمار کرتے ہیں مگر تاریخ دن رات کی ایک رکھتے ہیں مثلاً تیس دن رات تاریخاً ایک ماہ ہو گا مگر مُدّتاً دو ماہ گزرنا شمار ہوں گے۔ سامری نسب کا پوری قوم میں صرف یہی ایک واحد فرد تھا۔ یہ قبطی النسل تھا اس طرح کہ اس کا باپ ظفر نامی قبطی تھا جو خفیہ مومن بن گیا تھا دین ابراہیمی پر اور ایک اسرائیلی عورت سے شادی کر لی تھی جس سے سامری پیدا ہوا۔ یہ اکلوتی اولاد تھی وَھدیال سے قبطی ننھیال سے اسرائیلی ابن جریر بہ محدثت تے عَنْ ابن عباس روایت فرمائی کہ یہ فرعونی قتل کے سال پیدا ہوا تو اس کی والدہ نے اس کو جنگل میں ایک غار کے اندر چھپا دیا اور بھول گئی حضرت جبرئیل بحکم رب تعالیٰ اس کی پرورش فرماتے۔ ان کی برکت سے رب تعالیٰ نے اس کی دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے تین غذائیں جاری فرما دیں سابہ میں دودھ وسطی میں شہد سانحہ والی میں گھی نکلتا جب یہ چوستا۔ اس کا آبائی مکان حضرت موسیٰ کے پڑوس میں تھا اس کا نام بھی اس کی والدہ نے موسیٰ رکھا حضرت موسیٰ کی وجہ سے موسیٰ بن ظفر ہوا اس کا والد اس کی ولادت سے پہلے مر گیا تھا۔ یہ سامری جب حواس ہوا فرعون کے دربار میں باعزت رسائی ہو گئی فرعون نے اس کو جادوگری کے لیے منتخب کر لیا۔ ان کا

marfat.com
Marfat.com

آبائی پیشہ زرگری تھا یہ زرگر سے جادوگر پھر گمراہ گر بن گیا۔ قبطیوں سے جادو سیکھا تھا جب جادوگر مقابلے میں ہار گئے تو یہ جادوگر فرعون کے ڈر سے بھاگ نکلے تھے ان میں ایک یہ تھا موسیٰ علیہ السلام نے جب رات میں نکلنے کا خفیہ اعلان فرمایا تو یہ بھی مع والدہ ساتھ نکل پڑا اس کے دھدیاں میں گائے تھا حاتور دیوتا کی پوجا ہوتی تھی اس لیے اس کے دل میں گائے پرستش کی محبت ورثے میں ملی تھی اور ننھیال سے ایمان ورثہ میں ملا تھا اس لیے اس کا رویہ منافقانہ تھا اور جادوگری کی وجہ سے بھی مائل بہ کفر ہی تھا لہٰذا ان وجوہ سے یہ موقعہ اس نے غنیمت جانا موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں یہ کر نہ سکتا تھا آپ کا رعب جلالی ہی اتنا تھا کہ جمادات پر بھی لرزہ طاری ہوتا محسوس ہوتا تھا غیر موجودگی میں یہ اَضَلَّ السَّامِرِی ہوگیا اپنے آبائی دین شرکیہ پر سب کو ورغلا دیا۔ اس کے بارے میں مفسرین کے چند مختلف اقوال ۱ یہ اسرائیلی قبیلہ سامرہ سے علماء قبیلہ میں سے تھا یعنی بڑے لوگوں میں شمار ہوتا تھا ۲ موسیٰ علیہ السلام کی سگی خالہ یا پھوپھی کا بیٹا تھا ۳ چچا کا بیٹا تھا ۴ یہ کرمانی زرگر کا بیٹا تھا کرمان سے آکر بنی اسرائیل میں شامل ہوگیا تھا مگر منافق رہا ۵ یہ علاقہ موصل کے باجرما قبیلے سے تھا اس کا اصل نام موسیٰ بن ظفر تھا سامری قومی لقب تھا اور بنی اسرائیل میں اس لقب کا فقط یہی ایک تھا اس لیے یہ لقب اس کی شناخت تھی اسی لیے قرآن مجید میں اس لقب سے اس کا تذکرہ آیا۔ ایک شاعر لکھتا ہے شعر

فَمُوسَى الَّذِي رَبَّاهُ جِبْرِيلُ لَقَّطَهُ وَمُوسَى الَّذِي رَبَّاهُ فِرْعَوْنُ مُرْسَلُ

یعنی حیرت ہے کہ جس موسیٰ کو جبرئیل علیہ السلام نے پالا وہ تو کافر رہا اور جس موسیٰ کو فرعون کافر نے پالا وہ نبیوں کے سردار مرسل نبی ہوئے (تفسیر روح المعانی) قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّاكَ الخ یہ رب تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے مِنْ بَعْدِكَ سے مراد بیس روزہ جدائی کے بعد کی مدت ہے بچھڑا بیس دن بعد بنایا گیا قَدْ فَتَنَّاكَ سے مراد ارادۂ الٰہی تقدیر ازلی کا فیصلہ اور بچھڑے کا مخلوق ہونا ہے کہ یہ ہی آزمائش تھی۔ اَضَلَّ سے مراد سامری کی تدبیر تضیع اور تقریر کے ذریعے قوم کو ورغلانا ہے قَوْمَكَ سے مراد چھ لاکھ اُمّت بنی اسرائیل ہیں ان میں حضرت ہارون اور سامری شامل نہیں ہارون نبی ہونے کی وجہ سے اور سامری منافق کافر گمراہ گر ہونے کی وجہ سے ایک قرأت میں اَضَلُّهُمْ اسم تفضیل ہے یعنی سامری ان سب سے زیادہ گمراہ ہے مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ قوم کی گمراہی کے لیے ایک اور اَضَلّ پوشیدہ ماننا پڑے گا

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ اسم تفضیل تقابل کا مقتضی ہے کہ فلاں گمراہ سے زیادہ گمراہ یہ بنی اسرائیل اس وقت دریاء نیل کے کنارے اُس جگہ ٹھہرے ہوئے تھے جو مصر سے چالیس۴۰ میل دور اور طور سے چھ۶ میل کے فاصلے پر تھی۔ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ یہاں فَرَجَعَ کی وَ تعقیبیہ نرا تعجیہ بتا رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ غم ناک وافسوس ناک خبر سنتے ہی نہیں چل پڑے تھے بلکہ اس کے بعد مزید دس روز سے مع اعتکاف رکھنے کا حکم ربانی ملا۔ آپ نے یہ دس روزہ مدت پوری کر کے پھر حاضری لن ترانی کا پورا واقعہ ہوا پھر بارہ تختیاں تورات کی ملیں اِن کو لے کر فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ تب آپ قوم کی طرف لوٹے۔ سورۃ اعراف آیت ۱۴۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۔ یعنی پہلے تیس۳۰ روزہ چلہ یکم ذیقعدہ سے تیس ذیقعدہ تک پھر یکم ذی الحج سے دس ذی الحج تک گیارہ ذی الحج کو توریت کی تختیاں ملیں جو دو عرفہ لکھی ہوئیں سو رسے بنی تختیاں تھیں ان میں ایک ہزار سورتیں ہر سورت میں ایک ہزار آیات تھیں تقسیم اس طرح تھی کہ آٹھ تختیوں میں تیراسی تیراسی سورتیں اور چار میں چوراسی چوراسی سورتیں ان میں پہلی آٹھ میں شریعت کے احکام تھے واعبادت کی تعداد وطریقے ۲ انتظامی ملکی قانون (نظام عدل) ۳ دعائیں ۴ سابقہ تاریخی واقعاتی قصے ۵ فضائل ۶ رحمت برکت ۷ پیشگوئیاں ۸ قیامت کا ذکر ثواب وعذاب کا بیان اور دوسری چار میں طریقت کے مسائل ۹ وظائف ۱۰ چلہ مراقبہ خلوت ۱۱ قرب الٰہی اور مکاشفات معجزات وکرامات کا ذکر ۱۲ معرفت کے اسباق۔ یعنی شریعت کی آٹھ اور طریقت کی چار توریت کا مکمل مجموعہ تھا یہ لے کر یہ مدبر پرا ٹھا کر طور سے وقت اشراق چلے بوقت عصر تیجہ ۳ رُخ قوم میں پہنچے تیت غَضْبَانَ ۔ یعنی قوم کی حرکتوں پر غضب وغصہ کرتے ہوئے اور اپنی جلدی پر رنج وغم افسوس کرتے ہوئے مخلصین فرماتے ہیں کہ انسان کے ظاہری یا باطنی جسم پر کسی کے غلط کام کی وجہ سے پانچ کیفیات ظاہری خون میں را غضب یعنی کسی کے غلط کام پر اُس کو سخت سزا دینے کا ارادہ کرنا۔ اسی معنی میں غضب کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جاتا ہے اور کرنا جائز ہے۔ ورنہ اس کا ترجمہ سخت غصہ جو انسان کی جبلت پر تھرتا ہے اس سے رب تعالیٰ پاک ہے ۲ غُصّہ یعنی کسی برے کام پر صرف دل میں کسی کا تھا۔ یہاں غَضْبَانَ کا معنی غضب وغصہ ہے یعنی مجرموں پر غضب۔ ورنہ سزا دینے کے وقت پر غصہ نہ جبلت

marfat.com
Marfat.com

غضب وغصہ کا وہ اثر جو شدت کی صورت میں جسم پر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے جھنجھلانے۔ رونے کا اثر بھی جسم پر آتا ہے لَا تَاَسَفْ۔ یعنی اپنے غلط کام پر رنج وملال افسوس ہوتا وہ حزن۔ اپنی یا پرائی کسی کی بھی غلطی پر اندرونی غم ہونا۔ موسیٰ علیہ السلام پر اس وقت یہ پانچوں کیفیات طاری تھیں۔ ان تمام کیفیات کے ساتھ جب آپ قوم میں پہنچے تو آپ نے چار کام کیے اَوَّلًا۔ وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ۔ بیخودی اور انتہائی غضب کی مجذوبانہ حالت میں آپ نے کلام الٰہی کی ان تختیوں کو زمین پر زور سے ڈال دیا (پھینک دیا) ثانیاً وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ (از اعراف آیت ۱۵۰) یعنی سب سے پہلے گھر کی خبر لیتے ہوئے اپنے خلیفہ حضرت ہارون کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر جھنجھوڑا۔ یہ بھی اسی انتہائی جذباتی غصہ کی بنا پر کیا اور ہارون علیہ السلام کا جواب ثانیاً پھر آپ نے قوم کو جمہور کا خطاب فرمایا اور قوم نے جو اباً کچھ عرض کیا ثالثاً پھر آپ نے سامری کو مخاطب کر کے سرزنش کرتے ہوئے باز پرس کی اُس نے جو عرض کیا پھر آپ نے اس کو آخری وعید سنائی۔ یہ آپ کا غضب غصہ اور غیظ تھا۔ پھر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ۔ یہ آپ کا اَسَفْ تھا۔ پھر چند دن بعد آپ نے بہتر بزرگ وشمنی اسرائیلی لوگوں کو قوم کی توبہ کے لیے چنا ہر قبیلے کے چار فرد۔ اور فرمایا کہ مرتدین پر اللہ تعالیٰ کا غضب ضرور نازل ہوگا دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب جہنم سے (اعراف آیت ۱۵۲) یہ آپ کا حزن ہے۔ قوم سے فرمایا۔ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب کریم نے حسنا وعدے نہیں کیے تھے؟ اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ اور یہ وعدے ابھی چند دن پیشتر تم کو تازہ سنا دیئے گئے تھے میں انہی وعدوں کے لیے طور پر گیا تھا۔ میرے جانے کو ابھی تو زیادہ عرصہ بھی نہ ہوا تھا یہ تھوڑی سی مدت بھی تم پر لمبی بھاری ہوگئی ابھی تو تمہاری فرعونی نجات کو بھی زیادہ دن نہیں گزرے اور تم اپنے رحیم کریم مولیٰ تعالیٰ سے پھر گئے یہ کونسی حرکت تم نے کیوں کی کیا کسی کے ورغلانے سے بھولکر بیس دن کو چالیس بنا کر مخالفت کی یا جان کر کی۔ یا تم نے یہ کفریہ حرکتیں۔ لَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ کی ربانی وعید شدید کو یاد رکھتے ہوئے کیں۔ گویا تم نے اپنی مرضی اور ارادے سے چاہا کہ تم پر عذاب غضب نازل ہو جائے تمہارے ان کفریہ کاموں کی دیدہ دلیری سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ تم کو رب کے غضب کا کچھ خوف نہیں رہا ہے شک نازل ہوتا ہے تو ہو جائے۔ خیال رہے کہ غضب ربانی صفت فعل ہے نہ کہ صفت ذات اس لیے کہ کسی پر ذات باری کا نزول محال ہے صفت کا نزول ممکن ہے اسی لیے مُنْعَمْ۔ فرمایا گیا۔ یعنی تم بتاؤ کہ تم نے کفر پر شرکیہ کام میرے ساتھ کئے ہوئے

marfat.com
Marfat.com

وعدے کی مخالفت بھول کر کی ہے یا عمداً کی ہے ورنہ یہ بات سمجھ سے ورا ہے کہ اتنی جلدی کوئی شخص اتنے واضح اور بہترین صفت کے نفع بخش مطلوبہ وعدوں کو بھول سکتا ہے طبعی جلدی فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ تم نے میرے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی مخالفت کی خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تیرہ ۱۳ وعدے فرمائے تھے اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے کئے تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے تین وعدے فرمائے تھے۔ رب تعالیٰ کے وعدے ۱ کتاب دی جائیگی جس میں ۲ قانونِ دینی ہوگا ۳ رحمت ۴ برکت ۵ فضیلت ۶ عملِ صالحہ کی توفیق ۷ ہدایت کا نور ۸ اگر تم سرکشی نہ کرو بلکہ توبہ ایمان عبادت پر تاعمر قائم رہ کر مروگے تو اِنِّیْ لَغَفَّارٌ کا وعدہ ۹ جنت کی عطا جہنم سے بچانے کا وعدہ ۱۰ دنیا میں مصر کی حکومت ۱۱ ہر جگہ نفع و نصرت کا وعدہ ۱۲ بذریعہ موسیٰ علیہ السلام کلامِ الٰہی سننے کا وعدہ ۱۳ فرعونی محلات و خزانے کے ملنے کا وعدہ۔ ان ہی وعدوں کو حَسَنًا فرمایا گیا۔ حَسَنًا وعدہ وہ ہوتا ہے جو کرنے والے کے اعتبار سے یقینی پکا سچا صادق ہو۔ اور جس کے لیے کیا جائے اس کے لیے دین دنیا میں مفید اور نفع بخش ہو۔ اسی کو میثاق کہتے ہیں اگر یک طرف مفید ہو تو اُس کو عہد کہتے ہیں۔ قوم کے چار وعدے لیے ۱ میرے بعد ہر بات میں میرے نائب حضرت ہارون کی اتباع کرنی ہے ۲ عبادت الٰہیہ ذکر اذکار وظائف جاری رکھنے ہیں ۳ دین پر ہر حالت میں قائم رہنا ہے بدترین سرکشی شرک کفر نہ کرنا ۴ بجز ہارون علیہ السلام کے کسی کی بات نہیں ماننی۔ قوم نے سب کو پورا کرنے کا سر جھکا کر عہد و اقرار کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے تین وعدے ۱ فرعون سے تم کو نجات ملے گی۔ ۲ دریا کی غرقابی سے بھی تم کو بچایا جائے گا ۳ میں تقریباً ایک ماہ بعد واپس آؤں گا۔ ایک قول ہے کہ۔ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ کا معنی ہے کبھی تم نے میرے کسی وعدے کا خلاف پایا ہے کہ میں نے وعدہ کیا ہو مگر وہ پورا نہ ہوا ہو میں نے تو جو وعدہ بھی کیا وہ پورا ہوا۔ مگر یہ قول یہاں درست نہیں اس لیے اگلے جوابی قول قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا (۱۷) کے خلاف ہے

فائدے ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے پہلا فائدہ۔ جو کام بھی مخالفتِ اللہ کے لیے کیا جائے وہ اچھا مفید اور کارِ ثواب ہی ہوتا ہے اگرچہ ظاہراً کسی کو کبھی برا یا معیوب ہی نظر آتا ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو کسی وقت کسی ملک کسی عہدے میں اللہ تعالیٰ کے کسی کام میں شرم جھجک یا عار محسوس نہ کرنی چاہیے۔ یہ فائدہ غَضْبٰنَ اَسِفًا

marfat.com
Marfat.com

سے حاصل ہوا۔ دیکھو انتہا سے زیادہ جذباتی اور غضب ناک ہونا عام طور پر برا سمجھا جاتا ہے اور دینوی لحاظ و افعال میں شرعاً متبع بھی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام کو قوم کی اس شرکیہ حرکت پر اس قدر غضب آیا کہ آپ پر جذباتی کیفیت طاری ہوگئی اور تن بدن کا ہوش نہ رہا یہاں تک کہ کلام الٰہی کی تختیاں بھی اسی جذباتی حالت میں زمین پر پٹخ دیں مگر چونکہ یہ سب غصہ و غضب محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھا اس لیے اس حالت کا کوئی کام برا نہ ہوا بلکہ اس جذبے پر آپ کو ثواب ملا۔ جو مسلمان غیر مسلم ماحول میں آذان و نماز اور ٹوپی پہننے سے جھجکتے شرم کرتے ہیں ان کو عبرت پکڑنی چاہیے۔

دوسرا فائدہ۔ جس طرح کفر شرک گناہ اور گمراہ کرنے کی نسبت برے انسان کی طرف کرنا جائز ہے اسی طرح نیکی ایمان اور ہدایت دینے کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء عظام علماء اسلام مشائخ انام کی طرف کرنا جائز ہے۔ یہ فائدہ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ اگرچہ ہر نیک و بد ہدایت و ضلالت کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر گمراہ کرنے کی نسبت سامری زرگر جادوگر کی طرف کی گئی کہ وہ گمراہی کا سبب بنا۔ اسی طرح یہ بھی کہنا جائز و درست ہے کہ اولیاء اللہ مرشد برحق ہدایت۔ ایمان۔ عرفان دیتے ہیں اور ہر امتی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔

تم نے ایمان دیا تم نے مجھے قرآن دیا تم سے عزت بھی ملی تم نے ہی رحمٰن دیا

تیسرا فائدہ۔ جہاں جس علاقہ میں اللہ تعالیٰ کے نیک پاک اور برگزیدہ لوگ رہتے ہوں وہ جب تک وہاں رہیں اس وقت تک اس بستی میں کوئی فتنہ مصیبت گمراہی نہیں آسکتی نہ دینی نہ دنیوی۔ ہاں البتہ اگر وہ نیک ہستی کہیں چلی جائے یا جدا ہو جائے یا وہ لوگ اس ہستی و پاک کو ذھنا قلبیاً جسماً ظاہراً یا باطناً چھوڑ دیں تب وہاں دینی فتنے بھی آجاتے ہیں اور دنیوی بھی یہ فائدہ قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیئے کہ مرتے دم تک انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ کے قدموں سے لگے رہیں اور ذھناً قلباً عقیدۃً اہل بیت پاک مولیٰ علی اور صحابہ کرام قرآن و حدیث سے جڑے رہیں۔ جسماً قربت و نسبت ان کی محفل مجلس اور ان کی پاکیزہ تصنیفات اور کتابیں ہیں۔ ذھنی قربت ان کی عقیدت ہے قلبی قربت اُن کی بیعت اور سلسلے سے جڑنا ہے۔ خوش قسمتی سے اگر جسمی قربت نصیب ہو تب تو فتنے آتے ہی نہیں لیکن اگر جسماً جدائی ہو مگر ذھنی یا قلبی قربت ہو تو اگر فتنے اور گمراہیاں آبھی جائیں تب بھی عقیدہ مند مخلصین کو بچا لیا جاتا ہے۔ دیکھو موسیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام جسمًا کچھ دنوں کے لیے بنی اسرائیل سے جدا ہوئے تب فتنہ آیا اور جو بنی اسرائیل قلبًا ذرا سا وعقیدتًا بھی موسیٰ علیہ السلام سے جدا ہو گئے وہ فتنے میں مبتلا و ملوث ہو کر دین دنیا میں برباد ہو گئے لیکن بارہ ہزار بنی اسرائیل کو ذہنی قلبی قربت موسیٰ علیہ السلام حاصل رہی وہ ابتلا اور گمراہی سے محفوظ رہے اور بچا لیے گئے۔

اَحکامُ القرآن

ان آیتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کا انتہائی ادب احترام کرنا کرانا ہر انسان جن و ملک پر فرض یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی فرض ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اسماء پاک آیتِ قرآنیہ الفاظِ احادیث۔ کلام اللہ کی کتابیں سپارے قاعدے ان سب کا ادب احترام ہر مسلمان پر شرعًا فرض ہے اس کو زمین پر ڈالنا پھینکنا۔ یا جوتوں پر رکھنا یا لکھنا سخت ترین ہر ایک پر حرام ہے۔ اگرچہ جوتہ نیا ہو یا کسی جوتی کا نقشہ ہو کسی بھی معزز و محترم شخص کی نعلین ہو وہ شخصیت اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے زیادہ معزز نہیں ہو سکتی۔ نیز جو چیز قرآن مجید رکھنے کے لیے بنائی گئی ہو مثلاً رحل۔ تر پائی چھوٹی میز اس پر کسی بھی حالت میں کسی بھی شخص کو پاؤں رکھنا جائز نہیں اور جو چیز پاؤں رکھنے کے لیے بنائی گئی ہو یا جس پر ایک دو بار قدم رکھے گئے ہوں اس پر قرآن پاک حدیث پاک رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں یہ مسئلہ فقہاءِ احناف۔ غَضْبَانَ اَسِفًا کی تفصیلی تفسیر سے مستنبط فرماتے ہیں اس کی تفصیل سورۂ اعراف آیت ۱۵۰ تا ۱۵۳ میں اس طرح ہے کہ پہلے فرمایا۔ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا پھر فرمایا گیا۔ وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ۔ پھر فرمایا گیا۔ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ۔ یہی واقعہ یہاں سورۂ طٰہٰ میں اجمالاً ہے فرمایا یہ جا رہا ہے کہ حضرتِ موسیٰ نے توریت شریف کی مقدس تختیاں بجذوبی کی مجذوبانہ حالت میں پھینکی نہیں وَلَمَّا سَكَتَ۔ اور جب یہ بے خودی کی غصہ و رانہ غضب ناک حالت ختم ہوئی تو اپنی اس خطا کا احساس فرماتے ہوئے فورًا ایک دم وہ تختیاں اٹھا لیں اور بہت ادب فرمایا۔ آج کل پاکستان میں بعض حمقا لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین کا نقشہ چھاپتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام پاک اور بسم اللہ شریف لکھتے ہیں۔ یہ حرام اور گناہِ عظیم بے ادبی گستاخی ہے اللہ تعالیٰ ہی ان شیطانی حرکتوں سے بچانے ہدایت دینے والا ہے اور حماقت کی حد یہ ہے کہ بعض ان پڑھ مرتبین نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فتاویٰ رضویہ میں اس کا جواز گھسیڑ دیا ہے

marfat.com
Marfat.com

یہ بدترین تعریب کاری اور خیانتِ مذمومہ ہے۔ بیخودی کی حرکات و افعال کا حکم باخودی کی حالت پر نہیں لگایا جاسکتا بیخودی میں جن کاموں پر معافی مل جاتی ہے باخودی میں ان پر ضرور سزا ملے گی اسی طرح بعض شیعہ کا یہ کہنا کہ امام حسین بھی بچپن میں قرآن مجید پر پیر رکھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور نبی کریم نے یہ کہہ کر جائز قرار دیا تھا کہ قرآن پر قرآن چڑھا ہے۔ یہ بات سراسر کذب بیانی ہے ان پر ضرور سزا ملے گی دیکھو اعلیٰ حضرت بریلوی سجدۂ تعظیمی کو حرام فرماتے ہیں آپ نے مستقل ایک رسالہ اس کی حرمت پر تصنیف فرمایا۔ مگر بیخودی والے مجذوب و مجنوں لوگوں کے بارے آپ کا تنفیر ارشاد ہے کہ۔

بیخودی میں سجدۂ دریا طواف ٭ جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

اس فرق کو شریعت نے بھی ملحوظ رکھا ہے۔ دوسرا مسئلہ شرک کی بہت سی قسمیں ہیں اور دنیا بھر کے کفار مختلف قسم کے شرک میں مبتلا ہیں یہ بھی شرک جلی اور کفر عظیم ہے کہ رب تعالیٰ کو رب مان کر پھر کسی چیز یا کسی شخص میں ربانی قوتیں قدرتیں تسلیم کی جائیں یا یہ کہا جائے کہ فلاں بیمار بولتا ہے۔ رب اس میں حلول کر گیا ہے یہ سخت بدعقیدگی اور بت پرستی ہے۔ یہ مسئلہ اَلَمْ یَعِدْکُمْ رَبُّکُمْ وَعْدًا حَسَنًا سے مستنبط ہوا کہ دیکھو بنی اسرائیل کو سامری نے مرتد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و الٰہیت کا منکر نہ بنایا تھا نہ خود منکر تھا بلکہ اُس نے یہی عقیدہ بنایا پھیلایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس بچھڑے میں سما گیا ہے حلول کر گیا ہے۔ اللہ رب اکبر ہے یہ بچھڑا رب اصغر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے اَلَمْ یَعِدْکُمْ رَبُّکُمْ سن کر انکار نہ کیا تھا آج بہت سے سجدہ کرانے والے گمراہ پیر اپنے مریدوں کے ذہن میں یہی بات ڈالتے ہیں کہ رب ہمارے اندر سما گیا ہے اس لیے ہمیں تعظیمی سجدہ کرو (معاذ اللہ) یہی عقیدہ شیعوں کا حضرت علی کے متعلق ہے اللہ ہم سب مسلمانوں کو اس بدعقیدگی سے بچائے رکھے اور اُن کو ہدایت دے۔ تیسرا مسئلہ۔ بعض صوفیا نے لکھا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اس سے اُن کی مراد انبیاء کرام علیہم السلام کی اپنی ولایتِ قرب ہے یعنی ان کی اپنی ولایت جو ان کو بارگاہِ قرب میں حاصل ہے وہ ان کی اپنی نبوت سے افضل ہے اس لیے کہ ہر نبی کو بارگاہِ الٰہی سے تین مقام عطا ہوئے ہیں ۱ مقام نبوت ۲ مقام رسالت ۳ مقام ولایت۔ مقامِ ولایت کا معنی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا متوجہ الی اللہ۔ استغراق فی اللہ تعلق باللہ ہونا۔ مقامِ نبوت سے مراد ہے تعلق باالخلق کہ اللہ سے لے کر بندوں کو دینا اللہ تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

کی غیب کی خبریں بندوں کو سنانا جنت و دوزخ عذاب ثواب بتانا اور مقام رسالت سے مراد ہے نبی کو شریعت اور کتاب کا ملنا حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا کہ شرف نبوت کا مقام ولایت سے کروڑوں درجہ بلند ہے حضرت مولیٰ علیؓ جیسے سرکار ولایت صحابی بھی حضرت خضر علیہ السلام صاحب طریقت نبی کے درجہ و مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ دونوں اقوال کی مطابقت اس طرح ہے کہ قول صوفیا میں نبی کی ولایت مراد ہے اور قول مجدد علیہ الرحمۃ میں غیر نبی کی ولایت مراد ہے حضرت مجددؒ کی دلیل یہ ہے کہ ولایت نام ہے تجلیات صفاتیہ سے قرب روحانی اور نبوت نام ہے تجلیات ذاتیہ سے قرب روحانی ولی کتنا بھی بڑا مقام پالے مگر اس کا عروج صفات الٰہیہ تک ہوگا نہ کہ ذات الٰہیہ تک خواہ خلفاء اربعہ ہوں یا غوث پاک جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین لیکن انبیاء کرام کا عروج روحانی ذات الٰہی تک ہوتا ہے اور سردار انبیاء کا عروج جسمانی ذات الٰہی تک ہوتا ہے اس لیے طور پر تن تنہا ہوا۔ لامکان پر تن تنہا ہوا۔ طور پر تجلی صفت ڈالی گئی تو طور پھٹ کر ٹکڑے ہوا مگر موسیٰ صرف بیہوش ہوئے آپ کا کپڑا بھی نہ پھٹا۔ لہٰذا بعض تفضیلی شیعہ بنا دلی سنی مقررین کا یہ کہنا کہ مولیٰ علیؓ پیمبر میں خضر علیہ السلام کے یہ انکا اپنا ذاتی گھڑا ہوا نہ قول ہے شریعت طریقت اور سنیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ مسئلہ من بعید سے مستنبط ہوا کہ یہاں نبوت موسیٰ کا ذکر ہے اور پہلے عجلت الیک میں ولایت موسیٰ کا ذکر ہوا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں پہلا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا انا قد فتنّا۔ ہم نے فتنے میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا گیا اضلھم السامری سامری نے قوم کو گمراہ کیا۔ فتنے کی نسبت رب کی طرف اور گمراہی کی نسبت سامری کی طرف کیوں کی گئی؟ جواب۔ اس لیے کہ فتنے کی نسبت اظہار مسبب ہے اور گمراہی کی نسبت اظہار اسباب ہے یعنی قوم کے گمراہ ہونے کے مسببات اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی قدرت اور بچھڑے کی تخلیق ہے۔ افعال الٰہی (تقدیر و تخلیق) مسبب تھے اور گمراہی کی نسبت اظہار اسباب سامری نے اپنی تدبیر تصنیع اور تقریر سے زرغالہ کر بنایا کے سامری نے بچھڑے کا بے جان دھڑ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں جان ڈال کر جسداً لہ خوار بنا دیا۔ لہٰذا سب کش سب تعالیٰ کی طرف ہے اور گمراہی سامری کی طرف ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں قد فتنّا کا ذکر پہلے فرمایا گیا اور اضلھم السامری کا ذکر بعد میں فرمایا گیا حالانکہ اضلھم السامری سبب ہے اور

marfat.com
Marfat.com

فَقَدْ فَتَنَّا مسبّب اور ہمیشہ سبب پہلے ہوتا ہے مسبّب بعد میں تو الٹ کیوں فرمایا گیا۔ پہلے سامری کی تدبیر تصنیع اور تقریر بروئی بعد میں قوم آزمائش میں پڑی کہ بات مانیں یا نہ مانیں جواب۔ قَدْ فَتَنَّا کا پہلے ذکر کرنا اور وجوہ کے علاوہ ایک یہ وجہ بھی ہے کہ یہاں اشارۃً بتایا جا رہا ہے کہ یہ آزمائش ازلی قدیمی فیصلے کے مطابق ہے۔ اس فیصلے کا ظہور آپ سامری کے ذریعے اس کی کارگردگی کو نفوذِ تقدیر کا سبب بنا کر ہو رہا ہے۔ گویا لفظاً ظاہراً مسبّب اور سبب کو بیان کیا جا رہا ہے مگر باطناً اشارۃً کنایۃً یہ ازلی قدیمی تقدیری فیصلہ بتایا جا رہا ہے۔ اس لیے قَدْ فَتَنَّا کو پہلے فرمانا بہت مناسب ہے۔ یہ اَضَلَّ فیصلے کے تحت ہے اس لیے اس بعد میں تخلیق ہوئی۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ۔ سامری نے گمراہ کیا جس سے ثابت ہوا کہ برائی کا خالق خود بندہ ہے اللہ تعالیٰ برائی کا خالق نہیں ورنہ اَضَلَّ کہنا غلط ہو جائے گا۔ سامری اس گمراہی کا خالق تھا اور اس کی اس خلقت کا اثر بھی ہوا کہ قوم گمراہ ہو گئی اور قَدْ فَتَنَّا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھرے کھوٹے کو ممتاز اور علیحدہ کر دیا جیسے کہ سونے کو گلا پگھلا کر گندگی سے صاف کیا جاتا ہے۔ نیز حضرت موسیٰ بھی سامری ہی کی گرفت کرتے عتاب فرماتے اور وعید سناتے ہیں اور قوم کو جھڑکتے ہوئے سزا سناتے ہیں کہ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (بقرہ آیت ۵۴) کیونکہ قوم سخت ترین مکلف تھی۔ اس بات کی کہ سامری سے بچھڑے کی اُلوہیت پر دلیل طلب کرتی مگر نہ طلب کی اور اندھا دھند کافر کی اتباع کر لی اگر اس گمراہی کا خالق رب ہوتا تو نہ گرفت ہوتی نہ وعید نہ سزا۔ بھلا جس چیز کو سب نے پیدا کیا ہے اس پر وعید غضب کیسے ہو سکتی ہے (معتزلی) **جواب**۔ اس کے تین جواب ہیں دو الزامی ایک تحقیقی وَالْفَضْلُ تمہارے ہر بندہ اپنے گناہ کا خالق ہے تو پھر اکیلا سامری ہی خالق نہ ہوا ہر اسرائیلی اپنی گمراہی کا خود خالق ہوا۔ تو پھر اَضَلَّ فقط سامری کو کیوں کہا گیا۔ دوم الزامی یہ کہ پھر تو اللہ تعالیٰ نیکی کا خالق بھی نہ رہا۔ اس لیے کہ نیکی کرنے کی نسبت بھی بندے کی طرف کی گئی ہے ہر جگہ مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فرمایا جاتا ہے۔ یہاں غضب کی وعید ہے تو وہاں ثواب کا وعدہ ہوتا ہے۔ اگر یہاں برائی کا خالق اس وعید کی وجہ سے بندہ بن گیا تو وہاں وعدے کی وجہ سے بندے کو ہی نیکی کا خالق کہنا چاہیے تو جو تم وہاں جواب دو گے وہی جواب یہاں بن جائے گا۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ وعدہ وعید صفت پر نہیں ہوتی بلکہ کسب پر ہوتی ہے بندہ اپنی نیکی بدی کا صرف کاسب ہے خالق نہیں خالق سب کا اللہ تعالیٰ ہے۔ سامری گمراہ کرنے کا اور قوم گمراہ ہونے کی کاسب ہے۔ اس لیے وعید ہوئی۔ رہا سکتِ ہونا اور دلیل مانگنا تو یہ غلط ہے کوئی بندہ

marfat.com
Marfat.com

دلیل مانگنے کا بھی مکلف نہ ہوا۔ یہ وعید سبب کفر پر تھی اسی لیے جو اسرائیلی اس شرک سے بچے رہے اُن پر وعید نہیں آئی ورنہ دلیل تو انہوں نے بھی سامری سے نہیں مانگی نیز یہ بچھڑے کی پرستش چاند سورج کی پرستش سے کوئی زیادہ شدید شرک نہیں تھا کہ چاند سورج کے پجاریوں کو اس دلیل مانگنے سے مستثنیٰ کر دیا جائے اور ان کو مکلفِ استدلال نہ سمجھا جائے صرف ان کو سمجھ لیا جائے ثابت ہوا کہ یہ وعید کسبِ شرک پر ہے نہ کہ خلقِ کفر پر۔ اسی طرح تمام کفریات شرکیات کا حکم ہے کہ ہر نیکی بدی کا خالق اللہ ہے پھر یہاں تو اَضَلَّ سے تم نے دلیل پکڑی کہ گمراہی کا خالق سامری ہوا مگر مَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ میں ضلالت کا کون خالق ہوا؟

تفسیر صوفیانہ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ یٰمُوْسٰى۔ مقامِ معرفت میں طورِ تجلیات پر پہنچنے کے لیے تین منزلیں ہیں پہلی منزل ثباتِ ایمان کی دوسری تقرُّرُ عَلَی الْحَقِّ بِالْیَقِیْن کی تیسری منزلِ مراقبۂ جلوت کی ہر سالک مرید کو اس کی پابندی اشد ضروری ہے کسی صورت بھی عجلت نہ کرنی چاہیے۔ شکر کے روزے فکر کے اعتکاف ذکر کی شب بیداری یہ طالبِ قرب کے اَسباق ہیں اگر کوئی عجلت کرتا ہے تو قلب پر الہامِ اَسرار کا عتابِ محبوبانہ نازل ہوتا ہے کہ وَمَآ اَعْجَلَكَ۔ اے موسیٰءِ قلب منازلِ قرب کی سیاحت میں کس چیز نے تجھ کو اعضاءِ ظاہری سے بے توجہ ہو کر نیکی جلدی میں ڈالدیا۔ اور فراقِ باطنی پہ مجبور کیا کہ نہ ابھی ان کو ثباتِ ایمانی کی پختگی حاصل ہوئی نہ تقرُّرُ عَلَی الْحَقِّ کا یقینِ اعمال نصیب ہوا نہ مراقبۂ جلوت میں جھکایا۔ تمام منزلوں محنتوں لطافتوں رفاقتوں کو چھوڑ کر تو تصورِ طورِ قرب کی طرف آگیا۔ فکر کے قدموں کو اتنا تیز کیوں چلایا۔ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى۔ قلبِ مسعود مُلتجی بارگاہ ہو کر عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب یہ اعضاءِ ظاہری اور اُن کے اعمالِ کسبی تو وادیِ بدنی میں میرے نشانِ قدم ہم سیرانی میں قریب تھا ہیں۔ اس لیے ان کی مجھ کو فکر نہ تھی۔ فکر تصور تو مجھ کو انتہاءِ شوقِ مشاہدۂ انوار کا ہے۔ مشاہدے کے لیے قرب اور قرب کے لیے مقامِ سیر اور سیرانی اللہ کے لیے تکمیلِ مسافرت میں جلدی کا تقاضہ ہوتا ہے اے میرے رب یہی میری فکر کا تقاضہ تھا۔ اس لیے کہ تکمیل میں معرفتِ یقینیہ ہے اور کمالِ علمی کا وصول اطاعت میں ثابت قدمی سے ہے اور اُمورِ رضاءِ محبوب ترقیِ جان کو مستلزم ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ جب بندہ متابعتہ فی الدین میں دائم ہو تو اگرچہ یقین قوت میں علمی

marfat.com
Marfat.com

بھی ہو جائے اور عقل و فکر کی بنیاد پر معاملاتِ فلاح ظاہر نہ بھی ہوں تب بھی بندۂ طلب معذور اور قابلِ معافی ہو جاتا ہے۔ مقامِ رضا کی طلب فنا فی الصفات کا کمال ہے۔ یہی وہ تجلی صفت کا مقام ہے جہاں مکالمۂ ربانی کا شرف میسر ہوتا ہے۔ اس لیے عارف و عاشق اِس مقام سے دوری برداشت نہیں کر سکتے اور جلدی کرتے ہوئے تن من دھن سے دور اور بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی مگر یہ شرعی پابندی ان کی ہمتِ شوق سے باہر ہے اور وہ مجذوبِ لاھوتی بن جاتا ہے۔ عارف کی تکمیلِ معرفت بتیہ جسمانی سے طورِ روحانی کی طرف تین قدم بڑھانا ہے۔ پہلا قدم سیر اللہ دوسرا قدم سیر فی اللہ تیسرا قدم سیر فی اللہ پہلے قدم میں کیفیتِ موسیٰ کی لیاقت ہونی چاہیئے دوسرے قدم میں رتبۂ رشحۂ کی شان ہونی چاہیئے کہ کسی ماسوا اللہ کی چاہت نہ رہے یہاں تک کہ اپنی بھی چاہ نہ رہے۔ تیسرے قدم میں ایسا متوجہ الی اللہ ہو کہ غیر اللہ سے کٹ جائے۔ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ۔ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا۔ حیاتِ دنیوی امتحان گاہ ابدان ہے عقلِ انسانی کے آٹھ حصے ہیں۔ ۱ حفظ ۲ فکر ۳ تصور ۴ تخیل ۵ تذکر ۶ فہم ۷ ادراک اور ۸ خرد۔ باطنِ انسانی کا سامری خرد ہے۔ یہی اجسامِ اسرار میں جادو پھیلاتا ہے یہ ابتلاءِ ربانی ہے کہ کس کی فکر بدنی کس کے ساتھ لگتی ہے یہ خلاقِ کائنات کی آزمائشیں ہیں۔ گلشنِ یعقوبی کے پھولوں میں سامری کانٹے پیدا کیے جاتے ہیں اور فتنۂ ابلیس میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ بے شک یہ آزمائش ہماری طرف سے ہے لیکن گمراہی سامریِ خرد کی طرف سے ہے یعنی اِس آزمائش کے خالق ہم ہیں فاعلِ خرد ہے اور مفعول قومِ قلب تو جو شخص کمالات کو قبول کرنے کی قوت ہمت لیاقت و استعداد رکھتا ہے اور باطل کے مقابل قیامِ شعوری میں کھڑا رہتا ہے وہ فلاح پا لیتا ہے اور جو قاصر ہمت طبیعت کا بزدل باطل کے سامنے سجدہ ریز اور منکشفِ اسرار ہو جاتا ہے وہ ہلاکت کی ناکامی میں پڑ جاتا ہے یہ وہ فتنہ ہے کہ خردِ عقل اس کو نہیں سمجھ سکتی صرف حسِ ایمانی ہی اس کا ادراک کر سکتی ہے (ابن عربی) انبیا علیہم السلام اور اُن کے متبعین کے ساتھ ایسی ابتلائیں ہوتی ہی رہی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے اِنَّ اَبْلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْاَنْبِيَاءِ اَلْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ۔ بلا و فتنہ صادقین و سالکین کے ساتھ ایسا ہے جیسے بھٹی کا آگ سونے کے لیے محنت اگر اپنے نبی علیہ السلام سے مفروق

marfat.com
Marfat.com

ہو تو فتنے سے مقرون ہوگی اور اگر نبی علیہ السلام سے مقرون رہے تو فتنے سے مفروق رہے گی وَمِنْ بَعْدِكَ ہی فتنہ ہے۔ اُمت کو بچنا چاہیئے آستانہ نبوت سے دوری اُمت کی ہلاکت ہے انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر پیر کا مل ہے۔ اسی طرح پیر کے ہوتے سے مرید ابتلاءِ فتنہ سے مفروق اور جدا ہے لیکن پیر سے ہٹ جانا فتنوں سے مقرون ہوتا ہے جس طرح مسافر بیابانی اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر چوروں ڈاکوؤں یا غولِ بیابانی سے ہلاک ہو جاتا ہے اور بکری ریوڑ سے نکل کر کسی بھیڑیے کا شکار ہو جاتی ہے ؎

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن ظلمات است بترسی از خطر گمراہی (حافظ شیرازی)

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ۔ اے بد باطنین طبع شیطانی کیا تم پر عہدِ میثاق بھاری ہو گیا تھا یا تم نے حماقتِ طبعی سے غضب کا قصد بدبختی سے ارادہ کر کے میرے وعدہ قَالُوْا بَلٰی کی مخالفت چاہی۔ سفر میں بہت سی تکالیفِ نفسانی مصائبِ شیطانی اور حوادثِ طبیعی پیش آتے ہیں جن پر علم و معرفت کے ذریعے قابو پانا کمزور دلوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ خود غیار کا سامری پر وادیِ سلوک میں بندۂ عشق کو دو غلاتے کے لیئے ہمراہ ہے۔ اس لیے علم کے ذریعے سفرِ طریقت کی نئی نئی مشکلات پر قابو پانا۔ بہت بڑے طاقتور انسان کا کام ہے اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس راہِ معرفت کی پریشانیوں اور دنیا کے سنہری بچھڑے کی چمک دمک سے بچائے رکھے اور اپنے وطنِ صدر کی اُلفت میں ہی اُسے صحبتِ شیخ کی خوش نصیب محفل عطا فرمائے اور پاکیزہ صحبت مُہیا فرمائے جس کے وسیلے سے روحانی زندگی حیاتِ طیبہ بن جائے اور سُدھر کر طورِ عرفانی کی بلندیوں پر پہنچ جائے تو یہ بہت بڑا احسان ہے مگر اُس کے لیے ابتلاءِ الٰہی میں ثابت قدم رہنا شرط ہے۔ تین چیزوں سے بندے کو ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے ۱ اللہ کا خوف خشیت ۲ رزقِ طیبات ۳ قربِ مُرشد اور اغیار سے اجتناب۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے مصائب سے چھٹکارے کی راہ نکال دے گا اور اُس کو بلا محنت ایسا رزق عطا فرمائے گا جو طیبات حقیقی ہوگا اور وہاں سے رزقِ حلال کا نزول ہوگا جہاں سے بندے کا گمان بھی نہ ہوگا۔ یہی راہِ معرفت کا مَنّ و سلویٰ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا

مرتدین نے کہا نہیں مخالفت کی ہم نے آپ کی میعاد کی اپنی مرضی سے

بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ

اور لیکن ہم اٹھوائے گئے بھاری بوجھ فرعونی قوم کے زیورات

لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے گہنے کے

الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى

کا پس لا ڈھیر کیا ہم نے اس کو تو اسی طرح انڈیلا

تو ہم نے انھیں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے

السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا

سامری نے تو بنا نکالا اس نے ان لوگوں کے لیے ایک جسم بچھڑا

ڈالا۔ تو اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا

جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ

ایسا کہ اس کی زندہ آواز تھی پھر ان سامریوں نے کہا یہ ہے تم سب کا معبود اور موسیٰ

بے جان کا دھڑ گائے کی طرح بولتا تو بولے یہ ہے تمہارا معبود اور

اِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا

کا معبود حالانکہ وہ بھلا بیٹھے۔ ارے کیا یہ غور نہیں کرتے کہ بچھڑا

موسیٰ کا معبود۔ موسیٰ تو بھول گئے ہم تو کیا نہیں دیکھتے کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ

تو ان کی طرف کسی بات میں توجہ نہیں کرتا اور نہ وہ اختیار رکھتا ہے ان بچاریوں کے لیے

انھیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کے کسی

ع ۶ ۳ ۳ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ

کسی قسم کے نقصان دینے اور نفع دینے کا۔ اور ہاں ہارون کہتے رہے ہیں

برے بھلے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور بے شک ان سے ہارون نے

مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ

ان کو پہلے سے اے میری قوم تم تو فتنے میں ڈالے گئے ہو اس بچھڑے سے اور

اس سے پہلے کہا تھا کہ اے میری قوم یونہی ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں پڑے اور

اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا

بے شک تمہارا رب تو رحمٰن ہے لہٰذا میری مانو اور میری پیروی کرو

تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور

اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾

کو حکم کی اطاعت کرو

میرا حکم مانو

تعلقات ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے بعد تعلق پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کا فرعون منتوں ہو کہ جنوں نے بنی قوم سے فرمایا۔ تم نے وعدے کی خلاف ورزی کی۔ اب اس آیت میں گمراہ ہونے والی

marfat.com
Marfat.com

قوم کا جواب نقل فرمایا گیا۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ مقام طور پر رب تعالیٰ نے بتایا کہ سامری نے قوم کو گمراہ کیا۔ اب آیت میں فرمایا گیا کہ قوم نے بھی موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ ہم کو سامری نے گمراہ کیا۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ اور قوم بنی اسرائیل کے کلام کا ذکر ہوا اب آیت میں حضرت ہارون علیہ السلام کے کلام کا ذکر ہے جو آپ نے قوم سے خطاب فرمایا۔

تفسیر نحوی

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ۔ قَالُوْا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب ہُمْ ضمیر صیغہ پرشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے۔ قَوْم۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا مَآ اَخْلَفْنَا۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم منفی۔ ضمیر متکلم پوشیدہ ہی اس کا فاعل ہے مَوْعِدَكَ۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ مَوْعِد اسم مصدر میمی حاصل مصدر جامد ہے بمعنی عہد وَعْدٌ سے بنا ہے ب جارہ سببیہ یعنی ذریعے مُلک۔ اسم مصدر میمی یہاں حاصل مصدر جامد بمعنی اختیار۔ ارادہ۔ اس کی دو قرأتیں اور بھی ہیں بِمُلْكِنَا۔ یعنی اپنے قانون بِمَلْكِنَا۔ اپنی قوت اپنی ملکیت یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ مَآ اَخْلَفْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف وَاؤ عاطفہ لٰكِنَّ حرف مشبہ بالفعل اسم کو نصب اور خبر کو پیش دیتا ہے۔ یہ حرف عاملہ استدراک کے لیے یعنی اپنے ماقبل بات کو غلط کر کے مابعد بات کو ثابت کرتا ہے مابعد کلام ماقبل کلام کی نقیض ہوتی ہے۔ کبھی کبھی یہ حرف ماقبل کی تاکید اور تصحیح بھی کرتا ہے مگر اصلاً اور اکثر استدراک کے لیے ہی ہوتا ہے اس کا اسم اسم ظاہر بھی ضمیر بھی مگر مفرد ہوتا ہے جملہ نہیں ہوتا۔ مرکب ہو سکتا ہے اس کی خبر لفظ واحد۔ مرکب۔ جملہ فعلیہ اسمیہ سب کچھ ہو سکتی ہے مگر اس کی خبر پر لام تاکید یہ نہیں آسکتا۔ یہی حالت تمام حروف مشبہ کی ہے نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل اسم ہے حُمِّلْنَا۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت جمع متکلم مجہول ایک قرأت میں معروف ہے حَمَلَ سے مشتق ہے یعنی اٹھانا اس کا مصدر تَحْمِيْلٌ اَوْزَارًا اسم جمع مکسر تکثیری واحد وِزْرٌ ہے یعنی بوجھ ہر قسم کے اچھے برے دینوی اُخروی سامان کے لیے مستعمل ہے بحالت نصب مفعول بہ ہے نَا ضمیر متصل نائب فاعل ہے مِنْ حرف

marfat.com
Marfat.com

جارۃ بعضیت کا زینت۔ اسم مفرد حامد یعنی خوب صورت بنانے والی چیزیں مضاف ہے یہ اضافت ملکیت سے اَلْقَوْمِ۔ الف لام عہد خارجی قوم اسم مفرد معنًا جمع مراد یا قومِ فرعون یا بنی اسرائیل کی عورتیں کیونکہ زیور عموماً عورتوں کا ہی ہوتا ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ فَ سببیہ یا عاطفہ تعقیبیہ قَذَفْنَا۔ باب ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم قَذْفٌ سے مشتق ہے یعنی حقیقی یعنی لغوی پھینکنا۔ جھٹک کر ڈالنا۔ اتار پھینکنا۔ مجازاً تیر پھینکنا۔ اصطلاحی معنی ہے تہمت لگانا۔ اکثر صرف زنا کی تہمت کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہاں پہلے (لغوی) معنی میں مستعمل ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول بہ ہے۔ قَذَفْنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ تعقیبیہ۔ كَذٰلِكَ اسم تشبیہی۔ یہ چار لفظوں کا مجموعہ ہے۔ كَ حرف تشبیہ۔ ذَا۔ اسم اشارہ بعید لام تشبیہی کا قبل کے لیے کَ ضمیر حاضر مذکر سے مشارٌ لہٗ کی نسبت ظاہر کرنا ہے اس لیے حاضر کی تمام ضمیریں اس کے ساتھ آجاتی ہیں مگر غائب اور متکلم کی ضمیر اس کے ساتھ نہیں آسکتی نہ ظاہر اسم۔ اس کو قائل سے تشبیہی اشارہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے یعنی اسی طرح۔ اَلْقَى۔ باب افعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب لَقْوٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِلْقَاءٌ۔ ترجمہ ہے اس نے ڈالا۔ اس نے پھینکا۔ قذف اور لقو دونوں کا معنی پھینکنا ڈالنا ہے مگر فرق یہ ہے کہ بغیر اندازے کے بلا مقصد بغیر تعین اندھا دھند کسی چیز کو رکھنا قذف ہے اور اندازے سے مناسب جگہ با مقصد رکھنا لقو ہے۔ السَّامِرِيُّ اسم معرف باللام اس کا فاعل ہے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مشبہ بہ مشار الیہ كَذٰلِكَ کا دونوں مل کر معطوف علیہ فَ عاطفہ تعقیبیہ۔ اَخْرَجَ باب اِفعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب خَرْجٌ سے مشتق ہے یعنی نکلنا یہ لازم ہے اس کو متعدی کرنے کے لیے باب اِفعال میں لایا گیا مصدر ہے اِخْرَاجٌ یعنی نکالنا ھُ ضمیر صیغہ پر مشبہ اس کا فاعل مرجع سامری لام جارہ لقع کا ھُمْ ضمیر کا مرجع قوم عِجْلًا۔ اسم مفرد جامد اس کا مؤنث ہے عِجْلَةٌ اس کی۔ جمع عُجُولٌ گائے کے چھوٹے ایک دو سال کے مذکر بچے کو کہا جاتا ہے گائے کا بچہ چونکہ پیدا ہوتے ہی بڑے اُچھل کود شروع کر دیا ہے اس لیے عِجْلَةٌ کے معنی میں عجل کہا جاتا ہے جوان بیل کو تورا کہا جاتا ہے اور اس کا جنسی نام بَقَرٌ اور بَقَرَةٌ ہے یہ تمیز ہے جَسَدًا۔ اسم مفرد جامد یعنی جسم ڈھانچہ (ہاڈی) تمیز ہے۔ تمیز تمیز مل کر موصوف ہے۔ لَهٗ۔ جار مجرور متعلق ثانیاً پر مشبہ اسم فاعل خُوَارٌ اسم مفرد جامد بچھڑے کی آواز کو کہتے ہیں فاعل ہے ثانیاً پر مشبہ سب سے مل کر جملہ اسمیہ صفت ہے۔ ایک قول میں عِجْلًا جَسَدًا ذوالحال

marfat.com
Marfat.com

اور کہ اخراجا کا جملہ اسمیہ اس کا حال ہے بہرکیف سب مل کر مفعول بہ ہے اَخْرَجَ کا وہ سب جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ۔ تَقَالُوْا هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ۔ قَالُوْا باب نَصَرَ کا ماضی جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے سامری اور اس کے چند شاگرد یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ هٰذَا اسم اشارہ مبتدا۔ اِلٰهُكُمْ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِلٰہُ موسیٰ مرکب اضافی معطوف۔ صرف لفظ موسیٰ ذوالحال ف زائدہ بیانیہ نَسِیَ باب سَمِعَ کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع موسیٰ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر حال یہ دونوں مل کر مضاف الیہ اِلٰہُ کا پھر معطوف دونوں عطف مل کر خبر مشارالیہ مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا دونوں مل کر معطوف ہوا اَخْرَجَ پر دونوں عطف مل کر پھر عطف ہوا اَلْقٰی پر وہ دونوں عطف مُشَبَّہ ہوا كَذٰلِكَ کا یہ اپنے مشارالیہ مشبّہ سے مل کر عطف ہے تَقَدَّمَ کے جملے پر یہ عطف ہوا یا منتیب ہوا لِكَ پر یہ دونوں مل کر اس قدر اگی عطف ہوا مَا اُتْلُقْنَا کے جملے پر پھر مقولہ ہوا قَالُوْا کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ

ہمزہ سوالیہ اِقرار یہ۔ یعنی اگلے کلام میں بتایا جا رہا ہے کہ سب کچھ دیکھتے جانتے سمجھتے ہیں۔ ف زائدہ لَا يَرَوْنَ باب فتح کا مضارع منفی بلا جمع مذکر غائب ھُمْ پوشیدہ فاعل کا مرجع گمراہ و مرتدین بنی اسرائیل ہیں یہ فرمان اللہ تعالیٰ کا ہے یا حضرت موسیٰ کا۔ اَلَّا۔ دراصل اَنَّہٗ لَا يَرْجِعُ ہے۔ اَنَّ حرف مشبّہ ہ اُس کا اسم لَا يَرْجِعُ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی بلا ایک قول میں اَلَّا دراصل اَنْ لَّا يَرْجِعُ ہے یعنی اَن ناصبہ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ اَنْ سے شک کا اظہار ہوتا ہے۔ حالانکہ لَا يَرَوْنَ یقینی ہے اور یقینی بات کے بعد اَن ناصبہ نہیں آسکتا ہ اس میں ہو شیدہ ضمیر صیغہ کا مرجع مجملاً ہے رَجْعٌ سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا۔ متوجہ ہونا یہاں متوجہ ہونا مراد ہے۔ اِلَيْهِمْ جار مجرور متعلق ہے لَا يَرْجِعُ کا قَوْلًا اسم مصدر اَخْرَجَ واوی۔ مفعول فیہ ہے یا تمیز ہے لَا يَرْجِعُ کے پوشیدہ ضمیر فاعل کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ منفیہ ہو کر معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ لَا يَمْلِكُ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی بلا اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر مرجع مجملاً لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے۔ ضَرًّا اسم مفرد حاصل مصدر بمعنی نقصان معطوف علیہ واؤ عاطفہ نَفْعًا۔ اسم مفرد حاصل مصدر معطوف ہے دونوں مل کر مفعول بہ ہے لَا يَمْلِكُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ منفیہ ہو کر معطوف ہوا لَا يَرْجِعُ پر دونوں مل کر مفعول بہ ہوا لَا يَرَوْنَ

marfat.com
Marfat.com

کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ خیال رہے ضرّاً اور نفعاً دونوں کی چار چار قسمیں ہیں ۱ روحانی قلبی جیسے کافر گمراہ فاسق بنانا ضرّاً ہے مومن متقی بنانا نفعاً ہے ۲ جسمانی اندرونی اعضا کا نفع نقصان ۳ جسمانی بیرونی اعضاء کا نفع نقصان ۴ ظاہری نفع نقصان جیسے امیر یا غریب کرنا یہاں ہر قسم کا ضرّاً اور نفعاً مراد ہے۔ واو سر جملہ۔ لام ابتدائیہ۔ قَدْ قَالَ باب نصر کا ماضی قریب واحد مذکر غائب کُمْ سے مراد مرتدین کا گروہ ہے متعلق ہے قَالَ کا هٰرُوْنُ۔ اسم مفرد جامد غیر متصرف کیونکہ عجمی علم ہے من جانبہ زائدہ قبل۔ اسم ظرف زمانی تقدم کے لیے آتا ہے تقدم چار قسم کا ہوتا ہے ۱ تقدم مکانی ۲ تقدم رُتبی ۳ تقدم ترتیبی ۴ تقدم زمانی یہاں یہی مراد ہے قبل جب ظاہراً مضاف نہ ہو تو ضمہ سے مبنی ہوتا ہے دراصل تھا مِنْ قَبْلِہٖ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے قَالَ اپنے فاعل هٰرُوْنُ اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا یٰقَوْمِ یا حرف ندا قوم منادی اِنَّمَا حرف حصر فُتِنْتُمْ باب ضرب کا ماضی مطلق مجہول جمع مذکر مخاطب ضمیر فَتْنٌ سے مشتق ہے مصیبت اور فساد میں گرفتار ہونا یا آزمائش میں پڑنا وَ اَنْتُمْ ضمیر صیغہ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل یہ جار مجرور متعلق ہے ۔ ضمیر سے مراد مجملاً ہے فُتِنْتُمْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِنَّ حرف مشبہ رَبَّکُمُ کا منہ صرف وصل ہے نہ کہ اعرابی یہ مرکب اضافی اس کا اسم الرَّحْمٰنُ اس کی خبر یہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ تنبیہ اِتَّبِعُوْا۔ باب افتعال کا امر حاضر جمع مذکر۔ اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مخاطب مرتدین ہیں نون وقایہ کی ضمیر واحد متکلم مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَطِیْعُوْا۔ باب افعال کا امر جمع مذکر حاضر اس کا مصدر ہے اِطَاعَۃٌ اور اَطْوَعُ اَنْتُمْ پوشیدہ اس کا فاعل اَمْرِیْ مرکب اضافی یعنی میرا حکم مفعول بہ ہے۔ اَطِیْعُوْا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف۔ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ سب معطوفوں سے مل کر جو ندا ہوا حرف ندا سب سے مل کر جملہ اسمیہ ندائیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قَالُوْا اپنے مقولے سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ۔ مرتدین بنی سرئیل نے عرض کیا اے ہمارے نبی ہم نے اپنی طلب اور چاہت سے جان بوجھ کر آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ہماری عورتوں نے بنی اسرائیل

marfat.com
Marfat.com

کو خفیہ رکھنے کی ایک ترکیب کے طور پر قرعوفی عورتوں سے عید شادی بیاہ کا ہار نہ بنا کر لے لیے تھے یا ولیمے کی تقریب کا کہہ کیسے کہ پہلے بھی ایسا لین دین ہوا کرتا تھا۔ وہ زیور ہمارے پاس ایک بھاری بوجھ کی صورت میں موجود تھا۔ ہمیں سامری نے آپ کے جانے کے بعد کہا کہ یہ زیور مجھ کو دیدو میں اس کو خوب اچھی طرح کہیں ضائع کر دوں دیا دوں۔ یہ تمہارے لیے جائز نہیں نہ تمہاری عورتوں کے لیے نہ زینتاً نہ بلکتاً۔ کیونکہ یہ دھوکہ دے کر حاصل کئے گئے ہیں اگرچہ ان کی مالکہ عورتیں اب غرق سے مر چکی ہیں مگر یہ زیور نہ تمہاری وراثت بن سکتا ہے نہ مال غنیمت تمہاری اسی بدیانتی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام تم سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ غرضکہ ہزار باتیں کر کے اس نے ہم سے وہ سب زیور لے لیا جو ہم پر لادا گیا تھا چونکہ ہمارا زر خرید نہ تھا قوم فرعون کی ریت تھا۔ ہم نے ہماری عورتوں نے وہ سب سامری کو دیدیا اور اکٹھا اس کے سامنے ڈھیر کر دیا۔ اسی طرح اس نے اپنی فن کاری زرگری صنعت سازی سے اپنی آگ میں ڈال کر پگھلایا اور ڈھال کر بچھڑا بنا دیا اور پھر نہ جانے کیا جادو چلایا کہ وہ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ہو گیا۔ زندہ چلتا پھرتا بولتا بچھڑا بن گیا صرف مورتی دیکھ کر تو ہم کبھی بھی متاثر نہ ہوتے۔ ایسی بہت قسم کی مورتیاں لکڑی لوہے پتھر کی تو ہم مصر میں دن رات دیکھتے ہی رہتے تھے اس مورتی کو جب جاندار شکل میں دیکھا تو ہمارے ہوش و حواس گم ہو گئے ہم کو اپنی عقل پر کوئی قابو نہ رہا۔ ہماری سمجھ قبضے سے باہر ہو گئی۔ ابھی ہم اسی تحیر میں تھے کہ یہ سب کچھ کیا ہے فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ سامری اور اس کے ساتھیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ تمہارا معبود ہے۔ جس کو تم نے ابھی چند دن پہلے موسیٰ علیہ السلام سے راستہ چلنے خواہش کی تھی۔ ایک مندر کے پجاریوں کو دیکھ کر کہ اے موسیٰ ہمارے لیے بھی کوئی اسی طرح کا معبود بنا دو۔ وہاں تو حضرت موسیٰ نے تم کو جھڑک دیا تھا مگر طور پر ڈھونڈنے چلے گئے مگر وہ معبود یہی اسی طرح بچھڑے میں حلول کر کے آگیا۔ یہ موسیٰ کا بھی معبود ہے مگر موسیٰ بھولے ہوئے ہیں۔ واقعہ۔ سامری کی اس حرکت کا پس منظر اس طرح ہے کہ سامری زرگر جس کا آبائی مذہب گائے پرستی تھی وہ منافقانہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے دین میں شامل ہو گیا در پردہ مقصد شرارت پھیلانا اپنا دین پھیلانا تھا یا غرق فرعونی سے بچنے کے لیے بنی اسرائیل کے ساتھ لگنا۔ لیکن مجیشانہ فطرت کی بنا پر آخر اس نے گمراہ ہی کیا اور ایسی چال بازیاں ہر دین میں پھیلائی جاتی رہیں اور اہل ایمان کو بھٹکانے کی شیطانی کوششیں ہر دور میں ظاہر ہوتی رہیں۔ مثلاً حضرت آدم کے ساتھ ابلیس نے فَاَسْمَعْنَا اِنِّیْ

marfat.com
Marfat.com

کُلَّمَا لَبِسَ النَّاصِحِیْنَ کی چال چلی (سورۃ اعراف آیت ۱۷۶) ۲ ھابیل کے لیے قابیل کی چالبازی ۳ نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی کنعان کی ماں کی منافقانہ غداری ۴ لوط علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی کی غداری ۵ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے یہ سامری ۶ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے پولوس یہودی کی منافقانہ چالبازی جس میں آج تک عیسائی بے وقوف بنے ہوئے ہیں ۷ صحابہ کرام میں عبد اللہ بن ابی منافق ۸ دورِ صدیقی میں مسیلمہ کذاب یمامی ۹ دورِ مرتضوی میں عبد اللہ بن سبا مصری یہودی ۱۰ اور ہمارے دور میں غلام قادیانی اپنی اپنی منافقانہ چالیں پھیلاتے رہے کوئی کامیاب ہوا کوئی ناکام مگر انجام سب کا جہنم ہی ہوا۔ جب سامری اور بنی اسرائیل دریا سے نجات پاکر نکلے تب سامری نے دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا گھوڑی پر بیٹھا ہوا فرعون کے آگے آگے چل رہا ہے۔ جب وہ فرشتہ دریا سے باہر نکلا۔ اور فرعون ابھی دریا میں ہی تھا کہ پانی جڑ گیا فرعون و فرعونی ڈوبنے مرنے لگے تمام بنی اسرائیل تو اس نظارے میں تھے مگر سامری نے دیکھا کہ فرشتے کی گھوڑی جہاں پاؤں رکھتی ہے وہاں گھاس اُگ آتی ہے۔ سامری نے ان جگہوں سے ایک مٹھی کے مٹی اٹھالی سنبھال کر رکھ لی۔ جب آگے روانہ ہوئے تو چند بنی اسرائیل نے ایک مندر دیکھ کر اپنے لیے بھی ایک معبود بنانے کا مطالبہ کر دیا کہ ہم کو ایک خوب صورت بُت بنا دو ہم بھی اس کو خدا مان کر پوجا کر لیا کریں۔ موسیٰ علیہ السلام کے جھڑکنے پر اسرائیلی تو خاموش ہو گئے لیکن سامری نے بنی اسرائیل کی قلبی کیفیت اور ایمانی کمزوری کو اور فرعونی صحبت کے اثر کو بھانپ لیا سمجھ گیا کہ ان کو ورغلانا گمراہ کرنا بڑا آسان ہے۔ اور تو کوئی چیز نہ ملی جس سے زرگری کے فن اور جادوگری کے کرتب دکھاتا البتہ ان زیورات پر اس کی شروع دن سے نظر تھی بس موقعہ کی تلاش میں تھا۔ حضرت موسیٰ کے بیس دن بعد یہ موقعہ غنیمت جانکر ایک گڑھا کھود کر اس میں بہترین فن کاری سے بچھڑے کا سانچہ بنایا پھر اسرائیلیوں سے زیور منگوا کر سونے کے بڑے برتن میں زیور گلا کر اسی سانچہ میں بھر دیا۔ چند منٹ بعد بچھڑے کی ایک خوب صورت مورتی تیار تھی بے جان۔ اس کی ناک میں سامری نے وہی مٹی ڈالی جو فرشتے کی گھوڑی کی ٹاپ سے اٹھائی تھی۔ سامری کو پتہ نہ تھا کہ اس کا اثر کیا نکلے گا مگر قدرتِ الٰہی سے وہ مورتی زندہ گوشت پوست والا بچھڑا بن گیا۔ اور بچھڑوں کی طرح بولنے لگا۔ تب سامری نے بنی اسرائیل کو دکھایا اور بتایا کہ اس میں معبود کی جلوہ گری ہے اس کو پوجو اس تجربہ کار تماشے کو دیکھ کر یہ سرپھری گمرہ تو گئے نہ کہ نقد مورتی دیکھ کر اور جب موسیٰ علیہ السلام طور سے توریت لے کر واپس آئے تو

marfat.com
Marfat.com

بنی اسرائیل نے سب کچھ بتا دیا۔ یہ تھی وہ صحیح اور کسی تفصیل جو روایت و درایت اور مفسرین کے صحیح اقوال سے لی گئی۔ مگر بعض تفاسیر میں کچھ غلط اقوال بھی اس بارے میں ملتے ہیں۔ مثلاً مَا قَوْلُوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو مرتد نہ ہوئے تھے۔ مگر یہ قول سیاق و سباق سے اعتبار سے غلط ہے وَعَدَكُمْ میں پھر قول وَعْدِيْ كَ سے مراد طور سے واپسی تک درست رہنے کا وعدہ یا طور پر چلے آنے کا وعدہ یا طرون علیہ السلام کی بات ماننے کا وعدہ یا مراد ہے دین ایمان اعمال عبادت پر قائم رہنے کا وعدہ یہ قول درست ہے وَجُلْنَا کا معنی یا یہ ہے کہ ہم سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ فرعونی زیور لے لینا اور موسیٰ علیہ السلام سے رب نے کہا کہ زیور لے کر مصر سے بھاگ پڑو۔ یہ قول قطعاً غلط ہے یا یہ معنی ہے کہ دریا نے مردہ فرعونیوں کو باہر پھینک دیا تھا تو بنی اسرائیلی ان پر ٹوٹ پڑے اور ان مرتے سسکتے ہوؤں کے زیور اُتار لیے تھے مگر یہ قول بھی غلط ہے نہ دریا نے بحر فرعون کسی مردے کو باہر پھینکا تھا نہ اخلاقی طور پر موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں یہ لوٹ کھسوٹ جائز تھی نہ کسی کی جرأت تھی۔ نہ حضرت موسیٰ اس کی اجازت دیتے۔ بعض نے کہا کہ صرف زیور باہر پھینکے تھے مُردے نہیں۔ یہ سب اقوال لغو۔ بیہودہ مضحکہ خیز ہیں تین وجہ سے پہلی یہ کہ نہ دریا تے مردے پھینکے نہ اُن کے زیور اُتار کر۔ صرف فرعون کی لاش پھینکی جس کی وجہ قرآن مجید نے یہ فرمائی کہ تا قیامت لوگوں کی عبرت لوٹنے کا کسے ہوش تھا۔ سوم وجہ یہ کہ نبی کی موجودگی میں ایسی بد اخلاقی اور اُن نبی موسیٰ و ھٰرون کا منع نہ کرنا۔ قطعاً ناممکن۔ مُردوں سے لوٹ مار انتہائی بد اخلاقی ہے۔ چوتھی وجہ یہ کہ ابھی چند منٹ پہلے یہ اسرائیلی جن سے تھر تھر کانپتے تھے اب ایک دم ڈھیروں کا اس طرح جرأت دکھانا بعید از عقل ہے۔ ہمارے اردو مفسرین بھی کچھ لکھتے وقت ذرا نہیں سوچتے وَاَوْزَارًا۔ اس زیور کو اوزار کہنا تین وجہ سے ہے یا اس لیے کہ یہ زیور بنی اسرائیل کے لیے بقول سامری غیر شرعی چیز تھا جو گناہ تھا اور گناہ کو وزر اور اس کی جمع اَوْزار ہی کہا جاتا ہے۔ یا اس لیے کہ زیور محض زینت اور بے فائدہ فیشن ہے جو آرام و سکون میں تو اچھا لگتا ہے اور فرعون و فرعونی کرتے تھے ان کی دیکھا دیکھی یہ اسرائیلی مرد بھی کرتے تھے مگر مسافرت کی حالت میں یہ ایک بوجھ محسوس ہوتا تھا۔ یا اس لیے کہ زیور کی زینت محض کھیل تماشہ ہے اس لیے مردوں کو حرام۔ اور حرام کام ایمانی ذمہ کے لیے بوجھ ہوتا ہے اس لیے ان اسرائیلیوں

marfat.com
Marfat.com

نے اپنی ایمانی صفائی پیش کرتے ہوئے اس کو یوں کہا۔ یہ سب قول درست ہو سکتے ہیں۔ ۱؎ نَقَذَفْنَا میں دو قول ہیں۔ ۱؎ بعض نے لکھا کہ سب زیور ہم نے سامری کے کہنے سے ایک جگہ ڈھیر کر دیا۔ یہ قول درست ہے۔ ۲؎ ھٰرون علیہ السّلام کے کہنے سے کہ انہوں نے کہا تھا کہ یہ زیور تمہارے لیے اس لیے حرام ہے کہ یہ مالِ غنیمت ہے اور پہلی اُمتوں پر ہر قسم کا مالِ غنیمت حرام تھا منقول غیر منقول لہٰذا تم اے بنی اسرائیل اس کو فلاں گڑھے میں پھینک دو۔ موسیٰ علیہ السّلام کے آنے تک یہ قول غلط ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ زیور بوجہ مالِ غنیمت ان پر حرام تھا تو موسیٰ علیہ السّلام ہی منع فرما دیتے یا ھٰرون علیہ السّلام پہلے ہی منع کر دیتے اتنے دن بعد کیوں۔ نیز یہ مالِ غنیمت نہ تھا اس لیے کہ غنیمت حاصل ہوتی ہے فتوحات سے نہ کہ اُدھار یا امانت سے ۲؎ اَلْقَی السَّامِرِیُّ میں دو قول ہیں۔ ۱؎ ہم نے جب اپنے اپنے زیور ایک جگہ ڈھیر کر دئے تو اسی ڈھیر کی شکل میں سامری نے اپنی کاری گری سے اس تمام کو بڑے سلیقے سے آگ میں ڈالا یہ قول درست ہے۔ ۲؎ یہ کہ ہم نے اپنا زیور سامری نے اپنا زیور ڈال دیا۔ یہ قول اس لیے غلط ہے کہ پہلے قَذَفْنَا ہے پھر اَلْقٰی ہے اگر دونوں کا ڈالنا ایک جیسا ہوتا تو دونوں جگہ قذف ہوتا۔ نیز اَلْقٰی اور قَذَفْنَا میں علمی فرق بھی ہے کہ اَلْقَا کا معنیٰ ہے نہایت ترکیب و ترتیب سے ڈالنا اور قذف کا معنیٰ ہے پھینک دینا۔ اور عِجْلًا سے فعل تشبیہ مراد نہیں بلکہ تشبیہ ترتیب مراد ہے کہ جب ہم نے سب پھینک دیا تو فوراً ہی سامری نے اسی وقت اس کو ترکیب سے اپنے اچھے عمل میں ڈال دیا۔ نہ جلد بازی کی نہ دیر لگائی۔ عِجْلًا میں دو قول ہیں صحیح قول یہ ہے کہ وہ سونے کا بُت جاندار گوشت پوست ھڈی والا جانور بچھڑا بن گیا تھا۔ ۲؎ بعض نے کہا کہ یہ بچھڑا سونے کی بے جان ڈھڑکی مورتی تھی اس میں سامری نے آگے پیچھے سوراخ بنائے تھے۔ تو جب پیچھے سے ہوا اس میں داخل ہوتی تو ناک یا منہ سے بچھڑے جیسی آواز نکلتی مگر یہ احمقانہ جاہلانہ قول ہے۔ اس کے دلائل ناکارہ و کمزور ہیں پہلا قول قوی تر ہے اُن کے دلائل مضبوط ہیں ہم دونوں کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ پہلے قول کی دلیل اول۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ۔ ہم نے آزمایا قوم کو اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس بچھڑے میں قدرتِ الٰہی کا ظہور ہے ورنہ آزمائش الٰہی نہیں ہو سکتی کیونکہ بے جان مورتیں تو مصر میں دن رات دیکھتے تھے اور فرعونی ان کو معبود ہی کہتے تھے۔ بنی اسرائیل کے کان یہ کفریہ باتیں سننے کے عادی تھے مگر کسی مورتی کو آواز نکالتے چلتے پھرتے انہوں نے آج تک نہ دیکھا۔ یہی جاندار ہونا ان کی آزمائش تھی اس لیے کہ بندے نے یہ سوچنا ہے کہ نقطہ جاندار

marfat.com
Marfat.com

ہو جانا تو الٰہیت کے لیے کافی نہیں جس نے یہ تدبر کر لیا وہ بچ گیا۔ جنہوں نے اپنی عقلوں کو مسخر کر دیا وہ گمراہ ہو گئے۔ لفظ فتنہ اپنے مختلف صیغوں کے ساتھ قرآن مجید میں تقریباً ساٹھ جگہ آیا ہے کہیں بھی بے جان مورتی کو فتنہ نہ فرمایا گیا۔ حیوانات میں صرف دو قدرتی جانوروں کو فتنہ فرمایا گیا۔ ایک ناقۂ صالح جو تم میں سے قدرت الٰہی اور معجزۂ صالح علیہ السلام بتا کر زندہ نکلی تھی دوم یہ بچھڑا معجزۂ جبریل اور قدرت الٰہیہ سے سونے کی مورتی کے زندہ جاندار ہونے سے ہوا۔ ناقۂ صالح کے لیے سورۂ قمر آیت ۲۷ میں فرمایا گیا۔ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ اور بچھڑے کے لیے یہاں فرمایا گیا۔ اِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ۔ ناقۂ صالح کے لیے کھانے پینے دودھ دینے کا ذکر ہے بولنے کا نہیں بچھڑے کے بولنے کا ذکر ہے کھانے پینے کا ذکر نہیں۔ ناقہ چالیس دن بعد قتل کر دی گئی بچھڑا بارہ دن بعد ذبح کر کے جلا دیا گیا۔ دوسری دلیل فرمایا گیا عِجْلًا جَسَدًا۔ اگر وہ بے جان سونے کی مورتی ہوتی تو عِجْلًا صَنَمًا فرمایا جاتا عربی اصطلاح اور لغت میں لفظ جسد صرف گوشت پوست ہڈی کے جسم کو کہا جاتا ہے۔ خواہ زندہ ہو یا مردہ یا آپا ہنگ جیسا کہ حضرت سلیمان کے ناقص الخلقت اپاہج بچے کو جَسَدًا فرمایا گیا۔ تیسری دلیل فرمایا گیا لَهٗ خُوَارٌ۔ اس کے لیے آواز تھی اور آواز بھی کوئی مختلف نہیں۔ یعنی بیٹی یا چڑیا یا بھینس ہاتھی شیر بلی کتے بکری جیسی نہیں بلکہ شکلاً صورتاً بچھڑا تھا تو بچھڑے جیسی ہی آواز تھی اور منہ سے ہی بولتا تھا نہ کہ ناک کان یا پچھلے سوراخ سے۔ لَهٗ کی ضمیر بتا رہی ہے کہ یہ اس کے منہ کی آواز تھی صرف منہ کی آواز کو اس جاندار کی آواز کہا جاتا ہے اور اصل بولی کو ہی اس کی آواز کہا جاتا ہے۔ کھانے پینے مٹھار نے پھینک کی یا ریاح کی آواز کو اس کی آواز نہیں کہا جا سکتا۔ اور منہ کی آواز منہ کو گھونے بند کرنے سے نکلتی ہے مسلسل کھلا رہنے سے اصل آواز نہیں نکلتی۔ خوار کا لفظ بتا رہا ہے کہ منہ کھلتا بھی تھا بند بھی ہوتا تھا اور دھات وغیرہ کی مورتی کا منہ کھلا ہو تو بند نہیں ہو سکتا اور بند ہو تو کھل نہیں سکتا۔ چوتھی دلیل فرمایا گیا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ہم اس کو جلا ڈالیں گے۔ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا پھر ہم اس کو راکھ بنا کر بہا دیں گے سمندر میں۔ ہر عقل مند جانتا ہے کہ کوئی بھی دھات راکھ بنائی نہیں جا سکتی نہ کوئی دھات آگ سے جل کر راکھ ہوتی ہے اگر یہ سونا راکھ بن سکتا تو جب سامری نے اس کو آگ میں ڈالا تھا تو اسی وقت جل کر راکھ ہو جاتا۔ مورتی نہ بنتا۔ دھات کو آگ میں تپایا پگھلایا جا سکتا ہے۔ جس کو عربی میں اِحْمَاءٌ (تپانا) اور اِذَابَةٌ۔ ذَوْبٌ۔ (پگھلانا) کہا جاتا ہے۔ پانچویں دلیل۔ یہاں سامری کا بیان اس طرح

marfat.com
Marfat.com

منقول ہے فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا۔ سامری نے کہا کہ میں نے رسول یعنی فرشتے کی گھوڑی کے نشانِ قدم سے ایک مٹھی مٹی اٹھائی تھی۔ میں نے وہی اس مورتی کے اندر ناک میں ڈالدی تھی اگر وہ مورتی ہی تھی تو یہ بات کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ رسول سے مراد جبرئیل فرشتہ ہیں اور اثر سے مراد گھوڑی کے نشاناتِ قدم۔ اس گھوڑی کا نام فرس الحیوۃ لکھا گیا ہے یہ ہیں وہ دلائل جن کو توڑا موڑا نہیں جاسکتا۔ دوسرے قول باطل کے دلائل حسب ذیل ہیں دلیل ۱ مورتی کا جانور بننا خرقِ عادت ہے اور خرقِ عادت کام گمراہ دکافر کے ہاتھ سے ظاہر نہیں ہوسکتا۔ جواب یہ بات غلط ہے جادوگری سے خرقِ عادت کام ہی ظاہر ہوتے ہیں حالانکہ ہر جادوگر کافر ہے تیز فرعونی جادوگروں نے اپنے رسوں بانسوں کو سانپ بنا کر دکھا دیا یہ بھی خرقِ عادت کام تھا وہ بھی سب کو جاندار سانپ ہی نظر آتے تھے۔ دلیل ۲ سامری مصر کے مندروں کے اندرونی بھید جانتا تھا وہاں اس ترکیب سے مورتیاں بنائی جاتی تھی کہ جونہی ہوا اُن کے اندر جاتی طرح طرح کی آوازیں نکلنے لگتیں۔ آج کل یہ صفت باجوں اور کھلونوں میں استعمال کی جاتی ہے اُس زمانے میں معبدوں کا شعبدہ تھا۔ چنانچہ سامری نے بچھڑے کی مورتی میں بھی یہی کاریگری رکھی تھی کہ پیچھے سے ہوا گزرتی تو منہ سے بچھڑے کی آواز نکلتی تھی۔ (ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن) جواب کیسی کمزور دلیل ہے ہواؤں کے رخ بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی آگے سے کبھی پیچھے سے اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ کبھی آگے سے آواز نکلتی تھی کبھی پیچھے سے۔ نیز اس بچھڑے کو ایک خیمے کے اندر رکھا گیا تھا جہاں ہوا کا داخلہ نہیں تھا۔ اور اگر ناک سے نکلتی تھی تو بھی خوار نہیں اگر پیچھے کی آواز تھی تو بھی خوار نہیں۔ اگر منہ سے نکلتی تھی تو منہ کا ہر وقت کھلا رہنا ضروری۔ بند منہ سے بھی نہیں نکل سکتی۔ نیز ہوا کبھی تیز چلتی ہے کبھی ہلکی جس سے آواز میں فرق پڑ سکتا ہے۔ اور پھر آج تک کسی نے نہیں دیکھا کہ کوئی باجہ یا کھلونا خود بخود ہوا میں رکھنے سے بجنے لگے خواہ ہوا کتنی تیز ہو۔ ہر باجہ اور سیٹی کو بجانا پڑتا ہے۔ ہاں موسیقی ہو یا منہ کا باجہ یا کوئی رسل۔ اوّلاً تو یہ بھی غلط ہے کہ مصری مورتیوں کی آوازیں نکلتی تھیں نہ تاریخ سے کہیں ثابت ہے مصر سے شرک کفر ہندوستان منتقل ہوا ہے آج ہندوستان میں مورتیوں سے بھرا پڑا ہے کسی مورتی کی آواز نہیں سنی گئی۔ نیز صرف سامری ہی مصر کے مندروں کے بھید سے واقف نہ تھا۔ بنی اسرائیل نے بھی اسی ماحول میں تقریباً تین سو سال گزارے تھے مصر کی تمام مورتیاں بنتی بگڑتی دیکھی تھیں وہاں کیوں نہ گمراہ اور مرتد ہوئے۔ ان وجوہ سے یہ دلیل نہایت کمزور

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ باطل کی دلیل ۳ یہ ساری کہانی ہی غلط ہے کہ جبرئیل کسی گھوڑی پر سوار تھے اور اس کے قدموں میں زندہ کرنے کی طاقت تھی وہاں سے سامری نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی تھی اور یہ چیز صرف سامری کو دکھائی دی اور کسی بنی اسرائیل بلکہ ھٰرون علیہ السلام کو بھی نظر نہ آئی بلکہ ہمزہ اعش اور کسائی قرأ کی قرأت بِمَا لَمْ تَبْصُرُوا کے مطابق حضرت موسیٰ کو بھی جبرئیل نظر نہ آئے گویا کہ سامری کی روحانی قوت سب سے بڑھ گئی۔ تو کیا یہ کہانی بنانا درست ہے۔ اور جب یہ کہانی درست نہیں تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ۔ میں نے وہ بات پالی جو دوسرے نہ پا سکے۔ فَقَبَضْتُ اس لیے میں نے رسول کی یعنی آپ کی پیروی کی فَنَبَذْتُهَا پھر میں نے چھوڑ دی۔ دلیل ۴ قرآن مجید میں جہاں کہاں بھی بغیر اسناد اضافت کے اَلرَّسُوْلُ کہا گیا ہے وہاں اس کا صرف ایک مطلب ہے۔ یعنی پیغمبر اس لیے یہاں اَلرَّسُوْل سے فرشتہ مراد لینا درست نہیں دلیل ۵ یہاں کہا گیا ہے۔ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ یعنی ایک بے جان دھڑ جس سے آواز نکلتی تھی اگر ملکوتی کرشمہ نے اسے زندہ کر دیا ہوتا تو قرآن مجید عِجْلًا حَيًّا کہتا۔ کیوں کہتا (از ابوالکلام آزاد) جواب ان تینوں دلیلوں کی مضحکہ خیز کمزوری دیکھ کر ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھنا بھی رب تعالیٰ کی توفیق کریمانہ سے میسر ہوتا ہے۔ اگر رب تعالیٰ دستگیری نہ فرمائے تو عقلیں اسی طرح اوندھی چال چلتی ہیں اور قلم اسی طرح بہکتے ہیں ان دلیلوں میں سوائے نادان تانے بانے کے اور کیا ہے۔ ان تینوں کا جواب اس طرح ہے کہ۔ صرف نبی کی روحانی بصیرت کو آڑے بنا کر آیت کو فسخ کرتے اور معنی میں تحریف کرتے چلے جانا کہاں کی عقل مندی اور تفسیر دانی ہے۔ یہاں تو ایک کافر منافق سامری کے بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ کے معنی پر تم نے شور مچا دیا کہ مفسرین کی یہ بات فرشتے والی غلط ہے محض کہانی ہے نبی کی روحانی بصیرت کی گستاخی ہے۔ لیکن آج کل وہابیت دیوبندیت کا پورا ٹولہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے بھی انبیاء علیہم السلام کے علم فہم اور روحانی بصیرت کا کھلے عام تجربہ تقریباً انکار کرتا پھر رہا ہے کہ معاذ اللہ انبیا کچھ نہیں جانتے ان کو پیٹھ پیچھے کا پتہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ وہاں تم کچھ نہیں بولتے بلکہ ان کی تائیدیں کرتے پھرتے ہو۔ ان حرکتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تم کو انبیاء کرام کی روحانی قوت کی گستاخی اور انکار سے کوئی سروکار نہیں تم تو اس آڑ میں مزید ایک ملکوتی قوت کا انکار کر رہے ہو جو خود ایک گستاخی جہالت اور تحریف قرآن ہے۔ اس آیت میں لغو توڑ پھوڑ کہاں ہے۔ سچی اور حقیقی بات یہ ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

بصیرت سے روحانی بصیرت مراد نہیں بلکہ جسمانی بصارت مراد ہے سامری نے یہ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھا تھا نہ کہ روحانی قوت سے۔ جبریل اس وقت اس کو بلکہ فرعون کو بھی اور تمام لوگوں کو مع گھوڑے کے ظاہر ظہور نظر آرہے تھے مگر اتنی پریشان بھیڑ بھاڑ اور حالات میں کسی نے بھی نیچے گھوڑوں کی طرف نہ دیکھا تھا نہ دھیان دیا بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا سے سامری یہی بتا رہا ہے یہ روحانی قوت اور بصیرت کا انکار نہیں بلکہ عدم توجہ کا ذکر ہے اور یہ انکار گستاخی نہیں۔ بنی اسرائیل ہارون بلکہ موسیٰ علیہما السلام سے بھی ہو سکتی ہے اور اگر بیتِ سامری میں روحانی بصیرت ہی ہو تب بھی یہ ایک کافر کی بکواس ہے۔ اس سے حقیقت کا انکار نہیں ہو سکتا آج بہت سے گستاخ شانِ نبوت میں گستاخیاں کرتے پھر رہے ہیں کب کسی پر اثر ہوتا ہے اور کب حقیقت کا انکار ہوتا ہے۔ نیز تم اپنے تحریر ہی مطلب اور بیان کردہ معانی میں بِمَا لَمْ تَبْصُرُوْا کی قرأت والا ترجمہ کیسے کرو گے جس کا تم نے اعمش اور حمزہ کسائی نحوی پر اتہام لگایا۔ رہا عِجْلًا جَسَدًا فرمانا۔ تو یہ بات قرآن کریم کی دیگر آیات سے ثابت ہے کہ جَسَدًا۔ گوشت پوست والے بدن کو ہی کہا جاتا ہے جیسا کہ سورۂ نمل سے ہم نے پہلے ثابت کر دیا۔ مورتی کو مجسمہ کہا جاتا ہے نہ کہ جَسَدًا بہرکیف اس قسم کے کم علم لوگوں کی یہ تاویلیں محض تخریب کاری ہے دلیل وہ تمہارے اعلیٰ حضرت بریلوی نے بھی اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ بے جان کا دھڑ۔ جواب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ترجمہ فرمانا اس مصلحت کی بنا پر ہے کہ اس کا تعلق اُخْرِجَ سے ہے نہ کہ فَتَنَّا سے۔ یعنی سامری نے تو بے جان کا دھڑ ہی بنا کر نکالا تھا اگر یہاں جاندار کا ترجمہ کیا جاتا تو شبہ پڑ سکتا تھا کہ شاید سامری نے ہی اس کو زندہ کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ زندہ تو رب تعالیٰ نے فرمایا۔ جیسا کہ صالح علیہ السلام کی ناقہ عیسیٰ علیہ السلام کے طیور پرندہ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا ظہور اس طرح ہوتا رہا کہ صالح علیہ السلام نے جب پہاڑی کو ہاتھ لگایا تو ناقہ نکل آئی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی کا پرندہ بنا کر جب پھونک ماری تو اس میں سب نے زندگی بھری یہاں اثرِ رسول کی مٹی جب پڑی تو زندگی آگئی مخالفین کا یہ کہنا بھی غلط ہے الرَّسُوْلُ سے مراد ہمیشہ پیغمبر ہی ہوتا ہے یہ بات قرآن مجید میں تدبر اور غور نہ کرنے کی وجہ سے ہے دیکھو سورۃ یوسف آیت ۵۰ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ یہاں رسول سے مراد پیغمبر نہیں۔ بلکہ وہ آزاد شدہ قیدی ہے جس کو یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتائی تھی ۱۲ سورۃ مریم

marfat.com
Marfat.com

آیت ۹۵ میں ہے لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۔ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے پھر اسے دریا میں بکھیر دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچھڑا جاندار تھا۔ اگر بے جان ہوتا تو جلانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بچھڑا سونے کا نہ تھا ورنہ جلانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بچھڑا بہت بڑا تھا ورنہ اتنا بڑا دریا اس کی راکھ کیسے بکھیرتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بچھڑا زندہ ہو گیا تھا ورنہ اس کی راکھ کیسے بکھیرتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بچھڑا بولتا تھا ورنہ اس کی راکھ کیسے بکھیرتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بچھڑا بولتا تھا ورنہ اس کی راکھ کیسے بکھیرتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بچھڑا بولتا تھا ورنہ اس کی راکھ کیسے بکھیرتا۔

marfat.com
Marfat.com

دے سکتے نہ کسی سے بیماری پریشانی نقصان دور کرسکیں نہ اپنی مرضی ارادے قوت طاقت اختیار سے کسی شخص کا دینی دنیوی نقصان کرسکیں نہ کسی کو امیر غریبی دولت مندی اور شفاء بقا کا فائدہ پہنچا سکیں بھلا یہ بچھڑا جو دنیا کے دیگر بچھڑوں کی طرح بجز کھانے چلنے پھرنے ہاں ہاں کرنے کے کچھ کر ہی نہیں سکتا کیا یہ معبود ہو سکتا ہے تم صرف مورتی میں زندگی دیکھ کر بیوقوف بن گئے جب کہ تم اتنے اتنے بڑے دہشت ناک جادوگروں کے سانپ دیکھ کر متاثر نہ ہوئے تھے۔ تم نے تو ہزار ہا معجزے دیکھے تھے تم کو تو اس طرح مبہوت و متحیر ہو کر اس طرح بیوقوف نہ بننا چاہیے۔ اور البتہ بے شک حضرت موسیٰ کے آنے باز پرس کرنے سے پہلے خود ہارون بھی ان کو سمجھا چکے تھے کہ اے میری قوم ایک بچھڑے کو زندہ دیکھ کر فریفتہ مت ہو جاؤ دین نہ لٹاؤ۔ تم اللہ کی طرف سے آزمائے جا رہے ہو۔ مورتی میں یہ جان پڑجانا تمہارے عقل فکر تدبر اور ایمان کا امتحان ہے رب تعالیٰ تو تمہارا ازلی قدیم سے وہی رحمٰن و رحیم ہے جو اب بھی تمہارے توبہ قبول فرمانے والا تم پر مشفق و مہربان ہے اب بھی بندے بن جاؤ اور میری اتباع کرو۔ جیسا میں کہتا کرتا حکم دیتا ہوں میرے ان حکموں کی اطاعت کرو کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی رسول ہوں میرا حکم شریعت ہے۔ یہ تھی وہ شفقت تامہ جو حضرت ہارون نے قوم پر بھی فرمائی اور اپنی ذات پر بھی۔ اپنے پر اس طرح کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بھی تھے وحی بھی بوجہ نبوت ان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ فرض تھی جو آپ نے ادا فرمائی۔ اور اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (از سورۃ اعراف آیت ۱۴۲) کی وصیت پر عمل فرمایا۔ اور قوم پر شفقت یہ کہ آپ نے اپنے اس جامع مانع کلام مقدس میں پانچ چیزیں بیان فرمائیں اوّلاً یہ کہ بے دینی کی نشاندہی کر کے اس سے بچانا چاہا کہ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ پھر توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ فرمائی۔ رَبُّکُمُ الرَّحْمٰنُ۔ پھر رسالت کی تبلیغ فرمائی کہ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ پھر شریعت کی شان بتائی کہ اَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ۔ ۵۔ بیان توحید میں آپ نے معرفت الٰہی بھی فرما دی کہ صفت رحمانیت کا ذکر فرمایا اور محبت شفقت تخلیت توبیت الٰہی کی یاد دہانی کرائی۔ حکایت۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ ایک یہودی نے مولیٰ علی شیر خدا پر اعتراض کیا۔ تم مسلمان کیسے ہو کہ ابھی اپنے نبی کا کفن کھل نہ کیا کہ خلافت میں جھگڑ پڑے تم کیسی امت ہو مولیٰ علی نے جواباً فرمایا کہ ہمارا اختلاف دین و عقائد کی گڑبڑ یا تبدیلی کا نہیں ہے یہ تو صرف ملکی انتظام پر ہے۔ لیکن تم کیسی امت ہو کہ اپنے نبی کی زندگی موجودگی میں ہی ابھی تمہارے پاؤں دریائے قلزم کی نجات الٰہیہ سے خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ تم دین ہی بھول بیٹھے اور موسیٰ علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

سے مطالبہ کر دیا کہ اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ اور پھر چند دن بعد بچھڑا بنا بیٹھے یہودی شرمندہ ہو گیا۔

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ جس طرح شرک کفر از تمدا کرنا جرم ایمانی ہے شرعی حرام ہے اسی طرح جرم پر خاموش رہنا اور بقدر طاقت نہ روکنا بھی جرم ہے یہ فائدہ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُنَآ اَنْ نَّعْبُدَ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ حکایت۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ یوشع علیہ السلام کو وحی آئی کہ تمہاری قوم اور امت کے ساٹھ ہزار اشرار اور چالیس ہزار ابرار کو ہلاک کیا جائے گا۔ عرض کیا مولیٰ ابرار کو کیوں ہلاک فرمایا جائے گا وحی آئی کہ لَمْ يَغْضَبُوْا لِغَضَبِيْ یہ نیک لوگ خود تو نیک ہیں مگر مجرموں کو میرے غضب سے آگاہ نہ کیا نہ اُن سے ناراض ہوئے نہ اُن کو روکا نہ برا منایا نہ ان سے ہٹے علیحدہ ہوئے۔ دوسرا فائدہ۔ اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت شفقت و محبت کی ہے ہر مسلمان کو ایک دوسرے پر شفقت چاہیے اور حقیقی شفقت دینی رہنمائی برائیوں سے بچنا بچانا ہے شفیق انسان ہی تمام حقوق ادا کر سکتا ہے (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد (۳) حقوق النفس ان حقوق کی ادائیگی کا دوسرا نام شفقت ہے یہ فائدہ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ میں ہارون علیہ السلام کی اُس مشفقانہ تبلیغ فرمانے سے حاصل ہوا جو آگے مذکور ہے۔ حضرت ہارون کو قوم کی اِس گمراہی پر انتہائی سخت غم فکر اور قلبی پریشانی تھی یہ آپ کی شفقت قوم تھی۔ حدیث پاک میں ہے امام شعبی نے نعمان بن بشیر سے روایت فرمایا کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مقدس ہے کہ مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ مِّنْهُ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى (از تفسیر کبیر۔ رازی) یعنی شفقت و محبت رحم دلی میں تمام مومن ایک جسم کی مثل ہیں کہ جب ایک عضو بیمار یا زخمی ہوتا ہے تو سارے جسم میں بے چینی پریشانی اور بخار آجاتا ہے۔ دیکھو ہارون علیہ السلام نے باوجود قوم مرتد کی سخت مخالفت اور دشمنی کے شفقت نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس سے سبق لینا چاہیئے کہ بدسے بدتر انسان کو بھی اوّلاً سمجھانے کی کوشش کرے اگر باز نہ آئے تو خود علیحدہ ہو جائے کسی بزرگ نے فرمایا کہ جرم سے نفرت چاہیئے نہ کہ مجرم سے اُس کا بھی مطلب ہے۔ تیسرا فائدہ اگرچہ رب تعالیٰ کے بے شمار اسماء پاک ہیں اور سب ہی اعلیٰ عظمیٰ و حسنیٰ ہیں۔ مگر مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے ورد و وظائف تذکروں میں صفت رحم و کرم غفاریت والے اسماء پاک کا ذکر کریں۔ یہ فائدہ رَبُّكُمُ الرَّحْمٰنُ الخ فرمانے سے حاصل ہوا کہ اگرچہ قوم اس وقت لائق جبر و قہر غضب

marfat.com
Marfat.com

وغصہ تھی اس لحاظ سے رَبُّکُمُ الْقَہَّارُ وَاَنَا الْجَبَّارُ سے خطاب کی مستحق تھی مگر حضرت ہارون نے صفتِ رحمانیت کے ذکر سے شفقت محبت رحم کرم کا ذکر فرما کر بھولے بھٹکوں کو سمجھانے کی کوشش کی یہ تبلیغ دین کا ایک بہتر بن طریقہ ہے جو آستانۂ نبوت سے حاصل ہوتا ہے۔

اَحکامُ القرآن اِن آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ کافر کے ظلم سے اپنے کو بچانے کے لیے کفار کو دھوکہ دینا جھوٹ بولی کران سے چھٹکارا حاصل کرنا جان بچانا شرعاً جائز ہے۔ خواہ کفار سے جنگ کی حالت ہو یا بغاوت یا بھاگنے بچنے کی۔ یہ مسئلہ حَمَّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَۃِ الْقَوْمِ والی تفسیر و تفصیل سے مستنبط ہوا کہ دیکھو تمام بنی اسرائیل نے جنہیں بڑی بڑی پاک دامن عورت اور وَلِی اللہ بزرگ مرد بھی موجود تھے باہمی مشورے سے فرعونیوں کو دھوکہ دیتے ہوئے جھوٹ بول کر اُن کے تمام زیور ادھار مانگ لیے کہ ہم شادی ولیمہ یا عید میلے میں جا رہے ہیں ہم کو تین چار دن کے لیے اپنے زیور ادھار دے دو ادھر لے کر چل پڑے حالانکہ جانتے تھے کہ اب ہم اُن کے پاس نہ لوٹیں گے نہ یہ زیورات لوٹائیں گے چونکہ یہ سب کچھ محض اپنے بچاؤ کے لیے کیا تھا اس لیے شریعت میں جائز تھا اسی قانون پر جنگ میں ہر طرح کفار کو دھوکہ دینا جائز ہے چنانچہ احادیث میں ہے۔ اَلْقِتَالُ خُدْعَۃٌ یَا اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ (از بخاری باب الکذب فی الحرب۔ ابو داؤد) یعنی جنگ میں کفار کو دھوکہ دینا جائز ہے اسی روایت سے فقہاء کرام صرف مجاہد کے لیے میدانِ جنگ میں کاذب خطاب کے جواز کا استنباط کرتے ہیں۔ ہاں البتہ ان مجبوریوں کے بغیر کافر کو دھوکہ دینا بھی ناجائز ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ اگر مسلمانوں نے کفار سے کوئی چیز امانتاً یا ادھار لی ہو اور وہ ہی کفار ان ہی مسلمانوں کے ہاتھوں یا مقابلے میں مارے جائیں تو وہ امانت و ادھار کی چیزیں مجازی غنیمت بن جائیں گی اور ان ہی مسلمانوں کی ملکیت میں ہو جائیں گی اگرچہ حقیقی قانونی غنیمت نہ بنے گی لہٰذا تقسیم نہ ہوگی۔ مگر جس جس کے قبضے میں ہو گی اُسی کی ملکیت بن جائے گی یہ مسئلہ یہاں مِنْ زِیْنَۃِ الْقَوْمِ اور سورۂ اعراف آیت ۱۴۸ میں مِنْ حُلِیِّہِمْ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ زینۃ القوم سے ثابت ہوا کہ وہ فرعونی قوم کا زیور تھا اور حُلِیِّہِمْ کی نسبتِ اضافت سے ثابت ہوا کہ اب وہ زیور اُن کا تھا۔ تیسرا مسئلہ۔ مالِ غنیمت دو قسم کا ہے ایک حقیقی دوسرا مجازی حقیقی مالِ غنیمت وہ منقولہ یا غیر منقولہ دولت ہے جو کفار کو جنگ میں شکست دے کر ان کے سامان ہتھیار خزانوں شاہی و فوجی) املاک پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ یہ مالِ غنیمت پہلی اُمتوں

marfat.com
Marfat.com

پر استعمالاً حرام تھا۔ مگر اب مسلمانوں کے لیے جائز ہے۔ مجازی مالِ غنیمت وہ منقولہ دولت جو کسی طرح کے کفر مقابلے میں کفار کے ہلاک ہونے کے بعد ان کی امانتوں کی شکل میں مسلمانوں کو ملے یہ مالِ غنیمت پہلی اُمتوں پر بھی حلال تھا۔ اب بھی یہ مسئلہ نَقَذَفْنَا (ہم) کی تفسیر سے مستنبط ہوا دیکھو حضرت ہارون علیہ السّلام کی موجودگی میں بنی اسرائیل اس زیور کو استعمال کرتے بھی رہے اور پھر اپنی مرضی سے سامری کو بھی دیدیا۔ حضرت ہارون علیہ السّلام نے کسی کو منع نہ کیا۔ اگر یہ امانت ان بنی اسرائیل کی ملکیت نہ ہوگئی ہوتی تو نہ اس کا استعمال جائز تھا نہ سامری وغیرہ کو دینا کیونکہ کسی کی امانت غیر کو دینا بھی ناجائز ہے۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ۔ اور سورۂ اعراف میں فرمایا گیا مِنْ حُلِیِّهِمْ۔ اَوْزَرًا۔ اور حُلِیّ اور ھٖ ضمیر اور لفظ قوم کا فرق کیوں اور کیسے ہے جواب ان دونوں آیتوں میں دو مختلف نوعیتوں کی وضاحت فرمائی جارہی ہے۔ اور وضاحت کے لیے چار طرح فرق کیا گیا پہلا فرق یہ کہ یہاں بنی اسرائیل کا قول ہے انہوں نے حقیقتِ حال بیان کرتے ہوئے کہا اَوْزَارًا الْقَوْمِ اور وہاں اعراف میں رب تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اب زیور کی ملکیت ان بنی اسرائیل کی ہوچکی تھی۔ دوسرا فرق یہ کہ یہاں فرمایا گیا۔ سامری نے بچھڑا بنایا تھا کسی اور کا دخل بنانے کی کارکردگی میں نہ تھا۔ وہاں فرمایا گیا کہ مرضی سب کی تھی۔ اس لیے یہاں فَاَخْرَجَ ہے وہاں وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی ہے۔ تیسرا فرق یہاں بتایا گیا کہ یہ زیور فرعونیوں کا تھا۔ وہاں بتایا گیا اب شرعاً ان کا ہوگیا۔ چوتھا فرق یہ کہ یہاں بتایا جارہا ہے کہ ھٰرُوْن علیہ السّلام اِس فعلِ بد میں قطعاً شریک نہ تھے بعد کے یہودیوں جیسا نہیں کا یہ الزام و اتہام سراسر غلط ہے کہ ھٰرُوْن نے بچھڑا بنایا یا بنوایا یہاں ھٰرُوْن علیہ السّلام کی پاک دامنی بیان فرمائی گئی اور وہاں اعراف میں دیگر بنی اسرائیل کے ملوّث ہونے اور سامری کے ساتھ تعاون و تائید کا ذکر ہے۔ اس لیے وہاں اور یہاں یہ فرق درست ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ اتنی بڑی قوم جو تعداد میں تقریباً چھ لاکھ تھی۔ ایک دم ساری کی ساری بچھڑے کو دیکھتے ہی بھٹک گئی مرتد ہوگئی جب کہ مصر میں اتنے بڑے شرکیہ ماحول میں رہنے کے باوجود اپنے توحیدی دین سے مرتد نہ ہوئے اب صرف سامری کے کہنے سے کافر ہوگئے اور پھر جب موسیٰ علیہ السّلام آئے تو ایک دم سب درست بھی ہوگئے اور توبہ کے

marfat.com
Marfat.com

لیے تیار بھی ہو گئے جیسا کہ سورۃ اعراف آیت ۱۴۹ میں ہے۔ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا (الخ) یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جواب اس کی دو وجہ ایک یہ کہ مصر میں غیروں مخالفوں کا ماحول تھا جو صرف خود مشرک تھے بنی اسرائیل کو نہ کہتے تھے کہ تم بھی پوجا کرو یہ فلاں تمہارا معبود ہے فرعون بھی صرف قبطیوں سے خود کو سجدے کرایا کرتا تھا اگر کہتے بھی کہ موسیٰ غلط ہیں تو کوئی اسرائیلی نہ مانتا۔ دیکھو قبطیوں نے موسیٰ و ہٰرون علیہما السلام کو کبھی ساحر کبھی مسحور کبھی مکار و کائد کہا۔ مگر کوئی اسرائیلی ان باتوں میں نہ آیا مگر یہاں گمراہ کرنے والا ان کا اپنا تھا اُس کے ہر کہنے کو نورٌ علیٰ نور مان لیا اَلْهٰكُمْ کو بھی۔ الٰہ موسیٰ کو بھی اور نفسی کو بھی اور یہ بات تاریخی مشاہدے اور تجربے میں ہے کہ غیر بن کر کسی کو کوئی کبھی گمراہ نہیں کر سکتا۔ ہمیشہ جب کسی قوم کو گمراہ کیا یا کرایا جاتا ہے تو اپنا بن کر اپنائیت کا لبادہ اوڑھ کر گمراہ کرے تو قوم جلدی گمراہ ہوتی ہے باطل کا شروع سے یہ طریقہ رہا۔ ابلیس نے حضرت آدم و حوا سے بھی یہ ہی طریقہ اپنایا دیکھو جو کفریہ گستاخیہ باتیں وہابی لوگ تحریراً تقریراً کر کے مسلمانوں کو ورغلا کر منوا۔ کہلوا لیتے ہیں کہ نبی ولی کچھ نہیں کر سکتے خواجہ اجمیری داتا گنج بخش کے مزار پر جانا شرک ہے وغیرہ وغیرہ اور مسلمان ان کی کتابوں تقریروں جلسوں سے متاثر ہو کر اس طرح بدعقیدہ بھی ہو جاتے ہیں جس طرح یہ اسرائیلی سامری سے یہی بات کوئی ہندو سکھ کہے تو مسلمان ہرگز نہ مانیں۔ ہندوؤں نے ایک بابری مسجد شہید کی تو مسلمانوں نے کتنا شور مچایا مگر اُس سے زیادہ اہم و تاریخی مساجد و متبرک مقامات سعودی وہابیوں نے تباہ کئے اس جگہ اپنے محل پر نوائے مزارات صحابہ شہید کئے کوئی مسلمان نہ بولا۔ آج کوئی ہندو خواجہ اجمیری کے مزار پر تو ہاتھ یا بات اُٹھا کر دکھائے۔ دوسری وجہ یہ کہ قوم موسیٰ گمراہ تو ہو گئی تھی مگر یہ گمراہی ابھی نئی نئی تھی راسخ نہ ہوئی تھی اور اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ کے مقام پر نہ پہنچی تھی اس لیے جلدی راہِ راست پر آگئی اور کچھ جلالِ موسوی کا بھی اثر تھا۔ یہ بات اللہ جلال طبیعتِ ہٰرون میں نہ تھا۔ تبصرہ اعتراض۔ صرف مولیٰ علی شیرِ خدا ہی وصیِ رسولُ اللہ اور خلیفۂ بلافصل ہیں اس لیے کہ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ۔ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰى (بخاری و مسلم مشکوٰۃ) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی تو میرے لیے بالکل اُسی مقام و درجہ کا ہے جیسے ہٰرون موسیٰ کے لیے۔ اور قرآن مجید کی ان آیات سے ثابت اور واضح ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہٰرون کو اپنا خلیفہ بنایا تھا نائب طور

marfat.com
Marfat.com

پر گئے تھے اِس آیت وحدیث کی مطابقت سے ثابت ہوا کہ مولیٰ علی بھی خلیفہ ہیں اور چونکہ ھٰرون بھی خلیفہ بلا فصل تھے لہٰذا یہ تشبیہی مماثلت بتا رہی ہے کہ مولیٰ علی بھی بلا فصل خلیفہ ہیں اس سے بڑی وضاحتی دلیل کے بعد اب کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں رشیعہ رافضی) جواب اور اس کے علاوہ کوئی دلیل ہے بھی نہیں۔ شیعہ لوگوں کو اپنی اس دلیل پر بڑا فخر و ناز ہے حالانکہ یہ دلیل بھی ان کے خلاف جاتی ہے۔ اوّلاً اس طرح کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں تشریف لے جانے لگے تو مولیٰ علی سے فرمایا تم یہیں مدینہ منورہ میں رہو عورتوں بچوں کی حفاظت و دیکھ بھال کے لیے مولیٰ علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ تب آپ نے فرمایا کہ اے علی تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ھٰرون موسیٰ علیہ السّلام کے لیے۔ یعنی جس طرح موسیٰ علیہ السّلام نے طور پر جاتے ہوئے عارضی طور پر چند دن کے لیے خلیفہ بنایا تھا صرف بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لیے اپنی زندگی میں ہی اسی طرح اے علی تبوک کے چند دن کی مدت کے لیے تم عورتوں بچوں بوڑھوں کی حفاظت کے لیے میرے نائب ہو میری زندگی میں ہی واپسی تک ثانیاً ھٰرون علیہ السّلام کی خلافت ختم ہو گئی تھی طور سے واپسی پر اور مولیٰ علی کی یہ خلافت و نیابت ختم ہو گئی تھی تبوک سے واپسی پر ثالثاً۔ مولیٰ علی کی یہ خلافت تامّہ اور مکمل نہیں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مولیٰ علی کو بنایا لیکن امام نہ بنایا۔ امامت کے کام عبداللہ ابن اُمّ مکتوم کے سپرد کئے کہ معلمِ نبوی پر وہ کھڑے ہوں۔ حالانکہ یہ مسئلہ شیعہ سنی کا متفق علیہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین ہی امامتِ امت کا حقدار ہے اسی لیے امامت کا مقام ہوتا ہے۔ رابعاً۔ اس طرح کہ خلافتِ تامّہ عورتوں مردوں سب کے لیے ہوتی ہے مگر مولیٰ علی کی یہ خلافت صرف عورتوں بچوں کے لیے تھی تمام صحابہ تبوک میں تھے۔ خامساً اِس طرح کہ موسیٰ علیہ السّلام کی زندگی کے بعد ھٰرون آپ کے خلیفہ نہ ہوئے ھٰرون علیہ السلام پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (از لمعات) ہم کہتے ہیں کہ واقعی مولیٰ علی خلیفہ تھے مگر حیاتِ نبوی میں چند دن غیر موجودگی میں نہ کہ بعد وفات۔ ششم یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ شیعہ کہتے ہیں مولیٰ علی نے تقیّہ کرتے ہوئے صدیق و فاروق و عثمان کی بیعت کر لی تھی۔ مخالفت نہ کی۔ حالانکہ حضرت ھٰرون نے کبھی تقیّہ نہ کیا۔ جب کہ بقول قرآن ان کو جان کا بھی خطرہ تھا۔ (دیکھو اِسْتَضْعَفُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ اعراف آیت ۱۵۰) بلکہ علی الاعلان سامری کی برائی فرمائی اور قوم کو اُس کی مشرکانہ چال بازی سے دور کرنے کی کوشش فرمائی۔ تو اگر صدیق و فاروق و عثمان غلط ہوتے مولیٰ علی بھی تقیّہ نہ کرتے بلکہ تمام صحابہ کو علی الاعلان صدیق و فاروق و عثمان سے دور

marfat.com
Marfat.com

رکھتے کوئی بچتا نہ بچتا۔ کیونکہ بقول تمہارے علی اُس وقت بھی بمنزلتِ ھرون تھے مگر مولیٰ علی نے نہ بچایا جس سے ثابت ہوا کہ یا مولیٰ علی بمنزلۂ ھرون نہیں رہے تھے یا پھر صدیق و فاروق صحیح نہ تھے غلط نہ تھے۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔

تفسیر صوفیانہ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ۔ اہلِ دنیا راہِ معرفت کی خوشگواریوں آسانیوں کی رونقوں کو دیکھ کر اوّلاً بڑے ذوق و شوق سے اس راہِ پُرخار میں چل پڑتے ہیں مگر جب ان کی تنہائیوں خلوتوں ریاضتوں مشقتوں کو دیکھتے اور جانگسل پابندیوں شب بیداریوں میں آزمائے جاتے ہیں تب دنیا کی لذتوں کو یاد کرتے ہوئے ارتداد و رجوع کرتے ہیں اور عجلِ طبیعتِ نفسانی کے پجاری بن جاتے ہیں دنیا کی فانی دولت امارت کا بچھڑا ان کا مسیحِ شیطانی بن جاتا ہے۔ پھر جب مرشدِ آفاقی کی جھڑک پڑتی ہے تو مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ کی عذر تراشی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ہم نے اپنے تصورِ تخیل اور قلبِ رائے سے وعدۂ سلوک، مخالفت نہ کی بلکہ ہم کو نفسِ باطنی نے مجبور و مقہور کر دیا نہ ہماری رائے رہی نہ قوت و اختیار ہم کو طبیعت کا اس طرح مسحور کر دیا گیا تھا کہ بدنِ ظاہری کو مسجود بنا بیٹھے۔ یہ راہِ معرفت ہم سے روپوش ہو گیا۔ تقلیدِ شرک تعمیلِ کفر زیورات شہواتِ دنیوی کو ہم پر لاد دیا گیا۔ ضعفِ انسانی کے سامری نے اپنے طلسمِ نفسانی کو ہم پر اس طرح ڈالا کہ ہم مبہوت و متحیر ہو گئے اہلِ اشراق نے کہا کہ دنیا پرستی ہی تمہارا سب کا معبودِ اصلی نسلی ہے۔ قلب کا بھی یہی معبود و مطلوب ہے۔ وارداتِ انوار اسی میں حلول کر گئے ہیں۔ مگر اس قلب نے بھلا دیا اور عبادت ریاضت مشقت کے خلوتِ طورِ عرفانی میں چلا گیا ان ہی باتوں نے لذاتِ وصلی کی جھلک دکھائی اور عجلِ دنیوی کی محبت ہم میں جذب کر گئی۔ اُس کی قوتِ سامری۔ ہماری ہمتِ ارضی پر غالب آگئی۔ سامری نفسِ امارہ کی صحبتِ بد کے امتزاج نے ہم کو خراب کر دیا (ابنِ عربی) دنیوی جاہ و دولت متاعِ دنیا ہے اس متاعِ فانی میں ریا کی عبادت بھی اگر شامل کر دی جائے تب بھی اس سے فساد ہی ہوگا۔ اثرِ رسول کی مٹی متبرک تھی مگر فرعونی زیور خبیث تھا۔ اور نیتِ سامری ریاکاری تھی اس لیے اُس متبرک سے بھی گمراہی میں ملی۔ یہی حال عبادتِ ریا کا ہے کہ عبادت اگرچہ متبرک ہے مگر عابد کی نیتِ بد اُس کو بد بنا دیتی ہے۔ متاعِ دنیا سبب ہے غرور اور گمراہی کا اور

marfat.com
Marfat.com

ضلالت غرور سبب ہے ہلاکت کا گمراہی سبب ہے فساد کا فرعون نے متاعِ دنیا پر غرور کیا لہٰذا ہلاک ہوا سامری نے متاعِ دنیا سے گمراہ کیا۔ اس لیے فساد ہوا۔ اگر بنی اسرائیل یہ خبیث سونا ساتھ نہ لاتے تو شرک کفر اور فساد سے بچ جاتے۔ مریدانِ باصفا کو راہِ معرفت میں نکلنے سے پہلے یہ دعا مانگنی چاہیئے کہ اے اللہ ہم تجھ سے مانگتے ہیں ہدایتِ کاملہ۔ اے رب ہمارے نہ بھٹکا ہم کو اپنے دروازے سے اور نہ مبتلا کر ہم کو اسبابِ عذاب میں تاکہ نہ ملوث ہو جائیں ہم بر ذاتِ نفسی میں یہ دعا مانگ کر پھر اس وادیِ پُرخار میں ہمت کے قدم اٹھائے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ مریدینِ دنیوی مثل بنی اسرائیل ہیں۔ منکنا۔ قوتِ ارادی کی کمزوری ہے حُمِّلْنَا ضعفِ اعتقادی ہے اَوْزَارًا۔ دنیوی شہواتِ خوب صورت ہیں۔ زِیْنَۃِ الْقَوْمِ۔ رسوماتِ کفر ہیں فَقَذَفْنٰهَا رسوماتِ ابلیسیہ کو اپنے سینے میں بسانا رغبت کرنا ہے۔ فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ۔ یہ نفسِ امارہ کی چالبازیاں ہیں کہ رسوماتِ کفریہ کو انسان کے دل میں خوب صورتی سے سجا دیتا ہے عِجْلًا جَسَدًا دنیا پرستی ہے هٰذَا اِلٰهُكُمْ دنیا کو دین پر اہمیت دینا ہے وَاِلٰهُ مُوْسٰى تلبیسِ ابلیس اور مکرِ شیطان ہے۔ نفسی کفر کے اقوالِ کاذبہ اور عقائدِ باطلہ ہیں۔ یہی فسادٌ فی الارض کی حامی ہیں اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ انسان کا ذہن سفیہ کتنا عجیب اور احمق ہے کہ دعوے کرتا ہے آسمان پر طنابیں ڈالنے کی ستاروں پر کمندیں پھینکنے کی۔ مگر معبود اس کو بنا لیتا ہے جو لَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا۔ اُس کی بات کا جواب تک نہیں دے سکتے نہ اُس کی مثل بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔ اور نبوت کے لیے دلیلیں مانگتا ہے معبود اپنی من مرضی سے ایسا جانور بنا لیتا ہے جو لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ہے۔ نہ نقصان سے بچا سکے نہ نفع دے سکے یہی حال طبیعتِ انسانی اور کثافتِ نفسانی کا ہے۔ ہر انسان کے باطنِ خفی میں توجہ قلب سے پہلے عقلِ لاھوتی ندا کرتی ہے کہ اے نفسانی طغیانی خواہشات والو حیاتِ عارضی کے یہ دنیوی لمحاتِ عیش تمہارے لیے فتنۂ امتحان ہے تم آزمائے جا رہے ہو تمہارا مرتبی یہ دنیوی ساز و سامان اسباب و وسائل نہیں تمہارا رب صرف خالق تعالیٰ ہے جو رحمٰن کائنات ہے لہٰذا عقلِ سلیم کی ہی پیروی کرو کیونکہ یہی آستانۂ الہامات الٰہیہ ہے اور عقلِ شعور ہی کا حکم مانو کیونکہ وہی شریعت و طریقت کا فہیم ہے متاعِ دنیوی انسان کو چار طرح ملتی ہے تجارتاً۔ وراثتاً۔ تحفتاً۔ محنتاً یہ سب حلال ہیں اور چار طرح

marfat.com
Marfat.com

ناجائز طریقے سے انسان خود حاصل کرتا ہے۔ ظلماً، غصباً سرقاً، حراماً۔ تحفہ نذرانہ قبول کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی مومن کسی مومن پر بغیر طمع اور بغیر طلب کوئی احسان کرے تو لینے والے کو چاہیئے کہ اس کا سچا دوست بن جائے تب وہ دنیا آخرت کے خطرات سے محفوظ رہے گا۔ جو اللہ کی عطاءِ رزق کو رد کرتا ہے وہ خطرات میں گھر جاتا ہے اس لیے کہ رزقِ حلال کو رد کرنا غرور و نخوت پیدا کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ سے بندے کے تمام معاملات و تعلقات درست ہوں اور بندہ اپنی خواہشات کو فنا کر دے ہر وقت رضاءِ الٰہی کا طالب رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے دنیا کے افکار دور کر دیتا ہے اور دل کی تونگری عطا فرماتا ہے، سہولت کے دروازے کھول دیتا ہے راہِ معرفت کی فقیری یہ ہے کہ ضروریات کو دل کے اندر ہی پوشیدہ رکھے رب تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے اظہار نہ کرے درویش ربانی اصل مالک سے مانگتا ہے اور اصل مالک رب تعالیٰ ہے جس نے دنیا کے دروازے کھٹکھٹائے وہ درویش نہیں پست ہمت ہے

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى

مرتدین نے کہا ہرگز نا چھوڑیں گے ہم اس بچھڑے کے پاس اعتکاف کرنے سے یہاں تک کہ

يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا

لوٹے ہم تو اس پر آسمن مارے بچے رہینگے جب تک

لوٹیں ہماری طرف موسیٰ ۔ فرمایا اے ہارون کس چیز نے

مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ

منع کیا تم کو جب کہ تم نے دیکھ لیا تھا کہ یہ گمراہ ہو گئے اس بات سے کہ پیچھے چلے آتے میرے

روکا تھا جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا کہ میرے پیچھے آتے

marfat.com
Marfat.com

أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ

تو کیا تم نے دھیان نہ دیا میرے حکم پر۔ فرمایا (جواباً) اے میرے ماں جائے نہ پکڑو

تو کیا تم نے میرا حکم نہ مانا۔ کہا اے میری ماں جائے نہ میری

بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ إِنِّي خَشِيتُ أَن

میری داڑھی اور نہ زلفیں بے شک میں نے اندیشہ سوچا کہ کہیں

داڑھی پکڑو نہ میرے سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا کہ

تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ

تم یہ کہو کہ تو نے ہی فرقہ بازی کرا دی بنی اسرائیل کے درمیان اور نہ

تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے

تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ

انتظار کیا تو نے میرے فیصلے کا۔ فرمایا اچھا اب تیرا کیا بیان ہے

میری بات کا انتظار نہ کیا۔ موسیٰ نے کہا اب تیرا کیا حال ہے

يَا سَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾

اے سامری

اے سامری

تعلقات ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت ہارون کے خطاب کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں گمراہ قوم کی ضد اور ہٹ دھرمی سے انکار کرتے ہوئے جواب دینے کا ذکر ہے دوسرا تعلق پچھلی آیات میں ذکر ہوا کہ حضرت موسیٰ نے قوم کو چھوڑا جس پر قوم نے بچھڑا بنانے کا طریقہ اور گمراہ

marfat.com
Marfat.com

گرسامری کا ذکر کیا۔ اب اِن آیتوں میں حضرت موسیٰ کا حضرت ہٰرون کو جھڑکنے کا تذکرہ ہے۔
تیسرا تفنّق۔ پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی جلالی اور فائدے مند طبیعت کا ذکر ہوا اب اِن آیت میں حضرت ہٰرون علیہ السّلام کی نرم دلی اور جمالی طبیعت کا ذکر ہوا۔ اور اشارہ فرمایا گیا کہ رہنمایانِ قوم کی جمالی طبیعت اکثر فائدہ نہیں دیتی بلکہ قوم اِس سے ناجائز فائدہ اٹھاتی ہے۔

تفسیر نحوی قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ۔ قَالُوْا فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَنْ نَّبْرَحَ۔ باب فتح کا فعل مضارع نفی تاکید بلن جمع متکلم مستقبل بَرْحٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی ہٹنا۔ گزر جانا۔ بیچ نکلنا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے گرمئہ رات کو بارحہ اور بیچ نکلنے والے کو مبروح اسی معنی میں کہتے ہیں کشادہ میدان یا جگہ کو بَرَاحٌ اسی لیے کہا جاتا ہے وہاں سے بیچ نکلنا آسان ہوتا ہے۔ سختی اور تکلیف کو مبرّح اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اُس سے دور بھاگا جاتا ہے یہاں براحۃ کی نفی تاکیدی کا معنی ہوا سختی سے ڈٹ جانا۔ عَلَيْهِ جار مجرور متعلق ہے ہٖ ضمیر کا مرجع عِجْلًا یا عقیدۂ معبودیت کا عٰكِفِيْنَ۔ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر واحد ہے عَاكِفٌ بمعنی اعتکاف بیٹھنے والے مُکُثٌ سے مشتق ہے جو جیہ ہے ایک جگہ مقید ہو کر مقیم رہنا یہ بحالتِ نصب ہے حال ہے لَنْ نَّبْرَحَ کے حَتّٰى کا حتی حرف جر بمعنی اِلٰی انتہاء غایت کے لیے یعنی جب تک حتی کا اپنا معنی ظرف زمانی والا یعنی جب اور الی کے معنی سے انتہائیہ ہوا یعنی تک اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے يَرْجِعَ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب رُجُوْعٌ سے بنا ہے بمعنی لوٹنا واپس آنا۔ اِلَيْنَا دو لفظ ہیں اِلٰی حرف جر انتہاء مقصد کے لیے نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل اس کا مرجع مرتدین۔ بنی اسرائیل ہیں۔ مُوْسٰى یہ اسم مقصورہ ہے اِس کے تینوں اعراب تقدیری یعنی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ یہاں بحالتِ ضمہ ہے کیونکہ فاعل ہے يَرْجِعَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حَتّٰى سے مجرور ہو کر متعلق ہے لَنْ نَّبْرَحَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا۔ قَالُوْا کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ يٰهٰرُوْنُ قَالَ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ خیال رہے کہ ہر فعل کا فاعل ضرور ہوتا ہے۔ کبھی ظاہر کبھی پوشیدہ کبھی معلوم کبھی نامعلوم۔ پوشیدہ ہو تو اس کو فعل با فاعل کہتے۔ فاعل معلوم ہو تو فعل معروف

Marfat.com

نامعلوم ہو تو فعل مجہول کہتے ہیں۔ یَا حرفِ ندا۔ هٰرُوْنُ۔ منادیٰ مرفوع۔ جب منادیٰ مضاف نہ ہو تو ہمیشہ مرفوع ہی ہوتا ہے اور جب مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے جیسے یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ مَا موصولہ سوالیہ استفسار اور وضاعت کے لیے۔ مَنَعَ۔ بابِ فتح کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب هٗ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے اس کا مرجع مَا ہے۔ كَ ضمیر متصل واحد مذکر حاضر اس کا مرجع ہے هٰرُوْنُ مفعول بہ ہے مَنَعَ کا اِذْ حرفِ ظرف زمانی رَاَیْتَهُمْ بابِ فتح ماضی مطلق واحد مذکر حاضر اس میں اَنْتَ ضمیر بارز اس کا فاعل ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل اس کا مفعول بہ ہے ضَلُّوْا۔ بابِ نصر کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب۔ ضَلٰلٌ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے یعنی صحیح راستے سے ہٹ جانا۔ یعنی گمراہ ہو جانا کچھ سجھائی نہ دینا۔ وَارِفقہ ہو جانا محبت میں یہاں پہلے معنی میں ہے هُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا هُمْ ضمیر ظاہر کا وہ حال ذوحال مل کر مفعول بہ ہے رَاَیْتَ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر ظرف ہوا مَنَعَ کا اَلَّا دراصل اَنْ لَا ہے اَنْ ناصبہ مصدریہ مضارع کو نصب دے کر مصدر کے معنی میں کرنے والا لَا نفی۔ تَتَّبِعَنِ باب افتعال کا فعل مضارع منفی بلا واحد مذکر حاضر اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ اَنْتَ فاعل ہے۔ مرجع ہے هٰرُوْنُ اس کا مصدر ہے اِتِّبَاعٌ "تَبِعَ" سے بنا ہے یعنی پیچھے پیچھے آنا۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ نِ دراصل نِی تھا نون وقایہ کی ضمیر متکلم مفعول بہ ہے۔ لَا تَتَّبِعَنِ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اَفَ۔ دراصل فَاءٌ تھا۔ فَ حرفِ عطف اَ حمزہ سوالیہ حصر تاکیدی پیدا کرنے کے لیے سوال کو پہلے کر دیا گیا۔ لفظ اَفَ قرآن مجید میں تقریباً ایک سو چودہ بار آیا ہے۔ ترجمہ ہے کیا پس ف عاطفہ تعقیبیہ عَصَیْتَ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر اس کا فاعل ضمیر بارز اَنْتَ ہے مرجع هٰرُوْنُ ہے اَمْرِیْ۔ مرکب اضافی مفعول بہ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا لَا تَتَّبِعَنِ کا دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے مَنَعَ کا مَنَعَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ جواب ندا ہوا حرفِ ندا اپنے منادیٰ و جواب سے مل کر جملہ ندائیہ اسمیہ ہو کر مقولہ قَالَ اپنے مقولہ سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ۔ قَالَ فعل با فاعل هُوَ پوشیدہ مرجع هٰرُوْنُ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ یَبْنَؤُمَّ۔ یا ابْنَ اُمَّ۔ یا حرفِ ندا۔ ابن اسم مفرد جامد یعنی بیٹا مضاف ہے دریں کی واؤ وصلی ہے جو کہ اس کو اُمَّ سے ملانے کے لیے تاکہ اُمَّ کی ہمزہ اصلیہ مع اعراب دور ہو

marfat.com
Marfat.com

سلامت رہے اُمّ۔ دراصل اُمّی تھا یاءِ متکلم کو حذف کیا تخفیف کے لیے اور منادیٰ مضاف کا فتحہ باقی رکھا اس لیے ہوا اُمَّ۔ مضاف الیہ ہے ابن کا یہ مرکب اضافی منادیٰ ہے لَا تَاْخُذْ باپ نصر کا فعل نہی حاضر معروف واحد مذکر حاضر اَنْتَ پر شنیدہ اس کا فاعل بِ جارۃ تعدیہ کی بِلِحْیَتِیْ اسم مفرد وحدت کی تَ ہے یعنی داڑھی کے بال مضاف ہے ی ضمیر متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا نافیہ لَا تَاْخُذْ کی عطفی تاکید کے لیے بِ جارۃ تعدیہ کا رَاْسِیْ۔ اسم مفرد جامد یعنی سر مراد ہے سر کے بال زُلفیں یہ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے پہلے مجرور بِلِحْیَتِیْ پر دونوں معطوف مل کر متعلق ہے لَا تَاْخُذْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر یہ جواب ندا یا بَنُوْمَ ایک قرأت میں یا بَنُوْمَّ ہے۔ ایک قرأت میں بِلِحْیَتِیْ ایک میں بِلِحْیَتِیْ۔ اس طرح بِرَاْسِیْ اور بِرَاْسِیْ ہے اِنَّ حرف شبہ ی ضمیر متکلم اس کا اسم خَشِیْتُ۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق واحد متکلم خَشْیٰ سے مشتق ہے یعنی اندیشہ کرنا یعنی دل میں ڈرنا کسی کے رعب میں آنا ضمیر بارز متکلم اس کا فاعل مراد ضمیر ہیں۔ اَنْ ناصبہ تَقُوْلَ فعل مضارع مستقبل اَنْتَ ضمیر پوشیدہ صیغہ اس کا فاعل فَرَّقْتَ باب تفعیل کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر اَنْتَ اس کا فاعل۔ تَقُوْلَ کا مرجع موسیٰ اور فَرَّقْتَ کا مرجع ھٰرُوْنَ علیہما السلام بَیْنَ اسم ظرف مضاف ہے بنی اسرائیل مرکب اضافی مضاف الیہ ہے یہ دونوں مل کر ظرف ہوا فَرَّقْتَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَاْو عاطفہ لَمْ ترقب باب نَصَرَ کا فعل مضارع نفی جحد بِلَمْ یعنی ماضی اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ھٰرُوْنَ قَوْلِیْ۔ قَوْلَ مصدر مضاف یا ءِ متکلم مفعول مضاف الیہ یہ مرکب اضافی شبہ جملہ ہو کر مفعول بہ ہوا۔ لَمْ تَرْقُبْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا فَرَّقْتَ پر دونوں عطف مل کر مقولہ مفعول بہ ہوا تَقُوْلَ سے مل کر مقول بہ ہوا خَشِیْتُ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر اِنَّ ہوا وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ قول ہوا سب مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل ھُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع موسیٰ علیہ السلام۔ فَ زائدہ تحسین کلام کے لیے مَا حرف سوال خَطْبُ اسم مفرد جامد حاصل مصدر خَطْبٌ کا لغوی ترجمہ ہے باتیں کرنا کسی سے خطاب کرنا۔ اصطلاح میں ہر اُس معاملے اور حالت کیفیت و حقیقت کو کہا جاتا ہے جس کا تذکرہ چرچہ اور باتیں لوگوں میں اہمیت سے کی جا رہی ہوں یہاں اصطلاحی معنی میں ہے یہ مرکب اضافی سوال و سئول ندا کا جواب مقدم ہے یا حرف ندا سامری منادیٰ یا ندائیہ اپنے منادیٰ اور جواب مقدم سے مل کر جملہ ندائیہ ہو کر مقولہ اضمار قول مقول مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ لفظ تَرْقُبْ سے مشتق ہے یعنی انتظار کرنا۔ نظر کرنے

Marfat.com

کررَقُوبٌ اور عاشق کے مخالف کو رقیب اسی معنی میں کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی ہلاکت یا ذلت و رسوائی کا انتظار کرتے ہیں رَقَبٌ ہفت قسم میں صحیح ہے۔ خیال رہے کہ عربی زبان میں کُل اصولی الفاظ سات ہیں اور ان کی شقیں و شاخیں بن کر اُنیس ہو جاتی ہیں ۱؎ لفظ صحیح۔ وہ ثلاثی یا رباعی (تین حرف یا چار حرف والا) جس میں حرف علت (واؤ۔ الف۔ ی) ہمزہ ایک جنس کے دو حرف نہ ہوں ۲؎ مہموز الفاء وہ ثلاثی لفظ جس کا فاء کلمہ (پہلا حرف) ہمزہ ہو جیسے اَمْرٌ ۳؎ مہموز العین وہ ثلاثی لفظ جس کا عین کلمہ (دوسرا حرف) ہمزہ ہو جیسے مَسْئَلَۃٌ ۴؎ مہموز اللام جس کا تیسرا حرف (لام کلمہ) ہمزہ ہو جیسے مَرْوٌ ۵؎ معتل مثال الفی وہ ثلاثی لفظ جس کا پہلا حرف الف ہو مگر اس کا وجود کوئی نہیں ہوتا ۶؎ معتل مثال واوی وہ ثلاثی لفظ جس کا پہلا حرف واؤ ہو جیسے وَعْدٌ وَلَدٌ ۷؎ معتل مثال یائی وہ ثلاثی جس کا پہلا حرف یْ ہو جیسے یَسَرٌ ۸؎ معتل اَجْوَفُ اَلفی وہ ثلاثی لفظ جس کا دوسرا حرف الف ہو جیسے رَاْسٌ ۹؎ معتل اَجوف واوی جس کا دوسرا حرف واؤ ہو جیسے قَوْلٌ ۱۰؎ معتل اَجْوَفُ یائی وہ ثلاثی لفظ جس کا دوسرا حرف یْ ہو جیسے بَیْعٌ ۱۱؎ معتل ناقص الفی وہ ثلاثی جس کا تیسرا حرف الف ہو جیسے خَطَاءٌ ۱۲؎ معتل ناقص واوی وہ ثلاثی جس کا تیسرا حرف واؤ ہو جیسے دَعَوٌ ۱۳؎ معتل ناقص یائی وہ ثلاثی جس کا تیسرا حرف یْ ہو جیسے رَمْیٌ ۱۴؎ لفیف مفروق۔ وہ ثلاثی لفظ جس کا پہلا اور تیسرا حرف حرف علت ہو جیسے وَقًی ۱۵؎ لفیف مقرون اولیٰ وہ ثلاثی لفظ جس کا پہلا دوسرا حرف حرف علت ہو جیسے وَیْلٌ ۱۶؎ لفیف مقرون ثانی وہ ثلاثی لفظ جس کا دوسرا و تیسرا حرف حرف علت ہو جیسے لَوْیٌ ۱۷؎ مضاعف ثلاثی اولیٰ جس کا پہلا اور دوسرا حرف حرف صحیح ایک جنس کا ہو جیسے مَرَّ۔ کَرَّ۔ مگر یہ مستعمل نہیں ۱۸؎ مضاعف ثلاثی ثانی جس کا دوسرا و تیسرا حرف ایک جنس کا حرف صحیح ہو جیسے زَلْزَلَ ۱۹؎ مضاعف رباعی جس کا پہلا اور تیسرا و دوسرا و چوتھا ایک جنس کا حرف صحیح ہو جیسے زَلْزَلَ ان کی اصولی اقسام سات ہیں اس لیے ان سب کو ہفت اقسام ہی کہتے ہیں۔ ایک شاعر نے ان کو اس شعر میں اس طرح جمع کیا ہے۔

صحیح ہست و مثال و اجوف مضاعف لفیف و ناقص مہموز و اجوف

تفسیر عالمانہ فَاَوْاِلَی الْکَہْفِ یَنْشُرْ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ وَیُہَیِّئْ لَکُمْ مِّنْ اَمْرِکُمْ مِّرْفَقًا ۔ وَتَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ کَہْفِہِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُہُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَہُمْ فِیْ فَجْوَۃٍ مِّنْہُ ۔ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ ۔ مَنْ یَّہْدِ اللّٰہُ فَہُوَ الْمُہْتَدِ ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ۔ وَتَحْسَبُہُمْ اَیْقَاظًا وَّہُمْ رُقُوْدٌ ۔ وَّنُقَلِّبُہُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۔ وَکَلْبُہُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ بِالْوَصِیْدِ ۔ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْہِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْہُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْہُمْ رُعْبًا ۔ وَکَذٰلِکَ بَعَثْنٰہُمْ لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَہُمْ ۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْہُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ ۔ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ۔ قَالُوْا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۔ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ ہٰذِہٖٓ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّہَآ اَزْکٰی طَعَامًا فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْہُ وَلْیَتَلَطَّفْ وَلَا یُشْعِرَنَّ بِکُمْ اَحَدًا ۔ اِنَّہُمْ اِنْ یَّظْہَرُوْا عَلَیْکُمْ یَرْجُمُوْکُمْ اَوْ یُعِیْدُوْکُمْ فِیْ مِلَّتِہِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۔ وَکَذٰلِکَ اَعْثَرْنَا عَلَیْہِمْ لِیَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَۃَ لَا رَیْبَ فِیْہَا ۔ اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَہُمْ اَمْرَہُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْہِمْ بُنْیَانًا ۔ رَبُّہُمْ اَعْلَمُ بِہِمْ ۔ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِہِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْہِمْ مَّسْجِدًا ۔ سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُہُمْ کَلْبُہُمْ ۔ وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَۃٌ سَادِسُہُمْ کَلْبُہُمْ ۔ رَجْمًا بِالْغَیْبِ ۔ وَیَقُوْلُوْنَ سَبْعَۃٌ وَّثَامِنُہُمْ کَلْبُہُمْ ۔ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِہِمْ مَا یَعْلَمُہُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۔ فَلَا تُمَارِ فِیْہِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاہِرًا ۔ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْہِمْ مِّنْہُمْ اَحَدًا ۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّہْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ ہٰذَا رَشَدًا ۔ وَلَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۔ قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۔ لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اَبْصِرْ بِہٖ وَاَسْمِعْ ۔ مَا لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖٓ اَحَدًا ۔ وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۔ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۔ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ ۔ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْہُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ہَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ ۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۔ اَحَاطَ بِہِمْ سُرَادِقُہَا ۔ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُہْلِ یَشْوِی الْوُجُوْہَ ۔ بِئْسَ الشَّرَابُ ۔ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۔ اُولٰٓئِکَ لَہُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہِمُ الْاَنْہٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْہَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَہَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّکِئِیْنَ فِیْہَا عَلَی الْاَرَآئِکِ ۔ نِعْمَ الثَّوَابُ ۔ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۔

تفسیر عالمانہ طرون کی یہ نصیحت آمیز شفقانہ تقریر و تبلیغ سن کر مرتدین نے کہا اے طرون ہم تمہاری

marfat.com
Marfat.com

ان مخالفانہ تعصبتوں پر ہرگز عمل نہ کریں گے بلکہ اسی طرح اسی جگہ اس بچھڑے کے حضور میں حاضر و معتکف رہیں گے۔ جب تک کہ موسیٰ علیہ السّلام ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آجاتے اب اس کا فیصلہ حضرت موسیٰ کریں گے وہ ہم کو بتائیں کہ یہ عبادت اور بچھڑے کی پوجا شرک و کفر ہے یا نہیں دیکھیں کہ وہ ہم کو منع کرتے ہیں یا قائم رکھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے وہ ہمارے اس کام سے خوش ہوں ہم کو شاباش دیں اور فرمائیں کہ واقعی یہ بچھڑا اللہ کی طرف سے ایک معبود و مسجود ہی بن کر آیا ہوا ہے اس میں اللہ کی ہی جلوہ گری ہو رہی ہے جب اس میں حلول کر گیا ہوا اور سما گیا ہو۔ اگر حضرت موسیٰ نے اس کی تصدیق کر دی پھر تو ہم کامیاب ہو گئے۔ لیکن اگر انہوں نے اسے طُرُق آپ کی ہی طرح اِس کی ممانعت فرمائی اور اِس کام پوجا پاٹ کو شرک کفر اور حرام فرمایا تو ہم توبہ کر لیں گے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اِن مرتدین نے اِس بچھڑے کی تین طریقے سے عبادت کی۔ پہلا یہ کہ اُس کے پاس اعتکاف کیا۔ اعتکاف بھی عبادت ہی ہوتا ہے۔ یعنی ہر وقت صبح شام رات دن کسی کو بلورِ تعظیم اور بنیتِ عبادتِ اعتکاف اُس کے پاس حاضر رہنا اور ادب و احترام سے بیٹھے رہنا۔ صرف ضرورت کی بات کرنا یا اشاروں سے سمجھنا سمجھانا اور ضروریاتِ انسانی کے لیے باری باری نکلنا بنی اسرائیل نے یہ اعتکاف بھی کیا اور دوم یہ کہ کبھی کبھی اسی اعتکاف میں بچھڑے کے آس پاس رقص کرنے لگ جاتے۔ سوم یہ کہ جب وہ بچھڑا بولتا تو سجدے میں گر جاتے اس کی طرف منہ کر کے اور اس وقت تک سجدے میں پڑے رہتے جب تک دوسری بار بولتا اور جب دوسری بار بولتا تو اُٹھ کر اسی طرح ناچنا شروع کر دیتے (از تفسیر روح المعانی ملخصاً) کَلَّا قَالَ سے عَاكِفِيْنَ تک رب تعالیٰ کا خبریہ فرمان ہے اور سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اس کے بعد قَالَ يٰهٰرُوْنُ سے قَوْلِيْ تک حضرت موسیٰ و ہارون کا مکالمہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے مرتدین اسرائیلیوں کا پورا بیان معذرت سن لیا۔ تو اسی شرعی جذباتی غیظ و غضب کی حالت میں اپنے وزیر مشیر بڑے بھائی اور اُس وقت کے خلیفہ نائب حضرت ہارُوْن کی طرف لوٹے جو وہیں نزدیک ہی گھوڑے سے فاصلے پر اپنے بارہ ہزار اہلِ ایمان ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ پہلے ہارُوْن علیہ السّلام سے سخت لہجے میں باز پرس کی تھی۔ جیسا کہ سورۂ اعراف آیت ۱۵۰ سے واضح ہوتا ہے۔ فرمایا اے ہارُوْن تم کو کس بات نے منع کیا اور روکا تھا جب کہ تم نے دیکھا تھا ان لوگوں کو کہ یہ سب گمراہ ہو گئے ہیں پھر میری اتباع کرنے سے اور تم نے میری اِتباع نہ کی کیا جان بوجھ کر تم نے میری بات میرے حکم کی پرواہ نہ کی

marfat.com
Marfat.com

حالانکہ تم میرے خلیفہ تھے مگر تم نے حقوقِ خلافت و نیابت ادا نہ کئے۔ نہ ان کو چھڑکا نہ ڈانٹا نہ ان سے جنگ کی میں تم سے کہہ کر گیا تھا کہ۔ اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (از سورۂ اعراف آیت ۱۴۲) میری قوم میں میرے خلیفہ بن کر رہنا میری طرح تبلیغ و اصلاح کرنا اور کسی بھی سر اٹھانے مفسدین کی بات پر نہ لگ جانا نہ کسی قسم کی نرمی برتنا۔ یہ حکم عدول کیوں کی نہ یہ علیحدہ بیٹھ رہنے کا موقعہ تھا نہ نرم دلی اور شفقت و مروت کا وقت تھا آخر دور کھڑے اس طرح تماشہ دیکھنے کی وجہ کیا تھی مجھے صاف صاف بتاؤ کہ کیا کوئی دباؤ تھا تم پر یا تمہاری بھول چوک تھی یا تمہاری ناسمجھی کہ تم نے اس وقت میری وہ باتیں نصیحتیں سمجھی نہ تھیں کہ میں کہنا کیا چاہتا ہوں تم نے غور سے نہ سنیں تھیں یا تم کسی اُلجھن میں پڑ گئے تھے کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔ بعض نے فرمایا کہ اَلَّا تَتَّبِعَنِ کا معنیٰ ہے۔ تم میرے پاس فوراً طور پر کیوں نہ آ گئے اور آ کر مجھ کو نہ بتایا۔ تمہاری یہ جدائی بھی ان کے لیے ایک زجر ہی ہوئی۔ (از تفسیر خازن) قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ہارون علیہ السلام نے فرمایا اے میرے ماں جائے بھائی میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ کھینچ میں نے اس لیے ان مرتدین پر سختی نہ کی کہ میں تمہاری طرف سے ڈرتا تھا کہ کہیں تم نہ کہو تم نے ہارون تم نے فرقہ بازی اور خانہ جنگی کرا دی بنی اسرائیل میں اور میرے آنے میرے فیصلے کا انتظار بھی نہ کیا ورنہ زبانی کلام سے تو میں نے ان کو کئی دفعہ سمجھایا تھا کہ توحید و رسالت اور شریعت والے دین پر ہی قائم رہو۔ میری اسی شفقتانہ گفتگو نرم دلی کی وجہ سے اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (سورۃ اعراف آیت ۱۵۰) میری اس قوم نے مجھ کو کمزور سمجھ لیا تھا اور میری مصلحانہ نصیحتوں سے اتنے بپھ گئے ہوئے تھے لگتا تھا کہ مجھ کو قتل کر دیں گے۔ یہ میری علیحدگی اپنی ایمان والی قوم کے ساتھ بھی اسی اصلاح کی غرض سے تھی لہٰذا۔ اے میرے ماں جائے سگے بھائی دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقعہ نہ دو وہ لوگ تو پہلے ہی ہمارے خیر خواہ نہیں ہیں چاہتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی لڑتے رہیں۔ مجھ سے اپنے غصے کو ٹھنڈا کرو اور مجھے ظالموں میں شمار نہ کرو مفسرین فرماتے ہیں ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے سگے بھائی تھے۔ ماں باپ میں اور یَبْنَؤُمَّ کہہ کر صرف ماں کا تذکرہ کرنا فقط شفقت اور دل کو نرم کرنے کی وجہ اور غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے تھا خیال رہے کہ بہن بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک سگے۔ یعنی دونوں کے والدین ایک ہی ہوں دوسرے

marfat.com
Marfat.com

والد ایک والدہ مختلف ۳۔ آخیافی والدہ ایک والد مختلف۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ ہارون علیہ السلام نے معذرت کا یہ طریقہ و لہجہ اس لیے بھی اختیار فرمایا کہ بنی اسرائیل میں بہت سے خناس نفس ابلیس طبیعت اور شر پسند لوگ ایسے بھی تھے جو چاہتے تھے کہ ہر طرف سے فساد کی آگ بھڑکتی رہے یہاں تک کہ ہارون و موسیٰ علیہما السلام کو بھی آپس میں لڑانے بھڑانے کی کوششیں بے فائدہ کرتے رہتے تھے اور ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے تھے کہ جس سے انھیں فساد مچانے میں مدد ملے۔ ایک دفعہ حضرت ہارون چند دنوں کے لیے کسی جگہ تشریف لے گئے تو انہی خبثا نے مشہور کر دیا کہ موسیٰ نے ہارون کو قتل کر دیا ہے۔ معاذ اللہ آج جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر ہارون علیہ السلام پر اس طرح سختی فرمائی تو ہارون علیہ السلام ان شر پسندوں کی کسی نئی شرارت سے اندیشناک ہو کر اس طرح ملجیانہ انداز میں معذرت کرتے ہوئے والدہ محترمہ کی نسبت کا واسطہ دیتے ہیں کہ یَبْنَؤُمَّ۔ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ۔ منافق دشمن کو نیا فساد مچانے کی مذاق بازی کرنے کا موقعہ نہ دو بعض مفسرین نے اسی یَبْنَؤُمَّ سے دھوکہ کھا کر کہا کہ حضرت موسیٰ و ہارون آپس میں اخیافی بھائی تھے۔ اور ہارون کے والد فوت ہو گئے تھے تب والدہ نے دوسرے شخص عمران سے نکاح کیا اور ان سے موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ مگر یہ قول قطعاً غلط اور لغو ہے اس لیے کہ جب دو بھائیوں کی عمر میں دو یا تین سال کا فرق ہو تو دوسری شادی اتنی جلدی رواجاً ممکن ہے جمہوری اور صحیح قول یہی ہے کہ آپ والدین میں سگے شریک تھے۔ صرف یَبْنَؤُمَّ کہنا دل کو نرم کرنے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے تھا حضرت موسیٰ نے ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر جھنجوڑا تھا جس سے ثابت ہوا کہ آپ کے سر اور داڑھی شریف کے بال اتنے لمبے تھے جو پکڑے جا سکیں تفسیروں روایتوں میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے دائیں ہاتھ سے (بہت بیتابی سے) سر کے بال شریف اور بائیں دست یسار سے داڑھی کے بال شریف پکڑے تھے (از تفسیر بیضاوی صاوی۔ مدارک مظہری) اس موقعہ پر حضرت موسیٰ نے تین لوگوں سے سرزنش اور باز پرس فرمائی۔ پہلے آتے ہی ہارون علیہ السلام کو سرزنش فرمائی ان کی سچی حقیقی معذرت سننے کے بعد مرتدین سے باز پرس فرمائی۔ قوم نے اپنی معذرت اور بیان صفائی دیتے ہوئے اصل مجرم سامری کو بتایا اور جب ان کو حضرت موسیٰ کے غضب غصے اور جبروت و جلال سے بتہ لگ گیا کہ ہم گمراہ ہو گئے ہیں تب مزید معذرت اور پشیمانی کرتے ہوئے ان لفظوں سے عرض کرتے ہیں کہ وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۚ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ۝ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ۝ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝

Marfat.com

وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۴۹) اور جب گرا دئے گئے وہ اپنی نظروں میں اپنے ہی سامنے اور سمجھ گئے کہ بے شک وہ گمراہ ہو گئے ہیں تب (ندامت سے) کہنے لگے کہ اب اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے اور مغفرت نہ کرے تو یقیناً ہم بہت ہی ابدی نقصان والوں میں سے ہوں گے۔ حضرت موسیٰ ان دونوں طرف کی معذرت سننے کے بعد ان مرتدین کی توبہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما کر فرمایا کہ اب ان کی توبہ اور توبہ کا طریقہ رب تعالیٰ کے سپرد ہے پھر سامری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں تین قول ہیں کہ اس وقت سامری کہاں تھا۔ سامری وہیں قریب کھڑا تھا۔ سہما لرزا ہوا اور یہ سب جھڑک وجلال معذرت وبیان کا منظر دیکھ رہا تھا حضرت موسیٰ پھر وہیں اس کی طرف متوجہ ہوئے ۲ سامری اپنے خیمہ میں ڈرا سہما بیٹھا تھا ۳ سامری بچھڑے کے پاس معتکف بیٹھا تھا ہو سکتا ہے بچھڑے سے التجائیں کرتا ہو کہ مجھے جلالِ موسیٰ سے بچالے حضرت موسیٰ اس کی طرف گئے اور قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ۔ ہاں اب تو بول اے سامری اس کفریہ شرکیہ فعلِ بد سے تیرا کیا ارادہ تھا تو نے یہ سب کچھ کیوں کیا کیسے کیا پوری قوم کی گمراہی سے تجھ کو کیا حاصل ہوا۔ تیری کیا شان وعزت بڑھی اس حرکت کی برائی اور بیان تو سب کے سامنے اپنی زبان سے بتا تاکہ ان گمراہوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ تو کتنا مکار جھوٹا گمراہ گر ہے تیری اس کذب بیانی نقریر نے کہ یہ بچھڑا تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے تجھ کو دینی یا دنیوی کیا فائدہ پہنچایا۔ بتا تیری غرض کیا تھی۔ حضرت موسیٰ کا یہ غصہ وجلال اَلْقَى الْاَلْوَاحَ سے۔ یہاں سامری کی سرزنش اور باز پرسی تک ایک جیسا رہا۔ ہارون علیہ السلام کے بال آپ نے ان سے شروع کلام میں پکڑ لیے تھے اور معذرت کے آخری قول لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ کے بعد چھوڑ دیے پھر سامری کو اس کی پوری بات سن کر سزا سنائی۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے پھر اپنے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے دعا مانگی۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ (اعراف آیت ۱۵۱) پھر مرتدین کی سزا کا حکم طور پر جا کر رب تعالیٰ سے سنا کہ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (بقرہ آیت ۵۴)

فائدے ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ دنیا میں انسان کو واسطے دینی دنیوی کامیابیوں کے حصول کے لیے دلیلوں ترکیبوں سے زیادہ ہدایتِ الٰہی ملنا ضروری ہے اگر کسی خوش قسمت کو ہدایتِ ربانی حاصل ہو جائے تو نہ اس کو دلیلوں کی حاجت رہتی ہے نہ کسی گمراہ گر کی گمراہ گری کا نقصان لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور ایمان

marfat.com
Marfat.com

کی روشنی دل پر نہ آئے تو بیسیوں دلیلیں دیکھ سن کر بھی انسان گمراہ ہوتا جاتا ہے۔ تعصب ہی سے ضد و تعصب کرتا ہے۔ یہ فائدہ قَالُوْٓا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَآءَنَا (الخ) کے کلام فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو فرعونی جادوگروں نے صرف ایک سانپ کی دلیل دیکھی تو ہدایت نصیب ہوگئی اور مومن صحابی دلیر صابر شہید ہوگئے مگر بنی اسرائیل نے تیرہ دلائل دیکھے پھر بھی قسمت میں ہدایت نہ تھی مرتد ہوئے ۱ عصا کا معجزہ ۲ ید بیضا کا معجزہ ۳ جادوگروں کا اقرار کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا جادوگری نہیں نشانِ نبوت کا معجزہ ہے ۴ فرعون و فرعونیوں پر جوؤں کا عذاب پھر دعاءِ موسیٰ کے سبب نجات ۵ مینڈک کا عذاب ۶ قحط کا عذاب ۷ خون کا عذاب ۸ طوفان کا عذاب ۹ ٹڈی کا عذاب ۱۰ بنی اسرائیل کے لیے دریا میں بارہ راستے بن جانا ۱۱ تمام بنی اسرائیل کا دریا سے نجات پا جانا ۱۲ فرعون اور فرعونیوں کا غرق ہو جانا ۱۳ موسیٰ علیہ السلام کی پیشگی خبریں اور ان کا سچا ہونا۔ ان نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود ہدایت نہ ملی لہٰذا گمراہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے فرعون سے نجات دی مگر اپنی اندھی تقلید سے پھر گمراہی میں پھنس گئے۔ ان واقعات سے ہمیں یہ سبق اور فائدہ ملتا ہے کہ ہم بھی دلائل اور معجزات و کرامات کی کھوج میں نہ لگے رہیں۔ بس اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور نورِ قلبی کی دعا مانگا کریں۔ عقلی اور نقلی دلیلیں تو لڑی جاسکتی ہیں مگر ہدایت کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ دوسرا فائدہ ۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ امر و نہی میں پہلے اپنے گھر کی خبر لے شریعت کا حکم اور ممانعت پہلے گھر والوں کو سنائے خطاب و نصیحت سے پہلے اپنوں کو روکے ٹوکے پھر دوسروں کی طرف متوجہ ہو۔ یہ فائدہ یہاں قَالَ يٰهٰرُوْنُ (الخ) اور سورۂ اعراف آیت ۱۵۰ میں۔ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے پہلے یہ سرزنش اور باز پرس اپنے گھر سے شروع کی۔ بلکہ اپنے بھائی پر زیادہ غصہ اور سختی فرمائی۔ حالانکہ یہ اہلِ خانہ رسول نبی تھے تیسرا فائدہ ۔ عند اللہ بزرگی ہمیشہ مرتبہ اور مقام سے ہوتی ہے اور مقام و مرتبہ علم و عقل سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ فقط خاندانی عمر سے۔ اور زیادہ احترام بزرگی کا ہوتا ہے نہ کہ عمر کا یہ فائدہ يٰقَوْمِ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو ہارون علیہ السلام عمر میں حضرت موسیٰ سے بڑے تھے مگر مقام اور مرتبے میں موسیٰ علیہ السلام کو بزرگی حاصل تھی اس لیے حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کا احترام نہ فرمایا بلکہ ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کا احترام کیا۔

marfat.com
Marfat.com

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ اعتکاف بیٹھنا بھی عبادت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا جس طرح کسی کو سجدہ کرنا حرام ہے اسی طرح کسی بھی غیر اللہ کے لیے کہیں بھی اعتکاف بیٹھنا اور نیت کر کے اعتکاف سے ٹھہرا رہنا یا ایسے اعتکاف کی منت ماننا حرام اور شرک ظاہری کے درجہ میں ہے خواہ کسی کے مزار کے پاس یا اپنے کسی چلّے خانے یا خلوت و مراقبے میں یہ نیت کرنا کہ میں فلاں بزرگ یا اپنے پیر کے لیے اعتکاف بیٹھ رہا ہوں یہ سب اس لیے حرام ہے کہ یہ عبادت غیر اللہ بن جائیں گی اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے غیر کی تعظیم کے لیے اعتکاف بیٹھا تو شرک ہو جائے گا آج کل بہت سے شیطانی پیروں مریدوں میں فوٹو تصویر بنانے بنوانے کی عادت پڑ گئی ہے اور بعض بدبخت خطیب تو اس کو جائز بھی قرار دے رہے ہیں حالانکہ تقریباً چالیس احادیث مبارکہ سے اس کی حرمت قطعی ثابت ہو رہی ہے جو صحاح ستہ میں مذکور ہیں۔ پیر لوگ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ان کا ہر مرید ان کی تصویر ہر وقت اپنے پاس رکھے بہانہ کرتے ہیں تصور شیخ کا اسی طرح بعض پیر اپنی تعظیم و تصوّر کے لیے اعتکاف بٹھاتے ہیں اور مراقبے کراتے ہیں کہ پیر کی بھی سجائی فوٹو اُن کے سامنے رہے۔ اگر کوئی مرید اپنے کسی پیر کے حکم سے اعتکاف بیٹھ کر چلہ کشی کرے گا تو کرانے والا مثل سامری گمراہ گر اور زندیق ہوگا اور وہ مریدان سے خارج ہو کر مرتد ہو جائے گا۔ ہر بت پرست اپنے بت کے پاس بیٹھ کر اعتکاف کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس اعتکاف کو بت پرستی میں شمار کیا ہے۔ یہ مسئلہ لَنَ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ قرآن مجید میں لفظِ اعتکاف کو بہت جگہ کفار کی عبادت و پرستش فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ شعرا کی آیت ۷۱ میں قوم ابراہیم کے اعتکاف کا اس طرح ذکر ہے۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ۔ یعنی کہا انہوں نے ہم بتوں کو پوجتے ہیں تو ان کے لیے اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ اعراف آیت ۱۳۷ میں ہے کہ بنی اسرائیل دریا سے نجات پا کر نکلے تو۔ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ۔ ایک قوم پر سے گزرے جو بتوں کے پاس اعتکاف کی عبادت کر رہے تھے۔ یہاں بھی آگے فرمایا جا رہا ہے۔ فَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا۔ ان تمام آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہر اعتکاف عبادت ہی ہے بلکہ سامری نے خود بچھڑے کی عبادت صرف اعتکاف کی تعظیم سے کی نہ اس نے بچھڑے کو سجدہ کیا تھا نہ اس کے سامنے رقص۔ مسلمان مرد کا اللہ تعالیٰ کے لیے اعتکاف بھی صرف مسجد

marfat.com
Marfat.com

میں جائز ہے اور مسلمان عورت کا اعتکاف صرف گھر کے ایک مخصوص کمرے میں اگر کسی مزار یا گھر وغیرہ کے پاس اللہ کے لیے اعتکاف کیا تب بھی اسی طرح گناہگار ہوگا جس طرح غیر کعبہ کو منہ کر کے نماز پڑھنے سے۔ دوسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے غضب ناک ہونا بھی عبادت و کارِ ثواب ہے اس غضب ناکی میں کوئی غلطی کر جانا بھی قابلِ معافی ہے قابلِ گرفت نہیں۔ یہ مسئلہ یہاں لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ (الخ) فرمانے اور سورۃ اعراف آیت ۱۵۰ میں وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا کہ دیکھو کلام اللہ کی تعظیم اور بڑے بھائی کا احترام واجب تھا مگر غضب للہ سے مجذوبانہ کیفیت پیدا ہوئی جس میں توریت کی تختیاں زمین پر پھینک دیں اور بڑے بھائی کی داڑھی سر پکڑ لیا بلکہ کھینچا جھنجھوڑا یہ سب درست نہ تھا ہارون علیہ السلام اس سرزنش کے مستحق نہ تھے انہوں نے قوم کی اصلاح اور سمجھانے منع کرنے میں غفلت نہیں برتی تھی۔ مگر پھر بھی اس نادرست سرزنش کر دینے پر حضرت موسیٰ سے بدلہ نہ لیا گیا۔ اس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوا کہ استاد شاگرد کو والد والدہ اپنی اولاد کو، پیر مرید کو اگر غلطی سے سزا دیدے تو جائز ہے گرفت اور مواخذہ نہ لیا جائے گا۔ تیسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان مرد کو سر پر لمبے بال رکھنے جائز ہیں مگر عورتوں کی طرح چٹیا کی حد تک نہیں ان کی اصولی حد مقرر ہے کہ اس حد سے زائد نہ رکھے جائیں۔ یعنی داڑھی کے بال چار انگل لمبی رکھنی واجب و لازم ہے نہ کم نہ زیادہ۔ داڑھی کے بال قابلِ احترام ہیں کیونکہ مومن کی نشانی ہے۔ داڑھی مونڈنا یا کترانا اور داڑھی کے بال اتار پھینکنا اس کی توہین ہے یہ مسئلہ یہاں لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ (الخ) اور سورۂ اعراف میں صرف اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا کہ اگرچہ حضرت موسیٰ نے داڑھی اور سر دونوں کے بال پکڑے تھے مگر وہاں رب تعالیٰ نے صرف سر کا ذکر فرمایا داڑھی کا تذکرہ نہ فرمایا۔ تاکہ عوام کی نظروں میں داڑھی کا احترام برقرار رہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر بھی اپنی اور ہر مسلمان کی داڑھی کا احترام واجب ہے اور داڑھی منڈانا داڑھی کی توہین ہے جو شرعاً جرم ہے۔ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ سے ثابت ہوتا ہے کہ اتنی داڑھی رکھنی لازم ہے جتنی داڑھی انبیاء کرام نے رکھی اور وہ چار انگل ہی ہے اس لیے کہ اتنی لمبی داڑھی پکڑی جا سکتی ہے۔ انبیاء کرام کی سنتیں امت پر واجب ہوتی ہے۔ نیز احادیث سے ثابت ہے کہ چار انگل سے زیادہ رکھنی بھی ناجائز و گناہ ہے اس کے دلائل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں دیکھیے۔ عربی زبان میں سر کے بالوں کے سات نام ہیں ۱ حلقہ ۲ قصہ ۳ قزع ۴ جمہ ۵ لمہ ۶ وفرہ ۷ عقصہ شریعتِ اسلامیہ میں مسلمان مردوں کو پانچ

marfat.com
Marfat.com

قسم کے بال رکھنے جائز ہیں ۱ حلقہ یعنی پورا سر استرے سے منڈانا ۲ قصرہ یعنی پورا سر کینچی یا مشین سے کترانا ۳ وَفرہ کندھوں تک زلفیں رکھنا ۴ لُمّہ۔ کانوں کی لَو یعنی گدی تک زلفیں رکھنی ۵ جُمّہ کانوں کے اوپری حصّہ کے برابر پٹے رکھنا۔ عورتوں کو صرف عقصہ بال رکھنے جائز ہیں یعنی پوری چٹیا۔ باقی حلقہ۔ قصرہ۔ وفرہ۔ لُمّہ۔ جُمّہ یہ سب قسمیں عورتوں کو منع ہیں۔ ۶ قزع یعنی سر کے کچھ بال منڈانا یا مشین وغیرہ سے کترانا اور کچھ بال بڑے بڑے رکھنا (مُجَدِّد) یہ طریقہ اور اس قسم کے بال رکھنا عورت و مرد دونوں کو منع ہیں شرعاً ناجائز ہیں۔

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ انبیاء کرام بھی نعوذ باللہ اس آیت قرآنیہ سے ثابت ہو رہی ہے اس طرح کہ قال یٰھٰرُوْنُ (الخ) اگر حضرت موسیٰ نے اپنی اتباع کا حکم دیا تھا اور ھٰرُوْن علیہ السّلام نے نہ کی تو حضرت ھٰرُوْن گناہگار ہوئے کیونکہ یہ اتباعِ شریعت کا حکم تھا جس کی اتباع واجب تھی اور ترکِ اتباع معصیت اور گناہ اور اگر حکم نہ دیا تھا لیکن پھر بھی یہ کہہ رہے ہیں تو موسیٰ علیہ السّلام گناہگار کیونکہ اس پر سرزنش کر رہے ہیں جس کا حکم ہی نہ دیا۔ اگر حکم دیا تھا اور ھٰرُوْن علیہ السّلام نے اتباع بھی کی تب بھی حضرت موسیٰ گناہگار ہوئے کہ جس حکم پر عمل ہو چکا ہے اُس پر پھر سرزنش کر رہے ہیں اور ملامت و سرزنش گناہ ہے اس لیے کہ غیر مجرم کو ملامت گناہ ہے نیز حضرت موسیٰ نے فرمایا اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا کیوں کیا نہ کرنا چاہئے تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ھٰرُوْن علیہ السّلام نے واقعتاً نافرمانی کی تھی اور یہ نافرمانی گناہ تھی اگر نافرمانی نہ کی تھی تو اَفَعَصَیْتَ کہنا کذب ہوتا ہے۔ اور پھر حضرت موسیٰ نے حضرت ھٰرُوْن کی داڑھی پکڑ لی سر کے بال بھی اگر یہ پکڑنا تحقیقِ حال سے پہلے تھا تو موسیٰ گناہ گار کہ تحقیقِ حال سے پہلے سزا دیا تو ہین جائز نہیں اگر تحقیقِ حال کے بعد تب بھی غلط کیونکہ ھٰرُوْن علیہ السّلام نے قوم کو بہت سمجھایا تھا۔ یہی ان کا فرض تھا جو انہوں نے پورا کیا اس کے باوجود موسیٰ علیہ السّلام کا ھٰرُوْن کی توہین ناجائز تھی اور اگر جائز تھی تو حضرت ھٰرُوْن کا لَا تَاْخُذْ۔ کہنا غلط ہوا اور یہ بھی گناہ۔ بہرکیف دونوں نبی ہیں مگر کسی نہ کسی طرف گناہ لازم آتا ہے۔ (دیگر اولیٰ اور منکرینِ عصمتِ انبیاء) **جواب**۔ تفسیر کبیر نے اس کے چند جواب دیئے ہیں مگر سب کا خلاصہ یہ کہ اس ساری باز پُرس سوال و جواب میں نہ موسیٰ غلط ہوئے نہ ھٰرُوْن علیہما السّلام۔ گناہ تو بڑی بات ہے اس کو خطا و لغزش بھی نہیں

marfat.com
Marfat.com

کہا جاسکتا۔ حضرت ہارون تو اس لیے بری الذمہ کہ بحیثیت نبوت قانونِ تبلیغ کے مطابق انہوں نے اپنی پوری ذمہ داری ادا فرمادی۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔ پورا فرما دیا۔ اور حضرت موسیٰ اس لیے بری کہ آپ کی ذمہ داری اور اَلْغَضَبُ لِلّٰہِ کی کیفیت اُس وقت اسی بات کا تقاضہ کرتی تھی کہ آپ اُس وقت تحمل اور نرمی کا ہرگز مظاہرہ نہ فرمائیں ورنہ ارتداد کی کفریہ اہمیت اور جرم کی بدترین نفرت انگیز کیفیت ختم ہوجاتی اور مرتدین کو اپنے جرم کا احساس نہ ہوتا۔ اُس وقت اگرچہ حضرت ہارون پر سختی کی گئی مگر لہجہ سب پر طاری ہوگیا۔ اور بدکرداری کا احساس ہوگیا اسی احساس نے توبہ کی طرف مائل کردیا اور اعتراف جرم کرلیا حضرت موسیٰ کا یہ جلال آمیز کردار عین شریعت کے مطابق تھا۔ حضرت ہارون کی تبلیغ کا نہ موسیٰ علیہ السّلام کو علم تھا نہ مرتدین کو احساس اپنے علم اور مرتدین کو احساس دلانے کے لیے موسیٰ علیہ السّلام کا یہ رویہ ایسا ہی جائز اور موقعہ کے لحاظ سے ضروری تھا جیسا کہ استاد دیگر شاگردوں کی تخریب کاری دیکھ کر تنبیہ وارشاد فرمادیا ناظم الامور پر اُس کی ذمہ کے متعلق گرفت وسزا فرمانے کا حق رکھتا ہے۔ اس میں اگر کچھ خطا بھی ہوجائے اس طرح کہ واقعتاً اُس ناظم نے اپنی ذمہ داری نبھائی مگر حالات اُس کے قابو سے باہر ہوگئے ہوں پھر بھی سب کے سامنے یہ سختی مفید ہے۔ تاکہ وہ ناظم خود بتائے کہ میں نے ان کو سمجھایا تھا مگر یہ نہ مانے۔ اس طرح مجرم کا مجرم ثابت ہوجاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ہارون علیہ السّلام پر یہ سختی قانونی طور پر تفتیش اور عدالتی تحقیق تھی تاکہ مجرمین کا جرم بادلائل ثابت ہوجائے بیت نرمی دکھلانے سے حاصل نہ ہوتی۔ بعض نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السّلام کی یہ سختی آپ کی اجتہادی غلطی تھی۔ اور حضرت ہارون پر یہ اتباع واجب نہ تھی اولیٰ تھی۔ اس سے ترکِ اولیٰ ہوا جو گناہ نہیں صرف نسیان ہے۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي۔ لیکن اسی واقعہ کو سورۃ اعراف کی آیت ۱۵۰ میں بیان فرمایا گیا تو فرمایا وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ۔ یعنی یہاں داڑھی اور سر کا ذکر وہاں صرف سر کا ذکر ہے یہ تضاد بیانی کیوں؟ جواب۔ اس کی تین وجہ بیان کی گئی ہیں ۱ یہ کہ وہاں جسمانیت بیان کی گئی ہے کیونکہ اصطلاحاً رأس اس پورے عضو کو کہتے ہیں جس میں چہرہ ناک کان داڑھی آنکھیں ہوتی ہیں۔ اور اسی کو پکڑ کر کھینچا جاتا ہے تو رأس کہنے میں دونوں چیزیں آگئیں اور اس کی وجہ بُجْرُمُہٗ اِلَیْہِ کی وضاحت مقصود ہے کہ جھنجھوڑنے میں پورا رأس تب ہی آتا ہے جب کہ گردن تک شامل ہو۔ اور پکڑنے کی نوعیت وکیفیت بیان کی جارہی ہے کہ سر اس انداز میں پکڑا تھا کہ بائیں ہاتھ میں داڑھی تھی اور دائیں میں اوپر سر کے بال۔ ۲ جواب یہ کہ وہاں چونکہ رب تعالیٰ نے بیان فرمایا اس لیے داڑھی کا

marfat.com
Marfat.com

احترام سمجھانے کے لیے اس کا ذکر چھوڑ دیا۔ یہاں چونکہ ہارون علیہ السلام کا اپنا بیان تھا اس لیے اپنی داڑھی کا بھی نام لیا اور سر کا بھی اس میں حقیقت کی وضاحت ہوگئی۔ سوم جواب یہ کہ پہلے سر پکڑا پھر داڑھی اور بچگانہ میں دونوں شامل پھر جب ہارون علیہ السلام نے اپنا کلام معذرت شروع فرمایا تب آپ نے داڑھی تو چھوڑ دی مگر سر آخر کلام تک پکڑے رکھا۔ یعنی یہاں صرف ابتدا کا ذکر ہے وہاں اول سے آخر تک کا ذکر ہے۔ کہ اول سے آخر تک سر پکڑے رکھا جب ہارون علیہ السلام کا کلام ختم ہوا تب آپ نے سر چھوڑا۔ مگر پہلا جواب زیادہ بہتر ہے۔ تیسرا اعتراض۔ دنیا میں ہر مذہب ہر انسان کے نزدیک سب سے زیادہ بری چیز فرقہ بازی اور اتحادِ انسانی کو توڑنا ہے اور قوم میں افتراق پیدا کرنا ہے اتحاد بڑی ضروری چیز ہے اتحاد کی خاطر گناہ خطا اور بے عملی کرنا یا بوقتِ ضرورت گراہوں کا ساتھ دینا بھی جائز ہے اور قوم میں گھل مل کر رہنا جائز ہے دیکھو حضرت ہارون نے صرف اس خیال سے کہ قوم میں فرقہ بازی نہ ہو اور قومی اتحاد برقرار رہے مرتدین پرستی نہ فرمائی صرف زبانی شیریں کلامی سے چند باتیں بطورِ نصیحت فرما دیں تاکہ کسی کا دل نہ دکھے اور جب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تو یہی فرمایا۔ خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ یعنی مجھے یہی ڈر تھا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہارون نے بنی اسرائیل میں فرقہ بازی کر دی اور قومی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ لہٰذا آج اگر اتحاد کو بچانے کے لیے اور فرقہ بازی کی لعنت سے بچنے کے لیے سب کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے اور سب اچھے کا نعرہ لگایا جائے تو بالکل جائز اور درست ہے۔ مگر انہوں کے بداعمال کو بھی برا نہ کہو قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اتحادِ قوم ہر چیز سے زیادہ ضروری کیونکہ اتحاد سے کفر کو شکست ہوگی۔ اور جب کافر حملہ کرے گا تو نہ سنی کو دیکھے گا نہ وہابی کو نہ شیعہ کو اس لیے ہمیں بھی سب طرح کے لوگوں فرقوں سے ملکر سب کا احترام کر کے قوم کو مضبوط بنانا چاہیئے نہ کسی کو کافر کہو نہ کسی کو برا۔ کسی کے جھوٹے خدا کو بھی گالی نہ دو بلکہ عزت کرو یہی تعلیم قرآن ہے حلاکو وغیرہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب مسلمانوں نے فرقہ بازی کی تو غیروں نے سب فرقوں کو ہلاک کر دیا۔ ہمارے اکابر نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے ہندوؤں سے اتحاد کیا گاندھی کو منبر پر جامع مسجد دہلی میں بٹھایا سعودی عرب میں نہرو کو بار کرسیِ آئین کے نعروں سے نوازا اس کی شان کا استقبال بڑی جلوس تمکنت سے یہ سب قومی اتحاد اور وطنی محبت اسی آیت سے ثابت کرتے ہوئے کیا گیا۔ ڈاکٹر اقبال بھی پہلے پہل اسی قومی اتحاد کے قائل تھے بعد میں نامعلوم اُن کو کیا ہوا کہ محمدی علی جناح قائد اعظم کے کہنے

marfat.com
Marfat.com

بین الاقوامی قومیت کی حمایت کرنے لگے (رازِ حیاتِ اقبال۔ محمد کلیم آرائیں طبع مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور ص۲۰۲) اور اتحادی لیڈروں کے خلاف ہو گئے۔ (احراری دیوبندی اور بعض اہلحدیث سنی لیڈر) جواب۔ مذکورہ آیتِ مبارکہ سے اس طرح استدلال کرنا درپردہ آیت اور ہارون علیہ السلام پر اعتراض ہے اور یہ استدلالی اعتراض چند وجوہ سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ معترض آیت کا معنی نہ سمجھا آیت کا معنی یہ نہیں ہے کہ راہِ راست سے ہٹ کر اتحاد کیا جائے یا باطل کے ساتھ مل کر اتحاد ہو اتحاد کا مقصد تو باطل کو مٹانا اور اُس کی قوت توڑنا ہے نہ یہ کہ اُس کو مزید مضبوط کرنا دوم یہ کہ معترض فرقہ بازی کا معنی بھی نہ سمجھا نہ اتحاد کی حقیقت کو سمجھا جس اتحاد کا تذکرہ معترض کر رہا ہے وہ اتحاد نہیں بلکہ دین فروشی اعمال بربادی اور غیرتِ ایمانی کا جنازہ نکالنا ہے ایسا اتحاد اس آیت کے بھی خلاف اور متعدد احادیث کے بھی اور تعلیم قرآن کے بھی سوم یہ کہ معترض تاریخ سے بھی ناواقف ہے۔ ہلاکو خان کے حملے و ہلاکت کی وجہ وہابی سنی فرقے بازی نہ تھی نہ حنفی شافعی اختلافات تھے بلکہ اُس وقت کی حکومتِ بغداد کی عسکری اور سیاسی کمزوری اور کنیز پروری خزانہ سازی کی ہوس انہوں سے دوری غیروں پر اندھا اعتماد تھی جس کی وجہ سے قوم مفلوس و مفلوج تھی اور شاہزادگی بدمست و مدہوش تھی جس کا ذکر خود ہلاکو نے تخت و خزائن پر قابض ہو کر کیا کہ اے سلطانِ بغداد تو نے یہ خزانے اپنی فوج پر کیوں نہ خرچ کئے جو آج ہمارے حملوں قبضوں سے بچ جاتا۔ اسی طرح آپس کی غداری نے بھی غیروں کو جرأت و ہمت دی۔ آیتِ مذکورہ کا بیان یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اَلَّا تَتَّبِعَنِ۔ تم میرے پیچھے طور پر کیوں نہ آگئے تب جواب میں ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ آپ ہی کہو گے کہ تم بنی اسرائیل کے درمیان سے کیوں متفرق اور جدا ہوئے۔ اور اگر ہارون علیہ السلام کا پہلا بیان بھی شامل کیا جائے سورۃ اعراف والا تو معنی یہ ہو گا کہ جب میں نے قوم کو اس برائی سے روکا تو انہوں نے اِسْتَضْعَفُوْنِیْ مجھے کمزور سمجھ کر مجھ پر حملہ کرنا چاہا اُس وقت اگر میں ذرا سختی کرتا تو میرے بارہ ہزار ساتھی ان پر ٹوٹ پڑتے اور خانہ جنگی شروع ہو جاتی اور پھر آپ کہتے کہ یہ فرقہ بازی کی جنگ تم نے چھیڑی وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ اور میرے فیصلے کا انتظار نہ کیا۔ بتایئے حضرت ہارون نے کب ان باطل مرتدین سے اتحاد کیا یا اُن کی تائید کی۔ بلکہ فرقہ بازی تو قوم نے کی کہ ایمان سے نکل کر گمراہی کا نیا ٹولہ بنا کر جدا ہو گئے۔ رہا یہ کہنا کہ ہر ایک کو اچھا کہو ہر ایک کے پیچھے نماز پڑھ لو یہ اتحاد نہیں نہ اس سے قوموں کی بہتری

marfat.com
Marfat.com

ہے کسی آیت نے بھی اتحاد کا اس طرح کا سبق یا حکم نہیں بتایا نہ ہی ایسے اتحاد سے فائدہ ہے بلکہ یہ تمام رویہ تو باطل نوازی ہے اور قرآن وحدیث کی مخالفت۔ قرآن کریم فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ یعنی اتحاد یہ ہے کہ سروں کو سچائی اور باطل کو حق کی طرف لاؤ اور سب ایک اللہ کی رسی دامنِ مصطفیٰ میں لگ جاؤ۔ وَلَا تَفَرَّقُوْا۔ اس حبل اللہ سے دور ہٹنا ہی فرقے بازی ہے۔ بجائے اس کے باطل کے پیچھے لگ جانا سیاسی اتحاد ہو سکتا ہے ایمانی اتحاد نہیں ہے حدیث پاک میں ہے کہ امتِ مسلمہ تہتر فرقوں میں بٹے گی صرف ایک اچھا ہوگا باقی سب برے۔ اب یہ کہنا کہ کوئی برا نہیں سب اچھے ہیں گویا فرمانِ رسول اللہ کی مخالفت کرنا ہے اور اپنا ہی ایمان بگاڑنا ہے۔ حق یہ ہے کہ اوّلاً تو کسی باطل فرقے سے کسی معاملے میں کسی قسم کا اتحاد نہ کرو لیکن اگر کبھی سیاسی اتحاد کرنا پڑ جائے تو اپنی نماز وعقائد کو اس دنیوی اتحاد سے علیحدہ رکھو نماز اعمال وعقیدے بڑے نازک خزانے ہیں ان کی حفاظت کرو نماز تو ہم اپنے فاسق بھائی۔ اور بے وضو ہم عقیدہ سنی کے پیچھے اور وقت سے ایک منٹ پہلے نہیں پڑھ سکتے تو بھلا بدعقیدہ کے پیچھے کیسے پڑھ سکتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ یہ شیطانی اتحاد صرف ہمارے ہی سُنی خطبا واعظین پر وفیسر قسم کے لیڈری کے شوقین علماء کرتے پھرتے اور باطل کے پیچھے لگ جاتے ہیں مگر باطلین بہت متعصب ہیں وہ کبھی ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے چھال مار کر آگے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مقابلے پر قابض اور یہ سنی نام نہاد منہ لٹکائے پیچھے ہاتھ باندھے کیا اسی چاپلوسی کا سہ لیسی اور باطل عیاری کا نام اتحاد ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ رہا احراری ٹوٹے کا کردار تو اُن کی عیاری کے لیے ہماری کتاب فتاوٰی دوم دیکھو۔

تفسیر صوفیانہ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى۔ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا۔ اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ۔ جب مرید مخلص۔ صدقِ ارادت سے خدمتِ مرشد کی سعادت حاصل کرتا ہے اور اُس کے امر ونہی پر توجہ رکھتا ہے تب وہ تعرفاتِ شیخ کا اہل مرشدِ برحق کے قابل ہو کر اسی کے رُشد وہدایت اور اس کی ولایت کے نور سے سمیع وبصیر بن جاتا ہے پھر اسرار ومعانی کو دیکھتا ہے۔ اور اس نورِ مرشد سے وہ کچھ دیکھ سن لیتا ہے جو بغیر اس کے نہ دیکھ سکے نہ سن سکے۔ پھر طالب مرید پر اگر کبھی فراقِ مرشد کی مصیبت آجائے بوقت سے پہلے آجائے تو وہ ہی ایک آزمائشی فتنہ ہے اگر وہ مرید مفتون اِن لمحات میں آزمایا جائے تو اُس پر ضلالت کے حجابات آجاتے ہیں اور نور

marfat.com
Marfat.com

ولایت زائل ہو جاتا ہے اور وہ بد قسمت اندھا بہرا رہ جاتا ہے جیسے راہِ معرفت سے پہلے تھا۔ جب تک کہ پردہ صحبتِ مرشد میں نہ پہنچے اور وہی نور اس کو پھر نہ ملے۔ نور کے زوال کی نشانی یہ ہے کہ ہر نیک نصیحت پر کچے بچھی جھگڑا مناظرہ اور ضد بازی سے۔ مَنْ تَبَرَّجَ عَلَیْہِ عَاکِفِیْنَ کی شیطانی آوازیں ہی نکلتی ہیں حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰی کے سلوکِ معرفت سے واپسی تک۔ اور جب مُوسٰیِ قلب شواہد حق کے دریا میں مستغرق ہوتا ہے اور عروجِ عرفانی کے میقات پر پہنچتا ہے تو غیرتِ حق کے تمام حجاباتِ واسطہ ختم ہو جاتے ہیں اور بجز حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں دیکھتا۔ پھر مُزیلِ حقیقی کی طرف سے واسطوں کے حجابات ڈالے جاتے ہیں کہ ہم نے آزمائشی فتنہ ڈالا۔ اور سامری نفس نے زمینِ بدنی میں فسادِ گمراہی مچایا یہ اس لیے ہوا کہ قومِ عقلیات نے تقدیر کے ساتھ تدبیر کو بھی اہمیت دی اور اللہ معبود کے ساتھ غیر اللہ پر بھی نظری فکری توجہ دی اور خیر کے ساتھ شر کا بھی احترام کیا تب حضورِ طورِ قربِ جمال سے میدانِ مادیات میں آکر خلوتِ اسرار سے نکل کر محفلِ اشرار میں آکر سب سے پہلے قلبِ مسعود نے عقلِ سلیم سے خطاب فرمایا کہ اے ھٰرونِ عقلِ مشفق عالمِ ناسوتی کے فسادِ برپا میں وسیلۂ معرفت کی طرف کیوں نہ توجہ فرمائی اور اتباعِ قلب میں گامزن طورِ تجلیات کی طرف کیوں نہ ہوا اور افعالِ اعضا کو مقامِ حقیقت سے کیوں نہ دیکھا۔ خیمۂ خلوت سے قدومِ شریعت کیوں نہ بڑھائے اور نورِ جمال کی طرف میری پیروی نہ کی۔ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ کیا رعایتِ حق میں میرے افکار و اشغال کی مخالفت کرلی تھی عالمِ اجسام میں اعضاءِ ظاہری کی مصلحِ عقلِ فطرت ہے اور قلبِ مومن ہادیِ عقل ہے دنیا چلانے کے لیے عقل کی تدبیر اور دین چلانے کے لیے قلب کی تقسیم ضروری ہے۔ قلب مزکی مرشدِ عقل ہے اور عقل خلیفۂ قلب ہے۔ قلب قربِ حق کے طور پر ہے اور عقل خلافتِ ارشاد میں ہے۔ قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ۔ عالمِ ناسوت میں روح اُمِّ وجود ہے اور جسم اُب وجود ہے۔ روح سے اصل وجود ہے اور جسم سے نسلِ وجود ہے عقل بھی مُربّیِ اَبدان ہے اور قلب بھی مگر عقل میں ماں کی رحمت ہے قلب میں باپ کا جلال جب قلبِ جلالی کا جلال ظاہر ہوتا ہے تو عقل کی باز پرس ہو جاتی ہے۔ تب عقل محبتِ مادری کی شفقت بھری محبت یاد دلاتی ہے کہ اے میری مادرِ فطرتِ ایمانی کے مربوب میری تجربۂ اقوال اور اس افکار نہ کہ جب سمجھتی ہے کہ قلبِ مسعود سُکرانِ شوق اور ملالِ ذوق کی بارگاہ سے رجوع فرما رہا ہے اور اس وقت مکالمہ اصلاحی کی قربت سے معمور و مخزون ہے تو عقل کو بجز معذرتِ انکسار کے

marfat.com
Marfat.com

کے کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور گوشۂ خلوص سے عرض کرتی ہے کہ اے میرے قلبِ منور تیرے استغفار نے مجھ کو عمل سے اور تیرے فراق نے اتباع سے اور تیرے جلال نے اطاعت سے روکا یہ عصیان نہیں حقیقت ہے۔ خشیت کی لغزش بھی مفید و مبارک ہے معذرت تین طرح سے ہوتی ہے رامیں نے یہ کام کیا ہی نہیں (۲) میں نے کام کیا مگر اپنی سمجھ کی بنا پر (۳) میں نے اب توبہ کام کر لیا مگر آئندہ نہ ہوگا پہلی دو فقط معذرت ہیں اور تیسری توبہ ہے ہر توبہ عذر ہے مگر ہر عذر توبہ نہیں۔ خلقِ مومن علیم ہوتی ہے اس لیے رفیق ہے قلبِ مومن رفیق ہوتا ہے اس لیے محبت ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا سب سے اچھا خزانہ مخبتہ قلب ہے سُقراط نے کہا جس کے اخلاق اچھے اُس کی زندگی کا عیش مبارک ہے اُس کی محبت خلق کے نفسوں میں ہے اس کی سلامتی دائمی ہے۔ اور جس کے اخلاق گندے اُس کی زندگی تنگ اُس کی نفرت دائمی اُس کا بُغض نفوسِ خلق میں۔ صوفیا فرماتے ہیں قناعت کا پھل راحت ہے اور عاجزی کا پھل محبت ہے۔ اَرسطو نے کہا اچھی بات سے قدر و عزت اچھی ہوتی ہے اور اچھی تواضع سے محبت اچھی ہوتی ہے نرمی سے خدمت گار بڑھتے ہیں اور حلم سے مددگار بڑھتے ہیں وفا سے دوستی کو دوام ہے۔ یہ سب نعمتیں اُس کے دروازے سے ملتی ہیں جس کو رب تعالیٰ کائنات میں رؤف رحیم بنا دے اور یہ ذات صرف محمد مصطفیٰ کی ہے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ ثَانِیَ نَمَا خَطِیْبُکَ یُسَامِرِیُّ درستگی اَسرار سے پہلے درستگی اَعمال ضروری ہے قلبِ مرشد کی تَوَجُّہ پہلے اَعمالِ مرید کی طرف ہوتی ہے کیونکہ اَعضاءِ ظاہری کی تربیت و اِصلاح شریعت ہے جب یہ حاصل ہو جائے تب عیاریِ نفس کی طرف تَوَجُّہ مناسب ہے اور اُس وقت مرشد روحانی کا خطابِ بہری ہوتا ہے کہ اے سامریِ نفس اَمّارہ تیری کیا مرضی و ارادت ہے۔ یہ طریقت کا پہلا سبق ہے کہ سوالِ حال کر کے کیفیتِ استقبال کا پتہ لگایا جائے۔ راز تفسیر روح البیان۔ وَمُحْیُ الدِّین ابن عربی) طریقت کا دوسرا سبق حکمتِ الٰہی کا احترام ہے حکایت ایک عارف نے دنیا سے اس قدر کنارہ کشی اختیار کی کہ لوگوں کو چھوڑ کر آبادی سے باہر جنگل کی طرف نکل گیا اور عہد کیا کہ کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے تاکہ ان کا مقدور رزق خود اُن کے پاس آئے چند دن سیاحت کرتے رہے کچھ نہ ملا ایک دفعہ ایک پہاڑ کے دامن میں جا بیٹھے اور ہلاکت کے قریب جا پہنچے۔ تب انہوں نے بارگاہِ رب تعالیٰ میں دعا کی کہ اے مولیٰ تعالیٰ اگر تو مجھ کو زندہ رکھنا چاہتا ہے تو مجھ کو میری قسمت کا رزق عطا فرما ورنہ مجھے اپنے پاس بلا لے اس وقت اُن کو الہام ہوا کہ میری عزت و جلال کی قسم میں تمہیں اُس وقت تک رزق نہ دوں گا جب تک تم شہر جا کر لوگوں سے مِل ملا قات حسبِ سابق جاری نہ کرو لہٰذا وہ شہر میں آباد

marfat.com
Marfat.com

ہوئے تو کوئی ان کو پانی پلاتا کوئی کھانا کھلاتا۔ اس عزتِ افزائی سے وہ اپنے نفس پر ڈرے کہیں بہکا نہ دے تب غیبی فرشتے کی آواز آئی کہ اے عارف کیا تو چاہتا ہے کہ ترکِ دنیا کر کے اللہ تعالیٰ کی حکمت کو دنیا میں باطل کر دے کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت کے ہاتھ رزق دینے سے بندوں کے ہاتھ سے رزق دینا زیادہ پیارا ہے یہ سب نظامِ کائنات حکمتِ الٰہیہ ہے اور حکمت کو تسلیم کرنا ہی راہِ معرفت ہے جب صوفی کی روحانی حالت صحیح ہو اور اُس کی دیوی طبع باقی نہ رہے اور تمام خواہشیں مٹ جائیں نہ فرعونیتِ ظاہری رہے نہ ساحریتِ باطنی تو دنیا اور اہلِ دنیا اُس کی شفقت کا احترام اور اُس کے جلال کا اہتمام کرتے ہیں اور اُس کی خدمت کو سعادت سمجھتے ہیں بلکہ خادمِ آستانہ بننے کی لیاقت حاصل کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں مگر مردانِ طریق کے اہل اللہ اہلِ دنیا کو اپنا خادم اور خود کو ان کا مخدوم بننا پسند نہیں کرتے اور صاحبِ فتحِ قلبی نفس کی ہر جنبش شوق کو گناہ و جرم قرار دیتے ہیں۔ راہِ معرفت میں اتنی سی جنبش و لغزش بھی اَلْعَصِیَّتُ اَمْرِیْ ہے۔ دنیوی جاہ و مرتبہ فرعونی سونٹا ہے جو صوفی یا پیر ضرورت سے زیادہ جمع کرتے ہیں وہ دھونگ رچانے والے تاجر ہیں پیر و مرشد بننے کے لائق نہیں۔ مولیٰ علی شیرِ خدا نے فرمایا کہ فقیری میں ثواب بھلے ہے عذاب سزا بھی ہے جزا بھی عروج طور بھی ہے اور زوالِ تیہ بھی فقر عروج راہِ موسیٰ ہے اور فقر زوالِ طبع سامری ہے۔ سچے درویش کی چار نشانیاں ہیں۔ اخلاق اچھے طبیعت سلیم ہر حالت پر صابر اپنی فقیری پر شاکر ایسے درویش کو عروج طور کا مقام ہے۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ فَقَبَضْتُ

اُس نے کہا کہ میں نے ایک چیز دیکھی تھی جس کو ان لوگوں نے نہ دیکھا تھا تو فوراً مٹھی بھر لائی میں نے

بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو ایک مٹھی بھر لی

قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ

ایک مٹھی اس رسول فرشتے کی گھوڑی کے قدموں کے نشان سے اور

فرشتے کے نشان سے پھر اُسے ڈال دیا اور

marfat.com
Marfat.com

كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ

یہی بھایا مجھ کو۔ میرے دل نے فرمایا ہٹ جا یہاں سے

میرے جی کو یہی بھلا لگا۔ کہا تو چلتا بن

فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ

بس اب بے شک تیرے لیے زندگی بھر یہی سزا ہے کہ کہتا پھرے گا تو نہ ہاتھ لگانا مجھ کو

کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے۔ چھو نہ جا۔

وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ

اور بے شک تیرے عذاب کے لیے ایسا وعدہ ہے کہ ہرگز نہ خلاف کیا جائے گا وہ اور دیکھ تو

اور بے شک تیرے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور اپنے اس

اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ

اپنے اس بناوٹی معبود کو معتکف بیٹھا رہا تو جس پر

معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسن مارے رہا۔

لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾

البتہ ضرور آگ لگا دینگے اس کو پھر راکھ بنا کر اڑا دیں گے ہم اس کو سمندر میں بالکل رکھ

قسم ہے ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے۔

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ

تمہارا معبود تو فقط اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں

تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

marfat.com
Marfat.com

وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

بس وہی ہے جس نے سمایا ہے ہر مخلوق کو اپنے وسیع علم میں
ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ حضرت موسیٰ نے سامری کو جھڑکتے ہوئے اُس کے گمراہ کرنے اور بچھڑا بنانے کی جواب طلبی کی۔ اب اِن آیت میں سامری کا جواب دینا ذکر ہو رہا ہے دوسرا تعلق پچھلی آیت میں بنی اسرائیل کے بچھڑے کی پرستش کا ذکر ہوا جس کو انہوں نے سامری کے کہنے سے معبود سمجھ لیا تھا۔ اب اِن آیت میں ان کے اس جھوٹے معبود کے ذلت آمیز انجام کا ذکر ہوا جو ان کی نگاہوں کے سامنے کیا گیا۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں گمراہوں کے جھوٹے خود ساختہ معبود کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں سچے معبود اِلٰہ الخلقین کا ذکر فرمایا گیا

تفسیر نحوی قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ۔ قَالَ فعل ماضی با فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِس ضمیر کا مرجع سامری ہے۔ بَصُرْتُ مطرد کے پانچویں باب گرم کا فعل ماضی مطلق واحد متکلم بَصُرَ سے مشتق ہے ب حرف جر تعدیہ کی کا اسم موصول لَمْ یَبْصُرُوْا۔ باب گرم کا فعل نفی جحد بلم بمعنی ماضی دراصل یَبْصُرُوْنَ تھا کم حرف جازم نے واؤ اِن اعرابی گرادی ہم ضمیر صیغہ پر شبیہ اس کا فاعل ہے مرجع بنی اسرائیل ب جارہ تعدیہ (مفعولیت) کی ایک قرأت میں بَصُرْتُ ہے باب سمع یا حسب سے نیز ایک قرأت میں لَمْ تَبْصُرُوْا جمع مذکر حاضر کے صیغے سے ہے۔ فَ عاطفہ تعقیبیہ یعنی بلا دیر کے بعد دیکھنے کے قَبَضْتُ باب ضرب کا فعل ماضی واحد متکلم قَبْضَةً۔ اسم مصدر جامد مفعول فیہ ہے یا اسم مصدر ہے آخر میں تَ مدہ یہ ہے تب یہ مفعول مطلق ہے۔ ایک قرأت میں سے ہے قَبَضْتُ قَبْضَةً۔ قَبْضَةً اور قَبْضٌ میں فرق یہ ہے کہ قَبْضٌ ایک مرتبہ مٹھی بھرنا اور قَبْضٌ کا معنی مٹھی بھر چیز یہاں یہی مراد ہے اور قَبْضٌ کا معنی پوری ہتھیلی بھر مٹھی لینا لیکن قَبْضٌ کا معنی انگلیوں سے پکڑ کر اٹھانا یا چٹکی بھر لینا جیسے خَضْمٌ پورا منہ بھر کر کھانا اور قَضْمٌ اگلے دانتوں

marfat.com
Marfat.com

سے کھانا چبانا (تفسیر معانی) مِنْ جارّہ بیانیہ یا تبعیضیہ۔ اَثَر اسم مفرد جامد بمعنی نشان علامت یہاں مراد ہے نشانِ قدم رسول بمعنی قاصد۔ رہنما پیغامبر جو اہل تھا مِنْ اَثَرِ فَرَسِ الرَّسُوْلِ۔ یعنی قاصد کے گھوڑے کے نشانِ قدم کی مِن نسبتی کی وجہ سے تخفیف کے لیے دوسرا مضاف حذف ہوگیا ف عاطفہ تعلیلیہ بمعنی لہٰذا (اس لیے) نَبَذْتُ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد متکلم نَبْذٌ سے مشتق ہے بمعنی ڈالنا۔ جھونکنا گھسیٹنا پھینک کر۔ ھا ضمیر واحد مونث غائب مرجع قَبْضَةً یعنی مٹھی والی چیز۔ ترکیب نحوی۔ بَصُرْتُ فعل با فاعل مَا موصولہ کَمْ بَصُرُوا فعل با فاعل بہ جار مجرور اس کا متعلق یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے بَصُرْتُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ عاطفہ سے قَبَضْتُ فعل با فاعل قَبْضَةً اس کا مفعول فیہ مِنْ جارّہ اَثَر مضاف اَلرَّسُوْلِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے قَبَضْتُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ عاطفہ نَبَذْتُ فعل با فاعل ھا ضمیر مفعول بہ نَبَذْتُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر پھر معطوف علیہ واؤ عاطفہ کَذٰلِكَ اسم اشارہ تشبیہی سَوَّلَتْ۔ باب تفعیل کا فعل ماضی مطلق واحد مؤنث غائب مصدر ہے تَسْوِیْلٌ سَوْلٌ سے بنا ہے بمعنی اچھا لگنا۔ اچھا کر کے دکھانا۔ حقیقت کے خلاف ہونا۔ لام جارّہ تعدیہ بمعنی مجھ کو نَفْس اسم مفرد جامد بمعنی نفسِ امّارہ یہاں مراد ہے عقل اور دل مضاف ہے کی متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے سَوَّلَتْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا سب عطف مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا قَالَ اپنے پورے مقولے سے مل کر جملہ قولیہ فعلیہ خبریہ ہو گیا یہ تمام عبارت سامری کا جوابی مقولہ ہے۔ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا۔ قَالَ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ ف زائدہ اِذْهَبْ باب فَتْح کا امر حاضر معروف ذَهْبٌ سے مشتق ہے اَنْتَ پوشیدہ ضمیر فاعل کا مرجع سامری ہے ف سببیہ اِنَّ حرف مشبہ لَكَ جار مجرور متعلق اوّل ہے ثابت پوشیدہ اسم فاعل کا فِي الْحَيٰوةِ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے ثابت اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر اِنَّ کی خبر مقدم اَنْ حرف ناصب تَقُوْلَ باب نَصَرَ کا فعل مضارع مستقبل واحد حاضر خطاب ہے سامری کو۔ لَا حرف نفی جنس مِسَاسَ اسم مبالغہ مَسٌّ سے مشتق ہے بمعنی ہاتھ سے چھونا مِسَاسَ اسم ہے لَا نفی کا یہ دونوں جملہ شبہیہ ہو کر مفعول بہ تَقُوْلَ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِنَّ حرف مشبہ۔ لَكَ جار مجرور متعلق ہے

marfat.com
Marfat.com

ثابت پر رشید ہ کا یہ جملہ اسمیہ ہو کر اِنَّ کی خبر مقدم مُؤعِدًا اسم مصدر میمی بمعنی عہد یا میعاد مقررہ موصوف ہے لَنْ تُخْلَفَ باب نَصَرَ باب افعال کا فعل مضارع نفی تاکید بلن مجہول واحد مونث ایک قرأت میں ہے لَنْ تُخْلِفَ مستقبل خلف سے مشتق ہے بمعنی خلاف ہونا یا بدل دینا۔ ہٗ اسم ضمیر واحد مذکر مفعول بہ یا نائب فاعل ہے اس کا مرجع مُؤعِدًا ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے مُؤعِدًا کی یہ مرکب توصیفی اسم اِنَّ۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے اَنْ تَقُوْلَ کا دونوں عطف مل کر اسم فَاِنَّ کا فَاِنَّ اپنے اسم اور خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر سبب ہوا اِذْهَبْ کا۔ یہ فعل فاعل مسبب سبب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ وَاؤ عاطفہ۔ اُنْظُرْ باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف مذکر اَنْتَ اس میں ضمیر صیغہ اس کا فاعل اِلٰی اِلٰهِكَ یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے اُنْظُرْ کا۔ اِلٰهِكَ موصوف ہے اَلَّذِیْ اسم موصول ظَلْتَ ایک قرأت میں ظِلْتَ ہے فعل ناقصہ واحد مذکر حاضر یعنی دُمْتَ یعنی جم کر بیٹھا رہا تو عَلَيْهِ جار مجرور متعلق ہے عَاكِفًا اسم فاعل واحد مذکر ایک قرأت ہے عَكِفًا اسم فاعل واحد مذکر مگر پہلی قرأت مشہور ہے خبر ہے ظَلْتَ کی اس کا اسم ضمیر پوشیدہ اَنْتَ ہے۔ یہ ناقصہ فعل اپنے اسم خبر اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْ کا دونوں مل کر صفت سے اِلٰهِكَ کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہوا اُنْظُرْ کا۔ لَنُحَرِّقَنَّهٗ باب تفعیل کا فعل لام تاکید نون تاکید ثقیلہ جمع متکلم حَرْقٌ سے مشتق ہے بمعنی جلانا آگ لگانا باب تفعیل میں اگر متعدی ہو بمعنی خوب جلانا آگ لگانا۔ ہٗ ضمیر اس کا مفعول بہ مرجع اِلٰهِكَ مراد ہے۔ پھر اگر فعلیہ تاکید یہ ہو کر معطوف علیہ ہوا ثُمَّ حرف عطف تراخی کے لیے ایک قرأت میں لَنُحَرِّقَنَّ باب افعال سے بمعنی تھوڑا جلانا اور ایک قرأت میں۔ لَنُحَرِّقَنَّ باب نصر سے ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں ہے لَنَقْبَحَنَّ وَلَنَحْرُقَنَّ۔ لَنَنْسِفَنَّ باب ضَرَبَ کا فعل لام تاکید نون تاکید ثقیلہ مستقبل معروف جمع متکلم نَسْفٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے غبار اڑانا۔ دھول چھانا۔ یہاں مراد ہے راکھ اڑا کر پانی میں بہا دینا جس سے ریزہ ریزہ دور ہو جائے ریزہ صرف راکھ ہو سکتی ہے یا غبار کیونکہ سب سے چھوٹے ذرہ کو اردو میں ریزہ کہتے ہیں اور حقیقت کلیۃً مٹ جائے۔ عربی میں سوپ (چھاج) کو نسوف اسی پھٹکنے غبار اڑانے کے معنی میں کہتے ہیں۔ راز کہنے کو نسیف اسی معنی میں کہتے ہیں۔ ہٗ ضمیر کا مرجع اِلٰهِكَ ہے فِی جارہ ظرفیہ اَلْیَمِّ۔ اسم مفرد معرفہ جامد بمعنی سمندر یا بڑا دریا جو سمندر کی مثل ہو۔ عربی میں پانی کے ذخیرے ۱۵ پندرہ قسم کے ہیں ۱ یَمٌ ۲ بَحْرٌ ۳ یَنْبُوْعٌ ۴ نَهْلٌ ۵ حَمَّةٌ ۶ وَهْدٌ ۷ بَحْرٌ

marfat.com
Marfat.com

۸ غدیر ۹ بُرُوْز ۱۰ دوران ۱۱ شَهْبَة ۱۲ گھیٹ ۱۳ حوض ۱۴ اَضَاءَ ۱۵ فِخِذَة اِن سب میں بڑا
ذخیرہ یم یعنی سمندر اور سب میں چھوٹا نم یعنی قطرہ ہے بیحار مجرور متعلق ہے نَسْفًا اسم مصدر مفعول مطلق
ہے لَنَنْسِفَنَّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا لَنُحَرِّقَنَّ کا دونوں مل کر تاکید ہوئی وَانْظُرْ تاکید
مؤکد مل کر معطوف ہوا ذَهَبَ کا دونوں مل کر مقولۂ اوّل ہوا قَالَ کا اِنَّمَا اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اِنَّ حرفِ مشبّہ بفعل ناقصہ کی وجہ سے اب ترجمہ ہوا ای (فقط) الٰہکم
یہ مرکب اضافی مبتدا ہے اَللّٰهُ اسم ذاتی موصوف ہے اَلَّذِیْ اسم موصول لَا حرفِ نفی جنس اِلٰهَ مستثنیٰ
مِنْهُ اِلَّا حرفِ استثنا هُوَ ضمیر منفصل واحد مذکر غائب اِس کا مرجع اللّٰہ ہے مستثنیٰ متصل ہے
مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر اسم ہوا لَا نفی کا وہ سب مل کر پہلا صلہ ہوا۔ وَسِعَ باب سَمِعَ کا ایک
قرأت میں وَسَّعَ ہے باب تفعیل کا ماضی مطلق واحد مذکر ہے متعدی بیک مفعول ہے وَسْعٌ سے
مشتق ہے بمعنی گھیرنا۔ قدرت وطاقت والا ہونا کشادہ ہونا۔ سما جانا۔ یہاں یہی معنی ہیں كُلَّ شَیْءٍ مرکب
اضافی مفعول ہے ہے عِلْمًا اسم مفرد نکرہ یا یہ مصدر ہے مفعول فیہ ہے اِس کی تنوین تعظیمی آخر کا الف
بعوضِ تنوین ہے یا یہ تمییز ہے وَسِعَ کے فاعل کی اپنے مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ
فعلیہ خبریہ ہو کر صلۂ دوم ہوا الَّذِیْ دونوں صلہ سے مل کر صفت ہے اللّٰہ کی وہ مرکب توصیفی خبر ہے
مبتدا کی مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر مقولۂ دوم ہوا قَالَ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ تولیہ فعلیہ ہو گیا

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ
فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ

تفسیر عالمانہ

فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ۔ سامری نے کہا کہ اِس ساری کارستانی کی ذمہ تحریک اس
طرح پر ہے کہ جس دن غرقابی فرعون اور آلِ فرعون ہوئی اُس دن ایک فرشتہ بشکلِ انسانی ایک
گھوڑی پر دریا میں فرعون کے آگے چل رہا تھا اس کے پیچھے گھوڑے پر فرعون تھا پھر ہامان تھا فرعون
کے پیچھے اس کی ساری قوم سوار و پیدل تھی اور ہم سب بنی اسرائیل دریا کے پار اُس دوسرے
کنارے پر ڈرے سہمے کھڑے تھے جب وہ گھوڑ سوار فرشتہ دریا سے باہر نکلا ابھی فرعون
اور اُس کی قوم دریا کے اندر ہی تھی کہ پانی سب مل گیا خشک راستے ختم ہو گئے وہ تو سب
ڈوب رہے تھے شور وغل مچا ہوا تھا تمام بنی اسرائیل اِسی دوسرے کنارے کھڑے وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ کے نظارہ میں تھے سب اسی دریا کی طرف متوجہ تھے تب اُس وقت میں نے ایک
ایسا نظارہ کیا جو ان بنی اسرائیل میں سے کسی نے بھی نہ کیا میں نے اپنی توجہ ڈوبنے والوں سے

marfat.com
Marfat.com

مٹا کر اس چیز پر لگائی جس پر کسی کی توجہ نہ تھی اور میں نے وہ کچھ دیکھا جو انہوں نے نہ دیکھا۔ اور بالقول ایک قرأت، ہو سکتا ہے کہ ان ہنگامہ خیز حالات میں بھائی تُبْصِرُوْا آپ نے بھی اس جانب توجہ نہ فرمائی ہو وہ یہ کہ گھوڑی سوار کو میں نے پانچ وجوہ سے رسولِ ربانی قاصدِ الٰہی اور فرعون پر عذابِ الٰہی لانیوالا فرشتہ سمجھا۔ ایک اس کی نورانی وجاہت دوم اس کی اَحَدیت کہ نہ وہ اسرائیل تھا نہ قبطی سوم اس کا دریا میں فرعون کے ساتھ آگے چلنا جب کہ فرعون کی قوم اُمَرا و رؤسا سب پیچھے تھے چہارم اس کا دریا سے بچ نکلنا اور باقی تمام فرعونیوں کا ڈوب جانا۔ پنجم اس کا باہر نکل کر ہم میں نہ آنا۔ اور ایک دوسری جانب نکل جانا۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ وہی فرشتہ ہے جو قومِ عاد و قومِ ثمود پر عذاب لایا تھا اسی کو تاریخ والے جبرئیل کہتے ہیں اور جبرئیل کا لفظ و لقب آپ کی زبان سے بھی کئی دفعہ سنا تھا اسی کو رسولِ الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔ اُسی رسول کی یہ بات بڑی توجہ سے میں نے دیکھی کہ اُس کی گھوڑی جہاں قدم رکھتی تھی تو پرانی چٹیل خشک ریتلی زمین پر بھی فوراً ہری ہری تازہ گھاس اُگ آتی تھی۔ میں نے یہ حیرت زدہ بات دیکھ کر اُن نشاناتِ قدم سے ایک مٹھی بھر تھوڑی سی مٹی اٹھالی تھی اُس وقت تبرکاً اٹھائی تھی اُس وقت بجز تبرک کوئی ارادہ یا تصور میرے دل میں نہ تھا تفسیر ابن عباس میں ہے جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کا نام حیزوم اور لقب فرسُ الْحَیٰوۃ ہے۔ پھر جب راستے میں ان بنی اسرائیل نے ایک مندر سے گزرتے ہوئے وہاں کے بچاریوں کو بت پرستی کرتے ہوئے دیکھ کر بہت ملتجیانہ انداز میں خواہش (طلب) کی کہ یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ۔ اے موسیٰ کتنا اچھا ہو اگر آپ بھی ہمارے لیے ایک ایسا ہی معبود بنا دیں جیسے اِنکا ہے۔ کتنا خوب صورت چمکتا دمکتا بُت اِن کا معبود بنا بیٹھا ہے۔ تب آپ نے تو۔ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ کہہ کر ان کو اُس دن جھڑک دیا تھا مگر میں ان کی ذہنی کیفیت اور فرعونی صحبت کا اثر اسی دن سمجھ گیا تھا اور میرا ذہن اسی دن سے ایک منصوبے کی تاک میں ہو گیا تھا۔ پھر جب آپ طور پر چلے گئے اور کافی دیر لگا دی تو میں نے اس منصوبے کو ظاہر کرنے کے لیے ان بنی اسرائیل سے ان کا فرعونی زیور لے کر اپنی ہنرمندی اور صنعتِ زرگری سے ایک بچھڑا ڈھال دیا اور ایک خوب صورت مورتی بنا دی پھر۔ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ۔ ایسے ہی میرے دل میں آیا کہ وہ مٹی تو اس کے منہ میں ڈال کر دیکھوں۔ فَنَبَذْتُهَا میں نے وہ سب مٹی اپنی جیب میں سے نکال کر اُس کے نتھنوں کے سوراخوں میں ڈال دی۔ بس دیکھتے ہی فوراً وہ مورتی زندہ بچھڑا بن گیا بولنے اور چلنے لگا یہ سب کچھ مجھے کسی نے نہ بتایا نہ کوئی ترکیب

marfat.com
Marfat.com

کسی نے سکھائی بلکہ میرے اپنے دل کی اختراع ہے نہ کوئی جادوگری ہے نہ کوئی شعبدہ نہ کوئی فنی کرتب بس ویسے ہی میرے دل میں یہ منصوبہ آگیا اور میرے ہی نفس نے مجھ کو اکسایا ورغلایا۔ اس آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال اس طرح ہیں۔ ابصرتُ۔ بصارتٌ سے مشتق ہے۔ یعنی میں نے اپنی آنکھوں سے وہ دیکھا جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا۔ بصیرتُ۔ بصیرۃٌ سے مشتق ہے یعنی میں نے اپنی عقل و دل اور روحانی قوت سے وہ کچھ جانا جو انہوں نے نہ جانا۔ مگر یہ معنی قطعاً غلط اور لغو بیہودہ ہے۔ اس ترجمے کا موجد ابومسلم اصفہانی (نومسلم معتزلی) یہ شخص تفسیر بالرائے اور قرآن مجید کے معانی میں تحریف کاری کرنے میں مشہور ہے یہ پانچویں صدی ہجری میں پیدا ہوا اسی نے تاریخ اسلامی میں اسرائیلیات کو شامل کر کے اسلامی معاشرے کو بگاڑنا چاہا بہت سے اسلامی مفسر اس کے راستے پر چل کر اس کی تفسیری تائید کر کے گمراہ ہوئے۔ یہ ابومسلم اس آیت کا۔

مطلب یہ بیان کرتا ہے۔ کہ اے موسیٰ آپ کے دین میں جو میں نے انداز سے لگائے وہ انہوں نے نہ لگائے۔ تو میں نے قَبَضْتُ قَبْضَةً۔ کچھ دنوں آپ کے دین کی پیروی کی۔ مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ۔ رسول یعنی آپ کی اثر۔ یعنی شریعت اور دین سے کچھ عمل کیا فَنَبَذْتُهَا۔ پھر مجھے یہ دین اچھا نہ لگا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ میری طبیعت کا ولولہ اور جوش بے اختیار ہو گیا جس نے مجھے یہ دین چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اور مجھے اپنے آبا کا دین بت پرستی اچھا لگا اس لیے میں نے اس کو اپنایا پھر اپنایا اور آبائی دین جاری کر دیا یہ تھا اصفہانی کا بیہودہ قول اصفہانی تو خیر ایک بدبخت گمراہ انسان تھا ہی مگر افسوس تو امام رازی پر ہے جنہوں نے اندھا بن کر اس کی اس احمقانہ جاہلانہ تخریب کاری کی تائید کر دی پھر لگے اُس کی تائید میں لغو وجوہ بیان کرنے امام رازی نے اس بیہودہ قول کی تائید میں پانچ وجوہ بیان کیں اور تمام متقدمین و متاخرین کی اچھی بھلی تفسیر و تحقیق و منشاءِ قرآنی کی مخالفت کر دی۔ رازی کی پہلی توجیہ رسول سے مراد موسیٰ ہیں نہ کہ جبرئیل۔ جبرئیل کو کبھی رسول نہ کہا گیا نہ وہ اس لقب سے مشہور۔ دوسری توجیہ یہ کہ اگر رسول سے مراد فرشتہ لیا جائے تو یہاں ایک پوشیدہ عبارت ماننی پڑے گی یعنی مِنْ قَبْضَةِ اَثَرِ حَافِرِ فَرَسِ الرَّسُوْلِ۔ اور بلا وجہ پوشیدہ عبارت ماننی شرعاً ممنوع ہے۔ امام رازی کی تیسری توجیہ یہ کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی کثیر تعداد لوگوں میں صرف سامری نے جبرئیل کو دیکھا اور پہچانا۔ چوتھی توجیہ یہ کہ سامری نے یہ کیسے پہچانا کہ نشانِ قدم کی مٹی کا یہ اثر ہے۔ پانچویں توجیہ یہ کہ یہ جو بعض لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ جبرئیل نے چونکہ سامری کو بچپن میں جب کہ اس کی والدہ

marfat.com
Marfat.com

قتلِ فرعون کے خوف سے سامری کو ایک جنگلی غار میں اللہ کی سپرداری میں ڈال آئی تھی تو جبرئیل نے رب تعالیٰ کے حکم سے پرورش کیا تھا۔ اسی لیے اب سامری نے جبرئیل کو پہچان لیا تھا۔ یہ سب بعید از عقل باتیں ہیں۔ کیونکہ شیر خوارگی اور بچپن میں دیکھی ہوئی چیز یا شخصیت جوانی میں نہیں پہچانی جاسکتی اگر سامری نے محض اپنی عقل سے جبرئیل کو پہچانا تو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو بدرجۂ اولیٰ وہ تم پہچانا ہوگا پھر گمراہی نا ممکن یہ تمہیں امام رازی کی توجیہاتِ عقلیہ جس کی بنا پر ایک معتزلی تخریب کار کی تائید کر بیٹھے۔ سچ فرمایا بزرگوں نے کہ اگر اللہ تعالیٰ سچی سمجھ کی ہدایت نہ فرمائے تو یہ نفسِ خبیث بڑوں بڑوں کو چھوٹی چھوٹی اُلجھنوں میں پھنسا لیتا ہے اسی لیے مولانا رومی نے فرمایا۔

گر بہ استدلال کار دین بُدے ۔۔۔ فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے

امام رازی کی ان لغو و غلط توجیہات کا جواب یہ ہے کہ پہلی کتب اور قرآنِ کریم میں حضرت جبرئیل کو رسول کے لقب سے ہی ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ مریم میں ہے۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۔ سورۃ تکویر آیت ۱۹ میں ہے هٰذَا لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۔ فرشتوں کو رسول فرمایا گیا۔ سورۃ اسریٰ آیت ۹۵۔ نُنَزِّلُ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۔ حیرت ہے امام رازی کہ یہ آیت نظرِ تأمل (دروع العقائد) سے یہ ٹھیک ہے بلا وجہ پرشید عبارت مانی ممنوع ہے مگر جہاں پرشید ماننے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ اثر یعنی تاثیر ہے اور معنی یہ ہے کہ مٹی میں یہ زندگی پیدا ہونا رسول فرشتے کا ہی اثر تھا جو براہِ راست گھوڑی زمین تک پہنچا۔ رہا یہ کہ اتنی کثیر تعداد نے نہ دیکھا تو یہ ممکن ہے اس لیے کہ اس وقت حالات ہی اتنے گہما گہمی اور افراتفری کے تھے ایسی دلخراش دماغ معطر کیفیات میں زمانوں کو اپنے پتے نظر نہیں آتے۔ اور یہ بصیرت بصارت سے ہے نہ کہ بصیرت سے رہا مٹی میں اس اثر کا پہچان لینا بھی کچھ مشکل نہیں رہا کہ جب وہ دیکھ رہا ہے کہ جہاں قدم پڑتا ہے وہاں فوراً ہری گھاس اُگ آتی ہے آگے پیچھے کہیں ہری گھاس نہیں ہے تو اس حیران کن کرامت کا پہچاننا کیا مشکل رہا۔ اب اس گوبچھڑے میں ڈالنے کا اس کا اپنا ایک انداز تھا جو صحیح ثابت ہوا۔ ڈالنے سے پہلے سامری کو کچھ پتہ نہ تھا کہ یہ مٹی بچھڑے کی مورتی میں جا کر کیا کرے گی رہا سامری کا جبرئیل کو پہچان لینا تو یہ بچپن کی پرورش کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہی ہے جو ہم نے ابھی تفسیر میں اس کے بیان کے اندر ظاہر کیں کہ وہ ان حیران کن علامات سے اس شخصیت کو فرشتہ سمجھے وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے ان جوابات سے امام رازی کی تمام توجیہات غلط ہوگئیں۔ قبضۂ یہ دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ ضمیر سے ہے یعنی مٹھی بھر دوں یہ کہ یہ میں سے ہے

marfat.com
Marfat.com

بعض پچھلی بھری ہوئی اثر اسرائیلی میں کچھ لوگوں نے یہاں پر شیدہ عبارت مانی ہے کہ رسول کی گھوڑی کے قدم کے اثر سے۔ مگر یہ کچھ ضروری نہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کر دیا فَنَبَذْتُهَا میں تین قول ہیں ۱ میں نے سونا گلاتے وقت یہ مٹی ساتھ ہی ڈال دی تھی ۲ میں نے مورتی بنانے کے بعد اُس کی ناک میں ڈالی تھی۔ ۳ میں نے پچھلی طرف سے ڈالی تھی۔ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ میں دو قول ہیں ۱ فقط میرے نفس نے مجھ کو اس کام پر اُبھارا کسی دوسرے نے مجھ کو کچھ نہ بتایا نہ سکھایا ۲ شیطان نے میرے نفس امارہ کو اور میرے نفس امارہ نے مجھ کو اس کام پر آمادہ کیا اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کا یہ پورا بیان لے کر تین طریقہ سے اُس کا جرم ثابت فرمایا کہ پہلا جرم یہ کہ اُس نے مورتی بنائی یہ فوٹو اور تصویر سازی ہے جاندار کی ایک علیحدہ حرام جرم ہے پھر اُس نے قوم کو کافر و مشرک بنایا کہ یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے اِس سے وہ سارے مرتد ہوئے پھر اس کا کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام اب واپس نہیں آئینگے وہ تم سے ناراض ہو گئے ہیں کیونکہ تم نے فرعونی زیور غصب کیا ہے، پھر کہا کہ اب تو یہاں اسی بچھڑے میں آگیا ہے موسیٰ کو ادھر اُدھر تلاش کرنے گئے ہیں وہ بھول گئے اِس اپنے معبود کو سامری کا تیسرا جرم یہ کہ اگرچہ خود سامری نے بچھڑے کو نہ سجدہ کیا نہ رقص کیا مگر اُس کے پاس اعتکاف بیٹھا اور غیر اللہ کے لیے اعتکاف بیٹھنا بھی اُس کی عبادت ہے اس لیے اس حرکت سے اس کا کافر ثابت ہوا چونکہ سامری کے تین جرم ثابت ہوئے اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تین قسم کی سزا سنائی فَاذْهَبْ اے سامری تو نے اِن بنی اسرائیل میں عزت و شان اور بڑا بن کر رہنا چاہا تھا۔ اِس کی سزا ساری زندگی تجھے یہ کہ تو ان سے دور ہٹ جا اب تجھے ان سے کبھی عزت نہ ملے گی بلکہ یہ تجھے ذلیل ہی کرتے رہیں گے اور تو اِن رونقوں سے نکل کر تن تنہا اب جنگلوں میں بھٹکتا پھرے گا۔ دوسری سزا یہ کہ چونکہ تو نے اپنی شرارت سے بچھڑا بنایا اور ذہنی فراست سے اس میں مٹی ڈال دی پھر قدرت سے اس میں جان اور زندگی آگئی تو اللہ نے اِس ذریعہ سے بنی اسرائیل کی ایمانی زندگی برباد کی اُس کی سزا یہ کہ تیری بقیہ دراز زندگی دنیا میں تباہ برباد اور آخرت میں عذاب ۳ تیسری سزا یہ کہ چونکہ گمراہی کی بیماری پھیلا کر شرک کی چیخ و پکار مچا دی اس کی سزا میں تو بھی ساری زندگی چیختا چلاتا اور کہتا پھرے گا۔ لَا مِسَاسَ مجھ کو ہاتھ نہ لگانا مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ یہ اس لیے کہ اگر تجھ کو کوئی ہاتھ لگا دے گا تو تجھ کو بھی اور اُس کو بھی فوراً اذیت ناک درد و الم والا بیہوشی کا سردی والا سخت بخار آجایا کرے گا جو تین دن رہے گا مگر مہینہ بھر کے لیے دونوں کو پکڑ کر رکھ دے گا جس کا علاج بھی کوئی نہ ہوگا۔ لَا مِسَاسَ میں دو قول اور بھی ہیں ۲ بعض نے کہا کہ لَا مِسَاسَ کا معنی ہے

marfat.com
Marfat.com

تو اپنی بیوی سے نہ مل سکے گا اور تیری نسل بند یا ختم ہو جائے گی ۳۔ تمام بنی اسرائیل کو حکم دیدیا جائے گا کہ ہمیشہ کے لیے تجھ سے مکمل مقاطعہ (یعنی بائیکاٹ) کریں گے۔ بات چیت۔ خرید و فروخت معاملہ۔ معاہدہ کھانا۔ پینا اور تناسلت سب بند ہر قسم کا تعاون ممنوع۔ بعض نے کہا کہ لَا مِسَاس کا معنیٰ یہ کہ جب کوئی اُس سے پوچھتا کہ تیرا حال کیا ہے تو کہتا کہ دیکھ لو میں تن تنہا زندگی کی زندگی گزار رہا ہوں کسی کا مجھے ملنا جلنا نہیں ہے یہ میری زندگی موت سے بدتر ہے۔ میں اپنی موت کی دعائیں کر رہا ہوں۔ یہ سب اقوال ہی درست ہیں۔ مقاطعہ اور اس قسم کی بیماری میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اُس کی نسل میں اسی قسم کی تنہائی پسند وحشیانہ زندگی کی عادت ہے مگر اب دنیا میں اُس کی نسل موجود نہیں لیکن ہندوؤں میں مصر سے آئی ہوئی چھوت کی عادت کا وہم موجود ہے۔ اس پیشگی خبر دینے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو تیری دنیوی تا حیات سزا ہے لیکن وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔ اور بے شک قبر حشر جہنم کا دائمی عذاب اس کے علاوہ ہے جو ہر کافر کا مَوْعِدًا ہے اسی طرح تیرے لیے بھی اٹل وعدہ ہے ہرگز ہرگز تو اُس کے خلاف نہ دیکھا جائے گا۔ نہ تیرا عذاب ہٹے نہ نرمی سے نہ کمی سے نہ ختم ہونے سے۔ چند دن کی حیاتِ فانی کی عزت کی خاطر تو نے کتنا بڑا ابدی نقصان کر لیا۔ اور یہ جو تو نے اپنے آبائی دین و مذہب کا اظہار کرتے ہوئے بچھڑے کی مورتی بنا کر اور پھر جب قدرت سے اُس میں جان پڑ گئی تو تو نے اس کو جھوٹا معبود بنا لیا اور دوسروں کو گمراہ کیا اور خود بھی اس کی عبادت پوجا پاٹ میں مشغول بیٹھا۔ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا اس کو خوب ہی بھر کے دیکھ لے ابھی ہم اس کا عبرت ناک ذلت آمیز سب کے سامنے کیا حال کرتے ہیں ہم اس کو ذبح کر کے آگ میں خوب جلا کر راکھ بنا دیں گے۔ اور تیرے دیکھتے ہی دیکھتے ہم اس کی راکھ کو بھی دریا میں بہا دیں گے اس طرح کہ اس کا نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے گمراہو مرتدو بتاؤ کیا یہ تمہارا معبود ہے اپنے آپ کو ہماری پھری اور ہماری آگ سے بچا سکتا ہے۔ اس کو تو ہماری ان باتوں کا بھی علم نہیں کہ ہم اس کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں اور اب اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں بدبختو کم عقلو نادانو کیا جانور بے علم بے عقل چیزیں بھی معبود ہو سکتی ہیں۔ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ تمہارا سچا معبود تو فقط وہی اللہ ہے جس کے سوا کہیں کوئی معبود نہیں ہو سکتا ہر جگہ ہر وقت ہر ایک کے لیے بس وہی حقیقی ابدی ازلی معبود ہے دیگر بے شمار وجوہ و حقائق و دلائل

marfat.com
Marfat.com

کے علاوہ یہ وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی قوت وطاقت قدرت غلبے والا اور ہر چیز ہر علم وخبر کا مالک ہے معدوم وموجود علوم ومقصود پر اس کا علم محیط ہے معبود کے لیے ایسا وسیع وعریض علم قوت اور قدرت ضروری ہے اور یہ چیزیں کسی اور کے پاس نہیں لہٰذا کوئی دوسرا معبود نہیں ہو سکتا۔ بعض قرا نے کُنْحُرِّقَنَّہٗ باب اِفعال سے پڑھا ہے اور ترجمہ کیا ہے کہ ہم اس کو کوٹیں گے ہتھوڑوں سے جیسے لوہار یا جیسے دھوبی کپڑے کو کوٹتے ہیں اور سونے کے بچھڑے کا برادہ بنا دیں گے اور پھر دریائی سمندر میں بہا دیں گے ان لوگوں نے اس کو مورتی ہی مانا ہے مگر یہ قول اس لیے احمقانہ اور غلط ہے کہ سونے کو کتنا ہی کوٹا جائے یا جلایا جائے نہ وہ ختم ہوتا ہے نہ راکھ بنتا ہے نہ بہتا ہے بلکہ نیچے پانی میں بیٹھ جاتا ہے جس کو سنیارے سے چھان کر نکالا جا سکتا ہے۔ بعض نے کہا کہ کُنْحُرِّقَنَّہٗ کا معنی ہے کہ تھوڑا جلائیں گے پھر اس کی ہڈیوں کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیں گے مگر یہ سب فضول باتیں ہیں اس کو سُننے کا مقصد کیا جب کہ آگ سے ہی اصل مقصد حاصل ہو جاتا ہے پہلے جلاؤ پھر بجھاؤ اور ہڈیوں کو کوٹو وقت ضائع کرو اور پھر کٹی ہوئی ہڈی بھی پانی میں نیچے بیٹھ جاتی ہے نشان پھر بھی باقی رہا اگر چہ بے فائدہ نام ونشان مٹانے کے لیے سب سے زیادہ مفید ومؤثر طریقہ یہی ہے کہ کُنْحُرِّقَنَّہٗ۔ ہم خوب جلا ڈالیں گے مکمل طور پر اور مکمل جلنے کے بعد پھر کوٹنے کی ضرورت نہیں رہتی آگ خود ہی گوشت پوست ہڈی کو راکھ بنا دیتی ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ اختتام ہوا یہ آپ کا آخری مجلسی ہے قرآن مجید کی گیارہ سورتوں میں یہ قصہ مبارکہ مذکور ہے ۱؎ سورۃ بقرہ ۲؎ اعراف ۳؎ سورۃ یونس ۴؎ سورۃ ہود ۵؎ طٰہٰ ۶؎ شعرآء ۷؎ نمل ۸؎ قصص ۹؎ مومن ۱۰؎ زخرف ۱۱؎ نازعات۔ جن میں مختلف پہلوؤں۔ انداز اور وضاحت سے موسیٰ وہارون علیہما السلام، بنی اسرائیل، قبطی اور سامری کا تذکرہ ہے۔ اس بچھڑے کو راکھ بنا کر بہا کر پھر حضرت موسیٰ نے سامری کو اس اسرائیلی خیمہ بستی سے نکال دیا۔ یا بنی اسرائیل نے اس کو بیماری کے ڈر سے نکال دیا۔ بعض نے کہا کہ وہ خود ہی کچھ دن بعد اس نفرت انگیز ماحول سے اکتا کر جنگل کی طرف نکل گیا اور باقی تیس سالہ زندگی بھر جنگلوں میں بھٹکتا پھرا۔ اور تنہائیوں میں سسک سسک کر مرا۔

فائدے اِن آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ بارگاہِ ربّ العزت میں سب سے زیادہ عزت انبیاء کرام علیہم السلام کی ہے یہود ونصاریٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر طرح طرح کے بیہودہ اور گستاخانہ الزامات اور اتہامات لگائے جو اب بھی ان کی تالمود اور بائبل میں لکھے ہوئے ہیں کہ معاذ اللہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس

marfat.com
Marfat.com

جانے سے انکار کر دیا اور اللہ سے کہا کہ مجھے ثبوت نہیں چاہیئے تو ہمیں کو دیدے۔ اور طرفہ یہ معاذ اللہ یہ اتہام لگایا کہ بنی اسرائیل کے لیے بچھڑا انہوں نے بنایا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ یہ بچھڑا تمہارا معبود ہے رب تعالیٰ نے قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں ذکر کر کے ان تمام گستاخیوں اور کفریہ باتوں کی تردید فرما کر سچا حقیقی واقعہ پیش فرما دیا یہ فائدہ۔ قَالَ فَبُصُرْتُ (الخ) سے حاصل ہوا کہ یہ کفریہ کام سامری نے کیا تھا جس کا وہ خود اقرار کر رہا ہے۔ بائبل وغیرہ میں سامری کے وجود سے ہی انکار کیا گیا۔ جس کی وضاحت قرآن مجید نے فرما دی۔ دوسرا فائدہ۔ ان آیات سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ ایک ہی چیز کسی کے لیے رحمت کسی کے لیے زحمت کسی کے لیے ہدایت کسی کے لیے ضلالت۔ اہل کرامت کے لیے کرامت۔ اہل کرامت کے لیے کرامت اہل غرامت کے لیے فتنہ و فساد دیکھو حضرت جبرئیل کی گھوڑی کے نشانِ قدم کی مٹی جو نہایت شاندار تبرک تھی مگر جب اہل باطل کے ہاتھ میں پہنچی اور خبیث فرعونی سونے میں گئی تو اس سے کفر شرک ہی پھیلا اس کی وجہ یہ کہ اہل کرامت تبرکات کو مقامِ حق پر خرچ کرتے ہیں اور اہل کراھت وغرامت خیانت میں ضائع کرتے ہیں یہ فائدہ فَنَبَذْتُهَا فرمانے سے حاصل ہوا لہٰذا مسلمانوں کو کسی گمراہ کے صرف قرآن و حدیث پڑھنے اور قرآنی حوالوں کی تقریر و تحریر سے متاثر و مرعوب نہ ہونا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ کس کے ہاتھ میں ہے اور کس کے منہ سے نکل رہا ہے۔ یہی قرآن کریم جب اہل حق کے ہاتھ شاخوان مصطفیٰ کے منہ زبان و قلم۔ تقریر و ہمدردی سے ملے گا تو نورِ ہدایت پھیلاتا جائے گا۔ اور اگر کسی باطل سامری سے ملے گا تو فتنہ و ضلالت پھیلائے گا۔ تیسرا فائدہ۔ بدوں کی صحبت سے ہمیشہ نقصان ہی ہوتا ہے اس لیے ایسی مجلس سے بچنا چاہیئے بری مجلس کی چار قسمیں ہیں ۱ بری کتاب پڑھنا ۲ بری تقریر سننا ۳ بری محفل میں بیٹھنا ۴ بروں کو دوست بنانا۔ ہر وہ چیز جس کو قلب سے وہ ہی حقیقت میں بری ہے لہٰذا مومن مسلمان کو اس سے محبت لگانی چاہیئے جس کو بقا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چو عاقبت زصحبت یاراں بریدنست ۔۔۔ پیوند باکسی نکند آنکہ عاقل است

یعنی جس دوست کی دوستی نے آخر ٹوٹنا ہے عقل والا اس سے دوستی نہیں لگاتا۔ یہ فائدہ لَا مِسَاسَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو سامری نے اُلفت۔ عزت۔ شہرت۔ قربت۔ رونق چاہی مگر اس کو نفرت ذلت۔ غربت۔ بلحدت خلوت ملی یہ اس لیے ہوا کہ اس نے ان نعمتوں دولتوں کو حاصل کرنے کے لیے غلط راستہ اور بروں کی صحبت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ان نعمتوں کے لیے صحیح اور سچا مضبوط

marfat.com
Marfat.com

دروازہ تو آستانۂ نبوت اور مجالس ولایت تھا جو اُس نے چھوڑا۔ حق سے منہ موڑا۔ چوتھا فائدہ۔ کسی مسلمان کو کسی وقت اپنی عقل فکر علم ذہن پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے یہ سب شیطان کے جال اور پُر فریب رستے ہیں یہ فائدہ۔ فَاِنَّكَ اِلَّا مَسَاسَ سے حاصل ہوا۔ کہ سامری نے اتنا بڑا فتنہ فساد ذلت تباہی کا سلسلہ صرف اپنے نفس وعلم پر غرور اور بھروسہ کرنے کی وجہ سے کیا۔ خود بھی ڈوبا تباہ ہوا اور ساتھیوں کو بھی تباہ برباد کیا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ قانونِ شریعت کے مطابق کفر دو قسم کا ہے۔ ایک کفرِ شرعی دوم کفرِ حکمی کفرِ شرعی میں مرتد ہونے والا واجب القتل ہے اور کفرِ حکمی میں مرتد ہونے والا واجب القتل نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ۔ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ۔ سے مستنبط ہوا کہ دیکھو بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود سمجھ کر اس کی پرستش سجدہ ریزی کی اس لیے اُن کی سزا اَنْ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ہوئی۔ اور سامری نے یہ کہا تھا اِلٰهُكُمْ یہ نہ کہا تھا اِلٰهُنَا کچھ اس وجہ سے اور بھی بنی اسرائیل نے تو اس کو سجدہ بھی کیا اعتکاف بھی کیا اور طواف بھی کیا بشکل رقص۔ مگر سامری نے صرف اعتکاف کیا بچھڑے کو سجدہ نہ کیا اس لیے وہ قتل نہ کیا گیا۔ اگر وہ توبہ کر لیتا تو شاید لَا مِسَاس کی دنیوی سزا سے بھی بچ جاتا۔ لہٰذا آج کل مرزا غلام قادیانی کو ماننے والے شرعی کافر ہیں اس لیے ان کو اقلیت قرار دیا گیا اور مسلمان اب مرزائی بن جائے وہ شرعی مرتد ہوگا۔ لیکن تبرائی رافضی۔ خارجی۔ نیچری۔ چکڑالوی شرعی کافر نہیں ہیں حکمی کافر ہیں۔ دوسرا مسئلہ۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرمایا ہے لہٰذا اس کا منکر گمراہ ہے۔ یہ مسئلہ اِنَّكَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری کو یہ سزا سنا رہے ہیں اُس وقت نہ سامری بیمار تھا نہ قریب موت نہ کوئی علامت بیماری اُس میں ظاہر تھی مگر موسیٰ علیہ السلام اُس کی اگلی تمام زندگی۔ بیماری اُس کے انجام موت وقبر حشر جہنم اور توبہ کی توفیق نہ ملنے کی سب خبریں دیر رہے ہیں یہ ہی علوم غیبی ہیں۔ تیسرا مسئلہ آلاتِ فسق وفجور اور حرام کاموں کا ساز وسامان کفر اور گمراہی پھیلانے والی چیزیں توڑنا پھوڑنا جلانا ضائع برباد کرنا جائز اور ضروری ہے اور ان پر کچھ بدلہ یا تاوان نہیں لیا جا سکتا اگرچہ وہ سامان کتنا ہی قیمتی ہو۔ اسی طرح طبلہ سارنگی ڈھول باجہ توڑنا جائز اور کارِ ثواب ہے یہ مسئلہ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام نے وہ بچھڑا جو اپنی مالیت میں اچھا خاصا قیمتی تھا۔ ذبح کر کے جلا دیا اور اُس کی راکھ کو بہا دیا مگر نہ کسی

marfat.com
Marfat.com

قصائی کے ہاتھ اس کو بچانا خود کسی کو اس کا گوشت کھانے دینا نہ کسی زمین میں حل چلانے کے لیے رکھا۔ نہ اُن پر کچھ شرعی تاوان واجب ہوا نہ بدلہ اس لیے کہ وہ بچھڑا کفر و شرک کا ذریعہ تھا۔ اسی طرح کسی بھی کھیل کود گمراہی کی چیز کو ضائع کرنا جائز ہے اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے شرابی جواری مسلمان کی شراب اور جوئے بازی کا سامان تاش و شطرنج وغیرہ ضائع کر دے تو ضائع کرنے والے پر کچھ تاوان یا سزا واجب نہ ہوگی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ حضرت موسیٰ نے سامری کو فرمایا ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لیکن کسی اسرائیلی کو یہ نہ کہا حالانکہ اس سے پہلے بنی اسرائیل تو اپنی زبانوں سے کہہ رہے تھے لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ۔ چاہیئے تھا موسیٰ علیہ السلام کہتے ظَلْتُمْ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ سب کو شامل کرتے۔ جواب۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ سامری اس وقت بھی بچھڑے کے پاس آسن جمائے پالتی مارے بیٹھا تھا جس وقت حضرت موسیٰ نے اُس سے یہ خطاب کیا اور حضرت موسیٰ نے اس کو خود معتکف دیکھا تھا لیکن بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون کو سخت سرزنش فرما رہے ہیں اُسی وقت بچھڑے کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ گئے تھے اور شرمندہ سر جھکائے معذرتی بیان دینے کی تیاری میں لگ گئے تھے۔ سامری خود نہ آیا بلکہ اُس کو بلانا پڑا۔ یا موسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس گئے۔ دوم وجہ یہ کہ یہ اس سب کام کا اصل سرغنہ شیطان سامری تھا اس لیے اسی کو یہ جرم بتاتے ہوئے اس طرح فرمایا کہ یہ اعتکاف بیٹھنا بھی شرک و کفر ہے۔ گویا کہ رئیس المجاہد اور سردار گمراہاں وہی تھا۔ دوسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ مرتد تو سب ہو گئے تھے بنی اسرائیل بھی اور سامری بھی مگر قرآن مجید میں ان مرتدین بنی اسرائیل کے قتل کا تو ذکر ہے مگر سامری کو قتل نہ کرایا جرم ایک لیکن سزا مختلف کیوں۔ جواب اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ سامری شرعی کافر نہ تھا حکمی کافر ہو گیا تھا اور حکمی کافر کی سزا قتل نہیں جس طرح گمراہ فرقے یا قبر پرست پیر پرست جہلا کہ یہ سب حکمی کافر ہوں گے نہ کہ شرعی۔ دوم جواب یہ کہ سامری مرتد نہ ہوا تھا۔ بلکہ وہ شروع سے منافق کافر تھا۔ اس کا مومن بننا منافقت تھی۔ اسی لیے نہ اُس پر عذاب غرق آیا کہ منافق مومن تھا قتل کی سزا نہ ہوئی کہ مرتد نہ تھا۔ قتل صرف مرتد کی سزا ہے نہ کہ شروع کے کھلے کافر کی نہ منافق کافر کی۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اُس کے قتل کی اجازت رب تعالیٰ سے مانگی مگر نہ ملی کیونکہ وہ سخی ہست مگر یہ غلط ہے کہیں ثبوت نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر صوفیانہ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ۔ سامری بطیعت نے اپنی شرارت باطنی کا اظہار کیا کہ میں نے اپنے علم طبعی اور قوت بصری سے دنیاءِ ناسوت میں وہ کچھ دیکھا جو میرے ہم نشین نہیں دیکھ سکتے یہ عالم باطن طلسمات وسیمیات کا بھاڑ ہے قاصد ضمیر روشن کے نشان اتباع سے میں نے کاسہ شعور حاصل کیا اور نفس حیوانیہ کلیہ مسخرہ سے عقل فعال کی مٹھی بھری جو اثر و تاثیر کی جذب سے ہے اور طبیعۃ عنصری میں اجسام سفلیہ کے واسطے سے چلا آرہا ہے پھر میں نے اس عقل فعالی کو کرد فریب کے بچھڑے کے اندر ڈال دیا اور یہ سب کچھ صرف نفس وشیطان شریر کے دو بروں سے ہے قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔ بندۂ مومن کا غضب عذاب الٰہی کی وعید ہے جب قلب مومن پر کشف اسرار کی سبقت ہوتی ہے تو اجتہاد سلوک کا جذبہ غالب ہوتا ہے مومن کو عبادت ریاضت سے علم کشفی حاصل ہوتا ہے فاسق ملحد کی ریاضت سے علم کسبی حاصل ہوتا ہے۔ اکتساب علم سے استقامت ملتی ہے۔ علم کسبی سے کسبی استقامت علم کشفی سے کشفی استقامت کسبی سے خواطر خبیثہ ناقصہ کا صدور ہوتا ہے اور قرص شریر میں گمراہی پھیلتی ہے جس سے چار نقصان ۱ شقاوت دنیوی ۲ آخرت کا بعد ۳ عذاب ابدی کی سزا ۴ وبال علمی کا ذائقہ حاصل ہوتا ہے۔ اور کید شیطانیہ کے تمام مکر کا ابطال ہو جاتا ہے محنت برہا و مناقشت کا پردہ فاش ہوتا ہے اور فَاذْهَبْ کی لعنت ڈال دی جاتی ہے۔ حب شہوات کی آگ بجھ جاتی ہے۔ فرس حیات سے جو ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے وہ دائمی ذلت میں بدل جاتا ہے لذت شہوت کا بچھڑا صرف کھانے پینے تک محدود ہو جاتا ہے یہ دنیا چند دن کا رقص و سرود ہے پھر لَا مِسَاس کی ابدی قہر مجردی ہے جو بن موت کے موت عذاب ہے مومن کو چار قسم کے غضب سے بچنا چاہیئے ۱ غضب انبیاء سے کہ یہ دردناک عذاب ہے بندہ جیتے جی مردہ ہو جاتا ہے دوم غضب اولیاء اللہ سے یہ کن تُخْلَفَهٗ کی وعید قہر ہے سوم غضب والدین سے کہ اس میں فَاذْهَبْ کی دُر کار اور راندۂ درگاہ ہونے کی پشکار ہے چہارم غضب محسن (استاد اور مرشد) سے کہ اس سے فی الحیوٰۃ تمام زندگی نور ہدایت سے حیات وحشیہ ظلمانیہ والی نفرت و تنہائی کا عذاب ہے ان غضبوں سے قوت ہر کہ آدمی ملعون، مطرود، محدود اور مغضوب وحشت ہو جاتا ہے۔ عالم باطن میں نفس شریر پر جب قلب کا غضب وارد ہوتا ہے تو پھر اس سے تمام روحانی قوتیں سلب کر لی جاتی ہیں جس سے اہل ایمان کو بھی نقصان

marfat.com
Marfat.com

ہوتا ہے خود نفس کی بھی کثافت بڑھ جاتی ہے اس لیے اہلِ نفس بھی اہلِ حق سے دور ہی رہنا چاہتے ہیں اور مساجد و مدارس، خانقاہ مجالس سے لامَساس ہوتے ہیں یہ دوری قہر ربانی ہے اس کی وعید دائمی ہے۔ لَنْ نُّخْلِفَهٗ۔ اس میں کبھی خلاف نہیں ہو سکتا (ابن عربی) مرشد برحق کی مرید کو چلانے کے لیے چار ذمہ داریاں ہیں پہلی یہ کہ عبرت دلائے دوم یہ کہ باطل سے نفرت کرائے سوم یہ کہ زندگی کی مہلت بتائے چہارم یہ کہ انجام کار بتائے۔ پھر راہ سلوک پر نظریں لگوائے کہ برے کی برائی کا انجام اپنی بصیرت فطری سے دیکھ لے اور فرمایا کہ فَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا۔ اے نفس شر سراپنی طبیعتِ جسمانیہ کے بچھڑے اور دولتِ فانیہ سے اس بنائے ہوئے عجل خواہشات کو جی بھر کے دیکھ لے جس کی شہوت پرستی میں تو نے زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کر دئے اور موسیٰ قہر و جلال کے آنکھی بھی پرواہ نہ کی مرشد کامل کی سزا سے نہ بچ سکے گا ہم اُس کو ریاضتِ قلبی کی آگ سے جلا کر رکھ دیں گے پھر ضربِ الٰہ اللہ کے ہتھوڑوں سے کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیں گے اور نفحاتِ رحمت کے دریا میں اس کے جلاپے کو ایسا بہا دیں گے کہ نہ زندگی رہے گی نہ محرکاتِ زندگی اور نفس دعویٰ کے تمام جھوٹے عبد و معبود بحرِ قہر میں اس طرح غَصَّہ جہنم بن جائیں گے کہ پھر چھٹکارہ نصیب نہ ہوگا۔ (روح البیان) نظرِ عبرت مومن کا زیور ہے۔ اس لیے کہ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا چونکہ پوری مخلوقِ کائنات کا اِلٰہ وہی اللہ سبحانہٗ ہے اُس کے سوا کہیں کوئی کسی کا اِلٰہ نہیں ہے لہٰذا جو غیر کو معبود بنائے گا اُس کو نارِ قطعی سے جلایا جائے گا اور دریائے قہر میں بہایا جائے گا۔ یہی ابدی فنا اور سزائے الٰہ وہی ہے جس کا علم ہر چیز پر غالب ہے وہ جانتا ہے کون لطف کا حقدار ہے کون قہر کا سزاوار، جب قلب اور طبیعت کا ملاپ ہوتا ہے تو شریعت طریقت معرفت حقیقت کی نسل پیدا ہوتی ہے۔ اور قوم سالکین بن جاتی ہیں مگر جب نفس و خباثت کا ملاپ ہوتا ہے تو اَدیانِ باطلہ اَخلاقِ مذمومہ عاداتِ بدعتیہ۔ لذّاتِ شہوانیہ جنم لیتے ہیں۔ بدعت اور ضلالت کا نقصان گناہ اور معصیت سے زیادہ ہے کیونکہ گمراہ انسان اپنے گناہوں عیبوں کو نیکیاں تسلیمات کر حسنات سمجھتا ہے اس لیے غرور کا سامری بنا رہتا ہے توبہ نہیں کرتا۔ لیکن گناہگار معصیتہ والا اپنے گناہ کو برا سمجھتا ہے اور توبہ میں خنجرِ تسلیم سے قتل ہو جاتا ہے اور جنّتِ ابدی کی روح پا لیتا ہے۔

گشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔۔۔ زمان از غیب جانِ دیگر است

marfat.com
Marfat.com

اے معرفت میں قدم رکھنے والے پہلے اِس سبق کو یاد کرلے کہ ہر فرعون کے لیے قدرت کا ایک موسیٰ ہے ہر باطل کے لیے ایک حق ہے ہر مفسدِ سامری کے لیے ایک مصلح مُرسَل ہے اور ہر عجلِ خراب کے لیے سزاءِ عذاب ہے اس طرح کہ جب فرعونِ نفس زمینِ جسمانی میں کفر ظلم تکذیب ستم اور فساد معاصی کی یلغار مچاتا ہے تو مصلحِ قلبی ایمان تصدیق عدل و اطاعت کی اصلاح پھیلاتا ہے۔ جب سامری خباثت دینِ حق کے آئینۂ جمال کو اپنی بدکرداری سے اندھیارا کرنا چاہتا ہے تو ہرونِ عقل اور موسیٰ قدرت کا دستِ یدُاللہ اُس کو صاف اور مزین فرما دیتا ہے اور غیرتِ ایمانی کی پالش لگا دیتا ہے اے مردِ مرید خبردار ہو جا کہ حق و باطل کے یہ جھگڑے تیرے ظاہر و باطن میں اس طرح تا قیامت رہیں گے اسی لیے ہر مسلمان کو ہر وقت مرشدِ حق کی ضرورت ہے یہ دنیا بڑی خطرناک ہے یہاں ہر فرعون لباسِ موسیٰ میں اور سامری لبادۂ ہرون میں پھر رہا ہے جو ان بھیڑیوں سے بچ گیا وہ کامران ہوا۔ مگر جو بھٹکا اُس نے سزا پائی۔ درویش کو اُس وقت سزا ملتی ہے جب اُس کے اخلاق خراب ہو جائیں خراب اخلاق یہ ہیں کہ ۱ اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے ۲ اپنی حالت کی شکایتیں کرتا پھرے ۳ یہ کہ ہر وقت تقسیمِ تقدیر پر ناراض رہے سچے صوفی کی پہچان یہ ہے۔ ہر فتح و بسط سوال و عطا میں حسنِ ادب قائم رکھے ہر بدلتی بگڑتی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں صداقت کا ثبوت دیتا رہے جس بزرگ پیر فقیر درویش میں لالچ اور نفس پرستی خودی کی بدبو پیدا ہوگئی وہ اِس زمین پر سامری وقت ہیں کہ خود بھی گمراہ اور مریدوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ مرشد پکڑتے وقت چار چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے ۱ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عملی غلام ہے یا نہیں ۲ شریعت پر عملی ملفوف ہے یا نہیں ۳ کسی نسبت کا پابند ہے یا نہیں ۴ پیری کے قابل ہے نہیں۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا

اسی طرح بیان کرتے رہیں گے ہم تمہارے پاس اُن واقعات کی خبریں جو

ہم ایسا ہی تمہارے سامنے اگلی خبریں بیان

marfat.com
Marfat.com

قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا

گزر گئے ہیں اور ہم نے دی تم کو اپنے قرب خاص سے ایک

فرماتے ہیں اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ایک ذکر عطا

ذِكْرًا ۙ ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ

بڑے ذکر والی چیز۔ جس نے بھی منہ پھیرا اس سے تو وہ یقیناً اُٹھائے گا

فرمایا جو اس سے منہ پھیرے تو بے شک وہ قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَ

قیامت کے دن بھاری بوجھ اور ایسے سب لوگ ہمیشہ ہی اس بوجھ میں دبے رہیں گے اور

کے دن ایک بوجھ اٹھائے گا وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ۔ اور

سَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ

کتنا برا ہوگا قیامت کے دن یہ لدا ہوا بھاری بار دلا ہیئے وہ دن

وہ قیامت کے دن اُن کے حق میں کیا ہی برا بوجھ ہوگا۔ جس دن

يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ

کہ پھونکا جائے گا صور میں اور گھیر لائیں گے ہم تمام مجرموں کو

صور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں کو اُٹھائیں گے

يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۙ ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ

اس دن نیلی آنکھوں والے سرگوشیاں کریں گے کہ نہیں

نیلی آنکھیں آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ تم

marfat.com
Marfat.com

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾

زندگی گزاری تم نے مگر دس گھڑی

دنیا میں نہ رہے مگر دس رات

تعلّقات اِن آیت کا سابقہ آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ السّلام کے ایک قصے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں اس قصے کے متعلق آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا جا رہا ہے کہ اے محبوب ہم تم کو سابقہ خبروں کے قصّے سناتے رہیں گے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں بنی اسرائیل اور سامری کی دنیوی سرکشیوں کا ذکر ہوا۔ اب آیت میں گمراہ گروں کے اُخروی انجام وعذاب کا ذکر ہے تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں گمراہ کرنے والوں کا ذکر ہوا جو قوم پر گمراہی کا بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ اب اِن آیت میں خود گمراہ گروں پر قیامت کے دن بوجھ پڑنے کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۙ مَّنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۔ اسم اشارہ اور حرفِ تشبیہ وضمیر مخاطب سے مرکب لفظ كَذٰلِكَ یہاں مبتدا ہے نَقُصُّ بابِ نَصَرَ کا مضارع جمع متکلم قَصَصٌ سے مشتق ہے یعنی خوب کھول کر بیان کرنا عَلَيْكَ جارّہ یعنی عَنْكَ ضمیر خطاب مرجع آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ جارّہ بعضیت کا اَنْۢبَآءِ اسم جمع مکسّر منصرف اس کا واحد ہے نَبَاءٌ بمعنی خبر جس میں، مضاف ہے کا اسم موصول قَدْ سَبَقَ باب ضَرَبَ کا فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اسم موصول کا دونوں مل کر مضاف الیہ یہ مرکب اِضافی مجرور ہوا۔ جارّ مجرور متعلق دوم ہوا نَقُصُّ کا عَلَيْكَ پہلا متعلق تھا قَدْ نَقُصُّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہوا واؤ حالیہ ہے یا عاطفہ ہے قَدْ اٰتَيْنٰكَ ۔ بابِ اِفعال کا ماضی قریب جمع متکلم مِنْ حرفِ جر ابتداءِ غایت کے لیے لَدُنَّا مضاف اسم تفضیلی بمعنی پاس ناصیر جمع متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے قَدْ اٰتَيْنٰكَ سے ذِكْرًا اسم مصدر حامد حاصل مصدر۔ بمعنی تذکرہ۔ یادگار قابلِ ذکر چیز مراد ہے قرآن مجید مفعول بہ دوم ہے پہلا مفعول بہ کَ ضمیر خطاب ہے قَدْ اٰتَيْنَا اپنے فاعل دونوں مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا نَقُصُّ کا

marfat.com
Marfat.com

دونوں عطف مل کر خبر مبتدا پھر دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا مَنْ اسم موصول برائے اہل عقول مذکر مؤنث دونوں کے لیے ہے اَعْرَضَ باب افعال کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب عَرْضٌ سے مشتق ہے لازم ہے بمعنی پیش ہونا عرض کرنا سامنے ہونا۔ باب افعال میں اگر متعدی ہو بمعنی سامنے کرنا چہرے اور منہ کو جب اس کے بعد عَنْ جارّہ ہو تو معنی ہوں گے سامنے سے چہرہ ہٹا لینا منہ پھیر لینا نفرت کرنا۔ یہاں یہی معنی ہیں عَنْهُ ہٗ ضمیر کا مرجع ذِكْرِىْ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اَعْرَضَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر شرط ہوا فَ جزائیہ اِنَّ حرف مشبہ ہٗ ضمیر اس کا اسم منصوب يَحْمِلُ باب ضَرَبَ کا مضارع مستقبل حِمْلٌ یا حَمْلٌ سے مشتق ہے بمعنی باسمشقت اٹھانا حِمْلٌ اور حَمْلٌ میں فرق یہ ہے کہ جو چیز سر پر یا پیٹھ پر ہو وہ حِمْلٌ ہے اور مادہ رحم میں یا پیٹ میں یا درخت پر پھل پھول ہو وہ حَمْلٌ ہے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یہ مرکب ظرف زمانی ہے يَحْمِلُ کا وِزْرًا اسم مفرد حامد حاصل مصدر بمعنی بوجھ اس کی جمع ہے اَوْزَارٌ مفعول بہ ہے خٰلِدِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر باب نَصَرَ سے خُلُوْدٌ سے مشتق ہے بمعنی ہمیشہ رہنا بحالتِ نصب ہے کیونکہ حال ہے يَحْمِلُ فاعل هُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ کا اس کا مرجع مَنْ ہے وہ جنسی جمع ہے اس لیے خالدین جمع آیا مراد ہے تمام کفار۔ فِيْهِ ہٖ ضمیر کا مرجع وِزْرًا ہے یہ جار مجرور متعلق ہے خالدین کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہوا يَحْمِلُ کے فاعل کا ذوالحال سے مل کر فاعل ہے يَحْمِلُ سب سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ سَاءَ فعل ذم ماضی مطلق واحد مذکر غائب لَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ جنسی جمع ہے یہ جار مجرور متعلق ہے سَاءَ کا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ظرف زمانی ہے حِمْلًا اسم فاعل مصدر حَمْلٌ سے ہے بمعنی اٹھایا ہوا بوجھ۔ وَزْنٌ مطلق بوجھل چیز کو کہتے ہیں خواہ اٹھائی ہو یا نہ لیکن حمل اس بوجھل چیز کو جو اٹھائی ہوئی ہو اور اٹھانے والا بوجھ تلے دبا ہوا ہو کر چلے یہ تمیز ہے سَاءَ کے فاعل مخصوص بالذم کی سَاءَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے يَحْمِلُ کا دونوں عطف مل کر خبر اِنَّ دونوں سے مل کر اِنَّ جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے مَنْ کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ شرطیہ ہو گیا۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا۔ يَوْمَ اسم مفرد ظرف زمانی اُذْكُرْ فعل پوشیدہ امر کا۔ اور موصوف ہے اگلی عبارت کا يُنْفَخُ باب فتح کا فعل مضارع مجہول مستقبل ہے واحد مذکر غائب نَفْخٌ سے مشتق ہے بمعنی

marfat.com
Marfat.com

پھونکنا پھونک مارنا۔ لغت میں کسی بھی چیز سے ہوا دینا کسی مخصوص جگہ میں لیکن اصطلاح میں منہ سے پھونک مارنا ہے فِی حرفِ جر ظرفیت کا اَلصُّوْرِ اسم مفرد جامد اس کا جمع کمتر صُوْر ہے اس کی حقیقت تفسیر عالمانہ میں بتائی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ترجمہ ہے ناقوس فارسی میں نرسنگا اُردو میں دھونو کہتے ہیں۔ یہ جار مجرور متعلق ہے ایک شاذ قرأت میں نُنْفَخُ جمع متکلم معروف ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ نُحْشَرُ باب نَصَرَ کا فعل مضارع مستقبل معروف۔ جمع متکلم حَشْرٌ سے مشتق ہے بمعنی گھیر کر ایک جگہ کرنا اَلْمُجْرِمِیْنَ۔ اسم فاعل باب افعال سے جمع مذکر سالم کثرت ایک قرأت میں یُحْشَرُ الْمُجْرِمُوْنَ ہے یَوْمَئِذٍ اسم ظرف زمانی مضاف اِذْ اسم ظرفیہ وقتیہ ہے مضاف الیہ بمعنی اُس دن یہ مرکب اضافی ظرف ہے یا مفعول فیہ ہے زُرْقًا۔ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے اَزْرَقُ۔ زُرْقٌ سے مشتق ہے بمعنی نیلی ہونا یہ حال ہے مُجْرِمِیْنَ کا۔ دونوں مل کر مفعول بہ ہوا نُحْشَرُ فعل اپنے پرشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور مفعول یہ مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر معطوف یُنْفَخُ کا دونوں مل کر صفت ہے یَوْمَ کی یہ مرکب توصیفی ظرف ہے اُذْکُرْ پرشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ یَتَخَافَتُوْنَ باب تَفَاعُلٌ کا فعل مضارع معروف مستقبل جمع مذکر غائب خَفْتٌ سے بنا ہے بمعنی آہستہ آہستہ باتیں کرنا عربی میں آہستہ باتیں کرنے کے لیے چار مصدر ہیں اور چاروں کی نوعیت اور سبب میں فرق ہے دلیرؔ آہستہ راز کی بات کہنا ۲ خَفْتٌ بیماری یا کمزوری ضعیفی کی وجہ سے آہستہ باتیں کرنا ۳ خَنْتٌ "مانع" گلے کی خرابی کی وجہ سے آہستہ بولنا ۴ خَفْتٌ کسی کے رعب یا دبدبے یا خوف کی بنا پر آہستہ بولنا۔ بَیْنَھُمْ یہ مرکب اضافی ظرف مکانی ہے اِنْ نافیہ ہے۔ حروفِ اِنْ چار قسم کا ہوتا ہے ۱ اِنْ شرطیہ اس کا ترجمہ ہے اگر یہ ہمیشہ دو جملوں شرط و جزا پر ابتدا میں آتا ہے ۲ اِنْ تاکید یہ یہ خود زائدہ ہوتا ہے اس سے پہلے حرفِ نفی کا ہوتا ہے جس کی نفی کی یہ تاکید کرتا ہے ۳ اِنْ مخففہ یہ اِنَّ مشبّہ سے بدلا ہوتا ہے مگر اب یہ مخففہ ہو کر عمل نہیں کرتا اس کے بعد لام کے مفتوح ضرور ہوتا ہے اس کا ترجمہ ہے بے شک ۴ اِنْ نافیہ جب یہ استثنا کے لیے آتا ہے تو اس کے بعد اِلَّا ضرور آتا ہے جیسے یہاں اس کا ترجمہ ہے نہیں۔ لَبِثْتُمْ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق جمع مذکر حاضر معروف اس میں پرشیدہ ضمیر صیغہ اَنْتُمْ اس کا فاعل ہے اِلَّا حرفِ استثنا اس نے نا نافیہ کی نفی توڑی عَشْرًا۔ اسم عددی بمعنی دس اس سے کیا مراد ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بتایا جائے گا یہ مستثنیٰ ہے لَبِثْتُمْ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا دونوں مل کر مفعول بہ ہے یَتَخَافَتُوْنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۙ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ

تفسیر عالمانہ

کائناتِ عالم کے محبوب نبی مکرم یہ موسیٰ فرعون بنی اسرائیل وسامری کا واقعہ جس طرح تفصیل وتصحیح کے ساتھ ہم تم پر بیان کرتے ہیں تاکہ سب لوگ تاقیامت جان لیں کہ حقیقت کیا ہے اسی طرح دیگر تمام واقعات بھی اس قرآن مجید کے ذریعے ہم بیان فرمائیں گے کہ سابقہ انبیاء کرام اولیاء عظام اور پچھلی امتوں کی زندگی کے واقعات حالات کی سچی خبریں کیا ہیں تاکہ ان کفار یہود ونصاریٰ نے جن واقعات کی اصلیت پر اپنی بناوٹ گراوٹ خیانت حماقت ملاوٹ خباثت کے جھوٹے اور توڑ پھوڑ کے پردے ڈال رکھے ہیں وہ ہٹ جائیں اور جہان میں سچائی ظاہر ہو۔ اور بے شک ہم نے تم کو بلا واسطہ بغیر وسیلہ اپنے پاس سے ذکر جلی وحی خفی ظاہری سری نفسی معنوی۔ بیانی۔ مضمونی۔ قانون احکام شریعت طریقت کا قرآن وحدیث عطا فرمایا تو جو بھی اللہ رسول کے ذکر اور قرآن وحدیث کے فکر سے منہ پھیرے کہ نہ ایمان لائے نہ تصدیق نہ عمل کرے نہ تسلیم۔ تو اس قسم کے سب ہی لوگ قیامت کے دن اپنے کندھوں پر کمر توڑ بوجھ اٹھائے ہوں گے اور اس بوجھ کے سخت بھاری وبال میں اَبَدُ الْاٰبَاد تک ہمیشہ ہی رہیں گے کہ نہ خود اتار سکیں نہ اس بوجھ سے نکل سکیں نہ کوئی ان کو نکالے نہ نکال سکے نہ سفارش یا شفاعت کرے نہ کر سکے یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ قوم عرب اپنی ضد ہٹ دھرمی غرامت عبادت جہالت سرکشی ظلم تکبر میں بالکل اسی طرح جس طرح گذشتہ فرعون اور فرعونی قوم اور موجودہ یہودی عیسائی بالکل اسی طرح منافقانہ چال بازی مکر سازی میں طریقہ ماضی پر ہیں جس طرح سامری اور اس کے چند ساتھی۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں اکثر جگہ اَنْبَاءِ کا سابق اور نَقُصُّ الْقَصَص سے مراد صرف انبیاء سابقین اور ان کی اُمم ماضیہ کے حالات مشکلات وکیفیات ابتلاء وعاقبت وانجام کا ذکر وتذکرہ مراد ہے کیونکہ تمام کائنات پر نوبت محیط ہے کوئی زمانہ کوئی علاقہ نوبت سے خالی کبھی نہیں رہا۔ اسی لیے شیطانی لوگوں نے ان ہی کے حالات میں طرح طرح کی من پسند خیانتیں ملاوٹیں کیں اور کرتے رہتے ہیں۔ اور پہلی قوموں میں ملاوٹیں کرنے والی یہود ونصاریٰ کی قومیں ہوئیں ان میں سے ہی کچھ لوگ مرتد مشرک ہو کر گائے بیل چاند ستاروں اور دیوتاؤں کے پجاری بن بن کر نکلتے رہے۔ کتب الٰہیہ اور قصص انبیاء میں ملاوٹیں کرتے کے دور زمانے ہوئے اور دونوں زمانوں میں یہود ونصاریٰ نے پانچ طرح اپنی کتب دینیہ میں ملاوٹیں کیں (۱) مسائل بدل کر (۲) تاریخ غلط کر کے (۳) تضاد بیانی (۴) نبی کریم کی نعت وشمائل میں (۵) دیگر غیر ضروری گستاخیاں کر کے۔ پھر ملاوٹیں دینی لٹریچر میں کچھ حصہ دنیا میں کچھ بیت نبی کریم سے پہلے کچھ بعد میں اصطلاحات ملاوٹ ہوئیں

marfat.com
Marfat.com

کے دور زمانے ہوئے پہلا آقاؤں کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ پاک سے پہلے دوسرا زمانہ۔ بعثتِ مقدس کے بعد۔ پہلی ملاوٹوں خیانتوں کذب بیانیوں اور کتب میں تبدیلیوں کا مقصد اور بڑی وجہ آقاؤ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کے بیان فرمودہ قصص و واقعات کی تکذیب کر کے قرآنِ کریم کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کرنا ہے۔ پہلی تخریب کاری سے ان بائبلوں نئے پرانے عہد ناموں تالمودوں میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی گستاخیاں اور شرکیہ عقائد بھر دئے گئے۔ دوسری تخریب تعصب بازی سے جو اب تک جاری ہے۔ ایسی ایسی تاریخی مسخ کاریاں کی جارہی کہ علم و عقل کو رونا آئے۔ بات بنے نہ بنے حماقت کے طومار و بارِ جہالت کے خواہ کتنے ہی ڈھیر لگتے چلے جائیں مگر کسی طرح قرآنِ کریم کا انکار اور اس کے بیان کردہ تاریخی حقائق سے اعراض ہو جائے جو لغو اتہامی باتیں آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس وقت کے دشمن یہودی عیسائی اہلِ عرب ثابت نہ کر سکے اور کسی قرآنی چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت نہ پا سکے وہ آج ان خبثاء باطن کو کہاں مل سکتی ہیں مگر پھر بھی تعصب اور ملاوٹ کا زورِ اس حد تک ہے کہ پھر بھی حماقت و ذلالت کا بوجھ اپنے اوپر لادے ہی چلے جارہے ہیں جو قیامت تک اُن پر لدا رہے گا اگرچہ ہر مناظرے مکالمے میں منہ کی کھاتے پھریں۔ ان ہی شکست خوردہ تخریب کاریوں میں یہ واقعاتِ موسیٰ علیہ السّلام ہے کہ موجودہ عیسائیوں یہودیوں نے کہیں تو فرعون کی لاش کے اب تک موجود ہونے کا احمقانہ انکار کیا۔ اور کہیں سامری کے وجود کے منکر ہوئے۔ اور نہ جانے کس کس کو سامری اور سامر بنا بیٹھے اور بچھڑے کا الزام ہارون علیہ السّلام کو دے دیا کہ معاذ اللہ ہارون علیہ السّلام نے بچھڑا بنایا اور پرستش کرائی کبھی عصا موسیٰ علیہ السّلام کو دیدیا اور کبھی اُن سے چھین کر ہارون علیہ السّلام کو دلوا دیا۔ وغیرہ وغیرہ دیکھو بائبل تالمود اور دیگر عیسائی کتب اور بائبل کی اجارہ۔ خروج۔ گنتی یشوع۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ شُرْبٍ وَّ کُفْرٍ وَّ ضَلَالَتٍ وَّ تَعَصُّبٍ وَّ حَمَاقَتٍ وَّ کُلِّ خَرَافَاتٍ اسی سابقہ موجودہ و آئندہ تخریب کا سدِّ باب کرنے کے لیے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَقَدْ اٰتَیْنٰکَ مِنْ لَّدُنَّا ذِکْرًا۔ قرآنِ مجید میں لفظ ذِکْرًا سنانوے بار آیا ہے اور مختلف جگہ بائیس معنی میں مستعمل ہوا ہے یہاں قرآن مجید کے لیے ہے اور مراد علوم قرآنیہ ۱۲ ذِکْرًا سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش تا عرش چرچہ یعنی اے نبی ہم نے آپ کا ذکر مِنْ لَّدُنَّا اپنے نام اور ذکر کے ساتھ لگا دیا (تفسیر مظہری) اس طرح کہ کلمہ کلام۔ آذان۔ تکبیر نماز تشہد میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اِنَّہٗ مَشْفُوْعٌ ہو کر۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شفیع

marfat.com
Marfat.com

۲ مذکور بن گیا۔ یہ آپ کی ان خصوصی شانوں میں سے ایک شان ہے جو کسی اور نبی علیہ السلام کو نہ ملی کسی بھی سابقہ اُمت کو ایسا کلمہ طیبہ نہ ملا جس میں ان کے نبی علیہ السلام کا نام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ساتھ ہو بجز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کے ۳ ذکر یعنی وظیفہ پڑھنا ۴ ذکر یعنی یاد داشت ۵ یعنی دینی تبلیغ ۶ یعنی ذکر الٰہی ۷ یعنی معلومات ۸ یعنی نصیحت ۹ ہر وقت ذاکر ۱۰ ذکر کا معنی دین ۱۱ یعنی عبادت ۱۲ دعائیں ۱۳ اللہ کی یاد ۱۴ آیتِ الٰہیہ ۱۵ ذکر سے مراد شریعت ۱۶ ذکر یعنی پڑھنا ۱۷ خطبہ و نمازِ جمعہ ۱۸ ذکر یعنی قصّہ ۱۹ تاریخی حالات ۲۰ تذکرہ جو چہ ۲۱ انعام ۲۲ ذِکرًا کا معنی اَحْسَنَ نامہ۔ قرآنِ مجید کو تین وجہ سے ذکر فرمایا گیا۔ پہلی یہ کہ اس میں شریعت طریقت معرفت حقیقت۔ ضروریاتِ دینی دنیوی کا پورا حق و سچ کے ساتھ بیان ہے دوم یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں نصیحتوں کا پورا بیان ہے سوم یہ کہ اس میں اُمّتِ مصطفیٰ (مسلمہ) کی دینی دنیوی شرافت امانت قوّت شان و شوکت کا ذکر ہے۔ پچھلی کتابوں کو بھی ذکر فرمایا گیا چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ۔ بعض نے فرمایا یہاں ذکرًا سے مراد مواعظِ حسنہ ہیں جس سے بندہ ادب اور نصیحت حاصل کرے۔ قیامت میں تین قسم کے لوگوں پر بوجھ ہوگا ۱ کافر۔ ان پر کفر و شرک کا یہ خَالِدِیْنَ فِیْھَا ہوگا۔ ۲ فاسقین پر حقوقُ العباد کے ظلم کا اس کا بدلہ دلوایا جائے گا ۳ غاصبین پر غاصب کے اعمال اصل حق کو دلوا دئے جائیں گے یہ دونوں بوجھ تو اس طرح میدانِ محشر میں وہ جائیں گے ان میں ہمیشگی نہ ہوگی۔ یہ تینوں بوجھ مختلف شکلوں میں ہوں گے۔ کافر کے کفریہ اعمال ڈراؤنی بھیانک بدصورتی اور سخت بدبودار جانوروں کیڑوں مکوڑوں سانپ بچھو کی شکل میں ان پر سوار ہوں گے جن کی بدشکلی سے جسم پر لرزہ بدبو سے چکراتے اور بوجھ سے ٹوٹے پڑتے ہوں گے یہ اعمال اپنے کافر شرک مرتد عامل سے پوچھ لیں گے تو بتا ہم کون ہیں کافر کہے گا کہ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم ایک بھاری بھرکم بدشکل بدبودار جانور ہو جس سے میرا دل اور سر پھٹا جا رہا ہے اور کمر ٹوٹی جا رہی ہے۔ وہ بوجھ کہیں گے ہم تیری کفریہ شرکیہ بدعملیاں ہیں جن پر تو دنیا میں سوار ہوا کرتا تھا اور اکڑا پھرتا تھا آج ہم تجھ پر سوار رہیں گے۔ یہ سواری عقوبۃً وَّصُعُوْبَۃً سزا ہوگی اس طرح کہ بوجھ میں عقوبت محل میں صعوبت۔ فاسقوں کا بوجھ اونٹ گائے بکری کی شکل میں کندھوں پر لدا ہوگا جن کی اپنی اپنی مسلسل چیخ و پکار کی آوازیں ہوں گی۔ اونٹ کی رغا۔ گائے کی خوار بکری کی آواز تعزی۔ غاصبین کا بوجھ اسی مغصوبہ (چھین ہوئی) چیز کو بے انتہا بڑا کر کے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے کسی کی زمین چھینی ہوگی یا ناجائز بلا مرضی قبضہ

marfat.com
Marfat.com

کیا ہوگا تو وہ زمینی ٹکڑا ساتوں زمین کی تہہ تک موٹا طوق بنا کر غاصب کی گردن اتنی ہی لمبی کر کے اس کے گلے میں ڈالا جائے گا اگرچہ ایک بالشت بھر زمین غصب کی ہو۔ (حدیث پاک) ذکرًا فرمانا اظہارِ نعمت ہے۔ مَنْ اَعْرَضَ فرمانا اظہارِ زحمت ہے۔ ذِکْرًا۔ وعدہ ہے اَعْرَضَ وعید ہے ذِکْرًا۔ رضاءِ الٰہی ہے مَنْ اَعْرَضَ غضبِ الٰہی ہے وِزْرًا کے معنی بوجھ کی سات قسمیں ہوتی ہیں ۱ ثَقَلٌ جیسے مزدور کا وزنی بوجھ ۲ حِمْلٌ امانت کا بوجھ۔ ماں کے حمل کو اسی لیے حمل کہتے ہیں کہ وہ باپ کی امانت ہوتی ہے ۳ مَوُوْنَةٌ نیکی اور تحائف کا بوجھ ۴ وُقْرٌ۔ بھاری کا بوجھ جیسے تیکے لحاف وغیرہ کا بوجھ ۵ تَعَبٌ ذمہ داری کا بوجھ ۶ مَلْیٌ اپنے جسم کا بوجھ ۷ ضَمٌّ افراد کا بوجھ۔ قیامت میں مجرمین کا وِزْرًا۔ ہر طرح کا ہوگا۔ کہ وزن میں ثقل ہوگا۔ حقوق میں حمل ہوگا۔ کیونکہ اُس کے اعمالِ خیر اہلِ حقوق اور مظلومین کی امانتیں ہوں گی ان میں ہی تقسیم ہو جائیں گے باعتبار نیکی موازین خفت ہوں گے انتہائی بلکے مجرم کی نیکی کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ کیونکہ بیکار ہوگی یا تقسیم۔ جسمانیت میں مَلْیٌ ہوگا۔ باعتبارِ تعداد ضَمٌّ ہوگا۔ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا۔ اور یہ بوجھ جو سر پر اٹھائے اور پیٹھ پر لادے ہوں گے قیامت کے دن ان کفار کے لیے اتنا سخت برا ہے کہ دنیا میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہاں پرواہ نہیں کرتے حالانکہ بار بار سمجھایا جا رہا ہے اس بوجھ میں سات چیزیں ہوں گی عقوبت صعوبت، مشقت، فوت نفقان۔ خسران۔ اور خلود قیامت کا دن اُس وقت سے شروع ہوگا جب يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ جس دن دوسری بار چالیس سال کے بعد صور میں پھونک ماری جائیگی اور تمام کافروں کو میدانِ محشر میں نَحْشُرُ ہم جمع کر لائیں گے مُجْرِمِيْنَ مجرم بنا کر اس حالت میں کہ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا کہ خوف سے منہ کالے آنکھیں سخت گہری نیلی۔ اندھی اجسام پسینے سے رستے ہوئے لرزے سے پیلے پڑے ہوئے۔ زبانیں پیاسی ہونٹ خشک۔ دہشت کے مارے پچکے پچکے سوالیہ باتیں کریں گے ایک دوسرے سے آپس میں اپنے درمیان ہائے حسرت ہائے افسوس اپنی یہ تباہی بربادی کی حالت پر کرتے ہوئے کہ یہ بتاؤ کیا واقعی نہ ٹھہرے تم لوگ دنیا میں زمین پر پلک جھپکی مدت صرف دس دن رات یا دس ساعتیں مفسرین کے کچھ مختلف اقوال يَتَخَافَتُوْنَ بین تین قرأتیں ہیں ۱ يَتَخَافَتُوْنَ۔ مضارع مجہول یہ ہی مشہور و جمہور قرأت ہے ۲ يَتَخَافَتُوْنَ۔ مضارع معروف یعنی فرشتہ پھونکے گا ۳ نَتَخَافَتُ مضارع جمع متکلم ۱۲ کافران کہ ہم پھونکیں گے مگر یہ قرأت غلط ہے

marfat.com
Marfat.com

اس لیے کہ بھونکنا مذموم فعل جوارح ہے اور رب تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ صور میں دو قول ہیں ۱ اس کا معنیٰ ہے نقارہ بگل احادیث میں ہے کہ دونوں مرتبہ اسرافیل علیہ السلام فرشتہ پھونکیں گے ایک سال تک عجیب ناک آواز نکلتی رہے گی پہلے بجاتے پر تمام زندہ اشیا مرجائیں گے۔ یہاں تک کہ فرشتے بھی اور تیرا والے بے ہوش کفار و فساق کا عذاب قبر اس مدت میں بند ہو جائے گا۔ یہ کیفیت یعنی مُردگی اور بیہوشی کا سناٹا چالیس سال تک رہے گا پھر سب سے پہلے اسرافیل زندہ ہوں گے اور دوبارہ صور پھونکیں گے۔ پہلے صور سے صرف چار فرشتے نہ مریں گے اسرافیل جبرئیل میکائیل عزرائیل علیہم السلام۔ ان کو رب تعالیٰ فرمائیگا کہ تم بھی مرجاؤ۔ اسرافیل بحکم رب تعالیٰ زندہ ہوں گے اور باقی تمام انس و جن و ملک دوسرے صورِ صور سے۔ سب سے پہلے جبرئیل پھر میکائیل پھر عزرائیل زندہ ہوں گے قبر والے سلامتی اجسام والے ہوش میں آجائیں گے صورِ اول سے تمام حیوانی انسانی جناتی روحیں بھی مرجائیں گی اور دوسرے صور سے روحیں بھی زندہ ہوجائیں گی روح کی موت بس اتنی دیر کے لیے ہوگی مثل ملائکہ۔ اجسام عوام قبروں سے مثل نباتات اُگیں گے اور اُگتے ہوئے نکلیں گے صور ایک نقارہ ہے بگل کی شکل کا اس میں انسانوں کی تعداد کے برابر سوراخ ہیں نفخ اولیٰ اور ثانی میں ہر شخص کو اپنے نام والے سوراخ کی آواز سنائی دے گی صور کے بارے میں دوسرا قول یہ کہ لفظ صُوْر ہے صورت کی جمع نفخ کا معنیٰ ہے ان تمام صورتوں جسموں میں روح پھونکنا۔ پہلا قول احادیث کے مطابق ہے اس لیے صحیح ہے۔ زُرْقًا میں پانچ قول ہیں

سارا جسم نیلا۔ کالا ۲ چہرے کالے اور آنکھیں سخت گہری نیلی ڈراؤنی ۳ زُرْقًا کا معنیٰ اندھی آنکھیں کیونکہ بیماری سے اندھی آنکھ نیلی ہو جاتی ہے اسی طرح جس کو اندھا کیا جائے تو وہ نیلی ہو جاتی ہے ۴ شدتِ پیاس سے ہلکی نیلی سفیدی مائل بینائی بہت کم ۵ حسرت بھری نگاہیں مگر صحیح قول یہ ہی ہے کہ زرقا کا معنیٰ سخت گہری نیلی آنکھیں اور چہرے سخت کالے یَتَخَافَتُوْنَ میں مفسرین کے دو قول ہیں ۱ حروف کی وجہ سے آہستہ بولیں گے ۲ بوجھ کی وجہ سے آواز نہ نکلے گی جب زبان خشک ہو تو پھر آواز نہیں نکلتی یا بہت آہستہ نکلے گی ہشتم میں تین قول ہیں ۱ یہ بات چیت دنیوی زندگی مدت کے بارے میں ہوگی ۲ قبری مدت میں ۳ یہ بات چیت دونوں نفخوں کی درمیانی مدت کے بارے میں ہوگی کیونکہ وہی مدت ان کفار پر عذاب قبر سے سکون کی ہوگی نفخ اول سے یہ عذاب بند ہو جائے گا۔ عشراً میں تین قول ۱ دس دن ۲ دس راتیں ۳ دس ساعتیں۔ ایک ساعت چار گھنٹے کی ہوتی ہے یہ بھول کفار کو یا اس لیے ہوگی کہ ان کے دماغ ماؤف ہوں گے

marfat.com
Marfat.com

یا اس لیے کہ آرام کی حکومت گزرتے محسوس نہیں ہوتی یا قیامت کے دراز مدت کے مقابل یہ تھوڑی لگے گی۔ یا اس لیے کہ دونوں نفخوں کے درمیان چونکہ بے ہوشی تھی عذاب قبر بند تھا اس لیے ان چالیس سالوں کا پتہ ہی نہ چلا۔ زُرْقًا بدصورتی کی نشانی سمجھی جاتی ہے اہل عرب دشمن کی بدصورتی اور بدحالی بیان کرتے کے لیے تین لفظ بولتے ہیں ۱ سیہ سیاہ ۲ چہرہ پیلا مرجھایا ہوا ۳ آنکھیں نیلی۔ گہری نیلی آنکھیں نفرت و نحوست میں شمار کرتے ہیں۔ عجم میں ہلکی نیلی آنکھ اور چہرے سفید خوب صورتی ہے مگر یہاں زُرْقًا سے مراد قرآن و حدیث کی بیان کردہ ہے حدیث کے فرمودات ہیں کہ دوزخیوں کا چہرہ سخت کالا اور آنکھیں گہری یعنی تیز نیلی مذکور ہیں۔

فائدے اِن آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ نبی اور غیر نبی میں لاکھوں کے علاوہ ایک بہت بڑا فرق یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر چیز منجانب اللہ عطائی اور وہبی ہوتی ہے اُن کا علم عقل قوت طاقت ذہانت مقام مرتبہ عُہدہ درجہ فضیلت سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا کسب عطیہ ہوتا ہے۔ باقی انسانوں کو یہ چیزیں اُن کے کسب و محنت مشقت سے ملتی ہیں یعنی ہم لوگ دنیا میں اعمال افعال لکھائی پڑھائی کی محنت کرتے ہیں تو علم عقل طاقت ذہانت اور مرتبہ مقام حاصل ہوتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام ہر مقام علیا و کمال پر اللہ تعالیٰ کی طرف مِن لَّدُنَّا فائز ہوتے ہیں اسی لیے انبیاء کرام کی کسی چیز کو فنا نہیں نہ جوانی میں نہ بڑھاپے میں نہ حیات دنیوی میں نہ قبر و برزخ میں۔ لیکن ہماری ہر چیز کمال و مقام علم و عقل کو فنا ہے۔ انبیاء اصل والے آئی ہیں ہم نقل والے امّی انبیا کا امّی ہونا ان کی شان ہے ہمارا اُمّی ہونا ہماری کمزوری ہے انبیاء کا اُمّی ہونا علم ہے ہمارا اُمّی ہونا جہالت ہے یہ فائدہ۔ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا سے حاصل ہوا۔ لَدُنِّی علم انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔ دوسرا فائدہ قرآن پاک کے تمام ذکر و علم کا نزول اُمّت کے لیے ہوتا ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے سب کچھ پہلے ہی سکھا دیا ہے عالم اَزل میں یہ فائدہ قَدْ اٰتَيْنٰكَ کے ایک تفسیری قول داؤد کو حالیہ ماننے سے حاصل ہوا اور آیت کا ترجمہ یہ کیا جائے گا کہ اسی طرح بیان فرماتے ہیں ہم آپ پر گذشتہ واقعات کی خبریں حالانکہ بے شک دیدیا ہے ہم نے پہلے ہی آپ کو اپنے قرب خاص سے ہر چیز کا ذکر و علم اسی لیے نَقُصُّ عَلَيْكَ فرمایا گیا نہ کہ نَقُصُّ لَكَ اور یہاں قَدْ اٰتَيْنٰكَ ماضی فرما کر سمجھا دیا کہ ہماری عطا زمانہ ماضی میں آپ کو ہو چکی۔ اسی طرح ایک اور جگہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ بھی ماضی کا صیغہ ہے یہ سب آیت بتا رہی ہیں کہ آپ علم و ذکر

marfat.com
Marfat.com

نہیں دیا جارہا بلکہ پہلے دیدیا گیا ہے اب یہ ترول تو صرف امت کے لیے ہے۔ تیسرا فائدہ قیامت میں کافر پر دگنا بوجھ ہوگا جو دائمی رہے گا ایک بوجھ کفر کا دوسرا کفریہ اعمال کا مگر فاسقین پر ایک بوجھ ہوگا صرف گناہوں کا وہ بھی سفارش وشفاعت سے مخلص ہیں اور اگر سفارش سے نہ ہو تو جہنم کی سزا پاکر جلدی اتر جائے گا خلود و دوام نہ ہوگا۔ یہ فائدہ۔ وِزْرًا کی تنوین تعظیمی اور خَالِدِیْنَ فِیْہِ سے حاصل ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مجرم اور مجرمین صرف کفار کا لقب کفریہ ہے

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ آقاء کائنات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی فرمان حکم، عبادت، عادت اور مشورے سے منہ پھیرنا ابدی بدبختی اور عذاب جہنم کا باعث ہے اور دنیوی ذلت رسوائی خواری ہے خواہ فرمان قرآن مجید کا ہو یا سنت حدیث پاک کی فرض واجب سنت ہوں یا نفل مستحب۔ مباح۔ یہ مسئلہ ذکرًا کونکرہ مطلقہ عامہ فرمانے کے بعد مَنْ اَعْرَضَ عَنْہُ کی وعید شدید فرمانے سے مستنبط ہوا۔ لہٰذا جو مسلمان کسی کام کو سنت کہہ کر اس سے بے رغبتی اور ترک عمل کر دیتے یا جو کہتے پھرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے یا سنت عادت پر عمل ضروری نہیں اور جنہوں نے عادت بنالی ہے کہ ڈاڑھی شیطانی۔ نماز نفاقی۔ یا اس طغیانی ہی رکھنا ہے فرض پڑھے بھاگ چھوٹے کہ دعا بھی نہ مانگی ننگے سر بستروں سے بھاگ نماز میں جٹ گئے وضو بھی گنجا لولا کہ جرابوں پر مسح ہی کر لیا پیر دھونے کی فرضیت ختم ایسے بدنصیب مسلمانوں کے یہ اعمال ناکارہ بھی بروز قیامت اُن پر بوجھ بن کر لدے ہوں گے۔ دوسرا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے لیے جسم۔ بدن۔ اعضا۔ یا جسمانی اعمال افعال جوارح یا اللہ تعالیٰ کے لیے اوپر نیچے ہونے آنے جانے کا تصور باندھنا یا ہاتھ پاؤں منہ چہرے کا اپنے جیسا تخیل بنانا کفریہ گناہ ہے یہ مسئلہ یَوْمَ یُنْفَخُ کے فعل مجہول اور فِی الصُّوْرِ کی ظرفیت فرمانے سے اور نَحْشُرُ کو جمع متکلم کے صیغے میں فرمانے سے مستنبط ہوا کہ نفخ صور اللہ تعالیٰ کا کام نہیں اور جمع کرنا رب تعالیٰ کا فعل ہے۔ لہٰذا جو مسلمان عیسائیوں کی بری صحبتوں میں رہ کر اور ان کی زبانی بار بار سن کر اللہ کو باپ آسمانی یا عقیدتوں کی زبانی اوپر والا۔ اوپر والا سن سن کر اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے لیے اپنی ذہنی جہالت میں اسی جیسے تصور تخیل و تجسم کا عقیدہ بنائے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ۔ اوپر والا ہی سمجھتے لگتے ہیں۔ اُن کو ان بیہودہ کفریہ باتوں سے بچنا چاہیے ورنہ ایمان جانے کا خطرہ ہے۔ دیکھو صُوْرٌ میں پھونک مارنا چونکہ اعضا اور منہ کا کام ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کو نسبت نہ فرمایا۔ اور نَحْشُرُ میں چونکہ قدرت الٰہیہ کا ظہور ہے

marfat.com
Marfat.com

اس لیے اُس کی نسبت رب کریم نے اپنی طرف فرمائی۔ جن بعض حمقاء نے یہاں تنفّع کی شاذ قرأت نکالی ہے وہ اُن کی ذاتی بناوٹ ہے اور غلط ہے جمہور کے خلاف ہے۔ تیسرا مسئلہ خوب صورتی جسم کی ہو یا آواز کی سریلی شکل دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اس لیے ان دونوں کی حفاظت ہر مسلمان پر اس طرح واجب و لازم ہے کہ یہ دونوں چیزیں دونوں جہان میں باقی رہیں قبر و حشر میں چہرے اور جسم کی خوب صورتی کے ساتھ ساتھ آواز کا حسن بھی سلامت رہے اور ان دونوں نعمتوں کی حفاظت صرف اسلام نے سکھائی ہے۔ کہ غسل و ضو لباس و مقام کی طہارت پنج وقتہ فرائض و نوافل کی پابندی سے جسم میں صحت چستی اور حسن پیدا ہوتا ہے۔ خاص کر تہجد کے نفل کی پابندی چہرے پر ظاہری چمک اور وجاہت لاتی ہے جس کو قدرتی نورانیت کہا جاتا ہے اور تلاوت و نعت خوانی سے سریلی آواز بنتی ہے جس سے حسنِ صوت پیدا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ زُرْقًا اور یَتَخَافَتُوْنَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ کفار کو کفر کی بدعملی کی وجہ سے دنیا و آخرت میں، بدلو، بجاست۔ نحوست، بدشکلی، بدصورتی کے ساتھ ساتھ آواز سے بھی محرومی مل جائے گی آواز بھی نہ نکل سکے گی۔ مشاہدات ہیں کہ کتنا ہی گورا چٹا سرخ و سفید انسان ہو فسق و فجور کی وجہ سے چہرے پر پھٹکار اور نحوست طاری رہتی ہے۔ متقی مومن عابد و زاہد ذاکر و عامل تلاوت کرنے درود شریف پڑھنے والا کالے رنگ کا بھی ہو تو بھی اُس پر نورانی چمک بشاشتِ روحانی ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصل خوب صورتی و بدصورتی نیک و بداعمال سے ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مگر دنیا میں عبرت نصیحت کے لیے اور آخرت میں ثواب عذاب عقوبت مصوبت کے لیے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا اور سورۃ اسریٰ کی آیت ۹۷ میں ارشاد ہے وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا۔ زُرْقًا سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بینا ہوں گے اور عُمْیًا سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نابینا ہوں گے۔ میدانِ محشر ایک ہی ہے پھر یہ تعارض کیوں؟ جواب اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ زُرقا کے معنی بھی اندھا ہونا ہی ہے کیونکہ جب کالی آنکھ کالی پتلی کو سفید یا ھلکا نیلا کر دیا جائے تو اُس کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ جوابِ دوم یہ کہ میدانِ محشر اگرچہ ایک ہی ہے مگر اُس کے مرحلے مختلف ہیں ایک وقت میں مجرمین کافرین زُرقا ہوں گے پھر دوسرے وقت وہ کثرتِ پیاس اور پسینے کی زیادتی سے عارضی اندھے ہوں گے پھر کبھی اُن کی آنکھیں دہشت سے چڑھی ہوں گی پھر ایک وقت نامۂ اعمال ملنے کے وقت نظر والے ہو جائیں گے

marfat.com
Marfat.com

اعمال نامہ پڑھیں گے جہنم کو دیکھیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یا یہ معنی ہے کہ محشر میں گزرنا ہوں گے جہنم میں گھسیٹا بعض نے فرمایا کہ مختلف کافروں کے مختلف حالات ہوں گے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا مَنْ اَعْرَضَ مَنْ اسم موصول واحد ہے۔ اس کے لیے اس کے مطابق صیغہ بھی واحد مذکر غائب آیا جو بالکل درست ہے۔ لیکن پھر ارشاد ہوا خٰلِدِیْنَ فِیْہِ۔ یہ خٰلِدِیْنَ جمع ہے یہاں مطابقت نہ رکھی گئی اس کی کیا وجہ؟ جواب لفظ مَنْ موصولہ شرطیہ ہے۔ شرط میں استغراقی ہوتا ہے اور استغراق کے لیے جمع ہونا ضروری موصول میں جنسیت ہوتی ہے جو واحد و جمع دونوں کے لیے مستعمل۔ لہٰذا مَنْ اپنے لفظی اعتبار سے واحد ہے اَعْرَضَ میں اسی جنسی واحد کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور معنوی اعتبار سے جمع ہے۔ خٰلِدِیْنَ میں اس چیز کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ترجمہ اس طرح ہے کہ اگر کسی شخص نے ذکر اللہ سے اعراض کیا تو جس جس کی یہ صفت و کیفیت ہوگی تو وہ سب بوجھ تلے ہمیشہ ہی دبے رہیں گے جنسیت میں صفت کا غلبہ ہوتا ہے شرطیہ میں ذات کا معنی میں دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا گَذٰلِكَ نَقُصُّ ہم اسی طرح بیان کرتے ہیں آپ پر گزشتہ قصے۔ گَذٰلِكَ اسم اشارہ تشبیہی ہے اس کا مشبہ نَقُصُّ ہے۔ یعنی جس طرح ہم نے یہ قصۂ موسیٰ و فرعون سنایا اسی طور طریقے سے ہم دیگر قصے بھی سناتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قصے مختلف اُن کے زمانے مختلف لوگ مختلف اور قرآن حکیم کی طرز بیانی بھی مختلف کسی کو مکمل تفصیل سے بیان کیا گیا کسی کو اختصار سے کسی کو اجمال سے کسی کو تھوڑا بیان کیا گیا کسی کو زیادہ کسی کو ایک بار کسی کو چند بار پھر یہ گَذٰلِكَ فرمانا کیونکر درست ہوا؟ جواب۔ معترض کا بیان کردہ اختلاف نوعی ہے۔ اور گَذٰلِكَ کی تشبیہ فاعلی ہے۔ جس کا تعلق نَقُصُّ کے صیغے جمع متکلم سے ہے یعنی جس طرح یہ قصہ ہم نے بیان کیا دیگر نَقُصُّ الْاَنْبِیَاءِ بھی ہم ہی بیان فرمائیں گے۔ کوئی اور شخص آپ کو نہیں سناتا۔ نہ سابقہ کتب الٰہیہ سے آپ نے پڑھے نہ کسی کتب تاریخ سے طرز بیانی اگرچہ مختلف ہے مگر بیان کرنے والے ہم ہی ہیں۔ اور یہ سب قصص و قانون کا کلام۔ ہمارا ہی کلام ہے یہ کفار کے ایک اتہام کا جواب ہے۔ یا یہ معنی ہے کہ گزشتہ کوئی بات چھپائی نہ جائے گی قرآن پاک کے ذریعہ سب کچھ بتا دیا گیا۔ اور آئندہ بتا دیا جائے گا۔ خواہ کسی طرز و انداز میں بتائی جائے۔

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ گَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا جس طرح

marfat.com
Marfat.com

شریعت کا راستہ اللہ تعالیٰ کا بیان کردہ ہے اسی طرح اسے بندۂ کامل طریقت و معرفت حقیقت کے علوم عین و یقین کے تمام راستے ہم نے ہی تجھ پر آشکارا فرمائے ہیں راہ سلوک میں ہم ہی چلاتے ہیں ہم ہی بلاتے ہیں۔ پیر کا دماغ مرید کا دل ہمارے ہی قبضے میں ہے احوال سالکین و مقام عارفین کا ذکر و علم و درس ہم نے ہی تجھ پر قرب خاص سے نازل فرمائے تاکہ تو عارفین متکلمین کو درس استقامت پڑھا سکے سکھا سکے۔ یہی وہ ذکر کیا اَعْظَمُ اور کیا اَحْسَنُ ہے جو مراتب توحید ذات پر شامل ہے۔ جس بدبخت ازلی نے اس ذکر اور تیری محفل درس سے علیحدگی و اعراض کیا اور نفس طبیعت کی طرف منہ موڑا تو اس قسم کے سب مردود بین بارگاہ قیامت صغریٰ کے عذاب عقوبت و صعوبت میں ثقل جرائم اور مادیات تعلقات کا بوجھ اٹھائیں گے تا ابد (ابن عربی) حقیقی ذکر اللہ وہ ہے جس کے اول ایقان درمیان میں ایمان آخر میں عرفان ہر وقت قائم ہو۔ جو اس سے اعراض کرے اس پر بارہ قسم کے بوجھ پڑیں گے ۱ ثقل کفر ۲ وزر شرک ۳ حمل نفاق ۴ اندھاپے کا لقب ۵ وزن قساوت ۶ مخمۂ ریاکاری ۷ عملی بداخلاقی ۸ عقل و قلب پر مہر ۹ نفرت کی دوری ۱۰ محرومی حسرت ۱۱ بدعملی کی ندامت ۱۲ جہالت طبعی۔ ایسے لوگوں کو پانچ قسم کے نقصان ہوں گے ۱ عبادت حقیقیہ حاصل نہ ہوگی ۲ ذکر دائمی سے محرومی ۳ مراقبۂ فکر کا خاتمہ ۴ توجہ مراقبہ کی بندش ۵ فیض الٰہیہ کی رکاوٹ عارفین کو ذکر ایمانی کی طرف متوجہ ہونے سے پانچ فائدے ہوتے ہیں۔ ۱ دنیا سے بے رغبتی ۲ ترک گناہ کی خلوت ۳ حلال و حرام سے استغنا کی طلب ۴ مشغولیت عبادت ۵ روحانیت میں لذت۔ ذکر ایقانی کی طرف توجہ سے چار فائدے ہوتے ہیں ۱ اشیاء دنیا سے نفرت ۲ آخرت کے درجات کی طلب ۳ دنیا کے ہر رشتے سے بے پرواہی ۴ سعادت سے رغبت اور ذکر عرفانی سے پانچ فائدے ہیں ۱ نفسیات سے نفرت ۲ ماسوا اللہ سے دوری ۳ شہود ذات پر وجود کا بے دریغ مقبول قربانی ۴ سعادت دارین کا انعام پانا ۵ ذکر اللہ کا ایسا مقام اعلیٰ کا نصیب ہونا کہ بندہ فنا فی الذکر ہو جائے اور نفس و خودی کا اثر بھی باقی نہ رہے۔ ذکر عوام وجود نفس سے ہوتا ہے اس لیے صرف ذاکر کو فائدہ لیکن ذکر عارفین بذات اللہ ہوتا ہے اس لیے اس کے ذکر سے جہان کو فائدہ توحید افضل العبادات ہے اور ذکر اللہ اقرب القربات ہے۔ عبادت کے وقت مقرر ہیں ذکر اللہ کا کوئی وقت مقرر نہیں یہ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ جاری ہے ہر حرکت و سکون رات دن سردی گرمی میں آقا علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جلاء قلب کے لیے تین ذکر ضروری ہیں ۱ اسماء الٰہیہ کا ورد ۲ تلاوت قرآن مجید کی کثرت ۳ درود شریف پڑھتے رہنا۔ حکایت حضرت موسیٰ علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

نے ایک بار عرض کیا اے مولیٰ تعالیٰ مجھ کو کوئی اپنا ذکر عطا فرما جو میں ورد کرتا رہوں جواب آیا کہ لا الٰہ الا اللہ کا ورد کیا کر عرض کیا مولیٰ یہ ورد تو میں پہلے ہی کرتا ہوں اور تیرے سب بندے کرتے ہیں پھر جواب آیا کہ یہ کلمہ آسمان سے بھاری ہے اور ثقیل تر از نیست ہے کیونکہ مجھ کو یہ پیارا ہے (روح البیان) ایمان اور شریعت طریقت اور حقیقت کی تکمیل اسی کلمۂ نفی واثبات سے ہے۔ جن گمراہوں بدنصیبوں نے اس سے منہ پھیرا اور ورد کو چھوڑا اُن پر رذالت دنیا حماقت برزخ صغریٰ اور خباثت کل کا بوجھ اس طریقہ سے لاد آگیا کہ تا صبح قیامت نہ اترے اور وہ خٰلِدِیْنَ فِیْہِ وَسَآءَ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حِمْلًا۔ عذاب محرومی کے بوجھ میں ہمیشہ ہی دبے رہیں گے ان کی راتیں غفلت ان کے دن نفرت حیاتِ دنیوی کی قیمتی سانسیں بک بک اور زق زق میں گزر جاتی ہیں اور قیامتِ ظلمت کے یوم بیکسی و بے بسی میں اُن کے لیے ہر طرف بدبختی اور برائی کا ہی بوجھ ہے راہِ معرفت میں پیر و مرید کے لیے نذرانوں کی طلب اور بلا تحقیق حرام وحلال ہر دعوت قبول کرتے چلے جانا زہر قاتل ہیں کل قیامت میں مصیبت ڈال دے گی یہ دل کا بوجھ اور وہ نظر کا فتور یہ بیٹھے نذرانے عقل کا اندھیرا ہے اور دل کا امراض ہے۔ آج کسی پیر مرید صاحب زادے اور پیر زادے کو اس کا احساس نہیں ہوتا مگر کل بروز قیامت یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا۔ جب بدنِ باطنی میں نفخِ حیات کا صورِ حشر پھونکا جائے گا اور اہل بلا و اصحاب جفا ملائین جرائم کو اس محرومیِ لقا اور بربادیِ عمل کی گھبراہٹ کے وقت حال سے بے حال کر کے ہم جمع کریں گے اس وقت شدتِ ہول سے عقل و قلوب کی آنکھیں نیلی پیلی ہو کر اندھی ہو جائیں گی لذتِ گناہ۔ نفرتِ لقا کی مدت اور قصورِ فہم۔ شعورِ عقل کی خاموش گھڑیوں کو نہ پہچان سکیں گے۔ زبانِ قال گنگ کلامِ حال بند ہونٹ خشک بدن لرزتے یَتَخَافَتُوْنَ بَیْنَھُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا۔ طاقتِ گویائی ختم ہو جائے گی ظلمتِ مکاشفۂ ریا کارانہ کی تمام تسبیح خوانیاں مدوم پڑ جائیں گی اور ہیبتِ دُرکار تصور و تخیل کے باطنی اعضا سے کہیں لگے گی کہ اس سستی فقر و فاقہ کے دامِ تزویر سے زر سازی دولت نوازی کی کیفیاتِ سرور میں تو ابھی دس لمحے ہی گزرے تھے کہ بلاءِ جان فنا و ایمان کا عذاب آگیا اے بندۂ سالک ان حالاتِ جانکاہ سے پہلے ہی راہِ راست اختیار کر لے اور ذکر صادق کے وامن پناہ میں آ کر اپنی منزل سنوار لے تاکہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ کے گھوڑے پر سوار ہو کر لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا ھُوْ کے صراطِ مستقیم سے ہو کر لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا ھُوْ کے مقامِ وحدت الوجود میں خود کو فنا کر دے۔

marfat.com
Marfat.com

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً

ہم ہی زیادہ جاننے والے اُس کلام کو جو وہ بولیں گے جب جو اُنہیں کہے گا اُن رائے والوں کے سب سے زیادہ شایستہ تھل کے

ہم خوب جانتے ہیں جو کہیں گے جب کہ اُن میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

اعتبار سے کہ نہیں بسے تم مگر ایک دن۔ اور کافر پوچھتے ہیں آپ سے

کہ تم صرف ایک ہی دن رہے تھے۔ اور تم سے پہاڑوں کو

عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾

پہاڑوں کے بارے میں۔ اس لیئے۔ فرما دو کہ بکھیر دے گا ان کو میرا رب دھول بنا کر

پوچھتے ہیں تم فرماؤ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا

تو چھوڑے رکھے گا اُن کو ایک برابر چٹیل میدان نہ دیکھیں گے آپ اُس میدان میں

تو زمین کو پٹ پر ہموار کر چھوڑے گا۔ کہ تو اس میں نیچا

عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ

کوئی نیچائی اور نہ اونچائی اُس دن سب مجرم

اونچا کچھ نہ دیکھے۔ اُس دن پکارنے والے کے

الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

دوڑ لگائیں گے بلانے والے کی آواز پر ذرا بھی نافرمانی نہ ہوگی اُس کی اور دھیمی ہو جائیں گی تمام آوازیں

پیچھے دوڑیں گے اُس میں کجی نہ ہوگی۔ اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور

marfat.com
Marfat.com

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

ہیبتِ رحمٰن کی وجہ سے اس لیے نہ سنیں گے آپ مگر کھسر پھسر

پست ہو کر رہ جائیں گی تو تُو نہ سنے گا مگر بہت آہستہ آواز

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق روزِ محشر کفار جو گفتگو کریں گے اپنی دنیوی زندگی کے بارے اس میں میں سے ایک قول کا ذکر پچھلی آیت میں کیا گیا۔ اِن آیت میں اُن کے دوسرے قول کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں صور پھونکے جانے کے بعد بندوں کے حالات کا ذکر کیا گیا۔ اب اِن آیت میں صور پھونکے جانے کے دوسرے نتیجے کا ذکر ہو رہا ہے کہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں میدانِ محشر میں لوگوں کے بہت ہی آہستہ بولنے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں اُس کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے کہ یہ خشیتِ الٰہی کی وجہ سے ہوگا۔

شانِ نزول خزائن العرفان امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ قبیلۂ بنی ثقیف کے ایک کافر نے آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہوگا۔ تب یہ آیت نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا۔ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل مبتداء ہے اَعْلَمُ اسم تفضیل واحد مذکر متکلم اس میں پوشیدہ ضمیر صیغہ اَنَا اس کا فاعل ہے اُس کا مرجع نَحْنُ ہے۔ چونکہ یہاں نَحْنُ جمع افراد کے لیے نہیں صرف فصاحت اور حسنِ کلام کے لیے ہے اس لیے حقیقتاً واحد ہی ہے ب جارہ تصویر کی بمعنی کو ما موصول یَقُوْلُوْنَ باب نصر کا مضارع مستقبل جمع مذکر غائب ھُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع مُجْرِمِیْنَ اِذْ اسم ظرفیہ زمانیہ یَقُوْلُ واحد مذکر غائب اَمْثَلُ اسم تفضیل واحد مذکر غائب کے لیے ترجیح ہے سب سے زیادہ مشابہت والا ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع عقل مند لوگ مفہوم یہ کہ عقل والے لوگوں کے بہت زیادہ مشابہ ہم مثل عربی محاورے میں اَشْئَمُهُمْ ایک لفظ کے درجہ میں ہے اور بہت عقل مند یا نیک آدمی کو کہتے ہیں یہ مرکب اضافی مبتدا ہے

marfat.com
Marfat.com

طریقۂ اسم صفت مشبہ مؤنث لفظی یہاں اسم جامد بمعنی اچھی رائے چونکہ اَمْثَلُھُمْ کی بہت نوعیتیں ہو سکتی ہیں مثلاً نیکی میں سب سے زیادہ اچھا عقل میں چال چلن میں وغیرہ وغیرہ اس لیے طریقہ کے ایک معنی معیّن کیے گئے کہ رائے اور مشورے میں عقل مندیہ تمیز ہے اَمْثَلُھُمْ کی دونوں مل کر فاعل ہوا یَقُوْلُ کا وہ سب مل کر جملہ ہو کر قول ہوا اِنْ نافیہ لَبِثْتُمْ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا اِلَّا حرف استثنا یَوْمًا مستثنیٰ دونوں مل کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ یَسْئَلُوْنَ باب فتح کا فعل مضارع حال سَئَلٌ سے مشتق ہے بمعنی پوچھنا یہ حقیقی معنی ہے مجازاً طلب کو بھی سوال کہہ دیتے ہیں ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول بہ ہے مرجع آقاؤ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ حرف جر اس کے اپنے اصلی معنی زوال اور دور کرنا ہے مگر یہ دوسرے حروف جار کے معنی میں آتا ہے ر۱ کبھی بمعہ لام تعلیلیہ ر۲ علی کے معنی میں ر۳ بمعنی بَ ر۴ بمعنی کَانَ ر۵ بمعنی مِنْ ر۶ بمعنی فِیْ یہاں اسی معنی میں ہے یعنی بارے میں اَلْجِبَالِ اسم جمع کسرہ مضروبہ اس کا واحد ہے جَبَلٌ یعنی پہاڑ۔ لغوی ترجمہ ہے سخت اُبھرا ہوا مضبوط اسی معنی میں پیدائشی عادات کو جبلّت کہتے ہیں یہ جار مجرور متعلق ہے یَنْسِفُوْنَ کے ف سببیہ قُلْ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا یَنْسِفُ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب نَسْفٌ سے بنا ہے یعنی راکھ کی مثل ریزہ ریزہ کرنا ہے یہ مرکب اضافی فاعل ہے نَسْفًا اسم مصدر حال ہے یا مفعول مطلق ہے یَنْسِفُ کا ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب منصوب متصل مفعول بہ ہے اس کا مرجع جِبَال ہے یَنْسِفُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا یہاں اِذَا شرطیہ پوشیدہ اُس کا قرینہ والفاء جزائیہ ہے یَذَرُ باب سَمِعَ کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب وَذْرٌ سے مشتق ہے بمعنی چھوڑ دینا ہے توجہ ہونا عربی میں چھوڑنا پانچ قسم کا ہے ر۱ ترک کوئی کام یا کلام یا تعلق نہ رکھنا ر۲ تعلق کسی اچھی چیز کو چھوڑنا ر۳ خلی کسی کے گزرنے کے لیے راستہ چھوڑنا ر۴ تعلق کسی بند ھی چیز کو کھلا چھوڑنا ر۵ وَذْرٌ کسی چیز پر توجہ چھوڑ دینا بے پرواہ ہو جانا یہاں اسی معنی میں ہے ھَا ضمیر کا مرجع پہاڑ ہیں۔ یعنی پہاڑوں کو ریزہ کر کے ان کی کچھ پرواہ نہ کی جائے گی سب زمین پر بکھر کر ہموار ہو جائیں گے۔ قَاعًا اسم مفرد جامد اس کی جمع ہے ر۱ اَقْوَاعٌ ر۲ اَقْوُعٌ ر۳ قِیْعَانٌ ر۴ قِیْعَۃٌ ر۵ قِیْعٌ۔ ترجمہ ہے وہ چٹیل میدان جس کو پٹ کر کے یا پڑا رہ کر ایک جیسا ہموار اور برابر کر دیا جائے صَفْصَفًا اسم مفرد جامد بمعنی ایک جیسا۔ قَاعًا صَفْصَفًا یہ دونوں موصوف صفت ہیں یہ مرکب توصیفی حال ہے ھَا ضمیر کا دونوں وَذْرًا حال حال مل کر مفعول بہ ہے یَذَرُ کا اِس کا فاعل ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا مرجع رَبِّیْ ہے یَذَرُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر

marfat.com
Marfat.com

جزا ہے تیشف کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قل کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا۔ یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ لَا تَرٰی باب سَمِعَ کا مضارع مستقبل منفی معروف واحد مذکر حاضر رَأْیٌ سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا فِیْهَا ظرف مکانی کے لیے ہے ھَا ضمیر کا مرجع قاعًا ہے عِوَجًا اسم مفرد جامد بمعنی ٹیڑھا۔ عوج اور ٹیڑھ دو قسم کی ہوتی ہے ۱ ظاہری ٹیڑھ جو نظر آئے مثلاً زمین اوپر نیچے اور تار گڑھے ہونا۔ دیوار کا کسی طرف جھکاؤ ہونا برتن میں گڑھا ہونا وغیرہ ۲ باطنی ٹیڑھ مثلاً غلط روش بد عقیدگی۔ اس جگہ عِوَج سے مراد ظاہری ٹیڑھ کی نفی ہے اور ساتھ کی آیت میں باطنی عِوَج کی نفی ہے۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا بھی حرف عطف ہے مگر یہ یہاں عطف کے لیے نہیں بلکہ سابقہ نفی کی نسبت کے لیے ہے اَمْتًا اسم مفرد جامد بمعنی چٹان اونچے ٹیلے وغیرہ یہ معطوف ہے دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے لَا تَرٰی کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ یَوْمَئِذٍ مرکب اضافی ظرف زمانی مقدم یَتَّبِعُوْنَ کا۔ اِتِّبَاعٌ باب افتعال کے مصدر سے مشتق ہے فعل مضارع مستقبل مثبت معروف جمع مذکر غائب تَبِعَ سے بنا ہے بمعنی فرماں برداری کرنا۔ اطاعت اور اتباع دونوں کا معنی ہے فرمانبرداری مگر فرق یہ ہے کہ جہاں بالکل نافرمانی ذرہ بھر نہ ہو عمل میں اپنی سوچ و عقل کو دخل نہ ہو وہ اتباع ہے اور جہاں بعض باتوں میں فرمانبرداری ہو اور اپنی عقل و فکر کا بھی دخل ہو وہ اطاعت ہے۔ هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل ہے ظاہری علامت و قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مرجع صرف مجرمین کفار ہیں اس میں مومنین شامل نہیں پہلا قرینہ یہ کہ پہلے مجرمین کا ذکر ہوا کہ فرمایا گیا تَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ قرینہ دوم یہ کہ اس دن کی عوج کی نفی ہے نہ کہ آج دنیا میں حالانکہ مومنین کی روش میں تو آج بھی عوج نہیں۔ ضمیر اقرینہ یَوْمَئِذٍ کی تکرار کہ وہاں بھی ہے اور یہاں بھی۔ اَلدَّاعِیْ۔ باب نَصَرَ کا اسم فاعل واحد مذکر بمعنی بلانے والا مراد ہے اسرافیل یا جبریل علیہما السلام۔ دُعٰوٌ سے مشتق ہے۔ لَا۔ حرف نفی جنس عِوَجَ اس کا اسم ہے لام حرف جر بمعنی فی ظرفیہ هٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل کا مرجع اتباع ہے یعنی اس اتباع میں ٹیڑھ نہ ہوگی یہ جار مجرور متعلق ہے ثابت پوشیدہ کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لَا نفی کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یَتَّبِعُوْنَ کے فاعل هُمْ ضمیر صیغہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَاؤ سَرِ جملہ خَشَعَتْ باب فتح کا ماضی مطلق واحد مؤنث غائب خُشُوْعٌ سے مشتق ہے یعنی انتہائی عاجزی خوف یا دبدبے سے یا عقیدت سے یہاں خوف سے مجبر مراد کہ ڈر کے مارے آواز نہ نکلے گی۔ عربی میں اظہار عاجزی کے تین لفظ ہیں ۱ خضع ۲ خشع ۳ خضوع مگر فرق یہ ہے کہ زبان سے اظہار عجز۔ خضوعٌ

marfat.com
Marfat.com

ہے قلبی حالت سے اظہار عجز مفروغ ہے اور ظاہری اعضاء سے اظہار عجز خشوع ہے مثلاً جھکنا دبنا الرزنا جھک جھک جانا ٹیڑھا ہونا وغیرہ۔ اَلْاَصْوَاتُ۔ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد صَوْتٌ ہے یعنی منہ کی آواز یہ فاعل ہے۔ لام حرف جر یعنی عِنْدَ یا یعنی بِ سببیہ یا اپنے ہی معنی میں ہے۔ یعنی اللہ کی بارگاہ کے قرب سے ہیبت رحمٰن کی وجہ سے یا اللہ کے لیے عاجزی سے فَ سببیہ یعنی اس لیے لَا تَسْمَعُ باب سَمِعَ مضارع منفی معروف مستقبل واحد مذکر حاضر مفعول با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا اِلَّا حرف استثناء منفصل ھَمْسًا اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ ہے ننگے پیر انسانی قدم چلنے کی چاپ یا اونٹ کے چلنے کی آواز جو حقیقتاً بہت نرم اور مہین ہوتی ہیں مگر یہاں انتہائی پست باتوں کی آواز مراد ہے جس کو اردو میں کھسر پھسر کہتے ہیں۔ سرگوشی اور کھسر پھسر میں فرق یہ ہے کہ سرگوشی یک طرفہ ہوتی ہے اور کھسر پھسر دو طرفہ ہوتی ہے۔ یہ مستثنیٰ ہے۔ مستثنیٰ منہ اس مستثنیٰ سے مل کر سبب ہوا خَشَعَتْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا۔ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا۔ اے محبوب مگر انہوں کو ہم ہی جانتے ہیں جو یہ کل قیامت میں لغویات بولیں گے اور جس وجہ سے بولیں گے۔ ان میں آج جو سب سے زیادہ خود مند بنا پھرتا ہے اور زیادہ سمجھدار شمار ہوتا ہے اور جس کو آج دنیا میں لوگ قول کا پکا رائے کا سچا۔ عقل کا افضل فہم کا پورا اعمل کا درست سمجھتے ہیں وہ اس دن کچھ زیادہ ہی بہکا بھٹکا گھبرایا دہشت زدہ ہو کر کہے گا کہ اے میرے ساتھیو تم تو فقط ایک ہی دن دنیا میں ٹھیرے تھے۔ قرآن مجید میں کفار کے ان اندازوں سے متعلق کفار کے پانچ قول بیان کئے گئے ہیں یہاں دو قول بیان فرمائے گئے جب عام کفار کہیں گے کہ دس دن ٹھیرے ہو تو ان میں کا زیادہ عقل مند بننے باشعار ہونے والا اپنی حساب دانی بھگارتے ہوئے اس سے بھی زیادہ غلط مدت بتائے گا کہ فقط ایک ہی دن ٹھیرے تھے یہ ان کی آپس کی گفتگو والے اندازے ہوں گے مگر جب رب تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوگا کہ قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ۔ اے کافرو مجرمو بتاؤ تم گنتی کے کتنے سال ٹھیرے تھے۔ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا آدھا دن ٹھیرے تھے (سورۃ مومنون آیت ۱۱۲ پ ۱۸) وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ ہم فقط ایک ساعت یعنی چند گھنٹے ٹھیرے تھے (سورۃ روم آیت ۵۵ پ ۲۱) کَمْ لَبِثْتُمْ یَوْمَ یَبْعَثُهُمْ فَلَمْ

marfat.com
Marfat.com

یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰھَا۔ یعنی جس دن قیامت کی دہشت دیکھ لیں گے تو مارے خوف کے دماغ و عقل ختم ہو جائیگی اور کہیں گے کہ نہ ٹھہرے ہم مگر ایک رات یا ایک دوپہر (سورۃ نازعات آیت ۴۶ و ۴۹) کفار کی یہ گفتگو حیاتِ دنیا کی مدت کے بارے میں ہوگی۔ یا قبر کی مدت کے بارے یا دونوں نفخوں کی مدت کے بارے میں پہلا قول زیادہ درست ہے۔ اور یہ مختلف اقوال قیامت کی مختلف گھبراہٹوں کے اعتبار سے تمام کفار کے ہیں یا مختلف اوقات کے لحاظ سے مختلف کفار کے یعنی یا تو کبھی کچھ کبھی کچھ قول ہوں گے کوئی کافر کچھ بات کرے گا کوئی کچھ۔ راے نبی محترم جب آپ ان کفار کے سامنے قیامت کے واقعات و حالات بیان کرتے ہو اور اُس دن کفار کی حالتِ زار بات چیت۔ میدانِ محشر کی طرف ان کا بھاگنا نیز دوڑتے ہوئے آنا۔ بیان فرماتے ہو تو یہ کفار قیامت کا انکار آپ کی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ۔ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ قیامت میں یہ پہاڑ کہاں جائیں گے ان کا کیا حال ہوگا ان کے ہوتے ہوئے لوگ کیسے دوڑیں گے میدانِ محشر کہاں قائم ہوگا فی الحال تو یہ زمین ان پہاڑوں کی وجہ سے آنے جانے تیز چلنے دوڑنے میں بڑی رکاوٹوں والی ہے اور ابتدا سے انتہا تک تمام انسانوں کے جمع ہونے کے لیے بھی ناکافی ہے۔ کفار کا یہ سوال سب کافروں کی طرف سے نبی ثقیف کے لوگوں نے کیا خاص اپنا علاقہ مکہ مکرمہ دیکھ کر جس کو پہاڑوں نے اس طرح گھیرا ہوا ہے کہ بستی مکہ ایک بڑے حوض کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ سوال کیا نہ گیا تھا بلکہ یہ سوال شرطیہ انداز میں ہے کہ اگر وہ آپ سے پوچھیں۔ بعض نے فرمایا کہ یہ سوال خبر بہ ہے مگر سوال کرنے والے کفارِ بنی ثقیف نہیں بلکہ چند صحابہ نے اپنی معلومات کے لیے پوچھا تھا کہ قیامت میں پہاڑ کہاں جائیں گے۔ مگر سیاقِ عبارت کے اعتبار سے پہلا قول درست ہے کہ یہ سوال کفار نے ہی کیا تھا۔ یہ سوال ظاہراً عباداً تو چند لفظوں کا تھا مگر اصولِ ایمانیات میں بہت اہم کہ سائلین کا نظریہ ارادہ اور نیت مذاق و انکار کا تھا۔ ایمان سے کفر کرنا قیامت کے انکار نبی کا مذاق اور قرآن پر بہتان کرنا تھا اس لیے جواب میں شدت پیدا کرتے ہوئے فرمایا گیا فُقُلْ حرف فَ کے ساتھ کہ اے نبی آپ فوراً اس کا یہ جواب فرما دیجئے کہ میدانِ محشر کے انعقاد و اجتماع سے پہلے پہلے میرا رب تعالیٰ ان تمام روئے زمین کے چھوٹے بڑے اونچے نیچے طویل و عریض پہاڑوں چوٹیوں ٹیلوں کو راکھ کی مثل باریک ریت بنا دے گا پھر اس تمام پہاڑی ریت کو ہلکی پھلکی راکھ کی طرح ایسے اندازِ قدرت سے رکھے گا کہ پوری روئے زمین ایک ہموار برابر صاف خالی کھلا میدان ہو جائے گی کہ نہ کہیں اینٹ پتھر روڑا نہ کہیں درخت پودا کھیتی کہیان لَا تَرٰی فِیْھَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیْ لَا عِوَجَ

marfat.com
Marfat.com

لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ اے محبوب تم اپنی مشاہداتِ عالم والی بے مثل بصیرت باکمال بصارت سے اُس دن اس پوری زمین میں کہیں کسی طرف ذرہ بھر چھوٹی بڑی کوئی ٹیلہ یا اونچے نیچے بلندی پستی ڈھیر ٹیلہ تو وہ اُبھار گڑھا۔ پھٹن۔ چرن۔ غار۔ سوراخ۔ کنواں ندی۔ نالی۔ وادی تالاب نہ آنکھوں سے اوجھل نہ کسی پیمانے سے اوجھل ہوگی اور پھر زمین میں ہی صرف اوجھل نہ ہوگی بلکہ اس روزِ محشر تو کسی انسان میں بھی اوجھل نہ ہوگی نہ بے رغبتی کی نہ بے رحمی کی نہ غرور کی نہ مخالفت کی نہ اپنی مرضی سے دائیں بائیں چلنے کی نہ انکار کی بلکہ یَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ ایسے سیدھے تیر کی طرح ہماری طرف سے بلانے پکارنے والے کی آواز پر میدانِ محشر میں دوڑتے چلے آئیں گے ان کافروں مجرموں اور فاسقوں کی یہ مخالفت بے راہ روی۔ اکڑ پھکڑ۔ نفرت اِعراض صرف دنیا میں ہے یہیں اسی زندگی میں قرآن وحدیث کا انکار انبیاء اولیا علماء ومشائخ سے غرور کئے پھرتے ہیں گستاخ خطیبوں کی دھواں دھار تقریریں زہر اگلتی تحریریں ظالموں کی بلند آوازی کا چیخم دھاڑ صرف اسی دنیوی حیات میں ہے میدانِ محشر میں تو ایسا کچھ نہ ہوگا۔ وہاں تو وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ تمام آوازیں شلِ مُردہ باتیں بند زبانیں گنگ رزتے ہوئے حالانکہ وہاں بھی صفتِ رحمانیت کا غلبہ ہوگا۔ نہ جلال نظر آئے گا نہ قہر بلکہ کسی پر فضل ہوگا کسی پر عدل اِس کے باوجود ہیبتِ الٰہی وحشتِ کبریائی دہشتِ قیامت خوفِ انجام کمزوری اَبدان کا یہ حال ہوگا کہ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا اتنے کثیر عظیم اجتماع میں بھی تم صرف قدموں کی چاپ یا سانسوں کی بھاپ اعضا کی سرسراہٹ یا کہیں معمولی گھسر پھسر سن سکو گے۔ یہاں آیت ۱۰۱ سے آیت ۱۱۱ تک رب تعالیٰ نے قیامت کی چھ نشانیاں اور صفات بیان فرمائیں جو ان ان آیت میں تین آیت میں ہیں۔ ۱ یَنْفُخُ فِی الصُّوْرِ ۲ یَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ ۳ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ ۴ یہ اگلی آیت میں مذکور ہیں لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ ۵ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ ۶ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ (ازکبیر) مفسرین کے مختلف اقوال۔ یوں مجموعہ میں تین قول ۱ اس سے مراد محشر میں آنے کا وقت ۲ حساب کے لیے آنے کا وقت ۳ بعد حساب کتاب پُل صراط سے گزرتے وقت یَتَّبِعُوْنَ میں بھی تین قول ہیں ۱ آواز کی سمت پر دوڑیں گے کیونکہ چاند سورج بے نور کر کے اپنے مدار سے جھاڑ دیئے جائیں گے اس لیے سخت اندھیرا ہوگا اور چلنے کے لیے آواز کی سمت مقرر ہو جائیگی۔ ۲ روشنی تو ہوگی مگر جس طرف بلایا جائے گا اس کی مخالفت کی کسی کو ہمت نہ ہوگی ۳ بلانے والا تو آواز دے گا مگر پیچھے آگ بھی ہوگی جس کی دہشت سے آگے ہی آگے بڑھتے اٹھیں گے نہ رک سکیں گے نہ دائیں بائیں ہٹ سکیں گے۔ یہ سب قول درست ہیں مطابقت اس طرح

marfat.com
Marfat.com

کہ چاند سورج کی روشنی نہ ہوگی آگ کی یا اعمال کی روشنی ہوگی۔ اللہ ابھی میں چار قول ہیں صور کی آواز دینے والا یعنی بلانے والا ہوگا۔ ۲ اسرافیل صور پھونکنے کے بعد بیت المقدس کے گنبد صخرہ پر چڑھ کر آواز دیں گے ۳ یہ جبرئیل ہوں گے اسرافیل تو صور پھونکنے میں مشغول ہوں گے اور جبرئیل علیہما السلام گنبد صخرہ پر کھڑے ہو کر پکاریں گے کہ اے بکھری ہڈیو پھرے گوشتوں پٹھی کھالو بکھرے بالوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جمع ہو کر حاضر بارگاہ ہو جاؤ ۴ یہ داعی کوئی اور دوسرا فرشتہ ہوگا۔ اسرافیل یا جبرئیل علیہم السلام نہ ہوں گے ۵ داعی سے مراد خود آگ ہے اس کو داعی کہنا مجازاً اس کا بڑھتے آنا ہی گویا اس کا بلانا اور چلانا ہے اور لوگوں کا اس کے آگے آگے بھاگنا اس کی اتباع ہے مجازاً اتباع کا حقیقی معنی ہے پیچھے چلنا مگر یہاں سب اقوال میں اتباع بمعنی حکم ماننا ہے وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ میں تین قول ہیں ۱ آواز بالکل نہ ہوگی ۲ صرف کھسر پھسر ہوگی انتہائی دھیمی آواز میں بولتے ہوں گے خشوع سے یا وہ خوف مراد ہے جس کا اثر تمام اعضاء پر ہو یا وہ خوف جو صرف دل پر طاری ہو اس کو ضراعت کہتے ہیں صوت کا حقیقی معنی ہے دو جسموں کا ٹکرا کر ہوا کو پھاڑنا مجازاً انسان کی آواز کو صوت کہا جاتا ہے ۳ خَشَعَتِ الْاَصْوَات میں تیسرا قول یہ کہ صرف ہونٹ ہلتے ہوں گے مگر آواز نہ نکلے گی پیاس کی خشکی یا دہشت عذاب کی وجہ سے هَمْسًا میں تین قول ۱ قدموں کی چاپ کی معمولی سراسراہٹ والی آواز کیونکہ سب اُس دن ننگے پیر اٹھیں گے ۲ یہ سانسوں کی بھنبھناہٹ کی آواز ۳ کانا پھوسی باتوں کی کھسر پھسر کی آواز یہ کیفیات صرف کفار کی ہوں گی بعض نے کہا کہ فاسقین بھی انہی میں شامل ہوں گے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ ۱۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات ہیں مگر آسمان ہر ایک بالکل علیحدہ کافی فاصلے کے ساتھ ایک ایک گنبد ہے مگر سب زمینیں مثل پیاز جڑی ہوئی ہیں یہ فائدہ فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا فرمانے کے بعد لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا۔ فرمانے سے حاصل ہوا کہ پوری کرۂ ارض کی یہ حالت ہوگی کہ وہاں سب ایک چٹیل میدان ہوگا۔ دوسرا فائدہ ۲۔ دنیوی عقل و فہم صرف دنیوی کاموں کے لیے مفید ہے مگر دینی سمجھ بوجھ دیانت میں ناکارہ ہے یہ فائدہ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً فرمانے سے حاصل ہوا کہ جو کافر آج دنیا میں بڑے عقل مند سیاست دان حساب دان سمجھے جاتے ہیں کل قیامت میں سب سے زیادہ ان کی ہی عقل ماری جائے گی اور وہی سب میں زیادہ بیوقوف ہو جائیں گے۔ تیسرا دین کی سمجھ بوجھ اور پرکھ میں دنیوی زندگی میں بھی یہی لوگ سب سے پیچھے ہوتے ہیں اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ ان ہی کو کہا گیا

marfat.com
Marfat.com

ہے مگر بحیثیت تعالیٰ مومن متقی یہاں بھی ذی عقل اور قیامت میں بھی ذی عقل ہی رہے گا جیسا کہ سورۂ روم کی آیت ۵۶ میں مومن کی شان بتائی گئی۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ (الخ) یعنی صرف مومن علماء دنیا میں صبر نے کی صحیح مدت جانیں گے تیل فائدہ کافر کے لیے دنیا کی مصیبتیں عذاب وعتاب ہیں مگر مومن کے لیے باعث ثواب ترقی درجات ذریعۂ عبادت وسبب صبر ورضا ہیں گویا کہ کافر کے لیے تعقیب وصعوبت مومن کے لیے تادیب وسہولت کافر مصائب پر جزع فزع کرتا ہے۔ مومن صبر اس لیے کل قیامت میں کافر میدان محشر کی گرمی وتکلیف دیکھ کر فہم وعقل کھو بیٹھے گا لیکن مومن یہاں صبر وحوصلے کا عادی ہوگا اس لیے وہاں بھی نہ گھبرائے گا۔ شدت گھبراہٹ سے عقلیں ماری جاتی ہیں۔ یہ فائدہ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا فرمانے سے حاصل ہوا کہ دہشت وگھبراہٹ کی وجہ سے دنیا کی درازمدت یا قبر کی ہزاروں سال کی مدت بھی کفار کو گذشتہ راحت و سکون کے دس دن یا ایک دن ایک رات یا ایک ساعت محسوس ہوگا اور اس کو خواب وخیال سمجھیں گے اللہ بچائے۔

اَحکَامُ القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ۔ بے اتباع کی تعریف وپہچان یہ ہے کہ اس میں بندے کی اپنی عقل فکر راستے کا کا بالکل دخل نہ ہو اور جس کی اتباع کرنی ہو اپنی عقلیں سوچ وفکر کو بند کر کے چلنا پڑتا ہے۔ جس کو محاورتاً کہا جاتا ہے کہ آنکھیں بند کر کے پیچھے چل پڑنا۔ اور اس کے حکم پر لگ جانا دل ودماغ میں یہ عقیدہ بنانا پڑتا ہے کہ جس کی اتباع ہم پر واجب ہوئی ہے وہ ہر اعتبار سے بالکل حق پسند اور درست ہے یہ مسئلہ یَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ کے ساتھ لَا عِوَجَ کہہ فرمانے سے مستنبط ہوا سمجھا یا یہ جا رہا ہے کہ جب حکم ماننے والے میں کسی طرح کی بھی نظری فکری عملی عوج اور حکم کی خلاف ورزی نہ پائی جائے تو اس کو اتباع کہا جاتا ہے لہٰذا چونکہ مسلمانوں کو آقائے دوجہاں نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے تو گویا رب تعالیٰ بندوں کو یہ سمجھا رہا ہے کہ نبی کریم ہر اعتبار سے اکمل مکمل کامل ہیں ان کی ہر ہر ادا میں حقانیت ہے ذرہ کمی نہیں۔ کسی کمی کا تصور بھی نہ کرنا۔ اے بندے ان کی بارگاہ میں تیرا کام صرف یہ ہے کہ عقل قربان کر پیش مصطفیٰ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی سب عقل فکر علم سائنس منطق تجربہ کاری قربان کر دو۔ یہی سچی حقیقی اتباع ہے اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ پختگی سچائی وحقانیت نہ ہوتی اور ذرہ بھر علمی فکری معلوماتی کمزوری ہوتی تو رب تعالیٰ کبھی بھی آپ کی

marfat.com
Marfat.com

اتباع کا حکم نہ دیتا صرف اطاعت تک ہی حکم رہنے دیتا۔ دوسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ہر وقت ہر حال میں رب تعالیٰ کا پورا خوف رکھے۔ خوف کی چار قسمیں ہیں ۱ خوفِ ہیبت ۲ خوفِ خشیت ۳ خوفِ تقویٰ ۴ خوفِ خَشْعَتَ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بروں کاموں سے بچنا رہبت ہے۔ اس سے زیادہ خوف خَشْعَتَ ہے۔ کہ دل کانپ اٹھے۔ خوف کا اس سے بھی اونچا مقام تقویٰ ہے کہ بندہ اللہ کے خوف سے اعمالِ فرضی واجبی ادا کرے اور اس سے بھی اونچا مقام خوفِ خشیع ہے کہ خوفِ الٰہی کا اثر اعضاء ظاہری پر نظر آئے یہ مسئلہ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کہ دنیا میں تو کافر فاسق نہیں ڈرتے مگر کل قیامت میں اُن کو سب سے اونچا خوف ہوگا جو اُن کے ہاتھ پاؤں دل دماغ کھال بال کے علاوہ اُن کے منہ ہونٹ اور ظاہری زبان پر بھی طاری ہوگا مگر چونکہ اہل ایمان ایقان وعرفان دنیا میں ہی اُس کی خَشَعَتَ میں رہتے ہیں اس لیے کل محشر میں اُن پر لَا خَوْفٌ کا ظہور مجسم بانہ ہوگا جو دنیا میں رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اُن پر قیامت میں ڈر خوف طاری ہوگا۔ معاذ اللہ تعالیٰ غیر اسلام مسلمانوں کو چاہیئے کہ کبھی کوئی مسئلہ کسی عالم دین۔ یا کسی وَلِی اللہ بزرگ پیر مرشد سے مذاق کے طریقے پر نہ پوچھیں نہ ہی بحث مباحثے اور انکار کی طرز یا نیت پر سوال کریں خاص کر قرآن وحدیث اور شریعت وطریقت کا مسئلہ کیونکہ اس طریقہ سے سوال اور مذاق بازی کی بحثی کفار کی نشانی بتائی گئی ہے۔ اور اس طرز پر سوال کرنے والے کو اگرچہ جواب تو عطا فرما دیا جاتا ہے مگر جھڑک اور ناراضگی کے ساتھ۔ یہ مسئلہ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ کے بعد جواب میں فَقُلْ کی فَ ارشاد فرمانے سے مستنبط ہوا کیونکہ فَ میں جلدی اور تیزی کا اشارہ ہے اور جلدی وتیزی جھڑک کے لیے ہوتی ہے۔ جیسا کہ متقدمین کو تفاسیر سے ثابت ہے یعنی ایسے سوال کرنے والوں کو جلدی جواب دے کر دور دفع کر دو۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ جالینوس جیسے منکرین قیامت فلاسفہ کہتے ہیں کہ نہ قیامت آئے گی نہ پہاڑ فنا ہوں گے نہ زمین دنیا۔ اس لیے کہ قرآن نے قیامت قائم ہونے کی نشانی بتائی ہے دنیا کا فنا ہونا اور فنا کہتے ہیں باطل وختم ہونے کو بُطلان کے لیے ترتیب وار نقصان شرط ہے یعنی اشیاءِ دنیا آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی جائیں جیسے کہ انسان پر موت آنے لگتی ہے تو پہلے جوانی ختم بڑھاپا آیا اور بڑھاپے میں کبھی بینائی گئی تو سماعت گئی کبھی پاؤں کمزور تو ہاتھوں میں رعشہ یہاں تک کہ پھر موت اسی طرح دنیا کے بُطلان کے لیے ہونا چاہیئے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز آسمان پہاڑ چاند سورج سب

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح ہیں اگر قیامت برحق ہوتی تو ابتداً نقصانات سے ہوتی اور انتہاءً بطلان ہو جاتا اور چونکہ نقصان کہیں ظاہر نہیں لہٰذا بطلان نہیں اور بطلان نہیں تو قیامت کا قول درست نہیں اور قیامت کے بارے جتنے قول ہیں کہ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِدًّا۔ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا حَتَّعَتِ الْاَصْوَاتُ۔ یہ سب تخیلات محضہ ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) جواب۔ یہ اعتراض تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری نے نقل فرما کر اس کے دو جواب دئے ہیں ایک یہ کہ دنیا بھی علی الترتیب ہی ختم کی جائیگی مگر حبب دنیا پر بڑھاپا آئے گا اور دنیا کا بڑھاپا قریب قیامت ہوگا معترض کو ابھی کیسے نظر آجائے۔ خود اپنی تمثیل پر بھی غور نہیں جلد بازی کیوں کرتے ہو دنیا پر پہلے بڑھاپا تو آنے دو دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے۔ بطلان دو قسم کا ہے ۱؎ بطلانِ ذبولی و تدریجی اس میں آہستہ آہستہ ہی نقصان کا ورود لازم ہوتا ہے جیسے کہ بڑھاپے سے موت میں ہوتا ہے ۲؎ بطلانِ فجائت و ناگہانی) یہ دَفْعَةً وَاحِدَةً ایک دم رونما ہوتا ہے اللہ تعالیٰ دونوں قسم کے بطلان پر قادر ہے۔ موت بھی دو قسم کی ہے ہر موت بڑھاپے پر موقوف نہیں بچپن اور جوانی کی تغیر کسی پیشگی نقصان کے موت آجاتی ہے اور ایک دم پوری شخصیت کو باطل و فنا کر کے رکھ دیتی ہے لہٰذا بطلانِ ناگہانی میں تقدیم نقصان کا ظہور اور ورود ضروری نہیں لہٰذا سمجھ لو کہ قیامت بھی بطلانِ ناگہانی سے آسکتی ہے۔ اس کا انکار کیوں۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّ اَمْتًا۔ اہل لغت کے نزدیک عِوَج اس ٹیڑھ کو کہتے ہیں جو معنوی یا لگی ہو جیسے دینی عِوَج عقیدے کی عِوَج کہا جاتا ہے کہ فلاں کا عقیدہ و ایمان ٹیڑھا ہے اس کے لیے عِوَج لایں گے لیکن ظاہری اشیا کی ٹیڑھ کو عَوَج (عین کے زبر سے) کہتے ہیں تو عَوَج کا تعلق زمین سے ہے کیونکہ فِیْهَا میں ھا ضمیر کا مرجع زمین ہے اور زمین ظاہری چیز ہے اس کی ٹیڑھ یعنی اونچ نیچ بھی ظاہر تو پھر اس کے لیے عِوَج کیوں فرمایا گیا۔ عَوَجًا ہونا چاہیئے تھا۔ جواب۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ زمین اگرچہ ظاہری چیز ہے مگر اس کی ٹیڑھ دو قسم کی ہے ۱؎ ظاہری ٹیڑھ جو ہر شخص کو اس کی آنکھ سے نظر آجائے دور سے خواہ قریب سے ۲؎ معنوی ٹیڑھ جو آنکھ یا بصارت سے نظر نہ آئے بلکہ بصیرتِ عقلی سے نظر آئے اور جس کو پیمانہ یا ترازو رکھ کر معلوم کیا جائے یہاں زمین کی انتہائی مکمل ہمواری بیان کرنے کے لیے عِوَجًا فرمایا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسی قسم کی بھی ٹیڑھ نہ ہوگی بصارت سے دیکھنا تو درکنار کسی کی بصیرت اور پیمانے سے بھی نظر نہ آئیگی اُس دن زمین آنِ واحد میں قدرتِ الٰہیہ سے اتنی شاندار طریقے سے برابر و ہموار ہوگی اس لیے عِوَجًا فرمانا عین درست ہے کہ دونوں کی نفی ہو گئی بصیرت کی بھی اور بصارت کی بھی یہ بات عَوَجًا فرمانے سے

marfat.com
Marfat.com

نہ ہو تی دین وعقیدے کی ٹیڑھ بصیرتِ قلبیہ سے نظر آتی ہے تو گویا ٹیڑھ تین قسم کی ہے را جو آنکھ کی بصارت سے نظر آئے اس کو عَوَجًا کہتے ہیں ۲ جو بصیرتِ عقلی سے نظر آئے بذریعہ تجنیسے پیانے ۳ جو بصیرتِ قلبی سے نظر آئے۔ ان دونوں کے لیے عِوَجًا کا لفظ ہے اور بصیرتِ عقلی کی نفی سے بصارت کی نفی خود بخود ہو جاتی ہے۔ اسی لیے یہاں عِوَجًا فرمایا گیا۔ دوسرا جواب یہ کہ اہل لغت کے نزدیک کھڑی اور منتقلی چیز کی ٹیڑھ کے لیے عَوَج بفتح العین بولا جاتا ہے جیسے دیوار اور لاٹھی کی ٹیڑھ لیکن پڑی بھی یا معنوی قلبی اشیا کی ٹیڑھ کے لیے عِوَج بکسر العین بولا جاتا ہے جن اہل لغت کا حوالہ معترض نے پیش کیا وہ پوری بات نہیں ہے اور زمین چونکہ بچھی ہوئی چیز ہے اس لیے اُس کے لیے عِوَجًا بولنا بالکل ٹھیک ہے۔ پہلا جواب زیادہ مضبوط ہے۔ تیسرا اعتراض یہاں فرمایا گیا یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ آگے کے جواب میں فرمایا گیا فَقُلْ۔ ف استعمال فرمائی گئی۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس طرح کے بہت سے سوالات مذکور ہیں اور اُن کے جوابات میں قُلْ ہی ارشاد ہوا مگر ف کہیں نہ بولی گئی۔ مثلاً ۱ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَا ۲ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۳ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ ۴ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَیْرٌ ۵ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَذًی ۶ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ ۷ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ یہ سب سوال بھی یَسْئَلُوْنَکَ سے نقل فرمائے گئے مگر اُن کے جوابات میں صرف قُلْ ارشاد ہوا۔ فَقُلْ نہ فرمایا گیا۔ لیکن یہاں فَقُلْ ہے اس کی کیا وجہ؟ جواب۔ اس کے دو جواب دئے گئے ایک یہ کہ یہ سوال یہاں یَسْئَلُوْنَکَ جملہ شرطیہ ہے یعنی اگر وہ کفار یہ سوال کریں۔ اس لیے جواب کے لیے ف جزائیہ آئی اور فرمایا گیا فَقُلْ مگر دیگر سوالات شرطیہ نہیں بلکہ سوالِ ماضی کی خبر ہیں کہ وہ یہ سوال کرتے ہیں آپ ان کو یہ جواب دیدیجئے وہاں ف کی ضرورت نہیں۔ یہ جواب تفسیر روح البیان نے دیا مگر یہ جواب کمزور ہے تفسیر کبیر نے جوابِ دوم دیا کہ یہ سوال بھی اگرچہ دیگر سوالوں کی طرح خبر یہ ہی ہے مگر یہ سوال اصولِ دین میں سے ہونے کی وجہ سے اہم ہو گیا اور اہم سوال کا جواب جلدی دینا چاہیئے اس لیے فَقُلْ ارشاد ہوا کہ آپ فوراً یہ جواب دیدیجئے وہاں پہاڑوں کے متعلق سوال اصولِ دین میں سے اس لیے ہے کہ اس سوال کا تعلق قیامت کے قائم ہونے سے ہے یہ سوال منکرینِ قیامت نے کیا تھا اور قیامت پر ایمان لانا اصولِ دین میں سے ہے اس کا انکار اصولِ دین کا انکار ہے جو کھلا کفر ہے۔ اس کے جواب میں دیر کرنا اصولِ دین سے غفلت یا لاعلمی بھی ہو سکتی ہے لہٰذا فَقُلْ فرمایا

marfat.com
Marfat.com

تا قیامت یہ قانون بنا دیا گیا کہ جب کبھی اصولِ دین کے بارے میں سوال ہو تو اہلِ علم حضرات پر واجب ہے کہ سائل کو فوراً تسلی بخش جواب سمجھائیں۔ بخلاف دیگر مذکورہ سوالات کے کہ وہ فروعی عملی چیزوں کے بارے میں ہیں وہاں جلدی جواب کی ضرورت نہیں بدیں وجہ وہاں حرف قُلْ ارشاد ہوا نقل کا معنی ہوا کہ ابھی جواب فرما دو۔ اور قُلْ کا معنی ہوا۔ اس کا جواب فرما دینا۔ چوتھا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ۔ یعنی اُس دن پکارنے بلانے والے کی اتباع سب کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ وہ داعی زندوں کو پکارے گا یا مُردوں کو یعنی جس وقت وہ پکارے گا اس وقت لوگ زندہ ہو چکے ہوں گے یا کہ ابھی مردہ پڑے ہوں گے۔ نیز اگر اسرافیل پکاریں گے تو صور پھونکنے سے پہلے یا بعد یا دوران میں ہی۔ اگر یہ پکار پہلے ہے تو بیکار کیونکہ سب مردہ ہوں گے اور مردوں کو پکارنا بیکار نہ وہ اتباع کر سکیں گے۔ اور اگر مردے اسی پکار کو سن کر زندہ ہو جائیں اتباع کر لیں تو صور پھونکنا پھر بیکار کیونکہ صور ثانی تو صرف زندہ کرنے کے لیے ہوگا۔ مُردے تو پکار سے زندہ ہو کر اتباع میں چل پڑے تو اب صور پھونکنے کی کیا ضرورت۔ اور اگر بحالتِ نفخ پکاریں گے تو محال کیونکہ منہ سے تو صور بگل لگا ہوگا پکاریں گے کیسے۔ اور اگر صور پھونکنے کے بعد جب سب لوگ زندہ و بیدار ہو جائیں گے تب پکاریں گے تو مفسرین کا یہ قول غلط ہو جاتا ہے کہ ان کی پکار یہ ہوگی کہ اے بکھری ہڈیو! پوسیدہ گوشتوں پٹھوں کھالو بکھرے بالو۔ اللہ کے حکم سے جمع ہو کر حاضرِ بارگاہ ہو جاؤ اس اعتراض اور الجھن کا حل و جواب کیا ہے۔ جواب۔ اس کے چند جواب دیئے گئے ہیں مگر سب سے مختصر اور آسان و کامل تسلی بخش جواب یہ ہے کہ اسرافیل صور پھونک رہے ہوں گے اور جبرئیل یا کوئی دوسرا فرشتہ علیہم السلام بیت المقدس سے تمام قبروں میں پڑے مردہ جسموں کو آواز دے گا۔ زندہ ہوں گے صور کی آواز پر اور چلیں گے فرشتے کی آواز پر صور اور پکارنے کی آواز بیک دم شروع ہوگی اٹھتے جائیں گے چلتے جائیں گے پھر ایک جگہ جمع ہوں گے صور کی آواز بند ہو جائے گی تب ایک قدرتی آگ نمودار ہوگی جو آگے میدانِ محشر کی طرف چلا کرے جائے گی۔ نیز احادیث سے ثابت ہے کہ مُردوں میں اب بھی سننے کی قوت ہے اگرچہ جسم گل سڑ کر بکھرا پوسیدہ ہو چکا ہو لہٰذا مردوں کو پکارنا بیکار نہ ہوگا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم۔

پہاڑوں کا بیان

تفسیر روح البیان جلد پنجم ص۴۲۵ اسی آیت کے تحت ہے کہ دنیا میں کُل چھ ہزار چھ سو چھتیس پہاڑ ہیں

marfat.com
Marfat.com

دنیا کے پہاڑوں کی چار قسمیں ہیں ۱ معدنی ۲ آتش فشاں ۳ سرسبز پیداوار والے ۴ خشک قیمتی پتھر و معدنیات والے۔ آتش فشاں پہاڑ ساری دنیا میں چار سو پچیس ہیں۔ سب سے زیادہ آتش فشاں انڈونیشیا میں۔ ایک سو ستر سے کچھ عدد اس کے بعد اس سے کم فلپائن میں اس سے کم پاکستان میں پھر جاپان میں۔ فلپائن میں آتش فشاں بہت پھٹتے ہیں۔ دنیا میں مبارک اور متبرک گیارہ پہاڑ ہیں ۱ جبلِ سراندیپ شمالی حصہ چینی سرحد پر واقع ہے آدم علیہ السلام کے نزولِ جنت کی وجہ سے مبارک ہے ۲ جبلِ جودی نوح علیہ السلام کی وجہ سے فلسطین میں جزیرہ ابن عمر کے شمال میں ۳ جبلِ صفا ۴ جبلِ مروہ حضرت ہاجرہ کی وجہ سے کہ مکہ میں ہے ۵ جبلِ طور موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے مدین و شام کے درمیان ہے ۶ جبلِ رحمت آدم و حوا کی ملاقات کی وجہ سے میدانِ عرفات میں ۷ جبلِ رقیم (دجلوس) اصحابِ کہف کی وجہ سے روم میں ہے ۸ جبلِ ثبیر مکہ مکرمہ میں فدیۂ اسماعیل علیہ السلام میں دنبہ اس پر پہاڑ پر اترا تھا ۹ جبلِ حرا۔ غارِ حرا کی وجہ سے کہ مکہ میں ۱۰ جبلِ ثور۔ غارِ ثور کی وجہ سے مدینہ منورہ کی راہ میں ہے مکے سے تین میل دور جانبِ شمال مغرب ۱۱ جبلِ اُحد۔ جنتی پہاڑ نبی کریم کی محبت کی وجہ سے۔ مدینہ منورہ میں ہے۔ دنیا کے چند پہاڑوں کے نام ۱ جبلِ اودشان روم میں ہے ۲ جبلِ ابی قبیس مکہ مکرمہ میں ۳ جبلِ اروند اوّل ہمدان میں ہے ۴ اروندِ ثانی۔ علاقۂ سیستان میں ہے۔ ۵ جبلِ اسبرہ علاقۂ شماس ماد اور ۶ جبلِ الثغر علاقۂ قزوین میں ہے ۷ جبلِ اندلس۔ اندلس میں ہے ۸ جبلِ مجنہ۔ ترکستان میں ہے ۹ جبلِ قدس بیت المقدس کے پاس ہے ۱۰ جبلِ تحید علاقۂ اندران میں ۱۱ جبلِ میسون حلوان کے درمیان ہے ۱۲ جبلِ ثبیر۔ مکہ مکرمہ میں جبلِ حرا کے پاس ہے۔ مکے سے تین میل دور جانبِ شمال ۱۳ جبلِ ثور ۱۴ جبلِ حراب ہندوستان میں ۱۵ جبلِ جودی فلسطین میں ۱۶ جبلِ جوشن حلب میں ۱۷ جبلِ حرث ۱۸ حویرث۔ آرمینیہ میں ہے۔ ۱۹ جبلِ حرا مکہ مکرمہ میں ہے ۲۰ جبلِ حود قور علاقۂ قورشقامیں ہے ۲۱ جبلِ حیات۔ ترکستان میں ہے ۲۲ جبلِ دامغان علاقۂ رے میں ہے ۲۳ جبلِ دھاوند۔ رے میں ہے ۲۴ جبلِ ربوہ دمشق میں ہے ۲۵ جبلِ رضوی۔ مدینہ منورہ سے بیس میل دور شعبِ داؤدی اور تبوک کے درمیان ۲۶ جبلِ رقیم علاقۂ روم میں ہے ۲۷ جبلِ رانک ترکستان میں ہے۔ یہاں سدِ سکندری ہے اس کے پار یاجوج و ماجوج ہیں ۲۸ جبلِ زغوان۔ علاقۂ تونس میں ہے ۲۹ جبلِ ساوہ علاقۂ تونس میں ہے ۳۰ جبلِ سیلان۔ علاقہ اردبیل میں ہے ۳۱ جبلِ سُراۃ علاقۂ تہامہ میں یمنی سرحد پر ۳۲ جبلِ السماق حلب میں ہے ۳۳ جبلِ سراندیب علاقۂ ہرکند۔ ہندچین کی سرحد

marfat.com
Marfat.com

پر ہے۔ ۳۴ جبل سمرقند علاقۂ سمرقند میں ہے ۳۵ جبل الیسم چین میں ہے ۳۶ جبل الشب۔ یمن میں ہے ۳۷ جبل شیام علاقۂ صفا میں ہے ۳۸ جبل شرق البعل۔ علاقۂ شام میں ہے ۳۹ جبل شقان خراسان میں ہے ۴۰ جبل شکران۔ علاقۂ سکران میں ہے ۴۱ جبل مُوَر۔ علاقۂ کرمان پاکستان میں ہے ۴۲ جبل صفا مکہ مکرمہ خانۂ کعبہ کے پاس ہے ۴۳ جبل مروہ۔ خانۂ کعبہ کے پاس ہے ۴۴ جبل صفلیہ علاقۂ بحر مغربی میں ہے۔ ۴۵ جبل الضلع علاقۂ بصرہ میں ہے ۴۶ جبل طارق۔ علاقہ طبرستان میں ہے ۴۷ جبل طاہر مصر میں ہے ۴۸ جبل طبرستان طبرستان میں ہے ۴۹ جبل طورِ سینا۔ علاقہ مدین میں ہے ۵۰ جبل الطیر۔ مصر بین دریاؤ نیل کے پاس ہے۔ ۵۱ جبل غروان۔ طائف کے پاس ہے ۵۲ جبل طائف حجاز (سعودی عرب) میں ہے ۵۳ جبل عویر عمان میں ہے ۵۴ جبل کبیر بصرہ میں ہے۔ ۵۵ جبل فرغانہ علاقۂ خوارزم میں ہے ۵۶ جبل قیل وان علاقۂ مہرجان ۵۷ جبل قاسیون دمشق میں ہے ۵۸ جبل قاف علاقۂ روس میں ہے ۵۹ جبل ندفو مکہ مکرمہ میں ہے ۶۰ جبل قمران۔ روس میں ہے ۶۱ جبل کحل اشد اندلس میں ہے ۶۲ جبل کزنان۔ علاقہ طوس میں ہے ۶۳ جبل گلستان علاقۂ طوس میں ہے ۶۴ جبل ارجان علاقۂ طبرستان میں ہے ۶۵ جبل لبنان، علاقۂ حمص میں ہے ۶۶ جبل مقناطیس علاقۂ قزدم میں ہے ۶۷ جبل مورگان فارس میں ہے ۶۸ جبل نار ترکستان میں ہے ۶۹ جبل نہاوند طلسمان میں ہے ۷۰ جبل ہرمز طبرستان میں ہے ۷۱ جبل ہند، ہندوستان میں ہے ۷۲ جبل واسط علاقۂ اندلس میں ہے ۷۳ جبل یلیہ علاقۂ قزوین میں ہے ۷۴ جبل عیر مدینہ منورہ میں ہے ۷۵ جبل ارارات ایران میں ہے ۷۶ جبل قراقرم۔ پاکستان میں ہے ۷۷ جبل سلیمان۔ پاکستان میں ہے ۷۸ جبل وانس اندلس میں ہے ۷۹ جبل ابرز۔ ایران میں ہے۔ ۸۰ جبل ماؤنٹ بلانک۔ اٹلی میں ہے ۸۱ جبل گارو روس میں ہے ۸۲ جبل تالاگالا۔ سری لنکا میں ہے۔

		بلندی میٹر میں	بلندی فٹ میں
۸۳	جبل کینابالو	ملائشیا میں ہے۔	۱۳۴۵۵
۸۴	جبل ایورسٹ	تبت نیپال میں ہے	۲۹۰۲۸
۸۵	جبل کے ٹو	پاکستان کشمیر میں ہے	۲۸۲۵۰
۸۶	جبل کینگ چینگ جنگا	نیپال میں ہے	۲۸۲۱۵
۸۷	جبل مکالو	تبت میں ہے	۲۷۸۲۵
۸۸	جبل ڈھولاگری	" " "	۲۶۸۱۰

marfat.com
Marfat.com

۸۹	جبلِ نندا پربت	جموں کشمیر میں ہے	۸۱۲۶	۲۶۶۶۰
۹۰	جبلِ آنا پورنا	نیپال میں ہے	۸۵۷۸	۲۶۵۰۴
۹۱	جبلِ گیشر	جموں کشمیر میں ہے	۸۰۶۸	۲۶۴۷۰
۹۲	جبلِ گوسین تھین	تبت میں ہے	۸۰۱۳	۲۶۲۹۱
۹۳	جبلِ منداديوی	انڈیا میں ہے	۷۸۱۷	۲۵۶۴۰
۹۴	جبلِ راکہ پوشی	جموں کشمیر میں ہے	۷۷۸۰	۲۵۵۵۰
۹۵	جبلِ کیمیت تبت	انڈیا میں ہے	۷۷۵۶	۲۵۴۴۷
۹۶	جبلِ نجا بروہ	تبت میں ہے	۷۷۵۶	۲۵۴۴۷
۹۷	جبلِ گرلا مندھاتا	" "	۷۷۲۸	۲۵۳۵۵
۹۸	جبلِ الگ مستگ	" "	۷۷۲۳	۲۵۳۳۸
۹۹	جبلِ کنگر	چین سنیکیانگ روس	۷۷۱۹	۲۵۳۲۵
۱۰۰	جبلِ ترگ میر	پاکستان میں ہے	۷۶۹۰	۲۵۲۳۰
۱۰۱	جبلِ منیا کنوکا	چین میں ہے	۷۵۹۰	۲۴۹۰۳
۱۰۲	جبلِ متگ آٹا	سنیکیانگ	۷۵۴۶	۲۴۷۵۷
۱۰۳	جبلِ کیموتا بیک	روس میں ہے	۷۴۹۵	۲۴۵۹۰
۱۰۴	جبلِ پوبڑی	روس سنیکیانگ	۷۴۳۹	۲۴۴۰۷
۱۰۵	جبلِ چومل ہری	بھوٹان تبت	۷۳۱۳	۲۳۹۹۳
۱۰۶	جبلِ ایسینیا	روس میں ہے	۷۱۳۴	۲۳۴۰۶
۱۰۷	جبلِ اوجس ڈیلی سیلاڈو	چلی آرجن ٹینا	۷۰۸۴	۲۳۲۴۰
۱۰۸	جبلِ ایکون کینگوا	آرجن ٹینا میں ہے	۶۹۶۰	۲۲۸۳۴
۱۰۹	جبلِ بو سنتے	" "	۶۸۷۰	۲۲۵۴۱
۱۱۰	جبلِ تپن گینو	چلی میں ہے	۶۸۸۰	۲۲۵۱۰
۱۱۱	جبلِ ہرسکرن	پیرو	۶۷۶۸	۲۲۰۰۵
۱۱۲	جبلِ کل یلکو	آرجن	۶۷۲۳	۲۲۰۵۷
۱۱۳	جبلِ کیلس	تبت	۶۷۱۲	۲۲۰۲۸

marfat.com
Marfat.com

۱۱۴	جبل پروپاجا۔	جنوبی امریکہ پیروؤں ہے	۶۶۳۴	۲۱۷۶۵
۱۱۵	جبل ساجاما	بولیویا	۶۵۴۲	۲۱۴۶۳
۱۱۶	جبل ایلیمو	"	۶۴۸۵	۲۱۰۷۹
۱۱۷	جبل کورو روپونا	پیرو	۶۴۲۵	۲۱۲۷۶
۱۱۸	جبل آلپاقی	بولیویا	۶۴۰۲	۲۱۰۰۴
۱۱۹	جبل چیمبوراژو۔	چلی، ایکواڈور	۶۳۱۰	۲۰۷۰۱
۱۲۰	جبل کلمنجارو	افریقہ تنزانیہ		۱۹۵۶۵
۱۲۱	جبل نانگا پربت ہمالیہ	انڈیا		۲۶۶۵۰
۱۲۲	جبل راکا پوشی	چین		۷۷۸۸
۱۲۳	جبل انڈیز	امریکہ جنوبی میں ہے	چار ہزار میل لمبائی ہے	
۱۲۴	جبل مری	پاکستان میں ہے		۷۵۰۰
۱۲۵	جبل ماؤنٹ ایگمنٹ خوبی ریلا	نیوزی لینڈ		۲۰۳۰
۱۲۶	جبل ماؤنٹ ایورسٹ	امریکہ		۲۹۰۲۸
۱۲۷	جبل کنچن چنگا	چین		۲۸۱۴۶
۱۲۸	جبل ہندوکش	افغانستان		۲۵۰۰۰
۱۲۹	جبل پیدورو تالاگالا	سری لنکا		۸۸۸
۱۳۰	جبل ماؤنا	روس		۲۱۰۰۰
۱۳۱	جبل راکی ماؤنٹین	کینیڈا		۸۸۸
۱۳۲	جبل نکیال	افغانستان		۱۹۰۰۰
۱۳۳	جبل ٹال آتش فشاں	فلپائن		۸۸۸
۱۳۴	جبل ماؤنٹ اگ	نیوزی لینڈ		۴۶۶۵۰
۱۳۵	جبل سیکنلے			
۱۳۶	جبل گلیکن			
۱۳۷	جبل مرغریطہ			
۱۳۸	جبل ہیا رے			

marfat.com
Marfat.com

ہر پہاڑ کے چار حصے ہوتے ہیں ۱ جڑ ۲ دامن ۳ سطح ۴ چوٹی۔ دنیا کی بلند ترین چوٹیاں اٹھارہ عدد ہیں جن میں سے سات چوٹیاں کوہ ہمالیہ کی ہیں۔ کوہ ہمالیہ دنیا کا سب سے اونچا اور لمبا پہاڑ ہے اس کا وجود چودہ ملکوں میں پھیلا ہوا ہے تقریباً آدھے شمال پر اس کا پہاڑی قبضہ ہے ۱ چین ۲ روس ۳ بھارت ۴ تبت ۵ بھوٹان ۶ پاکستان ۷ افغانستان ۸ نیپال ۹ شمالی کشمیر ۱۰ شمالی بنگال ۱۱ علاقہ کاستان میں ۱۲ سکم میں ۱۳ سینکیانگ میں ۱۴ کینیڈا ۱۵ اقاف

دنیا کی اونچی چوٹیاں

یہ سب بلندیاں سطح سمندر سے ہیں۔

			بلندی میٹر میں
۱	چوٹی ایورسٹ۔ کوہ ہمالیہ	نیپال میں	۲۹۰۲۸
۲	چوٹی کچن جنگا "	چین میں	۲۸۲۰۸
۳	میکالو "	تبت میں	۲۷۸۲۴
۴	چوٹی دھوگری "	سکم میں	۲۶۸۱۱
۵	چوٹی نانگا پربت "	جموں کشمیر میں	۲۶۶۲۰
۶	" شیشا پنگما "	کاستان میں	۲۱۲۹۰
۷	" نندا دیوی "	تبت میں	۲۵۵۴۵
۸	چوٹی کے ٹو۔ کوہ قراقرم	پاکستان میں	۲۸۲۵۰
۹	" ترچیمیر۔ کوہ ہندوکش	افغانستان میں	۲۵۳۲۰
۱۰	چوٹی میکنلے	سینکنگ میں ہے	۲۰۳۲۰
۱۱	چوٹی لوگان	کوہ میکنلے روس میں	۱۹۵۳۹
۱۲	" کلیماں جارو۔ کوہ کلیمان جارو	افریقہ میں	۱۹۳۴۰
۱۳	" ایرزر۔ کوہ ایرزر	ایران میں	۱۸۴۶۴
۱۴	" ارارات۔ کوہ ارارات	ترکستان میں	۱۶۹۱۶
۱۵	" ماؤنٹ بلانک کوہ الپس	اٹلی میں	۱۵۷۸۲

marfat.com
Marfat.com

۱۶	چوٹی مرغزلیطہ کوہ مرغزلیطہ - یو گنڈا میں ہے -	بلندی میٹر میں	۱۶۷۶۳
۱۷	چوٹی ماؤنٹ وڈروفی کوہ ماؤنٹ وڈروفی - اسٹریلیا میں ہے	بلندی میٹر میں	۱۴۸۰۰
۱۸	چوٹی مہیالے کوہ مہیالے - اسٹریلیا میں ہے	بلندی میٹر میں	۱۴۱۰۰

یہ تمام معلومات اور پہاڑوں کے نام ہم نے کتاب عجائب المخلوقات جلد اول علامہ ذکریا قزوینی اور انگریزی انسائیکلو پیڈیا اور اردو انسائیکلو پیڈیا سے حاصل کی ہیں۔ باقی پہاڑوں کے نام ہم کو حاصل نہ ہو سکے۔ رب تعالیٰ نے انسانی حیوانی ضروریات زندگی کے لیے زمین دنیوی کو چھ حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک سمندر دوم سمندر سے مٹی سوم مٹی سے دلدل چہارم دلدل سے پتھر پنجم پتھر سے پہاڑ ششم پھر پہاڑوں سے ریت۔ پہاڑ۔ انسان کے لیے قدرت کی عظیم نعمت ہے پہاڑوں میں انسان کے لیے تیرہ قسم کے خزانے ملتے ہیں ۱ پہاڑوں سے زمین کا ٹھیراؤ اور ایک جگہ ساکن ہونا ہے درخت کی جڑ کی طرح پہاڑوں کی جڑیں بھی زمین کے نیچے تک تحتہ الثریٰ میں ہیں ۲ پہاڑوں کے اندرونی باطنی علاقوں میں سونا ۳ چاندی ۴ لوہا ۵ رانگ سلور ۶ قیمتی پتھر ۷ ہیرے ۸ جواہرات ۹ زبرجد ۱۰ پٹرول ۱۱ مٹی کا تیل ۱۲ گیس ۱۳ آتش فشانی لاوا۔ اس لاوے سے آٹھ چیزیں بنتی ہیں ۱ نمک ۲ نوشادر ۳ پھٹکری ۴ پتھری کوئلہ ۵ گندھک ۶ پٹاس ۷ بارود ۸ سیمنٹ۔ یہ اکیس خزانے پہاڑوں کے اندر سے انسانوں کو ملتے ہیں۔ اور پہاڑوں کی ظاہری دولت ۲۲ ہر قسم کی عمارتی اور ایندھنی لکڑی ہر قسم کی ۲۳ خودرو فروٹ اور میوے ۲۴ جنگلات ۲۵ طبی جڑی بوٹیاں ۲۶ بادل ۲۷ برف ۲۸ برف سے چشمے ۲۹ چشموں سے ندی۔ نالے دریا ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالَ وَمَا فِیْهِنَّ۔

تفسیر صوفیانہ

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا۔ اے محبوب ازلی ہم ہی دہر قدیم سے جانتے ہیں ان تمام مجرمین محرومیت کی ظاہری باطنی باتوں کو اور تصوراتی اندازوں کو جو وہ کہتے کرتے ہیں اور اس وادی حسرت میں جو زیادہ عقل و خرد کی بلند آوازی لگاتا ہے وہی پستی حماقت میں زیادہ گہرا نیچے گرتا ہے اور عقل ماؤف۔ دماغ فتور سے سمجھتا ہے کہ لذات ناسوتی شہوانی میں تم فقط ایک ہی دن ٹھہرے تھے ہمارے جرائم تو فقط ایک ہی دن کے ہیں تو پھر عذاب دائمی اتنا لمبا کیوں۔ حبب اہل بلا اور بندگان ابتلا کو محشر حساب الخیانات میں بلانے کے لیے نقارۂ

marfat.com
Marfat.com

حشر بجایا جائے گا تو ان کی اس حالتِ یاس اور کیفیتِ فترحِ اکبر کو ہم ہی جانتے ہیں۔ اُس دن کون کیا بولے گا اور شدتِ لشکرِ بلا سے کس کا کیا اندازہ ہوگا۔ اہلِ شقاوت کی قیامتِ صغریٰ جب اُن پر برپا ہوگی تو بڑے بڑے بدبختوں کی عقل و دانش خراب ہو جائے گی دنیا تو ایک بادل کا خفیف سایہ ہے جس کی بے ثباتی کا پتہ اہلِ ایمان کو دنیا میں چل جاتا ہے مگر اہلِ شقاوت کو محرومی کی وادی میں گر کر پتہ چلتا ہے تب کہتا ہے ہائے میری ہلاکت یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ میں نے تو آخرت کو غفلت کی نیند کے بدلے بیچ دیا۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؎

مکن عمر ضائع بافسوس وحیف — کہ فرصت عزیز است دروقتِ سیف

بیدرداں نوں نیند پیاری آپنی کھوا دے — دردمنداں نوں یاد بجن دی ساری رات جگاوے

پچھلی راتیں رحمت ربدی گھر گھر کرے آوازہ — اٹھو بندیو رب کر لوکھاں ہے دروازہ

(عارفِ کھڑی شریف)

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ۔ فَقُلْ یَنْسِفُھَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُھَا قَاعًا صَفْصَفًا۔

اے محبوب یہ اہلِ ضلالت موتِ روحانیت میں جبالِ اجسام کے وجوداتِ ابدان کی فنا و بقا کا سوال کرتے ہیں۔ تو اُن کو بتا دے کہ میرا رب تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے دین و ایمان اعمال و اخلاق کی ان بلند و بالا رکاوٹوں ضلالتوں کو آنِ واحد میں صفاتِ قہریہ کی تجلی ظہوریہ کے ذریعے۔ جڑوں سے اکھیڑ کر ریم و رمان ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا بنا کر زمینِ فنا کے برابر کر دے گا۔ اُن نفحاتِ الٰہیہ کی ہواؤں سے جو معدنِ احدیت میں پیدا ہونے والی ہیں پھر پھیلا دے گا ان ذرۂ محسوسہ کو قیامتِ حرمان میں وجوداً احدیاً لغو یا بنا کر اس طرح کہ نہ غیریت نظر آئے نہ دوئی نہ دوری تب وہ غافلین و کاسلین اتباعِ حق میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ ان کی حرکت بجز حق کے نہ ہو۔ نہ حیاتِ نہ انحراف کی ٹیڑھ رہے نہ کسی کھوٹ و ملاوٹ غیر کا اندیشہ رہے۔ وہی حق کا داعی ہر سمت سے اُس کی پیشانی پکڑ کر چلانے والا ہے صراطِ مستقیم پر اور پھر یہی غافلین سیرتِ حق کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں اسی ارادۂ حق کے تقاضے کے مطابق یہ وہ حسرت و یاس کی گھڑیاں ہوں گی جب بجز صوتِ سرمدی آوازِ عرشی نقارۂ قدسی کے کوئی کسی طرف سے کسی کی آواز برآمد نہ ہوگی داعیِ فلکِ رابع کا مُدبّرِ اجسام مفیضِ حیات ہوگا۔ اُس وقت عالمِ اسرار و معرفت میں حکمتِ الٰہیہ کی خلاق و رزی کوئی نہ کر سکے گا تمنائے فاسدہ کی سب آوازیں صیبتِ کشفِ اسرار سے مٹ جائیں گی اے عقل والو تم پر واجب ہے کہ دنیا اور اُس کی خواہشات کی طلب میں عمر قیمتی کو

marfat.com
Marfat.com

ضائع نہ کرو اس لیے کہ حیاتِ دنیوی کا یہ وقت نقدِ نفیس ہے۔ صالحات اور اعمالِ خیر جو ہر نفیس ہیں ارادۂ مومن بازِ اشہب ہے جو مُردار پر نہیں گرتا۔ وہ طائرِ لاہوتی کو شکار کرتا ہے عیشِ دنیا تعبیر ہے خطراتِ دنیا بیسیر ہے۔ اس کی تدرد منزلت حقیر ہے اس کا فائدہ صغیر ہے کہ مچھر کے پر سے بھی کمتر ہے

بر مردِ ہشیار دنیا خس است کہ ہر مدتے جاء دیگر کسی است

آرامِ دنیوی کے ہزار سال مثل یک ساعت ہیں۔ اور عذاب کی ایک ساعت مثل ہزار سال ہیں۔ تمام اطاعتوں سے افضل اطاعت ادب و احترام کے ساتھ محبتِ نبی ہے اور احسن الخشات توحیدِ الٰہی ہے۔ تقویت الیقین کی دولت عبادتِ قرآنی سے حاصل ہوتی ہے اور اتباعِ حقیقی کی دولت اطاعتِ احادیث سے حاصل ہوتی ہے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اہلِ جنت کا لباسِ معرفت ہے۔ عارفین کا لباس دو قسم کا ہے ایک عروۃ الوثقیٰ دوم معنیٔ حقیقت۔ جنتِ اسرار چار قسم کی ہے ۱ جنتِ صوری ۲ جنت معنوی ۳ جنتِ قلبِ مطیع ۴ جنتِ روحِ حیات جن میں انوار کی کلیاں۔ اسرار کے پھل، تجلیات کی خوشبوئیں ہیں۔ عابدین کے لیے جنت صوری خوشی قسمت ہے وہ بندہ جس کو احراق ملے تو نارِ عشق کا استغراق ملے تو بحرِ توحید کا

نجات ملے تو لقاءِ دائمی کا کنارہ ملے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

لَا تَرٰی لَھُمْ عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَہٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا ھَمْسًا۔ اے بندۂ اسرار وادیِ محبتِ الٰہی میں نہ بے رخی کا جوڑ ہے نہ فنا کا امتا ہے۔ جب مکاشفاتِ قبورِ باطن کا محشر قائم ہوتا ہے تو ہر سالک مرید داعی إلی الحق کی پکار پر دوڑتا چلا جاتا ہے۔ یہ اسرار بے خودی کا وہ مقام ہے جہاں خودی کے نعرے مارنے والے حنفاء کی زبانیں گونگی ہو نٹ لرزتے۔ اجسام تھرآتے ہیں اور خودی کو بلند کرنے کے سب دعوے فنا ہو جاتے ہیں یہ خودی کی نفسانی چیخ و پکار صرف دنیا میں دنیا سازی ہے۔ مقامِ بیخودی میں لَا تَسْمَعُ اِلَّا ھَمْسًا کس کی کوئی آواز نہیں ہے۔ صرف تارِ انفاس میں اِلَّا ھُوَ کی سانسیں اور پہلوؤں کی سرسراہٹ ہوگی ؎

خودی والا اگر وہ شخص ہوتا اس زمانے میں تو میں بھی اُس کو سمجھاتا مقامِ بیخودی کیا ہے

خودی چال ہے جس کو نَسْفًا کر دیا جائے گا۔ بیخودی زمین ہے جس کو قَاعًا صَفْصَفًا کی شان دی جائے گی۔ خودی کو نَسْفًا کی ذلت بیخودی کو صَفْصَفًا کی عزت ہے۔ خودی خود پسندی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بیخودی حق پسندی ہے۔ خودی۔ خود چڑھنا ہے جس کا انجام گرنا ہے۔ بیخودی چڑھا جانا ہے جس کا انجام ترقی ہے خودی میں فروتنیت کا عروج اور سامریت کا اُمتناہے بیخودی عاجزی وانکساری کا لاعروج گنبد ہے۔ خودی میں شوبرِ شیطان ہے۔ بیخودی میں خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ ہے۔ خودی میں جھوٹے دعووں کا نعرۂ گزیدا ہے بیخودی میں خوفِ الٰہی کا اِلْاَحْسَنَا ہے خودی وہ آگ ہے کہ دانہ اس میں جاکر ایھنا کو دتا اور بلند ہونا چاہتا ہے انجام کار جل بھن جاتا ہے بیخودی وہ خاک ہے کہ دانہ خاک میں جاکر گل وگلزار ہوتا ہے یہ ہیں وہ آٹھ فرق جو خودی اور بیخودی میں ہیں مولیٰ تعالیٰ ہر مسلمان کو خودی کے دامِ ابلیسی سے بچائے آمین صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیوی زندگی میں جس مردِ مومن کی عادت پاس انفاس اور ذکرِ الٰہی کی قائم ہوگی تو وہ میدانِ محشر کی اُس ہولناک خاموشی میں بھی نہ گھبرائے گا۔ کیونکہ اُس کا ذکرِ الٰہی وہاں بھی جاری ہوگا اس کی دنیوی عادتِ خاموشی اُس کے کام آئے گی۔ لیکن جو لوگ دنیا میں ذکر وفکر سے غافل شور وغل بدمائل اور عادی ان کی وہاں مصیبت ہوگی۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ خاموشی تنہائی خلوت گزینی پاس انفاس اور ذکرِ الٰہی کی عادت دنیا میں ہی بنائے انشاء اللہ تعالیٰ یہ عادت قبر حشر میں کام آئے گی۔ آج کے دور میں پیری مریدی بہت ہے مگر آداب وطریقے نہ پیر کو یاد نہ مرید کو۔ پیر میں دنیا سازی کی ہوس آرام طلبی کی عادت۔ مرید میں جلد بازی کی طلب نہ اِدھر ذوق نہ اُدھر شوق جسم دبوانے کی عادت بھی خواہشاتِ نفسانی میں سے ہے۔ مشربِ صوفیا میں ہر دنیوی عادت جبلتِ شیطانی ہے اور راہِ معرفت کی رکاوٹ کسی چیز کی عادت نہ بناؤ اگرچہ وہ شرعاً جائز ہی ہو۔ بندہ اپنے آپ کو مسافر سمجھے اور مسافر کے لیے کوئی بھی عادت بڑی مصیبت اور فتنہ ہے۔ عادت ڈالنے سے پانچ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ۱ رکاوٹ ۲ تھکاوٹ ۳ بناوٹ ۴ لگاوٹ ۵ گراوٹ۔ عادت ڈالنے سے عقل میں رکاوٹ جسم میں تھکاوٹ اعمال میں بناوٹ نفس میں لگاوٹ اور قلب میں گراوٹ پیدا ہوتی ہے کیونکہ جب کبھی عادت کی چیز نہ ملے تو عقل ناکارہ بدن تھکا ماندہ اعمال عبادت بناوٹی کسلمندی سے نفس عادت میں لگا ہوا۔ قلب پژمردہ ہو جاتا ہے۔ شیطان آسانیاں ڈھونڈتا ہے۔ قلب صمت کا متلاشی ہمت والے مرد آسانیوں کی طرف مائل نہیں ہوتے ؎

رہروانِ راہِ منزل تھک نہ جانا راہ میں ۔۔۔ لذتِ صحرا نوردی دوریِ منزل میں ہے

marfat.com
Marfat.com

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ

اُس دن فائدہ نہ دے گی کوئی سفارش مگر

اُس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر

أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾

اجازت دے گا جس کو اللہ رحمٰن اور اچھا لگیگا جس کا کلام

اُس کی جسے رحمٰن نے اذن دیدیا ہے اور اُس کی بات پسند فرمائی

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

جانتا ہے وہ اللہ اُن تمام کو جو اُن کے سامنے ظاہر ہے اور اُن کو جو اُن سے غائب ہے

وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے

وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ

اور نہیں گھیر سکتے وہ لوگ اُس ذات کو اپنے علم میں۔ اور ذلت و شرمندگی

اور اُن کا علم اُسے نہیں گھیر سکتا ۔ اور سب منہ

الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ

سے لگے ہوں گے وہ چہرے اللہ حی و قیوم کے حضور اور خراب ہو گا وہ

جھک جائیں گے اُس زندہ قائم رکھنے والے کے حضور۔ اور نامراد رہا جس نے

حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾

جس نے ظلم لجایا ہے

ظلم کا بوجھ لیا

marfat.com
Marfat.com

تعلقات اِن آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کا طلب شفاعت کے لیے پیچھے دوڑنے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں شفاعت کرنے والوں کا تذکرہ ہے کہ کس کی شفاعت معتبر ہے اور کس کی غیر معتبر دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں بیدلانِ محشر کا ایک نقشہ کھینچا گیا کہ خشیتِ الٰہی سے سب کی آوازیں پست اور انتہائی دھیمی ہوں گی۔ اب اِن آیت میں قیامت کا دوسرا نقشہ کھینچا جا رہا ہے کہ سب کے چہرے بھی جھکے ہوں گے۔

تفسیر نحوی یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ یَوْمَئِذٍ اسم ظرف زمانی مرکب اضافی ظرف مقدم ہے لَا تَنْفَعُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مستقبل منفی واحد مؤنث غائب نَفْعٌ سے مشتق ہے یعنی فائدہ دینا۔ کام بنانا اَلشَّفَاعَةُ۔ اسم معرف باللام مصدر ہے آخر میں تَ مصدریہ ہے شَفْعٌ سے بنا ہے یعنی سفارش کرنا بچانا۔ دلوانا۔ کام بنوانا۔ یہ فاعل ہے۔ لَا تَنْفَعُ اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا حرف استثنیٰ اَذِنَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب لَهٗ لام جارّہ تَقْدِیْرِیہ کا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل اس کا مرجع ذہنی ہے مراد ہے شفیع اَلرَّحْمٰنُ فاعل ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ رَضِيَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق مثبت معروف هُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے اَلرَّحْمٰنُ لَهٗ یہ جار مجرور متعلق ہے قَوْلًا اسم مفرد مصدر جامد فاعل مصدر یعنی بات یا پورا کرداریعنی عملی زندگی یہ تمیز ہے ہٗ ضمیر کی یا مفعول بہ ہے رَضِيَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں مل کر مستثنیٰ ہوا لَا تَنْفَعُ کے جملے کا دونوں مل کر جملہ استثنائیہ ہو گیا خیال رہے کہ اَذِنَ اور رَضِيَ دونوں ماضی بمعنی مستقبل ہیں يَعْلَمُ باب سَمِعَ کا مضارع واحد مذکر غائب اس کا فاعل غیر صیغہ هُوَ ہے مرجع اَلرَّحْمٰنُ ہے مَا موصولہ بَيْنَ اسم ظرفی مکانی مضاف ہے اَيْدِيْ جمع مکسر ہے يَدٌ کی یعنی ہاتھوں کے درمیان مراد ہے سامنے هِمْ ضمیر جمع کا مرجع مجرور بَيْنَ ہے مضاف الیہ ہے یہ ڈبل مرکب اضافی صلہ ہے دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَا موصولہ خَلْفَ اسم مفرد جامد مضاف یعنی پیچھے مراد ہے غائبانہ اَفعال و اَعمال و اَقوال یہ مرکب اضافی صلہ ہو کر دونوں معطوف ہوئے دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہوا يَعْلَمُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ سر جملہ لَا يُحِيْطُوْنَ باب اِفعال کا مضارع منفی معروف حال جمع مذکر غائب حَوْطٌ سے بنا ہے یعنی گھیرنا مصدر ہے اِحْوَاطٌ اور اِحَاطَةٌ گھیرنا پانچ قسم کا ہے ۱ احاطہ مکانی جیسے زمین

marfat.com
Marfat.com

گھیرنا ۲ احاطہ نگرانی یعنی مکمل حفاظت چاروں طرف سے بچانا ۳ احاطہ منعی چاروں طرف سے روک دینا ۴ احاطہ قوت و قدرت یعنی مکمل قابو کر لینا یا قابو پا لینا ۵ احاطۂ علمی یعنی پوری معلومات حاصل کر لینا یہاں اسی کی نفی ہے ب جارہ تعدیہ (مفعولیت) کا بمعنی کو۔ ہٗ ضمیر کا مرجع اَلرَّحْمٰنُ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے یَاْتِیْ کا۔ اسم مفرد جامد حاصل مصدر مفعول فیہ ہے لَا یُحِیْطُوْنَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ واؤ سر جملہ عَنَتِ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق بمعنی مستقبل مثبت معروف واحد مؤنث غائب عَنْوٌ سے مشتق ہے بمعنی ذلت سے جھکنا۔ شرمندگی سے منہ لٹکانا اَلْوُجُوْہُ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے وَجْہٌ بمعنی چہرہ فاعل اسم ظاہر ہے اس لیے عَنَتِ جمع نہ آیا واحد آیا مگر ترجمہ جمع کا ہو گا لِلْحَیِّ لام حرف جر تعلیلیہ بمعنی لیے یا بمعنی عِنْدَ حَیِّ اسم مفرد جامد صفاتی خصوصی نام ہے اللہ تعالیٰ کا لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی یہاں متعدی ترجمہ کرنا زیادہ اچھا ہے یعنی زندہ رکھنے والا اَلْقَیُّوْمُ۔ اسم مفرد صیغہ صفت مبالغہ کے لیے بروزن فَیْعُوْلٌ۔ قوم سے مشتق ہے یہ لازم بھی ہوتا ہے اور متعدی بھی بمعنی قائم رہنے والا قائم رکھنے والا لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ کی ترکیب نحوی میں تین قول ہیں ۱ یہ اضافت بیانیہ ہے اور قیوم بیان اور وضاحت ہے حَیّ کی ۲ یہ دونوں موصوف صفت ہیں ۳ یہ دونوں مُبْدَلٌ مِنْہُ اور بدلُ الکل ہیں یہ دونوں مجرور ہو کر متعلق ہے عَنَتِ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ قَدْ خَابَ باب ضَرَبَ کا فعل ماضی قریب مثبت معروف واحد مذکر غائب۔ خَیْبٌ سے مشتق ہے بمعنی خراب یا سوا یا مراد ہونا۔ مَنْ اسم موصول حَمَلَ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق بمعنی ماضی قریب مثبت معروف واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر صیغہ پر شنیدہ اس کا فاعل ہے مرجع مَنْ ہے ظُلْمًا۔ اسم مفرد حاصل مصدر جامد بمعنی بلاوجہ نقصان کرنا۔ مفعول بہ ہے حَمَلَ کا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا دونوں مل کر فاعل ہوا خَابَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ ان آیات میں تمام افعال بمعنی مستقبل ہیں سوائے مَنْ حَمَلَ کے کہ وہ ماضی قریب کے معنی میں ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر عالمانہ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَمَا خَلْفَہُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا۔ قیامت کی چھ بیان کردہ خصوصیات میں سے چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس دن کسی شخصیت کی کوئی شفاعت کسی مجرم کو کوئی فائدہ نہیں دے گی نہ سفارش میں نہ حمایت میں نہ بچا سکے نہ چھڑا سکے نہ معافی دلا سکے ہاں البتہ اس برگزیدہ اور مقبول بارگاہ یاری شخصیت کی شفاعت سفارش قبول ہو گی جو سچی

marfat.com
Marfat.com

صحیح اور درست شفاعت کرے اسی کو شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوگی اسی پسندیدہ بندے کی شفاعت رضاءِ الٰہی کے مطابق ہوگی اور مجرم کے حال کے مناسب بھی شفاعت کا لغوی معنیٰ ہے کسی کا کسی سے جڑنا۔ تعلق پیدا کرنا۔ اصطلاحی معنیٰ ہے کسی اعلیٰ شخصیت کا ادنیٰ شخص سے تعلق رکھنا اُس کی مدد کرنے اور جائز طریق پر مصیبت سے چھڑانے کے لیے۔ جب کہ مصیبت زدہ اس شفاعت کی طلب بھی کرے اور لائقِ شفاعت بھی ہو۔ قیامت میں نالائق کی شفاعت کوئی نہیں کرسکتا۔ اصطلاحی شفاعت کی تین صورتیں ہیں۔ کسی کو بچانا مصیبت اور تکلیف سے۔ ۲ چھڑانا قیدِ عذاب و جہنم سے۔ ۳ نیکی کی طرف داری کرنا اچھائی سے یہاں اصطلاحی معنیٰ ہی مراد ہے قیامت کی شفاعت میں پانچ شرطیں ہیں۔ پہلی یہ کہ شفیع مومن متقی مقبولِ بارگاہ ہو دوم شفیع اپنے مشفوع کے تمام حالات و اعمال و کیفیات اور خطاءِ گناہ سے واقف ہو۔ اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ مشفوع بارگاہِ الٰہی کی شفاعت کے لائق ہے یا نہیں۔ صرف ایسا ہی شفیع شفاعت کرسکے گا اور اسی کو شفاعت کا اذنِ الٰہی ملے گا بغیر اذنِ الٰہی کوئی بھی شخص اپنی مُنہ مرضی سے کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا نہ سچی نہ جھوٹی نہ غلط نہ صحیح۔ سوم یہ کہ مشفوع بھی مومن ہو کافر نہ شفیع بن سکے نہ مشفوع۔ چہارم یہ کہ مشفوع حق العبد کا ظالم غاصب گناہگار نہ ہو صرف حق اللہ کے گناہ صغیرہ کبیرہ والے کی شفاعت ہوگی۔ پنجم یہ کہ شفیع اتنا علم شعور اور فراستِ قلبی رکھتا ہو کہ ہر گناہ گار تعلق دار کے ظاہری باطنی عمل و ارادۂ قلبی کو جانتا ہو۔ قیامت کی شفاعت دنیوی سفارشوں کی طرح نہ ہوگی۔ کہ ہر شخص منہ اٹھا کر اپنی سرداری چوہدراہٹ۔ یا رشتے داری کی ناز برداری یا امیری کی دھونس کا سہارا لے کر بلا استحقاق ہر کس و ناکس کی شفاعت پر چلا آئے۔ قیامت میں کوئی ایسی جرأت نہیں دکھا سکتا۔ شفاعت دنیا آخرت میں بڑا نازک مسئلہ ہے اسی لیے رب تعالیٰ نے شفاعتِ قیامت کا قرآنِ مجید میں جتنی دفعہ بھی ذکر فرمایا ہے تو بے شمار قیود و شرائط کے ساتھ فرمایا۔ تاکہ دنیوی عدالتوں کو عبرت و بصیرت حاصل ہو اور اندھا دھند سفارشوں حمایتوں کا دروازہ بند ہو۔ ذرا سی بھول چوک اور مجرم کے حالات سے بیخبری سینکڑوں قسم کی خرابیاں اور ظلم پیدا کرکے عدالتوں کا سنیما ناس بلکہ کئی سلطنتی امور تباہ و برباد ہو کر ظلم کا دور دورہ اور جرائم پر دلیرانہ بھرمار ہو جاتی ہے۔ سفارش اچھی چیز ہے مگر جب کہ حقدار کو ملے قیامت میں سفارش ہوگی شفاعت کا دروازہ کھلا ہوگا مگر شفاعت کرنے کے لیے سخت قسم کی پابندیاں ہیں جن کا ذکر قرآنِ کریم میں بار بار فرمایا گیا اور ہر شخص کو سنایا گیا۔ واضح بتایا گیا کہ کون شفاعت کرسکتا ہے کس کی کرسکتا ہے۔ شفاعت کے لیے شفیع کا عالم و واقف ہونا پہلی

marfat.com
Marfat.com

شرط ہے۔ تفسیر روح البیان نے آیت الکرسی کی تفسیر میں فرمایا کہ۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ سے مراد شفاعت کرنے والے کا معلوماتی علم ہے کہ شفیع جانتا ہے مجرم و مشفوع کے حالات ایسے ہی شفیع کو شفاعت کی اجازت ہوگی۔ کوئی شخص اپنے علم اور مشفوع کے استحقاق و لیاقت کے بغیر بارگاہِ الٰہیہ میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ یا اللہ فلاں شخص چونکہ میرا عزیز یا دوست ہے یا میرا خاص آدمی ہے تو اس کو معاف کر دے اگرچہ اُس مشفوع نے دنیا میں کتنے ہی ظلم جرم۔ غرور اکڑ بازیاں کی ہوں اور اللہ سے دور عبادت سے نفور توبہ سے غرور کیا ہو۔ اسی لیے دنیا میں جس کو رب نے یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ کی معلوماتی قوت بخشی ہوگی قیامت میں بس اُس کو ہی مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ کا مقام ملے گا۔ دنیا میں جس نے محبوبیتِ الٰہیہ کی طلب و سعادت حاصل کی ہوگی قیامت میں بس اُسی کو وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا کا انعام ملے گا۔ یعنی وہ شفیع اپنے علوم غیبیہ یا یا شعور تعلقیہ یا فراستِ ایمانیہ۔ یا مشاہداتِ نظریہ اور تجرباتِ عقلیہ سے جانتا ہو کہ مجرم کون ہے کہاں کا ہے جرم کیا ہے کیا ہے۔ قابلِ شفاعت ہے یا نہیں۔ جرم گیارہ نہیں ہیں۔ گناہ صغیرہ کبیرہ۔ جرم۔ کفر۔ ظلم۔ ضد۔ غرور۔ حقوق العباد۔ حقوق اللہ۔ دنیا میں تائب یہ توبہ یا اخروم تک اکڑ باز ہی۔ رہا سورۃ انبیا آیت ۲۸ میں اسی جانب اشارہ ہے کہ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی۔ یعنی شفیع المذنبین صرف اسی کی سفارش فرمائیں گے جس کے متعلق جانتے ہوں گے کہ اس گناہگار خطاکار عاصی بدکردار نے دنیوی زندگی میں گناہوں کے ساتھ ساتھ ایسی نیکیاں عجز انکساری بھی کی ہیں کلمہ ایمانیہ اور شرمندگی کے آنسو بھی بہائے ہیں جن کے طفیل اُس غفور الرحیم مولیٰ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کرلی ہے۔ سورۃ مریم آیت ۸۷ میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ شفاعت صرف وہ کرسکتا ہے جس نے اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا۔ اپنے کردار اعمال تقویٰ طہارت خشیت عبادت علم عقل دانائی ادب و عجز سے اپنی زندگی کو ایسا پاکیزہ و محترم بنالیا ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں محبوب و معتبر ہو کر شفاعت کی ذمہ داری نبھانے کا عہد بنالیا۔ اور لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا (سورۃ مریم آیت ۸۷) شفاعت وہ کرسکتا ہے جو آدابِ بارگاہِ الٰہیہ کو جانتا سمجھتا ہو مگر یہ قدیمی کے حضور درست بات کرسکے جانتا ہو کہ کس گناہگار کی کس قسم کی سفارش عرض کرنی ہے۔ معافی کی التجا یا تخفیفِ سزا کی پکارنا ہے یا چھڑانا۔ رعایت کرانی ہے یا عنایت جس کا اتنا وسیع علم و دانش ہوگا بس وہی شفیع ہوسکتا ہے جس کو رب کی بارگاہ میں بات کرنے کا سلیقہ ہو قرآن مجید کی بیان کردہ ان سفارشی پابندیوں سے ہی پتہ لگ جاتا ہے کہ شفاعت کتنی

marfat.com
Marfat.com

اہم وسخت ذمہ داری ہے۔ اور ان ہی فرمودات قرآنیہ سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب عطا فرمایا جس سے وہ دنیا میں ہی اپنی اپنی امت کے پورے حالات عملیات کیفیات جان لیتے ہیں اور شفاعت محشر کے لیے یہ علوم غیبیہ نہایت ضروری ہیں اگر نبی غیب سے بے خبر ہو تو شفاعت کر ہی نہیں سکتا حالانکہ شفاعت کا پہلا دروازہ نبوت پر ہی کھلے گا۔ ہر شفیع کے لیے یہ تمام معلومات شرائط دنیا میں ہی معلوم ہوں گی اس طرح کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو علم غیب یعنی اپنی امت کے حالات علم غیب سے معلوم ہوں گے سورۃ آل عمران آیت ۴۹ میں عیسیٰ علیہ السلام کا فرمانا۔ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ (الخ) اسی یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ کا اظہار ہے۔ مومن کو فراست علوی سے قرابت داروں کو نسبت قرب سے وغیرہ وغیرہ۔ موجودہ دور کے ایک گمراہ اردو مفسر نے لکھا ہے کہ فرشتے ہوں یا انبیاء اولیا کسی کو بھی معلوم نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے کہ کس کا ریکارڈ کیسا ہے کون دنیا میں کیا کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کس سیرت وکردار اور کیسی کیسی ذمہ داریوں کے بارے کر آیا ہے۔ (الخ) ایسی حالت میں یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ ملائکہ اور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارش کی کھلی چھٹی دے دی جائے اور ہر ایک جس کے حق میں جو سفارش چاہے کر دے۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ گستاخیاں کرکے آخر میں لکھا ہے کہ ایسی بونگی سفارشیں کرنے کی وہاں اجازت نہ ہوگی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) پھر لکھتا ہے کہ ایک معمولی افسر اگر اس طرح ہر دوست کی سفارش سننے لگے تو محکمے کا ستیاناس کرکے رکھ دے پھر بھلا زمین وآسمان کے فرماں روا سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے۔ آگے وہ مفسر لکھتا ہے کہ خدا کے ہاں شفاعت کا دروازہ بند نہ ہوگا نیک بندوں کو آخر میں ہمدردی کرنے کا موقعہ دیا جائے گا۔ لیکن (طریقہ یہ ہوگا) کہ وہ سفارش کرنے سے پہلے اجازت طلب کریں گے اور جس کے حق میں اللہ انہیں بولنے کی اجازت دے گا صرف اسی کے حق میں وہ سفارش کرسکیں گے۔ یہ بھی اس مفسر کی احمقانہ تفسیر بالرائے کی وہ چند جھلکیاں جو قرآن مجید کی آیت کے بھی خلاف ہے اور احادیث مشہورہ معتبرہ متواترہ کے بھی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر ہے یا نادانی کی تخریب کاری گویا کہ مفسر مذکور کہنا یہ چاہتا ہے کہ شفاعت کرنے والے کو کچھ معلوم نہیں ہوگا کہ کس کی شفاعت کرنی ہے اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا کہ آؤ فلاں فلاں کے لیے شفاعت کرو یعنی رب پہلے خود ہی ان مجرموں کو سزا سنائے گا اور پھر خود ہی ان کے لیے شفاعتی تلاش فرمائے گا۔ منشا یہ کہ میں پکڑتا جاؤں تم چھڑواتے جاؤ۔ کیسی احمقانہ اختراع اور بناوٹ ہے اگر دنیا میں کوئی بھی عدالت قاضی یا جج اس طرح کرے کہ پہلے

marfat.com
Marfat.com

تو مجرموں کو سزا نہ دے اور پھر خود ہی پکارے کہ اے لوگو اس مجرم کی سفارش کرو میرے ہاتھ سے اس کو بچا لو میری سزا سے چھڑا لو تو عام ذہن بھی سوچے گا کہ یہ عدالت کی کارروائی ہے یا ڈرامہ بازی۔ مفسر مذکور نے بھی شفاعتِ محشر کو اسی قسم کی ڈرامہ سازی بنا کر صرف اپنا ہی ایمان نہ گنوایا بلکہ رب تعالیٰ کی بھی گستاخی کا ارتکاب کیا۔ اور پھر یہ کہنا کہ انبیاء و ملائکہ وغیرہ کو پتہ اور علم تو کچھ نہیں لیکن وہ شفاعت کی اجازت طلب کریں گے۔ یہ مزید احمقانہ بات ہے۔ کیونکہ جب کسی نبی ولی کو علم ہی نہیں تو اجازت کس ارادے سے طلب کریں گے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے اگلے ارادے کو بھانپ کر اجازت طلب کریں گے تو یہ بھی اُن کا علمِ غیب ہی ہوا۔ اور جو نبی ولی میدانِ محشر کے ہزار سالہ دراز دن کی مدت میں اللہ تعالیٰ کے مخفی ارادۂ شفاعت اور خواہش کو جان سکتا ہے وہ دنیا کی تھوڑی عمر میں لوگوں کے اعمال و کردار اور مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ کو کیوں نہیں جان سکتا دراصل اِن حمقاءِ زمانہ نے قرآن و حدیث کے بیان کردہ منشاءِ شفاعت کو ہی نہیں سمجھا ظالموں کے ہاتھ قلم لگ گیا ہے جو چاہا لکھا قلم کھایا۔ نہ خوفِ خدا نہ شرمِ نبی۔ وہابیت بھی عجیب مذہب ہے۔ کہ اگر نبی کی تعریف کرو تو ان کو خدا کا غم کھائے جاتا ہے کہ ہائے ہمارے خدا کے پاس کچھ نہ چھوڑا اور اگر ولی اللہ کی تعریف کرو تو نبی کے خیر خواہ بن جاتے ہیں یہاں بھی مفسر مذکور خدا کی خیر خواہی جتا رہا ہے۔ حالانکہ شفاعت کی یہ نوعیت قطعاً نہیں جو مفسر مذکور نے یہاں ڈرامائی انداز میں بیان کی بلکہ شفیع متفوع۔ شفاعت کی اقسام طریقہ و شرائط جو قرآن و حدیث نے بیان فرمائیں اس طرح ہیں۔

شفاعت کا بیان

قرآنِ کریم کی تقریباً اٹھارہ آیات میں اور احادیث کی کتبِ صحاحِ ستہ میں تقریباً چھیاسٹھ احادیث مبارکہ میں شفاعتِ محشر کی دس شرطیں (یا بندیاں) اور اٹھارہ طریقے بیان فرمائے گئے پانچ شرطیں شفیع میں (۱ علمی معلومات رکھتا ہو ۲ مومن متقی مقبولِ بارگاہ ہو ۳ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا۔ ہو ۴ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ ہو ۵ وَقَالَ صَوَابًا۔ ہو۔ مشفوع میں بھی پانچ شرطیں ہیں ۱ مومن ہو کافر نہ ہو ۲ گناہِ صغیرہ یا کبیرہ کا فاسق و فاجر ہو۔ اللہ تعالیٰ سے بے خوف بے تعلق نہ ہو ۳ کچھ اپنے عمل بھی کئے ہوں جس سے رضاءِ الٰہی حاصل ہو ۴ حقوق العباد کا ظالم غاصب نہ ہو کیونکہ حقوقُ العباد کی معافی شفاعت سے نہیں کرائی جا سکتی ۵ باوجود گناہگار ہونے کے غیرتِ ایمانی عاجزی مسکینی کے ساتھ ساتھ مائل بہ توبہ ہو یعنی خود کو گناہگار سمجھتا ہو گناہ پر دلیر و مغرور

marfat.com
Marfat.com

پر۔ شفاعت کے اظہارہ طریقے۔ ۱ شفاعت صرف وہ کر سکتا ہے جس کو اذنِ الٰہی ہو ۲ یہ اذنِ الٰہی انبیاء عظام علیہم السّلام کو دنیا میں ہی دیدی گئی ہے اور مقبول القول امتیوں کو بتا دیا گیا ہے کہ اس مرتبے کی ہستی شفاعت کر سکیگی لہٰذا دنیا میں اپنے آپ کو اس مرتبے کا بنا کر لاؤ ۳ اذن اُس کو ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں غیب یا فراستِ ایمانی کا علم دیا ہے ۴ علم یہ کہ شفاعت کرنے والا مجرم و مشفوع کو اور اُس کے جُرم کو جانتا پہچانتا ہو ۵ جن شخصیات کو شفیع بنایا گیا ہے۔ ان میں پہلے آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پھر دیگر انبیا علیہم السّلام پھر ملائکہ پھر علماً پھر اولیاً اور اللہ پھر صُلحاً پھر شہداً پھر کعبہ پھر قرآن مجید پھر مسلمانوں کے نابالغ اور کچے بچے ۶ سابقہ اُمتیں بھی بالواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی امت ہیں اس لیے میدانِ محشر میں تمام اگلی پچھلی اُمتیں اور سب مسلمان شفاعت کے لیے آستانۂ مصطفیٰ پر ہی آخر کار آئیں گی اور اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق سے پہلے نبی بنا دیا گیا تھا جیسا کہ بروایت مستدرک حاکم ہے۔ کُنتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ اور مشکوٰۃ شریف ص۵۱۲ پر ہے۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مُتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔ یعنی جب کہ ابھی آدم علیہ السّلام کا جسدِ عنصری مٹی اور پانی میں۔ اور روح کہیں روح جسد میں درمیانی بہت فاصلہ تھا تو میں اُس وقت بھی ہر چیز کو جانتا خبر رکھتا نبی تھا۔ دنیا میں ملزم میں ملزم کو بچانے کے چار طریقے مروج ہیں جن میں تین طریقے ناجائز اور ایک طریقہ جائز ہے مثلاً کبھی سفارش سے کہ یہ میرا خاص آدمی ہے اس کو بلا شرط چھوڑ دو۔ کبھی حمایت سے کہ مجرم نے جو کہا ہے صحیح کہا ہے اس کو میری وجہ سے چھوڑ دیا جائے۔ کبھی جبر سے کہ فلاں مجرم کو چھوڑ دو ورنہ تمہارا یہ نقصان کر دیا جائے گا۔ یہ تینوں بہرحال ناجائز ہیں قیامت میں یہ نہ ہو سکے گے یہ سراسر ظلم ہیں۔ مجرم کا حامی ہونا بذاتِ خود جرم ہے۔ چوتھا طریقہ شفاعت کا کہ فلاں گناہگار قابلِ رحم ہے اُس کو معاف کر دیا جائے ہم اس کی برأت کی فریاد کرتے ہیں۔ قیامت میں صرف اسی قسم کی شفاعت ماذون مقبول و منظور ہو گی ۷ صرف صغیرہ گناہوں کی شفاعت ہو گی ۸ مرتد و منافق کی شفاعت نہ ہو گی کہ وہ بھی کفر میں شاملِ اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔ کفر کسی قسم کا بھی ہو سب ایک ملت و دین ہے ۹ شفاعت کے اوقات تین ہیں اوّلاً میدانِ محشر میں پھر پل صراط پر پھر جہنم میں سے نکالنے کی ۱۰ شفاعت پانچ قسم کی ہو گی پہلی شفاعت سختی و حشر دور کرنے کے لیے اس کا فائدہ کفار کو بھی خود بخود پہنچ جائیگا دوسری گناہوں کی معافی کے لیے یہ دونوں صرف انبیاء کرام علیہم السّلام فرمائیں گے۔ اپنی اُمتوں کے

marfat.com
Marfat.com

گناہوں کی معافی کے لیے تیسری شفاعت بلندی درجات کے لیے یہ بھی انبیا عرض فرمائیں گے چوتھی جہنم سے نکالنے کے لیے پانچویں تخفیفِ عذاب کے لیے یہ شفاعت دیگر شفاعتیں کریں گے اور انبیاء علیہم السلام بھی ۱۲ نبی کریم کا حالاتِ امت کا علم بھی تمام انبیاء سے زیادہ ہے کیونکہ آپ کی اُمت بہت وسیع ہے اسی لیے خلیل و نجی سب وصفی سبھی سے کہیں کہیں نبی ۔ یہ بے خبری کہ خلق بھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے ۱۳ مثلاً شفاعت انبیا اولیا اور مقبولین محبوبین کی شان ظاہر فرمانے کے لیے بنایا گیا ہے خاص کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھو دنیا میں ہمیں یہ سب باتیں بتادی گئیں مگر قیامت میں بھول کر ہر آستانے پر دوڑتے پھریں گے اور کسی نبی کو بھی آستانۂ حبیب یاد نہ آئے گا یہی منشاءِ قدرت ہے کہ ذرا بھاگ لیں ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر میں کہ اُن کی شانِ محبوبی دکھائی جانوالی ہے

۱۴ ہر نبی علیہ السلام کہ دنیا میں ہی اپنی پوری امت کے مکمل حالات کا علم ہے اور وہ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ کے مکمل حامل ہیں۔ اسی وجہ سے چونکہ وہ غلط شفاعت کر سکتے ہی نہیں انبیاء سے معمولی لغزش و خطا بھی محالِ ہے اسی لیے ان کو قیامت میں ہر شخص کی ہر قسم کی شفاعت کرنے کی مکمل کھلی چھٹی و اختیار رہے۔ اور آج ہی اِذنِ عام ہے ۱۵ نبی کریم کا علم اور آپ کی معلومات وسیع تر ہے اس لیے آپ کی شفاعت بھی وسیع تر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے شافع اور شفاعت کا دروازہ کھولنے والے ہیں آپ کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام شفاعت ادا کرنے کی اجازت طلب کریں گے ۱۶ پھر رب تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا تم بھی جن گناہگار مومنوں کی شفاعت کرنا چاہتے ہو کر دو تب وہ اپنی پسند و اختیار سے اپنی معلومات کے مطابق شفاعت عرض کریں گے جو قبول ہوگی اور فرشتے گناہگاروں کو جہنم سے نکالیں گے ۱۷ پھر اولیا علما شہدا صلحا اپنی اپنی فراستِ ایمانی کے مطابق اپنے قبیلے والوں عزیزوں اور تعلق دینی والوں کو پہچان کر قابلِ بخشش و معافی و تلافی لوگوں کے لیے شفاعت عرض کریں گے ۱۸ بروزِ قیامت بندے چھ قسم کے ہوں گے۔ تین قسم کے وہ جن کی شفاعت ہوگی۔ گناہِ صغیرہ اور گناہ کبیرہ والے بھولی چوک لغزش خطا غلط اعمال کسلمند لوگ تین قسم کے وہ جن کی شفاعت کوئی نہ کرے گا۔ کافر منافق گمراہ و متکبر۔ یہ تمام باتیں قرآن و حدیث میں موجود اور ثابت ہیں۔ یہ کہیں بھی ثابت نہیں کہ رب تعالیٰ محبوبین کی نشاندہی خود فرمائے گا کہ اے انبیاء اولیا میں بتاتا جاتا ہوں تم اُن کی مجھ سے شفاعت کرتے جاؤ یہ اختراع صرف منکرینِ شفاعت دہابیوں کی ہے اور اس قسم کی تفسیریں کرنی در پردہ شفاعت کا

marfat.com
Marfat.com

انکار رہے۔ قرآن وحدیث سے یہی ثابت ہے کہ شفاعت شفعا کی اپنی معلوماتِ دنیوی پر ہوگی اور شفاعت صحیحہ حقیقۃ کا منشا بھی یہی ہے۔ یَعْلَمُ کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں پہلا جمہور مفسرین کا قول کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے بندوں کے اعمال مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ اور بندوں کے کردار وَمَاخَلْفَھُمْ یا قیامت کے حالات مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ہیں اور دنیا کے حالات وَمَاخَلْفَھُمْ ہیں یا اقوال ظاہری مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ اور قلبی ارادے وَمَاخَلْفَھُمْ ہیں۔ یا دنیوی کام مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ہیں اور دینی کام وَمَاخَلْفَھُمْ ہیں۔ یا بندے کے اعمال مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ہیں اور ان کی جزا سزا وَمَاخَلْفَھُمْ ہیں یا حالات موجودات مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ہیں اور ماضی ومستقبل کے پوشیدہ حالات وَمَاخَلْفَھُمْ ہیں۔ غرضکہ رب تعالیٰ ہر طرح ہر چیز کو جانتا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں چونکہ شفاعت کا ذکر ہے اس لیے یہاں یَعْلَمُ کا تعلق شفاعت کرنے والے سے ہے اور علم سے مراد مشفوع کے مَابَیْنَ اور مَاخَلْفَ حالات کا علم ہے۔ اور یَعْلَمُ کو بعض نے جملہ خبریہ بنایا کہ وہ شفیع اپنے مشفوع کے ظاہری اعمال حالات بھی جانتا ہے اور خفیہ باطنی بھی۔ مگر بعض نے یَعْلَمُ کو جملہ انشائیہ بنایا ہے اور معنیٰ اس طرح کئے کہ شفاعت صرف وہ شخص کرے گا جس کو رب رحمٰن شفاعت کی اجازت دے گا اور اُس کی بات سے راضی ہوگا۔ بشرطیکہ وہ شفیع جانتا ہو۔ مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَاخَلْفَھُمْ اس قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد صرف حالاتِ مشفوع کا جاننا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت بخاری حدیث پاک منقول ہے۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج دنیا میں بھی میں آخری جنتی اور آخری جہنمی کو جانتا ہوں۔ اس حدیثِ مقدسہ کے اقتضا سے یَعْلَمُ کا تعلق دونوں طرح جائز ہے اور امت کے مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَاخَلْفَھُمْ کو مکمل جان لینا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ایک جز ہے۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات شان وقدرت علم ومعلومات کو کوئی بندہ اپنے علم میں گھیر نہیں سکتا نہ حقیقۃً نہ سِرًّا۔ یہ جمہور کا قول ہے۔ دوسرے قول کے مطابق آیت کا معنیٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنے ہر اتی کے ہر ظاہر وپوشیدہ لگلے پچھلے اعمال احوال کو تا قیامت جانتے ہیں مگر یہ لوگ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شفیعِ اول کے علم کا ذرہ بھر احاطہ نہیں کر سکتے۔ احاطہ کا معنیٰ ہے کسی چیز کے وجود اور جنس۔ کیفیت۔ غرض وغایت۔ مقصود ایجاد وکُنہ۔ حقیقت کو جاننا کہ کیوں ہے کیسے ہے کس سے ہے کس کی ہے یہ علم بجز رب تعالیٰ کسی کو نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ تو پوری کائنات کا احاطہ کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی معلومات کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا اس سے فرق ظاہر ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے یَعْلَمُ

marfat.com
Marfat.com

مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ اور بندوں کے لِیَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ میں۔ اسی کا ظہور قیامت کی پانچویں خصوصیت ہے۔ چھٹی خصوصیت وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ اور جھک جائیں گے تمام چہرے قلب وجگر اُس ذاتِ اقدس کی ہیبت خشیت رُعبت۔ خوف ورعب سے جو حیاتِ ابدیہ سے حَیّ ہے اور کائناتِ عالم کی ہر شی پر اور ہر شی کے خیر وشر کسب وکمال پر قیوم وغالب ہے وجہ۔ جمع ہے وَجِیْہٌ کی اس کا معنی ہے چہرہ یہاں مراد ہے پوری ذات یعنی ہر نیک وبد کافر ومومن اپنی پوری جسمانی کیفیت سے اُس کے حضور عاجز وسکین بے بس وبے کس ہوگا۔ مومنینِ اہلِ سعادت کا جھکاؤ رغبتِ شوقِ الٰہی اور ہیبتِ ذاتِ جلال محبتِ صفاتِ جمال کی وجہ سے ہوگا اور کفارِ اہلِ شقاوت کا یہ جھکاؤ خوفِ عذاب ہیبتِ قہر، مایوسیِ رحمت توقعِ لعنت وپھٹکار کی وجہ سے ہوگا۔ اگرچہ سارے اعضاء ظاہری پر زہ طاری ہیبت جاری وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ کا ظہور ہوگا مگر چہروں کا ذکر اس لیے ہے کہ اصل اظہارِ ہیبت ودہشت چہرے کے جھکاؤ رنگ بستے آثار چڑھاؤ سے ہی ہوتا ہے چہرے اور سر میں ہی فرورفتگی ہوتا ہے اسی میں انسان کی پہچان اور شخصیت کا تعارف ہوتا ہے اس لیے وَجِیْہٌ بول کر ساری شخصیت مراد لی گئی یہ عَنَتِ الْوُجُوْہُ مومن کی عزت اور کافر کی ذلت کا باعث ہوگا کیونکہ مومن کا یہ جھکاؤ رکوع وسجود میں شامل کر دیا جائے گا مگر کفار صرف رزتے ہی رہیں گے سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے مگر نہ کر سکیں گے اور پیٹھ کے بل گر جائیں گے۔ اس طرح قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا کا ظہور ہوگا کہ جو بلا تو بہ مر گیا وہ ثواب سے محروم ہوا اور یہی اصلاً بڑا نقصان ہے اور وہی ذلیل ونقصان میں ہوگا جس نے حیاتِ دینوی میں شرک وکفر کا ظلم اٹھایا۔ ظلم کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو غیر جگہ میں رکھنا سب سے بڑا ظلم شرک وکفر ہے کیونکہ بندہ اپنے سجدوں کو ان کی اپنی جگہ آستانۂ ربوبیت سے ہٹا کر غیر جگہ بتوں کے سامنے رکھتا ہے۔ اور سجدہ ہی سب سے بڑا عمل وعبادت ہے اسی لیے غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی حرام وظلم ہے۔ ظلم انسانی کی تین صورتیں ہیں (۱) حقوق اللہ سے ظلم (۲) حقوق العباد سے ظلم (۳) حقوق النفس پر ظلم کافر ومنافق یہ تینوں قسم کے ظلم کرتا ہے۔ محشر میں عَنَتِ الْوُجُوْہُ سے مومن کو فائدہ کافر کو نقصان۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ ابو امامہ باہلی بروایت مولیٰ علیؓ فرماتے ہیں کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین سورتوں میں اسم اعظم تلاش کرو (۱) سورۃ بقرہ (۲) سورۃ آل عمران (۳) سورۃ طٰہٰ۔ اَلْتَمِسُوا اسْمَ اللّٰہِ الْاَعْظَمَ فِیْ ھٰذِہِ السُّوَرِ الثَّلٰثِ الْبَقَرَۃِ وَاٰلِ عِمْرٰنَ وَطٰہٰ۔ قَالَ الرَّاوِیْ وَالْمُتَحَرِّیْ سَمَاعًا اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ تینوں سورتوں میں صرف حَیّ الْقَیُّوْمُ کے الفاظ مشترک ہیں چنانچہ بقرہ آیت ۲۵۵ آیۃ الکرسی۔ آل عمران آیت ۲ طٰہٰ آیت ۱۱۱ میں

marfat.com
Marfat.com

جل سے ثابت ہوا کہ یہی اسم اعظم ہے۔ حَیّ قیوم رب تعالیٰ کی خصوصی صفات ہیں اس لیے صرف اسی کی ذات وصفات پر کبھی زوال نہیں۔ جس کی ذات وصفات پر زوال جائز ہو وہ اگرچہ فی الحال موجود ہو مگر حقیقۃً میت ہے اور قیوم بمعنی اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔

فائدے اِن آیتوں کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ مومن مسلمان کے لیے اُخروی انعامات میں سے سب سے بڑا انعام شفیع یا مشفوع بنایا جانا ہے یہ مومن کی بڑی خوش نصیبی ہے یہ فائدہ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے شفاعت کے اہتمام کے ساتھ شفیع کا بھی خاص مقام بیان فرمایا ہر شخص شفیع المذنبین نہیں ہو سکتا شفیع صرف وہی ہوگا جو رَضِیَ لَہٗ قَوْلًا کی شان وعزت والا ہوگا۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں رَضِیَ لَہٗ کی ضمیر مشفوع کی طرف ہے مگر یہ بات کمزور ہے۔ دوسرا فائدہ۔ شفیع کا محبوبِ بارگاہ ہونا شرط ہے اور مشفوع کا مومن ہونا شرط ہے۔ اے مسلمانو اگر بروز قیامت شفیع بننے کے خواہش مند ہو تو رب تعالیٰ کا محبوب بننے کی دنیا میں ہی کوشش کرو۔ اور اُن کا دامن تھام لو جن کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام ہے اور اگر رحمتِ عالمین کی شفاعت پانے کے حق دار سعادت مند بننا چاہتے ہو تو خوش عقیدہ مومن بن کر رہو مومن بن کر مرو۔ یہ فائدہ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ اور وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا۔ فرمانے سے حاصل ہوا کہ ایک تفسیر کے مطابق مَنْ اَذِنَ سے مراد شفیع اور وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا میں مشفوع کا ذکر ہے۔ تیسرا فائدہ۔ کافر کی کوئی چیز بارگاہِ الٰہی میں پسند نہیں اور مومن کی ہر ادا پسند ہے۔ یہ فائدہ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ دیکھو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ یا رکوع کے لیے جھکنا اچھی بات ہے مگر عُنِتِ الْوُجُوْہُ۔ کے باوجود کفار رغائب وخاسرین ہوں گے کیونکہ ان کا یہ جھکنا بھی اب پسند نہ کیا جائے گا مگر مومنین کا یہ جھکنا بھی پسند ہوگا اور سجدوں میں شامل کر لیا جائے گا۔

احکام القرآن ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ روزِ محشر کے شفعاء صرف تعلق داروں کی شفاعت کریں گے کیونکہ شفاعت کے لیے مشفوع کے اعمال کردار اور نوعیتِ جرم کی پہچان شرط ہے اور پہچان واقفیت وتعلق داری سے حاصل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمتوں کی اور دیگر انبیاء اپنی اپنی امتوں کی اولیاء علماء شہداء صلحاء اپنے رشتے داروں کی شفاعت فرمائیں گے کیونکہ انہی سے تعلق تو انہی سے جان پہچان اور شفاعت کے لیے ہر طرح کی جان پہچان ضروری ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دینوی زندگی میں ہی آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقفیت پیدا کرے یہ مسئلہ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ سے مستنبط ہوا۔ دوسرا مسئلہ شفاعت

marfat.com
Marfat.com

کے قرآنی قانون نے جہاں انبیاء اولیاء علماء کی شانِ علم و منقبت بیان فرمائی اور اختیارِ عدالت کا اظہار فرمایا وہاں دنیا کے حاکموں قاضیوں مجلسوں کو عبرت بھی دلائی کہ اسے دنیوی عدالتوں کی کرسیوں پر بیٹھنے والو تم لوگ بھی اپنی سفارشوں شفاعتوں حمایتوں پر وہی پابندیاں لگاؤ جو قرآن و حدیث نے اُخروی شفاعت پر لگائیں تاکہ تمہاری عدالتوں میں بھی کوئی کسی قسم کی غلط سفارش ناجائز حمایت نہ کر سکے ورنہ ظلم کا دروازہ کھل جائے گا۔ مجرم کا حامی ہونا بدترین جرم ہے۔ یہ مسئلہ اِلَّا مَنْ اَذِنَ۔ (الخ) اور دیگر پابندیوں سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ دینوی کام کتنے ہی اہم اور ضروری ہوں مگر جب تک اس میں اللہ رب العلمین کی رضا اور رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی اداشامل نہ ہو وہ نفع بخش نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی ہر عادت عبادت ریاضت تجارت میں اللہ رسول کی رضا و ادا کو مدِّ نظر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ نفع حقیقی وہی ہے جو آخرت میں ملے کوئی کام کاروبار ناجائز نہ کرنا چاہیے۔ یہ مسئلہ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ سے مستنبط ہوا۔ دیکھو دنیا میں کفار عیسائی یہودی اپنے مردوں کو دفناتے ہوئے اور آخرت میں خود اپنے لیے ہزار طرح کی دعائیں فریادیں التجائیں کر کے شفاعت چاہتے ہیں اور چاہیں گے مگر کوئی دعا فریاد نفع نہ دے گی سورۂ شعراء آیت ۱۰۰ میں ہے کافر کہیں گے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ وَ لَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ۔ اور سورۂ اعراف آیت ۵۳ میں ہے فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَیَشْفَعُوْا لَنَا۔ یعنی ہائے افسوس آج ہمارے لیے کوئی شفیع اور حمایتی نہیں ہے۔ کاش آج ہمارے لیے بھی کوئی شفاعتی ہو جو شفاعت کرے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض مفسرین فرماتے ہیں کہ کل قیامت میں کافر کا کوئی سفارشی نہ ہوگا نہ کوئی شفاعت کرے حالانکہ حدیث پاک میں ہے کہ ابولہب کو ہر پیر کے دن عذابِ قبر میں تخفیف ہوتی ہے اور وہ شہادت دینے کی انگلی سے جنت کا پانی پیتا ہے مزے کرتا ہے۔ اسی طرح ابوطالب کے متعلق روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم نے اُس کو جہنم میں پایا تو کھینچ کر باہر جہنم کے جھیر سے میں کر دیا یہاں لازماً بہت خفیف عذاب ہے۔ تو یہ شفاعت ہو گئی حالانکہ یہ کافر ہیں جواب۔ ابولہب کی تخفیفِ عذاب کسی کی شفاعت سے نہیں بلکہ اُس فیضانِ الٰہیہ سے ہے جو آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اُس کو دیا جا رہا ہے بغیر کسی سفارش کے۔ نیز یہ انگلی سے نکلتا پانی جنت کا نہیں بلکہ قدرتی ہے۔ اور پھر عذابِ قبر سزا و احوال نہیں۔ وہ عذاب آخرت میں ہوگا شفاعت صرف اسی کے لیے ہوگی۔ عذابِ قبر کی تخفیف سے قانونِ شفاعت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو طالب کے متعلق فقہا کا اختلاف ہے کچھ ان کو کافر کہتے ہیں کچھ ان کو مومن مانتے ہوئے ہمارے ساتریں میں شمار کرتے ہیں اور اکثریت اسی مسلک پر ہے شفاعت کا نہ ہونا کھلے کافر اور منافقین مرتدین کے لیے ہے۔ ساتریں کا انجام فساق جیسا ہے ان کو دائمی جہنم نہ ہوگی۔ دوسرا اعتراض۔ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اس نفی کو دو شرطوں کے استثنا سے توڑ گیا۔ پہلی شرط حصول اذن دوسری شرط رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا اگر لَا تَنْفَعُ کا تعلق شفیع سے ہے تو پہلا اِسْتِثْنَا اِلَّا مَنْ اَذِنَ کافی تھا دوسری شرط و استثنا کی ضرورت نہ تھی اور اگر لَا تَنْفَعُ کا تعلق مشفوع سے ہے تو پہلے استثنا کی ضرورت نہ تھی صرف رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔ فرمانا کافی تھا۔ ان دونوں کی وجہ کیا ہے؟ جواب ہم نے اس کی وضاحت تفسیر عالمانہ میں کر دی کہ لَا تَنْفَعُ کا تعلق صرف شفیع سے ہے نہ کہ مشفوع سے اور شفیع کے لیے ہی یہ دونوں شرطیں ضروری ہیں اور معنی یہ ہے کہ فقط اس شفیع کی شفاعت قبول ہوگی جس نے اپنی ذہیری زندگی میں ہی رب تعالیٰ کی مقبولیت اور محبوبیت اس شان کی حاصل کر لی ہو کہ رب تعالیٰ اس کی ہر ہر بات کو پسند فرمائے ہو۔ جو دنیا میں رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا کا انعام یافتہ ہو اس کو ہی شفاعت کی اجازت ہوگی یہ در اصل ایک ہی شرط ہے کہ پہلے رَضِیَ لَهٗ ہو کہ جانب اَذِنَ لَهٗ کا انعام ملے گا اسی بنا پر بعض نے وَرَضِیَ کی واؤ کو حالیہ مانا۔ تیسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ پہلے رب تعالیٰ مجرمین کی جہنم کا فیصلہ فرمادے گا پھر ان کو بچانے چھڑانے کے لیے شفاعت کا حکم دے گا کہ فلاں فلاں کی شفاعت کرو اوّلاً فیصلہ ہی کیوں کیا اگر کر دیا اور بعد میں رحم آیا تو پھر خود ہی کیوں نہ بچا لیا یا چھوڑ دیا شفاعت کیوں کرائی جواب۔ شفاعت کا یہ طریقہ نہیں جو معترض نے بیان کیا رب تعالیٰ کسی مشفوع کی نشان دہی فرمائے گا بلکہ شفیعین کا انتخاب صرف شافعین کی صوابدید و اختیار پر ہوگا۔ رہا یہ سوال کہ پہلے مجرمین کی جہنم کا فیصلہ پھر شافعین کو مجرم چھڑانے کا اذن کیوں۔ خود کیوں نہ چھوڑ دیا۔ تو وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عدل قائم کرنا ہے اور یہ ظاہر فرمانا ہے کہ اس گناہ کی سزا عدل و انصاف میں یہ ہے شفاعت کا مقصد گریا رحم کی اپیل ہے۔ شفعا کو اذن ملنا انبیاء کرام علیہم السلام کی محبوبیت شان اور علم و اختیار کا اظہار ہے ان کے طفیل دیگر اولیا علما صلحا شہدا کی شان فراست ایمانی اور ولایت الٰہیہ کی برکات ظاہر فرمانا ہے میدان محشر میں شفیع بنانے کی اجازت نہ ملے گی وہ تو دنیا میں دیدی گئی احادیث میں بتا دیا گیا ہے کہ کون کون شفاعت کرے گا۔ وہاں اجازت اہل شفاعت کی ہوگی۔ چوتھا اعتراض۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مجرم کی حمایت ناجائز ہے مگر مولانا حسن رضا خان بریلوی کا ایک یہ شعر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

عجب کرم ہے کہ خود مجرموں کے حامی ہیں گنہگاروں کی بخشش کرانے آئے ہیں

یا یہ شعر غلط ہے یا مفسرین کا قول۔ جواب۔ یہ شعر ہی غلط ہے یہاں اس طرح ہونا چاہئے کہ عجب کرم ہے کہ خود عاصیوں کے شافع ہیں مجرم کی حمایت تو واقعی خود جرم ہے کیونکہ حمایت کا معنی تائید کرنا اور جرم کو اچھا کہنا ہے جو بدترین جرم ہے۔

تفسیر صوفیانہ لَهُ مَنِ ارْتَضٰى لَهٗ قَوْلًا۔ دنیوی محبتوں دوستیوں اقتداؤں بیعتوں کا تقاضا گرچہ یہ ہے کہ اپنے متعلقین کی دل کھول کر حمایت و سفارش کی جائے کہ اسی میں ظاہراً نفع ہے مگر عالم روحانیت کا طور طریقہ ہی جدا ہے وہاں ذاتی محبت اور جائز و ناجائز الفت کام نہیں دیتی راہ عرفانی میں اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ کی شرط اوّل ہے جس کے لیے استعداد اور لیاقتِ قبولیت کا خزانہ ہو بس اسی کو اذنِ روحانی حاصل ہوگا کیونکہ اُن نفوسِ کاملہ کا فیض جن کی طرف نفوسِ ناقصہ ارادوں اور رغبتوں سے متوجہ ہوتے ہیں وہ سب موقوف ہیں صفائی باطنی اور قبولِ اعمال کی استعداد پر اور یہی استعداد اذنِ بارگاہ ہے۔ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔ قہاریِ جلال کے روزِ محشر میں شافع و مشفوع دونوں کے لیے وہ تاثیرِ باطنی بھی ضروری ہے جو حالِ مشفوع کے مناسب ہو۔ لہٰذا عالم روحانیت میں شفاعت کمالیہ دو چیزوں پر موقوف ہوگی پہلی چیز یہ کہ تشفیع میں اثر کرنے کی قدرت ہو۔ دوم یہ کہ مشفوع میں اثر لینے کی ہمت ہو۔ ان دونوں جہتوں کو یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وہی خالق کائنات جَلَّ مَجْدُهٗ جانتا ہے کہ تاثیرِ شفاعت کا مَا بَیْنَ اَیْدِیْ اور قبولیت کی قوتِ استعداد کا مَا خَلْفَهُمْ کس کے پاس ہے۔ اسی لیے وہی خالق تعالیٰ عالم انوار کی شفاعتِ کبریٰ و صغریٰ کی اجازت عطا فرمانے والا ہے اور وہی ربِّ قدیر جسّہٗ بدیہ کے مَا بَیْنَ اَیْدِیْ کو اور قوابلِ جسدیہ کے عوارض و موانع کے مَا خَلْفَهُمْ کو بھی جانتا ہے اور اُن ہیئتِ قابلہ کو بھی وہی مولیٰ تعالیٰ جانتا ہے کہ قدرتِ شفیع اور ہمتِ مشفوع کے لیے رکاوٹیں کیا ہیں۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا اور دنیا جہان عقولِ علیہ و فہمِ شاہدہ کی کتنی بھی طاقتیں تنزّ کے حامل کر لیں ہرگز جلالِ الٰہیہ کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ اس لیے کہ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ تمام موجوداتِ عالم اسی حی و قیوم کے دامنِ قدرت اور دروازۂ ملکت پر سربسجود ہیں نہ کسی کی حیوٰۃ اُس کے ارادے کے بغیر نہ کسی کا قیام اُس کے حکم کے بغیر قہرِ ہیبت۔ جلالِ خبیّت کے تئی دو قبیلہ انا ھوتی میں سب دم بخود سانپ رو کے سر جھکائے کھڑے ہیں۔

کس نہ دانست کہ منزل گہِ محبوب کجاست ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

marfat.com
Marfat.com

نہ کوئی قائم رہنے والا نہ کوئی کسی کو قائم رکھنے والا۔ بس وہی جبار و قہار ہی حیّ ابدی اور قیوم سرمدی ہے وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ اور بے شک نقصانِ عظیم خسارۂ کثیر اُس کو ہوا جس نے اپنے آپ پر محبتِ ربانی کے نور کی محرومی اور شافعین کی شفاعت سے نامرادی و رحمتِ الٰہی سے مایوسی کے ظلم کا بوجھ اٹھایا اس طرح کہ استعدادِ علمی کو کم کر کے صفائی فطرت کو گندا کر کے نورانیتِ حق سے دور رہ کر اپنے چہروں کو ظلمت کی سیاہی سے کالا کر لیا (ابن عربی) قیامت میں تین چیزیں بندوں کو خائب خاسر کرنے کا گناہوں کا بوجھ ۲ دولت کا ظلم ۳ عورت کا فتنہ۔ روایت میں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی ایک رسّی سے لکڑیوں کا گٹھا باندھے اور اس کا بوجھ کمر پر اٹھا کر گلیوں بازاروں میں پھر کر اپنی حلال طیب روزی کمائے اور اسی میں سے صدقہ و خیرات کرے تو اس بندے کے لیے دنیا کا یہ بوجھ اور محنت مشقت اور اس بوجھ سے جھکا ہوا سر کھلایا ہوا چہرہ۔ پسینہ پسینہ جسم خشک ہونٹ پریشان روزی ہزار درجہ بہتر ہے اس حرام دولت ناجائز عیش و آرام سے جو آخرت میں مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا بن جائے اور وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا بن جائے۔ دنیا کی ذلت کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے ہے جس سے مانگا جائے وہ دے یا نہ دے مگر ذلت مل گئی۔ اور آخرت کی ذلت فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ کی صدائیں بلند کرنے سے ہے مومن کا ہاتھ یہاں بھی بلند ہے صدقات و خیرات بانٹنے سے اور آخرت میں بھی بلند ہوگا شفاعت بانٹنے سے۔ مگر فاسقین ظالمین کا ہاتھ یہاں بھی نیچے ہے اور آخرت میں بھی ہر کیف اونچا ہاتھ ہی محمود و مسعود ہوتا ہے۔ جو ہاتھ دنیا سے مانگتا ہے وہ مردود و مذموم ہوتا ہے۔ جو بندہ محتاجی کے باوجود نہیں مانگتا رب تعالیٰ اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ جو بے نیاز رہے اس کو خوش حال رکھا جاتا ہے۔ جو رب تعالیٰ سے بے چیز مانگے وہ سب کی ہمدردی اور توقیر میں آجاتا ہے اور اسی کو سب کچھ ملتا ہے اور محبوب بھی وہی ہوتا ہے۔ اسی لیے روایت میں ہے کہ جو دنیا داروں کے دروازے پر دستِ سوال اور طلب کا ہاتھ دراز کرتا ہے وہ قیامت میں ایسی ذلت والا ہوگا کہ اُس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔ بدصورت و مکروہ شکل کے ساتھ صوفیا فرماتے ہیں کہ بروزِ قیامت خوش نصیب وہ ہے جو شفیع بنایا جائے کہ نصیب وہ ہے جو شفوع بنایا جائے اور بدنصیب وہ ہے جو مشفوع بھی نہ بن سکے۔ مسکین غریب وہ نہیں جس کو ایک یا دو لقمے خوراک ملے بلکہ مسکین وہ ہے جو لوگوں کے سامنے ذلیل کیا جائے خواہ دنیا کی زمین ہو یا محشر کا میدان ان آیات میں محشر کا نقشہ پیش فرمایا گیا ہے مگر محشر سے پہلے محشر کی نشانیوں میں سے پنج نکتہ کڑی محنت اور سخت ہمت کا کام ہے۔ مردوں کے لیے

marfat.com
Marfat.com

فتنہ عورت ہے اور عورتوں کے لیے فتنہ دولت ہے۔ تنگدستی میں مبتلا کے لیے صبر آسان ہے لیکن خوش حالی میں آزمائش کا صبر سخت مشکل۔ غریب کا صبر خاموشی ہے اور دولت مند امیر کا صبر طبیعت پر جبر کرنا ہے عورت و دولت ایک سانپ کے دو منہ ہیں جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو فتنہ و شر برپا ہو جاتا ہے نفسانفسی کا دور ہوتا ہے اعمال تو درکنار دنیا پرست لوگ ایمان بھی بھول جاتے ہیں۔ اے بندہ ذرا دو اس وقت سے جب سونے کے کنگن شام کی چادریں نیلی سرخ سنجاب والی عورتیں مردوں پر حکم و غالب ہو جائیں۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ

اور وہ شخص جس نے عمل کئے اچھائیوں میں سے حالانکہ وہ مومن ہو گیا ہو تو کبھی وہ

اور جو کچھ نیک کام کرے اور ہو مسلمان تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہو گا

ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا

اندیشناک نہ ہو گا کسی نقصان اور نہ کسی کمی سے اور اس سابقہ واقعات کی طرح اتارا ہم نے

نہ نقصان کا۔ اور یونہی ہم نے اسے عربی قرآن اتارا

عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ

اس آیت کو بھی قرآن بنا کر عربی میں اور بار بار واضح بیان کیا ہم نے اس میں عذاب سے ڈراووں کو

اور اس میں طرح طرح سے عذاب کے وعدے دیئے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾

تاکہ وہ متقی بن جائیں یا پیدا کرے یہ قرآن ان کے لیے کوئی نصیحت۔ یاد رہے

کہ کہیں انھیں دُر ہو یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا کرے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ

کہ بلندیوں والا ہے اللہ حقیقی شہنشاہ۔ اور نہ جلدی کرو

تو سب سے بلند ہے اللہ سچا بادشاہ۔ اور قرآن میں جلدی

marfat.com
Marfat.com

بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ

قرآن پڑھنے میں پہل کر کے اِس سے کہ پوری کی جائے آپ تک

نہ کرو جب تک اُس کی وحی تمہیں پوری نہ ہو لے

وَحْيُهٗ ۚ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ

اُس کی وحی اور عرض کیجئے اے میرے پروردگار زیادہ سے زیادہ کر دے مجھ کو علم میں اور

اور عرض کرو اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے ۔ اور

لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ

البتہ ہم نے عہد لیا تھا آدم سے بہت پہلے مگر وہ بھول گئے

بے شک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ ع

اور نہ پایا ہم نے ان کا کوئی دلی ارادہ

اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پہلی آیت میں کفار کی نامرادی کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں مومنین کی مراد مندی ۔ در کامیابی کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کو عذاب و قیامت کی چند وعیدیں سنائیں گئیں اب اِن آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے قرآن مجید اس لیے نازل فرمایا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کے علم کی کثرت اور لا محدودیت بتائی گئی اب اِن آیت میں بندے کے علم کی کمی اور محدودیت بیان فرمائی جا رہی ہے۔

شانِ نزول ابتداءِ نزولِ وحی میں جب کبھی حضرت جبرئیل وحی تلاوت فرماتے تو آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو جلدی جلدی دہراتے جبرئیل امین سے بھی آگے

marfat.com
Marfat.com

آگے پڑھتے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ (خزائن العرفان) اسی طرح کی ایک آیت سورۃ قیامت میں بھی ہے۔

تفسیر نحوی وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۔ واؤ سر جملہ یعنی ابتداءِ کلام کے ہے مَنْ اسم موصول کلماتِ مجازات میں سے یہ جازم ہے یَعْمَلْ باب سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف حال واحد مذکر غائب مجزوم ہے مَنْ موصولہ جازمہ کی وجہ سے عَمَلٌ سے مشتق ہے یعنی دینی کام کرنا مِنْ حرفِ جر تبعیضیہ اَلصّٰلِحٰتِ اسم جمع مؤنث سالم یعنی اچھے اعمال یہ جار مجرور متعلق ہے واؤ حالیہ یعنی حالانکہ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے مُؤْمِنٌ باب اِفعال کا اسم فاعل واحد مذکر مگر مراد سب ہر قسم کے عورت و مرد ہیں۔ یعنی ماضی ہے یعنی ایمان رکھنے والا یہاں اسم جامد ہے صفاتی نام ہے خبر مبتدا ہے دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یَعْمَلْ کے فاعل هُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ ذوالحال کا یَعْمَلْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا دونوں مل کر شرط ہوا فَ جزائیہ لَا یَخٰفُ باب سَمِعَ کا فعل مضارع منفی معروف ایک قرأت میں لَا یَخَفْ نہی ہے منقبل واحد مذکر غائب خَوْفٌ سے مشتق ہے یعنی ڈرنا اندیشہ کرنا هُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے ظُلْمًا اسم مفرد حاصل مصدر جامد یعنی بلاوجہ نقصان کرنا واؤ عاطفہ لاعاطفہ تاکید کے لیے هَضْمًا اسم مفرد حاصل مصدر یعنی کمی معطوف ہے ظُلْمًا پر دونوں مل کر مفعول بہ ہے لَا یَخٰفُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا شرط و جزا مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ حرف عطف كَذٰلِكَ حرفِ تشبیہ اس کا معطوف علیہ پہلا كَذٰلِكَ نَقُصُّ آیت ۹۹ ہے اور چونکہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس لیے كَ ضمیر خطاب واحد مذکر کی آئی یہ مبتدا ہے جو اپنی اگلی خبر سے مل کر مشبہ ہوگا پہلے تمام بیانات و واقعات کا۔ اَنْزَلْنَا باب اِفعال کا ماضی مطلق جمع متکلم مثبت معروف فعل با فاعل هُ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا یہ آخری ی نسبتی ہے دونوں موصوف صفت ہیں مرکب توصیفی حال ہے هُ ضمیر مفعول بہ ہے اس کا مرجع پچھلی تمام آیت و عبارات اور واقعات ہیں بعض نے کہا هُ مفعول بہ قُرْاٰنًا مفعول بہ دوم عَرَبِیًّا مفعول فیہ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ اَنْزَلْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ صَرَّفْنَا۔ باب تفعیل کا فعل ماضی مطلق جمع جمع متکلم صَرْفٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے تَصْرِیْفٌ یعنی ہر حال اور سمت کو ظاہر و بالغ سے کھول کر ظاہر کر دینا یا بیان کر دینا باب تفعیل میں تکرر یا دقت کے معنی پیدا ہوئے یعنی بہت زیادہ بار بار بیان

marfat.com
Marfat.com

کرنا سمجھانا) حرف ظرف مکانی کے لیے ہے ضمیر واحد غائب کا مرجع قرآنا ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنَ جارّہ بیانیہ ہے یا تبعیضیہ الوعید اسم صفت مشبہ مبالغہ اور شدت کے لیے بروزن فعیل اس کا عام فہم ترجمہ ہے دھمکی بحالت غصہ اور بحالت نصیحت آگاہی۔ خبردار کرنا مراد ہے اُخروی عذاب سے خبردار کرنا۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ باب افتعال کا فعل ماضی تمنائی برائے سببیت۔ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ہُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ جس کا مرجع مجرور مِن تَقْوٰی سے بنا ہے مصدر اِتِّقَاءٌ یعنی پرہیزگار بننا اور کفر شرک گناہ سے بچنا۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اَوْ حرف عطف ترویدی (اختیاری) يُحْدِثُ باب افعال کا مضارع مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ ہے اُس کا مرجع قرآنا لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے ذِكْرًا اسم مفرد حاصل مصدر جامد یعنی عقل خرد۔ یا سوچ فکر نصیحت مفعول بہ ہے يُحْدِثُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں عطف مل کر معلول یا مسبب ہوا فَتَرْبُنَا کا وہ سب مل کر معطوف ہوا اُنْزَلْنَا کا یہ جملہ عاطفہ مشبہ عطف ہے پہلے گذا لِكَ نَقُصُّ پر اور وہ سب عطف مشبہ ہیں پہلی آیتوں کے وہ سب مل کر ایک دراز جملہ تشبیہی بن جاتا ہے۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا زائد بیانیہ تعالیٰ باب تَفَاعُلٌ کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب عَلُوٌّ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تعالیٰ باب تَفَاعُلٌ سے مبالغہ (زیادتی) پیدا ہوئی یعنی بہت ہی بلند اللہ اس کا فاعل ہے اَلْمَلِكُ اسم مفرد جامد یعنی بادشاہ مالک اَلْحَقُّ اسم مفرد جامد یعنی حقیقی۔ پچھلی یہ دونوں صفتیں ہیں اللہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر فاعل ہوا تعالیٰ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ سر جملہ لَا تَعْجَلْ باب سَمِعَ کا فعل نہی واحد مذکر حاضر عَجَلٌ سے بنا ہے یعنی جلدی کرنا یہاں مراد ہے تیز پڑھنا اس کا فاعل اَنْتَ پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے اس کا مرجع نبی کریم ہیں بِ حرف جر یعنی فِی یا یعنی مع یعنی جلدی نہ پڑھو جلدی نہ کرو قرآن میں یا قرآن کے ساتھ یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنْ زائدہ بیانیہ قَبْلِ اسم ظرفیہ زمانیہ مضاف ہے اَنْ ناصبہ يُقْضٰى باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت مجہول نَقْضِیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے یعنی ادا کرنا پورا کرنا پہچا دینا اِلَيْكَ یہ جار مجرور متعلق ہے يُقْضٰى کا وَحْيُهٗ وَحْیٌ اسم مفرد جامد یعنی قرآن مجید کی اترتی ہوئی آیتیں ہٗ ضمیر کا مرجع قرآن یہ مضاف و مضاف الیہ نائب فاعل ہے يُقْضٰى کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ کیونکہ یہ فعل سابقہ فعل نہی کے تحت ہے اس لیے انشائی ہے

marfat.com
Marfat.com

نہ کہ خبری یہ جملہ مضاف الیہ ہے قُبَیل کا یہ مرکب اضافی مل کر مجرور اور پھر متعلق دوم ہے لَا تَحْزَنْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ قُلْ فعل اَمر حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبِّ۔ دراصل ہے یَا رَبِّیْ یعنی اے میرے رب یَا حرفِ ندا کو قرینے کی وجہ سے اور یاءِ متکلم کو تخفیف کی بنا پر حذف کیا گیا مگر ترکیب میں دھنا سب موجود ہیں یَا۔ ندا۔ رَبِّ مرکب اضافی دھنی منادیٰ نزدیاب ضَرَبَ کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے رَبِّ زِیْدَ سے مشتق ہے یعنی بڑھانا۔ نِی نون وقایہ یِ ضمیر واحد متکلم منصوب مُنْفَصِل مفعول بہ اوّل عِلْمًا مفعول بہ دوم نزدیک سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب ندا ہوا۔ حرفِ ندا اپنے منادیٰ و جواب ندا سے مل کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ لام مفتوح حرفِ تاکید یعنی اَلْبَتَّہ قَدْ عَہِدْنَا۔ باب ضَرَبَ کا ماضی قریب معروف مثبت جمع متکلم نَحْنُ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے مرجع باری تعالیٰ عَہْدٌ سے مشتق ہے یعنی وعدہ لینا اِلٰی حرف جر یعنی اَلْجَأ قیہ یعنی سے اٰدَمَ اسم غیر منصرف درسبب موجود میں را مجمل اَلْ عَلَم اس لیے بحالتِ جر نصب ہے مِنْ جارہ زائدہ یا بیانیہ قَبْلُ اسم ظرف زمانی مفرد ہے مضاف نہیں ہے اس لیے ضمہ پر مبنی ہے اِلٰی اٰدَمَ جار مجرور پہلا متعلق ہے اور مِنْ قَبْلُ جار مجرور دوسرا متعلق ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا وَاؤ عاطفہ تعقیبیہ یعنی لیکن۔ نَسِیَ ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب۔ باب سَمِعَ۔ نَسْیٌ ناقص یائی سے مشتق ہے یعنی بھول جانا اور بھول کر اس کے خلاف کر لینا یا چھوڑ دینا ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع ہے اٰدَمُ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَمْ نَجِدْ باب ضَرَبَ کا فعل نفی مجحد بِلَمْ معروف جمع متکلم مضارع یعنی ماضی مطلق وَجْدٌ سے مشتق ہے یعنی پا لینا یعنی دل دماغ سے محسوس کرنا یہ متعدی بدو مفعول ہے۔ چونکہ اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اس لیے یہ فعل اور یہ آیت متشابہات میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے دل دماغ محال بالذات ہے لَہٗ یہ جار مجرور مفعول بہ اوّل کے درجہ میں ہے ہٗ ضمیر کا مرجع اٰدَمُ ہے عَزْمًا اسم مفرد یا مصدر یعنی قلبی ارادہ یعنی جان بوجھ کر کوئی کام یا خلاف ورزی کرنا یہ مفعول بہ دوم ہے جار مجرور متعلق ہے ظاہر اَلْمُ نَجِدْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اُس کا واؤ دونوں ملکر معطوف ہوا اَلْقَدْ عَہِدْنَا کا واؤ دونوں ملکر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَسْرَارِ آیَاتِہٖ کی دیگر تفسیریں رَلَا یَخَافُ وَلَا یَحْزَنُ یہیں ہیں قرأت دیگر یہی مشہور رَتَحْذَنُ وَتَحْذَنُ وَاحِدٌ مذکر حاضر با افعال خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور قرأت مِنْ قَبْلُ اَنْ یُّقْضٰی ہے رَا ایک

marfat.com
Marfat.com

مجہول قرأت میں مِنْ قَبْلِی کی بجائے حَتّٰی اِنْ یُّقْضٰی ہے نیز ایک شاذ قرأت میں اَنْ یُّقْضٰی وَحْیُہٗ ہے ۱۲ مشہور قرأت لُنَسِّیَ ہے ۱۲ شاذ قرأت لُنْسِیَ باب تفعیل کا ماضی مجہول ہے۔

تفسیر عالمانہ

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا ھَضْمًا ۔ وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْہِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَھُمْ ذِکْرًا ۔ اور اے حبیب عرشی یہ پیغام الٰہی وحی ربانی بشارت رحمانی بھی سن دیجئے کہ دنیوی زندگی میں جو شخص سچی حقیقی نیکیوں والے اعمال کرے مخلص بے ریا بن کر اس حال میں کہ اللہ رسول پر صحیح قلب وزبان سے ایمان لانے والا مومن صادق ہو تب اُس کو بعد موت قبر حشر میں نہ کسی کے ظلم زیادتی کا خوف کرنا چاہیئے نہ کسی قسم کی کمی ونقصان کا اندیشہ ظلم وھضم میں مفسرین نے تین طرح فرق فرمایا ہے ۱ کسی سے اپنے حق کو زیادہ لینا ظلم ہے اور کسی مستحق کو اُس کے حق سے کم دینا ھضم ہے ۲ گناہ اور جرم کو بڑھا دینا ظلم ہے۔ اور نیکیوں اچھائیوں کو گھٹا دینا ھضم ہے ۳ ناکردہ جرم کی سزا دینا ظلم ہے اور نیکی کی جزا نہ دینا ھضم ہے۔ ظلم بھی خسران ہے اور ھضم بھی مومن پر لازم ہے کہ ایمان واعمال کو درست رکھے اور اللہ تعالیٰ کے کرم پر بھروسہ اور عدل کی توقع اور رحمت کی امید کرتا رہے نہ ظلم کے اندیشہ کا تصور کرے نہ ھضم کا وسوسہ اگرچہ قیامت میں کسی پر بھی ظلم اور ھضم نہ ہوگا ہر مومن وکافر سے پورا پورا عدل ہوگا مگر کافر بروز قیامت یہ اندیشہ کرے گا کہ اُس پر ظلم ہوا ہے مومنین کو اس اندیشے وخطرے کے تصور وگمان سے بھی منع فرمایا جا رہا ہے۔ مگر ایمان شرط واعمال صالحہ ضروری۔ اے محبوب کائنات جس طرح ہم نے اس سے پہلے سابقہ انبیاء پر اپنے کلام نازل کئے ان کی اپنی اپنی زبانوں میں اسی طرح ہم نے ہی یہ کلام بھی نازل فرمایا قرآن بنا کر عربی زبان میں پہلے کلاموں کو توریت یعنی قانون زبور یعنی دعائیں انجیل یعنی خوش خبری بنایا اس طرح اس کو یہ قرآن مجید بنایا یعنی ساری کائنات میں پڑھا جانے والا بار بار سنیوں کو ذہنوں سے ملانے والا یاد ہونے والا کبھی جدا اور منسوخ نہ ہونے والا بنایا۔ اور کسی کلام کو صحف ابراہیم آدم وموسیٰ کا نام دیا۔ اس قرآن مجید کی دوسری امتیازی شان یہ ہے کہ وَصَرَّفْنَا فِیْہِ۔ اس کلام مجید میں ہم نے بار بار مختلف انداز سے عذاب وعتاب کی وعیدیں نازل فرمائیں کبھی جہنم کا نقشہ بنا کر کبھی میدان محشر کی حالت سنا کر کبھی قبر کی تنہائی کبھی موت کی تلخی بنا کر کبھی مسلمانوں کے ہاتھوں جنگ وجہاد کی شکستیں دلا کر کبھی پچھلی منکر امتوں کی آسمانی ہلاکت سنا کر اور سفر حضر میں اُن کی اُجڑی بستیوں کی نشاندہی کر کے اس طرح کی عبرت خیز باتیں نصیحتیں پچھلی کتابوں میں نہ

marfat.com
Marfat.com

نہیں نہ ان کا بار بار نزول ہوتا تھا وہاں تو سب نرم نرم حکم ایک دم ہی نازل ہوتا تھا۔ نہ مہلت نہ سہولت ایک ہی دم اٹل قانون کہ یا مانو ورنہ عذاب آتا ہے۔ اے حبیبِ ازلی ابدی یہ تو آپ کے طفیل آپ کی امت پر کرم و رحم کی شفقت الفت جلت سہولت ہے کہ ان کی اسی طرح سمجھا سمجھا کر ناز برداری کی جا رہی ہے اور تھوڑے تھوڑے قانون نازل کئے جا رہے ہیں لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ یہ لوگ کافر و منافق تا عمر کفر شرک سے بچیں ایمان قبول کر لیں اور ہم کو رب العالمین تم کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ مان لیں کیونکہ یہی ایمانِ اوّل ہے اور ایمان لا کر حرام مکروہ گناہ خطا سے بچ جائیں اور فاسقین تا قیامت اَوَامر کی اتباع نواہی سے اجتناب کریں اور قلب و عقل اعضاء و اجسام کا تقویٰ حاصل کریں۔ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۔ یا اگر کسی کی خوش بختی اس کا جلدی ساتھ نہ دے اور وہ اِس قرآنِ کریم کے سننے سنانے سے تقویٰ ایمانی و عرفانی حاصل نہ کر سکے تو کم از کم اس قرآن مجید یا اس کے وسیلے سے اُس شخص کے قلبِ سعادت اور عقلِ فطرت میں تذکرۂ تلاوت کے ذریعہ قبولِ نصیحت کی توجہ پیدا ہو جائے گی یہ توفیق بھی منجانب اللہ ہی ہوتی ہے مگر وسیلہ مجازی قرآن مجید ہوتا ہے۔ یہاں کلامِ الٰہی کی تین صفات بیان فرمائی گئیں۔ اوّلاً یہ کہ وہ قرآن ہے یعنی اُس کا پڑھنا ہر مومن کافر پر بڑا آسان اور لذت و سرور والا ہے۔ ثانیاً وہ عربی ہے یعنی اُس کی لغت زبانِ عربی ہے یہ زبان اپنی فصاحت بلاغت سُرور مٹھاس اختصار جامع مانع ہونے میں اہلِ عرب کو متجر اور اہلِ عجم کو متشرف کرنے والی ہے اِس کی کاملیت اہلِ عقل کے عُقدے کھولنے والی ہے مفکرین کے دماغ اور مفسرین کے ذہن معطر کرنے والی عربی زبان اپنی پانچ خصوصیات کی وجہ سے تمام زبانوں کی شہنشاہ ہے ۱؎ مختصر اتنی کہ راس کے زیر زبر بھی مکمل الفاظ کی جگہ معانی بنا دیں ۲؎ جامع ایسی کہ ایک لفظ اپنے ملفوظ کا پورا تعارف کرا دے ۳؎ مانع اتنی کہ اپنی تفہیم میں کسی دوسری لغت سے کوئی لفظ ادھار نہیں لینا پڑتا۔ ۴؎ کامل ایسی کہ چند لفظوں میں معانی کے دریا بہا دے ۵؎ آسان اتنی کہ عجم والے بھی اس سے اسی طرح فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جس طرح اہلِ عرب یہ خصوصیات قرآن مجید کی عربی میں ہیں تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ مَصَّرَّفْنَا فِيْهِ۔ یعنی بار بار نزول فرمانا جن میں وعید و نذارت بشارت فرائض و واجبات مستحبات۔ حرام و حلال کا بیان ہے قانونِ شریعت میں ترکِ معاصی اور ترکِ منکرات و فعلِ الخیرات کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اور یہ داشت حفاظتِ اعمالِ ضد نسیان اطاعت عبادت ریاضت کا مجموعہ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ہے اور چونکہ گناہوں کا چھوڑنا قلب و جسم

marfat.com
Marfat.com

کا مثل ہے اس لیے تقویٰ کا ذکر پہلے کیا گیا اور عبادت و ریاضت ظاہر و باطن کا زیور ہے اس لیے اس کا ذکر بعد میں کیا گیا۔ غرضکہ قرآن مجید کے اس طرح نزول کا بہت فائدہ اور عظیم حکمت ہے فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔ یہ قرآن مجید کی چوتھی عظمت و نسبت بیان فرمائی گئی کہ اے حبیب رب کائنات بتا دیجئے کہ یہ کلام بے مثل اس لیے ہے کہ اس ذات بے مثل لاشریک بزرگ و برتر اللہ تعالیٰ جَلَّ مَجْدُهٗ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو پوری کائنات اور عالمین تمام کا حق بادشاہ ہے اور برتر ہے وہ ان تمام خیال و گمان و وہم سے جو کوئی اُس کے بارے میں اپنی عقل خرد فہم تدبر تعقل سے کرے یا کہے یا سنے قدیم ہے اُس کی سلطنت عظیم ہے اُس کا قہر شدید ہے اُس کی پکڑ نافذ ہے اس کا امر قائم ہے اس کی نہی۔ عام ہے اُس کا انعام۔ تمام ہے اُس کا اکرام۔ حق ہے اُس کا کلام ثابت ہے اس کا وجود قائم ہے اس کی ذات دائم ہیں اُس کی صفات ظاہر ہے اُس کی قدرت کامل ہے اُس کی قوت نہ فنا کا احتمال نہ زوال کا خطرہ وہ ذات و صفات اَحوال افعال اقوال اسرار میں حق ہے جس کا کلام ایسا بے مثل و قدیم ہے اُس کی ذات کی کوئی کیا شان بیان کر سکتا ہے واعظین فکر سے کاملین عجز سے واصلین حیرت سے پکارتے ہیں یا اللہ تیری ثنا اس طرح کوئی نہیں کر سکتا جس طرح تو خود اپنے ارادۂ ازلیہ سے اپنی ثنا فرماتا ہے ؎

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم ۔۔۔ وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم (سعدیؒ)

یہ قرآن اُس خالق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جس کی یہ شان ہے یہ امر نہی وعدہ وعید قانون احکام سب اسی کی طرف سے نزول اجلالی ہیں۔ لہٰذا کلام سے رب تعالیٰ کا تعارف دلیل انی ہے اور رب تعالیٰ سے کلام کا تعارف دلیل لمی ہے۔ اے شرک و کفر کی جھوٹی اختراعی باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف لگانے والو وہ ذات بابرکات اُن تمام سے برتر و بالا ہے اے حبیب انہی یہ تمام آیتیں عبادتیں طاعتیں تواضع کو سمجھانے کے لیے ہیں۔ لیکن آپ کے لیے یہ حکم ہے کہ۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ اور نہ جلدی کیا کریں آپ قرآن مجید کی قرأت بلحاظ ادائیگی طرز قرأت اور لحن جبریلی یاد کرنے میں۔ اس سے پہلے کہ پوری پہنچا دی جائے آپ کی طرف وحی اس کی آپ فکر نہ کریں ہاں البتہ ہر وقت یہ دعا ضرور مانگا کرو کہ اے میرے رب میرے سینے میں قرآن مجید کے علوم کو اور زیادہ فرما دے۔ یہاں علم سے مراد میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ قرآن مجید کا علم مراد ہے اس لیے قرآن مجید بھی علوم کثیرہ کا مجموعہ بلکہ اس کے ہر حرف۔ زیر زبر۔ پیش۔ شد۔ مد اور۔ لفظوں میں اسرار علوم کے خزانے ہیں۔ دوم یہ کہ علم سے مراد مطلقاً کائنات

marfat.com
Marfat.com

عالمین کے علوم مراد ہیں لَا تَعْجَلْ میں چار قول ہیں ساتھ ساتھ پڑھنے کی نہی ہے ۱۲ آیت کا مسئلہ بتانے میں جلدی کرنے کی ممانعت ہے ۱۲ وحی کی کتابت میں جلدی کی نہی ہے ۱۲ جلدی جلدی وحی آسمانی تمنا و دعا کرنے کی نہی ہے۔ اس آیت وَقُلْ رَّبِّ کے نزول کے بعد آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ اس آیت کی چار طرح تفسیر کی گئی ہے۔ پہلی تفسیر جلدی نہ فرمایئے قرآن مجید کی طرز ادا یہ ہے کہ جب تک کہ وحی بذریعہ جبرئیل پوری نہ اتار دی جائے اور چونکہ اس وحی قرآنی میں بے شمار علم ہیں ہر رطب و یابس خشک و تر کا علم اسی کتاب مبین میں ہے لہٰذا آپ یہ دعا نہ مانگا کریں۔ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ ہر ہر آیت میں آپ کے لیے علوم کا خزانہ ہے جو تا قیامت آپ کو ملتا رہے گا ہر آیت کا نزول آپ کا علم بڑھائے گا۔ آپ پر حصول علم اور آپ کے رب تعالیٰ پر عطاء علم کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ بلکہ ہر اعتبار وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ ہر آخری آنے والی ساعت آپ کے لیے پہلی گذشتہ سے بہتر ہی ہوگی تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا کہ آپ کی دعائیں ہماری عطائیں ہوتی ہی رہیں گی۔ اسے محبوب یہ دعائیں منگواتے سے رب تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ تم مجھ سے مانگتے رہو کیونکہ میں معطی ہوں اور ساری مخلوق تم سے مانگتی رہے کیونکہ تم قاسم ہو۔ مجھ سے تم۔ تم سے خلائق۔ تا ابد یہ سلسلہ ہو چونکہ آپ کی شان اعظم کے لائق صرف علم کی طلب ہے اس لیے یہی دعا مانگا کرو۔ رہا دنیا کی چیزیں تو وہ اور خزائن ارض کی چابیاں تقسیم امت کے لیے ہم نے پہلے آپ کے مانگے بغیر ہی آپ کو دیدی ہیں ان کا مانگنا آپ کی شان عظیم کے لائق نہ تھا آپ عظیم آپ کا رب تعالیٰ عظیم رب تعالیٰ کا علم عظیم۔ اس لیے عظیم کو چاہیئے کہ عظیم رب سے اس کی عظیم نعمت علم کا ثانی و فوقانی کی زیادتی کی ہی دعائیں مانگے۔ دوسری تفسیر یہ آیت اپنے شان نزول کے باعتبار ایک گذشتہ واقعہ کی طرف اشارہ فرما رہی ہے ایک مرتبہ آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بی بی صاحبہ نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ مجھے میرے خاوند نے مارا ہے۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً جواب فرمایا کہ خاوند سے قصاص لیا جائے گا تب یہ آیت نازل ہوئی کہ لَا تَعْجَلْ۔ اے نبی محترم قرآن کریم اور وحی الٰہی کے احکام سنانے میں جلدی نہ فرمایا کریں۔ خیال رہے کہ جس آیت کا حکم کسی شان نزول سے متعلق ہو وہ آیت اس واقعہ کے بعد نازل ہوتی ہے نہ کہ دوران وحی لہٰذا یہ آیت بھی جس تعجیل سے منع فرما رہی ہے وہ جلدی پہلے کبھی ہوئی تھی۔ پہلی تفسیر کے مطابق

marfat.com
Marfat.com

پہلے کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت میں جلدی یعنی ساتھ ساتھ تلاوت فرمائی تھی جس سے منع فرمایا گیا کہ یہ ایک مشقت ہے اور حبیب کی اتنی مشقت بھی گوارہ نہیں۔ دوسری تفسیر ہے کہ پہلے کبھی ایک عورت کو حکم شرعی سنا دیا حالانکہ ابھی اس حکم پر وحی نازل نہ ہوئی تھی تب دونوں سورتوں میں فرمایا گیا کہ اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اُس وحی کے معانی مقاصد احکام و تفصیل و تلاوت پورے نہ بیان کر دیئے جائیں آپ اُن میں جلدی نہ کیا کریں۔ تیسری تفسیر بعض نے فرمایا کہ لَا تَعْجَلْ کا معنیٰ ہے۔ اس وحی کی کتابت بذریعہ صحابہ جلدی نہ کرایا کریں آپ کو یہ تو خطرہ ہوتا ہے کہ صحابہ کے ذہنوں سمجھوں حافظوں سے یہ الفاظ یا ترتیب اتر نہ جائے مگر ہم اُس کے حافظ ہیں صحابہ کے ذہنوں سے بھی نہ اُترنے دیں گے۔ چوتھی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام الٰہی اور ملاقاتِ جبرئیل کا اتنا شدید شوق رہتا تھا کہ آپ چاہتے بلکہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ جلدی وحی آیا کرے۔ یہ ایک قلبی مشقت بھی تھی اور حکمتِ نزولِ وحی کے خلاف بھی اس لیے اس آیت میں منع فرمایا گیا کہ نزولِ وحی میں جلدی کی تمنا مت کیا کرو کبھی اس لیے بھی جلدی نزول کی تمنا فرماتے کہ یہودی عیسائی یا کفارِ مکہ کوئی جواب طلب سوال کرتے اور وہ جلد بازی مچاتے تب نبی پاک بھی چاہتے کہ اِن شَنِئَکَ کو جلدی جواب دیا جائے ان دونوں سورتوں میں بھی منع فرمایا کہ اے محبوب نزولِ وحی ہماری حکمت و اسرار پر مبنی ہے جب تک اِس کے موقعہ محل مناسب وقت کے مطابق ہماری طرف سے خود پوری وحی نازل نہ کر دی جائے آپ جلدی نہ کیا کریں۔ بعض جہلا نے یہ معنیٰ کیا ہے کہ اسی موقعہ پر نبی کریم جبرئیل کے ساتھ جلدی جلدی پڑھ رہے تھے تو منع کیا گیا۔ مگر یہ قول غلط طریقہ وحی کے خلاف ہے اور اس آیت کے سیاق و سباق کے بھی خلاف بہرکیف یہ چار تفسیریں کی گئی ہیں مگر پہلی تفسیر صحیح اور مضبوط ہے کیونکہ مدلل و مؤثر ہے۔ پہلی تفسیر کے دلائل حسبِ ذیل ہیں ۱ دلیلِ اوّل۔ قرآنِ مجید کی تین سورتوں میں اس قسم کی نہی مذکورہ دو جگہ میں صراحتاً اس جگہ سورۂ طٰہٰ میں ۲ سورۂ قیامت آیت ۱۶ اور ۱۷ میں لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ یعنی اے نبی محترم نہ حرکت دیجئے اِس وحی کی ادائیگی میں اپنی زبان کو کہ جلدی کر و تم اس کو ادا کرنے لحن بنانے میں بے شک ہمارے ذمہ کرم پر ہے اِس وحی کا قائم اور جمع رکھنا اور تم کو اس کی طرز قرأت و طریقہ تلاوت پڑھانا تم جبرئیل کا ہیجہ پاکر نیکی جلدی مت کرو ہم خود تم کو اس کی ادا بھی سکھا دینگے ۳ سورۂ اعلیٰ آیت ۶ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی اے محبوب عنقریب اب تم کو یہ قرآن احکامی طرز اور لہجے میں پڑھائیں گے اِس شان سے کہ تم اس کو کبھی نہ بھولو گے مگر وہی کلام جو

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ بھلانا چاہے گا (وجہ منسوخ التلاوت کرنے کی) سورۃ اعلیٰ ترتیب نزول میں آٹھویں نمبر پر ہے تمام احکام اس کے بعد ہی نازل ہوئے۔ اس میں نبی کریم کی کسی جلدی کرنے کا ذکر نہیں بلکہ بتایا جارہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اللہ تعالیٰ نے ہی سب کچھ پڑھایا سکھایا اِن آیت کا مقصد یہ بیان فرمانا ہے کہ ابتدا میں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ جب حضرت جبرئیل وحی لے کر حاضر بارگاہ ہوئے اور آیت کو شرعی طرز پر تلاوت فرمانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرز ادا کو یاد کر لینے کی خواہش میں خود بھی ساتھ ساتھ پڑھنے لگے جس سے جلد بازی کی مشقت ہوئی تب رب تعالیٰ نے اِس مشقت کو بند فرماتے ہوئے اِس خواہش کی تکمیل کو اپنے ذمہ کرم پر لے لیا کہ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ۔ (الخ) آپ کی یہ خواہش اس لیے تھی کہ قرآن مجید بولتا ہوا نازل ہوا ہے نہ کہ کتب سابقہ کی طرح صرف حفظ یا مکتوب لکھتوں۔ ملفوظی یا مقولی کلام میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مقولی کلام میں۔ طرز ادا۔ لہجہ اور لحن کا قانونی دخل ہوتا ہے اور طرز بیان سے کئی قانون بنتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً طرز کہنے سے عبارت کو سوالیہ اور خبریہ۔ انشائیہ اور شرطیہ تاکید یہ تفقیدیہ بنایا جاتا ہے اور ان ہی اداؤں سے فرض و نفل کے احکام ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ قرآن مجید کی طرز ادا بھی منجانب اللہ وحی الٰہی ہے اسی لہجے اور طرز و ادا میں تلاوت کرنا لازم جس میں جبرئیل علیہ السلام نے تلاوت فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سنائی۔ اسی کا دوسرا نام علم تجوید ہے قرأت سبعہ کا اختلاف تو صرف چند لفظوں میں ہے مگر طرز بیانی پورے قرآن مجید کی ایک ہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو ایک دفعہ جلدی جلدی یاد کر لینے کی خواہش میں جبرئیل کے ساتھ ساتھ پڑھنے کی زحمت فرمائی تھی جس سے سورۃ طٰہٰ میں اور پھر سورۃ قیامت میں منع فرمایا گیا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ آپ کو جلدی مسئلے بتانے یا جلدی کتابت کرانے یا جلدی وحی آنے کی تمنا سے روکا گیا۔ دوسری دلیل۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو الفاظ قرآن بھولنے کا کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھول چوک خطا و لغزش سے معصوم ہوتے ہیں کسی نبی علیہ السلام سے کبھی کسی نسیان کا صدور ثابت نہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن مجید سبعہ قرأت کے ساتھ عالم ازل سے حاصل تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ توریت زبور انجیل صحف آسمانی بھی مکمل لفظاً یاد تھے چنانچہ بخاری شریف جلد اول ص۴۵۵ کتاب بدء الخلق باب الملائکہ حدیث پاک ۱۴ میں ہے کہ ہر رمضان مبارک کی ہر رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ اس کی شرح میں۔ فتح الباری۔ اور شرح کرمانی نے لکھا کہ جبرائیل ہر رات کو

marfat.com
Marfat.com

آتے اور اول سے آخر تک قرآن مجید ایک دوسرے کو ناتے مخارج اور تجوید کے ساتھ۔ اور یہ دور بھی بھولنے کے اندیشے سے نہیں بلکہ اس لیے تاکہ یہ رمضان مبارک میں حافظوں کا دور کرنا اور قاریوں کا علم تجوید و مخارج حروف سے تلاوت کرنا اُمت کے لیے سنت ہو جائے اور مسلمان ذوق و شوق سے حافظ و قاری بنیں لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ یہ ایسا ہی دور کرنا تھا جیسے مدارس میں حفاظ کرتے ہیں۔ و از حاشیہ بخاری ص۷۵۰ اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قرآن پہلے ہی ازل سے یاد تھا۔ یہ تھوڑا تھوڑا نزول تو امت کے لیے کیونکہ دور وہی حافظ کر سکتا ہے جس کو قرآن مجید یاد ہو۔ یہ حدیث پاک مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔ نیسری دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ مجھ کو رب نے کتاب دی اور مجھ کو نبی بنایا۔ روایتوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل زبور توریت شکم مادر میں ہی حفظ کرا دی گئی تھیں۔ نبی کریم تو اُن سے افضل ہیں۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی یہ شان قرآن مجید میں ظاہر فرمانے کا اشارہ ہی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام کتب الٰہیہ کے ازل حافظ ہیں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے کتاب اور پھر نبوت کا ذکر فرمایا جس سے اقتضاءً ثابت ہوا کہ صاحب کتاب نبی کے لیے نبوت کے ساتھ کتاب لازم ہے یعنی مجھ کو کتاب اسی لیے دی کہ میں نبی ہوں۔ اور ہمارے آقا نبی رحمت نے فرمایا۔ كُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ معنی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام شکم مادر سے نبی تو شکم مادر میں کتاب ملی۔ اور میں ازل سے نبی تو ازل سے کتاب ملی تو اب بھولنے کا کیا خطرہ۔ چوتھی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ کسی کو سکھایا یا نہ سکھایا نہیں ورنہ پھر ہم کو دنیا میں اگر کسی اُستاد سے پڑھنے کی ضرورت نہ تھی بڑے استاد سے پڑھ کر چھوٹے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ثابت ہوا کہ رحمٰن نے بیشک رحمٰن کو قرآن سکھایا۔ کب سکھایا۔ کہاں سکھایا۔ دنیا میں تو کوئی کہیں اللہ تعالیٰ کا مدرسہ نظر نہیں آتا۔ ثابت ہوا کہ عالم ازل میں سب قرآن مجید سکھا دیا۔ اور جب رب تعالیٰ نے صفت رحمانیت سے قرآن سکھا دیا تو کوئی علم کسی لفظ کسی حرف کا پوشیدہ نہ رکھا۔ اب بھولنے کا قطعاً اندیشہ نہیں۔ لہٰذا لَا تَعْجَلْ اور تُحَرِّكْ کی نہی بھولنے کی نہیں بلکہ تا قیامت مسلمانوں کو ایک مسئلہ سمجھانے کے لیے ہے۔ پانچویں دلیل موجودہ قرآن مجید کی دو ترتیبیں ہیں ۱ ترتیب نزول ۲ ترتیب تلاوت اور دونوں بے حد مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ترتیب نزول کو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نازل فرمایا مگر ترتیب تلاوت کو رب تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قائم اور درست فرمایا۔ موجودہ ظاہری ترتیب مکتوبہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آقا دو کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن مجید عالم ازل

marfat.com
Marfat.com

سے مکمل ترتیب سے یاد تھا۔ دیکھو قرآن مجید کا نزول عجیب حکمت ربانی سے ظاہر ہو رہا ہے آج سورۃ نحل کی چند آیتیں کل سورۃ والضحیٰ کی دو آیتیں پھر سورۃ بقرہ کی تین آیتیں پھر دوسرے دن مدثر کی دو آیتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے صحابہ ان آیتوں کو بقرہ میں لکھو ان کو فلاں سورۃ میں اتنی آیتوں کے بعد لکھو۔ اور یہ سورت اس نمبر کی ہے یہ اس نمبر کی مختلف آیت اور مختلف سورتوں کو اپنی اپنی صحیح جگہ پر رکھنا وہی کر سکتا ہے جس کو پورا قرآن یاد ہو یہی سورۃ طٰہٰ جو اس سورتوں کے بعد مکہ میں نازل ہوتی ہے اور اس کا نزولی نمبر پینتالیس[۴۵] بتا ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو انہیس[۱۹] سورتوں کے بعد لکھواتے ہیں۔ اور اس کو بیسواں نمبر دیتے ہیں۔ یہ کس بنا پر کیا جا رہا ہے؟ اسی پر کہ آپ کو سارا قرآن مجید عالم ازل سے حفظ ہے اور جانتے ہیں کہ کونسی آیت کس سورۃ کی اور کونسی سورۃ کس جگہ کی ہے آج کسی حافظ کے سامنے پورا قرآن مجید اور قرآن آیتیں آیتیں کر کے بکھیر کر کہو کہ حافظ صاحب ان ورقوں کو صحیح ترتیب سے جوڑ دو حافظ قرآن چند منٹوں میں صحیح جوڑ دے گا۔ مگر یہی کام غیر حافظ نہیں کر سکتا۔ چھٹی دلیل۔ سورۃ نساء آیت ۱۱۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ اے نبی اللہ رب تعالیٰ نے آپ کو عالم ازل کے گذشتہ زمانوں میں ہی سب کچھ سکھا دیا۔ انہیں میں قرآن مجید بھی شامل ہے۔ علم فعل ماضی ہے جو گذشتہ زمانوں کی یاد اور نشاندہی فرما رہا ہے۔ ساتویں دلیل۔ لَا تُحَرِّكْ اور لَا تَعْجَلْ کی نہی اس پر ہے کہ تا قیامت کوئی بدبخت گستاخ یہ نہ کہدے کہ نبی نے جبرئیل سے قرآن یا طرز قرآن سیکھی اور جبرئیل استاد بن گئے ایسا نہیں ہے بلکہ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ بے شک اے محبوب عالمین یہ تو ہمارے ذمہ کرم پر ہے کہ اس قرآن مجید کو ہر علم قرآنی کے ساتھ آپ کے سینۂ اقدس میں ہم خود جمع فرما دیں۔ خیال رہے کہ قرآن کریم کے پانچ جامع القرآن ہیں۔ پہلا جامع القرآن رب تعالیٰ۔ دوم جبرئیل۔ سوم آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم چہارم صدیق اکبرؓ پنجم عثمان غنیؓ اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن مجید الفاظ و مضمون ترتیب و معانی کے ساتھ جمع فرمایا سینۂ مصطفیٰ کے اندر عالم ازل میں پھر جبرئیل علیہ السلام نے جمع فرمایا ترتیب نزول میں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع فرمایا ترتیب تلاوت میں۔ پھر صدیق اکبرؓ نے جمع فرمایا حافظوں کے سینوں سے لے کر کتابت میں پھر عثمان غنیؓ نے جمع فرمایا چھانٹ کر کے افراط و تفریط کی غلطیت سے بچا کر۔ کچھ قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کتابت کروا دیا زمانۂ نبوی شریف میں چوبیس صحابہ کرام کو کاتبین وحی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ صدیق اکبرؓ ۲ عثمان غنیؓ ۳ مولیٰ علیؓ ۴ زید بن ثابتؓ ۵ عبداللہ بن مسعودؓ ۶ زبیر ابن العوامؓ ۷ خالد بن سعیدؓ ۸ حنظلہؓ بن ربیع ۹

marfat.com
Marfat.com

رضی ۹ خالد بن ولید رضی ۱۰ عبداللہ بن رواحہ رضی ۱۱ حرملہ بن مسلم رضی ۱۲ عبداللہ بن سلول رضی ۱۳ مغیرہ بن شعبہ رضی ۱۴ عمرو بن العاص رضی ۱۵ امیر معاویہ رضی ۱۶ جہم بن صلت رضی ۱۷ معتب بن فاطمہ رضی ۱۸ عبداللہ بن ارقم زہری رضی ۱۹ ثابت بن قیس رضی ۲۰ عبداللہ بن ابی سرح رضی ۲۱ حذیفہ بن سلمان رضی ۲۲ عامر بن فہیرہ رضی ۲۳ سعید بن جبیر رضی ۲۴ ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ آٹھویں دلیل۔ لَا تُحَرِّكْ اور لَا تَعْجَلْ کی نہی اس لیے بھی ہے کہ تاقیامت یہ مسئلہ بتا دیا جائے کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (سورۃ اعراف آیت ۲۰۴) یعنی جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو سنو اور خاموش رہو۔ لہٰذا کسی ایک موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریل امین کے ساتھ مل کر جلدی پڑھنا حکمت الٰہیہ اور اسرار ربانی میں سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ایک مرتبہ عجلت اور تحریک لسانی فرمائی تب یہ لَا تُحَرِّكْ اور لَا تَعْجَلْ کی آیت نازل ہوئیں۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ ایک سفر میں نماز فجر کے وقت سوتے رہ گئے تو بقیہ نفساں کی آیت نازل ہوگئیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ بعض نے فرمایا کہ لَا تُحَرِّكْ اور لَا تَعْجَلْ کی نہی سے اشارۃً منکرین کلام الٰہی کو سمجھایا جا رہا ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے جبریل لانے والے ہیں۔ اور نبی کریم اس کی طرز بیانی کو جلدی جلدی زبان پر جاری کرنا چاہتے ہیں اگر یہ ان کا اپنا کلام ہوتا جیسا کہ کافر کہتے ہیں تو یاد کرنے میں جلدی کیوں کرتے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ ایک وہابی صاحب نے اس آیت لَا تَعْجَلْ کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ پر تقریر ختم ہو چکی تھی اس کے بعد رخصت ہوتے ہوئے فرشتہ اللہ کے حکم سے نبی کو ایک بات پر خبردار کرتا ہے جو وحی نازل کرنے کے دوران اس کے مشاہدے میں آئی بیچ میں ٹوکنا مناسب نہ سمجھا گیا اس لیے پیغام کی ترسیل مکمل کرنے کے بعد اب وہ اس کا نوٹس لے رہا ہے۔ بات کیا تھی جس پر تنبیہ کی گئی (الخ) نبی وحی کا پیغام وصول کرنے کے دوران میں اسے یاد کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ اس کوشش کی وجہ سے آپ کی توجہ بار بار بٹ جاتی ہوگی سلسلۂ اخذ وحی میں خلل واقع ہو رہا ہوگا اس کیفیت کو دیکھ کر یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ آپ کو پیغام وحی وصول کرنے کا صحیح طریقہ سمجھایا جائے (الخ) ابتدائی زمانے میں جب کہ ابھی اخذ وحی کی عادت اچھی طرح نہ پڑی تھی (الخ) کئی کئی دفعہ آپ سے یہ فعل سرزد ہوا۔ اور ہر دفعہ آپ کو متنبہ کیا گیا سورۃ قیامت میں بھی ایسا ہوا تھا اور اس پر سلسلۂ کلام کو توڑ کر آپ کو ٹوکا گیا کہ لَا تُحَرِّكْ سورۃ الکہف میں بھی اسی طرح الطیفان (لایا گیا (الخ) بعد میں جب آپ کو پیغامات وحی وصول کرنے کی اچھی مہارت حاصل ہو گئی تو اس طرح کی کیفیات آپ پر بند ہو گئیں یہ تھیں اس مفسر مذکور کی جاہلانہ ہرزہ

marfat.com
Marfat.com

سزائی اور لغو قائلی۔ اس میں مفسر کی جہالت کے علاوہ بعض مندرجہ ذیل کفریہ گستاخیاں بھی ہیں۔ (۱) یہ تفسیر ساری کی ساری بالرائے ہے اور بالرائے تفسیر گمراہی ہے۔ (۲) آگے چل کے کلام کو قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا تک جبریل کا کلام کہا گیا اور مانا گیا ہے نہ کہ رب تعالیٰ کا حالانکہ قرآن مجید کے ایک لفظ کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرنا اسی طرح کفر ہے جس طرح سب کا انکار۔ (۳) سورۃ قیامت کی آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ والی کو کلام اللہ اور وحی بھی انکار ہے۔ ہے مگر در پردہ۔ کیونکہ مفسر لکھتا ہے سلسلہ کلام کو توڑ کر آپ کو ٹوکا گیا (معاذ اللہ) اگر یہ کفر نہیں تو کذب بیانی اور گمراہی ضرور ہے اور اگر ٹوکا گیا کا فاعل جبریل کرانا گیا ہے تو یہ بھی صراحتاً پہلے کی مثل کفر ہے (۴) اس ساری تفسیر کی بنیاد اپنی ذاتی تخیلاتی وہمی رائے پر شلا کوشش کر رہے ہوں گے۔ توجہ بار بار بٹ جاتی ہوگی۔ خلل واقع ہو رہا ہوگا وغیرہ وغیرہ یہ ابلیسی وسوسے اور ذاتی تصور ہے کیونکہ شاید ایسا ہوا ہوگا ویسا ہوا ہوگا یہ تو ماضی شکیہ ہے ایسے خوشکوک و شبہات کی بنیاد پر اپنی مرضی کی تفسیر تو قرآن مجید میں بدترین تحریف کاری ہے جس کا مقصد محض گمراہی اور کفر کمانا ہے (۵) یہ کہنا کہ نبی کو وحی ایسے کا صحیح طریقہ نہیں آتا تھا۔ لہٰذا وحی وصول کرنے کا صحیح طریقہ سمجھایا جائے (معاذ اللہ) یہ خبیثانہ گستاخی ہے (۶) یہ کہنا کہ فرشتہ نبی کو خبردار کر رہا ہے اور ایک علمی کانوشس علم ہے اللہ تعالیٰ کی بھی گستاخی ہے اور انبیا علیہم السلام کی بھی۔ اس لیے کہ فرشتے کو اللہ سے بڑھ جانا کہ اللہ نے نوٹس نہ لیا اور رب کو محسوس نہ ہوا فرشتے کو محسوس ہو گیا۔ نبی کی گستاخی اس طرح کہ فرشتہ صرف قاصد ہوتا ہے اور انبیا کا خادم خادم کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ نبی سے آگے وحی الٰہی یا کسی پیغام ربانی کے علاوہ بولنے کی ہمت کر سکے۔ جیسا کہ سورۃ مریم کی آیت ۶۴ سے ظاہر ہے۔ خاص کر جب وحی قرآن لے کر آئے تب تو ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہیں بول سکتا۔ مفسر نے اتنی بڑی بناوٹی جرأت دکھا کر اپنا ہی ایمان برباد کیا۔ اور اپنی قوم کو تباہ (۷) یہ کہنا کہ نبی سے جلد بازیاں ابتدائی دور میں ہوئیں یہ مفسر مذکور کی کتنی بڑی جہالت و ناواقفی ہے کہ اس کو سورۃ طٰہٰ کے نزول کا وقت بھی معلوم نہیں۔ یہ ابتدائی دور نہیں بلکہ ترتیب نزول سے طٰہٰ پینتالیسویں سورۃ ہے جب کہ ترتیب تلاوت میں بھی بیسویں ہے کیا اس کو ابتدا کہتے ہیں (۸) مفسر مذکور کا یہ کہنا کہ ہر دفعہ آپ کو متنبہ کیا گیا یہ بھی نبوت کی گستاخی ہے۔ گویا کہ معاذ اللہ انبیا اتنے کند ذہن یا کمزور حافظے کے ہوتے ہیں کہ عام ذہین طالب علم کو سمجھایا جائے تو وہ اس لغزش سے پہلی بار ہی باز آجاتا ہے تنبیہ کو یاد رکھتا ہے مگر نبی کو بار بار سمجھانا پڑتا ہے تب کہیں جا کر وہ لغزش سے رکتے ہیں (معاذ اللہ) میں کہتا ہوں یہ تفسیر لکھی ہے یا کفر پر سازش ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مرتبہ ایسا کیا تھا جس کو سورۃ قیامت کی آیت ۱۶ سے منع فرمایا گیا۔ یہ سورۃ ترتیب نزول میں اکتیس نمبر

marfat.com
Marfat.com

کی ہے سورۃ اعلیٰ میں کسی جلد بازی سے نہیں روکا گیا وہاں رب تعالیٰ کا ایک قانون مذکور ہے اور سورۃ طٰہٰ میں کئی احتمال ہیں کہ یہ ممانعت لَا تَعْجَلْ کیوں ہے کس کی ہے۔ اس کی وضاحت کر دی گئی۔ اگر جلدی پڑھنے کی ہے تب اسی کی نہی دوسرے انداز میں ہے ۱۲ یہ کہنا کہ نبی کو ابھی اخذ وحی کی عادت اچھی طرح نہ پڑی تھی اور یہ لکھنا کہ جب آپ کو وحی وصول کرنے کی اچھی مہارت ہو گئی (معاذ اللہ) یہ بھی اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور شانِ نبوت کی توہین ہے۔ گویا کہ معتزر مجہول عقل یہ کہنا چاہتا ہے کہ عام انسانوں کی طرح کمالاتِ نبوت بھی اپنی محنت و مہارت سے حاصل کئے جاتے ہیں اور نبوت و اتصالِ نبوت کسی کمال ہے اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی کام و بھی انعام نہیں۔ بخشش و عطا کو کچھ دخل نہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ تِلْکَ الْخُرَافَاتِ ظالم کے ہاتھ قلم آگیا جو چاہے لکھتا پھرے مگر اس بیہودہ گفتگو کو تفسیر نہیں کہا جا سکتا۔ نہ اسی طرح تفہیم انسانی ہو سکتی ہے بلکہ یہ تحریف قرآنی گمراہی پھیلانے کی ہے خیال رہے کہ نزولِ قرآن مجید مکی مدنی حیاتِ طیبہ کے تیئیس ۲۳ سال میں نازل ہوا۔ اس طرح کہ لوحِ محفوظ سے اسرافیل نے اسرافیل سے جبرئیل علیہما السلام نے اور جبرئیل علیہ السلام سے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے (صاوی و تفسیر نیشاپوری) یہ نزول ہو رہا ہے کے لیے تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قرآن مجید لفظاً لفظاً لوحِ محفوظ اور جبرئیل اسرافیل سے بھی پہلے عالمِ ازل میں یاد کرا دیا گیا تھا۔ غارِ حرا سے آخری وقت تک جبرئیل امین چوبیس ہزار دفعہ حاضرِ بارگاہِ رسالت ہوئے۔ قرآنِ مجید کی پہلی وحی سورۃ اِقْرَأْ کی پہلی پانچ آیتیں پیر کے دن ۱۷ ربیع الاول شریف دوپہر کے وقت غارِ حرا میں نازل ہوئی سنِ ولادت ۵۳ تھا اور سنِ ۶۱ تھا اور آخری وحی سورۃ بقرہ کی سات آیتِ حرمتِ سود از آیت ۲۷۵ تا آیت ۲۸۱ نازل ہوئی (بروایت ابن مسعود از نور العرفان) ایک قول (بعض نے فرمایا کہ سورۃ توبہ کی آخری آیتیں ۱۲۷ و ۱۲۸ روز جمعہ بعد غازِ فجر وفات سے نو دن پہلے سن گیارہ ہجری ۹ ربیع الاول شریف ۶۳۲ء نازل ہوئیں۔ اللہ اکبر کیا شان ہے حفظِ نبوت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظِ قرآنی کے کہ دیکھو یہ آیت نازل ہوتی ہیں آخری وقت میں اور ان کو لکھایا جا رہا ہے بقرہ اور توبہ میں جو نزول میں ۸۵ اور ۱۱۲ ہیں۔ اب بھی کوئی بد بخت یہ کہے کہ لَا تَعْجَلْ کی نہی اس لیے فرمائی گئی تھی کہ نبی کریم کو قرآن بھولنے کا خطرہ تھا اس کے خوف سے آپ جبرئیل کے ساتھ پڑھتے جاتے تو یہ اس بد بخت کی جہالت ہے۔ جو ذاتِ پاک آیتوں کو اپنی صحیح جگہ لکھانا نہ بھولے وہ بھلا الفاظ قرآن بھول سکتا ہے رب تعالیٰ مسلمانوں کو ان ایسی تفسیروں سے بچائے۔ آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰۤی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ اے محبوب مکرم

marfat.com
Marfat.com

آپ قرآن مجید کی طرز ادا یاد کرتے میں جلدی نہ کیا کرو۔ کیونکہ نسیان کا کوئی اندیشہ نہیں آپ تو نبوت کے ازلی تاجدار ہو۔ لغزش وخطا بھول چوک تو بشری کمزوری سے ہوتی اور نبوت بشریت پر غالب ہے جو بشر ابتدا سے ہی نبی بنا دیا گیا ہو وہ ہر بشری کمزوری سے معصوم ہوتا ہے۔ محض بشر میں نسیانی کمزوری ہوتی ہے اور اس کا مظاہرہ ایک دفعہ ہو چکا ہے کہ بے شک آج سے کئی زمانے صدیوں پہلے ہم نے ایک بشر آدم سے ایک وعدہ لیا تھا جو پہلے بشر اور انسانوں کے جدِ اعلیٰ تھے۔ قصّی تو وہ بھول گئے تھے اور وہ بھی بلا عزم وارادہ ایک لغزش ہم نے اس غلطی میں قطعاً ذرہ بھر ان کا قلبی ارادہ نہ پایا تھا۔ عزم سے مراد ہے قلبی ارادہ۔ اسی بھول سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ تا قیامت ہر انسان کی فطرت میں بھول چوک داخل ہے یہ انسانی سرشت ہے انسان خواہ کسی مقام پر ہو یہ انسانی کمزوریوں سے صرف نبوت ہی بچا سکتی ہے انسانوں میں صرف انبیا کو ہی ہر عیب سے معصوم بنایا گیا ہے رب تعالیٰ کا یہاں آدم علیہ السّلام کے واقعے کا ذکر فرمانے کا مقصد صرف انسانی بشری بھول بیان کرنا ہے کہ انسان شروع سے بھولتا چلا آیا ہے۔ پچھلی آیات وواقعات میں مختلف بھولوں کا ہی ذکر ہے۔ کوئی انسان خطاءً بھولتا ہے کوئی عمزاً۔ کوئی نوعاً کوئی لغزشاً۔ کوئی ذھولاً۔ کوئی غفلتاً۔ کوئی قلباً۔ کوئی عمداً۔ کوئی تعصیاً کوئی حسداً۔ کسی کے نسیان نے خطا کرا دی کسی کے نسیان نے گناہ کسی کے نسیان نے کفر کرا دیا۔ رب تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اور سابقہ کتبِ الٰہیہ میں مختلف بھولوں پر مختلف وعیدیں نازل فرمائیں کسی نے اپنی بھول کا خیال نہ کیا اور کسی نے صرف اندیشۂ بھول سے اتنی احتیاط برتی کہ لَا تُحَرِّكْ اور لَا تَعْجَلْ کی بھی فرمائی گئی۔ آدم علیہ السّلام کی یہ نسیان اور بھول کس قسم کی تھی اس میں مفسّرین کے چار قول ہیں ۱ بعض نے فرمایا عزم میں نسیان تھا یعنی وعدہ وفائی میں ان کا مضبوط ارادہ نہ پایا اس وجہ سے انہوں نے رب تعالیٰ کے وعدے کا خیال نہ رکھا مگر یہ قول آیت کے سیاق وسباق کے خلاف ہے اس لیے غلط ہے ۲ یہ خطا فقط بلا ارادہ بھول تھی اور آپ درخت بھول گئے تھے کہ وہ کونسا درخت ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ یہ قول بھی کمزور ہے ۳ تیسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ حضرت آدم کو درخت کا بھی پتہ تھا اور یہ بھی پتہ تھا کہ ابلیس ہمارا دشمن ہے مگر جس بھیس میں ابلیس اُن کے سامنے دوست نما قسمیں کھاتا ہوا جنت میں آیا تو وہ ابلیس کو پہچان نہ سکے وہ سمجھے شاید یہ کوئی فرشتہ ہے اور واقعتاً دوست ہے۔ اس کے بھیس اور قسموں سے دو وجہ سے دھوکہ کھایا ۱ ان کا خیال تھا کہ ابلیس تو مردود اور راندۂ درگاہ ہو چکا ہے وہ جنت میں نہیں آسکتا ۲ اور چونکہ وہ کَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ہو گیا اس لیے ابلیس رب کی قسم نہیں بول سکتا وہ تو رب کا منکر ونگستاخ ہو چکا ہے اور یہ آنے والا

marfat.com
Marfat.com

تو اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کی قسمیں کھا رہا ہے یہ بھی ایک بشری کمزوری ظاہر فرمائی گئی ہے کہ کتنا ہی عقل فکر اور ہر مندر سیاستدان چالاک ہو کر مگر اپنی عقل و خرد سے دوست دشمن کو نہیں پہچان سکتا وَقَالَ عِلْمُكَ کے دھوکے میں آ ہی جاتا ہے بجز اس کے جو عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بِدِ الْكَمَالِ کے انعام والا ہو وہی سمجھتا ہے کہ وَقَالَنِي فَضْلُ رَبِّيْ۔ اِس وقت آدم علیہ السلام کے پاس نبوت کی قوت نہ تھی محض بشریت پر یہ تمام واردات ہو رہی ہیں ۴ چوتھا قول یہ کہ آدم علیہ السلام کو عَهْدٍ لَا تَقْرَبَا۔ تو یاد تھا مگر عہد کی نوعیت یاد نہ رہی یا شروع سے ہی نہ سمجھی کہ یہ عہد فرض ہے یا واجب یا مستحب یہ فرض تھا مگر اس وقت آپ مستحب سمجھے۔ (از مظہری حاوی معانی بیان کبیر) مِنْ قَبْلُ کی مراد میں تین قول ہیں ۱ یعنی آدم علیہ السلام سے یہ وعدہ لینا بعد کے کفار یا کفار مکہ کے وعدوں وعیدوں سے پہلے لیا گیا تھا۔ وہ بھی بھول گئے تو انہوں نے معمولی خطا کی اور پھر متنبہ کرنے پر تین سو سال روتے توبہ کرتے رہے لیکن کفار مکہ بھی عہدِ اَلَست کو بھولے بھٹکے ہوئے ہیں اور اس بھول سے سخت ترین کفر بدترین ظلم کما رہے ہیں باوجود صَرَّفْنَا مِنَ الْوَعِيْدِ کی تنبیہ کے نہ روتے ہیں نہ توبہ کرتے ہیں۔ اپنے جدِ اعلیٰ کی فطرتِ بشری پر ڈٹے ہیں ان کی فہم ایمانی پر نہیں آئے ۲ مِنْ قَبْلُ کا معنیٰ ہے درخت کھانے سے پہلے آدم کو بتا سمجھا دیا گیا تھا اور عہد لیا تھا ۳ نزولِ قرآن سے پہلے یا اے نبی کریم تمہارے دنیا میں آنے سے پہلے گذشتہ زمانوں میں ہم نے عہد لیا تھا۔ یہ سب قول درست ہو سکتے ہیں۔

فائدے ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ کتبِ الٰہیہ اور آسمانی کلام الٰہی و صحیفوں میں صرف قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا۔ توریت زبور انجیل وغیرہ عبرانی میں نہ اُترے۔ لہٰذا سفیان ثوری کا وہ قول کے سب کتابیں عربی میں نازل ہوئیں غلط اور بناوٹی ہے اس کی پوری تفصیل ہمارے فتاویٰ الاعلا سوم میں دیکھئے۔ یہ فائدہ یہاں قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا کی تخصیص سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی کوئی انتہا کسی بھی مخلوق کو معلوم نہیں نہ یہ معلوم کہ کب انتہا ہوگی مخلوقی معلومات کے اعتبار سے نبی پاک کا علم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ بے انتہا اور بحرِ بے کنار ہے۔ یہ فائدہ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا کی دعا مانگنے کے ربّانی حکم سے حاصل ہوا کہ اے محبوب تم تا قیامت یا تا ابد یہ دعا مانگتے رہو اور ہم دعا قبول کرتے ہوئے زیادتی فرماتے رہیں یہ فائدہ دنیا میں سب سے بڑی نعمت اور دولت علم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط اسی کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا کسی اور دوسری چیز کے مانگنے کا حکم نہ دیا گیا وہ تمام چیزوں رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بن مانگے خود ہی عطا فرما دیں۔ نیز بڑی نعمت کی عزت و قدر بھی ہوتی چاہیے اور طلب و خواہش سے

marfat.com
Marfat.com

دعائیں مانگ کر لینا یہ بھی نعمتِ الٰہی کی قدر دانی ہے یہ فائدہ بھی رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دعا سے حاصل ہوا تفسیر روح البیان و معالی میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ اس کے بعد یہ دعا ہمیشہ مانگا کرتے تھے رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّ اِیْمَانًا وَّ فِقْهًا وَّ یَقِیْنًا۔ چوتھا فائدہ بارگاہِ الٰہی میں تمام عرشی فرشی مخلوق سے زیادہ فضیلت اور درجۂ اکرمیت و محبوبیت آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اس لیے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو زیادتیِ علم کی خواہش ہوئی تو ان کو صرف ایک بار ایک اور نبی رسول خضر علیہ السلام کے پاس بھیج دیا لیکن جب حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادتیِ علم کی خواہش ہوئی تو تا ابد خود اپنی بارگاہِ ربانی میں دعا مانگنے اور زیادتیِ علم کے حصول کا طریقہ بتا دیا کسی دوسرے کے پاس نہ بھیجا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کائناتِ مخلوق میں رَبِّ زِدْنِیْ سے پہلے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنا کثیر علم تھا کہ کسی اور کے پاس نہ تھا۔ زِدْنِیْ کا مسئلہ بجز خالق تعالیٰ کے کوئی حل ہی نہ کر سکتا تھا یہ فائدہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ میں رَبِّ فرمانے سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ۔ انسانی کمزوریوں میں سب سے بڑی اور نقصان دہ بیماری جس سے دنیا و آخرت کے ہزارہا نقصانات ہیں وہ بھول و نسیان ہے۔ یہ بیماری عقل و ذہن قلب و فکر کو بھی ناکارہ کر دیتی۔ لغزش خطا گناہ و عدہ خلافی کفر شرک سب اسی کے نقصانات ہیں۔ ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی بڑی ہمت کرنی چاہیئے۔ یہ فائدہ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے ابتدا و آفرینش میں تمام کمزوریوں سے پہلے اس کمزوری کی نشاندہی فرمائی۔ اور بتا دیا کہ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کے باوجود بھی اس بیماری نے اپنا نقصان کر دیا کہ جنت سے نکلوا دیا۔ لباس اتروا دیا۔ تیس سو سال رُلا دیا۔ عصیٰ آدمؑ کی تنبیہ کا پیغام سنا دیا یہ بیماری پیدائشی بھی ہوتی ہے اور بعد کی بعض غلط عملیات کی وجہ سے بھی بزرگانِ دین نے ان اسبابِ نسیان کی کچھ نشاندہی کروائی ہے۔ چنانچہ مولیٰ علیؓ نے فرمایا کہ دس چیزیں نسیان پیدا کرتی ہیں ۱ کثرتِ فکر غم پریشانی ۲ کھڑے پانی میں پیشاب کرنا ۳ کھٹا سیب کھانا ۴ جوہے کا چھوا کھانا یا پینا ۵ قبروں کی نشانیاں ملاحظہ پڑھنا ۶ سولی یا پھانسی والے مردے کی طرف زیادہ دیکھنا ۷ اونٹوں کی قطار میں دو اونٹوں کے درمیان چلنا ۸ بدن یا سر میں سے جوں نکال کر زندہ ہی زمین پر پھینک دینا یا پھر سر میں ہی چھوڑ دینا ۹ چاندی کے برتنوں یا دانت کا استعمال کرنا ۱۰ عورتوں والا سکڑا مردوں کو ملنا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کثرتِ گناہ سے بھی نسیان پیدا ہوتا ہے آپ اپنے استاد کا ایک شعر سنایا کرتے تھے۔

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهٖ وَاِنَّ النُّوْرَ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

marfat.com
Marfat.com

یعنی اے شافعی علم اللہ کا نور ہے اور گناہ والے کو نور نہیں دیا جاتا۔

اَحکامُ القرآن

اِن آیتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ۔ باری تعالیٰ نے اِس آیت پاک میں بندوں کو یہ بات سمجھائی ہے کہ ہمیشہ ایسی بات کرنی اور لکھنی چاہیئے جس میں انبیاء کرام علیہم السّلام کی تعظیم اور شان ظاہر ہوتی ہو۔ خود رب تعالیٰ بھی ہمیشہ اپنے پیارے محبوب بندوں کی ہر طرح مدح وثنا فرماتا ہے یہ مسئلہ وَنَمَّ نَجْدُ لَکَ ذِکْرَکَ کے تعریفی وثنائی جملے سے مستنبط ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے یہ جملہ ارشاد فرما کر اپنے پیارے بندے حضرت آدم علیہ السّلام کے دامن سے گناہ وعصیان کا داغ دھو دیا گو کہ جو بشری کمزوری سے نسیان تو ہوا مگر یہ اجتہادی غلطی تھی۔ نہ کہ عزم۔ لہٰذا ہر مسلمان کو ایسے بیہودہ مردود اور جاہلانہ قول چھوڑ دینے چاہئیں جس میں توہین یا کسی کی کاذبہ بھر شائبہ ہو کیونکہ بیہودہ اقوال شیطانوں کے قلم اور زبان سے نکلتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ جب قرآن مجید بغرض تلاوت پڑھا جائے تب قریب بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو سننا اور خاموش رہنا واجب ہے صرف ایک شخص تلاوت کرے باقی سنیں۔ دوسرے لوگ نہ تو دنیوی بات کر سکتے ہیں نہ دینی بلکہ نہ قرآن مجید ہی پڑھ سکتے ہیں۔ ختم شریف یا ایصالِ ثواب کے لیے اجتماعی تلاوت کرنا ضروری ہو تو سب ایک محفل میں آہستہ پڑھیں اگر کوئی وہیں بیٹھے زور سے پڑھے گا تو باقیوں کا پڑھنا منع ہو جائے گا اُن پر اس کا سننا واجب ہوگا۔ ہاں البتہ اگر کوئی مدرسہ ہے اور قرآن پاک بغرضِ تعلیم شاگرد پڑھ رہے ہیں تو سب کا زور سے پڑھنا بھی بیک وقت جائز اور استاد کا زور سے بولنا پڑھانا بھی جائز ہے یہ مسئلہ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا کہ جبرئیل علیہ السّلام کا وحی کی آیت کا زور سے پڑھنا چونکہ تعلیم دینا نہ تھا نہ تعلیم لینا۔ بلکہ تلاوتِ قرآن تھا۔ اس لیے جب ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کیا تو اس آیت میں آپ کو منع فرما دیا گیا اور تا قیامت مسلمانوں کو اس مسئلے کا علم ہو گیا۔ ہمارے ایک ہم عصر بزرگ مفسر صاحب نے ایک لغزش کرتے ہوئے نزولِ وحی کی محفل کو محفلِ تدریس سے تشبیہ دے ڈالی وہ لکھتے ہیں کہ حصولِ علم کا عام طریقہ تو یہی ہے کہ اُستاد جو کہے شاگرد اُسے غور سے سنتا بھی جائے اور ساتھ ساتھ اسے ذہن میں محفوظ بھی کرتا جائے اور میں کہتا ہوں یہ تفسیری نکتہ احمقانہ ہے۔ یہ تشبیہ غلط بھی ہے۔ مجالسِ تعلیم کے طور طریقے تجربے اور مشاہدے و حقیقت کے خلاف ہیں۔ کہیں بھی مدرسوں میں خاموشی فہمی سے تعلیم نہیں ہو سکتی خاص کر حفظ القرآن یا ناظرے قرآن کی درس گاہوں میں نیز جبرئیل صرف ایک قاصد ہیں۔ ان کو استاد سے تشبیہ دینا اگر عقیدۃً ہے تو گستاخی ہے مفسر کو توبہ کرنی چاہیئے۔ اگر نیا نا

marfat.com
Marfat.com

ہے توخطا ہے۔ آئندہ اس تشبیہ کو مٹانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے کیونکہ تشبیہات منشاء قرآن وحکیم کے خلاف ہے تیسرا مسئلہ۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ کسی بھی شخص پر نہ اُس کی حق تلفی اور کمی کا ظلم کرے نہ زیادتی اور چھینا جھپٹی کا ہتھم کرے۔ مقررہ حق سے کم دینا ظلم ہے اور زیادہ لینا ہتھم ہے دونوں سے بچنا عدلِ اسلامی ہے یہ مسئلہ لَا یَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا سے مستنبط ہوا اب تعالیٰ نے اپنی عدالتِ الٰہیہ کی شان یہ بتائی کہ باوجود اس کے کہ وہ خالق سب اُس کی مخلوق و مملوک پھر بھی نہ ظلم فرمائے نہ ہتھم تو پھر دوسرے انسانوں کو اس کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ ملاوٹ کی چیز بیچنا ظلم ہے اور دھوکہ دے کر کوئی چیز حاصل کرنا ہتھم ہے۔ چنانچہ کالا خضاب لگا کر رشتہ مانگنا ہتھم میں شامل۔ اسی لیے کالا خضاب حرام ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَنَسِیَ (دوسری جگہ طٰہٰ آیت ۱۲۱ میں ہے فَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔ یعنی آدم نے نافرمانی کی تو گمراہ ہوا (وہابی ترجمہ) نسیان معمولی خطا ہے اس پر سزا نہیں ہوتی اور عصیان سخت جرم ہے اس پر سزا لازم اور آدم کو سزا ہوئی کہ جنت سے نکالا گیا۔ اگر حضرت آدم کا یہ فعل نسیان تھا تو اسے عصیان کیوں فرمایا گیا اور اگر عصیان تھا تو نسیان کیوں فرمایا گیا؟ جواب۔ یہ فعل نسیان ہی تھا اور جنت سے نکالا جانا سزا نہ تھی مگر معترض نے نسیان عصیان اور فَغَوٰی کا ترجمہ درست نہ کیا، اس لیے یہ الجھن پڑی۔ نسیان کے چار معنی ہیں ۱ بھولنا یاد نہ رکھنا ۲ چھوڑ دینا نہ کرنا نہ پرواہ کرنا ۳ بے توجہ ہونا ۴ دھیان نہ دینا، یہاں مراد ہے بھول کر چھوڑ دیا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ تقریباً ۴۵ جگہ ارشاد ہوا ہے اور ان ہی چار معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ توبہ آیت ۶۷ میں ہے نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ، انہوں نے اللہ کو چھوڑ دیا تو اللہ نے ان کو چھوڑ دیا۔ یہاں بھولنے کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے ہی فَنَسِیَ اٰدَمُ میں بھی صرف بھولنا ترجمہ نہیں بلکہ بھول کر چھوڑ دیا۔ مراد ہے۔ اس لیے کہ شیطان ابلیس خود بتا رہا ہے کہ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (سورۃ اعراف آیت ۲۰) عَصٰی کا معنی بھی یہاں نافرمانی کرنا منشاءِ قرآن کے خلاف ہے۔ بلکہ عَصٰی میں نَسِیَ کی وجہ بتائی جا رہی ہے۔ یعنی یہ عہد چھوڑ دیا اس لیے تھی کہ فَعَصٰی۔ پس وہ بے توجہ ہو گئے تھے تو عہدِ ممانعت سے۔ عَصٰی کی وجہ سے نَسِیَ اور نَسِیَ کی وجہ سے فَغَوٰی تو اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے۔ غَوٰی کا ترجمہ گمراہی کرنا جہالت ہے جنت سے نکالا جانا اس نَسِیَ کا نتیجہ ہے نہ کہ سزا۔ جیسے کوئی ڈاکٹر کہے کہ اگر مریض نے سخت غذا کھائی تو پیٹ میں درد ہوگا تو پیٹ میں درد ہونا سزا نہیں بلکہ نتیجہ ہے۔ دوسرا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ تقوے کو قرآن مجید

marfat.com
Marfat.com

کی طرف منسوب نہ کیا گیا ذکر کو منسوب کیا گیا کہ ارشاد ہوا لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ خود متقی ہو جائیں اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۔ یا یہ قرآن مجید جہنا کرے اُن کے لیے ذکر۔ جواب۔ اس لیے کہ تقوے میں سلب اور معدومیت ہے مگر ذکر میں ایجاب اور ثبوت ہے۔ یعنی بندہ اپنے سے برے کاموں کو ختم کر دے عیوب سے ہمیشہ کے لیے بچنے لگے یہ تقویٰ ہے اِس استمراری معدومیت اور منفی پہلو کی وجہ سے اس کو قرآنِ مجید کی طرف نسبت نہ کیا گیا جب بندہ متقی بن جائے اور اس کا باطن خالی ہو جائے تب قرآن مجید اُس سینے میں ذکر فکر ہدایت بھر دے گا۔ اگر کوئی تقویٰ اختیار کرے تب بھی قرآنِ پاک اُس کے لیے راستہ درست ہموار فرما دے گا بہرحال تقویٰ تو خود ہی اپنانا پڑے گا۔ تیسرا اعتراض قرآن مجید سے حدوثِ ذکر کیسے ہوتا ہے۔ جواب۔ اس طرح کہ جب بندہ بار بار تلاوت کرتا ہے تو اس کو روشنی حاصل ہوتی ہے روشنی سے سمجھ اور سمجھ سے نصیحت یعنی ذکر حاصل ہو جاتا ہے چوتھا اعتراض یہاں تقوے اور ذکر کے درمیان لفظ اَوْ ارشاد ہوا۔ اَوْ دو چیزوں کے درمیان نفی پیدا کرتا ہے حالانکہ تقویٰ اور ذکر آپس میں منافی نہیں ہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں کہ ذکر ہوگا تو تقویٰ خود بخود ہوگا اور تقویٰ ملے گا تو ذکر و نصیحت بھی یہاں اَوْ نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ جواب یہاں حرفِ اَوْ کا تعلق تقوے اور ذکر سے نہیں بلکہ بندے کے دل سے ہے یعنی نزولِ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ بندے کا دل خالی نہ رہے یا خوفِ وعید سے تقویٰ دل میں آجائے یا قرآنِ کریم ان کے دل میں ذکرِ الٰہی ڈال دے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ کوئی کہے اِس گھر میں یا زید رہتا ہے یا بکر، تو حرفِ یا نے زید و بکر میں منافات نہ کی وہ تو دونوں بھی رہ سکتے ہیں نفی خالی رہنے کی ہے کہ گھر کبھی خالی نہ رہا ایسے ہی یہاں ہے کہ تقوے اور ذکر سے بندے کا قلب خالی نہ رہے گا یا تقویٰ آئے گا یا دونوں جواب دوم یہ کہ اَوْ کا تعلق تقوے اور ذکر سے نہیں بلکہ تقوے اور حدوثِ ذکر سے ہے کہ اگر کوئی متقی نہ بنے تو کم از کم یہ قرآنِ حکیم ان میں ذکر پیدا کر دے گا۔

تفسیر صوفیانہ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۔ بندہ مثلِ مکان ہے۔ اُس کے اعمالِ شریعت عمارت اور اعمالِ طریقت اُس کا سامانِ زیب و زینت۔ اس کی نیتِ صالحہ ایمان ہے یہ ہی بنیاد ی مضبوطی ہے بندۂ مومن چار چیزوں سے مکمل ہوتا ہے ۱ اعمالِ شریعت ۲ تفکرِ طریقت ۳ تدبرِ ایمانی ۴ تیقنِ عرفانی سے اور جس نے تزکیے کے غسل۔ تلبیسات کے زیور سے اپنے خود کو مزین کیا اور لباسِ ایمانی کا مومن بن گیا تو اس کو کہیں بھی کبھی بھی

marfat.com
Marfat.com

کمالاتِ حاصلہ میں کمی کا اندیشہ نہ ہوگا کہ یہ علمِ باطنی ہے اور نہ اُس کو استعدادِ توفیق کا کبھی خارہ صلبی ہو کیونکہ یہ علمِ باطنی ہے۔ بندۂ مخلص دونوں مصیبتوں سے بے خوف کر دیا جاتا ہے۔ نہ ذلت کا ظلم نہ مرتبے کا ہضم عالمِ ناسوت میں اجسام کی زبانیں اگرچہ مختلف ہیں مگر ارواحِ عالم کی زبان صرف عربی ہے جن وانس سب کی اسی لیے ارواحِ قدسیہ پر الہاماتِ صمدیہ لغتِ عربی میں نازل ہوتے ہیں۔ اِن الہاماتِ معرفت میں مریدانِ بے خلوص و مسافرانِ راہِ سلوک میں ریاکاریِ نمود کے لیے بے توفیقی کی وعیدیں ہیں تاکہ یہ غافل لوگ سُست اقدام کاہلی الاعمال مسافر اپنے تزکیۂ نفس سے تقویٰ کی منزل جلدی پا لیں یا الہاماتِ رُبّانی کے انوار کا زیور ذکر و حفظ الہامات سے دیدیا جائے تب ان میں کیفیاتِ تفکر پیدا ہو جائے فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ۔ انوار اسرار کی تمام قدرتیں اس اللہ تعالیٰ کو ہیں جو علم و جلال عظمت و کمال میں تمام کائنات سے اعلیٰ و بالا و تعالیٰ ہے۔ اُس کی قدرت سے کوئی بالا نہیں اور اُس کے امر سے کوئی باہر نہیں ہو سکتا اسی کا ملکیۂ حقیقیہ اور سلطنتِ اصلیہ ہر شی پر غالب ہے۔ اسی کا تصرف اُس کے ارادے اور قدرت کے مطابق ہے اسی کا عدل نافذ ہے عالمین پر اُسی کا حکم قائم ہے خائفین پر ہر مخلوق کو اُس کا حصہ اس کے حق کے مطابق عطا فرماتا ہے اپنی حکمت سے اُس کے وقت کے آنے پر۔ لہٰذا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ جب حبیبِ اَبدی کو مقامِ لامکانی پر قربِ کلام کا شرف حاصل ہوتا ہے تو غایتِ ذوق سے لَذَّتِ قول میں ہیجانِ شوق بڑھتا ہے اور لسانِ عشق میں تیزی آجاتی ہے تب مُدّاعِ قاب قوسین بلند ہوتی ہے کہ اے حبیبِ قدسی ترقیِ علمِ لدنی و تکمیلِ اسرارِ سنی میں جلدی نہ فرمایئے کہ علم و حکمت کا نزول نافذ ہے مراتبِ قبولیت کی ترقی و ترتیب پر۔ نہ طلب میں جلدی فرما اس کے لیے فیضانِ انوارِ غیر متناہی ہیں کسی کی شمار میں نہیں آسکتے۔ طلب عرض فرما ترقیِ علمِ اسرار اور قلب کے صیقل تصفیہ اور قالب کے زیور تذکیر کی کیونکہ طلبِ کثرت فقط دعاءِ حال اور زبانِ استعدادی سے میسر ہوتی ہے نہ کہ جلد بازی سے امکانِ قبول سے پہلے کچھ نہیں ہو سکتا اور جب تو نے کسی چیز کو جان لیا تو تیری قبولیت کا درجہ پہلے سے اعلیٰ ہوگا (از ابن عربی) وَلَقَدْ عَہِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا اور البتہ بے شک ہم نے ہر آدم باطنی سے معرفتِ اسرار کا عہد لیا تھا کہ شجرِ ظلمت کے قریب نہ جانا یہ عہد خلیفیت قربِ انوار کی جنتِ روحانیت میں جانے سے پہلے لیا تھا۔ پھر جب جنتِ دعا میں پہنچے کر نعیمِ جنت پر نگاہ ڈالی۔ فَنَسِیَ تو یہ بندۂ خاکی ہمارے عہد اور تعلّقِ شجر کی ممانعت اور عداوتِ ابلیس کو بھول گیا یہ سب اس لیے ہوا کہ جب آدمی کو خلقتِ معرفت دی گئی تو اوّلاً قلب

marfat.com
Marfat.com

باطنی پر صفاتِ کثیرہ کی تجلی ڈالی گئی جس سے صفاتِ انسانی کی ظلمات مغلوب و مستور ہوگئیں۔ صفاتِ ربوبیت کی ہیبت سے بدنِ ناسوتی میں تعلقات ماسوا اللہ اور انقیاد لغیر اللہ کا مادہ ہی باقی نہ رہا۔ پھر جب انسانی کی بشریت جوانیہ اور خواہشاتِ نفسانیہ کو حرکت ہوئی اور وہ لذاتِ آدمیت کو پورا کرنے میں مشغول ہوا تو حقوقِ معرفت کرادا کرنا بھول گیا۔ اس لیے یومِ معرفت کا سورج اور لیلِ مکاشفہ کا چاند نسیان کے بادلوں میں مرقِ چھپ گیا غروب نہ ہوا کیونکہ یہ خطاءِ اجتہادی تھی عزم بالجزم نہ تھا اسے بندۂ عارف اس بھول سے بچنے کے لیے اپنے رب حی وقیوم سے طلبِ علم لدنی کی کثرتِ دعا عرض کرتا رہ ہم مثلوں سے نہ مانگ بے مثل سے مانگ، بے مثلی کا دعویٰ صرف حَیٌّ وَّلَا یَمُوْتُ کو ہے اور اس دعوے کی بڑھان تین رَبِّکُمْ نبی بے مثل ہے۔ بایزید بسطامی نے فرمایا کہ مسکین وہ ہے جو ہم مثل سے طلب کرے غنی وہ ہے جو بے مثل سے طلب کرے۔ ہم مثل کا بھکاری نامراد رہتا ہے مگر بے مثل سے مانگنے والا یقیناً مراد پالیتا ہے۔ علم انوارِ الٰہی کا ایک نور ہے کوئی عبدالرزاق سے لیتا ہے کوئی رزاق سے روایت میں ہے کہ سب سے اچھا وافضل عمل علم باللہ ہے۔ اس لیے کہ علم والا تھوڑا کام بھی زیادہ نفع دیتا ہے اور جہالت والا زیادہ کام بھی نفع نہیں دیتا۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لیے اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا تیری اُس علم سے جو نفع نہ دے۔ علم باللہ صفائی باطن کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ صفائی قلب اعظم قربات اور افضل طاعات ہے۔ ہر بندے پر عبادت کے چار حقوق ہیں پہلا حق فرائض کی ادائیگی جس نے فرض چھوڑ کر نفلی عبادتیں شروع کیں اس نے خواہشاتِ شیطانی کی اتباع کی یہ بھی ابلیس کا ورغلانا ہے۔ دوسرا حق واجبات کی ادائیگی۔ تیسرا حق مستحبات کی ادائیگی چوتھا حق اور آخری نوافل کی ادائیگی اور کثرت میں مشغولیت۔ فرائض مثل برتن ہے۔ واجبات اس کی مضبوط بناوٹ وخوب صورت شکل وصورت ہے مستحبات اس کی نکل پالش اور نفلی ہے نوافل اُس کے اندر لذیذ پانی اور کھانا ہے۔ انسان کو پہلا دھوکا عورت کے ذریعے ملا۔ عورت کے نہ ہونے پر صبر کر لینا بہتر ہے عورت کے حصول پر بے صبری کرنے سے آدمی کی سب سے بڑی بشری کمزوری یہ ہے کہ وہ عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

marfat.com
Marfat.com

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

اور یاد کیجئے اے محبوب اُس وقت کو جب کہا تھا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو تم آدم کو تو سب نے ہی سجدہ کیا تھا

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر سے

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا

مگر ابلیس نے انکار کر دیا تھا تو کہا تھا ہم نے اے آدم بے شک یہ

مگر ابلیس اس نے نہ مانا۔ تو ہم نے فرمایا اے آدم بے شک یہ

عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا

سخت دشمن ہے تمہارا اور تمہاری بیوی کا تو یہ نکلوا نہ دے تم دونوں کو

تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو

مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ

جنت سے پھر تم مشقتوں میں پڑ جاؤ بے شک یقینی بات ہے کہ نہ بھوک محسوس کرو گے تم

جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے۔ بے شک تیرے لیے جنت میں یہ ہے

فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا

اس جنت میں نہ کبھی ننگے ہو گے تم اور بے شک نہ پیاس محسوس کرو گے تم اس میں

کہ نہ تو بھوکا ہو نہ ننگا ہو۔ اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے

وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ

اور نہ گرمی پاؤ تم۔ تو فریب کاری کی اُن کی طرف شیطان نے کہ

نہ دھوپ ۔ تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا

marfat.com
Marfat.com

قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ

کہا اے آدم کیا پیڑ بتا دوں تم کو ہمیشہ کی زندگی دینے والے درخت کا

بولا اے آدم کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا پیڑ

وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

اور ایسی سلطنت کا جو کبھی ختم نہ ہو

اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پچھلی آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کے ایک عہد کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں اس کی تفصیل بتائی جا رہی ہے۔ **دوسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں مومن کی شان بتائی گئی کہ عالم آخرت جنت میں حشر و قیامت میں ان پر کوئی ظلم وغیرہ نہ ہوگا۔ اب اِن آیت میں حضرت آدم کے وقت سے جنت کا نقشہ بتایا گیا کہ اُس وقت بھی آدم علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ تم کو جنت میں کسی قسم کا اندیشہ و خوف نہ ہوگا۔ **تیسرا تعلق**۔ پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن مجید متقی بننے اور اپنے بُرے بھلے کو سوچنے سمجھنے کے لیے نازل کیا گیا ہے اب اِن آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ بُرا کون ہے جس سے بچنا ضروری ہے اور جس سے بچ کر ہی انسان متقی بن سکتا ہے۔

تفسیر نحوی وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى۔ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى۔ واؤ ابتداء کلام کے لیے۔ اِذْ ظرف زمان ماضی مطلق جمع متکلم مع غیر معروف مرجع اللہ تعالیٰ لام جارّہ تعدیہ (مفعولیت) کا اردو ترجمہ ہے ”کو“۔ مَلٰٓئِكَةِ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد مَلَكٌ ہے بمعنی فرشتہ یہ جار مجرور متعلق ہے قُلْنَا کا وہ فعل با فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اُمر اُسْجُدُوْا باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر جمع مذکر سَجْدٌ سے مشتق ہے بمعنی تین پر ماتھا لگانا ٹیکنا۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں بیان کی جائیں گی کُمْ ضمیر

marfat.com
Marfat.com

پر شیدہ اس کا فاعل لَا دم پر یہ جار مجرور متعلق ہے اُسْجُدُوا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قُلْنَا کا قول مقولہ مل کر شرط ہوا اِذ ظرفیہ زمانیہ شرطیہ کی وجہ سے فی جزائیہ سَجَدُوْا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب صیغہ پر شیدہ اس کا فاعل مرجع ہے مَلٰٓئِکَہ الّا حرف استثنا اِبْلِیْسَ اسم مفرد جامد غیر منصرف کیونکہ عجمی و علم ہے بحالت نصب ہے کیونکہ مستثنیٰ منقطع ہے اور منقطع چونکہ حرف مستثنیٰ ہی ہو سکتا ہے کسی قسم کا بدل نہیں ہو سکتا لہٰذا نصب دینا واجب ہے خیال رہے کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم کا ہوتا ہے واجب نصب واجب یہ پانچ سورتوں میں ہے اوّل یہ کہ مستثنیٰ مَا فَلَا یَا مَا عَدَا یَا لَیْسَ کے بعد ہو دوم یہ کہ مستثنیٰ مقدم ہو مستثنیٰ منہ سے سوم یہ کہ مستثنیٰ صفت نہ بن سکے اور کلام منفی نہ ہو چہارم یہ کہ مستثنیٰ مَا فَلَا یَا عَدَا کے بعد ہو مگر اس میں اختلاف ہے پنجم یہ کہ مستثنیٰ منقطع ہو یعنی کسی گروہ سے نکالا اس کو جائے جو پہلے داخل ہی نہ ہو صرف کسی تعلق یا نسبت وغیرہ کی بنا پر شامل ہو گیا ہو گویا کہ مستثنیٰ کا اصل اعراب نصب ہے ان پانچ جگہ نصب اس لیے واجب ہے کہ یہاں مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ منہ کا نہ بدل بنایا جا سکتا ہے نہ صفت موصوف صرف مستثنیٰ ہی بن سکتا ہے جہاں یہ بات نہ ہو وہاں مستثنیٰ پر کسرہ بھی آسکتا ہے اور عامل کے مطابق اعراب زیر زبر پیش آسکتا ہے اور اگر وہ لفظ مستثنیٰ بھی ہو سکتا ہے اور بدل یا صفت بھی تو اصیل (زبر) جائز ہے۔ اِبْلِیْسَ پر تنوین (دو زیر) اس لیے نہیں آسکتا کیونکہ یہ غیر منصرف ہے یہ سَجَدُوْا کے فاعل کا مستثنیٰ ہے اور ذوالحال ہے اَبٰی کا باب ضَرَبَ یا فَتَحَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب اَبْیٌ سے مشتق مہموز الفا اور ناقص یائی بمعنی سختی اور متکبرانہ کسی چیز یا کلام سے انکار کرنا خیال رہے کہ نکرہ کفر اَبٰی سَجَدَ کل پانچوں مصدروں کا ترجمہ سے انکار کرنا مگر فرق یہ ہے کہ اَبٰی عام ہے ہر قسم کے انکار کو کفر کسی دینی مذہبی یا قلبی اچھے یا برے عقیدے کا انکار کرنا مگر اصطلاح میں اچھے دینی عقیدے کا انکار کرنا سَجَدَ اَبٰی سختی و متکبرانہ طریقے سے انکار کرنا یہ جملہ کوئی بات یا وعدہ کر کے جان بوجھ کر انکار یا نفی کرنا وہ کل قسم یا منفی یا شرط سے انکار کرنا۔ اَبٰی فعل ماضی فاعل پر شیدہ ضمیر ھُوَ کا مرجع اِبْلِیْسَ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر حال ہوا اِبْلِیْسَ کا دونوں مل کر مستثنیٰ ہوا اُسْجُدُوا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی قُلْنَا کی شرط وجزا ملکر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا وَ عاطفہ قُلْنَا فعل ماضی فاعل ہو کر قول ہوا یَا حرف ندا اٰدَمُ اس کا منادیٰ اِنَّ حرف تحقیق ھٰذَا اسم اشارہ قریبی اس کا شار ایہ اِبْلِیْسَ ہے یہ اسم اِنَّ ہوا عَدُوٌّ اسم مفرد صفت مشبہ صیغہ مبالغہ عَدُوٌّ وَّدُوٌّ وَّعَا بروزن فَعُوْلٌ واؤ کا واؤ میں ادغام کر دیا یعنی بہت ہی سخت مکمل دشمن ہر چیز جان مال عزت و آبرو کا دشمن اور ہر طرح سے دشمنی لینے والا یعنی موروثی دشمن اس کے علاوہ بھی عربی لغت میں دشمن کے لیے تین لفظ ہیں جن میں نوعی فرق یہ ہے کہ لَدُوْدٌ وہ دشمن جو عندی اور جھگڑالو ہو جو کبھی دوست بن سکے

marfat.com
Marfat.com

۲ مُشاھِنٌ جو موذی دشمن ہو موذی دشمن وہ ہوتا ہے جو عرف نقصان کرے اپنا فائدہ ہو یا نہ ہو جیسے چوہا کاٹتا ہیں کاٹتا ہے اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ۳ مباغض کینہ پرور شمن دل سے دشمنی نہ نکالے انتقام کے بعد بھی بھڑاس نہ نکلے لَكَ جار مجرور معطوف علیہ اور لِزَوْجِكَ مرکب اضافی جار مجرور معطوف الضمیر میں دونوں جگہ مرجع حضرت آدم ہیں اور زوج سے مراد حضرت حوا ہیں در اصل زَوْجَتِكَ کا ہے تاء نانیت تخفیف کے لیے ضمیر مخاطب مذکر کے قرینے سے گرادی گئی یہ دونوں عطف متعلق ہیں عَدُوٌّ کا هُوَ ضمیر پورا شیدہ ہے وہ اس کا فاعل ترجمہ ہے وہ ابلیس سخت دشمنی کرنے والا ہے یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ ہے اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر شبہ جملہ ہو کر جواب (یا) ندا ہوا ندا منادیٰ جواب ندا سب مل کر معطوف علیہ سبب ہوا فَ عاطفہ سببیہ لَا يُخْرِجَنَّ باب افعال کا فعل نہی تاکید یہ با نون ثقیلہ اِخْرَاجٌ مصدر متعدی ہے بمعنی نکالنا باہر کرنا خَرَجَ مادہ سے بنا ہے بمعنی نکلنا هُوَ پورا شیدہ فاعل ہے جس کا مرجع ابلیس ہے کُمَا اسم ضمیر تثنیہ مذکر حاضر اس کا مرجع ہے آدم وحوا مفعول بہ ہے مِنَ الْجَنَّةِ یہ جار مجرور متعلق ہے لَا يُخْرِجَنَّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر سبب ہوا فَ سببیہ فَتَشْقٰى باب فتح کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر حاضر شَقْوٌ سے مشتق ہے بمعنی مشقت مصیبت پریشانی میں پڑنا یہاں دنیوی تکالیف مراد ہے اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پورا شیدہ مرجع آدم ہیں یہ جملہ فعلیہ ہو کر مسبب ہوا لَا يُخْرِجَنَّ کا سب مل کر پھر معطوف سبب ہے اِنَّ کے پورے جملے کا اگلی عبادت وَلَا تَضْحٰى تک تمام عبارت جواب دوم ہے۔ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى۔ اِنَّ حرف تحقیق بمعنی بے شک لَكَ جار مجرور متعلق ہے مُحَقَّقٌ پورا شیدہ اسم مفعول کا یعنی یقینی وعدہ یا حقیقت ہے تمہارے لیے اَنْ حرف ناصب اَلَّا در اصل اَنْ لَا ہے اَنْ حرف ناصبہ لَا تَجُوْعَ باب نصر کا مضارع مستقبل منفی معروف واحد مذکر حاضر تَجُوْعُ سے بنا ہے خطاب ہے حضرت آدم کو فِيْهَا کا معنی جنت میں یہ متعلق ہے لَا تَجُوْعَ کا واو عاطفہ لَا تَعْرٰى باب ضرب کا فعل مضارع مستقبل منفی معروف واحد مذکر حاضر عُرْيٌ سے مشتق ہے بمعنی ننگا ہونا۔ اَنْتَ پورا شیدہ اس کا فاعل ہے جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے لَا تَجُوْعَ پر دونوں مل کر اسم مؤخر ہے اِنَّ کا لَكَ مُحَقَّقٌ پورا شیدہ سے متعلق ہوا اسم مفعول اپنے نائب فاعل هُوَ پورا شیدہ کے ساتھ ہو کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَنَّ حرف مشبہ تحقیقیہ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل اِس کا اسم ہے لَا تَظْمَؤُا باب سَمِعَ کا مضارع مستقبل منفی واحد مذکر حاضر اَنْتَ پورا شیدہ اس کا فاعل مخاطب ظَمَأٌ سے مشتق ہے بمعنی پیاسا ہونا پیاس لگنا یہ آخر کا الف ہمزہ نشان ہے فِيْهَا

marfat.com
Marfat.com

جار مجرور متعلق ہے لَا تَظْمَؤُا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا تَضْحٰی۔ باب سَمِعَ کا مضارع منفی معروف واحد مذکر حاضر تَحْوٰی سے مشتق ہے یعنی دھوپ کی تپش لگنا گرمی لگنا۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں عطف مل کر خبر اِنَّ ہوئی اَنَّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا اِنَّ لَكَ پر دونوں عطف مل کر نِدَا کا جواب دوم ہوا یہ اسب سے مل کر مقولہ ہوا فَقُلْنَا کا یہ جملہ قولیہ ہو کر معطوف اِذْ قُلْنَا کے جملہ قولیہ پر دونوں مل کر ظرف زمانی ہوا۔ اُذْکُرْ فعل امر پوشیدہ کا سب ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ف تعقیبیہ وَسْوَسَ۔ باب تَفَعُّلٌ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب رباعی مصادر میں سے ہے اس کو نحویں مضاعف رباعی کہتے ہیں یعنی ف اور لام کلمہ دوم ایک جنس کے حرف اور عین و لام کلمہ لَعْلٌ ایک جنس یعنی وَسْ سین اور دو واؤ اِلَيْهِ جار مجرور متعلق ہے۔ الشَّيْطٰنُ اسم مفرد جامد عربی لفظ ہے ابلیس کا لقب ہے بحالت رفع فاعل ہے وَسْوَسَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفسر ہوا۔ قَالَ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا یا حرف نداء اٰدَمُ اسم مفرد غیر منصرف عجمی اور علم ہے مبنی ہے ضمہ پر کیونکہ منادیٰ مضاف نہیں ہے هَلْ حرف سوالیہ اَدُلُّ باب نَصَرَ کا فعل مضارع سوالیہ معروف واحد متکلم دَلٌّ سے مشتق ہے ایسے مصدر کو نحویں مضاعف ثلاثی کہتے ہیں یعنی رہنما کرنا نامعلوم چیز کا پتہ بتانا۔ كَ ضمیر کا مرجع آدم مفعول بہ ہے علیٰ حرف جر یعنی اِلٰی شَجَرَةِ اسم مفرد جامد اس کی جمع ہوتی ہے اَشْجَار یعنی بڑا تنا اور درخت مضاف ہے اَلْخُلْدِ اسم معرف باللام مصدر یعنی اسم فاعل یعنی ہمیشہ رہنے والا۔ خُلْدٌ کا معنیٰ ہے دریا نہ ٹوٹنے والا مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ مُلْكٍ اسم مفرد جامد یعنی سلطنت بادشاہت موصوف ہے لَا يَبْلٰى باب سَمِعَ کا فعل مضارع مستقبل منفی معروف ایک قرأت میں مجہول ہے واحد مذکر غائب بَلًى سے مشتق یعنی فنا ہونا۔ خراب ہونا۔ اس میں ضمیر فاعل ہُوَ پوشیدہ اس کا فاعل ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے مُلْكٍ کی یہ مرکب توصیفی معطوف ہے شَجَرَةِ الْخُلْدِ پر دونوں عطف مجرور ہو کر متعلق ہے اُدُلُّ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جواب نداء ہوا سب ندا منادیٰ جواب ندا مل کر مقولہ ہوا قول مقولہ جملہ قولیہ ہو کر مفسر ہے یہاں حرف تفسیر پوشیدہ ہے دونوں مفسّر مفسّر مل کر جملہ تفسیریہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى۔ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا

marfat.com
Marfat.com

يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى۔ اور یاد کیجئے اے حبیب اپنا وہ دیکھا سنا واقعہ جب ہم نے فرمایا تھا تمام فرشتوں سے کہ آدم کو احترام و تعظیم و تکریم کا سجدہ کرو سجدۂ عبادت کے مشابہ زمین پر سر رکھ کر کیونکہ تم نے آدم کے تین جرم کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ تم نے پیدائشِ آدم پر اعتراض کیا دوم یہ کہ تم نے اپنے غیبی اندازوں سے آدم کی غیر موجودگی میں ان کو خون ریز اور فساد کہا یہ ان کی غیبت ہوئی۔ سوم یہ کہ تم نے اپنے آپ کو اُن سے افضل کہا کہ ہم ہی تقدیسِ الٰہی اور تسبیح کبریائی کے عبادت گزار ہیں یعنی وہ نہیں یہ بھی ان کی شان کی توہین الزام ہے۔ حالانکہ بارگاہِ الٰہیہ کی فضیلت عبادت سے زیادہ علمِ نافع سے ہے۔ اب جب کہ تم آدم کی علمی برتری کو جان چکے لہٰذا اپنی غلطیوں کی اُن سے معافی مانگو اور تمہاری معافی کا طریقہ یہ ہے کہ اعترافِ خطا کرتے ہوئے اُن کے سامنے سجدہ زیر ہو کر ان کی عزت افزائی اور اِجلال و اعزاز کا مظاہرہ کرو اِس حکمِ سجدہ میں ابلیس کو اس لیے شامل کیا گیا اُن جرائم میں فرشتوں کے ساتھ برابر کا شریک تھا بلکہ اِن اعتراضانہ مخالفتِ خلقتِ آدم پر ابلیس نے ہی فرشتوں کو اُکسایا تھا۔ اس طرح کہ جب رب نے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ تب فرشتوں نے اپنے ساتھ رہنے والے اِس جن سے مشورہ لیا کہ رب تعالیٰ نے یہ خبر سنائی ہے بتا ہم کیا عرض کریں۔ تب اُسی نے رب تعالیٰ کے عمل پر اعتراض کرنے کی جرأت فرشتوں کو سکھائی اور فرشتوں کے ساتھ مل کر اُس نے بھی کہا تھا۔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ (الخ) اس لیے اگرچہ وہ فرشتہ نہیں کیونکہ وہ ناری مخلوق ہے اور فرشتے نوری۔ مگر مجرم تھا اور یہ سجدہ جرم کی معافی کا ہی تھا اِس وجہ سے شیطان شامل ہوا نہ کہ فرشتہ ہونے کی وجہ سے مفسرین فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے صرف فرشتوں کو حکمِ سجدہ ہوا اِن کے علاوہ کسی اور مخلوق جمند پرند درند شجر حجر حور و غلمان اور دیگر جنات کو سجدے کا حکم نہ تھا یہ سجدہ معافی کا تھا اور معافی صرف اُس سے لی جاتی ہے جو جرم کرے اسی بنا پر یہاں اِلَّا سے مستثنیٰ متصل بھی بنانا درست ہے کیونکہ استثنا فرشتوں کی جنسیت سے ہمیں نہیں بلکہ مجرموں سے ہے جن میں فرشتے تو تمام شامل مگر غیر فرشتے میں سے صرف ابلیس۔ اِس حکمِ الٰہی کو سُن کر تمام فرشتے تو ایک دم گول حلقے کی چالیس صفیں بنا کر سجدے میں گر گئے مگر ابلیس نہ جھکا اگرچہ علمی مناظرے میں دیگر فرشتوں کی طرح وہ بھی حضرت آدم سے شکست کھا چکا تھا۔ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اور قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا میں بھی وہ شامل تھا اور قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا کے اظہارِ عجز میں بھی۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو وہ متکبر آدم انکار کی وجہ بتاتے وقت صرف خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ۔ نہ کہتا بلکہ علمی برابری یا برتری کا ذکر کرتا۔ ملٰئکہ کے خطاب میں یہ دو وجہ سے

marfat.com
Marfat.com

شامل ہوا تھا ۱۲ یہ کہ یہ ابلیس فرشتوں کے ہر وقت ساتھ ہی رہتا تھا ۱۲ ابلیس فرشتوں کی طرح کثرت سے عبادت کرتا اور رئیس الملئکہ کہلاتا تھا۔ (از تفسیر خازن) لیکن خطابِ الٰہی میں یٰاَیُّھَا الْمَلٰٓئِکَۃُ فرماتے اور ابلیس کو علیحدہ خطاب نہ کرنے کی وجہ ان کی کثرت ہے اور یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ہوتا ہے اور پردہ پوشی کرتے ہوئے جرم کا اظہار نہ فرمایا گیا۔ آدم علیہ السّلام کو یہ سجدہ نبوت کی وجہ سے نہ کرایا گیا نبی تو اُس وقت تھے ہی نہیں نہ عظمتِ خلافت کی وجہ سے بلکہ صرف معافی منگواتے ہوئے یہ سجدہ آدم علیہ السّلام کا حق تھا۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ تو وجوہ سے آدم علیہ السّلام کو سجدہ کا استحقاق ملا ۱ خلافتِ الٰہیہ کی وجہ سے کیونکہ یہ امرِ عظیم ہے ۲ وجودِ آدم مجموعہ سے عالمِ خلق۔ عالمِ امر۔ عالمِ ملک۔ عالمِ ملکوت، عالمِ دنیا، عالمِ آخرت، عالمِ اسرار کا۔ آدم علیہ السّلام کے جسم میں عالمِ خلق کی اشیاء امانت رکھی گئیں آپ کے باطن میں عالمِ دنیا کی آپ کے قلب میں عالمِ ملک آپ کی عقل میں عالمِ ملکوت کی آپ کی روح میں عالمِ امر آپ کے ظاہر میں عالمِ آخرت آپ کے مادۂ مزاجیہ میں عالمِ اسرار کی اشیاء ودیعت رکھی گئیں مگر فرشتے صرف عالمِ خلق اور عالمِ ملکوت سے ہیں اور ابلیس صرف عالمِ خلق سے ہے اس نسبتِ کمالیہ کی وجہ سے آدم علیہ السّلام کمال پر تھے لہٰذا سجدے کے مستحق ہوئے ۳ احسنیتِ تامہ مولیٰ تعالیٰ نے صرف آدم علیہ السّلام کو عطا فرمائی یعنی آدمیت کو نہ کسی فرشتے کو احسنیت ملی نہ جنات حیوانات شجرات حجرات کو اس طرح کہ روحِ آدم احسنِ تقویم اور بدنِ آدم احسنِ صورت بنایا گیا شکلِ آدم صورتِ روحانی پر ہے لیکن ملئکہ نہ احسنِ تقویم نہ احسنِ صورۃ ان کی جسمانیت روحانی ان کی شباہت ملکی اس لیے فضیلت صرف بدنِ آدم و روحِ آدم کو ملی اس افضلیت کی وجہ سے سجدے کا استحقاق بھی آدم علیہ السّلام کو ملا ۴ آدم علیہ السّلام کی خلقت خَلَقْتُ بِیَدَیَّ سے ہے یہ اس کی اشرفیت ہے اسی بنا پر اشرف المخلوقات سے لہٰذا سجدے کا مستحق قرار پایا ۵ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کی کرامت ہے اس لیے فَقَعُوْا لَہٗ ساجدین کا استحقاق انعام ملا ۶ رب تعالیٰ نے بھی اس استحقاق کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا تھا۔ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔ یعنی اے ابلیس کس چیز نے تجھ کو منع کیا اس سجدۂ معافی سے اُس کے لیے جس کو میں نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا ۷ جب آدم علیہ السّلام پیدا کیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام صفات کی تجلی جسمِ آدم پر ڈالی جس کی وجہ سے وہ تعظیم تکریم تعزیز تجلیل کے قابل ہو گئے اور جو اس درجے کا ہو وہ مستحقِ کمال ہوتا ہے اس لیے فرشتوں کی معافی کا طریقہ سجدہ مقرر فرمایا گیا۔ اور تمام فرشتوں کو معافی کفارہ استغفار عاجزی و اقرارِ خطا کے

marfat.com
Marfat.com

سجدے کے حکم ملا ۲ آدم علیہ السلام کو تمام عقلی فکری دینوی علوم دیئے گئے جس کی وجہ سے آپ تمام مخلوق سے بڑے عالم بن گئے تمام فرشتے حصولِ علم میں آدم علیہ السلام کے محتاج تھے۔ عالم ہی استاد ہوتا ہے اور اُستاد کے کچھ حقوق ہوتے ہیں لہٰذا آدم مستحقِ سجدہ ہوئے۔ فرشتوں پر یہ سجدہ فرض تھا اور فرض کا انکار کفر ہے۔ ابلیس نے انکار کیا۔ فَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ تو وہ کافروں میں سے ہوگیا ۲ خلقتِ آدم کے مزاج میں نور بھی ہے اس لیے نوریوں کے سجدے کے مستحق ہوئے اور آپ کے مزاج میں نار بھی ہے اس لیے ناریوں کے سجدے کے بھی مستحق تو جس ناری ابلیس نے حضرتِ آدم کی غیبت کی اُس کو معافی کے سجدے کا حکم دیا گیا باقی جنات چونکہ مومن و عابد نہ تھے اس لیے ان پر شرعی فرائض نافذ نہ تھے نہ وہ گستاخیٔ آدم کے مرتکب ہوئے اس لیے وہ جنات حکمِ سجدہ میں شامل نہ ہوئے ابلیس نے چار وجہ سے سجدہ نہ کیا ۱ ابلیس نے صرف بدنِ آدم دیکھا سجدے کا منکر ہوا۔ فرشتوں نے نورِ ودیعت دیکھا سجدہ کر لیا ۲ ابلیس سب فرشتوں میں جاہل تھا جو لوگ کہتے ہیں کہ ابلیس بڑا عالم ہے وہ غلط کہتے ہیں۔ ہاں البتہ بہت چالاک اور باتونی تھا ۳ جہالت کی وجہ سے مغرور تھا ۴ غرور کی وجہ سے حاسد تھا اور یہ مشہور و مشہود ہے کہ ہر جاہل ہر عالم سے حسد کرتا ہے خاص کر شیخِ جاہل یعنی بوڑھا جاہل عمر رسیدہ جوان عالم سے سخت متنفر ہوتا ہے۔ ابلیس شیخِ جاہل تھا آدم علیہ السلام جوان عالم تھے ان کو اور ان کی شان و عزت کو دیکھ کر متحیر مایوس اور نا رحم میں مبتلا ہو گیا اپنی عزتِ سابقہ گرتی نظر آئی سجدے کا منکر ہوا۔ ابلیس کو چار طرح غرور تھا ۱ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ (سورۃ اعراف آیت ۱۲ سورۃ ص آیت ۷۶) ۲ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ۔ ۳ عرف اپنے ذہن و گمان سے آگ کو خاک سے افضل و اعلیٰ سمجھ لیا کہ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۴ اپنے جاہلانہ غرور سے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو بھی غلط سمجھا کہ بولا اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ یعنی ذرا دیکھ اس کو جس کو تو نے مجھ سے بھی اعلیٰ شان کا مکرم و عزت دار کر دیا۔ ابلیس نے چار طرح غرور ظاہر کیا ۱ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۲ اَبٰى ۳ اِسْتَكْبَرَ ۴ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۵ یعنی فاسق ہو گیا ۶ انکار کر کے ۷ تکبر کر کے ۸ سجدہ نہ کر کے (از سورۃ کہف آیت ۴۹) ابلیس نے رب تعالیٰ کی چار گستاخیاں کیں ۱ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ بولا کہ تو نے مجھے اغوا کیا (اعراف آیت ۱۶ اور سورۃ حجر آیت ۳۹) ۲ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ بولا اے رب تو یہ تیرے شک مجھ کو سجدے کا حکم دے مگر میں ایسا ہو تو قبیح نہیں ہوں کہ بشر کو سجدہ کروں (سورۃ حجر آیت ۳۳) ۳ اَرَءَيْتَكَ۔ یعنی اے اللہ اب تو غور کر (سورۃ اسریٰ آیت ۶۲) ۴ فَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ

marfat.com
Marfat.com

اپنے قول وفعل سے رب تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور اپنے اعتراض غیبت اور خود پسندی پر ڈٹا رہا اور اپنی خودی کو بلند کرتا رہا (از سورۂ حٰمٓ آیت ۷۵ اور بقرہ آیت ۳۴) ان تمام حرکتوں اور گستاخیوں پر ابلیس کو چار دھمکی دی گئیں یہاں ۱ فَاخْرُجْ مِنْهَا ۲ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ۔ یعنی (۱) نکل جا دفعہ دور ہو جا وہاں سے (۲) تو ذلیلوں میں سے ہے (از سورۂ اعراف آیت ۱۳ ۳ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ بے شک تو مردود رجیم ہے (سورۂ ص آیت ۷۷) ۴ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اور تجھ پر قیامت تک لعنت ہے (از سورۂ ص آیت ۷۸) جب ابلیس نے اَبٰی یعنی انکار کر دیا قولاً بھی اور عملاً امتناع بھی یہ بڑا سخت ترین انکار ہے فَقُلْنَا۔ اس کے بعد حضرت آدم کو جنت میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں اُن کی بیوی اُن کی ہی پسلی سے پیدا ہوئیں جن کا نام خود آدم علیہ السلام نے حوا رکھا۔ تب آدم کو رب نے فرمایا۔ اے آدم تم کو یاد ہے کہ ابلیس نے تم کو سجدہ نہ کیا تھا بلکہ انکار و تکبر کیا تھا لہٰذا سمجھ لو کہ ابلیس تمہارا ابھی دشمن ہے اور تمہاری بیوی کا بھی۔ لفظ زوج ہر اُس دوسرے ساتھی کو کہا جاتا ہے جو جنسًا ایک ہو نوعًا مختلف خواہ مرد ہو یا عورت مذکر ہو یا مؤنث مثلاً خاوند بیوی۔ تو کہیں ایسا نہ ہو تے دیتا کہ وہ تم کو جنت سے نکال دے یعنی جنت سے نکلنے کا وہ سبب بن جائے اگر ایسا ہوا۔ اور تمہارے جنت سے نکلنے کا سبب ابلیس بنا تو شقی۔ تو تم اے آدم دنیا میں بے شمار مصیبتوں مشقتوں محنتوں میں گھر جاؤ گے۔ یعنی نکلنا تو تم دونوں کو پڑے گا مگر دنیوی مشقت صرف تم کو اکیلے کو پڑے گی کیونکہ تم خاوند مرد ہو اور خاوند پر ہی وہاں روزی کمانا بیوی بچوں کو کھلانا فرض ہے۔ جنت میں یہ کوئی مشقتِ زندگی نہیں ہے۔ یہاں کی رہائش کو غنیمت سمجھو فائدہ اٹھاؤ خوب عبادت کرو جنت سے باہر نہ یہ فرصت نہ آرام بڑی نعمتیں تو در کنار یہ لباس و خوراک کی معمولی نعمتیں بھی نہ ملیں گی ان کے لیے بھی تم کو جان کھپانا پسینہ بہانا پڑے گا دنیا کی آدھی تیتی زندگی اس میں گزر جائے گی۔ تا چہ خورد صیف و چہ پوشد شتاء۔ تفسیروں میں ہے جب حضرت آدم زمین پر آئے تو آپ کے ساتھ دیگر ساز و سامان کے علاوہ ایک سرخ رنگ کا بیل بھی ساتھ بھیجا گیا۔ آدم علیہ السلام اس سے ہل چلاتے تھے پسینہ پونچھتے جاتے تو یہ کاروبار روتے جاتے ذکر اللہ بھی کرتے جاتے جنت کو یاد کرتے رہتے گرد و غبار سے اَٹ جاتے کپڑے میلے۔ رنگت خراب ہر طرف خاک و دھول تھکاوٹ سے جو رونا بھی تھی وہ کیفیتِ شقاوتی جس کی خبر پہلے دے دی گئی تھی۔ ابلیس کی دشمنی چار وجہ سے ہوئی ۱ ابلیس آگ سے حضرت آدم مٹی سے اور ان دونوں میں جنسی مخالفت ہے کیونکہ دونوں زمینی چیزوں ہیں ۲ شیطان چاہتا تھا کہ زمین کا خلیفہ مجھ کو بنایا جائے کیونکہ میں زمین کی اعلیٰ

marfat.com
Marfat.com

مخلوق ہوں ۲ آدم کے پاس علم ہے اور ابلیس کے جسمانی قوت اور طاقت وعلم کی ہمیشہ دشمنی ہوتی ہے قوت کا نشہ سخت ہوتا ہے ۲ ابلیس کی سوچ یہ تھی کہ آدم ناتجربہ کار جوان ہے اور میں تجربے کار بوڑھا ہوں لہٰذا میں زمین کی حکومت کا حق دار اُس کو یہ حسد کھا گیا۔ یہی سیاسی مخالفت آج تک چلی آرہی ہے اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى اے آدم ابھی تو تمہاری یہ شان ہے کہ ہر نعمت تمہارے پاس ہے ہر سعادت تم کو میسر ہے اور سعادتِ الٰہیہ کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ جب سے پیدا ہوئے ہو تم کو بھوک ہی نہ لگی تم زمین پر ٹھہرے کھانے کی حاجت نہ ہوئی تم کو چالیس سال تک سجدہ ہوتا رہا تم تخت پر ہی بیٹھے رہے کسی چیز کی بھوک پیاس نے نہ ستایا۔ اب تم جنت میں رہ رہے ہو کبھی تم کو اس جنت میں بھوک کی تکلیف نہ پہنچی اور پھر جنت میں اتنی کثیر نعمتیں ہیں کہ فَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا (بقرہ آیت ۳۵) لذتِ ذوق کے لیے جہاں سے جو چاہو کھاؤ بھوک بہرحال نہ ہوگی ابھی تو تم بھوک کی تکلیف سے آشنا ہی نہیں ہو۔ وَلَا تَعْرٰى۔ نہ تم کبھی ننگے ہوئے نہ لباس پرانا نہ میلا نہ کبھی دھونے کی حاجت نہ تبدیلی کی ضرورت کیونکہ سعادتِ الٰہیہ کا لباس ہے۔ صنعتِ انسانی کا نہیں ہے۔ صنعت انسانی شقاوت سے ملتی ہے اور نعمتِ رحمانی سعادت سے ملتی ہے غرضکہ اس جنت میں نہ بھوک کا ظاہری خلو وخطرہ نہ ننگے ہونے کا ظاہری خلو وخطرہ خیال رہے کہ بھوک کی وجہ سے انسان کا باطن خالی اور عُریانی سے انسان کا ظاہر خالی ہو جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے بھوک اور عریانی کو ساتھ بیان کیا گیا۔ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا۔ اور اے آدم اس جنت میں یہ شک تمہارے لیے ایک اور ایسی ضروری نعمت ہے جس کے بغیر گزارا نہیں وہ یہ کہ اس جنت اور جنتی زندگی ورہائش میں نہ تم کبھی پیاسے ہوگے نہ شدتِ پیاس کی کبھی تکلیف لذتِ ذوق کے لیے یہاں سعادتِ الٰہیہ کے روحانی جسمانی ہر طرح کے چشمے اور نہریں بھی جاری ہیں۔ وَلَا تَضْحٰى۔ اور نہ ہی اس جنت میں کبھی کسی قسم کی دھوپ لگے نہ وہاں نہ یہاں کوئی سورج نہ کسی چیز کی تپش نہ علت نہ محنت کی گرمی نہ مشقت کا پسینہ غرضکہ نہ پیاس کی باطنی گرمی نہ دھوپ کی ظاہری خیال رہے کہ پیاس باطنی گرمی سے ہوتی ہے اور پسینہ ظاہری گرمی سے اس مناسبت سے پیاس اور دھوپ کو ساتھ بیان کیا گیا۔ جنت کی ساری نعمتیں ماکولات ومشروبات ملبوسات اور منکوحات سعادتِ الٰہیہ سے ہیں اور یہی چیزیں زمین پر مشقت سے ہیں اے آدم اگر اپنے رب کریم کی مرضی اور عہد پر رہو گے تو یہ سعادت کے خزانے ہیں گے اگر مرضی سے اگر زمین پر بھی جاؤ تب بھی جب سابقی کوئی مشقت نہ پڑے گی لیکن اگر ابلیس کے ورغلانے میں آئے تم کو زمین پر بھیجا جائے گا تو ہر طرح مشقت ہی مشقت ہے ساری زندگی کہ کبھی حرث کبھی زرع کبھی حصد۔ کبھی طحن پھر کبھی عجن۔ کبھی خبز۔

marfat.com
Marfat.com

پھر کہیں اکل نصیب ہوگا۔ یعنی ایک صرف پیٹ بھرنے کے لیے پہلے کھیتی باڑی پھر کھیتی اگنا پھر اس کی رکھوالی پھر پکانا پھر کٹائی پھر چھٹائی پھر صفائی پھر پسائی پھر گندھائی پھر روٹی پکائی پھر کہیں کھلائی یہاں تین چیزیں بیان ہوئیں ۱۔ البشریت کی عزت ۲۔ جنتی رہائشی زندگی کا آرام ۳۔ ابلیس کی دشمنی کے نقشے جو ہر طرح آدم علیہ السلام کو سمجھا بتا دکھا دیئے گئے لیکن اس کے باوجود ہوا کیا۔ تقدیر مبرم نے کیا کرایا۔ بہت عرصہ بعد (بقول تفاسیر چالیس سال) فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ۔ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۔ پھر بھی شیطان نے اپنا وسوسہ کسی نہ کسی طریقے سے ان آدم تک پہنچا ہی دیا۔ وہ اس طرح کہ ابلیس اگرچہ علم والا نہ تھا مگر اس نے اپنی عیاری مکاری اور تجربے انداز سے۔ بشریت کی تین کمزوریاں جان لیں ۱۔ نیان بھول ۲۔ لا یعنی ذیوز زندگی کی حرص و خواہش ۳۔ موت کا ڈر یعنی موت نہ چاہنا لمبی سے لمبی زندگی کا فی عرصہ بعد جب ابلیس نے گمان کیا کہ اب آدم پچھلی باتیں یعنی میری گستاخانہ گفتگو عدم سجدہ کی دشمنی اور مخالفانہ رویہ اور اللہ کا عہد بھول گیا ہوگا تو وہ بوڑھے بزرگ فرشتے کے لبادے میں بھیس بدل کر آیا اور پہلے حضرت حوا کے پاس آیا۔ موت سے ڈرایا ہمیشہ زندہ رہنے کا گر سکھانے کا وعدہ کیا اور پھر آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ حوا ڈر گئیں اور اس کو اپنا بہت بڑا غمخوار و دوست سمجھ لیا جب آدم علیہ السلام آئے تو حوا بیوی نے آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ موت کی بات سن کر وہ تقاضائے بشریت وہ بھی مرنے سے گھبرائے اس بوڑھے مہربان کا انتظار کرنے لگے کچھ دنوں بعد وہ ابلیس پھر اسی طرح بھیس بدل کر ظاہر ہوا۔ اور نہایت عیارانہ طریقے سے دوستی ظاہر کرنے لگا قسمیں کھانے اور نصیحتیں کرتے ہوئے کہنے لگا۔ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ کیا میں تم کو ایسے درخت کا پتہ نہ بتا دوں جس کو شجر خلد کہتے ہیں اس لیے کہ جو اس کا پھل کھالے وہ کبھی مرتا نہیں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ اور ایسی دولت و بادشاہتوں کا مالک ہو جاتا ہے جو نہ کبھی خراب ہوں نہ کبھی فنا ہمیشہ وہ بندہ اور اس کی سب چیزیں ایک حالت پر رہتی ہیں۔ خلد کے معنے ہے اس شان کی زندگی کہ نہ فنا ہو نہ فساد نہ بیماری نہ بیگار بس دستی سے ہی قائم رہے۔ ابلیس نے چار طرح آدم علیہ السلام کو وسوسے دے کر ورغلایا ۱۔ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ (سورۃ اعراف آیت ۲۰) ۲۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ (اعراف آیت ۲۱) ۳۔ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۰) ۴۔ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۰) ابلیس کے یہ وسوسے

marfat.com
Marfat.com

اس لیے کہ آدم علیہ السلام کی وجہ سے اس کو دینوی زندگی کی چار ذلتیں ملیں اور ذلتیں اس لیے ملیں کہ وہ ابلیس اس عذر پر اڑا رہا کہ شخصیت آدم پر میرا اعتراض درست تھا۔ اور میں اُس کو ہر طرح درست ثابت کروں گا۔ اس کام کے لیے شیطان نے چار باتوں کا ذکر کیا ابلیس نے رب تعالیٰ سے چار چیزیں مانگیں ۱ قیامت لمبی زندگی مانگی۔ اس لیے کہ چونکہ میرا دعویٰ ہے کہ میں لائق ہوں لہٰذا میں ہی افضل ہوں مجھے میرے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے مہلت دی جائے تاکہ میں تا قیامت اپنی لیاقت اور آدم و آدمیان کی نااہلی ثابت کرتا رہوں ۲ ہر انسان بلکہ دنیا کی چیزوں پر اختیار و تصرف مانگا ۳ ہر شخص پر تسلط اور اس کے پاس پہنچنے کی مہولت مانگی کہ جہاں تک بشریت کی رہائش ہو۔ وہاں تک میری پہنچ ہو ۴ قوت مانگی کہ جس بشر کی طاقت جس قسم کی ہو۔ اُسی قسم کا اس پر میرا غلبہ ہو سکے۔ لمبی عمر اس لیے مانگی کہ جب تک زمین پر بشریت رہے میری عمر بھی رہے۔ یہ کتنی بڑی اُس کی عیاری تھی کہ خود تو رب تعالیٰ سے لمبی عمر مانگ رہا ہے اور آدم و حوا کو لمبی عمر کے لیے شجرۃ الخلد دکھا رہا ہے۔ بشریت کے ساتھ اُس کا رویہ تا قیامت ایسا ہی ہوگا۔ شجرۃ الخلد کی اضافت توصیفی ہے جیسے فرس جبر مجل میز دوم کی اضافت والا نام فرس الجبوۃ ہے۔ یعنی جو اُس سے لگ جائے وہ کچھ دیر کے لیے زندہ ہو جائے تو شجرۃ الخلد کا معنیٰ ہوا جو اُسے تھوڑا سا کھالے وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جائے۔ اُس درخت کا یہ نام خود ابلیس نے اس وقت دھوکہ دینے کے لیے رکھا اور یہ درخت دکھایا کہ یہ وہی ہے جس سے تم کو رب نے منع کیا ہے مگر یہ حرام نہ کیا ہے بلکہ اس لیے منع کیا ہے کہ تم فرشتے بن کر ابدی زندگی نہ پا لو۔ مگر میں تم کو ایسی ترکیب بتاتا ہوں کہ ابدی زندگی بھی مل جائے اور فرشتے بھی نہ بنو بلکہ بشر ہی رہتے ہوئے ابدی زندگی والے بادشاہ بن جاؤ۔ خیال رہے کہ اُس وقت تک حضرت آدم کو نبوت نہ ملی تھی آدم علیہ السلام کو نبوت بعد توبہ زمین پر ملی جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے وسوسۂ ابلیس اور آپ کی خطا و نسیان رونا توبہ کرنا۔ اور ابدی زندگی کے لالچ دائمی بادشاہت مل جانے کی خواہش میں آجانا۔ ابلیس کے جھانسے میں آجانا اس کا داؤ چل جانا جنت سے نکالا جانا یہ سب کچھ آپ کی بشریت کی واردات ہیں اور ضعف بشری کے تقاضے ہی بشری کمزوریاں تا قیامت انسانوں کو بتانا مقصد کلام ہے۔ یہ بشری کمزوریوں کا ظہور آدم علیہ السلام سے اس لیے ہوا کہ ابھی آپ کا وجود نبوت قوت سے خالی تھا۔ گروہ انبیا علیہم السلام میں صرف آدم علیہ السلام کو پیدائش کے تین سو سال بعد نبی بنایا گیا باقی تمام انبیاء کو شکم مادر میں تکمیل بدنی کے وقت ہی نبی بنا دیا جاتا رہا۔ اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی ہستی ہے کہ آپ کو شکم مادر سے کروڑوں سال پہلے نبی بنایا گیا (مشکوٰۃ ص ۵۱۳ ۵۱۲ ترجمہ)

marfat.com
Marfat.com

فائدے

اِن آیتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ: جس طرح آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل میں نبی بنائے جانے کی ہزار ہا حکمتیں اور اسرارِ الٰہیہ ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام کو اوّلاً نبی نہ بنانے اور بعدِ توبہ نبی بنانے میں بھی بہت حکمتیں اور راز ہیں، ایک یہ بھی کہ اوّلاً انسانوں کو انسانیت کا نقشہ سمجھانا مقصود تھا کہ کلا قیامت انسان اپنی انسانیت آدمیت بشریت کو ہر پہلو سے دیکھ لیں سمجھ لیں جن چیزوں سے بچنا ہے اُن سے بچ جائیں جن کو اپنانا ہے ان کو اپنا لیں۔ اگر شروع سے ہی آپ کو نبی بنا دیا جاتا تو ابلیس کسی طرح بھی آپ کو وسوسہ نہ دے سکتا اور کوئی بشری کمزوری آپ سے صادر و ظاہر نہ ہوتی اس لیے کہ نبوت کی طاقت تمام آسمانوں زمینوں عرش فرش لوح و قلم جن و ملک سے زیادہ ہے اور ہر بشریت پر بھاری بلکہ جو دامنِ نبوت کا پناہ گیر ہو جائے وہ بھی اپنی بشریت پر غالب رہتا ہے یہ بات ابلیس بھی جانتا تھا اسی لیے اُس نے برملا اقرار کیا تھا۔ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ یعنی اے رب میں سب انسانوں کو اغوا کروں گا۔ مگر تیرے مخلص بندوں کو نہیں کر سکوں گا۔ (سورۃ صٓ آیت ۸۲ و ۸۳) یہ مخلصین کون ہیں۔ یہی انبیاء کرام اور اُن کے دامنِ پناہ میں آنے والے اولیاء اللہ علماء ربانی

دوسرا فائدہ: حضرت آدم سے فرشتوں کا علمی مقابلہ دنیوی علم کا ہوا تھا۔ یعنی دنیا میں رہتے دنیا برتنے دنیا کی بولیاں سازوسامان گھر بار وغیرہ وغیرہ کے اسماء و اعمال کا علم یہ مقابلہ علمِ نبوت کا نہ تھا علمِ نبوت تو اس سے کہیں درجہ وراء الوراء ہے یہ علمِ بشریت تھا جو ہر انسان کو آجاتا ہے مگر فرشتوں کو یہ علم نہ دیا گیا اسی علم کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہوا خیال رہے کہ ملائکہ افضل الخلق ہیں اور انسان اشرف الخلق اور ابلیس اَشَرُّ الخلق اشرف الخلق کی پیدائش کا ذکر صرف افضل الخلق سے کیا گیا اور اَشَرُّ الخلق کو سنایا گیا تاکہ جس نے افضل الخلق بننا ہے وہ فرشتوں کی طرح بنے اور جس نے اشرف الخلق بننا ہے وہ علم و عقل حاصل کرے اور جس نے محبوبِ الٰہی بننا ہے وہ اَشَرُّ الخلق سے بچتا رہے۔ اِس پہلے مقابلے سے شانِ بشریت کا اظہار مقصود تھا اور یہ بتایا گیا کہ بشری علم و عقل ہنر کسی کو کتنا بھی آجائے مگر بشریت پر غالب نہیں آسکتا۔ بشری کمزوریاں بھوتو فیاں خطائیں لغزشیں بھی سرزد ہوتی رہیں گی۔ بشری کمزوریوں سے بچنے کے لیے صرف نبوت کی دولت و قوت اور دامنِ نبوت ہے۔ اسی لیے علمِ نبوت ملنے کے بعد آدم علیہ السلام سے بلکہ کسی بھی نبی سے کبھی کوئی ذرہ بھر بھول نسیان لغزش خطا صادر نہ ہوئی نہ ہو سکتی ہے کوئی نبی کسی لغزش پر قادر ہی نہیں ہوتے وہ ہر خطا سے بھی معصوم ہوتے ہیں اور نہ ہی پھر کبھی آدم علیہ السلام پر ابلیس کا کوئی داؤ

marfat.com
Marfat.com

چلا نہ کسی اور نبی کو شیطان کبھی نسیان دے سکا۔ نہ کوئی نبی کبھی کوئی بات بھولا حالانکہ شیطان نے بعد میں بھی بہت کوشش کی اور تا قیامت کرتا رہے گا ہر انسان سے کرتا رہے گا۔ کیونکہ اس کی دشمنی کسی نبی ولی سے ختم نہیں ہوئی۔ بنیہ لگا کہ نبوت سب بشریت آدمیت انسانیت پر غالب ہے۔ شیطان تو ان کے سائے سے بھی دُرتا اور بھاگتا پھرتا ہے جو نبی کے دامن پناہ میں ہوں صرف ان ہی انسانوں کو شیطان دھوکہ دے جاتا ہے جن کے قالب میں نبوت کی دولت اور ہاتھوں میں نبی کا دامن نہ ہو۔

یہ دونوں فائدے واقعۂ آدم کو مختلف سورتوں میں مختلف انداز کے بیان کرنے سے حاصل ہوا۔

تیسرا فائدہ جو کام اللہ رسول کے بتائے راستے پر چل کر اور شریعت کے سہمائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے اس میں ہمیشہ دین دنیا کی سعادتیں ہی ملتی ہیں اور اگر وہی کام اللہ تعالیٰ کے عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے اور شریعت کے رستے سے ہٹ کر کیا جائے در اور ابلیس کے وسوسے سے اگر اس کا کام ان کر لیا جائے تو اگرچہ جنت کے اعلیٰ و بالا مقام پر ہو۔ اس کو اُخروی دنیوی شقاوتیں اور مشقتیں ہی ملیں گی یہ فائدہ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا کے بعد فَتَشْقٰى کی قید سے حاصل ہوا۔ اشارہ یہ دیا گیا۔ کہ اے آدم یہ جنتی رہائش عارضی ہے۔ تم نے یہاں سے آخر نکلنا ہے لیکن اگر ابلیس تمہارے نکلنے کا سبب بنا اس کے کہنے سے تم نکلے تو تم کو ہر طرح کی سخت مشکلیں مشقتیں پڑیں گی۔ لیکن اگر اپنے وعدے پر قائم رہے اور رہائش جنت کا تربیتی کورس یعنی نصاب خلافت یہیں پر مکمل کر لیا۔ اور پھر مکمل کامیاب ہو کر تاج خلافت پہن کر نکلے۔ تو دنیوی کام کاج کی مشقتیں نہ پڑیں گی۔ تمہارے اتنے شاہی ملازم خدام ہوں گے کہ تم حسب سابق اسی طرح تخت خلافت پر بیٹھ کر دنیا میں بھی جنت جیسا مزہ پالو گے۔ سعادت اور شقاوت دونوں کی دو قسمیں ہیں ۱ سعادت دنیوی ۲ اُخروی اور شقاوت دنیوی اُخروی اسی طرح سعادت دنیوی اور شقاوت دنیوی کی تین تین قسمیں ہیں۔ سعادتِ نفسی۔ بدنی۔ خارجی، شقاوتِ نفسی۔ بدنی۔ خارجی فتشقٰی میں صرف شقاوتِ دنیوی کی یہی تینوں قسمیں مراد ہیں نہ کہ اُخروی اس لیے کہ ابلیس نے صرف دنیوی وسوسہ دیا تھا نہ کہ دینی اور آدم علیہ السلام نے بھی دنیوی عہد توڑا تھا نہ کہ دینی اسی لیے نتیجہ میں صرف جنت کا خروج اور زمین کی مشقت ملی نہ کہ دینی عتاب چوتھا فائدہ سب سے بڑا گناہ حسد ہے۔ یہی ہر دشمنی کی اصل جڑ ہے اگرچہ بھائی کو بھائی سے ہو۔ یہ فائدہ عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ حسد سے چار نقصان ہوتے ہیں اوّل جان کو خطرہ دوم ایمان کو اندیشہ سوم۔ حالات کا فساد چہارم ترقی میں تنزل۔

احکام القرآن

ان آیات کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں چھلا مسئلہ دنیوی زندگی میں ہر مومن و مسلمان پر شریعت کی پابندی لازم ہے

marfat.com
Marfat.com

خواہ کسی درجہ کسی مقام و مسکن میں ہو۔ اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا تو آخرت کے علاوہ دنیوی نقصانات کا اندیشہ ہے۔ یہ مسئلہ واقعۂ آدم میں شجرِ ممنوعہ کی پابندی لگانے سے مستنبط ہوا۔ کہ جنت میں رہنے کے باوجود آدم علیہ السلام پر شریعت کی پابندی لگائی خیال رہے کہ ہر وہ پابندی جو اللہ کی طرف سے ہو امر کی یا نہی کی وہ شرعی پابندی ہوتی ہے۔ لہٰذا الا تقربا۔ (الخ) کی پابندی شرعی ہی تھی۔ دوسرا مسئلہ جس طرح تصویر اور فوٹو سازی ہر شریعت میں حرام رہی اسی طرح سجدۂ تعظیمی بھی غیر اللہ کے لیے ہر شریعت میں حرام رہا۔ ملکہ کو سجدۂ آدم کا حکم ان کے لیے معافی کا ایک طریقہ تھا نہ کہ محض تعظیم آدم اسی لیے بجز ملکہ اور کسی مخلوق نے کبھی نہ کیا ملکہ نے بھی اپنے جرم کی معافی میں صرف ایک دفعہ ہی سجدۂ آدم کیا پھر نہ کبھی وہ جرم کیا نہ کبھی سجدۂ معافی اگر یہ سجدۂ تعظیمی ہوتا تو بار بار حکم دیا جاتا۔ جرم میں شرکت کی وجہ سے ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم دیا گیا کسی اور دوسرے جنات کو حکم نہ دیا گیا۔ حالانکہ ابلیس نہ فرشتہ تھا نہ فرشتوں کا استاد۔ یہ مسئلہ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ معافی مانگنا سب خطاکاروں پر واجب تھی نہ کہ محض تعظیم۔ تیسرا مسئلہ۔ کاروبار اور محنت مزدوری کرنا بیوی بچوں کو پالنا مردوں خاوندوں پر فرض ہے بیوی عورتوں کا کام پابردہ رہ کر گھر سنبھالنا ہے نہ کہ سڑکوں دکانوں پر کھڑے ہو کر محنت مزدوری کرنا اور کمائی کرنا یہ مسئلہ لَا يُخْرِجَنَّكُمَا۔ تثنیہ فرمانے کے بعد فَتَشْقٰى واحد مذکر فرمانے سے مستنبط ہوا کہ جنت سے نکلنے میں دونوں کو شامل کیا گیا مگر محنت مزدوری روٹی کمانے میں صرف خاوند آدم علیہ السلام کو خطاب ہوا لہٰذا جو لوگ اپنی عورتوں کو بے پردہ پھراتے ملازمتیں کرواتے نوکریاں دلواتے ان کی تنخواہیں کھاتے ہیں وہ شرعاً بے غیرت مجرم ہیں۔ واقعاتِ آدم وحوا میں یہ بھی مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ نکلنے میں دونوں کا ذکر کیا۔ لَا يُخْرِجَنَّكُمَا۔ اور مشقت پڑنے میں صرف اکیلے آدم کا جواب۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ نکالنا کسی کا عمل ہے جو دونوں پر خود بخود وارد ہوا۔ اور مشقت اپنا عمل ہے جو دنیا میں آکر کرنا ہے۔ آئندہ دنیا میں یہ بھی ایک انسانی زندگی کا شرعی قانون اور صنفی نقشہ سمجھایا گیا ہے کہ عورت آسان کاموں کے لیے پیدا کی گئی ہے اُس نے گھر کی چار دیواری کے اندر گھر ستی سنبھالنی ہے اس نے بچے پیدا کرنے پرورش کرنے ہیں وہ صنفِ نازک ہے اسی کام کے لیے پیدا کی گئی ہے مرد صنفِ قوی ہے اس نے باہر کے مشقت و محنت کام کرنے ہیں روزی کمانی۔ دوم یہ کہ یہاں بشری تقاضوں کا ذکر ہے اس اعتبار سے ان دونوں کا تعلق خاوند بیوی والا ہے اور ضروریاتِ زندگی حاصل کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے اس ذمہ داری میں مرد و خاوند

marfat.com
Marfat.com

اصل ہیں الرِّجالُ قوّامُونَ کے درجے میں ہیں اس لیے مشقت کی کُل ذمہ داری آدم علیہ السلام یعنی خاوند کی طرف کی گئی خیال رہے کہ تشقّی سے مراد مشقتِ دنیوی ہے نہ کہ اُخروی شقاوت اسی لیے تشقّی واحد آیا اُخروی شقاوت میں یہ بات نہیں ہوتی۔ دوسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ بھوک اور ننگا ہونے کا ذکر ایک جگہ علاوہ کر کیا گیا اور پیاس و دھوپ کا ذکر ایک جگہ ہوا یعنی بھوک کو ننگ سے جوڑا۔ پیاس کو دھوپ سے جوڑا چاہیئے تھا کہ بھوک و پیاس کا ذکر ایک جگہ کیا جاتا کیونکہ دونوں کا تعلق منہ اور پیٹ سے ہے اور ننگ و دھوپ کی تپش کا ذکر ایک جگہ کیا جاتا کیونکہ دونوں کا تعلق ظاہری جسم سے ہے۔ جواب۔ یہاں اثرات اور مقامات کا اعتبار کر کے تعلق قائم کیا گیا ہے نہ کہ ظاہری اسباب و علل کے اعتبار سے بھوک نام ہے باطنی جسم کا خالی ہونا ننگ نام ہے ظاہری جسم کا خالی ہونا۔ اسی طرح پیاس نام ہے باطنی جسم میں گرمی لگنا اور دھوپ کی تپش کا معنیٰ ہے ظاہری جسم کو گرمی لگنا۔ اور مقام کے اعتبار سے بھوک و ننگ کا ساتھ ہوتا ہے اثرات کے اعتبار سے پیاس و دھوپ کی تپش کا ساتھ ہوتا ہے اس لیے یہ انداز بیان نہایت درست ہے اور مشقت کی کیفیت اسی طرح سمجھائی جا سکتی ہے۔ محاورۃً بھی اکثر عربت سمجھانی ہو تو بھوکا ننگا کہا جاتا ہے اور فاقہ کشی سمجھانا ہو تب بھوکا پیاسا کہا جاتا ہے۔ نیز پیاس کا تعلق دھوپ کی تپش سے ہے کہ جب شدت کی گرمی پڑے تو پیاس بھڑکتی ہے تپش کہ بھوک۔ اس ترتیبِ قرآنی میں اسی چیز کا لحاظ رکھا گیا ہے یعنی ۱ بھوک ۲ ننگ ۳ پیاس ۴ گرمی۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا فَوَسْوَسَ اِلَیْہِ الشَّیْطٰنُ۔ اور سورۂ اعراف آیت ۲۰ میں فرمایا گیا فَوَسْوَسَ لَھُمَا الشَّیْطٰنُ یعنی یہاں ہے کہ صرف آدم کو شیطان نے وسوسہ دیا اور وہاں ہے کہ آدم و حوّا دونوں کو شیطان نے وسوسہ دیا۔ یہ فرق کیوں؟ جواب یہ فرق بالکل صاف ہے کہ یہاں فعل وَسْوَسَ متعدی بالی ہے اور وہاں وَسْوَسَ ماضی متعدی باللّام ہے یعنی یہاں طریقۂ وسوسہ بتایا گیا کہ ابلیس نے کس طرح اپنا وسوسہ حضرت آدم تک پہنچایا اور شیطان کا اصل مقصد بتایا گیا کہ وہ اصل میں آدم علیہ السلام کو ہی وسوسہ دینا چاہتا تھا اور وہاں سورۂ اعراف میں وسوسے کے اثرات کا ذکر ہے کہ ابلیس کے وسوسے کا دونوں کو اثر ہوا اور دونوں ورغلانے میں آکر مبتلا ہو گئے کیونکہ شیطان نے دونوں سے بات کی اگرچہ اصل مدعا و مقصد صرف آدم تھے چوتھا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ یہاں عَدُوٌّ لَّکَ وَلِزَوْجِکَ میں لام جارّ علیحدہ علیحدہ جب کہ ایک نام سے بھی کام چل سکتا تھا۔ اور کلام بھی مختصر و خوب صورت ہو جاتا۔ چاہیئے تھا کہ عَدُوٌّ لَّکَ وَزَوْجِکَ فرمایا جاتا جواب۔ خوب صورت و مختصر نہیں بلکہ فصاحت کے خلاف اور پڑھنے میں ثقیل ہوتا۔ اور قانونِ نحوی کے بھی خلاف ہوتا۔ قانونِ نحوی یہ ہے کہ اگر ضمیر مجرور متصل پر کسی کو عطف کرنا ہو تو حرفِ جار دوبارہ

marfat.com
Marfat.com

لانا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ضمیر مجرور متصل کا معطوف محض یا تبع عطف میں شامل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا اپنا ایک مستقل مقام ہوتا ہے۔ لہٰذا حرف جار علیحدہ لایا جاتا ہے۔ یہاں یہ ہی بتایا جا رہا ہے کہ اسے منافقا مت انسانوں تم مرد ہو یا عورت شیطٰن تم دونوں کا علیحدہ مستقل دشمن ہے مرد کی وجہ سے نہیں۔ جیسے کہ ابلیس مستقل طور پر آدم کا بھی دشمن تھا۔ اور حوا کا بھی آدم کی وجہ سے حوا کا دشمن نہ تھا۔

تفسیر صوفیانہ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى. فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى. صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ قصۂ یوسف اَحْسَنُ الْقَصَصْ ہے اور قصۂ آدم اَعْجَبُ الْقَصَصْ ہے اس لیے کہ اَعْجَبُ المخلوقات انسان کی خلقت وخصلت عادت وفطرت۔ جبلت وفطانت کا عجیب نقشہ بیان فرمایا گیا۔ انسان قدرت کا عظیم شاہکار ہے اس کی انتہائی کمزوری اس کی بشریت ہے اور انتہائی اشرفیت اس کی خلافت ہے۔ انتہائی افضلیت مسجودیت ہے اس کا مقام انتہائی بلند رہا لیکن جنت ہے اس کا کام انتہائی سخت نظام دنیا ہے اس کی انتہائی قوت جنت ہے۔ اس کا انتہائی غلبہ تمام مخلوق پر انسان ہی صفی اللہ یہی نجی اللہ یہی خلیل اللہ یہی ذبیح اللہ۔ یہی کلیم اللہ یہی روح اللہ اور یہی حبیب اللہ یہی اوّل مخلوقات یہی آخر مخلوقات یہی زمین پر بَيْنَ الْبَيْنِ وَالْمَا یہی لامکان پر قَابَ قَوْسَيْنِ ہوا۔ یہی رحمت عالمین یہی شاہد عالمین غرضکہ تمام ابتدائیاں تمام انتہائیاں اسی پر انتہا ہو گئیں۔ اسی کو اوّل بنایا شاہد کائنات کی بصارت وبصیرت عطا فرما کر اسی کو فرمایا وَاِذْ قُلْنَا۔ اے حبیب اس چشم دید واقعہ کو یاد کرو جب ہم نے تمہیں کھا یا تھا آدم کو بنایا تھا زمین پر بٹھایا تھا فرشتوں سے فرمایا تھا کہ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ آدم روح وقالب کو سجدہ کرو اس کی تعظیم اپنی عاجزی دکھاؤ اس کی شان کا اظہار اپنی خطاء اعتراض کا اعتراف کرو فَسَجَدُوْا تو سب ملائکہ نے ایک دم ایک ساتھ مل کر صف بندی کی شوکت ووقار سے مقام معرفت میں زمین مجز برشان بشریت کو سجدہ کر دیا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ مگر ابلیس فطرت اور شیطٰن جبلت نے متصدِ انسانیت اور حکمتِ رحمانیت کو اقرارِ عجز کا سجدہ نہ کیا اَبٰى بلکہ اعترافِ حقیقت سے منکر ہوا۔ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ۔ پس ہم نے آدم ملکوتی کو عالم اسرار سے الہام بالقی فرمایا۔ اے آدم قلبی یہ ابلیس تیرا بھی دشمن ہے اور تیری زوجۂ عقل کا بھی۔ تم دونوں مقام معرفت ملکوتیت انوار میں ہی رہنا ایسا نہ ہو کہ وہ دشمن ابدی تم دونوں کو اس جنت معرفت سے نکال دے اور پھر تم کو وادیٔ ظلمات کی تمام مشقتیں پڑ جائیں۔ گناہ مثل ابلیس ہے جو بندے کو جنت قرب میں آئے ترقی کرنے کے بعد جنت راحت سے نکال کر زمین بشری کی مشقت بُعد میں گرا دیتا ہے پھر جب تک بندہ توبہ سے

marfat.com
Marfat.com

قربِ حق کی لیاقت پیدا نہ کرے حضورِ بارگاہ نصیب نہیں ہوتا۔ قربِ حضوری ہی بندۂ عارف کی جنت ہے فرشتوں پر انکشافِ کمالِ آدم ہوا جو اُن کے کمال سے بلند تھا تو فرشتوں نے آدم کے نورِ باطن کو دیکھ لیا سجدے میں گر گئے مگر ابلیس پر ظلمتِ وہم کے پردے پڑے رہے اس نے صرف جسدِ آدم کی ظاہر خاکی کو دیکھا اپنے جسم و خلق سے کمتر سمجھا تو انکار کر دیا۔ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى بھوک و ننگ پیاس تپش یہ نفس کی چار کیفیاتِ ناموتی ہیں۔ عالمِ روحانیت میں نہ ملابیت کی بھوک نہ ملاوٹ کی عریانی نہ ضدین کے ٹکراؤ کی پیاس نہ فسادِ باطنی تک پہنچانے والی شدتِ حرارت بلکہ اُس عالمِ سکونِ خلوت میں فتور و فساد سے امن پاکر لذاتِ ایمانیہ کا حصول ہے سالکین کی جنت جزاءِ حق ہے اور اس کی چار نعمتیں ہیں راہِ شریعت کے ماکولات یعنی غذاء ۲ طریقت کے مشروبات ۳ حقیقت کے ملبوسات ۴ معرفت کے منکوحات یہ چار مقامات جنتِ اسرار میں۔ نفس و شیاطین کو ان کا ہی حسد ہے بندۂ عارف آگاہ کر دیا گیا کہ یہ حسد ہی تھا کہ ابتدا میں فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۔ پس وسوسہ ڈالا آدم قلبی اور روحِ بشری کی طرف شیطانِ مخفی نے مکر ظاہری سے بولا۔ اے آدمِ قلبی ذیشان و کمال کیا میں تجھ کو مرتبۂ عظیم کے درختِ ابدی کا نشانِ خلود نہ بتا دوں۔ جس میں ہر سالک معرفت کے لیے قوتِ ملکوتی اور حیاتِ جبروتی ہے یہی وہ حیاتِ دائمی ہے جس میں اُس سلطنتِ لاہُوتی کا حصول ہے جس کو کبھی زوال نہیں۔ واقعۂ آدم میں چار کمالات ہوئے ۱ رب تعالیٰ کے کرم کا کمال کہ سب کچھ پہلے ہی بتا دیا۔ یہ شجر ممنوع ہے یہ جنت یہ ابلیس کا ارادہ ہے ۲ آدم علیہ السلام کا کمال یہ کہ سب کچھ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے ناصر ہے مربّی ہے شجرِ ممنوعہ کو پہچان لیا ۳ فرشتوں کا کمال کہ انکشافِ باطن سے آدم علیہ السلام کے نورِ دائم و حقیقتِ قائم کو دیکھ لیا ۴ ابلیس کا کمالِ تنزل کہ اُس نے عداوت حسد تکبر کی وجہ سے ذلت لعنت۔ نفرت مردودیت کا ابدی طوق ڈال لیا مگر ضد و عداوت نہ چھوڑی۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ راہِ منزلِ طلب میں دو صدائیں ہیں ایک صداءِ رحمانی دوسری صداءِ شیطانی، صداءِ ربانی میں لَا تَقْرَبَا کا بچاؤ۔ لَا تَجُوْعَ کی رغبت لَا تَعْرٰى کی راحت لَا تَظْمَؤُا کی معیشت۔ لَا تَضْحٰى کی سہولت ہے صداءِ ابلیسی میں شجرۂ خلد کی بیقراری رغبتِ دوام کی مکاری، راحتِ ابدی کی کذب بیانی اور مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى کی معیشتِ انتظامیہ کے وعدۂ نفسانیہ ابلیس ہر آدمی کو ہر بھیس میں ہر حالت میں ہر وقت ورغلاتا رہتا ہے دین ہو دنیا عبادت ہو یا تجارت دنیوی امور میں سود رشوت چور بازاری فریب۔ دینی امور میں نوافل میں مشغول کرا کے تھکا دیا فرائض کو چھڑا دیا۔ نماز میں سر ننگے کرا دئے ہر وقت نخنے ڈھکا دئے۔ آستین چڑھا دیں تہبند لٹکا

marfat.com
Marfat.com

دئے۔ اگر جماعت نماز میں خبر سے کوئی آگیا تو دعا اور سنتوں سے بھگا دیا کبھی پیر بن کر بہکایا کبھی گمراہ خطیب بن کر کبھی داڑھی کو منڈوایا مونچھوں کو رکھوایا۔ کبھی چار انگل داڑھی سنتِ واجبہ سے معتف بن کر دغلایا یہ سب شیطان کی دشمنی کے نمونے ہیں۔ مگر وہاں صداءِ رحمانی میں شجرۃ منوعہ مخالفت نفسی اور صداءِ ابلیسی میں اسی شجر سے مقاربت ضروری بتائی تا قیامت ہر بندہ ان دو صداؤں کے درمیان ہے صداءِ ربانی کان شرافت سے سنی جاتی ہے جو دائیں جانب ہے اور صداءِ ابلیسی کا نِ حماقت سے سنی جاتی ہے جو بائیں جانب ہے۔ اتنا بتا دیا گیا ہے کہ صداءِ رحمانی سخاوت ہے صداءِ شیطانی شرارت ہے۔ صداءِ رحمانی عدالت ہے۔ صداءِ شیطانی عداوت ہے۔ وہ مربی و محافظ کی آواز ہے یہ دشمن و حاسد کی پکار ہے۔ آگے فیصلہ بندے کا اپنا ہے۔ خواہ صراطِ عافیت پر چلے یا صراطِ شرارت پر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا انسان کا سب سے سخت پرانا اور ابدی دشمن ہے، جس کی دشمنی انسان پر ظاہر پوشیدہ ہر طرح مسلّط ہے اسی لیے قرآن مجید میں تقریباً بیالیس جگہ شیطان کی دشمنی اور اس سے بچنے کا ذکر فرمایا گیا جسم انسانی میں نفس کے ذریعے شیطان کو راستہ ملتا ہے جب بندۂ عارف کے دل اور روح پر فیوضات نازل ہوتے ہیں تو نفس کے اندر ابلیس چھپ کر سن لیتا ہے اسی وجہ سے نفس امارہ بن جاتا ہے اور اس کے لیے فیوضات کا کچھ حصہ پا لینے کے بعد بے پرواہ اور سرکش ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے مزید برکات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے نفس کی سرکشی اسی لیے ہے کہ وہ تنگ ظرف ہے حرص زیادہ برتن چھوٹا شیطان کی حرکتیں سات قسم کی ہیں ۱۔ اُونگھ ۲۔ جمائی ۳۔ خارش ۴۔ ادھر اُدھر دیکھنا ۵۔ وسوسے آنا ۶۔ شک میں پڑے رہنا ۷۔ دشمنیاں کرانا جس کا قلب آخرت کے ذکر سے خالی ہو وہ شیطانی وسوسوں کا شکار رہ جائے گا۔ مگر جس کا باطن یقین کامل اور نورِ معرفت سے معمور ہو تو اُسے کسی مشاہدے اور تصوّر کی ضرورت نہیں۔ وہ عبد کی بجائے خالق عبد کے مشاہدے میں ہوتا ہے۔ شیطان نے سب سے پہلے انسان کی بشریت کو کھانے کا وسوسہ دیا۔ انسان بدفطرت کی سب سے پہلی پابندی کھانے ہی کی لگائی گئی تاکہ بندہ تا قیامت کھانے میں مبتلا رہے۔ جو کھانے کی حرص میں مبتلا ہو گیا وہ آتشِ شہوت میں جل گیا فرزندِ آدم میں ہزار قسم کی برائیاں ہیں اور وہ سب شیطان کی طرف سے آتی ہیں۔ بھوکا انسان نفس کو ریاضت کی طرف لگاتا ہے تو تمام اجزاءِ خبیثہ خشک ہو جاتے ہیں یا نارِ فاقہ سے جل جاتے ہیں۔ تب ابلیس اس کے پاس سے بھاگ جاتا ہے۔ جب انسان شکم سیری کی عادت میں پڑ جاتا ہے تو حرام حلال کی پرواہ اور

marfat.com
Marfat.com

پابندی نہیں کرتا۔ اپنے حلق کو آزاد چھوڑنا۔ قیدِ شیطانی ہے۔ شکم سیری نفس امارہ کی وہ نہر ہے جس پر شیطان کا گزر ہوتا ہے اور روحِ آدم کی بھوک و فاقہ کشی وہ نہر ہے جس پر فرشتوں کا نورانی نزول ہوتا ہے۔ روزے دار سویا بھی ہو تو شیطان اُس سے شکست کھا جاتا ہے۔ مگر پیٹ بھرے آدمی سے شیطان بغل گیر رہتا ہے اگرچہ وہ نماز میں کھڑا ہو۔ جسم آدم میں سات چیزیں پیدا کی گئی ۱ رطوبت ۲ خشکی ۳ برودت ۴ حرارت ۵ ظلمت ۶ روشنی ۷ غم۔ رطوبت پانی سے خشکی مٹی سے حرارت نار سے برودت ہوا سے ظلمت نفس سے روشنی قلب سے غم عقل سے پیدا ہوتا ہے۔ قوتِ روحانی سب پر غالب ہے۔

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ

پس دونوں نے کھایا اس درخت سے اس لیے بے پردہ ہوگئیں اُن کے سامنے ان دونوں کی

تو ان دونوں نے اس میں سے کھایا اب اُن پر اُن کی شرم کی چیزیں

طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ

شرم گاہیں اور پیٹنے لگے وہ دونوں اپنے پر جنت کے پتوں

ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے

الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ص ۱۵

سے اور دھیان نہ رکھا آدم نے اپنے رب کا اس لیے ناکام ہوئے

اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا اس کی راہ نہ پائی

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

پھر ان کو نبوت کے لیے چن لیا اُن کے رب نے توجہ فرمائی اُن پر اور ھادی بنایا۔

پھر اُس کے رب نے چُن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی راہ دکھائی۔

marfat.com
Marfat.com

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

فرمایا کہ دونوں ایک دم اتر جاؤ اِس جنت سے تمہارے کچھ لوگ کچھ لوگوں کے

فرمایا تم دونوں مل کر جنت سے اترو تم میں ایک دوسرے کا

عَدُوٌّ ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى ۙ فَمَنِ

دشمن ہیں پھر جب بھی ملے تم کو میری طرف سے ہدایت تو جو بھی

دشمن ہے پھر اگر تم سب کو میری طرف سے ہدایت آئے۔ تو جو میری

اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾

پیروی کرے گا میری ہدایت کی تب وہ نہ گمراہ ہوگا نہ بدقسمت ہوگا۔

ہدایت کا پیرو ہوا۔ وہ نہ بہکے نہ بد بخت ہو۔

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حضرت آدم کے قصے کا کچھ حصہ ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں بقیہ قصہ مذکور ہوا۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ابلیس شیطان کے وسوسہ ڈالنے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں حضرت آدم کے وسوسے میں مبتلا ہو جانے کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں آدم علیہ السلام کو ایک اندیشے اور خطرے سے متنبہ کرنے کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں اس اندیشے کے پورا ہو جانے کا ذکر ہے کہ جس جنت سے نکالے جانے کا خطرہ و اندیشہ پہلے بتا دیا گیا تھا وہ خطرہ آخر کار حضرت آدم کی بھول کی وجہ سے ہو کر رہا۔

تفسیر نحوی فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ۔ ف زائدہ اَکَلَا باب نصر کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف تثنیہ مذکر غائب ھُمَا ضمیر صیغہ پر شیدہ اس کا فاعل مرجع ہے آدم و حوا اَکَلَ ہجوف اُنفا سے مشتق ہے یعنی اچھا کر کھانا مِن حرف جر تبعیضیہ ھَا ضمیر کا مرجع شجرۃ الخلد ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اَکَلَا کا کف بیتہ

marfat.com
Marfat.com

بَدَتْ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مؤنث غائب بَدْوٌ سے مشتق ہے بمعنی کھل جانا بے پردہ ہوجانا۔ ظاہر ہوجانا۔ لام جارّہ تعلیلیہ بمعنی وجہ سے یا بمعنی عِنْدَ صرف یعنی اُن کے اپنے عمل کی وجہ سے یا صِرف اُن کے اپنے سامنے ان کی بے پردگی ہوئی ھُمَا ضمیر تثنیہ کا مرجع آدم وحوا ہیں یہ جار مجرور متعلق ہے بَدَتْ کا سَوْاٰتُ۔ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے سَوْاَۃٌ بمعنی بری چیز اصطلاح میں ہر وہ چیز جس کا دیکھنا بُرا اور معیوب لگے اسی معنی میں ہر مذکر مؤنث شرمگاہ اور ہر بُرے کام کو یا کلام کو سَوْاٰۃ کہا جاتا ہے لاش کو بھی سُوْءَۃٌ اسی لیے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ خوشی نہیں لاتی یعنی اور برائی لاتی ہے۔ یہاں مراد شرمگاہیں ہیں کیونکہ ہر انسان کی آگے پیچھے دو شرمگاہیں ہوتی ہیں اس لیے سَوْاٰت جمع ہے ھُمَا مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے بَدَتْ کا یہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ طَفِقَا۔ باب سَمِعَ کا فعل مقاربہ ماضی مطلق تثنیہ مذکر طَفِقٌ سے مشتق ہے تفوق بھی اسی کا مصدر ہے خیال رہے کہ افعالِ مقاربہ فعل ناقصہ کی طرح ناقص ہوتے ہیں اور اسم وخبر پر عمل کرتے ہیں اپنی خبر سے مل کر پورے اور مکمل ہوتے ہیں مگر افعال ناقصہ اور ان میں فرق یہ ہے کہ ناقصہ کی خبر اُس کے اسم پر بھی اور خود فعل پر بھی مقدم ہوسکتی ہے مگر مقاربہ کی خبر کسی پر مقدم نہیں ہوسکتی اگر کبھی خبر مقدم ہو تو وہ خبر نہیں رہتی بلکہ پورا جملہ فاعل بن جاتا ہے اور فعل عسٰی تامّہ ہوجاتا ہے یہ کل سات فعل ہیں مگر اس کی نوعیتیں تین ہیں ۱؎ عسٰی یہ وہاں آتا ہے جہاں خبر کے اسم سے قریب ہونے کی فقط اُمید ہو یعنی یہ کَعَلَّ کی مثل ہے اسی لیے اس کی صرف صغیر نہیں ہوتی فقط فعل ماضی کی صرف کبیر ہوتی ہے اس کا فعل مضارع امر نہی اسم فاعل مفعول وغیرہ نہیں ہوتے محال وناممکن چیزوں کے لیے بھی عسٰی استعمال نہیں ہوسکتا عسٰی پر حرف نفی نہیں آسکتا اس کی خبر پر اَنْ ناصبہ ضرور آتا ہے مگر جب کَادَ مقاربہ کے معنی میں ہو تو نہیں آتا ۲؎ کَادَ یہ وہاں آتا ہے جہاں خبر اپنے اسم سے واقعتاً قریب ہو اُس کی خبر پر اَنْ ناصبہ نہیں آتا مگر جب یہ عسٰی کے معنی میں آئے یعنی اُمید قرب کے لیے تب اَنْ آجاتا ہے کَادَ مقاربہ پر حرف نفی نہیں آتا لیکن اگر آجائے تو اپنی خبر کی نفی کرتا ہے ایک قول ہے کہ نفی نہیں کرتا اور ایک قول ہے کہ گاد ماضی ہو تو نفی نہیں کرتا اگر اس کا مضارع بن کر آئے تو خبر کی نفی کرتا ہے۔ عسٰی اور گاد میں فرق یہ ہے کہ عسٰی میں خبر ضروری نہیں کبھی اس کی خبر نہیں ہوتی مگر گاد کی خبر ہمیشہ لازمی ہے نیز یہ دونوں متفق علیہ مقاربہ ہیں ۳؎ طَفِقَ یہ گرب ۴؎ اَوْشَکَ یہ تینوں فعل وہاں مستعمل ہیں جہاں خبر کا فعل (کام) شروع ہوچکا ہو انتہا کے قرب کو بتانے اس وجہ سے بعض نحات نے اُن کو افعالِ مقاربہ میں سے نہیں مانا مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مقاربہ ہیں فرق صرف یہ ہے کہ عسٰی وگاد ابتدا کے قرب کو بتاتے ہیں اور یہ فعل کے اختتام کے قرب کا اشارہ

marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں ان پر بھی عسیٰ کی طرح حرفِ نفی نہیں آسکتا یہ عمل میں کادَ کی طرح ہیں بعض اسم خبر دونوں کو ہمیشہ چاہتے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ ناصبہ کے ہوتی ہے ہاں اَوْشَکَ کبھی کبھی عسیٰ کی شکل ہوتا ہے تب اس میں کبھی خبر ضروری نہیں رہتی ۱۲ جَعَلَ ۔ اَخَذَ یہ دونوں اَصْلاً فعل تامہ ہیں مگر ضرورتاً کبھی فعل ناقصہ بن کر مقاربہ ہوتے ہیں یہ دونوں ہر بات میں طَفِقَ کی شکل ہیں۔ اسی لیے ان پانچوں فعلوں کا اردو ترجمہ ہوتا ہے لگنا جیسے کرنے لگا آنے لگا۔ یہاں طَفِقَ یَخْصِفَانِ کا ترجمہ ہے وہ دونوں پیٹنے لگے۔ ایک قرأت میں طَفِقَا باب ضَرَبَ سے ہے اس کا اسم اسی میں پوشیدہ ہُمَا ضمیر تثنیہ ہے یَخْصِفٰنِ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع بمعنی ماضی تثنیہ مذکر غائب ایک قرأت یُخَصِّفٰنِ باب تفعیل سے ہے خَصْفٌ سے مشتق ہے بمعنی اپنے جسم پر پیٹنا۔ عَلَیْہِمَا یہ جار مجرور متعلق ہے مِنْ جارہ بعضیت کا وَرَق اسم مفرد جنسی وحدت اور جمعیت دونوں کے لیے مستعمل ہے مضاف ہے الْجَنَّۃِ اسم مفرد معرفہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی جار مجرور ہو کر متعلق دوم ہے یَخْصِفٰنِ کا یَخْصِفٰنِ اپنے فاعل مضمر اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے طَفِقَا کی سب مل کر جملہ فعلیہ تقریبیہ ہو کر معطوف ہوا بَدَتْ پر دونوں مل کر مسبب ہوا اُکُلَا کا اَکَلَ فعل اپنے مُضْمَر فاعل متعلق اور مسبب سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ سببیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ عصیٰ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب عُصْوٌ یا عُصْیٌ سے مشتق ہے بمعنی ۱ حکم پر دھیان نہ رکھنا ۲ مخالفت کرنا ۳ نافرمانی کرنا ۴ اطاعت نہ کرنا ایسے مصادر کو اصطلاح میں نفی اثبات کہتے ہیں کہ ظاہراً ثبوت ہیں مگر باطناً نفی ہیں اسی طرح کے مصدر عربی میں تقریباً چار ہیں ۱ عَصْیٌ بمعنی مخالفت کرنا یعنی نہ ماننا ۲ غَوْیٌ یعنی بھٹک جانا (مقصد اور سیدھا راہ نہ پانا) ۳ خَتْمٌ پورا ہو جانا (کہیں نظر نہ آنا) ۴ زَوَالٌ زائل ہونا (نہ رہنا) وغیرہ عصیٰ در اصل عَصَیَ تھا ی متحرک اس سے پہلا حرف مفتوح اس کو الف سے بدل گیا۔ آدَمُ اسم مفرد جامد غیر منصرف کیونکہ عجمی اَعلم ہے۔ بحالت رفع کیونکہ فاعل ہے رَبَّہٗ مرکب اضافی مفعول بہ ہے ف سببیہ غَوٰی۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب غَوْیٌ سے مشتق ہے ایک قرأت میں غَوِیَ فعل مجہول ہے منفی ثبوت والے مصادر سے ہے بمعنی ۱ بے مزہ ہونا ۲ ناکام ہونا، ہک جانا۔ نقصان پانا۔ گمراہ ہونا یہاں پہلے دو معنی میں ہے اس کا فاعل اسی میں پوشیدہ ہُوَ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع آدَمُ ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مسبَّب ہے عصیٰ کا اور معطوف علیہ ہے ثُمَّ بعد جملے کا ثُمَّ حرف عطف تراخی کے لیے (دیر میں، ہونے کے لیے) اِجْتَبٰی۔ باب افتعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب جَبْیٌ سے مشتق ہے بمعنی چُن لینا منتخب کرنا اس کا مصدر ہے اِجْتِبَاءٌ ہٗ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ مرجع آدَمُ رَبَّہٗ مرکب اضافی اس کا فاعل ہے ف عاطفہ

marfat.com
Marfat.com

تعقیبہ تاب۔ باب نصر کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب تَوْبٌ سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا رجوع کرنا۔ متوجہ ہونا برائی سے ہٹ جانا یہ ہر معنی میں متعدی ہوتا ہے جب یہ متعدی اِلٰی سے ہو تو نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے یعنی بندے نے گناہ چھوڑا اللہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب متعدی عَلٰی سے ہو تو نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بندے کی بات اور معافی قبول فرمائی بندے کی طرف متوجہ ہوا یہاں متعدی عَلٰی سے ہے اس لیے تَابَ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے، معافی توبہ و معذرت کا فرق تفسیر عالمگیر میں بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ علیہ یہ جار مجرور متعلق ہے فَ حرف عاطفہ تعقیبیہ هَدٰی باب ضَرَبَ کا فعل ماضی واحد مذکر غائب اس کا فاعل اسی میں پوشیدہ ھُوَ ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ هُدًی سے مشتق ہے بمعنی راہ دکھانا منزلِ مقصود تک پہنچانا۔ پاس بلانا قریب کرنا کامیاب بنانا متعدی ہے اس کا مفعول بہ وَنِی پوشیدہ ہے سہلی ضمیروں کے قرینے اور دلالت سے دراصل تھا هَدَاهُ۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا اِجْتَبٰہُ پر دونوں عطف مل کر معطوف ہوا اِجْتَبٰی کا یہ دونوں مل کر معطوف ہوا غَوٰی کا یہ دونوں مل کر مسبب ہوا عَصٰی کا سب مل کر جملہ فعلیہ سببیہ ہو گیا۔ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى قال فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا اس کا فاعل ھُوَ ضمیر صیغہ کا مرجع رب تعالیٰ ہے۔ اِهْبِطَا۔ باب ضرب کا فعل امر حاضر معروف تثنیہ مذکر ضَبْطٌ سے مشتق اس کا فاعل مخاطب (دو مامور) اَنْتُمَا ضمیر صیغہ پوشیدہ ہے مرجع اٰدَمُ حَوَّا بمعنی اُتُرنا بغیر کسی وسیلے اور سہارے کے مِنْ جارہ ابتدائیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور متصل کا مرجع جنت ہے یہ جار مجرور متعلق ہے جَمِيْعًا اسم مفرد مبالغہ بروزنِ فَعِيْلٌ بمعنی تمام کے تمام (سارے کے سارے) یہاں جَمِيْعًا تثنیہ فاعل کا حال ہے بمعنی ایک ساتھ مل کر اِهْبِطَا اپنے حال ذوالحال والے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولۂ اوّل ہوا۔ بَعْضٌ اسم مفرد جامد اسم جنسی جمع ہے ایک اور چند کے لیے مستعمل ہے اسم جزئی ہے اسم کلی کے مقابل بمعنی کچھ یعنی تمام نہیں مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مجرور متصل اس کا مرجع ذوی جمع ہے۔ یا کُمْ بمعنی کُلّ ہے مراد ہے حضرت آدم و حوا یعنی تم سے جو بعض پیدا ہوں گے وہ آپس میں بَعْضٍ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے عَدُوٌّ اسم مشتق صفت مشبہ بروزنِ فَعُوْلٌ کا۔ عَدْوٌ سے بنا ہے بمعنی حد سے بڑھ کر بلا وجہ ظلم اور نقصان کرنے یا چاہنے والا۔ دراصل عَدُوٌ تھا تخفیف کے لیے دونوں واؤ کا ادغام کر دیا گیا۔ عَدُوٌّ اپنے پوشیدہ فاعل ھُوَ ضمیر اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے بَعْضُكُمْ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقطوف علیہ ہوا فَ حرف عطف بمعنی ثُمَّ عاطفہ۔ اِمَّا۔ دراصل اِنْ تا ہے اِن حرف شرط مَا موصولہ مگر اب

marfat.com
Marfat.com

مرکب (متصل) ہو کر شرط ظرفی کے معنی ہے ترجمہ ہے پھر جب بھی یہ پانچ معنی کے لیے مستعمل ہے ۱ بیانِ وضاحت کے لیے یہاں اس معنی میں ہے ۲ شک کے لیے تب ترجمہ ہوگا اگر کبھی ۳ ابہام کے لیے ترجمہ اگر کسی کے پاس ۴ اختیار دینے کے لیے ترجمہ ہوگا جو چاہے ۵ اباحت کے لیے ترجمہ ہوگا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ یَاْتِیَنَّ بابِ نَصَرَ کا مضارع معروف بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب اَتٰی سے بنا ہے یعنی آنا لانا پانا۔ ملنا یہاں آخری معنی میں ہے کُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ مِنِّیْ جار مجرور متعلق ہے۔ هُدًی اسم مفرد جامد مضاف ہے اس کا مضاف الیہ یا ءِ متکلم محذوف منوی ہے دراصل تھا هُدَایَ (میری ہدایت) کی طرف (کتاب سے) میں واقع ہوئی اس لیے الف سے بدلی گئی اُس پر تنوین عوضی لگائی جو الف کی وجہ سے بشکلِ نصب (زبر) آئی اصلاً یہ مرفوع ہے کیونکہ فاعل ہے یَاْتِیَنَّ کا سب مل کر معطوف علیہ عاطفہ تعقیبیہ مَنْ اسم خبریہ موصول خبریہ اِتَّبَعَ بابِ افتعال کا ماضی مطلق بمعنی مستقبل تَبَعٌ سے مشتق ہے بمعنی پیروی کرنا هُدَایَ یہ مرکب اضافی فاعل ہے اِتَّبَعَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں عطف مل کر شرط ہوئی فَ جزائیہ لَا نافیہ لَا بابِ ضَرَبَ کا مضارع منفی جحد بالم یا فاعل پر شیدہ هُوَ کا مرجع مَنْ ہے جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا یَشْقٰی بابِ سَمِعَ کا مضارع منفی بالم فاعل شَقْوٌ سے بنا ہے بمعنی بدقسمت ہونا هُوَ ضمیر پوشیدہ کا مرجع مَنْ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر عطف ہے لَا یَضِلُّ کے جملہ اسمیہ پر مقولہ دوم ہوا قَالَ دونوں مقولوں سے مل کر جملہ فعلیہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى۔ ابلیس کی اس دھوکہ دہی سے متاثر ہو کر آدم و حوّا دونوں نے اُس درختِ ممنوعہ سے کچھ کھالیا اس درخت کو ابلیس نے شجرِ خلد کا نام دیا تھا۔ یہ اُس کی سراسر کذب بیانی تھی پہلے حوّا نے کھایا پھر اُن کی دیکھا دیکھی یا حوّا کے کہنے سے یا دونوں نے ایک دم کھایا اکٹھا ہی کھاتے ہی یہ نتیجہ اوّل ظاہر ہوا کہ ان کا وہ جنتی لباس دونوں کا اُتر کر غائب ہو گیا۔ تفسیر بیشاپوری میں ہے کہ یہ لباس ناخن کی مثل سرخی مائل گلابی موٹے ریشم کا نرم اور نہایت ملائم تھا۔ صرف بطور یادگار ہاتھ پاؤں کی دس انگلیوں پر رہ گیا جو اب تک ہر انسان کے ساتھ ہے اب یہ ناخن سخت کر دئے گئے مگر اس وقت سارے جسم پر نرم تھا۔ بعض نے فرمایا یہ لباس نور کی چادریں تھیں۔ حضرت آدم و حوّا مثل لمبی شجر کھجور کے دراز قد نہایت خوب صورت سرخی مائل سفید۔ حضرت آدم کے جسم پر کثیر بال تھے۔ کہا گیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ننگا ہونا صرف صرف

marfat.com
Marfat.com

آدم وحوا کے لیے تھا کوئی تیسرا اس جگہ دیکھنے والا نہ تھا۔ یہ کھانے کا فعل ابلیس کے وسوسہ دینے کے پانچ دن بعد عمل میں آیا۔ سَوْاٰت کا معنی ہے قابلِ شرم یا قابلِ نفرت یا بدصورت انسان کتنا ہی خوب صورت ہو ننگا ہو جائے تو بدصورت اور بُرا لگتا ہے ہر انسان لباس میں ہی اچھا و مہذب لگتا ہے۔ اس لیے شرم گاہ کو سَوْاٰت کہا گیا۔ اگر ان دونوں کا ننگا پن کسی تیسرے کو بھی نظر آیا ہوتا تو لمحہ نہ ہوتا۔ مثلاً ہوتا لباس کے غائب ہوتے ہی آدم وحوا دونوں سخت ترین گھبراہٹ خوف زدہ اور ایک دوسرے سے شرمندہ ہوئے۔ شرمندگی ننگا ہونے کی اور خوف اپنے اس جرم کا گھبراہٹ اس کی کوئی اور نہ دیکھ لے اور تو کوئی چیز نہ ملی قریب ہی انجیر کے درخت تھے اُن کے پتے جو تقریباً ایک گز لمبے چوڑے تھے ان کو ایک دوسرے سے جوڑ جوڑ کر اپنے اپنے جسم پر چپکانے لگے۔ یا ایک ایک پتہ شرم گاہ پر لپیٹنے لگے تاکہ پردہ ہو جائے۔ آدم علیہ السلام کا ابلیس کے دھوکے میں آکر شجرِ ممنوعہ کو تھوڑا سا کھا لینا یہ نافرمانی رب تھی۔ قانونِ شریعتِ الٰہیہ میں نافرمانی کی سات قسمیں ہیں ۱ بھول کر نافرمانی کرنا ۲ جان کر نافرمانی ۳ واجب کی مخالفت کر کے نافرمانی ۴ مستحب کی مخالفت کر کے نافرمانی ۵ دھوکہ کھا کر نافرمانی کرنا ۶ سرکشی سے نافرمانی کرنا ۷ وعدہ خلافی سے نافرمانی کرنا۔ واقعۂ آدم میں تین شخصیتوں نے نافرمانی کی۔ پہلی نافرمانی ابلیس نے کی سرکشی کرتے ہوئے اس لیے کافر ملعون و مردود ہوا۔ دوسری نافرمانی حضرت حوا نے کی لغزش اور شیطانی جھوٹ سے دھوکا کھا کر تیسری نافرمانی حضرت آدم نے کی کہ عہدِ فرقبہ کو مستحب سمجھا انہوں نے اس میں بھی رب کی رضا چاہی تھی کہ خلودِ جنت میں فرصت ولذتِ عبادت زیادہ ہے یہ آپ کا اجتہاد تھا مگر اجتہادی غلطی کر گئے بعض نے فرمایا کہ ممانعت تو جنسِ درخت سے تھی کہ اس طرح کا کوئی بھی درخت جنت کے کسی مقام و حصے میں نہیں کھا سکتے مگر آپ نے نوعِ درخت سمجھی کہ صرف هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنی یہ درخت نہیں کھا سکتے۔ ابلیس نے اسی قسم کا دوسرا درخت دکھایا۔ لہٰذا فَعَوٰى۔ بہر بات ہر ارادے ہر خواہش و منشا میں ناکام ہو گئے نہ رضاءِ الٰہی ملی نہ رہائشِ جنت باقی رہی نہ دار زعمہ نہ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى نہ خلود نہ شہود۔ خلودِ بہشتی کے بجائے ھبوطِ ارضی پستی کے بجائے جھوٹ خوشی کی بجائے غمی تین سو سال تک روتے رہے کبھی توبہ کرتے کبھی مغفرت چاہتے کبھی معافی مانگتے معافی مغفرت اور توبہ میں شرعی و اصطلاحی فرق یہ ہے کہ اپنے جرم کا سب سے بڑا اعتراف و ندامت توبہ ہے اس میں سابقہ کو ختم کرنا آئندہ یہ جرم نہ کرنے کا پختہ وعدہ اور توفیقِ دہمت ملنے کی التجاء و دعا اس کی قبولیت یہ ہے کہ سابقہ کی مغفرت اور آئندہ نہ کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مغفرت یہ ہے کہ بندہ اپنے سابقہ جرم پر شرمندگی و

marfat.com
Marfat.com

ندامت کا اظہار و عرض کرے اس کی قبولیت یہ ہے کہ سابقہ جرم سے درگزر کر دی جاتی ہے۔ معافی یہ ہے کہ جرم اپنے جرم کا کوئی کفارہ اور بدلہ پیش کر دے اس کی قبولیت یہ ہے کہ کفارہ منظور کر لیا جائے خیال رہے کہ جرم و خطا کا بدلہ کفارہ ہے۔ حفاظت کا بدلہ فدیہ ہے اور رضا کا بدلہ ہدیہ کہلاتا ہے حضرت آدم کی وہ دعائیں آپ کی توبہ بھی آپ کا غم آپ کی معافی تھی آپ کی پیچھے اور تین سو سال تک آسمان کی طرف منہ نہ اٹھانا آپ کی معذرت تھی آپ کے آنسو اس معافی کا کفارہ تھا۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ۔ جنت سے نکلنے مشقت میں پڑنے آدم و حوا کی جدائی و وطر فرقتہائی۔ رونے دعائیں التجائیں کرنے کے بعد پھر کہیں مدت دراز کے بعد فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ۔ کا ظہور ہوا جب یہ کلمہ لبیبہ اور اسم مشفوع و منقوش ملا تو فَتَابَ عَلَيْهِ۔ اللہ تعالیٰ نے انتہائی شان تکریم سے آپ کی توبہ معذرت و معافی سب کچھ قبول فرما لیا۔ یعنی اپنی رحمت نعمت عزت عظمت کا رجوع فرمایا مزید انعام یہ کہ وَهَدٰى آپ کو اس وقت کی آئندہ اقوام انسانی نسل بشری اولاد آدمیت کا ہادی بنا دیا۔ وَاخْتَارَ لِلرِّسَالَةِ اپنی نبوت رسالت وحی کلامی صحف شرعی کے لیے چن لیا اور زمین پر پہلے نبی رسول صاحب شریعت کی بعثت ہوئی راز تفسیر نیشا پوری۔ بیان۔ معانی۔ کبیر، سورۃ بقرہ آیت ۳۷ میں فَتَابَ عَلَيْهِ کا معنی ہے توبہ قبول فرمائی اور یہاں۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ کے قرینے کی وجہ سے فَتَابَ عَلَيْهِ کا معنی ہے۔ سابقہ انعامات کا رجوع فرمانا لوٹانا جاری فرما دینا۔ هَدٰى کا معنی ہے ہدایت قوم کے خزانے عطا فرمانا۔ اس لیے کہ نبی رسول ہی امت کا ہادی ہوتا۔ سب کو نبی کے آستانے سے ہی ہدایت، ایمان۔ عرفان۔ ایقان علم و عقل کی تقسیم ہوتی ہے قرآن مجید میں تقریباً دس جگہ لفظ اجْتَبٰى ارشاد ہوا ہے۔ سب جگہ اس کا معنی نبوت وحی یا خدمت وحی و نبوت ہی ہے۔ مثلاً ۱ آل عمران آیت ۱۷۹ میں ہے يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ ۲ انعام آیت ۸۷ میں ہے۔ اجْتَبَيْنٰهُمْ ۳ سورۃ یوسف آیت ۶ میں ہے۔ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ ۴ سورۃ نحل آیت ۱۲۱ اجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ یہاں ابراہیم علیہ السلام کے نبی بنانے کا ذکر ہے ۵ مریم آیت ۵۸ اجْتَبَيْنَا ذُرِّيَّةَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۶ شوریٰ آیت ۱۳ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۷ قلم آیت ۵۰ فَاجْتَبٰهُ یونس علیہ السلام کے نبی بنانے کا ذکر ہے ۸ یہی سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۲ و ۹ اعراف آیت ۲۰۳ لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا یعنی کفار نے کہا اے محمد تم خود کلام وحی کیوں نہیں بنا لیتے ۱۰ سورۃ حج آیت ۷۸ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ۔ یہاں ان علماء امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے جن کے بارے میں ارشاد نبوی ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی خدمت وحی کرنے والے علما کا ذکر ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اجْتَبٰى کا معنی ہے نبی بنا دیا

marfat.com
Marfat.com

اور لفظِ ثُمّ سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السّلام پہلے نبی نہ تھے تو یہ کی قبولیت کے بعد نبی بنائے گئے تمام انبیا میں یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے خیال رہے کہ نبوت کے تین زمانے ہوتے ہیں پہلا زمانہ نبی بننے کا دوسرا زمانہ اظہارِ نبوت کا تیسرا زمانہ تبلیغ نبوت اور بیعتِ امت کا حضرت آدم کو پہلا دوسرا تیسرا بیک وقت بعمر تین سو سال بعد توبہ۔ باقی انبیاءِ کرام علیہم السّلام کا پہلا زمانہ شکمِ مادر میں تخلیقِ بدنی کی تکمیل کے بعد دوسرا زمانہ چالیس سال کی عمر میں تیسرا زمانہ چالیس سالہ عمر سے آخر عمر دوفات تک مگر عیسٰی علیہ السّلام کے لیے پہلا زمانہ تو وہی شکمِ مادر۔ دوسرا زمانہ۔ یومِ ولادت بعمر آٹھ گھنٹے بحالتِ شیر خوارگی جب آپ نے ننھی سی انگلی اٹھا کر فرمایا تھا اِنِّیْ عبدُ اللہ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اور اُمّتِ دعوت کو فرمایا تھا اَتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (۱۹/۳۰) اور عیسٰی علیہ السّلام کا تیسرا زمانہ بعمر پینتیس سال تا رفعت آسمانی۔ آقاءِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا زمانہ نبوت۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ یا۔ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ دوسرا زمانہ ایک قول میں۔ یومِ ولادت سجدے میں سر رکھ کر عرض کیا۔ رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ۔ یا۔ چالیس سالہ عمر شریف میں آپ کا تیسرا زمانہ پہلی بیعتِ ابوبکر صدیق کے وقت سے اہلِ قدس۔ تفسیر جامع البیان میں ہے کہ آدم علیہ السّلام نے شجر کھانے سے انکار کیا تو پہلے حضرتِ حوا نے کھایا اور پولیس دیکھ بھال کچھ نہ ہوا تب حضرت آدم نے بھی کھا لیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں نے ایک دم کھایا اور کھاتے ہی لباس اتر گیا۔ بعض نے کہا کہ تین گھنٹے بعد جب کھایا ہوا ہضم ہوا تب لباس اترا وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَعَصٰی اٰدَمُ۔ میں دو قول ہیں یا حضرت آدم نے وعدہ خلافی کی یا بھول چوک ہو گئی۔ یعنی وعدہ خلافی ہو گئی۔ فَغَوٰی میں تین قول حصولِ مقصد میں ناکام ہو گئے۔ سلطنت و مقصدِ خلود نہ پایا ۳ صحیح راہ اور سچی سوچ فکر سے ناواقف ہو گئے۔ یعنی دماغ ماؤف ہو گیا ۳ جنتی رہائش چھن گئی۔ اور یہ سب خطائیں نبوت نہ ہونے کی وجہ سے ہوئیں۔ بشری کمزوری کے باوجود یہ عُصْیٰ ذنب نہ تھا۔ زلل تھا۔ لغزشِ عمدی کو ذنب کہا جاتا ہے لغزشِ خطائی کو زلل یعنی پھسل جانا کہا جاتا ہے یہ خطا صرف پہلی اور آخری بار تھی۔ اسی لیے عَاصِیًا وَّغَاوِیًا نہ فرمایا گیا۔ عادی گناہگار یا خطا کار کو عاصی کہا جاتا ہے۔

مسلکِ اہلسنّت

صحیح اور تعلیم قرآن و فرمانِ حدیث کے مطابق سچا قول یہ ہے کہ نبی بننے سے تا وفات کوئی نبی کسی قسم کی غلطی لغزش خطا بھول چوک گناہ کبیرہ یا صغیرہ کر سکتا ہی نہیں یہ شخصیاتِ پاکیزہ ہر کمزوری سے

marfat.com
Marfat.com

معصوم پیدا کی جاتی ہیں۔ اگر کسی بدبخت گستاخ مصنف نے یہ لکھ دیا کہ نبی گناہ کر سکتا ہے مگر کرتا ہے نہیں تو وہ مصنف خود ابلیس و شیطان ہے۔ نبوت کے دامن تقدیس پر کوئی داغ نہیں جن غبیوں نے نبوت پر کسی کمزوری کا الزام لگایا وہ فقط اس واقعۂ آدم سے دلیل پکڑتے ہیں مگر قرآن کریم نے وضاحت فرما کر اس بیہودہ دلیل کو بھی ختم کر دیا۔ اور بتا دیا کہ یہ نسیان قبلِ نبوت ہوا۔ نہ کہ بعدِ نبوت قرآن مجید میں کُل انتیس ۲۹ قصے بیان فرمائے جن میں تیرہ ۱۳ قصے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کے لیے چند جگہ بیان کئے باقی ایک ایک مقام پر۔ چنانچہ حضرت آدم کا واقعہ سات جگہ مذکور ہوا جس کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے ۱ حضرت نوح اور ان کی قوم کا واقعہ ۲ حضرت ہود اور اُن کی قوم کا واقعہ ۳ حضرت صالح اور ان کی قوم کا واقعہ ۴ حضرت ابراہیم اور ان کی قوم نمرود اور آذر کا واقعہ نمرود سے مناظرہ ابراہیم علیہ السّلام کے چار جانوروں کا واقعہ آگ میں جانے بُرْدًا وَّسَلَامًا ہونے کا تذکرہ ۵ حضرت لوط اور ان کی قوم کا واقعہ ۶ حضرت اسماعیل کے ذبح کا واقعہ ۷ حضرت داؤد کا واقعہ ۸ حضرت سلیمان کا واقعہ ۹ حضرت ایوبؑ کا واقعہ ۱۰ حضرت یوسف کا واقعہ ۱۱ حضرت یونس اور ان کی قوم کا واقعہ ۱۲ حضرت شعیب اور اُن کی قوم کا واقعہ ۱۳ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کا واقعہ شیر خوارگی دریا میں ڈالنا ولادت موسیٰ فرعون کے گھر میں پرورش قبطی کو مارنے مدین میں آنے شعیب علیہ السّلام کے گھر رہنے بکریاں چرانے ان کی بڑی بیٹی سے نکاح کرنے طور پر آنے آگ دیکھنے کا واقعہ جادوگروں سے مقابلہ غرقِ فرعونی توریت ملنے کا واقعہ ۱۵ خضر اور موسیٰ علیہ السّلام کا واقعہ ۱۶ حضرت ذوالقرنین سکندر اعظم و یاجوج ماجوج کا واقعہ ۱۷ حضرت زکریا اور پرورشِ مریم کا واقعہ اور دعاءِ زکریا اور یحییٰ کی بشارت کا واقعہ ۱۸ حضرت عیسیٰ کا واقعہ آپ کی۔ آسمانی رفعت کا تذکرہ ۱۹ طالوت اور جالوت کا واقعہ ۲۰ اصحابِ کہف کا واقعہ ۲۱ باغ والوں کا واقعہ ۲۲ دو بھائیوں کا قصہ ۲۳ حضرت عیسیٰ کے منادی کرنے والے حواریوں کا واقعہ ۲۴ نزولِ مائدہ کا واقعہ ۲۵ عیب نجار کا واقعہ ۲۶ حضرت عزیر علیہم السّلام کا واقعہ ۲۷ بیت المقدس پر چڑھائی کا واقعہ ۲۸ اصحابِ اخدود کا واقعہ ۲۹ اصحابِ فیل کا واقعہ قرآن مجید میں سات جگہ حضرت آدم کا واقعہ مذکور ہوا مگر کہیں بھی ان کی نبوت کا ذکر بر ملا نہیں ہے بلکہ بشریت خلافت کا ذکر ہے۔ اسی بنا پر بعض جہلا نے اُن کی نبوت کا انکار کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ آپ صاحبِ شریعت نبی و رسول ہیں۔ اس کے دلائل ہم بھی آئندہ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ قرآن پاک میں آپ کی نبوت کا بالوضاحت نہ ہونا اس میں بھی رب تعالیٰ کی یہ حکمت کاملہ ہے کہ بشریت کا نقشہ ظاہر ہو اور نبوت و بشریت کے پہلو مخلوط نہ ہوں اور

marfat.com
Marfat.com

تا قیامت ثابت ہو جائے کہ بشریت سے خطا ہو سکتی ہے نبوت سے نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات آدم میں انسانی فطرت کمزوری اور آئندہ نسل انسانی کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اس میں شقاوت بھی ہے۔ سعادت بھی تو یہ وعبادت کی افضلیت بھی ہے عقل وعلم شرافت بھی ہے۔ شرافت کی وجہ سے اس کی تکریم ہوتی رہے گی فضیلت کی وجہ سے تعظیم ہوتی رہے گی۔ واقعہ کی ابتدا سورۃ ۲ بقرہ سے ہوتی ہے از آیت ۳۰ تا آیت ۳۹ یہاں سات چیزیں بیان ہوئیں ۱ خلافتِ آدم ۲ فرشتوں کا اعتراض ۳ فرشتوں کا معافی مانگتے ہوئے سجدہ کرنا ۴ بشریت کی علمی شان ۵ ابلیس کا انکارِ سجدہ اور ہمیشہ کے لیے دشمنی ۶ بشر کا شیطان کے وسوسے میں آکر غلطی کر جانا پھسل پڑنا ۷ بھولنا انسانی فطرت ہے۔ پھر سورۃ ۷ اعراف میں بھی سات چیزیں مذکور ہوئیں۔ از آیت ۱۱ تا ۲۵ یہاں خلقتِ انسانی، شکل وصورت ۳ انسانوں پر انعاماتِ الٰہی ۴ اُس کے ازلی ابدی دشمن پر ذلت وخواری ۵ انسان کی شرعی زندگی کا ذکر کہ کسی مقام کسی حال میں ہو شریعت کی پابندی لازمی ہے یہ لَا تَقْرَبَا کی ممانعت شرعی پابندی کی ہے ایک شق تھی۔ اگر آدمی شرعی پابندی نہ کرے تو رسوا، شکستہ بے عزت ہو جائے گا ۶ بری صحبت کا ذکر کہ اس سے بچنا ہر انسان پر فرض ہے ۷ انسان کمزور ہے اس کا دشمن عیار ہے۔ پھر سورۃ ۱۵ حجر میں از آیت ۲۸ تا ۴۴ بھی سات چیزیں مذکور ہوئیں ۱ بشر کو مٹی سے بنایا گیا ۲ اس میں روح ربانی پھونکی ڈالی گئی ۳ اس لیے اُس کی تکریم کی گئی ۴ اُس کی خاطر ابلیس کو ملعون کیا گیا ۵ ابلیس پوری انسانیت کا تا قیامت فرداً فرداً موذی دشمن ہے ۶ یہاں سجدہ کرنے کا فرشتوں کو پیشگی حکم دیا گیا کہ جب میں پیدا کر دوں گا تو تم سب سجدہ کر دینا ۷ ابلیس کا بھی عمر مانگنا اور مل جانا، اور اعتراف کرنا کہ تیرے نیک بندوں پر میرا دھوکہ نہیں چل سکتا کیونکہ وہ خلوص کی قوت والے ہوں گے پھر سورۃ ۱۷ اسرا میں از آیت ۶۱ تا ۶۵ یہاں بھی سات چیزیں مذکور ہوئیں ۱ ابلیس کا بشر سے حسد ۲ گمراہ کرنے کی دھمکی ۳ انسانی پیدائش پر طعنہ وطنز ۴ فرشتوں کا سجدہ کرنا ۵ ابلیس کا انکار اور اس کی وجہ کا بیان ۶ کَرَّمْتَ عَلَیَّ سے حسد اور رب تعالیٰ پر موالیہ اعتراض ۷ ابلیس کا رب تعالیٰ سے مہلت مانگنا۔ اور پوری قوت طاقت تسلط کے ساتھ بھی عمر کی مہلت ملنا۔ پھر سورۃ ۱۸ کہف میں بھی از آیت ۵۰ تا ۵۳ سات چیزیں مذکور ہوئیں ۱ سجدۂ ملائکہ ۲ ابلیس کے انکارِ سجدہ کی صرف ایک فطری وجہ کہ وہ ناری تھا جن تھا۔ نار میں غرور اور جنات میں گھمنڈ جبلتے ہے ۳ واقعات آدم سنانے کی اصل مصلحت وحکمت کا بیان کہ اے انسانو تم اپنے اتنے موذی مکار بڑے دشمن کی پھر بھی مانتے ہو جب کہ اُس کا ہر وسوسہ ہی اُس کی عداوت اور تمہارا نقصان ہے ۴ ابلیس رب تعالیٰ کے حکم کا فاسق ہوا ۵ ابلیس جنوں کا باپ ہے لہٰذا وہ تمام شرارتوں کا مجموعہ ہے ۶ ظالموں کے بدلے کا ذکر

marfat.com
Marfat.com

۱ شیطان کی ماں ظلم ہے پھر یہاں سورۃ ۲۰ طٰہٰ آیت ۱۱۵ تا ۱۲۳ میں بھی سات چیزیں مذکور ہوئیں ۱ بشری وعدے کا ذکر ۲ نسیان کا ذکر ۳ ابلیس نے دشمنی کا اعلان کر دیا ۴ ابلیس کی مانتے کا نقصان ۵ اللہ رسول کے حکم پر چلنے کے فائدے ۶ بشری کمزوری اور نبوت کی قوت کا ذکر کہ محض بشری عقل علم فہم کے باوجود ابلیس کے پھندے میں پھنس جاتا ہے۔ اسی لیے ہر انسان کو ہر وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھ کر رب تعالیٰ کی پناہ پکڑتے۔ مانگنے کا حکم ہے۔ اپنی عقل فکر پر بھروسہ کرنا منع ہے ۷ اشارہ فرمایا گیا کہ بشری کمزوریوں سے صرف نبی کا دامن اور قرب ہی بچا سکتا ہے گویا کہ اللہ کی پناہ دنیا میں نبی کا وجود ہے آدم علیہ السلام کو جب ناک نبوت نہ ملی یہ بشری کمزوریاں ظاہر ہوتی رہیں مگر جب نبوت مل گئی تو پھر ابلیس کا کوئی وسوسہ نہ آسکا۔ پھر آخر میں ساتویں جگہ سورۃ ۲۰ ص میں از آیت ۷۱ تا ۸۵ میں بھی سات چیزیں مذکور ہوئیں ۱ البشر کی تخلیق ۲ مادۂ بشری مٹی ہے ۳ ابلیس کا حاسدانہ تکبر ۴ ابلیس کا ذلیل اور لعنتی ہونا ۵ تا قیامت انسانوں پر مسلط ہونے اور گمراہ کرنے کا ذکر ۶ نبوت کے دامن میں آنے والے نیک لوگوں پر ابلیس کی قوت طاقت تسلط اور وسوسہ نہ آسکنے کا ذکر یہ تو عام نیک مخلصین کی شان ہمت ہے نبوت تو کہیں زیادہ قوت کی چیز ہے تمام قوتوں پر غالب ۷ ابلیس نے مہلت مانگی اور دیدی گئی یہ بھی انسانیت و بشریت کا تا قیامت امتحان ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان سات مقامات میں سات سات پہلوؤں سے شخصیت آدم کو سامنے رکھ کر انسانی فطرت کا نقشہ پیش فرمایا گیا کہ انسان کیا ہے۔ بشر کیا۔ آدمیت کیا ہے۔ اس کی شان کیا۔ اس کی کمزوری کیا ۲ اس کا دشمن کتنا عیار اور کتنی وسیع قوت کتنی دراز عمر والا ہے ۷ اس سے بچنا کتنا ضروری اور ایسے خبیث دشمن سے بچنے کا کیا طریقہ۔ بشریت کے تین روپ بیان کیے گئے۔ پہلا روپ دنیوی علوم کے باوجود یہ قوی کم عقلی دوسرا پہلو لاپرواہی تیسرا پہلو بھول۔ پہلے روپ میں انسان کی شکل ایمانی عرفانی ہے دوسرے میں شکل نادانی ہے تیسرے میں شکل پشیمانی ہے۔ انسان کی تین خصلتیں بیان کی گئیں پہلی خصلت سے جنت ملی دوسری سے جنت چھنی تیسری سے توفیق توبہ ملی بشر کی تین کمزوریاں بیان ہوئیں پہلی کمزوری سے وسوسۂ شیطانی ملا۔ دوم سے وعدے کی بے وفائی سوم سے دنیوی مشقت ملی۔ یہی حکمت تھی حضرت آدم کو پہلے نبی نہ بنانے کی اگر پہلے ہی دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح ان کو بھی نبی بنا دیا جاتا تو یہ کوئی کمزوری ظاہر نہ ہوتی اور بشری انسانی نقشہ سمجھ کر عبرت نہ سکھائی جا سکتی۔ یہ سب کچھ مقابلۂ آدم و ابلیس مناظرۂ ملائی انسانوں کو سمجھانے بتانے سکھانے عبرت دلانے بندہ بنانے ابلیس سے بچانے کے لیے تھا، حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے دلائل۔ پہلی دلیل۔ قرآن مجید سورۃ آل عمران آیت ۳۳ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ

marfat.com
Marfat.com

وَ آلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمالیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی آل کو، (اسماعیل اسحاق یعقوب وغیرہم کو) علیہم السّلام اور آلِ عمران کو (موسیٰ ہارون عیسیٰ کو) علیہم السّلام تمام جہانوں پر۔ اس آیت سے دو باتیں واضح ہوئیں ایک یہ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب صرف نبوّت کے لیے ہوتا ہے اس لیے آدم و نوح اور آلِ ابراہیم و آلِ عمران کے مذکورہ حضرات سب انبیا ہی ہیں دوم یہ کہ انبیا علیہم السّلام تمام کائنات کی مخلوق سے اعلیٰ و افضل فرشتوں جنّات سے بھی تمام دیگر انسانوں سے بھی اللہ کا چنا ہوا انتخاب اور پھر عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ فرمانا اسی کو ثابت فرما رہا ہے۔ دوسری دلیل یہی آیت سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۲ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ۔ یعنی آدم علیہ السّلام کی بشریت ظاہر کر دینے انسانیت آجاگر ہو جانے کے بعد پھر اُن کو نبوّت کیلئے چُن لیا۔ اِصطفا اور اِجتبا کا فرق یہ ہے کہ نبی کا رب سے قُرب اِصطفا ہے اور نبی کا اُمّت سے قُرب اِجتبا ہے گویا کہ رب سے لینا اِصطفا ہے۔ اُمّت کو دینا اِجتبا ہے۔ آدم علیہ السّلام کو نبی بنانے کے بعد نبوّت کی تمام قوتیں نعمتیں ان کو عطا فرمائیں وَهَدٰى اور اُن کو ھادی بنا دیا۔ تمام قوم کی ہدایت اُن کو دیدی یہاں هَدٰى کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں ۱ ان کو قُربِ نبوی کی ہدایت بارگاہِ الٰہی میں عطا فرمائی ۲ یہ کہ ان کو ہدایت کا خزانہ دیدیا تاکہ اپنی امّت میں ہدایت تقسیم فرمائیں۔ نبوّت سے پہلے خود ہدایت کے ضرورت مند نبوّت ملنے کے بعد پوری قوم اُن کے در سے ہدایت لینے کی محتاج۔ تیسری دلیل۔ مشکوٰۃ شریف باب بدءُ الخلق فصل ثالث ص ۵۱۱ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ اَوَّلَ۔ قَالَ آدَمُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَنَبِیٌّ کَانَ۔ قَالَ نَعَمْ نَبِیٌّ مُکَلَّمٌ۔ اَیْ اُنْزِلَ عَلَیْهِ الصُّحُفُ رواہ احمد و ابن حنبل حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ سب سے پہلے نبی کون تھے۔ فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدم تھے میں نے عرض کیا کہ کیا آدم علیہ السّلام نبی تھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بلکہ کلام والے نبی تھے۔ یعنی رسول نبی اُن پر صحیفے نازل ہوئے تھے۔ اِن دلائل سے ثابت ہوا کہ دنیا میں پہلے نبی حضرت آدم اور آخری نبی۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السّلام اور نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی فاصلہ چھ ہزار نو سو پچاس سال ہے۔ بعض روایات میں پانچ ہزار آٹھ سو سال ہے۔ مطابقت اس طرح ہے کہ آدم علیہ السّلام کی رہائشِ جنّت کی عمر سجدے کی مدّت اور طبعی عمر نکال کر پانچ ہزار آٹھ سو۔ اور یہ تمام مدّت شامل کر کے چھ ہزار نو سو پچاس سال۔ یعنی خلقتِ آدم سے شمار کیا جائے تو پہلی مدّت برابر فاصلہ اور وفاتِ آدم سے شمار کیا جائے تو دوسری مدّت برابر فاصلہ بنتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى۔ رب تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ اب تم دونوں (آدم وحوا) اسی جنت سے اپنی تمام باطنی ذریت نسل واولاد کو اپنی پشت وصدر۔ رحم وبطن میں لیے لیے فوراً نیچے زمین کی طرف کود پڑو اب تم کو اتارنے کے لیے جنتی تخت نہ آئے گا۔ نہ پہلے جیسی آن بان شان عزت کا ملکوتی جلوس ہوگا۔ بلکہ دوسرے خدانہ تو درکنار تم آپس میں بھی ایک دوسرے کے دشمن بنتے بناتے رہو گے اور اس خود غرض دشمنی کی وجہ سے زمین پر فساد گمراہی۔ بدامنی کا دور ہو جائے گا کفر وطغیان کا اندھیرا پھیلے گا پھر جب میرے پاس سے ہدایت کی روشنی نبوت کا چراغ رسالت کا نور کلام الٰہی کی سچی راہنمائی آئے گی۔ اس طرح کہ اوّلاً آدم علیہ السّلام کو نبی بنا دیا جائے گا کلام ربانی کے صحیفے وحی الٰہی کے پیغامات دیے دیئے جائیں گے پھر اُس کے بعد ہر قوم ونسل میں انبیاء ورسل کتب وکلام آتا رہے گا۔ اور ایسا یقیناً ہوگا تو جو خوش نصیب انسان، ابلیس کی فریب کاری وسوسہ اندازی سے بچ کر میری بھیجی ہوئی ہدایت کی ساری زندگی سچی لگن مکمل شوق اکمل ذوق خالص محبت سے پیروی کرتے ہوئے عداوت بناوٹ فساد کو ختم کرے گا وہ ایسا کامل کامیاب کامران ہوگا کہ نہ کبھی دنیا میں تا عمر گمراہ کیا جا سکے اور نہ قبر حشر میں کسی قسم کی بدبختی یا شقاوت اُس کو پہنچے یہ حکم سنا کر آدم حوا کو زمین پر اتار دیا گیا۔

مفسرین کے مختلف اقوال

۱؎ جَمِیْعًا سے مراد آدم وحوا اور اُن کی پشت وصدر اور حمل کی اولاد نسل ذریت ہے حضرت حوا اُسی وقت دو بچوں سے حاملہ تھیں ۲؎ جمیعًا سے مراد آدم حوا ابلیس۔ سانپ مور ہے یہ پانچ چیزیں جنت سے نکالی گئیں۔ ۳؎ عَدُوٌّ سے مراد ۱؎ یہ کہ انسان آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ۲؎ یہ پانچوں آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ یعنی ابلیس سارے انسانوں کا اور انسان ابلیس کے دشمن۔ سانپ مور کا مور سانپ کا۔ انسان سانپ کا سانپ انسان کا۔ مگر پہلے قول درست ہیں۔ اِهْبِطَا میں تین قول ۱؎ سانپ کو دکر مور اڑ کر ابلیس جناتی قوت سے اور آدم وحوا کو ایک ایک فرشتہ کندھوں پر بٹھا کر حوا کو جدے میں اُتارا۔ آدم علیہ السّلام کو سراندیپ میں ۲؎ ہوا نے آدم وحوا کو مختلف جگہ اتار دیا ۳؎ حضرت آدم وحوا کو مور اور مورنی نے اپنے اوپر بٹھا کر زمین پر پہنچایا۔ اسی لیے مور اور انسان میں دوستی ہے عداوت نہیں۔ کیا عظیم فرق ہے کہ جب جنت میں گئے تھے تو فرشتوں کے جلوس میں تخت

marfat.com
Marfat.com

بہشتی پر بیٹھ کر۔ مگر جب آتا رسے گئے تو نہ کچھ شان نہ شوکت یہ بتایا گیا کہ اے انسان بیفرق تیری فرمانروائی اور نافرمانی کی زندگی میں ہے۔ لَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی میں انسانی زندگی کا پورا نقشہ بیان فرما دیا گیا کہ ہدایت کی پیروی مومن کی زندگی ہے اور ہدایت سے منہ پھیرنا کافر کی زندگی ہے۔ پیروی سے لَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی کا انعام ہے منہ پھیرنے میں شقاوت وضلالت کی ذلت ونقصان اتباع کے دو قدم پہلا ہدایت کا دوسرا سعادت کا ہدایت کا نتیجہ سعادت سعادت کا نتیجہ رفعت شرافت تین چیزوں کا نام ہدایت ہے عجز انکسار، گریہ۔ ان سب کا نشان توبہ ہے۔ نافرمانی کے دو قدم ہیں پہلا قدم گمراہی ضلالت اور اس کے نتیجہ میں دوسرا قدم شقاوت وبدبختی۔ ہدایت بندے کو چار چیزوں سے بچاتی ہے ۱ ابلیس سے ۲ گمراہی سے ۳ بدبختی سے ۴ نفس امارہ کی خباثت سے۔ جنت سے ابلیس کا نکلنا اس کی ذلت لعنت کفر تھا۔ سانپ کا نکلنا اس کی سزا تھی۔ مور کا نکلنا اس پر عتاب تھا۔ آدم وحوا کا نکلنا شجر ممنوعہ کھانے کا نتیجہ تھا۔ نہ سزا نہ عتاب اسی لیے یہ نکلنا توبہ کا ذریعہ بنا اور توبہ شرافت کا شرافت رفعت کا رفعت نبوت کا اور نبوت ہدایت کا ذریعہ۔ اس طرح انسانی زندگی میں کامیاب وناکام زندگی کا نقشہ وتوتہ بتایا گیا۔ کہ آدم کا کونسا نمونہ کامیابی والا ہے اور کونسا ناکامی والا۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ اھبطا ظاہری خطاب عتاب ہے۔ صورۃً ملامت ہے اور معناً حقیقتاً تکمیل وتشریف ہے۔ اترنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں ۱ ہبوط ۲ نزول ۳ زوال۔ تیزی سے گرنا ہبوط ہے جیسے پتھروں کا گرنا یا سامان کو گرنے میں کوئی جگہ مقرر نہیں ہوتی۔ اسی بے تعینی اور تیزی کی وجہ سے آدم وحوا کے اترنے کو ہبوط فرمایا گیا۔ عزت ترتیب اور تعین سے آنا نزول ہے جیسے بارش ملائکہ اور وحی کا اترنا نزول ہے۔ اور اپنی جگہ سے ہٹ جانا یا ہٹایا جانا زوال ہے۔

فائدے

ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ۔ انسان کی دو خصلتیں ہیں۔ رونا۔ اور ضنا۔ رونا تمام مخلوق کو دیا گیا انسان جنات فرشتے نباتات جمادات حیوانات لیکن ضنا صرف جنات وانسان کو دیا گیا سب سے پہلے ابلیس ضنا۔ اور سب سے پہلے آدم علیہ السلام روئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کو رونا پسند ہے اور ضنا ناپسند۔ جب آدم علیہ السلام کو اھبطا کا حکم ملا تو ابلیس خوب زور زور سے ضنا۔ لیکن جب اس کو ابدی لعنت کا طوق ڈالا گیا تو رویا اور آج تک رو رہا ہے بلکہ تا قیامت روتا رہے اپنی بدنصیبی پر مگر یہ رونا مردود یت کا ہے۔ روایت میں ہے کہ دنیا میں چار حضرات بہت روئے داؤد علیہ السلام یاد الٰہی میں تمام روئے زمین کے رونے والوں کا رونا جمع کر لیا جائے تو بھی گریۂ داؤدی

marfat.com
Marfat.com

کے برابر نہیں ہو سکتا ان سے بھی زیادہ یعقوب علیہ السّلام روئے داؤد علیہ السّلام کے تمام آنسو بھی یعقوب علیہ السّلام کے آنسوؤں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ ان سے بھی زیادہ ایوب علیہ السّلام روئے ہماری بیماری میں عبادت رہ جانے کی وجہ سے ان کے آنسو گریۂ یعقوبی سے زیادہ ہوئے ان سے بھی زیادہ نوح علیہ السّلام روئے اُمّت کے غم میں کہ گریۂ ایوبی بھی نوح علیہ السّلام کے آنسوؤں کے برابر نہ ہوا۔ یہاں درازیٔ عمر کی وجہ بھی کثرت کا سبب ہے سب سے پہلے آدم علیہ السّلام روئے توبہ کے لیے ان کے آنسو نوح علیہ السّلام کے آنسوؤں سے زیادہ تھے آپ تین سو سال تک روئے نوح علیہ السّلام ایک سو سال تک یعقوب چالیس سال تک ایوب پچاس سال تک داؤد علیہم السّلام تین سال تک ثابت ہوا کہ رونا سنتِ انبیاء ہے۔ صنعاً طریقہ شیطان۔ رونے سے دل کو تازگی اور نور ملتا ہے۔ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے کبھی کوئی نبی نہ ہنسا مسکرانا ثابت ہے علیہم الصّلوٰۃ والسّلام لہٰذا تمام مسلمان مرد عورت ضبی مذاق ٹھٹھا مارنے سے بچیں یادِ آخرت میں رونے کی عادت ڈالیں یہ فائدہ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ (لاؤ) سے حاصل ہوا کہ انبیاء کرام کی ہر عادت وخصلت ہدایتِ الٰہی ہے اُس کی اِتباع ہی مومن کی سعادت ہے۔ دوسرا فائدہ انسان کی سب سے بڑی کمزوری۔ کھانے پینے میں ہے اور ابلیس وشیاطین کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا وسوسہ کھانے کے ذریعے ہی چلا۔ یہ فائدہ فَاَكَلَا مِنْهَا فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو کھانے پینے میں بڑی احتیاط چاہیئے۔ ہزارہا دینی دنیوی طبّی خرابیاں کھانے کی بے احتیاطیوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ حرام وحلال کا کثرت سے اندیشہ اور ان میں ملوث ہونے کا خطرہ حرام و حلال غذاؤں اور پانیوں میں ہی ہے۔ تیسرا فائدہ۔ ہر مسلمان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ شریعت کے خلاف کرنے سے کبھی دینی دنیوی فائدہ نہیں ہو سکتا ہمیشہ نقصان ہی ہوتا ہے اگرچہ ظاہر بین ہو تو فوت دنیا ساز انسان اُس کو کتنا ہی فائدے مند سمجھتا رہے اس لیے ہر کام میں شریعتِ پاک کو مدِّ نظر رکھنا چاہیئے جس چیز سے اللہ ورسول منع فرما دیں اس سے ہر مسلمان کو ایک دم الگ ہو جانا چاہیئے۔ یہ فائدہ فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا۔ فرمانے سے حاصل ہوا کہ کھانا پینا حقیقتاً اچھی چیز ہے مگر آدم وحوا کو وہ شجرِ ممنوعہ کھانا شرعاً منع تھا۔ اسی لیے اُس کے کھانے سے نقصان ہی ہوا۔ چوتھا فائدہ۔ ہر زبان میں بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کو عربی میں مشترک کہا جاتا ہے کہ ایک لفظ ہو اُس کے معنیٰ چند ہوں۔ ہر اہلِ زبان ہی جانتا ہے کہ یہاں اِس لفظ کے کیا معنیٰ ہیں لہٰذا مترجمین کو خاص کر قرآن کریم کا ترجمہ کرنے والوں کو اس کا بہت خیال رکھنا چاہیئے مثلاً اردو میں لفظِ بیٹھنا مشترک المعانی ہے ۱۔ انسان بیٹھ گیا ۲۔ رُعب بیٹھ گیا ۳۔ مکان بیٹھ گیا ۴۔ جوڑ بیٹھ گیا

marfat.com
Marfat.com

۵ کاروبار بیٹھ گیا سب جگہ بالکل مختلف معنی ہیں جو موقع محل کے اعتبار مناسب حال کئے جائیں گے۔ اسی طرح۔ فَغَوٰی اور غَوٰی میں بھی موقع کے مناسب یا ادب عالمانہ ترجمہ کیا جائے تب ہی درست اور عالمانہ ہوگا۔ اگر غلط معنی یا غلط تفسیر کی گئی تو مترجم و مفسر کا گمراہ ہو جانا یقینی ہے۔ یہ فائدہ وَعَصٰی اور فَغَوٰی کے صحیح عالمانہ ترجمہ اور تفسیر سے حاصل ہوا کہ عَصٰی کا معنی ہے وعدہ خلافی کی لغزش کی اور غَوٰی کا دنیوی امور و مقاصد میں ناکامی اسی لیے توبہ کی توفیق ملی اور ثُمَّ اجْتَبٰهُ کا اعزاز ملا۔ وہابی گستاخ مترجمین نے ترجمہ کیا آدم نے نافرمانی کی اور گمراہ ہوا۔ (معاذ اللہ) یہ سراسر جہالت و بے ادبی ہے۔

احکام القرآن

ان آیاتِ پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں پہلا مسئلہ شرم و حیا دین و ایمان کی بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے اور ہر طرح شریعت کی حدود میں رہنا چاہیئے۔ کیونکہ غیرت و شرم و حجاب آدھا ایمان ہے۔ بے غیرتی شیطانیت ہے۔ خاوند بیوی پر اگرچہ کسی قسم کا پردہ واجب نہیں۔ مگر بلا وجہ عام حالات میں ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہونا۔ رہنا بھی خلافِ شریعت ہے بلکہ احتیاط یہ چاہیئے کہ خاوند بیوی حتی الامکان صحبت کے وقت بھی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں۔ یہ مسئلہ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا۔ فرمانے سے مستنبط ہوا یعنی آدم و حوا کا ستر صرف ان کے ہی سامنے کھلا تھا۔ اس کو بھی سَوْاٰت یعنی برائی فرمایا گیا اور وہ دونوں بے حجاب ہوتے ہی شرم و حیا سے گھبرا گئے۔ اور جلدی پردے کی طرف دوڑے اور جلدی پردہ کر لیا۔ اس سے وہ مسلمان خاوند بیوی عبرت پکڑیں جو انگریزوں کی نقلیں دیکھ کر جانوروں سے بدتر حالت میں صحبت کرتے بلکہ ایک دوسرے کا منہ زبان تک پلید کر دیتے ہیں ان مدہوشوں کو یہ ہوش بھی نہیں رہتا کہ یہ منہ کافر کا منہ نہیں بلکہ مومن کا منہ ہے۔ اور مومن مومنہ کا منہ قرآن مجید کی رحل رکھنے کا کلام نماز تلاوت کا برتن ہے۔ اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ دوسرا مسئلہ ہر وہ چیز جس کو دیکھ کر شہوتِ نفسانی ظاہر ہو وہ ننگیز ہے اس کا چھپانا مسلمان پر فرض ہے منہ کالی کے جو بعض ڈاکٹر پروفیسر نما جاہل و عیاش خطیب و لیڈر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ صرف بالوں کو چھپانا فرض ہے چہروں کا پردہ ضروری نہیں وہ گمراہ ہیں اصل پردہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ تو چہرہ ہی ہے چہرہ دیکھ کر شہوتِ نفسانی ابھرتی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان عورت کو ہر اجنبی غیر محرم سے چہرہ ڈھکنا فرض ہے۔ جس کے لیے ہندوستانی برقعہ بہترین ہے صرف سکاف اوڑھ کر سمجھ لینا کہ اسلامی پردہ ہو گیا قطعاً غلط اور ابلیسی دھوکا ہے یہ مسئلہ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا سے مستنبط ہوا۔ کہ آدم و حوا نے اپنے اپنے جسم کے وہ تمام حصے ڈھکے تھے جس کا تعلق شرم و حیا اور ننگیز و ننگیز کی شہوت سے

marfat.com
Marfat.com

تھا۔ بلکہ روایتوں میں آیا ہے کہ حیا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ شرم وحیا غم وافسوس سے مکمل تین سو سال تک اپنے چہرے کو ہر چیز سے چھپائے رہیں آدم علیہ السلام کے سامنے بھی بعد قبولِ توبہ بھی آئیں۔ تیسیر اصل۔ دنیا میں بدبختی کی نشانی یہ ہے کہ عبادت اور یادِ الٰہی خوفِ آخرت سے بندہ ہٹ جائے۔ یہی تہرِ الٰہی اور سزا دنیوی و عذابِ جباری ہے تلاوت عبادت میں غفلت فقر وفاقہ ہے۔ لیکن دنیوی مصائب محنت مشقت غربت تنگ دستی یہ قہر وعذاب نہیں یہ تو ہر نیک وبد کو ہو سکتی ہے۔ اس لیے دنیوی غربت وافلاس کو بدبختی کا نشان نہ سمجھنا چاہیئے۔ یہ مسئلہ لَا یَغْبَلُ وَلَا یَشْقٰی۔ سے مستنبط ہوا کہ اس وعدۂ ربانی کے باوجود انبیا اولیا اور نیک لوگ اکثر غربت وعسرتِ زندگی میں رہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ دولت مندی اچھا ہونے کی نشانی نہیں۔ اس کی بہت مثالیں مشاہداتِ عالم میں موجود ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پہلا اعتراض۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ انبیا کو بشر آدمی انسان بلکہ عاصی اور غاوی یعنی نافرمان اور گمراہ کہنا جائز ہے۔ اسی طرح نبی کو بڑا بھائی بشر کہنا بھی جائز لہٰذا ہمارے بڑوں نے جو نبی کریم کو اپنا بڑا بھائی یا بشر اور آدمی لکھا وہ بالکل درست ہے۔ بریلوی سنیوں کا یہ کہنا کہ انبیا کو بشر یا عاصی۔ غاوی کہنا منع ہے یہ عقیدہ غلط ہے قرآن کے خلاف ہے دیکھو اللہ نے قرآن میں آدم کو بشر بھی کہا اور وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔ بھی کہا اور بشر انسان ہی ہوتا ہے اسی طرح عَصٰی والا عاصی غَوٰی والا غاوی ہوتا ہے (وہابی چکڑالوی، نیچری) **جواب**۔ معاذ اللہ معاذ اللہ کسی مسلمان اُمتی کو جائز نہیں کہ کسی بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ بشر۔ آدمی یا انسان کہہ کر خطاب کرے یا جلسے تقریروں تحریروں میں بشر بشر کی رٹ لگاتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو کبھی یا بشریا انسان نہ فرمایا نہ اس کا قرآن مجید میں کہیں ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلقتِ آدم کا ذکر فرماتے ہوئے بشریت کا ذکر صرف اصلیت بتلانے کے لیے فرمایا۔ اور وہ بھی اُس وقت جب کہ آدم ابھی نبی نہ بنائے گئے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آدم کو بعد میں نبوت ملنے کی وجہ اور حکمت بھی یہ ہو سکتی ہے کہ نبی کو بشر نہ کہا جائے یہی وجہ ہے کہ نبوت کے بعد رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھی بشر نہ فرمایا اور عاصی یا غاوی کہنا تو۔ اصطلاحاتِ عربیہ کے بھی خلاف ہے اور نحوی صرفی اعتبار سے بھی بدترین کفریہ کلمہ ہے۔ اوّلاً۔ اس لیے کہ فعل کے اطلاق سے اسم فاعل کا اطلاق ضروری نہیں ہوتا۔ عَصٰی فعل ہے۔ عاصی اُس کا اسم فاعل ہے۔ اسی طرح غَوٰی فعل ہے۔ غاوی اُس کا اسم فاعل ہے۔ عَصٰی وغَوٰی کی وجہ سے عاصی وغاوی نہ کہا جائے گا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ۔ اس تاب فعل کی بنا پر۔ اللہ تعالیٰ کو تائب

marfat.com
Marfat.com

نہیں کہا جا سکتا۔ حالانکہ تائب اسی تاب کا اسم فاعل ہے۔ اور یہ کہنا گستاخی ہوگی کہ اللہ تائب ہوگیا اسی طرح۔ قرآن مجید میں ہے کہ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ۔ تو اس فرمان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو علامہ کہنا جائز نہیں۔ دوم اس لیے کہ عَصٰی وَغَوٰی کا معنیٰ ہے صرف ایک دفعہ لغزش کھائی اور ایک ہی دفعہ ناکام ہوئے۔ مگر عاصی و غاوی کا معنیٰ ہے۔ عادۃً بار بار نافرمانی کرنے والا یعنی عادی مجرم۔ اور بار بار ناکام ہونے والا۔ کیونکہ اسم فاعل استمرار کو چاہتا ہے اس لیے تینوں زمانوں پر محیط ہوتا ہے فعل کی طرح ایک زمانے سے مقید نہیں ہوتا۔ اس لیے تمہارے جن بیسیوں بڑوں نے یہ گستاخیاں لکھیں وہ سب ابلیسی شیطانی جہالت ہے تمہارے ہی ان بڑوں نے لکھا کہ نبی صرف بھائی ہوتا ہے نبی کی عزت اپنے بھائی سے زیادہ نہ کرو۔ (از تقویت الایمان) حالانکہ یہ عقیدہ کفریہ ہے یہ لوگ اپنا کفر بچانے کے لیے آیتیں تو بنا نہیں سکتے لیکن جھوٹی حدیثیں خوب بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ اپنے اس کفریہ عقیدے کو بچانے کے لیے دو حدیثیں بنا لیں ۱؎ بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم مومنوں کی مائیں نہیں بلکہ ان پر ابدی حرام ہیں (از وہابی تفسیر کشاف) اس جھوٹی روایت سے حضرت صدیقہ کو منکرِ فرمانِ قرآن بنایا گیا کہ قرآن کہے مائیں ہیں مگر صدیقہ کہیں ہم مائیں نہیں۔ ابدی حرام تو بہن بھی ہوتی ہے ۲؎ ظالموں نے دوسری حدیث یہ بنالی ہے کہ نبی کریم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ میرے صحابہ ہو مگر جو میرے بعد مسلمان ہوں گے وہ میرے بھائی ہیں۔ حالانکہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْوَالِدِ۔ ترجمہ: میں تم تمام قیامت اُمتوں کے لیے والد کے درجہ میں ہوں۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ غَوٰی یعنی آدم غَوِی ہو گئے۔ گمراہی اور غوایت ہم معنیٰ ہے۔ غوایت ہدایت کا الٹ ہے جو بے ہدایت ہو اسی کو غَوِی کہا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نے آدم کے لیے یہ الفاظ فرمائے حالانکہ اس طرح کہ الفاظ تو عادی مجرم فاسق اور گناہوں میں مشغول کے لیے کہے جاتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ آدم کا یہ فعل عادی اور انہماک سے تھا۔ یا پھر سنہ کا یہ کہنا غلط ہوتا ہے۔ جواب۔ معترض کا یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے اس لیے کہ یہاں عَصٰی کے بعد غَوٰی فرمایا گیا۔ ف تعقیبیہ نے بتایا کہ عصی کے نتیجے میں غَوِی ہوا۔ اور عَصٰی کا معنیٰ کسی امر کی مخالفت اور ترک ہے، امر وجوبی بھی ہوتا ہے استحبابی بھی اور جیسا عصی ہوگا ویسی ہی اس کے نتیجے میں غوایت ہوگی اگر عصی وجوبی امر کی ہو تو غوایت بھی سخت ہوگی جس کو انہماک بھی کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر عصی استحبابی ہو تو غوایت نرم۔ اس کو انہماک نہیں کہا جا سکتا یہاں استحبابی امر سمجھ کر بھول ہوئی لہٰذا یہ انہماک نہیں بلکہ عارضی ناکامی ہوئی۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا اِھْبِطَا یہ صیغہ تثنیہ ہے یعنی دونوں اتر جاؤ پھر

marfat.com
Marfat.com

فرمایا گیا جیسا کہ اس میں تثنیہ جمع دونوں کا احتمال ہے پھر فرمایا گیا یا تکم یہ صاف جمع کی ضمیر ہے حالانکہ ظاہر ہے تثنیہ جمع نہیں ہو سکتا۔ اور جمع تثنیہ نہیں ہو سکتا تو اگر خطاب دو کو ہے تب اگم ضمیر جمع کیوں فرمائی گئی اور اگر خطاب بہت سو کو ہے تو اھبطا تثنیہ کیوں فرمایا گیا۔ یا وہ غلط یا یہ۔ جواب۔ تفسیر کبیر نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ اھبطا میں خطاب آدم اور ابلیس کو ہے یعنی بہکنے اور بہکانے والا دونوں اتر جاؤ اور یا تکم میں خطاب ان دونوں کی بالغی ذریت کو ہے کہ آئندہ نسل انسانی کو جتاتی جواب دوم یہ کہ اھبطا میں خطاب صرف آدم و حوا کو علیہما السلام اور اگم میں آئندہ دنیوی زندگی کا نقشہ و ماحول بتایا گیا کہ تم دو ہی نہ رہو گے بڑی بھاری نسل پیدا ہو گی جن کو سنبھالنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔ ابھی ابلیس اور بڑا کچھ فساد مچائے گا تم دونوں اپنی نسل و اولاد کو نہ بچا سکو گے۔ اس کے لیے اُس وقت کے تم سب کے پاس میری ہدایت آئے گی۔ شیطان سے وہ انسان ہی بچ سکے گا جو میری اُس ہدایت کی پیروی کرے گا گویا کہ تثنیہ بولی کر اصل ظاہر کو خطاب اور اگم جمع بول کر نسل باطن کو خطاب تھا۔ چوتھا اعتراض اس کی کیا وجہ کہ آدم علیہ السلام نے ایک بار ذرا سی لغزش کر لی تو رب تعالیٰ نے مشہور کر دی اور آپ کی نسل میں لاکھوں آدمی دن رات ہزاروں بڑے بڑے گناہ و کفریات کر لیتے ہیں مگر رب تعالیٰ پردہ پوشی فرماتا ہے جواب۔ اس کی تین وجہ ایک یہ کہ حضرت آدم کی خطا اگرچہ چھوٹی تھی مگر اس کا نتیجہ بہت بڑا۔ اور وسیع و سخت تھا کہ سارے عالم پر محیط ہو گیا تھا۔ دوم یہ کہ آدم علیہ السلام کی خطا و غوی کو ظاہر کرنے میں حکمت ربانی تھی۔ کہ اس مشہوری سے آئندہ نسل انسانی کو انسانیت سکھانی بتانی تھی اور انسانوں کو بچانا خبردار کرنا تھا کہ تم سب بشر ہو اور یہ بے بشری کمزوریاں ہیں تم کمزور رہے لے۔ بیوقوف تمہارا ابدی دشمن انتہائی عیار اور قوت والا اس کی دشمنی اتنی سخت اور ہر وقت، اے نسل آدم اس وقت جنت سے نکلنا یا نکالا جانا تو اتنا نقصان دہ نہیں ہے لیکن اگر آئندہ شیطان نے تم کو ورغلایا و سوسایا اور تم نے اُس کا کہنا مانا تو پھر جنت سے ابدی محرومی ہو گی ابھی تو جنت سے نکل کر زمین پر آئے ہو جہاں ہزار طرح کے عیش و آرام دانعام ہیں۔ لیکن اگر پھر محروم ہوئے تو سیدھا جہنم میں جاؤ گے۔ سوم یہ کہ آدم اور مقام آدم میں دیگر انسانوں کے مقابل بہت فرق ہے حضرت آدم مقربین بارگاہ و مسجود ملائکہ تھے اور مقام جنت کا تھا اُن کی معمولی خطا بھی بڑی حیثیت رکھتی تھی اُس ایک خطا سے پورے عالم مخلوق میں کھل بلی مچ گئی تھی۔ کیونکہ وہ جوار الٰہی میں رہ کر کی گئی اس لیے اُن کی لغزش بڑی خطا عظیم تھی دیگر نہ مقرب نہ محبوب نہ مقام جنت، زمین کے دار المحنۃ میں عمومی حیثیت سے گناہ و خطا کرتے ہیں۔ لہٰذا اُن سے درگزر اور درگزر کی وجہ سے پردہ پوشی ہوتی ہے۔ پانچواں اعتراض

marfat.com
Marfat.com

یہاں فرمایا گیا عصٰی آدمُ۔ اور پہلے فرمایا گیا نَسِیَ آدمُ۔ نسیان خطا ہے اور خطا میں گرفت نہیں ہوتی اور عصیان عمد ہے اور عمد میں گرفت ہوتی ہے۔ دونوں آپس میں متضاد ہیں جب کہ واقعہ ایک ہی ہے تو یہ تضاد بیانی کیوں؟ جواب۔ لفظِ عصیان خطا کا متضاد نہیں بلکہ مشترک ہے اس لیے عصیان بھی نسیان سے ہوا۔ اور اکلِ شجر کے بعد جو کچھ ہوا وہ گرفت نہیں بلکہ نتیجہ اور اس کا اثر تھا جو خود بخود ہونا ہی تھا۔ عصیان مثل زہر ہے۔ یہاں تین لفظ ارشاد ہوئے ۱؎ فَغَوٰی ۲؎ وَعَصٰی ۳؎ فَغَوٰی یہ آپس میں متضاد نہیں بلکہ نسیان وحیِ فعل ہے عصیان فعل ہے اور غَوَیان اثر و نتیجۂ فعل ہے۔

تفسیر صوفیانہ

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى۔ اِس وسوسۂ نفسانی میں مبتلا ہو کر عقلیاتِ بشری وہ کام کر لیتی ہیں جو زہر ہے تو جس طرح زہر کھانے کا نتیجہ موت بدنی ہے اسی طرح وسوسۂ ابلیسی نفسانی موتِ روحانی ہے کہ جب زہر بالمثل کے شجرِ ممنوعہ سے کھا لیا تو شرافتِ عرفانی کے سارے لباس اُتر گئے اور خباثتِ جہالت کی ساری برائیاں جو باطنِ نفسانی میں پوشیدہ تھیں ظاہر ہو گئیں لیکن اِس باطن میں نفسِ مطمئنہ اور ضمیرِ روشن کی ندامتیں دھیائیں اور ایمانی غیرتیں بھی ہیں۔ جن کی وجہ سے بندۂ پُر خلوص اپنی اِس خطا و لغزشی پر شرمندگی اٹھاتا جاتا ہے کہ اپنے جسمِ ناسوتی پر لپیٹ کر توبہ کی علمی کیفیت سے پردہ پوشی کر لیتا ہے مگر نتیجۂ زہری عصیانِ بشری کی وجہ سے پورا ہو کر رہتا ہے۔ عصیانِ بشری یہ ہے کہ بندہ وعدۂ قَالُوْا بَلٰی کی محبتِ الٰہیہ کو بھول کر طلبِ شہواتِ نفس میں مشغول ہو جائے اور فنا فی اللہ کے مقامِ صافہ باقیہ کو چھوڑ کر شیطان کی جھوٹی خلود و عزت کا متلاشی بنا رہے۔ واقعاتِ آدم کا نقشہ یہ بنا رہا ہے کہ اگر بندہ خود کو نفس و ابلیس کے حوالے کر دے تو رجوع الی اللہ کا قرب میسّر نہیں آتا۔ معرفت کے چار لباس ہیں پہلا بجز، دوم مسکینیت سوم التجا، چہارم توبہ جب بندہ ان لباسوں سے مزین ہو جاتا ہے تو ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ کے کرم و فضل سے نوازا جاتا ہے فَتَابَ عَلَيْهِ کے جذباتِ عنایت کا رجوع ہوتا ہے وَهَدٰى کا قربِ ربانی حاصل ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے تین سو سالہ توبہ میں چار دعائیں مانگیں پہلی دعا جنت میں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ یہ دعا حضرت حوّا نے بھی مانگی۔ پھر دوسری دعا زمین پر آکر۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ۔ پھر تیسری دعا سو سال بعد یہ

marfat.com
Marfat.com

عرض کی۔ سُبْحَانَكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَارْحَمْنِيْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ۔ پھر ستر سال بعد یہ چوتھی دعا عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ۔ فاروقِ اعظم سے روایت کہ آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام کی توبہ میں روتے دعائیں کرتے تین سو سال گزر گئے تو عرض کیا اے مولیٰ تعالیٰ أَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ أَنْ تَغْفِرَ لِيْ۔ رب نے فرمایا اے آدم تم کو اس نام کا کیسے پتہ چلا۔ عرض کیا میرے مولیٰ جب میں زندہ ہوا تھا تب میں نے عرشِ اعظم پر لکھا دیکھا تھا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس وقت سے میں نے جان لیا کہ یہ نام والا تیرا حبیب ہے۔ کیونکہ اس کا نام تیرے نام کا مشفوع ہے رب نے فرمایا۔ صَدَقْتَ يَا آدَمُ اے آدم تم نے سچ کہا۔ اب میں نے تم کو بخش دیا۔ (از تفسیر روح البیان) کیا عجیب حکمت ہے کہ آدم علیہ السلام نے خطا جنت میں کی اُن کو مصیبت زمین پر پڑی اور نسلِ آدم برائیاں زمین پر کرتی ہے اُن کو سزائیں تحت الثرای کی جہنم میں بزرگوں نے فرمایا کہ ثواب بلندی ہے عتاب پستی ہے جنت سے پستی زمین ہے اور زمین سے پستی جہنم ہے۔ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى۔ علم الہام پہنچا کہ گلستانِ معرفت سے اتر جاؤ میدانِ عمل کی طرف خاردار مصائب میں تمام قلب وقالب عقل وفکر، ہوش وخرد وروح وجسم نفس ونفسیات کے ساتھ ہر عمل میں عقل کی رہنمائی قلب کی توجہ فکر کی لگن اعضا کی کارکردگی جسم کی تندگی روح کی صفائی ضروری ہے مگر ہدایت مرشد کے بغیر ہر قدم بیکار ہے لہٰذا جب تمہارے پاس ہدایتِ ربانی کا مرشد آجائے جو سراپا ہدایت ہو جس کی پیروی منزلِ بارگاہ ہو تو جو بندۂ راہِ سلوک تسلیم ورضا سے اُس کے اُسوۂ حسنہ کی اتباع کرتا رہے گا وہ بندۂ خوش نصیب اس دنیوی راہ فتور میں راہ حق سے کبھی نہ بھٹکیگا اور نہ انجام میں بدبخت نہ شقاوتِ حرمان کا گمراہ نہ حقیقۃً حجران میں مبتلا نہ قربِ منزل میں محروم۔ دنیا میں شیطان مثل سانپ ہے۔ اعمالِ صالحہ مثلِ خزانہ ہیں، اور بندۂ مخلص خزانے کا متلاشی۔ خزانے کا سانپ متلاشی کا دشمن ہوتا ہے اسی لیے شیطان بھی دشمن جس نے شیطان کو مار بھگایا اسی نے خزانۂ اعمالِ صالحہ کو پالیا۔ اُس کے لیے کنوزِ ربانی۔ اُسی کو ابدی اجتبائی ازلی اصطفائی وہبی مجتبوی وہی مصطفوی نہ اُس کو ضلالتِ عصیان کی مذمت نہ شقاوتِ حرمان کی ندامت نہ گمراہی دیر کی چھو سکے نہ مصیبتِ اُخروی پہنچ سکے۔ ہدایت حقیقت میں وہ نور ہے جس سے اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام کے قلوب کو اور انبیا علیہم السلام اولیاء علماء

marfat.com
Marfat.com

کے قلوب کو اور اولیاء مرشدین قلوب مریدین کو منور فرماتے ہیں۔ نورِ عرفانی کی روشنی سے انسان اُس سیدھی راہ پر چلتا ہے جو حقیقت و دلنگی سے بچا کر نکال لے جاتی ہے جیسے بندے کو حکم ہے کہ ہر وقت یہ دعا مانگتا رہے رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ یعنی اے ہمارے رحیم و کریم پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے زیادہ ہو یہاں بوجھ سے مراد نفسانی خواہشات اور غلبۂ شہوات ہے کیونکہ نفسانی خواہش ذرہ بھر بھی برداشتِ بندگی سے باہر ہے وہ مثلِ چنگاری ہے شیطان تین طریقوں سے بندے کو گمراہی سے ورغلاتا ہے۔ بیوی کے ذریعہ اولاد اور ماں باپ کے ذریعے حسن بصری نے فرمایا جس نے اپنی بیوی کی ناجائز خواہشات والی فرمائشوں کی اطاعت کی وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ روایت میں ہے کہ قربِ قیامت مرد اپنے ماں باپ اور اولاد کے ہاتھوں تباہیِ دین دنیا میں گرے گا کہ وہ اِس کو مفلسی تنگ دستی کی عار دلائیں گے طعنہ بازی کریں گے مرد مجبور ہو کر اُن ذریعوں ٹھکانوں سے روزی کمائے گا جس سے اُس کی دینداری ختم ہو جائے گی اور وہ ہلاک ہو جائے گا روایت ہے کہ جب بندہ اللہ کے خوف سے لرزے اور اُس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے خزاں میں درخت کے پتے اور ایسے بندے پر جہنم حرام کر دی جاتی ہے شیطان کا دوسرا جال قوالی اور گانا بجانا ہے فی زمانہ لوگوں نے قوالی کو عبادت سے بھی زیادہ اہمیت دیدی ہے۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ جب تم کسی مرید کو سماع کا شوقین دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ دین دنیا کا ناکارہ ہو چکا ہے۔ موجودہ قوالیوں سے پانچ خرابیاں وامشاہیتِ کفر ہے ۲ منافقت کی پیداوار ہے ۳ نمازوں سے غفلت ۴ شیطان کی خوشنودی ۵ نعت خوانی کی تو ہین گستاخی ۶ چلتی قوالی ساز اور باجے ڈھول طبلے کا نام ہے لوگ عیاشی اور نفسی تماشوں کے لیے جمع ہوتے ہیں جس کا بدترین نقصان یہ ہوا کہ مریدین کا روحانی سلسلہ منازلِ ترقی بند ہو گیا۔ پیروں میں نفس کشی کی بجائے نفس پرستی پیدا ہو گئی۔ گھروں کو مندر۔ مسجدوں کو کھنڈر خانقاہوں کو مچھندر بنا دیا گیا ہے وقت ضائع لطفِ عبادت مفقود۔ ریاضت برباد۔ حماقت کا عروج بے پردگی کا فروغ۔ تلاوت سے دور نیک محفلوں سے نفور۔ (معاذ اللہ)

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ

اور وہ شخص جو بے توجہ ہوا میری عبادت سے تو بے شک اس کے لیے

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اُس کے لیے

marfat.com
Marfat.com

مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

مصیبتوں والی زندگی ہے اور حشر میں لائیں گے ہم اُس کو قیامت کے دن

تنگ زندگانی ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا

اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى

اندھا کر کے بولے گا اے میرے رب کیوں محشر میں لایا تو مجھ کو اندھا

اُٹھائیں گے۔ کہیگا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا

وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ

کر کے حالانکہ میں تھا دیکھنے والا۔ فرمائے گا جس طرح کہ آئیں

میں تو انکھیارا تھا۔ فرمائے گا ویسا ہی تیرے پاس ہماری

اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ

تیرے پاس ہماری آیتیں تب تو نے بے پرواہی کی اُن سے بس اسی طرح

آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا۔ اور ایسے ہی

الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ

آج تو بھی بھلا دیا جائے گا۔ اور اسی طرح ہم جزا دیتے

آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔ اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ

ہیں ہر اُس شخص کو جسنے بربادی کی اور نہ ایمان لایا اپنے رب کی

جو حد سے بڑھے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ

marfat.com
Marfat.com

رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ

آیتوں پر اور البتہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور
لائے اور بے شک آخرت کا عذاب سب سے سخت تر

وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

ہمیشہ باقی رہنے والا
اور سب سے دیر پا ہے

تعلقات اِن آیت کا سابقہ آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پچھلی آیت میں حضرت آدم کے جنت سے اُترتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت آنے اور اتباع کرنے والوں کی کامیابی اور خوشی بختی کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں ہدایت سے منہ موڑنے والوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں ذریتِ آدم کا جنت سے نکلنے کا ذکر ہوا اب اِن آیت میں ذریتِ آدم کا میدانِ محشر میں جانے کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں انسانوں کی آپس میں دشمنی ہونے کا ذکر ہوا اب اِن آیت میں انسانوں کا رب تعالیٰ سے دور ہونے اور دشمنی کرنے کا ذکر ہو رہا ہے اور اُس کے بُرے انجام کا ذکر ہے۔

شانِ نزول کہتے ہیں ایک کافر اسود بن عبد العزیٰ تھا یہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت مذاق کیا کرتا تھا۔ اور قبر و حشر کی زندگی کا منکر۔ یہ آیت اُس کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور معیشۃً سے مراد قبر کی تنگ زندگی اور دنیا کی ذلت آمیز زندگی ہے۔ یہ غریب بھی تھا اور بیماری سے کمزور بھی مگر کفر میں بڑا شاطر تھا (خزائن)

تفسیر نحوی وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔ واؤ عاطفہ ترتب عطف ہے مَنِ اتَّبَعَ پر یا واؤ سرِ جملہ مَنْ اسم موصول خبریہ اَعْرَضَ باب افعال کا ماضی مطلق بمعنی مستقبل کیونکہ آئندہ کا تذکرہ ہے مثبت معروف واحد مذکر غائب عَرْضٌ سے مشتق ہے بمعنی منہ سامنے کرنا باب افعال میں آکر منہ پھیرنا کیونکہ عَنْ جارّہ زوالی

marfat.com
Marfat.com

ے متعدی ہوا عَنْ حرفِ جر شی کی نفی کے لیے آتا ہے ذِکْرِہٖ اسم مفرد مضاف جامد حامل معنی مصدر یعنی اَنْ ذکرہ یاد کرنا ہے ایمان اور عبادت مضاف ہے یاءِ متکلم مضاف الیہ مرجع ہے اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے اُعْرِضُ کا یہ فعل اپنے پرشیدہ ھُوَ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ ملکر شرط ہوئی فَ حرفِ جزا اِنَّ حرفِ مشبہ یہ اس کا عملی نام ہے کیونکہ حرف ہو کر عمل میں فعل کے مشابہ ہے اِس کا معنوی نام حرفِ تحقیق ہے کیونکہ یقینِ حقیقی کا معنی دیتا ہے لام جارّہ نفع کا ہٗ ضمیر کا مرجع مَنْ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ یا حامل پرشیدہ اسم فاعل کا وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبرِ اِنَّ ہوئی مَعِیْشَتًا اسم مصدر میں آخری تا بھی مصدریہ ہے یعنی زندگی گزارنا یہاں حامل مصدر بھی ہو سکتا ہے یعنی زندگی یا سامانِ زندگی یہ مذکر مؤنث واحد جمع کے لیے مستعمل ہے نصْبًا اسم مصدر صفت ہے مَعِیْشَتَہٗ کی یا مشابہ بمضاف ہے اضافت بیانیہ ہے ایک قرأت میں ضَنْکًا اسم مقصورہ ہے یعنی تنگ اور تکلیف دہ زندگی جیسے ذرہ ہوتا یا بمعنی تنگی ترشی مصیبت والی زندگی یہ مرکب توصیفی یا مرکب اضافت بیانی اسم مؤخر ہے اِنَّ کا اِنَّ اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ نَحْشُرُہٗ ضمیر فاعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم بمعنی مستقبل حَشْرٌ سے مشتق ہے بمعنی مکمل گھیر کر ایک جگہ لانا نَحْنُ ضمیر پرشیدہ اس کا فاعل ہٗ ضمیر منصوب متصل کا مرجع مَنْ ہے ذوالحال ہے یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یہ مرکب اضافی ظرف زمانی ہے اَعْمٰی اسم تفضیل واحد مذکر اَعْمٰی تھا ی کا ماقبل مفتوح ہے لہٰذا الف مقصورہ سے بدلا گیا معنی بہت زیادہ اور مکمل اندھا حال ہے ہٗ ضمیر کا دونوں مل کر مفعول بہ ہے تَحْشُرُ کا۔ ایک قرأت میں نُحْشَرُ ہے جزم سے کیونکہ عطف ہے فَاَقَ کے جملہ جزائیہ پر وہ مَحَلًّا مجزوم تو یہ تابع عطفی بھی مجزوم مگر صحیح یہ ہے کہ جملے کا جزا محلی عطف پر اثر انداز نہیں ہوتا اسی لیے یہ قرأت درست نہیں ہے تَحْشُرُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ جزائیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں عطف مل کر جزا ہوئے شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ قَالَ۔ فعل ماضی ھُوَ ضمیر صیغہ پرشیدہ کا مرجع مَنْ ہے یہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا رَبِّ در اصل یا رَبِّی تھا ترجمہ ہے "اے میرے رب" رَبِّ مرکب اضافی منادیٰ بحذفِ یاء متکلم مضاف ہے لِمَ اَجَازَہٗ تعلیلیہ لِمَ اسم استفہامی بمعنی کس لیے (کیوں) ہ جار مجرور متعلق مقدم ہے حَشَرْتَنِیْ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر حاضر ترجمہ ہے لایا تو مجھ کو اس کا فاعل ضمیر حاضر مذکر پرشیدہ اَنْتَ مرجع ہے رَبِّ نی نون وقایہ زائدہ اعراب یا حرکت بچانے والی) ی ضمیر واحد متکلم مفعول یا اوّل ہے اَعْمٰی مفعول ہ دوم یا حال ہے مفعول پہ اوّل کا واؤ حالیہ قَدْ کُنْتُ باب نَصَرَ کا فعل ناقصہ ماضی بعید یعنی قریب اَنَا ضمیر متکلم اس کا اسم پرشیدہ بَصِیْرًا اسم صفت مشبہ بروزنِ فَعِیْلٌ یعنی خوب دیکھنے والا۔ خبر ہے ناقصہ کی۔ قَدْ کُنْتُ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال دوم ہے مفعول یہ متکلم فی کا حَشَرْتَنِیْ سب سے سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقول ہوا قول کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا قَالَ ماضی معنًا مستقبل باعتبار فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا یہ قول ہے رب تعالیٰ کا یعنی رب نے فرمایا

marfat.com
Marfat.com

گَذٰلِكَ لفظ متصلہ ہے چار حرفوں سے متصل ہو کر ایک لفظ ہو گیا اسم اشارہ اس کی دو قسمیں ہیں لفظ تمثیلی ۲ لفظ تشبیہی تمثیل کا ترجمہ ہے جس طرح یا جیسے یہ شروع کلام میں آتا ہے اور تشبیہی کا ترجمہ ہے اس طرح یا ایسے یا ایسے ہی یہ ہمیشہ دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے پہلے کلام کا نام مشبّہ بہ اور دوسرے مابعد کلام کا نام مشبّہ ہے یہاں ان آیت میں تین جگہ یہ لفظ ارشاد ہوا ہے پہلا گَذٰلِكَ تمثیلی ہے یعنی جس طرح اور دوسرے دونوں تشبیہی ہیں ان میں کا دوسرا یعنی اور تمیز المعنیٰ ایسے ہی کیا جائے گا اَتَتْكَ ۔ بابِ فَتَحَ کا ماضی مطلق یعنی بعید واحد مؤنث غائب اَتٰى سے مشتق ہے ترجمہ آنا۔ بِلَامِ كَ ضمیر مخاطب واحد مذکر منصوب متصل مفعول بہ اتنا مرکب اضافی فاعل ہے اَتَتْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ فاعلہ تعقیبیہ نَسِيتُ بابِ سَمِعَ کا ماضی مطلق یعنی ماضی بعید واحد واحد مذکر حاضر تُ سے بنا ہے ترجمہ ہے بھولنا۔ یہاں مراد ہے بے پرواہ ہو جانا اَنْتَ پر شبہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے ۔ ۔ مرجع مَنْ ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع آیت جمع مؤنث سالم ہے کیونکہ غیر ذوی العقول اشیاء جمع کے لیے واحد مؤنث غائب کی ضمیر آتی ہے مفعول بہ ہے نَسِيتُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر عطف ہے اَتَتْكَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر مشار الیہ گذالک اپنے تمثیلی مشار الیہ سے مل کر معطوف علیہ ہوا اگلی عبارت کا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى وَاؤ عاطفہ بیانیہ یعنی جمع کے لیے عطف نہیں بلکہ صرف بیان وضاحت کے لیے اس کا اردو میں آسان فہم ترجمہ ہے "بس اسی طرح" گَذٰلِكَ اسم اشارہ تشبیہی اَلْيَوْمَ اسم مفرد معرفہ بِاللّٰام یعنی آج ظرف مقدم تُنْسٰى فعل مضارع مجہول واحد مذکر حاضر اس کا غائب فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پر شبہ ہے یہ سب جملہ فعلیہ بن کر مشار الیہ تشبیہی ہوا گَذٰلِكَ سابق کا وہ دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ گَذٰلِكَ اسم اشارہ تشبیہی۔ نَجْزِيْ بابِ ضرب کا مضارع معروف جمع متکلم فاعل پر شبہ ضمیر صیغہ کا مرجع رب تعالیٰ۔ خیال رہے کہ واحد رب تعالیٰ کے لیے جمع متکلم ارشاد فرمانا تعظیماً نہیں ہو سکتا بلکہ محض فصاحت کلام کے لیے ہے مَنْ اسم موصول اَسْرَفَ بابِ اِفعال کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِسْرَافٌ یعنی ضائع کرنا برباد کرنا یعنی فضول خرچی وقت عمر اور دن کی۔ سَرَفٌ مادہ ہے حُرُوفِ پر شبہ ضمیر صیغہ فاعل ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَمْ يُؤْمِنْ بابِ افعال کا مضارع نفی جحد بلم یعنی ماضی مطلق۔ اِيْمَانٌ سے بنا ہے یعنی مومن بندہ بنانا فاعل پر شبہ ضمیر ہے ب جرہ یعنی علیٰ جارہ اٰيٰتِ رَبِّهٖ ڈبل مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لَمْ يُؤْمِنْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے اَسْرَفَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر صلہ ہوا مَنْ دونوں سے مل کر مفعول بہ ہے نَجْزِيْ کا وہ جملہ فعلیہ ہو کر مشار الیہ اسم اشارہ اپنے مشار الیہ سے مل کر جملہ تشبیہی ہو کر معطوف ہے پہلے گَذٰلِكَ پر واؤ عطف

marfat.com
Marfat.com

ہے کذالک اُنت پر سب مل کر مقولہ اول ہوا۔ واؤ حالیہ یا سیر حیلہ یا زائدہ پہلا قول درست ہے لام کے تاکیدی یعنی البتہ یقیناً حقیقتاً عذاب مضاف ہے الآخرۃ اسم فاعل واحد مؤنث باب نَصَرَ سے اَخَرُ جمع اُخَرُ الفاظ سے مشتق ہے یعنی بعد میں آنے والی چیز یا ساعت مراد ہے قیامت کے بعد جہنم کا زمانہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مبتدا ہے اَشَدُّ اسم تفضیل باب نَصَرَ سے ضد مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے واحد مذکر یعنی بہت شدید سخت معطوف علیہ ہے واؤ عطف کی اَبْقٰی باب سَمِعَ یا ضَرَبَ کا اسم تفضیل واحد مذکر بَقِیٌ سے مشتق ہے یعنی بہت ہی زیادہ باقی رہنے والا مراد ہے ہمیشہ رہنے والا۔ اَشَدُّ اپنے پوشیدہ فاعل ھُوَ سے ملکر جملہ اسمیہ ہوا اور اَبْقٰی اپنے پوشیدہ فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا دونوں جگہ ضمیر ھُوَ کا مرجع عذاب ہے یہ دونوں عطف خبر مبتدا ہوئی مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ مقولۂ دوم ہوا۔ قَالَ اپنے دونوں مقولوں سے ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔ خوش نصیب متبعین اہل ایمان کی شان وعزت تو وہ ہے جو بیان ہوئی۔ مگر جو بدنصیب میرے ذکر کی عبادت میری ہدایت کی تعلیم واتباع کے مطابق نہ کرے گا اور میرے انبیاء کے لائے ہوئے کلام قانون دلائل قدرت معجزات سے منہ پھیرے گا۔ منکر ایمان ہو کر یا فاسق اعمال ہو کر کفر میں مغرور ہو کر یا گناہوں میں مشہور ہو کر قیدی بن کر یا بیوقوف ہو کر تو ایسے سب نافرمانوں کے لیے تقدیر مجرم کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی دنیوی زندگی بے سکونی اور پریشانیوں اُلجھنوں والی ہوگی خواہ امیر اور لاکھوں کروڑوں دولتوں کا مالک ہو کر جیئے یا غریب تنگ دست بھوکا ننگا رہ کر جیئے۔ کسی کیفیت حالت میں سکون واطمینان نہ ملے گا۔ امیر کی بے سکونی بھی چار وجہ سے غریب کی بے سکونی بھی چار وجہ سے ۱ امیر لوگ زیادہ کی حرص سے ۲ ہر چیز مل جانے کی لالچ سے ۳ دنیا سازی کی محنت سے ۴ دنیا پرستی کی مشقت کی وجہ سے ہر وقت بے سکونی میں رہتے ہیں۔ ہائے یہ بھی مل جائے وہ بھی مل جائے یہ بنالوں وہ بنالوں۔ مولانا رومیؒ نے فرمایا ؎

اہل دنیا کافران مطلق اند ✤ روز وشب در زرقزق وورنگ وبک اند

غریب کی بے سکونی ۱ غربت ۲ اللہ تعالیٰ سے مایوسی ۳ اللہ رسول پر بھروسہ نہ ہونا ۴ اپنی غفلت سستی نحوست گناہ کی وجہ سے۔ امیر بھی دنیا پرست غریب بھی۔ غریب دنیا پرست امیروں کو دیکھ دیکھ کر ساری زندگی کڑھتا رہتا، مشرکوں گلیوں میں پھرے گا مگر روکر آنسو بہا کر مسجد میں سجدہ ریز نہ ہوگا۔ اُمرا نئے نئے امیروں کو دیکھ کر کڑھتے رہتے ہیں نہ ادھر سکون نہ اُدھر صبر نہ ادھر یاد مولیٰ تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

نہ اُدھر۔ دونوں طرف مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ کا مظاہرہ۔ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی نے فرمایا ؎

دن عیش میں کھونا تجھے اور رات بھر سونا تجھے ؛ خوفِ خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ نہیں

سکون تو ذکرِ الٰہی و امنِ مصطفائی میں ہی ملتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ۔ مفسرین نے مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کے تین معنی بیان فرمائے ہیں ۱؎ یا اس سے مراد بعد موت قبر کی برزخی زندگی ہے اور ضَنْکًا سے مراد کفار و فساق کا عذابِ قبر ہے۔ یہی تفسیر احادیث سے ثابت ہے کہ ابو سعید خدری۔ عبد اللہ ابن مسعود ؓ ابو ہریرہ ؓ تینوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَعِیْشَۃً ضَنْکًا۔ قبر کا عذاب ہے قبر میں فساق و کفار مُردوں کو تین طرح عذاب ہوتا ہے ۱؎ تنگیِ قبر۔ کہ مُردے کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جائیں گی ۲؎ فرشتوں کی مار جس کی آواز بجز انسان و جنات سب حیوان سنتے ہیں ۳؎ ننانوے سانپ قبر میں ہر سانپ کے سات منہ کسی منہ سے ڈنگ کسی سے پھونک مثل آگ کسی سے دانت کا زخم کسی سے گوشت نوچنا۔ کسی سے زہریلی پھونک کسی سے زہر کی دھار پھینکنا اس زہر میں اتنی سمیت ہوگی کہ اگر زمین پر پھینکیں تو وہاں کبھی سبزہ نہ اُگے۔ کسی سے پھنکار کر دہشت زدہ کریں گے۔ دوسرا قول۔ مَعِیْشَۃً سے مراد دنیوی زندگی اور ضَنْکًا سے مراد حرص ہوس لالچ کی حرام کمائی خبیث دولت ہر قت زیادہ کے لیے ہمہ تن پریشان رہے اور کم ہو جانے کے اندیشے میں گھلتا مرتا رہے ہر وہ زندگی جس میں عارضی خوشی کے بعد ابدی غم و دکھ درد ہوں وہ بھی مَعِیْشَۃً ضَنْکًا ہے کہ حصولِ دولت میں نہ حرام و حلال کی پرواہ نہ ظلم و فریب سے بچے نہ وقت کی قدر نہ آخرت کی فکر ہے دنیا کی گمراہی میں ساری زندگی گزار دے۔

پدر چھاروں نے کہ کیا کار نمایاں کر گئے ؛ پیدا ہوئے کھایا پیا نوکر ہوئے پھر مر گئے

تیسرا قول۔ مَعِیْشَۃً سے مراد جہنم کی زندگی کفار کی دائمی ضَنْکًا سے مراد کفار کے لیے جہنم کا عذاب دوزخ کے کانٹے زقوم یعنی تھوہر کا درخت اور پیپ برائی کی غذا خوراک اصل مَعِیْشَۃً آخرت کی ہی ہے اچھی ہو یا بری۔ فساق کی میعادی جہنم مَعِیْشَۃً ہے اور آگ کی جلن ضَنْکًا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جس بندے کو رب تعالیٰ تھوڑا یا زیادہ مال دے وہ اُس کے ذریعے متقی نہ بنے صدقہ و خیرات زکوٰۃ نہ ادا کرے تو یہ بھی اُس کی مَعِیْشَۃً ضَنْکًا ہے بعض نے فرمایا مَعِیْشَۃً ضَنْکًا سے مراد قیامت سے پہلے کی تمام زندگی مراد ہے۔ یعنی دنیوی برزخی۔ قبری۔ مگر مومن متقی کو کسی بھی زندگی میں ضَنْکًا نہیں نہ دنیا میں نہ قبر حشر میں۔ مومن اَلَا بِذِکْرِ اللہ کا ابا مس فاخرہ پہنکر صابر و شکر کرو ذکر ہوتا ہے تو طُمَئِنُّ الْقُلُوْب کی نعمتیں پا لیتا ہے۔ طالبِ آخرت ہو کر مسعود اور طالبِ مولیٰ ہو کر محمود بن جاتا ہے صبر کی ڈھال لے کر ہر مصیبتِ دنیوی میں کہتا ہے۔ ضَرْبُ الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ ۔ ؎

marfat.com
Marfat.com

(شعر) میرے مولیٰ تیرے پتھر بھی اچھے ؛ غبارِ راہ اور کنکر بھی اچھے
تیرے رستے کے یہ کانٹے بھی پیارے ؛ قدومِ عشق کے چھالے بھی اچھے (از تکمیل الحاج پاپوی)

زندگی تین قسم کی ہے۔ کافر کی زندگی عِیْشَۃً مُظْلِمَۃً فاسق کی زندگی عِیْشَۃً ضَیِّقَۃً مومن متقی کی زندگی عِیْشَۃً طَیِّبَۃً۔ ھٰذَا دَافِعًا۔ کافر کے اعمال وکسب حرام کمائی شقاوتِ قلبی دینی دنیوی ذلت فاسق کے اعمال وکسب حرام دولت گناہوں کی سہولت بیکی کرنے میں مشکلات غفلت نحوست اور اُدبارِ خیر بند توفیق عبادت مفقود مولیٰ علی نے فرمایا فاسق کو تین تنگیاں راحاتِ ضیق ۲ عسرتِ قلبی ۳ دولت سے حرام کام لیکن مومن کو تین انعام ۱ حیاتِ دینوی میں حلال پاکیزہ دولت ۲ فراخیٔ قبر کہ ستر گز تک کھلی ہو جاتی ہے اور جنت کی ہوا میں نورانی چاندنی کی ٹھنڈی روشنی۔ نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعَرُوْسِ کی دلنواز نیند (رواہ الترمذی عن ابی ہریرہؓ) ۳ میدانِ محشر میں عرش کا سایہ دامنِ مصطفیٰ کی ٹھنڈی ہوائیں۔ آنکھوں کی روشنی بینائی ابدی جنت (اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مِنْہُ) مگر کفار کی یہ حالت کہ وَنَحْشُرُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی۔ اور ذکر سے اعراض آیت سے نسیان ایمان سے دور ہٹنے والے کفار کو ہم میدانِ محشر میں قبروں سے نکال کر اندھا کر کے جمع کریں گے بھگائیں گے۔ فساق وبدکردار کو کمزور نظر شل نابینا بنا کر لایا جائے گا کہ گرتے پڑتے ٹٹولتے ٹٹولتے نہ لاٹھی کا سہارا نہ ساتھی کا دلاسہ نہ کوئی ٹھوکروں سے بچانے والا نہ کوئی راستہ سمجھانے والا۔ دنیا کی کور چشمی وکمزور نظری میں تو ہزار سہارے بن جاتے مل جاتے ہیں مگر میدانِ محشر میں کسی کافر وفاسق کو کوئی سہارا میسّر نہ آئے گا۔ یہ اندھاپے کی کیفیت محشر میں آنے وقت ہوگی بعد میں نظر ٹھیک ہو جائے گی۔ تمام اپنی ذلت آمیزی کو اپنی آنکھوں دیکھیں اعمال نامہ پڑھیں۔ جہنم کا دیدار کریں غرضیکہ کفار کا نابینا ہونا بھی عذاب اور بینا ہونا بھی عذاب ہوگا بعض نے فرمایا کہ کفار وفساق قیامت میں قلبی اندھے ہوں گے کہ وہاں بھی حق بات سمجھ نہ آئے گی بعض نے کہا کہ عقل اندھے ہوں گے مگر پہلا قول درست ہے کہ آنکھوں کے اندھے ہوں گے۔ قرآن مجید میں کفار کی قیامت والی مختلف گیارہ کیفیات بیان فرمائی گئیں ۱ میدانِ محشر میں آتے وقت کفار کی پہلی حالت یہی ہوگی جو یہاں مذکور ہوئی۔ نَحْشُرُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی ۲ اس کی وجہ فرمانے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی (سورۃ اسراء آیت ۷۲) ۳ اسی سورۃ اسرا آیت ۹۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَنَحْشُرُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ عُمْیًا وَّبُکْمًا وَّصُمًّا۔ یعنی ہم محشر میں لائیں گے کفار کو قیامت کے دن چہروں کے بل چلا کر اندھا بہرا گونگا کر کے۔ میدانِ محشر میں آنے والوں کی تیسری کیفیت

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح مذکور ہوئی۔ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ۔ (سورۃ ابراھیم آیت ۴۳) یعنی عام لوگوں کا حال ھیبت و دہشت سے یہ ہوگا کہ آنکھیں پھٹی اوپر کو جمی سر اٹھائے دل دھڑکائے سمت محشر بھاگے چلے جا رہے ہوں گے ۱۲ چوتھی اس طرح بیان ہوئی۔ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (سورۃ ق آیت ۲۲) یعنی۔ قیامت میں ہر کافر سے فرمایا جائے گا تو اسی دن سے غفلت میں تھا۔ لے اب ہم نے تجھ سے اندھاپے کا پردہ ہٹا دیا اب تجھ کو خوب نظر آرہا ہے اس آیت میں میدانِ محشر میں پہنچ جانے کا نقشہ بتایا گیا کہ آتے وقت اندھا تھا اب آنکھوں سے کور چشمی کا پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ اور تیز نظر کا بنا ہو جائے گا کفار کی محشر میں پانچویں کیفیت وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا۔ اِقْرَءْ كِتَابَكَ (سورۃ اسریٰ آیت ۱۳ و ۱۴ قیامت میں نامۂ اعمال نکالیں گے جو اُس کے لیے کھلی کتاب ہوگا ہم اس سے کہیں گے کہ اپنے دنیوی کرتوت کی کتاب خود پڑھ لے ۱۲ قیامت میں کفار کی چھٹی کیفیت یہ ہوگی کہ ان کو یاد ہی نہ ہوگا دنیا میں کتنا رہے یعنی عقلیں بگڑ جائیں گی (طٰہٰ آیت ۱۰۳ و ۱۰۴) ساتویں حالت یہ کہ کسی کو پہچان نہ سکیں گے دل گھبراہٹ و دہشت سے اُڑے ہوں گے ۱۲ آٹھویں حالت یہ کہ سب کو پہچانیں گے ۱۲ نویں کیفیت یہ کہ زبان گونگی کر دی جائے گی۔ وَنَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ (سورۃ یٰسٓ آیت ۶۵) ۱۲ دسویں کیفیت زبانیں خوب بولیں گی۔ اور اقرار کریں گی کہ ہمارے پاس رسول آئے تھے ہم نے اُن کو جھٹلایا تھا ۱۲ گیا دھویں۔ ایک وقت وہ ہوگا کہ نگاہیں اتنی تیز ہوں گی کہ میدانِ محشر میں کھڑے کھڑے جہنم کو دیکھ لیں گے جیسے گویا اُن کے قریب لائی گئی۔ (سورۃ کہف آیت ۱۰۰) غرضکہ یہ مختلف کیفیات ہیں مگر ہر کافر اپنے اندھاپن سے سخت گھبرائے گا اور قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۵) گھبرا کر پکارے گا چیخے چلائے گا۔ اے میرے رب میں تو دنیا میں نظر والا تھا خوب فلمیں دیکھا کرتا تھا ناولیں پڑھا کرتا تھا۔ منبروں پر بیٹھ کر تصویریں وڈیو فوٹو بنوایا کرتا جائز بتایا کرتا۔ اور مریدوں شاگردوں ماننے والوں کے گھروں میں لگوایا کرتا تھا۔ غرضکہ ان ہی آنکھوں سے تیرے نبی قرآن شریعت کی خوب خوب مخالفت کیا کرتا تھا۔ اور زمین پر کفر شرک یا فسق و فجور ہی دندناتا پھرتا تھا آج تو نے مجھ کو تیرے اندھا کر کے محشر میں کیوں اٹھایا۔ قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقٰى۔ رب تعالیٰ فرمائے گا۔ الہام سے یا القاءِ قلبی سے یا

marfat.com
Marfat.com

فرشتے کے ذریعے۔ اس اندھے کافر کو آواز آئیگی اور فاسق شب کور کو بتایا جائے گا کہ آج تیرے ساتھ میدانِ محشر میں وہی معاملہ ہو رہا ہے جو تو دنیا میں خود اپنے لیے کرتا تھا اسی دن کی بینائی ہدایت حاصل کرنے کے لیے دنیا میں جب تیرے پاس ہماری آیتیں انبیاء کتابوں اور اُمت کے علما کے ذریعے آتی تھیں تو اس وقت تو اپنی ضد اکڑ غرور دولت کے گھمنڈ کی وجہ سے اُن آیاتِ الٰہیہ قانونِ ربانیہ کو دیکھنے سے اندھا سننے سے بہرا اور پڑھنے سے گونگا بن جاتا تھا۔ تم میں سے کوئی فاسق بنتا رہا کوئی کافر ہماری دی ہوئی آنکھوں سے ہر شیطانی چیز کو دیکھتا تھا مگر جانے کلام کو نہ دیکھتا تھا۔ ابلیس کی مانتا تھا۔ انبیاء کی نہ مانتا تھا۔ گانے پڑھتا تھا نماز و تلاوت نہ پڑھتا تھا۔ تجھے دولت دی تو نے فساد کیا تجھے حکومت دی تو نے ظلم کیا تجھے علم دیا تو نے گمراہی پھیلائی تجھے منبر و مصلہ دیا تو نے حرام کو حلال حلال کو حرام کیا نبی کی مخالفت سنتِ واجبہ کی پامالی کی نبی نے فرمایا فوٹو تصویر حرام تو نے کہا جائز نبی نے فرمایا کلاشنکوف حرام تو نے کہا حلال نبی نے فرمایا داڑھی چار انگل تک بڑھاؤ مونچھیں گھٹاؤ تو نے مخالفت کی نبی نے فرمایا اَعْفُوْا اُعْفِیْ تو نے کہا نہیں بلکہ دولت بنی۔ نبی نے تمام کھیلوں کو حرام فرمایا تو نے کھیلوں میں عمر گزاری تہیسری نمازیں تلاوتیں۔ قاری بنا سب پیسوں کی خاطر حافظ بنا تراویح کی سودے بازی تو نے اپنے کسی عمل میں ہمیں تو یاد نہ کیا تجھے مؤذن نے مسجد کی طرف پکارا تو دکان کی طرف بھاگا۔ تجھے قرآن نے نمازِ جمعہ کی طرف بلایا مگر تو نے خود کو گاہکوں میں پھنسایا جماعت سے بھاگا تجارت میں اُلجھا۔ تو مذہب کا مسلمان مگر شکل کا مجوسی کہ داڑھی منڈائی مونچھیں بڑھائیں۔ لباس کا عیسائی۔ کردار کا یہودی تو نے دنیا میں ہمارے نبی کی سنتوں ہمارے کلام کی آیتوں شریعت کے قانون کو بھلایا اپنی موت قبر حشر آخری انجام۔ جہنم کے عذاب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے سوال قَالُوْا بَلٰی کے جواب اپنے وعدوں ہماری وعیدوں کو بھلایا۔ وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی۔ آج تو بھی بھلا دیا جائے گا۔ کہ روشنی چاہے گا اندھیرا ملے گا سہارا چاہے گا ٹھوکریں ہیں گی اُٹھنا چاہے گا گرنا پڑے گا۔ مہر چاہے گا قہر ملے گا، چیخیگا خاموش ملے گی۔ آرام چاہے گا تکلیف ملے گی عزت چاہے گا ذلت ملے گی۔ جزا چاہے گا سزا ملے گی دوست چاہے گا دشمن ملے گا۔ قوت چاہے گا بے بسی ملے گی طاب چاہے گا بے کسی ملے گی طاقت چاہے گا کمزوری ملے گی آج تو موت چاہے گا مگر مر نہ سکے گا۔ وَکَذٰلِکَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ۔ اور یہ ہمارا ازلی مُبرَم فیصلہ ہے کہ ہم اسی طرح مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کی دلسوز جگر دوز عبرت ناک خطرناک سزائی بدلہ دیتے ہیں ہر اُس شخص کو جسنے دنیا کی قیمتی زندگی فسق و فجور عیاشی خرمستی شہوت طلبی میں ضائع کی۔ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ۔ اور اُس شخص کو بھی جو کافر قرن کرہا اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا بلکہ مذاق بازی سے جھٹلایا۔ خیال رہے کہ ہر وہ کام جو نبی کی

marfat.com
Marfat.com

مخالفت میں کیا جائے وہ عمر کی بربادی ہے مخالفت خواہ فرائض میں ہو یا واجبات میں سنن و نوافل میں ہو یا مستحبات میں، عادت میں ہو یا عبادت میں۔ عملیات میں ہو یا عقائد میں شکل و صورت میں ہو یا لباس میں تجارت میں ہو یا شاپنگ خریداری میں اسراف عمر یا تو دنیوی عذاب ہے جو عارضی ہے توبہ سے ختم یا موت سے بند ہو جاتا ہے۔ یا عذاب قبر ہے جو نفخۂ اول سے اٹھایا جانا ہے لیکن وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى۔ اور البتہ قیامت کے بعد آخرت یعنی جہنم کا عذاب قبر و حشر کے عذاب سے اتنا بڑا اور سخت ہے کہ دنیا میں اُس کی شدت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اَبْقٰى بھی ایسا کہ کبھی ختم نہ ہو نہ کم پڑے ابدُ الآباد تک قائم و یکساں موجود۔ (اَلعیاذُ باللہ) یا اللہ تو رحیم و کریم ہے مجھ کو بھی میری اولاد میرے تمام دوست احباب مسلمانوں کو عذاب سے بچانا۔

فائدے

ان آیتوں کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں پہلا فائدہ۔ دنیا میں رب تعالیٰ نے ہر نیکی بدی کی علامات مقرر فرما دی ہیں۔ اُن نشانیوں سے ہر بندہ اچھے بُرے انسان اور اچھی بری چیزوں کا پتہ چلا سکتا ہے اس لیے ہر وقت ہر مسلمان کو چاہئے کہ اُن نشانیوں پر غور کرتا رہے اور نشانوں سے بھی بچے کہ وہ بُرے نشانات اپنے اندر پیدا نہ ہوں اور اُن نشانات والے لوگوں اُن کی محفلوں کتابوں باتوں سے بچے دنیا میں رب تعالیٰ کی ناراضگی سب سے بڑی بُرائی ہے اور اللہ کی رضا سب سے بڑی اچھائی ہے رب تعالیٰ کی ناراضگی کی چار نشانیاں ہیں ۱ بندے کو عبادت سے غفلت سستی پیدا ہو ۲ حاضری مسجد کی توفیق نہ ملے ۳ بیکسوں میں رکاوٹیں پیدا ہوں ۴ گناہوں میں آسانیاں ملتی چلی جائیں تو سمجھ لو کہ یہ بندہ رب تعالیٰ کا مقہور و مغضوب ہے اُس سے پرہیز اور گریز کرنے میں ہوں تو جلدی دور کرنے کی کوشش کرو توبہ استغفار کرو روؤ گڑگڑاؤ یا اللہ مجھ فقیر و بے کس کو بھی یہ ہمت عبادت فرما اور تائید اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھ سے راضی ہو جا جب رب تعالیٰ کی خوشنودی کی معاذ اللہ کی تین نشانیاں ۱ جب تم دیکھو کہ بندے پر عبادت آسان ہے ۲ اور بندے پر گناہ مشکل ہیں کہ لوگ رات کو سوتے ہیں وہ معتکف پر روتا ہے لوگ دن بھر تجارت میں منہمک وہ عبادت میں منہمک تو سمجھ لو کہ اس سے رب تعالیٰ راضی ہے ۳ دنیا سے بے رغبتی ہونا بھی رب تعالیٰ کی رضا کی علامت ہے یہ فائدہ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دنیا سازی کی زندگی عیشِ ضنک ہے اور دین سازی کی زندگی عیشِ طیب ہے۔ دوسرا فائدہ۔ بندے کے ہر کام و کلام میں دو چیزیں بنائی گئی ہیں ۱ دنیوی نیکی و بدی ۲ دنیوی نیکی و بدی جس طرح ہر نیکی کا دنیا میں فائدہ اور آخرت میں ثواب اس طرح ہر بدی کا دنیا میں نقصان اور آخرت میں عذاب نیکی کا دنیوی فائدہ رزق میں برکت چہرے پر رونق دل میں سکون بدی کا دنیوی نقصان۔ روزی میں بے برکتی چہرے پر نحوست۔ دل میں بے سکونی۔

marfat.com
Marfat.com

نیکی کا اُخروی ثواب قبر میں کشادگی محشر میں روشنی پُل صراط پر آسانی۔ برائی کا اُخروی عذاب قبر کی تنگی۔ محشر میں اندھا پُل صراط پر ذلت مشقت۔ یہ فائدہ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ سب سے بڑی کم بختی اور برائی اسرافِ زندگی یعنی عمر ضائع برباد کرنا ہے۔ یہی دنیا پرستی ہے۔ ہر وہ کام جس کو بندہ رزق و شوق اور اہتمام سے کرے وہی اُس کی یاد اور ذکر ہے اور کسی چیز کو قبلی گہرائیوں سے یاد کرنا اُسی میں مشغول رہنا ہی اُس کی پرستاری اور پوجا ہے جو انسان حیاوت میں غفلت دینا میں عجلت جلدت میں سستی تجارت میں چستی کرتا ہے اُس نے گویا اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیتوں کو بھلا دیا وہ دنیا پرست ہے یہ فائدہ فَنَسِیْتَہَا (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ دینا کو بھلا دینا بہتر دین کو یاد رکھنا بہتر دین کو یاد رکھنے کا معنی ہے کہ قرآن مجید حفظ کرنا پورا یا بقدرِ ضرورت نماز روزے وغیرہ فرض کے ضروری مسائل یاد کرنا اور یاد رکھنا یہی وہ حقیقی علم ہے جو حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اکثر علما فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید کو یاد کر کے پھر بھول جائے وہ قیامت میں اندھا اٹھایا جائے گا۔ وہ اسی آیت نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی اور فَنَسِیْتَہَا سے استنباط فرماتے ہیں (تفسیر صاوی۔ کبیر معانی۔ بیان) اِس آیت سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوا کہ ہر مسلمان پر نماز کے وہ الفاظ اور دعائیں وغیرہ جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں وہ بالکل صحیح تلفظ اور مخارج کی ادائیگی کے ساتھ یاد کرنا فرضِ عین ہے۔ بعض مسلمان وتروں کی دعا قنوت یاد کرنے میں کاہلی سستی کرتے ہیں اور اُس کی جگہ سورۃ اخلاص یا تین بار سُبْحَانَ اللّٰہ۔ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں کیونکہ یہ اُن کی کاہلی سستی مِنْ اَعْرَضَ۔ کے زمرے میں شمار ہوگی۔ جب دنیوی کتابوں اسکولوں کالجوں کلاسوں میں اتنی محنت کرنی جائے تو کیا اللہ تعالیٰ کی ذکر اذکار دعائیں یاد نہیں ہو سکتیں۔ اسی آیت کی دلیل سے کچھ علما نے فرمایا کہ لڑکیوں کو پورا قرآن حفظ نہ کراؤ۔ اس لیے کہ پورا یا دمن ہیں ان کو یاد رکھنا بڑا مشکل ہے۔ مرد حفاظ کے پاس جو ذرائع بقاءِ حفظ کے ہیں وہ عورتوں کو میسر نہیں مثلاً امامت تراویح شبینہ وغیرہ۔ اور یاد کر کے بھول جانے پر بڑی سخت وعید ہے۔ دوسرا مسئلہ۔ حرام طریقے سے دولت کمانا۔ مثلاً سود، رشوت جوا اور حرام اشیا کی فروخت یا اللہ تعالیٰ کے ممنوعہ اوقات میں تجارت کرنا اسی طرح چوری ڈکیتی فریب کاری، ملاوٹ سے دولت کمانا ہر مسلمان پر مطلقاً ہر حال میں حرام اور مِنْ اَعْرَضَ میں شامل۔ لیکن بعض ناجائز تجارتیں بعض حالات میں کفار پر بھی ممنوع ہیں مسلمان حکومت کفار پر بھی پابندی لگائیگی کہ اس طرح کے کاروبار عام کر مسلمانوں کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ یہ مسئلہ یَعِیْشُہٗ

marfat.com
Marfat.com

ضنکا کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ تیسرا مسئلہ۔ اسراف اور فضول خرچی ظاہراً لفظاً تو بہت معمولی کام لگتا ہے مگر اس کی حرمت مسلمانوں کے لیے شدید ترین ہے یہ مسئلہ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ میں۔ كَذٰلِكَ کے تشبیہی اشارے سے مستنبط ہوا۔ کہ دنیا کی مَعِيْشَةً ضَنْكًا اور میدانِ محشر کا عُمْيًا بُكْمًا وَصُمًّا ہونا۔ اور اَلْيَوْمَ تُنْسٰى کا عذاب سب اسی اسرافِ زندگی کا وبال ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پھر ان اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو شخص میرے ذکر سے منہ پھیرے تو اس کے لیے تنگ زندگی ہے اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ غربت و تنگ دستی کی زندگی صرف کفار و فساق کے لیے ہے حالانکہ مشاہدہ بتا رہا ہے کہ نیک لوگ یہاں تک کہ انبیاء و اولیا غربت و فاقہ کشی کی زندگی گزارتے ہیں اور اکثر کفار و فساق بڑی امیرانہ شاہانہ زندگی گزارتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام انسانوں میں سب سے سخت ابتلا انبیا علیہم السلام کا ہوتا ہے پھر درجہ بدرجہ دین کے حساب سے لوگ اس دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں (از بخاری ترمذی ابن ماجہ) یہ آیت روایت و مشاہدات کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

جواب بالکل خلاف نہیں اس لیے کہ مَعِيْشَةً سے مراد غریبانہ اور تنگ دستی کی زندگی نہیں بلکہ نحوست بے برکتی بے سکونی کی زندگی ہے۔ امیری اور شاہانہ زندگی سے چند ساعتوں کی عیاشی و حکمرانی تو مل جاتی ہے مگر اطمینان و سکون نہیں ملتا۔ یہی فرق ہے حیات ضیقہ اور حیاتِ طیبہ میں۔ حیات ضیقہ کافر و فاسق کی مَعِيْشَةً ضَنْكًا ہے اور حیاتِ طیبہ انبیا اولیا کاملین صلحا زہاد اتقیا کی مَعِيْشَةً هَنِيْئَةً ہے مومن کی تنگ دستی بھی ضنکا نہیں بنتی وہ ہر حال میں خوش و خرم پُرسکون صابر و شاکر مہماش بشاش رہتا ہے۔ مگر کفار و فساق دنیا پرستی اور گناہوں کی زندگی میں ہزار دولتوں کے باوجود بے سکون پریشان اور بیسیوں فکروں بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایک روایت میں مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد قبر کی زندگی اور ایک قول میں مَعِيْشَةً ضَنْكًا بھی جہنم کی زندگی ہے سب میں مطابقت اس طرح کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا دنیا سے شروع ہو کر جہنم کی ابدی زندگی تک ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ كَذٰلِكَ اَلْيَوْمَ تُنْسٰى۔ یعنی جب اندھے کافر پوچھیں گے کہ ہم دنیا میں تو اندھے نہ تھے یہاں ہم کو اندھا کیوں اٹھایا گیا تو جواب میں فرمایا جائے گا کہ اسی طرح جس طرح تم دنیا میں ہماری آیتوں سے اندھے رہے اُن کو بھولے رہے بالکل اسی طرح آج

marfat.com
Marfat.com

تم کو بھلا دیا گیا گویا کہ بھولنا بھلانا اندھا ہونا اور اندھا کیا جانا ہے۔ کیونکہ کَذٰلِکَ اسم اِشارہ تشبیہی ہے جس کا تقاضہ ہے کہ جو حالت دنیا میں تھی وہی حالت یہاں ہو حالانکہ دنیا میں یہ کفار آنکھوں کے اندھے نہ تھے جیسا کہ قَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا۔ سے واضح ہے دنیا میں کفار قلبی اندھے تھے تو مشابہت کی مطابقت کے لیے ضروری ہے کہ یہاں محشر میں بھی صرف قلب کے اندھے ہوں اور قلب کا اندھا ہونا نہ محسوس ہوتا ہے نہ تکلیف دہ تو پھر عذاب کیونکر ہوا کفار کو محشر میں کیوں محسوس ہوگا کہ وہ بول پڑیں گے۔ لِمَا حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی۔ قلبی اندھے تو وہ آج دنیا میں بھی ہیں یہاں ان کو محسوس نہیں ہوتا خلاصہ یہ کہ اگر یہاں اور وہاں قلبی اندھے تو کَذٰلِکَ ٹھیک ہے مگر احساس میں فرق کیوں۔ اگر محشر میں بھی احساس نہیں تو ان کا یہ سوال کیوں اور گھبراہٹ کیوں اور پھر قلبی اندھا ہونا جب محسوس نہیں تو تکلیف دہ نہیں نہ تکلیف دہ نہیں تو عذاب نہیں۔ اور اگر دنیا میں قلبی اعمٰی اور یہاں جسمی اعمٰی تو کَذٰلِکَ کی تشبیہ غلط۔ **جواب**: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ہم نے یہ جواب عرض کیا ہے کہ کفار دنیا میں قلبی اندھے ہیں محشر میں جسمی آنکھ کے اندھے ہوں گے۔ اِس فرق کے باوجود کَذٰلِکَ کی تشبیہ درست ہے۔ اس لیے کہ تشبیہ اکیس قسم کی ہوتی ہے۔ ۱ تشبیہ صُوری معنوی، ۲ حکمی، ۳ نوعی، ۴ جنسی، ۵ صِنفی، ۶ کُلی۔ ۷ جزئی۔ ۸ عارضی۔ ۹ دائمی۔ ۱۰ تشبیہ ظاہری۔ ۱۱ باطنی۔ ۱۲ حسّی۔ ۱۳ خیر حسّی۔ ۱۴ عقلی۔ ۱۵ طبعی۔ ۱۶ غیر جسمی۔ ۱۷ اطلاقی۔ ۱۸ خصوصی۔ ۱۹ جزائی۔ یہاں جسمی کیفیت کی تشبیہ مراد نہیں بلکہ جزائی تشبیہ مراد ہے کہ اسے کافر جس طرح تو نے دنیا میں آیت سے بے رغبتی کا عملی مظاہرہ کیا اُس کی جو جزا اور بدلہ ہونا چاہیئے تھا اسی طرح دیا جا رہا ہے۔ ورنسیان سے مراد حافظے دیا داشت سے اُتارنا نہیں بلکہ چھوڑنا مراد ہے اور گذالِکَ کی تشبیہ بھی اعمٰی سے نہیں بلکہ اُس کے دنیوی عمل سے ہے کہ کفار نے دنیا میں نفرت کر کے آیتوں کو چھوڑا تو محشر میں اندھا کر کے ان کو چھوڑ دیا گیا کہ بھٹکتے پھریں۔ دوسرا جواب امام رازی نے تفسیر کبیر میں یہ دیا کہ یہ تشبیہ کفار کی ذہنی جہالت سے ہے کہ کافر دنیا میں قلبی جاہل بن کر رہا۔ تو اس کی سزا میں ان کو محشر میں بصری جاہل بنا دیا جائے گا۔ نیز دنیا میں قلبی اندھا پن بھی تکلیف دہ اور محسوس ہوتا ہے اس طرح کہ قلبی اندھے پن اور جہالت سے روح کو احساس تکلیف و عذاب ہوتا ہے۔ اور جسمی بصری اندھا پن اور جہالت سے بدن کو احساس و تکلیف ہوتی ہے۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں اِن آیت میں تین بار کَذٰلِکَ فرمایا گیا۔ اَوَ لَمْ تَاْتِکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی۔ پھر وَکَذٰلِکَ نَجْزِیْ۔ اس کی کیا وجہ؟ ایک لفظ کو بار بار دُہرانا تو فصاحت کے خلاف ہے **جواب** بلا وجہ دہرانا فصاحت کے خلاف ہے لیکن مختلف نوعیتوں اور کلام کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرنے کے لیے کسی لفظِ خاص کا بار بار بولنا عین فصاحت اور کلام کی خوب صورتی ہے اس لیے کہ اس

marfat.com
Marfat.com

سے کلام مختصر اور بارابط ہو جاتا ہے۔ اور یہی کلام کی فصاحت ہے کہ "اَلْکَلَامُ مَا قَلَّ وَ دَلَّ" یعنی قلیل کلام کثیر معانی پر محیط ہو جائے۔ معترض کو اعتراض سے پہلے فصاحت کی تعریف جاننی چاہیئے۔ یہاں آیت میں تین چیزوں کی وضاحت فرمانے کے لیے تین بار گَذٰلِکَ ارشاد فرما کر کلام کو خوبصورت اور مختصر کر دیا گیا۔ اوّلاً مشبّہ بہ کا ذکر و تعلق اس کو عربی میں تشبیہ الطّاعی کہتے ہیں اُردو میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے جس طرح۔ پھر دوسری بار گَذٰلِکَ ارشاد فرمانا مشبّہ کی وضاحت کے لیے ہے اُس کا اُردو میں ترجمہ ہوتا ہے۔ اُسی طرح۔ پھر تیسری بار گَذٰلِکَ فرما کر تشبیہ کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ اس طرح بدلہ دیا جانا کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ہمارا ازلی ابدی اٹل و مبرم قانون ہے کہ اس قسم کے ہر مجرم کو ہم اسی قسم کی سزا دیتے ہیں۔ اُردو میں اس گَذٰلِکَ کا ترجمہ ہوتا ہے یہی۔ اَب ان آیات کا معنی یہ ہوا کہ اے میدانِ محشر میں آنے والے اندھے کافر جس طرح تو نے دنیا میں نعمت سے ہماری آیتوں کو چھوڑا اسی طرح ہم نے محشر میں نعمت سے تجھ کو چھوڑا اور یہی ہمارا قانونِ جزا ہے ثابت ہو گیا کہ تینوں جگہ گَذٰلِکَ فرمانا بین درست اور تکمیلِ کلام ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ۔ سنو اے عالمِ ناسوت میں نفس و ابلیس کے بچارے یوتم میں سے جس کسی نے بھی نفسِ امّارہ کے میلان و محبت میں آ کر عالمِ سفلی کی طرف توجہ کرتے ہوئے خالقِ تعالیٰ کے ذکر لسان فکر قلب، کشف سِر سے منہ پھیرا۔ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا۔ تو بے شک یقیناً اُس بدنصیب محروم ازلی کے لیے اسی عالمِ رنگ و بو میں غلبۂ شہوانی شدّتِ طغیانی اعمالِ صالحہ کی بے توفیقی کردار کی بخیلی سے اندھیری زندگی ہے۔ اس لیے کہ جنابِ حق سے اعراض کرنے والا نفسیات کے تھپیڑوں اور دنیوی لہروں کے طوفانِ بے تمیزی کی گہرائیوں میں پھنس جاتا ہے صوفیا فرماتے ہیں کہ اہلِ نفس کو اس دنیا میں آٹھ وبال ہیں ۱ حرصِ دنیا کی شدت ۲ اسی حرص میں مشغولیت و شغف کی لذّت ۳ ہم جنس ہونے کی وجہ سے محبتِ دنیا کی قوت ۴ اشتراک فی الظلمت ۵ کمینگی کی طرف میلان ۶ قناعت کا فقدان ۷ کثرت کی ہوس اور چاہت ۸ چاہت میں انہماک عمر بادہی اہلِ نفس کی مَعِیْشَۃً ضَنْکًا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ کے ذکر سے اعراض صرف ظلم ہی ظلم ہے ایسے منحوس کا رزق لاکھوں پریشان کر دیا جاتا ہے لیکن تو اکرو رب اور متوجہ الی اللہ بندہ اہلِ یقین ہو کر متوکل باللہ اور مفقود سے مستغنی ہوتا ہے سخت بدنصیب ہے وہ شخص جس نے اس حیاتِ دنیوی میں مَعِیْشَۃً ضَنْکًا پائی کیونکہ یہی ہے وہ جس کے لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی۔ بسط و کشادگی اس قیامتِ صغریٰ میں ہم

marfat.com
Marfat.com

اُس کو نورِ معرفت اور دیدارِ حق سے اندھا کر دیں گے جو یہاں اندھا بنے گا وہ قیامتِ اصلیہ کبریٰ میں اندھا کر دیا جائے گا اگرچہ اِستعدادِ اصلیہ کی زبان سے اپنے اندھے ہونے کا انکار کرتا رہے مگر ضمیر و شعور سے یہی چیخیں مارے گا۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا اور کہیگا کہ اے میرے جسم وجان کے رب جَلَّ وَعَلٰی میں راہِ سلوک میں تو اندھا نہ تھا۔ مجھے قربِ منزل کیوں اندھا کر دیا گیا۔ حالانکہ یہ فسقِ جری اور عشقِ نفسی محبتِ سفلی دنیا سازی کی ابتلا لایچ۔ کیونکی کی شکل اندھا پن ہی تو ہے۔ اس وجہ سے جواب ملے گا۔ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی اے رذیلِ سفیہ تو نے آیاتِ بیّنات و انوارِ مشرقات کو بھلایا توجہ سے ہٹایا عقل سے گرایا فکرت سے چھوڑا بے رغبتی سے منہ موڑا تو آج تجھ کو بھی اس محشرِ نفسانفسی کے یوم عدل و جزا میں تیری خطریات کثیفہ عاداتِ ملعونہ میں پھنکتے سسکتے چھوڑ دیا گیا۔ وَکَذٰلِکَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ۔ حرمانِ رحمت وخسرانِ زحمت کا یہ فیصلۂ عتاب وعقاب کسی کے لیے خصوصی نہیں بلکہ ہر مُسرف و باطل جس نے تمہیتی عمر کھیل کود میں برباد کی اور دین و عمل میں کھیل ہی آگے رکھا۔ قلب وعقل کو مومن و عامل نہ بنایا یہی کو چشمی اُس کی جزا اور اندھیر نگری اُس کی سزا ہے لمحاتِ دنیا کی بربادی ضیاعِ ذلت و دُر کاری ہوتی ہے یہ تو عبرت سامانیاں ہیں لیکن۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی رب منزل کا آخری سہارا ٹوٹ جانا بڑا شدید عذاب ہے کہ وہ ذلت و رسوائی ہمیشہ رہنے والی ہے مَعِیْشَةً ضَنْکًا کیفیتِ ظاہری ہے شدۃِ اُخروی کیفیۃِ باطنی ہے۔ عالمِ اسرار کی کیفیات اَشَدُّ وَاَبْقٰی میں صوفیا فرماتے ہیں کہ راہِ معرفت کی معیشتِ ضنکا اجسام پر وارد ہوتی ہے اور عذابِ اشد ارواح پر طاری ہوتا ہے اجسام کو فنا ہے اس کی معیشتِ ضنکا بھی عارضی ارواح کو بقا ہے اس لیے اس کا عذاب بھی اَبْقٰی ہے جسم کمزور لہٰذا اس کی معیشتِ ضنکا خفیف روح قوی لہٰذا اس کا عذاب اَشَدُّ (ابن عربی و روح البیان و عرائس البیان) اور جس نے منہ پھیرا میرے ذکر شعوری اور فکرِ عبوری سے تو قلب کو بدلِ حجاب کی عیشِ ضنک اور سدِ باب کی سزا بہ ضیق دی جائے گی اس لیے کہ ذکرِ الٰہی اور یادِ مصطفائی دلوں کی جلا ہے اس سے منہ پھیرنا سدِ باب قلبی ہے جس سے دل بند غفلت تنگ صدر زنگ ہو جاتا ہے پس جو بندہ چاہتا ہے کہ عذابِ اللہ سے نجات اور ثوابِ اللہ سے ملاقات پائے تو اُس مرد راہ پر واجب ہے کہ اطاعتِ الٰہیہ میں شدائدِ دنیا پر صبر کرے اور معاصی نفس و شہوات و لذات سے دور بھاگے کیونکہ جنت مصائب و شدائد کے پردے میں ہے اور جہنم شہوتوں حیاشیو کے باغیچہ میں ہے ہر بندے کو ہمتِ مردانگی سے کوشش

marfat.com
Marfat.com

کہنی چاہیئے کہ اسبابِ عذاب اور ابتلاءِ اُخریٰ سے بچتا رہے۔ (روح البیان) صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُن کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو بد بخت ظاہراً انسان باطناً شیطان ہیں آدمیت کے پردے میں ابلیس ہیں۔ نفاست کے غلاف میں غلاظت ہیں طہارت کے لبادے میں نجاست ہیں اور اپنی ہر تقریر و تحریر تفسیر و تصنیف سے انبیاؤ اولیا کی شانِ مقدسہ میں گستاخی کمزوری دکھی کے پہلو نکالتے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ نام کے مسلمان عالم و خطیب بنے پھرتے ہیں کام کے ضال جاہل و خبیث ہیں۔ نبی کو اپنے جیسا بشر اور محض قاصد سمجھتے ہیں حالانکہ اصل و حقیقی ذکر اللہ یا انبیا علیہم السلام ہے کہ ہر اُمتی پر وقت ہر کام ہر عمل میں اپنے نبی علیہ السّلام کا نقشہ اپنے سامنے رکھے جس شخص نے جس زمانے میں بھی اپنے نبی علیہ السّلام کو بھلایا وہی شخص صَنَّ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔ لہٰذا اسے بندو ذکرِ الٰہی قائم کرنے کے لیے اَب صرف یادِ مصطفائی کا نقشہ قائم رکھنا لازم پکڑو اس طرح کر اپنی عبادت تجارت عادت عیادت اُٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے میں کام کلام میں نماز روزے میں ہر وقت خیال نبی کریم کا اور نقشہ اُسوۂ حسنہ کا پیشِ ذات رہے جو شخص ذکرِ مصطفیٰ سے ہٹا وہ ذکر اللہ سے دور ہوا۔ اور جو ذکر اللہ سے دور ہوا وہ ابلیس کے ذکر میں ملوّث۔ ابلیس کے چار ذکر ہیں پہلا ذکر شیطانی بانسری کی آواز اور بانسری بجانا۔ دنیا میں سب سے پہلے بانسری ایجاد ہوئی اس کا موجد ابلیس سب سے پہلے بانسری قابیل نے بجائی اور ابلیس نے سکھائی یہ باجہ آدم علیہ السّلام اور اُن کے نیک عابد زاہد صحف آدم کی تلاوت کرنے والوں کی تلاوت میں خلل ڈالنے کے لیے بنایا گیا۔ دوسرا ذکرِ شیطانی تالیوں کی آواز تالیاں بجانا۔ یہ بھی شیطان کی ایجاد ہے، سب سے پہلے تالی نوح علیہ السّلام کی کافرہ بیوی کنعان کی والدہ نے بجائی اور ابلیس نے سکھائی۔ تیسرا ذکرِ شیطانی منہ سے سیٹی بجانا ہے اس کا موجد قومِ لوط ہے۔ اور سکھانے والے ابلیس۔ شیطان کا چوتھا ذکر گوز مارنا۔ اور اباسی میں آواز نکالنا گوز خود ابلیس مارتا ہے جب کہیں ذکرِ الٰہی سنتا ہے تو گوز مارتا ہوا وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور جب کوئی اُباسی میں آواز نکالتا ہے تو شیطان خوش ہوتا ہے ان چاروں آوازوں سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں دو اور آوازوں سے بھی منع فرمایا گیا۔ ۱ نوحہ اور رونے پیٹنے کی آواز سے ۲ گانے کی آواز سے اگرچہ بغیر لہجہ اور ترنم کے ہو۔ ذکر اللہ کی آواز بھی چار قسم کی ہے ۱ تلاوت کی آواز اگرچہ قرأت و تجوید اور اداءِ مخرج کے ساتھ خوش الحانی سے ہو مگر گانے کی طرز پر قرآنِ مجید پڑھنا حرام ہے۔ ۲ نعت خوانی کی آواز بشرطیکہ نعتِ پاک شریعت کی حدود میں ہو اور بیلے سازوں کے ساتھ نعت پڑھنا حرام اور گانے کے لہجے میں پڑھنا مکروہ و ممنوع۔

marfat.com
Marfat.com

۱۳ اذان کی آواز جہاں تک مومن متقی کی ذاتی آواز پہنچتی ہے وہاں تک کے شجر و حجر خوش ہو کر مؤذن کو دعائیں دیتے ہیں کل قیامت میں گواہی دیں گے۔ اسی لیے مسجد کے اندر اور بند کمرے میں اذان دینا منع ہے ۱۲ مبلغ اسلام کی تبلیغ احکام کی آواز۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ

تو کیا عبرت نہ دی ان لوگوں کو ان بہت سی بستیوں نے جن کو تباہ برباد کر دیا ہم نے ان سے پہلے

تو کیا انہیں اس سے راہ نہ ملی کہ ہم نے اس سے پہلے کتنی

الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ

زمانوں میں ان بستیوں میں سے گزرتے ہیں یہ ان لوگوں کے علاقوں میں بے شک

سنگتیں ہلاک کر دیں کہ یہ ان کے بسنے کی جگہ چلتے پھرتے ہیں بے شک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا

اس میں نشانیاں ہیں اچھی عقل والوں کے لیے اور اگر نہ

اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو اور اگر تمہارے رب کی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا

قبیلہ پہلے ہو چکا ہوتا تمہارے رب کی طرف سے تو البتہ یقیناً ہو جاتا عذاب ابھی واجب

ایک بات نہ گزر چکی ہوتی تو ضرور عذاب انہیں لپٹ جاتا

وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا

اور (نہ ہو چکی ہوتی) مدت مقرر تو صبر کیجئے اس پر جو

اور اگر نہ ہوتا ایک وعدہ ٹھہرایا ہوا۔ تو ان کی باتوں پر صبر کرو

marfat.com
Marfat.com

يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ

وہ کہتے پھرتے ہیں اور تسبیح پڑھتے رہئے اپنے رب کے حمد کی

اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج

طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ

طلوع سورج سے پہلے (فجر) اور اُس کے غروب سے پہلے (ظہر وعصر) اور

چکنے سے پہلے اور اُس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی

اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ

رات کی گھڑیوں میں سے (عشاء و تہجد) اور دن کے کناروں پر آنے کے وقت (نماز مغرب)

گھڑیوں میں اُس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر

لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

تاکہ تم خوش و خرم رہو

اِس امید پر کہ تم راضی ہو

تعلقات اِن آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں حد سے بڑھنے والوں کے برے انجام کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں عذاب سے بچنے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ پچھلوں کے بُرے انجام سے عبرت پکڑو۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں گزشتہ کافر اُمتوں پر دنیوی عذاب والی تنگ زندگی کا ذکر ہوا۔ اب اِن آیت میں موجودہ کفار پر جلدی عذاب نہ آنے کی وجہ بیان ہو رہی ہے۔ تیسرا تعلق پچھلی آیت میں کفار کی اُن باتوں کا ذکر ہوا جو قیامت میں عذاب سے اندھے ہونے کے بعد انتہائی عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے کریں گے اور جواب پائیں گے۔ اب اِن آیت میں کفار

marfat.com
Marfat.com

کی ذمہ دار مغفرت کی باتوں اور اُن پر صبر کرنے کی تلقین فرمانے کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر نحوی

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ۝ اَفَلَمْ يَهْدِ ہمزہ سوالیہ انکاری کے لیے ف زائدہ لَمْ يَهْدِ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع نفی جحد بِلَمْ بمعنی ماضی مطلق واحد مذکر غائب هُدًى سے مشتق ہے بمعنی راہ ملنا۔ سمجھ آنا۔ عبرت لینا عبرت ملنا یا دینا یہاں ہر معنی درست ہے یَهْدِ ی تھا لَمْ جازمہ کی وجہ سے آخری ی گر گئی ایک قرأت میں اَفَلَمْ نَهْدِ ہے۔ جمع متکلم سے مرجع اللہ تعالیٰ لام جارہ تعدیہ نفع کا ھُمْ ضمیر جمع کا مرجع مِنْ موصولہ جو معنی جمع ہے، اسی باطنی جمعیت کی وجہ سے ھُمْ جمع ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَمْ يَهْدِ کا کَمْ اسم مبنی غیر متمکن خبریہ ہے اسماء کنایات میں سے یہ کنایہ عددی ہے بمعنی بہت ساری یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے یہاں بھی مضاف ہے مگر اس کا مضاف الیہ قرون یا قرنٍ ہے جو مَا بَعْدِ مِنَ الْقُرُوْنِ کے قرینے سے برائے تخفیف حذف کر دیا گیا چونکہ خبر انشائی ہوتی ہے اس کے بعد فعل متکلم واحد یا جمع ہوتا ہے اور ماضی یا بمعنی ماضی ہوتا ہے خیال رہے کہ کنایات کا معنی پوشیدہ لفظ وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کوئی مبہم بات پوچھنے یا یاد دلانے کا مقصد ہو یہاں یاد دلایا جا رہا ہے در اصل تھا کَمْ قَرْنًا۔ محذوف اضافت یا کوئی بھی محذوفہ چیز ترکیب میں شامل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ترکیب نحوی میں صرف گم میز ہے۔ یہی فرق ہے پوشیدہ اور محذوف الفاظ میں۔ اَهْلَكْنَا باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم معروف اثبت اس کا فاعل ضمیر صیغہ نَحْنُ مستتر ہے قَبْلَهُمْ مرکب اضافی ظرف زمانی ہے مِنْ حرف جر تبعیضیہ اَلْقُرُوْن اسم جمع مذکر سالم مُعَرَّف بِاللَّام کی وجہ سے جمع کثرت ہے اس کا واحد ہے قرن بمعنی بستی (رہائشی علاقہ) موصوف ہے يَمْشُوْنَ باب ضرب کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب مَشْیٌ سے مشتق ہے بمعنی چلنا۔ پھرنا۔ گزرنا۔ سفر کرنا۔ یہاں مراد سفر کرنا ایک قرأت میں تَمْشُوْنَ جمع حاضر ہے اہل مکہ کو خطاب ہے یہاں مراد سفر کرنا فی حرف جر ظرف مکانیہ کے لیے مَسٰكِنِ اسم جمع مکسر ہے مَسْكَنٌ کی اسم ظرف ہے یہاں جا بدہے بمعنی گھر سکونت کی جگہ مضاف الیہ مرجع ھُمْ ضمیر ہے مراد ہے بستی والے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے يَمْشُوْنَ کا اس کا فاعل ھُمْ پوشیدہ کا مرجع لَهُمْ والا ہے يَمْشُوْنَ اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ استفہامیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف تحقیق فِيْ ذٰلِكَ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا۔ اسم مفعول اپنے نائب فاعل مستتر ضمیر صیغہ ھُوَ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر اِنَّ کی خبر مقدم۔ لَامٌ گئے تاکید پر

marfat.com
Marfat.com

آیتِ اِسم جمع مؤنث سالم بحالتِ نصب اس لیے جر آیا منصوب ہے اسمِ اِنَّ ہونے کی وجہ سے ہے۔ موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ لام جازہ اُولِیْ اسم جمع جامد بستی جامد اس لیے کہ اس کا واحد تثنیہ نہیں ہوتا بحالتِ نصب وجر اُولَیٰ ہوتا ہے اور بحالتِ رفع (پیش) اُولُو ہوتا ہے یہاں مجرور ہے ہمیشہ مضاف اسم ظاہر کی طرف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ ضمیر نہیں ہو سکتی جیسے کہ دُوَاسی تشبیہ کی بنا پر بعض لوگوں نے ذو کو اس کا واحد بتایا ہے مگر وہ غلط ہے اعراب میں بھی یہ ذُوْ کا مشابہ ہے مضاف ہے اُلٰی اسم جمع مکسر اسم مقصور اس کا واحد نُہْیَۃٌ نُھًی سے مشتق اسم مبالغہ ہے یعنی بہت منع کرنے والا بروزنِ فُعَلَۃٌ طُلَعَۃٌ اب اسم جامد ہو کر یعنی یا کیزہ عقلِ سلیم ہے۔ اسم مقصور کے تینوں اعراب تقدیری ہوتے ہیں یہاں بحالتِ جر ہے مضاف الیہ ہے اُولِیْ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے مُنْھَوْنَ پوشیدہ اسم فاعل کا مفید پوشیدہ اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہوئی آیت کی یہ مرکب توصیفی اِسم اِنَّ مؤخر سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا واؤ سر جملہ لُوْ حرفِ شرط۔ لَا حرفِ نفی مشبہ بلیس کلمہ اسم مفرد جامد آخر کی تْ وحدت کی ہے یعنی بات مراد ہے تقدیری نصبہ سَبَقَتْ باب ضَرَبَ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد مؤنث غائب جِیْ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے مِنْ رَّبِّکَ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے سَبَقَتْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر ہوئی لَا مشبہ کی کلمۃً معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَجَلٌ اسم مفرد جامد یعنی مدت اس کی جمع مکسر ہے اٰجَالٌ مُسَمًّی اسم مفعول باب تفعیل سے واحد مذکر سَمّٰی یُسَمِّیْ سے مشتق ہے دراصل مُسَمَّیٌ تھا ماقبل مفتوح کی وجہ سے یٌ کو الف سے بدلا پھر پڑھنے میں آسانی کے لیے الف کو گرا دیا گیا اور ی کی تنوین منصوب علامت الف بن کر لوٹ آئی مُسَمًّی ہو گیا اس کا مصدر ہے تَسْمِیَۃٌ اور تَسْمِیَۃٌ یعنی مقرر کرنا۔ نام رکھنا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ بحالتِ رفع ہے کیونکہ صفت ہے اَجَلٌ کی یہ مرکب توصیفی معطوف ہے کلمۃً پر دونوں عطف مل کر لَا مشبہ کا اسم ہوا لَا اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ شرطیہ ہو کر یا جملہ اسمیہ ہو کر شرط ہوئی لَکَانَ۔ لام تاکید یہ جزائیہ یہاں قٌ جزائیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ جزا ماضی مطلق ہے بغیر قَدْ۔ کَانَ فعل ناقصہ ھُوَ ضمیر صیغہ اس کا اسم ہے مرجع ہے وَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ۔ لِزَامًا۔ اسم مصدر بابِ مُفَاعَلَۃٌ کا دوسرا مصدر بروزنِ فِعَالٌ یہاں بامعنی لَازِمٌ اسم فاعل یعنی ابھی لازم اور واجب ہو جانے والا یا بمعنی مُلْزَمٌ اسم ظرف واجب ہونے کا وقت یا جگہ یعنی اسی وقت یا اسی جہان میں لازم ہونے والا۔ ایک قول میں لزام مصدر نہیں بلکہ لازِمٌ اسم فاعل کی جمع ہے جیسے قائم کی جمع قوام ہوتی ہے۔ ایک قول میں اسم آلہ ہے بمالغے کے لیے اگر مصدر ہے تو بروزنِ خِصَام ہے اگر اسم آلہ ہے تو بروزنِ حزام ورکاب بحالتِ نصب ہے کیونکہ خبر ہے کَانَ ناقصہ کی کَانَ

marfat.com
Marfat.com

دونوں سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر جزا یہ شرط سے جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَاۗءِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۔ ف حرفِ زائدہ اِصْبِرْ باب ضرب کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر صَبْرٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے برداشت کرنا اصطلاح میں اپنی طبیعت کو جبراً کسی کام سے روکنا یہاں لغوی ترجمہ مراد ہے علی جارہ موقعیت کا (اپنے معنی میں) مَا اسم موصول بحالت کسرہ مبنیات میں سے ہے يَقُوْلُوْنَ فعل مضارع با فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ مرجع ہے يَقُوْلُوْنَ کا فاعل اصل مگنہ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر جملہ ہوا مَا کا دونوں مل کر مجرور متعلق ہے اِصْبِرْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا بعض نحویوں کے نزدیک فَ تعلیلیہ یا سببیہ اور یہ جملہ اگلی تمام عبارت (تَرْضٰى تک) کے عطف سے مل کر مسبب یا معلول ہے اَجَلُ مُسَمّٰى کا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔ واؤ سر جملہ، سَبِّحْ باب تفعیل کا امر حاضر معروف واحد مذکر اس کا مصدر ہے تَسْبِيْحٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے اتنا تیز چلنا کہ سوائے چلنے اور راستہ بنانے کے کچھ اور نہ سوجھے نہ کسی طرف دھیان جائے اسی معنی میں تیرنے کے لیے بھی بوجہ تیزی یہ لفظ استعمال کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور شانِ الٰہی ورد کرنے کے لیے بھی یہ لفظ باب تفعیل میں لا کر استعمال کیا گیا کیونکہ اصل تسبیح الٰہی یہی ہے کہ ایسا انہماک و مشغولیت ہو کہ کسی دوسری طرف دھیان نہ جائے۔ بِ جارہ تعدیہ کی حَمْدِ اسم مصدر عامل مصدر جامد بمعنی ذات وصفات کی ثنا کا تذکرہ یا ورد رَبِّكَ مرکب اضافی ہے حَمْدِ رَبِّكَ ڈبل مرکب ہے مجرور ہو کر متعلق ہے قَبْلَ اسم ظرف ہے ہمیشہ مضاف کبھی ظاہر کا کبھی پوشیدہ کا اگر ظاہر مضاف الیہ ہو تو یہ معرب ہوتا ہے اگر مضاف الیہ پوشیدہ ہو تو مبنی ہوتا ہے ضمہ پر کبھی ظرف زمانی ہوتا ہے کبھی مکانی کبھی رتبی یہاں زمانی تقدیم ہے طُلُوْعِ اسم مصدر ثلاثی مزید فیہ بروزن تَفَعُّلٌ تَغَرُّبٌ خُرُوْجٌ دُخُوْلٌ وغیرہ یہ مصدر مضاف ہے الشَّمْسِ اسم مفرد مؤنث لفظی فاعل مضاف ہے الیہ مصدر مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مضاف الیہ قَبْلَ کا یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ قَبْلَ غُرُوْبِهَا اسی ترکیب نحوی سے معطوف ہوا دونوں مل کر ظرف ہوا وسبح کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ مِنْ جارہ تبعیضیہ اٰنَاۗءِ اسم جمع مکسر منصرف اس کے واحد میں چھ قول ہیں ۱ اِنًى ۲ اِنْوٌ ۳ اِنًا ۴ اَنَاءٌ ۵ اِنَاءٌ ۶ اٰنٌ بمعنی وقت کا کچھ حصہ مضاف ہے اس کی اصل اَنَاءٌ ہے اَفْعُلٌ اسم مفرد جنس اس کی جمع کثرتی ۔ اَلْيَالٌ اس کی تصغیر ہے لُيَيْلَةٌ اسی لیے یہ لفظ مؤنث لفظی ہے یہ مضاف الیہ ہے اٰنَاءِ کا لَيْلِ (پوشیدہ طور پر) یہ منصوب ہے کیونکہ ظرف مگر لفظاً (ظاہراً) مجرور ہے مِنْ حرف جر کی وجہ سے یہ جار مجرور محلاً معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ اَطْرَافَ اسم جمع مکسر مؤنث

marfat.com
Marfat.com

اس کا واحد ہے طرف بمعنی کنارہ اَلنَّھَارِ طرف کا لغوی معنی ہے انتہا اصطلاح میں ابتدا اور انتہا کو طرف کہتے ہیں اسم ظرف جنسی یعنی جمع کے لیے بھی آتا ہے بعض نے کہا کہ اس کی جمع اَطْرُف ہے۔ لُغَۃً بمعنی روشن وقت مراد ہے نہار شرعی یعنی طلوع سے غروبِ شمس تک اَطْرَافَ النَّھَارِ غروبِ آفتاب کا وقت ہے یعنی مغرب (رشام) مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مِنْ اٰنَاءِ کے محل پر معطوف ہے اس لیے اطرافَ منصوب ہے ایک قرأت میں وَاَطْرَافَ النَّھَارِ ہے وہ لفظاً عطف مانتے ہیں دونوں عطف مل کر فَسَبِّحْ اَمر کا ظرف ہے۔ تَسْبِیح فعل امر اپنے پرشیدہ اَنْتَ ضمیر صیغہ فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا لَعَلَّکَ تَرْضٰی۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل تعلیلیہ لام کے کسے معنی میں بمعنی تارک ضمیر مذکر حاضر منصوب متصل اسم ہے لَعَلَّ کا تَرْضٰی باب سمع کا فعل مضارع مثبت معروف واحد مذکر حاضر ایک قرأت میں تُرْضٰی مجہول ہے اَنْتَ ضمیر صیغہ اس میں پوشیدہ اس کا فاعل ہے یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر لَعَلَّ۔ لَعَلَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معلول ہوا سمع کا خیال رہے کہ لَعَلَّ اَفْعَلُ اُمید کے لیے ہوتا ہے۔ مگر کبھی تعلیل کبھی استفہام اور کبھی اندیشے کے معنے میں بھی آتا ہے مگر عمل میں سب جگہ ایک طرح ہے۔ ان آیت میں جتنے بھی واحد مذکر حاضر کے صیغے اور ضمیریں ہیں اُن سب کا مرجع آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے۔ مگر مراد تمام امت ہے اور نمازوں کا یہ قانون تاقیامت مقرر فرما دیا گیا۔

تفسیر عالمانہ

اَفَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِھِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ لَکَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّی۔ اے حبیب کریم کیا اب بھی ان کفارِ مکہ کو ہدایت عقلی نہیں ملے گی۔ واقعۂ آدم وحوا سن لیا۔ انسانی بشری کمزوریوں کو سمجھ لیا۔ ابلیس کی ابدی دشمنی کو جان لیا سابقہ امتوں کا ایسی راستوں پر چلنے کفر وشرک کرنے والے انجام ان کی اُجڑی بستیوں کا مشاہدہ شام وفلسطین کے آتے جاتے سفروں میں اپنی آنکھوں سے کر لیا کہ ان جیسے کتنے ہی گستاخ موذیوں ضدیوں کو ہم نے چند لمحوں میں ہلاک کر ڈالا نہ کوئی بچ سکا نہ کوئی ان کو بچا سکے یہ موجودہ کفار ان ہلاک شدگان سابقہ کفار کی ویران بستیوں خراب مسکنوں ٹوٹے گھروں میں چلتے گزرتے ہوئے دیکھتے تاریخیں پڑھتے ہی ہیں سب واقعات کو جانتے ہوئے بھی عبرت کی ہدایت نہیں لیتے بے شک ان واقعات وحالات اور جغرافیائی مقامات میں لو تمام عقل سلیم طبع علیم اور فہم کثیر والوں کے لیے بہت سی دنیوی اُخروی تبیانی عرفانی نشانیاں ہیں جو ہدایت حق میں واضح اور دلالت حق پر ظاہر ہیں۔ اور اے حبیب کریم اگر آپ کے رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہونے کا کلمہ اور مَا کَانَ

marfat.com
Marfat.com

اللہ یُعَذِّبْ بِھِمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ کا فیصلہ ازلیہ آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو وہی پہلی بدبخت قوموں والا عذاب اور وہی اَجَلِ مُسَمّٰی ان پر بھی دے دینا ہیں لازم و نازل وارد و صادر ہو جاتا اور حسبِ سابق آئندہ نسلوں کے لیے یہ بھی عبرت و حسرت کا سامان بن جاتے کہ جس طرح یہ کفارِ مکہ اپنے سفروں میں آتے جاتے قومِ ثمود اور عاد۔ قومِ لوط کی اُجڑی ویران بستیاں دیکھتے ہیں اور طوفانِ نوح و غرقِ فرعون کا واقعہ پڑھتے سنتے ہیں اسی طرح اگلے آئندہ لوگ ان کا بھی حالِ پریشاں و تباہی جانِ بلاکی دیکھتے تو یہ توبہ کرتے سورۃ انفال کی اس آیت ۳۳ نے ان کو یہ مہلت دلائی ہے محققین فرماتے ہیں کہ کفارِ مکہ کو یہ ڈھیل دینے کی تین حکمتیں ہیں ایک یہ کہ ان کو سوچنے سمجھنے توبہ کرنے کا وقت دیا ہے تاکہ وہ ایمان لے آئیں یہ انعام و اکرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمتِ عالمین ہونے کی وجہ سے دوم حکمت یہ کہ ان کی آئندہ نسلیں مومن ہوں گی یہ مہلت اور زندگی نسلیں پیدا کرنے کے لیے ملی سوم یہ کہ فرق رہے اُمتِ محبوب اور دیگر امتوں میں اور بھی بہت حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ اور یہ فیصلہ اَرواحِ انبیا ملائکہ مقربین علیہم السّلام کو عالمِ ازل میں بتا دیا گیا کتب و صحائف اور لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ تاکہ کسی مقرب بارگاہ سے مخفی نہ رہے۔

مفسرین کے مختلف اقوال

اَفَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کے معنی میں تین قول ۱ اُجڑی بستیوں کو دیکھ کر ہدایت لینا ۲ ہدایت سے مراد ظاہری بیان اور عبرتِ ظاہری ۳ ہدایت دیا جانا ہدایت نصیب ہونا۔ یعنی کیا اللہ تعالیٰ یا رسولُ اللہ یا قرآن سے بھی ان بدقسمتوں کو ہدایت نہیں ملتی۔ قرون میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اگرچہ سات قوموں پر عذاب آئے ۱ قومِ نوح ۲ قومِ لوط ۳ قومِ عاد ۴ قومِ ثمود ۵ قومِ شعیب ۶ قومِ فرعون ۷ اصحاب فیل۔ مگر یہاں مراد قومِ لوط و عاد و ثمود ہے۔ اس لیے کہ بستیوں کے اندر سے بستیوں کے صرف ان تین قوموں پر عذاب آیا اور صرف ان کی ٹوٹی بستیوں کے نشانات کھنڈرات باقی رہ گئے اس لیے کہ انہوں نے اپنی بستیوں پر ناز کیا تھا کہ ہم کو یہ مضبوط مکان عذابِ الٰہی سے بچا لیں گے۔ پہلی قومِ نوح اور پھر قومِ فرعون پر پانی سے عذاب آیا۔ قومِ نوح کے پاس پانی چل کر آیا اور بہا کر لے گیا۔ اور قومِ فرعون خود چل کر پانی کے پاس آئی۔ قومِ شعیب پر گرمی کا عذاب آیا وہ تہہ خانوں میں گھس گئے وہاں بھی گرمی لگی تو جنگل کی طرف بھاگے وہاں کا بادل آئی سب خوش ہو کر ایک درخت کے نیچے جمع ہو گئے کہ شاید ٹھنڈی بارش ہو گی مگر اس میں سے آگ برسی۔ بجلی کڑکی اور سب جل بھن کر

marfat.com
Marfat.com

ہلاک ہو گئے۔ وہاں فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ فرمانے سے مراد ان کی جائے پناہ جنگل کا درخت ہے اصحاب ٔ ٔ یل پر بھی ابابیل کا عذاب اُن کے علاقوں سے بہت دور جنگل میں آیا جو وادیٔ محسّر عرفات و مزدلفہ کے درمیان ہے اُن کی اپنی بستی سے دور۔ یَمْشُوْنَ سے مراد ہے شام و فلسطین کی طرف سفر کرتے ہوئے اُن بستیوں کے اندر سے گزرنا اور اُن کے ٹوٹے پھوٹے اُجڑے ویران گلی محلّوں گھروں سڑکوں کمروں میں بکھرے سامانوں کو دیکھنا اُولِی النُّهٰی میں دو قول ہیں ۱۔ اِس سے مراد کامل مکمل صحیح اچھی سچی مفید کارآمد عقلِ سلیم لفظِ عقل ہر ایک کی ہر قسم کی عقل پر مستعمل ہے۔ مفید غیر مفید۔ ناکارہ کارآمد بچے جوان بوڑھے جانور حیوان کی اچھی بُری عقل پر۔ گویا کہ ہر نہی عقل ہے مگر ہر عقل نہی نہیں اِن دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے ۲۔ نُهٰی سے مراد تقویٰ طہارت پاکیزگی ظاہری باطنی۔ وَرَعٌ۔ اور اُولُوالعزم ہونا۔ کلمۂ سَبَقَتْ سے مراد ازلی تقدیری تقدیرِ مبرم کا فیصلہ جس کا ذکر کتبِ سابقہ توریت و انجیل میں ہے کہ آخری اُمّت دعوت کو اُن کے نبی رحمتِ عالمین کی تا قیامت ان میں موجودگی کی وجہ سے دنیا میں عذابِ آسمانی سے ہلاک نہ کیا جائے گا یہ اکرام ہے مصطفیٰ پر خدا کا۔ اور رحمت ہے یہ اُمّتِ آخری پر۔ اِسی کی یہاں قرآن مجید میں بھی صراحت فرمائی جا رہی ہے (تفسیر کبیر معالی۔ بیان مظہری) اَجَلٌ مُّسَمًّی میں چار قول ہیں ۱۔ یہ عطف ہے کَلِمَةٌ پر اور مراد ہے قیامت کا دن ۲۔ مراد ہے یوم بدر تُفْسِ کفار کا دن ۳۔ مراد ہے موت کا وقت کیونکہ صرف موت تک کفار کو آرام ہے مرتے ہی عذاب شروع اور اَجَلٌ مُّسَمًّی اُن کی زندگی زندگی کی پوری مدت ہے۔ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآءِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی۔ اے محبوب جالمین ابھی کچھ مدت اور صبر کیجئے۔ کسی عتاب عقاب جلال و سزا کی جلدی نہ فرمائیے یہ ہم جانتے ہیں کہ موجودہ کفارِ مکہ اپنی گستاخیوں ایذاؤں ضد غرور ہٹ دھرمیوں میں پچھلی تمام کافر اُمتوں سے بڑھ کر بدفطرت اور بدترین ہیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کو اپنے غریب بے کس بے بس مجبور اور کفر کے ہاتھوں مظلوم صحابہ کی تکلیفیں اور برداشت سے باہر ایذائیں غمگین کئے ہوئے ہیں حالانکہ آپ اپنی قوتِ نبوت سے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن ابھی ان کی باتوں گستاخیوں بدتمیزیوں پر تحمل و صبر کیجئے اور صبر کا بہترین تسکین آمیز سکون بخش طریقہ یہ ہے کہ تسبیح میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھیئے کبھی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کبھی رکوع کرتے ہوئے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کبھی سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کبھی قومہ میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

marfat.com
Marfat.com

کبھی تشہد میں اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ کے پیارے الفاظ کبھی جلسہ میں اللہ اکبر کی دلکش تکرار بِحَمْدِ رَبِّکَ اے نورانی اداؤں والے محبوب تسبیح خوانی ایسی ہو کہ اپنے ربِّ جمیل کی حمد بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہے قیام میں سورۂ فاتحہ سے قومہ میں سَمِعَ اللہ سے علما فرماتے ہیں کہ ہر عبادت میں تسبیح پہلے ہونی چاہئے اور حمد بعد میں اس لیے کہ تسبیح پاکیزگی بیان کرنی ہے جو عیوب نقائص کی ذاتِ جَلَّ وتعالیٰ سے نفی کرنا ہے یہ پہلے ہونا چاہئے کہ تمام کفریات کا ردِّ بلیغ ہے اور حمدِ الٰہی شان وصفات وقوت وکمال قدرت وجلال رحمت وجمال کا ثبوت وایجاب بیان کرنا ہے۔ تسبیح ردِّ کفر ہے تحمید اقرارِ ایمان ہے۔ تسبیح وتحمید کا مکمل اور بہترین نقشہ اسلامی نماز ہے جس طرح درود شریف وہ مکمل جس میں صلوٰۃ بھی ہو سلام بھی ہو۔ اس لیے فقہاءِ اربعہ کے نزدیک درودِ ابراہیمی نماز کے علاوہ ممنوع ہے بعض فقہا نے صلوٰۃ تُنجِّینا میں وسلم پڑھنے کا حکم دیا جس کسی نے صلوٰۃ تُنجِّینا بغیر سلام کے بنایا وہ اَجْمَلُ فقہا اسی طرح ذکرِ الٰہی وہ مکمل جس میں تسبیح اور حمد دونوں ہوں یہی صوفیا کا ذکر حق وانبات ہے۔ اے محبوب کائنات یا دِ الٰہی کا طریقہ یہ تسبیح وتحمید ہے جس کا دوسرا نام اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ہے مگر اس کے اوقات روزانہ دن رات کے پانچ حصے ہیں۔ پہلا یہ کہ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ طلوعِ آفتاب سے پہلے یعنی نمازِ فجر دوسرا یہ کہ وَقَبْلَ غُرُوْبِہَا۔ سورج ڈوبنے سے پہلے یعنی نمازِ عصر ایک قول میں ظہر وعصر دونوں، کیونکہ دونوں ڈھلتے سورج میں غروب سے پہلے پہلے ہیں۔ تیسرا وقت وَمِنْ اٰنَاءِ الَّیْلِ۔ رات کے حصوں میں جو تین ہیں (۱) سورج ڈوبتے ہی مغرب کی نماز۔ شفق ڈوبتے ہی نمازِ عشاء نمازِ عشاء کے پڑھتے ہی نماز وتر پھر سو کر جاگنے کے بعد نمازِ تہجد۔ جو آپ کے لیے فرض ہے اور آپ کی اُمت کے لیے تاقیامت نہایت شان واہتمام والے نفل ہیں۔ فَسَبِّحْ اِنْ رات کے اوقات میں بہت ہی ذوق وشوق سے اپنے رب کی تسبیح پڑھیے۔ اس لیے کہ یہ رات کے اوقات اللہ تعالیٰ کے لیے محبوب ہیں انبیا کے لیے موصول ہیں اولیا کے لیے مصروف ہیں۔ دنیا داروں کے لیے مغلوب ہیں۔ خیال رہے کہ ان پانچ وقتوں میں پانچ نمازیں مقرر کرنے کی دو حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ پہلا وقت غفلت کا ہے اس میں ابلیس کا وسوسہ اور نفسِ اَمّارہ کا تسلط ہوتا ہے۔ اسی وقت میں غافلوں کو غفلت سلاتی ہے۔ عاشقوں کو عشقِ الٰہی جگاتا ہے اور عاقلوں کو ان کا قلب ابلیس ونفس سے لڑاتا ہے دوسرا وقت صنعت ومحنت مزدوری کا ہے۔ تیسرا مشغولیت کا چوتھا تھکاوٹ اور کھانے پینے آرام کا۔ پانچواں وقت نوم واستراحت کا انہی وقتوں میں بچے۔ جھوٹے۔ نیک وبد۔ غافل وعاقل کا فرومومن سب کا امتحان ہوتا ہے۔ یعنی وقتِ فجر غفلت کا وقتِ ظہر کاروبار کا وقتِ عصر کاروبار سمیٹنے کی مشغولیت کا وقتِ مغرب تھکاوٹ کا وقتِ عشا استراحت کا۔ دوسری حکمت یہ کہ پانچ قوموں پر ان پانچ

marfat.com
Marfat.com

رفتوں میں عذاب آیا۔ اس لیے اہلِ ایمان پر جلالِ قہر سے بچنے اور خوفِ الٰہی سے نوزنے کے لیے ان پانچ وقتوں میں استغفار اور یادِ ربانی کی حمد و تسبیح والی پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ پہلا عذاب قومِ نوح پر ظہر کے وقت دوسرا قومِ لوط پر فجر کے وقت تیسرا عذاب قومِ عاد پر رات میں عشا کے وقت، چوتھا عذاب قومِ ثمود پر مغرب کے وقت پانچواں عذاب قومِ فرعون اور قومِ شعیب۔ اور اصحابِ فیل پر عصر کے وقت اسی وجہ سے اہلِ ایمان مسلمانوں پر ان وقتوں میں نماز فرض کی گئی تاکہ بندہ بندگی کی عاجزی کرتا رہے اور بطشِ ربانی سے ڈرتا رہے۔ اور اے آقائے کائنات محبوبِ گ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ تاکہ تم دنیوی عزت و شان سے صحابہ کی فتوحات سے آئندہ نسلوں کی ایمانیات سے اُخروی انعامات سے اُمت کے درجات سے مظلوم صحابہ کے اعزازات سے نیکوں کے ثواب سے گناہگارانِ اُمت کی شفاعت سے خوب خوب راضی ہو جاؤ۔ صبر سیڑھی ہے بلندیِ درجات کی نماز منزل ہے راحت و سُرور کی صبر سے اَذیت کا دُکھ اور نماز سے مصیبت کا غم دور ہوتا ہے۔ سکونِ قلبی ملتا ہے۔ ثوابِ حقیقیہ دیدارِ الٰہیہ ہے اور عذابِ حقیقیہ دیدار سے اندھا اور محروم کیا جانا ہے۔ صبر حقیقیہ انتظارِ وعدہ ہے انتظار میں سکون کے لیے نماز ہے اور نماز کے لیے تسبیح و تحمید ہے صبر و نماز ہی ہر فتح مندی کی چابی اور کامرانی کے قدم ہیں کفار مکہ پانچ طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے تھے ۱ غریب صحابہ کو مار پیٹ کر ۲ قرآن مجید کی تکذیب کر کے ۳ آپ کی نبوت کا انکار کر کے ۴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کاہن یا مسحور و مجنون کہہ کر ۵ ایمان اسلام و عبادت کو بُرا بھلا کہہ کر۔ اور اللہ تعالیٰ کی گستاخیاں کر کے۔

اصطلاحِ شریعت میں دن کے حصوں کو طرف کہا جاتا ہے اس کی جمع اطراف ہے یہ بھی تین ہیں اور رات کے حصوں کو اَنائ کہا جاتا ہے اس کی جمع اٰنائ ہے یہ بھی تین ہیں۔ اطراف یوم ۱ صبح ۲ دوپہر ۳ پچھلا پہر۔ فقہا فرماتے ہیں کہ پہلے پہر یعنی صبح کی تسبیح و تحمید نوافلِ چاشت و اشراق ہیں۔ دوپہر کی تسبیح و تحمید نمازِ ظہر پہلے پہر کی نمازِ عصر رات کا پہلا اَنائ مغرب دوسرا عشا تیسرا تہجد۔ غرضکہ دن کے اطراف میں پہلے نفل پھر دو طرفوں میں فرض۔ رات کے اَنا میں پہلے دو میں فرض آخری میں نفل۔

فائدے ان آیات سے مسلمانوں کو چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ**: ہر مسلمان کو چاہیئے کہ عبادت کر کے بھی اللہ کا شکر کرے اس کا احسان مانے اور مزید عبادت کی ہمت و توفیق مانگتا رہے اسی لیے ہر نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھائی گئی کہ اس میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔ کے بعد اللہ تعالیٰ سے مزید توفیق مانگتے رہنے کی دعا ہے کہ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور آئندہ تا ہم عبادت کی ہمت رغبت شوق و ذوق ملے

marfat.com
Marfat.com

کے لیے بھی ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ یہ فائدہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ میں ب کو استعانت کی ماننے سے حاصل ہوا۔ یعنی تسبیح پڑھئے اپنے رب کی حمد سے مدد مانگتے ہوئے (مظہری) دوسرا فائدہ افضل ذکر وہ ہے جو رات میں کیا جائے کیونکہ رات میں پانچ خصوصیات ہیں ۱ رات کو جاگنا نفس پر گراں ہے ۲ بدن پر مشقت زیادہ ہے اور مشقت کی عبادت نفس کی مخالفت پر ثواب زیادہ ہے ۳ رات کی عبادت میں راحت روحانی ہے ۴ سکون قلبی ہے ۵ رات وقت خاموشی ہے یہ فائدہ رات کا ذکر کرتے ہوئے آنَاءَ الَّيْلِ۔ پہلے اور فَسَبِّحْ کا حکم بعد میں فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ صحیح عقل صرف وہی ہے جو دین ایمان کو پہچانے دنیا ساری دنیا پرستی والی عقل خواہ کتنی ہی تیز طرار ہو صحیح عقل نہیں اس کو عقل عیار تو کہا جا سکتا ہے مگر سچی پکی عقل سلیم نہیں کہا جا سکتا یہ فائدہ لِاُولِي النُّهٰى فرمانے سے حاصل ہوا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اُولِی النُّھٰی کے لیے عبرت کی نشانیاں ہیں اور نشانیاں سمجھنے والوں کو ہی فقط دین کی ہدایت و معرفت حاصل ہے۔

احکام القرآن

ان آیت کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ۔ کا یہ جملہ سورۃ توبہ کی آیت سیف سے منسوخ ہے یہ مسئلہ فَاصْبِرْ کا لفظ سے پہلے اَجَلٌ مُّسَمًّى کے میعادی جملے سے مستنبط ہوا۔ یعنی اسے حبیب ابھی آپ حسب سابق صبر جاری رکھئے جب اَجَلٌ مُّسَمًّى یہ فَاصْبِرْ کا حکم ختم کر دیا جائے گا۔ ناسخ منسوخ کا پوری تفصیل سے بیان ہمارے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں دیکھئے۔ دوسرا مسئلہ۔ تمام فقہاء کرام متفقہ اس آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ سے۔ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب مانتے ہیں۔ کیونکہ فرمایا گیا فَسَبِّحْ۔ اس سے پہلے فَاصْبِرْ ہے۔ اور قرآن مجید میں تقریباً ہر جگہ صبر کے ساتھ نماز ہی کا ذکر ہے تو اس قرائنی طرز بیانی سے ثابت ہوا کہ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ میں سبح سے مراد نماز ہی ہے اگلے اوقات بھی نماز ہی کے ثابت کر رہے ہیں اور سبح کو بحمد سے مقید فرمایا گیا۔ اور مکمل حمد سورۃ فاتحہ میں ہے یہ مسئلہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ فعل امر اور بحمد کی ب نے وجوب ثابت کیا تیسرا مسئلہ۔ حق اور سچ یہ ہے کہ زمین قطعاً یقیناً مکمل طور پر ساکن ہے ایک جگہ پڑی ہوئی ہے وہ سائنس دان پاگل اور اُن کے کہنے پر چلنے پر وہ مسلمان جاہل ہیں جو زمین کو متحرک اور سیارہ کہتے ہیں یہ نظریہ جاہلانہ یہودہ و احمقانہ ہے یہ مسئلہ یہاں قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فرمانے اور قرآن مجید کی دیگر تقریباً چھبیس آیات اور بائیس احادیث مبارکہ سے مستنبط بلکہ ثابت اور بعض دلائل سے واضح ہے جن میں چاند سورج کے چلنے طلوع و غروب ہونے ڈھلنے اور چڑھنے اترنے

marfat.com
Marfat.com

کا صراحتاً ذکر ہے۔ اور زمین کے بالکل ساکت و جامد نہ چلنے کا ذکر ہے اور جو طلوع و غروب چڑھنا ڈھلنا ہے وہی چلنا سرکنا ہے زمین کے طلوع و غروب ہونے کا کسی آیت میں کسی طرح کا کوئی ذکر نہیں نہ اشارۃً نہ کنایۃً نہ عبارۃً نہ اقتضاءً۔ اگر زمین کو سیارہ مانا جائے تو ردِّ خرابیاں لازم آئیں گی۔ اگر زمین کو سیارہ مانا جائے اور چاند و سورج کو ساکن تو قرآن مجید احادیثِ پاک کے خلاف ہونے کے علاوہ خود سائنسی نظریات کے بھی خلاف ہے کہ تمام سائنسدان آسمانی فلکیات میں سات سیارے مانتے ہیں شمس، قمر، زہرہ، عطارد، مشتری، مریخ، زحل۔ اور اگر شمس و قمر کو بھی سیارہ اور زمین کو بھی سیارہ مانا جائے تو دو سورتوں میں سے ایک ماننی پڑے گی یا تو ہر سیارے کی رفتار مخالف سمت ہے۔ اگر ایسا ہے تو اتنی تیزی سے دن رات بدلیں گے کہ دنیا تباہ ہو جائے اور یا مطابق سمت ہیں رفتار ہے تو چونکہ کبھی کوئی طلوع ہونہ غروب نہ رات ہونہ دن یا ہمیشہ دن رہے گا یا ہمیشہ رات یہ وہ سوالات ہیں جہاں سب سائنس دان اور سائنس زدہ لوگ چُپ لگا جاتے ہیں۔ سکونِ زمین کے پورے دلائل ہمارے فتاویٰ جلد دوم و سوم میں دیکھئے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا اَفَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ۔ حرف فَ سے اور یہی الفاظ سورۂ سجدہ آیت ۲۶ میں ارشاد ہوئے۔ اَوَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا واؤ کے ساتھ۔ اور اَوَ کا یہ فرق کیوں۔ **جواب**: اس کی وجہ یہ کہ یہاں اَفَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا اپنے سابقہ کلام اَشَدُّ وَاَبْقٰی سے متصل ہے کہ اس اَفَلَمْ یَھْدِ کے پورے کلام میں عذاب کی شدت بتائی جا رہی ہے اس طرح کہ پچھلی اُمتوں پر عذاب اَشَدُّ وَاَبْقٰی ہی آیا تھا۔ اس لیے حرفِ فَ ارشاد فرما کر پچھلے کلام کے اتصال کو واضح کیا گیا۔ لیکن سورۂ سجدہ میں اَوَلَمْ سے علیحدہ منفصل کلام ہے سابقہ سے متصل نہیں ہے لہٰذا وہاں اَوَلَمْ۔ واؤ کے ساتھ ارشاد ہوا۔ کیونکہ واؤ جمعیت کے لیے ہوتی ہے اور جمعیت غیر کو متقاضی اور غیریت سے کلام منفصل ہوتا ہے۔

دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ (الخ) وہ کونسا کلمہ ہے جو سبقت لے گیا کہ اتنے سخت گستاخوں خبیثوں کو بھی دنیوی عذاب سے بچا گیا۔ **جواب**۔ اس کے جواب میں چار قول ہیں۔ ۱ بعض نے کہا کہ اس سے مراد سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۶ کی یہ عبارت ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اور حدیثِ پاک میں اس کی شرح کے یہ الفاظ کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ مگر یہ تو ناممکن رہے اس لیے کہ یہ آیت و حدیث تمام اُمتوں کے لیے ہے مسلمانوں سے خاص نہیں

marfat.com
Marfat.com

جب کہ وَلَوْلَا کَلِمَةٌ خاص ہے صرف کلمہ کن سے ۲ بعض نے کہا کہ اس سے مراد وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہے یہ قول بھی کمزور ہے کیونکہ یہ بھی اولین و آخرین تمام جہانوں کے لیے ہے ۳ بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد تقدیر ازلی کا فیصلہ ہے۔ لیکن یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ فیصلہ کیا ہے ۴ جمہور یعنی اکثر علماء نے فرمایا کہ اس سے مراد سورۃ انفال آیت ۳۳ میں ارشاد کردہ فیصلہ ازلیہ تقدیریہ ہے کہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ اور یہی قول ہر طرح مضبوط صحیح ہے۔ تیسرا اعتراض۔ اس کی کیا وجہ کہ دن کی نمازوں میں تسبیح پہلے اور اوقات نماز بعد میں بیان فرمائے گئے۔ لیکن رات کی نمازوں میں اوقات پہلے اور نماز کا ذکر یعنی تسبیح بعد میں ارشاد ہوا۔ یعنی اوّلاً فرمایا گیا۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (الخ) ثانیاً۔ فرمایا گیا۔ وَمِنَ اٰنَآءِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ۔ جواب۔ رات کی خصوصی شان اور اہمیت ظاہر فرمانے کے لیے کہ دن کی نماز نفل و شریعت کی ہے اور رات کی نماز عشق و معرفت کی نماز ہے۔ اس لیے کہ رات کی عبادت میں چھ خصوصیات ہیں ۱ دلجمعی ۲ تسلی خاموشی ۳ اطمینانِ روحانی ۴ اطمینانِ ماحولی ۵ ابلیس کا منہ توڑنا ۶ نفس امارہ کو مروڑنا، دن میں ریا کا شائبہ ہو سکتا ہے مگر رات میں اخلاص کا یقین ہے رات کی نماز میں چار فضیلتیں ہیں ۱ پہلی یہ کہ اَخلص للخشوع ۲ دوم یہ کہ اَحسن للخضوع ۳ اَفضل للثواب ۴ اَقرب للحفاظت ۵ پنجم یہ کہ اَکمل للاَداء۔ اس وجہ سے اس کے اوقات کا ذکر پہلے ہوا۔ چوتھا اعتراض یہاں اَطْرَافَ النَّھَارِ جمع فرمایا گیا۔ حالانکہ طَرَفَیِ النَّھَارِ۔ تثنیہ فرمایا جاتا۔ کیونکہ طرف کا معنی کنارہ اور دن کے دو ہی کنارے ہوتے ہیں ۱ صبح ۲ شام۔ جواب۔ اس کا ایک جواب ہم نے تفسیر عالمانہ میں دیا کہ طرف کا معنی حصہ اور دن کے تین حصے ہوتے ہیں۔ ایک طرفِ اوّل سورج کے چڑھنے کا وقت دوم طرفِ میانی چڑھائی ختم تنزل شروع سوم طرفِ آخر غروبِ آفتاب حقیقی اس گنتی سے اطراف جمع فرمانا بالکل درست ہے دوسرا جواب یہ کہ بعض نحوی لوگ فارسی زبان کی طرح عربی میں بھی کم از کم جمع دو کہتے ہیں ان کا یہاں لحاظ کرتے ہوئے اَطراف سے مراد دو کنارے ہیں یہ جواب تفسیر کبیر نے دیا مگر یہ متفق علیہ جواب نہیں کیونکہ اکثریت علماء عرب کی اس کو نہیں مانتے نیز قرآن مجید غیر معتبر قوانین کا کہیں لحاظ نہیں فرماتا۔

تفسیر صوفیانہ

اَفَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِھِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی۔ وَلَوْلَا کَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ لَکَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّی۔ تجرباتِ عالم میں تفکراتِ

marfat.com
Marfat.com

خلوت کرنے کے بعد بھی اگر کسی کو اُس کی عقل ہدایت نہ دے تو یہ اہلِ معرفت کے نزدیک انتہائی بدنصیبی ہے مشاہداتِ عالم کے یہ انوار چڑھاؤ، رنگ و بو، موت و حیات، بہار و خزاں۔ فنا و بقا کے یہ مناظر جو چشمِ بینا سے ہر اہلِ نظر رات دن موتے جاگتے چلتے پھرتے دیکھتا ہے ان میں سمجھ عقل والوں کے لیے بے شمار کثیر و کثیف نشاناتِ عبرت ہیں اگر بسطُ کُشاد قبض و گسّاد کا فیصلۂ ازلیہ مُہلت نہ ہو چکا ہوتا تو لبادۂ عیاری سجّادۂ سکّاری منافقات کی تیاری کو ابھی اِن ہی محافلِ نکبیناں میں پھاڑ دیا جاتا اور عبرت کی اجلِ مُسمّٰی نافذ کر دی جاتی۔ مگر بتانا یہ ہے کہ بندے کی ہدایت، عبادت۔ ریاضت خود بندے کو ہی فائدہ دینے والی ہیں کلماتِ قدسیہ میں ہے کہ اے بندو جتنا تم رب تعالیٰ کی عبادت میں ساری عمر گزار دو تو رب تعالیٰ کی ملکیات میں ایک ذرّے کا اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر تم سب لوگ عبادت چھوڑ دو تو رب تعالیٰ کا ذرّہ بھر نقصان نہیں ہوتا۔ عقل کی ہدایت کسبی ہے کہ اس کے لیے توجُّہ فکر محنت شقت اور خلوت کی عبادت خلوت کی ریاضت کرنی پڑتی ہے قلب کی ہدایت وہبی و عطائی ہے کہ رحمتِ الٰہیہ بخشش ربّانیہ سے خود بخود مل جاتی ہے۔ عقل کی ہدایت سے شریعت کی علمیت حاصل ہوتی ہے اور قلب کی ہدایت سے طریقت کی معرفت ملتی ہے۔ یہ استادی شاگردی۔ درس و تدریس۔ پیری مریدی بیعت و اقتداء سب ہدایتِ عقل ہے اس طرح کہ عقل سے ہدایت۔ ہدایت سے عبادت۔ عبادت سے ریاضت۔ ریاضت سے علم علم سے تقویٰ۔ تقوے سے طہارت۔ طہارت سے امامت۔ امامت سے ولایت۔ ولایت سے نقاہت۔ نقاہت سے غوثیت۔ غوثیت سے قطبیت۔ قطبیت سے مجوبیت محبوبیت سے اُولی النُّہٰی کا مقامِ عروج ملتا ہے۔ کتاب ناصر المحبین میں ہے کہ رب تعالیٰ نے عقل کے ہزار حصے کئے نو سو ننانوے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرما دئے اور ایک حصے کے چھوٹے بڑے ذرّے تمام کائناتِ انسانیت کو درجہ بدرجہ عطا فرمائے۔ لَوْلَا کَلِمَۃُ اگر اُمّتِ مسلمہ کو کلمہ طیبہ نہ ملتا تو اُمم سابقہ کی طرح اِن کے نافرمان بھی اجلِ مُسمّٰی کا عذاب لازم ہو جاتا پچھلی اُمتوں کو کلمہ طیبہ نہ ملا ان کو صرف کلمہ توحید ملا۔ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اُن کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی حمد ملی مگر۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی نعمت نہ ملی۔ لیکن اُمتِ مُسلمہ کو کلمہ طیبہ دیا گیا۔ کلمۂ توحید میں وحدتِ الٰہیہ کا ایک جُزء ہے۔ کہ فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مگر کلمۂ طیبہ میں شفقتِ الٰہیہ کے دو جزء ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کلمۂ توحید مُرَصّع ہے مگر کلمۂ طیبہ شُفُوْع ہے۔ پس عاقل کو چاہیئے کہ واجب و لازم جان کر تا عمر کلمۂ طیبہ سے جڑا رہے۔ کیونکہ یہ کلمہ طیبہ عذابِ الٰہی کے لیے ڈھال ہے۔ غضبِ الٰہی کے لیے آڑ ہے قبولِ توبہ کے لیے دربار

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ یہ عُرْوَۃُ وُثْقٰی ہے یہ جنت کی قیمت ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی کا تحفہ ہے۔ اگر اس امت کو بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا وظیفہ اور رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے ساتھ رَحْمَۃٌ عالمین کا عقیدہ نہ ملتا تو نگاہِ رَبّ اُمّا۔ عذابِ عُروی نازل ہو جاتا۔ اور ایک آن کی گستاخی ایک بات کی بدتمیزی گوارہ نہ کی جاتی۔ لہٰذا اے عقل والو نصیحت لو قرآن کریم سے تقویٰ کرو تقاریر قدیم سے۔ ریاضت کرو عباداتِ حکیم کی اور اطاعت کرو رؤف و رحیم کی۔ اگر یہ نہ ہو تو اشرف المخلوقات مثلِ جمادات ہے اگرچہ مُوَحِّد مصنوعات و ایجادات ہو۔

حکایت تفسیر روح البیان میں بروایت حضرت جعفر طیار لکھا ہے کہ ایک دفعہ میں ایک جنگل میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ کہ مجھ کو سخت پیاس لگی میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے پانی عطا فرمائیے۔ آقا نے فرمایا۔ اے جعفر اُس پہاڑی کے پاس جاؤ اُس کو میرا سلام کہنا اور اپنی پیاس بیان کر کے کہنا کہ آقا تیرے پاس پانی ہے تو مجھ کو پلا۔ میں نے جا کر اُسی طرح سلام و کلام پیش کیا تو پہاڑ سے فَسَبِّحُ اللِّسان جواب آیا کہ میرا بھی میرے نبی آقا حضور کو سلام عرض کرنا اور کہنا کہ جب سے میں نے وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ کی آیت سنی ہے خوفِ الٰہی سے ہر وقت کانپتا لرزتا رہتا ہوں کہ کہیں میں اُن پتھروں میں شامل نہ ہو جاؤں جو جہنم کا ایندھن ہیں۔ اِس خوف سے میرا سارا پانی خشک ہو گیا ہے۔ اللہ اکبر یہ ہے جمادات کا خوفِ الٰہی خشیتِ کبریائی۔ تو اگر انسان کو خوف و خشیت کی ہدایت زجر قرآنی سے عبرت اور عبادتِ ربانی سے رغبت نہ ہو تو وہ جمادات سے بدتر ہے۔ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا وَمِنْ اٰنَآءِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی۔ پس عارفِ شب زندہ دار۔ اہلِ نفوس کی ربانی لغویات پر صبر بالله کرتا رہ کہ یہ اہلِ نفوس فیضِ اہلیہ کے گھیرے میں ہیں قہرِ ذات کے اسیر ہیں اور تسبیح اور دور کرے اپنے آپ کو مجالسِ باللہ و محافلِ شاہرہ سے اور صفاتِ ربوبیت سے قریب ہو جاتا کہ حمدِ حقیقی کا کچھ پرتو ظہورِ بقا ہو جائے آفتابِ ذات کے حالِ فنا میں طلوع ہونے سے اور صفاتِ نفس کے محجاباتِ باطنی میں غروب ہونے سے پہلے ظہور کے وقت میں ہی۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ راہِ معرفت کی پہلی عبادت صبر ہے۔ دوسری عبادت فکر ہے تیسری عبادت شکر ہے۔ صبر نفی پر ہوتا ہے۔ فکر وجود پر اور شکر حصول پر۔ صبر قبل طلوع ہے۔ فکر قبل غروب ہے اور شکر اعراف النّھار ہے۔ یہی راہِ معرفت ہے اور مقامِ قلب کی لیلِ اسرار کے مخفی وقتوں میں اُس وقت بھی اَعْلَمُ الْعٰلِمِیْن کی تسبیحات ذات کو قائم فرما اور تزکیۂ روح کا وِرد کر جب صفاتِ نفس کا غلبہ ہو۔ صفاتِ قلبیہ محو اور ماند ہوں۔ نہ لگیں۔ یہ اسرارِ خلوت کی قاضیِ نفس کے دفاع اور قلب کے شجاع کے لیے تریاقِ

marfat.com
Marfat.com

کثیر ہیں۔ اور یوم انوار کے ان کناروں پر بھی ذکر و فکر کے نشے مناسب صفائی قلب کے تصفیہ کے لیے روح سبحانی کا اشراق ہو لَعَلَّكَ تَرْضٰى تاکہ اے ہادیٔ کاملین مرشدِ اکملین۔ رہبرِ واصلین مُربّیِ ناقصین تجھ کو تجلّیِ صفات کے کمال پر مقامِ رضا عطا فرمایا جائے۔ اصطلاحِ صوفیا میں شریعت طریقت حقیقت معرفت کے تقاضوں پر عقل کو روکنا صبر ہے نہ روکنے کو بے صبری ہے صبر کی بھی چار قسمیں ہیں بے صبری کی بھی، صبر کی اقسام ۱ صبر جس کہ نفس کے مصائب برداشت کرنا ۲ صبر شجاعت نفس و ابلیس سے جنگ کرنا ۳ صبر رحب عبادت میں ذوق و شوق سے مشقت کرنا ۴ صبر کتمان خاموشی و تنہائی اختیار کرنا یہی عارفین کا صوم و اعتکاف ہے بے صبری کی اقسام ۱ جزع شکوے شکایت ۲ نزع شور مچانا ۳ جبن (بزدلی) ۴ بذل و ضجر (ہمت ہار جانا) تسلیم ربانی یکدمی نفسانی کے مقابلے کے لیے مدد طلب کرنا ہے اور نماز شرعی عرفانی سے مصائب کی درندگی محرومی کی غنا کی کو ختم کرنا ہے۔ نماز مومن غم و آلام کی بیماری کا بہترین علاج ہے نماز با جماعت کی پابندی سے پانچ فائدے اور غفلت و سستی سے پانچ نقصان ۱ پابندیِ نماز سے فراخی و سکون ۲ عذابِ قبر کی معافی ۳ پابندیِ نماز سے یومِ محشر نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا ۴ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر ہوگا ۵ پابندیِ نماز سے جنت میں داخلہ بغیر حساب ہوگا۔ نماز میں غفلت سے پانچ نقصان ۱ رزق میں بے برکتی ۲ چہرے پر نحوست کے آثار، حالانکہ چہروں کی رونق صالحین کے نشانات ہیں ۳ غفلتِ نماز سے کوئی اچھا عمل بھی قبول و محمود نہ ہوگا ۴ عوام کے دلوں میں قابلِ نفرت ہوگا دینی وقار ختم ہو جاتا ہے ۵ غفلت سے نماز کو چھوڑنے والا بوقتِ موت پیاسا نزعِ جان کنی سخت قبر کی تنگی۔ اندھیرا شدتِ غضبِ الٰہی کا ظہور نکیرین کے جوابات میں دشواری۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِحَلَاوَةِ الصَّلٰوةِ وَ بِلَاوَتِ الْقُرْاٰنِ وَ بِخُضُوْعِ الْجَمَاعَاتِ عَلَى الدَّوَامِ۔ بلائیں مصیبتیں جادو طریقوں سے رد ہوتی ہیں ۱ اخلاصِ قلبی سے دوم صلوٰۃ بدنی سے سوم دعاءِ لسانی سے چہارم۔ عجزِ لفظانی سے روایت ہے حضرت قتادہ سے کہ دانیال نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر قومِ نوح شریعتِ نوح کی نماز ظہر پڑھتی تو سیلاب نہ آتا۔ اگر قوم عاد شریعتِ صالح کی نمازِ عصر پڑھتی تو ہوا کا طوفان نہ آتا اگر قومِ ثمود صلوٰۃِ عود ادا کرتی تو چنگھاڑ سے نہ مرتی اگر قومِ لوط شریعتِ ابراہیم کی نمازِ فجر ادا کرتی تو پتھروں سے ریزہ ریزہ نہ آتا۔ اے اُمتِ مسلمہ تو کتنی خوش قسمت ہے کہ تجھ کو ان شریعتوں کی بھی نمازیں ملیں اور آقا حضور کی صلوٰۃ معراجی نمازِ عشا اور صلوٰۃ ملائکہ نمازِ وتر اور صلوٰۃ لامکانی نمازِ تہجد کے نفل بھی لے لہٰذا تجھ پر لازم ہے کہ کبھی بھی نماز دعا التجا اور توبہ الی اللہ سے غافل و تارک نہ ہو۔ (تفسیر روح البیان)

marfat.com
Marfat.com

کلمہ طیبہ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ باطن کو منور کرنے والا ہے۔ خیالات کو کیمو کرنے والا۔ لہٰذا اِس کو خلوت وجلوت میں وِرد رکھنا مومن کی خصلت بدرت کی نیت روزے کی لذت ہے یہ رب تعالیٰ کا اُمّتِ مصطفیٰ کے لیے خصوصی عطیہ ہے۔ جو لوگ اپنے جلّوں وظیفوں ذکر اذکار میں دوسری جز مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو چھوڑ دیتے ہیں وہ گمراہ مردود وناامراد ہوتے ہیں حکایت بروایت حضرت عبدالرحمٰن بن زید۔ ایک بار علیہی علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی مولیٰ تعالیٰ مجھ کو اُمّتِ محمد کا کچھ حال بیان فرما۔ جواب آیا کہ میرے حبیب کی اُمّت میں کچھ ایسے پیارے لوگ ہوں گے۔ جو انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ہوں گے۔ وہ میری تھوڑی بخشش سے خوش ہو جائیں گے اور میں اُن کے تھوڑے عمل پر راضی ہوؤں گا۔ آج تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اتنا وِرد جاری نہ ہوا۔ جتنا اُن کی زبان پر جاری ہوگا کسی اُمّت کی گردنیں سجدوں میں اِس قدر نہ جھکیں جس قدر اُن کی جھکیں گی اور کسی اُمّت نے اپنے نبی سے اتنا عشق وادب نہ کیا جتنا اُمّتِ مسلمہ کرے گی۔ مومن کی تین خصوصیات ہیں ۱؎ اَخلاقِ اعلیٰ ۲؎ ادب واحترام ۳؎ اتباعِ نبوت۔ خُلقِ وہ عظیم ہے جو خُلقِ مصطفیٰ کا نمونہ ہو اور خُلقِ مصطفیٰ مجموعۂ قرآن ہے شکل وہ پیاری جو نقشۂ مصطفیٰ پر ہو۔ امام طریقت شیخ سہروردی فرماتے ہیں کہ اپنے چار اعضا کو چار مشتبہ اشیا سے بچاؤ پیٹ کو مشتبہ غذا سے نظر کو محرمات سے جسم کو مشتبہ لباس سے اور زبان کو زیادہ بولنے سے فوتے کی اجازت کا انتظار مت کرو تقوے قلبی کے عامل بن جاؤ کہ اس سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے خوفِ الٰہی کا جسمِ ظاہری پر اثر خضوع ہے اور قلبِ مومن پر اثر خشوع ہے۔ خضوع سے شوق اور خشوع سے اشتیاق پیدا ہوتا ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ

اور نہ آنکھیں پھاڑ دیکھ اُس کی طرف کہ نفع دیا ہم نے جس کا

اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اُس کی طرف جو ہم نے کافروں کے

أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۙ

گھرانوں کو ان کفار کے دنیوی زندگی کے عیش وآرام کا

جوڑوں کو برتنے کے لیے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی۔

marfat.com
Marfat.com

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ

تاکہ ہم انہیں جانچ ڈالے رکھیں ہم ان کفار کو اس دنیا کی زندگی کے ذریعے اور تیرے رب کا رزق سب کے لیے اچھا اور

کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنے میں ڈالیں۔ اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور

أَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ

ہمیشہ باقی رہنے والا اور حکم کرتا رہ اپنے متعلقین کو نماز کا اور خود بھی قائم دائم رہ

سب سے دیرپا ہے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ

عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَ

اس پر نہیں مانگتے ہم تجھ سے کچھ نفع ہم ہی نفع دیتے ہیں تجھ کو اور

کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیں گے اور

الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ

اچھا انجام تو پرہیزگاری کے لیے ہے اور کافر بولے کیوں نہیں وہ لے آتے ہمارے لیے کوئی آیت اپنے رب کے پاس سے

انجام کا بھلا پرہیزگاری کے لیے۔ اور کافر بولے یہ اپنے رب کے پاس سے

مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ

کیا نہیں آئی ان کے لیے اس کلام کی ظاہر روشن دلیل جو پہلے صحیفوں میں

کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے۔ اور کیا انہیں اس کا بیان نہ آیا جو گئے صحیفوں

الْأُولَىٰ ﴿١٣٣﴾

میں ہے

marfat.com
Marfat.com

تعلقات

ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں کفار کی باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب اِن آیت میں کفار کی دولت امیری اور عیش پرستی سے مسلمانوں کو بے توجہ ہونے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے گویا کہ پچھلی آیت میں دلتنگی سے روکا گیا اور اب ان آیت میں لالچ سے منع کیا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کی بری عادتوں کا ذکر اور مسلمانوں کو ان سے علیحدگی کے صبر کا حکم تھا اب اِن آیت میں اہلِ ایمان کی اچھی عادتوں کا ذکر اور اُن پر قائم رہنے کے صبر کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کی باتوں پر صبر کا حکم تھا یہاں ان کی کچھ باتوں کی تفصیل بیان ہوئی کہ کفار اس قسم کی بیہودہ و بیکار باتیں کرتے ہیں۔

شانِ نزول

حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مہمان آئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک یہودی کے پاس کچھ آٹا ادھار لینے کے لیے بھیجا کہ اگلے ماہِ رجب میں واپس ادا کر دیے گے۔ مگر اس نے جواب دیا کہ کچھ گروی رکھو تو دوں گا۔ ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح آکر سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا کہ دیکھو ان امیر لوگوں کی حرکتیں کہ میں جو زمین و آسمان کا امین ہوں مجھ پر یہ لوگ بھروسہ نہیں کرتے۔ اِن بدبختوں کو اتنی دولت ملی ہے کہ مغرور ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں قیامت تک مسلمانوں کو ایک خاص نصیحت فرمائی گئی (از مظہری و لباب النقول امام سیوطی)

تفسیر نحوی

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقَىٰ واؤ سرجملہ لَا تَمُدَّنَّ۔ بابِ نَصَرَ کا فعل نہی بانون ثقیلہ واحد مذکر حاضر مَدٌّ مصدر ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی کھینچنا پھیلانا لمبا کرنا۔ اسی مناسبت سے الفاظ کے ایک اعراب و حرکت کو مَدِّ کبیر و صغیر یا الف مرخم و سیاہ کہتے ہیں یہ باب نصر میں اگر مراد ہوتا ہے بڑی چیزوں کو دیکھنا اور باب افعال میں اگر اچھی چیزوں کو دیکھنا مراد ہوتا ہے۔ اس کا فاعل اَنْتَ پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے مرجع ہے عام مسلمان۔ عَيْنَيْكَ اسم تثنیہ دراصل عینین تھا آخر کی نون اضافت کی وجہ سے گر گئی عین اور بصر اس طرح اُذن اور سمع میں فرق ہے کہ عین عضو بصر اُس کی بینائی اور اُذن عضو اور سمع اُس کی شنوائی کو کہتے ہیں کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مضاف الیہ مرجع وہی عام مسلمان غیر معین ہے یہ مرکب اضافی مفعول یہ ہے اِلٰی جارہ مَا موصولہ مَتَّعْنَا باب تفعیل کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم

marfat.com
Marfat.com

بمعنی واحد متکلم ضمیر مرفوع مستتر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے بَ جارہ تعدیہ کی ہ ضمیر کا مرجع کا موصولہ یہ جار مجرور متعلق ہے مَتَّعْنَا کا اس کا مصدر ہے تَمْتِیْعٌ مَتَّعَ سے بنا ہے یعنی استعدی بدو مفعول ہے محدود نفع یا محدود وقت تک نفع اور فائدہ لینا۔ اسی سے ہے مَتَاعٌ (دنیوی سامان) اور اسی سے مُتْعَۃٌ یعنی محدود وقت کا نکاح اَزْوَاجًا اسم جمع مکسر منصرف اِس کا واحد ہے زَوْجٌ بمعنی ہم جنس ساتھی جن کو کسی طرح سے جوڑا جا سکے ہر جاندار حیوان انسان اور غیر جاندار ہم مثل اَشیا کو زوج کہا جاتا ہے جاندار میں نر مادہ دونوں کو مؤنث کو زوج کہا جاتا انسانوں میں صرف خاوند بیوی کو زوج اور چونکہ ساتھی کے لیے دو سرا فرد لازمی ہے اس لیے یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اِس کا مضاف الیہ اسم ظاہر بھی ہو سکتا ہے اسم ضمیر بھی جمیع بھی واحد بھی تثنیہ بھی اگر مضاف الیہ اسم ظاہر یا ضمیر مذکر ہو تو زوج کا ترجمہ بیوی ہوگا اور اگر مؤنث ہو تو زوج بمعنی خاوند ہوتا ہے اور اگر اضافت تثنیہ جمع ہو جیسے یہاں تو ترجمہ ہوگا خاوند بیوی یعنی پورا گھرانہ جوڑا جوڑا یہ لفظ جنس ہے اس لیے مؤنث مذکر دونوں کے لیے مستعمل ہے لیکن کبھی کبھی مؤنث کے لیے زَوْجَۃٌ آتا ہے۔ دو مخالف نفیضوں (متدین) کے لیے بھی زَوْجٌ کا لفظ مستعمل ہے اس کا تثنیہ زَوْجَیْنِ ہے مگر کبھی یہ واحد تثنیہ معنوی بن جاتا ہے یعنی ایک جوڑا جس طرح لفظ قوم معنوی جمع ہے۔ یہ مفعول بہ ہے مِنْھُمْ جار مجرور متعلق ہے مُ کا مرجع یَمْشُوْنَ کا فاعل (کفار مکہ وغیرہ) مِن بیانیہ ہے نہ کہ تبعیضیہ زَھْرَۃَ اسم مؤنث لفظی مفرد (واحد) ہے بمعنی تر و تازہ۔ خوبصورت، پُر بہار۔ پھول کی کلی کو اسی معنی میں زہرہ کہتے ہیں یہاں عیش و عشرت و آسائش مراد ہے مضاف ہے اَلْحَیٰوۃِ حَیٰوۃٌ مصدر سے معتل ہے یہاں حاصل مصدر جامد ہے حیٰوۃ بمعنی زندگی پانچ قوتوں کا نام ہے ۱ قوتِ فائدہ جیسے زندہ زمین ۲ قوتِ نامیہ و بڑھنے کی قوت جیسے اُگے ہوئے نباتات ۳ قوتِ احساس جیسے حیوانات ۴ قوتِ عقل ۵ قوتِ فہم حیاتِ انسان میں یہ ساری قوتیں موجود یہاں یہی زندگی مراد ہے اَلْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے زہرۃ کا یہ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے مَتَّعْنَا کا لام حرف تعلیل مکسورہ یہ دراصل حرف جر ہے مگر فعل مضارع پر داخل ہونے سے اَنْ ناصبہ کے درجہ میں اگر ناصبہ ہو گیا اگر یہ لام مضارع مثبت پر داخل ہو تو کبھی کبھی اَنْ ظاہر بھی ہو جاتا ہے کبھی پوشیدہ جیسے یہاں لیکن اگر مضارع منفی یا لَا پر داخل ہو تو لا بست سے بچانے کے لیے اَنْ ناصبہ کا ظاہر ہونا ضروری ہے تاکہ یا لَا نہ پڑھا جا سکے لہٰذا لِئَلَّا پڑھا جاتا ہے جو دراصل لِاَنْ لَا ہوتا ہے۔ نَفْتِنَھُمْ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ فَتْنٌ سے مشتق ہے بمعنی آزمائش میں ڈالنا۔ آزمانا۔ مصیبت میں ڈالنا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں یہ مضارع منصوب ہے

marfat.com
Marfat.com

لام تعلیلیہ کی وجہ سے نحن ضمیر صیغہ پر شیدہ ہے اس کا فاعل ہے قبلہ فی حرف جر بمعنی ب جارہ سبینہ ترجمہ ہے ذریعے ہ ضمیر واحد مذکر کا مرجع زھرۃ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے مِنْ ضمیر مفعول یہ ہے نفتن فعل اپنے ضمیر فاعل اپنے مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلوم ہوا متعنا کا سبب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ما کا دونوں مجرور ہو کر متعلق ہے لَا تَمُدَّنَّ کا سبب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا ہاؤ ضمیر جملہ رِزْقُ رَبِّكَ ڈبل مرکب اضافی مبتدا ہے خَيْرٌ اسم مصدر ہے اَجْوَدُ یائی مشترک تین معنی ہیں ۱ خیر یعنی بھلائی نیکی نقیض ہے شر کی ۲ خیر بمعنی مفید نقیض ہے شر کی ۳ خیر بمعنی آرام نقیض ہے ضرر بمعنی تکلیف کی خیر کی دو قسمیں ہیں ۱ خیر مطلق جو ہر ایک کے لیے اچھا ہو یہاں یہی مراد ہے ۲ خیر مقید و مشروط جو کسی کے لیے خیر کسی کے لیے شر یا ضرر ہو معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَبْقٰى باب ضرب کا اسم تفضیل واحد مذکر بَقِيَ سے مشتق ہے ترجمہ بہت زیادہ یعنی ہمیشہ باقی رہنے والا بحالت رفع تقدیری اعراب ہے کیونکہ اسم مقصور ہے۔ دراصل اَبْقَيُ تھا ی متحرک ماقبل مفتوح ہے ہٰذا ی کو الف سے بدل دیا گیا معطوف ہے دونوں عطف مل کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ واؤ سر جملہ اُمُرْ دراصل اَاْمُرُ ہے بابِ نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر اس میں پوشیدہ اَنْتَ اس کا فاعل ہے اَمْرٌ سے مشتق ہے بمعنی حکم دینا اَھْل اسم مفرد جامد بمعنی متعلق رکھنے والے مراد ہے گھر کے افراد عام ہے ہر رشتے دار و غیرہ کو مضاف ہے کَ ضمیر حاضر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ بِالصَّلٰوةِ ب جارہ تعدیہ کی جار مجرور متعلق ہے اُمُرْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا واؤ ابتدائیہ زائدہ اِصْطَبِرْ باب افتعال کا امر حاضر معروف واحد مذکر اَنْتَ پوشیدہ فاعل ہے صبر سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِصْطِبَارٌ دراصل اِصْتِبَارٌ تھا ہم مخرج ہونے کی وجہ سے ت کو بدل دیا گیا عَلَيْهَا جار مجرور متعلق ہے اِصْطَبِرْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا لَا نَسْـَٔلُكَ۔ باب نصر کا فعل مضارع عائلی مشتق جمع متکلم سُؤَلٌ سے مشتق ہے بمعنی مانگنا كَ ضمیر منصوب متصل اس کا مفعول بہ اوّل رِزْقًا اسم مفرد جامد اس کی جمع اَرْزَاقٌ۔ لغوی ترجمہ ہے نفع والی چیز اصطلاحاً ۱ روزی ۲ غذا ۳ حصہ ۴ ثواب یہاں پہلے معنی میں ہے مفعول بہ دوم ہے لَا نَسْـَٔلُكَ اپنے متعلقہ فاعل ضمیر صیغہ اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ نَحْنُ اسم ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل بحالت رفع ہے کیونکہ مبتدا ہے نَرْزُقُكَ باب نصر کا مضارع مثبت معروف با فاعل ضمیر صیغہ كَ ضمیر مفعول بہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ سر جملہ وَالْعَاقِبَةُ۔ اسم مفرد جامد بمعنی اچھا انجام۔ اصلاً اسم فاعل مؤنث ہے۔ عَقْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے

marfat.com
Marfat.com

لفظ میں آنے والا مراد ہے انجام الف لام تعلیلی کی وجہ سے معنی ہوا برائے اچھا جزیہ اس پر الف لام نہ ہو تو مراد ہوتا ہے برا انجام قرآن مجید میں کل بتیس جگہ یہ لفظ آیا ہے جن میں چار جگہ الف لام کے ساتھ ہے یعنی اچھا انجام ایک قول میں یہ ثُقَافِیَہ مصدر مزید فیہ ہے اس کی جمع ہے عُقُبٰی اور جب اسم فاعل مستعمل ہو پھر صیغہ جمع ہو تو عاقبات لام جارّہ نفع کا تقویٰ۔ اسم مقصور مصدر ثلاثی مزید فیہ اس کا مادہ وَقْیٌ ہے اوّل میں ت عوضی ہے آخر کی یٔ زائدہ اس کی الف سے بدلا تُقًوٰی ہو گیا یعنی ڈرنا اللہ تعالیٰ سے بچنا گناہوں سے بحالت کسرہ تقدیری کسرہ ہے اسم مقصور کے تینوں اعراب تقدیری ہوتے ہیں یہاں لفظ اہل پر شیدہ ہے یعنی اہل تقویٰ کے لیے اچھا انجام ہے یہ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْد پر شیدہ اسم مفعول کا سب مل کر جملہ اسمیہ مؤخر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَقَالُوْا لَوْلَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ اَوَلَمْ تَاْتِہِمْ بَیِّنَۃُ مَا فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی۔ قالوا فعل ماضی با فاعل ہُمْ ضمیر صیغہ پر شیدہ کا مرجع وہی اہل مکہ کفار جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لَوْلَا حرف متصلہ دو حرفوں سے مل کر بنا ہے لَوْ شرطیہ لَا نافیہ مگر یہاں شرط کے لیے نہیں کیونکہ شروع کلام میں ہے اور ایک جملے پر داخل ہے ایسی صورت میں لَوْلَا چار معنی کے لیے ہے۔ ۱ تمنا ہوتا ہے کسی کام پر ابھارنے آمادہ کرنے کے لیے ۲ عرض کرنے کے لیے ۳ حرکت کے لیے ۴ جھٹلانے کے لیے یہاں اسی معنی میں ہے کبھی کبھی ان میں شرطیت بھی شامل ہو جاتی ہے بہر صورت ترجمہ ہے کیوں نہیں۔ یَاْتِیْنَا باب ضرب مضارع واحد مذکر غائب ایک قرأت میں تَاْتِی واحد مذکر حاضر ہے دونوں صورتوں میں فاعل پر شیدہ کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تَاْتِیْنَا جمع متکلم ظرف ہے یعنی ہمارے پاس یا مفعول لہٗ ہے یعنی ہمارے لیے بِ حرف جر تعدیہ کا۔ آیت مجرور متعلق اوّل ہے مِنْ رَّبِّہٖ مرکب اضافی جار مجرور متعلق دوم ہے۔ لَوْلَا یَاْتِیْنَا سب سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ اَوَ ہمزہ سوالیہ واؤ عاطفہ لَمْ تَاْتِ باب ضَرَبَ کا مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی ہُمْ ضمیر ظرف ہے یا مفعول لہٗ بَیِّنَۃُ مضاف بمعنی ظاہر ظہور ثانی مؤنث لفظی ہے مَا موصولہ فی جارّہ ظرفیہ مکانیہ الصُّحُفِ اسم جمع مکسر منصرف ایک قرأت میں الصُّحُف ہے اس کا واحد ہے صحیفہ مراد ہے کمتولی وَہٰی کلام الْاُوْلٰی اسم تفضیل مؤنث اس کا مذکر ہے اَوَّلُ الصُّحُفِ الْاُوْلٰی موصوف صفت ہیں مجرور ہو کر صلہ ہوا دونوں مل کر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے لَمْ تَاْتِ کا جو اصل لَمْ تَاْتِی تھا لَمْ جازمہ نے آخر کی یٔ گرا دی۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر مَا لَمَانَہ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖۤ اَزْوَاجًا

marfat.com
Marfat.com

مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

اے مسلمان تو اپنی بشری کمزوری انسانی جبلّت فطری ایسری کی بنا پر غم افسوس حسرت والم اور خواہش بھری نظریں کفار و دنیا پرستوں کے اُس مال و دولت کی طرف پھاڑ پھاڑ کر مت دیکھ جس کا نفع دیا ہے ہم نے مختلف قسم کے چند گاؤں ہندوؤں عیسائیوں بت پرستوں وغیرہم کو صرف دنیا کی چند روزہ زندگی کی کھلی بہاروں چڑھتی ہواؤں میں تاکہ ہم آزمائش کریں ان کی اُن کے نتیجے اور دولت کی رغبت زندگی کی چاہت سے۔ اور اُلجھے رہیں وہ دنیا سازی میں یہ دنیوی دولت نوکری آجائش ہے جس میں بڑے بڑے کفار و فساق پھنک کر بہے چلے جاتے ہیں۔ عالم اجسام کی یہ عزتیں شہرتیں سب رب تعالیٰ کا رزق نہیں بلکہ فتنہ پرور جہلتیں اور آزمائشی ڈھیلیں ہے ان میں نہ بقا ہے نہ خیر یہ خیر و بقا کی فضیلت تو تیرے رب کریم کے رزق میں ہے اس میں ہی خیر ہے اور وہ ہی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے نہ اُس کو فنا نہ خرابی وہ حیاتِ دنیوی میں بھی شجرۂ طیبہ ہے۔ کہ بندۂ مومن اسی رزقِ الٰہی کے ذریعے آخرت کی خیر کثیر جمع کر لیتا ہے۔ اس طرح کہ رب تعالیٰ یہ رزق مال کی شکل میں دنیا کے اندر اور اعمال کی شکل میں قبر و حشر میں بندے کے ساتھ ہی چلتا پھوتا اور نفع بخشتا ہے۔ دنیوی دولت کفار و فساق کو ملی اور رزقُ ربّك۔ اللہ والوں کو ملا۔ دونوں میں فرق بتا دیا گیا کہ رزق کو فنا نہیں شر نہیں۔ خیر و بقا ہے۔ دنیوی مال میں خیر نہیں بقا نہیں۔ فنا و شر ہے اس آیت کی چند اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں مگر یہ بالدلائل ہے۔ دلیل اوّل اگرچہ یہاں صیغہ واحد مذکر حاضر ارشاد ہوا مگر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ لفظاً معناً یہ خطاب اور حکم ممانعت تا قیامت عام مسلمانوں کو ہے اس خطاب میں کمزور دل اور فطرتاً لالچی مسلمانوں کو التفاتِ دنیوی سے روکا گیا ہے۔ اس لیے کہ یہاں آیت کے سیاق و سباق میں آدم و حوا علیہما السلام کے واقعہ سے نقشۂ انسانی اور بشری کمزوریاں سمجھائی جا رہی ہیں کہ لالچ حرص خواہش دولت کسی دولت مند کو دیکھ کر رشک و حسد کرنا اور دنیوی دولت مند کو کامیابی و سچائی کی دلیل بنا لینا یہ عام انسانی کمزوری ہے۔ نبوّت و رسالت کا مقام ان عیوب سے معصوم اور پاک ہے۔ دلیلِ دوم۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو ہمیشہ چھ چیزوں سے نفرت رہی (۱) دولت مندی سے (۲) بادشاہت سے (۳) دنیوی عیش و آرام سے (۴) مشغولیتِ دنیا سے (۵) اور دنیوی شہرت سے (۶) حصولِ جاہ و مرتبہ سے۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی قلبی مرضی سے اپنی زندگی پاک اتنی سادہ اور غریبانہ بنائی تھی کہ آپ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ

marfat.com
Marfat.com

مِسْكِيْنًا یا اللہ مجھ کو مسکین ہی زندہ رکھنا اور مسکینیت میں وفات دینا دلیلِ سوم۔ حدیث پاک میں ہے کہ رب تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عالمِ ازل میں پوچھا کہ تم کو دنیا میں بادشاہ نبی بنایا جائے یا نبی عبد بنایا جائے تو آپ نے نبی عبد بننا پسند فرمایا۔ دلیلِ چہارم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو بار بار صحابہ کرام کو دنیا اور دنیا کی دولت امیری رئیسی عیش وعشرت سے نفرت دلایا کرتے تھے غریبی فقیری کی شان بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا کہ بندو اللہ تعالیٰ نہ تمہارے مال دیکھتا ہے نہ تمہاری شکلیں وہ تمہارے دل دیکھتا یعنی مال بنانے کی کوشش نہ کرو ظاہری فیشن پرستی سے سجنے سجانے کی ضرورت نہیں دلوں کو منور بناؤ کبھی فرماتے ہیں اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَّطَالِبُهَا كِلَابٌ یعنی دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔ کبھی فرماتے کہ اسے لوگو جو دنیا میں نظر کیے گا پریشان رہے گا احساسِ غریبی میں کڑھتا رہے گا مگر ملے گا وہی جو تقدیر میں ہوگا۔ کبھی فرماتے کہ میں دنیا میں نہیں اور دنیا مجھ میں نہیں۔ آپ ہی کا فرمانِ مقدس ہے۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ۔ ان تمام باتوں آیتوں روایتوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی شانِ لَا تَمُدَّنَّ۔ بطریقہ اُکمل رکھتے تھے تو پھر نبی کریم کو ہی لَا تَمُدَّنَّ فرمانا تحصیلِ حاصل ہے جو واقعتاً محال ہے۔ اور محال بات کلام ربانی کے خلاف کیونکہ حکمت حکیم کُلی وکُلی کے منافی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا کہ لَا تَمُدَّنَّ کا لفظ خطاب اور حکم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر معناً خطاب اُن تمام نومسلم یا عام مسلمانوں کو ہے جن میں بشری کمزوریاں غالب ہیں (از تفسیر صاوی۔ روح المعانی) بعض نے لکھا کہ لَا تَمُدَّنَّ میں لفظاً معناً خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہے مگر اس امر میں بھی اور پورے قرآن مجید میں جہاں بھی کسی امر یا نہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا وہاں امر یا نہی کا انشاء مراد نہیں ہوتا بلکہ استمرارِ امر یا نہی مقصود ہوتا ہے۔ یعنی اے نبی تم ایسا ہی کرتے رہو اسی طریقے اور عادتِ کریم پر قائم وثابت رہو تاکہ آپ کا یہ عمل شریف امت کے لیے تا قیامت عملی نمونہ اور تبلیغِ فعل ہو جائے تو اب لَا تَمُدَّنَّ کا معنی یہ کہ آپ حسبِ سابق آئندہ بھی کبھی اپنی نگاہیں اور توجہ کبریٰ دنیا داروں کی دولت پر نہ کیجئے تاکہ امت بھی آپ کی اسی سنتِ موکدہ کے وجوبی اُسوۂ حسنہ پر چل کر دنیا و اہلِ دنیا سے بے پرواہ رہے۔ حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفسیر اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے کہ شانِ نزول کے اعتبار سے لَا تَمُدَّنَّ کا خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے اور معنی یہ ہے کہ اے محبوب غصے اور غضب وقہر کی نگاہ سے نہ دیکھئے ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ ان بدبختوں کا یہ عیش وآرام

marfat.com
Marfat.com

دولت وثروت۔ عزت وشہرت تو چند گھڑیوں کی ہے یہ تو زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہے۔ اُترتی چھاؤں ڈھلتی چاندنی ہے کھلتے پھول چمکتی کلیاں مسکراتے غنچے۔ لُبھاتی بہاریں ہیں۔ ابھی چند ساعتوں بعد موت کی خزاں ہیں چھا جائیگی۔ دولت کے پھول۔ عشرت کی کلیاں سب مُرجھا جائیں گی۔ بقا تو رزقِ ربانی میں ہے خیر تو دولتِ ایمانی میں ہے جو سدا بہار ہے یہاں دنیا میں اُن کی اکڑ پکڑ بیہودہ غرور پرغم وغصہ رنج وافسوس کرنے کی ضرورت نہیں ان پر غم وغصہ قہر وغضب قبر وحشر میں اُتارا جائے گا۔ دنیا کے چمن خزاں سے مرجھائیں اور غافلوں کی عیاشیاں موت کے ایک جھٹکے سے ختم ہوجائیں مگر اے حبیب۔ رَزْقُ رَبِّكَ تجھ پر تیرے رب کے باغِ عطا کی بہاریں تیرے فیضِ تقسیم کے چشمے کائنات پر ہمیشہ جاری تیرے قصیدے دلِ فرشتہ تک تیرے چھنڈے سرِ عرش تک میری حمد خوانی خیر ہے تیری نعت خوانی ابقی ہے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ اے محبوب آپ اپنے تمام اہل وعیال اور تینوں قسم کے اہل بیت ومتعلقینِ امت کو نماز کا حکم دیجئے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت تین قسم کے ہیں ۱ اصل اہل بیت یعنی ازواج پاک چار صاحبزادیاں ۲ داخل اہلبیت یعنی مولی علی۔ حسن وحسین ۳ لاحق اہل بیت۔ خاص خدام ومتبعین نبی پاک نے ایک مرتبہ سلمان فارسی کو اپنا اہلِ بیت فرمایا یہ لاحق ہوئے (از بسیع سنابل) وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ اور اس حکم دینے پر قائم رہئے یعنی دیتے ہی رہئے۔ اس لیے کہ یہ تلقینِ نماز شرعی قانون بنا دیا گیا ہے ہر مسلمان مرد وعورت پر اپنے سات سالہ بیٹے بیٹی سے لے کر شادی شدہ بیٹے بیٹی واولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے رہنا فرض ہے یہ ابلیس کا مقابلہ ہے جب ابلیس در غلانے سے نہ تھکتا ہے نہ شرماتا ہے نہ اُکتاتا ہے تو مسلمان اپنی اولاد کو نماز سکھانے پڑھانے اور آمادہ کرنے کے لیے کیوں اکتائے شرمائے گھبرائے اور تھکے۔ تاکہ دل جمعی سے نماز پڑھنے کی عادت ہوجائے۔ اقامت واستقامت نماز کے سات فائدے پہلا یہ کہ نماز ہی بندے کے مطمحِ نظر معیارِ فکر اور قوت وقدر کو بدلتی ہے دوم یہ کہ نماز کی برکت سے بندہ حلال پر قانع حرام سے مانع۔ محنت ومشقت کے آنے پر صبر کرتا ہے۔ سوم یہ کہ نمازی بندہ لَا تَمُدَّنَّ کا مظہر اتم ہوجاتا ہے اس کی نظروں میں دنیوی سازوسامان اور دنیا پرستوں کا عیش وعشرت کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ وہ اہلِ دنیا کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا چہارم یہ کہ۔ نماز سے تقویٰ ملتا ہے اور تقوے سے ادب۔ ادب سے ہدایتِ قرب جس کا انجام بہت اچھا پنجم یہ کہ نماز رحمت کی چابی اور رضا کا دروازہ ہے۔ بعض محققانے لکھا۔ کہ وَاصْطَبِرْ

marfat.com
Marfat.com

کا معنی ہے کہ۔ اے نبی خود بھی نماز قائم رکھ۔ مگر یہ جمہ و معنی غلط اور گستاخی ہے کہ یہاں پھر تحصیل حاصل کا اعتراض پڑ جاتا ہے۔ بھلا جو نبی بچپن۔ جوانی میں غاروں میں محراؤں میں فرش پر عرش پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بھولا اس کو اب حکم دینے کی کیا ضرورت ہے۔ جس نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا امت کو یاد کیا جس کے سجدے نورِ عبادت جس کی عبادت طرزِ کرامت جس کی کرامت نورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم جس کی عبادت سے غارِ حرا کے پتھروں نے خشیتِ الٰہی کا درس لیا جس کی تلاوت کے گواہ چاند و سورج جس کے سجدوں کی شہادت جلیلہؑ کی بکریاں دیں۔ کیا وہ اب عبادتِ رحمانی نمازِ ربانی نیازِ عرفانی کو چھوڑ سکتا ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ رَاْمُرُ اور وَاصْطَبِرْ میں اگرچہ ظاہری خطاب کا اشارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر حکمِ شرعی صرف امت کے لیے ہے۔ اور اصْطَبِرْ سے مراد تلقینِ نماز کی پابندی ہے یعنی ہم یہ نماز کی پابندی بندے کو اہلِ دنیا سے بے رغبت مولیٰ تعالیٰ سے بارغبت اور دنیا سازی و پرستی سے نفرت دلاتی ہے۔ سنتم یہ کہ مومن سے حرص لالچ۔ دنیا طلبی رشک و حسد کی بیماریاں ختم کرتی ہے لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا۔ اے بندے ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے نہ خود تیرا رزق۔ نہ کوئی شاہی ٹیکس نہ خراج ان عبادت سے ہمارا کوئی مفاد نہیں بندوں کا ہی فائدہ ہے نہ ہم بادشاہوں کی طرح کسی رعایہ کے ضرورت مند نہ ان سے کچھ لینے کے حاجت مند نہ آقاؤں کی طرح غلاموں سے خدمت تجارت کرانے مکاتبت لینے کے خواہش مند اے انسانو ہم نے تو تمہارا رزق بھی تمہارے ذمہ نہیں ڈالا نہ تمہارے اہل و عیال بال بچوں کا رزق تمہاری محنت مزدوری عقل و فکر صنعت و حرفت تجارت کے بل بوتے پر چھوڑا وہ بھی ہم ہی دیتے ہیں اور اس طرح دیتے ہیں کہ دانا اندراں حیراں ماند بڑے بڑے ذی علم و عقل ہماری عطا پر حیران رہ جاتے ہیں۔ تمہارے رزق و ضروریات کی یہ ذمہ داری ہم نے اپنے لیے کرم پر اس لیے لی ہے تاکہ تم اپنی یہ تھوڑی قیمتی زندگی حصولِ رزق میں برباد نہ کرو۔ روز و شب دنیا کی ہوس اور رزق رزق دیک بک میں نہ خرچا کر دو۔ تمہارے ذمہ صرف جتنی تمہاروں کا ابدی فضاؤں کا حاصل کرنا ہے اس کے لیے عبادت اور عبادت کے لیے نماز نماز کے لیے طہارت ظاہری باطنی اور طہارت کے لیے رزقِ حلال اگرچہ تھوڑا ہو اور جو وقتِ مہیا عبادت سے بچے ذکرِ الٰہی کے بعد ملے اس وقت تم محنت جانبازی صنعت سازی سے رزقِ حلال کے لیے دنیا میں چلو تو جائز ہیں یعنی زندگی کا اوّلین مقصد عبادت ہو۔ روزی کمانا مقصدِ ثانیہ ہو۔ مقصدِ حیات نہ بنا لو۔ ایسا نہ ہو کہ دکان سے فرصت تجارت سے فراغت نوکری سے رخصت ملی تو نماز پڑھی۔ غفلت و سستی۔ مارے باندھے کی عبادت کر لی۔ اینٹھتے اٹھلاتے اُباسیاں بھرتے ریاضت پائی نہ ذوق نہ

marfat.com
Marfat.com

شوق نہ الفت نہ محبت، سر کھلا ٹخنے ڈھکے بازو چڑھے، بھاگتے دوڑتے سجدے میں گرے رکوع میں جھکے فرض پڑھے اور نفل و مستحب میں آئے آخر بھاگے اوّل منتوں سے کترائے تعلوں سے گھبرائے دعا سے شرمائے بدن نازیں دل دکان میں گریا یہ دکان ہی مروتی ہے ملازمت بچے رازق ہے تجارت ہی روزی رسان ہے اور بھول گئے کہ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ہم ہی تجھ کو تیرا رزق دیتے ہیں بلکہ ہر ہر مخلوق کو اور ہر ہر مروتی کے اہل وعیال کو بھی ان کی شمار کی برابر والدہ کو دودھ دیا شیر خواروں کے برابر باپ کو روزی دی اولاد کے برابر، اُستاد کو شاگردوں کے برابر، پیر کو مریدانی لنگر خانے کے برابر بادشاہ کو رعایہ کے برابر اور اپنے محبوب محمد مصطفیٰ قاسمِ نعمت رحمۃ للعلمین کو علیین برابر کہ رب تعالیٰ کی طرف سے وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى کی بشارت سنائی گئی نبی کی طرف سے اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ کی منادی کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم رزق کے معطی ہیں۔ محبوب نے فرمایا اَنَا قَاسِمٌ میں رزق کا قاسم ہوں اے محبوب نَحْنُ نَرْزُقُكَ۔ ہم تم کو رزق دیتے ہیں تم ہماری مخلوق پر تقسیم کرتے ہو۔ تا ابد یہ سلسلہ ہے۔ اے بندو اِس کو نہ بھولنا یہ درسِ محبت سبق الفت۔ قانونِ پرورش طریقۂ تربیت ہی تقوے مومن ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ اور دنیا و آخرت میں نیک انجام اچھا اختتام بالخیر خاتمہ تقوے اور اہلِ تقویٰ کا ہی ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ یہی آیاتِ الٰہی ہیں معجزاتِ مصطفائی ہیں یہی شریعت ہے یہی طریقت اے مسلمانو اسی عمل و عقیدے پر تا عمر مضبوطی سے قائم و کاربند رہنا کسی بدبخت کافر بدنصیب فاسق، اور نبی نفیر کے کسی مغرور دولت مند ہیودی یا قبیلہ بنی قریظہ کی بے مراد عیسائی رئیس یا تا قیامت کسی منکر معجزاتِ رسالت اور منکر افتیاراتِ نبوت گستاخ کے کہنے میں نہ آنا وہ تو ہزارہا معجزے دیکھنے کے باوجود کہتے ہی رہتے ہیں۔ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ کافر بولے یہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہمارے پاس وہ نشانی آیت کیوں نہیں لاتے جو ہمارے مطالبوں کی ہے اپنے رب کے پاس سے تاکہ وہ بڑی آیت اُن کی نبوت کی دلیل اور ہماری خواہش بن جائے حالانکہ یہ بین نبوت سے اب بڑھا پے تک بے شمار لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً چار ہزار پچاس معجزے اور آیاتِ نبوت دیکھیں تیس آسمان کا چاند چرتا دیکھا زمین سے چشمہ ابلتا دیکھا یہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن کبھی شاعر کبھی کاذب کبھی ساحر کبھی مسحور کبھی مجنون کہتے رہے۔ ایک ہی معصوم ہستی کے متعلق اتنی متضاد باتیں کرنی تو خود کہنے والوں کی حماقت کی دلیل ہے مسحور بھی ساحر بھی مجنون بھی کاہن بھی ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص نہیں ہو سکتا نیز ان

marfat.com
Marfat.com

پرتو ہو گر کا جادو چل سکتا ہے مگر آسمان پر کسی کا جادو نہیں چل سکتا نہ کسی عام کافر کا نہ جھوٹی نبوت کا نہ جھوٹی خدائی کا نہ آنے والے دجال کا ان ہندی یہودیوں سے کوئی پوچھے۔ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ۔ کہ ان کے پاس وہ آیتیں نہیں آئیں جن کا ذکر پہلے صحیفوں کتابوں توریت زبور انجیل میں لکھا ہے۔ ان میں کفار کے مطلوبہ معجزوں کے آنے کا ذکر بھی ہے اور ہمارے اِس محبوب نبی کی شان و قرآن کی بشارتیں بھی لکھی ہیں۔ تم لوگ دن رات اُن کو پڑھتے سنتے ہو تو کیا تم نے یا تمہارے بڑوں نے اپنے اُن مطلوبہ معجزات کو پا کر ایمان قبول کیا تھا اور کیا اُن تمہاری پسندیدہ کتابوں میں لکھی ہوئی بشارتیں ہمارے اس نبی کی نبوت قرآن کی صداقت پر دلیل نہیں ہیں؟ قلبِ فہیم اور عقلِ سلیم والے کے لیے تو یہ گھر بلو دلیل بہت بڑی آیت و دلیل ہے۔ پہلے انبیاءِ کرام سے بھی تم اس طرح کہ غیر ضروری مطالبے ایمان لانے کی شرط پر کرتے رہے صالح علیہ السّلام سے اونٹنی کا مطالبہ کیا۔ حضرتِ موسیٰ سے عصا ید بیضا اور من و سلویٰ پتھر سے چشموں کا مطالبہ کیا حضرتِ ہود سے چشموں نہروں باغوں کا مطالبہ کیا اور یہ سب مطالبے پورے کئے گئے مگر وہ کفار پھر بھی نہ ایمان لائے نہ بندہ بنے۔ اس لیے وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ اب تم پھر اُسی قسم کے ہلاکت خیز مطالبے کر رہے ہو یہ سب تمہارے احمقانہ طفلانہ مطالبے بچگانہ باتیں ہیں۔ یہ اب اس لیے نہ مانے جائیں گے کہ اب رحمۃ للعالمین کا زمانہ ہے اور کیا یہ بھی حیران کن معجزہ نہیں کہ ایک نبی اُمّی کی زبان سے قرآن مجید کے ذریعے وہ واقعات تم سن رہے ہو جو صُحُفِ اُولیٰ میں تم پڑھتے ہو کیا یہ آیتِ ربانی معجزاتِ نبوت و دلیلِ رسالت نہیں ہے کہ جس شخصیت نے تمہاری کتابوں کو دیکھا تک نہیں نہ کسی درس گاہ میں درس لیا نہ تم سے سنا نہ تمہارے کسی استاد سے جس کی پوری زندگی تمہارے سامنے گزری۔ وہ شخص تم کو وہ سب کچھ کھلا کھلا سنا رہا ہے جو تم اپنی ہی قوموں سے چھپاتے بدلتے رہتے ہو۔

مفسرین کے مختلف اقوال

اَزْوَاجًا میں تین قول ہیں ۱ مختلف قسم کے کفار ۲ مختلف قسم کے اَموال ۳ مختلف قسم کے حالات۔ اَھْلَكْنَا میں تین قول ہیں ۱ اہلِ اہلِ بیت مراد ہیں یعنی ازواج و اولاد ۲ داخلِ اہلِ بیت مراد ہیں۔ یعنی مربوب اور تعلق دار زیرِ تربیت و زیرِ پرورش۔ اسی لیے جب یہ آیت وَاْمُرْ اَھْلَكَ نازل ہوئی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم مولیٰ علی شیرِ خدا کو آٹھ ماہ یا ایک ماہ تک نمازوں کی تلقین فرماتے رہے اور فجر کی نماز کے لیے جگاتے رہے ۳ لاحقِ اہلِ بیت مراد ہیں۔ یعنی تبع فرماں بردار قوم قبیلہ یہاں

marfat.com
Marfat.com

آیت ۱۳۱ سے ۱۳۲ تک پانچ امر اور چار خبر ارشاد ہوئے ہیں۔ ان کے خطابی موضع میں تین قول ہیں ۱۔ لفظاً بھی خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور معناً بھی ۲۔ لفظاً تو خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر معناً امت کو خطاب ہے ۳۔ لفظاً اور معناً حضور اُمتِ مسلمہ اور تا قیامت مسلمانوں کو ہی خطاب ہے اور یہ قانون ساز آیت ہیں۔ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا میں دو قول ہیں ۱۔ اس سے مراد دنیوی رونق چمک دمک ۲۔ یہ تشبیہی جملہ ہے اور کفار کی خوب صورت زندگی کو کلی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کلی کی تر و تازگی چند دن کی ہوتی ہے اسی طرح کفار کے یہ ناز نخرے عیش و عشرت مال و دولت چند گھڑیوں کی ہے اور پھر جس طرح غنچہ کلی۔ اور کلی پھول۔ پھر مرجھا کر کانٹا بن جاتا ہے اسی طرح اہلِ دنیا کافرین غافلین ماغین کی زندگی و زندگی کی زیب و زینت پہل پہل قابلِ زوال و فنا ہے لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ کے معنی میں دو قول ہیں ۱۔ ہم دنیا میں ان کو آزما رہے ہیں ۲۔ یہ دنیوی عیش و آرام ان کے لیے اس میں فتنہ و مصیبت ہے کہ یہی ہر چیز قبر و حشر میں عذاب بن کر سامنے آئیگی۔ لَنَفْتِنَهُمْ میں دو قول ہیں ۱۔ ہم اپنے لیے تم سے کچھ رزق نہیں مانگتے جس طرح دنیا کے سلاطین رعایہ سے ٹیکس جزیہ و خراج کا مطالبہ کرتے ہیں یا آقا اپنے غلاموں سے خدمت و مکاتبت مانگتے ہیں ۲۔ ہم تمہارا رزق تم سے نہیں مانگتے۔ ہم خود ہی تمہارا رزقِ تقدیری تم کو دیتے ہیں دیتے رہیں گے۔ تم صرف اپنے نفع مفاد ترقی درجات اُخروی مقامات کے لیے اعمالِ صالحہ کرو وہ ہم نہ دیں گے۔

فائدے ان آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ**۔ تمام عبادت میں اہم عبادت نماز ہے۔ یہ صرف عبادت ہی نہیں بلکہ ایمانی زندگی کا پورا نقشہ ہے اذان تکبیر لباس طہارت، صفائی۔ والی زندگی کا لہجہ ہے۔ انسانی زندگی کو حیوانیت سے بچا کر ملکوتی زندگی بنا دیتی ہے۔ اسی لیے ہر والدین پر فرض ہے کہ اپنی سات سالہ اولاد کو نماز پڑھائے سکھائے اور تلقین کرے اور دس سالہ اولاد کو مار کر نماز پڑھائے۔ اسی دس سالہ عمر سے لڑکے لڑکی کا سونا جاگنا الگ کر دے خلوت پر نظر رکھے۔ دوستی ہمسایگی کا دائرہ محدود کرے۔ یہ فائدہ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**۔ کسی مسلمان کو دنیا کی کسی چیز پر دل نہ لگانا چاہئے یہ اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔ کیونکہ دنیا کی ہزار سالہ عمر والی زندگی بھی چند لمحات کی مثل ہے۔ یہ فائدہ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ زَهْرَة کا معنی ہے کلی۔ اور تمام نباتات میں خوب صورت بھی کلی ہوتی ہے اور نازک بھی۔ اور اسی نازکیت کی وجہ سے جلدی فنا بھی **تیسرا فائدہ**۔ دنیا کی محبت انسان کو ہر طرح سے اندھا کر دیتی ہے۔ اور دنیا میں اندھا بنا کر چلتا

marfat.com
Marfat.com

اعمال میں ناکام و نامحان ابدی میں فیل کر دیتا ہے یہ فائدہ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ فرمانے سے حاصل کہ فتنہ کبھی نفع نہیں دے سکتا۔

احکام القرآن اِن آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**۔ فطرتاً کسی کی چیز کو دیکھ کر انسان کی نظر دو چیزوں میں تین چیزیں آتی ہیں (۱) حسد (۲) رشک (۳) غبطہ۔ ان میں فرق یہ ہے کہ حسد کا معنی ہے کہ یہ چیز اُس کے پاس نہ رہے مجھے مل جائے رشک یہ ہے کہ اسے یہ چیز یوں مل گئی نہ ملنی چاہیئے تھی۔ غبطہ یہ ہے کہ یہ چیز مجھے بھی مل جائے۔ قانونِ شریعت کے مطابق دنیوی اشیاء اور دنیا داروں کی چیزوں میں یہ تینوں حسد رشک اور غبطہ حرام ہیں۔ لَا تَمُدَّنَّ میں اسی کا ذکر ہے مگر دینی چیزوں میں حسد حرام رشک ناجائز اور غبطہ جائز ہے۔ بلکہ نظر دنیا کے علاوہ دینی امور پر غبطہ کرتے ہوئے اُس کے حصول کے لیے دعا مانگنا بالکل جائز و مستحسن ہے مثلاً یہ کہنا جائز ہے کہ یا اللہ مجھ کو حضرت عثمانؓ جیسی دولت و سخاوت اعطا فرما۔ یہ مسئلہ لَا تَمُدَّنَّ میں زَوَاجًا مِّنْهُمْ کے ذکر سے مستنبط ہوا۔ اس لیے کہ کفار و فساق کی دولت زہرۃ الحیوٰۃ الدنیا ہے اور عثمان غنی کی دولت خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ہے۔ **دوسرا مسئلہ**۔ اولاد بھی والدین کے لیے اندھوں کی طرف سے ایک کڑا امتحان ہے۔ کامیاب والدین وہ ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو جو چاہے مسلمان بنا دیا جس کے لیے ضروری ہے کہ ماں باپ بچپن سے اپنی اولاد کو دینداری اسلامی تہذیب سکھانا شروع کر دیں تاکہ اسی عادت اور رنگ ڈھنگ میں اولاد پلے پڑھے۔ مثلاً استنجا کرنے کے لیے اسلامی آداب کعبہ معظمہ کی شناخت وضو کے طریقے نمازیوں والا لباس ٹوپی وغیرہ کی عادت ڈالیں۔ صحیح تلفظ پیاری قرأت کے ساتھ نماز و تلاوت سکھائیں۔ طریقہ ادا کی مشق کرائیں۔ غرضکہ ہر نماز کے وقت وضو لوٹے مصلے کی گہما گہمی سے ہر مسلمان کے گھر میں عید جیسی دھوم مچ جائے یہ مسئلہ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**۔ بعض خطیب اور ائمہ مساجد دعا کو شروع کرتے وقت اور یہ کلمات پڑھتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ یہ ترتیب غلط ہے۔ یہ کلمات اس طرح پڑھنے چاہئیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ یعنی حمد کے بعد صلوٰۃ ہو۔ پھر وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ہو یہ مسئلہ یہاں قرآنی ترتیب سے مستنبط ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے آیت ۱۳۰ میں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ فرما کر حمد الٰہی کا ذکر پہلے کیا۔ پھر آیت ۱۳۲ میں اَوَّلًا شروع میں بالصلوٰۃ فرمایا۔ پھر آخر میں وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى یعنی

marfat.com
Marfat.com

لِاَصْلِ بالتقویٰ۔ فرمایا۔ شرعی زبان میں درود شریف کو بھی صلوٰۃ ہی کہتے ہیں نیز عاقبت کا معنیٰ ہی آخری انجام ہے تو اس کو آخر میں پڑھنا چاہئے یہ ہی ادب ہے۔ یہ غلط ترتیب نہ معلوم کس امتی نے شروع کی تھی جو قرآن و حدیث کے بھی خلاف ہے۔ اور ادبِ نبوت کے بھی **چوتھا مسئلہ**۔ ان آیات سے اسلام کی صحیح اور سچی تعلیم یہ ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان صرف عبادت کے اوقات میں عبادت کریں۔ اُن کے علاوہ اوقات میں ہر طرح کا دنیوی جائز کاروبار تجارت محنت مزدوری کریں رزقِ حلال کمانا بھی عبادت ہے یہ مسئلہ یہاں وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ۔ اور آیت نمبر ۱۳ میں بیان کردہ نماز کے پانچ اوقات ارشاد فرمانے سے مستنبط ہوا کہ نہ ہر وقت نماز نہ ہر وقت دنیوی کام۔ اوقاتِ نماز کی یہ ترتیب ہی بتا رہی ہے کہ اے مسلمانو تم اپنی دنیا کو بھی دین بناؤ کہ ساری عمر یہ ہی دوڑ رہے کہ گھر سے مسجد مسجد سے دکان، دکان سے مسجد تاکہ تمہاری ساری تجارتی محنت مزدوری، دنیا اور نماز کے غلافوں میں لپٹی ہو۔ جب مسلمان دکاندار کلمہ کا ورد پڑھتے مسجد سے اُٹھ کر دکان میں جائے۔ باوضو سودا بیچے تو کب دل چاہے گا حرام بیچنے اور جھوٹ بولنے اور ملاوٹ کرنے دھوکہ فریب دینے کو۔ یہ چور بازاری رشوت خوری ملاوٹ دوزی ذخیرہ اندوزی تو بے نمازی ہی کرتے ہیں۔ اسی لیے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ کا حکم ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں پہلا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ۔ یعنی کفار قریش کے مال دولت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ حالانکہ آنکھ کا کسی چیز کی طرف اُٹھ جانا اس کو دیکھ لینا غیر اختیاری فعل ہے انسان کے بس کی بات نہیں آتے جاتے اچانک بھی نظر پڑ جاتی ہے تو اس غیر اختیاری فعل پر یہ پابندی کیوں لگائی گئی جواب یہ اعتراض تب پڑتا تھا جب کہ یہاں لَا تَنْظُرَنَّ بِالْاَبْصَارِ نہ ہوتا۔ یہاں فرمایا گیا ہے لَا تَمُدَّنَّ یعنی قلبی چاہت لمبی دلچسپی رشک و تمنا کی نگاہ سے آنکھیں پھاڑ کر نظریں گاڑھ کر اور احساس کمتری کا شکار ہو کر مرعوب ہو کر کسی چیز کو دیکھنا اور دیکھتے ہی چلے جانا اس کو عربی میں مَدّ العین کہتے ہیں انسان کے اپنے بس میں عقلی فکری اختیار میں ہوتا ہے ایسی نگاہ پر ہی لَا تَمُدَّنَّ سے پابندی لگائی گئی ہے یہاں غیر اختیاری یا اچٹتی نگاہ کا ذکر نہیں۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا۔ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا۔ یعنی اے مسلمان تو صرف نماز پر قائم رہ تیرا بس یہی کام ہے ہم تجھ سے تیرا رزق نہیں لیتے بلکہ خود ہی کھلائیں گے رزق دینا ہمارا کام ہے تجھے اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو تجارت محنت اور روزی کے لیے کام دھندا کرنا منع ہے حالانکہ اس کے بغیر گزارہ نہیں نہ ایسا کوئی مشاہدہ ہے کہ کسی مسلمان کو مسئلے پر

marfat.com
Marfat.com

بیٹھے بیٹھے گھر کا خرچہ ملا ہو۔ جواب وَاصْطَبِرْ اور لَا نَسْئَلُكَ کا معنی و تفسیر وہ نہیں ہے جو معترض نے سمجھی وَاصْطَبِرْ کا معنی یہ ہے کہ اپنے اہل کو نماز کا حکم کرتا رہ اور اس حکم کرنے پر قائم رہ اس کا معنی یہ نہیں کہ مسلمان ہر وقت نماز ہی پڑھتا رہے۔ اس سے پہلی آیت میں نماز کے پانچ وقت بیان کر دیئے گئے کہ نماز صرف ان اوقات میں پڑھو باقی وقت میں کاروبار کرو لَا نَسْئَلُكَ سے دو باتیں سمجھائی ہیں ۱ یہ کہ تمہاری نمازوں عبادتوں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں جس طرح رعایہ کے کاروبار سے بادشاہ کو ٹیکس عشر خراج اور جزیہ محصول سے مفاد ہوتا ہے یا غلاموں کے کاموں سے آقا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس طرح کا کوئی فائدہ رب تعالیٰ کو بندوں سے نہیں۔ اللہ اپنے بندوں سے کچھ نہیں مانگتا عبادت سے خود بندوں کو ہی فائدہ ہے ۲ یہ کہ دنیوی کاروبار میں اتنا مشغول مت ہونا کہ آخرت و عبادت بھول جائے۔ تم کاروبار کو فقط ایک تدبیر و حیلہ سمجھنا اس کو اپنی تقدیر نہ سمجھ لینا۔ تقدیری رزق دینا ہمارا کام ہے اسی لیے بعوسہ صرف ہم پر کرنا۔ تیسرا اعتراض۔ یہاں پہلے فرمایا گیا۔ مَتَّعْنَا بِهٖ یعنی ہم نے ان کو متاع اور سامان دیا پھر فرمایا نَحْنُ نَرْزُقُكَ۔ یعنی اے مسلمان تم کو بھی ہم رزق دیتے ہیں۔ درمیان میں فرمایا گیا وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ سوال یہ ہے کہ کفار کو متاع رب نے دیا اور جو چیز رب دے وہ رزق ہوتا ہے اور رزق کی شان ہے خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ تو لازم آیا کہ متاع کفار۔ رزق ہے اور خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ہے۔ تو مومن و کافر کے مال میں فرق کیا رہا۔ جواب۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو بھی دنیا میں دولت و عزت دیتا ہے اس کی تین کیفیتیں ہوتی ہیں ۱ وہ متاع ہے ۲ عارضی ہے ۳ امتحانِ ربانی ہے یہاں تک کہ دنیوی زندگی اور موت کا بھی یہ ہی حال ہے خواہ کافر و فاسق کو دولت عزت شہرت ملے یا مومن متقی کو سب ہی متاعِ عارضی و امتحانِ اُخروی ہے لیکن مومن متقی اپنی عبادت ریاضت حلال ذریعوں صدقہ و خیرات سے اسی متاع کو رزق بنا لیتا ہے اور عارضی کو دائمی کر لیتا ہے اور لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ کو اَلْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ بنا لیتا ہے۔ مومن کی دولت و عزت کو رِزْقُ رَبِّكَ کا پیارا لقب مل جاتا ہے اور خَيْرٌ وَّاَبْقٰى کی سند مل جاتی ہے۔ کافر کی حماقت اور فاسق کی غفلت کافر کے غرور فاسق کے فتور کی وجہ سے اس کی دولت و عزت آمائشِ الٰہی میں ناکامی کی بنا پر متاعِ فانی ہی رہتی ہے۔ ایسی ہی نقصان دہ آفت تباہ کرنے والی دولت عزت سے بچنے بچانے کا حکم اور لَا تَمُدَّنَّ کی نہی وارد ہوئی۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ

marfat.com
Marfat.com

وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ اے منزلِ مقصود کے سالکِ معرفت۔ خارزارِ عشق کے راستے میں قلبِ ذوق اور قالبِ شوق سے چلنے والے طیورِ نفس کے میلان سے زخارفِ دنیوی کی طرف نفسانی چاہتوں نے اپنی عیونِ عقلیہ تنویرِ فکریہ اور بصارتِ بدنیہ بصیرتِ سریہ کو لمبا نہ کر کیونکہ یہ باغ و گلکشت کھیلیاں تو بازیچۂ اطفالِ اہلِ دنیا ہے اور دنیا والوں کی ابتلاؤ آزمائش کی صورتیں ہیں۔ تو فقط اپنے رب کے رزق کا متلاشی بن تیرے رب تعالیٰ کا رزق حقانی لاہوتیہ معارفِ اخرویہ اور انوارِ روحانیہ اسرارِ روحانیہ کا ایسا خزانہ ہے جو افضل و اعلیٰ خیر و ابقیٰ ہے۔ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ اے بندۂ محبوب اس دنیوی تمدن عینی سے بچنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اپنے قوا و روحانیہ اعضاء و جسمانیہ تفکرات نفسانیہ کو نمازِ حضوری مراقبہ رکوعی انقیادِ سجودی کا حکم عطا فرما اور پھر اس حالتِ مجاہدہ کیفیاتِ کاشفہ پر قائم رہ یہ جو کچھ تو نے کرنا ہے اپنے لیے کرنا ہے ہم تجھ سے جبلتِ سفلیہ کا کوئی رزقِ مفاد کسبِ معاد نہیں مانگتے نہ تیرے کمالاتِ جسّیہ کا اور نہ تیرے مدرکاتِ نفسیہ کا ہم خود تجھ کو جہتِ علویہ معارفِ روحانیہ اور حقائقِ قدسیہ کا رزقِ ابدی دیتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ آخرت حمیدہ ثمرتِ محمودیہ اور خلوصِ وجیدہ کے لیے ذہبی اعمال بہتر ہیں جو اَلْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقٰى بننے کے لائق ہوں کیونکہ تقویٰ ہی انجامِ صالح ہے۔ اور تقویٰ نام ہے اس بات کا کہ بندہ طالبۂ بدنیہ عینیہ نفسانیہ غلاظت شیطانیہ نجاستِ لعینیہ سے خالی ہو جائے جس کو تقویٰ مل گیا وہی کامیاب و کامران ہو کر وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ کے زمرے میں شامل ہو گیا۔ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ قدرت کی ہزارہا نشانیاں دیکھنے کے باوجود اہلِ کدورت اپنی خواہشات مطالبات کی ہی تلقین کرتے ہیں۔ فرما دے اے مرشدِ اسرارِ باطن کہ اے کدورتِ ذہنیہ سریہ والو کیا تمہارے پاس معرفتِ الٰہیہ کے وہ نشانات نہ آئے تھے جو صحفِ قلوب کے قرطاسِ نفوس میں ظاہر ہوئے۔ معارفِ یقینیہ اور نفاستِ علویہ کی روحانی تحریروں میں دعرائس البیان داؤد عرلی حدیثِ پاک میں ارشاد ہے کہ دنیا سیرۃ متاع ہے۔ صورۃ حسین ہے۔ لذۃ سمیٹی ہے منظراً سرسبز ہے۔ نظراً تعجب ہے۔ عاقبتاً بے وفا ہے بعاد غایۃ ہے فطرتاً زہر قاتل ہے۔ خلقتاً نقصان دہ ہے حقیقتاً فانی ہے اس لیے اس پر صرف بیوقوف حمقا گھنٹا ہی فریفتہ ہوتے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا اگر بے وقوف لوگ نہ ہوتے تو دنیا ویران ہوتی۔ کیونکہ احمق لوگ ہی آخرت و عبادت سے غافل و بے پرواہ ہو کر دنیا سازی اور دنیا کو بنانے سجانے میں لگے رہتے ہیں علی علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

نے فرمایا کہ اے بندے تو دنیا کو اپنا رب نہ بنا اور نہ یہ دنیا تجھ کو اپنا بندہ اور پجاری بنا لیکن اور تو دنیا پرست بن جائے گا جس کا اولین نقصان یہ ہے کہ شہواتِ نفوس کا غلبہ ہوگا اور اس سے نورِ توفیق کی محرومی ملے گی اور یہ محرومی نُفُوْسَهُمْ قِيْدِ کی مردودی و ناکامی ہے۔ لہٰذا اسے مسافرِ منزلِ معرفت لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ تو اپنی دونوں نگاہوں کو یعنی نگاہِ بصارتِ نظری اور نگاہِ بصیرتِ قلبی کو دنیا کی چمک دمک پر نہ بڑھا یکسر توڑتا قیامت ہر بندۂ مخلص کو ہے مگر نبوت کی معرفت و ذریعے سے دیا گیا ہے اس لیے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام تین چیزوں میں مخصوص الخلائق ہیں۔ اوّلاً رویتِ حق میں دوم توحید بالسان میں سوم ذکر بالقلب میں نبی علیہ السلام کی معرفت اور وسیلے سے ہی دیگر اہلِ ایمان کو یہ دولتیں میسر آتی ہیں دنیا میں تمدّنِ عینی اہلِ المعرفت کے لیے شرک سِرّی و کفرِ باطنی ہے اور توحیدِ ایمانی میں شرک کی ملاوٹ نا گوار و مردود ہے۔ تمدّنِ عینی سے رویتِ حق کی محرومی ہے صوفیا کے نزدیک شرک چار قسم کے ہیں ۱ دنیا میں حسرتِ شرکِ رویتِ حق ہے ۲ ذکرِ زبانی توحیدِ لسانی کا شرک ہے ۳ حسرتِ قلبی ذکرِ قلبی کا شرک ہے ۴ خواہشِ عقلی شرکِ فہمی ہے شرک کوئی بھی ہو مردود ہے۔ اور اہلِ شرک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا۔ ازواج تین قسم کے ہیں ۱ ازواجِ اہلِ دنیا ۲ اہلِ آخرت ۳ ازواجِ اہلِ حق۔ اور ان تینوں کی تین منزلیں ازواجِ اہلِ دنیا کی پہلی منزل حیات دوسری مردودیت تیسری مغبونیت۔ ازواجِ اہلِ آخرت کی پہلی منزل عقلیت دوسری منزل معبودیت تیسری مسرورت اہلِ حق کی پہلی منزل کاملیت دوسری محمودیت تیسری منصوریت۔ اہلِ دنیا کا پہلا قدم مغروریت میں اٹھتا ہے دوسرا ہلاکت میں تیسرا اور آخری دولتِ عاقبت میں۔ اہلِ آخرت کا پہلا قدم ممنونیت میں اٹھتا ہے دوسرا مالکیت میں آخری جلالیت میں اہلِ حق کا پہلا قدم مامونیت میں اٹھتا ہے دوسرا مالکیت میں تیسرا جلالیت میں یہی آخری قدم انجامِ ابدی اور عاقبتِ ازلی ہے۔ اس لیے اے طالبِ سعادت رہِ محبت میں چلنے سے پہلے اپنی عینِ ظاہر و عینِ باطن کو عزتِ ابدی کے پانی سے اچھی طرح دھوئے تاکہ تیری دونوں آنکھیں رویتِ دنیا کے میل اور غفلتِ آخرت کے کچیل سے پاکیزہ ہو کر جمالِ ربانی کو دیکھنے کے لیے جلالِ نورانی کے سرمہ کی مستحق ہو جائیں اس دنیا میں حضرتِ جلال کے دروازے اہلِ دین کے لیے سدا کھلے ہیں۔ مَتَّعْنَا اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ اے لوگو ہم اس دنیا و دون میں ہر قسم کے بندے کو اس کے نصیب کا نفع دیر رہے ہیں لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ تاکہ اپنی اپنی متاع میں مشغولیت سے یہیں پر ہر شخص کا امتحان ہو جائے کیونکہ اسی امتحان پر ابدی انجام کا دارومدار ہے امتحانِ ربانی کا پہلا پرچہ نماز ہے انسان اپنے جسم کا بادشاہ ہے اعضاءِ ظاہری اس کے اہلِ بیت ہیں اعضاءِ باطنی اس کا لشکر میں یہ سب معاملہ آخرت میں ان کے بارے میں بندے سے سوال ہوگا۔ پس عاقل پر واجب ہے کہ متاعِ دنی

marfat.com
Marfat.com

کو رزق نہ سمجھے اور تحدیدِ کا آفاق کی تلاش میں لگا رہے۔ اسے سالکِ راہ لاہوت ماضی کو محو، حال کو فنا کر مستقبل کی فکر نہ کر۔ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا پھر اعراس کی کیفیتِ قلبی پر قائم رہ کیونکہ صبر مقامِ مشاہدہ ہے۔ اصطبار مقامِ مجاہدہ ہے جو نفس پر ضرب شدید ہے اور قلب پر واردات بلا ہے جس کی عاقبت وا انجام سکونِ ابدی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے رَوِّحُوْا کے لیے تسبیح مفید تر ہے اور نمازِ بقی ہے پہلی نمازِ جسمانی ہے یعنی فرائض واجبات سنن نوافل۔ دوسری نمازِ قلبی ہے یعنی دائمی حاضر لازمی محاضرہ قائمی حاضرہ واصبی محاسبہ۔ تیسری نمازِ نفسی ہے۔ کہ نفسِ ذات کو خصائصِ بشریہ کے منزل سے بچا کر صفاتِ روحانیہ پر عروج کرانا تاکہ جہنم مادی سے خروج اور جنتِ اشرفیت کے حضور میں دخول ہو۔ چوتھی نماز صلوٰۃ اسرار ہے یعنی ماسوا اللہ سے بے توجہ ہو کر بحرِ مشاہدہ میں مستغرق ہونا۔ پانچویں نماز صلوٰۃ روح کہ بندہ فنا فی اللہ ہو کر باقی باللہ ہو جائے۔ یہ پانچ معرفت کی نمازیں ہیں۔ اس نماز کے لیے تین کپڑے ضروری ہیں علم الیقین کی لوئی عین الیقین کا کرتہ حق الیقین کا پاجامہ، نمازِ جسمانی کا مصلّٰی حُمْدُ فِيْ صَلَوٰتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ہے قلبی نماز کا مصلّٰی هُمْ فِيْ صَلَوٰتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ہے۔ نفسی نماز کا مصلّٰی فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ ہے۔ نازِ اسرار کا وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ہے۔ نمازِ بعیت کا مصلّٰی نور فَاعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ہے۔ نمازِ روح کا مصلّٰی مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ہے یعنی قلب و قالب پر نقشِ مصطفیٰ سجا دینا یہی مقامِ فنا ہے اسی مقام میں بندے کو معراجِ مومن نصیب ہوتی ہے۔ بندے کا فنا فی نفسہٖ ہونا بقا بربہٖ کی منزل پا لینا ہے یہ نشاناتِ اعظم بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ ہیں۔ جو ہر اہلِ مشاہدہ کے نفسی و نفسیات پر ظاہر و جلوہ افروز و غلبہ اندوز ہے۔ اسے بندے تو ایسی پانچ نمازوں میں مشغول ہو جا۔ تاکہ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى کا انعام یافتہ بن کر عیالِ حبیب کے زمرے میں شمار ہو جائے۔ نفس کی تردید کر تا پاک و طہور نشاناتِ عبرت علاماتِ بصیرت دیکھ کر یہی۔ لَوْلَا يَاْتِيْنَا۔ کے فضول طعنے اڑا پتا ہے صورتِ نمازِ سیرتِ مصطفیٰ کا نقشہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ صفاتِ الٰہی ہیں اور قرآن و حدیث مظہرِ صفاتِ مصطفیٰ ہیں۔ اسی لیے ام المومنین عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ نبی کریم کا خلقِ عظیم قرآن ہے۔ عارفین کے مشرب میں ہر بندے کا اہل اُس کا مزاجِ جسمانی ہے۔ مزاج کی سرشت کے مختلف اقسام ہیں کسی کی تخلیق میں مٹی کا غلبہ کسی تخلیق میں پانی کا کسی میں آگ کا کسی میں ہوا کا غلبہ جس بدن میں جس شی کا غلبہ ہوگا اسی طرح کی اس کی طبیعت ہوگی خاک میں غفلت آب میں رحلت نار میں نفرت باد میں نخوت ہوتی ہے۔ غفلت میں حیوانیت کا ظہور رحلت میں درندگی کا عروج نفرت میں شیطانیت کا فتور

marfat.com
Marfat.com

نخوت میں نفسانیت کا شمول ہوتا ہے اگر جسمِ انسانی میں نورِ ربانی کی امانت نہ ہو تو وہ ہر طرح ظلمت کا ڈھیر ہے اگر نخوت کا مہاجانہ ہو تو انسان میں کبھی روحانی قوت نہ آسکے اس لیے کہ خلقتِ انسانی کا بڑا عنصر مٹی ہے اور مٹی میں آگ کی سرایت۔ شیطان آگ ہے انسان مٹی ہے جب آگ مٹی کا ملاپ ہوتا ہے تو مٹی ٹھیکری بن جاتی ہے یہ مٹی کی شیطانیت ہے نور میں گداز ہے۔ رب تعالیٰ نے مٹی کی اسی شیطانی سختی کو ختم کرنے کے لیے نورِ نبی اور انوارِ قرآن سے انسان میں گدازِ عشق پیدا فرمایا۔ جب مٹی کو عشق کا ہل چلا کر نرم کر دیا گیا تو شریعت طریقت حقیقت معرفت کے پھنچھ پھول پھل اور بیج نمودار ہوئے۔ غرضکہ اجسامِ انسانی میں نبوت کا ہی فیضان ہے۔ نبی کا وجود رب تعالیٰ کے مخفی لطف و عنایت کا عظیم خزانہ ہے جس طرح جب بارش برستی ہے تو ایک ہی سمت پر بہہ کر ندی نالے نہریں دریائیں بہاتی چلی جاتی ہے اسی طرح فیوضاتِ ربانیہ صرف جانبِ مصطفیٰ بہہ کر تمام کائنات کو فیضیاب کرتے چلے جاتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا

اور اگر کہیں ہم ہلاک کر دیتے ان کو کسی آسمانی عذاب کے ذریعے ان کے پہلے ہی تو محشر میں کہتے کہ

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ

اے ہمارے رب کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کسی پیغمبر کو تاکہ ہم تب ہی اتباع کرتے

اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر

اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ

تیری آیتوں کی اس سے پہلے کہ ذلیل اور رسوا ہوتے ہم۔ فرما دیجئے

پہلے قبل اس کے ذلیل و رسوا ہوتے تم فرماؤ

marfat.com
Marfat.com

كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

کہ ہر شخص انتظار کر رہا ہے لہٰذا تم بھی انتظار کرو پھر عنقریب جان لو گے تم

سب راہ دیکھ رہے ہیں تو تم بھی راہ دیکھو تو اب جان جاؤ گے

مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ

کہ کون درست راہ پر تھا اور کس نے

کہ کون ہیں سیدھی راہ والے اور کس نے

اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

منزل پائی

ہدایت پائی۔

تعلقات ان آیت کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق۔ پچھلی آیت میں کفار کا انبیاء کرام کو نہ ماننے اور قسم قسم کے اعتراض کرنے کا بیان ہوا۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ہم رسول نہ بھیجتے تب بھی ان کا یہ اعتراض ہوتا کہ اللہ تعالےٰ نے سمجھانے والا ہادی تو بھیجا نہیں اور ہماری گمراہی پر عذاب دے دیا دوسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں مسلمانوں کو کفار کی تکالیف پر صبر کرنے کی ہدایت کی گئی اب ان آیت میں کفار کو صبر اور انتظار کرنے کا کہا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق۔ پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ دنیا کی دولت کفار کو دی گئی ہے۔ اب ان آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان اور ہدایت کی دولت مسلمانوں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو دی گئی ہے۔

شانِ نزول تفسیر خزائن العرفان میں فرمایا گیا کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ نے آپس میں کہا کہ یہ مسلمانوں کا شور وغوغا اور نبی و قرآن و اسلام کی باتیں چند دن کی ہیں۔ جب یہ نبی وفات پا گئے تو سب کچھ فنا و ختم ہو جائے گا۔ اس لیے اے کفارِ مکہ تھوڑا انتظار کرو ان پر مصائب تکالیف حوادث و آفات آنے دو پھر دیکھنا ان مسلمانوں کی تباہی بربادی اور

marfat.com
Marfat.com

ہے کا تماشہ۔ تب یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ تم کیا کسی کی بربادی کا انتظار کروگے مسلمان خود تمہاری اس حقیقی اور پوری ہلاکت کا انتظار کر رہے ہیں جو تم پر آنے والی ہے۔

تفسیر نحوی

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى

واؤ سر جملہ لَوْ حرف حروف مجازات میں سے ہمیشہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ ابتداءً۔ اَنَّا۔ اَنْ حرف تحقیق مشبہ بالفعل ناصبہ جمع متکلم اس کا اسم ہے اَهْلَكْنٰهُمْ باب افعال کا فعل ماضی مطلق جمع متکلم فاعل ضمیر صیغہ کا مرجع اللہ تعالیٰ اس کا مصدر ہے اِهْلَاكٌ بمعنی فنا۔ تباہ کرنا۔ مارڈالنا باب حرف جر سببیہ بمعنی ذریعے عَذَابٍ اسم مفرد ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے بروزن فَعَالٌ یہ اثبات منفی مصادر میں سے ہے کہ ظاہراً مثبت باطناً کسی چیز کی نفی اور زوال یہاں حاصل مصدر جامد عَذَابٌ سے ہے بمعنی زندگی کی لذت ختم کر دینے والی سزا۔ یہاں دنیوی بربادی تباہی کی سزا مراد ہے یہ جار مجرور متعلق اوّل ہے مِنْ جارہ بیانیہ قَبْلِ اسم ظرفیہ زمانیہ مضاف نکرہ ہے ہٖ ضمیر کا مرجع آیت یا بَيِّنَةٌ ہے ایک قول میں مرجع وحی ہے یعنی رسول بھی اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی نے یہی قول پسند فرمایا اور یہ زیادہ درست ہے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق دوم اَهْلَكْنٰهُمْ اپنے فاعل مفعول اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر ہے اَنَّا۔ لام کے تاکید یہ بمعنی ف جزائیہ ترجمہ ہے تو البتہ۔ قَالُوْا فعل بافاعل پر مشتمل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبَّنَا۔ اصل میں یَا رَبَّنَا اے ہمارے رب رَبَّنَا۔ مرکب اضافی منادیٰ ہوا یا ندائیہ پر مشتمل کا۔ لَوْلَا۔ حرف تعریض شرطیہ یعنی عرض و فریاد النجا کرنے کے لیے یعنی عرض کو شرط میں لپیٹ کر کلام کرنا۔ اس کو تعریض شرطی کہتے ہیں اَرْسَلْتَ باب افعال کا ماضی مطلق واحد مذکر حاضر رَسُوْلٌ سے مشتق ہے بمعنی بھیجنا یہ مادہ ہمیشہ باب افعال میں مستعمل کیا جاتا ہے یہ بذات خود بھی متعدی ہے افعال میں بھی فعل کو متعدی ہی بناتا ہے۔ قرآن مجید میں کسی دوسرے باب کا کوئی مشتق نہیں آتا۔ لفظ رسول مبالغے کا صیغہ بھی اسی باب سے ہے اس کا مصدر ہے اِرْسَال اور رِسَالَةٌ۔ آخری تَ واحد مذکر حاضر کی ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں حرف بتین طرح متعمل ہے اکمل تَ اور ۃ ۃ کا نشان دو تاء ہیں پہلی دو لفظ کے آخر میں ہوتی ہیں اور تیسری لفظ کے ابتدا یا درمیان میں اس کی تین قسمیں ہیں اعلامت مضارع تَ افتعال کی مادے کی ف یا عین کلمہ اور پہلی اکمل تَ کی پانچ قسمیں ہیں واحد مذکر حاضر جیسے یہاں اور ہر ماضی میں واحد مؤنث غائب ۳ واحد مؤنث حاضر ۲ جمع مؤنث ۵ اصلی تَ مادے لام کلمہ کی

marfat.com
Marfat.com

کُلُّ کی تین قسمیں ہیں تانیث کی تا مصدریہ وحدت۔ اِلَیْنَا یہ جار مجرور متعلق ہے رُسُوْلًا۔ باب افعال کا صیغہ مبالغہ بروزنِ فَعُوْلٌ یہاں اسم جامد ہے بمعنی بھیجا ہوا صاحبِ شریعت نبی مفعول بہٖ اَرْسَلْتَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ فَ حرف جزا۔ تعلیلیہ ہوتے کی وجہ سے لام گئے تعلیلیہ کی شکل اس میں بھی اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوا نَتَّبِعَ۔ باب افتعال کا فعل مضارع تمنائی مثبت معروف۔ جمع متکلم بحالتِ نصب ہے اَنْ پوشیدہ کی وجہ سے اس کا مصدر ہے اِتِّبَاعٌ اِتَّبَعَ سے بنا ہے بمعنی پیروی فرمانبرداری کرنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ نحن پوشیدہ ہے اُس کا مرجع کفار لوگ اٰیٰتِکَ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ مِنْ جارہ زائدہ۔ یہ اگلے کلام میں عموم اور تاکید پیدا کرتا ہے یعنی اول اور قبل ہونا معین نہیں ہے۔ قَبْلِ اسم ظرف زمانی مضاف ہے اَنْ حرف ناصبہ تَذِلَّ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف جمع متکلم ذُلٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے بمعنی ذلیل۔ رسوا عاجز فرماں بردار ہونا نیچا ہونا یا کرنا یہاں پہلے معنی میں ہے لازم یعنی ذلیل ہو نا ذلیل اپنے آپ کو سمجھنا ذِلٌّ کا معنیٰ ہے قہر وغضب سے کسی کو نیچا کرنا اور ذُلٌّ پیش سے محبت وشفقت سے کسی کے لیے نیچے ہونا۔ اسی طرح خِزْیٌ اور خَزَایَۃٌ میں یہ فرق ہے کہ خِزْیٌ بمعنی مستحق رسوائی کو رسوائی پہنچانا اور خزایہ کسی کی حیا شرم ہیں خود اپنی رسوائی یعنی اپنا نقصان کر لینا۔ یہ فعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ نحن فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ نُخْزٰی باب سَمِعَ مضارع جمع متکلم خِزْیٌ سے مشتق ہے بمعنی رسوا ہونا یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ ذِلَّتْ اور خِزی میں فرق یہ ہے کہ برائی کی سزا ذلت ہے اور برائی کی مشہوری خِزْیٌ ہے یہ دونوں عطف مل کر مضاف الیہ قَبْلِ کا دونوں مل کر مجرور متعلق ہے نَتَّبِعَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے لَوْلَا۔ اَرْسَلْتَ کی دونوں مل کر جوابِ ندا دپوشیدہ کا ندا اپنے منادیٰ اور جوابِ ندا سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قول مقولہ مل کر جملہ تولیہ ہو گیا قُلْ کُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَمَنِ اهْتَدٰی۔ قُلْ باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف مذکر خطاب ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قَوْلٌ اَجوف واوی سے مشتق ہے بمعنی کہنا بولنا۔ تعظیم کے لیے فرمانا کے معنی میں ہوتا ہے فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ کُلٌّ اسم کُلٌّ تاکیدی لفظاً واحد اور معناً جمع ہوتا ہے یہ واحد اور جمع مذکر اور مؤنث سب کے لیے مستعمل ہے یہاں واحد کے لیے آیا اس لیے کہ اس کے بعد مُتَرَبِّصٌ واحد ہے کُلٌّ کی دو قسمیں ہیں کُلٌّ مجموعی بمعنی سب اعلیٰ حضرت نے اسی کو لیا ہے کُلٌّ افرادی بمعنی ہر ایک ہم نے یہی ترجمہ کیا ہے اعلیٰ حضرت نے اس کو کُلٌّ مجموعی قرار دیا اور اس کا مضاف الیہ

marfat.com
Marfat.com

معرفہ یا معرفہ کی ضمیر کو محذوف مانتا ہے کہ دراصل کُلٌّ الکفار یا کُلُّھُمْ تھا ہم نے اس کا مضاف الیہ انسان مانا ہے جو نکرہ ہے اس لیے کُلٌّ افرادی ہوا ہم نے کُلٌّ کے نکرہ اور مُتَرَبِّصُ کے واحد نکرہ ہونے کا لحاظ کیا مگر اعلحضرت نے سابقہ کلام کی روش کا خیال رکھا کیونکہ سابقہ اور موجودہ کلام میں کفار ہی کا تذکرہ ہے یعنی جس طرح سب کافر کسی انتظار میں پھنسے ہوئے ہیں تم بھی انتظار میں عمر برباد کرتے رہو۔ ہمارے نزدیک ہر انسان نیک و بد اپنے اپنے انجام کے انتظار میں ہے۔ مگر اعلحضرت کا ترجمہ شاندار ہے کیونکہ انتظار میں شک صرف کفار کو ہے مومن کو اپنے اچھے انجام کا یقین کامل ہے۔ وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ قرآن مجید میں کُلٌّ معرف باللام نہیں ہے مگر ہو سکتا ہے جب کُلٌّ خود نکرہ ہو یا نکرے کی طرف ظاہراً مضاف ہو تو افرادی زیادہ مستعمل ہے لیکن اگر کُلٌّ خود معرف باللام ہو یا معرفہ کی طرف مضاف ہو یا معرفہ کی ضمیر کی طرف تو کُلٌّ مجموعی ہوتا ہے۔ یہاں کُلٌّ نکرہ ہے اور مضاف الیہ محذوف ہے کیونکہ کُلٌّ نکرہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے کبھی مضاف الیہ پوشیدہ محذوف اور کبھی ظاہر جیسے کُلُّھُمْ وغیرہ یہ مبتدا ہے اس لیے مرفوع ہے۔ مُتَرَبِّصُ باب تفعّلٌ کا اسم فاعل واحد مذکر اس کا مصدر ہے تَرَبُّصٌ رَبْصٌ سے بنا ہے یعنی اُمید یا شک والا انتظار کرنا۔ تَرَبُّصٌ اور انتظار میں فرق یہ ہے کہ تربص میں شک یا تردد ہوتا ہے مگر انتظار عام ہے ہر قسم کی آس لگانے کو اردو میں دونوں کا ترجمہ انتظار کرنا ہی کیا جاتا ہے۔ تربص کی دو قسمیں ہیں ۱ پچھلے حال کے ختم ہونے کا انتظار ۲ یا اگلی نئی حالت کی شروع ہونے کا انتظار۔ یہاں دوسری قسم مراد ہے۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ھُوَ اور اس کا مرجع کل (افرادی) ہے اس لیے صیغہ اور اس کی مستتر ضمیر واحد ہے فَ سببیہ عاطفہ۔ تَرَبَّصُوْا باب تفعل کا امر حاضر معروف جمع مذکر آخر میں الف زائدہ فقط حشو (بھرتی) کے لیے ہے اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے یہ سب جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا فَ عاطفہ تعقیبیہ میں حرف تقریر تَعْلَمُوْنَ باب سمع کا مضارع مستقبل مثبت معروف جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ پوشیدہ اس کا فاعل مَنْ اسم موصول اَصْحٰبُ اسم جمع مکسر نسبتی اس کا واحد ہے صاحب یعنی والا جب یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو تو معنی ہوتا ہے مالک یا ساتھی۔ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے۔ اَلصِّرَاطِ اسم موصول معرف باللام جامد ہے یعنی راستہ موصوف ہے اَلسَّوِیِّ اسم مفرد مؤنث لفظی اس کی تصغیر ہوتی ہے سُوَیٌّ بمعنی سیدھا باب افتعال کے اسم فاعل مُسْتَوِیْ۔ سَوِیٌّ کا ترجمہ ہے صاف ۲ درمیانی ۳ برابر ۴ راستہ مکمل ۵ سیدھا ۶ درست یہ خود صفت مشبہ ہے بروزن فَعِیْلٌ۔ ایک قرأت میں مستوی ہے یعنی بہت عمدہ عقل والا جس میں ۱ افراط

marfat.com
Marfat.com

ہو نہ تقریباً (نہ زیادتی نہ کمی) اس کی جمع ہے اَسْوَاءٌ صفت ہے اَلْحَسْنٰی کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے
اَلْحُبُّ کا یہ مرکب اضافی جملہ ہوا سِنْ کا دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ مِنْ اسم موصول اِعْتَقِدِی باب افتعال
کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِعْتِدَاءٌ در اصل اِعْتِدَائِیْ تَعَاهَدُنِیْ سے بنا ہے اسی سے
ہِدَایَتٌ یعنی سیدھا راستہ پالینا یا منزل مقصود تک پہنچ جانا جُمُوْ ضمیر صیغہ پر شیدہ اس کا فاعل ہے
یہ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف ہوا فعول پر ہے تَعْلَمُوْنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
ہوا تُرْ بَصُوْا کے جملے پر دونوں عطف مل کر مسبب ہوا اَلْ قُمْتُرْ بِقَنْ مبتدا خبر کے جملے اسمیہ کا سبب اور
مسبب مل کر مقولہ ہوا قُلْ کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو کر مکمل ہوا۔ اِنْ آیت کی مختلف قرأتیں
۱ مشہور قرأت نَذِلَّ شاذ قرأت نُذَلَّ فعل مجہول ہے ۲ مشہور نَخْزٰی ہے شاذ نُخْزٰی مجہول ہے
۳ مشہور مُتَرَبِّصٌ ہے شاذ قرأت میں فَتَمَتَّعُوْا ہے ۴ مشہور اَلسَّوِیِّ ہے شاذ اَلسُّوْئِیِّ اور یا اَلسَّوْاٰی ہے
وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

تفسیر عالمانہ

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى۔ اے محبوب عالمین ابتداءِ آفرینش سے ہمارے قانونِ عدل کا طریقہ یہی رہا کہ ہم کسی کو غفلت میں عذاب دیتے ہیں نہ ہدایت پہنچائے بتائے بغیر ہلاک کرتے ہیں بلکہ ہر طرح اپنے انبیا کے ذریعے وعظ نصیحت بشارت ندارت۔ کفر و ایمان کے احکام اچھے برے کی پہچان کراتے رہے اس لیے کتب و صحائف اور رسول و مرسل بھیجتے رہے بلکہ ہم نے عالم انسانیت کی ابتدا ہی نبوت و رسالت سے فرمائی اور اپنے خلیفہ فی الارض پہلے بشر کو ان کی نسلی قوم کا نبی بنا دیا تھا تاکہ کوئی انسان بھی ہدایتِ حق۔ صفاتِ ربانی آیاتِ ایمانی سے بھولا بھٹکا نہ رہے۔ اگر ہمارا عدلِ کریمانہ کا یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا اور کافروں منکروں کو ان کی خباثتِ کفر فی الارض کی وجہ سے کسی نبی کے بھیجے بغیر رُشد و ہدایت کا راستہ سمجھائے بغیر ہی کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے۔ یا ان کفارِ مکہ کو آپ کی نبوت رسالت تبلیغ قرآن کے بغیر ہی ہلاک کر دیتے۔ تو ہمیدانِ محشر میں عدالتِ جہاں یہ عدلیہ کے سامنے یہ تمام لوگ اپنے کفر پر شرکیہ عقیدوں پر قائم رہنے کا عذر پیش کرتے ہوئے ضرور کہتے کہ اے ہمارے رب کیوں نہ بھیجا تو نے دنیا میں ہمارے پاس اپنا کوئی رسول کسی اپنی کتاب احکام کے ساتھ جو ہم کو تیری توحید بتاتا شریعت سکھاتا۔ آیات پڑھاتا۔ قانونِ ایمانی سناتا۔ راہِ ہدایت دکھاتا نیک و بد سمجھاتا ہم کو سچا پکا مومن بناتا۔ قبر و حشر کی ذلت سے جہنم سے چھڑاتا جنت میں پہنچاتا۔ تو ہم یقیناً اس

marfat.com
Marfat.com

نبی رسول کے ذریعے۔ اس کے فرمانے سمجھانے سے صحیح بندے بن کر تیری تمام آیتوں قانونوں کی دل وجان صدقِ لسان سے بہ تن پیروی کر لیتے اس سے پہلے پہلے کہ موت کے وقت ذلیل قبر میں حقیر اور آج محشر میں خوار ہوتے۔ یا ابدی جہنم کے عذابِ الیم میں مبتلا ہوتے۔ کفار کی اسی عذر خواہی کو توڑنے کے لیے ہم نے اُن کے پاس اپنے انبیا بھیجے پھر ساری کائنات کے لیے آپ کو ابدی رسول و مرسَل بنا کر بھیجا۔ یہ بات اور ہمارے رحم وکرم کا یہ انداز اور طریقہ بھی اِن کو سمجھا دو کہ دیکھو رب تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنا کر کتاب دے کر تمہاری ہی بھلائی کے لیے بھیجا ہے۔ میں نے تم کو وہ تمام آیتیں سنا دیں جن کی تم کو ضرورت تھی اب ایمان نہ لانے کا عذر بہانہ تمہارے پاس باقی نہ رہا اس دنیا میں نہ وہاں محشر میں لہٰذا قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى۔ اے حبیب مکرم نبی محترم ان کفار سے فرما دیجئے کہ ہم جانتے ہیں کہ تم کس چیز کے مُتَرَبِّصْ و منتظر ہو تم سب انتظار کر رہے ہو کہ کب نبی فوت ہوں تو اسلام و قرآن سے جان چھوٹے تم صحابہ کے ارتداد کے منتظر ہو ابوجہل کسی انتظار میں یہ کہتا پھر رہا ہے کہ اے نبوت کا دعویٰ کرنے والے از وجودِ تو جہاں تنگ است از حیاتِ تو وجودم پاش پاش مُتَرَبِّصُوْا۔ تو پھر کرتے رہو انتظار کون کب مرے گا کس حال میں مرے گا فَسَتَعْلَمُوْنَ عنقریب جان لوگے پہچان لوگے۔ عالمِ نزع میں یا تو ہیں یا قیامت میں کہ کون نماشروع دن سے دنیا میں سیدھے صحیح صاف راستے جنتی صراط پر اور کس نے گمراہی بدکاری کفر شرک خباثت شیطانیت کو چھوڑ کر اللہ رسول قرآن و حدیث شریعت طریقت آیت و بیّنات کی صراطِ سَوی کی ہدایت پائی سب جان لو گے کہ کس کی باتیں مفید نصیحتیں پیاری تبلیغیں طراطِ سوی تھیں اور کن لوگوں کا رویہ ہدایت یافتہ تھا۔ ابھی تو ہم سے متنفر ہمارے دین سے بیزار ہو کبھی پچھتاؤ گے ہماری باتیں حسرت سے یاد کرو گے۔ اکثر مفسرین نے ان آیت کی تفسیر میں یہی فرمایا کہ کُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ سے صرف کفار مراد ہیں۔ لگے دونوں جمع مذکر حاضر کے صیغے ہیں فَتَرَبَّصُوْا اور فَسَتَعْلَمُوْنَ بھی اسی تفسیر کی تائید فرما رہے ہیں مگر بعض فرماتے ہیں کہ کُلٌّ سے مراد تمام مومن و کافر ہیں۔ یعنی ہم اور تم سب انتظار کرنے والے ہیں۔ ایک دوسرے کے انجام کا رکا۔ یا قبل موت بذریعے جنگ و جہاد دولت قوت حکومت کے ظہور کا یا بعد موت ثواب و عذاب کا اور پچھے پر کرامت عزت اور جھوٹے پر ذلت و اہانت کے وُرود کا۔ یا ایک دوسرے کے مرنے کا اے کافرو تم ہم سے بیزار ہم تم سے تارض۔ تم صحابہ پر ناگہانی مصیبت کے آنے کے منتظر ہم تمہاری اس جہلت و ڈھیل کے خاتمے کے منتظر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو ملی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کافر اس بات کے منتظر ہیں کہ مسلمان پھر ہمارے ساتھ مل جائیں اور مومن اس بات کے منتظر کہ آج نہیں تو کل تم میں سے ہی کثیر لوگ مومن بن جائیں گے اگر تم کفر میں پکے شرک میں ضدی ہو تو کرتے رہو انتظار۔

مفسرین کے مختلف اقوال

اَھْلَکْنَا ھُمْ میں دو قول ۱ ھُمْ ضمیر سے مراد تمام کافر قومیں گذشتہ موجودہ بھی ۲ ھُمْ سے مراد صرف کفار مکہ ابوجہل وغیرہ بِعَذَابٍ کے معنی میں چار قول ہیں ۱ اس سے مراد جہنم کا عذاب ۲ محشر کی رسوائی ذلت ۳ وقت موت نزع کی سختی ملک الموت کا جھڑکنا صیحت ناک شکل میں آنا ۴ جہادوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کفار اور ذلیل کی ذلت کا عذاب مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ فرمایا گیا ہے اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِہٖ۔ یعنی نبی کے آنے سے پہلے ہلاک کر دیتے۔ حالانکہ جہادوں میں ہلاک مِنْۢ بَعْدِہٖ ہے نیز فرمایا گیا لَوْ اَھْلَکْنٰہُمْ اگر ہم ہلاک کر دیتے اور جہادوں میں ہلاکت تو واقع ہے۔ وہاں اگر مگر نہیں آسکتا مِنْ قَبْلِہٖ میں چار قول ۱ ہر قوم میں اُس کے نبی بھیجنے سے پہلے ۲ کوئی کتاب الٰہی آنے سے پہلے ۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ۴ قرآن کریم کے آنے سے پہلے۔ پہلا قول مضبوط ہے۔ لَقَالُوْا۔ میں دو قول ہیں ۱ آخرت میں کہتے۔ یہ ہی قول درست ہے ۲ دنیا میں کہتے یہ قول غلط ہے اَھْلَکْنَا کے خلاف ہے۔ ہلاکت سے پہلے کہنے کا ذکر نہیں بعد کا ذکر ہے اور ہلاکت کے بعد تو آخرت میں ہی کوئی بول سکتا ہے اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا میں دو قول ۱ کوئی نبی ۲ صاحب کتاب نبی مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ میں دو قول ۱ یہاں ذلت سے مراد قبر یا حشر کی ذلت ہے ۲ دنیوی ذلت مراد ہے یعنی فتوحات اسلامیہ بلاد اسلامیہ سے نکالا جانا۔ مال لوٹا جانا مالِ غنیمت بن جانا۔ غریب الوطنی کی ذلت مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ لَوْ اَھْلَکْنَا میں ایک مفروضے کا ذکر ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ کفار ایسا کہتے نہ ہلاک قبل ہوئے نہ ایسا کہیں گے۔ بلکہ اب تو کفار محشر میں کہیں گے۔ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ فَکَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ (از سورۃ ملک آیت ۹) یعنی جب ان کا حساب کتاب لیتے وقت پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تمہارے پاس دنیا میں ہمارے انبیاء نذیر و بشیر بن کر آئے تھے یا نہیں تو کوئی کافر انکار نہ کر سکے گا بلکہ اعترافاً سب کہیں گے کہاں آئے تھے مگر ہم نے ان کو جھٹلا دیا تھا۔ لہٰذا صحیح قول یہی ہے کہ اَنْ نَّذِلَّ سے مراد اُخروی ذلت ہے جو موت سے شروع ہو کر قبر حشر اور ابدی جہنم تک ہے تحزنی سے مراد جہنم کا عذاب یا محشر کے حساب کا شرمناک نتیجہ اور اعمال کی بربادی ہے۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ میں دو قول

marfat.com
Marfat.com

۱؎ عنقریب تم جان لوگے ۲؎ عنقریب پہچان لوگے یعنی علم بمعنی معرفت۔ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ پر، دو قول ۱؎ صحابہ کرام ۲؎ بچپن کے مومن جیسے کم عمر صحابہ یا تا قیامت خاندانی مسلمان جن پر کفر کا ایک لمحہ نہ گزرا۔ مَنِ اهْتَدٰی میں دو قول ۱؎ تو مسلم لوگ صحابی یا بعد والے تا قیامت ۲؎ تحقیق و تفتیش اور جستجو کر کے کفر چھوڑ کر مسلمان ہونے والے لوگ ۳؎ بعض نے فرمایا کہ صراطِ سوی سے مراد ہے دینِ اسلام اور مَنِ اهْتَدٰی سے مراد ہے اس کو مان لینا۔

فائدے اِن آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں **پہلا فائدہ** اللہ تعالیٰ شک اور تردد و ریبیت سے پاک ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں شک والے الفاظ ہوتے ہیں وہاں یا تو نسبت بندوں کی طرف ہوتی ہے یا وہاں جھڑک مقصود ہوتی ہے یہ فائدہ مَنْ اَضَلُّ اور مَنِ اهْتَدٰی فرمانے سے حاصل ہوا۔ جو ظاہراً سوالیہ ہے مگر اصلاً جھڑک ہے۔ سوال ریبیت پیدا کرتا ہے مگر جھڑک ریبیت کو ختم کرتی ہے **دوسرا فائدہ** باطل کی حجت اور عذر تراشی کو پیشگی ختم کرنا بہت اچھا طریقہ اور حکمتِ حسنٰی ہے۔ یہ طریقہ علم کا اعلیٰ معیار ہے اور اس حکمت کا اظہار بھی حکمتِ بالغہ ہے۔ مناظرین مبلغین اور دنیوی فیصلے کرنے والے کے لیے نہایت مفید و ضروری یہ فائدہ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے اپنی حکمت جاری بھی فرمائی اور ظاہر بھی۔ یہ سمجھانے کا بہترین طریقہ ہے۔ **تیسرا فائدہ** اللہ رسول کی بات ماننے سے دنیا جہاں اور آخرت کی عزت و مرتبہ ملتا ہے اور نہ ماننے سے دنیا قبر حشر کی ذلت ملتی ہے مسلمانوں کو ہر قول و عمل میں ہر وقت اتباعِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام سے خیال بھی رکھنا چاہیے اور تسلیم بھی کرنا چاہیے دنیا میں ہی اقرار و اتباع کرنا چاہیے اسی کا نام ایمان ہے یہ فائدہ فَتَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا کہ کفار یہی بات جو دنیا میں نہیں مانتے جب کو ماننا مفید ہے کل قیامت میں اِس حقیقت کو تسلیم کریں گے کہ اتباعِ رسول میں دنیا آخرت کی نجات و عزت ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ آج دنیا میں ہی مکمل اتباع کریں۔

اَحْكَامُ الْقُرْاٰن اِن آیاتِ کریمہ سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں **پہلا مسئلہ** اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم و واجب نہیں یہ مسئلہ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو بغیر ارسالِ رسالت و نزولِ کتاب و احکام اور بغیر ہدایتِ نبی کے ہی بندوں کی نافرمانی پر ان کو ہلاک فرما دے تو یہ اُس کا خالقیت مالکیت والا حق ہے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں یہ محض اس کا کرم ہے کہ بڑے بڑے سرکشوں نافرمانوں کے پاس اپنے رسول کتاب

marfat.com
Marfat.com

ہدایت بھیج کر ہزار ہا طریقوں سے سمجھاتا ہے۔ عیش و آرام کے ساتھ ڈھیل دیتا ہے حالانکہ یہ مہلت دینا اُس پر واجب نہیں **دوسرا مسئلہ** ہر ذی عقل بندے پر اپنی عقلی فکری اور فطری جبلی علم کی بنا پر توحید باری تعالیٰ پر ایمان لانا واجب ہے اور کفر سے تو یہ لازم خواہ کسی نبی کی تبلیغ پہنچے یا نہ پہنچے کتاب و شریعت کسی کو ملے یا نہ ملے۔ نبوت کا آنا محض رب تعالیٰ کا کرم ہے بندہ نوازی ہے یہ مسئلہ **بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ** فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یہی امام اعظم کا حنفی مسلک ہے اور اسی آیت اور احادیث متعددہ سے استنباط ہے۔ امام شافعی اس کے خلاف ہیں مگر اُن کے دلائل کمزور ہیں امام اعظم فرماتے ہیں کہ اس آیت کے اشارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے کہ **مِنْ قَبْلِهٖ**۔ ہلاک فرما دینا اُس کو لائق تھا کیونکہ وہ خالق و مالک ہے رسول و کتاب ملنا بندوں کا حق نہیں۔ اور جن کو رسول اللہ کی تبلیغ کتاب یا شریعت نہ ملی جیسے جنات یا اہل فطرت انسان۔ تو اُن کی حق تلفی نہ ہوئی دیکھو نبوت شروع ہوئی آدم علیہ السلام سے جنات پہلے سے موجود آدم علیہ السلام کے بعد بھی کوئی نبی جنات کی طرف مبعوث نہ ہوئے نہ کسی نبی کی امت میں جنات شامل حضرت سلیمان علیہ السلام بھی صرف بادشاہ تھے جنات کے نہ کہ نبی صرف آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس کے نبی ہیں بلکہ تمام مخلوق کے لیکن تمام کافر جنات جہنم میں جائیں گے وہ اپنا یہ عذر پیش نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ جنات ذی عقل ہیں۔ اُن کو اپنی عقلی فہم سے توحید باری تعالیٰ کو سمجھنا اور اس پر ایمان لانا چاہیئے۔ یہی حکم اہل فطرت اور نخاستین کا ہے۔ کہ کوئی شخص قیامت میں اپنی بدکاری فسق و فجور کے عذر میں یہ کہنے کا حق نہیں رکھتا کہ مولیٰ مجھے دنیا میں کسی عالم نے بتایا ہی نہ تھا اس لیے میں گناہ کرتا رہا۔ کفار کو بھی **لَوْلَآ اَرْسَلْتَ** کہنے کا حق نہیں ہے مگر محض رب تعالیٰ کے کرم نے اُن کی اس عذر خواہی کا اہتمام فرمایا دیا۔ **تیسرا مسئلہ** قانون شریعت کے سلاطین فاسق فاجر اور کافر مشرک بدعقیدہ گمراہ کی اہانت اور ذلت و خواری کرنا جائز بلکہ واجب ہے یہ جہاد ضروریات ذلت کفر کے لیے ہی تھیں اسی طرح فاسق کی توہین بھی واجب ہے اس کا جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے جائز ہے۔ مثلاً معلن فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھنا۔ اُس کو مصلے سے ہٹا دینا یہ اُس کی ذلت ہی ہے اگر وہ سمجھے اور آئندہ کے لیے عبرت و غیرت کرے اور یہ توہین فاسق واجب و لازم ہے احادیث و فقہ سے بھی ثابت۔ انتقادِ محشر کا سبب دیگر ہزاروں حکمتوں کے علاوہ تذلیل کفار بھی ہے یہ مسئلہ **اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى** سے مستنبط ہوا۔ غرضکہ عقائد ایمانی کے مخالف کی ذلت بھی واجب ہے۔ اور عملی مخالف یعنی فاسق کی ذلت کرنا بھی واجب ہے (فقہ)

اعتراضات یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پھر ۱۱ اعتراض۔ یہاں فرمایا

marfat.com
Marfat.com

گیا۔ لَقَاتَلُوْا۔ یعنی اگر ہم ان کو ہلاک کر دیتے کسی عذاب سے انبیا بھیجتے تبلیغ و ہدایت پہنچانے سے پہلے تو کہتے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ہلاک ہونے والا تو کچھ بول ہی نہیں سکتا جب کہ لَقَاتَلُوْا کا کلام بتا رہا ہے کہ وہ فوراً یہ کہتے ہلاک ہوتے ہی۔ **جواب**۔ تفسیر کبیر نے یہ جواب دیا کہ۔ لَوْ اَهْلَكْنٰهُمْ کا تعلق دنیوی زندگی سے ہے اور لَقَالُوْا کا تعلق میدان محشر سے ہے۔ اس لیے اُن کا معقولہ ہے۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى اور چونکہ ذلت و رسوائی ہلاک کے بعد قیامت میں ہی ہے اس لیے لَقَاتَلُوْا ابھی قیامت کا ہی مراد ہے جواب درست ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ لَقَالُوْا۔ کا لام اکثر نحاۃ کے نزدیک فوریت پر دلالت نہیں کرتا۔ صرف ایک امام کسائی نے یہ کہا ہے جو معتبر نہیں اور اگر اس قول کو ہی مانا جائے تب بھی اعتراض غلط ہے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ مرنے کے فوراً بعد جان جسم میں واپس آجاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کفار کی لاشوں سے اُس کنوئیں کے کنارے کھڑے ہو کر گفتگو فرمائی جس میں اُن کی لاشیں پڑی تھیں۔ لہٰذا یہ ہو سکتا ہے کہ لَقَالُوْا کا تعلق قبر سے ہو۔ یا زمین پر پڑا ہوا مردہ رب سے کلام کرے مگر پاس کھڑے زندہ لوگوں کو سنائی نہ دے۔ منکر نکیر سے گفتگو کرنا تو مرنے کے چند لمحے بعد ثابت ہی ہے۔ دوسرا اعتراض۔ یہاں فرمایا گیا مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى اَصْحَابِ صِرَاطِ سوی اور مَنِ اهْتَدٰى تو ایک ہی چیز ہے پھر یہ دونوں لفظ کیوں ارشاد ہوئے؟ **جواب**۔ مسائل الرازی میں اس کے تین جواب دئے ہیں۔ اور تینوں کی بنیاد یہ ہے کہ معترض کا یہ کہنا غلط ہے کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ ایک چیز نہیں بلکہ مختلف ہیں۔ ہاں البتہ ان کے معنی میں تین قول ہیں اسی کو تین جواب سمجھ لیے جائیں۔ ۱۔ اَصحاب الصراط السَّوِیّ سے مراد ہیں صراط مستقیم پر چلنے والے نیک بخت اور مَنِ اهْتَدٰى سے مراد ہے منزل مقصود تک پہنچ جانے والے ۲۔ اَصحابِ صراط سے مراد ہیں دنیا میں کامل مومن اور عامل متقی۔ اور مَنِ اهْتَدٰى سے مراد ہے آخرت میں کامیاب یعنی مُحِقُّ الْحَقِّ فِي الدُّنْيَا اور فَائِزٌ فِي الْاٰخِرَةِ۔ ۳۔ وہی جو ہم نے تفسیر عالمانہ میں بیان کیا کہ شروع کے مومن اصحاب صراط ہیں اور نومسلم مَنِ اهْتَدٰى ہیں۔ تیسرا اعتراض۔ کسی کی موت کا منتظر رہنا اخلاقاً بھی اور شرعاً بھی بری بات ہے تو یہاں كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ۔ کیوں فرمایا گیا کہ ہم تم دونوں یعنی کفار مسلمانوں کی اور مسلمان یعنی صحابہ اور نبی کریم کفار کی موت کے منتظر ہیں۔ **جواب**۔ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ کی چند تفسیریں کی گئی وہ سب اقوال ہم نے تفسیر عالمانہ میں بیان کر دئے۔ صحیح اور مدلل قول یہی ہے کہ كُلٌّ سے مراد صرف کفار ہیں۔ شانِ نزول سے بھی یہی ثابت اس قول میں تو اعتراض ہی نہیں پڑتا

marfat.com
Marfat.com

لیکن دوسرے قول میں بھی یہ ضروری نہیں کہ مسلمان بھی کفار کی موت کے ہی منتظر ہوں۔ انتظار کی اور بھی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى۔ اصلاحِ شریعت میں ہلاکت نام ہے قتلِ جسمانی کا مگر اصطلاحِ طریقت میں نام ہے قتلِ روحانی کا جب بندے کے نفس اقوال حرکات بند ہو جائیں تو وہ شرعی مردہ ہے۔ لیکن جب بندے کو توفیقِ خیر نہ ملے اور حجابِ ظلمت غشاوۂ غفلت سے انسدادِ فکرت طاری ہو جائے تو طریقت میں وہ بندہ مُردہ ہے۔ قلبِ بصیرتی میں سے جو آوازِ لا ہوتی نکلتی ہے وہ آیتِ الٰہیہ ہے جب قلب میں حرکت ہوتی ہے تو عقل کی فکر بیدار ہوتی ہے اور عقل کی بیداری سے ہی اعضاء ظاہر و باطنی کا سجدۂ شکر و فکر قائم ہوتا ہے۔ ہر بندۂ ناسوتی کو اس قلبی آواز سے نوازا گیا ہے اسے راہِ معرفت کے مسافر اگر ہم صوتِ ہادی کے بغیر بے توفیقی کے کسی عذاب سے ہلاکت غفلت میں ڈال دیتے تو وہ غافلین دنیا عذرِ غفلت میں کہتے کہ ہماری جلاءِ روح کے لیے فکرِ ضمیر کا کوئی ہادی و مرشد کیوں نہ بھیجا گیا تاکہ ہم اس ذلتِ دنیوی اور ظلمتِ اُخروی آنے سے پہلے ہی راہِ معرفت پر چل پڑتے اہلِ معرفت کے نزدیک تین چیزیں ہلاکت اور تین چیز نجات دیتی ہیں۔ ہلاکت کی پہلی چیز بخل دوم خواہشِ نفس کی پیروی سوم خود پسندی یعنی خودی میں ڈوب مناجات کی پہلی چیز یہ کہ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرنا دوم یہ کہ غمی و خوشی میں انصاف کرنا۔ سوم یہ کہ امیری غریبی میں کفایت شعاری کرنا۔ کسی کو دنیا میں ذلت یا خریاں ملنا اُس کی روحانی ہلاکت ہے قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى فرما دے اے محبوب لاھُوتی کہ اس دہرِ ناسوتی میں بجز اللہ رسول ہر شخص منتظر ہے کیونکہ جس نے حقیقتِ عاقبت کو جان لیا اُس کو انتظار کی حاجت نہیں انتظار وہی کرتا ہے جو بے خبر ہوتا ہے اللہ رسول سب کچھ جانتے ہیں باقی سب بے خبر ہیں اس لیے منتظر ہیں مگر کسی کا انتظار صبر ہے کسی کا کفر شیخ سہروردی فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک جوہر ہوتا ہے۔ انسان کا جوہر عقل ہے عقل کا جوہر فکر کا جوہر صبر اور صبر کا جوہر شکر ہے۔ شکر ہی وہ خنجر ہے جو نفس کو زیر کر سکتا ہے صبر سانس کی طرح بدن میں سرایت کرتا ہے۔ انتظار دو قسم کا ہے ۱ انتظارِ خیر ۲ انتظارِ شر مومن کا انتظار خیر ہے کہ وہ طالبِ کرامت ہے۔ کافر کا انتظار شر ہے کہ وہ طالبِ کراہت ہے

marfat.com
Marfat.com

مومن عاقل ہے کہ صبر انتظار میں بھی خدا آگاہی کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ کافر غافل ہے کہ وہ خود آگاہی اور خودی کے جمال میں پھنسا رہتا ہے۔ فَتَرَبَّصُوْا۔ اے غافلینِ منزلِ انتظار کئے جاؤ۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ بہت جلدی ظاہر کو جان لوگے باطن کو پہچان لوگے کہ کون ہیں صراطِ سَوی کے ظاہر ایمان والے اور کون ہیں مَنِ اھْتَدٰی کے باطن عرفان والے کون سیدھے راستے کے سالکین ہیں اور کون وصلِ منزل کے عارفین ہیں۔ صبر کی بھی چار قسمیں ہیں اور صبر والے کی بھی ۱ صبر فی اللہ ۲ صبر للہ ۳ صبر مع اللہ ۴ صبر عن اللہ صبر کرنے والے کی چار قسمیں ۱ صابر ۲ مصبر ۳ متصبر ۴ صَبّار۔ صبر فی اللہ والا صابر ہے صبر للہ والا مصبر ہے۔ صبر مع اللہ والا متصبر ہے۔ صبر عن اللہ والا صَبّار ہے۔ کربلا میں اسی صبر کا مظاہرہ تھا کرامت یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے مومن کو ایمان سے ایمان کو عقل سے عقل کو علم سے علم کو صبر سے صبر کو شکر سے مزین فرمایا۔ صبر صراطِ سَوی ہے اور اس کا انجام مَنِ اھْتَدٰی ہے اور ہدایت کی منزل گہرے محبوب وامنِ مصطفیٰ ہے اس لیے کہ۔

راہ داں ورا ہ بیں ورا صبر ست ۔۔۔ در حقیقت نیست جز خیر البشر

صوفیا فرماتے ہیں کہ جو لوگ اسوۂ اللہ سے جدا ہو کر حیاتِ دنیوی کی منزلیں عبور کرتے ہیں وہی وصل الی اللہ کے مُہتدیُن ہوتے ہیں روایت میں ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ۔ فرمایا آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت میں تین قسم کے بندے باری تعالیٰ سے شکایت عرض کریں گے ۱ جن لوگوں کو کسی نبی کی نبوت کا زمانہ نہ ملا۔ یہ عرض کریں گے یا مولیٰ ہم کو کسی نبی کی ہدایت نہیں پہنچی اگر ملتی تو ہم ضرور مومن بن جاتے ۲ بے عقل مجنوں قسم کے لوگ جو کفار کی نقل کرتے رہے۔ یہ عرض کریں گے کہ مولیٰ اگر ہمکو عقل و خرد ملتی تو ہم ضرور اتباعِ نبوت و ہدایت کرتے ۳ نابالغی میں کفار کے فوت شدہ بچے عرض کریں گے۔ یا مولیٰ اگر ہم بلوغت کی عمر پاتے تو ضرور انبیا علیہم السلام پر بچے دل سے ایمان لاتے ہمیں جنت سے کیوں محروم فرمایا گیا۔ ہمارا کیا قصور ان سب کی اس عرض پر رب تعالیٰ اُن کو عالمِ اعراف سے نکال کر فرمائے گا کہ اچھا اب میری اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔ تب اِن میں سے اہلِ سعادت میدانِ اطاعت میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن اہلِ شقاوت غفلت یا انکار سے رُکے رہیں گے تو اُن سے خطاب ربانی ہوگا کہ تم تو اب بھی میرے حکم کے مُنکر و مور ہے ہو۔ اگر نبوت کا زمانہ پاتے یا ہوش و عقل بلوغت پاتے تو میرے انبیا سے کب صحیح رویہ رکھتے اور اتباع کر کے ایمان لاتے۔ اس فرمان و آزمائش کے بعد اہلِ سعادت کو جنت میں اور اہلِ شقاوت کو پھر واپس اعراف میں بھیج دیا جائے گا (تفسیر روح البیان) ایک روایت کے مطابق

marfat.com
Marfat.com

عالمِ اعراف میں نیک جنات اور تمام مرفوع القلم لوگ رکھے جائیں گے یعنی جن پر شریعت معطل ہے جیسے مجنون بے عقل۔ اصحابِ فطرت کفار اور کفار کے نابالغ بچے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

سورۂ طٰہٰ کے آٹھ رکوعوں کی مختصر تفسیر اور فضائل وعملیات و تعویذات پہلا رکوع

اس رکوع کی چوبیس آیت کا خلاصہ اس طرح ہے کہ فرمایا گیا اے محبوب آپ کی کثرتِ عبادت کو مدِ کرم رکھتے ہوئے ہم فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ قرآن آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لیے نہ اتارا یہ قرآن مجید نصیحت ماننے اور خشیت (یعنی نرم قلبی) رکھنے والوں کے لیے عظیم تذکرہ ہے اس قدیم صفت کو اُسی قدیم ذات نے نازل فرمایا ہے جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے ہم وہی رحمٰن ہیں جس نے عرش کو اپنا قرب بخشا۔ آسمانوں اور زمین میں اور زمین کے نیچے تک جو کچھ بھی ہے سب اُسی رحمٰن کا ہے۔ اللہ رحمٰن سب کی ہر بات جانتا ہے خواہ کوئی دل میں بھید رکھے ہو یا بہت ہی آہستہ بولتا ہو اس کو سنانے بلانے کے لیے اونچا بولنا ضروری نہیں۔ ساری کائنات میں کہیں بھی کوئی بھی اللہ کے سوا معبود نہیں ہے بس اللہ تعالیٰ ہی حقیقی دائمی ابدی ازلی معبود ہے اس کے ہزاروں اچھے اور پاکیزہ ذو معنی نام ہیں۔ یہ تو آخری کتاب قرآن مجید ہے جو اپنے حبیب پر ہم نے نازل فرمائی۔ اس سے پہلے ایک پہلی کتاب تورات نازل فرمائی گئی جو حضرت موسیٰ پر اتری ان کی بات کچھ اس طرح ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ہمراہ مدین سے مصر واپس آرہے تھے کہ راستے میں کوہِ طور کے پاس ان کو دور سے آگ دکھائی دی انہوں نے اپنی زوجہ صاحبہ کو وہیں ٹھہرایا کہ تھوڑی آگ لے آؤں یا کم از کم وہاں موجود لوگوں سے راستہ ہی معلوم کرلوں۔ جب موسیٰ قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک درخت سے روشنی نکل رہی ہے اُس میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں اپنی جوتیوں کو اتار دو کیونکہ میری تجلیات کی وجہ سے یہ وادی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقدس ہو چکی ہے۔ اور میں نے اپنے بہت سے کاموں کے لیے تم کو چن لیا ہے بس تم اب میرے پیغامات سنو۔ بے شک میں ہی تمہارا سچا معبود اللہ ہوں۔ میری ہی عبادت کرتے رہو اور میری یاد کا بہترین طریقہ نماز ہے اس کو ہمیشہ قائم رکھنا۔ یہ بات بھی یاد رکھنا کہ قیامت آنے والی ہے۔ اے

marfat.com
Marfat.com

موسیٰ میں چاہتا تو یہ بات چھپا لیتا تاکہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیدیا جاتا مگر نہ چھپائی بلکہ قیامت کے حالات علامات واقعات اور آنے کا ذکر اپنے انبیاء کے ذریعے سب ظاہر کر دئے

لہٰذا اب کوئی ایمان لائے یا نہ لائے تم اس کے اعلان سے باز نہ رہنا بلکہ قیامت کا اعلان کرتے ہی رہنا آپ کے بتانے سمجھانے کے بعد بھی اگر کوئی اپنی ہی نفسانی خواہشات کے پیچھے چلا تو وہ خود ہلاک ہوگا ہاں اے موسیٰ یہ تو بتاؤ کہ تمہارے اس داہنے ہاتھ میں کیا ہے آپ نے عرض کیا یہ میری لاٹھی ہے میں تھک جاؤں تو کھڑے کھڑے اس سے ٹیک لگا لیتا ہوں اور بکریاں چراتا تھا تو اس سے بکریوں کے لیے جنگلی درختوں کے پتے جھاڑ لیتا تھا۔ اور اب بھی اس میں میری بہت سی ضروریات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اس لاٹھی کو زمین پر ڈالو۔ جب آپ نے لاٹھی کو زمین پر رکھا تو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گئی۔ حضرت موسیٰ کچھ دہشت گھبراہٹ میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو پکڑ لو ڈرو مت۔ تمہارے پکڑنے کے بعد فوراً یہ اسی پہلی حالت پر آجائے گی یہ ایک معجزۂ نبوت ہوا۔ اور اب ایسا کرو کہ اپنا ہی داہنا ہاتھ اپنی بائیں بغل میں کر لو پھر نکالو تو یہ سفید چمکتا ہوا نور کی طرح نکلے گا کسی بیماری کی طرح برا نہ لگے گا۔ یعنی بیماری والی سفیدی کا داغ نہ ہوگا۔ یہ دوسرا معجزۂ نبوت ہے۔ یہ معجز سے اس لیے ہم نے تم کو دئے ہیں تاکہ اپنی قدرت کے بڑے بڑے نشان تم کو دکھائیں اب تم فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ بہت سرکش و خبیث ہو چکا ہے۔ **دوسرا رکوع**

حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے اللہ اگر اتنے بڑے بدبخت مغرور سرکش کی سرکوبی کے لیے مجھ کو چنا گیا ہے تو میرے کریم رحیم رب میرا سینہ کشادہ فرما دے اور علم حکمت معرفت ہمت و جرأت پیدا فرما دے اور اس مشکل کام کو تو میرے لیے آسان فرما دے اور میری زبان کی وہ لکنت دور فرما دے جو بچپن شیر خوارگی میں آگ کا انگارہ منہ میں رکھنے کی وجہ سے پڑ گئی تھی تاکہ وہ سب کفار میری باتوں کو سمجھ لیں لکنت کی بنا پر مذاق نہ اڑائیں اور میری چوتھی عرض و دعا یہ قبول فرمائے کہ میرے ہی اہل خاندان میں سے میرے بڑے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے تاکہ میرے بھائی کی ہمراہی کی وجہ سے میری ڈھارس بندھی رہے اور میرے تبلیغی کام میں معاون رہے۔ اس کے شکرئے میں ہم تیری بہت یاد مناتے رہیں گے اور بہت تسبیح پڑھیں گے۔ بے شک تو ہم کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ رب تعالیٰ نے ساری دعائیں قبول فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ نے چار نعمتیں فرمائیں جو موسیٰ علیہ السلام نے مانیں اب موسیٰ علیہ السلام نے یہ چار دعائیں عرض کیں جو رب تعالیٰ نے قبول فرمائیں اور فرمایا کہ یہ دعائیں قبول کرنا ہمارا تم پر دوسری دفعہ احسان ہے۔ پہلا احسان بچپن میں اس وقت ہوا جب فرعون کے سپاہی

marfat.com
Marfat.com

قتل کرنے کے لیے تجھ کو ڈھونڈتے پھرتے تھے ہم نے ہی دریا میں ڈالنے کا طریقہ تمہاری والدہ کو وحی الہام کے ذریعے سے بتایا تھا کس طرح تابوت میں رکھا اور دریا میں بہا دیا دریا نے تابوت کو فرعون کے محل کے اندرونی نہر کے ساحل پر ڈالا اور اللہ کے دشمن اور خود حضرت موسیٰ کے جانی دشمن فرعون نے اس کو اٹھا کر اپنا بیٹا بنا لیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی محبت فرعون اور آسیہ زوجۂ فرعون کے دل میں ڈال دی۔ یہ سب کارروائی اس لیے ہوئی کہ ہمارا ہی ہماری ہی پرورش میں رہے اور ڈیولپ دشمن کی ہو ہم نے تو اپنے نبی کو کسی کافرہ دائی کا دودھ بھی پینے نہ دیا تاکہ والدہ بھی جدائی میں صلحکان نہ ہو اس کی بھی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اسے موسیٰ تیری ہی بہن سے ہم نے یہ سب خبری و پیغام رسانی کرادی پھر ایک وقت وہ آیا جب تم جوان ہوئے تم نے ایک ظالم قبطی کو مکہ مار کر قتل کر دیا ہم نے اُن فکروں سے تم کو نجات دی اور تم مدین کی طرف بھاگ گئے وہاں تم کو کئی سال رکھ کر امتحانِ نبوت اور طرح طرح کی آزمائشوں سے مضبوط کیا گیا پھر خوب جانچنے کے بعد وہاں سے فیصلۂ الٰہیہ اور خدائی پروگرام کے مطابق تم واپس مصر آئے کیونکہ میں نے تم کو اپنے لیے بنایا۔ اب تم اور تمہارا بھائی میرے دیئے ہوئے معجزات کے ساتھ فرعون کے پاس جاؤ اور میری یاد میں کبھی بھی کمی نہ کرنا۔ اور اے موسیٰ تم جلال والے نبی ہو مگر تم دونوں ہمارے پیغامبر ہو اس لیے فرعون سے نرم انداز میں گفتگو کرنا تاکہ وہ بگڑ نہ بیٹھے اور اُس کو مزید سرکشی کا بہانہ نہ مل جائے بلکہ نصیحت پکڑے یا اللہ سے ڈرے۔ دونوں نے عرض کیا کہ ہم کو خدشہ ہے وہ فرعون ہماری بات سنے بغیر ہی ہم پر کوئی آفت نہ ڈھا دے یا ہم کو دربار میں ہی نہ آنے دے اور دربار یوں سے شرارت کروائے کیا اُس وقت بھی ہم نرمی ہی کرتے رہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بات کی تم فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ دیکھتا ہوں سنتا ہوں بے فکر ہو کر اُس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے رب تعالیٰ کے رسول ہیں تو بھی بندہ بن جا اس بات پر ایمان لے آ اور بنی اسرائیل پر ظلم نہ کر اُن کو ہمارے حوالے کر دے ہم معجزات لے کر آئے ہیں اگر تجھ کو ابھی ہماری نبوت پر یقین نہیں آتا تو معجزات دیکھ لے۔ سلامتی صرف اُسی کی ہے جس نے اللہ کے سچے راستے کو پکڑا اور ہم کو وحی الٰہی سے معلوم ہو گیا ہے کہ جو حق کو جھٹلائے اور منہ پھیرے اس پر ابدی عذاب ہے۔ فرعون بولا جب حضرت موسیٰ نے اُس کے بھرے دربار میں پہنچ کر رب تعالیٰ کے یہ سارے پیغامات پہنچائے کہ اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے۔ ان سب کا رب تو میں ہوں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمارا رب تعالیٰ وہ ہے جس نے ساری مخلوق کو اچھی شکل و صورت دی اس کی حیثیت کا جسم دیا اور ہدایت دی فرعون بولا موسیٰ تمہاری باتیں تو بڑی دلچسپ ہیں کچھ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں تو سناؤ۔ اور ان نصیحتوں کو چھوڑو

marfat.com
Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ قصے اور ان کا علم میرے رب کے پاس ہے میں وہ بتانے نہیں آیا۔ نہ میرا رب بھولے نہ بہکے۔ تو رب کیسے ہو سکتا ہے جو سب کچھ بھولا بیٹھا ہے۔ میرا رب ہی سب کا رب ہے اسی نے اپنی مخلوق کو بنانے کے لیے زمین کا گہوارہ بنایا اور تمہارے سفر و حضر کے لیے روزی غذا کھانے کے لیے راستے بنائے آسمان کی طرف سے بادل برسائے اُن کے ذریعے ہر جاندار کے لیے رزق پیدا کیے پس تم بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ خود رب نہ بن بیٹھو۔ ان سب چیزوں میں عقل والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ تیسرا رکوع۔ اس رکوع کی بائیس آیت میں فرمایا گیا کہ ہم نے تم کو یعنی انسانوں حیوانوں کو نباتات جمادات کو اسی مٹی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں پھر لوٹا دیں گے۔ اس کے بعد قصہ موسیٰ علیہ السلام شروع ہے فرمایا گیا کہ بذریعہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں معجزات نبوت فرعون کو دکھائے گئے مگر اُس نے جھٹلایا انکار ہی کیا اور ان معجزات کو جادو سمجھا اور مُلک بھر کے دیگر تمام تقریباً اسّی ۸۰ نوّے ۹۰ جادوگر مقابلے کے لیے بلا لیے۔ اُس نے برملا خدشہ ظاہر کیا کہ موسیٰ (علیہ السلام) اپنے جادو کے زور سے ہم کو ملک و سلطنت سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اور یہ بات ظاہر مشاہد سے میں ہے کہ باطل دنیا پرست کو گرسی و سلطنت بڑی پیاری ہوتی ہے۔ اس مقابلے کے لیے جگہ اور دن مقرر ہو گیا تو اُس مقررہ دن میں سب جادوگر آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُس بھرے مجمع میں نہایت شاندار تبلیغی وعظ فرمایا کہ اے فرعون و فرعونیو قبطیو جادوگر قوم پر افسوس اور ہلاکت ہے کہ تم اپنے خالق مالک رب تعالیٰ پر افترا باندھتے ہو ایسا نہ کرو ورنہ وہ مولیٰ تعالیٰ قادر و قیوم تم کو دائمی عذاب میں ہلاک فرما دے گا۔ جھوٹ بنانے افترا کرنے والا تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا نامراد ہی رہتا ہے اس تقریر سے متاثر ہو کر کچھ جادوگر مقابلہ کرتے سے ڈر گئے اور کچھ ڈٹے رہے انہوں نے سمجھایا کہ ساتھیو آج مقابلے سے مت ڈرو بلکہ خوب قوت سے مقابلے کرو کیونکہ آج جو جیتے گا وہ ساری عمر بلندی اور کامیابی والا ہو گا فرعون کی نظر میں محبوب و مقبول ہو گا۔ رہے یہ دو شخص تو یہ تو یہ دونوں موسیٰ و ہارون تو تم سب فرعون و فرعونیوں کو سلطنت و ملک سے نکال کر اور تمہارے اس فرعونی اچھے دین سے برباد کر دیں۔ لہٰذا اے ساتھیوں گھیراؤ مت اپنے سارے داؤ پیچ جمع کرو اور مقابلہ کرو اُدھر فرعون نے انعام و اکرام اور ڈرا دھمکا کر ان کو مقابلے پر مجبور کیا۔ تب آمادہ ہوئے اور سب بولے کہ اے موسیٰ ہم اپنا جادو پہلے ڈالیں یا تم پہلے ڈالو۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم ہی پہلے ڈالو دیکھیں تو کیا داؤ بازی کرتے ہو۔ انہوں نے جادو کیا تو ان کی تمام رسیاں بانس سامان سانپوں کی طرح چلتی نظر آنے لگیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی کچھ سانپ ہی معلوم ہوئے تب موسیٰ

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام فکر مند ہوئے کہ اب حق و باطل میں فرق کون کرے گا کس طرح ہوگا۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم نے فرمایا اے موسیٰ فکر مند نہ ہو آج تم ہی غالب رہو گے اپنا اعصا ڈالو وہ سب کھا جائے گا یہ سانپ نہیں یہ تو جادو کا فریب ہے کبھی جادوگر بھی کامیاب ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا اعصا اتنا بڑا سانپ بن گیا کہ وہ سب کچھ نگل گیا یہاں تک کہ لوگوں کی طرف لپکا تب سب لوگ فرعون بھی ڈر کر بھاگ پڑے اور جادوگر مومن بن کر سجدے میں گر پڑے اور بولے ہم موسیٰ و ھرون کے رب پر ایمان لائے اُدھر جب ہوش آیا اور فرعون کو پتہ لگا کہ سب جادوگر موسیٰ پر ایمان لے آئے ہیں تو بہت غصہ سے بھرا اور جادوگروں کو دربار میں بلا کر جھڑکا قتل کی دھمکی دی مکارہ فریبی دھوکے باز کہا کتم در پردہ پہلے سے اسی کے ساتھی و شاگرد تھے۔ جادوگروں میں ایمانی قوت آچکی تھی بولے جو تو چاہے کرلے ہم تو اب مرتد نہ ہوں گے تیرا عذاب تو چند گھڑیوں کا ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پچھلے گناہ بھی بخش دے گا اور یہ جادو بھی جو تو نے جبراً ہم سے کرایا ہے۔ اب ہم جان گئے ہیں کہ رب تعالیٰ کے حضور جو شخص مجرم بن کر جائے گا اس کے لیے دائمی عذاب کی جہنم ہے وہاں نہ مروں میں ہوگا نہ زندوں میں۔ اور جو مومن بن کر اچھے اعمال لے کر جائے گا وہ جنت میں اعلیٰ درجے نہریں باغات اور پاکیزگی کی جزا پائے گا

چوتھا رکوع۔ اس کی تیرہ آیت میں جادوگروں کے اُس مقابلے اور فرعون کی ذلت آمیز شکست کے بعد بیس سال تک فرعون کو ہر طرح سمجھایا جاتا رہا جب وہ پھر بھی اپنی کفریات پر ڈٹا رہا تب رب تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اور ہجرت کا حکم ہوا۔ جس طرح کہ ہمیشہ انبیاء کرام کو ہجرت کرنے کا وقت رات ہی میں بتایا جاتا ہے اسی طرح حضرت موسیٰ کو بھی رات میں ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس رکوع میں آٹھ باتیں بیان فرمائیں پہلی یہ کہ تمام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر رات ہی رات خفیہ مشہور کئے بغیر خفیہ طور پر مصر سے ہجرت کر جاؤ۔ دوم۔ دریا میں راستہ بنانے کا حکم سوم فرعون اور اس کا صبح کے وقت پیچھا کرنا چہارم بنی اسرائیل کا دریا سے پار نکل جانا اور تمام فرعونیوں اور خود فرعون کا بھی ڈوب جانا۔ پنجم۔ فرعون کی گمراہ گری اور بے ہدایت ہونے کا ذکر ششم۔ موسیٰ اور فرعون کا یہ سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد موجودہ تا قیامت بنی اسرائیل یہودیوں کو وہ احسانات یاد دلائے جا رہے ہیں جو اُن پر رب تعالیٰ نے اپنے انبیاء و عظام علیہم السلام کے وسیلے سے کئے جو تقریباً تین تھے ۱۔ فرعون جیسے دشمن سے نجات ۲۔ طور پر بخشش و عزت کا وعدہ توریت دینے کا وعدہ ۳۔ من و سلویٰ کا نازل فرمانا۔ اور عام کھانے کے لیے دعوتِ عام۔ اب اگر تم برے ہوئے پہلے بچھڑے کا پرستش کرنے کی طرح تو فرعون کی طرح تم پر بھی غضب آجائے گا۔ فرمایا گیا کہ جو بھی انسان میرے غضب میں آئے گا

marfat.com
Marfat.com

دو مگر فنا ہو جائے گا لیکن توبہ کر کے نیک کام کرنے والے کو بہت بخشش بھی دی جائے گی۔ ہفتم۔ پھر واقعۂ موسیٰ علیہ السلام شروع کیا گیا۔ کہ اتنے احسانات کے باوجود چند دنوں کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے اور قوم سے غیر حاضر ہوتے ہی قوم گمراہ ہو گئی رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو قوم کی گمراہی کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ اے موسیٰ تم جلدی کیوں جدا ہوئے۔ سامری نے قوم کو گمراہ کر دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے غضب ناک ہو کر واپس قوم میں آنے اور قوم کو جھڑکنے اور گمراہ ہونے کی وجہ دریافت کرنے اور باز پرس کرنے اور سب لوگوں کو سرزنش کرنے کا تذکرہ ہے اور ہشتم یہ کہ قوم نے اپنے گمراہ ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے کیا جواب دیا اس کا ذکر ہے۔ **پانچواں رکوع**۔ اس رکوع کی پندرہ آیت میں سات باتیں ذکر کی گئیں پہلی یہ کہ رب تعالیٰ نے حضرت ہارون کی تبلیغ کا ذکر فرمایا دوم حضرت ہارون کو قوم کا جواب بیان ہوا سوم یہ کہ حضرت موسیٰ نے ہارون علیہ السلام سے سخت لہجے اور سخت طریقے سے باز پرس کی حضرت ہارون نے اپنی مجبوری و برائت میں جو جواب دیا اس کا ذکر ہے چہارم یہ کہ حضرت موسیٰ نے سامری کو سرزنش فرمائی اور اس کا فضول جواب سن کر آپ نے اس کے برے انجام کی پیش گوئی فرمائی کہ تجھ کو ایک بیماری لگ جائے گی اور تو لوگوں سے تا عمر یہی کہتا رہے گا کہ مجھ کو ہاتھ نہ لگانا ورنہ میری بیماری زیادہ ہو جائے گی اور دوسرے کی بھی حالت خراب ہوگی۔ پنجم حضرت موسیٰ نے اس بچھڑے کا جو انجام کیا جس کو گمراہ قوم نے باطل معبود بنا لیا تھا۔ کہ دیکھو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہم اس بچھڑے کو ذبح کر کے جلاتے ہیں پھر ریزہ ریزہ ہونے کے بعد اس کو دریا میں بہائیں گے۔ پھر آپ نے یہ کام ختم کر کے اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی سچی معبودیت کا ذکر فرمایا۔ ششم فرمایا گیا کہ اے محبوب ہم ہی آپ کو پہلوں کے قصے سناتے ہیں اور آپ کا اتنا بڑا علم اور یاد داشت ہم نے آپ کو دیا ہے۔ پھر فرمایا گیا کہ جو بھی آپ کے علم اور فرمودات اور آپ کے اس عطائی ذکر سے منہ پھیرے گا۔ تو وہ کافر ہو کر اپنا پورا بوجھ اٹھائے گا تا ابد۔ یہ ہی قیامت میں اس کی بدبختی اور برا انجام ہے۔ ہفتم قیامت میں کفار کی تین حالتوں کا ذکر کیا گیا۔ صور پھونکے جانے کا وقت۔ مجرموں کے جمع ہونے کی حالت اور ان کی بگڑی صورتیں۔ ان کی آپس کی دنیا کے بارے میں گفتگو۔

چھٹا رکوع۔ اس کی گیارہ آیتوں میں چھ باتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ پہلی یہ کہ قیامت کی چند نشانیاں ذکر کی گئیں۔ پہاڑوں کی تباہی۔ زمین کی ایک میدان چٹیل ہموار ہو جانے کی حالت۔ مجرموں کافروں فاسقوں کی حالت زار۔ شفاعت اور شفیع کا ذکر۔ ششم۔ اللہ تعالیٰ ہر ظاہر پوشیدہ کو جانتا ہے۔ ہفتم۔ لوگوں کا علم اللہ تعالیٰ کی کسی شان و صفات کو نہیں جان سکتا۔ ہشتم یہ کہ قیامت

marfat.com
Marfat.com

کے دن سب کے چہرے خوف وندامت اور صیت وخشیت سے اس کے روبرو جھک جائیں گے نہم۔ قیامت میں نامراد اور بامراد کا بیان۔ دہم۔ قرآن مجید کی عربی زبان اور اس میں وعد وعید کا تذکرہ اور عربی میں ہونے کی وجہ یازدہم۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کا بیان دوازدہم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے متعلق دو نصیحتیں ۱ یہ کہ قرآن مجید جلدی جلدی آگے آگے نہ پڑھا کریں ۲ اپنے علم کے زیادہ ہونے کی دعا میں مانگتے رہیں سیزدہم۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جنتی وعدے اور اس کے ٹوٹنے پر رب تعالیٰ کا فیصلہ کہ وہ جان بوجھ کر نہ توڑا گیا تھا وہ تو ایک بھول تھی۔ **ساتواں رکوع** اس کی تیرہ آیتوں میں آٹھ باتیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی یہ کہ ملائکہ کو سجدۂ آدم کا حکم ملا تو سب ملائکہ نے سجدہ کیا شیطان ابلیس نے انکار کرتے ہوئے نہ کیا۔ دوم یہ کہ آدم علیہ السلام کو بتایا گیا تھا کہ شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ کہیں وہ تم کو دھوکا فریب دے کر جنت سے نہ نکلوا دے اور تم کو دنیا کی مشقتیں اٹھانی پڑیں۔ سوم یہ کہ فرمایا گیا اے آدم جنت میں تم کو چار آرام میسر رہیں گے اور ان آراموں کے لیے تم کو کوئی محنت مشقت دنیا کی طرح نہ کرنی پڑے گی ۱ تم دونوں خاوند بیوی جنت میں کبھی بھی بھوک محسوس نہ کروگے ۲ نہ تم ننگے ہوگے ۳ نہ کبھی پیاس لگے گی ۴ نہ دھوپ اور گرمی لگے گی۔ چہارم یہ کہ فرمایا گیا شیطان نے حضرت آدم کو ظاہر طور اکر وسوسہ دیا۔ اور بولا کہ کیا میں تم کو ایسا درخت نہ بتاؤں جس کو کھا کر تم جنت میں ہمیشہ رہو اور ایسی ابدی دائمی بادشاہت ملے کہ کبھی پرانی نہ ہو۔ پنجم یہ کہ آدم علیہ السلام ابلیس کے فریب میں آگئے اور اس درخت کا پھل کھا لیا تو ان کا جنتی لباس اتر گیا اور وہ جنت کے پتے لپیٹ کر اپنا ستر ڈھانکنے لگے یہ سب مصیبت اس لیے ہوئی کہ آدم علیہ السلام نے وعدہ خلافی کر دی۔ ششم یہ کہ آدم علیہ السلام نے اپنی بھول چوک والی غلطی سے توبہ کی جو کئی سال بعد قبول ہو گئی اور آپ کو برگزیدہ بندوں میں چن لیا گیا۔ ہفتم یہ کہ آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کے وقت رب تعالیٰ کا آدم علیہ السلام سے چند باتیں فرمانا ۱ تم دونوں آدم وحوا علیہما السلام باقی چیزوں کو ساتھ لے کر ایک دم اتر جاؤ ۲ دنیا میں تم سب ایک دوسرے کے دشمن بنے رہو گے ۳ پھر میری ہدایت نبوت اور دین ومذہب کی شکل میں آئے گی ۴ میری ہدایت کا پیرو کار نیک بندہ نہ گمراہ ہوگا نہ مشقت میں پڑے گا نہ بدبخت ونامراد ہوگا اور میری ہدایت سے منہ پھیرنے والا دنیا میں تنگ اور بری زندگی والا ہوگا آخرت میں آنکھوں سے اندھا ہوگا۔ قیامت میں ہر شخص کو دنیوی زندگی یاد ہو گی اسی لیے یہ کافر مجرم عرض کرے گا مولیٰ میں تو دنیا میں آنکھوں والا تھا اب کیوں اندھا ہوں

marfat.com
Marfat.com

رب تعالیٰ کی طرف سے جواب کا ذکر ہے۔ ہشتم یہ کہ عبرت حاصل کرنے کے لیے پہلوں کی تاریخ جاننا چاہیے کہ اُن نافرمانوں کی ہلاکتیں کس طرح ہوتی رہیں۔ فرمایا گیا کہ نصیحت صرف عقل والے پکڑتے ہیں۔

آٹھواں رکوع

اس رکوع کی سات آیت میں سات باتیں ذکر ہوئیں۔ پہلی یہ کہ کفار پر جلدی عذاب نہ آنے کی وجہ بیان ہوئی۔ دوم۔ آقا و کائنات حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کا ارشاد فرمایا جا رہا ہے اور صبر کے لیے نماز کا ذکر ہے جس میں تسبیح بھی ہوتی ہے اور حمد باری تعالیٰ بھی اس جگہ چار نمازوں کا ذکر فرمایا گیا ۱ فجر ۲ عصر ۳ عشاء ۴ مغرب۔ سوم یہ کہ تا قیامت مسلمانوں کو کفار و فساق کے عیش و آرام اور دولت سے بے توجہ ہونے کا ذکر ہے۔ اور حکم دیا گیا کہ ان چیزوں سے منہ پھیر لو۔ یہ مال و دولت اُن کے لیے فتنہ ہیں۔ ہمیشہ باقی رہنے والا تو وہ رزقِ الٰہی ہے جو نبی کریم کی نسبت و تعلیم سے حاصل ہو۔ چہارم یہ کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ صرف خود ہی نیک اعمال نماز روزہ نہ کرے بلکہ اپنے گھر میں تمام رہنے والوں کو بھی پابندی کرائے۔ تمام زندگی رزق ڈھونڈنے میں برباد نہ کر دے۔ یہ سب رزق تمہارے ہی لیے ہے ہم تم سے نہیں مانگتے پنجم یہ کہ فرمایا گیا آخرت کی کامیابی صرف تقوے سے ہے۔ ششم یہ کہ کفار کے جھوٹے اور فضول مطالبوں کا رد فرمایا جا رہا ہے کہ اب جب کہ ہم نے اپنے کرم و رحم سے اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما دیا تو یہ طرح طرح کے ناجائز سوال و مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ یہ نشانیاں کیا کم ہیں کہ پچھلی تمام کتابوں صحیفوں میں ہر نبی علیہ السلام کی زبان پر ہمارے اس محبوب نبی کی بشارتیں نعتیں تذکرے آج تک موجود ہیں جس کو یہ سب کا فر جانتے ہیں ہفتم اگر ہم انبیاء کرام علیہم السلام کو نہ بھیجتے تو قیامت کی ذلت رسوائی اور عذاب کی سزا دیکھ کر یہی کہتے کہ اے اللہ تو نے ہمارے پاس اپنے رسول اور اپنا کیوں نہ بھیجے کہ ہم اُن کی فوراً اتباع کر لیتے۔ ہفتم کفار مذاقاً کہا کرتے تھے کہ ہم اس نبی کے بتائے ہوئے عذاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہاں آخری آیت میں اُس کا جواب دیا گیا۔

سورۃ طٰہٰ کے عملیات

بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ جو شخص روزانہ سورۃ طٰہٰ کا ورد کرے اوّل آخر گیارہ مرتبہ درود شفا شریف تو جادو کے نقصان و اثر سے محفوظ رہے گا۔ اور رزق کی تنگی نہ ہوگی۔ ۲ جس لڑکی کا نکاح نہ ہوتا ہو وہ اوّل آخر درود شریف روزانہ گیارہ دن تک بعد نمازِ فجر ۲۱ دفعہ سورۃ طٰہٰ تلاوت کرنے شروع کرے تو بعد نمازِ فجر کرے ختم جیسے چاہے ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ نیک صالح صحت مند

marfat.com
Marfat.com

مرد سے شادی کے رشتے آجائیں گے ۳ اولاد کے لیے بھی اس طرح کرے تو انشاء اللہ نیک اولاد کا مالک ٹھہرے گا۔ اگر پڑھ نہ سکے یا غلط پڑھتا ہے تو کسی نیک متقی عالم سے کسی پاکیزہ سبز ریشمی کپڑے پر کھوا کر بیمار زیر زبر خوشخط بالکل صحیح صحیح اس کو لپیٹ کر تعویذ کی طرح گلے میں ڈالے نکاح ہو جائے تب بھی گلے میں جب بچہ یا بچی پیدا ہو تو اس کے گلے میں ڈال دے ۴ اگر کسی عامل کامل سے اس کا تعویذ لکھوا کر گلے میں پہنے تو ہر قسم کے جادو سے محفوظ رہے۔ اس سورۃ کے کل عدد بحساب ابجد ۳۹۹۲۸۳ اس کے تعویذ کا زائچہ حسب ذیل ہے۔ اور تعویذ کی چال خانہ ۱۳ میں ہے تعویذ یہ ہے۔

۷۸۶

۹۹۸۲۰	۹۹۸۲۳	۹۹۸۲۷	۹۹۸۱۳
۹۹۸۲۶	۹۹۸۱۴	۹۹۸۱۹	۹۹۸۲۴
۹۹۸۱۵	۹۹۸۲۹	۹۹۸۲۱	۹۹۸۱۸
۹۹۸۲۲	۹۹۸۱۷	۹۹۸۱۶	۹۹۸۲۸

سورۃ طٰہٰ کے فضائل

سنن دارمی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کی تخلیق سے پہلے دو ہزار سال قبل سورہ طٰہٰ و سورۃ یٰسین کو تلاوت فرمایا جب ملائکہ نے یہ تلاوت سنی تو کہنے لگے کہ مبارک ہے وہ امت جس پر یہ نازل ہوں گی اور مبارک ہیں وہ سینے جن میں یہ سورتیں محفوظ ہوں گی اور مبارک ہیں وہ زبانیں جو ان کو قرأت کریں گی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آقا و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام سورتیں قرآن مجید میں سے اٹھالی جائیں گی مگر سورۃ طٰہٰ و سورۃ یٰسین مومن سے نہیں لی جائیں گی ان کی تلاوت جنت میں مومنین کی زبانوں پر ہوتی رہیں گی۔ اس سورۃ مبارکہ کے فضائل میں ایک یہ بھی فضیلت بیان کی جاتی ہے کہ عمر فاروق جیسے متشدد اور سخت دل تند خو جب انسان کو اسی سورۃ کی تلاوت نے رقت آمیز نرم دل بنایا اور ایمان بخشا یہ سورت ایمان فاروقی سے ایک ماہ پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس سورت پاک میں چار چیزوں بہت اہتمام خاص سے ذکر فرمائی گئیں۔ ۱ چونکہ یہ زمانہ کفار مکہ کے ہر قسم کے ظلم کے عروج کا تھا جس سے صحابہ کرام ہر وقت فکر مند اور غم زدہ رہتے تھے اس لیے قرآن پاک کی ان آیات میں بار بار تسلی تشفی فرمائی جا رہی ہے۔ ۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ فرعون کے ظلم و قتل عام سرکشی فتنہ فساد اور بالآخر انجام کار موسیٰ علیہ السلام کے غلبے کا ذکر بھی اسی تسلی تشفی کے ضمن میں ہے کہ حضرت موسیٰ کو طفلگی بچپن جوانی اور آخر دم تک جو رب تعالیٰ فرعون سے محفوظ رکھ سکتا ہے وہ مولیٰ تعالیٰ اپنے نبی اور محبوب کے امتیوں کو

marfat.com
Marfat.com

بھی غالب ہی رکھے گا۔ ۳۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے اتنے انعام مگر اُن کی گمراہی اور کفرانِ نعمت بھی کتنی جلدی ظاہر ہوا۔ ۴۔ آدم علیہ السّلام اور ابلیس کا واقعہ بیان فرما کر تا قیامت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی اصلاح فرمائی جارہی ہے کہ عاجزیِ آدم اختیار کرنا اہلِ ایمان اور قُربِ الٰہی توفیقِ توبہ کا ذریعہ ہے مگر جرم اور اکڑ بازی شیطان کا کام ہے جس سے مردودیت و ذلت و رسوائی دوریِ بارگاہ ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ لغزش کر کے بھی اپنی مولیٰ کی بارگاہ میں گرے رہو تو وہ رحیم و کریم ہے تفسیر خازن میں ہے بروایت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ سورتیں مجھ کو سابقہ کلاموں سے دی گئیں۔ جن میں سورۃ بقرہ کا کچھ حصّہ مجھ کو توریت سے دیا گیا اور سورۃ طٰہٰ اور طواسین (یعنی وہ تین سورتیں جن کے اوّل میں حروفِ مقطعات میں سے طسم آتا ہے ۱۔ سورۃ الشعراء ۲۔ سورۃ النمل اِس کی ابتدا طٰسٓ سے ہوتی ہے ۳۔ سورۃ القصص یہ تینوں سورتیں توریت شریف کی اُن تختیوں میں تھیں جو اُٹھا لی گئیں تھیں) مجھ کو دی گئیں اور فواتح القرآن۔ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیت مجھ کو عرش کے نیچے دی گئیں شبِ معراج اور مفصل کی سورتیں خصوصی طور پر مجھ کو ہی عطا فرمائی گئیں کسی سابقہ نبی کو نہ ملیں۔ باقی سورۃ بقرہ عالمِ ازل میں مجھ کو دی گئی تمام مخلوق سے پہلے رب تعالیٰ نے نور کا ستون بنایا اور اس کا نام محمد رکھا تمام مخلوق اس نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئی۔ وہ ستونِ نور میں ہوں۔ پھر رب تعالےٰ نے سورۃ طٰہٰ کی تلاوت فرمائی اور پھر سورۃ یٰسٓ کی تلاوت فرمائی۔ (دارمی حاکم مستدرک۔ بیہقی عَنْ مَعْقِلْ بْنِ یَسَارْ عَنْ ابنِ عباس اس روایت سے اِقتضاءً و اشارۃً ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے پہلے نبی بنا دیئے گئے تھے اس لیئے کہ طٰہٰ میں بھی اوّلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بطریق ندا اسم مبارک ہے اور سورۃ یٰسٓ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مقدس ہے تمام فقہاء علماء شارح فرماتے ہیں کہ لفظ طٰہٰ اور لفظ یٰسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ مناداۃ سے اسماءِ مقدسہ میں شامل ہیں اور ندا کے ساتھ ہیں۔ یٰسین میں تو ظاہراً یا حرفِ ندا موجود ہے۔ طٰہٰ کو بھی ندائیہ کہا گیا ہے مگر ان اسماء کے ترجمہ اور معنی مطلب اللہ رسول ہی جانتے ہیں۔ اور ندا اُس کو کی جاتی ہے جو موجود ہو۔ سورۃ طٰہٰ میں اسمِ اعظم بھی ہے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین سورتوں میں اسمِ اعظم تلاش کرو۔ البقرہ ۲ آلِ عمران ۳ طٰہٰ (از مستدرک حاکم۔ طبرانی۔ ابن ماجہ عن ابی اُمامہ) سورۃ طٰہٰ میں ایک سو پینتیس آیت آٹھ رکوع ایک ہزار تین سو ایک کلمات (الفاظ) اور پانچ ہزار دو سو بیاسی حروف ہیں۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

تمت بالخیر والعافیہ

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کا کرم عظیم ہے کہ آج بروز پیر مبارک چھٹی جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء بعد نماز ظہر تفسیر نعیمی پارہ سولہ بمدۃ تین سال دس ماہ میں مکمل تصنیف ہوئی۔ اس کی ابتدا یکم جنوری ۱۹۹۳ء مطابق تیئس شعبان ۱۴۱۲ھ بروز اتوار ہوئی تھی۔ تفسیر نعیمی میں ہر آیت مبارکہ کی تفسیر میں گیارہ چیزیں لکھی جاتی ہیں ۱ عربی کلام ۲ ترجمہ محاورے کا ۳ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کا ترجمہ کنزالایمان ۴ تعلقات ۵ شان نزول ۶ تفسیر نحوی ۷ تفسیر عالمانہ ۸ فوائد آیت ۹ احکام القرآن فقہی مسائل ۱۰ اعتراضات جوابات ۱۱ تفسیر صوفیانہ تفسیر نعیمی کی تصنیف میں مندرجہ ذیل عربی کتب سے استفادہ کیا جاتا ہے ۱ تفسیر روح البیان ۲ تفسیر روح المعانی ۳ تفسیر صاوی ۴ تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی ۵ تفسیر نیشاپوری ۶ تفسیر مظہری ۷ تفسیر جامع البیان ۸ تفسیر بیضاوی ۹ تفسیر مدارک ۱۰ تفسیر خازن ۱۱ تفسیر جلالین ۱۲ تفسیر ابن عباس ۱۳ تفسیر فتح القدیر ۱۴ تفسیر عرائس البیان ۱۵ تفسیر ابن عربی ۱۶ شرح جامی ۱۷ حیوٰۃ الحیوان ۱۸ عجائب المخلوقات ۱۹ الانصاف فی النحو ۲۰ ملا حسن ۲۱ حمد اللہ ۲۲ میبذی۔

فہرست مضامین تفسیر نعیمی سپارہ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ سولہواں پارہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	سولہواں پارہ سورۃ کہف کی آیت ۷۵ سے شروع	۳
۲	قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اَنَّكَ از آیت ۷۵ تا آیت ۷۷	″
۳	تعلقات، تفسیر نحوی	۴
۴	تفسیر عالمانہ	۷
۵	فائدے۔ احکام القرآن	۹
۶	اعتراضات	۱۰
۷	تفسیر صوفیانہ	۱۱
۸	علم، عمل۔ اور اکمل دو قسم کے ہیں۔	۱۲
۹	قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ از آیت ۷۸ تا ۸۱	۱۲
۱۰	تعلقات، تفسیر نحوی	″
۱۱	لفظ اَمَّا چار طرح مستعمل ہے۔ دنیا میں انسان کی پانچ قسمیں	۱۴
۱۲	الف لام کی نو قسمیں	۱۵
۱۳	تفسیر عالمانہ تاویل، تحویل، تحریف تغییر تولیت تبدل کے معنی اور ان میں فرق	۱۶
۱۴	باعتبار دولت بندوں کی چار قسمیں ہیں۔	۱۷

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵	غلام کا معنیٰ اور حضرت علیہ السلام کے شرعی اختیارات	۱۹ / "
۱۶	فائدے، احکام القرآن، مسکین کی شرعی تعریف	۲۰ / "
۱۷	اعتراضات، تفسیر صوفیانہ	۲۱
۱۸	ہر مومن کو چار علوم کی ضرورت ہے	۲۳
۱۹	وَكَانَا لِجُدَارٍ فَكَانَ لِغُلَمَيْنِ۔ الخ۔ آیت ۸۲ تا ۸۵	۲۳ / "
۲۰	تعلقات، تفسیر نحوی۔ کنز کا معنیٰ	۲۵
۲۱	پختہ عمر کس کو کہتے ہیں اس میں چھ قول	۲۶
۲۲	قرن کے پانچ معنیٰ ہیں، تمکین کے معنیٰ	۲۷
۲۳	تفسیر عالمانہ	۲۸
۲۴	آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے تقریباً بیس سوال کئے جن کے جوابات قرآن مجید میں دیئے گئے۔ اس کی تفصیل	۲۹ / " / "
۲۵	ذوالقرنینؑ کا واقعہ آپ کا نام نسب وطن عمر مزار۔	۲۹ / "
۲۶	فائدے۔ احکام القرآن، اعتراضات	۳۱
۲۶	حضرت خضر انسان اور نبی تھے اس کی مضبوط دلیل	۳۲ / "
۲۸	تفسیر صوفیانہ، شریعت وطریقت میں بلوغت کی عمر	۳۳ / "
۲۹	حَتّٰى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ از آیت ۸۶ تا ۸۹	۳۵ / "

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۰	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۳۶
۳۱	تراثی چھ قسم کی ہوتی ہے تفسیر عالمانہ	۳۹
۳۲	واقعۂ ذوالقرنین سے قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت	۳۹ / "
۳۳	ذوالقرنین نے ایک سو اسی جنگیں لڑیں ان جنگوں کا مقصد	۴۱ / "
۳۴	فائدے۔ مُكَّنَّا لَهُ قدرت کا عظیم انعام ہے۔	۴۲ / "
۳۵	احکام القرآن، اعتراضات	۴۳
۳۶	تفسیر صوفیانہ۔ چار بندوں کو چار چیزیں چار مقاصد کے لیے دی گئیں۔	۴۴ / "
۳۷	حَتّٰى إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ از آیت ۹۰ تا ۹۴	۴۶ / "
۳۸	تعلقات۔ شانِ نزول، تفسیر نحوی	۴۷
۳۹	دُون کے آٹھ معنیٰ۔ اِس کا تلفظ چار طرح ہے۔	۴۸ / "
۴۰	سَدَّيْنِ اور سَدَّيْنِ میں فرق	۴۹
۴۱	خرج اور خراج میں فرق، تفسیر عالمانہ	۵۰
۴۲	دیوارِ چین سکندر ذوالقرنین نے بنائی تھی۔	۵۱ / "
۴۳	فتوحاتِ سکندری میں چار اہم قوموں کا ذکر۔	۵۲ / "
۴۴	قوم یاجوج ماجوج کا ذکر	۵۲
۴۵	فائدے	۵۳

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۶	احکام القرآن۔ اعتراضات	۵۴
۴۷	تفسیر صوفیانہ	۵۵
۴۸	قَالَ مَالِکِیْ فِیْهِ رَبِّیْ از آیت ۹۵ تا ۹۸	۵۷ / "
۴۹	تعلقات تفسیر نحوی	۶۰
۵۰	عربی میں عدد بندی کے پہلے چھ الفاظ ہیں زبور کا ترجمہ / تفسیر عالمانہ	۶۲ / " / "
۵۱	سکندر ذوالقرنین کے لشکر کی حد۔ دیوار چین بناتے وقت ایک لاکھ تھی۔	۶۲ / "
۵۲	دیوار سکندری کی لمبائی چوڑائی اور اس کی اشیاء تعمیری۔	۶۳ / "
۵۳	دنیا میں کل دعاؤں کی تعداد اور تفصیل، دیوار چین بناتے وقت سکندر کی عمر	۶۳ / "
۵۴	دیوار چین۔ بحر اسود کے قریب علاقہ تقفقاز میں ہے۔	۶۴ / "
۵۵	یاجوج اجوج کے بائیس قبیلے ہیں اور ان کی تعداد	۶۴ / "
۵۶	انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کا فائدہ نہ کہنے کا نقصان، سکندر کی کرامت۔	۶۴ / "
۵۷	فتوحات سکندر کی تعداد تفصیل سکندر کے زمانے میں موجود دنیا کی تقسیل	۶۵ / "
۵۸	فائدے۔ احکام القرآن	۶۵
۵۹	اعتراضات	۶۶
۶۰	تفسیر صوفیانہ۔ مرید کے لیے تین ہستیں ضروری ہیں۔	۶۷ / "
۶۱	وَتَرَکْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ از آیت ۹۹ تا ۱۰۳۔ تعلقات	۶۸ / "
۶۲	تعلقات تفسیر نحوی	۷۰
۶۳	اُفعالِ قلوب کی تعداد اور خصوصیات لفظ دون مشترک ہے حروف سوالیہ کی تعداد	۷۲ / " / "
۶۴	تفسیر عالمانہ۔ قیامت کی نشانیوں کا بیان، دجّال اور یاجوج ماجوج چار جگہ نہ جا سکیں گے۔	۷۳ / " / "
۶۵	سَوْفَ تُشَاجِهَتَمْ کے تین معنیٰ	۷۵
۶۶	فائدے۔ قیامت میں جہنم کا فکر کفر آئیگی مومن کو نظر نہ آئیگی۔	۷۶ / "
۶۷	احکام القرآن۔ اعتراضات	۷۷
۶۸	تفسیر صوفیانہ	۷۸
۶۹	حُبِّ دنیا کے چار ناسور عجیب تر شخصیت انسان ہے۔	۷۹ / "
۷۰	اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدنیا از آیت ۱۰۴ تا ۱۰۶	۸۰ / "
۷۱	تعلقات	۸۱
۷۲	تفسیر نحوی	۸۲
۷۳	فردوس کے معنیٰ۔ تفسیر عالمانہ	۸۴
۷۴	خاسرین قیامت سات قسم کے لوگ ہیں	۸۵

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۵	دیوبندی مولویوں نے ہمیشہ ہندوؤں کا ساتھ دیا۔ پانچ قسم کے لوگوں کے اعمال کا وزن ہوگا۔	۸۶
۷۶	مختلف زبانوں میں جنت کے مختلف نام رب تعالیٰ نے تین چیزوں اپنے دست قدرت سے بنائیں۔ فردوس کا بیان	″
۷۷	فائدے، احکام القرآن	۸۸
۷۸	کفار اور مسلمانوں کے اعمال کس طرح برباد ہوتے ہیں۔ اعتراضات	۸۹
۷۹	تفسیر صوفیانہ	۹۰
۸۰	اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کی چار نشانیاں	۹۱
۸۱	خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔ از آیت ۱۰۵ تا ۱۱۰	۹۲
۸۲	تعلقات	۹۳
۸۳	شانِ نزول	۹۴
۸۴	تفسیر نحوی۔ حرفِ لَوْ سے تین چیزوں ثابت ہوتی ہیں۔	۹۵
۸۵	حرفِ لَوْ کی چھ قسمیں ہیں۔ یَدّ کے معنی	۹۶
۸۶	تفسیر عالمانہ ہمیشگی چار قسم کی ہے۔	″
۸۷	لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا میں تین چیزوں کا تعارف کرایا گیا۔	۹۷
۸۸	قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یہ آیت عظیم نعمتِ مصطفیٰ ہے۔	۹۹
۸۹	انسان کی چار قسمیں	۱۰۳
۹۰	فائدے۔ صفاتی نام کس طرح بنتے ہیں	۱۰۳
۹۱	احکام القرآن۔ اعتراضات	۱۰۴
۹۲	تفسیر باترائے کسے کہتے ہیں اور اس کا شرعی حکم۔	۱۰۵
۹۳	تفسیر صوفیانہ	۱۰۶
۹۴	اہلِ کشف کے سات سمندر مسلمانوں کے مسلمانوں پر پانچ حقوق۔	۱۰۷
۹۵	سورۂ کہف کے عملیات فضائل تعویذ تلاوت کے فوائد۔	۱۰۸
۹۶	دوسری تفسیر صوفیانہ۔ علومِ عطائیہ کی چار قسمیں۔	۱۱۱
۹۷	دنیا میں اٹھارہ قسم کے علم مشہور ہیں	۱۱۲
۹۸	نیک و بد اعمال کی فہرست، سفرِ معرفت کے لیے چار چیزیں ضروری	″
۹۹	قربِ کی بارہ قسمیں	۱۱۳
۱۰۰	شروع سورۃ مریم کٓهٰیٰعٓصٓ	۱۱۴
۱۰۱	ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ۔ از آیت ۱ تا ۱۱	۱۱۴
۱۰۲	تعلقات، تفسیر نحوی	۱۱۵
۱۰۳	تفسیر عالمانہ حروف مقطعات چودہ جگہ ہیں۔	۱۲۰
۱۰۴	حضرت زکریا کے حالات	۱۲۱
۱۰۵	حضرت زکریا کی دعا کے وقت آپ کی اور بیوی صاحبہ کی عمر	۱۲۳

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۶	فائدے	۱۲۳
۱۰۷	احکام القرآن۔ اعتراضات	۱۲۴
۱۰۸	تفسیر صوفیانہ	〃
۱۰۹	عید کا بیان، عبد وعبدہٗ کا فرق قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔	۱۲۶ 〃
۱۱۰	یَاذَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ۔ از آیت تا	۱۲۶
۱۱۱	تعلقات، تفسیر نحوی۔ لفظ غلام کا معنیٰ	۱۲۸
۱۱۲	لفظ یحییٰ کی تشریح	۱۲۹
۱۱۳	تفسیر عالمانہ	۱۳۰
۱۱۴	رحم مادر کی تحقیق۔ اور بانجھ ہونے کی وجہ۔	۱۳۱ 〃
۱۱۵	قانون اور قدرت میں فرق۔ آدم وحوا کی خلقت۔	۱۳۲ 〃
۱۱۶	فائدے۔ اجسام نبوت اور اجسام عوام میں فرق	۱۳۴ 〃
۱۱۷	احکام القرآن۔ ہمیشہ نام اچھے رکھنے چاہئے۔	۱۳۵ 〃
۱۱۸	اعتراضات	۱۳۷
۱۱۹	حضرت یحییٰ کی خصوصی صفات، تفسیر صوفیانہ	۱۳۸ 〃
۱۲۰	قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ آیَۃً۔ از آیت تا	۱۴۰ 〃
۱۲۱	تعلقات	۱۴۱
۱۲۲	تفسیر نحوی۔ حب کے تین معنی محراب	۱۴۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	کہنے کی وجہ	۱۴۲
۱۲۳	قوت کے دس معنی!	۱۴۳
۱۲۴	تفسیر عالمانہ	۱۴۵
۱۲۵	حضرت یحییٰ کی ولادت کی تاریخی حقیقت آپ کی گیارہ صفات	۱۴۶ 〃
۱۲۶	یہودیوں نے کتنے انبیا علیہم السلام قتل وشہید کئے اس کی تفصیل	۱۴۷ 〃
۱۲۷	یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا واقعہ اور قاتلوں کا انجام	۱۴۸ 〃
۱۲۸	فائدے، احکام القرآن۔ صفات کی تین قسمیں۔	۱۴۹ 〃
۱۲۹	اعتراضات، شہادت یحییٰ، رفعت عیسیٰ سے پہلے ہے علیہما السلام	۱۵۰ 〃
۱۳۰	تفسیر صوفیانہ۔ اہل طریقت کی تین راتیں	۱۵۲ 〃
۱۳۱	وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ۔ از آیت ۱۶ تا ۲۰	۱۵۴ 〃
۱۳۲	تعلقات۔ تفسیر نحوی۔ لفظ مریم کا ترجمہ۔ اور تشریح۔	۱۵۵ 〃
۱۳۳	حرف نَ کی تین قسمیں، سات مقامات کے لیے مستعمل ہے۔	۱۵۶ 〃
۱۳۴	حرف بَ جو وہ قسم کی ہے	۱۵۷
۱۳۵	تفسیر عالمانہ	۱۵۸
۱۳۶	عیسائی لوگ جانب مشرق کو متبرک سمجھتے	۱۵۹

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	ہیں اس لیے اُن کے چہرے جانبِ مشرق مغرب ہوتے ہیں۔	۱۵۹ / //
۱۳۷	عورت نبی نہیں ہو سکتی۔	۱۵۹
۱۳۸	حضرت مریم کے سات خصوصیات	۱۶۰
۱۳۹	غلام زکریاؑ کے معنی۔ فائدے	۱۶۱
۱۴۰	احکام القرآن۔ عورت پر اسلام میں پردہ فرض ہے۔ اعتراضات	۱۶۲ / //
۱۴۱	تفسیر صوفیانہ	۱۶۳
۱۴۲	از آدم علیہ السلام ہر امہات مومنین میں غوث و قطب ہوتے رہے۔	۱۶۴ / //
۱۴۳	اُمت مسلمہ کے چار سید الاولیاء ہیں	//
۱۴۴	عرفانی منزلوں کے چار لباس معرف ہیں	۱۶۵
۱۴۵	قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ از آیت ۲۱ تا ۲۲	۱۶۵ / //
۱۴۶	تعلقات	۱۶۶
۱۴۷	تفسیر نجدی	۱۶۷
۱۴۸	اسماءِ ظروف مکانی آٹھ ہیں۔	۱۶۹
۱۴۹	تفسیر عالمانہ	۱۷۰
۱۵۰	حضرت مسیح علیہ السلام کا آیت اِلٰہیہ ہونا سات طرح سے ہے۔	۱۷۱ / //
۱۵۱	حضرت مسیح کی ولادت کا واقعہ جائے ولادت وغیرہ	۱۷۲ / //
۱۵۲	فائدے۔ احکام القرآن۔ تقدیر کی قسمیں۔ قضا و جبر نہیں بدل جا سکتی۔	۱۷۴ / //
۱۵۳	عورت پر صرف انسانی مردوں سے پردہ واجب نہ کہ جنات و حیوانات موت کی دعا کرنا کا شرعی حکم۔ اعتراضات	۱۷۵ / // / //
۱۵۴		
۱۵۵	تفسیر صوفیانہ	۱۷۷
۱۵۶	خوری کو بلند کرنے کی فکر شیطانی وسوسہ اور جال ہے۔	۱۷۹ / //
۱۵۷	وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ از آیت ۲۵ تا ۲۸	// / //
۱۵۸	تعلقات، تفسیر نجدی	۱۸۰
۱۵۹	ادغام کی دو قسمیں ہیں۔	۱۸۱
۱۶۰	تفسیر عالمانہ خوشی اور غم کے آنسو کا فرق	۱۸۴ / //
۱۶۱	توریت اور انجیل کے نزول میں زمانی فاصلہ	۱۸۵ / //
۱۶۲	حیاتِ عیسوی کے تین حصے۔ پہلی اُمتوں کے روزے کی قسمیں	۱۸۵ / //
۱۶۳	ولادت مسیح کے وقت حضرت مریم کی چھ عظمتیں ظاہر ہوئیں۔	۱۸۸ / //
۱۶۴	احکام القرآن۔ بجز انبیاء و ملائکہ کسی کو علیہ السلام کہنا جائز نہیں ہے۔ یہ کہنا شیعوں کی علامت۔ بعض گمراہ سنی اس کو جائز مانتے ہیں وہ غلط ہے اعتراضات	۱۸۹ / // / // / //
۱۶۵	کھانا پہلے ہونا ہے پینا بعد میں۔ یہی	۱۹۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حکم قرآنی ہے اس کے الٹ کو عقیدہ یا علاج بنا لینا غلط ہے۔	۱۹۰ / "
۱۶۶	حضرت مریم کو بوقتِ ولادتِ مسیح کھجور کھلانے کی تیرہ ۱۳ وجوہ	۱۹۱ / "
۱۶۷	کھجور کی اقسام۔ نام غذائیت	۱۹۱ / "
۱۶۸	تفسیر صوفیانہ معرفت کا روزہ کیا ہے	۱۹۲
۱۶۹	عارف کی چھ نشانیاں۔ فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ آیت ۲۹ تا ۳۳	۱۹۳ / "
۱۷۰	تعلقات، تفسیر نحوی۔ اشارے کی دو قسمیں	۱۹۴ / "
۱۷۱	لفظ کیف کا تفصیلی بیان	۱۹۵
۱۷۲	نومولود بچے کے چھ نام ہوتے ہیں اور انسانی عمر کے نام	۱۹۹ / "
۱۷۳	حضرت مسیح کو اُن کی چار زندگیوں میں چار کتابیں پڑھائی گئیں۔ مبارکا کے تیرہ معنی۔	" / " / "
۱۷۴	فائدے۔ تمام انبیا کو بچپن سے ہی اپنی نبوت کا پتہ اور علم غیب ہوتا ہے	۲۰۱ / "
۱۷۵	قرآن مجید میں سابقہ انبیا علیہم السلام کا تذکرہ بھی نعتِ مصطفیٰ ہے۔	۲۰۲ / "
۱۷۶	احکام القرآن۔ قولِ تصویر اور سجدہ تعظیمی ہر شریعت میں حرام رہا نبوت و رسالت کا فرق	۲۰۲ / " / "
	کلمہ طیبہ میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھنے کی وجہ	۲۰۲ / "
۱۷۸	اعتراضات۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بچپنے والی تقریر کی حکمت و مصلحت	۲۰۳ / "
۱۷۹	تفسیر صوفیانہ	۲۰۵
۱۸۰	ہدایت مرشد تین قسم کی ہے انبیا علیہم السلام اولیاء اللہ کے ہادی ہیں۔ اور اولیاء اللہ عوام مسلمانوں کے ہادی۔	۲۰۶ / " / "
۱۸۱	ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ از آیت ۳۴ تا ۳۷	۲۰۷ / "
۱۸۲	تعلقات، حضرت عیسیٰ کا قرآنی تعارف	۲۰۸
۱۸۳	تفسیر نحوی، لفظ عیسیٰ کا لغوی معنی	۲۰۹
۱۸۴	لفظ ویل کے گیارہ معنی۔ تفسیر عالمانہ	۲۱۲
۱۸۵	تعلق داری آٹھ قسم کی ہوتی ہے	۲۱۳
۱۸۶	آل۔ اولاد۔ عیال اور اہل بیت عترت ذریت کا فرق	" / "
۱۸۷	یہودیوں نے عیسائی بن کر عیسائیوں کو دھوکہ دیا اور ان کا دین خراب کیا	۲۱۴ / "
۱۸۸	عیسائیوں کے فرقے	۲۱۵
۱۸۹	قتل زکریا علیہ السلام کا واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل وعلیہ شریف	۲۱۶ / "
۱۹۰	فائدے	۲۱۸
۱۹۱	دنیا کی سب سے بدتر مہلک چیز مجھ ہے بد اور عیار و شنی ہے۔	۲۱۸

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۲	بائبل میں حضرت عیسیٰ کی گستاخانہ برائیاں ہیں۔	۲۱۹ / 〃
۱۹۳	احکام القرآن۔ اعتراضات	۲۲۰
۱۹۴	تفسیر صوفیانہ	۲۲۱
۱۹۵	قالبِ انسانی میں گیارہ تمثیلیں ہیں۔	۲۲۲
۱۹۶	اَسْمَعُ بِهِمْ وَاَبْصِرْ۔ از آیت ۳۸ تا ۴۲	۲۲۳ / 〃
۱۹۷	تعلقات۔ تفسیر نحوی۔ اَفْعَالِ تعجب کے دو صیغے۔	۲۲۴ / 〃
۱۹۸	لکن دو قسم کا ہوتا ہے	۲۲۵
۱۹۹	استحقاق کی قسمیں	۲۲۶
۲۰۰	تفسیر عالمانہ	۲۲۸ / 〃
۲۰۱	یوم قیامت کے ستر نام	۲۲۹
۲۰۲	صدیق کی چھ نشانیاں۔ چار گروہ کے خصوصی انعام	۲۳۱ / 〃
۲۰۳	نسبت کی چار قسمیں۔ معبودیت کی سوا خصوصیات	۲۳۱ / 〃
۲۰۴	فائدے۔ نبوت صدیقیت حاسیت شہیدیت میں فرق	۲۳۲ / 〃
۲۰۵	احکام القرآن۔ صرف عالم کو تبلیغ کرنا فرض ہے۔	۲۳۳ / 〃
۲۰۶	اعتراضات	۲۳۴
۲۰۷	والد، عم اور آپ کا فرق	۲۳۶
۲۰۸	تفسیر صوفیانہ	۲۳۷
۲۰۹	یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ از آیت ۴۳ تا ۴۶	۲۳۸ / 〃
۲۱۰	تعلقات	۲۳۹
۲۱۱	تفسیر نحوی عربی میں نون کی قسمیں	۲۴۰
۲۱۲	باب تفعیل کی چھ خصوصیات	۲۴۱
۲۱۳	حضرت ابراہیم کو تبلیغ نبوت کی اجازت پچیس سالہ عمر میں ملی	۲۴۳ / 〃
۲۱۴	حضرت ابراہیم نے تبلیغی کلام میں تین چیزیں واضح فرمائیں۔	۲۴۴ / 〃
۲۱۵	ہدایت کی تین قسمیں۔ اور اُن کے نام	〃
۲۱۶	یا اَبَتِ کہنے میں تین خوبیاں	〃
۲۱۷	آزر چچا کی دھمکی آمیز تقریر۔ والد اور چچا کی محبت میں فرق	۲۴۶ / 〃
۲۱۸	فائدے۔ عذاب و عتاب کا فرق احکام القرآن۔	۲۴۷ / 〃
۲۱۹	تبلیغ کے لیے ضروری چیزیں، ہر شریعت میں ہر قسم کی تصویر نور حرام رہی اور تا قیامت حرام ہے	۲۴۸ / 〃
۲۲۰	اعتراضات، عبادتِ الٰہیہ کی نسبت چھ وجہ سے	۲۴۹ / 〃
۲۲۱	ابراہیم علیہ السلام کی چچا کو تبلیغ تین وجہ سے تھی۔	۲۵۰ / 〃
۲۲۲	تفسیر صوفیانہ	〃
۲۲۳	اِخلاص کی تین قسمیں، بحکیم الامت مدظلہ	۲۵۲

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	کا ایک شعر	۲۵۲
۲۲۴	پندرہ ۱۵ قوتوں کا نام میراث جسمانی ہے	۲۵۳
۲۲۵	قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْکَ از آیت ۴۷ سورہ ۱۹	"
۲۲۶	تخلقات۔ مربی کی پرورش اور رب تعالیٰ کی پرورش کا فرق	۲۵۴
۲۲۷	تفسیر نحوی، حَقِیًّا کے پانچ معنیٰ	۲۵۵
۲۲۸	عزازیل اور معتزلی کا معنیٰ	۲۵۶
۲۲۹	لفظ لِسان کے چھ معنیٰ تفسیر عالمانہ	۲۵۸
۲۳۰	سلام کی نو قسمیں ہوتی ہیں	۲۵۹
۲۳۱	حضرت ابراہیم نے اپنا ملکیتی گھر چھوڑ دیا اس کی وجہ۔	۲۶۰
۲۳۲	حضرت ابراہیم کا آبائی وطن اور علاقہ	"
۲۳۳	حضرت آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام	۲۶۱
	کے زمانوں کا فاصلہ، حضرت ابراہیم	"
	نے سات چیزوں سے علیحدگی فرمائی	"
۲۳۴	حضرت ابراہیم اور آپ کے والدین	"
	کریمین کے مختصر حالات	"
۲۳۵	تاریخ ابراہیمی سے اپنے پرایوں	۲۶۲
	کا ظالمانہ رویہ	"
۲۳۶	والدین ابراہیم کے ایمان پر قرآنی	۲۶۳
	دلائل	"
۲۳۷	حضرت ابراہیم کی استغفار کی دو	۲۶۵
	قسمیں	"
۲۳۸	دوسری استغفار کا ذکر	۲۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۳۹	حضرت ابراہیم کا شجرہ نسب حضرت	۲۶۸
	تارخ کی عمر سارہ اور لوط علیہ السلام	"
	سوتیلے بہن بھائی تھے۔ حضرت سارہ	"
	کی عمر وفات قبر۔ حضرت ہاجرہ کی قبر	"
	حضرت تارخ کی قبر کا ذکر۔ دمشق کا	"
	پرانا نام	"
۲۴۰	آزر کی قبر سب سے پہلے نمرود کی	۲۶۹
	لاش کو آگ میں جلایا گیا وہیں سے	"
	ہندوؤں میں رسم چلی۔	"
۲۴۱	حضرت ابراہیم کو ولادت پاک کا	۲۶۹
	واقعہ	"
۲۴۲	حضرت ہاجرہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ	۲۷۰
	عنہا کے پہلے حالات	"
۲۴۳	قائمے۔ ہر شخص عالم غیر عالم کو بری	۲۷۲
	صحبت سے بچنا چاہیئے بروں کی	"
	کتابیں بھی زہر ایمان ہیں۔	"
۲۴۴	احکام القرآن۔ تقدیر مبرم انبیاء کی	۲۷۳
	دعا سے بھی نہیں ٹلتی۔	"
۲۴۵	انبیاء علیہم السلام کا اپنے لیے بخشش	۲۷۴
	مانگنے کا معنیٰ۔	"
۲۴۶	انبیاء کو علیہ السلام کہنا جائز دوسروں	۲۷۵
	کو ناجائز اس کی وجہ	"
۲۴۷	کافر، مومن اور انبیاء کرام کو سلام	"
	کرنے کا معنیٰ۔	"

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۸	اعترافات، آزر کے لیے دعا توفیق ایمان ملنے کی تھی۔	۲۷۵ / 〃
۲۴۹	تفسیر صوفیانہ۔ صوفیا میں ملا متقیہ گمراہ ہے	۲۷۶ / 〃
۲۵۰	وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسٰى۔ از آیت ۵۱ تا ۵۵	۲۷۷ / 〃
۲۵۱	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۲۷۹
۲۵۲	ظاہری نسبتیں آٹھ قسم کی۔ قربت کی آٹھ قسمیں	۲۸۱ / 〃
۲۵۳	تفسیر عالمانہ	۲۸۱
۲۵۴	انبیاء کرام کی تین شانیں۔ نبی۔ رسول، مرسل میں فرق اور اُن کی تعداد	۲۸۲ / 〃
۲۵۵	جمادات نباتات اور حیوانات کی سمتوں کی تعداد اور فرق	۲۸۳ / 〃
۲۵۶	حضرت اسماعیل اسحاق و یعقوب علیہم السّلام سے سات طرح افضل ہیں۔	۲۸۵ / 〃
۲۵۷	مُرسَلاً کے چار معنی۔ فائدے۔ چھ انبیا کو معراج جسمانی ہوئی۔	۲۸۶ / 〃
۲۵۸	معراج موسیٰ اور معراج مصطفیٰ میں چھ طرح فرق۔ انبیا کی ہدایت تین طرح تقسیم ہوئی۔	۲۸۷ / 〃 / 〃
۲۵۹	احکام القرآن۔ اعترافات	۲۸۸
۲۶۰	اقوام عرب کے تین کفریہ دین	۲۸۹
۲۶۱	تفسیر صوفیانہ	۲۹۱
۲۶۲	ہر مسافر کو چار چیزوں کی ضرورت ہے	۲۹۲
۲۶۳	اہل معرفت کے اہل چار قوتیں ہیں	〃
۲۶۴	نفس امارہ کی تین قوتیں	۲۹۳
۲۶۵	وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيْسَ۔	〃
۲۶۶	آیات ۵۶ تا ۵۸	〃
۲۶۷	تعلقات، تفسیر نحوی	۲۹۴
۲۶۸	نفی کنندگان کی چار قسمیں۔ جملہ انشائیہ کے مشتقات دس ہیں۔	۲۹۵ / 〃
۲۶۷	معیت یعنی ہمراہی کی چھ قسمیں ہیں	۲۹۶
۲۶۸	حرف اِذَا کے سات استعمال	۲۹۷
۲۶۹	تفسیر عالمانہ	〃
۲۷۰	حضرت ادریس علیہ السّلام چوتھے نبی تھے	〃
	آدم علیہ السّلام پہلے نبی آپ کی نبوت کی ایک دلیل۔	〃 / 〃
۲۷۰	حضرت ادریس کا نام۔ لقب اور نسب نامہ و حالات، آپ کی گیارہ خصوصیات	۲۹۸ / 〃 / 〃
۲۷۱	سب سے پہلے ادریس علیہ السّلام پر جہاد فرض ہوا۔	۲۹۹ / 〃
۲۷۲	حضرت ادریس کی ایجادات	۳۰۰
۲۷۳	پہیہ اور ٹانکہ ادریس علیہ السّلام کی ایجاد ہے	۳۰۱ / 〃
۲۷۴	ذریت کی چار قسمیں۔ فائدے۔	۳۰۲
۲۷۵	قرآن مجید میں دس قسم کا رونا مذکور ہے	۳۰۳

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	احکام القرآن، سجدۂ تلاوت کا حکم اور تعداد، بزرگوں کی نقل واجب ہے۔	۳۰۳
۲۷۶	اعتراضات	۳۰۴
۲۷۷	حضرت ادریس کی تبلیغ کی مدت اور ایمان لانیوالوں کی تعداد۔	۳۰۵
۲۷۸	تفسیر صوفیانہ	"
۲۷۹	قرآن مجید میں پچیس انبیاء علیہم السلام کا اسم مبارک مذکور ہے ان کے علاوہ چار انبیاءِ کرام کا صرف ذکر ہے نام نہیں یعنی کل ۲۹	۳۰۶
۲۸۰	انعاماتِ قدسیہ دس ہیں۔	۳۰۷
۲۸۱	سجدے کی چودہ قسمیں ہیں	۳۰۸
۲۸۲	فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ از آیت ۵۹ تا آیت ۶۲	۳۰۹
۲۸۳	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۳۱۱
۲۸۴	اسماءِ افعال کل سترہ ۱۷ ہیں	۳۱۳
۲۸۵	تفسیر عالمانہ	۳۱۴
۲۸۶	مومن کی تین چیزیں۔ پابندیٔ نماز کے فوائد اور ترک نماز کے نقصانات	۳۱۴
۲۸۷	غُیّاً میں سات چیزیں مذکور ہیں شہوات کی قسمیں۔ شہوات محرمات ہیں حقیقت عبادت کی آٹھ حالتیں تہذیب کی پانچ قسمیں۔	۳۱۵
۲۸۸	نماز کا مکمل لباس کیا ہے۔ ننگے سر نماز	۳۱۶
	پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔	۳۱۶
۲۸۹	چار قسم کے بندے جنت عدن میں نہیں جا سکتے۔ جنت کی پہلی نعمت	"
۲۹۰	دنیا میں ہر انسان کو تو نعمتیں ملیں	"
۲۹۱	فائدے پہلا انسان بہت خوب صورت اور اکمل الخلق تھا۔	۳۱۷
۲۹۲	احکام القرآن۔ ہر مومن پر تین چیزیں واجب ہیں۔	۳۱۸
۲۹۳	اعترافات۔ سکان کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے۔	۳۱۹
۲۹۴	بے نمازی کافر نہیں ہوتا۔ منکرِ نماز کافر ہے۔	۳۲۰
۲۹۵	تفسیر صوفیانہ۔ توبہ کی تین قسمیں اور چھ شرطیں ہیں۔	۳۲۱
۲۹۶	حکایت۔ انسان چار قسم کے ہیں قرآن کریم کو سمجھنے کے پانچ طریقے۔ اعمال صالحہ پانچ قسم کے ہیں۔	۳۲۲
۲۹۷	تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي از آیت ۶۳ تا آیت ۶۷	۳۲۳
۲۹۸	تعلقات	۳۲۴
۲۹۹	شانِ نزول۔ تفسیر نحوی	۳۲۵
۳۰۰	تفسیر عالمانہ۔ جنت تین طرح سے ملے گی۔	۳۲۸
۳۰۱	عرضی ملکیت اور ذاتی ملکیت کا فرق	۳۲۹

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۰۲	حضرت جبرئیل کسی نبی کے پاس کتنی بار آئے۔	۳۳۱ /
۳۰۳	فائدہ۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھول سے پاک ہیں۔	۳۳۲ /
۳۰۴	ایمان تقویٰ اور اعمالِ صالحہ کے فوائد	۳۳۳
۳۰۵	اعتراضات۔ جنتی رہائشی مکیت تین قسم کی ہے۔	۳۳۴ /
۳۰۶	تفسیر موضیانہ	۳۳۴
	نظیر اللہ اور نظیر احمد نام رکھنا منع ہے	۳۳۸ /
۳۰۷	اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ (از آیت ۶۷ تا ۷۱)	/ /
۳۰۸	تعلقات۔ تفسیر نحوی۔ حرفِ اَوَ کے گیارہ معنیٰ۔	۳۴۰ /
۳۰۹	شی کی چار قسمیں۔ حروفِ قسم تین ہیں	۳۴۱
۳۱۰	حرفِ اِنْ کی چار قسمیں۔ تفسیر عالمانہ	۳۴۳
۳۱۱	ہر نیک و بد کو تین بار جنت و دوزخ دکھائی جاتی ہے۔ کفار کا حشر پانچ بار	۳۴۵ /
	کفر کی قسمیں	/
۳۱۲	پل صراط پر تین قسم کے کانٹے اور کون کس طرح گزرے گا۔	۳۴۶ /
۳۱۳	فائدے	۳۴۷
۳۱۴	احکام القرآن۔ تقدیر کی دو قسمیں	۳۴۸
۳۱۵	اختلافات	۳۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۱۶	تفسیر موضیانہ	۳۵۱
۳۱۷	ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ (آیت ۳۵ تا ۴۱)	۳۵۲
۳۱۸	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۳۵۵
۳۱۹	نسبتیں چار قسم کی ہیں۔	۳۵۶
۳۲۰	لفظ کُمْ کی قسمیں	۳۵۷
۳۲۱	تفسیر عالمانہ	۳۵۹
۳۲۲	مَتَاعًا۔ میں تین چیزیں بیان فرمائی گئیں۔	۳۶۰ /
۳۲۳	فائدے۔ دنیا اور آخرت کے شر گناہوں گستاخیوں سے شکل منحوس	۳۶۲ /
	ہو جاتی ہے۔	/
۳۲۴	احکام القرآن۔ حرام غذا سے تین برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔	۳۶۳ /
۳۲۵	اعتراضات۔ حکایت	۳۶۴
۳۲۶	تفسیر موضیانہ	۳۶۵
۳۲۷	وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (آیت ۷۶ تا ۸۱)	۳۶۶ /
۳۲۸	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۳۶۷
۳۲۹	تفسیر عالمانہ۔ ہدایت کی قسمیں بندوں کے اعتبار سے	۳۶۸ /
۳۳۰	فائدے	۳۶۸
۳۳۱	احکام القرآن۔ اعتراضات	۳۷۰
۳۳۲	ایمان اور توفیق کی قسمیں۔ ہدایت اور ہدایت کی زیادتی میں فرق	/ /

Marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۳۳	اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا۔	۳۷۱
	از آیت ۷۷ تا ۸۲	〃
۳۳۴	تعلقات۔ شانِ نزول۔ تفسیر نحوی	۳۷۳
۳۳۵	غیب کی دو قسمیں	۳۷۴
۳۳۶	مفرد اور منفرد کی قسمیں	۳۷۵
۳۳۷	ضِدّ کی پانچ قسمیں	۳۷۶
۳۳۸	کلّا کے چھ معنی ہوتے ہیں اور اس کی دس قرأتیں	۳۷۷
		〃
۳۳۹	جہنّم میں پندرہ قسم کے عذاب ہیں	۳۷۸
۳۴۰	دنیوی عزت کملکات صورتیں ہیں	۳۷۹
۳۴۱	فائدے۔ احکامُ القرآن	۳۸۰
۳۴۲	دلوں میں محبت پیدا کرنے کی دعا۔	۳۸۱
	اعتراضات	〃
۳۴۳	تفسیر صوفیانہ	۳۸۳
۳۴۴	وَلِیُّ اللہ کی دو قسمیں۔ ایمان کے دو بازو۔	۳۸۴
		〃
۳۴۵	اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ	۳۸۶
	از آیت ۸۳ تا ۸۵	〃
۳۴۶	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۳۸۷
۳۴۷	جملہ انشائیہ کی بارہ قسمیں۔ ان کے	۳۸۸
	علاوہ سب جملہ خبریہ ہیں۔	〃
۳۴۸	تفسیر عالمانہ	۳۹۰
۳۴۹	آخری سانس کی تین صورتیں ہیں	۳۹۱
۳۵۰	میدانِ محشر میں اہلِ ایمان اور کفار کی	۳۹۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	آمد کی نوعیت	۳۹۱
۳۵۱	آٹھ قسم کے بندے بغیر حساب کتاب جنت میں جائیں گے۔	۳۹۲
		〃
۳۵۲	عہد نامے کے الفاظ۔ عہد کی چھ قسمیں	۳۹۳
	فائدے	〃
۳۵۳	احکامُ القرآن	۳۹۴
۳۵۴	قیامت میں اذنِ شفاعت کی نوعیتیں	۳۹۵
		〃
۳۵۵	تفسیر صوفیانہ	۳۹۶
۳۵۶	بندے اور قرآن کی قسمیں۔ حشرِ عرفانی میں چار مقام	۳۹۷
		〃
۳۵۷	وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا	۳۹۸
	از آیت ۸۸ تا ۹۲	〃
۳۵۸	تعلقات	۳۹۹
۳۵۹	تفسیر نحوی	۴۰۰
۳۶۰	اعلیٰحضرت بریلوی کے ترجمے کی شان	۴۰۱
۳۶۱	گنتی کرنے کے لیے عربی میں تین مصدر ہیں۔	۴۰۳
		〃
۳۶۲	تفسیر عالمانہ۔ کفار کا فرشتوں کو بیٹیاں کہنے کی وجہ	〃
		〃
۳۶۳	عیسائیوں نے چار عقیدے بنائے جن کا بطلان کیا گیا۔	〃
۳۶۴	کفار کا سب سے بڑا کفر کونسا ہے۔	۴۰۴

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	مومن و کافر کی حکومت میں فرق	۴۰۴
۳۶۵	فائدے۔ عبدیت کے پچیس فائدے ہیں۔	۴۰۵
۳۶۶	احکام القرآن	۴۰۶
۳۶۷	اعتراضات مع جوابات	۴۰۷
۳۶۸	حضرت مریم کے کنوارا ہونے کے دلائل	۴۰۸
۳۶۹	تفسیر صوفیانہ	۴۱۱
۳۷۰	وَكُلِّمُهُمْ اٰيَتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا از آیت ۷۵ تا ۹۸	۴۱۳
۳۷۱	تعلقات، شانِ نزول، تفسیر نحوی۔ اسماءِ تاکیدی کی تعداد	۴۱۴
۳۷۲	لفظِ لسان۔ لُدًّا۔ کَمْ اور اسماءِ کنایات کا بیان	۴۱۶
۳۷۳	حَلِّ استفہام کا بیان۔ تفسیر عالمانہ	۴۱۷
۳۷۴	ایمان کے ساتھ اعمال کے ذکر کرنے کی وجہ	۴۱۸
۳۷۵	محبت کی چھ قسمیں۔ عبدِ الٰہی کے لیے ایک دعا	۴۱۹
۳۷۶	صرف صورتِ مصطفیٰ اور سیرتِ مصطفیٰ کا نام اعمالِ صالحہ ہے	۴۲۰
۳۷۷	فائدے۔ انسان کے بائیس کام علامہ احمد حسن نوری کا ایک قول	۴۲۰
۳۷۸	احکام القرآن۔	۴۲۱
۳۷۹	اعتراضات مع جوابات	۴۲۲
۳۸۰	تفسیر صوفیانہ	۴۲۳
۳۸۱	ہندے چار قسم کے ہیں۔ محبت کی پانچ قسمیں۔ فاروق اعظم کا ایک ارشاد	۴۲۴
۳۸۲	اہلِ بشارت اور اہلِ ندارت تین قسم کے ہیں۔	۴۲۵
۳۸۳	سورۂ مریم کے چھ رکوعوں کی مختصر تفسیر فضائل عملیات	۴۲۵
۳۸۴	سورۃ مریم کے فضائل	۴۳۳
۳۸۵	سورۃ مریم کے عملیات، تعویذ اور کُل عدد	۴۳۴
۳۸۶	سورۂ مریم کے فیصمانہ الفاظ کی فہرست	۴۳۵
۳۸۷	شروع سورۂ طٰہٰ۔ از آیت ۱ تا ۷	۴۳۷
۳۸۸	تعلقات۔ شانِ نزول	۴۳۸
۳۸۹	تفسیر نحوی۔ حروف مقطعات کی تعداد	۴۳۹
۳۹۰	مفعول مطلق کی دو شرطیں۔ تُرَبِّیْ کا معنیٰ	۴۴۱
۳۹۱	تفسیر عالمانہ۔ لفظِ طٰہٰ کے معنیٰ میں مختلف اقوال	۴۴۲
۳۹۲	دینوی شقاوت و سعادت کی تین قسمیں	۴۴۳
۳۹۳	استویٰ کے معنیٰ میں چار قول۔ عرشِ اعظم	۴۴۴

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	کا بیان	۴۴۴
۳۹۴	سر اور اخفیٰ کا فرق۔ زبین کی چار قسمیں	۴۴۶
	فائدے	"
۳۹۵	سورۃ طٰہٰ کی دو خصوصیات نکتۂ عجیبہ	۴۴۷
	احکام القرآن	"
۳۹۶	آہستہ آمین کہنے کی ایک مضبوط تشبیہی دلیل	۴۴۸
۳۹۷	اعتراضات۔ جوابات	۴۴۹
۳۹۸	متعدی آٹھ قسم کا ہے	۴۵۱
۳۹۹	تفسیر صوفیانہ۔ حکایت	۴۵۲
۴۰۰	مجرمات خمسہ کے پانچ منتظر	۴۵۳
۴۰۱	مفاد پرست کی چار نشانیاں	۴۵۴
۴۰۲	اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی	"
	(آیت ۸ تا ۱۲)	"
۴۰۳	تعلقات۔ تفسیر نحوی۔ لفظ اللہ	۴۵۶
	کا بیان	"
۴۰۴	مستثنیٰ کی تین قسمیں ہیں	۴۵۷
۴۰۵	اسم فرد کی چار قسمیں ہیں	۴۵۸
۴۰۶	لفظ لَمَّا کی تین قسمیں ہیں مفاجاۃ کی	۴۵۹
	تین خصوصیات	"
۴۰۷	نونِ اعرابی کی پانچ قسمیں ہیں اسم کے	"
	تمام ہونے کا بیان	"
۴۰۸	تفسیر عالمانہ	۴۶۰
۴۰۹	اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کا بیان	۴۶۱
	اور تعداد	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۱۰	موسیٰ علیہ السلام نے پانچ وجہ سے کلام الٰہی کو پہچانا	۴۶۳
۴۱۱	اَقِمِ الصَّلٰوۃَ سے چار باتیں ظاہر و ثابت ہوئیں عبادت کی قسمیں	۴۶۴
۴۱۲	فائدے نقشِ نعلین پر اللہ کا نام لکھنا کفر پر گستاخی ہے۔ احکام القرآن	۴۶۵
۴۱۳	اعتراضات۔ جوابات	۴۶۶
۴۱۴	تفسیر صوفیانہ۔ توحید کے چار درجہ ہیں موجودات تین قسم کے ہیں۔	۴۶۹
۴۱۵	آگ کی قسمیں	۴۷۰
۴۱۶	ذکر کی اٹھارہ قسمیں۔ اہل عقل کی قسمیں۔	۴۷۱
	اسم کی قسمیں	"
۴۱۷	اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ۔ آیت ۱۵ تا ۲۱	۴۷۲
۴۱۸	تعلقات	۴۷۳
۴۱۹	تفسیر نحوی	۴۷۴
۴۲۰	اسم مَا اور حرفِ مَا کی بائیس قسمیں۔ عصا	۴۷۵
	کا بیان	"
۴۲۱	عصا محضرۃ اور مِنْسَأَۃٌ کا فرق	۴۷۶
۴۲۲	تفسیر عالمانہ	۴۷۷
۴۲۳	بندے کی تین قسمیں۔ ہلاکت کی دس	۴۸۰
	قسمیں	"
۴۲۴	مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ میں یمین فرمانے	۴۸۱
	کی چار وجہ عصا کے استعمال	"
۴۲۵	عصاءِ موسیٰ دس گز تھا	۴۸۲

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۲۶	عصا کے سانپ بننے کی کیفیت	۴۸۳
۴۲۷	عصا کی دس کرامتیں	۴۸۴
۴۲۸	فائدے۔ ہر مخلوق میں ولی اللہ ہو سکتا ہے۔	۴۸۵ / "
۴۲۹	احکامِ القرآن۔ انقلابِ حقیقت سے شرعی احکام بدل جاتے ہیں۔	۴۸۶ / "
۴۳۰	اعتراضات۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں	۴۸۷ / "
۴۳۱	ہر جاندار میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ تفسیر صوفیانہ	۴۹۰ / "
۴۳۲	وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ	۴۹۰ / "
۴۳۳	از آیت ۳۲ تا آیت ۳۱ تعلقات۔ تفسیر نحوی۔ اُنعُم کا معنیٰ اور فتنہ کی وجہ تسمیہ	۴۹۱ / "
۴۳۴	لفظِ غیر۔ لفظِ سوءٌ کا معنیٰ	۴۹۲
۴۳۵	لفظِ فرعون کا معنیٰ	۴۹۳
۴۳۶	لفظ آزر کی اور انسانی پیٹھ کا بیان۔ تفسیر عالمانہ۔ معجزۂ عصا اور معجزۂ ید بیضا میں فرق۔	۴۹۵ / "
۴۳۷	انشراحِ صدر سے سات نعمتیں قرآن مجید میں دس چیزوں کو نور فرمایا گیا۔	۴۹۶ / "
۴۳۸	انشراحِ صدر کی پانچ علامتیں۔ نورِ آفتاب کی کمزوریاں	۴۹۶ / "
۴۳۹	دعاءِ شرحِ صدر مانگنے کی وجہ	۴۹۷
۴۴۰	تقوے کی تین قسمیں	۴۹۸
۴۴۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دستِ بیضا معجزہ تھا اس کے دلائل انسانی تکلم کی چھ خصلتیں۔	۵۰۰ / " / "
۴۴۲	کلام چار قسم کا ہے۔ لفظ وزیر کا معنیٰ فائدے۔	۵۰۱ / "
۴۴۳	زبان کا تعلق چھ چیزوں سے ترک کلام کے لیے چار الفاظ۔ دعاء دَاخُلْ عُقدۃ کی چار وجوہ	۵۰۲ / " / "
۴۴۴	احکام القرآن۔ رافضی شیعوں کی پانچ نشانیاں	۵۰۳ / "
۴۴۵	اعتراضات۔ جوابات	۵۰۴
۴۴۶	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام جسم مقدس معجزہ ہے۔	۵۰۵ / "
۴۴۷	تفسیر صوفیانہ	۵۰۷
۴۴۸	بندوں کے چار عمل۔ آسانی اعمالِ صالحہ کے لیے چار نعمتیں ملتی ہیں۔	۵۰۹ / "
۴۴۹	قرآنِ مجید میں مسلمانوں اور کفار کے تقریباً سولہ عدد سوال مذکور ہیں بندوں کی سات قسمیں۔	۵۰۹ / " / "
۴۵۰	محلِ عقلیات چار ہیں۔ شرحِ صدر سے بیس نعمتیں ملتی ہیں۔	۵۱۰ / "
۴۵۱	وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا از آیت ۲۹ تا آیت ۳۶	۵۱۱ / "

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۵۲	تعلقات، تفسیر نحوی	۵۱۳
۴۵۳	مَرَّۃً کا معنیٰ اور اشتقاق	۵۱۴
۴۵۴	یَمّ اور تیم کا معنیٰ	۵۱۵
۴۵۵	تفسیر عالمانہ	۵۱۶
۴۵۶	حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا حُلیہ شریف	۵۱۷ / "
۴۵۷	موسیٰ وہارون علیہما السلام کو اپنی نبوت کا بچپن سے ہی علم تھا۔	۵۱۸ / "
۴۵۸	موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو کس قسم کی وحی تھی۔ القا کی قسمیں۔	۵۲۰ / "
۴۵۹	موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا نام مبارک	۵۲۱ / "
۴۶۰	غیر ذوی العقول چیزوں کو انبیاء علیہم السلام کے ادب کا حکم۔	۵۲۱ / "
۴۶۱	فرعون کے دشمن ہونے کا معنیٰ	۵۲۲
۴۶۲	فائدے۔ تین چیزیں اللہ رسول کو پسند ہیں۔	۵۲۴ / "
۴۶۳	مشورے کی عادت سے پانچ اچھائیاں ملتی ہیں۔	" / "
۴۶۴	احکام القرآن نبی صرف انسانی مرد ہوتا ہے وحی کے چار معنیٰ	۵۲۵ / "
۴۶۵	اعتراضات، حضرت موسیٰ پر احسانات الٰہیہ کی تعداد	۵۲۶ / "
۴۶۶	تفسیر صوفیانہ	۵۲۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۶۷	اِذْ تَمْشِیْ اُخْتُکَ فَتَقُوْلُ۔ الآیت ۴۰ تا آیت ۴۲	۵۳۰ / "
۴۶۸	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۵۳۱
۴۶۹	نجات اور مناجات کا معنیٰ۔ فتنہ کے معنیٰ	۵۳۳ / "
۴۷۰	تفسیر عالمانہ	۵۳۴
۴۷۱	بارہ مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کی آزمائش فرمائی گئی۔	۵۳۸ / "
۴۷۲	مصر اور مدین کا فاصلہ۔ مدین میں قیام کی مدت	۵۳۹ / "
۴۷۳	حکایت	"
۴۷۴	اعلان اور تبلیغ نبوت کی مدت	۵۴۰
۴۷۵	اُخوت کی قسمیں۔ ذکر شرعی کی قسمیں	۵۴۱
۴۷۶	ذکر اللہ کے پانچ فائدے۔ فائدے	۵۴۲
۴۷۷	احکام القرآن۔ قتل کی چار قسمیں	۵۴۳
۴۷۸	اعتراضات۔ جوابات	۵۴۵
۴۷۹	تفسیر صوفیانہ	۵۴۶
۴۸۰	راہ معرفت میں بندے کے تین مقام	۵۴۷ / "
۴۸۱	ابتلاء رحمانی سے چار درجے حاصل ہوتے ہیں ذکر اللہ کی صورتیں	۵۴۸ / "
۴۸۲	اِذْ حَیَاِلٰی قَوْمِکَ اِنَّہٗ الخ ازآیت ۴۳ تا آیت ۴۷	۵۴۹ / "
۴۸۳	تعلقات۔ تفسیر نحوی۔ فرعون کا ذکر اذا	۵۵۰

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۸۴	لغتی کا معنی۔ نافرمانی کی قسمیں۔ ترجمہ	۵۵۱
	اعلیٰحضرت کی شان	〃
۴۸۵	تفسیر عالمانہ۔ موسیٰ علیہ السلام کو معجزات	۵۵۳
	کا چار طرح حکم ملا۔	〃
۴۸۶	حضرت موسیٰ کو نرم کلامی کے حکم کی وجوہ	۵۵۴
	آپ کا لباس	〃
۴۸۷	اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے کلام	۵۵۶
	طور کی تعداد	〃
۴۸۸	سفر مصر میں حضرت موسیٰ کو پانچ دشواریاں	۵۵۷
	آپ نے فرعون سے تیرہ باتیں فرمائیں	〃
۴۸۹	فرعون کی کل عمر	۵۵۹
۴۹۰	بنی اسرائیل پر فرعون کے عذاب دس	۵۶۰
	قسم کے ہوتے تھے۔	〃
۴۹۱	سلامتی کی قسمیں قلب انسانی کی کیفیات	۵۶۱
	فائدے۔	〃
۴۹۲	انجیل الٰہی کی پانچ باتیں	۵۶۲
۴۹۳	احکام القرآن۔ چھ قسم کے لوگوں کی غیبت	۵۶۳
	کرنا جائز ہے۔	〃
۴۹۴	اعتراضات۔ جوابات	۵۶۴
۴۹۵	تفسیر صوفیانہ	۵۶۵
۴۹۶	اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَا۔ از آیت ۴۸ تا ۵۲	۵۶۶
۴۹۷	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۵۶۷
۴۹۸	تُولیٰ کا اصل معنی اور معنی کی تبدیلی کا بیان	۵۶۸
۴۹۹	عہد کا معنی۔ لغوی اور اصطلاحی	۵۶۹
۵۰۰	عربی میں بنیادی لفظ واحد مذکر ہے اس	۵۷۰
	کی تبدیلیوں کی قسمیں اور اس سے تثنیہ	〃
	جمع۔ مؤنث بنانے کا طریقہ وقاعدہ	〃
۵۰۱	تفسیر عالمانہ۔ فرعون کے اپنی ربوبیت	۵۷۱
	پر دلائل	〃
۵۰۲	فرعون کے عقائد۔ ربوبیتِ الٰہیہ کے	۵۷۳
	چھ ثبوت	〃
۵۰۳	خلق اور ہدیٰ کی چند حکمتیں	۵۷۶
۵۰۴	کلامِ طور میں پانچ قسم کی وحی	۵۷۷
۵۰۵	علم مخلوق کی کمزوریاں لَایَضِلُّ وَلَا	۵۷۸
	یَنْسٰی میں چھ شانیں	〃
۵۰۶	ازواجًا اور شتّٰی کے معنی۔ نباتات چھ	۵۷۹
	طرح مختلف ہوئے۔ اور ان کی اقسام	〃
	فائدے۔	〃
۵۰۷	احکام القرآن۔ ایک حکایت	۵۸۱
۵۰۸	اعتراضات۔ جوابات	۵۸۲
۵۰۹	تفسیر صوفیانہ	۵۸۳
۵۱۰	کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ	۵۸۴
	از آیت ۵۴ تا آیت ۵۵	۵۸۶
۵۱۱	تعلقات۔ تفسیر نحوی۔ قوم آرامیں	۵۸۸
	کی وجہ تسمیہ	〃
۵۱۲	اَ ہمزہ سوالیہ کا بیان۔ ہمزہ کی قسمیں	۵۸۹
۵۱۳	نباتات میں انسانوں جانوروں کا حصہ باجرے	۵۹۰
	اور دیگر غلوں میں فرق۔	〃

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۱۴	زمینی پیداوار سے انسانی منافع۔ چھ چیزوں میں تفکر ایمان کے لیے ضروری ہے	۵۹۰ / "
۵۱۵	دنیوی زندگی کے تین مرحلے۔ زمین کے چھ نفع زمین سے سات چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ زمین آسمان سے نوطرح افضل ہے	۵۹۱ / " / "
	مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ کی دو نوعیتیں جسم انسانی کا مرکز خاک ہے تیمم مٹی وغیرہ زمینی جنس سے کرنے کی وجہ۔	" / "
۵۱۶	فرشتہ انسانی نطفے پر تین چیزیں لکھتا ہے	۵۹۲ / "
۵۱۰	فرعون کو دس آیات دکھائی گئیں	۵۹۳
۵۱۸	قارون سے زیب یک عجیب شاہکار قدرت ہے	۵۹۵ / "
۵۱۹	احکام القرآن	۵۹۶
۵۲۰	اعتراضات۔ جوابات	۵۹۷
۵۲۱	انکار کی صورتیں۔ اور طریقے	۵۹۹
۵۲۲	تفسیر صوفیانہ	۶۰۰
۵۲۳	غلبۂ نفسانی سے چار برائیاں ہوتی ہیں۔	۶۰۲ / "
۵۲۴	قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ از آیت ۵۹ تا آیت ۶۳	" / "
۵۲۵	تعلقات، تفسیر نحوی	۶۰۴
۵۲۶	۔ویل کے نو معنی۔	۶۰۵
۵۲۷	لفظ طَرِيْقَةٍ کے پانچ معنی	۶۰۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۲۸	تفسیر عالمانہ۔ تربیت کی چھ قسمیں انسانی عیدوں کا بیان	۶۰۸ / "
۵۲۹	مسلمانوں کی چار عیدیں۔ دن رات کے حصوں کے پندرہ نام	" / "
۵۳۰	فرعونی جادوگروں کی تعداد	۶۱۰
۵۳۱	آسمانی برجوں کے مروجہ نام کفار کے رکھے ہوئے ہیں۔ فرعون کا اصلی نام	۶۱۱ / "
۵۳۲	فرعونیوں کے پانچ افترای۔ حضرت موسیٰ کی تبلیغ کے مقاصد	۶۱۳ / "
۵۳۳	فائدے۔ احکام القرآن	۶۱۶
۵۳۴	اعتراضات۔ جوابات	۶۱۸
۵۳۵	تفسیر صوفیانہ	۶۲۰
۵۳۶	نفس امارہ کی تین لذتیں	۶۲۱
۵۳۷	فَاجْمَعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا از آیت ۶۴ تا ۶۹	۶۲۳ / "
۵۳۸	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۶۲۴
۵۳۹	عصا کی جمع میں چار قول	۶۲۶
۵۴۰	ثُقِفُوْا اور ثَقِفَ کا فرق	۶۲۷
۵۴۱	تفسیر عالمانہ	۶۲۸
۵۴۲	فرعونی جادوگروں کی تعداد مختلف اقوال	۶۲۹ / "
۵۴۳	جادوگروں کو پہلے پھینکنے کی سات وجوہ	۶۳۱ / "
۵۴۴	لوگوں کی نگاہوں پر پورا جادو ہو گیا تھا	۶۳۲

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	مگر موسیٰ و ہارون پر صرف تخیل تھا۔	۶۳۲
۵۴۵	دنیوی نعمتوں کی چار نوعتیں ہیں	۶۳۴
۵۴۶	فائدے چھ قسم کے جادو دنیا میں مشہور ہیں۔	۶۳۵
۵۴۷	جادو کے نقصانات۔ جادو کرنے کے پانچ طریقے۔	۶۳۶
۵۴۸	احکام القرآن اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ سے تین باتیں ظاہر ہوئیں۔	۶۳۷
۵۴۹	اعتراضات۔ جوابات	۶۳۸
۵۵۰	تفسیر صوفیانہ	۶۳۹
۵۵۱	فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا۔ از آیت ۷۰ تا آیت ۷۱	۶۴۱
۵۵۲	تعلقات	۶۴۲
۵۵۳	تفسیر نحوی	۶۴۳
۵۵۴	کاٹنے جدا کرنے کی دو قسمیں	۶۴۴
۵۵۵	عربی لغت میں درختوں کی شاخوں کے نام اور ان کی قسمیں	۶۴۵
۵۵۶	تفسیر عالمانہ	۶۴۶
۵۵۷	فائدے	۶۵۰
۵۵۸	احکام القرآن۔ شناخت کی چند صورتیں ہیں۔ جادو سیکھنا کفر و حرام ہے۔	۶۵۱
۵۵۹	صول کی سزا فرعونی ایجاد ہے اعتراضات جوابات	۶۵۲
۵۶۰	فرعون نے صرف جادوگروں کو سزا دستائی	۶۵۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	اور وہی اس کی تین وجہ	۶۵۴
۵۶۱	تفسیر صوفیانہ معرفت کی سیڑھی کے نو زینے	۶۵۵
۵۶۲	جادوگروں کو قربِ الٰہی کا حصول تین وجہ سے ہوا۔	۶۵۷
۵۶۳	قربِ نبوت کے تین تمغے	۶۵۸
۵۶۴	قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰی مَا جَآءَنَا از آیت ۷۲ تا آیت ۷۳	۶۵۸
۵۶۵	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۶۵۹
۵۶۶	خطا کی قسمیں اور معنی۔ مصدر کی تین قسمیں جادو کیا ہے۔ سحر کا معنی اور قسمیں	۶۶۱
۵۶۷	تفسیر عالمانہ۔ جادوگروں نے نو بینات دیکھیں	۶۶۳
۵۶۸	ذنوب کا معنی ذنب سیئہ خطا کا فرق اگر حسنات کی صورتیں	۶۶۶
۵۶۹	موت کا بلاوا تین قسم کا ہے	۶۶۷
۵۷۰	فائدے۔ سچا آدمی بہادر ہوتا ہے اور جھوٹا شخص بزدل	۶۶۸
۵۷۱	احکام القرآن۔ سب سے بڑا کفر نبی سے مقابلہ ہے	۶۶۹
۵۷۲	دینی غیرت اور خودکشی کی ہلاکت میں فرق اعتراضات	۶۷۱
۵۷۳	تفسیر صوفیانہ	۶۷۲
۵۷۴	معافی قبول کرنے کے چار فائدے نہ	۶۷۴

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	قبول کرنے کے چار نقصان	۶۷۴
۵۷۵	وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ	"
	آ آیت ۷۵ تا ۷۶	"
۵۷۶	تعلقات	۶۷۵
۵۷۷	تفسیر نحوی۔ جنت کے آٹھ حصے ہیں	۶۷۶
۵۷۸	حرف اَنْ پانچ قسم کا ہے	۶۷۸
۵۷۹	تفسیر عالمانہ	۶۷۹
۵۸۰	اہل جنت کی دو قسمیں	۶۸۰
۵۸۱	اعمال صالحہ کی گیارہ قسمیں۔ فرعونیوں پر چھ قسم کے عذاب آئے	۶۸۲
۵۸۲	اَبْرِ بِعِبَادِیْ کی چار وجوہ	۶۸۳
۵۸۳	غرق ہونے والے فرعونیوں کی تعداد	۶۸۵
	غرق کا واقعہ حکایت	"
۵۸۴	خوف وخشیت کا فرق	۶۸۷
۵۸۵	فاسق۔ جہاں بزرگ یا ان کی قبور ہوں وہاں عذاب نہیں آتا۔	۶۸۹
۵۸۶	احکام القرآن	۶۹۰
۵۸۷	چار طرح رات ضائع ہوتی ہے اعمال صالحہ کی تین قسمیں	۶۹۱
۵۸۸	اعتراضات جوابات	۶۹۲
۵۸۹	قرآن مجید میں فاسق کے پانچ نام	۶۹۳
۵۹۰	تفسیر صوفیانہ	۶۹۴
۵۹۱	وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى	۶۹۷
	از آیت ۷۹ تا آیت ۸۲	"
۵۹۲	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۶۹۹
۵۹۳	اللہ تعالیٰ کے لیے جمع مذکر حاضر یا غائب کا صیغہ بولنا مشابہ شرک ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔	۷۰۱
		"
۵۹۴	تراخی کی دو قسمیں ہوتی ہیں	۷۰۳
۵۹۵	تفسیر عالمانہ	"
۵۹۶	بنی اسرائیل پر انعامات کا تذکرہ	۷۰۵
۵۹۷	نعمت کاملہ کی چار صفتیں۔ فرعون کا بنی اسرائیل کو چار قسم کی سزائیں دینے کا بیان	۷۰۶
		"
		"
۵۹۸	میدان نیہ میں قید کی مدت اور شرعی پابندیاں رحمتیں غضب کا اصلی معنی اور علامات	۷۰۷
		"
		"
۵۹۹	دنیوی اور اخروی دولتوں کا بیان غُفْرٌ کے معنی	۷۰۸
		"
۶۰۰	مغفرت کی چار کیفیات۔ دنیا میں بندے کے تین حال	۷۰۹
		"
۶۰۱	مغفرت کے بارے میں ہم عصر اکابر کا بیان اعتدال کا بیان	۷۱۰
		"
۶۰۲	خاتمے اور صحت بدی کی چار صورتیں	"
۶۰۳	چار چیزیں ہر مسلمان کے لیے ضروری ہیں۔ احکام القرآن	۷۱۱
		"
۶۰۴	امر و نہی کی سولہ قسمیں ہوتی ہیں	"
۶۰۵	اعتراضات۔ جوابات	۷۱۳

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۰۶	گناہوں کی مغفرت تین قسم کی گناہ مٹنے کی تین صورتیں	۷۱۴ / "
۶۰۷	دنیا میں دو راہبر ہوتے ہیں۔ ہدایت کے بارہ رستے	۷۱۶ / "
۶۰۸	یلِ اسرار کی تین ضروری چیزیں ضربِ اللہ سے بارہ چشمے	۷۱۷ / "
۶۰۹	تیہ طریقت کے بارہ منصب	۷۱۸
۶۱۰	توبہ کرنے والے تین قسم کے	۷۱۹
۶۱۱	وَمَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى / آیت ۸۳ تا ۸۷	" / "
۶۱۲	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۷۲۰
۶۱۳	مفرد کی تین قسمیں۔ تفسیر عالمانہ	۷۲۱
۶۱۴	مَا اَعْجَلَكَ کے خطاب میں حضرت موسیٰ اکیلے ہی طور پر گئے تھے۔	۷۲۳ / "
۶۱۵	طور پر جانے کا صحیح واقعہ	۷۲۴
۶۱۶	جلد بازی کی اقسام	۷۲۵
۶۱۷	قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ / آیت ۸۵ تا آیت ۹۷	۷۳۰ / "
۶۱۸	تعلقات، تفسیر نحوی، لفظ بَعْد کا بیان	۷۳۲
۶۱۹	لفظ سامری کا بیان، غضبان، غضوب اور غضبۃ کا فرق لفظ اَف کا بیان	۷۳۳ / "
۶۲۰	طول کی قسمیں، عہد میثاق، اور وعدے کا فرق	۷۳۴ / "
۶۲۱	تفسیر عالمانہ، فرعونی زمانے میں تیر و تبر کی پرستش ہوتی تھی	۷۳۵
۶۲۲	سامری کے حالاتِ زندگی	۷۳۷
۶۲۳	عیقات موسوی کی ماہانہ تاریخ۔ توریت کی تختیاں ملنے کی تاریخ اور تعداد اور صورتیں آتیں۔	۷۳۹ / " / "
۶۲۴	غلط کام سے جسم پر پانچ کیفیات طاری ہوتی ہیں۔	" / "
۶۲۵	اللہ تعالیٰ کے تیرہ وعدے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ کے وعدے	۷۴۱ / "
۶۲۶	فائدے	"
۶۲۷	احکام القرآن۔ اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء و آیات کا ادب کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔	۷۴۳ / "
۶۲۸	بارگاہِ الٰہیہ سے انبیاء علیہم السلام کو تین مقام ملتے ہیں۔	۷۴۴ / "
۶۲۹	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا فرمان	۷۴۵ / "
۶۳۰	کاسب اور خالق کا فرق	۷۴۶
۶۳۱	تفسیر صوفیانہ	۷۴۷
۶۳۲	عقل انسانی کے آٹھ حصے ہیں	۷۴۸
۶۳۳	ثابت قدمی کے لیے تین چیزیں	۷۴۹
۶۳۴	قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ / آیت ۸۷ تا آیت ۹۰	" / "
۶۳۵	تعلقات	۷۵۱

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۳۶	تفسیر نحوی۔ لکن حرف مشبہ کا بیان	۷۵۲
۶۳۷	گائے کے نام بلحاظ عمر	۷۵۲
۶۳۸	یقینی بات کے بیان میں اَنْ ناصبہ نہیں آسکتا	۷۵۴
۶۳۹	ضَرًّا اور نفعًا کی قسمیں۔ تقدم کی قسمیں	۷۵۵
۶۴۰	تفسیر عالمانہ	۷۵۵
۶۴۱	بچھڑا بنانے کا واقعہ۔ شیطانی سازشیں اور ان کی فہرست	۷۵۶
۶۴۲	عجلًا کے بارے میں غلط تفاسیر اور اُن کا رد بادلائل۔	۷۵۸
۶۴۳	قرآن مجید میں لفظ فتنہ کی تعداد اور اُس کا معنیٰ	۷۶۰
۶۴۴	جاہل مفسروں کے بیہودہ دلائل اور ان کا تردیدی جواب	۷۶۱
۶۴۵	ایک حکایت	۷۶۵
۶۴۶	فائدے۔ حکایت۔ شفیق انسان ہی نام حقوق ادا کرسکتا ہے۔	۷۶۶
۶۴۷	احکام القرآن۔ غنیمت کا حکم	۷۶۷
۶۴۸	اعتراضات، جوابات	۷۶۸
۶۴۹	ہارون علیہ السلام اور حضرت علی کے دعویٰ ہونے میں فرق	۷۷۰
۶۵۰	تفسیر صوفیانہ	۷۷۱
۶۵۱	متاع دنیوی انسان کو چار طرح ملتی ہے	۷۷۲
۶۵۲	قَالُوْٓا اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ۔	۷۷۳
۶۵۳	از آیت ۹۱ تا ۹۵	۷۷۳
۶۵۴	تعلقات	۷۷۴
۶۵۵	تفسیر نحوی	۷۷۵
۶۵۶	عربی میں اصول الفاظ سات ہیں۔	۷۷۸
۶۵۷	تفسیر عالمانہ	"
۶۵۸	بنی اسرائیل کے بچھڑا پوجنے کا طریقہ	۷۷۹
۶۵۹	بہن بھائی کی تین قسمیں ہوتی ہیں	۷۸۰
۶۶۰	فائدے۔ سب سے زیادہ ضروری چیز ہدایت الٰہی ملنا ہے۔	۷۸۲
۶۶۱	بنی اسرائیل نے تیرہ دلائل دیکھے مگر ہدایت نہ ملی	۷۸۳
۶۶۲	احکام القرآن۔ تقریبًا چالیس احادیث سے فوٹو بنانے بنوانے کی حرمت ثابت ہے۔	۷۸۴
۶۶۳	انبیاء کرام کی سنتیں امت پر لازم ہوتی ہیں۔ سر کے بالوں کے نام	۷۸۵
۶۶۴	اعتراضات۔ جوابات	۷۸۶
۶۶۵	سچا اتحاد کیا ہے۔ اور باطل اتحاد کیا ہے۔	۷۸۹
۶۶۶	تفسیر صوفیانہ	۷۹۰
۶۶۷	سچے درویش کی چار نشانیاں	۷۹۲
۶۶۸	قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ	"
۶۶۹	از آیت ۹۶ تا ۹۸	"
۶۷۰	تعلقات، تفسیر نحوی۔ قبض اور قبص کا	۷۹۵

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	فرق۔	۷۹۵
۶۶۸	پانی کے ذخیروں کے عربی زبان میں تقریباً پندرہ نام ہیں	۷۹۷
۶۶۹	تفسیر عالمانہ	۷۹۸
۶۷۰	حضرت موسیٰ نے سامری کو تین سزائیں سنائیں	۸۰۲
۶۷۱	فائدے۔ بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ عزت انبیاء علیہم السلام کی ہے	۸۰۴
۶۷۲	احکام القرآن۔ کفر کی دو قسمیں	۸۰۶
۶۷۳	اعتراضات۔ جوابات	۸۰۷
۶۷۴	تفسیر صوفیانہ۔ شرارت سے چار نقصان چار مغفبوں سے بچنا چاہیئے۔	۸۰۸
۶۷۵	مرشد برحق کی چار ذمہ داریاں	۸۰۹
۶۷۶	خراب اخلاق کا بیان سچے صوفی کی پہچان	۸۱۰
۶۷۷	كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ۔ از آیت ۹۹ تا ۱۰۳	۸۱۲
۶۷۸	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۸۱۴
۶۷۹	آہستہ بولنا چار قسم کا ہے حرف اِنْ چار قسم کا ہے	۸۱۵
۶۸۰	تفسیر عالمانہ	۸۱۶
۶۸۱	لفظ ذکر کا معنیٰ اور قرآن مجید میں اس کی تعداد	۸۱۷
۶۸۲	قرآن کریم کو ذکر کہنے کی وجہ تین قسم کے	۸۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	لوگوں پر قیامت میں بوجھ ہوگا۔ اور بوجھ کی شکلیں۔	۸۱۷
۶۸۳	بوجھ کی سات قسمیں اور ان میں سات چیزیں اور ذلتیں۔	۸۱۸
۶۸۴	بدصورتی کے لیے تین الفاظ۔ فائدے	۸۲۰
	اُمّی کا معنیٰ انبیاء کرام اور عوام کے اُمّی ہونے کا فرق	
۶۸۵	احکام القرآن	۸۲۱
۶۸۶	اعتراضات جوابات	۸۲۲
۶۸۷	تفسیر صوفیانہ	۸۲۳
۶۸۸	حقیقی ذکر اللہ کی پہچان۔ اس کے ترک سے بار بوجھ اور پانچ نقصان۔	۸۲۴
	ذکر ایمانی۔ ایقانی۔ عرفانی کے فائدے	
	جلاء قلب کے لیے تین مفید ذکر	
۶۸۹	نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ۔ از آیت ۱۰۴ تا ۱۰۸	۸۲۶
۶۹۰	تعلقات۔ شانِ نزول۔ تفسیر نحوی اَمْثَلُهُمْ کا معنیٰ	۸۲۷
۶۹۱	عَنْ حرف جر کے چھ معنیٰ چھوڑنے کی پانچ قسمیں۔ قاعدہ کلیہ جمع اور اس کے معنیٰ	۸۲۸
۶۹۲	عرض کا معنیٰ اور قسمیں۔ اطاعت و اتباع کا فرق۔ خشوع خضوع اور ضروع کا فرق۔	۸۲۹

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۹۳	سرکشی اور کمسر پھسر کا فرق۔ تفسیر عالمانہ	۸۳۰
۶۹۴	فائدے۔ آسمان بھی سات زمین بھی سات اور ان کی کیفیات	۸۳۳
۶۹۵	احکام القرآن۔ سچی اتباع کی پہچان	۸۳۴
۶۹۶	خوف کی چار قسمیں۔ اعتراضات، جوابات۔	۸۳۵
۶۹۷	عروج اور عوج کا فرق اور دونوں کا معنیٰ۔	۸۳۶
۶۹۸	پہاڑوں کا بیان، تعداد کی فہرست اور جائے مقام و پیمائش	۸۳۸
۶۹۹	دنیا کی اونچی چوٹیاں۔ پہاڑوں کے فوائد۔	۸۴۳
۷۰۰	تفسیر صوفیانہ	۸۴۴
۷۰۱	جنت اسرار چار قسم کی ہے۔ خودی اور بیخودی کا فرق	۸۴۶
۷۰۲	یَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ۔ از آیت ۱۰۹ تا ۱۱۱	۸۴۸
۷۰۳	تعلقات۔ تفسیر نحوی۔ احاطہ کرنا پانچ قسم کا ہے۔	۸۴۹
۷۰۴	تفسیر عالمانہ	۸۵۰
۷۰۵	اصطلاحی شفاعت کی تین صورتیں	۸۵۱
۷۰۶	جرم کی قسمیں	۸۵۲
۷۰۷	شفاعت کا بیان۔ تعداد اور شرائط	۸۵۴
۷۰۸	شفاعت کے اٹھارہ طریقے	۸۵۵
۷۰۹	ظلم انسانی کی تین صورتیں۔ اسم اعظم کیا ہے؟	۸۵۸
۷۱۰	فائدے۔ احکام القرآن	۸۵۹
۷۱۱	اعتراضات۔ جوابات	۸۶۰
۷۱۲	تفسیر صوفیانہ	۸۶۲
۷۱۳	قیامت میں تین چیزیں بندے کو ذلیل کریں گی۔	۸۶۳
۷۱۴	وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ از آیت ۱۱۲ تا ۱۱۵	۸۶۴
۷۱۵	تعلقات۔ شانِ نزول	۸۶۵
۷۱۶	تفسیر نحوی	۸۶۶
۷۱۷	تفسیر عالمانہ۔ ظلم اور ستم کا فرق	۸۶۹
۷۱۸	عربی زبان کی پانچ خصوصیات	۸۷۰
۷۱۹	لَا تَعْجَلْ فرمانے کی وجہ اور حکمت	۸۷۱
۷۲۰	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام قرآن اور علوم قرآن کو عالم ازل سے جانتے ہیں	۸۷۵
۷۲۱	کاتبینِ وحی کے اسماءِ پاک	۸۷۶
۷۲۲	ایک وہابی کی غلط تفہیم و تفسیر کا رد	۸۷۷
۷۲۳	نزولِ قرآن مجید کا طریقہ الٰہیہ	۸۷۹
۷۲۴	آدم علیہ السلام کا واقعہ جنت آپ نے ابلیس سے دھوکہ کیوں کھایا	۸۸۰
۷۲۵	فائدے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی انتہا کسی مخلوق کو معلوم نہیں۔	۸۸۱
۷۲۶	دس چیزیں نسیان پیدا کرتی ہیں۔	۸۸۲

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۲۷	احکام القرآن۔ جبرئیل علیہ السلام کو استاد سے	۸۸۳		آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو نازل ہیں	۸۹۹
	تشبیہ دینا غلط اور گستاخی ہے	〃	۷۴۱	فائدے۔ افضل الخلق اشرف الخلق	۹۰۰
۷۲۸	اعتراضات، نسیان کے چار معنی۔	۸۸۴		اشرف الخلق کا بیان	〃
۷۲۹	تفسیر صوفیانہ۔ مومن کی چار چیزوں سے	۸۸۵	۷۴۲	سعادت و شقاوت کی دو قسمیں۔	۹۰۱
	تکمیل ہوتی ہے۔	〃		احکام القرآن	〃
۷۳۰	عبادت کے چار حقوق	۸۸۷	۷۴۳	اعتراضات۔ جوابات	۹۰۲
۷۳۱	وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا	۸۸۸	۷۴۴	تفسیر صوفیانہ	۹۰۴
	از آیت ۱۱ تا آیت ۱۲	〃	۷۴۵	جنت جزاء کی چار نعمتیں	۹۰۵
۷۳۲	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۸۸۹	۷۴۶	سات ابلیس حرکتیں	۹۰۶
۷۳۳	مستثنیٰ کے اعراب کی قسمیں۔ انکار کی	۸۹۰	۷۴۷	فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا	۹۰۷
	قسمیں اور الٰہی کا معنی۔ دشمن کی قسمیں	〃		از آیت ۱۲۱ تا آیت ۱۲۳	〃
۷۳۴	تفسیر عالمانہ	۸۹۲	۷۴۸	تعلقات۔ تفسیر نحوی	۹۰۸
۷۳۵	ابلیس کو حکم سجدہ میں کیوں شامل کیا گیا	۸۹۳	۷۴۹	افعالِ مقاربہ سات ہیں	۹۰۹
۷۳۶	آدم علیہ السلام کو سجدے کا استحقاق	۸۹۴	۷۵۰	عَصٰی کے چار معنی۔ نفی اثبات کے	۹۱۰
	ملنے کے دو وجوہ	〃		چار مصدر	〃
۷۳۷	ابلیس کے انکارِ سجدہ کی چار وجہ۔ ابلیس	۸۹۵	۷۵۱	لفظ اِمّا کے پانچ معنی۔ تفسیر عالمانہ	۹۱۲
	کا غرور چار طرح کا اور چار طرح اس کا	〃	۷۵۲	نافرمانی کی سات قسمیں	۹۱۳
	اظہار کیا۔ ابلیس کی چار گستاخیاں	〃	۷۵۳	نبوت کے تین زمانے ہوتے ہیں۔ نبوت	۹۱۵
۷۳۸	ابلیس کو چار ذلتیں ملیں۔ عداوتِ ابلیس	۸۹۶		کے بارے میں مسلک اہل سنت	〃
	کی چار وجوہ	〃	۷۵۴	قرآن مجید میں انتیس قصے ہیں۔ قرآن کریم	۹۱۶
۷۳۹	بشریت کی تین کمزوریاں۔ ابلیس کے	۸۹۸		میں نبوتِ آدم کا ذکر صراحتاً نہ ہونے	〃
	چار وسوسے	〃		کی وجہ	〃
۷۴۰	ابلیس نے چار چیزیں رب سے مانگیں	۸۹۹	۷۵۵	واقعۂ آدم علیہ السلام سات سورتوں میں مذکور	۹۱۷
	آدم علیہ السلام کو تین سو سال بعد نبوت ملی	〃		ہوا اور ہر جگہ سات چیزیں بیان ہوئیں	〃

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۵۶	حضرت آدم کی نبوت کے دلائل	۹۱۸
۷۵۷	آدم علیہ السلام کی مکمل عمر شریف	۹۱۹
۷۵۸	مفسرین کے مختلف اقوال	۹۲۰
۷۵۹	شرافت تین چیزوں میں ہدایت کے	۹۲۱
	فائدے اُترنے کی قسمیں۔ فائدے دنیا	"
	میں چار شخص بہت روئے	"
۷۶۰	رونے کے فوائد۔ اور ہنسنے کے	۹۲۲
	نقصان	"
۷۶۱	احکام القرآن۔ اصل پردہ عورت کے	۹۲۳
	چہرے کا ہے اور اس کی وجہ حکمت	"
۷۶۲	اعتراضات۔ جوابات	۹۲۴
۷۶۳	تفسیر صوفیانہ۔ معرفت کے چار لباس	۹۲۷
۷۶۴	آدم علیہ السلام کی توبہ کے لیے چار دعائیں	"
	اور آخری وسیلہ	"
۷۶۵	رب تعالیٰ کی ایک عجیب حکمت	۹۲۸
۷۶۶	شیطان تین طریقوں سے انسان کو ورغلاتا	۹۲۹
	ہے۔ موجودہ فوائیوں سے پانچ غرابیاں	"
	ہیں۔	"
۷۶۷	مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ	"
	مَعِیْشَةً ضَنْكًا۔ از آیت ۱۲۴ تا ۱۲۷	"
۷۶۸	تعلقات، شانِ نزول، تفسیر نحوی	۹۳۱
۷۶۹	اسم اشارہ ذٰلِكَ کی دو قسمیں ہوتی ہیں	۹۳۳
۷۷۰	تفسیر عالمانہ۔ امیر غریب کی بے سکونی کی	۹۳۴
	چار وجوہ	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۷۱	عذاب قبر تین قسم کا ہوتا ہے	۹۳۵
۷۷۲	زندگی تین قسم کی ہے۔ فاسق کو تین نگہاں	۹۳۶
	مومن کے لیے تین انعام۔ کفار کی روزِ	"
	محشر گیارہ کیفیات	"
۷۷۳	فائدے۔ رب تعالیٰ کی ناراضگی کی چار	۹۳۹
	نشانیاں	"
۷۷۴	احکام القرآن	۹۴۰
۷۷۵	اعتراضات جوابات	۹۴۱
۷۷۶	تشبیہ اکیس قسم کی ہوتی ہے	۹۴۲
۷۷۷	تفسیر صوفیانہ۔ دنیا کے آٹھ دبال	۹۴۳
۷۷۸	ابلیس کے چار نوکر۔ ذکر اللہ کی آواز	۹۴۵
	چار قسم کی ہے	"
۷۷۹	اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا	۹۴۶
	قَبْلَهُمْ۔ از آیت ۱۲۸ تا ۱۳۰	"
۷۸۰	تعلقات	۹۴۷
۷۸۱	تفسیر نحوی۔ محذوف چیزیں ترکیب میں	۹۴۸
	شامل نہیں ہوتیں۔ محذوف اور پوشیدہ	"
	کا فرق	"
۷۸۲	تفسیر عالمانہ	۹۵۱
۷۸۳	کفار کو ڈھیل دینے کی تین حکمتیں۔	۹۵۲
	مفسرین کے مختلف اقوال، سات قوموں	"
	پر عذاب آئے۔	"
۷۸۴	تسبیح و تحمید کا مکمل و بہترین نقشہ نمازِ	۹۵۴
	اسلامی ہے۔ پنجوقتہ نماز کی حکمتیں	"

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۸۵	کنارِ مکہ کی بیدار سائی۔ فائدے	۹۵۵
۷۸۶	رات میں پانچ خصوصیات۔ احکام القرآن زمین مکمل ایک جگہ ساکن ہے۔	۹۵۶ / "
۷۸۷	زمین کو سیارہ ماننے میں دو خرابیاں۔ سیاروں کی تعداد۔ اعتراضات، جوابات	۹۵۷ / "
۷۸۸	رات کی عبادت میں چھ خصوصیات۔ تفسیر صوفیانہ	۹۵۸ / "
۷۸۹	عقل اور قلب کی بدایت کا فرق۔ عقل کے ہزار حصے	۹۵۹ / "
۷۹۰	حکایت۔ راہِ معرفت کی ہدایتیں	۹۶۰
۷۹۱	صبر اور بے صبری کی چار قسمیں۔ نماز باجماعت کے پانچ فائدے۔ غفلت کے نقصان بلائیں چار طریقوں سے رد ہوتی ہیں	۹۶۱ / " / "
۷۹۲	چار اعضا کو چار چیزوں سے بچانا ضروری	۹۶۲
۷۹۳	وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ۔ الآیت ۱۳۱ تا آیت ۱۳۳	"
۷۹۴	تعلقات، شان نزول، تفسیر نحوی،	۹۶۴
۷۹۵	جنوۃ پانچ قوتوں کا نام ہے۔ زوج کا بیان	۹۶۵ / "
۷۹۶	خیر کی قسمیں۔ رزق کے معنی	۹۶۶
۷۹۷	لفظ لَوْلَا کے چار معنی۔ تفسیر عالمانہ	۹۶۷
۷۹۸	انبیا علیہم السلام کو چھ چیزوں سے نفرت ہوتی ہے۔	۹۶۸ / "
۷۹۹	اہل بیت کی تین قسمیں۔ نماز کے سات	۹۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	فائدے۔	"
۸۰۰	فائدے	۹۷۴
۸۰۱	احکام القرآن۔ حسد۔ رشک، اور غیظ کا فرق	۹۷۵ / "
۸۰۲	اعتراضات، جوابات	۹۷۶
۸۰۳	دولت مند کی تین کیفیتیں۔ تفسیر صوفیانہ	۹۷۷
۸۰۴	اہلِ تصوف کے نزدیک شرک کی چار قسمیں۔ ازواج کی قسمیں	۹۷۹ / "
۸۰۵	سرفت کی پانچ نمازوں کے لباس	۹۸۰ / "
۸۰۶	وَلَوْلَا أَنْ أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهِ۔ از آیت ۱۳۴ تا ۱۳۵	۹۸۱ / "
۸۰۷	تعلقات۔ شان نزول۔	۹۸۲
۸۰۸	تفسیر نحوی۔ عربی میں حرف کے تین استعمال۔ اور پانچ قسمیں	۹۸۳ / "
۸۰۹	کُلٌّ کی دو قسمیں۔ اعلحضرت کے ترجمہ کی شان	۹۸۴ / "
۸۱۰	ترقیص کی قسمیں	۹۸۵
۸۱۱	تفسیر عالمانہ	۹۸۶
۸۱۲	مفسرین کے مختلف اقوال	۹۸۸
۸۱۳	فائدے۔ احکام القرآن	۹۸۹
۸۱۴	فاسق کافر مشرک کی توہین کرنا واجب ہے۔ اعتراضات جوابات	۹۹۰ / "
۸۱۵	تفسیر صوفیانہ۔ ہلاکت اور نجات	۹۹۲

marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	کی تین تین چیزوں انتظار کی قسمیں	۹۹۲
۸۱۶	صبر اور صبر والے کی چار قسمیں، بروز	۹۹۳
	قیامت بندوں کی شکایت	〃
۸۱۷	سورۃ طٰہٰ کے آٹھ رکوع کی مختصر تفسیر	۹۹۴
	اور فضائل، عملیات	〃

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۱۸	سورۃ طٰہٰ کے عملیات	۱۰۰۱
۸۱۹	سورۃ طٰہٰ کا تعویذ اور فضائل	۱۰۰۲
۸۲۰	تمت بالخیر	۱۰۰۳
۸۲۱	فہرست مضامین	۱۰۰۴
۸۲۲	آخری صفحہ	۱۰۳۲

صاحبزادہ اقتدار احمد خان کی تصانیف و تالیفات

۱ نعیمی

۱ تفسیر نعیمی از پارہ گیارہ آخری ربع تا پارہ ۱۶

۲ تفسیر نعیمی پارہ سترہ ۱۷ زیر تصنیف قیمت تفسیر نعیمی پورا سیٹ از اول تا اصولہ ۳۰

۳ العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ جلد اول ۲۰۰ روپے

۴ جلد دوم ۲۰۰ روپے

۵ جلد سوم ۲۰۰ روپے

۶ جلد چہارم زیر تصنیف

۷ خطبات نعیمیہ مع مسائل ۲۰ روپے

ملنے کا پتہ: نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خان روڈ گجرات پاکستان

marfat.com

Marfat.com

Marfat.com